جلد ۴۱ | لاہور یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ ۔ ۷ جنوری ۱۹۵۳ء | نمبر ۱

اسلامی دنیا کے اہم مسائل کیلئے ووکنگ مشن کیطرف نگاہیں اُٹھتی ہیں

صرف مجدد زمان کیساتھ وابستگی ہی تریاق کا کام دے سکتی ہے

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کا پیغام احباب جلسہ سالانہ کے نام

ذیل کا پیغام ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے جلسہ سالانہ کے لئے بھیجا جو خان بہادر غلام ربانی صاحب آنریری جنرل سیکرٹری نے جلسہ سالانہ میں پڑھکر سنایا:

برادران و خواہران قوم و ملت ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ آپ لوگ خوش قسمت ہیں جو اس وقت عظیم الشان اجتماع میں شامل ہیں جس کی بنیاد حضرت مجدد زمانؑ امام دوران نے خود اپنے متبرک ہاتھوں سے رکھی تھی ۔ گو میں اور میرے رفقا آپ سے ہزارہا میل کے فاصلہ پر ہیں اور اس عظیم الشان اجتماع کے فیوض و برکات سے استفادہ حاصل نہیں کر سکے اور اس روحانی لذت سے محروم ہیں لیکن تاہم ہمارے قلوب آپکے ساتھ ہیں اور روحانی طور پر ہم آپ کے شریک کار ہیں ۔

سب سے اول عرض خدمت ہے کہ آپ حضرات کی دعاؤں سے ووکنگ مسلم مشن کا کام بفضلہ خوبی چل رہا ہے اور روبترقی ہے اس شعبہ کی ترقی کی اطلاع تو آپکو سیکرٹری صاحب کی رپورٹ سے مل چکی ہے ۔ صرف اس قدر عرض ہے کہ مشن کا کام دن بدن ترقی کر رہا ہے اور ووکنگ مسلم مشن کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے وہ اس قابل ہے کہ ہم بجا طور پر فخر کر سکیں اور اللہ تعالیٰ کا جس قدر شکریہ ادا کریں کم ہے ۔

پاکستان کیا باہر بھی تمام اسلامی دنیا کو جب کبھی بھی کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو سب کی نگاہیں ووکنگ مسلم مشن کی طرف اٹھتی ہیں ۔ ہمیں یہاں کے اسلامی نمایندے اکثر ایسے خطوط ارسال کرتے ہیں جو انکو غیر مسلموں سے اسلامی تعلیم حاصل کرنے کے بارہ میں وصول ہوتے ہیں ۔ کوئی اہم جلسہ ہو کسی لیکچرار کی ضرورت ہو، کوئی لٹریچر بلکہ اسلامی تعلیم کا سوال ہو بغرضیکہ کوئی کسی قسم کا کام ہو ووکنگ مسلم مشن اور اسکا سٹاف ہر ممکن خدمت کو حاضر رہتا ہے ہماری خط و کتابت تمام اکناف عالم سے ہے ذالک فضل اللہ ۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ۔ ہم سب کی دلی دعائیں آپکے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ اس مختصر سی مگر بے نظیر قابل رشک اور فعال جماعت کو ترقی عطا فرمائے اور ہم سب مل کر اس عظیم الشان کام کو جاری رکھ سکیں جو دنیا کی اور کوئی جماعت نہیں کر رہی ۔ اصل حقیقت یہی ہے کہ تبلیغ و اشاعت اسلام اور خدمتِ اسلام کا کام حضرت مجدد زمان اور امام الوقت کے دامن سے وابستہ ہو اور یہ کام اسی جماعت کے ذریعہ سرانجام پا رہا ہے اور پائیگا ۔ ہمیں صرف اس امر کی فکر ہونی چاہیئے کہ ہمارے اعمال اچھے ہوں ہمارے ارادے نیک اور بے لوث ہوں ۔ ہم محض خدا کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنیکی خاطر یہ کام کریں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا یھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم یعنی تمہیں کوئی گمراہ نہیں کر سکتا تم ہرگز ناکامیاب نہیں ہوگے جبتک تم خود صحیح راستہ پر اور ہدایت پر قائم ہو ۔ آؤ ہم سب پھر مل کر اس عہد و پیمان کو تازہ کریں جو ہم میں سے ہر ایک نے خدا کے فرستادہ کے ہاتھ پر بر وقت بیعت کیا تھا یعنی "دین کو دنیا پر مقدم کریں گے" اور اس کام میں دنیا کی کوئی ملونی ہمارے دلوں میں نہ ہو ۔ آج دنیا اسلام کی پیاسی ہے آج اسلام کی تعلیم اور اسپر عمل ہی دنیا کو بربادی اور تباہی سے بچا سکتا ہے آج حضرت مجدد زمان کے دامن سے وابستگی ہی (بشرطیکہ ہمارے اعمال اور کام اسلام کی تعلیم کی نمایندگی کر رہے ہوں) یہ تریاق القلوب بہم پہنچا سکتی ہے ۔ آؤ ہم مل کر اس احکم الحاکمین کے آگے گڑگڑائیں رو دیں ۔ اس سے مغفرت طلب کریں اسکے آگے اپنے گناہوں اور کمزوریوں کا اعتراف کر کے اپنے دلوں کو پاک کریں ۔ بالآخر یہ درخواست ہے کہ ہم دور افتادہ کارکنوں کو اپنی نیم شبی اور اجتماعی دعاؤں میں ضرور ضرور یاد رکھیں ۔ جو غائبانہ دعائیں زیادہ قابل قبول ہوتی ہیں ۔ لہٰذا ان کے لئے دلی درخواست ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو ۔ آمین والسلام ۔

خاکسار ۔ محمد عبداللہ مع دیگر رفقاء کار ۔

بغداد اور بلاد اسلامیہ میں تبلیغی سرگرمیاں

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کا ایک ورق

مولانا محمد علیؒ اور مسٹر جان ڈبلیو لنڈ سپارگر امریکہ کو فیلوز مینوں آف ریولیشن اور جناب الحاج عبد الغفور حیدر آباد کو پیغام صلح ۳۵ اور جناب محمد شیر افگن صاحب سلیمانیہ کو پیغام صلح ۳۶ اور مرزا غلام احمد آف قادیان، اور جناب انیس احمد صاحب زبیری سفارت پاکستانیہ طہران کو قندیل مجریہ ستمبر و فیلوز مینوں آف ریولیشن ڈاک سے بھجوائے۔ بحری ڈاک سے پیغام صلح ۳۸ لاٹ ۳۹ روزنامہ جنگ، الجمعیۃ، نوائے وقت اور قندیل کے پرچے ملے پیغام صلح کے صفحہ ۳ پر آہ! ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب" جلی حروف میں پڑھا دل مسوس کر رہ گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مسیح وقت کا ایک جانباز سپاہی چل بسا پرانے بادہ کشان مئے معرفت میں سے ایک داغ مفارقت دے گیا۔ آہ اب تو بہت تھوڑے شمع احمدیت کے پروانے باقی رہ گئے ہیں۔ اے نوجوانان سلسلہ احمدیت وہ امانت جو ان پیرانہ سال مجاہدین کے سپرد آپ کے امام نے کی تھی جس کی حفاظت انہوں نے جان و مال سے پوری طرح کی اب وہ مقدس امانت تمہارے سپرد ہو رہی ہے اس کی حفاظت کا ذمہ تمہارے کندھوں پر ہے۔ زمانہ کو بتلا دو کہ تم اس کے سنبھالنے کے پوری طرح اہل ہو۔ خدا مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل دے۔ ان کے صاحبزادہ السید الطاف حسین صاحب کو تعزیت کا خط ہوائی ڈاک سے بھیجا۔ اخبار جنگ ۱۹ اکتوبر میں جناب سید غلام بھیک نیرنگ کے انتقال کی خبر پڑھی صدمہ ہوا۔ میرے پرانے ملنے والے اور قبول احمدیت سے قبل تنظیم مساجد کی تحریک میں رفیق کار تھے خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

وزیر اوقاف مصر السید احمد الباقوری کا ایک مضمون اجرائے اجتہاد پر الجمہور المصری میں شائع ہوا ہے، اس پر السجل مجریہ ۴ نومبر میں ایک تردیدی مقالہ چھپا ہے جو الجمعیۃ دہلی کو بھجوایا۔ عزت مآب مسٹر شعیب قریشی پاکستانی ہائی کمشنر برائے حکومت ہند دہلی کو چند معروضات بھیجا اور لکھا ہے کہ ایک نظر ضرور ڈال لیں۔ روزنامہ جنگ مجریہ ۲۴ اکتوبر کے صفحہ ۳ پر ایک نہایت ہی ضروری نوٹ بعنوان "مذہبی فرقہ آرائی کا علاج" از قلم مولانا عبد المجید سالک درج ہے یہ اس قابل ہے کہ پاکستان کے مسلمان اسے غور سے پڑھیں اور بسرعت اس ہولناک مرض کا نہ صرف علاج تجویز کریں بلکہ فوراً علاج شروع کر دیں تا تباہی و بربادی سے بچ جائیں۔ خدا ان فرقہ باز علماء کو ہدایت دے کہ وہ امت مرحومہ پر رحم کریں اور تفرقہ بازی . . . . . سے باز آجائیں۔ آمین

نوائے وقت ۱۷ اکتوبر میں مجاہد فی اللہ ڈاکٹر السید طفیل حسین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر پرنم آنکھوں سے پڑھی۔ رات ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب اور محمد یوسف الدین آفریدی دکان پر آئے عزت آفندی بھی تشریف فرما تھے علمی گفتگو رہی۔

۱۷ صفر۔ ۵ نومبر ۱۹۵۲ء بروز بدھ:۔

برق حبانیہ کو پیغام صلح ۳۸ لاٹ ڈاک سے بھجوایا۔ نیز ایک پرچہ اسمعیل بھائی کے ہاتھ استاذ علی محمد سرطاوی صاحب کو لاٹ ۲۹ بھجوایا نیز ایک پرچہ اسماعیل بھائی کے ہاتھ استاذ عبد الرزاق حسین کو بھی بھیجا جناب عزت مآب مسٹر نور الامین وزیر اعظم مشرقی پاکستان ڈھاکہ کو ٹرانسلیشن آف احمدیت مسٹر حسین شہید سہروردی پاکستان عوامی لیگ کراچی کو چند معروضات۔ مولوی محمد اسمعیل خوشاب کو موجودہ ایجی ٹیشن اور جناب میاں محمد خلیل صاحب رجسٹرار لاہور ... ہائی کورٹ لاہور کو ضرورت مجدد ڈاک سے بھجوایا روزنامہ اجیت جالندھر جو سکھوں کا پرچہ ہے اور جس نے اردو کی حمایت کی ہے اسے رسالہ مسلم ریلیجن اور جناب محبوب علی صاحب ناظم ضلع رائے پور سی پی۔ (مدھیہ پردیش) کو ضرورت مجدد بھجوایا۔ بعفضل حکیم اکتوبر میں مسٹر عبد المجید بی اے لائلپور کا ایک خط اخبار صدق جدید سے نقل کیا ہے۔ اس کا جواب بھی جو صدق جدید نے مدلل دیا ہے۔ وہ بھی شائع ہوا ہے۔ سوال و جواب خوب ہے مسٹر عبد المجید صاحب کو ذکری مولانا محمد علی رح بھجوایا تا انہیں معلوم ہو کہ دنیائے عرب اور اسلام میں احمدیت کے اس درخشاں ستارے کی خدمات اسلامیہ کو کیا سمجھا جا رہا ہے۔ محترمی بزرگوارم قبلہ مولانا عزیز بخش صاحب لاہور کا مکتوب گرامی مرقومہ ۱۳ اکتوبر بذریعہ ہوائی ڈاک ملا میرے اس پیرانہ سال محترم مجاہد بزرگ نے اپنی تہجد کی نمازوں میں میری صحت اور دفع مشکلات کے لئے دعاؤں کا التزام فرمایا ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر اور عمر طویل دے تا خدمت دین کا مزید کام ظہور میں آئے۔

۱۸ صفر ۔ ۶ نومبر بروز جمعرات:۔

جناب محمد امین سیٹھی جڑانوالہ کو کافر؟ اور اڈیٹر نائجیریا لاگوس کو پرافٹ آف اسلام اور عزیزم محمد اقبال شیدائی روما فیلوز مینوں آف ریولیشن اور مسلم سوسائٹی آبادان نائجیریا کو سر محمد اقبال سٹیٹمنٹس دی قادیانی اور استاد السید مدحت حافظ قاہرہ کو لاٹ ۱۳۵ اور سعادت السید حکمت المصری النابلسی رئیس مجلس النواب مشرق الاردن عمان کو ذکری مولانا محمد علی بھیجا۔

حافظ شریف صاحب دکان پر آئے ایبڈن ہاورڈ کی کامیابی کے ذکر کے سلسلہ میں مغرب میں تبلیغ کا تذکرہ بھی آگیا ہے کہا کہ قرآن میں یہ طاقت ہے کہ وہ ایبڈن ہاورڈ اور اس کی قوم کو فتح کر سکتا ہے ضرورت ہے کہ اسے ان تک پہنچایا جائے۔ حافظ صاحب کو اکتوبر کا اسلامک ریویو دیا۔ قاہرہ سے استاذ عبد الحمید العبادی کا ہوائی جہاز سے خط ۱۵ صفر کا لکھا ہوا ملا جس میں ذکری مولانا محمد علیؒ کے ہدیہ کی شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

وبعد وصلتنی هدیتکم الکریمة ذکری مولانا محمد علی رح وانی اشکر سیادتکم اجزل الشکر وساحتفظ بهذه الهدیة تذکارا لصاحب الذکر العظیم" یہ سب ادبائے عرب کی نذر عقیدت ہے امیر مرحوم۔

اخویم عزیز محمد اقبال شیدائی کا بعد عرصہ دراز سے ایک خط قاہرہ سے بذریعہ ہوائی ڈاک مجریہ ۳۰ اکتوبر ملا۔ آپ ... توجہ سے پڑھ رہا ہوں مقالہ نگاروں نے عقیدت و ذوق ... اپنے دلوں کے مخفی درد کو صفحہ قرطاس پر لانے کی کوشش کی ہے وہ قابل قدر ہے۔ ان انمول قیمتی موتیوں کو جس احسن طریقہ اور سلیقہ سے ایک لڑی میں پرونے کا مقدس کام میرے محترم بھائی مولانا دوست محمد صاحب نے سرانجام دے کر بندگان خدا کے سامنے پیش کیا ہے اس کا اجر اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے یہ بلبلان گلزار محمد علی رح کے انتہائی سرور کا باعث ہے اس کے خوشبو کی مہک سے مست ہو کر وہ اپنے عزم و ارادہ کی تکمیل بسرعت انجام دینے کی جلد و جلد سعی کریں گے اور روح محمد علی رح کی خوشنودی کا باعث ہوں گے۔ پیغام صلح کا عدد خاص نہایت کامیاب رہا، میری جانب سے دلی مبارک باد۔

بھائی عبد الحکیم صاحب کے ساتھ مسٹر صفدر صاحب کو پیغام صلح ۳۹ بھجوایا۔ امروز مجریہ ۱۷ اکتوبر میں ایک مضمون سرسید کی شخصیت نظر سے گزرا یہ مقالہ جناب ریاض الدین قیصر صاحب ایم اے ریسرچ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کی قلم کا مرہون منت ہے آپ نے سید مرحوم کی شخصیت کو اجاگر کرنے کی کوشش فرمائی ہے جو قابل داد ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ موصوف کو اس زمانہ کے امام علیہ السلام کی پرعظمت شخصیت کا علم بھی دیا جائے اس لئے مرزا غلام احمد آف قادیان اینڈ ہز مشن ڈاک سے بھجوایا۔

استاذ محترم السید عبد الوہاب العسکر دکان پر تشریف لائے پندرہ منٹ بیٹھے اسلامک ریویو بابت اکتوبر لے گئے بہت ممنون ہیں کہتے ہیں کہ ستمبر کے اسلامک ریویو سے دو مضامین کا ترجمہ عربی میں کیا ہے۔ رات کو ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب دکان پر آئے پیغام صلح ۳۶ دیا عزیزم میاں محمد یعقوب پراچہ اور محمد یوسف الدین آفریدی بھی آگئے علمی گفتگو رہی۔

(باقی دارد)

درخواست دعا

میری ایک عزیزہ جو کہ مجھ سے بہت دور مغربی پاکستان میں مقیم ہیں آجکل بیمار اور سسرالی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ میکے کا کوئی آدمی ان سے قریب نہیں ہے۔ بالکل مجبوری و بے بسی کا عالم ہے تمام بزرگان و احباب سلسلہ اور قارئین پیغام صلح کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ میری اس عزیزہ کے لئے خاص طور پر دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے اور ان کی مشکلات دور فرما دے۔ آمین ثم آمین

شیخ محمد انعام الحق۔ سابق ایڈیٹر پیغام صلح

از قیصر آباد کن

پیغامِ صلح
جلد ۴۱ | بروز چہارشنبہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ | نمبر ۱

زندہ اور فعال جماعت کے زندگی بخش کارنامے

جماعت احمدیہ لاہور کے جلسہ سالانہ کی مختصر روئداد اسی شمارہ میں دوسری جگہ درج ... مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ اس جماعت کے اندر زندگی اور فعالیت کے ... موجود ہیں جو اعلائے کلمۃ اللہ کلمولہ کیفیت کے لحاظ سے دنیا کی تمام جماعتوں سے اسے ممیز و ممتاز ... اب بھی تک اس جماعت میں توحید الٰہی کو دنیا میں قائم کرنے اور اسلام کی صداقت کو ... کرنے کا وہ جوش و ولولہ موجود ہے، جو حضرت مجدد زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے نصف صدی پہلے ان میں پیدا کیا، اس قحط سالی اور معاشی تنگدستی کے زمانہ میں دین اور محض دین کی خاطر کڑکتی ہوئی سردیوں میں سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے آنا اور اعلائے کلمۃ اللہ کی باتوں میں دلی جوش و خروش کے ساتھ حصہ لینا اور اس راہ میں اپنے مال خرچ کرنا یہ انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے، جن کے اندر ایک خاص روحانی قوت موجود ہو، خدا کا فضل ہے کہ یہ روحانی قوت جو حضرت مجدد وقت نے اس جماعت کے اندر پیدا کی ابھی تک اپنے اثرات دکھا رہی ہے اور کوئی بڑی سے بڑی مخالفت اور سخت سے سخت ایذا اس کو زائل نہیں کر سکی، وہ نام نہاد مسلم پارٹیز کنونشن اور ... تحفظ ختم نبوت اور ناموس رسول کی آڑ لے کر احمدیوں پر حملہ کرنے اور ان کو مٹانے کی کوششیں کرنے والے مولوی اگر اپنے دلوں میں ذرہ بھر غیرت ایمانی رکھتے ہیں تو اس پر غور کریں کہ یہ کیا چیز ہے جو ان کی تمام مخالفانہ کوششوں کے باوجود اس جماعت کے جوش ایمانی کو بڑھاتی چلی جا رہی ہے، اور وہ تمام میخیں جو وہ اپنے زعم میں ... اس جماعت کے تابوت میں لگا کر مطمئن ہو بیٹھتے ہیں کہ ہم نے اسکو ختم کر دیا ایسی بے حقیقت ثابت ہوتی ہیں کہ ان کا کوئی اثر نظر نہیں آتا، کیا یہ حضرت مرزا صاحب کی قوت قدسی اور روحانی فیضان کا اثر نہیں ؟ کیا اس جماعت کے زندگی بخش کارنامے اس حقیقت کو منکشف نہیں کرتے کہ وہ جس کو تم کافر و کاذب قرار دیتے ہو، وہی فی الحقیقت خدا کے نزدیک سچا مومن اور مقرب الٰہی ہے، اسی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی تائیدات ہیں ورنہ کیا وجہ ہے کہ ہر قسم کی سخت سے سخت مخالفتوں کے باوجود اس کا اثر دن بدن زیادہ ہی زیادہ ہے اور تمہارے حصہ میں ناکامی کے سوائے اور کچھ نہیں ؟

جلسہ سالانہ پر ایک سب سے بڑی چیز جو دیکھنے میں آئی وہ باہمی اتحاد و ارتباط کا وہ غلبہ ہے جو دوسری جگہ نہیں پایا جا سکتا، انتظامی امور میں اختیارات کے بارہ میں انجمنوں اور جماعتوں کے اندر جب اختلافات نمودار ہوتا ہے اور ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کا جذبہ جب دلوں میں پیدا ہوتا ہے، تو بڑے بڑے خطرناک نتائج اس سے رونما ہوتے ہیں، جن سے بڑے بڑے ادارے اور بڑی بڑی جماعتیں تباہ ہو جاتی ہیں، ہمارے ہاں بھی انتظامی امور میں بعض اختلافات رونما ہوئے اور جلسہ کے اندر کھلی مجالس میں ان کا ذکر آیا یہاں تک کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے اس بارہ میں بعض شکایات کا اظہار بھری مجلس میں کیا گیا، لیکن جس حسن عمل اور خوشگوار طریق سے انکو سلجھایا گیا اس کی نظیر کسی دنیوی جماعت میں شاید مشکل سے ملے گی۔ خلافت راشدہ کا وہ منظر جس میں خلیفہ کے منہ پر واشگاف کہدیا جاتا تھا کہ اگر تو ٹیڑھا ہوا تو ہم تجھے نیزوں کی انیوں سے سیدھا کر دیں گے، جماعت کے اس جلسہ میں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور حضرت امیر کا یہ کہکر سر جھکا دینا کہ ہمارے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے اس جذبہ کی قدر کی ہے، اس منظر کو اور بھی قابل قدر اور زندگی بخش بنا دینے کا باعث ہوا پھر جب ایک دوسرے کے متعلق لاتثریب کا مطالبہ کیا گیا تو حضرت امیر کا یہ کہنا کہ میں نے تمام باتوں کو معاف کر دیا اور میرے دل میں کوئی گلہ نہیں باہمی تعلقات محبت و ارتباط کو کم کرنے کے بجائے زیادہ مستحکم کرنے کا موجب ہو گیا فالحمد للہ۔

کیا یہ منظر کسی اور جماعت اور ادارہ میں نظر آتا ہے ؟ کیا دوسری انجمنوں میں ذرا ذرا سی بات سے ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالنے پر نوبت نہیں پہنچ جاتی ؟ پھر کیا یہ حضرت مجدد وقت کی روحانی قوت کا اثر نہیں کہ ایسے نازک لمحات میں بھی اس جماعت کے اندر ذرہ بھر لغزش نہیں آئی اور اس کا شیرازہ بکھرنے کے بجائے پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گیا۔ اس قسم کے کئی مواقع اس جماعت پر آئے لیکن اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے جس خوش اسلوبی کے ساتھ وہ ان میں سے گزر گئی، وہ اسی کا حصہ ہے اور یہی حضرت مجدد وقت کی قوت قدسی اور صداقت کا ایک کھلا نشان ہے ؛

حضرت صاحب صدر کے متعلق اطلاع

حضرت صاحب صدر کے متعلق لائلپور سے آمدہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی صحت ... اللہ تعالےٰ پہلے سے روبترقی ہے، ٹانگ کی ہڈیاں جوڑی جا چکی ہیں، ... ایام میں درد اور بے خوابی کی وجہ سے آپ کو بہت تکلیف رہی اب وہ ... ختم ہو چکی ہے تاہم ابھی کامل صحت میں چند ہفتے لگیں گے، احباب کرام ... درخواست ہے کہ ان کی کامل صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

اخبارِ احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ... بخیر و عافیت ہیں اور جلسہ سالانہ کے موعودہ ... کی وصولی کے انتظام میں مصروف ہیں۔

... سے اطلاع آئی ہے کہ ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کا صاحبزادہ جلال الدین اکبر بیمار ہے۔ ... کے لئے دعائے صحت کی درخواست ہے - یہ نوجوان اشاعت اسلام اور سلسلہ کے لئے دلی تڑپ رکھتا ہے اور بڑا سعید اور قابل نوجوان ہے۔ احباب توجہ اور درد دل سے اس کے حق میں دعا فرمائیں۔

سانحہ ارتحال (۱) یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں رنج اور افسوس سے پڑھی جائے گی کہ مولٰنا احمد یار صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری انجمن کی چھوٹی بچی ذکیہ بعمر ۵½ سال دو چار دن بیمار رہ کر فوت ہو گئی انا للہ وانا الیہ راجعون - ہمیں اس صدمہ میں مولوی صاحب موصوف اور ان کے خاندان سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور نعم البدل عطا کرے۔

(۲) وزیرآباد سے شیخ عبیداللہ صاحب شہزادہ بوٹ ہاؤس ۲۸ دسمبر کو لکھتے ہیں :-

"اللہ تعالےٰ نے مجھے ایک فرزند عطا کیا تھا۔ جو کہ آج پندرہ یوم کا ہو کر بقضاء الٰہی فوت ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون - دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ اسکو ہمارے لئے فرط بنائے اور بہترین نعم البدل عطا کرے آمین - فقط

غمزدہ - الیس عبیداللہ عفی عنہ۔ شہزادہ بوٹ ہاؤس وزیرآباد

پیغامِ صلح :- ہمیں شیخ صاحب اور ان کے تمام دیگر لواحقین سے اس سانحہ میں دلی ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ انہیں نعم البدل عطا کرے۔

(۳) میاں محمد دین صاحب سکنہ مانک تحصیل نارووال لکھتے ہیں :-

"میری لڑکی ... بقضاء الٰہی سے مورخہ $25\frac{12}{52}$ کو فوت ہو گئی ہے - میں اس وقت جلسہ میں شریک تھا - اس لئے عرض ہے کہ اس کا جنازہ غائبانہ پڑھا جائے ؛

پیغامِ صلح :- ہمیں میاں محمد دین صاحب اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

ایک ضروری اعلان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت پاک کا ایک رخ یورپ کے سب سے پہلے اسلامی مبشر ... حضرت خواجہ کمال الدین رضی اللہ عنہ نے دیکھا تھا۔ جسے انہوں نے اپنی کتاب

مجددِ کامل

میں بیان کیا ہے - اس کتاب کی چند کاپیاں دفتر میں باقی رہ گئی ہیں - احباب کو یہ کتاب محصول ڈاک موصول ہونے پر مفت دی جائے گی - محصول ڈاک کے لئے چار آنے کی ٹکٹ بھیجیں۔

المعلن :- ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

سالانہ جلسۂ احمدیہ انجمن خواتین

سالانہ جلسہ [illegible] شروع ہوا۔ صبح سے ہی خواتین تشریف لا رہی تھیں اور پنڈال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ مقامی بہنوں کے علاوہ بیرونجات سے بھی معقول تعداد شریک ہوئی۔

سب سے پہلے بیگم صاحبہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے محترمہ بیگم خواجہ کمال الدین صاحب کا نام صدارت کے لئے تجویز کیا اور بیگم مولانا عبدالحق صاحب نے تائید کی۔ قرآن کریم کی تلاوت سے جلسے کی کارروائی شروع ہوئی۔ محترمہ خورشید بیگم صاحبہ نے نعت پڑھی۔ جلسے کا افتتاح کرتے ہوئے بیگم صاحبہ حضرت امیر نے ایک مبسوط تقریر فرمائی۔ آپ نے باہر سے آنے والی بہنوں کو خوش آمدید کہا جنہوں نے سخت سردی کے موسم میں سفر کی تکلیف گوارا فرما کر اس دینی و قومی مجلس کو رونق بخشی۔ پھر آپ نے بہنوں کو توجہ دلائی کہ موجودہ نازک دور میں ان کی کیا ذمے داریاں ہیں اور وہ کس طرح اپنے وجود کو سلسلے کے لئے مفید بنا سکتی ہیں۔ پوری تقریر کسی آیندہ اشاعت میں درج کی جائے گی۔ عزیزہ عفت آرا نے نہایت خوش الحانی سے نعت پڑھی اور پھر حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادہ محمد احمد صاحب کی بیگم صاحبہ نے تقریر کی آپ نے احمدیت کی موجودہ مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ احمدیت کیا ہے اور یہ کہ احمدیت کے معقول اور پاکیزہ اصول جو عین اسلامی تعلیم کے مطابق ہیں کبھی ناکام نہیں ہوں گے اور یہ تعلیم ترقی کرتی چلی جائے گی۔ پوری تقریر آیندہ درج ہوگی۔

اس کے بعد چند بچیوں نے نظمیں ترنم سے پڑھیں پھر محترمہ امۃ الرشید صاحبہ نے ایک ٹریکٹ کا کچھ حصہ پڑھکر سنایا۔ افسوس کہ لاؤڈ سپیکر کی خرابی سے یہ ٹریکٹ ختم نہ ہوا۔ ایک نظم کے بعد بیگم ظہور احمد صاحب نے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر پڑھکر سنائی کہ مسلمانوں کو صحیح اسلامی تعلیم کا پیرو بنانے اور غیر مسلموں تک اسلام پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر کاربند ہوں اور اشاعت اسلام کا کام صرف سیرت نبی کریم صلعم کو اپنے اندر لینے سے ہی سرانجام پا سکتا ہے۔ جب خدا کی راہ میں کام شروع کیا جائے تو اس کو صرف خدا کا کام سمجھ کر کرتے چلے جانا چاہیئے آپس کے جھگڑوں کو روکنے کا باعث نہ بنانا چاہیئے۔ ہماری جماعت کے سامنے دو کام ہیں اوّل مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح اور حامل قرآن بنانا دوم غیر مسلموں میں اشاعت اسلام۔ یہ دونوں کام صرف اور صرف اخلاق نبوی کو اپنے اندر لینے سے ہو سکتے ہیں۔ یہ تقریر بہت ہی موثر اور قابل قدر تھی اور اکثر بہنوں کی آنکھیں اپنے محبوب امیر کی یاد سے پُرنم تھیں اور ان کی قوت قدسی سے محرومی کو محسوس کر رہی تھیں اس تقریر کے بعد دو بچیوں نے ایک نظم پڑھی اور ایک ننھے سے بچے نے چند آیات قرآنی تلاوت کیں اور پھر بیگم نذیر احمد (دختر حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ) نے سیرت نبوی پر ایک جامع تقریر کی۔

آخر میں بیگم صاحبہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مختصر تقریر میں سب بہنوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور حضرت صاحب نہایت خضوع و خشوع سے دعا کی اور پھر آپ نے قرآن کریم کی آیات پڑھیں اور جلسہ برخاست ہوا۔ اس دفعہ دستکاری بہت ہی مختصر تھی اور آخیر وقت میں چند اشیاء کے آنے سے بہت گڑبڑ ہوئی دستکاری کے متعلق ہم آیندہ اشاعت میں بیگم صاحبہ حضرت امیر کا ایک مضمون شائع کر رہے ہیں۔ امید ہے ہماری معزز بہنیں اسکو بغور پڑھکر فائدہ اُٹھائیں گی۔

جلسۂ خواتین کے متعلق
بیگم صاحبہ خواجہ جلال الدین مرحوم کا خط

احمدیہ انجمن خواتین کے جلسہ کے انتظام اور اسکو کامیاب بنانے میں بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم کے علاوہ بیگم صاحبہ خواجہ جلال الدین نے امسال بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، انہوں نے ایک خط مرد آنہ جلسہ کے دوران میں آنریری جنرل سیکرٹری صاحب کی خدمت میں لکھا جو جلسہ میں پڑھکر سنایا گیا، ذیل میں وہ خط ہدیہ قارئین کرام ہے۔

جناب محترم جنرل سیکرٹری صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

امسال زنانہ اجلاس خدا کے فضل و کرم کے ساتھ نہایت کامیاب رہا۔ اجلاس زیر صدارت بیگم صاحبہ خواجہ کمال الدین مرحوم ہوا۔ اگرچہ دستکاری کی کل اشیاء کی تعداد بالکل کم تھی۔ مگر بہنوں نے ان کی خرید میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور بعض نے نقدی کی صورت میں رقم دی کل رقم اس طور پر۔/۲۵۰ روپیہ ہوئی۔ جس میں سے /۲۰۰ روپیہ تو نقد حاضر خدمت ہیں۔ اور /۵۰ وعدہ کی صورت میں قابل وصول ہیں۔ جو کہ انشاء اللہ تعالے ایک آدھ دن کے اندر اندر حاضر کر دیئے جاویں گے۔ پچھلے سال دستکاری کے حساب میں /۲۵۸ روپیہ آئے تھے۔

امسال دستکاری کی رقم کے علاوہ کچھ اور چندہ بھی جمع کیا جا رہا ہے جس کی تفصیل خود حضرت بیگم صاحبہ جناب مولانا محمد علی صاحب مرحوم بھجوائیں گی[1] میں سب بہن بھائیوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اور خاص کر حضرت بیگم صاحبہ حضرت مولانا مولوی محمد علی و بیگم صاحبہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور حضرت بیگم صاحبہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب کا بہت بہت شکریہ ادا کرتی ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان معزز بزرگ خواتین کو دین کی خدمت کی اور زیادہ توفیق دے

سال بسر طرز ذیلی ہر ایک بہن ایک تو کچھ نہ کچھ ضرور تیار کرے نمائش کے لئے دستکاری بھیجیں اور دوسرے تمام اشیاء ۱۵ دسمبر سے قبل یہاں پہنچ جانی چاہئیں۔

میری ایک تجویز اپنی بہنوں کی خدمت میں جماعت کے کاموں میں دلچسپی لینے کے لئے یہ ہے کہ انجمن کے زیر اہتمام ہماری اپنی شاخ یا کمیٹی یا سوسائٹی "بنات الاسلام" کے نام سے قائم کی جائے جو کہ بچیوں کو صحیح اسلامی تربیت دینے کے لئے ایک ادارہ قائم کرے۔ اور اس ادارہ کو یہ شاخ اس طرح پر چلائے کہ انجمن کے خزانہ پر کسی کا بوجھ نہ پڑے۔ اور ایک صحیح اسلامی ماحول پیدا کیا جاسکے تاکہ اگلی نسل ہماری دنیا کی دوسری جماعتوں کے سامنے نمونہ قائم کرے۔ زیادہ والسلام

عاجزہ

شہزادہ بیگم۔ بنت خواجہ کمال الدین

[1] بیگم صاحبہ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے دوران جلسہ ہی میں سکرٹری صاحب کو لکھا کہ:۔

چندہ دستکاری مبلغ۔۔۔۔۲۰۰ روپے اور چندہ سالانہ مبلغ۔۔۔۔۲۰۵ روپے ارسال خدمت ہے۔ اس میں جو سو روپیہ اہلیہ صاحبہ عمردین کی والدہ کی طرف سے ہے وہ قرآن کریم کے نسخے خرید کر لائبریریوں وغیرہ میں رکھنے کے لئے ہے جن کے پتے مکمل ہیں ان کو رسیدات ضرور بھجوا دیں۔

خاکسار۔ بیگم محمد علی

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کی ہفتہ وار مجلس

۴ رجنوری ۱۹۵۲ء کو احمدیہ لائبریری میں نوجوانوں کی ہفتہ وار مجلس زیر صدارت عبدالغفور صاحب ثاقب منعقد ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم حافظ محمد بوستان صاحب نے کی جس کے بعد اسسٹنٹ سیکرٹری صاحب نے مجلس گذشتہ کی روئداد پڑھی۔ ظفر علی صاحب نے ایک نظم پڑھی۔ اس کے بعد عبداللطیف نے حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کی پاکیزہ زندگی کے چند واقعات بیان کئے۔ فضل الرحمٰن صاحب نے حضرت سلمان فارسی رض کی زندگی کے چند حالات بتائے آخر میں دعا پر مجلس برخاست ہوئی۔

خاکسار۔ سلطان محمد۔ سیکرٹری

مسٹر محمد امان ہوہم کی علالت

مسٹر محمد امان ہوہم امام مسجد برلین جلسہ سالانہ کے بعد لاہور سے بہمراہی مسٹر اقبال احمد بعض دوسرے مقامات کا دورہ کرنے اور لیکچر دینے کے لئے تشریف لے گئے تھے لیکن وزیرآباد پہنچکر بیمار ہو گئے اور اب تک وہیں ڈاکٹر ذیر احمد صاحب قریشی کے زیر علاج ہیں۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان کی صحت کے لئے دعا فرما دیں۔

اعلائے کلمۃ اللہ کرنے والی ایک چھوٹی سی جماعت کا لاہور میں اجتماع

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے جلسہ سالانہ کی مختصر روئیداد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا انتالیسواں سالانہ جلسہ ۲۵، ۲۶ اور ۲۷ دسمبر ۱۹۵۲ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں شمولیت کے لئے پاکستان کے تمام بڑے بڑے شہروں اور دیہات سے بہت سے مرد اور خواتین تشریف لائے ہوئے تھے اور جلسہ کی حاضری پہلے سالوں کی نسبت کسی قدر زیادہ تھی، یہ چند لوگ جو کڑکتی سردیوں میں ہر سال سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے آتے ہیں ایک ایسا ولولہ اور جوش ان کے دلوں اور دماغوں میں موجزن ہوتا ہے جو دنیا کے کسی اور اجتماع میں نظر نہیں آتا۔ اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے جو مالی قربانیاں، جو روحانیت اور صدق و اخلاص اس چھوٹے سے اجتماع میں دکھائی دیتا ہے وہ شاید ہی دنیا میں کہیں نظر آتا ہو اس کی صحیح کیفیت وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہیں شمولیت جلسہ کی سعادت حاصل ہوئی ہو، تاہم جو لوگ شامل نہ ہو سکے ان کی اطلاع کے لئے مختصر روئیداد ذیل میں درج ہے:۔

۲۵ دسمبر ۱۹۵۲ء نشست اوّل

۲۵ دسمبر کو قریباً ۹½ بجے تلاوت قرآن کریم اور طلبائے مسلم ہائی سکول کی نعتوں اور نظموں سے جلسہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے سید تصدق حسین قادری صاحب کا بغداد سے آیا ہوا پیغام سنایا گیا جس میں وابستگان سلسلہ کو شمولیت جلسہ کی مبارکباد دی گئی اور اس نیک مقصد کے لئے جو اس جلسہ کے پیش نظر ہے خوش آیند امیدوں کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی گئی کہ اللہ تعالےٰ حضرت مجدد وقت کے بتائے ہوئے اس مبارک کام میں کامیابی عطا فرمائے اور بغداد اور دوسرے دور افتادہ ممالک کے

صاحب صدر کا حادثہ

پروگرام کے مطابق اس جلسہ کی کارروائی انجمن کے واجب الاحترام صدر الحاج جناب میاں محمد صاحب کی افتتاحی تقریر سے شروع ہونی چاہیئے تھی، لیکن اس سے دو روز پیشتر حضرت ممدوح کو ایک ایسا حادثہ پیش آگیا جو تمام جماعت کے لئے رنج و اندوہ کا موجب ہے اس کی اطلاع پیغام صلح کی سابقہ اشاعت میں درج ہو چکی ہے، اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ ۲۳ دسمبر کو لاہور سے لائل پور جاتے ہوئے آپ کو موٹر کا ایسا حادثہ پیش آیا جس میں آپ کی ران کی ہڈی دو جگہ

حضرت امیر کی افتتاحی تقریر

ایسی حالت میں جلسہ میں آپ کی شمولیت ناممکن تھی، اس لئے آپ کی بجائے حضرت امیر قوم مولٰنا صدرالدین صاحب نے افتتاحی تقریر فرمائی، جس میں ان مشکلات و مصائب کا ذکر کرتے ہوئے جو حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو اعلائے کلمۃ اللہ کی وجہ سے پیش آئیں.... ان اخلاق فاضلہ کا آپ نے ذکر کیا جو ان مصائب کے اندر ان سے ظاہر ہوئے اور اسی ضمن میں موجودہ زمانہ میں اسلام کی انتہائی غربت کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ اس غربت کے اندر حضرت مسیح موعود کا اسلام کی فتح و نصرت کی بشارت لے کر آئے جس کے آثار آج ہم کھلے طور پر دیکھ رہے ہیں۔ یہ تقریر بتمام و کمال لکھ لی گئی ہے اور آیندہ اشاعت میں انشاء اللہ درج ہوگی۔

مثیل مسیح کی قوتِ قدسی

اس کے بعد مولوی مسیح الزمان صاحب ٹیچر مسلم ہائی سکول بند دبلی نے "مثیل مسیح اور ان کی قوت قدسی کا معجزانہ اثر" کے عنوان سے تقریر کی، جس میں حضرت مسیح موعود کے دعوے مسیحیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس دعوت الی الحق کا ذکر کیا جو آپ نے دنیا کو دی اور سخت سے سخت مخالفت میں پہاڑ کی طرح ڈٹے رہے۔ مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود کے الہام "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" پر بہت زیادہ زور دیا اور یہ بتایا کہ یہ الہام ایک حد تک عملی طور پر پورا ہو چکا ہے کیونکہ نہ صرف جسمانی طور پر بعض بڑے بڑے لوگوں نے اور سید عبدالجبار صاحب سابق والئے سوات نے آپ کے کپڑوں سے برکت حاصل کی بلکہ روحانی رنگ میں یہ جماعت حضرت مسیح موعود کے کپڑوں ہی کی حیثیت رکھتی ہے جس سے آج کئی بادشاہ تلاشِ برکت

چھوٹی چھوٹی باتیں

ان کے بعد مرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول نے ایک نہایت دلچسپ اور نصیحت آموز تقریر کی جس کا عنوان تھا "چھوٹی چھوٹی باتیں" آپ نے فرمایا کہ بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں مگر انہیں اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے اور بعض ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جن سے بچنا ضروری ہوتا ہے بعض وقت چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جن سے بڑے بڑے فسادات ہو جاتے ہیں، عرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے چھوٹی چھوٹی باتوں کی بناء پر بڑی بڑی جنگیں اور لڑائیاں ہو جاتی تھیں جو صدیوں جاری رہتی تھیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ان کے اندر ایسی محبت و اخوت پیدا کر دی کہ یہ سلسلہ بالکل بند ہو گیا، اسی کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے واذکروا نعمة الله عليكم اذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا، اسی سلسلہ میں آپ نے بتایا کہ آج پھر مسلمانوں میں وہی عرب جاہلیت کا رنگ آگیا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں کی بناء پر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے دیئے جاتے اور ایک دوسرے کو کشتنی اور گردن زدنی قرار دیا جاتا ہے۔ آمین بالجہر رفع یدین اور اسی قسم کی چھوٹی چھوٹی باتیں پہلے بڑے بڑے فسادات کا موجب ہو گئیں، ان تمام جھگڑوں کو مٹانے کے لئے حضرت مسیح موعود نے ایک بلند نصب العین ہمارے سامنے رکھا کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں خواہ کسی فرقہ و خیالات سے تعلق رکھتا ہو۔

آپ نے بتایا کہ کئی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن کا قرآن کریم نے حکم دیا ہے مثلاً جب گھر میں داخل ہو تو سلام علیکم کہو۔ کسی کے گھر جاؤ تو اندر جانے سے پہلے اجازت لو، اگر اجازت نہ ملے تو واپس آجاؤ۔ قرآن کریم کے اس حکم کو عمل میں لانے کے لئے بعض صحابہ کرام نے آپس میں سمجھوتہ کیا کہ میں تمہارے گھر جا کر اجازت طلب کروں گا اور تم کہدینا کہ اجازت نہیں واپس جاؤ میں واپس آجاؤں گا اس طرح قرآن کے حکم پر عمل ہو جائے گا۔

ایسا ہی بعض باتیں ہیں جن سے بچنا چاہیئے مثلاً حکم ہے بدظنی نہ کرو۔ اس بارہ میں مولٰنا حالی کے ایک واقعہ کا آپ نے ذکر کیا کہ انہوں نے دہلی میں ایک مکان کرایہ پر لیا جو اس سے پہلے ایک طوائف کے پاس تھا، چند دن بعد ایک شخص جو اس طوائف کے ہاں آیا جایا کرتا تھا آدھی رات کو آگیا اور دروازہ کھٹکھٹایا مولٰنا حالی لالٹین لے کر سیڑھیوں میں گئے اور دروازہ کھولا۔ اس شخص نے جب مولٰنا حالی کو دیکھا تو حیران ہو کر کہا کہ مولٰنا آپ بھی یہاں؟ اور یہ کہہ کر کہ جہاں آپ ہیں وہاں ہمارا کیا کام ہے دھڑا دھڑ سیڑھیوں سے اتر گیا اگر وہ ٹھیرتا اور بدظنی کرنے سے پہلے حالات معلوم کر لیتا تو بدظنی کی نوبت نہ آتی،

ایسا ہی حکم ہے کہ بری باتوں کی تشہیر نہ کرو، اور حدیث میں اس شخص کو جھوٹا قرار دیا گیا ہے جو ہر سنی سنائی بات کو ادھر ادھر کرتا پھرے کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع ایسا ہی دوسروں کی پردہ پوشی کا حکم دیا ہے ایک دفعہ ایک بزرگ کی مجلس میں ایک شخص کا وضو ساقط ہو گیا ان بزرگ کو یہ بات معلوم ہو گئی، بجائے اس کے کہ وہ اس شخص کو کہتے کہ وضو کر لو، سب اہل مجلس سے کہا کہ آؤ ہم سب پھر وضو کر لیں.... اور ثواب حاصل کریں پھر حدیث میں رستہ کا حق قرار دیا ہے کہ رستہ میں ایسی چیزیں نہ پھینکیں جن سے آنے جانے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ منظر عام پر تھوکنے سے منع کیا ہے، یہ اور ایسی ہی اور چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن کو اختیار کرنا برکت اور فائدہ کا موجب ہے اور کئی ایسی ہیں جن سے بچنا موجب فوائد ہے مرزا صاحب کا یہ لیکچر

ہمارے عقاید

ان کے بعد شیخ محمد یوسف صاحب گرہمی نے "ہمارے عقاید" پر تقریر کی، آپ نے بتایا کہ ہم اسلامی عقائد کو مانتے ہیں مسلمانوں کے عقاید کو نہیں مانتے مسلمانوں میں کئی ایسے عقاید پیدا ہو چکے ہیں جو اسلامی نہیں ہیں، مثلاً مسلمانوں میں وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے، خدا عرش پر بیٹھا ہے۔ ہم ان باتوں سے خدا کو منزہ سمجھتے ہیں وہ مجمع جمیع صفات حسنہ ہے اور جھوٹ بولنا صفت حسنہ نہیں، وہ مجسم نہیں ليس كمثله شيء اس لئے عرش کا تخیل جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے اور خدا کو اس پر بٹھایا جاتا ہے وہ صحیح نہیں، اسی طرح کہا جاتا ہے کہ رسول کو علم غیب حاصل ہے حالانکہ قرآن اس کی نفی کرتا ہے قل لا اقول لكم عندي خزائن الله ولا اعلم الغيب الخ ایسا ہی کہا جاتا ہے کہ رسولوں کو شیطانی وحی بھی ہوتی ہے جو قطعاً صحیح نہیں، پھر رسولوں کو معصوم نہیں سمجھا جاتا، بلکہ حضرت داؤد حضرت سلیمان اور کئی دوسرے نبیوں پر کئی قسم کے گندے اور ناپاک ارتکابات کے الزام دیئے گئے ہیں ہم ان کے قائل نہیں اور تمام انبیاء کو معصوم سمجھتے ہیں۔ پھر مسلمان عام طور پر قرآن میں ناسخ و منسوخ کے قائل ہیں، ہمارے نزدیک قرآن کا ایک حرف بھی منسوخ نہیں۔ چند سال ہوئے کابل میں نعمت اللہ خاں احمدی کی سنگساری پر جب یہ مطالبہ کیا گیا کہ قرآن کی کس آیت کی رو سے سنگساری کا حکم ہے تو یہ بتایا گیا کہ قرآن کی بعض آیات منسوخ التلاوت۔ لیکن واجب العمل ہیں ان میں سے ایک سنگساری کی آیت ہے اس پر لاہور کے ایک بزرگ زیرک شاہ صاحب نے مطالبہ کیا کہ ایسی تمام آیات قائلین ناسخ و منسوخ لکھکر بھیجدیں تاکہ ایک مکمل قرآن شائع کیا جا

... مسیح موعود

اس کے بعد مولوی شیر محمد صاحب تونسابی نے "مقام مسیح موعودؑ" کے عنوان سے تقریر فرمائی اور آیہ کریمہ و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان امت اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات سے آپکے مقام عالی کو واضح کیا یہ تقریر جلد شائع ہوگی۔

دوسری نشست

دوسری نشست ڈیڑھ بجے بعد دوپہر میاں فاروق احمد صاحب ملزادہ ملتان کے زیر صدارت شروع ہوئی۔ حافظ غلام رسول صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی اور طلبا نے مسلم ہائی سکول نمبر ۲ نے حضرت مسیح موعود کی نظم سے

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا

نہایت دلآویز پیرایہ میں پڑھی، بعد ازاں میاں غلام محمد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک اور نظم سے

یار وخودی باز بھی آؤ گے یا نہیں

نہایت عمدگی کے ساتھ پڑھی، اس کے بعد صاحب صدر نے جنرل سیکرٹری صاحب اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ انہیں صدر بنا کر نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور اس بات کا وعدہ کیا کہ نوجوان بھی اپنی کمزوریوں کو رفع کرتے اور جماعت کے ساتھ لگاؤ بڑھانے کی کوشش کریں گے۔

اس کے بعد محترم جناب سید عبدالجبار شاہ صاحب سابق والئے سوات نے حضرت مسیح موعودؑ کی شناخت اور سلسلہ احمدیہ کے ساتھ وابستگی کے متعلق اپنی سرگذشت سنائی آپ نے فرمایا کہ یہ سرگذشت میں نے چوبیس کتابوں میں لکھی ہے جن کو طبع کرانے کی نوبت نہیں آئی یہ سرگذشت آپ نے اس طرح شروع کی کہ جب میں نے بچپن کی عمر سے ہوش سنبھالا تو اس وقت میرے والد صاحب اور بھائی اور نوکر بعض اقارب کے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے صرف والدہ اور ۱۵-۱۶ مستورات گھر میں رہ گئی تھیں۔ اس واقعہ کو آپ نے فارسی زبان میں قلمبند کیا ہے جس کے چند اشعار پڑھ کر سنائے اور بتایا کہ والدہ صاحبہ نے مجھے تعلیم حاصل کرنے کے لئے بنارس بھیجدیا جہاں سے میں ۱۸۹۷ء میں واپس آیا واپسی پر معلوم ہوا کہ میری دو ہمشیرگان میں سے ایک جو پیدائشی ولیہ تھیں اور اپنی مادری زبان پشتو کے علاوہ کوئی دوسری زبان نہ جانتی تھیں وہ فارسی زبان میں بعض ایسی باتیں بتا رہی تھیں جو ہمارے نزدیک بالکل اچنبھا تھیں، انہوں نے بعض جنوں کی باتیں بتائیں، اور بتایا کہ وہ ایک غیر مرئی مخلوق ہیں جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے اور یہ بھی قرآن میں بتایا گیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سن کر وہ آپ پر ایمان لے آئے تھے قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قراٰنا عجبا آپ نے بتایا کہ انہی جنوں کے اندر آخری زمانہ میں ایک عظیم الشان مجدد اور مسیح موعود کے آنے کی پیشگوئی ہے، اور ہمشیرہ صاحبہ سے یہ معلوم ہوا کہ وہ مجدد مبعوث ہو چکا ہے، اس کی تلاش ضروری ہے۔ چنانچہ میں صوبہ سرحد اور پنجاب کے بڑے بڑے بزرگوں اور مشائخ کے ہاں گیا لیکن کہیں سے بھی پتہ نہ چل سکا، آخر قادیان کا پتہ لگا اور وہاں پہنچکر جو کچھ ہمشیرہ کی زبانی سنا تھا اس کی تصدیق ہو گئی ....

چنانچہ حضرت مسیح موعود سے شرف بیعت حاصل کرنے کے بعد جب میں واپس گھر آیا تو آپ کی خدمت میں ہمشیرہ اور جنوں کا سارا واقعہ بھی اس کی تصدیق کی۔

حضرت شاہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ انہی جنوں نے ہمشیرہ صاحبہ محترمہ کی زبانی یہ بھی بتایا تھا کہ مسیح موعود کی بیعت کے بعد ہمارے خاندان کا اقبال شروع ہوگا اور اس یتیم بچہ کو یعنے مجھے بادشاہت حاصل ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اس ضمن میں آپ نے بہت سے واقعات بیان کئے اور یہ بھی بیان کیا کہ جس وقت بہت سی جنگوں وغیرہ کے بعد سوات کی بادشاہت حاصل ہوئی تو حضرت مسیح موعودؑ کی قمیص میرے زیب تن تھی جس سے آپ کے اس الہام کی بھی تصدیق ہو گئی کہ

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

غرض بادشاہ صاحب کی یہ سرگذشت بہت ہی دلچسپ تھی، اور اگر وہ تمام کتابیں جن میں آپ نے اسکو قلمبند کیا ہے زیور طبع سے آراستہ ہو سکیں تو یہ جماعت احمدیہ کے علم کلام میں ایک نیا اضافہ ہوگا۔

علماء کی مخالفت اور حضرت مسیح موعودؑ

بادشاہ صاحب کے بعد مولانا فضل الرحمٰن صاحب قمر سالماوی نے مندرجہ بالا عنوان سے نہایت دلاویز تقریر کی آپ نے لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم کی آیہ کریمہ پڑھکر علماء کی اس مخالفت کا ذکر کیا جو حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کی کیگئی ہے اور بتایا کہ علماء کا یہ طوفان بے تمیزی کوئی نیا نہیں ہمیشہ مامورین کی مخالفت اسی طرح کی جاتی رہی ہے جتنا بڑا کوئی مامور آیا اتنی ہی زیادہ اس کی مخالفت ہوئی چنانچہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء سے بڑھکر ستایا گیا اور آج تک آپ کے مخالفین کی کثرت دنیا میں موجود ہے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا یحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون اسی ضمن میں آپ نے بزرگان دین اور اولیائے امت کے ساتھ علماء کی مخالفتوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ کے ساتھ علماء کا بغض و عناد یہ ثابت کرتا ہے کہ ہمارا قدم صداقت پر ہے آپ نے مولانا ابوالکلام آزاد کے اخبار "الہلال" جلد ۳ صفحہ ۲۲ کا حوالہ پیش کیا جس میں بتایا گیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ان کے ساتھ جو کچھ کیا گیا وہ تو ایک طرف ان کے فوت ہونے کے بعد ان کی قبر کھود کر وہاں کتا دفن کیا گیا اور وہاں پاخانہ بنایا گیا۔ اسی سلسلہ میں آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ ارشاد پڑھکر سنایا جس میں مسیح موعود کو امام ابوحنیفہ سے مشابہت دی گئی اور بتایا گیا ہے کہ علمائے ظواہر ان علوم و دقائق شریعت کو جو مسیح موعودؑ بیان کریگا نہ سمجھنے کے باعث اس کی مخالفت کریں گے۔ جیسے امام ابوحنیفہ کی کیگئی۔

آپ نے بتایا کہ اس مخالفت کا ذکر حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳ میں بھی موجود ہے اور اس بات پر روشنی ڈالی کہ آج تحفظ ختم نبوت کے بہانے سے جماعت احمدیہ پر جو حملے کئے جارہے ہیں وہ بالکل ناواجب ہیں فی الحقیقت جماعت احمدیہ لاہور ہی ایک جماعت ہے حقیقی معنوں میں ختم نبوت کی محافظ ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کے آنے کی قائل نہیں۔

اسی سلسلہ میں آپ نے علماء کی اپنی بداعمالیوں اور دین میں رخنہ اندازیوں کا حال نواب صدیق خان کی کتب اقتربت الساعۃ اور کشف اللسان اور اخبار زمیندار کی تحریرات سے پڑھکر سنائے اور زمیندار کے خلاف علماء کے بیانات اور روایتیں پیش کیں جن میں

یہ لیکچر ہر لحاظ سے مفید اور پُر از معلومات تھا، امید ہے کہ مولوی فضل الرحمٰن صاحب اسکو پورے طور پر قلمبند کر کے "پیغام صلح" میں اشاعت کے لئے بھیجدیں گے۔

اس کے بعد ہمارے نوجوان دوست غلام ربانی صاحب ایم اے ایل ایل بی نے اس عنوان سے کہ

"ہم کیا کچھ کر سکتے ہیں"

ایک مقالہ پڑھا جو آئندہ درج ہوگا۔

اس مقالہ کے بعد جلسہ کی آج کی کارروائی ختم ہوئی۔

ایک سائنٹیفک لیکچر

مغرب کے بعد محترم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے تفتیش جرائم کے علم پر فلمی تصاویر کے ذریعہ سے ایک مفید علمی لیکچر دیا جس میں بتایا گیا کہ کس طرح سے زمانہ حال کی سائنس نے مجرموں کے ہاتھ پاؤں اور انگوٹھوں وغیرہ سے ارتکاب جرائم کی تفتیش کا علم پیدا کیا ہے جس کی قرآن کریم نے پہلے ہی تصدیق کی ہوئی ہے آپ نے متعدد آیات قرآنی سے ثابت کیا کہ قیامت کے دن مجرموں کے ہاتھوں اور پاؤں وغیرہ کے کلام کرنے کا یہی مطلب ہے جو علم تفتیش جرائم سے ثابت ہے، یہ لیکچر پیغام صلح کی کسی آئندہ اشاعت میں ان شاء اللہ مفصل شائع ہوگا۔

احمدیہ کانفرنس

اس کے بعد سات بجے شام کو احمدیہ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں تمام جماعت شامل ہوئی اور بہت سے دوستوں نے انجمن کے موجودہ آئین کو دوبارہ مرتب کرنے اور جنرل کونسل کا انتخاب نامزدگی کے بجائے الیکشن سے کرنے پر زور دیا یہ دونوں تجاویز بالاتفاق منظور ہوئیں اور آئین کو از سر نو مرتب کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی گئی جس کے کنوینر پروفیسر عنایت علی خان ایڈیٹر ٹنلیگ قرار پائے اور فیصلہ ہوا کہ یہ کمیٹی ایک ماہ کے اندر اندر آئین مرتب کر کے جنرل کونسل کے آئندہ اجلاس میں پیش کرے۔ کانفرنس میں بعض اراکین انجمن کے باہمی مناقشات کا بھی ذکر آیا اور پروفیسر عنایت علی صاحب اور دیگر حاضرین نے اس بات پر زور دیا کہ جن دوستوں کو ایک دوسرے سے شکایات ہیں وہ ایک دوسرے کو معاف کر دیں جس کو بخوشی خاطر قبول کیا گیا۔

دوسرا دن ۲۶ دسمبر ۱۹۵۲ء
پہلی نشست

دوسرے دن کی پہلی نشست زیر صدارت جناب شیخ میاں عطاء اللہ صاحب ملزادہ نو ساڑھے نو بجے صبح شروع ہوئی۔ سب سے پہلے حافظ قاری محمد بوستان خان صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی جس کے بعد طلبائے مسلم ہائی سکول نمبر ۱ نے حضرت مسیح موعود کی ایک نظم دلآویز لہجہ میں سنائی، اس کے بعد ڈاکٹر مرزا ولی احمد بیگ صاحب نے

"غلبۂ اسلام کیسے ہو سکتا ہے"

کے عنوان سے تقریر کی جس میں حضرت مسیح موعود اور سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کو غلبۂ اسلام کا ذریعہ بتایا اور قرآن کریم کے انگریزی اور ڈچ ترجمہ کے اثرات کو بالتفصیل بیان کیا، اسی ضمن میں آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے فارسی اشعار کا مقابلہ ڈاکٹر اقبال کے فارسی کلام سے کرتے ہوئے بتایا کہ ایک ایرانی سفیر کے سامنے جب ڈاکٹر اقبال کے چند فارسی اشعار رکھے گئے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کسی ہندی کا کلام معلوم ہوتا ہے لیکن

حضرت مسیح موعودؑ کے چند تصوف میں ڈوبے ہوئے اشعار پیش کئے تو انہوں نے کہا کہ یہ شخص خالص ایرانی اور اہل اللہ معلوم ہوتا ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ یہ شخص فی الواقعہ ایرانی الاصل ہے، غرض آپ نے اس بات پر زور دیا کہ حضرت مسیح موعود کا کلام اور حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کا پیدا کردہ لٹریچر اسلام کے غلبہ کا موجب ہوگا اسی ضمن میں آپ نے قرآن کریم کے گجراتی ترجمہ کا ذکر کیا جو آپ کر رہے ہیں اور کراچی کے بعض متمول اصحاب اس کے چھپوانے کا وعدہ کر چکے ہیں۔

اس کے بعد مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے

"تحریک احمدیت اور اس کے معاندین"

کے عنوان سے ایک بسیط تقریر فرمائی، آپ نے بتایا کہ امت محمدیہ میں یہودیت کے پیدا ہونے کی پیشگوئی کی گئی تھی جو آج ہم اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی ہوئی دیکھتے ہیں اور واقعات شہادت دے رہے ہیں کہ جو سلوک یہود نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا بعینہٖ وہی سلوک مثیل یہود نے مثیل مسیح کے ساتھ روا رکھا، حالانکہ مثیل مسیح کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام بھیجا ہے ایک اویس قرنی کو اور دوسرے مسیح موعودؑ کو لیکن معاندین کا یہ حال ہے کہ باوجودیکہ اس مامور من اللہ نے دلی کی جامع مسجد میں کھڑے ہو کر قسم اٹھائی کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں اور میرا عقیدہ ہے کہ نبوت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی، لیکن معاند مولویوں کو یقین نہ آیا اور انہوں نے آپ کو مدعی نبوت قرار دیکر کافر ٹھہرانا ہی ضروری سمجھا، لیکن اسی دلی کی جامع مسجد میں شردھانند جیسا دشمن اسلام اور دشمن رسول منبر پر بیٹھ کر تقریر کرتا ہے اور اسکو برداشت کر لیا جاتا ہے جس پر آریوں نے خوشی سے بغلیں بجائیں کہ آج دلی کی جامع مسجد میں ہماری تقریر ہوئی اور کل اس پر ہمارا اوم کا جھنڈا لہرائے گا، یہ ہے ان مولویوں کی غیرت جو آج ناموس رسول کی حفاظت کے دعویدار بنے پھرتے ہیں آپ نے بتایا کہ یہاں تک ان لوگوں کی غیرت نے جواب دے دیا کہ عطاء اللہ شاہ بخاری نے مہاتما گاندھی کو موسیٰ قرار دیا ایک کافر اور مشرک کو تو موسیٰ جیسے اولوالعزم نبی کا مثیل ٹھہرا لینے میں انہیں دریغ نہیں لیکن ایک فدائے رسول اور حامی اسلام کو مثیل مسیح ماننے سے انکار ہے، مرزا صاحب نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلام کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ناموس رسول صلعم کی حفاظت اگر کسی نے کی ہے تو وہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے، اور آج بھی انہی کی جماعت ناموس رسول کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کر رہی ہے، لیکن ہمارے معاندین ہیں کہ انہی لوگوں کے تابوت میں آئے دن میخیں لگاتے رہتے ہیں، اور پھر بھی ان کی تعداد بڑھتی ہی جاتی ہے ۱۹۳۵ء میں جب احمدیوں کی تعداد ۵۶ ہزار بتائی جاتی تھی ان لوگوں نے اعلان کیا کہ مرزائیوں کے تابوت میں آخری میخ گاڑ دی گئی لیکن باوجود اس کے ۱۹۵۲ء میں انہی مرزائیوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی، اسی ضمن میں آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے عشق رسول کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ آپ کا کلام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور عاشقانہ توصیف سے بھرا ہوا ہے لیکن معاندین کو آپ دشمن رسول ہی نظر آتے ہیں آپ نے حضرت مسیح موعود کی تحریرات ہیں...... لفظ نبی کے استعمال کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ یہ لفظ صرف فنا فی الرسول کی حیثیت سے آپ نے استعمال کیا ہے جو ایسے موقعہ پر بالکل جائز ہے . . . .

. . . .

صداقت مسیح موعودؑ پر مباہلہ کا چیلنج

آخر میں آپ نے بتایا کہ اس جلسہ کے صدر شیخ میاں عطاء اللہ صاحب جو ٹی بی کے بیمار ہو کر ڈاڈر سینی ٹوریم میں رہ چکے ہیں اپنے ہم نام عطاء اللہ شاہ بخاری کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ ان سے صداقت مسیح موعود پر مباہلہ کر لیں شیخ میاں عطاء اللہ صاحب نے بھی اس اعلان کی تائید کی اور کہا کہ میں تو ٹی بی کا مریض ہوں اس لئے میرے ساتھ مباہلہ کرنا آسان ہے، اگر سید عطاء اللہ شاہ بخاری یا کسی اور مخالف کو حضرت مسیح موعود کی صداقت سے انکار ہے تو روز روز کے جھگڑے ختم کرنے کے لئے انہیں چاہیئے کہ مجھ سے مباہلہ کر لیں اگر وہ فی الواقعہ حضرت مسیح موعود کو جھوٹا سمجھتے ہیں تو ایک ٹی بی کا بیمار جلد مر کر ان کی کامیابی کا موجب ہوگا لیکن مجھے یقین ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے مامور کی جس کو میں صدق دل سے سچا سمجھتا ہوں صداقت ثابت کرنے کے لئے یقیناً مجھے لمبی عمر عطا فرمائیگا اور معاندین مسیح موعود کو جو اس مباہلہ میں آئیں میرے سامنے ذلیل و خوار کرکے مارے گا۔

کیا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور دیگر معاندین اس چیلنج کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں؟

نماز جمعہ

مرزا صاحب کے لیکچر کے بعد آج کے جلسہ کی نشست ختم ہوئی اور ایک بجے سے ڈیڑھ بجے تک نماز جمعہ پڑھی گئی خطبہ جمعہ حضرت امیر مولنا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا جو تمام وکمال لکھ لیا گیا اور آیندہ اشاعت میں انشاء اللہ درج ہوگا۔ خطبہ ہی کے دوران میں حضرت صاحب صدر الحاج جناب میاں محمد صاحب کی صحت کے لئے تمام جماعت نے مل کر بڑی رقت کے ساتھ دعا کی۔

دوسری نشست

نماز جمعہ کے بعد جلسہ کی دوسری نشست حضرت امیر مولنا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ کے زیر صدارت شروع ہوئی۔ جس میں عبدالقیوم صاحب طالب علم مسلم ہائی سکول نمبر ۲ نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور طلبائے مسلم ہائی سکول نمبر ۲ نے حضرت مسیح موعود کا نعتیہ کلام سنایا جس کے بعد صاحب صدر نے مسٹر محمد امان ہوبہم امام مسجد برلن (جرمنی) کا تعارف حاضرین سے کرایا آپ نے بتایا کہ مسٹر محمد امان بہت قابل نوجوان ہیں اور اسلام کا بخوبی علم رکھتے ہیں اور برلن میں تبلیغ اسلام کا کام نہایت قابلیت سے سرانجام دے رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں جرمن قوم سے ذاتی طور پر واقف ہوں اس قوم کے افراد بہت ذہین اور علم کے شیدائی اور مشرقی اوصاف رکھتے ہیں، اس لئے میں اس قوم کو پسند کرتا ہوں،

اس تعارف کے بعد

مسٹر محمد امان ہوبہم[1]

نے انگریزی میں تقریر شروع کی اور حمد و نعت پڑھنے کے بعد حضرت مسیح موعود پر بھی سلام بھیجا اور پھر آیہ کریمہ و لتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر پڑھ کر سب سے پہلے حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اس دور دراز سے آئے ہوئے مسافر کا ایسا خوشدلی کے ساتھ خیر مقدم کیا، انہوں نے بتایا کہ جب سے میں یہاں آیا ہوں اسلامی برادری کے تخیل کو ایک ٹھوس حقیقت کی صورت میں دیکھ رہا ہوں، اس کے بعد انہوں نے ان جرمن بھائیوں کی طرف سے تشکر و امتنان کا پیغام پہنچایا جو جرمن مشن کے ذریعہ سے مسلمان ہوئے ہیں اور بتایا کہ یہ اس چھوٹی سی جماعت کی قربانیوں، اور اعلائے کلمۃ اللہ کے جوش و ولولہ کا نتیجہ ہے کہ برلن (وسط یورپ) میں اتنی عظیم الشان مسجد تعمیر ہوئی اور ایک اسلامی مشن قائم ہوا جس کے بانی حضرت مولنا صدرالدین صاحب ہیں، یہ اسی مشن اور اسی مسجد کے پھیلائے ہوئے انوار کا اثر ہے کہ آج میں ایک مسلمان کی حیثیت سے آپ کے سامنے کھڑا ہوں اور بہت سے جرمن دوست اس اسلامی برادری کے حلقہ میں آ چکے ہیں۔

آپ نے بتایا کہ یہ اس تحریک (احمدیت) کے بانی حضرت مسیح موعودؑ کی برکات ہیں کہ ایک طرف ووکنگ (انگلستان) میں ایک بہت بڑے مشن کی بنیاد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے رکھی اور دوسری طرف وسط یورپ میں مولنا صدرالدین صاحب نے جرمن مسلم مشن کو قائم کیا، اور آج ہم ان دونوں مشنوں کے ذریعہ سے آپ کی اس رؤیا کی تعبیر عملی صورت میں دیکھ رہے ہیں جس میں آپ نے اپنے آپ کو یورپ میں وعظ کرتے اور سفید پرندے پکڑتے ہوئے دیکھا، کیا یہ اعجاز مسیحائی نہیں کہ آج ۶۲ سال کے بعد ووکنگ اور برلن میں کئی سفید پرندے خدام مسیح موعود نے پکڑ کر اسلام کے حلقہ بگوش بنا دیئے۔

آپ نے جرمن مشن کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ان مشکلات اور تکالیف کا ذکر کیا جو اس مشن کے قیام اور مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں حضرت مولنا صدرالدین صاحب کو اٹھانی پڑیں، آپ نے بتایا کہ ۱۹۲۵ء میں تعمیر مسجد کے بعد مشن کے قیام کی مستقل صورت ہوگئی جس کے ذریعہ سے بہت سے جرمنوں نے دوسری جنگ عظیم سے پہلے اسلام قبول کیا، ڈاکٹر محمد عبداللہ مدتوں اس مشن کے انچارج رہے جن کے عہد میں جرمن زبان میں مسلمش ریویو نامی رسالہ بھی نکلتا تھا ایسا ہی قرآن کریم کا جرمن ترجمہ بھی جو مولنا صدرالدین صاحب کی محنت و کوشش اور آپ حضرات کی قربانیوں کا نتیجہ تھا شائع ہوا لیکن افسوس ہے کہ زمانہ جنگ میں وہ سب برباد ہوگیا جرمن نومسلمین میں سے ہیرن عمر ایرانفلڈ اور ڈاکٹر حمید مارکوس کا آپ نے بالخصوص تذکرہ کیا اور بتایا کہ دوسری جنگ عظیم میں تمام نومسلمین کی جماعت منتشر ہوگئی اور برلن مسجد کو بھی گولہ باری کی وجہ سے شدید نقصان پہنچا اگرچہ اللہ تعالےٰ کا یہ خاص فضل ہے کہ مسجد بالکل مسمار نہیں ہوئی ورنہ بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تاہم اس کے گنبد اور بعض دیگر حصص کی مرمت کے لئے آپ لوگوں کو پھر قربانیاں کرنی پڑیں جن کی وجہ سے آپ کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا آپ نے بتایا کہ مسجد کے شکستہ مینار ابھی تک فنڈز کی قلت کی وجہ سے دوبارہ نہیں بن سکے، خدا وہ وقت لے آئے گا کہ آپ کی ہمت اور دعاؤں سے وہ بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں گے۔

آپ نے بتایا کہ مسجد کی مرمت کے بعد ۱۹۴۹ء میں مسجد کے دروازے نمازیوں اور تبلیغ اسلام کے لئے پھر کھل گئے اور مشن کا کام دوبارہ شروع ہوگیا جس کے لئے ہم سب بارگاہ الٰہی میں سجدات شکر ادا کرتے ہیں، مشن کے کاموں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ پنجوقتہ نمازوں اور تبلیغی لیکچروں کے علاوہ باقاعدہ طور پر ہفتہ میں ایک دن بچوں کی کلاس لگتی ہے جس میں

---

[1] اسجگہ یہ بھی ذکر کر دینا ضروری ہے کہ ۲۵ دسمبر کو نماز مغرب و عشا بھی مسٹر محمد امان ہوبہم نے پڑھائی جس سے تمام جماعت کے دل خوشی مسرت سے بھر گئے کہ حضرت مسیح موعود کی آج سے ۶۲ سال پہلے کی باتیں آج ہم اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھ رہے ہیں اور اسلام کا سورج مغربی لوگوں کے قلوب کو یہاں تک روشن کر رہا ہے کہ آج خدام مسیح موعود کی امامت کے قابل ہوگئے ہیں فالحمد للہ

انہیں اسلام کے متعلق معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں ان میں عیسائی بچے بھی شامل ہوتے ہیں، پھر پیر کی صبح کو ایک عربی کلاس لگتی ہے، جس میں زبان عربی سکھائی جاتی ہے پھر ہر مہینہ ریڈیو سے کوئی نہ کوئی اسلامی مضمون براڈ کاسٹ کیا جاتا ہے اور بعض دوسری سوسائٹیوں اور یونیورسٹی سے بھی لیکچروں کی دعوتیں آتی رہتی ہیں اور وہاں جاکر لیکچر دیئے جاتے ہیں نیز اخبارات میں جو مضمون یا سوالات اسلام کے متعلق شائع ہوں ان کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ اس وقت جرمن نو مسلمین کی تعداد قریبًا تین سو ہے جو روز افزوں ترقی پر ہے۔ مسجد میں جو لیکچر دیئے جاتے ہیں یا کوئی خاص تقریبات ہوتی ہیں ان میں اس قدر لوگ آتے ہیں کہ اتنی ہمارے پاس گنجائش نہیں ہوتی۔

ان خوش آیند حالات کو بیان کرتے ہوئے آپ نے نہایت افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کیا کہ بعض نام نہاد مسلمان جو مشرقی ممالک سے وہاں گئے ہیں ہماری احمدیت کی وجہ سے ہمیشہ مخالفت پر کمربستہ رہتے ہیں اور مشرقی ملاؤں کے زہریلے اثرات وہاں بھی پھیلا کر تبلیغ اسلام کے رستہ میں رکاوٹ پیدا کرتے رہتے ہیں مگر ان کی یہ کوششیں آج تک ناکامی ہی کا منہ دیکھتی رہی ہیں اور انشاءاللہ ناکام ہی رہیں گی آپ نے بتایا کہ اسلام کے رستہ میں دوسری روک مسیحی چرچ کی مخالفت ہے لیکن یہ بھی چنداں موثر نہیں، تیسری روک دہریت اور الحاد ہے جو یورپ کے ہر حصہ میں بہت غالب آچکا ہے لیکن اسلام کے نور کے سامنے وہ بھی نہیں ٹھہر سکتے، ہاں اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کے مقابلہ کے لئے یورپ کے ہر حصہ میں ہمارے بہت سے مشن ہونے چاہئیں۔ اسی سلسلہ میں آپ نے اسلام کے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ ان غلط فہمیوں کو رفع کرنے کا ذریعہ احمدیت کی تعلیم کے سوائے اور کوئی نہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مغرب میں اسلام جب غالب آئے گا تو احمدیت ہی کے معتقدات کی شکل میں غالب آئے گا سچ ہے ؎

نوائے ماہمہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

مسٹر محمد امان ہوبہم کے اس لیکچر کے بعد جو کسی آیندہ اشاعت میں مفصل درج کیا جائے گا حضرت صدر جلسہ نے میاں عزیز احمد صاحب، ملزا و ترا ڈیلو رسے پوچھا کہ کیا وہ قرآن کریم کے جرمن ترجمہ کی دوبارہ طباعت کے لئے ۲۵ ہزار روپیہ دیں گے؟ جس کو انہوں نے بطیب خاطر قبول کیا فجزاہ اللہ خیراً۔

اس کے مولنا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے

"معارف قرآن"

کے عنوان سے ایک حقائق و معارف سے لبریز تقریر فرمائی جس میں اسلام کی مثال شہد کی مکھی کے عمل سے اور باطنوم کی مثال دیمک سے دیتے ہوئے عجیب معلومات بہم پہنچائیں جن سے حاضرین عش عش کر اٹھے، اس تقریر کا خلاصہ لکھنا سورج کو چراغ دکھانا ہوگا امید ہے حضرت مولانا حسب معمول خود ہی اپنی تقریر قلمبند فرماکر جلد اشاعت کے لئے بھیجدیں گے، تاکہ قارئین "پیغام صلح" براہ راست ان کے پراز معارف کلام سے مستفید ہوسکیں۔

ایک لطیفہ

اس تقریر کے بعد محترم خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب نے ایک دلچسپ لطیفہ بیان کیا آپ نے بتایا کہ یہ عجیب اتفاق ہے کہ عین ان ایام میں جب مسیح ناصری کے پرستار کرسمس کی تقریبات میں مشغول ہو کر غرق ہوتے ہیں مسیح محمدی کے پیرو اعلائے کلمۃ اللہ کے شغل میں مصروف ہوتے ہیں آپ نے بتایا کہ آج کوئی قوم اگر دنیا کی رہبر رہنما بن سکتی ہے تو وہ یہی مسیح محمدی کے پیروؤں کی جماعت ہے جن کے ذریعہ اسلام کا نور دنیا میں پھیل رہا ہے اور اس جماعت سے تعلق پیدا کئے بغیر کوئی شخص صحیح معنوں میں مسلمان نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ یورپ کے اندر کوئی غیر مسلم مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک ہماری تصدیق کی مہر اس پر نہ لگے۔ کیا یہ مسیح موعود کی صداقت کا ایک کھلا نشان نہیں؟

سالانہ رپورٹ اور بانیان انجمن کا عقد ہمت

اب گزشتہ سال کی سالانہ رپورٹ سنانے کا وقت تھا لیکن خان بہادر صاحب نے بحیثیت آنریری جنرل سیکرٹری یہ مناسب سمجھا کہ گزشتہ سال کی طرح شدہ رپورٹ جلسہ میں پڑھنے کے بجائے حاضرین میں تقسیم کردی جائے اور اس کی بجائے سالانہ ۱۹۱۷ء کی رپورٹ مرتبہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم میں سے ذیل کے فقرات پڑھکر سنائے جن سے بانیان انجمن کے عقد ہمت اور اللہ تعالے کی تائید و نصرت کا ثبوت ملتا ہے:۔

"جس طریق پر کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد پڑی۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ جو جماعت کہ اپنی بیس پچیس سال کی محنت کے نتائج جو کہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان اور صدر انجمن احمدیہ قادیان اور اس کے مختلف صیغوں کی شکل میں تھے۔ محض خدا تعالی کی خاطر اور فتنہ فساد سے بچنے کے لئے چھوڑ چھاڑ کر ایک غیر منتظم حالت میں لاہور میں آکر از سرنو کام شروع کرتی ہے۔ اس کے کام کے نتائج اس قدر جلد یعنی صرف ساڑھے تین سال کے عرصہ میں کھلے طور پر پبلک میں پیش کئے جاسکیں گے جبکہ ہم قادیان سے رخصت ہوئے تو ہماری نسبت میاں محمود احمد صاحب اور انکے مرید یہ کہتے تھے۔ کہ یہ تین چار آدمی ہیں، کیا کرلیں گے مگر اللہ تعالٰی کے فضل اور اسکی مدد نے یہ بات ثابت کردی۔ کہ جو صداقت کی آواز حضرت مولوی محمد علی صاحب اور انکے رفقاء نے اٹھائی تھی خالی نہ گئی۔ اور ہر طرف سے جماعت کے فہمیدہ لوگ لبیک کہنے کیلئے کھڑے ہوگئے۔ اور ہزاروں کی تعداد میں اس خدمت دین کے کام میں جو کہ از سرنو لاہور میں شروع ہوا تھا شامل ہوگئے۔ اور انہوں نے اللہ تعالٰی کے فضل سے دنیا کو دکھلا دیا کہ قادیانی مشن کی روح رواں فی الحقیقت یہی لوگ تھے جنہوں نے محض صداقت پر قائم رہنے کیلئے اس فتنہ سے کنارہ کشی کی جو کہ میاں محمود صاحب اور انکے رفقاء نے اپنے عقاید باطلہ کو اس سلسلہ حقہ میں داخل کرکے سلسلہ کو خراب بدنام کرنے کی کوشش کی تھی۔ بفضلہ تعالی ہمارے ساڑھے تین سال کے کام نے بالکل بین کر دیا ہے اور ہم نے اس قلیل عرصہ میں لاہور میں آکر بھی از سرنو اپنے عقد ہمت کا ثبوت دیدیا ہے اور اس وقت ہر ایک دیکھ سکتا ہے کہ اس جماعت نے اس قحط و تنگی کے زمانہ میں بھی کہاں تک خدمت دین میں ایثار و جاں فروشی سے کام لیا ہے اور خدا تعالٰی کی تائید نصرت کا بھی یہی ثبوت ہے اور یہ محض اسکے فضل سے ہے کہ ہمارے بدخواہوں اور ہمارے خلاف لیمزقنھم کی پیشگوئی کرنیوالوں کو خود اپنے ارادوں میں ناکام و خائب و خاسر رکھا ہے۔"

حضرت امیر کی تقریر اور اپیل

اس کے بعد حضرت امیر مولنا صدرالدین صاحب نے اسلام کی صداقت اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور صحابہ کرام کی بےمثال قربانیوں پر ایک نہایت مؤثر تقریر فرمائی اور قوم سے اس عظیم الشان کام میں امداد کے لئے اپیل کی جو حضرت مسیح موعودؑ کے زیر ہدایت یورپ و امریکہ میں تبلیغ اسلام کی صورت میں جاری ہے اس کے علاوہ آپ نے ایک تبلیغی کالج کے قیام کے لئے بارہ سو روپیہ ماہوار کی اپیل کی جس پر کئی دوستوں نے مختلف رقوم ماہوار دینے کا وعدہ کیا اور بےشمار اصحاب نے نقد روپے نچھاور کئے اور کئی ایک نے بڑی بڑی رقوم کے وعدے کئے۔ ان سب وعدوں اور چندوں کو ملاکر قریبًا ۲۶ ہزار روپیہ خدا کے فضل سے جمع ہوگیا فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی یہ تقریر بتمام و کمال قلمبند کرلی گئی جو انشاءاللہ جلد شائع ہوگی اس کے بعد جلسہ کل پر ملتوی ہوگیا۔

جنرل کونسل کا اجلاس

اسی شام کو ۶½ بجے حضرت امیر کے کمرہ میں انجمن کی جنرل کونسل منعقد ہوئی جس میں بعض انتظامی امور کے متعلق غور و بحث ہوئی، بعض ضروری اخراجات کی منظوریاں لی گئیں اور احمدیہ کانفرنس کے فیصلہ در بارہ آئین و الیکشن کو منظور کیا گیا اسی اجلاس میں انجمن کا بجٹ بابت سال ۱۹۵۳ء پیش ہونے والا تھا لیکن ممبران کے اتفاق رائے سے یہ فیصلہ ہوا کہ انجمن کا مالی سال اپریل سے شروع ہوا کرے اس لئے بجٹ مارچ کے مہینہ میں پیش ہوا اور سابقہ بجٹ کو مزید تین ماہ کے لئے بڑھا دیا جائے اسی اجلاس میں ممبران جنرل کونسل کی تعداد سو تک بڑھا دی گئی اور چند مزید ممبر نامزد کئے گئے۔

تیسرا دن ۲۷ر دسمبر ۱۹۵۲ء

نشست اوّل

۲۷ر دسمبر کی نشست اوّل کرنل سید بشیر حسین صاحب انسپکٹر جنرل شفاخانہ جات پنجاب کے زیر صدارت شروع ہوئی سب سے پہلے قاری حافظ محمد بوستان صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی اور طلبائے سکول نے نظمیں پڑھیں اس کے بعد سب سے پہلی تقریر چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ وکیل گجرات نے

"موجودہ انتشار"

کے عنوان سے کی آپ نے احمدیت کے خلاف غرض پرست مولویوں کے موجودہ طوفان مخالفت اور فتنہ انگیزی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ جس شخص اور جس جماعت کی یہ مخالفت کرتے اور گالیاں دیتے ہیں وہی مسلمانوں کی زندگی اور کامیابی کا موجب ہے حضرت مرزا صاحب نے مسلمانوں کو قرآن شریف کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے، ہماری کتاب زندہ کتاب ہے، ہمارا رسول زندہ رسول ہے یہی وہ خیالات ہیں جن کے لئے کم مسلمانوں نے کامیابی حاصل کی ہے۔

آپ نے بتایا کہ حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کے عقاید تو وہی ہیں جو عام مسلمانوں کے عقاید ہیں ان کو تو مرتد اور کافر کہا جاتا ہے اور آغا خاں جن کے عقاید جمہور مسلمانوں کے عقاید سے بالکل مختلف ہیں اور ایک بھی عقیدہ اور عمل عام اسلامی عقاید سے مطابقت نہیں رکھتا ان کو مسلمان ہی سمجھا جاتا ہے پھر ان لوگوں کے ساتھ مل کر ہمیں گالیاں دی جاتی ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے اور برا بھلا کہتے ہیں اسی ضمن میں آپ نے بہت سے حقائق کا ذکر کیا جو اس مخالفت کی حقیقت اور مولویوں کی غرض پرستی کو ظاہر کرتے ہیں یہ پوری تقریر جلد پیغام صلح میں شائع ہوگی۔

حافظ صاحب کے بعد مولنا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے اپنی کل کی پرمعارف تقریر کا بقیہ حصہ بیان کیا یہ پوری تقریر

جلسۂ خواتین کے متعلق

اس کے بعد آنریری جنرل سیکرٹری صاحب نے جلسہ خواتین کی کامیابی اور چندہ کے متعلق بیگم نواب جلال الدین مرحوم

کا ایک مکتوب پڑھکر سنایا (جو دوسری جگہ درج ہے) اور اس کے بعد ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کا پیغام پڑھا گیا جو وہ بھی اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے۔

ایک ریزولیوشن

اس کے بعد حافظ چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ نے ایک ریزولیوشن پیش کیا جس میں فتنۂ تکفیر کے قلع قمع کے لئے حکومت پاکستان کو توجہ دلائی گئی اور آیندہ دستور میں کلمہ گوؤں کی تکفیر کو جرم قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ بعد ازاں

حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب کا لیکچر

شروع ہوا جس میں موسےٰ اور فرعون کے قصہ کو قرآن کریم سے بالتفصیل بیان کیا گیا اور بتایا گیا کہ اسی طرح طاقتور قومیں کمزوروں پر ظلم کرتی ہیں اور انہیں تباہ و برباد کرنا چاہتی ہیں، آپ نے حضرت نبی کریم صلعم اور صحابہ کرام کے اخلاق فاضلہ اور ان پر فرعونیان مکہ کے ظلم و تعدی کو بالتفصیل بیان کیا یہ تقریر بھی پورے طور پر قلمبند کر لی گئی ہے اور کسی آیندہ اشاعت میں درج ہوگی۔ اس کے بعد نماز ظہر و عصر کے لئے جلسہ ملتوی ہو گیا۔

دوسری نشست

دوسری نشست ڈیڑھ بجے بعد دوپہر زیر صدارت خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاڈر سینی ٹوریم شروع ہوئی، عبدالقیوم صاحب طالب علم مسلم ہائی سکول نے تلاوت قرآن کریم کی اور ایک نوجوان نے حضرت مسیح موعود کی فارسی نعت "در دلم جوشد ثنائے سرورے" بڑے دلآویز پیرایہ میں پڑھی، جس کے بعد معلوم ہوا کہ ایک نوجوان عبدالصمد صاحب نے انگریزی میں موجودہ فتنہ تکفیر پر تقریر کی اور مولویوں کے باہمی فتاویٰ اور سابق بزرگان دین کی تکفیر کا مفصل ذکر کیا اور بتایا کہ صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جو جرم تکفیر سے بچی ہوئی ہے اور کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتی اس جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ صریح ظلم ہے۔

ازاں بعد محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کیمیکل اگزامنر نے موجودہ یورپ کے متعلق اپنے تاثرات بیان کئے اور ایسے واقعات سنائے جن سے اہل انگلستان کی دیانت و امانت حسن سلوک، عمدہ نظم و نسق اور چھوٹے سے چھوٹے طبقہ میں دوسروں کی ....ناواقفیت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھانے کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو اسلام نے ہمیں دی ہیں لیکن افسوس ہے ہمارا ملک ان سے آج بہت حد تک محروم ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اختتامی تقریر

ڈاکٹر صاحب کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے جلسہ کی اختتامی تقریر فرمائی جس میں آپ نے ہرقل کے دربار میں ابو سفیان کے اس اعتراف کا ذکر کرتے ہوئے کہ محمد رسول اللہ صلعم ہمیں راستبازی اور عفت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں بتایا کہ یہ دشمن اسلام کا اعتراف ہے (کیونکہ ابو سفیان اس وقت اسلام کا مخالف اور حضرت نبی کریم صلعم کا دشمن تھا) آپ نے فرمایا کہ عفت کے دو معنے ہیں، عام معنوں میں مرد و عورت کے تعلقات میں جو پاکیزگی پائی جاتی ہے اس کو عفت کہا جاتا ہے لیکن اس کے علاوہ حلال کمائی بھی عفت میں داخل ہے اور نبی کریم صلعم نے تاکید کی ہے کہ تمہارے پیٹ بھی عفیف ہوں، حضور صلعم نے اپنی قوم کے مردوں اور عورتوں کو عفیف بنا دیا پس ضروری ہے کہ آپ بھی عفت کو مدنظر رکھیں اور حلال کی کمائی پر انحصار

دستور ساز اسمبلی اور مسلمان کی تعریف

اب تک تو یہ کام اسی شور وغوغا میں چلتا رہا۔ لیکن اب پاکستان کی مجلس دستور ساز کو اس اسلامی مملکت کے لئے دستور اسلامی بنانا ہوگا۔ اور اس میں سب سے پہلے اس امر کی وضاحت کرنے کی ضرورت پڑے گی، کہ مسلمان ہوتا کون ہے۔ چونکہ ان نام نہاد علماء نے اسلام کو ایسا پیچیدہ مذہب بنا دیا ہے۔ اس لئے اول تو وہ کوئی تعریف کر ہی نہیں سکیں گے۔ اور اگر وہ ایسا کریں گے۔ تو مولوی اور ملاں کو وہ تعریف قبول نہیں ہوگی۔ اس لئے مجلس دستور کو مجبوراً انہی علماء کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو سال قبل اس کیفیت کا نقشہ کھینچا ہے

تکون فی امتی فزعة فیصیر الناس الی علمائهم فاذاهم قردة وخنازیر۔ میری امت پر ایک سخت گھبراہٹ کا وقت آئے گا۔ تو لوگ اپنے علماء کی طرف رجوع کریں گے۔ تو انہیں بندر اور سؤر پائیں گے۔ آپ جتنا چاہیں۔ غور کر کے دیکھ لیں مسلمانوں پر اس سے زیادہ گھبراہٹ کا وقت جس میں علماء کی طرف رجوع کرنا پڑے اور کوئی نہیں آسکتا۔ سوائے اس کے کہ اسلامی مملکت کا دستور صرف اس وجہ سے رکا رہے۔ کہ مسلمان کی تعریف ہی کوئی نہ ہوسکے۔ اور یہ علماء بھی اپنی ضد، سرکشی اور خود غرضیوں کی وجہ سے جیسا کہ پیشگوئی میں صراحت سے ذکر ہے۔ کسی تعریف پر متفق نہ ہوسکیں گے۔ انہی علماء کو شر من تحت ادیم السماء بھی کہا گیا ہے۔ یعنی بدترین مخلوق جو آسمان کے نیچے ہوگی۔ کیونکہ وہ اپنی ذاتی برتری کے لئے قومی اور ملکی مفاد کی پرواہ نہ کریں گے۔ بلکہ ملک میں فساد اور ابتری پھیلانے کی کوشش کریں گے۔

مذہب کی بنیاد اصول پر ہونی چاہیئے

ہر ایک دردمند اور صاحب دل مسلمان کو یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اگر ہندو۔ یہودی۔ نصرانی اور دیگر مذاہب باطلہ کے پیروؤں کی طرح ایک مسلمان کی بھی کوئی تعریف نہیں ہوسکتی۔ تو پھر اسلام کے باطل مذہب ہونے کے لئے دوسری دلیل درکار نہیں۔ کیونکہ اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اسلام کی بنیاد بھی کسی اصول پر نہیں۔ اور بدقسمتی سے علماء نے باہمی تکفیر سے اسلام کی جو شکل بنا رکھی ہے اس کے ہوتے ہوئے اسلام کی کوئی تعریف ممکن نہیں رہی۔ کیونکہ یہ ان کے ذاتی خیالات ہیں۔ جن کی بنیاد متشابہات پر ہے۔

کتاب اللہ میں مسلمان کی تعریف

انسان حیران رہ جاتا ہے کہ ایک طرف چودھویں صدی کے علماء ہیں۔ جن میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر مسلمان ہونے کا مدعی ہے لیکن یہ سب مل کر مسلمان کی متفقہ تعریف نہیں بتلا سکتے۔ کیونکہ اس سے ان کے تکفیر المسلمین کے اختیارات سلب اور مسلمانوں میں باہمی فساد کرانے کے مواقع کم ہوجاتے ہیں۔ اور دوسری طرف خدائے علیم وحکیم کی پاک کتاب ہے۔ جو شروع ہی مسلمان کی تعریف سے ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ ہر ایک کتاب کے مصنف کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ تمہید کے طور پر کتاب کا موضوع بیان کرے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی پرحکمت کتاب کے شروع میں کتاب کی غرض وغایت۔ مومن۔ کافر۔ منافق تینوں گروہوں کی جن کے متعلق اس پوری کتاب میں بحث ہے۔ نہ صرف تعریف بتلائی ہے۔ بلکہ ان کا انجام کار بھی بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ یہ مقدس کتاب اس دعوے کے ساتھ شروع ہوتی ہے کہ یہ کتاب عالم علم والے خدا کی طرف سے ہے اس لئے ہر قسم کی خطا اور شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ اور اس کتاب کا مقصد اپنے ماننے والوں کو ضرر رساں باتوں سے بچا کر انتہائی انسانی کمالات کا راستہ دکھانا ہے۔ وہ ماننے والے مسلمان یا مومن کون ہیں۔ الذین یؤمنون

بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ھم یوقنون ۰ اولٰئک علیٰ ھدًی من ربّھم واولٰئک ھم المفلحون۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی غیب درغیب اور وراءالوراء ہستی پر ایمان لاتے۔ نماز قائم کرتے اور اللہ تعالےٰ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو (اے محمد صلعم) تیری طرف اتارا گیا۔ اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا۔ اور آخرت پر یعنی اعمال کی جزا و سزا پر یقین رکھتے ہیں۔ اس لئے نیک اعمال بجالانے پر حریص اور بُرے کاموں سے بکلی اجتناب کرتے ہیں۔

پس ان آیات میں جہاں تک ایمان لانے کا تعلق ہے۔ فرمایا کہ وہ غیب در غیب خدا پر اور اس وحی پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ سے پہلے انبیاء پر نازل ہوتی ایمان لاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وحی مہبط وحی سے الگ نہیں۔ اس لئے منشا تو یہی ہے کہ وہ رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ مگر الفاظ کیسے پرحکمت استعمال فرمائے۔ اور ان دو لفظوں سے انسانیت کو کتنا بلند کر دیا کہ بشر ہونے کے لحاظ سے انسان انسان سب برابر ہیں۔ اس طرح انسان پرستی کی جڑ کو کاٹ دیا۔ اور سمجھا دیا کہ نبیوں اور رسولوں کو شرف اور عظمت صرف اس وجہ سے ہے۔ کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ ہدایت نازل ہوتی ہے۔ جن پر ایمان لانے سے انسان لامتناہی ترقیات کر سکتا ہے۔ اسی خیال کو اسی سورت کی آخری آیات میں زیادہ وضاحت سے بیان فرمادیا۔ اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربّہ والمؤمنون۔ رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب سے اس کی طرف اتارا گیا۔ اور مومن بھی ایمان لائے۔ حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک کتاب کو شروع ہی مسلمان کی تعریف سے کیا ہے۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ کہ جس طرح وحی قرآنی ان تمام ہدایتوں پر مشتمل ہے۔ جو انبیائے کرام پر اپنے اپنے وقت پر نازل ہوتی رہیں۔ اسی طرح حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں وہ کمالات نبوت یک جا جمع ہوگئے جو جملہ انبیائے کرام میں انفرادی طور پر پائے جاتے تھے اسی لئے آپ صلعم نے تمام گذشتہ انبیاء اور ان کی کتابوں کی تصدیق فرمائی۔ اور تمام انبیاء نے اپنی اپنی امت کو آپ کی بعثت کی بشارت دی اور اپنی اپنی امت سے اس نبی عربی پر ایمان لانے کا میثاق لیا۔ اس لئے آپ تمام انبیاء کے قائم مقام اور موعود زندہ نبی ہیں۔ اور آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان آپ پر اور آپ کی وحی پر اور جملہ انبیائے کرام اور ان کی کتب پر ایمان کے مترادف ہے۔ پس مسلمان کی تعریف یہ ہوئی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کا اقرار کرتا ہے۔ وہ مسلمان ہے[1] اولٰئک علیٰ ھدًی من ربھم۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ انہی دو صداقتوں پر مشتمل ہے۔

ہر کلمہ گو مسلمان ہے

کس قدر کمال اس پاک کتاب قرآن کا ہے۔ کہ جب پہلی سورت کی ابتدائی آیات میں مسلمان کی تعریف فرمائی۔ تو اسی پہلی ہی سورت کی آخری آیات میں بھی مسلمان یا مومن کی تعریف بتلانے کا التزام فرمایا۔ پہلے اگر تعریف قدرے مجمل تھی۔ تو اخیر میں اس کی وضاحت فرمادی۔ کلٌّ اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ۔ سب کے سب اللہ تعالےٰ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اب یہاں خود قرآن کریم نے بما انزل الیک وما انزل من قبلک کی تفسیر کتبہ ورسلہ سے کردی۔ اور اللہ تعالےٰ پر ایمان میں فرشتوں پر ایمان شامل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خیر کل ہے تو فرشتے محرک خیر ہیں۔ یہ میں پہلے دکھا چکا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان میں قرآن کریم اور تمام گذشتہ کتابوں اور رسولوں پر ایمان آجاتا ہے۔ اس لئے ایک مومن کی ایک مسلمان کی یہ تعریف ہوئی۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول حضرت محمد صلعم پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس کے متعلق فرمایا کلٌّ اٰمن سب کے سب یہ ایمان رکھتے ہیں۔ کتنی بڑی سچائی ہے۔ ایشیا افریقہ یورپ، امریکہ کہیں چلے جاؤ مسلمانوں کا اور باتوں میں خواہ کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ ان دو باتوں پر سب کے سب کا ایمان ہوگا۔ صحیح بخاری میں بھی جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے زبان نبوی سے عقائد کے رنگ میں صرف دو ہی باتیں ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ بنی الاسلام علیٰ خمس شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان

پس جو شخص اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے اور کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی تصریحات کے مطابق مسلمان ہے۔ اور کوئی حکومت یا دستور ساز اسمبلی یا علما[1] کی جماعت اسے دائرہ اسلام سے خارج نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ وہ خود ان دونوں باتوں کا انکار کرکے اسلام سے علیحدہ نہ ہو جائے۔

مولویوں کے نزدیک بھی کلمہ گو مسلمان ہے

ہمارے مسلمان بھائی یہ معلوم کرکے حیران ہوں گے کہ فی الحقیقۃ ان مولویوں اور ملاؤں کا مذہب بھی اس مسئلہ میں ہم سے مختلف نہیں وہ بھی جانتے ہیں کہ ایمان کی بنیاد کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ہی ہے۔ چنانچہ جب کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرنا چاہتا ہے تو کلمہ طیبہ پڑھ کر ہی یہ اس کے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیتے ہیں اور اگر اس کے بعد وہ اسلام ترک کرتا ہے تو انہی دونوں حقائق کا انکار کرکے اسلام سے الگ ہو جاتا ہے[1] لیکن اگر وہ پھر از سر نو اسلام قبول کرنا چاہے۔ تو اسی پاک کلمہ پر اظہار ایمان کرکے اسلامی برادری کا فرد بن جاتا ہے۔ یہاں یہ عرض کر دینا بیجا نہ ہوگا۔ کہ مولویوں نے یہ بھی ایک نرا ڈھونگ بنا رکھا ہے کہ اسلام کسی مولوی کے ہاتھ پر قبول کیا جائے۔ شریعت اسلامی کی رو سے ہر شخص جس کا دل اسلام کے ان دو بنیادی عقاید پر مطمئن ہو جاتا ہے مسلمان ہے۔ اور یہ کافی ہے کہ اپنے اظہار اسلام کے لئے اپنے مسلمان بھائیوں پر السلام علیکم کہے۔ اس کے بعد کسی کو حق حاصل نہیں کہ اسے مسلمان نہ سمجھے۔ ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا جو شخص تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔ اس طرح ایک غیر مسلم اسلامی برادری میں تو شامل ہو جاتا ہے اور کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ اسے اس برادری سے خارج کرے۔ مگر حق الامر یہی ہے کہ اسلام اس ایمان۔ اس اقرار باللسان کو کوئی خاص اہمیت یا نعمت نہیں دیتا۔ کیونکہ اسلام ایمان اور عمل دونوں کو چاہتا ہے اور اس کے عوض جنت تجری من تحتھا الانھار کا وعدہ دیتا ہے۔ جب ایمان کی نہریں عمل کی جنت کو سرسبز و شاداب نہ کریں تو وہ نہریں بیکار ہیں مگر ان کے نہریں ہونے سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ حق کو جھٹلانا ہے اس لئے ارشاد ہوتا ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اے مومنو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔

از عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمان تست
دل چو دادی یوسفے را راہ کنعاں را گزیں

(حضرت مسیح موعود)

چنانچہ قرآن کریم میں جا بجا الذین اٰمنوا کے ساتھ عملوا الصّٰلحٰت آتا ہے۔ مگر اعمال کا حساب کتاب لینے والا ایک خدا ہے اور اس نے کبھی یہ کام ان مولویوں کے سپرد نہیں فرمایا۔ اس لئے کسی شخص کو مسلمان سمجھنے کے لئے کسی لمبی چوڑی تحقیقات یا باطن تنگدل مولویوں کی موشگافیوں کی ضرورت نہیں بلکہ ہم تو دیکھتے ہیں۔ کہ مہبط وحی افضل الرسل سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر اظہار اسلام کو ہمیشہ کافی سمجھا اور لوگوں کے قلوب کا نقشہ پڑھنے اور ان کے باطن کی حالت کو جاننے کا کبھی دعوےٰ نہیں کیا۔

باقی آئندہ

---

[1] کس قدر پاک اور عجیب اور پُر معارف یہ کلام ہے۔ جس کی عظمت کے سامنے انسان کی گردن خودبخود جھک جاتی ہے۔ ان دو مختصر جملوں میں جو تیری وحی اور تیرے سے پہلی وحیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ نزول وحی کی دلیل بھی دے دی۔ کہ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے ہدایت نازل فرماتا رہا ہے۔ انہی دو مختصر جملوں میں نسل انسانی کے اتحاد کی بنیاد بھی رکھ دی اور یہ بھی بتلادیا۔ کہ مذہب کے اصل اصول ہمیشہ سے ایک ہی رہے ہیں۔ اس لئے پہلی وحیوں پر عمل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم میں وہ تمام صداقتیں جمع کر دی گئی ہیں جو پہلے انبیاء پر نازل ہوئیں۔

[1] علماء کا کام حق و صداقت کو پھیلانا اور گمراہ لوگوں کا اللہ تعالےٰ سے جو تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ تعلق پیدا کرنا تھا کہ یہ سب سے بڑی انسانی ہمدردی ہے۔ اور اسی نیک کام کے لئے ہمیشہ انبیاء مبعوث ہوتے رہے۔ لیکن یہ کس قدر افسوس اور رنج کا مقام ہے۔ کہ آجکل علماء کا کام صرف لوگوں کو اسلام سے نکالنا رہ گیا ہے اور اس پر انہیں شرم بھی نہیں آتی ــــ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

[1] بیسویں صدی کے تاریک مذہب کے داعی سید ابوالاعلیٰ مودودی کے نزدیک ایک دفعہ اسلام ترک کرکے پھر اس میں واپس آنے کا راستہ بکلی مسدود ہے۔ اس لئے یا تو ایک شخص اپنی ضمیر کو قتل کرکے منافقانہ طور سے اسلام میں داخل رہے ورنہ مولوی مودودی کے فتوے کے ماتحت قتل کر دیا جائے لیکن تخیلات فاسدہ کی نسبت واقعات کی شہادت وزنی ہوتی ہے۔ عبدالغفور رحمانہ اللہ دھرمپال بن کر پھر عبدالغفور بنا۔ اگر مولوی مودودی کے خونی فتوے کے مطابق وہ قتل کر دیا جاتا۔ تو پھر اس سے اسلام کی وہ نمایاں خدمات کیسے ظہور پذیر ہو سکتیں۔ اسی طرح خدا جانتا ہے کتنے دھرمپال اور عبدالمسیح پھر سے اسلام قبول کرکے خدا کے دین کے لئے تقویت کا باعث بنے ہوں اور اللہ تعالےٰ کی رضا کی راہوں پر چل کر نجات اُخروی پا گئے ہوں۔

دار السلام کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ

کوئٹہ والا بلڈنگ میرٹ روڈ۔ کراچی

جہاں کئی ممبران سوسائٹی عرصے سے انتظار کر رہے ہیں۔ کہ کب زمین کی الاٹمنٹ شروع ہو اور وہ کراچی کی سرزمین میں حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے **احمدیہ بستی** کا قیام عمل میں لاویں وہاں اکثر ممبران نے اپنی ذمہ داری کو ابھی تک محسوس نہیں کیا۔ جب تک زمین کی قیمت انجمن کو ادا نہ کی جائے زمین ان سے حاصل کر کے الاٹ نہیں ہو سکتی۔

کراچی امپرومنٹ ٹرسٹ کے نئے قواعد کے مطابق کچھ دشواریاں بھی التواء کا باعث رہیں مگر اب گورنمنٹ نے رجسٹرڈ ہاؤسنگ سوسائٹی کے کاموں کی فوری تکمیل کے واسطے ان کی امداد کے لئے ہاؤسنگ سوسائٹی فنانس کارپوریشن بنائی ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہماری سوسائٹی نے بھی فیصلہ کیا ہے کہ جن ممبران کی رقوم پوری آچکی ہیں ان کی پوری ادائیگی کر کے انجمن سے زمین حاصل کر کے الاٹ کر دی جائے۔

لہذا

تمام ممبران کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مورخہ ۳۱ر جنوری ۵۳ء تک اپنی بقایا رقوم کی ادائیگی کر دیں۔ ان کو علیحدہ علیحدہ بھی لکھا ہے اس اخبار میں اعلان بھی شائع کرایا ہے۔ جن احباب کی رقوم پوری تاریخ مذکورہ تک نہ پہنچیں ان کا روپیہ اخراجات کی رقوم کاٹ کر سوسائٹی کی ممبرشپ سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔

اکثر ممبران کو سوسائٹی کا ممبر بننے کا بہت شوق ہے مگر قیمت ادا کرنے سے کتراتے ہیں۔ انجمن نے سوسائٹی کو کافی رعایتیں دی ہیں۔ اور جو جماعت کے احباب اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں وہ یقیناً اپنی کوتاہی کے باعث بعد میں پچھتائیں گے۔ سوسائٹی اپنا تعمیری کام شروع کرنا چاہتی ہے اور ان ممبران کی خاطر معاملہ التواء میں نہیں ڈالا جا سکتا جو محض ممبرشپ یا ایک حصہ کی خریداری سے زمین کی الاٹمنٹ کے خواہشمند ہیں۔

لہذا

مورخہ ۳۱ر جنوری ۱۹۵۳ء کے بعد جن ممبران کی رقوم نہیں پہنچیں ان کو نظر انداز کر کے سوسائٹی الاٹمنٹ کا کام شروع کر دے گی۔ انجمن سے اتنی ہی زمین جس کے لئے روپیہ سوسائٹی کو مل جائے گا ادا کر کے اور زمین حاصل کر کے ممبران کو تقسیم کر دی جائے گی۔ فقط چوہدری امجد خاں۔ آنریری جنرل سیکرٹری۔ دار السلام کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ

دار السلام کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ

کوئٹہ والا بلڈنگ میرٹ روڈ کراچی ۲

اعلان

دار السلام کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ کے تمام ممبران کو بذریعہ ہذا اطلاع مطلع کیا جاتا ہے کہ سوسائٹی اب مزید انتظار کئے بغیر جن احباب کی رقوم پوری آچکی ہیں اُن کے لئے زمین انجمن سے حاصل کر کے الاٹ کرنیکا فیصلہ کر چکی ہے۔

اکثر ممبران نے زمین کی پچھلی قسط بھی ادا نہیں کی لہذا مورخہ ۳۱ر جنوری ۱۹۵۳ء تک آخری میعاد مقرر کی جاتی ہے تاکہ ممبران حساب کر کے رقوم سوسائٹی کے کھاتہ سندھ کوآپریٹو بنک لمیٹڈ سرائے روڈ کراچی میں جمع کرادیں یا بذریعہ ڈرافٹ روانہ کر دیں ورنہ جن احباب کا روپیہ مورخہ ۳۱ر جنوری ۵۳ء تک نہ پہنچا۔ ان کا روپیہ اخراجات کی رقم کاٹ کر واپس کر کے سوسائٹی کی ممبرشپ سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔

جماعت کے جو احباب زمین حاصل کرنیکے خواہشمند ہیں وہ بھی فوراً درخواستیں حاصل کر کے مذکورہ بالا تاریخوں سے پیشتر قیمت ادا کر دینگے تو سوسائٹی انکی درخواستوں پر غور کریگی۔

جو ممبران سوسائٹی سے الگ ہونیکا ارادہ رکھتے ہیں انکی درخواستوں کو بھی منظور کر کے خرچ کی رقوم جو سوسائٹی کریگی کاٹ کر رقم واپس کر دی جائے گی۔

زمین کا نقشہ پیغام صلح کی اشاعت مورخہ ۲۶ر مارچ ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا تھا جس میں تین سو اور ایک ہزار گز کے پلاٹ ہیں احباب چار پلاٹ تک بھی لے سکتے ہیں۔ ممبرشپ کے لئے فیس داخلہ دس روپیہ فی حصہ اور پچاس روپیہ آٹھ آنہ فی مربع گز زمین کی قیمت مورخہ ۳۱ر جنوری ۵۳ء تک پہنچنی ضروری ہے (Develop ment) (ڈیولپمنٹ) کیلئے بعد میں ممبران کی رائے کے مطابق وصول کیا جائے گا۔ فقط

چوہدری امجد خاں۔ آنریری جنرل سیکرٹری دار السلام کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ۔ کوئٹہ والا بلڈنگ میرٹ روڈ کراچی

عراق میں انگریزی ترجمۃ القرآن کی مانگ

عراقی قنصل مقیم لندن کی چٹھی

ذیل کی چٹھی ووکنگ مسلم مشن کے دفتر اشاعت کو عراقی قنصل مقیم لندن کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

جناب من!

میں قرآن کریم معہ عربی متن اور ترجمہ اور تفسیر از مولینا محمد علی کی تیس کاپیوں کا آرڈر دینا چاہتا ہوں مہربانی فرماکر انہیں وزارت تعلیم بغداد (عراق) کے پتہ پر براہ راست بھیجدیجئے اس کا حساب قنصل خانہ لندن سے ادا ہوگا۔........"

دستخط - حکمت عبد المجید - کلچرل اتاشی

گیمبیا کے محکمہ تعلیم کا خط امام ووکنگ کے نام

باتھرسٹ (گیمبیا) کے ڈائرکٹر محکمہ تعلیم کا حسب ذیل خط امام مسجد ووکنگ کے نام موصول ہوا ہے:-

جناب من!

باتھرسٹ کے ایک تاجر الحاج محمد موسے ناجی اپنے بارہ سالہ بچہ تیبن ناجی کو انگلستان کے کسی بورڈنگ سکول میں بھیجنا چاہتے ہیں اور اس بارہ میں اُنہوں نے مجھ سے مشورہ طلب کیا ہے چونکہ یہ لوگ اچھے اسلامی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں (لڑکے کے والد نے اس سال مکہ کا حج بھی کیا ہے) اور وہ چاہتے ہیں کہ اس لڑکے کو مذہب سے لگاؤ رہے، اس لئے میں نے اس کے والد کو یہ مشورہ دیا کہ اس بارہ میں آپ سے رائے لی جائے۔

کیا آپ ووکنگ میں یا اس سے قریب کے کسی سکول میں اسکے لئے سفارش کر سکتے ہیں تاکہ ہم اس لڑکے کے داخلہ کے لئے وہاں کوشش کریں اور وہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ... آپ کی نگرانی میں بھی رہے - یہ خاندان اچھا خاصا امیر معلوم ہوتا ہے لڑکے نے ایک مقامی سیکنڈری سکول میں دو سال تعلیم حاصل کی ہے اور انگریزی کے سوائے باقی امور میں ایک عام لڑکے سے غالباً پیچھے نہیں رہ سکتا۔

آپ کا تابعدار

جے ڈبلیو فارسٹ - ڈائرکٹر محکمہ تعلیم

اسلام مظلوم اور مودودی فتوے بازیاں

معاصر امروز کے حرف و حکایات

علامہ اقبال نے ایک بار فرمایا تھا کہ "دنیا کی سب سے مظلوم کتاب قرآن ہے"۔ جو شخص اُٹھتا ہے اس کا ترجمہ و تفسیر شروع کر دیتا ہے۔ دراصل بات یہ ہوئی تھی کہ ان دنوں ایک صاحب کا ترجمہ شائع ہوا تھا جس میں "والعصر" کے معنی لکھے تھے "قسم ہے نماز عصر کی"

اسی طرح ہمارا خیال ہے کہ دنیا کا سب سے مظلوم مذہب بھی "اسلام" ہے۔ آج کل ہمارا ملک جس "قلفشار" کا اکھاڑا بنا ہوا ہے اس میں تلوار بھی اسلام کی استعمال ہو رہی ہے اور ڈھال بھی اسلام کی۔ ایک طرف حکومت کو یہ دعوٰے ہے کہ پاکستان ہم نے بنایا ہے۔ پاکستان کے اقتدار ہم ہیں اور ہم جو دستور بنائیں گے وہ صحیح اسلامی ہوگا۔ اور دوسری طرف مولوی مودودی اور ان کے ساتھیوں نے اعلان کر دیا ہے کہ اسلام کا علم نہ عوام الناس کو ہے نہ ارباب حکومت کو - یہ تو ہمارا فن ہے - ہمارا پیشہ ہے۔

"اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ"

لہذا حکومت کو دستور بنانے یا عوام کو رائے دینے کا کوئی حق نہیں - ہم مولوی لوگ جو چاہینگے کریں گے۔

اب تک ہم سنتے آئے تھے کہ اسلام ہی دنیا کا وہ مذہب ہے جس میں انسان کا اپنے خالق سے براہ راست رشتہ ہے - درمیان میں کوئی پنڈت یا پادری حائل نہیں ہوسکتا۔ اس میں کوئی پروہت یا پوپ مذہبی اجارہ داری کا مدعی نہیں ہوسکتا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس خطرے کے بھوت جو بہت ملکوں مذہبوں اور تہذیبوں کی بربادی کا باعث ہوچکے ہیں، اب پاکستان اور اسلام کے سر پر بھی منڈلانے لگے ہیں - ابھی نہ حکومت مودودی صاحب اور انکے ساتھی ملاؤں کے ہاتھ میں آئی ہے نہ ان کی پسند کا دستور بنا ہے لیکن مولوی صاحب نے "نمونہ کلام" کے طور پر ابھی سے عرض کر دیا ہے کہ پاکستان کا اسلامی دستور نافذ ہونے کے بعد قادیانی مذہب قبول کرنے والوں کو قتل کر دیا جائے گا۔"

اسلام مظلوم اس قسم کے فتوے بازوں سے پہلے ہی بہت نقصان اُٹھا چکا ہے - ایک زمانہ تھا جب اسلامی خلفا جو قرآن کو حادث مانتے تھے قرآن کے "قدم" کے قائلین کو تہ تیغ کر دیتے تھے اور وہ حاکم جو اس کے قدیم ہونے کے قائل تھے قرآن کو حادث ماننے والوں کو زندہ جلا دیتے تھے۔ اس امر کا فیصلہ تو اس وقت ہوا نہ اب ہوسکتا ہے کیونکہ اس سوال کا تعلق نفس اسلام سے زیادہ تر خواہ مخواہ کی حجت اور منطق سے ہے - لیکن ہزاروں بے گناہ اس کی بھینٹ ضرور چڑھے - معلوم ہوتا ہے اسی طرح قادیانیوں کے بعد بہائیوں کی، آغا خانیوں کی، ان کے بعد شیعوں کی اور پھر وہابیوں کی باری آنے والی ہے اور آخر میں متصوفین کے لئے بھی دار و رسن کا مرحلہ آئے گا اور پھر بھی کچھ لوگ قتل ہونے سے بچ رہے تو رفع یدین اور مسح کے مسئلے تو ہیں ہی۔

حق را بسجودے صنماں را بطوافے ✽ بہتر ہے چراغ حرم و دیر بجھا دو

(امروز ۲۴ نومبر ۱۹۵۲ء)

پاکیزہ ارشادات

محترم جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

نفع مند زندگی کی تمنا کرو

عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لا یتمنین احدکم الموت لضر نزل بہ ولیقل اللھم احینی ما کانت الحیوۃ خیرا لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی۔

(جامع ترمذی ابواب الجنائز)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے اور چاہیئے کہ (اس طرح) کہے اے اللہ تعالیٰ زندہ رکھ مجھ کو جب تک کہ زندہ رہنا بہتر ہو میرے واسطے (یعنی نفع بخش ہو زندگی نہ صرف میرے لئے بلکہ مخلوق خدا کے لئے) اور وفات دے مجھ کو جبکہ مرنا ہی میرے لئے بہتر ہو (فیض بخش زندگی منقطع ہونے پر) حاصل کلام یہ ہے کہ انسان نہ صرف اپنے لئے جیئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی ایام زندگی ترجیح کرے)

تکالیف اور مصائب مومن کیلئے کفارہ بن جاتے ہیں

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من شیء یصیب المومن من نصب ولا حزن ولا وصب حتی الھم یھمہ الا یکفر اللہ بہ عنہ سیئاتہ۔ (ایضاً)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی [illegible] اور کوئی ایذا مومن کے لئے [illegible] گناہ بخشے جاتے ہیں۔

[illegible] قوم راتی داد داست
زیرآں گنج کہ [illegible] دہ است

عیادت جنتی پھل ہے

عن ثوبان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان المسلم اذا عاد اخاہ المسلم لم یزل فی خرفۃ الجنۃ۔ (ایضاً)

حضرت ثوبان رض سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان جب اپنے (کسی مسلمان) بھائی کی عیادت یعنی بیمار پرسی کرتا ہے تو گویا کہ وہ ہمیشہ رہتا ہے جنت کے پھلوں میں (بیمار پرسی کرنے والا - اگر دنیا داری نہیں کرتا - صحیح معنوں میں اس سنت کو ادا کرتا ہے تو بیمار بھائی کی گلہ گذاری اس کے دل سے مٹ جاتی ہے اور سینہ صاف ہو جاتا ہے)

ایسا نہ ہو کہ

بر زبان قرآں مگر در سینہ ہا
حب دنیا ہست و کبر و کینہ ہا
(مسیح موعودؑ)

سانحہ ارتحال

یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ جناب غلام محمد صاحب خادم پروفیسر گورنمنٹ کالج ڈیرہ غازیخاں کی والدہ صاحبہ ۹/۱/۵۲ کی شام کو وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں پروفیسر صاحب ممدوح کے ساتھ اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے۔ احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

[illegible] کرو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات طیبہ

ایک شخص نے اپنی بعض مشکلات کے حل کے واسطے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ دعا کریں گے۔ انسان پر کبھی بھروسہ نہ کرو۔ صرف خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرو جب ایک انسان پر بھروسہ کرو گے تب ہی خالی رہو گے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اسلام یہی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ پھر سارے مشکلات حل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا جلال اسی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا سے شرک [illegible] جائے۔ کیونکہ شرک ایسا گناہ ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ بخشا نہیں جائیگا۔ اس وقت بڑا شرک یہی ہے کہ حضرت مسیح کو خدا بنایا جاتا ہے۔ چونکہ نصاریٰ کا فتنہ سب [illegible] سے بڑا ہے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک سورۃ قرآن شریف کی ساری کی ساری صرف ان کے [illegible] کر دی ہے یعنی سورۃ اخلاص۔ اور کوئی سورۃ ساری کی ساری کسی قوم کے واسطے خاص نہیں ہے۔ احد کا مفہوم: احدیت بڑھ کر ہے [illegible] اقنوم ثلاثہ کے [illegible]۔

(الحکم [illegible])

[illegible] عطیات

ذیل میں ان بزرگوں اور دوستوں کی فہرست نہایت شکریہ کے ساتھ شائع کی جاتی ہے۔ جنہوں نے [illegible] ۱۹۵۲ء [illegible] اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے [illegible] (احمدیہ بلڈنگ سینئر ایسوسی ایشن لاہور) [illegible] تمام نوجوانوں کے قلوب میں جذبہ تبلیغ و خدمت دین کا [illegible] ذمہ داری کو کما حقہ سرانجام دینے کے قابل ہو سکیں۔

خاکسار: [illegible] انچارج صیغہ پبلسٹی

نمبر	نام	رقم
۳۷	جناب [illegible] صاحب [illegible] ڈیرہ غازیخاں	۱۲۰—۰—۰
۳۸	جناب میاں محمد امین صاحب۔ لاہور	۱۰۰—۰—۰
۳۹	احباب جماعت کراچی بذریعہ معرفت مرزا ولی احمد بیگ صاحب	۵۰—۰—۰
۴۰	معرفت چوہدری فضل داد صاحب محصل انجمن	۴۷—۰—۰
۴۱	جناب عبدالعزیز خان صاحب سول سرجن مردان	۲۰—۰—۰
۴۲	جناب قاضی عبدالرشید صاحب وکیل ایبٹ آباد۔ ہزارہ	۲۰—۰—۰
۴۳	احباب جماعت جھنگ بذریعہ مولوی محمد حسین صاحب	۱۵—۰—۰
۴۴	احباب جماعت ملتان بذریعہ شیخ محمد یوسف صاحب گرنتی	۱۰—۰—۰
۴۵	جناب کنتل خان صاحب سفید ڈھیری پشاور	۶—۰—۰
۴۶	احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور	۵—۰—۰
۴۷	آفتاب عالم خان صاحب۔ اکنمکس ڈیپارٹمنٹ لاہور	۰—۷—۰
	میزان	۳۷۳—۷—۰

پیغام صلح
لاہور - یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ

کچھ اپنے متعلق

گذشتہ ہفتہ کا اخبار حسب معمول تیار ہو کر پریس میں چلا گیا تو معلوم ہوا کہ اخبار کا کاغذ ختم ہو چکا ہے اور اس صیغہ میں اتنی رقم نہیں کہ کاغذ خریدا جا سکے، مجبوراً دو چار دن اخبار کو لیٹ کرنا پڑا اور اس اثنا میں کاغذ اور دیگر مصارف کے لئے بڑی مشکل سے انتظام کیا جا سکا، یہی صورت موجودہ پرچہ کی اشاعت میں پیش آ رہی ہے اور خدا معلوم کب تک کیا صورت حالات پیش آتی ہے، کیا آپ جانتے ہیں کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی دو وجوہات ہیں ایک وجہ تو خریداروں کی کمی ہے اور دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ خریداروں کا بیشتر حصہ ایسا ہے جن کی طرف کئی کئی سال کا چندہ بقایا چلا آ رہا ہے، اور باوجود یاد دہانیوں کے وہ ان بقایوں کی ادائیگی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے آپ ہی انصاف کیجئے کہ جب آمد کی یہ صورت ہو، تو خرچ کہاں سے کیا جائے، پہلے ہی سالانہ آمد کا اندازہ (اگر سب خریداروں کا چندہ وصول بھی ہو جائے اور وہ سب پوری قیمت دینے والے ہوں) چھ ہزار سے کسی طرح زیادہ نہیں اور اس کا خرچ اٹھارہ ہزار روپیہ سالانہ ہے، یہ بارہ ہزار روپیہ کا خسارہ انجمن کو دوسرے صیغوں اور مدات سے دینا پڑتا ہے اگر انجمن کی اس امداد کے باوجود اخبار اپنی آمد و خرچ کو پورا نہ کر سکے، اور اس کے معاونین جو اس کی اشاعت میں ذرا دیر ہو جانے پر مضطرب ہو جاتے ہیں اور شکایتی خطوط لکھنا شروع کر دیتے ہیں، بجائے اس کے کہ اس کی خریداری کو بڑھانے کا کوئی بندوبست کریں اپنا بھی چندہ ادا نہ کریں اور ہر سال ان کا بقایا بڑھتا چلا جائے تو انجمن کہاں تک اس کے اخراجات کو پورا کر سکتی ہے"

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے دوستوں اور خریداروں کو اخبار کے وقت پر شائع نہ ہونے کا کس قدر رنج اور قلق ہوتا ہے یہی نہیں بلکہ کئی دوست ایسے ہیں جو اسکو ہفتہ میں دو بار بلکہ ... نکالنے کا تقاضا کرتے رہتے ہیں، ابھی جلسہ سالانہ پر کئی دوستوں نے اس بات پر زور دیا، کہ کم از کم ہفتہ میں دو بار ضرور کر دیا جائے، لیکن کس طرح کیا جائے اس کا حل نہیں بتاتے اور نہ اس بات کو جانتے ہیں کہ موجودہ حالات میں اس کا ہفتہ وار شائع ہونا بھی دوبھر ہو چکا ہے، کیا اس کا بندوبست کرنا انکا فرض نہیں؟ اگر فی الواقعہ آپ نے "پیغام صلح" کو زندہ رکھنا ہے اور یاد رکھئے انجمن اور جماعت کی زندگی کے لئے اس کی زندگی ضروری ہے تو اس کا حل فی الفور کیجئے کہ اس کی مالی مشکلات کس طرح دُور ہوں، ہمارے خیال میں اس کی چند صورتیں ہیں:-

(۱) جن احباب کے ذمہ اس کے بقائے چلے آ رہے ہیں وہ مہربانی فرما کر فی الفور ان کی ادائیگی کا بندوبست کریں، اگر یکمشت نہیں دے سکتے تو ہلکی اقساط سے ہر مہینہ ادا کرتے چلے جائیں، اور آئندہ سال کا چندہ بھی پیشگی (خواہ باقساط) ادا کریں۔

(۲)۔ جن احباب کے ذمہ کوئی چندہ بقایا نہیں وہ آئندہ سال کا چندہ یکمشت ادا کر کے اپنے اس قومی آرگن کی معاونت فرمائیں۔

بقایوں اور پیشگی واجب الادا چندوں کے متعلق باقاعدہ اطلاعات دفتر سے فرداً فرداً احباب کے نام بھجوائی جا رہی ہیں۔

(۳)۔ معاونت کی تیسری صورت یہ ہے کہ سب احباب اپنے حسب استطاعت کچھ نہ کچھ عطیات بھیجکر اخبار کی مدد فرمائیں۔

(۴)۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ سب احباب کم از کم ایک ایک نیا خریدار مہیا کرنے کی کوشش کریں۔

ان چند تجاویز پر اگر سب احباب توجہ فرمائیں تو آپ کا یہ قومی آرگن زندگی اور موت کی کشمکش سے نکل سکتا ہے، ہمیں امید ہے کہ ہمارے احباب اسکو ایک اہم قومی کام سمجھتے ہوئے اپنی پہلی فرصت میں اس پر توجہ فرمائیں گے، اور اس مضمون کو پڑھتے ہی مناسب عطیات بھیج کر عند اللہ ماجور ہوں گے تمام جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اور مبلغین کرام سے ہماری پرزور درخواست ہے کہ وہ ان تمام تجاویز اور گذارشات کی طرف خاص توجہ فرمائیں اور ان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے احباب کو توجہ دلائیں۔

کیا یہ امید کی جا سکتی ہے کہ اس کے جواب بواپسی ڈاک ممنون فرمایا جائے گا؟

حضرت صاحب صدر کی خدمت میں

چند لمحات

شیخ محمد آصف

چند دن ہوئے مجھے اخویم مکرم مولانا احمد یار صاحب ایم ... کی معیت میں حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمت میں لائل پور حاضر ہونے کا موقعہ ملا۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت میاں صاحب ممدوح اب رو بصحت ہیں۔

آپ کو جو حادثہ پیش آیا اس کی مجمل کیفیت پیغام صلح مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۵۲ء میں شائع ہو چکی ہے۔ جماعت کے سب دوستوں کو اس کیفیت کا علم ہو چکا ہوگا کہ یہ کوئی معمولی حادثہ نہیں تھا۔ اس حادثہ سے زندگی کا بچ جانا ایک معجزہ ہے۔ ران کی ہڈی دو جگہ سے ٹوٹی ہے۔ اس کے علاوہ بھی چوٹیں آئی ہیں لیکن اس بہت بڑی جسمانی تکلیف کو حضرت میاں صاحب نے جس تحمل اور وقار سے برداشت کیا وہ قابل رشک ہے۔ اس حادثہ نے حضرت ممدوح کے دل میں بہت ...... گداز پیدا کر دیا ہے۔ چند لمحات جو ہمیں آپ کی خدمت میں بیٹھنے کا موقعہ ملا آپ کی طبیعت میں غیر معمولی گداز اور رقت رہی، آپ حضرت مسیح موعودؑ، سلسلہ کے بلند نصب العین اور احباب سلسلہ کا ذکر فرماتے رہے اور آنسو آپ کی آنکھوں سے بہتے رہے سوز و گداز میں ڈوبے ہوئے ... نہایت وقار آمیز انداز کے ساتھ آپ کے منہ سے نکلتے رہے جنہوں نے ماحول میں ایک خاص روحانی فضا پیدا کر دی۔ اس فضا اور ماحول سے میں بہت ہی متاثر ہوا اور میرا یہ تاثر میری زندگی کا ایک ایسا تجربہ ہے کہ جس نے میرے بعض لطیف احساسات کو چونکا دیا۔ اس شدتِ احساس نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کیا ہے۔ اس ملاقات کی مفصل کیفیت کے اندراج کے لئے تو موجودہ پرچہ میں جگہ نہیں میں نہایت اجمال کے ساتھ آپکے چند ارشادات کو پیش کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جماعت کے سامنے نہایت ضروری پروگرام رکھنے کا ارادہ تھا لیکن ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہوتی ہے اس حادثہ کے باعث یہ پروگرام ملتوی ہو گیا۔ اب مجھے صحت سے انشاء اللہ تعالیٰ دو ایک مہینوں تک میں جماعت کو یہاں لائلپور میں مدعو کر ... اور اس کے بعد میرا ارادہ ہے کہ لاہور میں بیٹھ کر سلسلہ کے کام کو کروں۔ یہ خدا کا سلسلہ ... اسے ضائع نہیں کرے گا مجھے اس سلسلہ کی کامیابی جلی حروف میں لکھی ہوئی ... اس کی ترقی کے دن بہت قریب ہیں جماعت میں بڑے بڑے صلحا موجود ہیں ... کام کو کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سب طبیعتیں ایک جیسی نہیں بنائیں لیکن اصل چیز خلوص اور عمل ہے۔ دنیا میں جتنے بڑے بڑے کام ہوئے ہیں ان کی ہمیشہ مخالفت ہوئی لیکن کام کرنے والے ... کام کئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں برکت ڈالتا ہے۔ اس بیماری ... کی تنہائیوں میں مجھے سلسلہ اور سلسلہ کے کاموں کے لئے دعاؤں کا بہت موقعہ ملا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک شکل میری آنکھوں کے سامنے آتی رہی ہے۔ کتنا معصوم انسان تھا وہ! غلبۂ اسلام اور حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے نام کو دنیا میں بلند کرنے کے لئے اس کے دل میں کتنا درد اور جوش تھا۔ لیکن مسلمانوں نے اس امام کی بہت مخالفت کی مگر اللہ تعالیٰ اس پاک انسان کی صداقت کو دنیا سے منوائے گا اور اس کا مشن پورا ہو کر رہے گا ہمت سے کام کئے جاؤ۔ جماعت میں بڑی برکت ہے۔ اس بیماری کے دوران میں مجھے اس صالح جماعت کے خلوص اور محبت کا غیر معمولی تجربہ ہوا۔ دور اور نزدیک سے احباب سلسلہ اس سردی کے موسم میں ... گئے اور کن جذبات کو لے کر آئے میں بیان نہیں کر سکتا بعض نے نہایت مخلصانہ خطوط لکھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو جزائے خیر فرمائے۔"

باقی تاثرات انشاء اللہ تعالیٰ پھر کسی موقعہ پر بیان کروں گا اس مختصر قیام کے دوران میں حضرت میاں صاحب کے صاحبزادگان جناب میاں اللہ بخش صاحب، جناب میاں فضل احمد صاحب اور میاں حمید احمد صاحب نے جس حسنِ اخلاق اور مخلصانہ جذبات کا اظہار فرمایا اس کا میں تہ دل سے شکر گذار ہوں۔ میاں فضل احمد صاحب کے آئین مہمان نوازی کا نقش بہت گہرا ہے۔

دعوت الی الحق

احمدیت کی تعلیمی خصوصیات

میر صادق علی صاحب گوجرانوالہ

(۴)

زبان نبوی سے مسلمان کی تعریف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمان کی ایک تعریف فرمائی ہے۔ من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم له ذمة الله وذمة رسوله فلا تخفروا الله فی ذمته۔ جو شخص ہماری طرح نماز پڑھتا ہے۔ اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے۔ اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے۔ تو یہ شخص مسلم ہے جس کے لئے اللہ کا عہد اور اللہ کے رسول کا عہد ہے۔ پس اللہ کے عہد کو نہ توڑو۔

کتنی صاف اور واضح تعریف ہے۔ جس میں کسی قسم کا بھی ابہام نہیں۔ لیکن نامعقول اور تنگ دل انسان خاص اغراض کو مدنظر رکھ کر اور قیود لگانے لگے ہیں۔ گویا وہ آنحضرت صلعم کو سبق دینے لگے ہیں کہ اس میں فلاں فلاں پابندیاں اور عاید کرنی چاہئیں تھیں۔ اسی کو تحریف کہتے ہیں۔ کس قدر جرأت اور بے باقی ہے کہ آج اسلامی جماعت کا بچے صالحیت کا دعوےٰ کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ ایک شخص مسجد میں درس دیتا ہوا اور زوائد تجویز کرتا ہے۔ تاکہ یہ حدیث بھی ان کے تکفیر المسلمین کے ذلیل اور غیر صالح مقاصد میں روک نہ ہو۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسلام کے دائرہ کو اور زیادہ تنگ کرتے میں ان لوگوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ وہ قوم جس کی مقدس کتاب الحمد للہ رب العالمین سے شروع ہوتی ہے۔ اور جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کے دل میں نہ صرف زمین و آسمان بلکہ اٹھارہ ہزار عالمین کی فلاح و بہبود اور خیر خواہی کے جذبات موجزن ہونے چاہئیں۔ کیوں اس قدر تنگ دل ہو گئی ہے کہ ایک ایک شخص ہر دوسرے پر رب کی رحمت کے دروازے بند کرنے کے لئے مرا جا رہا ہے۔ کس قدر وسیع دل تھا امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا۔ جن کے نزدیک اگر ایک شخص میں ننانوے وجوہ کفر کے پائے جاتے ہوں۔ لیکن ایک وجہ سے اسے مسلمان سمجھ لینا چاہیئے۔ لیکن ہمارے علماء کی یہ کیفیت ہے۔ کہ اگر ایک شخص میں سو وجوہ اسلام کے پائے جاتے ہوں۔ تو بعض فاسد عقاید اس پر افترا کر کے اس کے کفر کا فتوےٰ دے دیتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ ساری دنیا میں ایک بھی عالم دین نہیں جس پر دوسرے علماء نے کفر کا فتوےٰ نہ دے رکھا ہو ؎

چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند
گر خبر از کفر باطن داشتے
خویشتن را بد ترے انگاشتے

مہاتما گاندھی کی مثال

ایک طرف ہمارے علماء کرام ہیں۔ جن کا سارا زور اور ساری قوت اس بات پر صرف ہو رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید انہوں نے اپنا کام ہی صرف یہ سمجھ رکھا ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی برادری سے نکال کر باہر کریں۔ دوسری طرف ہم دیکھ رہے ہیں کہ سیاست کے نبض شناس مہاتما گاندھی اس لئے مرن برت رکھ رہے ہیں کہ اچھوت اقوام کے لوگ ہندوؤں سے الگ ایک علیحدہ قوم سمجھے جانے پر مصر ہیں

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ایک عجیب بات ہے کہ دنیا کی دوسری اقوام نے جب کبھی بھی کسی کو اپنی قوم سے خارج کیا ہے۔ تو ادنیٰ درجہ کے لوگوں کو خارج کیا ہے۔ جن کے ساتھ مل کر رہنے کو وہ اپنی قوم کے لئے باعث ننگ و عار سمجھتے تھے۔ لیکن مسلمان علما گذشتہ تیرہ سو سال میں ہمیشہ انہی لوگوں کو کافر قرار دے کر اپنی قوم سے علیحدہ کرتے رہے ہیں۔ جو ان کے بہترین افراد تھے۔ اور جن کو آنے والی نسلوں نے اپنی قوم کے لئے باعث فخر سمجھا اور جن کا نام رہتی دنیا تک عزت اور ادب سے لیا جائے گا۔

جماعت احمدیہ کے خلاف ایجی ٹیشن

کچھ عرصہ سے چند ایک شوریدہ سر مولوی اور چند ایک اہل اخبار نویس اور رسوائے عالم جماعت احرار اور جماعت اسلامی جماعت احمدیہ کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے لئے پاکستان کے طول و عرض میں ایجی ٹیشن کر رہے ہیں۔ اور ان سب معاندین نے متفقہ طور سے حکومت[۱] پاکستان سے درخواست کی ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ ہم پر الزام یہ لگایا ہے۔ کہ ہم ختم نبوت کے منکر ہیں۔ یہ بدترین قسم کا افترا اور کذب بیانی ہے۔ جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں احمدیہ جماعت لاہور کے سوا تمام مسلمان خواہ وہ قادیانی ہوں یا غیر قادیانی سبھی آنحضرت صلعم کے بعد ایک نبی کے آنے کے قائل ہیں۔ اور اس امر میں قادیانیوں کی نسبت دوسرے مسلمان زیادہ مجرم ہیں۔ کیونکہ وہ ایک اسرائیلی نبی حضرت عیسٰے ابن مریم علیہ السلام کی آمد کے منتظر ہیں جس سے اسلام کا تختہ ہی الٹ جاتا ہے۔ لیکن اپنے اس قسم کے ناپاک عقائد کے باوجود ہمیں غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے پاکستان سے نکالنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں بھی ایک عجیب نکتہ ہے۔ سارے قرآن میں کہیں ایک واقعہ درج نہیں کہ کبھی کسی مسلمہ نیک جماعت نے اپنے لوگوں کو اپنے سے علیحدہ کیا ہو لیکن آفرینش آدم سے لے کر ہمیشہ شیاطین اور ان کی ذریت اپنے میں سے نیک لوگوں کو اپنے سے علیحدہ کرنے اور اپنے ملک سے نکال دینے کی دھمکیاں دیتے رہے ہیں۔ لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا۔ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے ورنہ تمہیں ہمارے مذہب میں لوٹ کر آنا ہوگا اللہ تعالےٰ کا جواب بھی ہمیشہ ایک ہی رہا ہے لنهلکن الظالمین۔ ہم ظالموں کو ہی ہلاک کر دیں گے۔

قادیانی جماعت کا مسلک

قادیانی جماعت کے متعلق ہم وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ آیا وہ اب بھی غیر از جماعت مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں یا نہیں ۱۹۱۴ء میں ان کی تکفیر المسلمین کی بناء پر ہم ان سے علیحدہ ہوتے تھے۔ اس وقت ہمارے ان بھائیوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دعوےٰ نبوت بھی منسوب نہیں کیا تھا۔ اب سنا ہے کہ انہوں نے تکفیر المسلمین کے عقیدہ سے رجوع کر لیا ہے۔ اور اگر یہ سچ ہے۔ تو حضرت مرزا صاحب کی نبوت کے عقیدہ کو بھی ترک کر دیا ہوگا۔ کیونکہ شریعت اسلام کی رو سے نبی ہی کا منکر کافر ہوتا ہے۔ کتنا اچھا ہو اگر جناب میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب غیر مبہم الفاظ میں اعلان فرما دیں۔ کہ وہ سیدنا حضرت میرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اصطلاح اسلام میں نبی نہیں مانتے تھے۔ اور نہ ہی آپ کے انکار کی وجہ سے غیر از جماعت مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ مگر میرا خیال ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ اس سے ان کی دنیوی وجاہت کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے دعوے بڑے آسان ہیں۔ مگر انہیں عمل میں لانا فی الواقعہ بڑا ہی دشوار ہے۔ تاہم کچھ بھی ہو انہیں غیر مسلم قرار دینے کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں۔ وہ کلمہ گو ہیں۔ اہل قبلہ ہیں۔ شارع اسلام علیہ التحیۃ والسلام نے ایک مسلمان کی یہی علامات بیان فرمائی ہیں۔ کیا مولوی مودودی اور ان کے ہمنوا مولوی شارع اسلام کے اس فیصلہ پر راضی نہیں ہیں۔ تو انہیں خود اپنے ایمان کی فکر کرنی اور اپنے لئے کوئی نئی شریعت تجویز کرنی چاہیئے۔ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ حیرت ہوتی

۱؎ ہمارے علماء کی ذہنیت بھی عجیب ہے۔ غیر ملکی حکومت کی غلامی میں انہیں ہمیشہ "اسلام خطرہ میں" نظر آتا رہا۔ اب آزاد اسلامی حکومت میں ان کو کبھی "ناموس رسالت" کبھی "ختم نبوت" اور کبھی "ناموس خلافت" خطرہ میں دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ ان کے خطرہ کا الارم بجانے سے غریب قوم ان علماء کو قورما۔ کباب۔ پلاؤ اور طرح طرح کے لذیذ کھانوں اور میووں اور کیک پیسٹری سے خوب خوب تواضع اور خاطر مدارات کرتی ہے۔ لیکن یہ مقوی غذائیں کھا کر بھی ان کے دل و دماغ اس قابل نہیں ہوتے کہ وہ اپنے مذہب اور ناموس رسالت اور ناموس خلافت کی حفاظت کر سکیں۔ تاکہ جو زندہ رہتا ہے دلیل سے زندہ رہے اور جو ہلاک ہوتا ہے وہ دلیل سے ہلاک ہو جائے۔ اس سیدھے راستہ کی بجائے وہ ہمیشہ حکومت کی

جماعت بندی اور اتحاد اسلامی نبی کریم صلعم کا زندہ معجزہ ہے

حضرت امام وقت نے جماعت بندی سے نبی کریم صلعم کی سُنّت کا احیا کیا

خطبہ جمعہ حضرت امیر مولانا صدر الدین ایدہ اللہ۔ فرمودہ مؤرخہ ۲ر جنوری ۱۹۵۲ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون .... تلک اٰیٰت اللہ نتلوھا علیک بالحق وما اللہ یرید ظلماً للعٰلمین

جماعت بندی اور قوم سازی کی برکات

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم کے ماتحت جماعت بندی اور قوم سازی کی بنیاد رکھی اور اس کی تعمیر ایسے رنگ میں کی کہ وہ قوت و ترقی کا سرچشمہ بن گئی چنانچہ اس جماعت سازی اور قوم سازی کی برکات خود مسلمانوں نے اور غیروں نے مشاہدہ کیں قوم سازی اور جماعت بندی کے بغیر خود پیغمبر بھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکے، اسی لئے فرمایا وتعزروہ وتوقروہ۔ پیغمبر کی عزت دلوں میں بٹھاؤ اور ان کی قوت کو بڑھاؤ۔ ساری قوت و برکت کا راز جماعت میں اور قوم میں مضمر ہے اسی کی برکت سے مسلمانوں نے عظیم الشان کام سرانجام دیئے مسلمانوں کی تائید سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں بھی فتوحات حاصل ہوئیں اور ان کے بعد مسلمانوں نے ایک دنیا کو فتح کیا۔ شام۔ ایران۔ مصر۔ سپین مراکو۔ آسٹریا اور سسلی پر اسلام کے جھنڈے گاڑے، اور نری دنیوی حکومت ہی نہیں کی، بلکہ جہاں جہاں مسلمان گئے وہاں اولیاء اللہ پیدا ہوئے جنہوں نے دلوں پر حکومت کی۔ وسط یورپ میں آج تک آسٹریا کے مقام پر ایک مسلمان ولی کا مقبرہ موجود ہے جو اسلامی فتوحات کی یاد تازہ کرتا ہے جس طرح سے سپین کی مساجد و محلات ایک شاندار ماضی آنکھوں کے سامنے لے آتی ہیں۔

امام وقت کی جماعت بندی

ہمارے اس زمانہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خادم آیا اس نے بھی اپنے آقا کی اتباع میں جماعت بنائی اس کی برکات بھی ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ بعض بڑے مقامات پر تبلیغی مشن قائم ہوگئے، انگلستان میں، جرمنی میں، امریکہ میں مشن موجود ہیں، حضرت مرزا صاحب نے حضرت نبی کریم صلعم کی ایک اہم سنت کا احیا کیا کہ جماعت بنائی اور قوم بنائی۔

جلسہ سالانہ کی برکات

جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ زندہ معجزہ قیامت تک دنیا دیکھتی رہے گی، کہ آپ نے مختلف قوموں کو ایک کر دیا تھا، شامی مصری، ایرانی، رومی، ہندی، چینی، افریقی اور ہر ملک اور ہر قوم کے مختلف رنگوں اور مختلف بولیاں بولنے والے لوگوں کو ایک برادری میں منسلک کر دیا تھا یہاں تک کہ یہ سب لوگ ہر سال مکہ میں جمع ہو جاتے ہیں تاکہ دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے ماتحت تمام قومیں جمع ہوگئی ہیں اور دنیا ہر سال مشاہدہ کرتی ہے کہ اسلامی تعلیمات اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انفاس طیبہ کی برکت سے دنیا کی قوموں میں اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اس زمانہ میں حضرت امام نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قیمتی سنت کا احیا کیا، آپ لوگوں نے دیکھا کہ ہر سال اس مسجد میں مختلف قوموں اور مختلف شہروں اور ملکوں سے لوگ آتے اور سب مل کر دین کا چرچا کرتے ہیں، اعلائے کلمۃ اللہ کی تدبیریں سوچتے ہیں، مل کر نمازیں پڑھتے اور دعائیں مانگتے ہیں اس وقت رقت کے ساتھ دل سے دعائیں نکلتی ہیں جن کا اثر سب پر ہوتا ہے، اس وقت فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، جو ازدیاد ایمان کا موجب ہوتا ہے۔ یہ اثر دیر تک قوم کے قلوب پر موجود رہتا ہے۔

جماعت کی اصل غرض

حضرت مرزا صاحب نے تقوے اللہ پر بڑا زور دیا ہے آپ نے فرمایا کہ ہم نے دین کی حمایت میں کتابیں لکھی ہیں، آریوں اور عیسائیوں سے مناظرے کئے ہیں اور جہاں تک علم و عقل کا تعلق ہے ہم نے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں اور اسلام کو دنیا کا بہترین اور معقول مذہب ثابت کر دیا ہے لیکن محض اسی سے میرے آنے کا مقصد پورا نہیں ہوتا، اگر جماعت کے اندر تقوے اللہ پیدا نہ ہو، نیکی اور اعلےٰ درجہ کے اخلاق اس کے اندر نمایاں نہ ہوں تو ہمارا مشن پورا نہ ہوا۔ آپ نے بار بار اس بات پر زور دیا کہ اصل مقصد میرے آنے کا یہ ہے کہ ایک ایسی قوم پیدا ہو جس کے اندر ایمان اور تقوے اللہ ہو، ہم لوگوں نے قادیان میں رہ کر دیکھا کہ اصل چیز جو وہاں عملی رنگ میں نظر آتی تھی، وہ یہ تھی کہ تمام جماعت کے اندر نیکی اور پاکیزگی پائی جاتی تھی اور تقوے اللہ کی رُوح نظر آتی تھی، جماعت کے اندر مل بیٹھنے میں ایک قوت پیدا ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کے اثر سے دلوں میں نیکی کی روح پیدا ہوتی ہے۔

قربانی کا جذبہ اور ولولہ

اس کا مشاہدہ ہم نے قادیان میں بھی کیا اور اس جگہ بھی ہر سال کرتے ہیں۔ دلوں کے اندر رقت پیدا ہوئی دعاؤں میں آنکھیں نمناک ہوگئیں، دین کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کرنے سے دریغ نہ کیا گیا۔ اس سال چھپن ہزار روپیہ اس چھوٹی سی قوم نے دینے کا وعدہ کیا، یہ سب حضرت امام کی برکت ہے کہ قربانی کا جذبہ اور ولولہ اس جماعت کے دلوں کے اندر پایا جاتا ہے۔

امام وقت کی قوتِ قدسی

اسی جوش و ولولہ کے ساتھ تبلیغ کرتے ہوئے ہمیں سالہا سال ہو گئے۔ اس کے بڑے اعلےٰ درجہ کے نتائج و اثرات ہم نے دیکھے ہیں جس سے کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ گیا کہ یورپ کے اندر تبلیغ کامیاب ہو سکتی ہے لیکن ان کھلے نتائج کو دیکھ کر بھی کوئی اسلامی ریاست اور کوئی مسلمان بادشاہ نہ اٹھا کہ اس کام کو ہم کریں گے۔ یہ صرف امام وقت کی قوت قدسی کا نتیجہ ہے کہ اس جماعت کو یہ توفیق ملی، جس نے بڑے بڑے لوگوں کو اعتراف کرنے پر مجبور کیا۔ سُنا ہے کہ جب تک امام وقت کی قوت ساتھ نہ ہو کامیابی نہیں ہو سکتی۔

قوم سازی کا گُر — تقوےٰ

اس رکوع میں جو میں نے تلاوت کیا ہے قوم سازی کا گُر بتایا ہے، سب سے پہلا اور زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ قوم کی اساس تقوےٰ پر ہو۔ قوم چونکہ قوت کی منبع ہوتی ہے اگر اس کی بنیاد خدا ترسی پر نہ ہو تو یہ قوت فساد اور ظلم کا باعث بن سکتی ہے۔ فرمایا یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ۔ اے مسلمانو! تقوےٰ اختیار کرو، تمہارے دلوں میں خدا کی عظمت اس کا خوف ہر وقت رہے حق تقتہ جیسا کہ مناسب و واجب ہے جس جلال اور جبروت کا اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ اسکو مدنظر رکھکر اس کی فرمانبرداری کرنا اور اس کے حکموں کو ماننا چاہیئے۔ دنیا میں ہم چھوٹے چھوٹے حاکموں سے ڈرتے ہیں کہ اگر اس کا حکم نہ مانا یا قانون کی خلاف ورزی کی تو اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ اس لئے تم ان کو خوش کرنے کے لئے بھی کوشش کرتے ہو لیکن غور کر لو کہ اگر اس احکم الحاکمین کو جو رحمتوں کا خزانہ ہے، خوش کر لو تو کس قدر فوائد حاصل ہوں گے۔ دلوں کے اندر پاکیزگی پیدا ہوگی اعلےٰ درجہ کے اخلاق پیدا ہوں گے، دنیا میں بھی معزز ہو جاؤ گے اور عنداللہ بھی سرخرو ہو گے ولا تموتن الا وانتم مسلمون پھر تقوے کا رنگ تمہارے اندر ایسا ہونا چاہیئے کہ کوئی وقت اور کوئی لمحہ خدا کی فرمانبرداری اور اس کی اطاعت کے بغیر نہ گذرے تمہاری ساری زندگی فرمانبرداری کی زندگی ہو۔ جس وقت بھی موت آجائے قوم کے افراد کو فرمانبرداری کرتے ہوئے پائے۔

اتحاد قومی

تقوے اللہ کی تلقین کے بعد فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ سب کے سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تمام کے تمام اس رسی کو پکڑ لو۔ تم میں سے کوئی بھی اس سے باہر نہ رہ جائے کسی وجہ سے اور کسی عذر سے بھی جماعت سے علیحدہ نہ رہو۔ مشرق و مغرب کے مسلمان باہم مل جائیں، کوئی عالم، کوئی پیر کوئی سجادہ نشین اس اتحاد سے باہر نہ رہے۔ تمام ائمہ دین کے متبعین اس اتحاد میں منسلک ہو کر رہیں۔ کس چیز پر اتحاد کریں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حبل اللہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا القراٰن ھو حبل اللہ الممدود من السماء الی الارض، قرآن وہ حبل اللہ ہے جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکائی گئی ہے اس لئے فرمایا تم سب کے سب قرآن کو پنجہ مارو۔ اسی پر جمع ہو جاؤ، اسکو اپنا رہبر و مقتدا سمجھو، کسی ملک کا رہنے والا کسی زبان کے بولنے والا، کسی عالم دین کا پیرو، اس حبل اللہ کی پیروی سے باہر نہ رہے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو ایسا متحد کر دیا ہے کہ اس کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں نظر نہیں آتی۔ اس اتحاد کی برکات ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں، بسا اوقات ہم نے دیکھا ہے کہ اگر

ترکی پر کسی غیر قوم نے حملہ کیا ہے تو ہندی مسلمان کا دل تڑپ اٹھا، اور وہ ترکوں کی امداد کے لئے اٹھ کھڑا ہوا، طرابلس، مراکو، مصر، انڈونیشیا، ایران، چین، جہاں کہیں مسلمانوں پر کوئی آفت آئی دوسرے ... روس اور امریکہ پر ہے، وہ کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلعم نے عظیم الشان آرگنائزیشن پیدا کی ہے اس قسم کی آرگنائزیشن یعنی تنظیم دنیا میں کہیں نہیں پائی جاتی، نہ کہیں پیدا ہو سکتی ہے، جو بھی آدمی کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرے گا دنیا کے سارے کے سارے مسلمان اس کے یکجان ہو جائیں گے، ایک بادیہ نشین نے مشرق سے مغرب تک سب تو ... کو ایک کر دیا، یہ کتنا بڑا معجزہ ہے۔ رہتی دنیا تک اقوام عالم اس معجزہ کا مشاہدہ کرتی رہیں گی۔

تفرقہ موجب ہلاکت ہے

لیکن مسلمان آج تفرقہ کا شکار ہے ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرنے، ایک دوسرے کو کافر ٹھہرانے اور ذلیل و خوار کرنے کو بڑا کارنامہ سمجھا جاتا ہے، قرآن تو مسلمانوں کو متحد کرنا چاہتا ہے اور واعتصموا کے ساتھ جمیعاً کہہ کر سب کو ایک کر دینا چاہتا ہے۔ یہاں تک کہ پھر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا ولا تفرقوا دیکھو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زندگی بسر نہیں کرنا اس میں تمہاری ہلاکت ہے۔

اخوت اسلامی

اور پھر اس اتحاد کا ایک تیسرا پہلو بھی بیان کیا ہے واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو، کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، عرب کے اندر تنازعہ کا بازار گرم رہتا تھا آئے دن جنگ جدل کی آگ سلگائی جاتی تھی اور قبیلے کے قبیلے اس فساد و تباہی کا شکار ہو جاتے تھے، کسی کی اونٹنی دوسرے کے کھیت میں چلی گئی اس پر جنگ شروع ہو گئی جو ... تک ختم نہیں ہوتی تھی۔ خدا نے اس قوم کے اندر اتحاد ہی نہیں بلکہ سچی اخوت کی روح پیدا کر دی۔ فالف بین قلوبکم تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، فاصبحتم بنعمتہ اخوانا پس اللہ کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے، مشرق و مغرب کا مسلمان بھائی بھائی بنا دیا یہ الفت پیدا کر دینا کسی انسان کا کام نہیں، ایک جگہ فرمایا ولو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم اگر تو زمین کے تمام خزانے بھی خرچ کر دیتا تو بھی ان کے دلوں کے مابین الفت پیدا نہ کر سکتا، ان کے دلوں کو جوڑ نہ سکتا، یہ خدا ہی کا کام ہے کہ اس نے یہ الفت پیدا کر دی۔ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے کہ خدا تعالےٰ کی مدد اور اس کے پاک کلام کی برکت سے ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جو ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک اور ایک دوسرے کے ساتھ ایسا گہرا تعلق اور رابطہ رکھتی ہے جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی، فرمایا وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا، تمہاری تو جو کچھ حالت تھی اس کی وجہ سے تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے۔ اس قرآن نے تمہیں ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنا کر اس میں گرنے سے بچا لیا۔ حضرت مجدد زمان نے بھی اس اخوت کی شان اپنی جماعت میں پیدا کر کے دکھائی۔ مگر آج وہ رنگ دن بدن کم ہوتا نظر آتا ہے۔

کامیابی کا راز

ایک اور بات جو جماعت کی آبیاری کے لئے فرمائی وہ یہ ہے

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر جس طرح کوئی شخص ایک باغ لگائے اور پھر اس کی آبیاری نہ کرے تو وہ برباد ہو جاتا ہے ... ہو جائیں یعنی تقویٰ اللہ ہو، خدا کے احکام کی اطاعت شعار ہو، تفرقہ نہ ہو، اصلی و سچی اخوت ہو اور ان صفات کو زندہ رکھنے کے لئے باخدا صالحین علماء کی تلقین ہو تو ان صفات سے متصف قوم ضرور کامیاب ہو گی، اصل مقصد ولتکن منکم امۃ الخ کا یہ ہے کہ قوم کو زندہ رکھنے کا سامان ہونا چاہیئے، ہم نے اس آیت کا مطلب یہ سمجھ رکھا ہے کہ غیروں کو کافروں کو مسلمان بنایا جائے یہ صحیح نہیں، اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ اپنی قوم میں وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری رہے، امام کی جماعت کو قرآن سنانے والا ہونا چاہیئے، اگر یہ نہ ہو تو قوم مر جاتی ہے، جس طرح باغ اور کھیتیاں جن کی نگہداشت نہ ہو اجڑ جاتی ہیں، اسی طرح وہ قوم بھی جس کے اندر صالحین نہ ہوں، اور تقویٰ اللہ اور نیکیوں کی طرف اسے بلانے والے نہ ہوں ختم ہو جاتی ہے، ایسے لوگوں کو کامیابی کی بشارت دی ہے۔

مسلمانوں کا تفرقہ

پھر اس کامیاب گروہ کو ایک تنبیہہ کی ہے، ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البینٰت قرآن تمہارے پاس ہے، اخوت تم میں پیدا ہو گئی اس کے بعد ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کھلی ہدایات آ جانے کے بعد تفرقہ اور اختلافات میں اتحاد کو ضائع کر لیا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تفرقت بنو اسرائیل علیٰ احدیٰ وسبعین فرقۃ بنی اسرائیل کو اللہ تعالےٰ کی کھلی کھلی ہدایات دی گئیں تورات اور انجیل نے راہ ہدایت انہیں دکھائی۔ لیکن خدائے واحد کو ماننے کے باوجود، انجیل اور تورات پر ایمان رکھنے کے باوجود تفرقہ ان میں پڑ گیا، فھلکت وہ ہلاک ہو گئے، پھر فرمایا ستفترق امتی علیٰ اثنیٰ وسبعین فرقۃ میری امت بھی ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، آج یہی حالت ہے، قرآن کو مانتے ہوئے، نمازیں پڑھتے ہوئے، روزے رکھتے ہوئے، حج کرتے ہوئے تفرقہ پیدا ہو گیا، تفرقہ خاندانوں کو تباہ کر دیتا ہے جماعتوں کو تباہ کرتا ہے، ملکوں اور قوموں کو تباہ کر دیتا ہے، اس لئے فرمایا واولٰئک لھم عذاب الیم، یہ عذاب الیم ہے جو تباہی و بربادی کی صورت میں رونما ہوتا ہے قوم میں وعظ کرنے والے بھی ہوتے ہیں، نمازیں پڑھنے والے اور روزے رکھنے والے بھی ہیں لیکن تفرقہ کی وجہ سے بربادی پیدا ہوتی ہے۔

اتحاد قومی رحمت الٰہی کا موجب ہے

یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ وہ دن آئیگا کہ بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض سیاہ۔ فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم وہ جن کے چہرے سیاہ ہونگے ہم ان سے پوچھیں گے کہ تم میں رسول آیا، خدا کی کتاب آئی۔ پھر تم نے ایمان لانے کے بعد تفرقہ کیا، فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون پس اپنے اس کفران نعمت کی وجہ سے عذاب کو چکھو واما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمۃ اللہ ھم فیھا خالدون۔ جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے انہوں نے خدا کی رحمت کے اندر ڈیرہ لگا لیا، اور وہ اسی میں رہیں گے۔ تلک آیٰت اللہ نتلوھا علیک بالحق سن لو یہ خدا کے احکام ہیں جو حق و حکمت پر مبنی ہیں تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں وما اللہ یرید ظلماً للعٰلمین ... ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

جماعت ملتان کے چندہ ماہوار میں یکصد کی بیشی

ایک قابل تقلید مثال

مکرم جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی مبلغ اسلام ملتان اطلاع دیتے ہیں کہ شروع سال ۱۹۵۳ء سے چندہ جماعت میں مبلغ -/۱۰۰ روپے کی بیشی ہوئی ہے دفتر جناب شیخ صاحب ممدوح کی مساعی کا بھی شکر گزار ہے اور معطی حضرات کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے اللہ تعالےٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ اگر سب جماعتوں میں ایسا اہتمام ہو جائے کہ خواتین بھی چندہ میں شرکت کریں اور جو احباب چندہ ادا نہیں کر رہے وہ بھی ادا کرنے لگ جائیں تو چندہ میں معتد بہ اضافہ ہو سکتا ہے۔ ذیل میں ہم شکریہ کے ساتھ ان نئے معطی حضرات کے اسمائے گرامی مع رقوم کے درج کرتے ہیں:-

۱- بیگم شیخ میاں محمد سعید صاحب۔ پبلک ملز سٹور ریلوے روڈ ملتان ——— ۲
(۲) بیگم شیخ میاں نثار احمد صاحب۔ پبلک ملز سٹور ریلوے روڈ ——— ۱
۳- بیگم صاحبہ شیخ میاں عطاء اللہ صاحب ——— ۵
۴- بیگم صاحبہ شیخ میاں فضل الرحمان صاحب کارخانہ محمد حسن مولا بخش ——— ۱۰
... اپنا چندہ لائلپور کی جماعت میں ادا ہوتا ہے
۵- بیگم ... رشید احمد صاحب ——— ۵
۶- بیگم ... مختار احمد صاحب ——— ۵
۷- ... میاں ... احمد صاحب ——— ۲۰
۸- شیخ میاں ... احمد صاحب ——— ۵
۹- احمد ... صاحب نوم بائع ——— ۸
۱۰- ایس۔ ایم افضل صاحب کالونی ٹیکسٹائل ملز اسماعیل آباد۔ نوٹ:- آپ شیخ طفیل صاحب (دوکنگ) کے بھائی ہیں۔ ——— ۱۰
۱۱- کریم حیدر صاحب ڈیامور نوم بائع ——— ۱
۱۲- حافظ نذر محمد صاحب ” ——— ۱
۱۳- چودھری غلام احمد صاحب پہلے -/۵ دیا کرتے تھے، اب -/۱۰ دیتے ہیں -/۵ ازاد کیا ——— ۵
۱۴- عبید اللہ پسر مولوی عبد القادر صاحب مبلغ انجمن ——— ۱
۱۵- حافظ عبد الرحمان صاحب پسر مولوی عبد الرحمان صاحب مبلغ انجمن ——— ۸
۱۶- شیخ میاں عبد الرحمان صاحب کارخانہ کپاس بریج کنڈ روڈ ——— ۲۰

——— ۱۰۰

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اور علماء کی مخالفت

تقریر چوہدری فضل الرحمٰن صاحب ساماتوی بر موقعہ جلسہ سالانہ

دشمنِ حق گر کوئی دیکھا نہ ہو اے ناظرین
اک نظر ملّاں کو دیکھو دور مت جاؤ کہیں
دیکھ کر صد ہا نشاں اب تک بھی جو سمجھا نہیں
آسماں بارد نشان الوقت میگوید زمیں
شد ظہور وعدہ ہائے انبیاء و مرسلیں

حضرات! آج کل دیریہ ہندو نواز طبقہ نے کفر دوستی کے باعث اپنے کھوئے ہوئے وقار کو قائم کرنے کے لئے سلسلہ عالیہ احمدیہ اور اس کے بانی کے خلاف جو طوفان بے تمیزی برپا کیا ہوا ہے وہ کوئی نیا نہیں ہے۔ بلکہ موجود الوقت تمام الہامی کتب اور تمام مذاہب کی تاریخوں سے جو آجکل دستیاب ہو سکتی ہیں یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح ثابت ہوتی ہے کہ جب بھی کوئی مصلح نسلِ انسانی کی ہدایت اور تزکیہ نفس کے لئے منجانب اللہ مامور ہو کر آیا تبھی حق و صداقت کے دشمن اور تاریکی کے فرزند ہوس اقتدار کے متوالے تکبر و انانیت کے مجسمے جبہ و دستار سے آراستہ ہو کر اس نورانی انسان کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور انا خیر منه کی ڈینگ مار کر فرستادہ خدا کے مشن کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ بطور قاعدہ کلیہ اور سنت لاتبدیل کے ارشاد فرماتا ہے کہ یٰحسرة على العباد ما يأتيهم من رسول الا كانوا به يستهزؤن۔ یعنی بندوں کے حال پر افسوس ہے کوئی فرستادہ حق ایسا نہیں آیا جس کی ہنسی نہیں اڑاتے۔ اور ان لوگوں کے تمسخر اڑانے کی وجہ قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ افكلما جاءكم رسول بما لا تهوى انفسكم استكبرتم ففريقًا كذبتم وفريقًا تقتلون۔ پس کیا جب کوئی رسول تمہارے پاس آیا جو تم نہیں چاہتے تھے تو تم اکڑ بیٹھے پس ایک فریق کو تم نے جھٹلایا اور ایک فریق کو تم قتل کرتے ہو۔ یہ مامور من اللہ خواہ وہ نبی ہو یا مجدد مبعوث ہو کر دنیا والوں کو ان کی خود ساختہ اور مہلک رسومات و بدعات کی ظلمتوں سے نکال کر صراطِ مستقیم اور جادۂ صواب پر چلانا چاہتا ہے مگر یہ شپرہ چشم بجائے اس کی آواز پر لبیک کہنے کے اس کی تکفیر و تکذیب پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ ان واقعات سے قرآن پاک بھرا پڑا ہے جس کی تفصیل بیان کرنے کے لئے یہ قلیل وقت متحمل نہیں ہو سکتا۔ بطور نمونہ چند واقعات پیش کرتا ہوں:۔

حضرت آدم علیہ السلام کو جب اللہ تعالےٰ نے خلیفة الله على الارض بنایا تو اس کے مقابلہ میں ایک علم و فضل کا مدعی انا خير منه کہہ کر کھڑا ہو گیا۔ اسکو معلم الملکوت ہونے کا دعوےٰ تھا جب اللہ تعالےٰ نے اسے فرمایا کہ ما منعك الا تسجد اذ امرتك تو اس کا جواب یہی تھا کہ انا خير منه میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ خلقتني من نار وخلقته من طين۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا۔ اور اسے مٹی سے چونکہ آگ کو مٹی پر فضیلت ہے اس لئے میں کب اس کی اطاعت کر سکتا ہوں جو مجھ سے کمتر ہے غرضیکہ اس نے ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ ہونا منظور کر لیا مگر اَبا و استکبار کی وجہ سے ایک مامور من اللہ کی اطاعت قبول نہ کی۔ مولویوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے واقعات میں لکھا ہے کہ ابلیس بڑا عابد و زاہد تھا اور اس نے چپہ چپہ پر سجدہ کیا تھا اور علم کے لحاظ سے وہ فرشتوں کا استاد تھا اگر اسکو درست مان لیا جائے تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ایک فرستادہ کے مقابلہ میں نہ اس کا علم کام آیا اور نہ اس کی عبادت جیسا کہ کسی نے کہا ہے کہ ؎

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مصلحین ربانی کا انکار کرنے والے جن وجوہات سے انکار کرتے ہیں ان میں بڑی وجہ اپنے علم پر گھمنڈ اور اپنی فضیلت پر ناز ہوتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ میں بھی ان کے منکرین کا جواب ان الفاظ میں موجود ہے کہ:۔
ما نراك الا بشرا مثلنا وما نراك اتبعك الا الذين هم اراذلنا بادي الرأي وما نرى لكم علينا من فضل بل نظنكم كاذبين۔
یعنی تو تو ہماری طرح ایک آدمی ہے اور جو تیرے ماننے والے ہیں وہ بادی النظر میں کمینے اور ذلیل ہیں اس لئے ہم تجھ میں اپنے پر کوئی بڑائی نہیں پاتے بلکہ تجھ کو ہم یقینًا جھوٹا جانتے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم کے مولویوں نے یہی جواب دیا کہ انا لنراك في سفاهة وانا لنظنك من الكاذبين۔ کہ ہم تجھ کو محض بیوقوف اور جاہل سمجھتے ہیں بلکہ ہمارا فتوےٰ ہے کہ تم کاذب ہو۔

بائیکاٹ کا حربہ بھی آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے خلاف کوئی چودھویں صدی کے مولویوں کی ایجاد نہیں بلکہ منکرین کا یہ بہت پرانا ہتھیار ہے جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے حضرت شعیب علیہ السلام نے جب قوم کو حق کی طرف دعوت دی تو اس کے سرداروں نے جو مفتی اور مولوی تھے یہی فتوےٰ دیا کہ لنخرجنك يا شعيب والذين آمنوا معك من قريتنا او لتعودن في ملتنا

یعنی اے شعیب ہم تجھ کو اور تجھ پر ایمان لانے والوں کو کلی مقاطعہ کر کے اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے عقاید باطلہ کی طرف لوٹ آؤ گے۔ پس آج جماعت احمدیہ کے کلی مقاطعہ کا مطالبہ کرنے والے مولوی غور کریں کہ وہ کن کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

مصلحین ربانی اور ان کے ماننے والوں کو قتل کی دھمکیاں دینا اور ان کے مارنے کے منصوبے سوچنا بھی انکار کرنے والوں کا پرانا شیوہ ہے چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے مخالف مولویوں نے یہی کہا تھا کہ لئن لم تنته يا نوح لتكونن من المرجومين۔ اے نوحؑ اگر تو اس کام سے باز نہ آئیگا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اسی طرح حضرت موسےٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے جادوگروں کو یہ دھمکی دی گئی لاقطعن ايديكم وارجلكم من خلاف ثم لاصلبنكم اجمعين فرعون نے کہا کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹی جانب سے کاٹوں گا اور پھر تم سب کو صلیب پر چڑھاؤں گا۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قرآن کریم نے جن اقوام گذشتہ کے واقعات کو بیان فرمایا ہے ان سب میں عمومًا اور بنی اسرائیل کے واقعات میں خصوصًا بطور پیشگوئی ان واقعات کو دوہرایا گیا ہے جو مسلمانوں کو زمانہ مستقبل میں پیش آنے والے تھے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

خوشتر آں باشد کہ سرّ دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

اللہ تعالےٰ اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے کہ تلك الايام نداولها بين الناس یعنی زمانہ کے واقعات کو ہم لوگوں کے سامنے دہراتے رہتے ہیں اور ایک مشہور ضرب المثل ہے کہ تاریخ اپنے واقعات کو دوہراتی ہے مگر افسوس کا مقام ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا وارث ہونے کے دعویداروں نے قرآن کریم میں بیان کردہ اقوام گذشتہ و منکرین انبیاء کے واقعات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا حالانکہ وہ بطور درس عبرت اور بہ رنگ نصیحت بیان کئے گئے ہیں۔ یہ تو مختصر خاکہ ہے اس سلوک کا جو منکرین نے انبیاء سے کیا لیکن جب تکمیل دین اور اتمام شریعت کے بعد کسی اور دین یا شریعت کے آنے کی ضرورت نہ رہی اور ختم نبوت کے بعد کسی نبی کے آنے کی بھی حاجت نہ رہی تو اللہ تعالےٰ نے سلسلہ انبیاء کے قائم مقام سلسلہ خلفاء و مجددین جاری فرمایا۔ تا کہ مرورِ زمانہ کے بعد جو غلطیاں رونما ہوں ان کی اصلاح ہوتی رہے جس کا ثبوت قرآن کریم میں سورۂ نور کی آیت استخلاف اور حدیث مجدد سے ملتا ہے۔ امت محمدیہ میں خلفاء و مجددین و اولیاء کی آمد کی علت غائی یہی تھی کہ دین میں جو رسومات و رواجات و بدعات شامل کر دی ہیں ان کو نکال کر دین کو اصلی و خالص شکل میں پیش کیا جائے اور چونکہ مسلمانوں کے بگڑنے کا یقینی خطرہ درپیش تھا اس لئے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ ولا يكونوا كالذين اوتوا الكتاب من قبل فطال عليهم الامد فقست قلوبهم وكثير منهم فاسقون یعنی مسلمان ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی جب ان پر مدت دراز گذر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر فاسق ہو گئے اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو یہ درس دیا گیا ہے کہ جس طرح مرورِ زمانہ کے بعد پہلے اہل کتاب اور انبیاء کی قومیں بگڑ گئی تھیں اور ان کے دل سخت ہو گئے تھے ایسا نہ ہو کہ مسلمان بھی امم سابقہ کے نقش قدم پر چل کر بگڑ جائیں دوسری طرف حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ لتتبعن سنن من

قبلکم شبرا بشبر و ذراعا بذراع۔ یعنی تم پہلی امتوں کی پوری پوری پیروی کروگے صحابہ رض نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلعم کیا پہلی امتوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں حضور صلعم نے فرمایا کہ اور کون۔ اگر میں اپنی طرف سے اس حدیث کی تشریح کروں تو کسی مخالف کو اس کی قبولیت میں تردد ہوسکتا ہے اس لئے میں

جماعت احمدیہ کے مخالف علماء کی شہادت

پیش کرتا ہوں تاکہ ان کو انکار کی گنجائش نہ رہے۔ موجودہ تحریک میں مسٹر اختر علی خاں صاحب معہ اپنے والد بزرگوار کے پیش پیش ہیں اس لئے سب سے پہلے انہی کی گواہی ملاحظہ ہو مولانا ظفر علی خانصاحب اپنے اخبار زمیندار ۱۸ر ستمبر ۱۹۲۵ء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی مسلمانان ہند کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ

(۱) "تم کہلاتے تو میری امت ہو مگر کام یہودیوں بت پرستوں کے کرتے ہو تمہارا پیشہ وہی ہورہا ہے جو عاد اور ثمود کا تھا .... تم میں سے اکثر ایسے ہیں جو میری توہین کرتے ہیں"

(۲) "بدقسمتی سے بعض درویش اور رہبان ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو علمائے یہود کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں" (زمیندار ۱۵ جون ۱۹۲۵ء)

(۳) "تم نے آج تک یہودیت کی راہ اختیار کی اور اسی پر چلے" (زمیندار ۲۱ جولائی ۱۹۱۵ء)

(۴) "خدا تعالےٰ کا وہ وعید کا حکم جو یہود کے لئے عقاب ان پر (مسلمانوں پر) چسپاں ہوگیا ہے" (زمیندار ۱۰ جولائی ۲۹ء)

مولانا عبداللہ صاحب ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر کی شہادت:-

(۵) "اس مرض کا حدوث آج سے نہیں بلکہ آج سے بہت عرصہ پہلے شروع ہوچکا ہے مسلمانوں نے پہلے انفرادی زندگی میں یہود و نصاریٰ کی اتباع کی اور اب اجتماعی زندگی میں کرنے لگے" (وکیل ۱۵ر جون ۲۷ء)

(۶) ایڈیٹر اخبار اہلحدیث مولوی ثناء اللہ صاحب کی شہادت:-

"قرآن مجید میں یہودیوں کی مذمت کی گئی ہے کہ کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے افسوس ہے کہ آج ہم اہلحدیثوں میں بالخصوص یہ عیب پایا جاتا ہے" (اہلحدیث ۱۹ر اپریل ۱۹۰۷ء ص ۹)

(۷) "جو آیت یہود کے حق میں تھی تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتیٰ وہی ہمارے حق میں ہے"

(اہلحدیث ۳ر ستمبر ۱۹۰۷ء ص ۶)

(۸) ایڈیٹر صاحب اخبار البشیر اٹاوہ کی شہادت:-

"بوقت بعثت پیغمبر آخر الزمان کے عیسائیوں اور یہودیوں میں جو فرقہ بندی تھی ان کی تاریخ اٹھا کر پڑھو اور پھر آج کل کے علمائے اسلام کا ان سے مقابلہ کرو تو صاف طور سے ثابت ہوجاتا ہے کہ آج بہت سے علمائے اسلام کی جو حالت ہے وہ فوٹو ہے اس زمانہ کے علماء یہود و نصاریٰ کا" البشیر اٹاوہ ۵ر ستمبر ۲۵ء)

(۹) جناب ایڈیٹر صاحب اخبار وطن کی شہادت:-

"بدنصیبی سے جو حال یہود کا ...... آج سے تیرہ سو سال قبل تھا تقریباً وہی آج مسلمانوں کا ہے عوام کالانعام کا تو ذکر ہی کیا ہے خود مقتدائے قوم طبقہ مسلمانوں کا بھی نفاق اور فروعی تنازعات پر مٹا ہوا ہے اکثر ہمارے علماء کی سعی وہمت جدھر زیادہ ہونی چاہیئے کم ہے اور جدھر کم ہونی چاہیئے زیادہ ہے۔ کورانہ تقلید زیادہ ہوگئی ہے اور ہر ایک جگہ علماء کا طبقہ یہی کہتا سنائی دیتا ہے کہ جو کچھ اسلاف لکھ گئے وہ ہمارے لئے بس ہے شریعت ختم ہے آزاد سلف پرستی بعینہٖ یہود کا شعار تھا جب ان کا نہ سنا گیا تو ہم مسلمانوں کا کیونکر پذیرا ہوسکتا ہے"

(اخبار وطن ۵ جولائی ۱۹۰۶ء ص ۱۱)

ایک طرف قرآن مجید نے مسلمانوں کے بگڑنے کا تذکرہ فرمایا اور دوسری طرف احادیث نبویہ سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ آخری زمانہ میں مسلمان یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلیں گے ادھر مسلمانوں نے اپنے افعال سے اس کی تصدیق کردی اور علمائے عظام نے اس کی صداقت پر اپنی مواہیر ثبت کر کے چار چاند لگا دیئے اب اس میں شک شبہ کی گنجائش ہی کوئی نہ رہی۔ اہل کتاب کی بہت سی برائیاں اللہ تعالےٰ نے بیان فرمائی ہیں ان کی تفصیل کو نظر انداز کرتے ہوئے میں اس وقت یہود کی ایک برائی کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں وہ ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی تکفیر و تکذیب اور ان کے قتل کے منصوبے اور بائیکاٹ وغیرہ جس کا مختصر تذکرہ میں پہلے کرچکا ہوں اب دیکھنا یہ ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کے جو مثیل بصورت خلفاء و مجددین و اولیاء امت محمدیہ میں آئے ان کے ساتھ ان کے زمانہ کے علماء اور مفتیوں نے کیا سلوک کیا۔ اس کی تفصیل بیان کرنے کیلئے گھنٹے تو کیا جیتے بھی کفایت نہیں کرتے ابھی حال ہی جناب مولانا عبدالمجید صاحب سالک کی طرف سے روزنامہ آفاق کی دو اشاعتوں میں اسی موضوع پر سیر کن بحث شائع ہوچکی ہے میں صرف اس قدر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحلت فرمانے کے بعد اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے سے قبل جس قدر خلفاء و اولیاء امت محمدیہ کی رہنمائی کے لئے تشریف لائے ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں گذرا جس کے ساتھ مولویوں نے اچھا سلوک کر کے اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہو۔

یہ کون نہیں جانتا کہ نواسۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت پر ۳۰۰ مولویوں نے فتوے دیا حضرت امام جعفر صادق کو قتل کردینے کا منصوبہ کیا گیا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو معاذاللہ جاہل، بدعتی، زندیق کا لقب دے کر اسلام سے خارج قرار دیا گیا مشرک۔ شیطان کا سینگ۔ مخالف قرآن اور باغی بتلایا گیا رذیل اور منحوس وغیرہ ناپاک الفاظ آپ کے خلاف استعمال کئے گئے آپ کی تاریخ ولادت سگ بتا کر تحقیر کی گئی مفصل دیکھنا ہو تو الجرح علی ابی حنیفہ مصنفہ مولوی ابوالقاسم بنارسی کا مطالعہ کریں۔ اسی پر بس نہ کرتے ہوئے آپ کو قید میں رکھا گیا اور بے خبری میں زہر دے دی گئی مفصل دیکھو رسالہ تائید حق مصنفہ مولوی حسن علی صاحب و سیرۃ النعمان مصنفہ مولانا شبلی مرحوم و تاریخ الخلفاء ص ۱۱۔ ستم بالائے ستم یہ کہ یہ ناگفتہ بہ مظالم اور وحشیانہ سلوک کرنے پر بھی "مولوی" نے بس نہ کی بلکہ لکھا ہے کہ:-

"شاہ اسمٰعیل قبر ابوحنیفہ کوفی راکہ در بغداد بود
کند و عظام او را بسوخت و سگے را بجائے او
دفن نمود و آں موضع را مزبلہ اہل بغداد ساخت"

محترم جناب چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ نے اپنے ایک باطل شکن مضمون میں اس واقعہ کا تذکرہ فرمایا تو تین چار ملاؤں نے مجھے کہا کہ یہ انہوں نے غلط بیانی کی ہے اس قماش کے تمام لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اس عبارت کو نوٹ کریں اور مفصل اگر دیکھنا چاہیں تو اخبار الہلال کلکتہ جلد نمبر ۳ نمبر ۲۲ مؤرخہ ۲۶ر نومبر ۱۹۱۳ء ص ۱۶ کو پڑھیں نیز

تا سیاہ روئے شود ہر کہ در و غش باشد

یہ اخبار کسی لامذہب یا علم دین سے بے خبر کا نہیں بلکہ مولانا ابوالکلام آزاد کا ہے۔ اس لئے کانگریسی ملاؤں کے لئے تو اس سے بڑھکر اور ثبوت ہی کیا ہوسکتا ہے۔

اسی طرح حضرت امام محمد بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کو اضر من ابلیس اور رافضی کہا گیا بالآخر یمن سے دارالسلام کی طرف جلاوطن کردیا گیا تذکرۃ الاولیا ص ۹ والدر فی سلک السیر ص ۱۹۷

پھر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اس سختی سے بائیکاٹ کیا گیا کہ پچیس سال جمعہ و جماعت کے لئے باہر نہ نکل سکے۔ درّے مارے گئے قید رکھے گئے مشکیں اس زور سے کسیں کہ ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا۔ اونٹ پر چڑھا کر کے تشہیر کی گئی۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو قید کیا گیا چار بوجھل بیڑیاں پاؤں میں ڈال کر بغداد سے طرطوس لے جانے کے لئے بغیر کسی امداد کے اونٹ پر سوار ہونے کو کہا آپ سوار ہوتے اور گر پڑتے۔ مختلف تازہ دم جلادوں سے پوری طاقت کے ساتھ دو دو درّے لگوائے گئے۔ رمضان المبارک میں بھوکا اور پیاسا رکھا گیا۔ مفصل دیکھنا ہو تو تذکرہ مصنفہ مولانا ابوالکلام صفحہ ۱۱۲ تا ۱۲۰ دیکھیں۔

حضرات یہ سلوک تو چاروں اماموں کے ساتھ ان کے زمانہ کے مولویوں کا تھا اب آیئے میں آپ کو اس زمانہ کے علماء کی تہذیب و شرافت کا نمونہ دکھاؤں کہ ان کا ان چاروں اماموں کے پیروؤں کے متعلق کیا فتوے ہے سنئے ارشاد ہوتا ہے کہ:-

"چاروں اماموں کے پیرو اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور چشتیہ قادریہ۔ نقشبندیہ و مجددیہ سب کافر ہیں"

جامع الشواہد ص ۲ بحوالہ کتاب اعتصام السنۃ مطبوعہ کانپور ص ۹۸۔

(باقی دارد)

ایماندار مسلم

بمبئی کے ایک ہندی ہفتہ وار میں وشوانا تھ نامی کسی ہندو کے قلم سے ذیل کا مراسلہ نکلا ہے جو اور معاصرین میں بھی نقل ہوا ہے:- "میں اپنے بھائی کی شادی کے لئے ۹۰۰ کے نوٹوں کا بنڈل لیکر سامان خریدنے بازار چلا جب صراف کی دوکان پر پہنچا تو وہ بنڈل ندارد تھا میں بڑا گھبرایا۔ اور اس کی تلاش میں پیچھے لوٹا۔ کچھ دور چل کر ایک مسلمان ملا۔ اور اس نے کہا یہ لیجئے اپنا بنڈل اور آپ پریشان نہ ہوئیے۔ جب یہ گرا تھا جبھی میں نے دیکھ لیا اور میں آپ کو پکارتا رہا لیکن آپ جلدی میں آگے بڑھ گئے اور میری دوکان پر کوئی تھا نہیں۔ اس لئے میں اسے خالی چھوڑ نہ سکا آپ کو کئی آدمیوں سے پوچھا۔ کوئی آپ کو نہ جانتا تھا۔ اب دوکان پر میرا لڑکا آگیا تو میں آپ کے کھوج میں چلا۔ آپ نہ ملتے تو یہ ۹۰۰ کی رقم میں خیرات کر ڈالتا۔ اس مسلمان نے اپنا نام محمد اسمٰعیل خاں بتایا۔"

یقیناً اس معمولی دوکاندار نے اسلام کی وہ تبلیغ کردی جو بڑے بڑے واعظ و مقررین بھی نہیں کرپاتے اور یقیناً اس نے کچھ غیر مسلموں کے دل تو اسلام کی طرف کھینچ ہی لئے ـــــ سچا ایمان اور خوف خدا بھی کیا چیز ہے! کیسے کیسے امتحانوں کے وقت بھی بندۂ مومن کو کس طرح ثابت قدم رکھتا ہے! دین پرانے بزرگوں کے قصے آپ سنتے ہیں کہ انہوں نے ہندوستان کی اتنی بڑی آبادی کو مسلمان کر لیا۔ ان کے پاس بھی ایک دولت تھی۔ نہ کہ مرصع تحریریں!

(صدق جدید)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تار کا پتہ ۔ تبلیغ لاہور

فون نمبر ۳۷۴۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار
آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے ۔ چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۔/۱۲/۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر
محمد دوست

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۴۱ | لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۴ جمادی الاول ۱۳۷۲ھ ۔ ۲۱ جنوری ۱۹۵۳ء | نمبر ۳

سالانہ دستکاری کی نمائش

بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم مغفور

سالِ گذشتہ کی طرح اس سال بھی دستکاری کی نمائش کا انتظام میں نے محترمہ عزیزہ شہزادہ بیگم صاحبہ کے سپرد کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزا ئے خیر دے کہ وہ ہمیشہ سے اس کام میں دلچسپی لیتی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اس سال دستکاری بہت ہی برائے نام ۔ لاہور سے صرف ہمارے گھر کی دستکاری وقت پر پہنچی اور معقول تھی ۔ باہر سے بھی بہت کم آئی اور زیادہ تر عین وقت پر آئی ۔ میری نہایت عزیزہ بیگم سلیم احمد صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آیندہ سیالکوٹ کی دستکاری وقت پر پہنچانے کی کوشش کریں گی اور خود بھی مدد دیں گی ۔ مولا کریم ان کو بیش از بیش نیکی کی توفیق دے ۔

میری انہی عزیزہ بیٹیوں نے ایک بہت اچھی مثال قائم کی کہ اونی گرم سوٹ اپنے بچوں کے ناپ کے بنا کر دستکاری میں دیئے ۔ اور خود ہی خرید لئے ۔ اور ہمیں فروخت کرنے کی تکلیف سے بچا لیا ۔ اگر اور بہنیں بھی ان کی تقلید کریں تو ہم خرما و ہم ثواب ہوگا ۔

میں ایک خاص امر کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتی ہوں وہ یہ کہ اکثر بہنوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے دستکاری پیش کریں ۔ میرے دل میں ان کے جذبۂ اخلاص کی بیحد قدر ہے ۔ مگر اس طرح بہت گڑبڑ ہو جاتی ہے ۔ نہ رجسٹر میں نمبروار درج ہوتی ہے اور نہ ہی قیمتیں باقاعدہ لگتی ہیں ۔ اور زنانہ جلسہ ہو جانے کے بعد تو جو بھی دستکاری آئے اس کے فروخت میں دشواری پیش آتی ہے ۔ بعض وقت تو لاگت سے بھی کم قیمت پر چیز دینی پڑتی ہے ۔ اس لئے سب معزز بہنوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنی اپنی دستکاری جلسہ خواتین سے چند دن قبل پہنچا دیا کریں تو نمائش کی رونق بڑھ جائے گی ، اور نفع بھی زیادہ ملے گا ۔

کئی بہنوں نے دستکاری میں نقد روپیہ دیا ہے کہ وہ کسی باعث کوئی چیز نہ بنا سکیں ۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے اور دیگر بہنوں کو بھی توفیق دے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو نبھاتے ہوئے ہر دنیوی مناقشات پر خدمت دین کو ترجیح دیں ۔ اب ان بہنوں کے اسمائے گرامی لکھتی ہوں جنہوں نے میری معرفت نقد روپیہ دیا ہے ۔ چندہ سالانہ دینے والی بہنوں کی خدمت میں دفتر سے بھی رسیدات بھیجی جائیں گی ۔ اگر سہواً کسی بہن کا نام رہ گیا ہو تو مطلع فرمائیں کہ جمع شدہ روپیہ فہرست سے بڑھ گیا ہے ۔ شاید کوئی نام رہ گیا ہے ۔ دستکاری کی نمائش میں فروخت شدہ اشیا کی رقم اسکے علاوہ ہے ۔

نقد چندہ دستکاری

نام	رقم
بیگم قیوم صاحبہ	۱۰
بیگم عطاء الرحمٰن صاحبہ	۱۰
بیگم رشید صاحبہ	۵
بیگم محمد طفیل صاحبہ	۵
بیگم عبدالرحمٰن بیگ صاحبہ	۵
بیگم پروفیسر عبدالرحمٰن صاحبہ	۱۰
میزان	۴۵

چندہ سالانہ

نام	رقم
از طرف مرحومہ مغفورہ اہلیہ محمد بخش صاحب	۱۰۰
بیگم بابو غلام الدین صاحب	۵
بیگم شمس صاحب لاہور	۲۰
بیگم شفیق احمد صاحب سیالکوٹ	۱۳
بیگم شاہ نواز صاحب ۔ لاہور	۳۵
بیگم سلیم احمد صاحب سیالکوٹ	۱۲
دختر مرزا مظفر بیگ صاحب لائل پور	۱۰
بیگم سید مصطفےٰ شاہ صاحب لاہور	۵
بیگم رشید صاحب سیالکوٹ	۵
بیگم حمید صاحب سیالکوٹ	۱۲
بیگم عطاء الرحمٰن صاحب	۵
بیگم محمد فاضل صاحب	۴
بیگم غضنفر علی صاحب ۔ دہلی	۵
میزان کل	۲۳۵

حضرت امیر مرحوم کی خواہش کا اظہار خواب میں

بخدمت سیکرٹری صاحب ! السلام علیکم ۔ لف ہذا ایک خط آمدہ از پنڈی ارسال کر رہا ہوں ۔ یہ خط قبلہ میاں صاحب (حضرت صاحب صدر) کی خدمت میں مسٹر فضل الحق صاحب کی طرف (*) سے تھا ۔ چونکہ ہمیں ان کا ایک خواب درج ہے ۔ اسلئے اس خط کو اشاعت کیلئے بحکم میاں صاحب آپکی طرف واپس کیا جا رہا ہے ۔ خیر اندیش اولاد محمد

بخدمت اقدس جناب پریذیڈنٹ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔

خدا کرے کہ آپ بخیریت ہوں ۔ پچھلے ہفتے ایک خواب دیکھا ہے جس کو میں نے ضروری سمجھا کہ آپ کی خدمت میں لکھ بھیجوں ۔ خواب یوں تھا کہ حضرت امیر مرحوم لاہور والی مسجد میں خطبہ دے رہے ہیں ۔ لوگ سامنے کرسیوں وغیرہ پر بیٹھے ہوئے خطبہ سن رہے ہیں ۔ ان لوگوں میں انگریز لوگ بھی بیٹھے ہیں میں بھی حضور کے پاس بیٹھا ہوا ہوں آپ اپنی تقریر میں جماعت کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں ۔ دیکھو حکومت پاکستان عنقریب یہ قانون نافذ کرنے والی ہے کہ کسی طالبعلم کو اس وقت تک سند نہیں ملیگی جب تک وہ قرآن سے واقف نہ ہوگا ۔ اور اس سلسلے میں حکومت نے ایک دو گورنروں کو ہدایات بھی دی ہیں ۔ اسکے بعد حضور نے جماعت سے پوچھا کہ تم نے میرے بعد اب تک کوئی قرآن دان پیدا کیا ہے جو علم قرآن کا ماہر ہو ۔ اور ساتھ ہی انہوں نے قرآن کے چند مفسرین کے نام لیکر بتایا ۔ کہ ان لوگوں نے بھی قرآن مجید کا ترجمہ اس وقت کیا جبکہ وہ قرآن کی زبان سے اچھی طرح واقف تھے اور قرآن کو سمجھتے تھے ۔ میں حضور کے یہ الفاظ سن کر جماعت کی طرف دیکھنے لگا کہ وہ حضور کو کیا جواب دیتی ہے مگر جماعت خاموش تھی پھر آپ نے فرمایا کہ اگر جماعت نے کوئی ایسا آدمی جو قرآن دان ہو پیدا نہ کیا تو جماعت کا کام بند ہو جاویگا ۔ اور آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہو رہا تھا کہ آپ ہمیشہ ہمارے ساتھ نہیں رہینگے اسکے بعد حضور نے مسجد میں ٹہلنا شروع کر دیا ۔ بس ۔ میں نے اسلئے اس خواب کو لکھنا ضروری سمجھا کہ امیر مرحوم علیہ الرحمۃ نے جو قوم سے مطالبہ کیا ہے قوم اس سے آگاہ ہو جائے ۔ میں یہاں راولپنڈی میں بڑی کا کام کرتا ہوں ۔ میرے لئے دعا فرما دیں ۔ میں بابو فضل الحق صاحب منشی حلیم کا صاحبزادہ ...

حضرت صاحب صدر کا ایک دلگداز مکتوب

حافظ محمد حسن صاحب چیمہ کے نام

مولانا دوست محمد صاحب ۔ السلام علیکم

حضرت صدر صاحب کا یہ مکتوب میرے نام ہے ۔ اس میں بعض نہایت بلند پایہ باتیں لکھی ہوئی ہیں جو قارئین پیغام صلح کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوں گی ۔ آپ صدر صاحب کی اجازت سے جس کے لئے میں نے انہیں علیحدہ چٹھی لکھی ہے اسے شائع کر دیں ۔

فقط آپ کا محمد حسن

مکرمی محترمی میرے پیارے حافظ صاحب ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

آپ کی چٹھی مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۵۳ء مجھے کل ملی ۔ مجھے یہ پڑھ کر کہ آپ بھی دل کی بیماری میں مبتلا ہیں بیحد چوٹ لگی ۔ لیکن پیارے حافظ صاحب موجودہ مشین ایج Machine Age کی کیا بیماریاں ہیں ۔ جن کی وجہ سے انسان اپنے سفر کو باعمل بنانے کے لئے کوشش کرنا چھوڑ دیتے ہیں ۔ آئے دن آپ دیکھتے ہیں ۔ کہ اچھا بھلا تاجر آدمی بعض وقت تجارت کے سفر میں ہی اپنے مولا سے جا ملتا ہے اور آئے دن زندگی میں ایسے حادثات پیش آتے ہیں ۔ وکلا صاحبان کو ایک معمولی سے کیس کو پیش کرنے میں تلملاتے پڑتے ہیں اور بعض دوست ان ہی تلملاتے میں جرم کو پا لیتے ہیں ۔ بڑے بڑے ڈاکٹر اپنی پریکٹس کرتے کرتے اور بعض دفعہ اپریشن پر کام کرتے ہوئے راہی ملک بقا ہو جاتے ہیں یہ تو دنیاداروں کی باتیں ہیں ۔ اب رہا دین داروں کا معاملہ ۔ حضرت مسیح موعودؑ کہ جن کو میری آنکھوں نے دیکھا ہے ۔ لاہور میں اپنی مشن کے ضروری کام کے لئے آتے ہیں ۔ اور یہاں سے ہی حضور کی میت قادیان پہنچتی ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس سال اپنی قوم کو لئے ہوئے پھرتے رہے اور اسی سفر میں وہ اپنے پیارے سے جا ملے ۔ رسول خدا صلعم کی حیات کے آخری ایام بھی اسی قسم کا نظارہ پیش کرتے ہیں ۔

پس جبکہ مختلف قسم کی موجودہ بیماریوں اور ان کے علاج کے باوجود لوگ اپنی دنیا دی مصروفیتوں کو بھی لئے چلے جاتے ہیں اور دوسری طرف مقدسین کا ایک بہت بڑا عظیم الشان گروہ بھی یہ جانتے ہوئے بھی کہ موت کے منہ میں جا رہا ہے اپنے اصل کام سے نہیں رکتا ۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے بعید نہیں کہ وہ آپ کی اس دل کی بیماری کے باوجود آپ سے عظیم الشان کام لیوے ۔ یہ مشینری ایج کا دور ہے جس میں ہر وقت انسان خواہ وہ دنیا دار ہو خواہ دین دار ہو موت اور حیات کے مقابلہ میں لگا چلا جا رہا ہے ۔ سو ان حالات میں آپ کو اپنی دل کی بیماری کا فکر نہ کرنا چاہیئے ۔ بلکہ یقین کامل سے سمجھ لینا چاہیئے کہ اصل فکر تو آپ کو نہیں بلکہ اسکو ہے جس کو اپنے پیارے مشن کی خدمت کا کوئی کام لینا ہے ۔ یہاں مجھے شروع میں آپ کی چٹھی پڑھتے ہوئے کچھ بے چینی سی ہوئی لیکن جہاں بے چینی پیدا ہوتی ہے وہاں خدا پردہ غائب سے اپنے مشن کی امداد کے لئے فرشتوں کے ذریعہ سے اپنے پیارے بندوں کے دلوں میں ایک تحریک پیدا کر دیتا ہے ۔ اور وہ اپنے مشن کے کام میں جہاں خود کاہل نہیں ہوتے اور نہ گھبراتے ہیں وہاں دوسرے لوگوں کو بھی بیدار کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ ان کے دلوں کے اندر ولولہ اور جذبہ اپنی جناب سے پیدا کرتا ہے ۔ چنانچہ ایک گوشہ نشین انسان (انکے اسم گرامی سے تو میں واقف ہوں لیکن مجھے ابھی تک ان سے ملاقات کا موقعہ نہیں ملا) شیخ کریم اللہ صاحب مہاجر ہیں ۔ ان کے دل کے اندر خدا نے ایک ولولہ پیدا کیا ۔ خود تو معذور تھے نہ جا سکتے تھے ۔ لیکن دو نوجوان وکلا صاحبان کو انہوں نے مجبور کر دیا کہ وہ اپنے خیالات کو عملی جامہ نہ پہنائیں ، انہوں نے آپ کو آنسو بہا کر رخصت کیا لیکن جہاں آنسو آتا ہے وہاں سبزہ پیدا ہوتا ہے ۔ جیسا کہ آپ نے لاہور جا کر اپنی تکلیف کے تاثرات کو دیکھا تو دل کی بیماری کو کافور پایا اور اس قدر زبردست تقریریں کیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دلوں کا مالک دل کی بیماریوں کو اڑا بھی لے جاتا ہے ۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے جو اپنی حکمتوں کا مالک ہے جلسہ میں شامل ہونے سے عین وقت پر حادثات کا نشانہ بنا لیا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں خود ایک بڑے امتحان کے نیچے آیا ہوا ہوں اور جماعت بھی ایک بہت بڑے امتحان کے نیچے ہے لیکن خدا نے اپنے مضبوط ہاتھ سے جماعت کے اندر ایک قوت عمل اور اعتماد اور اتفاق کی برکت کو از سر نو دلوں کے اندر مضبوط کر دیا ہے ۔ یہ خدا کے راز ہیں کہ جہاں بھی اور جب بھی اپنوں مسلے اور بیگانوں نے اس سلسلہ کی اپنے اپنے رنگ میں ۔۔۔۔۔۔ مخالفت کی خدا نے اپنی قدرت کا ہاتھ نیچے رکھ دیا ۔ ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو روک دیا اور ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو ہوا سے بچا کر روشن کر دیا ۔ اور ایک دور افتادہ عاجز بندہ کے دل کے اندر بھی باوجود خطرناک حادثہ کے اس قدر مضبوط ارادہ بخشا کہ وہ بھی انشاء اللہ باعث تقویت ہوگا ۔ اپنے لوگ بھی "انتشار" "انتشار" کے نعرے لگا کر ہم سب کو کمزوری کے آخری گڑھے میں پہنچانے کے لئے بیکار عمل تھے لیکن Facts are louder than words جماعت کا ایک ایک بزرگ ۔ عزیز ۔ بوڑھے اور نوجوان میرے جیسے نابکار انسان کے اس صدمہ میں اس قدر دل کی گہرائیوں سے اپنے نور بھرے ادا دے اور نور بھری دعائیں لے کر سفر کی کوفت کو اٹھاتے ہوئے مجھے دیکھنے کے لئے یہاں آئے جس نے مجھے ایسی ازدیاد ایمان سے بھر دیا جو اس غریب جماعت کے دلوں کے اندر خدائے واحد نے کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا دس روز جس قدر ایک تانتا جماعت کے لوگوں کا مجھے دیکھنے کے لئے بندھا رہا کہ اس کی کوئی انتہا نہ تھی دنیادار دنیا داروں کو ملنے کے لئے بڑی بڑی تعداد میں آتے اور جاتے ہیں لیکن ان میں کوئی حقیقی محبت کا جذبہ نہیں ہوتا لیکن ان ایمانداروں نے جس دیوانگی سے میری اس بیماری کے اندر میری تسلی اور تسکین کا سامان کیا اس کی کچھ انتہا نہیں ۔ یہ ایک اتنا بڑا خزانہ ہے کہ جس خزانہ کی کوئی اور نظیر میرے سامنے نہیں ۔ پیارے حافظ صاحب اگر میری اس تکلیف سے میری قوم کے دل کے اندر ایک اعتماد پیدا ہو گیا ہے اور ان میں درگذر اور پردہ پوشی کا جذبہ اسی طرح قائم رہا تو یہ بڑا صدمہ صدمہ نہیں رہے گا ۔ لیکن چونکہ کمزور بہت ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس موقعہ پر مزید لکھنا بھی مناسب نہیں ہے اس لئے اس کو دعا پر ختم کرتا ہوں کہ شافی مطلق آپ کو دل کی بیماری سے شفائے کاملہ عطا فرماوے اور مجھ غریب پر بھی نظر عنایت کرے ۔ یقین جانیئے دنیا کا میدان خواہ وہ سیاسی ہی ہو یا مذہبی اس کی کمانڈ اب ان خاک روں کے ہاتھ میں ہے کہ کاش ہم اپنے لئے سب کچھ بھول جائیں اور اس کے دین کی دھونی اپنے اندر رکھا دیں تاکہ ہمارے آخری ایام ہمارے لئے راحت و آرام کا بہت بڑا ابدی خیمہ بن جائیں اگر چالیس آدمی بھی ایک دل لیکر ایک ولولے کر ایک جذبہ لے کر دنیا کی چوٹیوں پر چڑھ جائیں فتح ہمارے قدموں میں ہوگی انشاء اللہ

شیخ کریم اللہ صاحب اور شیخ محمد صاحب و دیگر اصحاب کو السلام علیکم عرض کریں ۔

مخلص

میاں محمد

دعوت الی الحق

(بقیہ از صفحہ نمبر ۱۱)

کے لئے شرح صدر سے راضی ہیں ۔ یہ بات یہیں ختم نہیں ہوجاتی ۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ۔ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ ۔ کوئی بچہ نہیں مگر وہ دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا تے ہیں ۔ بہرحال بچہ اسلام پر پیدا ہو مگر وہ اپنے ماں باپ کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے اسلام سے نکل گئے ۔ تو یا تو ان بچوں کو قتل کر کے فرعون کی شریعت کو اس چودھویں صدی میں زندہ کرنا چاہیئے ۔ یا ان کے ماں باپ کو قتل کر کے ان معصوم بچوں کو یہ مولوی اپنی سرپرستی میں لیلیں ۔ یہ ہیں مولوی مودودی اور اسلامی دستور کا مطالبہ کرنیوالے مولوی اور یہ ہے ان کا مذہب ۔ ایک بات اور عرض کرنے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ اگر حکومت یا اسلامی جماعت یا جماعت احرار یا ان بے اصول اور بے علم مولویوں کے جبر اور ظلم سے تنگ آکر میرزائی میرزائیت سے رجوع کرلیں ۔ تو مولویوں کو ابھی سے یہ فیصلہ بھی کر دینا چاہیئے ۔ کہ وہ کس فرقہ میں یا کس جماعت میں جا شامل ہوں ۔ تاکہ کہیں پھر وہاں سے نہ نکلنا پڑے ۔ میرزائیت تو وہ اس لئے چھوڑیں گے کہ انہیں کافر کہا جاتا ہے اسلئے مسلمانوں کے کسی ایسے فرقے یا جماعت کا پتہ بھی دیدینا چاہیئے ۔ جسے دوسرے فرقہ کے مولوی کافر کہتے یا سمجھتے نہ ہوں ۔ ورنہ مصیبت تو وہیں کی وہیں رہی ۔ اور سچی بات وہی ہے ، جو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی ۔ لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر وذراعا بذراع بنی اسرائیل اسی طرح لوگوں کو اپنے میں سے خارج کرتے رہتے تھے جس طرح آج کل کے یہودی صفت اپنے بھائیوں کو اپنے میں سے نکالنے کے درپے رہتے ہیں اور نصاریٰ نے جس طرح مریم کے بیٹے کو خدا بنا لیا تھا جس طرح قادیانیوں نے ہمارے آقا سیدنا حضرت میرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی بنا لیا ہے ۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اور تقوےٰ کی باریک راہیں سیکھو

احمدیہ بلڈنگس کا محلہ قدوسی صفت انسانوں کی قیام گاہ رہا ہے ان کی پیروی کرو۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ۔ مورخہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۲ء بر موقعہ جلسہ سالانہ لاہور)

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ ...... اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔

(البقرہ ۔ آخری رکوع)

محاسبہ نفس

اس رکوع میں اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کا ذکر ہے چاہیئے کہ ہم اپنے دلوں کو جناب الٰہی کے سامنے پیش کریں اور دیکھیں کہ کس حد تک نفس کی شرارت سے ہم خدا تعالےٰ کے احکامات کو توڑتے ہیں۔ انسان خود ہی اپنے اعمال پر خوب صحیح فیصلہ دے سکتا ہے دوسروں کو تو دھوکا دیا جا سکتا ہے۔ لیکن کوئی انسان اپنے نفس کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالےٰ اور خود انسان ان دو سے بڑھکر اور کوئی بھی کسی انسان کے حالات سے واقف نہیں ہو سکتا۔

نفس انسانی کیلئے فہم ذکا کی روشنی اور نفس لوامہ کی تنبیہہ

اللہ تعالےٰ نے انسان کی فطرت میں فہم و ذکا کی روشنی پیدا کر رکھی ہے جو اس کے لئے راہنمائی کے سامان مہیا کرتے ہیں۔ فرمایا بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ اگر ہم ان کے اعمال پر رقیب و نگران ہیں تو خود انسان بھی اپنے اعمال سے خوب واقف ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو فہم و ذکا کی روشنی کے علاوہ نفس لوامہ بھی عطا کیا ہوا ہے جو اسے نالائق حرکتوں کے موقعہ پر تنبیہہ کرتا ہے۔ فہم و ذکا کی روشنی لئے ہوئے نفس لوامہ ایک سپاہی کی طرح ڈانٹتا ہے جیسے کسی بچہ کو رات کے وقت لالٹین دے دی جائے تو نوکر بھی اس کے ساتھ رہتا ہے جو اسے آگاہ کرتا ہے کہ دیکھنا میاں آگے خندق ہے بچ جانا۔

روحانی آنکھ کے دیکھنے کے لئے قرآن کا نور مبین

قرآن کریم کے متعلق فرمایا نُوْرًا مُّبِیْنًا یعنی اگر خود نفس کے اندر ایک روشنی پیدا کی تو آسمان سے اس کی استعداد کو کام میں لانے کی غرض سے ایک نور نازل کیا بعینہٖ جس طرح ظاہری آنکھ کے اندر قوت بینائی رکھکر اس کی امداد کے لئے سورج کی روشنی مہیا کی کیونکہ آفتاب کے بغیر یہ آنکھ کام نہیں کر سکتی آنکھ اور سورج کی روشنی کے اندر معاونت پیدا کر دی گئی۔ اس تعلق سے خدا کی ہستی کا ایک زندہ ثبوت ملتا ہے اس ظاہری نظام کے موافق انسان کو فہم و ذکا اور نفس لوامہ دے کر آسمان سے ایک کتاب نُوْرًا مُّبِیْنًا نازل کی تا انسان کی روحانی و اخلاقی استعدادیں اس کتاب کی مدد سے نشوونما پائیں اور اپنے کمال کو پہنچ سکیں۔

محاسبہ الٰہی

فرمایا لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ۔ اے انسان اللہ تعالےٰ تیرے اعمال کا محاسبہ کرتا رہتا ہے اس کے پیش نظر تم کو چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کے احکام کی پوری پوری فرمانبرداری کرو تاکہ وہ راضی ہو جائے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا تقویٰ

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ ہمارا رسول بھی ہماری ان باتوں پر ایمان رکھتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تعالےٰ کے محاسبہ پر بڑا باریک ایمان تھا۔ اور یہ آپؐ کی زندگی میں بڑا عیاں نظر آتا ہے۔ آپؐ جب ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے۔ تو قلیل مدت کے بعد دشمنوں نے آپؐ پر چڑھائی کر دی۔ دشمن کی طاقت اور قوت زیادہ تھی۔ ان کے ارادے نہایت خطرناک تھے۔ اس کے بالمقابل مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی۔ قوم سے مشورہ کیا۔ قوم بنانے اور اس کا اعتماد حاصل کرنے اور سلطنت کو مضبوط بنانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے شَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قومی معاملات میں قوم سے مشورہ لیجئے۔ چنانچہ اس موقعہ پر مشورہ لیا۔ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوف تمام بڑے بڑے صحابہ موجود تھے۔ ان سب نے کہا ہم حاضر ہیں۔ مشورہ میں جب قوم کے اتنے عمائدین حاضر ہیں۔ اور فیصلہ ہو گیا کہ جنگ کرنی چاہیئے تو مشورہ لینے والے کا فرض پورا ہو گیا۔ لیکن آپؐ نے فرمایا سعد بن عبادہ سے مشورہ لئے بغیر ہم کچھ کام نہیں کر سکتے۔ ورنہ کہہ دیتے۔ مشاورتی کمیٹی میں وہ بیٹھا تھا یا نہیں۔ اس کو اب بلانے کا کیا فائدہ اکثریت کا یہ فیصلہ ہو ہی گیا ہے۔ نہیں بلکہ سعد بن عبادہ سے مشورہ کیا آپ نے فرمایا اے سعد جب ہم نے آپ لوگوں سے بیعت لی تھی تو آپ نے کہا تھا کہ ہمارے ہاں تشریف لے چلئے۔ ہم اتنی ہی غیرت کے ساتھ آپؐ کی حفاظت کریں گے جس طرح ہم اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ تو اس وقت یہ اقرار نہیں لیا تھا کہ آپ لوگ میری خاطر جنگیں بھی لڑیں گے۔ تو اب ضرورت ہے کہ جب دشمن چڑھ آیا ہے۔ آپ لوگ مشورہ دیں۔ یہ نہیں خیال کیا کہ اکثریت اس معاملہ میں میرے ساتھ ہے۔ سعد سے پوچھنے کی کیا ضرورت۔ سعد نے عرض کی یا رسول اللہ ہم آپ کے سامنے ہیں۔ ہم آپ کے آگے ہو کر لڑیں گے پیچھے لڑیں گے، دائیں لڑیں گے بائیں لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہ پہنچ سکے گا جب تک ہمیں تہ تیغ نہ کر لے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باریک تقوےٰ اور دیانتداری کا ثبوت دیا اور قوم کے دلوں پر راج کیا۔

اپنے فیصلوں کے متعلق نبی کریم صلعم کا ارشاد

ایک اور بات سناؤں فرمایا تم میرے پاس اپنے مقدمات لاتے ہو۔ میں دونوں فریقوں کی باتوں کو سنتا ہوں۔ بعض تم میں سے بڑے لسان ہوتے ہیں۔ اپنے معاملہ کو بڑی عمدگی کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ میں اسی طرح جس طرح کہ سنتا ہوں فیصلہ دے دیتا ہوں۔ اگر میرا فیصلہ کسی کے حق میں ہو جائے اور وہ خوب جانتا ہے کہ وہ اس کا حق نہیں بلکہ اس کے بھائی کا حق ہے۔ تو وہ اسے ہرگز نہ لے۔ یہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہے جو وہ قبول کرتا ہے۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ۔ وَرُبَّ بَعْضُکُمْ اَلْحَنُ مِنْ بَعْضٍ۔ فَاَنَا اَقْضِیْ عَلٰی نَحْوِ مَا اَسْمَعُ فَمَنْ قَضَیْتُ لَہٗ بِحَقِّ اَخِیْہِ فَلَا یَاْخُذْ فَاِنَّمَا اَقْضِیْ لَہٗ قِطْعَۃً مِّنَ النَّارِ

حضرت عمرؓ کا باریک تقوےٰ

حضرت عمرؓ بڑے عظیم الشان بادشاہ تھے۔ آپکے نظم و نسق و ضبط کا یہ عالم تھا کہ ایک بار ایک جرنیل نے کہا کہ اگر ہم کسی مہم پر جاتے تو ہم یقین کرتے کہ حضرت عمرؓ کا ایک ہاتھ ہمارے اوپر کے جبڑہ پر ہے اور نچلا ہاتھ نچلے جبڑے پر اگر کوئی خلاف ورزی کی گئی تو وہ جبڑے پھاڑ کر رکھ دیں گے اگر ضبط کی یہ شان تھی تو آپ کے باریک تقوےٰ کی اس سے بھی بڑھکر شان تھی۔ ایک بار کسی قسم کی چادریں ہاتھ آئیں۔ تمام کی تمام چادروں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ صرف ایک نہایت عمدہ چادر بچ گئی۔ یہ بڑی قیمتی چادر تھی فَقَالُوْا اَعْطِہٖ اِبْنَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ یُرِیْدُوْنَ زَوْجَتَہٗ اُمَّ کُلْثُوْمَ بِنْتَ عَلِیٍّ۔ جو لوگ پاس بیٹھے تھے ان میں سے بعض نے کہا حضرت نبی کریم صلعم کی بیٹی کو یہ چادر دے دی جائے یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ام کلثوم بنت علی کو جو عمر فاروق کے نکاح میں تھیں اور جو وقت کی ملکہ تھیں۔ یہ قوم خود کہہ رہی تھی لیکن لوگوں کے فیصلہ کی آڑ لے کر کوئی چالاکی نہ کی۔ بلکہ فرمایا یہ چادر فلاں بی بی (جس کا نام اغلباً ام سلیط تھا) کا حق ہے۔ جنہوں نے جنگ احد میں زخمیوں کی بڑی خدمت کی اور انہیں مشکیں بھر بھر کر پانی پلاتی رہیں۔ اسکو باریک تقوےٰ کہتے ہیں۔

ایک اور واقعہ

حضرت عمرؓ کے تقوےٰ کی باریکی کا ایک اور واقعہ سنئے۔ ایک بار مہاجرین کے وظیفے مقرر کر رہے تھے۔ اپنے بیٹے کو پانچ سو درہم کم دیئے۔ قوم بول اٹھی ایسا کیوں کیا گیا آخر وہ بھی تو مہاجر تھے۔ بادشاہ کا بیٹا ہو اور اسے بادشاہ خود عوام سے پانچسو درہم کم دے اور قوم بھی زیادہ دلانا چاہے۔ لیکن تقوےٰ کا کیا عالم تھا۔ فرمایا اس نے اپنی مرضی سے ہجرت نہیں کی بلکہ وہ اپنے والدین کے ساتھ ہجرت کرکے آیا۔ وہ کسی طرح بھی اس مہاجر کی طرح نہیں ہو سکتا جو اپنی مرضی سے آئیں۔

اپنے بیٹے کے لئے وصیت نہ کی

وصیت کرنے لگے کہا اسکو عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف اعلیٰ درجہ کے انسان

ہیں۔ ان میں سے کسی کو خلیفہ بنالینا۔ اپنے بیٹے کا نام نہیں لیا۔ حالانکہ عبداللہ بن عمر نہایت ہی بلند پایہ عالم دین تھے۔ بلکہ بیٹے کو نصیحت کی۔ کہ ان کے ساتھ مل کر کام کرنا۔ خود خلیفہ نہ ہوجانا۔

احمدیہ بلڈنگس میں قدوسی صفت انسانوں کا قیام

میں اپیل کرتا ہوں کہ خدا کا کلام سنتے ہو۔ دلوں کو پاک کرو۔ انہیں خدا کے سامنے پیش کرو۔ یہ مسجد اور محلہ جس میں آپ آج جمع ہیں اس میں بڑی بڑی عظیم الشان ہستیاں قیام کر چکی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ ان مکانات میں اُترے، حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ اس جگہ آکر اُترے، حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُس وقت حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ تھے، حضرت مولانا صاحب نے ایک لمبا عرصہ یہاں قیام کیا۔ حضرت خواجہ کمال الدینؒ صاحب جن کی کوششوں سے آپ کی قوم کی شہرت ہوئی وہ اس جگہ رہتے تھے۔ حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب جنہوں نے اپنی جائیداد کا بڑا حصہ انجمن کو دیا اور جنہوں نے اس مسجد کی تعمیر کی تھی وہ یہاں رہتے تھے۔ حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحبؒ جو اس شہر میں بہت بڑی شہرت کے مالک تھے اور جنہوں نے اپنا مکان انجمن کو دیا وہ یہاں رہتے تھے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب باہر کوٹھی میں رہتے تھے ان کے پاس بندہ کبھی رہا کرتا تھا میرے ساتھ ان کے بڑے تعلقات تھے۔ بڑے پاک سیرت انسان تھے۔ سات نمازیں پڑھتے۔ جب حضرت مسیح موعودؑ آخری دنوں میں بیمار تھے ہمیں خبر پہنچی کہ حضرت کے ہاتھ پاؤں سرد ہوگئے ہیں۔ شیخ صاحب مرحوم اُٹھے اور مجھے اپنی دکان کے اندر لے گئے ہم بہترین دستانے اور موزے لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا میرے ہاتھ میں انتقال ہوا۔ سو یہ وہ مقام ہے جہاں فرشتوں کا نزول ہوا ہے جہاں قدوسی صفات انسان رہے۔ سو اس مقام کو یاد کرکے اپنے قلوب کو پاک کرو۔ امام زمان کی اگر کچھ غیرت رکھتے ہو تو اپنی زندگیوں میں کوئی انقلاب پیدا کرو۔

لاتثریب کا سبق

گذشتہ رات احمدیہ کانفرنس ہوئی۔ قرآن کریم کا بڑا عشق نظر آتا تھا۔ پروفیسر عنایت علی صاحب نے نہایت اخلاص سے تقریر کی اور دوران تقریر میں میری طرف اشارہ کرکے کہا کیا لاتثریب کا سبق بھی آپ کو یاد ہے؟ خوب کہا۔ پھر چند آدمی میرے پاس آئے کہ صاحب صدر میاں صاحب کو معاف کر دیجئے۔ میں مسجد میں کھڑے ہوکر اعلان کرتا ہوں کہ میں معاف کرتا ہوں۔ میرے دل میں کوئی رنجش نہیں۔ میں پھر اعلان کرتا ہوں میں نے رنجش دور کر دی ہے۔ قوم کو زندہ رہنے دو۔ اسے سنوارو۔ میں مرنے والا ہوں۔ قوم زندہ ہوجائے۔ قوم زندہ رہ جائے، قوم زندہ رہ جائے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو معاف فرمائے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون۔ مومن بھی اس کو مانتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم بھی اس کے مصداق ہوں اور احکام الٰہی کی پوری اطاعت کرکے اس کی رضا کے طالب ہوں۔

پانچ ضروری سوالات

۱۔ کیا آپ نے "پیغام صلح" ۱۴ر جنوری کا اداریہ بعنوان "کچھ اپنے متعلق" پڑھا ہے؟

۲۔ کیا آپ اپنا بقایا چندہ جس کی آپ کو علیحدہ اطلاع دی جارہی ہے فی الفور ادا کرنے کا انتظام فرمائیں گے؟

۳۔ کیا آپ سال رواں کا چندہ پیشگی ادا کر دیں گے؟

۴۔ کیا آپ اس قومی آرگن کو کشمکش موت وحیات سے نکالنے کے لئے کچھ عطیہ مرحمت فرمائیں گے؟

۵۔ کیا آپ سے بواپسی ڈاک ان سوالات کے جواب کی امید کی جاسکتی ہے؟

تبصرہ

رُوحِ عصر

سائز ۲۰×۲۶/۸ صفحات ۸۸ رنگین سرورق۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے شعبہ پبلسٹی نے "رُوحِ عصر" کے نام سے ایک سہ ماہی کتابی سلسلہ جاری کیا ہے، جس کا پہلا حصہ اس وقت ہمارے سامنے ہے جہاں تک اس کتاب کی علمی خوبیوں اور افادیت کا تعلق ہے اس کے لئے اس کے قابل مؤلف شیخ محمد آصف صاحب کا اسم گرامی بہترین ضمانت ہے جنہوں نے اپنے "لمحات فکریہ" میں اس کتابی سلسلہ کا تعارف کراتے ہوئے بتایا ہے کہ:-

"اس وقت دنیا میں جتنی تحریکات یا ادارے ہیں ان کی طرف سے ایسے ایسے علمی مجموعے یا مستقل ماہوار رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں جن میں ان تحریکات اور اداروں کے معتقدات اور مسلمات کو علمی مسائل کے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ علم اور سائنس کا زمانہ ہے اور علمی سرمایہ ایک بڑی طاقت رکھتا ہے۔ کوئی تحریک اور کوئی ادارہ بغیر علمی قوت کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے ضرورت پیش آئی کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے ایک ایسے علمی سلسلہ کی ابتدا کی جائے۔ انجمن کے صیغہ پبلسٹی نے اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش اور ابتدا کی ہے۔ جماعت کے ایسے احباب جن کے دامن نگاہ کو اللہ تعالےٰ نے وسعت عطا کی ہے انہوں نے ہماری غیر معمولی حوصلہ افزائی فرمائی ہے اور ہر قسم کی مدد کا وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔"

۔۔۔ آمین ۔۔۔

ان مضامین کی اہمیت و افادیت سے کس کو انکار ہوسکتا ہے، بالخصوص جب ان کے لکھنے والی ایسی قابل ہستیاں ہیں جن کی علمیت وقابلیت مسلم ہے، ہمیں خوشی ہے کہ اس کتابی سلسلہ سے اس بیش بہا لٹریچر میں اضافہ ہورہا ہے جو ہماری جماعت کا حصہ ہے زیر نظر حصہ کے مضامین بہت قیمتی اور ہر صاحب علم کے مطالعہ کے قابل ہیں امید ہے ہمارے احباب اس سلسلہ کی سرپرستی فرماکر اور اس کو غیر از جماعت حلقوں میں پھیلا کر اس علمی واسلامی خدمت کو بجا لائیں گے جو ہر احمدی کے ذمہ واجب الادا ہے، زیر نظر حصہ کی قیمت ایک روپیہ ہے جو چنداں زیادہ نہیں، صیغہ پبلسٹی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور سے طلب کیجئے۔

زیر نظر کتاب میں مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی، حافظ محمد حسن صاحب چیمہ، محترم شیخ غلام قادر صاحب، حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالمجید صاحب سالک اور محترم شیخ غلام ربانی صاحب اور خود شیخ محمد آصف صاحب کے بیش قیمت مضامین درج ہیں، جن کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

عنوان	مصنف
لمحات فکریہ	شیخ محمد آصف صاحب
معارف قرآن	حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی۔
اسلامی انقلاب	شیخ محمد آصف صاحب
ہمارے کام ہمارے عقاید اور غلط فہمیاں	" " "
سیاست کی بوالعجبیاں	جناب حافظ محمد حسن صاحب چیمہ۔
اسلام میں دولت کی تقسیم	جناب شیخ غلام قادر صاحب۔
زندہ نبی کی زندہ تعلیم	حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔
مسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ	مولانا عبدالمجید صاحب سالک۔
مذہب معیشت۔ سیاست	اقتباس از "عادل"
زکوٰۃ کی معاشی نوعیت	شیخ غلام ربانی صاحب۔

آئین انجمن کی کمیٹی

بخدمت محترم ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سالانہ جلسہ کے موقعہ پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے آئین میں ترمیم کرنے کی غرض سے ایک کمیٹی مقرر کی گئی تھی۔ اس کا پہلا اجلاس ۳۰ر جنوری ۵۳ء کو لاہور میں بلایا گیا ہے اور آئین میں ترمیم کرنے کی غرض سے چٹھیاں جاری کر دی گئی ہیں۔ امید ہے وہ تمام اصحاب جن کے نام اس کمیٹی کے لئے تجویز کئے گئے تھے، شرکت فرماکر ممنون فرمائیں گے۔

خاکسار۔ (پروفیسر) عنایت علی خاں

نامۂ ووکنگ

ووکنگ مسلم مشن کے متعلق میرے مشاہدات

از قلم محمد اصغر علی خان صاحب سیال

قارئین پیغام صلح کی نظر سے میرے چند خطوط کا خلاصہ گذر چکا ہے۔ جو میں نے اپنے علاج کے سلسلہ میں انگلستان سے محترم ایڈیٹر صاحب کو لکھے۔ آج اپنے مشاہدات ذیل میں درج کروں گا۔ ان کو قلمبند کرنے سے پیشتر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند الفاظ علاج کے سلسلہ میں تحریر کردوں:۔ میں ۸ر ستمبر ۱۹۵۲ء بروز سوموار انگلستان پہنچا۔ تشخیص کے تقریباً دو ماہ ووکنگ سے چار میل کے فاصلہ پر ایک ہوٹل میں گذارے اور اب انتظار کی گھڑیاں ووکنگ میں گذار رہا ہوں۔ آج حضرت امام ووکنگ مسجد الحاج ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب ایم ایس سی پی ایچ ڈی) کے پاس آئے ہوئے مجھے ایک ماہ اور ۲۹ دن ہوگئے ہیں۔ میرے مشاہدات کا اکثر حصہ اسی عرصہ کا ہے۔ اور عموماً ووکنگ سے تعلق رکھتا ہے۔ وجہ یہ کہ میں صحت کی خرابی کے باعث باہر سردی میں نہیں جایا کرتا۔ اب آثار کچھ ایسے نظر آرہے ہیں کہ انشاء اللہ جلدی برامپٹن ہسپتال میں بیڈ (BED) مل جائے گا۔ تمام بزرگوں اور دوستوں سے صحت کاملہ اور انجام بخیر کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

مغرب میں اسلام کا اثر اور مسلمان

تثلیث کے مرکز میں خدائے واحد کی آواز سب سے پہلے الحاج خواجہ کمال الدین صاحب (بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی) مرحوم نے ۱۹۱۲ء میں ووکنگ مسجد سے اس زور اور خلوص کے ساتھ بلند کی کہ گرجے دہل گئے اور پادری کانپ اُٹھے۔ مغربی اقوام کی یہ خوبی تسلیم کرنا پڑے گی کہ جس بات کو وہ حق سمجھتے ہیں۔ اسے بلے چون و چرا قبول کرلیتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ پیدائشی مسلمانوں کا اپنا طرزِ عمل ایسا ہے کہ جس سے نومسلم اچھا اثر قبول نہیں کرتے۔ جہاں تک دین فطرت کی تعلیم کا سوال ہے۔ وہ تو دلوں کو فتح کرتی جاتی ہے۔ اگر سب مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان ہو جائیں۔ تو پھر تمام دنیا میں یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا منظر ہر روز دیکھا جا سکتا ہے۔ لوگ عیسائیت سے بدل و جان بیزار ہیں اور گرجے ویران پڑے ہیں۔ ہماری نومسلم بہن جو آسٹریلیا میں رہتی ہیں اور جن کا نام رشیدہ کونولی ...... (RASHIDA CONALLY) ہے۔ اپنے مکتوب میں مسلمانوں کے طرز عمل پر شاکی ہیں {(دیکھو پیغام صلح مورخہ ۱۲ر نومبر ۱۹۵۲ء برصفحہ ۸ اور لائٹ (انگریزی) مورخہ ۱۶ر نومبر ۵۲ء برصفحہ)} محترمہ موصوفہ نے اسلامک ریویو کے ذریعہ ووکنگ کا نام سنا۔ اور پھر لٹریچر منگوا کر مطالعہ کیا۔ آخر کار اپنی والدہ محترمہ سمیت دین فطرت قبول کرلیا۔ ہمارے سفارت خانے۔ طلباء اور تاجر بیرونی ممالک میں اسلام کا صحیح نمونہ پیش کریں تو تبلیغ میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب مسلمانوں کو صحیح مسلمان بننے کی توفیق بخشے۔ آمین)

ووکنگ مشن اور اسلامک ریویو

مشہور عالم مسجد شاہجہان لندن سے قریباً ۲۵ میل کے فاصلہ پر ووکنگ کے قصبہ میں واقع ہے۔ مسجد کے سامنے سے قریباً پچاس گز کے فاصلہ پر ریلوے لائن گذرتی ہے۔ مسجد سے ووکنگ سٹیشن تک پیدل دس منٹ کے قریب خرچ ہوتے ہیں۔ مسجد ہے تو چھوٹی سی۔ لیکن خوبصورت بہت ہے۔ امام صاحب کا مکان دو منزلہ ہے۔ مکان سے ملحق ماہنامہ اسلامک ریویو (ISLAMIC REVIEW) کا دفتر ہے۔ یہاں سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلام کا پیغام ہر ماہ پہنچتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم سے پہلے یہ ماہنامہ ووکنگ سے نکلا کرتا تھا۔ پھر دوران جنگ میں اور اس کے بعد ۱۹۴۹ء تک لاہور سے نکلتا رہا۔ اور بعد ازاں نئی شان کے ساتھ پھر ووکنگ سے نکل رہا ہے۔ مولانا عبدالمجید صاحب ایم اے اس کے ایڈیٹر ہیں۔ اور مسٹر محمد طفیل صاحب ایم اے اسسٹنٹ ایڈیٹر ہیں۔ ان تین حضرات کے علاوہ چار کلرک دفتر میں کام کرتے ہیں۔ پڑھنے والے جانتے ہیں۔ کہ یہ ایک معیاری رسالہ ہے۔ حضرت خواجہ صاحب مرحوم نے ووکنگ مسلم مشن .... اور ماہنامہ اسلامک ریویو کی ۱۹۱۲ء میں بنیاد رکھی اور بیس سال انگلستان میں تبلیغ اسلام کرکے ۱۹۳۲ء میں پاکستان میں وفات پائی۔ ووکنگ مسلم مشن کی وجہ سے ان کا نام زندہ ہے۔

مشن کا کام

مشن کے کام کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ۱۹۵۲ء میں قریباً بارہ تیرہ ہزار خطوط موصول ہوئے اور قریباً اتنی ہی تعداد میں خطوط بھیجے گئے۔ کوئی کتب کا آرڈر دے رہا ہے کوئی اسلامک ریویو منگوا رہا ہے۔ کوئی مسائل اور فتاوے پوچھ رہا ہے۔ کوئی لٹریچر طلب کر رہا ہے۔ کوئی بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں مشورہ لے رہا ہے۔ کوئی اسلام پر اظہار خیال کی دعوت دے رہا ہے اور کوئی عام معلومات دریافت کر رہا ہے۔ غرضیکہ خط و کتابت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ یہ مسلم بات ہے کہ جس قدر اسلامک ریویو کی اشاعت زیادہ ہوگی اسی قدر تبلیغ اسلام زیادہ ہو سکے گی۔ لہذا اس سب سے پہلے انگریزی ماہنامہ کی توسیع اشاعت کرنا ہر درد دل رکھنے والے مسلمان کا فرض اولین ہے۔

مسجد ووکنگ میں تبلیغی اجتماعات

مسجد کے احاطہ میں چیڑ کے درخت (PINE TREES) کافی ہیں۔ مغربی دنیا میں یہ وہ واحد مسجد ہے۔ جہاں عیدین کے موقع پر ڈیڑھ ہزار کے قریب ہر ملک اور ہر رنگ کے مسلمان آکر نماز دوگانہ ادا کرتے ہیں اور اخوت اسلامی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ تعداد ہر سال بڑھ رہی ہے۔ امام صاحب کا مکان صرف مکان ہی نہیں۔ بلکہ تبلیغ اسلام کا مرکز ہے۔ آپ چھ سال سے یہاں امامت کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ اس سے قبل برلن مسجد کے امام رہ چکے ہیں۔ بیرونی مہمانوں اور زائرین مسجد کی ضیافت عموماً ہوا کرتی ہے۔ خصوصاً اتوار کا دن تو مستقل طور پر مقرر ہے چونکہ سب سکول اور کالج ہفتہ اور اتوار کو بند ہوتے ہیں۔ اور دفاتر ہفتہ کو نصف دن اور اتوار کو سارا دن بند ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے حاضری خاصی ہوتی ہے۔ گرمیوں میں اجتماع کافی ہوتا ہے لیکن سردیوں میں کم ہوتا ہے۔ کیونکہ سردی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

لندن میں تبلیغی سلسلہ

ہفتہ کے روز ساڑھے چار بجے شام مشن کے لندن پریئر ہاؤس (LONDON PRAYER HOUSE) میں اجتماع ہوتا ہے۔ پتہ یہ ہے:۔

18, ECCLESTON SQURE, VICTORIA,
LOADON, S.W. 1.

اور اتوار کو ½ ۳ بجے شام ووکنگ میں۔ ان اجتماعات میں مختلف مسائل پر تقاریر ہوتی ہیں اور تبادلۂ خیالات ہوتا ہے

نماز جمعہ

علاوہ ازیں نماز جمعہ کا بندوبست تین مقامات پر ہے اول: ووکنگ مسجد میں (طفیل صاحب)۔ دوئم لندن پریئر ہاؤس میں (مولانا عبدالمجید صاحب) اور سوئم ہائی کمشنر فار پاکستان کے دفتر میں (امام صاحب)۔ ناچیز راقم الحروف کو بعض ناگوار حالات کے ماتحت چند مرتبہ ووکنگ میں نماز جمعہ پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

نمازوں اور روزہ کے اوقات

گرمیوں میں راتیں اتنی چھوٹی ہوتی ہیں کہ مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کرنی پڑتی ہیں اور سردیوں میں دن اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ ظہر و عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھنا ہوتی ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹا دن پونے آٹھ گھنٹے کا اور بڑے سے بڑا دن پونے ستر گھنٹے کا ہوتا ہے۔ ۱۹۵۲ء میں یہاں اٹھارہ گھنٹے کا روزہ تھا۔

گھڑیوں کے اوقات

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نومبر سے اپریل تک انگلستان میں گھڑیاں ایک گھنٹہ پیچھے کر دی جاتی ہیں۔ (اس سال ۲۶ر اکتوبر ۵۲ء سے وقت تبدیل ہوا ہے اور یہ گرین وچ ٹائم ہے) میں نے اپنے مشاہدات میں لوکل ٹائم (LOCAL TIME) درج کیا ہے۔ وقت کی تبدیلی اس لئے کی جاتی ہے۔ تاکہ دفتروں اور سکولوں کے اوقات نہ بدلنے پڑیں۔ سردیوں میں انگلستان کا وقت مغربی پاکستان سے ½ ۴ گھنٹے پیچھے ہے اور گرمیوں میں ½ ۳ گھنٹے پیچھے ہوتا ہے۔ یعنی جب ہم انگلستان میں صبح کا ناشتہ کر رہے ہوتے ہیں تو اس وقت ہمارے پاکستانی احباب دوپہر کا کھانا تناول فرما رہے ہوتے ہیں۔

انگلستانی مسلمانوں کے نام اور پتے

انگلستان میں رہنے والے قریباً تمام مسلمانوں اور نومسلموں کے پتے موجود ہوتے ہیں۔ اور ہر اہم اجتماع پر ان کو دعوت نامے بھیجے جاتے ہیں۔ عیدین کے موقعہ پر خاص طور پر۔ اور شعبان کے مہینہ میں اوقات سحری و افطاری کا نقشہ بھی اکثر مسلمانوں کو بھیجا جاتا ہے۔ تمام نئے زائرین اپنے نام اور پتے ایک کاپی میں درج کیا کرتے ہیں۔

ووکنگ کی قیادت

اللہ اللہ! ایک وہ وقت تھا۔ جبکہ مسلمانوں کو عیسائی بنایا جاتا تھا۔ اور اب یہ وقت ہے کہ اُلٹا عیسائیوں کو مسلمان بنایا جا رہا ہے۔ صرف انگلستان میں دو ہزار سے زاید انگریز مردوں اور عورتوں نے دین اسلام قبول کیا ہے حضرت امام وقتؑ نے کشف میں جو سفید پرندے پکڑے

یہ اس کی تعبیر ہے۔ جب اور جہاں کوئی مشن قائم ہوا۔ ووکنگ انشاءاللہ رہبری کرے گا۔

تاریخ وار واقعات

اس تمہید کے بعد تاریخ وار واقعات لکھتا ہوں۔ امید ہے قارئین کرام توجہ سے پڑھیں گے۔

۱۴ ستمبر ۱۹۵۲ء بروز اتوار:—

انگلستان میں یہ میرا پہلا اتوار تھا۔ بشیر صاحب مجھے ہوٹل سے طور صاحب کی کار میں ووکنگ لے آئے۔ آج ووکنگ مسجد میں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی وزیر محکمہ اطلاعات ونشر و اشاعت حکومت پاکستان نے لیکچر دیا۔ انہوں نے عمل پر زور دیا اور انگریزی ماہنامہ دی لِسنر (THE LISTENER) میں شائع شدہ مضمون کی مذمت کی جس میں اسلام پر اعتراضات کئے گئے تھے۔ اس کا ذکر پیغام صلح مؤرخہ $\frac{11}{52}$ ۲۲ کے صا پر پہلے ہو چکا ہے۔

۲۸ ستمبر بروز اتوار:—

آج وزیر اعظم پاکستان کے ماموں زاد اور ان کے چند احباب مسجد دیکھنے آئے۔ چائے پی کر رخصت ہو گئے۔ میں بارش کی وجہ سے ووکنگ نہ جا سکا۔

۱۲ اکتوبر بروز اتوار:—

آج بعد دوپہر میجر جنرل حیاء الدین صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ ووکنگ تشریف لائیں۔ شام کا کھانا کھا کر واپس چلی گئیں۔ میں نے میجر جنرل صاحب کو غالباً ۱۹۵۰ء میں ڈوڈر سینیٹوریم (ضلع ہزارہ) میں دیکھا تھا۔ حسب معمول $3\frac{1}{2}$ بجے لیکچر تھا۔ آج طفیل صاحب نے "تعدد ازواج" پر لیکچر دیا۔ اور عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب دیئے۔ انہوں نے فرمایا کہ "عیسائیوں کو شادی نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے شادی نہیں کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) نے جوانی کے بہترین ایام (۲۵ سے ۵۲ سال کی عمر تک) صرف ایک بیوی کے ساتھ گذار دیئے۔ جو بیوہ تھیں اور حضور صلعم سے پندرہ برس بڑی تھیں۔ اعتراض کرنے والوں کو دیانت کا دامن نہ چھوڑنا چاہیئے۔ بعد ازاں جنگوں سے پیدا شدہ واقعات نے چند بیکسوں اور بیواؤں سے شادی کرنے پر مجبور کیا۔ اسلام میں خاص حالات کے ماتحت زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت ہے۔ مگر جبر نہیں۔ یورپ اور امریکہ اگر تعدد ازدواج کی طرف نہ آئیں گے تو حرامکاری سے ہرگز ہرگز نجات نہ پا سکیں گے۔"
اور پھر دوسری بات عیسائیوں کی کتب سے فاضل مقرر نے یہ ثابت کی کہ "بعض عیسائی ایک سے زیادہ شادیاں کرتے رہے ہیں۔" بعد ازاں سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو دلچسپ اور دلپذیر تھا۔ میں بھی لیکچر سننے والوں میں موجود تھا۔ حاضری خاصی تھی۔ آخر پر امام صاحب نے حاضرین کی تواضع مکلف چائے سے کی۔

یکم نومبر بروز ہفتہ:—

آج محترم ممتاز احمد صاحب فاروقی ووکنگ تشریف لائے۔ وہ ریل کے ڈبوں کے سلسلہ میں سرکاری طور پر یورپ کا دورہ کر رہے ہیں۔ آپ لاہور میں ریلوے ایگزیکٹو انجنیئر ہیں۔ ان کے ساتھی ایس اے انج بخاری دس نومبر کو ووکنگ تشریف لائے۔ چند دن بخاری صاحب بیمار ہو گئے تھے۔

۵ نومبر بروز بدھ:—

آج بعد از دوپہر ہوٹل کی رہائش ترک کر دی۔ اور امام صاحب کے پاس آ گیا۔ اس سے پہلے ووکنگ کی تقریبات سے محروم رہتا تھا۔ وجوہات واضح ہیں یعنی موسم وصحت کی خرابی اور دُوری۔

۶ نومبر بروز جمعرات:—

آج جرمن نومسلم مسٹر محمد امان ہوبہم (امام مسجد برلن) ووکنگ آئے اور ۲۲ نومبر کو کے ایل ایم (K. L. M) کے چارٹرڈ پلین میں پاکستان روانہ ہو گئے۔ یہ ستائیس سالہ جوان کئی زبانیں جانتا ہے۔ بہت سے احباب نے سالانہ جلسہ پر انہیں دیکھا اور سنا ہوگا۔ ان کا کسی پاکستانی خاتون سے شادی کرنے کا ارادہ تھا۔ مغربی ہوتے ہوئے ان کو مغربیت سے نفرت ہے۔ برلن اور ہالینڈ کے مشن انچارج ووکنگ مسلم مشن کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔

۹ نومبر بروز اتوار:—

آج ووکنگ میں رونق نہ تھی۔ کیونکہ بعد از دوپہر امام صاحب و دیگر احباب انگریز نومسلموں کی کنونشن میں شرکت کے لئے لندن تشریف لے گئے۔ باقی احباب تو ووکنگ آ گئے لیکن امام صاحب وہاں سے ایسیکس چرچ لندن (ESSEX CHURCH LONDON) تشریف لے گئے اور وہاں REMEMBERENCE DAY MEMORIAL SERVICE کا افتتاح تلاوت قرآن مجید سے کیا۔ تلاوت کے بعد معنی بھی بیان فرمائے۔

۱۲ نومبر بروز بدھ:—

امام صاحب اور دیگر احباب ووکنگ کے اوورسیز کلب (OVERSEAS CLUB) میں مدعو تھے۔

۱۴ نومبر بروز جمعہ:—

جمعہ نماز کے بعد سید محمد صاحب سپرنٹنڈنٹ ٹریفک پولیس مسجد دیکھنے آئے۔ آپ کراچی سے ٹریننگ کے لئے تشریف لائے ہیں۔ بڑے دیندار ہیں۔ میرے ساتھ ۷ ستمبر کو ہوائی جہاز میں ہم سفر تھے۔

۱۵ نومبر بروز ہفتہ:—

آج مولانا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو پر اپنڈکس (APPENDIX) کا حملہ ہوا۔ درد بڑھتا چلا گیا۔ چنانچہ ۱۶ نومبر کو ۱۱ بجے شب اتوار کے باوجود ویسٹ منسٹر ہسپتال لندن میں اپریشن ہوا۔ رگ اندر سے پھٹ گئی تھی۔ اگر جلدی اپریشن نہ ہوتا تو زندگی خطرے میں تھی۔ خدا کے فضل سے ۵ دسمبر ۱۹۵۲ء کو (قریباً ۳ ہفتہ کے بعد) صحت یاب ہو کر گھر تشریف لے آئے۔ الحمدللہ! قادر مطلق دین اسلام کے خادموں کو لمبی عمریں عطا فرمائے۔ آمین۔ کام بڑھ جانے کی وجہ سے طفیل صاحب کو ۱۰ نومبر سے انجمن نے اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر کیا ہے۔

آج امام صاحب نے اپنے لندن پریشیر ہاؤس میں ملایا کے ایک مسلمان مسٹر محمد بن ہاشم نامی کا نکاح مس ہیلن میکلاہم (MISS HELEN MCLAUGHAM) سے پڑھایا۔ دلہن سکاٹ لینڈ کی رہنے والی ہیں۔

۱۶ نومبر بروز اتوار:—

آج کے اجتماع میں ملایا کے دو پولیس افسر بھی تھے (ملایا کے مسلمان بکثرت ووکنگ آیا کرتے ہیں) وہ ووکنگ کے قبرستان میں اپنے کسی دوست کی قبر دیکھنے گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ یہ قبرستان مسجد سے قریباً دو فرلانگ کے فاصلہ پر ہے۔ ایک اور قبرستان بروک وُڈ (BROOK WOOD) میں ہے۔ بروک وُڈ یہاں (مسجد) سے قریباً پانچ میل دور ہے۔ اور ووکنگ اسٹیشن سے اگلا سٹیشن ہے۔

انہوں نے چند کتب بھی خریدیں۔ پاکستان اور ملایا کے مسلمانوں کے حالات پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ بعد ازاں چائے پی کر رخصت ہو گئے۔

ہر اتوار کو طفیل صاحب چند مسلموں اور غیر مسلموں کو دینیات پڑھنے آیا کرتی ہے۔ مفصل ذکر پیغام صلح مؤرخہ $\frac{1}{52}$ ۲۲ کے صا پر ہو چکا ہے۔

۱۹ نومبر بروز بدھ:—

آج جنرل گریسی (سابق کمانڈر انچیف افواج پاکستان) نے زیر اہتمام پاکستان سوسائٹی ایک لیکچر اوورسی لیگ لندن OVERSEA LEAGUE, LONDON کی بلڈنگ میں دیا۔ صدارت کے فرائض ہائی کمشنر فار پاکستان نے سرانجام دیئے۔ امام صاحب کو خصوصی دعوت شمولیت دی گئی تھی۔ جنرل گریسی ووکنگ میں رہتے ہیں۔

۲۳ نومبر بروز اتوار:—

آج کے اجتماع میں ملایا کے چند فوجی جوان۔ لفٹننٹ کرنل ایس اے کرمانی اور ان کی بیگم صاحبہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے میجر جنرل حیاء الدین صاحب بھی اپنی بیگم صاحبہ کے ہمراہ تشریف لائے۔ متفرق دینی و دنیاوی مسائل زیر بحث آئے۔ ہمارے اعلیٰ فوجی افسران میں دینی جوش پایا جاتا ہے۔ اِلّاماشاءاللہ۔

۲۴ نومبر بروز سوموار:—

آج ایک انگریز مسٹر ہنری ٹیڈ (HENRY TADD) نے جو برائٹن (BRIGHTON) کے رہنے والے ہیں۔ امام صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اسلامی نام حامد ٹیڈ رکھا گیا۔ امام صاحب نے اپنے خطبۂ نکاح میں عمل پر زور دیا۔ اور اسلام و عیسائیت میں فرق سمجھایا۔ حسب قاعدہ فارم پُر کرا کے دفتر میں رکھا گیا۔

۲۶ نومبر بروز بدھ:—

آج ہاؤس آف کامنز (HOUSE OF COMMONS) میں مسٹر کلیمنٹ ڈیویز (CLEMENT DAVIES) نے جو لیڈر آف دی لبرل پارٹی (LEADER OF THE LIBERAL PARTY) ہیں۔ "دنیا کی وحدانی حکومت" ONE WORLD GOVERNMENT کے عنوان پر لیکچر دیا۔ امام صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ بھی خصوصی دعوت پر تشریف لے گئے۔ لیکچر کی اہمیت اس کے عنوان سے ظاہر ہے۔

۲۹ نومبر بروز ہفتہ:—

آج بعد از دوپہر کیپٹن محمود شوکت صاحب خلف الرشید خان بہادر غلام ربانی خان آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور مع اہل وعیال اپنی کار میں ووکنگ تشریف لائے۔ کھانا کھا کر کچھ دوست موٹر میں اور کچھ ٹرین میں لندن تشریف لے گئے۔ گھر پر صرف میں رہ گیا۔ تندرستی نہ ہو تو انسان کئی سعادتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ اسلامک کلچرل سنٹر لندن (ISLAMIC CULTURAL CENTRE LONDON) میں زیر اہتمام مسلم سوسائٹی ان گریٹ برٹین (MUSLIM SOCIETY IN GREAT BRITAIN) عید میلاد کی تقریب شاندار طریق سے منائی گئی۔ اس میں ہز ایکسی لنسی مرزا ابوالحسن اصفہانی ہائی کمشنر فار پاکستان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی پر سیر حاصل تبصرہ کیا۔ سنا ہے۔ تقریب عمدہ تھی۔ حاضرین کی تعداد پانچ سو تھی۔ انگریز بھی کافی تعداد میں آئے تھے۔ قارئین کرام میں سے بہتوں نے یہ تقریر انگریزی اخبارات میں

(باقی بر صفحہ ۱۲)

تحریک احمدیت اور اس کے معاندین

لیکچر مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع بر موقعہ جلسہ سالانہ لاہور

ان الذین اجرموا کانوا من الذین امنوا یضحکون - و اذا مروا بھم یتغامزون و اذا انقلبوا الی اھلھم انقلبوا فکھین - و اذا راوھم قالوا ان ھؤلاء لضالون

یقیناً وہ لوگ جو مجرم ہیں مومنوں کا مذاق اڑاتے تھے اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو آنکھیں مارتے تھے اور جب اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹتے تو اتراتے ہوئے لوٹتے اور جب ان مومنوں کو دیکھتے تو کہتے یقیناً یہی لوگ گمراہ ہیں۔

حضرات میرے لیکچر کا عنوان ہے "تحریک احمدیت اور اس کے معاندین"

مری آہوں نے پھولوں تک کا من چیر ڈالے ہیں
قمر میں داغ ہیں خورشید کے سینہ میں چھالے ہیں
وہی جانسوز نغمے پھر لبوں پر آنے والے ہیں
سن اے نا آشنائے غم بڑے پُر درد نالے ہیں
کہ پہروں چرخ تھرایا ہے جب دل سے نکالے ہیں

مسلمان یہود کے نقش قدم پر

سرکار دو جہاں حضور سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ میری امت کے افراد بھی یہودیوں کی حرکات کرنے لگیں گے۔ حضور صلعم کا یہ فرمودہ اس چودھویں صدی میں پورا ہو گیا۔ یہودیوں کی اصلاح کے لئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام تشریف لائے تو اس بدبخت قوم نے انہیں گرفتار کر کے ان کے منہ پر طمانچے مارے اور خدا کے اس مقدس رسول کے پاک چہرے پر تھوکا۔ سر پر کانٹوں کا تاج رکھا اور بالآخر صلیب پر چڑھا دیا۔ اور یہ سب کچھ انہوں نے خدمت دین کے نام سے کیا۔ اس چودھویں صدی کے مسلمان بھی جب جادۂ صواب سے ہٹ گئے اور ان کی باگ ڈور خدا اور رسول کے بجائے نفس پرست پیروں اور بدعمل ملاؤں کے ہاتھ میں چلی گئی تو ان گمکردہ راہ مسلمانوں کی اصلاح کے لئے بھی ایک مسیح آیا۔ یہ وہی مسیح تھا جس کا وعدہ حضرت رسول خدا صلعم نے اپنی امت سے کیا تھا۔ اور فرمایا کہ جب وہ آئے تو میرا اسکو سلام پہنچایا جائے احمدی حضرات نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے نام کے ساتھ علیہ السلام کا فقرہ لگا کر اس مہدیٔ اور مسیح کو رسول خدا صلعم کا سلام پہنچایا۔ مگر اس چودھویں صدی کے دوسرے مسلمانوں نے خدا کے اس فرستادہ سے وہی سلوک کیا جو یہودیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے کیا۔ گندی سے گندی گالیاں دی جاتی ہیں، ناپاک مضمون لکھے جاتے ہیں۔ تقریروں، وعظوں، خطبوں میں وہ گند اُچھالا جاتا ہے کہ شرافت، تہذیب اور اسلامی اخلاق سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں، سروں پر فرضی جنازے اُٹھائے ہوتے ہیں، جن پر گتے بندھے ہوتے ہیں، مرزا اور مرزائیوں کا سیاپا کیا جاتا ہے ایک آدمی کو مرزا غلام احمد بنا کر منہ کالا کیا جاتا ہے گلے میں جوتوں کے ہار ڈالے جاتے ہیں اور جلوس کے آگے آگے نچایا جاتا ہے اور یہ سب کچھ خدمت اسلام کے نام سے کیا جاتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ذرا غور کیجئے اس سے مرزا غلام احمد کا کیا بگڑا۔ زبان گندی ہوئی تو تمہاری۔ سروں پر گتے اٹھاتے پھرے سارا سارا دن خجل و خوار ہوئے تو تم۔ منہ کالا ہوا تو تمہارا۔ اور جوتوں کے ہار پڑے تو تمہارے گلے میں۔

مجدد وقت کی مخالفت کا انتقام

حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام دہلی کی شاہی مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور خانۂ خدا میں کھڑے ہو کر حلفاً بیان دیا کہ میں نے نبوت کا دعوےٰ ہرگز نہیں کیا۔ میرا وہی مذہب ہے جو دوسرے مسلمانوں کا ہے، میں خدا اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں وغیرہ وغیرہ لیکن دہلی کے بدقسمت مسلمانوں نے بدگمانی سے کام لیا اور اس مجدد اعظم امام مہدی اور مسیح موعود کے خلاف ہنگامہ آرائی پر اُتر آئے۔ خدا کی غیرت جوش میں آئی اور دہلی کے مسلمانوں سے وہ انتقام لیا کہ جب تک دنیا آباد ہے یہ عبرت تاریخ میں محفوظ رہے گی اور وہ یہ کہ دہلی کے مسلمانوں نے امام مہدی کو تو دھکے دیکر شاہی مسجد سے نکال دینے پر کمر باندھی لیکن شردھانند ایک مشرک کو اسی شاہی مسجد میں لا کر منبر پر بٹھا کر اس کا وعظ سنا۔ ہوشیار آریوں نے فوراً کیمرے سیدھے کر کے فوٹو اتارے اور بھولے بھالے ملکانہ راجپوتوں کو یہ فوٹو دکھا کر گمراہ کیا کہ دیکھئے شاہی مسجد میں دہلی کے مسلمان شردھانند کے ہاتھ پر ویدک دھرم قبول کر رہے ہیں۔ یہ قدرت کا ہولناک انتقام تھا جو دہلی کے مسلمانوں سے لیا گیا

مرزا کو مسیح نہ مانا اور گاندھی کو موسےٰ مان لیا

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مسیح ہوں اور اس مری ہوئی قوم کو زندہ کرنے آیا ہوں۔ ملاؤں نے کفر کا فتوےٰ لگایا کہ ایک امتی اپنے آپ کو مسیح کیوں کہتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے ہر چند سمجھایا کہ ؎

حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

مگر تعصب سے اندھے ہو رہے مسلمان نہ مانے کہ یکایک قدرت نے ان مسلمانوں سے دوسرا انتقام لیا۔ خلافت کمیٹی اور کانگریس کمیٹی کے اتحاد کے زمانہ میں مسلمانوں کے موجودہ "امیر شریعت" سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے جابجا تقریروں میں بیان کیا کہ "ہر فرعونے را موسےٰ" فرنگی بھی فرعون بن چکا ہے۔ خدا نے اس فرعون کے لئے بھی ایک موسےٰ پیدا کیا ہے اور وہ ہے مہاتما گاندھی۔ فرعون کے لفظ میں بھی پہلا حرف "ف" ہے اسی طرح موسےٰ کے لفظ میں بھی پہلا حرف "م" ہے اور مہاتما کے لفظ میں بھی پہلا حرف "م" ہے۔ ایک خادم دین اسلام کو تو مسیح کہنا کفر سمجھا جائے اور ایک مشرک کو موسےٰ بنایا جائے اور کوئی مسلمان ٹس سے مس نہ ہو چشم فلک مسلمانوں کی اس مسخ فطرت کو دیکھ کر پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔

احرار کی ذہنیت

پاکستان بننے سے پہلے احرار نے اپنے ہندو آقاؤں کا حق نمک ادا کرتے ہوئے کانگریس کی حمایت کی اور مسلم لیگ کی مخالفت کی۔ احرار ہندوؤں کو تو اپنا بھائی سمجھتے تھے اور مسلمانوں سے لڑتے تھے۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو گندی سے گندی گالیاں دیتے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد بھی احرار (حبیب الرحمٰن لدھیانوی وغیرہ کی صورت میں) ہندوستان میں تو ہندو مسلمانوں کا آپس میں اتحاد کرا کے بھائی بھائی بن جانے کا وعظ سنا رہے ہیں اور پاکستان میں پھوٹ ڈال کر انہیں آپس میں لڑا رہے ہیں۔ احرار کی اسی ذہنیت کے پیش نظر جناب مولانا عبدالمجید صاحب سالکؔ نے ایک موقعہ پر کیا خوب کہا ہے کہ قرآن میں دو آیتیں ہیں۔ ایک آیت ہے انما المؤمنون اخوۃ اور دوسری آیت ہے انما المشرکون نجس۔ پہلی آیت کا ترجمہ ہے مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں اور دوسری آیت کا ترجمہ ہے مشرک نجس ہیں۔ احرار ہندوؤں کو تو بھائی بنا رہے ہیں اور مسلمانوں کو لڑا رہے ہیں۔ احرار کی اس ذہنیت کو دیکھ کر ان آیتوں کو اب .... یوں پڑھنا چاہیئے انما المومنون نجس و انما المشرکون اخوۃ۔

مرزائیوں کو کافر بنانے کی کوشش

حضرت نبی کریم صلعم کی عظیم الشان اور فوق العادت کامیابی پر جس طرح عیسائی آتش زیر پا ہیں اور ہر موقعہ پر اپنے دل کی آگ کو سامنے لاتے ہیں۔ بہت زمانہ گذرا کہ انگلستان کے ایک کرکٹ کھلاڑی نے دوڑوں کا ایک خاص ریکارڈ قائم کیا اس کی شہرت ہوئی تو انگلستان کے ایک ناپاک اخبار میں اس کھلاڑی کا فوٹو شائع کیا گیا، اور حضرت نبی کریم صلعم کو اس کے قدموں میں دکھایا گیا کہ محمدؐ کی شہرت (نعوذ باللہ) اس کے مقابلہ میں کچھ نہ تھی۔ یہ تو تھا ان عیسائیوں کا دل کا بغض ورنہ آج اس کھلاڑی کو کوئی جانتا بھی نہیں۔ اور حضرت محمد صلعم پر دنیا کے ساٹھ کروڑ مسلمان رات دن درود بھیجتے اور لاکھوں مسجدوں کے میناروں سے اشھد ان محمد رسول اللہ کا ڈنکا بجایا جاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح احرار بھی حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی عظیم الشان کامیابی پر جل رہے ہیں۔ ہر روز مرزا اور مرزائیوں کے فتنے کفر کو تازہ کرنا پڑتا ہے۔ سکھ۔ ہندو۔ عیسائی اور یہودی کافر ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ کافر ہیں۔ کسی کو ضرورت نہیں پڑتی کہ روزانہ جلسے کر کے مسلمانوں کو سمجھایا جائے کہ سکھ یا ہندو، عیسائی یا یہودی کافر ہوتے ہیں۔ مگر مرزائی عجیب کافر ہیں کہ بیچارے احراریوں کو نت نئے جلسے کر کے مرزائیوں کا کفر ثابت کرنا پڑتا ہے اور دوڑے دوڑے پھر رہے ہیں کہ ہم کہیں غافل ہو گئے تو مرزائی مسلمان ثابت ہو جائیں گے ؎

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

"بخاری کی بوالعجبیاں"

شیخوپورہ میں مسلمانوں کے "امیر شریعت" سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے تقریر کی کہ مرزائی عنقریب حکومت پر قبضہ کرنے والے ہیں اگر میری یہ بات غلط ثابت ہو تو کتّے کے پیشاب سے میری ڈاڑھی مونڈ دی جائے اور اگر میں مر گیا تو

قبر کھول کر میرے منہ میں پیشاب کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ ضلع شیخوپورہ کے چند معززین نے جن میں عیسائی بھی شامل تھے بخاری صاحب کو لعنت ملامت کی اور ان کے خلاف ایک پوسٹر بھی نکالا، لیکن بخاری صاحب نے اس کے بعد سرگودھا میں جاکر ایک پبلک لیکچر میں پھر انہی خیالات کو دوہرایا۔ ہمیں یاد آتا ہے کہ ۳۵-۱۹۳۴ء میں بخاری اور ان کے احراری لوگوں کو یقین دلاتے پھرتے تھے کہ مرزائی کل ۵۶ ہزار ہیں ہم ان کو مٹا دیں گے اور عنقریب ہم ان کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دیں گے۔ لیکن ۱۹۵۲ء میں بخاری صاحب زور دے رہے ہیں کہ مرزائی لاکھوں کی تعداد میں پھیل گئے ہیں اور عنقریب وہ حکومت پر قبضہ کر لیں گے۔ کہاں وہ مرزائیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک رہے تھے، کہاں، انہیں مرزائی کیل کانٹے سے لیس نظر آنے لگے ہیں۔ غرض مرزائیت ایک کابوس ہے جس نے احرار کے دل و دماغ پر قبضہ کر رکھا ہے۔

"فاران" کی گندہ دہانی

حضرات! میرے ہاتھ میں ایک اردو رسالہ ہے اس کا نام ہے "فاران"۔ یہ رسالہ کراچی سے نکلتا ہے اس کے ایڈیٹر کا نام ماہر القادری ہے۔ میرے پیش نظر ماہ اکتوبر ۱۹۵۲ء کا نمبر ہے۔ اس کے صفحہ ۳۶ پر لکھا ہے:-

"میرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی کے حالات اور کوائف جو میں نے پڑھے ہیں ان کو پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اب سے ساٹھ برس پہلے کتابوں اور رسالوں کا آج کی طرح رواج نہ تھا اور مذہب و اخلاق پر لکھنے والوں کی بھی بہتات نہ تھی مرزا نے مذہب پر جن جن خیالات کا شرح و شرح میں اظہار کیا ....

بہر حال ان کا تبلیغی انداز تھا اور لوگوں نے اسے پسند کیا اور یہی لوگوں کی پسندیدگی اس کے فتنہ کا سبب بن گئی۔ چھوٹے پیمانہ پر مرزا یگانہ چنگیزی کے یہاں یہی چیز ملتی ہے کہ اس شخص کی شاعری کی جو شہرت ہوئی تو اس شہرت کو سنبھال نہ سکا اور اس کے دل میں یہ قیاس سما گیا کہ آج مجھ سے بڑا کوئی شاعر نہیں ہے۔ اسی احساس کمتری کی بناء پر اس "غالب" پر نہ صرف یہ کہ تنقید کی بلکہ اتنے بڑے مستند اور مقبول و محبوب شاعر کو بے نقط گالیاں دیں"

آگے چل کر ماہر القادری لکھتے ہیں:-

"مرزا غلام احمد قادیانی کی نفسیاتی کیفیت کا قریب قریب یہی حال تھا۔ اس چنگیزی مرزا کا پیمانہ ذرا چھوٹا ہے اور قادیانی مرزا کا پیمانہ بڑا تھا اس لئے گندگی کی مقدار بھی زیادہ ہے۔ "مرزا چنگیزی نے احساس کمتری" کے ہاتھوں اپنی برتری جتانے کے لئے اردو کے سب سے بڑے غزل گو "غالب" کو نشانہ تنقید بنایا اور مرزا قادیان کا میدان چونکہ دوسرا تھا اس لئے اس نے اس میدان کے سب سے بڑے شاہسوار حضور اقدس سیدنا محمد رسول اللہ خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مقابلہ میں اپنی نبوت کا دعوےٰ کیا اور حضور کی امت کے توڑ پر ایک جداگانہ امت بنا ڈالی"

غلط مثال

ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان لوگوں کو موت یاد نہیں۔ جھوٹی مثالیں دے کر لوگوں کو امام وقت سے بدظن کر رہے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں ذرا بھر خوف نہیں کہ ایک دن مر کر خدا کے حضور حاضر ہونا ہے جہاں اس زمانہ کا مظلوم امام ان کا دامن گیر ہو کر خدا سے انصاف چاہیگا۔

مرزا یگانہ تو بقول ماہر القادری ایڈیٹر فاران مرزا غالب کو بے نقط گالیاں دیتا تھا۔ لیکن حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام تو سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر سو جان سے فدا ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

پھر فرماتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

پھر فرماتے ہیں ؎

دگر استاد را نامے نہ دانم
کہ خواندم در دبستان محمد

پھر فرماتے ہیں ؎

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

پھر فرماتے ہیں ؎

وہ پیشوا ہمارا اس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

میرے فاضل دوست جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرؔ نے ابھی ابھی ایک مزیدار چیز سنائی۔ فرماتے ہیں کہ ایک معترض نے اعتراض کیا کہ مرزا صاحب کا یہ شعر درست نہیں پہلے مصرع میں کہا وہ پیشوا ہمارا یعنی جمع کا صیغہ استعمال کیا اور دوسرے مصرع میں "دلبر مرا یہی ہے" ہمارا کے مقابلہ میں مرا واحد کا صیغہ استعمال کیا۔ میرے فاضل دوست نے اس معترض کو جواب دیا کہ شعر بالکل درست ہے۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ پیشوا تو وہ ہم سب کا ہے لیکن دلبر صرف میرا ہے۔ سب کا نہیں اگر سب کا دلبر ہوتا تو تم سب اپنے دلبر کے عشق کے لئے اپنے آپ کو وقف کرتے لیکن میرے سوا کسی کو اس دلبر کے محبوب عشق کا ذکر ہی نہیں۔

سب سے بڑا عاشق رسول

غرض اردو، فارسی، عربی میں سینکڑوں اشعار حضرت نبی کریم صلعم کی شان میں فرمائے اور مرزا غلام احمد اس زمانہ میں سب سے بڑا عاشق رسول گذرا ہے۔ مرزا یگانہ تو مرزا غالب کو بے نقط گالیاں دیتا تھا لیکن مرزا غلام احمد کا حال سنو ہندو قوم کو صلح کی دعوت دی اور فرمایا کہ تم ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی عزت کرو ہم تمہارے رام اور کرشن کی عزت کریں گے۔ اس مرد خدا نے ہندو قوم کو مخاطب کر کے کس غیرت کا ثبوت دیا۔ فرمایا:-

ہم جنگل کے درندوں کے ساتھ تو صلح کر سکتے ہیں ہم سانپوں اور بچھوؤں کے ساتھ تو صلح کر سکتے ہیں لیکن حضرت محمد رسول اللہ کو گالی دینے والوں کے ساتھ ہماری کوئی صلح نہیں ہو سکتی۔

احمد کی غلامی میں فخر

مدیر فاران ماہر القادری خوف خدا سے کام لیتے ہوئے فیصلہ کریں کہ اس غیور اور عاشق محمد کو مرزا یگانہ سے مثال دینا کہاں تک راستی پر ہیں۔ حضرت مرزا غلام احمد کے والدین نے ان کا نام غلام احمدؐ رکھا۔ آپ نے ہمیشہ اس نام پر فخر کیا۔ فرماتے ہیں ؎

بڑھ کر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

حضرت مرزا صاحب نے احمد کی غلامی کو اصل معراج سمجھا۔ اسی نام کے ساتھ آپ کی وفات ہوئی اور قبر پر غلام احمد کے نام سے ہی کتبہ لگایا گیا۔ اگر بقول ماہر القادری آپ احمدؐ کے مقابل پر کھڑے ہو گئے تھے تو پھر احمد کی غلامی کیسی اور غلام احمد کیا؟

نبی کے لفظ کا استعمال

ایڈیٹر فاران کو اعتراض ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے لفظ نبی کا استعمال کیوں کیا۔ ہم ماہر القادری کو مشورہ دیں گے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کی کتب کا براہ راست مطالعہ کریں۔ الیاس برنی یا ثناء اللہ امرتسری کے حوالے اپنا ایمان نہ کریں۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتب میں بے شمار مقامات پر اس لفظ نبی کی تشریح فرمائی ہے اور فرمایا ہے۔ کہ ایک اصطلاح لغت ہوتی ہے اور ایک اصطلاح شریعت ہوتی ہے اصطلاح لغت میں نبی اسکو کہتے ہیں جو خدا سے علم پا کر آئندہ کی خبر دے کہ لفظ نبی نبا سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں خبر۔ خبر آئندہ کی خبر دینے والے کو نابی کہتے ہیں۔ لیکن اصطلاح شریعت میں نبی اسکو کہتے ہیں جو خدا کی طرف سے کتاب اور شریعت لے کر آئے۔ اپنی امت بنائے۔ اس کا کلمہ ہو اور قبلہ ہو۔ میں لفظ نبی کو اصطلاح لغت کے مطابق پیشگوئی کرنے والے کے معنوں میں لیتا ہوں۔ ورنہ میں نہ کتاب لایا ہوں نہ کوئی شریعت۔ نہ میرا کوئی اپنا کلمہ ہے نہ امت نہ قبلہ یہ ایک عزت کا خطاب ہے جو خدا نے دیا وغیرہ وغیرہ۔

عزّت کا خطاب

ہم ماہر القادری کے سمجھانے کے لئے "نبی" کے مقابلہ میں لفظ "نواب" کو پیش کرتے ہیں۔ ریاست بہاولپور کے نواب کو بھی نواب کہا جاتا ہے، اور لاہور کے ایک رئیس مظفر علی قزلباش کو بھی نواب کہا جاتا ہے۔ لفظ ایک ہی ہے لیکن مفہوم میں کتنا فرق ہے۔ بہاولپور کے نواب کا تاج ہے تخت ہے ولی عہد ہے۔ ریاست ہے، فوج ہے پولیس ہے، قید و بند ہے۔ پھانسی یا معافی کے اختیارات ہیں لیکن مظفر علی قزلباش بھی نواب ہیں نہ تاج نہ تخت نہ ولیعہد۔ نہ ریاست نہ فوج نہ پولیس نہ قید و بند نہ پھانسی یا معافی کے اختیارات۔ لفظ نواب صرف ایک عزت کا خطاب ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ٹھیک اسی طرح حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلعم تک تو لفظ نبی اپنے اصل مفہوم کے ساتھ استعمال ہوا جہاں کتاب شریعت، امت کلمہ، قبلہ سب کچھ موجود نظر آتا ہے لیکن حضرت محمد رسول اللہ کے بعد نبی صرف ایک عزت کا خطاب رہ گیا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنے مرشد کو اپنے وقت کا نبی کہا ہے۔ ان کی کتاب مثنوی کو "ہست قرآں در زبان پہلوی" کہتے ہیں

حالانکہ مثنوی قرآن نہیں ۔مثنوی کو عزت کے طور پر قرآن کہہ دیا گیا ہے۔

موسیٰ عمران کی ضرورت

خود ماہر القادری نے اسی رسالہ "فاران" کے صفحہ ۴۴ پہ "...... ضرورت ہے" کے عنوان کے تحت اپنی ایک نظم شائع کی ہے ۔اس کا ایک شعر یوں ہے ؎

زمانہ منتظر ہے کس قدر ضرب کلیمی کا
جہاں کو پھر کسی موسیٰ عمراں کی ضرورت ہے

ماہر القادری یا ان کا زمانہ پھر کسی موسےٰ کے انتظار میں ہے اب ظاہر ہے کہ جو بھی ضرب کلیمی لگانے والا آئے گا اس کو موسےٰ کا نام بطور خطاب اور عزت کے ہی دیا جائے گا۔ ورنہ اصل حضرت موسےٰ علیہ السلام تو آنے سے رہے ۔ غرض لفظ نبی کا استعمال حضرت مرزا صاحب کے لئے بطور خطاب یا عزت کے ہوا ۔ ورنہ حضرت خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کیسا؟ قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں حضرت نبی کریم صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں۔

حق پسندوں پر اعتراض

اس ہنگامہ آرائی اور فتنہ پروری کے دور میں جہاں ماہر القادری اور احراری حضرات نے حضرت مجدد اعظم مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کو سوقیانہ گالیاں دیں اور ننگِ انسانیت مظاہرے کئے وہاں اللہ کے چند دلیر بندے بلا خوف لومۃ ولائم مدافعت کے لئے بھی اُٹھے اور انہوں نے ان متعصب ملاؤں کو للکارا کہ تم تعصب سے اندھے ہو رہے ہو اور حد سے بڑھے جا رہے ہو۔ ٹھہرو، سنبھلو اور ناحق الزام تراشی سے باز آجاؤ، ایک خادم دین کو گالی بک کر اور کافر کہہ کر اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔ ان اللہ کے بندوں میں مولانا عبدالماجد دریا بادی اور خواجہ حسن نظامی دہلوی پیش پیش ہیں۔ انہوں نے اسلام کے ان نادان دوستوں کو آڑے ہاتھوں لیا اور بہت بڑے ایمان کا ثبوت دیا۔ ماہر القادری ان دونوں بزرگوں سے بہت ناراض ہیں ۔خواجہ حسن نظامی صاحب سے تو ان کی دیرینہ عداوت ہے۔ لیکن مولانا عبدالماجد دریا بادی کے ایک عرصہ تک عقیدتمند رہے اور ان کے علم سے بہت کچھ استفادہ کیا۔ فاران کے صفحہ ۲۴ پہ لکھتے ہیں :-

" میں نے بہت غور کیا کہ مولانا عبدالماجد دریا بادی جیسا شخص جو قرآن کا مفسر اور دین کا مبلغ ہے اور حکیم الامت مولانا اشرف تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس کی تربیت فکر و نظر کی ہے ۔کیا دنیا کا کوئی لالچ اس کا محرک ہے ؟ نہیں ہرگز نہیں ہے ۔ تو کیا اسکے معتقدات اور دینی اشغال و اعمال بدل چکے ہیں؟ نہیں ایسا بھی نہیں ہوا۔ وہ اب بھی اشراق و تہجد کی نمازیں پڑھتا ہے اور اس کی رات کا کافی حصہ تسبیح و تہلیل اور ذکر و شغل میں گذرتا ہے۔ پھر کیا ؟ "ضد"

دینداری اور ضد؟

ماہر القادری نے یہاں بھی خوف خدا سے کام نہیں لیا جس بزرگ کو وہ قرآن کا مفسر۔ دین کا مبلغ ۔حکیم الامت کا تربیت یافتہ اشراق و تہجد کی نمازیں پڑھنے والا۔ رات کا کافی حصہ تہلیل و تسبیح اور ذکر و شغل میں گزارنے والا سمجھتے ہیں اور انہیں یہ بھی اقرار ہے کہ دنیا کی کسی لالچ کا بھی وہ بزرگ شکار نہیں وہ محض "ضد" کے طور پر احمدیوں کی مدافعت پر کمربستہ ہوا ہے اس اتنے بڑے راستباز انسان کو عاقبت یاد نہیں ؟ کیا اسکو اپنا ایمان پیارا نہیں ؟ کیا وہ رات کا کافی حصہ تسبیح و تہلیل۔ تہجد۔ ذکر اور شغل میں گذارتا ہے اور دن کو "مرزائی کافروں مرتدوں" کی حمایت پہ کھڑا ہوتا ہے یہ محض اس لئے ہے کہ وہ ایک ضدی انسان ہے۔ اسے ضد ہے کہ وہ عابد زاہد، عالم باعمل ہونے کے باوجود چند "مرتدوں اور کافروں" کی طرف سے لڑے اور اپنی عاقبت خراب کرے؟

یہ ضد ہے یا مظلوم کی حمایت؟

سنو اور کان کھول کر سنو۔ اسکو کوئی ضد نہیں ۔ پھر کیا ہے ؟ آؤ ہم آپ کو اس کا جواب آپ کے اسی رسالہ فاران سے تلاش کر کے دیں۔ آپ صفحہ ۲۱ پہ لکھتے ہیں :-

" مولانا عبدالرحمٰن نگرامی مرحوم کی بیوہ سے مناکحت اور پھر علیحدگی کے سلسلہ میں ماہنامہ "نگار" کے ایڈیٹر نے جو فتنہ کھڑا کیا تھا ۔ میں اس زمانہ میں حیدر آباد دکن میں تھا میرا دل کہتا تھا کہ مولانا عبدالماجد دریا بادی سے جو باتیں منسوب کی جا رہی ہیں وہ شرارت آمیز ہیں۔ "حقوق اللہ" کا پہچاننے والا "حقوق العباد" کے معاملہ میں ظلم و زیادتی کی اتنی نیچی سطح پر نہیں اتر سکتا۔ چنانچہ مولانا موصوف کی حمایت میں لوگوں سے کیسے کیسے بھیچیڑے رہتے ہیں اور بحث و مناظرہ کے کیسے تلخ و تند ہنگاموں میں مولانا کے اس نیازمند اور عقیدت کیش نے حصہ لیا۔ یہ باتیں اس لئے بیان نہیں کی جا رہی ہیں کہ خدا نخواستہ مولانا پر احسان جتانا مقصود ہے ۔میں نے مولانا ممدوح کی مدافعت میں جو کچھ کیا حق سمجھ کر کیا کہ ایک مظلوم مسلمان کی حمایت اور مدافعت بہت بڑی نیکی ہے اور ایک مسلمان کی مظلومیت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی ذات بے سروپا تہمتوں اور غلط الزامات کی آماجگاہ بنا دی جائے "

دیکھ لیا آپ نے ؟ جب مولانا دریا بادی پر چند الزامات لگائے گئے تو آپ نے مولانا ممدوح کی مدافعت میں جو کچھ کیا حق سمجھ کر کیا کہ ایک مظلوم مسلمان کی حمایت اور مدافعت بہت بڑی نیکی ہے اور ایک مسلمان کی مظلومیت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی ذات بے سروپا تہمتوں اور غلط الزامات کی آماجگاہ بنا دی جائے ۔ ٹھیک اسی طرح حضرت مولانا عبدالماجد دریا بادی نے بھی احمدیوں کی مدافعت میں جو کچھ کیا "ضد" سے نہیں کیا بلکہ حق سمجھ کر کیا کہ ایک مظلوم مسلمان کی حمایت اور مدافعت بہت بڑی نیکی ہے اور ایک مسلمان کی مظلومیت اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی ذات بے سروپا تہمتوں اور غلط الزامات کی آماجگاہ بنا دی جائے "۔

احمدیوں کی مظلومیت

حضرت مرزا غلام احمد کی مظلومیت انتہا کو پہنچ گئی اور آپ کی ذات بے سروپا تہمتوں اور غلط الزامات کی آجگاہ بنا دی گئی ۔ احمدیوں نے چہار دانگ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجا دیا اور کفرستانوں میں مسجدیں بنا دیں یورپ اور امریکہ میں اسلام کے جھنڈے لہرا دیئے اور بڑے بڑے سرکشوں کو حضرت محمد رسول اللہ کے قدموں میں جھکا دیا لیکن آپ اور آپ کے ہمنوا احمدیوں کو دشمن اسلام سمجھ رہے ہیں ۔ پھر کیا احمدیوں کی مظلومیت پر صدائے احتجاج بلند کرنا مولانا دریا بادی جیسے راستباز اور پاکباز انسان کا فرض نہ تھا ؟ کیا وہ اس "بہت بڑی نیکی" سے محروم رہتے ؟ نہیں ہرگز نہیں یہ دردمند بزرگ تڑپ کر اٹھا اور آپ جیسے ظالموں کو روکا اور سیدھا رستہ دکھایا ۔ مولانا ممدوح نے اپنی عاقبت خراب نہیں کی بلکہ سنواری اور آپ کو اپنی عاقبت خراب کرنے سے منع فرمایا۔

یورپ کو کون حلقہ بگوش اسلام کر رہا ہے

کس قدر تصرف الٰہی ہے کہ ماہ اکتوبر ۱۹۵۲ء کے اسی رسالہ فاران میں آپ نے ایک طرف تو ایک طویل مضمون میں احمدیوں کو دشمن اسلام ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ۔ دوسری طرف اسی شمارہ میں جناب عتیق فکری کا ایک مضمون زیر عنوان "قرآن غیروں کی نظروں" شائع ہوا ہے ۔اس مضمون میں لکھا ہے (دیکھئے فاران ماہ اکتوبر صفحہ ۱۲)

برنارڈشا جب سیاحت عالم کے دوران میں ۱۴ر جنوری ۱۹۳۰ء کو بمبئی میں وارد ہوئے تو اخبار لائٹ (لاہور) کے نمایندہ نے آپ سے ملاقات کی اور اس پیشگوئی کی وضاحت چاہی (کہ سو سال کے اندر اندر سارا یورپ بالعموم اور سارا انگلستان بالخصوص مشرف با اسلام ہو جائے گا۔ ناقل) تو برنارڈشا نے جواب دیا۔

" میں ہمیشہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کو بہت بلند سمجھتا رہا ہوں اس لئے کہ اس میں حیرت انگیز روح زندگی پائی جاتی ہے .... میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کی نسبت پیشگوئی کر چکا ہوں کہ اسکو یورپ کی آیندہ نسل قبول کرے گی بلکہ موجودہ نسل کے نزدیک بھی یہ مقبول ہونا شروع ہو گیا ہے ...... میری پیشگوئی پر اس نقد نظر سے نگاہ ڈالنی چاہیئے ۔اس وقت بھی میرے بعض ہم وطن اور یورپ کے بعض اصحاب مذہب اسلام کے دائرے میں داخل ہو چکے ہیں اور کہنا چاہیئے کہ یورپ میں اسلام کے حلقہ بگوشی کا کام شروع ہو چکا ہے "

لِلّٰہ بتایئے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کی تبلیغی کوششوں اور لاکھوں روپے کے خرچ سے اسلام یورپ کی موجودہ نسل کے نزدیک بقول برنارڈشا "مقبول ہونا شروع ہو گیا ہے" ؟ اور وہ کون لوگ ہیں جن کے ذریعہ انگلستان اور یورپ کے دیگر حصص کے لوگ مشرف با اسلام ہوئے ہیں ؟ کیا یہی "مرتد" "کافر" اور "دشمن اسلام" مرزائی تو نہیں ؟ ۔ پھر کیا وجہ ہے ایسے خادمان اسلام پہ ظلم ہوتا دیکھ کر حضرت مولانا دریا بادی خاموش رہ جائیں اور مظلوموں کی حمایت جیسی "بہت بڑی نیکی" سے محروم رہیں۔

(باقی دارد)

قابلِ تقلید مثال

بیگم بابو عمر دین صاحب نے اپنی والدہ مرحومہ مغفورہ کی وصیت کے مطابق مبلغ ایک سو روپیہ قرآن کریم کی اشاعت کے لئے دیا ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ مرحومہ مغفورہ کیلئے دعائے مغفرت فرمائیں۔

درخواستہائے دعا

(۱) حافظ عبدالرشید صاحب مبلغ انجمن کی اہلیہ صاحبہ نمونیہ سے بیمار ہیں۔

(۲) ہری پور سے عبدالرزاق صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے محترم محمد الرحمٰن صاحب ڈپٹی تعلیم ہری پور ہزارہ پہ فالج کا حملہ ہوا ہے۔ ان دونوں کی صحت کے لئے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

دعوت الی الحق

احمدیت کی تعلیمی خصوصیت

ہر کلمہ گو مسلمان ہے

مولانا مودودی۔ مولانا محمد علی جالندھری اور جمیع مخالف علما اور اخبارات کو چیلنج

میر صادق علی صاحب گوجرانوالہ

(۵)

* اس مضمون کی بابت نوٹ ... سے کچھ مضمون اُلٹ پلٹ ہو گیا اور کچھ حذف ہو گیا اس لئے اس کا وہ حصہ دوبارہ درست کر کے شائع کیا جاتا ہے (ایڈیٹر پ ص)

جماعت احمدیہ کے خلاف ایجی ٹیشن

کچھ عرصہ سے چند ایک شوریدہ سر مولوی اور چند ایک بے اصول اخبار نویس اور رسوائے عالم جماعت احرار اور جماعت اسلامی جماعت احمدیہ کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے لئے پاکستان کے طول و عرض میں ایجی ٹیشن کر رہے ہیں۔ اور ان سب معاندین نے متفقہ طور سے حکومت[1] پاکستان سے درخواست کی ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ ہم پر الزام یہ لگایا ہے۔ کہ ہم ختم نبوت کے منکر ہیں۔ یہ بدترین قسم کا افترا اور کذب بیانی ہے۔ جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں احمدیہ جماعت لاہور کے سوا تمام مسلمان خواہ قادیانی ہوں یا غیر قادیانی سبھی آنحضرت صلعم کے بعد ایک نبی کے آنے کے قائل ہیں اور اس امر میں قادیانیوں کی نسبت دوسرے مسلمان زیادہ مجرم ہیں کیونکہ وہ ایک اسرائیلی نبی حضرت عیسےٰ ابن مریم علیہ السلام کی آمد کے منتظر ہیں جس سے اسلام کا تختہ ہی اُلٹ جاتا ہے۔ لیکن اپنے اس قسم کے ناپاک عقائد کے باوجود ہمیں غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اور نانبائیوں اور لسی فروشوں کی دکانوں پر نوٹس بورڈ لگوائے جا رہے ہیں کہ "میرزائیوں کے برتن علیحدہ ہیں"[2]۔ کبھی ہمارے قتل کے فتوے دیئے جاتے ہیں، اور کبھی ہمیں پاکستان سے نکالنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں بھی ایک عجیب نکتہ ہے۔ سارے قرآن میں کہیں ایک واقعہ درج نہیں کہ کبھی کسی مسلم نیک جماعت نے اپنے لوگوں کو اپنے سے علیحدہ کیا ہو لیکن آفرینش آدم سے لے کر ہمیشہ شیاطین اور ان کی ذریت اپنے میں سے نیک لوگوں کو اپنے سے علیحدہ کرنے اور ملک سے نکال دینے کی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔ لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا

---

[1] ہمارے علماء کی ذہنیت بھی عجیب ہے۔ غیر ملکی حکومت کی غلامی میں انہیں ہمیشہ "اسلام خطرہ میں" نظر آتا رہا۔ اب آزاد اسلامی حکومت میں ان کو کبھی "ناموس رسالت" کبھی "ختم نبوت" اور کبھی "ناموس خلافت" خطرہ میں دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ ان کے خطرہ کا الارم بجانے سے غریب قوم ان علماء کی قورما۔ کباب پلاؤ اور طرح طرح کے لذیذ کھانوں اور میووں اور کیک پیسٹری سے خوب خوب تواضع اور خاطر و مدارات کرتی ہے۔ لیکن یہ مقوی غذائیں کھا کر بھی ان کے دل و دماغ اس قابل نہیں ہوتے کہ وہ اپنے مذہب اور ناموس رسالت اور ناموس خلافت کی حفاظت کر سکیں تاکہ جو زندہ رہتا ہے دلیل سے زندہ رہے اور جو ہلاک ہوتا ہے وہ دلیل سے ہلاک ہو جائے"۔ اس سیدھے راستہ کی بجائے وہ ہمیشہ حکومت کی طرف دوڑتے ہیں۔ تاکہ وزرائے حکومت سے کچھ رسوخ حاصل ہو جائے۔ اور وہ انہیں قوم کے نمائندے تسلیم کر لیں۔ اور پھر معاملہ حکومت کے زیر غور ہونے کی وجہ سے قدرے تعویق میں پڑ جائے۔ اور ان کو کچھ عرصہ اور حلوا پراٹھے اور روپے ملتے رہیں۔ اگر قوم یا مذہب کا تھوڑا بھی درد ان کے دلوں میں ہوتا۔ تو ان کو یہ معلوم ہونا چاہیئے تھا۔ کہ تحفظ ختم نبوت یا تحفظ خلافت کے وہ خواہ مخواہ پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اصل خطرہ میں خدا ہے جسے چھوڑ کر اکثر مسلمان پیر پرستی۔ قبر پرستی، اور مولوی پرستی اور حکومت پرستی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اور زر پرستی اور ہوا و ہوس پرستی اور نفس پرستی سے ایک شخص بھی بچا ہوا نہیں اور قوم کے ساٹھ فیصدی نوجوان علما سے بیزار ہو کر خدا کے منکر ہو گئے ہیں۔ اور ایک حصہ کیمونسٹ بن گیا ہے۔ مگر یہ علما "خدا خطرہ میں" کا الارم کبھی نہیں بجائیں گے۔ کیونکہ اس سے نہ روپیہ حاصل ہوگا۔ نہ لذیذ غذائیں ملیں گی۔ نہ حکومت میں رسوخ حاصل ہوگا۔ اور اگر یہ الارم بجائیں تو پھر ان کے پاس خدا کی ہستی کا کوئی ثبوت نہیں۔

ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو اللہ تعالےٰ کے نام پر دعوت دیتے ہیں کہ وہ ہماری جماعت میں شامل ہوں نہ مذہب کے معاملہ میں*

*ہمیں کبھی حکومت کے آستانہ پر ناصیہ فرسائی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کیونکہ دلیل سے زندہ رہنا اور دلیل سے ہلاک کرنا جانتے ہیں۔ اور یہ سب حضرت اقدس ہمارے امام کے فیض سے ہے۔ جو ہمارے لئے ایمان کو ثریا سے لائے۔ ہمارا اسلام کبھی خطرہ میں نہیں ہوتا۔ بلکہ دشمن اسلام ممالک میں ہم نے اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا ہے۔ اگر آپ خدا کا خوف کر کے ہمارا ساتھ دیں گے تو شاید تھوڑے عرصہ میں آپ یورپ اور امریکہ میں اسلام کا غلبہ دیکھ لیں گے۔ ہماری ختم نبوت بھی کبھی خطرہ میں نہیں ہوتی بلکہ ختم نبوت کا آفتاب ہمارا ایک ایک تعلیمی خصوصیت پر پورے زور سے نور افگن ہے۔ اور اس کی ضیا پاشی سے قلوب روشن ہوتے ہیں۔ ہماری ناموس خلافت کو بھی کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ کیونکہ ہمارا امام زندہ خلیفۃ الرسول ہے۔ اور پہلے خلفا کے لئے سپر کا کام دیتا ہے۔ ہمارا خدا الملک العزیز القدوس ہے۔ وہ اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے۔ شاید آپ کے دل کی تڑپ کو دیکھ کر وہ آپ سے باتیں کرے۔ شاید اسی زندگی میں آپ اسکو دیکھ بھی لیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

---

[2] ہمیں ان نوجوان عزیزوں کا کوئی گلہ نہیں۔ جنہوں نے یہ مطبوعہ نوٹس دوکانوں پر لگائے۔ یہ ہماری قوم کی بدقسمتی ہے۔ کہ ہماری قوم کے نوجوان ہر کام میں نہایت ہی غیر ذمہ دار واقع ہوئے ہیں اور کوئی نہ دا اچھے کام کرتے ہیں۔ کہ ان کی اس خفیف حرکت کو بُرا منایا جائے۔ بالخصوص جبکہ وہ چودھویں صدی کے علمائے کرام۔ جماعت احرار اور جماعت اسلامی کے صالحین کی قیادت میں یہ دینی خدمت سر انجام دے رہے ہوں۔ ہمیں احراری جماعت سے بھی کوئی شکوہ نہیں کہ احمدیہ جماعت کے خلاف محاذ قائم کرنے میں ان کا مقصد ہی مسئلہ کشمیر کی طرف سے مسلمانوں کی توجہ کو پھیر دینا تھا۔ وہ توجہ اب پھر گئی۔ وہ لوٹ کر آ نہیں سکتی۔ اب احراریوں کا نصب العین ہندوؤں کا چھوت چھات کا مذہب جس کی وجہ سے ہندو قوم ہمیشہ دنیا میں حقارت سے دیکھی جاتی ہے۔ پاکستان میں رواج دینا ہے۔ آج میرزائیوں کے برتن علیحدہ ہیں۔ کل رافضیوں کے برتن علیحدہ ہوں گے اور پرسوں وہابیوں کے اور اسی طرح ایک ایک کر کے تمام فرقوں کے علیحدہ برتنوں کے نوٹس بورڈ لگائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں میں باہم مل کر کھانے میں قدرتی جھجک اور کراہت پیدا ہو جائے گی۔ محمدؐ کا مذہب رخصت ہوگا۔ اور منو جی مہاراج کا مذہب پاکستان میں مقبولیت حاصل کرے گا۔ اور اس بدذات گروہ احرار کا اکھنڈ ہندوستان کا منصوبہ پورا ہو جائے گا۔ اور اگر محمد علی جناح سے اس کی زندگی میں انتقام نہ لیا جا سکا۔ تو اس کی روح سے عطاء اللہ بخاری کی داڑھی کا انتقام لے لیا جائے گا۔ ہمیں اس اسلام کو بدنام کرنے والی اسلامی جماعت سے بھی کسی قسم کی شکایت نہیں کہ ان کا مذہب مصلحت وقت ملک کے مطابق تغیر پذیر ہوتا رہتا ہے۔ ہندوستان میں اسلامی جماعت کو مسلمانوں کی سیاسی۔ اقتصادی اور معاشرتی بہبودی سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ لیکن پاکستان میں انہیں اسلام میں سیاست کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اور سیاست میں سبھی کچھ جائز ہے۔ مطلب کہ کسی طرف سے مسلم لیگ کو شکست اور اسلامی جماعت کو اقتدار حاصل ہو جائے۔ "میرزائیوں کے برتن علیحدہ ہیں"۔ یہ تو ایک ادنیٰ کارنامہ ہے۔ ان تاریکی کے فرزندوں کے مذہب میں تو لوگوں کو جبر اسلام میں داخل کرنا اور تلوار کے زور سے اسلام میں رکھنا ضروری فرض ہے۔ ہمیں حکومت پر بھی افسوس و رنج نہیں کہ وہ بیچاری کمزور ہے اور صبر کئے ہوئے دیکھ رہی ہے کہ دشمن کے ایجنٹ ملک اور حکومت میں انتشار پیدا کر رہے اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رہے ہیں۔ اور نادان قوم ان ناپاک اور شریر ایجنٹوں کے اشاروں پر ناچ رہی ہے۔ دین محمدؐ کے نام نہاد پاسبان علمائے کرام کا گلہ بھی فضول ہے۔ کہ وہ شر من تحت ادیم السماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہیں؛ اور قوم میں اس قسم کے ذلیل اخلاق پیدا کر کے وہ قوم میں مقبول بننا چاہتے ہیں۔ تاکہ اگر انہیں وزارتیں نہیں تو کم از کم قضاء کے عہدے تو حاصل ہو جائیں۔ البتہ شریف النفس اور خدا ترس مسلمان بھائیوں سے ہمیں ضرور گلہ ہے۔ کیا ان کا اسلام۔ کیا ان کی اسلامی تہذیب۔ کیا ان کی انسانیت اس امر کی اجازت دیتی ہے کہ وہ نانبائیوں اور حلوائیوں اور لسی دودھ بیچنے والوں کی دکانوں پر اس قسم کے نوٹس بورڈ دیکھیں۔ اور ان کی غیرت اسلامی کو دھچکا نہ پہنچے۔ اپنی مت سوچئے کہ آپ دنیا میں منہ دکھلانے کے قابل رہ گئے

(باقی بر صفحہ ۱۱)

ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے ورنہ تمہیں ہمارے مذہب میں لوٹ کر آنا ہوگا۔ اللہ تعالےٰ کا جواب بھی ہمیشہ ایک ہی رہا ہے لنھلکن الظالمین۔ ہم ظالموں کو ہی ہلاک کر دیں گے۔

قادیانی جماعت کا مسلک

قادیانی جماعت کے متعلق ہم وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ آیا وہ اب بھی غیر از جماعت مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں یا نہیں ۱۹۱۴ء میں ان کی تکفیر المسلمین کی بناء پر ہم ان سے علیحدہ ہوتے تھے۔ اس وقت ہمارے ان بھائیوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دعوے نبوت بھی منسوب نہیں کیا تھا۔ اب سنا ہے کہ انہوں نے تکفیر المسلمین کے عقیدہ سے رجوع کر لیا ہے۔ اور اگر یہ سچ ہے۔ تو حضرت مرزا صاحب کی نبوت کے عقیدہ کو بھی ترک کر دیا ہوگا۔ کیونکہ شریعت اسلام کی رُو سے نبی ہی کا منکر کافر ہوتا ہے۔ کتنا اچھا ہو اگر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ المسیح الثانی یہ اعلان فرما دیں کہ وہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اصطلاح اسلام میں نبی مانتے تھے۔ اور نہ ہی آپ کے انکار کی وجہ سے غیر از جماعت مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ مگر میرا خیال ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکیں گے، کیونکہ اس سے ان کی دنیوی وجاہت کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے دعوے بڑے آسان ہیں۔ مگر انہیں عمل میں لانا فی الواقعہ بڑا ہی دشوار ہے۔ تاہم کچھ بھی ہو انہیں غیر مسلم قرار دینے کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں۔ وہ کلمہ گو ہیں اہل قبلہ ہیں۔ شارع اسلام علیہ التحیۃ والسلام نے ایک مسلمان کی یہی علامات بیان فرمائی ہیں کیا مولوی مودودی اور ان کے ہمنوا مولوی شارع اسلام کے اس فیصلہ پر راضی نہیں ہیں؟ تو انہیں خود اپنے ایمان کی فکر کرنی اور اپنے لئے کوئی شریعت تجویز کرنی چاہئیے۔

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليما۔ حیرت ہوتی ہے کہ ان لوگوں کو ایک طرف تو ناموس رسالت کے پاس کے لئے بلند بانگ دعاوی ہیں اور دوسری طرف فرمان نبوی لا تکفروا اهل قبلتك کو جس کی کوئی اور تاویل ممکن ہی نہیں ٹھکرا کر ناموس رسالت کو پاش پاش کر دیتے ہیں۔ جس سے صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ یہ ناموس رسالت کا پاس نہیں بلکہ اس کی تہ میں اور اغراض ہیں۔ قادیانیوں کے دل میں بھی کوئی اس سے کم تنگی اور مصیبت پیدا نہیں ہوتی۔ جب حضرت مرزا صاحب کا یہ فیصلہ دیکھتے ہیں کہ:-

"میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی
شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"

اس قیامت کے زمانہ میں غریباں تو سبھی ہو گئے۔ مگر ان مذہبی اجارہ داروں سے زیادہ غریب تو شاید اور کوئی نہ ہوا ہوگا۔

ایک سوال

تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض بھی کر لیتے ہیں۔ کہ دستور ساز اسمبلی مولویوں کے مطالبہ سے ڈر کر قادیانی جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیدے۔ اگرچہ اسے ایسا کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ قادیانی جماعت کا مذہب کیا قرار دیا جائے گا ظاہر ہے۔ کہ وہ تو اپنے تئیں مسلمان ہی کہیں گے۔ پھر انہیں مسلمان کہلانے سے کس طرح روکا جائیگا۔ وہ نمازیں ادا کریں گے۔ روزے رکھیں گے۔ قرآن کریم کی تلاوت کریں گے۔ اذانیں دیں گے۔ حج کے لئے جائیں گے تبلیغ اسلام کریں گے۔ کیا ان مذہبی فرائض کو ادا کرنے سے انہیں جبراً روکا جائے گا۔ اگر یہ سب کچھ کرنے کے ارادے ہیں۔ تو فانتظروا انی معکم من المنتظرین۔ اور اگر انہیں اپنے مذہبی فرائض آزادی سے ادا کرنے کی اجازت ہوگی تو پھر مسلمان اور کیا ہوتا ہے۔ ان اسلامی دستور کا مطالبہ کرنے والے مولویوں کو اپنے مطالبہ میں ان تمام امور کی تصریحات کر دینی چاہیئے تھیں۔ تاکہ دنیا کو ان چودھویں صدی کے علماء کی ذہنیت اور اخلاقی گراوٹ کا پورا پتہ لگ جاتا۔ ان تصریحات کے بغیر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیکر بھی فتنہ وہیں کا وہیں رہے گا۔

قادیانیوں اور غیر قادیانیوں میں عقائد کا اتحاد

ہمیں قادیانیوں اور غیر از جماعت مسلمانوں میں وجہ مخاصمت ہی سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ ان دونوں گروہوں میں عقاید کا عجیب اتحاد ہے۔ آنحضرت صلعم کے بعد قادیانی ایک نبی کے قائل ہیں اور غیر از جماعت مسلمان بھی ایک نبی کی آمد کے منتظر ہیں۔ قادیانی بھی اہل قبلہ کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور دوسرے مسلمان بھی اہل قبلہ کی تکفیر کے مجرم ہیں۔ عقاید کے لحاظ سے اتحاد کے ہوتے ہوئے تو آپس میں بڑی محبت اور یک جہتی ہونی چاہیئے تھی۔ فرق صرف نئے یا پرانے نبی کے ماننے کا یا وجہ تکفیر کا ہے۔ سو یہ معمولی بات ہے۔ جرم ایک اور نتیجہ ایک ہے۔ لیکن اگر محض لڑنے کی خاطر لڑنا مدنظر ہے۔ تو پھر شریفانہ طریق پر لڑنا چاہیئے۔ ان ناپاک اور ذلیل قسم کی باتوں سے کہ مرزائیوں کے برتن علیحدہ ہیں۔ کچھ شرم آجانی چاہیئے۔ کہ یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ اور اس سے اسلام بدنام ہوتا ہے۔ دیکھنا تو صرف اتنا ہے کہ آیا نئے نبی کا ماننا اللہ تعالےٰ کی زیادہ رضا کا موجب ہے۔ یا ایک پرانے نبی کی منتظر رہنا زیادہ محل ثواب ہے۔ اور ایک نئے نبی کے ماننے والوں کی تکفیر سے اللہ تعالےٰ زیادہ خوش ہوتا ہے۔ یا ایک نئے نبی کے منکروں کی تکفیر سے۔ ان زعمتم انکم اولياء لله من دون الناس فتمنوا الموت ان كنتم صادقين۔

علماء کی خدمت میں گذارش

مضمون کے اخیر میں ہم سید ابوالاعلےٰ مودودی اور ان کے ہمنوا کیس مولویوں کی خدمت میں ادب سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے دستور ساز اسمبلی سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر کے کسی صحیح دانشمندی کا ثبوت نہیں دیا۔ بلکہ اپنے اخلاق اور علم کی پردہ دری کی ہے۔ بہتیرے جبہ پوش مولوی ہیں۔ جو گدھوں کی طرح اپنی پیٹھوں پر کتابیں اُٹھائے پھرتے ہیں۔ لیکن ان کتابوں کے علوم سے وہ کوئی فائدہ نہیں اُٹھاتے یا اُٹھا ہی نہیں سکتے آپ سب کا مذہب تو یہ ہے۔ کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ اگر مرزائی مسلمان سے غیر مسلم ہو گئے۔ تو آپ کو ان کے قتل کا مطالبہ کرنا چاہیئے تھا۔ بات وہی ٹھیک ہوتی ہے جو کسی اصول پہ ہو۔ اور آپ کا اصول یہ ہے کہ مسلمانوں کو بجبر مسلمان رکھا جائے۔ ورنہ قتل کر دیا جائے۔ اور آپ نعوذاً سالغوہ کرتے دکھائیں گے۔ تو بجبر اسلام میں داخل کرنے اور بجبر اسلام میں رکھنے میں فرق کوئی نہیں۔ اس لئے آپ کا اصلی مذہب یہ ہوا کہ (۱) لوگوں کو اسلام میں بہ جبر داخل کرو (۲) اسلام میں زبردستی رکھو اور باہر نہ جانے دو۔ لیکن نمبر ۱ اصول آپ نے کہاں سے لیا کہ لوگوں کو جبراً اسلام سے نکالو مخالفاً متوسمرتی سے۔ جب مرتد کی سزا آپ کے مذہب میں قتل ہے تو زبردستی مرتد کرنے والے کی سزا اس سے اگر زیادہ نہیں تو کم از کم مساوی تو ہونی چاہیئے۔ کیا آپ یا تیس مولوی اس سزا کو بھگتنے

(باقی پر صفحہ ...)

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ...)

یا نہیں۔ نبیوں کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی کیفیت کا اندازہ لگائیے۔ جو یہ خیال کر کے ہی رو پڑے تھے۔ کہ آپ کو اپنی امت پر گواہ کے طور پر لایا جائے گا۔ فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيدا۔ يومئذ يود الذين كفروا وعصوا الرسول لو تسوى بهم الارض ولا يكتمون الله حديثا۔ پھر کیا کیفیت ہوگی۔ جب ہم ہر ایک امت سے گواہ لائیں گے۔ اور تجھ کو (اے محمدؐ) ہم ان (امت محمدیہ) پر گواہ لائیں گے۔ اس دن وہ جنہوں نے کفر کیا۔ اور رسول کی نافرمانی کی چاہیں گے کہ کاش زمین ان پر برابر کر دی جاتی اور اللہ سے کوئی بات نہیں چھپا سکیں گے۔ ذرا روز محشر کا تصور کیجئے۔ امت محمدیہ کا اعمالنامہ پیش ہو رہا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مالک کے حضور میں دست بستہ کھڑے ہیں۔ تو وہ چیز جس کے تصور سے آپ رو پڑے تھے۔ اور رنج و غم کا آپ پر اس قدر استیلا ہوا تھا کہ آپ اس سے آگے قرآن سننے کی تاب نہ لا سکے تھے۔ جب حقیقتاً آپ کے پیش کر دی جائے گی تو قلب مبارک کی کیا کیفیت ہوگی۔ اور کس بے چینی سے آپ اپنے رب کے حضور عرض کریں گے كنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم۔ فلما توفيتني كنت انت الرقيب عليهم۔ میں ان پر گواہ تھا۔ جب تک میں ان میں تھا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ لیکن جب اس محشرستان کا آخری سین آپ صلعم کے پیش کیا جائے گا۔ اور آپ کو بتلایا جائے گا کہ ابوالحسنات اختر علی خاں مدیر زمیندار۔ عطاء اللہ شاہ بخاری۔ میرزادہ فیض الحسن اور محمد علی جالندھری نے آپ کی پاک اور روشن کتاب کو جو ساری دنیا کے لئے نور اور رحمت تھی۔ چھوڑ کر منوسمرتی سے فتوے دیا اور دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کے دس کروڑ مسلمانوں نے ان ناپاک انسانوں کو ارباباً من دون اللہ بنا کر اپنے سکوت سے نہ صرف اس فتوے کو قبول کیا بلکہ منوسمرتی کے قوانین کی ترویج کے لئے ایک کروڑ روپے کی گرانقدر رقم جمع کر کے دینے کا وعدہ بھی کیا۔ اس وقت مرزائیوں کی وہ نعشیں جنہیں قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیا گیا اپنے ہاتھوں میں "مرزائیوں کے برتن علیحدہ ہیں" کے نوٹس بورڈ لے کر اپنے رب کے حضور میں اور اس سراسر رحمت رسولؐ کی حضور میں فریاد کریں گے۔ تو شاید حضورؐ اس بھیانک نظارہ کی تاب نہ لا سکیں گے اور كنت انت الرقيب عليهم بھی نہ دہرا سکیں۔ پاکستانی مسلمان بھائیو یہ ہے تحفظ ختم نبوت۔ یہ ہے دین کو کھیل اور تمسخر بنانے کا نتیجہ۔ الم تر الى الذين يزعمون انهم امنوا بما انزل اليك وما انزل من قبلك يريدون ان يتحاكموا الى الطاغوت وقد امروا ان يكفروا به ويريد الشيطن ان يضلهم ضلالاً بعيدا۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو جھوٹا دعوےٰ کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں جو (اے محمدؐ) تیری طرف اُتارا گیا۔ اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا۔ وہ چاہتے ہیں کہ شیطان سے فیصلہ کرائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس کا انکار کریں۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو گمراہی میں دور لے جائے۔ الا لعنة الله على القوم ...

سیر مشاہدات

(بقیہ از صفحہ ۵)

پڑھ لی ہوگی۔ اس کے بعد طفیل صاحب بریڈ فورڈ (BRAD FORD) چلے گئے۔ وہاں جمعیت المسلمین کی طرف سے عید میلاد کی تقریب تھی۔ انہوں نے وہاں نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات بیان فرمائے اور تقریب کے خاتمہ پر ایک انگریز خاتون مس اڈا الزبتھ جونسن (MISS ADA ELIZABETH JOHNSON) کو مسلمان کیا۔ جزاہ اللہ خیراً۔

۳۰ نومبر اتوار:۔

آج ووکنگ میں کوئی تقریب نہ تھی۔ بلکہ مسلم ویلفیئر سوسائٹی لندن (MUSLIM WELFARE SOCIETY LONDON) نے اسلامک کلچر سنٹر میں عید میلاد کی تقریب منائی۔ امام صاحب اور دیگر احباب مدعو تھے۔ قریباً ۷۰ بچوں کو چائے پلائی گئی اور ان میں انعامات تقسیم کئے گئے۔

۲ دسمبر بروز منگل:۔

آج کا دن وزیر اعظم پاکستان نے تمام پاکستانیوں سے ملاقات کرنے کے لئے مقرر کیا ۶ سے ۸ بجے بعد از شام تک۔ یہ سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ امام صاحب اور دیگر احباب بھی گئے۔ ملاقات کے وقت امام صاحب نے ان کو ووکنگ آنے کی دعوت دی۔ وزیر اعظم صاحب نے فرمایا کہ "میں نے ۷ دسمبر کا دن ووکنگ کے لئے رکھا ہے۔ سر جان وڈہیڈ (SIR JOHN WOOD HAD) کو بھی ملنا ہے"۔ یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ ووکنگ میں عموماً پنشن یافتہ ملازمین رہتے ہیں ان میں جنرل گریسی اور سر جان قابل ذکر ہیں۔ سر جان مذکور متحدہ بنگال کے گورنر رہ چکے ہیں۔ وزیر اعظم صاحب کامن ویلتھ اکنامکس کانفرنس (COMMON WEALTH ECONOMICS CONFERENCE) میں شرکت کرنے کے لئے لندن تشریف لائے اور قریباً تین ہفتے کے بعد ۱۵ دسمبر کو واپس پاکستان تشریف لے گئے۔ بتایا گیا ہے کہ قریباً نوسو پاکستانی ہائی کمشنر آف پاکستان کے دفتر میں ملاقات کے لئے جمع ہو گئے۔

۳ دسمبر بروز بدھ:۔

آج طفیل صاحب نے ۸ بجے بعد از شام ووکنگ کے سینٹ جان میموریل ہال (ST. JHN'S MEMORIAL HALL) میں سوالوں کے جواب دیئے۔ تفصیل اسلامک ریویو بابت ماہ جنوری ۱۹۵۳ء کے صفحہ ۳۳ پر درج ہے۔

۴ دسمبر بروز جمعرات:۔

آج انٹرنیشنل فرینڈشپ لیگ (INTERNATIONAL FRIENDSHIP LEAGUE) کے زیر اہتمام ایسٹ بورن (EAST BOURNE) میں اسلام پر جنرل لیکچر امام صاحب نے دیا۔ دیر ہونے کے باعث رات وہیں رہ کر دوسرے دن واپس ووکنگ تشریف لے آئے۔ جگہ دور تھی۔

آج ایک آئرش لڑکی مس الزبتھ مارگریٹ سفرن (MISS ELIZABETH MARGARET SUFFERN) نے ووکنگ آکر اسلام قبول کیا۔ اسلامی نام شبیر رکھا گیا۔ طفیل صاحب کی ہمت قابل داد ہے۔ اس کے ساتھ اس کی سہیلی مس جوائس ای یاسمین سکاٹ (MISS JOYCE E. YASMIN SCOTT) بھی مسلمان ہو گئی تھیں۔

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

امارت و قیادت کی ذمہ داریاں

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

امارت وقیادت قوم کا منصب ایک ایسا منصب ہے جو اسلام نے دنیا میں نیکیاں پھیلانے اور برائیوں کے استیصال کے لئے تجویز کیا ہے۔ یہ ایک ایسا بار امانت ہے جس کے بوجھ سے آسمان و زمین تک کانپ اٹھتے ہیں۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند (حافظ رح)

صحابہ کرام پر یہی بار امانت ڈالا گیا تھا جس کی ذمہ داریوں کو انہوں نے پورے طور پر محسوس کیا اور انہیں بوجہ احسن نبھایا۔

حضرت صدیق اکبر رضہ کا پہلا خطبہ صرف امارت کی ذمہ داریوں پر مشتمل تھا۔ فرماتے ہیں:۔

"لوگو میری خواہش یہ تھی کہ اس بوجھ کو کوئی دوسرا شخص اٹھاتا۔ اور اگر تم مجھ سے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع چاہو گے تو میں اس کا متحمل نہ ہو سکوں گا۔ کیونکہ وہ شیطان سے محفوظ و مامون تھے اور ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی"۔
(مسند ابن حنبل رح)

حضرت عمر رضہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"اگر کوئی دوسرا شخص اس بار کو اٹھانے کے قابل ہوتا اور قوت رکھتا تو مجھ پر یہ بہت زیادہ آسان تھا کہ میں آگے بڑھا دیا جاؤں اور میری گردن اڑا دی جاتی"۔ (موطا امام محمد)

ایک بار حج سے واپس آ رہے تھے کہ ابطح میں ایک مقام پر ٹھہر گئے بہت سی کنکریاں جمع کیں اور ان پر چادر بچھا کر چت لیٹ گئے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:۔

اللّٰھم کبرت سنی وضعفت قوتی وانتشرت رعیتی فاقبضنی الیک غیر مضیع ولا مفرط
(موطا امام محمد)

ترجمہ:۔ اے اللہ تعالےٰ اب میرا سن زیادہ ہوا۔ میرے قوے ضعیف ہو گئے۔ میری رعایا ہر جگہ پھیل گئی۔ پس مجھے اس حالت میں اٹھا لے کہ میرے اعمال برباد نہ ہوں اور میں حد اعتدال سے آگے نہ بڑھوں۔

امارت و حکومت کے فرائض

اللہ تعالےٰ نے جہاں اپنے فضل و احسان سے حکومت عنایت فرمائی تو اس سے قبل انہیں فرائض حکومت سے بھی آگاہ کیا:۔

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور (حج)

یعنی وہ لوگ جن کو اگر ہم زمین میں متمکن کر دیں گے تو وہ نماز کو قائم کریں گے زکوٰۃ دیں گے نیکی کا حکم کریں گے اور بدی سے روکیں گے اور کام کا انجام صرف خدا کے لئے ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضہ پر جب یہ بوجھ ڈالا گیا تو اگرچہ وہ مقام سنح میں جو مدینہ کی اصل آبادی سے دور تھا قیام فرماتے تھے لیکن روزانہ وہاں سے کبھی پاپیادہ اور کبھی سواری پر مسجد نبوی میں آتے تھے اور عشاء کی نماز پڑھا کر واپس جاتے تھے۔ (اسد الغابہ)

حضرت فاروق اعظم صبح سویرے اٹھتے اور سب سے پہلے یہ معلوم کرتے کہ ان لوگوں کو جو تہجد پڑھ کر سو جاتے نماز کے لئے خود جگاتے۔ (فتوح البلدان)

عشاء کے بعد ان کا سب سے آخری کام یہ تھا کہ مسجد کی کچھ بھال فرماتے تھے۔ جو لوگ عبادت الٰہی میں مشغول ہوتے ان کے علاوہ دوسرے بیکار لوگوں کو مسجد میں نہ رہنے دیتے۔
(خلاصۃ الوفا)

حضرت عمر عشاء کے بعد پھر پھر کر مسجد میں ہر شخص کے چہرہ پر نظر ڈالتے اور پوچھتے کہ کھانا کھایا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص بھوکا ہوتا تو اسے لے جا کر کھانا کھلاتے۔
(طبقات ابن سعد)

قومی خزانہ یا بیت المال کی حفاظت

ایک روز صدقہ کے اونٹ آئے تو حضرت عمر رضہ بسبب شدت گرمی کے سر پر چادر ڈال اور گرمی سے تپتی ہوئی زمین پر کھڑے ہو کر حضرت علی رضہ سے ان کا حلیہ قلمبند کروایا۔ حضرت عثمان رضہ بھی موجود تھے۔ ان کی طرف حضرت علی رضہ نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:۔

"حضرت شعیب کی لڑکی نے حضرت موسیٰ کی نسبت کہا تھا:۔

ان خیر من استاجرت القوی الامین۔ یعنی جس کو آپ نے ملازم رکھا ہے وہ قوی اور امین ہے۔ لیکن وہ قوی اور امین یہ (حضرت عمرضہ) ہیں۔

باقی ۔ باقی

ہر کہ او عاشق میکے باشد
ترک جاں پیشش اندکے باشد (مسیح موعودؑ)

جو شخص مست مے عشق و محبت ہے۔ اس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دینا بہت آسان ہے۔

شکریہ تعزیت جن دوستوں نے میری بچی کی وفات پر تعزیتی خطوط لکھ کر یا زبانی اظہار ہمدردی فرمایا ہے انکو فرداً فرداً جواب دینا مشکل ہے اسلئے بذریعہ اخبار ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔ خاکسار احمد یار۔ اسسٹنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

سانحہ ارتحال گھیانہ سے ملک عزیز احمد صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — تار کا پتہ: تبلیغ لاہور — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم — فون نمبر ۳۷۷۳

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۴۱ — لاہور یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۱ ربیع/جمادی الاول ۱۳۷۲ھ ۔ ۲۸ جنوری ۱۹۵۳ء — نمبر ۴

حضرت صاحب صدر کا ارشاد اپنی صحت کے متعلق

حضرت صاحب صدر کا حسب ذیل ارشاد ان کے صاحبزادہ میاں فضل احمد صاحب نے اپنے ۲۴ جنوری کے خط میں برائے اشاعت ارسال فرمایا ہے:

"میری طبیعت خدا کے فضل سے اب اچھی ہے۔ اور جو X-Ray ۱۸ جنوری کو لیا گیا تھا اس سے ظاہر ہے کہ ہڈی جڑ رہی ہے۔ اور غیر متوقع طور پر Callus بن رہا ہے۔ سوموار مورخہ ۲۶ جنوری کو Ring کو ڈھیلا کر دیں گے۔ تو کافی آرام میسّر آجائے گا۔ یہ سب میرے مہربان دوستوں کی دُعا کا نتیجہ ہے۔ میری درخواست ہے کہ احباب دُعا فرماتے رہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے جلد از جلد خدمتِ دین کے قابل کرے۔ مجھے انجمن کے مالی حالات کی بہت فکر دامن گیر ہے۔ مَیں دو تین ہفتہ تک چلنے پھرنے لگتا ہوں تو اس طرف متوجہ ہونگا۔ اور خدا کے فضل و کرم سے حل نکل آئے گا۔ دعاؤں کی ضرورت ہے۔"

حضرت صاحب صدر کی صحبت میں چند لمحات

بکنج خلوت پاکاں اگر گذر یکنی
عیاں شود کہ چہ نورے دراں باشد
(مسیح موعودؑ)

کل مورخہ ۲۴/۱/۵۳ کو مجھے حضرت صاحب صدر کی عیادت کے سلسلہ میں لائلپور جانے کا موقعہ نصیب ہوا۔ مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب کی معیت میں آپ کے مکان پر پہنچا، وہاں حضرت قبلہ سید اسد اللہ شاہ صاحب اور مولٰنا احمد یار صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، تھوڑا وقت انتظار کرنے کے بعد (کیونکہ حضرت میاں صاحب سو رہے تھے) ہم اس کمرہ میں داخل ہوئے جہاں میاں صاحب مقیم تھے۔

مجھے داخل ہوتے ہی ایسا محسوس ہوا کہ ہم کسی مرد مجاہد کے بیت الدعا میں پہنچ گئے ہیں۔ اس کمرے کی چار دیواری نے اپنی خاموش زبان میں مجھے بتایا کہ مکین کے ذکر و فکر کے گہرے نقوش ان کے ہر پارہ خشت پر منقش ہو گئے ہیں۔

سلام علیک کے بعد نہایت خاموشی کے عالم میں اس مرد خدا کی دل کی گہرائیوں میں اُترا۔ اللہ اللہ کیا پر سکون اور مطمئن قلب تھا؟ اور جماعت کے درد سے کس قدر پُر تھا: اس کی کیفیت قلمبند کرنی میرے احاطۂ قدرت سے باہر ہے۔

پہلے الفاظ جو ان کے قلب صافی کے ترجمان تھے وہ جماعت کے فکر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ فرمایا جماعت کی حفاظت اور ترقی کے لئے بہت دعائیں کرو۔ اس پاک جماعت کا ہر فرد ایسا ہے کہ اس سے محبت اور ہمدردی کی جائے۔ اپنے بھائی کی طرف سے دانستہ یا نا دانستہ تکلیف پہنچے تو صبر سے برداشت کرو۔ محبت و ہمدردی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے مقولہ پر عمل کرو جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر میں کسی اپنے بھائی کو شراب پی کر نالی میں پڑا ہوا پاؤں تو اسے نہایت ہمدردی اور محبت سے اٹھا کر لے آؤں۔

آپ اللہ تعالےٰ کے فضل سے رو بصحت ہیں احباب ان کی کامل شفایابی کے لئے بہت دعا کریں۔

آپ کی چند منٹ صحبت سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک فرمودہ واقعات کے رنگ میں مجھ پر منکشف ہوگیا، کہ مومن کے لئے مصائب و مشکلات رحمت الٰہی کا پیش خیمہ اور بعض کمزوریوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔

آخر میں مرزا مظفر بیگ صاحب کی پُر تکلف میزبانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

خاکسار
غلام قادر
احمدیہ بلڈنگس لاہور

زلزلہ اور قحط کے عبرت انگیز نشانات اور مایوسی میں رحمت الٰہی کے آثار

اللہ تعالےٰ کی طرف سے جسمانی اور روحانی زندگی کے سامان اور حضرت نبی کریم صلعم کا پیدا کردہ انقلاب

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ ۔ مؤرخہ ۹ جنوری ۱۹۵۳ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

قال اللہ تعالیٰ ۔ وکاین من آیة فی السمٰوات والارض یمرون علیہا وھم عنہا معرضون ——— (یوسف ۔ آیت ۱۰۵)

وقال اللہ تعالیٰ ۔ اللہ الذی یرسل الریاح فتثیر سحابا .... ان تسمع الا من یؤمن بآیٰتنا فھم مسلمون (الروم ۴۸ تا ۵۳)

دو عبرت انگیز نشان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وکاین من آیة فی السمٰوات والارض. کئی نشان زمین آسمان میں ہیں یمرون علیہا جن کو لوگ دیکھتے ہیں اور بغیر عبرت حاصل کرنے کے غافلوں کی طرح گذر جاتے ہیں اور ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ہم نے بھی آجکل خدا شناسی کے دو نشان دیکھے ہیں جو بڑے زبردست نشان ہیں، ایک تو زلزلہ ہے جو ان دنوں میں آیا ہے، اور ایک قحط کا نشان ہے جو دو تین مہینوں سے دکھائی دے رہا ہے۔

زلزلہ کا جھٹکہ

زلزلہ تو ایک جھٹکہ میں وہ تباہی لاتا ہے کہ سب کچھ ختم کر کے رکھ دیتا ہے۔ آن کی آن میں وہ تمام توانائیاں ختم ہو جاتی ہیں جو طاقت و قوت کے نشہ میں چور ہو کر خدا کو بھلا چکی ہیں، ہر قسم کا اقتدار ہر قسم کا غرور دھرا کا دھرا رہ جاتا ہے، بڑے بڑے محلات اور باغات ایک آن کی آن میں تباہ ہو جاتے ہیں، یہ کیوں ہے؟ اس لئے کہ خدا سے لوگ غافل ہو کر ہر طرح کے فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے اور ظلم و فساد زمین میں پھیلاتے ہیں۔ اس لئے ہمیں متنبہ کرنے کے لئے ایک آن میں ایسا جھٹکہ دیا جاتا ہے کہ انسان بدحواس ہو کر خدا کو یاد کرنے لگتا ہے، ان چھوٹے چھوٹے زلزلوں سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ وہ عظیم الشان زلزلہ جس کی قرآن خبر دیتا ہے کتنا قیامت خیز ہوگا۔ ان زلزلة الساعة لشئی عظیم وہ قیامت کا زلزلہ تو انسانوں کی بربادی کا موجب ہوگا بہت سخت چیز ہے، اس کا خیال کرتے ہوئے خدا تعالےٰ کے آگے جھکنا اور اس کی عظمت و جبروت سے ڈرنا چاہیئے۔

قحط کے آثار

دوسرا نشان جو ہم نے دیکھا وہ یہ ہے کہ اکتوبر ۱۹۵۲ء سے لے کر لگا تار تین مہینے پاکستان کی آبادی ایک بہت بڑے قحط کے آثار دیکھتی رہی، لوگ آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے رہے کہ کب باران رحمت ہو اور متوقع قحط سے رستگاری نصیب ہو، ایسی حالت میں کہ بارش کا ایک قطرہ بھی آسمان سے نہ گرے، گندم بوئی نہیں جا سکتی، اور اگر کسی نے بیج ڈال بھی دیا تو معمولی سی کونپلیں نکل آئیں، جن میں دانہ نہیں لگ سکتا، اس چیز نے شہروں کے لوگوں کو بھی پریشان کئے رکھا، کہ آٹا اور ہر چیز مہنگی ہو گئی اور آئندہ ملنے کی امید نہ رہی، اور دیہات میں بھی ایک اضطراب پیدا ہو گیا، کیونکہ کسانوں اور زمینداروں کو فصلوں میں کچھ بھی نظر نہیں آتا، کھیت ویران نظر آتے ہیں، مویشیوں کے لئے چارہ نہیں، گائے بھینسوں کے جسموں پر گوشت نہ رہا وہ زلزلہ کا جھٹکہ تو ایک آن میں آسمان کے تارے دکھا دیتا ہے اور یہ دو تین مہینے کی بیقراری اور اضطراب بھی کچھ کم پریشان کن نہ تھا، یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ہمیں کچھ عبرت ہو، کچھ خدا تعالےٰ کی طاقت و قدرت کا احساس دلوں میں پیدا ہو اور اس کی طرف دل جھک جائیں۔

مایوسی میں رحمت الٰہی

ایسی پریشانی کی حالت میں وہی خدا ہے جس نے ہمیں خوشخبری سنائی کہ اللہ الذی یرسل الریاح خدا ہی ہے جو ایسی ہوائیں چھوڑ دیتا ہے۔ فتثیر سحابا وہ بادلوں کو اکٹھا کر کے لے آتی ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اپنے بندوں کے اس اضطراب کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے بادل بھیج دیئے جو مردہ زمین کو زندہ کرنے اور دلوں کے اندر راحت و اطمینان پیدا کرنے کا موجب ہو گئے، یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی کہ حالات کو یوں تبدیل کر دیتا، اگر انسان کے بس میں ہوتا تو گورنمنٹ جو ہر قسم کے ساز و سامان رکھتی ہے، کیوں خود بخود گندم کو حسب مرضی پیدا نہ کر لیتی، لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتی، جس سے تمام لوگوں کو یقین ہو گیا کہ فی السماء رزقکم. تمہارا رزق آسمان سے ہی نازل ہوتا ہے اور کوئی زمینی طاقت اسکو پیدا نہیں کر سکتی، جب تک آسمان سے اس کے اسباب نازل نہ ہوں، اللہ یرسل الریاح ایسی ہوائیں اللہ تعالےٰ بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھا کر لے آتی ہیں، کروڑوں من پانی ان ہواؤں کے نازک پروں پر لدا کر آتا ہے فیبسطہ فی السماء کیف یشاء پھر اللہ تعالےٰ جس طرح چاہتا ہے اسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے ویجعلہ کسفا پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے کوئی ٹکڑا کشمیر کو چلا جاتے، کوئی پنجاب پر برسے کوئی پشاور کا رُخ کرے، غرض جس جس جگہ اللہ تعالےٰ چاہتا ہے پانی سے بھرے ہوئے بادلوں کے ٹکڑے بھیج دیتا ہے فتری الودق من خللہ پھر تو مینہ کو دیکھتا ہے کہ اس میں سے نکلتا ہے فاصاب بہ من یشاء من عبادہ اذا ھم یستبشرون اس مینہ کو خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں میں سے جنہیں چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو مایوسی کا شکار تھے ان کے چہروں پر خوشی چھا جاتی ہے، وان کانوا من قبل ان ینزل علیھم من قبلہ لمبلسین اور اس سے پہلے یہ حالت تھی کہ مایوسی ان پر طاری تھی فانظر الیٰ آثار رحمت اللہ کیف یحی الارض بعد موتھا۔ اپنے رب کی رحمت کے نشانوں کو دیکھئے کس طرح سے، وہ زمین کو مر جانے کے بعد پھر زندہ کرتا ہے، کس طرح سے بارش آئی اور زمین پر زندگی کی لہر دوڑ گئی، درختوں اور پودوں کے منہ دھل گئے، سبزیوں، چارہ اور گھاس سے زمین لہلہا اٹھی۔

بارش سے صحتمند فضا

اس سے پہلے فضا کے اندر کئی بیماریاں پھیلی ہوئی تھیں، جن کا علاج کسی کے پاس نہ تھا، ڈاکٹروں اور بیماروں نے دیکھ لیا کہ بارش آئی اور ان بیماریوں کا خود بخود علاج ہو گیا، معلوم ہوتا ہے جس طرح سے رزق آسمان سے نازل ہوتا ہے ویسے ہی انسانوں کی صحت اور تندرستی بھی وہیں سے آتی ہے بارش کے نہ آنے سے ہوا کے اندر غبار اور کئی قسم کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں جو قسما قسم کی بیماریاں پیدا کرتے ہیں یہ سب جراثیم بارش سے مر گئے جس طرح ہماری صحت کے لئے بارش تمام گند دھو ڈالتی ہے اسی طرح سورج کی روشنی اور حرارت بھی جراثیم کے لئے مہلک اور اجسام کے لئے نہایت مفید ہے، بارش سے گلی کوچے دھل جاتے ہیں اور سورج سے بھی پوری صفائی و صحت پیدا ہوتی ہے، یہ سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے کوئی کارپوریشن اتنا بڑا کام سرانجام نہیں دے سکتی۔ اسی لئے فرمایا فانظر الیٰ آثار رحمة اللہ کیف یحی الارض بعد موتھا۔ خدا کی رحمت کے آثار پر غور کرو کہ کس طرح وہ اس بربادی کو جو فضا کے اندر اور کھیتوں میں نظر آتی ہے دُور کر دیتا ہے اور ایک نئی زندگی عطا کرتا ہے ان ذالک لمحی الموتیٰ وھو علیٰ کل شئی قدیر یہ ہے مردوں کو زندہ کرنے والا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

روحانی زندگی کا سامان اور حضرت نبی کریمؐ کا معجزہ

اگر جسمانی زندگی کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ سامان پیدا کئے ہیں تو روحانی زندگی کے

(باقی بر صلہ)

تک پہنچاتے اور ہماری کتب میں محفوظ ہیں۔ اس کا تبلیغی ذخیرہ جو ہندوستان کے ایک گوشۂ غیر معروف سے نکلا وہ براعظم ہندوایشیا اور تمام یورپ میں پھیل گیا۔ یورپ میں جس قدر اشاعت اسلام ہوئی وہ احمدی مسلمانوں کی سعی تبلیغ و جہاد کا نتیجہ ہے۔ اور ہندوستان ہی کے مسلمان ہیں جنہوں نے احمدیت کو بدنام تو کیا لیکن اس پر ٹھنڈے دل سے غور نہیں کی بلکہ اس ذہنیت اور تعصب نے کہ ایک غیر معروف قریہ (قاضی پوڑ) کا رہنے والا گمنام شخص مجددیت محدثیت مسیح موعود و مہدی معہود ہونے کا دعوے کرے اور بہت سے معتقدین پیدا کرلے اور ہم سے زیادہ موقر، فقیہہ ہردلعزیز بن جائے بلکہ ایک فرقہ جو اس عقیدت میں باوجود اس کے اعلان نفی اور دعویدار نبوت پر لعنت سمجھنے کے بھی نبی مان لے اور ہم رہ جائیں وہی مولانا کے مولانا۔ احمدی فرقہ کو کافر اور احمدیت کو بدنام کر دیا اللہ اکبر انسان کی ذہنیت ہی حقیقت میں شیطان ہے جس کا دوسرا نام ہے نفس" سیدنا الرسول کریم ختم المرسلین و خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت و نبوت میں جہاں قریش کو بہت سے امور مانع تھے وہاں اس قسم کا رشک و حسد بھی مانع تھا دعوے بعثت سے پہلے آپ کی امانتداری اور صداقت لسانی مشہور تھی لیکن بعثت کے دعوے کے بعد نہ ان کی نظر میں آپ امین رہے نہ صادق۔ کوئی کہتا تھا رشتہ میں چھوٹا ہے اس پر ایمان لانا موجب شرم و غیرت ہے۔ کوئی کہتا بکری چرانے والا اور آج نبوت کا دعوے کسی کی تھوری اور نام آوری قبولیت و تسلیم رسالت میں مانع تھی ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ تعالے نے یہ فرماکر حضور کو تسلی دی ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ۔

مولوی محمد حسین بٹالوی ہی تھے جنہوں نے براہین احمدیہ تصنیف مرزا صاحب کو ان الفاظ سے سراہا تھا کہ "یہ ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی"۔ اور مرزا صاحب کے لئے یہ الفاظ تھے" اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی ولسانی وحالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے" وغیرہ وغیرہ لیکن وہی مولانا تھے جنہوں نے مرزا صاحب کی قبولیت عامہ سے متاثر ہوکر مرزا صاحب پر کفر کا فتوےٰ دے دیا حالانکہ یہ مبلغ عقاید اسلام و معتقد خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام وفات پانے تک بہ اعتبار عقاید اہل سنت والجماعت رہا اور آج اسکی ہدایت و رشد سے مستفید ہونے والی جماعت کو اہل اسلام سے خارج مانا جاتا ہے۔ باوجودیکہ وہ ذات مستجمع صفات اور اس پر پیرو پکار کر گلے کہہ رہا ہے کہ "اس پر لعنت ہو جو سرکار دو عالم کو ختم المرسلین اور خاتم النبیین نہ مانتا ہو"

مرزا صاحب کے اس اعلان سے کہ "میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں" قیامت ہوگئی۔ آپ کے معتقدین نے تو یہ دعوے اسی وقت تسلیم کر لیا لیکن آج بھی اگر مرزا صاحب کی پیش کردہ دلائل اور حجتوں کو بغور دیکھا جائے تو صداقت دعوے میں شبہ کرنے کی نہ گنجائش نظر آتی اور نہ یہ تسلیم کرلینے میں کہ عیسےٰ مر گئے (جس کے آئمہ اسلام بھی قائل ہیں اور حدیث و قرآن سے بھی کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ وہ زندہ ہیں اور بجسم اٹھالئے گئے) اور مسیح موعود مرزا صاحب ہی ہیں نفس ایمان میں ذرہ بھر بھی خرابی واقع ہوتی بلکہ ایک مجدد کے فیض ظاہری و باطنی سے مستفید ہونے کا موقع ملتا ہے اور ایمان کی تکمیل ہوتی ہے ایک۔ مجدد وقت کو جو اسلام کے اس آئینہ کو جلا دے رہا ہو جسے تیلی کے بیلوں نے (بقول مولانا حالی) کثافت سے دھندلا کر دیا ہو۔ جو ترقی اسلام پر کمربستہ ہو۔ جو حقیقت میں بیچ روحانیت اور مہدی زمان ہو جو الفت محمدی میں سرشار ہو جس کا کوئی اصول اصول اسلام سے جدا نہ ہو جس کا ہر عقیدہ وہی ہو جس پر اجماع امت ہو اور جس نے رسول اللہ صلعم کی ان پیشگوئیوں کو سچا کر دکھایا ہو جنہیں اپنی کتابوں میں اہل اسلام لئے بیٹھے رہتے اور قیامت تک بھی پوری نہ ہوتیں وہ دنیا کے روبرو پوری ہوتی دکھا دیں۔ فتنہ دجال اور خروج یاجوج ماجوج کی زبردست پیشگوئی اپنی الہامی طاقت سے جس طرح روشنی میں لائی گئی ہیں وہ معجزہ سے کم نہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ وہ تمام توجیہات تسلیم نہ کرلی جائیں اور ان باتوں سے ایسی مقتدر و برگزیدہ شخصیت کو ان دعاوی کا اہل نہ سمجھا جائے جن کا اسے دعوےٰ ہے

مسلمان یہ تسلیم کرنے کو تیار ہیں کہ منصور نے انا الحق کا دعوےٰ کیا اور وہ کاملین میں سے تھا ہرگز کافر نہ تھا منصور کے پردہ میں خدا بول رہا تھا لیکن اگر مرزا صاحب یہ فرمائیں کہ مجھے الہام ہوتا ہے اور خدا مجھے ہمکلامی کا شرف بخشتا ہے تو وہ کافر بن جاتے ہیں قم باذنی سے زندہ کرنے والے درجہ کمال ولایت طے کر جاتے ہیں اور صدہا قصص ان سے اور ان جیسے بزرگوں سے منسوب کئے جاتے ہیں لیکن مرزا صاحب کا دعوےٰ ہمکلامی اور یہ فرمانا کہ "الہام اور خواب" نبوت کا ایک جزو ہے وجہ کفر قرار دیدیا جاتا ہے اور لطف یہ کہ عقاید اسلامی کے یہ دعاوی اور نظریئے خلاف بھی نہیں۔

میں اس وقت بھی اہل سنت والجماعت کا ایک فرد ہوں اور خدا کی قسم کوئی دنیاوی طاقت مجھے اپنے مذہبی عقاید سے نہیں ہٹا سکتی۔ لیکن میرا مطالعہ تعصب اور جانبداری سے پاک ہے تعصب اور خواہ مخواہ نفسانی جذبہ ایسی چیزیں ہیں جو بھلائی نہیں دیکھنے دیتیں اور جب نظر ڈالی جاتی ہے تو ایسی جو محاسن کو عیوب سے بدل کر پیش کرے اسے نہ صحیح مطالعہ کہا جا سکتا ہے نہ اسے ٹھنڈے دل سے غور کرنا سمجھا جا سکتا ہے میں ہر طرح کے جذبات مخالفت سے خالی الذہن ہوکر احمدیت پر عبور حاصل کر رہا ہوں اور اسے سمجھ رہا ہوں ابھی تک میری نظر سے کوئی ایسی بات نہیں نکلی جس سے کراہت تکدر طبع یا تنفر پیدا ہوتا یا مرزا صاحب کی وقعت میری نظر سے گر جاتی۔ بلکہ جوں جوں مجھے عبور ہوتا جا رہا ہے میرے دل میں مرزا صاحب کی وقعت بڑھتی جا رہی ہے اور ہر شب مطالعہ کی صبح ایک عجیب قلبی اور دماغی تاثرات لئے ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۴۶ سال کی ہزاروں صبحوں سے تلبخدہ پرسرور صبح ہے۔ مرزا صاحب کی مجددیت مسیح موعود اور مہدی الزمان ہونے کا اعتقاد بڑھتا جا رہا ہے اور ان کی روحانیت کار فرما ہے۔

میں سنتا چلا آرہا ہوں کہ "مرزا صاحب کی بہت سی پیشگوئیاں غلط ثابت ہوئیں" ابھی میرا مطالعہ یہاں تک نہیں ہے اور اس وجہ سے میں نہیں کہہ سکتا کہ ایسا کیوں کہا جاتا ہے اور حقیقت نفس الامری کیا ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ مرزا صاحب جنت و دوزخ اور قیامت بعد الموت کے قائل نہیں جہاں تک میرا مختصر سا مطالعہ ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ مرزا صاحب نے اپنے کو اہل سنت والجماعت کہا ہے دعویدار نبوت کو کاذب اور الزام لگانے والوں کو کاذب و مفتری بتایا ہے اور صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ مجھ پر الزام لگایا جاتا ہے کہ میں جنت دوزخ اور قیامت کا قائل نہیں یہ افترا ہے اور میں سب کا قائل ہوں" اس لئے اس شبہ کو میں ایک الزام دروغ گوئی اور بدنام پروپیگنڈے سے زیادہ وقعت نہیں دیتا۔

آج میرے احباب مجھے احمدیت کی مکمل معلومات سے روک رہے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا یہ کیسی الجھن اور کیسی روک تھام ہے۔ اسی سلسلہ میں ایک صاحب کا ارشاد ہے

"احمدی جماعت اپنے اصلی عقاید کا مطالعہ نہیں کراتی"

عجیب ارشاد ہے یا اسی طرح یہ فرمانا کہ "ابتدا میں ایسا لٹریچر دکھایا جاتا ہے جس سے انسان معتقد ہو اور پھر تصدیق نبوت کرالی جاتی ہے"۔ ایسے ارشادات کا جواب خموشی سے بہتر کچھ نہیں لیکن ان باتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کس درجہ ہمارے مولوی صاحبان نے احمدیت کے خلاف پروپیگنڈا کیا ہے اور جھوٹے الزامات کو کس درجہ شہرت دی ہے کہ پڑھے لکھے آدمی اسے ایک آنکھ دیکھنے کے بھی روادار نہیں ہے۔

"دعوےٰ نبوت اور مرزا صاحب"

جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا کہ دعویٰ نبوت کے الزام پر مرزا صاحب نے صریح انکار کیا ہے اور مفتری اور دعویدار دونوں پر صدہا بار لعنت بھیجی ہے لیکن مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ نے اپنی تصنیف "تحریک احمدیت" میں مرزا صاحب کی نبوت پر روشنی ڈالی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں "یہ عجیب بات ہے کہ دعوے نبوت سے انکار بکثرت اور بار بار موجود ہے مگر پہلے آپ کے مخالفین نے اور بعد میں آپ کے پیروؤں کے ایک گروہ نے آپ کو مدعی نبوت قرار دیا"

اب غور فرمائیں انتہائی خوش اعتقادی کا دنیا میں یہی ایک مظاہرہ نہیں ہے بلکہ دنیا کے روبرو انتہائی عقیدتمندی کے بہت سے مظاہرے ہوچکے ہیں۔ ان میں سے معتقدان حضرت علی نصیریوں نے دعوےٰ کیا کہ علی خدا ہے شیعان علی نے سہو کے مسئلہ کی اختراع کرتے ہوئے یہ بات عقیدہ میں

شامل کر لی کہ اصل میں جبریل وحی لے کر آئے علی کے پاس دے گئے محمد صلعم کو اور اللہ تعالےٰ نے پھر یہ پیغمبری کا منصب محمد صلعم کے حق میں رہنے دیا"

خوش اعتقادی ہی کا مظاہرہ ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا اور شریک الوہیت سمجھنے لگا۔ وہ تو وہ مسلمان ان سے بھی زیادہ خوش اعتقادی حضرت عیسیٰ میں نمبر لے گئے کہ وہ بجسم آسمان پر اٹھا لئے گئے دو ہزار سال سے بجسمہ بلا تغیر تبدل بلا خورد و نوش آسمان پر موجود ہیں اور آسمان سے خانہ کعبہ کی چھت پر آکر فرمائیں گے سیڑھی لگاؤ تو اتروں"

لیکن اس خوش اعتقادی سے خدا بننے کے ذمہ دار نہ عیسیٰ ہیں نہ حضرت علی نہ حدیث سہو ملائک کے راوی۔ نہ حضرت عیسیٰ دعویدار نہ ذمہ دار جن کی جانب عیسائی اور مسلمان خوش عقیدگی کا اظہار کر رہے ہیں نہ مرزا صاحب بعد وفات اس کے ذمہ دار کہ انہیں کوئی نبی تسلیم کرے یا رسول اگر عقیدتمندان کی زندگی ہی میں ان پر یہ تہمت کر لیتے جیسے نصیریوں نے حضرت علی کی زندگی ہی میں انہیں خدا کہا اور باوجود ان کی ہدایت اور نصیحت خوش عقیدت میں ان کے ارشاد کو کبھی نہ مانا اسی طرح اگر یہ لوگ نہ مانتے تو مرزا صاحب پر کیا ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ مولوی محمد علی صاحب امیر مرحوم نے بہترین فیصلہ کیا ہے۔ ان معتقدان میرزا صاحب کے متعلق جو انہیں نبی تسلیم کر رہے ہیں فرمایا ہے" یا انہیں اک روز اپنا کلمہ الگ کر کے مذہب اسلام سے خارج ہونا پڑے گا اور یا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب نبی نہیں تھے"

آئندہ پر آئندہ

فقط۔ متین اللہ خاں واتق بنوں۔ مکان نمبر ۸A پنڈی گیٹ

سانحۂ ارتحال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و افسوس کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ ہمارے محترم بزرگ سید عبدالجبار شاہ صاحب ستھانہ کے بھتیجے سید مبارک شاہ صاحب ستھانہ میں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے راہی عالم بقا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کو ستھانہ سے پانچ میل پرے گندف میں جہاں ان کی آبائی زمینیں ہیں دفن کیا گیا، مرحوم نہایت نیک، تندرست اور خوبصورت جوان تھے۔ ہمیں اس صدمہ میں محترم سید عبدالجبار شاہ صاحب اور مرحوم کے دیگر لواحقین کے ساتھ دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت نصیب کرے اور تمام لواحقین پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ گزشتہ جمعہ لاہور میں ان کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا بیرونی احباب سے بھی جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

درخواست دعا

برٹش گائنا (جنوبی امریکہ) میں ہمارے ایک دوست عبدالکریم صاحب جو بذریعہ خط و کتابت سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں اڑھائی ماہ سے بیمار ہیں، احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۹ جنوری ۱۹۵۳ء

(بقیہ از صفحہ ۲)

نے بھی اس نے سامان بہم پہنچائے ہیں، اور روحانی مردگی کے پیدا ہو جانے پر دوبارہ زندگی انسانوں کو عطا فرمائی جس کا سب سے بڑا تجربہ عرب کے اندر ہوا، اور یہ معجزہ نمودار ہوا کہ جو لوگ روحانیت تو ایک طرف تہذیب و اخلاق سے بالکل عاری ہو چکے تھے اور ہر رنگ میں ان پر مردگی چھائی ہوئی تھی ان کو ایک نئی زندگی عطا کی، اس پر ہندو اور عیسائی بھی گواہ ہیں اور دجال بھی اس بات کا معترف ہے کہ جو زندگی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کی اس کی نظیر ساری تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی، انہوں نے اس قوم کو جو تہذیب سے بالکل نا آشنا تھی، اس کو ایسا مہذب، اتنا علم و عقل کا مالک بنا دیا اور اس قدر روحانیت ان کے اندر پیدا کی وہ نہ صرف دنیا کے فاتح بن گئے بلکہ جہاں وہ گئے ولایت بھی ان کے ساتھ ساتھ گئی، اور جگہ جگہ ولی اور خدا رسیدہ انسان پیدا ہو گئے۔

قسطنطنیہ کی فتح ایک ولی کی دعاؤں سے

لکھا ہے کہ قسطنطنیہ کے متعلق ایک بزرگ نے پیشگوئی کی کہ وہ سلطان محمد کے ہاتھ پر فتح ہوگی، سلطان نے جب قسطنطنیہ پر چڑھائی کی تو اس بزرگ کو ساتھ لیا، ایک طرف فوج لڑ رہی تھی اور دوسری طرف وہ بزرگ ایک خیمہ میں پڑے ہوئے جناب الٰہی میں رو رہے تھے لڑائی میں مسلمانوں کو شکست کے آثار نظر آئے تو سلطان نے ایک سپاہی کو اس بزرگ کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ہمیں شکست ہو رہی ہے، جس وقت وہ سپاہی خیمہ کے دروازہ پر پہنچا ان بزرگ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور کہا الحمدللہ قسطنطنیہ فتح ہو گیا وہ سپاہی کہنے لگا کہاں فتح ہو گیا وہاں تو مسلمانوں کو شکست ہو رہی ہے، ان بزرگ نے کہا جاؤ اور جا کر دیکھو قسطنطنیہ فتح ہو گیا چنانچہ اس نے جا کر دیکھا تو فی الواقعہ لڑائی کا پانسہ بدل گیا تھا اور فوج شہر میں داخل ہو رہی تھی۔

نار ابراہیم اور اولیائے کرام

اسی طرح سپین میں محی الدین ابن عربی جیسا ولی اللہ پیدا ہوا جو بہت بڑا امام دین بھی تھا انہوں نے ایک کتاب لکھی جو تصوف کی سرتاج ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ اس ملک میں فلسفیوں نے یہ بحث شروع کی ہے کہ ابراہیم پر آگ کیسے ٹھنڈی ہو گئی، آگ کی خاصیت تو جلانا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کو آگ میں ڈالا جائے اور وہ اسکو جلانے کے بجائے ٹھنڈی ہو جائے، لکھا ہے کہ میں نے اس کے جواب میں ان سے کہا کہ اب بھی تم اس کا تجربہ کر سکتے ہو، آگ جلاؤ اور مجھے اس میں ڈال دو، تم دیکھو گے کہ آگ کس طرح ٹھنڈی ہوتی ہے۔ یہی بات حضرت امام وقت نے بھی اس زمانہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمائی کہ اگر ابراہیم کی آگ کے ٹھنڈا ہونے کا نظارہ کرنا چاہتے ہو تو مجھے آگ میں ڈال کر دیکھ لو وہ یقیناً ٹھنڈی ہو جائے گی یہ وہ روحانی زندگی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے انک لا

تسمع الموتیٰ خدا آسمانی بارش سے جسمانی اور روحانی دونوں قسم کے مردوں کو زندہ کرتا ہے، اور اس نے زندہ کر کے دکھایا۔

روحانی بارش سے فائدہ اٹھانے والے

اس روحانی بارش کی غرض یہ ہے کہ خدا پر ایمان پیدا ہو، جس طرح جسمانی بارش زندگی پیدا کرتی ہے اسی طرح روحانی بارش دلوں کے اندر ایمان پیدا کرنے کے لئے ہے، لیکن فرمایا ولئن ارسلنا ریحاً فراٰوہ مصفراً لظلوا من بعدہ یکفرون، ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو نہ اس زندگی کی ہوا سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ عذاب کی ہوا انہیں کفر سے روکتی ہے فانک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین پس تو مردوں کو نہیں سنا سکتا اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتا ہے خصوصاً جب وہ پیٹھ پھیر لیں۔ ایسے لوگ، جو روحانی بارش سے بھی فائدہ نہ اٹھانا چاہیں اور ان کو پکارا جائے تو نہ سنیں وہ زندہ نہیں ہو سکتے۔

ایک لطیفہ

ایک لطیفہ کی بات ہے کہ قرآن کریم میں جہاں ریاح کا لفظ بصیغہ جمع ہو وہاں بشارت ہوتی ہے، اور اگر واحد کا صیغہ ہو جیسے فرمایا ولئن ارسلنا ریحاً تو وہاں عذاب کا رنگ ہوتا ہے۔

تباہ کن ہوائیں

معلوم نہیں ۱۹۲۰ء کا واقعہ ہے کہ میں اور میرا بیٹا تمار امین ایک کوٹھی میں رہتے تھے کہ ایک رات ایسی ہوا چلی کہ تمام چیزیں جو سبز تھیں وہ سیاہ ہو گئیں، ایک ہمارے حلقہ کے رہنے والے ملک مہردین تھے، ان کے متعلق میں نے سنا کہ وہ تمام رات روتے رہے کہ میں برباد ہو گیا کیونکہ ان کی بہت ساری زمینیں جبلپور میں تھیں جن کی فصلیں اس ہوا سے برباد ہو گئیں، تو ایسی ہوائیں بھی چلتی ہیں جو اپنے ساتھ عذاب کو لاتی ہیں، خدا کے حکم سے ہوائیں زندگی کے اسباب اٹھا کر لے آتی ہیں اور جب اس کا حکم ہو یہی ہوا عذاب اور بربادی کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ تو فرمایا کہ نشان تو ہم بیان کرتے ہیں لیکن وہ جو مردے ہیں ان کو کیا توجہ دلائی جا سکتی ہے اور جو کانوں سے بہرے ہو گئے وہ کیسے سن سکتے ہیں وما انت بھادی العمی عن ضلالتھم اسی طرح جو دلوں کے اندھے ہیں تو ان کو ہدایت نہیں دے سکتا، ان تسمع الا من یؤمن بایٰتنا فھم مسلمون سنتے وہی ہیں جو نشان کو دیکھ کر ان کے اندر فرمانبرداری زیادہ ہو جاتی ہے۔

تصحیح

پیغام صلح کے گذشتہ شمارہ میں صیغہ پبلسٹی کے لئے عطیہ جات عنایت فرمانے والے حباب کی فہرست شائع ہوئی تھی۔ ان احباب نے ماہ دسمبر میں عطیہ جات عنایت فرمائے ہیں غلطی سے ماہ ستمبر لکھ دیا گیا احباب کرام تصحیح فرمائیں۔

نامۂ ووکنگ ——— بسلسلہ اشاعت گذشتہ

ووکنگ مسلم مشن کے متعلق میرے مشاہدات

از قلم محمد اصغر علی خان صاحب سیال

۵ دسمبر بروز جمعہ :—

آج دھند (FOG) اور کہر (FROST) کی وجہ سے نماز جمعہ کی حاضری بہت کم تھی۔ امام صاحب نے ایسٹ بورن سے واپسی پر ہائی کمشنر فار پاکستان کے دفتر میں نماز جمعہ پڑھائی اور ۳½ بجے ووکنگ تشریف لے آئے۔ اور پھر ۶½ بجے لندن میں ایک تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے (امام صاحب بے حد مصروف انسان ہیں) یہ تقریب کامن ویلتھ کے ہائی کمشنرز کی طرف سے کامن ویلتھ کے وزرائے اعظم کے استقبال (RECEPTION) کے سلسلہ میں گلڈ ہال (GUILD HALL) میں منائی گئی۔ امام صاحب بھی مدعو تھے۔

گلڈ ہال وہ جگہ ہے۔ جہاں یاجوج (GOG) و ماجوج (MAGOG) کے دو مجسمے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ جنگ میں زخمی ہوگئے تھے۔ آج کل زیر مرمت ہیں۔ مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ نے انہیں دو عظیم الشان طاقتوں (روس اور برطانیہ) کے نمایندہ قرار دیا ہے۔ دیکھو پیغام صلح مورخہ ۱۶ جنوری ۵۲ء (صلہ) یہ حضرت مجدد اعظم کی صداقت کا ایک کھلا کھلا نشان ہے۔

۷ دسمبر بروز اتوار :—

دھند ویسے تو چند دنوں سے پھیلی ہوئی تھی۔ مگر آج بے انتہا تھی، یہاں تک کہ ایک گز کے فاصلہ پر بھی کچھ نظر نہ آتا تھا۔ بی، بی سی کا بیان ہے کہ "اتنی سردی (ان ایام میں) گزشتہ تینتیس برس سے نہیں پڑی"۔ دھند اتنی زیادہ تھی کہ ٹریفک رک گیا۔ لوگ اپنی کاریں سڑکوں پر چھوڑ کر بصد مشکل اپنے گھروں کو گئے۔ دیہاتوں میں کچھ حالت بہتر تھی۔ میں نے تو ایسا نظارہ اپنی ۳۵ سالہ عمر میں کبھی اور کہیں نہیں دیکھا۔ ہیلتھ منسٹری کا بیان ہے کہ توسیع شدہ لندن (GREATER LONDON) میں گذشتہ سال اس ہفتہ میں ۱۸۵۲ موتیں واقع ہوئیں لیکن امسال ۴۷۰۳ موتیں ہوئیں۔ یہ اضافہ دھند اور سردی کا نتیجہ ہے۔ سچ ہے کہ انسان رب قدیر کے سامنے مجبور محض ہے۔ یورپ کو سائنس پہ کتنا ناز ہے۔ لیکن خدا کی بھیجی ہوئی دھند کے سامنے سب بے بس تھے۔ اسی دھند کی وجہ سے وزیر اعظم صاحب بھی حسب وعدہ ووکنگ تشریف نہ لاسکے۔ یہاں ان کی مصروفیت بیحد تھی، چنانچہ پھر انہیں وقت نہ مل سکا۔

۸ دسمبر بروز سوموار :—

امام صاحب اپنے لندن، پیٹر یاؤس کسی میٹنگ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔

۱۰ دسمبر بروز بدھ :—

آج وزیر اعظم پاکستان کے اعزاز میں پاکستان سوسائٹی نے ایک تقریب کا بندوبست کیا۔ ہائی کمشنر فار پاکستان نے صدارت کے فرائض انجام دیئے۔ امام صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ بھی مدعو تھیں۔

۱۳ دسمبر بروز ہفتہ :—

آج امام صاحب خلاف معمول لندن تشریف نہ لے گئے کیونکہ چوہدری محمد علی صاحب کا فون آگیا کہ "میں آرہا ہوں"۔ چنانچہ ٹھیک وقت پر چودھری صاحب موصوف (وزیر خزانہ پاکستان) اپنے فرزند جاوید اختر کے ساتھ ووکنگ تشریف لے آئے (ان کا فرزند کیمبرج یونیورسٹی کے سینٹ جان کالج میں انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کر رہا ہے) چودھری صاحب ۲۶-۱۹۲۵ء میں امام صاحب سے اسلامیہ کالج لاہور میں کیمسٹری پڑھا کرتے تھے۔ امام صاحب نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ایس۔سی (کیمسٹری) کی ڈگری لینے کے بعد اسی مضمون میں برلن یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ کیمسٹری اور تبلیغ اسلام۔ قابل قدر فیصلہ ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزا۔ چائے پی کر چودھری صاحب واپس تشریف لے گئے۔ امام صاحب بھی ان کے ساتھ لندن گئے۔ امام صاحب نے حضرت میاں غلام رسول صاحب مرحوم کے فرزند ارجمند محترم میاں غلام عباس صاحب سے ملاقات کرنی ہے۔ میاں صاحب موصوف مصروفیت کے باعث تشریف نہ لاسکے۔ وہ کسی سرکاری کام کے سلسلہ میں تشریف لائے ہیں۔

۱۴ دسمبر بروز اتوار :—

آج مسلم سوسائٹی ان گریٹ برٹین کی ایگزیکٹو کمیٹی کا انتخاب ہے۔ چنانچہ امام صاحب اور دیگر احباب لندن تشریف لے گئے۔ ووکنگ کی تقریب پھیکی رہی۔ ان کی عدم موجودگی میں ایک انگریز تاجر (مع اپنی کمسن لڑکی کے) آیا۔ اسلامک ریویو اور لٹریچر لے کر اور مسجد دیکھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد چند سکول کے لڑکے مسجد دیکھنے آئے۔ پھر تین ملایا کے مسلمانوں کو مسجد دکھائی۔ آج یہ ڈیوٹی میرے سپرد تھی۔

۱۸ دسمبر بروز جمعرات :—

انوار کی کسر آج نکل گئی۔ حضرت امیر مرحوم کی مسلم پریئر بک (MUSLIM PRAYER BOOK) بڑی تعداد میں خریدنے کے لئے لبنان اور شرق اردن کے دو طلباء آئے۔ حضرت امیر مرحوم اور حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم کی انگریزی تصانیف بہت مقبول ہیں اور بین الاقوامی شہرت رکھتی ہیں۔ خصوصاً حضرت امیر مرحوم کا انگریزی ترجمہ قرآن تو کئی سعید روحوں کو راہ حق پر لانے کا موجب ہوا۔ دنیا کے گوشے گوشے سے آرڈر موصول ہوتے ہیں۔ اسلامی ممالک کے نزدیک بھی حضرت امیر مرحوم کا ترجمہ بے نظیر اور مستند ہے۔ گزشتہ دنوں عراقی گورنمنٹ نے تیس نسخے بذریعہ ایئرمیل منگوائے۔ پاک پروردگار حضرت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین!۔

آج چار ترک بھائی ووکنگ آئے۔ ان میں سے سب سے چھوٹے بھائی کے لڑکے کی رسم اسمیہ (NAMING CEREMONY) تھی۔ یہ خاندان سابق خلیفہ عبدالمجید مرحوم کے رشتہ داروں میں سے ہے اور انگلستان میں جلاوطنی کی زندگی گذار رہا ہے۔ بچے کی ماں آئرش عیسائی خاتون ہے اور اس بچے کی عمر ۵ ہفتہ ہے۔ نام مصطفےٰ رشید تجویز ہوا۔ حضرت امام صاحب نے بچے کے کان میں اذان کہی اور نام کا اعلان کیا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر حسب معمول انگریزی میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ (تبلیغ اسلام کرنے میں کسی موقع کو نہیں گنواتے) فرمایا کہ ہم مسلمان ہر تقریب واحد کی بزرگی بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ اذان کا انگریزی ترجمہ سنا کر بپتسمہ پر روشنی ڈالی۔ اور عیسائیوں کے عقاید کو نامعقول ثابت کیا۔ (ترک بھائیوں کے ہمراہ ایک عیسائی دوست بھی تھا) پھر قرآن مجید اور احادیث سے حوالجات پیش کر کے فرمایا۔ کہ ہر بچہ بے گناہ (SINLESS) پیدا ہوتا ہے اور اس کی فطرت برف کی مانند سفید ہوتی ہے۔ بپتسمہ (BAPTISM) کے بعد انسان کا گناہ سے پاک ہو جانا ایک خلاف فطرت عقیدہ ہے۔ یہ تو تربیت بچے کو مسلمان، عیسائی یا یہودی بناتی ہے۔ گناہ تو بعد کی چیز ہے"۔ بعدازاں مکلف چائے سے مہمانوں کی تواضع کی گئی اور پھر نماز مغرب امام صاحب نے پڑھائی۔ رخصت ہونے سے قبل بچے کی ماں نے پانچ پونڈ مسلم مشن کو دیئے۔ حسن اتفاق سے اس تقریب میں ایک مصری طالب علم بھی شریک ہو گیا۔ وہ حضرت امیر مرحوم کا ترجمہ قرآن (انگریزی) خریدنے کے لئے لندن سے آیا تھا۔ اور حضرت امیر مرحوم کا بڑا مداح تھا۔

گذشتہ رات ہوا کا طوفان (GALE) ۵۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے آیا۔ جس سے کافی نقصان ہوا۔

۱۹ دسمبر بروز جمعہ :—

آج حسب معمول امام صاحب ہائی کمشنر فار پاکستان کے دفتر میں جمعہ نماز پڑھا کر واپس ووکنگ تشریف لائے تو یوی کے تین پاکستانی نوجوان مختلف مسائل پر گفتگو کرنے کے لئے ان کے منتظر تھے۔ احمدیت بھی زیر بحث آئی۔ امام صاحب نے ان کو بڑی پند و نصائح کیں اور اسلام کو اپنی عملی زندگی میں داخل کرنے پر زور دیا۔ کیونکہ بیرونی ممالک میں انفرادی غلطی سے اسلام پر زد پڑتی ہے۔ اور مخالفین رائی کا پہاڑ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہے کہ عموماً پاکستانی اپنے دین کی غیرت رکھتے ہیں۔

۲۱ دسمبر بروز اتوار :—

آج بڑے عرصہ کے بعد موسم بڑا اچھا تھا اور دھوپ نظر آئی۔ چنانچہ کافی لوگ جمع ہوگئے۔ جن میں نیوزی لینڈ کی دو عیسائی خواتین (ایک سکول ٹیچرس اور دوسری تھیاسوفسٹ تھی) کچھ پاکستانی اور ایرانی طلباء۔ ایک جرمن عیسائی لڑکی۔ ایک عیسائی

انگریز۔ ایک افریقی مسلمان۔ مولانا عبدالرحمان صاحب مصری کی دختر نیک اختر اور پاکستانی ہائی کمشنر کے دفتر کے چند مسلمان ملازمین شامل تھے۔ سب نے لنچ کھایا۔ بعد میں ظہر و عصر کی نمازیں یکجا باجماعت پڑھی گئیں۔ اور ۲½ بجے پروگرام کے مطابق امام صاحب نے موقع کی مناسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کرسمس ڈے پر لیکچر دیا۔ لیکچر کی ابتداء سورۃ مریم (۱۹) کے دوسرے رکوع کی آیات ۲۴ تا ۲۶ سے کی۔ جو معہ ترجمہ درج ذیل کرتا ہوں:-

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝ وَهُزِّىٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۝

ترجمہ:- "تو اس کے نیچے سے اُسے ایک ندا آئی۔ کہ غم نہ کر۔ تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ (بہا) رکھا ہے۔ اور کھجور کی شاخ کو اپنی طرف ہلا۔ تجھ پر تازہ کھجوریں جھڑ پڑینگی سو تو کھا اور پی اور آنکھ کو راحت پہنچا۔ پھر اگر تو کسی انسان کو دیکھے تو کہنا کہ میں نے رحمٰن کے لئے (اپنے اوپر) روزہ واجب کیا ہے۔ اس لئے آج میں کسی انسان سے کلام نہ کروں گی۔" (امام صاحب نے انگریزی میں ترجمہ سنایا۔ میں نے قارئین پیغام صلح کی سہولت کے لئے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اصغر) پھر فرمایا کہ قرآن مجید میں صرف درخت کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ کھجور کا درخت اور تازہ کھجوروں کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں کسی نبی کی تاریخ پیدائش درج نہیں مگر مسیح علیہ السلام کے سلسلہ میں چونکہ بڑی غلط فہمیاں پیدا ہونے والی تھیں اس لئے خدائے عالم الغیب نے اپنی آخری الہامی کتاب میں **کھجور** کا لفظ استعمال کر کے یہ واضح کر دیا کہ حضرت مسیح گرمیوں میں پیدا ہوئے تھے۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ کھجوریں گرمیوں میں پھل دیتی ہیں۔ عیسائی لوگ ۲۵ دسمبر کو ہر سال جو مسیح علیہ السلام کا یوم ولادت مناتے ہیں وہ غلط ہے۔ انجیل میں بھی آتا ہے کہ "رات کو چرواہے بکریوں کو باہر چرانے کے لئے لے گئے۔ کسی فلسطینی سے پوچھ کر دیکھ لو کہ کیا سردیوں میں گڈریے کبھی رات کو باہر جا سکتے ہیں؟ جواب ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ دراصل ۲۵ دسمبر کا دن عیسائیوں نے سورج پرستوں سے لیا ہے۔ کیونکہ سورج پرستوں کے خیال میں سورج نیا جنم لیتا ہے اور دن بڑھنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ تاریخ مسیح علیہ السلام کے تقریباً تین سو برس بعد متعین کی گئی۔ اس تاریخ کا تعین سورج پرستوں کی تالیف قلوب اور خوشنودی کے لئے ہوا۔ چنانچہ ہوشیار پادریوں کا نشانہ خالی نہ گیا اور سورج پرستوں نے عیسائیت قبول کر لی"۔ یونانیوں، رومیوں۔ مصریوں اور ایرانیوں کے قدیم سورج دیوتاؤں (علی الترتیب اپالو۔ ہرکولیس۔ ہورس اور متھرا وغیرہ) کا ذکر کر کے فرمایا کہ "صرف یہ حقائق ہی نہیں بلکہ دو تین سال ہوئے ایک عیسائی پادری بشپ بارنز (BISHOP BARNS) نے اپنی کتاب "رائز آف کرسچینٹی" (RISE OF CHRISTIANITY) میں ان حقائق کو تسلیم کیا ہے۔ اس کتاب نے عیسائی دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ آج کل ایک اور دجل کا اظہار کیا جاتا ہے کہ یہ قومی تہوار ہے۔ یہ سب دجال کی باریک راہیں ہیں۔ جن سے مسلمانوں کو خبردار رہنا چاہیئے۔ کرسمس ٹری (CHRISTMAS TREE) کا رواج تو قریباً سو سال سے ہوا ہے۔ الغرض یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ مسیح علیہ السلام ۲۵ دسمبر کی سرد راتوں میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ موسم گرما میں پیدا ہوئے"۔ لیکچر بہت کامیاب اور دلچسپ تھا۔ آخر پر عیسائی خواتین کے سوالوں کے تسلی بخش جواب دیئے گئے۔ (یہاں راقم الحروف قارئین کرام سے حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم کی معرکۃ الآرا کتاب ینابیع المسیحیت (یا سراج ہدایت) کے مطالعہ کی سفارش کرتا ہے۔ اس میں پرانے دیوی دیوتاؤں کے پجاریوں (PAGANS) اور عیسائیوں کی مماثلت ثابت کی گئی ہے۔ برق گنجوی نے حضرت مجدد زمان رحمۃ اللہ علیہ کو اس خادم دین کی اس تالیف پر یوں مخاطب کیا ہے:-

اے مثیل ابن مریم ذکر تو
کرد شاگرد تو روشن در جہاں
شک نہ باقی ماند در کسر صلیب
ریزہ ریزہ شد صلیبا در جہاں
(ناقل راقم الحروف مغرور)

۲۲ دسمبر - بروز سوموار:-

آج دوپہر کو ایک عیسائی مشنری چند کتابیں بغل میں دبائے ووکنگ آ گیا۔ طفیل صاحب نے اسے مسجد دکھائی۔ اور مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر بھی بحث ہوتی رہی۔ بالآخر پھر آنے کا وعدہ کر کے جان چھڑائی۔ پھر کس نے آنا تھا؟ آج دسواں دن ہے کہ اس کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ سچ ہے کہ ع

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

۲۴ دسمبر بروز بدھ:-

کرسمس کی رخصتوں کے باعث کپتان محمود شوکت صاحب (جن کا ذکر ۲۹ نومبر میں ہو چکا ہے) آج اپنی کار میں ووکنگ تشریف لائے اور دو رات ٹھہر کر ۲۶ دسمبر کو واپس اپنی قیامگاہ پر تشریف لے گئے۔ اہل و عیال بھی ان کے ساتھ تھے۔ واپسی کے وقت ووکنگ مسلم مشن کے لئے امام صاحب کو تین پونڈ کا چیک مرحمت فرمایا۔ بہت صالح جوان ہیں۔ ان کے برادر اصغر مسٹر بشیر احمد بھی اُن کے ہمراہ گئے۔

۲۵ دسمبر - بروز جمعرات:-

آج ایک بنگالی تاجر اور تین بنگالی طلباء مسجد دیکھنے کے لئے آئے۔ تاجر صاحب نے حضرت امیر مرحوم کا انگریزی ترجمۂ قرآن کا ایک نسخہ خریدا اور پانچ پونڈ مسجد کے لئے امام صاحب کو دیئے۔ جاتے وقت کہا کہ "انشاء اللہ ڈھاکہ پہنچ کر اسلامک ریویو کی توسیع اشاعت کی کوشش کروں گا"۔

۲۶ دسمبر - بروز جمعہ:-

آج نماز جمعہ میں حاضری اچھی تھی۔ لندن سے مس یاسمین سکاٹ تین بچوں کے ہمراہ نماز جمعہ میں شریک ہوئیں۔ مس یاسمین بچوں کی دینی تعلیم میں بڑی دلچسپی لے رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ آمین!-

۲۸ دسمبر - بروز اتوار:-

آج کا اتوار بڑا پر رونق تھا۔ سنہ ۱۹۵۲ء کا یہ آخری اتوار ہے۔ آج کا اجتماع غیر معمولی طور پر کافی تھا۔ سب مہمانوں کی پرتکلف کھانوں سے ضیافت کی گئی۔ مہمانوں میں قابل ذکر یہ تھے:-

بریگیڈیر حامد حسین کونسلر معہ بیگم صاحبہ و بچے۔ ایک جرمن عیسائی لڑکی۔ ایک عیسائی مرد۔ عبدالصمد بنگالی معہ بیگم صاحبہ میجر جنرل ضیاء الدین صاحب معہ بیگم صاحبہ۔ سعید صاحب (نیوی) بشیر صاحب (انجنیئرنگ) مشتاق صاحب (آرڈیننس) جعفری صاحب کورداٹی کی دختر (قیصرہ) اور فرزند (ظفر) وغیرہ اور بھی چند احباب شریک ہوئے۔

لنچ سے قبل ایک انگریز خاتون نے امام صاحب کے ہاتھ پر قبول اسلام کیا۔ امام صاحب نے خطبہ میں اسلام کے فرائض بتائے اور نیک مسلمان بننے کی تلقین کی۔ اسلامی نام توحیدہ رکھا گیا۔ بعد ازاں اس کا نکاح مسٹر عبدالصمد بنگالی سے امام صاحب نے پڑھایا۔ اور خطبہ نکاح میں ارشاد فرمایا کہ "اسلام نے عورت کا مقام بہت بلند رکھا ہے۔ مغرب نے عورت کو بے حد بے باکی دے کر اس کا نام آزادی رکھ دیا ہے۔ یہ غلط اقدام ہے۔ جس کا خمیازہ یورپ اور امریکہ بھگت رہا ہے"۔ اس موقعہ پر عبدالصمد صاحب سے حق مہر مقرر کرنے فرمایا۔ اس نے ایک سو ایک پونڈ حق مہر مقرر کیا۔ حق مہر پر روشنی ڈالتے ہوئے فاضل امام صاحب نے فرمایا کہ "مخالفوں کا اعتراض ہے کہ مسلمان حق مہر کے عوض عورت کو خرید لیتے ہیں۔ یہ سراسر جھوٹ اور افترا ہے۔ یہ رقم عورت کا حق ہے تاکہ عورت کا مقام بلند ہو۔ خاوند کے بیوی پر حقوق ہیں، اور بیوی کے خاوند پر۔ وغیرہ وغیرہ . . . . قرآن مجید میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا بھی ذکر آیا ہے"۔ پھر خدا کی وحدانیت پر قوی دلائل دے کر تثلیث کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اُڑا دیں۔ اخیر پہ دعا کی اور دلہا دلہن کو مبارکباد دی۔ امام صاحب کی تقلید میں سب حاضرین نے اُٹھ کر دلہا اور دلہن کو مبارکباد دی۔ دولہا کی عمر ۲۲ سال اور دلہن کی عمر ۱۷ سال ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ انگلستان کے قانون کے مطابق کوئی لڑکی یا لڑکا اکیس سال سے قبل والدین کی رضامندی کے بغیر شادی نہیں کر سکتا۔ سب حاضرین کا فوٹو یوسف احمد صاحب نے لیا۔

لنچ کے بعد نماز ظہر و عصر سب حاضرین نے باجماعت پڑھی۔ امام صاحب جب نماز پڑھا چکے۔ تو حاضرین مختلف مسائل پر تبادلۂ خیالات فرما رہے تھے۔ پھر حسب معمول ۲½ بجے امام صاحب نے الہام و وحی پر لیکچر دیا۔ اور ثابت کیا کہ "نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ لیکن ہر زمانہ میں اللہ تعالےٰ اپنے نیک بندوں سے کلام فرماتا رہا ہے۔ اور قیامت تک فرماتا رہے گا۔ یہ اولیاء اللہ خدائے واحد کی ہستی کے گواہ ہوتے ہیں۔ مبشرات کا سلسلہ بند نہیں"۔ قریباً نصف گھنٹہ تک اس مضمون پر لیکچر ہوتا رہا۔ پھر سوال و جواب ہوئے۔ یہاں اکثر (بلکہ بیشتر یعنی ۹۹ فیصدی) سب لیکچر انگریزی زبان میں دیئے جاتے ہیں۔

۲۹ دسمبر - بروز سوموار:-

یوں تو کوئی دن خالی نہیں جاتا جبکہ مسجد کی زیارت کے لئے کوئی نہ کوئی نہ آتا ہو۔ لیکن آج تین گروپ آئے۔ پہلے ملایا کے مسلمان آئے۔ پھر عراق کے مسلمان اور پھر پاکستان کے

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۳)

تحریک احمدیت اور اسکے معاندین

لیکچر مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع بر موقعہ جلسہ سالانہ

بسلسلہ اشاعت مؤرخہ ۲۱ جنوری ۱۹۵۳ء

صرف احمدیوں کو تبلیغ کی توفیق

فاران کا ایک حصہ احمدیوں کو دشمن اسلام ثابت کرنے پر لکھا گیا تو دوسرا حصہ احمدیوں کو خادم اسلام ثابت کرنے پر لکھا گیا۔ یہ خدائی کاروبار ہیں جو ماہر القادری کے بس کی چیز نہیں۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ سچائی آخر سچائی ہے اگر فاران کے چند صفحات اس کو ڈھانکنے کی کوشش کرتے ہیں تو فاران کے ہی چند صفحات پھڑ پھڑا کر تیز و تند ہوا سے ان صفحات کو اڑا دیتے ہیں اور سچائی پھر سامنے آجاتی ہے۔ ہم ماہر القادری کے علم کے لئے بیان کرتے ہیں کہ لاہور کے جس انگریزی اخبار لائٹ کا حوالہ فاران نے دیا ہے وہ احمدی جماعت لاہور کا اخبار ہے اور اس اخبار کا جو نمایندہ برناڈشا سے بمبئی جا کر ملا وہ لاہوری احمدی جماعت کا ہی ایک فرد تھا۔ یہ اس زمانہ کے امام کے ساتھیوں کو ہی خدا نے توفیق دے رکھی ہے کہ تبلیغ اسلام کے لئے شب و روز ایک کر رہے ہیں، اور ہر بڑے سے بڑے انسان کے پاس پہنچکر اس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچاتے ہیں ورنہ ماہر القادری ہوں یا احراری تبلیغ اسلام کے فریضہ سے یکسر غافل بیٹھے ہیں اور خدا نے ان سے خدمت دین اسلام کے کام کی توفیق چھین لی ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت مولانا دریا بادی نے از بس خدا ترسی اور انصاف پسندی سے کام لیتے ہوئے لاہوری احمدی جماعت کے عقاید کی طرف توجہ دلائی کہ یہ لوگ حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے بلکہ انہیں مجدد اور امام مہدی مانتے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے بعد نہ کسی نئے نبی کے آنے کے قائل ہیں نہ کسی پرانے نبی کے۔ مگر ماہر القادری جو دوسروں کو ضدی ہونے کا طعنہ دیتے ہیں خود اتنے ضدی ہیں کہ احمدی بے چاروں کی بریت انہیں کسی قیمت پر منظور ہی نہیں۔

لاہوری احمدیوں کا ضرر

ماہر القادری نے فاران کی اسی اشاعت میں حضرت مولانا دریابادی کے ان خیالات کے جواب میں بڑے فخر کے ساتھ مولوی اشرف علی تھانوی کے یہ فقرات نقل کئے ہیں:-

"میں اس میں موافقت کرنے سے اس لئے معذور ہوں کہ ان (لاہوری احمدیوں۔ ناقل) کے ضرر کو معتقدین نبوت مرزا کے ضرر سے اشد سمجھتا ہوں۔ کیونکہ وہ لوگ جب نبی کہتے ہیں سب کو نفرت ہوجاتی ہے اور محفوظ رہتے ہیں اور یہ لوگ جب نبوت کی نفی اور ولایت کا اثبات کرتے ہیں تو نفرت نہیں ہوتی اور اشتیاق ہوتا ہے۔ انکی کتابیں دیکھنے کا پھر دیکھ کر گمراہ ہوتے ہیں"

(دیکھو فاران صفحہ ۲۵)

اس پہ ماہر القادری کتنے فخر سے لکھتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ مولانا تھانوی کی قبر کو اپنی رحمت کے پھولوں میں چھپا دے ان سے ایسے ہی حکیمانہ جواب کی توقع تھی۔ اس جواب میں نفسیات کی کتنی صحیح ترجمانی کی گئی ہے یہ بات نہ ہوتی تو دنیا انہیں حکیم الامت کیوں کہتی"

عیسائی حضرت عیسٰے علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور تیسرا خدا مانتے ہیں اب اگر یہودیوں کو کوئی کہے کہ حضرت محمدؐ اور مسلمان حضرت عیسٰے کو خدا نہیں مانتے بلکہ ایک انسان ہی مانتے ہیں، اور خدا کا بیٹا نہیں بلکہ ایک رسول مانتے ہیں کیا عیسائیوں کے مقابلہ میں حضرت محمدؐ اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ غنیمت نہیں؟ تو اگر یہودی بھی حکیم الامت صاحب کے اس حکیمانہ جواب کو دہرائیں تو کیا یہ حضرت محمدؐ اور مسلمانوں کا (نعوذ باللہ) ضرر عیسائیوں سے بھی اشد ہے۔ جب یہ لوگ عیسٰی کی الوہیت کی نفی اور نبوت کا اثبات کرتے ہیں تو نفرت نہیں ہوتی اور اشتیاق ہوتا ہے۔ اس کی کتاب (انجیل) کو دیکھنے کا پھر دیکھ کر گمراہ ہوتے ہیں۔ کیا یہ ہے وہ حکیمانہ جواب جس پر ماہر القادری نے اتنا فخر کیا۔ ماہر القادری اس حکیمانہ جواب کی روشنی میں حضرت عیسٰے کی پوزیشن درست کر کے تو دکھائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مرزا غلام احمد کے ساتھ وہی ہوا جو پہلے مسیح علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ یہودیوں نے آپ پر کفر کا فتوے لگا کر آپ کو رد کیا۔ عیسائیوں نے غلو سے کام لے کر حضرت عیسٰے کو مقام رسالت سے اُٹھا کر مقام الوہیت پر پہنچایا مسلمانوں نے آکر حضرت عیسٰے کا اصل مقام پیش کیا ٹھیک اسی طرح اس زمانہ کے مسیح کو بھی یہودی صفت علماء نے کفر کا فتوے لگا کر رد کیا۔ قادیانیوں نے غلو سے کام لے کر انہیں مقام مجددیت سے اٹھا کر مقام نبوت پر پہنچایا۔ لاہوری احمدی جماعت نے حضرت مرزا صاحب کے اصل مقام کو پیش کیا۔

ماہر القادری نے رسالہ فاران کے صفحہ ۴۹ پر جو بھونڈی اور غیر محتاط مثال دی ہے اس سے حضرت نبی کریم صلعم کی سخت توہین ہوتی ہے۔ اس مثال سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ مرزا غلام احمد نے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو نعوذ باللہ قتل کر دیا ہے اور مولانا دریابادی جیسے لوگ قاتل غلام احمد کی بریت کی کوشش کر رہے ہیں اور مرزا غلام احمد کی نیت کی صفائی کی دلیلیں دے رہے ہیں۔ ماہر القادری حضرت مرزا صاحب کی دشمنی میں اتنے دور نکل گئے کہ انہیں سرکار دوعالم صلعم کے احترام کا بھی لحاظ نہ رہا۔ حضرت نبی کریم صلعم کے کاروبار کو ختم کرنا آپ کی نبوت کا یا آپ کا قتل تو دور کی بات ہے آپ کا بال بھی کوئی بیکا نہیں کر سکتا کسی قاتل کی کیا مجال کہ واللہ یعصمک من الناس کے مطابق خدا کی حفاظت میں رہنے والی اس بزرگ ہستی کو کوئی نقصان پہنچا سکے۔

ماہر القادری نے قادیانی حضرات کے غلو کے چند نمونے پیش کئے ہیں۔ لیکن اس میں حضرت مرزا صاحب کا کیا قصور ہے کیا دنیا کے چالیس کروڑ عیسائی حضرت عیسٰی کو خدا کا بیٹا اور ہندوستان کے تیس کروڑ ہندو جناب رام اور جناب کرشن کو خدا کا اوتار نہیں مانتے پھر اس میں ان پاکبازوں کا کیا قصور؟ قادیانی حضرات کی ان غیر محتاط تحریرات پر جماعت احمدیہ لاہور بار بار اظہار رنج و غم کر چکی ہے۔ چالیس سال سے لاہوری احمدی جماعت قادیانی جماعت سے الگ بیٹھی ہے اور قادیانی نبوت یا قادیانی عقاید کے خلاف تن من دھن سے جنگ کر رہی ہے لیکن کیا آپ حضرات نے لاہوری احمدیوں کے حق میں انصاف سے کام لیا ہے نہیں؟ بلکہ انہیں شدید ترین مضر سمجھا ہے۔ رہ گیا یہ قادیانی شاعر اکمل صاحب کا یہ غلو ؎

محمدؐ پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے بھی بڑھکر اپنی شان میں
محمدؐ دیکھنے ہوں جس کو اکمل
غلام احمدؐ کو دیکھے قادیاں میں

یہ ایسا ہی غلو ہے جیسا کہ مسلمان شعرا نے خود حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق اختیار کیا ہے۔ دوسرے غیر محتاط شعرا کو تو جانے دیجئے۔ علامہ اقبال جیسا محتاط اور باخبر شاعر کیا کہتا ہے۔ سنو ؎

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردہ میم اُٹھا کر
وہ بزم یثرب میں آکے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

علامہ اقبال مرحوم نے اس شعر میں احمد کو احد یعنی خدا کہا ہے کہ خدا خود یثرب میں احمدؐ کی شکل میں آیا۔ حقیقت یہ ہے نہ احمدؐ احد ہے نہ غلام احمد احمدؐ یا محمدؐ ہے۔ اقبالؔ اور اکملؔ دونوں نے ناجائز غلو کیا۔ اور پھر غلام احمد تو غلام ہے۔ آقا سے برابری کیسی

حضرات! احمدیت کے چند معاندین احرار یا ماہر القادری جیسوں کا ذکر کرنے کے بعد میں آپ کی توجہ علامہ اقبال کے ایک شعر کی طرف دلاتا ہوں۔ فرماتے ہیں ؎

دنیا کو ہے اس مہدیٔ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالم افکار

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی نگہ نے عالم افکار میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا ہے۔ آریوں، دہریوں، عیسائیوں بہائیوں کے کیمپوں میں کھلبلی مچ گئی۔ خود مسلمان اتنے سنت روایات اور اسرائیلیات سے کنارہ کش ہو کر سیدھے طور پر قرآن کی روشنی میں پناہ لینے لگے۔ رع

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

کیا یورپ اور امریکہ کے ہزاروں پادری مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے چلے آرہے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے شکست خوردہ اور مایوس ذہنیت کے مالک مسلمانوں کی کرہمت کو مضبوط کیا۔ یورپ و امریکہ پر پے در پے حملے شروع کر دیئے اور شیر پرفلہ کو اس کی کچھار میں پہنچکر پچھاڑا اور مسلمان ایک بار پھر فخر کے ساتھ کہنے کے قابل بن سکے۔ ع

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری

احمدیوں کی انہی فتوحات کے پیش نظر جناب مولانا عبدالمجید صاحب سالک نے ایک موقعہ قریب قریب انہی الفاظ میں احمدی جرنیلوں کو خراج تحسین ادا کیا۔

"احمدی مبلغین اور احمدی لٹریچر نے یورپ میں کام کر دکھایا کہ اب یورپ کے کسی کونے سے کسی بدبخت کو اسلام اور بانی اسلام صلعم کے خلاف کوئی آواز سنائی

نہیں دیتی۔"

احمدی مجاہدین نے اسلامی لٹریچر سے ساری دنیا کو بھر دیا۔ دنیا کو ہر قوم نے اس لٹریچر سے اپنے حالات کے مطابق فائدہ اٹھایا۔ توحید باری تعالیٰ اور وحدت نسل انسانی کا مشن کامیاب ہو رہا ہے۔ پیاسی دنیا خدا کے زندگی بخش وجود پر پھر ایمان کو تازہ کر رہی ہے۔ جا بجا حقوق نسل انسانی کے چرچے ہو رہے ہیں۔ کیونکہ اس چیز پر ہمارے مبلغ اور ہمارا لٹریچر امریکہ پہنچا۔ آج پہلی بار ہم نے اپنی کوششوں کا ایک اور رنگ میں پھل دیکھا کہ امریکہ سے حقوق نسل انسانی کا وعظ کہنے کے لئے مسز روز ویلٹ ایک مبلغ کی حیثیت سے باہر نکلیں۔ اور انہوں نے "بچوں کی روٹی کتوں کے آگے نہیں ڈالی جا سکتی" کا وعظ نہیں کیا بلکہ ساری نسل انسانی کو "ولقد کرمنا بنی آدم" کا مژدہ سنایا۔ کالے۔ گورے۔ مشرقی، مغربی کا فرق مٹ رہا ہے۔ قرآن کامیاب ہو رہا ہے۔ سبقی میں قرآنی اصولوں کو اپناتی چلی جا رہی ہیں اور آج اسلام پورے فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہے ؎

اڑا لی قمریوں نے طوطیوں نے عندلیبوں نے
چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرز فغاں میری
اٹھا لئے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

ان اشعار میں لالہ۔ نرگس اور گل بھی کیا بیساختہ آتے ہیں بیشک قرآن کی تعلیمات سے بھارت کے لالہ نے اور نرگس یعنی زرد اقوام چین اور جاپان نے اور گل نے یعنی خوبصورت یورپی اور امریکی اقوام نے فائدہ اٹھایا اور یہ سب اقوام حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی مرہون احسان ہیں۔

جناب مولانا اسلم جیراج پوری نے علامہ اقبال مرحوم کے قلم کی شان میں فرمایا تھا ؎

ضرب کلیم ہم نے تو دیکھی نہیں مگر
سنتے ہیں اس کے ڈر سے دل کوہ خون تھا
اقبال کا قلم بھی عصائے کلیم تھا
اعجاز جس کا تَلْقَفُ مَا یَأْفِکُوْن تھا

بیشک علامہ اقبال مرحوم کے قلم نے بھی قوم کی قابل قدر خدمت کی خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ لیکن حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کا قلم فی الواقعہ "عصائے کلیم" تھا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے تمام ساحروں کا مقابلہ کیا اسی طرح حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے قلم نے تمام آریوں دہریوں عیسائیوں، بہائیوں کا مقابلہ کیا اور ان تمام جادوگروں اور مداریوں کے طلسمات کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ؎

جوں اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

سلطان القلم حضرت مرزا صاحب نے اسی لئے فرمایا ؎

سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

خدا کی حکومت لوح و قلم سے زینت پکڑ رہی ہے۔ ڈھال تلوار سے نہیں۔ حضرت انسان کو بھی دیگر مخلوق پر علم کی وجہ سے ہی فضیلت ملی۔ سرکار دوجہاں حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو بھی ایک لازوال علمی معجزہ قرآن حکیم دیا گیا۔ حضور صلعم نے فرمایا اَلْعِلْمُ سِلَاحِی۔ علم میرا ہتھیار ہے۔ اس زمانے کے امام حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو بھی علمی دلائل کے ہتھیاروں سے مسلح کیا گیا جن سے مجدد اعظم نے تمام باطل مذاہب کو پامال کر کے رکھ دیا۔ گو عرش نے قلم نے تمام الہامی کتب میں سرکار دوجہاں حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت لکھ دی تو فرش کے قلم ہاں ہاں حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے قلم نے اس صداقت پر چار چاند چڑھا دیئے اور حضرت امام مہدی کے سپاہیوں محمد علی، عبدالقیوم اور عبدالحق ودیارتھی کے قلم نے رسول خدا صلعم کی صداقت کا لوہا دنیا جہان سے منوا لیا۔

اے احمدی جماعت تیری عظمت کے آگے بڑے بڑے لوگوں کی گردنیں جھک رہی ہیں۔ جناب قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری نے آنحضرت صلعم کے حالات پر "رحمۃ للعالمین" کے نام سے تین جلدوں میں ایک کتاب لکھی اور بہت اچھی لکھی ہے۔ خدا مصنف کو جزائے خیر دے۔ اس کتاب کی تیسری جلد کے صفحہ ۲۳۱ پر لکھا ہے :۔

"ہمارے عہد میں فلسفہ جدید اپنی تعلیمات سے اسلام پر گولہ باری کر رہا ہے۔ اور یوروپین طاقتوں نے اودھم مچا رکھا ہے۔ مسلمانوں کی سلطنتیں برباد ہو رہی ہیں ترکی دولت عظمیٰ سے گھٹ کر ایک معمولی سلطنت رہ گئی ہے۔ مراکو اول درجہ کی سلطنت سے باجگذار بن گیا۔ عرب اور عراق کی حکومتیں اغیار کی دست نگر ہیں تنظیم قوم کا سلسلہ پراگندہ ہے تاہم اسلام انگلستان اور جرمنی اور امریکہ پر اپنا سایہ ڈال رہا ہے۔ بڑے بڑے کونٹ اور کونٹس و ڈیوک اور پرنسز اسلام کا پھل تناول ہو رہے ہیں۔"

ہم احراریوں۔ مودودیوں۔ ملانوں اور ماہرانہ فرقہ داری جیسے قسم معاندین احمدیت سے پوچھتے ہیں کہ وہ کونسے مجاہدین اسلام ہیں جن کی تبلیغی مساعی کی بدولت آج اسلام انگلستان میں جرمنی اور امریکہ پر اپنا سایہ ڈال رہا ہے۔ اور وہ کونسے لوگ ہیں جن کے ہاتھوں پر یورپ، اور امریکہ کے کونٹ، کونٹس و ڈیوک اور پرنسز مشرف باسلام ہو رہے ہیں۔ کیا یہ وہی لوگ تو نہیں جنہیں تم کافر اور مرتد اور مرزائی کے نام سے یاد کرتے ہو۔ خوش نصیب ہیں وہ کافر مرزائی جو یورپ اور امریکہ کے عیسائی کافروں کو حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی چوکھٹ پر جھکا رہے ہیں، کیا ان لوگوں کو دشمن اسلام کہنے والوں کو خدا اور رسول خدا کبھی معاف کرے گا؟ کیا آئندہ کی نسلیں اور منصف مزاج مورخین ان معاندین کی سمجھ بوجھ پر حیرت زدہ نہ ہوں گے؟

پھر دیکھئے کتاب رحمۃ للعالمین کی جلد سوم صفحہ ۳۶۸ پر لکھا ہے :۔

"یورپ میں کنگ جارج کے قریبی بھائی سر چارلس ہملٹن نے اظہار اسلام فرمایا اور اس طرح پر اسلام تخت انگلستان کے قریب پہنچ گیا۔"

احمدیت سے عناد رکھنے والے کفر و خدا لگتی کہو کہ اسلام کو انگلستان کے تخت کے قریب تر کر دینے والے کون دیوانے ہیں۔ کیا یہ دہریے لوگ تو نہیں۔ اسلام کے ان دشمنوں نے اسلام کو انگلستان کے تخت کے قریب تو کر دیا۔ یہ اچھی اسلام دشمنی ہے پھر اے خدائی فوجداروں اور اسلام کے خیرخواہ مولویو تمہیں یہ توفیق کیوں نہیں مل رہی کہ تم بھی کافروں مرتدوں مرزائیوں کے مقابلہ میں کوئی خدمت اسلام کا کام کر سکو۔ کیا تمہارے لیے مسجدوں کے حوضوں میں ڈوب مرنے کا مقام نہیں کہ جو کام تمہیں کرنا تھا وہ "گمراہ" اور "دشمن اسلام" مرزا کے مرزائی کر رہے ہیں۔

پھر اسی کتاب میں صفحہ ۳۶۸ پر آگے لکھا ہے :۔

"لارڈ ہیڈلے، محمد پکتھال، خالد شیلڈریک جیسے قدرسیان علم و فضل غاشیہ برداران اسلام بنے"

کہو! کن لوگوں نے ان لارڈوں اور علماء یورپ کو غاشیہ برداران اسلام بنا دیا ہے؟ کیا ان لوگوں نے جو خود اسلام کے باغی ہیں۔ مرتد ہیں اور واجب قتل ہیں؟ شعر

کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

پھر آگے اسی صفحہ پر لکھا ہے :۔

"نئی دہلی کے رقبہ میں اگر کوئی مسجد شہید ہو گئی تو دارالسلطنت فرانس کے شہر پیرس کے وسط میں مسجد جامع تیار بھی ہو گئی۔ اور جرمنی کے شہر میں آٹھ ہزار نمازیوں پر سایہ کرنے والی مسجد بھی رونق افزائے فضا بن گئی۔"

اے پانی پی پی کر رات دن مرزا اور مرزائیوں کو کوسنے والو اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ کن لوگوں کی ہمت سے جرمنی میں آٹھ ہزار نمازیوں پر سایہ کرنے والی مسجد رونق افزائے فضا بن گئی ہے۔ کیا یہ وہی لوگ تو نہیں جنہیں تم ایک غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اپنے کلیجوں کو ٹھنڈا کرنا چاہتے ہو۔

اور سنو! ٹرینیڈاڈ (شمالی امریکہ) کے مسلمانوں کی حفاظت کے لئے احمدی مبلغین پہنچے۔ جاوا سماٹرا میں ہالینڈ کے پادریوں کے مقابلہ کے لئے جناب مرزا ولی احمد بیگ صاحب تشریف لے گئے۔ جنوبی امریکہ جزائر فیجی کے مسلمانوں کو عیسائی پادریوں اور آریہ پنڈتوں نے ستایا تو فیجی کے مسلمانوں نے جمعیت العلماء ہند سے امداد مانگی۔ کہ ویدک دھرم۔ عیسائیت اور اسلام سے واقف کسی مبلغ کو بھیجو لیکن ہندوستان کے تمام علماء کی یہ جمعیت فیجی کے مسلمانوں کی کوئی امداد نہ کر سکی اور یوں اس امر پر مہر تصدیق لگ گئی کہ اس زمانہ کے علماء سے خدمت اسلام کی توفیق چھین لی گئی ہے۔ علماء ہند سے مایوس ہو کر فیجی کے مسلمانوں نے جناب سید غلام بھیک صاحب نیرنگ انبالہ سے امداد مانگی لیکن سید صاحب مرحوم بھی کوئی امداد نہ کر سکے بالآخر چاروں طرف سے تھک کر ہار کر فیجی کے مسلمانوں نے حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ لاہور سے استمداد کی تو حضرت ممدوح نے مجھے حکم دیا اور میں پادریوں اور پنڈتوں کے مقابلہ کے لئے جزائر فیجی جنوبی امریکہ پہنچا۔ میں نے وہاں چار سال رہ کر مدافعت اسلام کا جو کام کیا اس کا ذکر بالتفصیل اخبار پیغام صلح میں چھپتا رہا۔ میری واپسی کے بعد نیوزی لینڈ کا ایک مسلمان جزائر فیجی میں گیا، وہاں کے حالات سن کر اس نے ایک مضمون لکھا جو لاہور کے انگریزی اخبار "لائٹ" میں بھی شائع ہوا۔ اس مسلمان نے اپنے مضمون میں لکھا کہ جب جزائر فیجی کے مسلمانوں کو عیسائی پادریوں اور آریہ پنڈتوں نے تنگ اور لاچار کر دیا تو ان مسلمانوں نے انڈیا سے مرزا مظفر بیگ نامی ایک "پامبر" اور "سپیشل فائر" منگوایا جس نے اپنی بمباری اور آتش فشانی سے کفر کے تمام قلعوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ راقم الحروف کو جزائر فیجی سے واپس آئے عرصہ پندرہ سال کا گذر چکا ہے وہاں کے ایک نواب مسٹر لئے۔ جی سلام نے جناب مولانا احمد یار صاحب ایم اے لاہور کو ایک خط لکھا جس میں وہ نوجوان لکھتا ہے کہ "جن دروازوں سے جزائر فیجی کے مسلمانوں کو دن رات چیلنج پر چیلنج دیئے جاتے تھے وہ تمام دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ملاحظہ ہو)

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اور علماء کی مخالفت

بسلسلہ اشاعت مؤرخہ ۱۴ر جنوری ۱۹۵۳ء

چوھدری فضل الرحمٰن صاحب قمر سامانوی

مولویوں کا یہ سلوک صرف ان چاروں اماموں سے ہی مخصوص نہیں بلکہ جس مجدد یا محدث اور ولی اللہ کے حالات کا مطالعہ کریں گے اس سے یہی ثابت ہوگا کہ بنی اسرائیل اور اقوام گذشتہ کے مولویوں نے جو سلوک اپنے زمانہ کے انبیاء کے ساتھ کیا اس کے ثبوت کے لئے زمانۂ حال کے ایک بہت بڑے مولانا کی شہادت پیش کرتا ہوں جن کا اسم گرامی مولانا ابوالکلام آزاد ہے آپ سلسلہ مشاہیر اسلام ۱۸ صفحہ ۱۲ پر فرماتے ہیں کہ:۔

(۱) "اسلام کے اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں فقہا کا قلم ہمیشہ تیغ بے نیام رہا ہے اور ہزاروں حق پرستوں کا خون ان کے فتووں کا دامنگیر ہے اسلام کی تاریخ کو خواہ کہیں سے پڑھو سینکڑوں مثالیں کہتی ہیں کہ بادشاہ جب خونریزی پر آتا تھا تو دارالقضا کا قلم اور سپہ سالار کی تیغ دونوں یکساں طور پر کام دیتے تھے صوفیاء اور ارباب وطن پر منحصر نہیں علمائے شریعت میں سے بھی جو نکتہ بیں اسرار حقیقت کے قریب ہوئے فقہا کے ہاتھوں مصیبتیں اٹھانی پڑیں اور بالآخر سر دے کر نجات پائی۔"

(۲) پھر فرماتے ہیں کہ:۔

"افسوس کہ عشاق حق کے ساتھ ہمیشہ یہی سلوک ہوا اور اعلائے حق و اصلاح کے مخلصوں کو کبھی ان کو امن کی گھڑیاں نصیب نہ ہوئیں یہی ہوتا رہا ہے اور شاید ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ دشمنان حق نے اگر ان کی جانوں کو سب سے بڑی چیز سمجھ کر لینا چاہا تو انہوں نے بھی اپنی جان کو دنیا کی ساری چیزوں میں سب سے زیادہ ہیچ و ادنیٰ سمجھا"

(تذکرہ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد صفحہ ۶۱-۶۲)

(۳) "علماء سوء اور مشائخ دنیا پرستوں پر ان لوگوں کی بے لوث حق پرستیاں بہت گراں گذریں ....

پہلے تکفیر و تضلیل کا سلسلہ چلا پھر قتل و صلیب تک نوبت پہنچی" (تذکرہ صفحہ ۳۰)

علماء کی مخالفت حضرت مسیح موعود کی صداقت کی دلیل ہے۔ کیونکہ جب پہلے تمام راستبازوں کی مولویوں نے مخالفت کی ان پر ہر قسم کے ناپاک الزام لگائے۔ بائیکاٹ، قتل و غارت قید و بند تکفیر و تکذیب غرضیکہ ہر ناپاک حربہ استعمال کیا بالکل اسی طرح وہ تمام حربے اس زمانہ کے امام اور اس صدی کے مجدد اور اس کی جماعت کے خلاف استعمال کرنے سے روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی زمرہ میں شامل ہیں جس میں پہلے خاصان خدا۔ اور مخالف مولوی اسی ذیل میں شامل ہیں جس میں ان خاصان خدا کے مخالف علماء۔ اندریں بارہ آئمہ و بزرگان دین کی پیشگوئیوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح و مہدی کی علمائے زمانہ مخالفت کریں گے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات جلد ۲ مکتوبات ۵۵ میں فرماتے ہیں:۔

"نزدیک ہے کہ ظاہری علماء اس کے (مسیح موعودؑ) کے اجتہادات سے بوجہ ان کے دقیق ہونے اور باریک ہونے کے انکار کر دیں اور ان کو کتاب و سنت کے برخلاف سمجھیں روح اللہ (مسیح موعود) کی مثال امام اعظم رحمۃ اللہ کوفی سے ہے جو زہد و تقوےٰ کی برکت اور اتباع سنت کی بدولت اجتہاد و استنباط میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے اور جس سے دوسرے لوگ ان کے فہم سے عاجز ہیں"

اسی طرح نواب صدیق الحسن صاحب حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳ پر مہدی معہود کے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

"جب مہدی سنت کے زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے کے واسطے مقاتلہ کریں گے تو علمائے وقت جو فقہاء کی تقلید کے عادی اور اپنے گدی نشینوں اور باپ دادا کی تقلید کے عادی ہیں کہیں گے کہ یہ شخص ہمارے دین و ملت کے برباد کرنے والا ہے اور مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوں گے اور اپنی عادت کے موافق ان پر کفر اور گمراہی کا حکم صادر کریں گے"

احمدیوں کی تو سچی بات بھی مولویوں کو بری معلوم ہوتی ہے مگر یہ فیصلہ کسی احمدی کا نہیں بلکہ ایک بہت بڑے مجددؒ اور ایک بہت بڑے مولوی کا ہے حضرت مجدد صاحبؒ نے کسی الہام کی بناء پر یہ پیشگوئی فرمائی کہ حضرت امام اعظمؒ کی طرح علمائے وقت مسیح موعودؑ کی مخالفت اور تکفیر و تکذیب کریں گے اور مولوی صدیق الحسن صاحب مرحوم نے ایک حدیث سے استنباط کرتے ہوئے یہ لکھا کہ پرانی لکیر کے فقیر اور خشک ملاں حضرت امام مہدیؑ کی تکفیر و تضلیل کے لئے کھڑے ہو جائیں گے اب آپ دیکھ لیں یہ سب کچھ ہو رہا ہے یا نہیں جس کی خبر سالہا سال قبل دی گئی تھی ؎

میری تو بات بات زمرا سکو دا یکے مطلب کی ہی کیوں ہو
کہ بس نے جو الٹا سے کہنا غضب ہے اسکو وہی نہ کرنا
مدار ہے تاکہ تمہیں پہ تمام اب اس کی منصفی کا
ذرا تو کہنا خدا لگی بھی فقط سخن پروری نہ کرنا

تحفظ ختم نبوت کا ڈھونگ رچا کر یہ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ ختم نبوت کا انکار کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں اس لئے وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں ہماری طرف سے اس الزام کی ہزار دفعہ تردید کی گئی۔ مگر ہیں نہ مانوں کا علاج ہمارے پاس کیا ہو سکتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام امت محمدیہؐ میں فرد واحد ہوئے جنہوں نے ختم نبوت کے مسئلہ کو صحیح معنوں میں دنیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے یہ اعلان فرمایا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا آپ نے فرمایا کہ:۔

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

پھر آپ نے کہا کہ

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

مگر ایسے صریح الفاظ کی موجودگی میں بھی بدستور یہی کہا جاتا ہے کہ احمدی ختم نبوت کے منکر ہیں اور اس الزام میں پیش پیش احراری علماء ہیں اگر یہ درست ہے کہ کسی شخص یا جماعت کے متعلق فریق مخالف کا منسوب کردہ عقیدہ اور اس کا عاید کردہ الزام درست ہوتا ہے تو پھر کیا فرماتے ہیں علمائے احرار اس بارہ میں کہ ان پر ان کے مخالف علماء یہی الزام لگاتے ہیں جو احرار جماعت احمدیہ اور اس کے بانی کے خلاف لگاتے ہیں اگر باور نہ ہو تو مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی کتاب حسام الحرمین کا مطالعہ کرو۔ اس میں مولانا محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور ان کے متبعین پر جو کفر کا فتوے حرمین الشریفین کے مفتیوں اور قاضیوں کی مواہیر کے ساتھ شائع کیا ہے اس میں وجوہات کفر میں سے سب سے بڑی وجہ ختم نبوت کا انکار اور دوسری وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بیان کی گئی ہے۔ یہی دونوں الزامات احرار کے پیشرو دیوبندی علماء حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپکی جماعت پر لگاتے ہیں ہمیں ان سے یہ پوچھنے کا حق ہے کہ تمہارے اور تمہارے پیشواؤں کے خلاف بریلوی صاحبان نے ختم نبوت کا انکار اور آنحضرت صلعم کی توہین کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو پھر احمدیوں پر یہ دونوں الزامات المرء یقیس علی نفسہ کے موجب تو نہیں لگائے جا رہے۔ اگر کہو کہ غلط ہے تو ہم پوچھتے ہیں کیوں؟ جبکہ علماء کا ایک گروہ جس میں مکہ و مدینہ تک کے علماء بھی شامل ہیں یہ شہادت دے رہے ہیں کہ علمائے دیوبند ختم نبوت کا انکار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں تو پھر ان کی شہادت کو کیونکر رد اور ان کے فتوے کو کس طرح جھٹلایا جا سکتا ہے؟ خصوصاً اس صورت میں جبکہ تحذیر الناس میں صاف الفاظ میں آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کے آنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اگر یہ ارشاد ہو کہ چونکہ بریلوی علماء ہمارے مخالف ہیں اور ہماری تحریرات کو توڑ موڑ کر پیش کرتے ہیں اور غلط عقائد ہماری طرف منسوب کرتے ہیں تو پھر یہی جواب ہماری طرف سے سمجھ لیں۔ اور یہ کہنے کی اجازت .... دیں کہ ؎

کیا ہے معترض نے فیصلہ اچھا میرے حق میں
مکفر نے کیا خود پاک دامن ہے مسلماں کا

آئیے اب ہم واقعات کی روشنی میں ٹھنڈے دل سے اس بات پر غور کریں کہ ختم نبوت کا انکار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا مرتکب کون ہو رہا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں جماعت احمدیہ اور اس کے امام علیہ السلام کا عقیدہ میں پہلے لکھ چکا ہوں اس کے بالمقابل تحفظ ختم نبوت کے دعویداروں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام قریباً دو ہزار سال سے زندہ ہیں اور بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہیں اور وہ آخری زمانہ میں نازل ہو کر امت محمدیہ کی اصلاح کریں گے۔ ہم محافظان ختم نبوت سے یہ پوچھتے ہیں کہ اگر وہ واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی نبیوں کو ختم کرنے والا مانتے ہیں تو پھر وہ بتائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کن نبیوں کو ختم کیا؟ آیا اپنے سے پہلے انبیاء کو یا بعد میں آنے والوں کو یا دونوں کو یعنی ماقبل اور مابعد کو؟ - اگر ارشاد ہو کہ حضور صلعم نے اپنے سے پہلے نبیوں کو ختم کر دیا تو ان کے عقیدہ کی رو سے یہ بالکل غلط ہے کیونکہ آنحضرت صلعم سے پہلے انبیاء میں سب سے پہلے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور مولوی مانتے ہیں کہ وہ ختم نہیں ہوئے بلکہ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اگر وہ کہیں کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد میں آنے والے نبیوں کو ختم کیا تو ان کے عقیدہ کی رو سے یہ بھی غلط ہے کیونکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے بعد میں بھی آنا ہے تو ختم کس طرح ہوئے؟ اگر وہ کہیں کہ انبیاء ماقبل اور مابعد دونوں کو ختم کر دیا تو یہ بھی بالکل جھوٹ کیونکہ ان کے عقیدہ کی رو سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ اور بعد میں آنے والے کی حیثیت سے بھی موجود۔ ستم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء میں سے کوئی نبی خاتم النبیین نہ ہونے کے باوجود ہر نبی اپنے سے پہلے نبی کی جسمانی زندگی کو بھی ختم کرتا چلا آیا اور روحانی زندگی کو بھی مگر جب وہ نبی اکرم دنیا میں تشریف لائے جن کو اللہ تعالےٰ نے خاتم النبیین قرار دیا تو مولوی کے عقیدہ کی رو سے وہ اپنے سے پہلے نبی کی نہ جسمانی زندگی کو ختم کر سکے نہ روحانی زندگی کو (معاذ اللہ منہا) کیا اسی فاسد عقیدہ کی بنا پر یہ دعوےٰ کیا جاتا ہے کہ ہم ختم نبوت کا تحفظ کرنے والے ہیں کیا یہی گندہ تخیل ہے جس کی بناء پر جماعت احمدیہ کو ختم نبوت کا منکر بتایا جاتا ہے، کیا یہی ملاں صاحبان کی قرآن دانی کا ثبوت اور آنحضرت صلعم کی عزت کی دلیل ہے ؎

مغز فرقان مطہر کیا یہی ہے زہد خشک
کیا یہی چوہا ہے نکلا کھود کر یہ کوہسار

(باقی دارد)

* ہم کہتے ہیں کہ یہ بزدل لوگ ہرگز ہرگز میدان میں نہ اتریں گے ؎

اپنی جگہ تو سب کو ہے دعوےٰ مردمی
میدان کارزار میں اُترو تو مرد ہو

تحریک احمدیت اور اسکے معاندین

(بقیہ از ص ۱)

کے لئے بتا کر دیتے"۔ غرض جو کام ہندوستان کے تمام علماء کی جمعیت نہ کر سکی وہ کام حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے ادنےٰ سپاہی کے ہاتھوں ہو گیا ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ؎

دیکھ لے چشم عدو مجھ کو حقارت سے نہ دیکھ
جس پہ ہے ناز خدا کو بھی وہ انساں ہوں میں

مسلمان بادشاہ ہوں کہ نواب جاگیردار ہوں کہ سرمایہ دار پیر ہوں کہ ملاں سب غفلت کی نیند سوئے پڑے ہیں اور انہیں اشاعت اسلام کا کوئی فکر اور درد نہیں، لیکن بفضل خدا حضرت مجدد اعظم مرزا غلام احمد علیہ السلام کی جماعت نے اسلام کے درد کو اپنے دل میں پالا یہ درد اس کے دل میں ایک داغ کی شکل اختیار کر گیا اور وہ داغ ایک زخم کی صورت میں تبدیل ہوا اور زخم ایک رستا ہوا ناسور بن گیا جس نے احمدیوں کو بیقرار کر رکھا ہے۔ وہ ایشیاء آسٹریلیا۔ یورپ۔ امریکہ۔ افریقہ میں دیوانوں کی طرح دوڑے پھر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔ دہلی کے ایک عیسائی پادری احمد مسیح نے بھرے جلسہ میں ایک بار گواہی دی تھی کہ:-

"احمدیوں کے سینہ میں بالخصوص لاہور کے احمدیوں کے سینہ میں تبلیغ اسلام کی ایک آگ لگی ہوئی ہے جس کو ساتوں سمندروں کا پانی مل کر بھی نہ بجھا سکا اور یہ احمدی ساتوں سمندروں کو پھاند کر انگلستان میں تبلیغ اسلام کے جھنڈے گاڑ آئے"

احرار اور ملاں کہتے ہیں کہ ہم احمدیوں کو مٹا دیں گے۔ لیکن ہم احمدی کہتے ہیں ؎

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا
توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
ممکن نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

حضرات ہمارے اس اجلاس کے صدر جناب شیخ میاں عطاء اللہ صاحب سابق ملزا ونز ہیں آپ ٹی۔بی کے بیمار ہیں۔ آپ اپنے ہمنام سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو مباہلہ کا چیلنج دیتے ہیں کہ اگر حضرت مرزا غلام احمدؐ اپنے دعوےٰ مجددیت اور مسیحیت میں سچے ہیں تو عطاء اللہ شاہ بخاری ایک سال کے اندر اندر ہلاک ہو جائیں گے اور اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعوےٰ میں جھوٹے ہیں تو میاں عطاء اللہ صاحب ایک سال کے اندر اندر ہلاک ہو جائیں گے۔ کیا عطاء اللہ شاہ بخاری کو حوصلہ ہے کہ ٹی۔بی کے ایک بیمار احمدی کا یہ چیلنج منظور کر کے میدان مباہلہ میں نکلیں میاں عطاء اللہ صاحب کا ایمان ہے کہ اگر سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ان کا یہ چیلنج منظور کر لیا تو خدا ٹی۔بی کے اس مریض کی حفاظت کرے گا اور بہتے کٹے عطاء اللہ شاہ بخاری کو ایک سال کے اندر اندر ہلاک کر کے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر مہر لگائے گا۔ احرار یو اپنے امیر شریعت کو تیار کرو۔ لیکن *

ووکنگ مسلم مشن کے متعلق میرے مشاہدات

(بقیہ از صفحہ ۸)

مسلمانوں ۔۔۔ ان سے علاوہ ایک امریکن عیسائی آیا۔ جو امریکہ سے جاپان۔ انڈیا۔ لبنان۔ اٹلی وغیرہ سے ہوتا ہوا آج ہی لندن پہنچا۔ اور سیدھا ووکنگ آیا۔ صرف منش انسان ہے چنانچہ ظہر و عصر کی نمازیں اجازت لے کر شرکت کی۔ وہ شاعر بھی ہے اور جرنلسٹ بھی۔ وہ گاڈ (GOD) لفظ کی بجائے اللہ کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ سب کو لٹریچر دیا گیا۔

۳۰ر دسمبر۔ بروز منگل:-

ملایا کے ایک مسلمان طالبعلم کی اہلیہ فوت ہو گئیں جس کا جنازہ پڑھانے کے لئے امام صاحب بروک وڈ کے قبرستان تشریف لے گئے۔ سُنا ہے ۷۰، ۸۰ کے قریب فرزندان توحید نے جنازہ کی نماز پڑھی۔

دو انگریز خواتین مسجد دیکھنے کے لئے آئیں مسجد کی اندرونی اور بیرونی سادگی دیکھ کر بہت متاثر ہوئیں۔ سب زائرین کو لٹریچر بلا مطالبہ دیا جاتا ہے۔ اس طرح اسلام کا خوبصورت چہرہ روشن تر ہوتا جاتا ہے۔

۳۱ر دسمبر ۱۹۵۲ء بروز بدھ:-

آج قبل از دوپہر مضمون ہذا پوسٹ کر رہا ہوں، اس لئے ۳۱ر دسمبر کا کوئی واقعہ درج نہیں کر سکا۔ کوئی غیر متوقع واقعہ پیش آ گیا تو پھر سہی۔ چونکہ کل نیو ایر ڈے (NEW YEAR DAY) کی وجہ سے ڈاک خانے بند ہونگے اس لئے آج ہی رجسٹری کرا رہا ہوں۔ سُنا ہے کہ کرسمس کی طرح نیو ایر ڈے پر بھی یہ مہذب قوم خوب پیتی ہے اور رقص کرتی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

واٰخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین
والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

ناچیز۔ محمد اصغر علی از ووکنگ۔
۳۱ر دسمبر ۱۹۵۲ء بروز بدھ

جلد ۴۱ — لاہور۔ یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۹ جمادی الاول ۱۳۷۲ھ ۔ ۴ فروری ۱۹۵۳ء — نمبر ۵

سیٹھ چراغ الدین صاحب کی طرف سے پانصد روپے ماہوار کا گراں بہا عطیہ

سیٹھ چراغ الدین صاحب ہماری جماعت کے افراد میں سے نہیں ہیں لیکن آپ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب کے ساتھ دلی عقیدت رکھتے ہیں انہوں نے حضرت امیر قوم کو پانصد روپے کا ڈرافٹ بھیجا ہے اور لکھا ہے کہ انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ پانچ صد روپے ماہوار آپ کی خدمت میں بھیجتا رہوں گا۔

صاحب موصوف نے یہ عطیہ ادارۃ القرآن یا اشاعت اسلام کالج قائم کرنے کی غرض سے بھیجا ہے حضرت امیر قوم ایدہ اللہ نے جلسہ سالانہ پر یہ تحریک کی تھی اور اس ضمن میں تین چار ذی ثروت اصحاب کے متعلق تین تین صد روپے ماہوار عطیہ کا اعلان بھی کیا تھا۔ پانصد روپے ماہوار کی یہ رقم مزید براں ہے۔

حضرت امیر قوم نے خطبہ جمعہ میں سیٹھ چراغ الدین صاحب کے اس عطیہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر قوم پبلک سکول قائم کرنا چاہے تو مسلم ہائی سکول کے بعض سابق طالبعلموں سے پانچ پانچ ہزار روپے کی رقم مل سکے گی۔ مثلاً سید امجد علی صاحب۔ حسین ملک صاحب۔ ملک عنایت اللہ صاحب۔ سیٹھ مظہر الحسن صاحب۔ وزیر داخلہ گورمانی صاحب۔ نواب ممدوٹ صاحب وغیرہ وغیرہ اور اپنی جماعت کے چند اصحاب کے نام بھی اس ضمن میں لئے گئے تھے۔ قوم اگر اس طرف توجہ کرے تو پبلک سکول اور اس کے اندر اشاعت اسلام کالج کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ ظاہر ہے یہ احیاء قوم کے لئے ایک موثر اقدام ہوگا۔

پاکستان کا کوئی طبقہ بھی مُلّا کی حکومت کا خواہشمند نہیں

روزنامہ آفاق (۲۸ر جنوری) اپنے مقالہ افتتاحیہ میں رقمطراز ہے:-

بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے اپنی سفارشات میں علماء کا بورڈ قائم کرنے کے متعلق جو تجویز کی ہے، اس پر تنقید و بحث سے کم از کم دو باتیں واضح ہو گئی ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ پاکستان کے شہریوں کا کوئی طبقہ اس ملک میں مُلّا کی حکومت قائم کرنے کا خواہشمند نہیں ہے، اس امر پر رائے عامہ متفق ہے کہ ملک کے قوانین اور حکومت کی پالیسی مرتب کرنے میں آخری فیصلہ جمہور کے نمایندوں ہی کا ہونا چاہیئے اور اگر علماء کے کسی طبقے کو غیر علماء سے بھی ممتاز بھی کیا جائے (جس کے لئے آئین اسلامی میں کوئی وجہ جواز نہیں) تو علماء کی حیثیت زیادہ سے زیادہ جمہور کے مشیر کی ہو سکتی ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ مشاورت کے لئے جو طریقہ بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے تجویز کیا ہے، وہ بہرحال بوجوہات مستحسن نہیں ہے۔ ایسے چار یا پانچ علماء کو جنہیں صدر مملکت بطور علماء نامزد کرے مذہب کے معاملے میں باقی مسلمانوں سے زیادہ علمیت اور صالحیت کا امتیاز بخشنا اصولاً غلط اور عملاً خطرناک ہے۔ پھر اس بات کی بھی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ ایک شخص کے یا ایک وزارت کے انتخاب کئے ہوئے علماء اقتدار کے ہاتھوں میں آلۂ کار نہ بن جائیں گے۔

خود علماء حضرات نے (یعنی ان حضرات نے جو اپنے آپ کو عالم کا خطاب دے کر دوسروں سے ممتاز کرتے ہیں) علماء کے بورڈ کے متعلق بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی تجویز کو ناپسند کیا ہے۔ لیکن ان کے ایک اجتماع نے جو حال ہی میں کراچی میں منعقد ہوا تھا، ایک متبادل تجویز پیش کی ہے۔ جو بورڈ والی تجویز سے بھی کہیں زیادہ غلط ہے، علماء حضرات کی تجویز یہ ہے کہ اس امر کا فیصلہ کہ آیا مجلس مقننہ کا پاس کیا ہوا کوئی قانون احکام اسلام کے خلاف ہے یا نہیں۔ سپریم کورٹ پر چھوڑنا چاہیئے۔ اور سپریم کورٹ کے ججوں کو مشورہ دینے کے لئے چند علماء کو جو بہرحال نامزد ہی کئے جائیں گے (جیوری کے طور پر) بٹھایا جائے۔ اس تجویز میں نہ صرف نامزدگی کی برائیاں ہی قائم رہتی ہیں، بلکہ اس کے خلاف بعض دوسرے شدید اعتراض بھی وارد ہوتے ہیں، یہ تجویز جو ذمہ داری سپریم کورٹ پر ڈالتی ہے، اسے عدالتوں کے سپرد کیا ہی نہیں جا سکتا۔ اگر یہ کام عدلیہ کے سپرد کیا گیا تو عدلیہ کو عملاً قانون کی تدوین اور ترتیب کے فرائض بھی ادا کرنے پڑیں گے۔ جو مقننہ کا کام ہے۔

جمہور پاکستان کی یقیناً یہ خواہش اور کوشش ہے کہ اس ملک میں کوئی ایسا قانون پاس نہ کیا جائے، جو احکام الٰہی اور منشاء اسلام کے مخالف ہو لیکن احکام الٰہی یا احکام شریعت کسی مدون قانون کی شکل اور قانونی شکل زبان میں اس طرح کی جامع و واضح قانونی تعریف کے ساتھ موجود نہیں ہیں اگر کسی قانون کے متعلق یہ سوال اُٹھایا جائے کہ اس کی دفعات احکام اسلام اور منشاء الٰہی کے خلاف ہیں یا نہیں تو اس سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہو گا کہ موضوع متعلقہ پر احکام اسلام یا منشاء شریعت کیا ہے؟ یہ معلوم کرنے کے لئے پورے قرآن مجید کو پیش نظر رکھنا ہو گا۔ آیات قرآنی کی جو عملی تفسیر آنحضرت نے اپنے افعال یا اقوال کے ذریعے فرمائی ہے اس پر نگاہ ڈالنا ہو گی کہ واقعات اور حالات کی موجودگی میں آنحضرت صلعم نے کچھ فرمایا تھا اسے ملحوظ رکھنا ہو گا اور اغلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے قریب ترین صحابہ نے اپنے قریب ترین دور خلافت میں ملکی امور کے مسائل کو حل کرنے میں جو نظائر قائم کی تھیں ان سے بھی مدد لینا پڑے گی، غرض ایک طولانی بحث و تحقیق کے بعد ہی احکام اسلام اور منشاء الٰہی کا زیر بحث قانون سے تقابل اور موازنہ ممکن ہو گا اور اس وقت تک وہ مقدمہ جس میں قانون کے نا جائز ہونے کا سوال اُٹھایا گیا ملتوی رہے گا۔ یہ کام عدالتوں کو کس صورت میں کرنا پڑے گا۔ وہ دراصل قانون کی تدوین اور ترتیب کا کام ہے یہ کام بہرحال عدالتوں کا نہیں، عدالتوں کا کام معین اور مدون قانونی زبان اور الفاظ میں جو واضح تعریفوں کے ساتھ لکھے ہوئے قوانین کی تفسیر ہے، عدالتوں کے کام میں اس بات کی گنجائش پیدا کرنا کہ ہر مقدمے کی سماعت میں قرآن و حدیث، سیرت النبی اور اسلام کی معاشی اور سیاسی تاریخ کے متعلق بحثیں شروع ہو جائیں، عدلیہ کے کام کو سرمایہ تضحیک بنانے کے مترادف ہو گا۔

علماء حضرات تو خیر اس وجہ سے معذور ہیں کہ اپنی مخصوص استعداد کے باوجود وہ موجودہ زندگی کی مقننہ اور عدلیہ کے دائرہ عمل میں صحیح امتیاز نہیں کر سکتے۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ بعض وجہ قانون کی تعلیم رکھنے والے صاحب بھی اس سطحی اور بظاہر آسان لیکن دراصل ناممکن العمل تجویز پر صاد کر دیتے ہیں کہ کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا سوال عدالتوں پر چھوڑ دینا چاہیئے۔

اس سوال پر بحث کا موقعہ ضرور ملنا چاہیئے۔ لیکن یہ موقعہ قانون سازی کے دوران ہی میں مہیا ہونا چاہیئے قانون بن جانے کے بعد اس بحث کا دروازہ عدالتوں کے لئے بند ہونا چاہیئے۔

قانون سازی کے دوران میں ہر شہری کے لئے یہ موقعہ موجود ہے، بلکہ مقننہ کے باہر بھی ہر پڑھے لکھے شہری کے لئے یہ موقعہ موجود ہے کہ وہ اخبارات کے ذریعہ یا ممبروں سے ملکر ان کی توجہ کسی مسودہ قانون کے نقائص کی طرف منعطف کرے، جو اصحاب اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ عالم سمجھتے ہوں اور اپنی علمیت سے ملک کی یا اسلامی نظریات کی خدمات بجا لانے کے خواہشمند ہوں ان کے لئے بھی انتخابی ہیر آسمبلی کا دروازہ کھلا ہے۔ اگر اسے بھی کافی نہ سمجھا جائے تو اس دروازے کو وسیع تر کر دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہ ہو گا۔

آفاق ۲۸ر جنوری ۵۲ء

نماز باجماعت

جناب ڈاکٹر احمد حسن صاحب

یقیمون الصلوٰة قرآن مجید میں بار بار آتا ہے۔ اس پر غور کرنے سے اور ارشادات حضرت نبی کریم صلعم کو سامنے رکھتے ہوئے ہر ایک شخص اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ جہاں نماز باجماعت کا انتظام ہے یا انتظام باجماعت نماز ادا کرنے کا ہو سکتا ہے تمام حالات میں بغیر کسی وقتی اور اشد مجبوری کے اکیلے نماز نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کے حال پر رحم فرمائے عفو سے کام لے کر وہ ہمیں آیندہ کے لئے مسجد کی طرف کھینچ کر جانے کا جنون عطا فرمائے۔ آمین۔

ہم میں سے اکثر احباب نہیں جانتے کہ ان کو نہ ملتے رہنے کی کئی دلوں میں کتنی زبردست تڑپ ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں مصروفیات بہت بڑھی ہوئی ہیں اور بڑھتی جا رہی ہیں یہی زمانہ ہے کہ ہر ایک کے دل میں مسجد میں جانے کے لئے شوق اور خواہش بھی بڑھتی جانی چاہیئے یہی ایک ذریعہ ہے جس سے روزانہ نہ سہی تو کم از کم دوسرے تیسرے روز بلا تکلف مسلمان جس بھائی کو چاہیں مل سکتے ہیں۔ دو ہی منٹ کی ملاقات سے ہی بڑے بڑے معاملات حل ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو تقویت حاصل ہوتی ہے کام میں ہرج نہیں ہوتا بلکہ زندگی کی دوڑ کو جاری رکھنے کے لئے بہت تقویت حاصل ہوتی رہتی ہے۔ ایک دوسرے کی صرف زبانی حوصلہ افزائی بہت بڑی نعمت ہے۔ کام تو ہر ایک کا کرنے والا اللہ ہے اور جس کو اس سے محبت ہے وہ اپنی بساط کے مطابق اپنے بھائی کی ضرور مدد کرتا ہے اور یہی نچوڑ ہے اسلام کے ایک حصہ کا۔

کبھی مسجد میں آنا ضروری نہ خیال فرما دیں تو جس طرح مجھے اکثر دفعہ یہ شعر پڑھنا پڑتا ہے ؎

تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

اس کے سوا اور چارہ ہی کیا ہے۔ کبھی رستہ میں پکڑ لیا جائے تو فرماتے ہیں "دیکھو بہت مصروف ہوں" کہتے ہوئے وعدہ "فردا" کرتے ہیں اور وہ فردا کئی کئی ہفتے امروز نہیں ہوتا۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ رنجیت سنگھ مہاراج نے حکم دے رکھا تھا کہ میرے حضور میں آؤ تو شرتان میں بات کرو۔ قلعہ میں آگ لگ گئی۔ ایلچی صاحب گئے اور ایک گھنٹہ تک دربار میں شرتان درست کرنے کے بعد بتایا کہ مہاراج قلعہ میں آگ لگ گئی ہے۔ اتنے میں قلعہ راکھ کا ڈھیر ہو چکا تھا معمولی بات ہے قلعہ کا جل جانا۔ مسلمان کا دل جو خدا کا گھر ہے اور اس کا عرش ہے وہ اگر کسی بھائی کو مسجد میں نہ دیکھنے سے خوشی سے کیوں جائے اور بوجہ عدیم الفرصتی کے ایسے نہ مل سکنے کا بار بار رستا ہو۔ تو کس قدر ظلم عظیم ہے۔ مسجد میں آنا جانا ہو

(باقی بر صفحہ ۱۲)

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۷۲ھ | نمبر ۵

ایک نیا فریب

تینتیس علماء کی جو کمیٹی دستوری سفارشات پر غور کرنے کے لئے کراچی میں منعقد ہوئی تھی اس نے اور بہت سی احمقانہ باتوں کے علاوہ اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ آئندہ دستور میں احمدیوں کو اقلیتوں کی فہرست میں درج کیا جائے، چنانچہ لکھا ہے:-

"یہ ایک نہایت ضروری ترمیم ہے۔ جسے ہم پورے اصرار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ملک کے دستور سازوں کے لئے یہ بات کسی طرح موزوں نہیں ہے۔ کہ وہ اپنے ملک کے حالات اور مخصوص اجتماعی مسائل سے بے پرواہ ہو کر محض اپنے ذاتی نظریات کی بناء پر دستور بنانے لگیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ملک کے جن علاقوں میں قادیانیوں کی چھوٹی بڑی تعداد مسلمانوں کے ساتھ ملی جلی آباد ہے۔ وہاں اس قادیانی مسئلہ نے کس قدر نازک صورت حال پیدا کر دی ہے۔ ان کو پچھلے دور کے بیرونی حکمرانوں کی طرح نہ ہونا چاہیئے جنہوں نے ہندو مسلم مسئلہ کی نزاکت کو محسوس کرنے ہی نہ دیا جب تک متحدہ ہندوستان کا گوشہ گوشہ دونوں قوموں کے فسادات سے خون آلود نہ ہو گیا۔ جو دستور ساز حضرات خود اس ملک کے رہنے والے ہیں۔ ان کی یہ غلطی بڑی افسوسناک ہوگی۔ کہ وہ جب تک پاکستان میں قادیانی مسلم تصادم کو آگ کی طرح بھڑکتے ہوئے نہ دیکھ لیں۔ اس وقت تک انہیں اس بات کا یقین نہ آئے۔ کہ یہاں ایک قادیانی مسلم مسئلہ بھی موجود ہے جسے حل کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس مسئلہ کو جس چیز نے نزاکت کی آخری حد تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ قادیانی ایک طرف مسلمان بن کر مسلمانوں میں گھستے بھی ہیں اور دوسری طرف عقائد۔ عبادات اور اجتماعی شیرازہ بندی میں مسلمانوں سے نہ صرف الگ بلکہ ان کے خلاف صف آرا بھی ہیں۔ اور مذہبی طور پر تمام مسلمانوں کو علانیہ کافر قرار دیتے ہیں۔ اس خرابی کا علاج بھی یہی ہے۔ اور پہلے بھی یہی تھا (جیسا کہ علامہ اقبال مرحوم نے اب سے بیس برس پہلے فرمایا تھا) کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے دیا جائے گا۔" کوثر ۲۵ر جنوری ۱۹۵۳ء

کیا کوئی عقلمند یہ باور کر سکتا ہے کہ احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں کے تعلقات کی نوعیت وہی ہے جو اس ملک میں ہندو مسلم تعلقات کی تھی؟ کیا ہندو مسلم تصادم کی طرح احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں میں بھی تصادم پایا جاتا ہے؟ کیا ہندو مسلم فسادات کو ختم کرنے کا یہی ذریعہ تجویز کیا گیا تھا کہ ہندوؤں یا مسلمانوں کو اقلیت قرار دیدیا جائے اور آیا کسی ایک فریق کو اقلیت قرار دینے کے بعد فسادات ختم ہو گئے تھے یا آج ہندوستان میں مسلمانوں کے اقلیت میں ہونے کی وجہ سے ہندو مسلم تصادم ختم ہو گیا ہے؟

ہم حیران ہیں کہ مولویوں کی اس بیان کردہ وجہ کو جو احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کے لئے انہوں نے بتائی ہے کس عقل و دانش کا نتیجہ قرار دیں، آخر وہ کونسی جگہ ہے جہاں احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں میں کوئی ایسا تصادم ہوا جو عامہ فساد کا موجب ہوا؟ کس جگہ احمدیوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا یا کوئی اشتعال انگیز بات ان سے ظہور میں آئی کیا یہ حقیقت نہیں کہ علماء کی طرف سے آئے دن احمدیوں کو بھرے مجمعوں میں گالیاں دی جاتیں، طرح طرح کے گندے الزامات ان پر لگائے جاتے اور بعض غلط اعتقادات ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اور عوام کو اُکسایا جاتا ہے کہ ان کا بائیکاٹ کریں، ان کو ہر قسم کے مظالم کا تختۂ مشق بنائیں لیکن باوجود ان سب باتوں کے احمدیوں نے ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لیا اور کبھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ اس قسم کا تصادم پیدا نہ ہونے دیا جیسا ہندو مسلم فسادات میں نظر آتا ہے کیا کبھی کسی نے سُنا کہ کسی احمدی کے ہاتھ سے ایک بھی قتل ہوا ہو یا کسی مسلمان بھائی کو کوئی کسی قسم کی گزند پہنچی ہو، برخلاف اس کے احراری مولویوں کی اشتعال دہی سے بعض نادان مسلمانوں نے متعدد احمدی حضرات کو موت کے گھاٹ اتارا، طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں مساجد پر حملے کئے اور ان کو جلا دیا اسکو تصادم نہیں کہتے نہ اس کی نوعیت اس قسم کے فسادات کی ہے جو ہندو مسلم تصادم سے پیدا ہوتے ہیں، یہ تو چند مولویوں کی فتنہ پردازیوں کے شاخسانے ہیں جو ہمیشہ دنیائے اسلام میں کھڑے کئے جاتے رہے لیکن کبھی کسی حکومت نے محض اس بناء پر کسی ایک یا دوسرے فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیا۔

اور اگر یہ فی الواقعہ ایسا ہی تصادم ہے جو ہندو مسلم فسادات کا موجب ہوتا رہا ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا احمدیوں کو اقلیت قرار دینے سے یہ تصادم رک جائے گا اور یہ فسادات ختم ہو جائیں گے؟ غور کیجئے یہ کیا احمقانہ خیال ہے کہ ہندو مسلم مسئلہ کی طرح یہاں کوئی قادیانی مسلم مسئلہ بھی موجود ہے جو احمدیوں کو اقلیت قرار دینے سے حل ہو سکتا ہے، اول تو کوئی ایسا مسئلہ ہے نہیں صرف چند مولویوں کی فتنہ پردازیاں ہیں جو ابتداء ہی سے پاکستان کے دشمن چلے آتے ہیں اور اب ایسے فتنے برپا کر کے اس کی وحدت و اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں اس لئے پاکستان کی سالمیت اس بات کی متقاضی ہے کہ ایسے فتنہ پرداز مولویوں کو برسر اقتدار نہ آنے دیا جائے، اور اگر فی الواقعہ کوئی ایسا مسئلہ موجود ہے تو کیا یہ حماقت ہے یا فریب کاری کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دینے سے یہ مسئلہ حل ہو جائے گا؟ یہ تینتیس مولویوں کی دماغی کیفیت کا آئینہ ہے۔

ان تینتیس مولویوں اور ان کے ہمنواؤں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اراکین حکومت ایسے بیوقوف نہیں ہیں کہ ان کی فریب کاری کو باور کرتے ہوئے احمدیوں کو اقلیت قرار دے دیں گے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ "قادیانی مسلم مسئلہ" محض ایک ڈھونگ ہے وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کسی فریق کو اقلیت قرار دینے سے ایسے مسئلے حل نہیں ہوا کرتے، انہیں خوب معلوم ہے کہ یہ محض پاکستان دشمن مولویوں کا پیدا کردہ فتنہ ہے جو احمدیوں کو اقلیت قرار دینے سے فرو نہیں ہو سکتا بلکہ پاکستانی دستور میں ایسی دفعہ ایزاد کرنی ہوگی کہ کسی کلمہ گو کو کافر قرار دینا ایک تعزیری جرم قرار دیا جائے جو قرار واقعی سزا کا مستوجب ہو، ورنہ یہ فتنہ جو آج احمدیوں کے خلاف اُٹھا ہے اور اسے "قادیانی مسلم سوال" قرار دیا جا رہا ہے کل "شیعہ مسلم سوال" بن جائے گا اور پرسوں وہابی اور سُنی یا آغاخانی اور مسلم سوال قرار پائے گا اور اسی طرح یہ فتنہ بڑھتا چلا جائے گا جب تک کہ پاکستان کی سالمیت پارہ پارہ نہ ہو جائے اور فتنہ پرداز مولویوں کی سنہری وروپہلی مصلحتیں بروئے کار نہ آجائیں۔

اخبار احمدیہ

ووکنگ (انگلستان) سے ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ مطلع فرماتے ہیں کہ ماسٹر اصغر علی صاحب جو کچھ عرصہ سے ایک اپریشن کے لئے انگلستان آئے ہوئے ہیں ۲۲ر جنوری کو سینٹ ٹامس ہسپتال لندن میں داخل ہو گئے ہیں اور وہاں اب اپریشن کا انتظار کر رہے ہیں، احباب ان کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ ان کا داخلہ معجزانہ طور پر ہوا ہے ان کا مفصل خط آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔

میری صحت - محترم محمد الرحمٰن صاحب ڈپٹی جیلر سنٹرل جیل ہری پور ہزارہ لکھتے ہیں:- مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھے اکثر احباب کے خطوط موصول ہوئے جنہوں نے شاید اخبار پیغام صلح مجریہ ۱۱ر جنوری میں میری علالت کا پڑھ کر اپنی تشویش اور افسوس کا اظہار کیا ہے۔ مَیں ذاتی طور پر ان کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ فی الحال سب بزرگوں اور دوستوں کی دعاؤں سے رو بصحت ہوں۔ حقیقت میں میری بیماری کے لئے دعا کی التجا میرے دوست عبد الرزاق خان نے شائع کرا دی۔ ان کو زیادہ پریشانی لاحق تھی۔ میں ان کا بھی مشکور ہوں مگر سب سے زیادہ میں محترم بزرگوار خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب اور خانبہادر غلام ربانی خان صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ ہر دو بزرگ میری بیماری کا سنکر موقعہ پر پہنچے۔ اور درحقیقت میں خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب اسی وقت تشریف سے زیادہ میری بیماری رفع کرنے کا باعث ہوئے اور انہوں نے یہ بھی اظہار فرمایا۔ کہ کوئی خطرناک بیماری نہیں ہے۔ اور کسی قسم کی تشویش کی ضرورت نہیں۔ اب .... ان کا نسخہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور اب مجھے کافی آرام ہے۔ پھر بھی بزرگوں اور بھائیوں سے دعا کی التجا ہے کہ وہ اپنی دعاؤں کو جاری رکھیں۔ فی الحال انفرادی طور پر جواب دینے سے معذور ہوں۔ امید ہے۔ کہ وہ میری اس معذرت کو قبول فرمائیں گے۔ والسلام۔ محمد الرحمٰن۔ ڈپٹی جیلر
سنٹرل جیل۔ ہری پور۔ ہزارہ

اخبار و افکار

براہِ راست اقدام

زمیندار ۲۹ر جنوری ۱۹۵۳ء بعنوان "عملی کارروائی" رقمطراز ہے:-

"آل مسلم پارٹیز کنونشن پنجاب کی مجلس عمل نے مرکزی کنونشن کے اس فیصلہ کی تائید کر دی ہے کہ مرزائیوں کے بارے میں قوم کے متفقہ مطالبات کو منظور کرانے کے لئے براہ راست قدم اٹھایا جائے اس سلسلہ میں مرکزی کنونشن کی قرارداد کے الفاظ یہ ہیں۔

چونکہ ارباب حکومت نے ملت اسلامیہ کے اجتماعی مطالبات کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ اور بظاہر موجودہ حکومت سے یہ امید نہیں رہی کہ وہ مرزائیوں کے متعلق مسلمانوں کے مطالبات کو منظور کرے گی۔ اس لئے آل مسلم پارٹیز کنونشن کا یہ اجلاس اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ بحالات موجودہ قوم کے بنیادی مطالبات کو منوانے کے لئے براہ راست اقدام ازبس ناگزیر ہے۔ جسے بروئے کار لانے کے لئے ذیل کی صورتیں اختیار کی جائیں۔

حکومت پنجاب اس وقت تک اپنی خصوصی مصلحتوں کی بنا پر مرزائیوں کا سرکاری طور سے غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر آمادہ نہیں ہوئی اس لئے از خود فرقہ مرزائیہ کو ملت اسلامیہ سے مکمل طور پر علیحدہ کرنے کے لئے تمام وسائل اختیار کرتے ہوئے اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے۔

(ب) اگرچہ ایک عرصہ سے مرزائی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ کے خلاف قوم متفقہ طور پر برطرفی کا مطالبہ کر کے اپنی قطعی بے اعتمادی اور بیزاری کا اظہار کر چکی ہے۔ مگر موجودہ حکومت مختلف حیلوں بہانوں سے اسکو نظر انداز کرتی رہی ہے لہذا یہ کنونشن اس مطالبہ میں حق بجانب ہے کہ خواجہ ناظم الدین کی کابینہ فی الفور مستعفی ہو جائے تاکہ اسلامیان پاکستان اپنے دینی عقائد اور اسلامی روایات کو کامل طور پر محفوظ کر سکیں۔"

(زمیندار ۲۹ر جنوری ۱۹۵۳ء)

امر تسر اور لاہور میں علماء کی کنونشن نے جس مایوسی کا اظہار کیا ہے ہمیں اس پر مولوی صاحبان سے دلی ہمدردی ہے، کاش پہلے انہیں سمجھ آ جاتی کہ ان کا مطالبہ اس قسم کا نہیں کہ اسے درخور اعتناء سمجھا جاتے، لیکن حیرت ہے کہ اس تجربہ کے بعد بھی انہیں سمجھ نہیں اور اب براہ راست اقدام پر اُتر آئے ہیں بہتر ہے اسے بھی آزما کر دیکھ لیں، دو ایک شہروں میں اس کا مکمل بائیکاٹ کا تجربہ ہو بھی چکا ہے اب اور آزما لیں وہی ناکامی اور رسوائی انشاء اللہ ان کا ساتھ دے گی جو اب تک ان کے ہمرکاب رہی ہے۔

مولوی صاحبان آخر "علما" ہیں قرآن کو جانتے ہیں انہیں معلوم ہی ہے کہ یہ "براہ راست اقدام" یا "مکمل بائیکاٹ" کن لوگوں کی سنت ہے،

وقال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا۔ کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تمہیں ہماری ملت میں آ جانا ہوگا۔

ایسی دھمکیاں دینے اور "براہ راست اقدام" کرنے والوں کا جو حشر ہوتا رہا وہ بھی معلوم ہی ہے

فاوحی الیھم ربھم لنھلکن الظالمین (ان (رسولوں) کے رب نے ان کی طرف وحی کی کہ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔

اب چودھویں صدی کے مولوی صاحبان اسی سنت پر عمل پیرا ہو کر اس حشر کا عملی تجربہ کرنا چاہتے ہیں انہیں مبارک ہو۔

عُلما کا حل

۳۰ر جنوری کو جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی نے لاہور کے باغ بیرون موچی دروازہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"دستوری سفارشات میں مشرقی اور مغربی پاکستان کو مساوی نمائندگی دینے کی جو سفارش کی گئی ہے اس کے بارے میں علمائے کرام نے اپنا فیصلہ محفوظ رکھا ہے جب اس مسئلہ کا حل معلوم کرنے میں تمام زعما ناکام ہو جائیں گے تو علماء اپنا حل پیش کر دیں گے جو پنجابی، بنگالی، سندھی غرض ہر پاکستانی کے لئے قابل قبول ہوگا"

حیرت ہے کہ علمائے کرام کو اس قدر اخفا کی ضرورت کیوں پیش آئی کیا زعمائے ملک کا امتحان لینا مقصود ہے یا اپنی حالیہ ناکامی کو ان فقرات میں چھپایا گیا ہے، اور جب کوئی بہترین حل نکل آئے گا تو کہہ دیا جائے گا کہ یہی حل علماء نے تجویز کیا تھا، کیا اگر کوئی حل فی الواقعہ علماء کے پاس ہے تو اس کو پہلے پیش کر دینا ان کی عقلمندی اور حسن کارکردگی کا ثبوت نہ ہوگا؟ اس کو محفوظ رکھنے میں جس عقلمندی کا ثبوت دیا گیا ہے وہی اسکے بہترین ہونے کا نشان ہے۔

مودودی صاحب کی سفارش

اپنی اسی تقریر میں مودودی صاحب نے یہ بھی سفارش کی کہ :-

"قادیانیوں کو ایک علیحدہ غیر مسلم فرقہ قرار دینا چاہیئے اور ان کے لئے پارلیمنٹ میں ایک نشست مخصوص کر دینی چاہیئے۔"

ہم جناب مولانا کی اس سفارش کے بدل ممنون ہیں، لیکن ان کی خدمت میں بادب عرض کرنا چاہتے ہیں کہ پارلیمنٹ میں کوئی ایسی مخصوص نشست حاصل کرنے کی احمدیوں کو نہ خواہش ہے نہ ضرورت، یہ تو انہی کا حصہ ہے جو "نساع" کہلا کر نشستیں حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے جوڑ توڑ کرتے رہتے ہیں آخر وہ بھی کفر والارتداد کے فتوے حاصل کر چکے ہیں، کیوں نہ پارلیمنٹ میں انہی کے لئے ایسی نشست مخصوص کر دی جائے، اگر احمدی کلمہ گو اور اسلام پر عمل پیرا ہونے اور خدمات اسلام بجا لانے کے باوجود غیر مسلم قرار دیئے جا سکتے ہیں تو مودودیوں کے پاس کونسا انوکھا سرٹیفکیٹ آ چکا ہے کہ وہ علماء کے فتووں کے باوجود صالحیت کے مقام پر کھڑے ہیں اور غیر مسلم فرقہ کا لفظ ان پر عائد نہیں ہو سکتا۔

ایک غریب بھائی کی استدعا

ایولہ ضلع ناسک سے ذیل کا خط حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام موصول ہوا ہے:—

جناب قبلہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے مولانا صدر الدین صاحب سلمہ الرحمٰن۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے دیگر اینکہ گذشتہ دنوں آپ کی خدمت میں تین خط دعا کے لئے لکھ چکا ہوں جس کا جواب مل چکا ہے۔ ہنوز میری تنگدستی، مصائب اور مشکلات جوں کی توں ہیں۔ بزرگوں کی مزید دعاؤں کی ضرورت ہے۔ میں بھی دعاؤں میں لگا ہوا ہوں کثرت سے استغفار پڑھ رہا ہوں۔ خدا اپنے فضل سے ہمارے گذر اوقات کی صورت پیدا کر دے تنگدستی مصائب، مشکلات کو دُور کر دے۔ ہمارے حصہ ملک میں سخت قحط پڑا ہوا ہے۔ پینے کے لئے پانی کا ملنا مشکل ہو رہا ہے میری بہت بڑی خواہش ہے کہ جس طرح ہو سکے میں بھی اشاعت اسلام میں حصہ لے سکوں مگر اب تک مجبوریاں ہی درپیش ہیں یوں تو میں ۸ر ستمبر ۱۹۳۴ء میں بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شریک ہوا ہوں اور ۱۹۳۵ء سے پیغام صلح میرے نام جاری ہے۔ میری مشکلات کے دُور ہونے کا ایک ذریعہ ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے شہر ایولہ (Yeola) میں ریشم کے زری کے صافے (یعنی لنگیاں) سر کو باندھنے کے بہت اعلےٰ قسم کے بجلی کے جیسے چمکدار تیار ہوتے ہیں ہمارے شہر کی آب و ہوا میں کچھ ایسی تاثیر ہے کہ اس قسم کے اعلیٰ درجہ کے چمکدار صافے اور شہروں میں تیار نہیں ہوتے ان صافوں کی قیمت بھی زیادہ نہیں ہوتی ہر ایک دوست خرید سکتا ہے۔ رنگ گلابی نارنگی، جامنی یا بلیو (Blue) لال، پیلا اور جو بھی آپ پسند فرمائیں تیار ہو سکتے ہیں۔ قیمت کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۳)

میں اور احمدیت

(۲)

(از لسان الملک صاحبزادہ متین اللہ خان صاحب واثق ٹونکی ربتوں)

مختصر حالات لسان الملک } اس مضمون کی پہلی قسط میں صاحب مضمون کا صرف نام ہی لکھا گیا، پورا تعارف نہ کرایا جا سکا۔ اس دوسری قسط شروع کرنے سے پہلے ان کا مختصر تعارف کرا دینا ضروری ہے:-

حدود راجپوتانہ کے قلب میں نواب امیر الدولہ بہادر بانی ریاست نے ایک حکومت اسلامی کی بنیاد قائم کی جس کی موجودہ آمدنی پچاس لاکھ روپیہ تھی یہ ریاست تقسیم ہند کے بعد حکومت ہند میں ضم ہو گئی نواب موجودہ کی پنشن ہوئی اور شاہی خاندان پر مصیبت ٹوٹ پڑی۔ لسان الملک صاحبزادہ متین اللہ خان صاحب واثق امیر الدولہ بہادر کی پانچویں پشت میں ہیں نواب موجودہ بھی پانچویں پشت میں ہے آپ کی موروثی جائیداد بیس ہزار روپیہ سالانہ کی تھی آپ کی عربی تعلیم حضرت مولوی برکات احمد صاحب نور اللہ مرقدہ سے ہوئی اور ہدایہ اخیرین کی ابتدا اور عربی تعلیم کی انتہا ساتھ ہوئی آپ کے والد ماجد جناب صاحبزادہ احسان اللہ خان صاحب (جو ابھی حیات ہیں) نے آپ کو میو کالج اجمیر میں انگریزی تعلیم کو بھیجا جہاں آپ کی تعلیم ڈپلوما تک ہوئی۔

ریاست کے ضم ہونے کے بعد ٹونک کی رعایا نے شاہی خاندان کو ذلیل کرنا شروع کیا جائیداد بھی معرض خطر میں پڑ گئیں آپ کی غیرت اسلامی نے وطن کی ذلیل رہائش گوارا نہ کی اور پاکستان آکر بنوں میں قیام کیا۔ آپ کے متعلقین ۱۷ افراد ہیں۔ بنوں میں ناقابل گذارہ اراضی ہونے کی وجہ سے آپ بہاولپور تشریف لے گئے اور دو سال ہیبا کہ ہفتہ وار کے ایڈیٹر رہے لیکن بنوں کے ناکافی لیکن مستقل گذارہ کو خطرہ میں دیکھ کر ملازمت ترک کر دی اور اب بنوں مقیم ہیں۔

ہندوستان کے مشہور مایۂ ناز ادیب ہیں صاحب دیوان۔ غیر مطبوعہ کلام شائع نہیں ہو سکا ہندوستان میں شاگردوں کا وسیع حلقہ موجود ہے کئی تاریخی ناول اس وقت آپ کی تصنیفات سے موجود ہیں جو بنوں کے قیام میں لکھے ہیں اور ابھی شائع نہیں ہوئے سرحد پر جو بیہمانہ اور بیدردانہ سلوک آپ سے کئے گئے وہ مخصوص احکام کے تحت نہایت رنجدہ اور قابل افسوس ہیں آپ دنیا سے الگ ۴۷ سالہ عمر صبر و قناعت سے بنوں میں گذار رہے ہیں اور حضرت میرزا صاحب کی تصانیف زیر مطالعہ ہیں۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔

کس قدر مبارک تھی وہ ساعت سعید جس میں بہ تائید الٰہی بنوں میں ایسے اسباب مہیا ہوئے جس میں مرزا صاحب کی تصانیف عالیہ نگاہ سے گذرنے کا سامان مہیا ہوا، اور بڑا ذخیرہ یکجائی طور پر مل گیا جس کے فراہم کرنے میں بھی مہینے لگ جاتے خصوصاً اس عالم حاجت کی پریشانیوں میں تو یہ امر ہی ناممکن تھا جیسے اطمینان و سکون سے مطالعہ مشکل ہو رہا ہے اتنا تبلیغی ذخیرہ کس طرح جمع کر سکتا تھا۔ لیکن ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ وَاللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔

"احمدیت" کا مطالعہ بشرطیکہ اس میں جذبۂ تعصب و حسد کارفرما نہ ہو وہ مطالعہ ہے جو ایمان کو قوت دیتا اور دل کو معرفت الٰہی سے لبریز کرتا چلا جاتا ہے، حالانکہ معارف سے اس کو کوئی سروکار نہیں، لیکن اس پر غور و فکر ذات ہمایوں سے ایک مخصوص نسبت قائم کرتا ہے اور وہ نسبت ایک خاص لذت دل میں پیدا کرتی چلی جاتی ہے۔ مطالعہ کرنے کی ہر رات وہ رات ہوتی ہے جو دل کو ان کیفیات سے لبریز کر دیتی ہے جس کی صبح ہر نئی صبح ہوتی ہے نورانی جس میں سرور و طمانیت قلب کے علاوہ ایک نئی زندگی بنتی نظر آتی ہے۔ اور آہستہ آہستہ ایک ایسے انقلاب سے طبیعت آشنا ہوتی چلی جاتی ہے جس کے پُرکیفیت احساس کا تعلق قلب و دماغ یا روح سے ہوتا ہے جس کا اظہار الفاظ سے نہیں کیا جاتا۔

اگر خدائے بزرگ و برتر نے مطالعہ کنندہ کو تھوڑا بہت فہم و ادراک بھی عطا فرمایا ہے اور اس کے ذہن و نظر میں امت محمدیہ کی موجودہ حالت کیسی ہے اور اس کی بالغ نظر اسلام کی موجودہ زندگی پر بھی پڑ رہی ہے اور وہ دونوں کا صحیح مشاہدہ بھی کر رہا ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس دور پُر فتن اور نازک وقت میں جس میں نرغہ کفر و الحاد تو ہے ہی لیکن خود عام جاہل مسلمان، نوجوان، دلدادگان مغرب، علماء اسلام، حقیقت مذہب و فرائض منصبی، معرفت الٰہی اور ان عقاید اسلامیہ سے جنہیں عین ایمان کہا جاتا ہے بے نیاز اور لامذہب ہو کر معاون کفر و الحاد ہیں اور یہ اعانت سب سے بڑھ کر اسلام کے لئے فتنہ ہے تو وہ یقین کرے گا اور اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ عالم اسلام کو اس وقت ایک ایسے مجاہد، ایسے صاحب دل اور ایسے مجدد کی ضرورت تھی جو شریعت مصطفوی کی طرف ہدایت کرتا اور خود ہادی ہوتا جو گمراہوں کو گمراہی سے روکتا شمع معرفت و ہدایت سے سینوں کو جگمگا دیتا۔ وہ امت خیر الانام کو پھر خیر الامم بنا دیتا۔ اور اس ظلمت کفر کو جو آندھی و طوفان کی صورت اسلام اور قلوب مسلمانان پر چھائی چلی جا رہی ہے شمع معرفت و ہدایت سے مثل انوار و سعد تجلیات بنا دیتا۔ جو مردہ قلوب کی مسیحائی کر کے ان میں تازہ روح پھونک دیتا۔

مغرب آج تک اسلام کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ امریکہ میں صدہا کو کوئی نہیں جانتا تھا تبلیغی فرائض علماء بھول چکے تھے۔ آریہ سماج کے مشنری اور مسلمانوں کو شدھی کرنے پر کمربستہ ہو چکے تھے۔ اور عوام میں توحید کا یقین اور خدا کی وحدانیت کا دعویٰ اس قدر رہ گیا تھا کہ وہ مسلمان ماں باپ کی اولاد ہیں اور رسم آ کلمہ قسم اور رواجاً خدا کا نام لے دیا جاتا تھا مغرب کی اگر توجہ اسلام کی طرف تھی تو بہ نگاہ قہر و غضب اس کا ایشیائی اقتدار اسلام ہی نے چھینا تھا اور یہ ظاہری بادی شکست اس کے دلوں میں مخالفانہ جذبات بن کر انتقام کے درپے تھی وہ اسلام کا ظاہری اقتدار چھین چکا تھا اور اب قلوب سے آفتاب توحید پر گرد و غبار اڑا کر اور طوفان برق و باراں مسلط کر کے ہمیشہ کے لئے لامذہب یا تثلیث کے بے پناہ دل چسپ اور دجالی نظر فریب و فردوس نما حسن پر جذب کر لینا یا ہمیشہ کے لئے سیاہ کر دینا چاہتا تھا تثلیث اور لامذہبیت ظاہری تعیش و آرام کا جلوہ دکھا کر نوجوانوں کے قلوب پر قبضہ اور رہنمائے اسلام کو اپنے تبلیغی اور ہدایتی فرائض فراموش کر چکی تھی۔ رہبران ملت رہزنان ملت اور ضالین کی شان اختیار کر چکے تھے اس وقت انتہائی خود غرضی شہرت طلبی اقتدار پسندی ان کا شعار تھا اور ان کے علم و فضل کا مقصد ان کی غرض اور عوام کی دست بوسی رہ گئی تھی یا ذرا ذرا بات پر کفر و الحاد کے فتوے جو دراصل اس دجالی دور میں کفر و الحاد کی منہ مانگی مراد اور زبردست اعانت تھی تعلیم یافتہ طبقہ ان علماء کرام کو سب سے زیادہ احمق و بدشعور سمجھتا تھا اور وہ ان نوجوانوں کو کافر و لامذہب، لیکن ان میں اتنی توفیق و طاقت نہ تھی کہ ان مسلم کافروں ہی کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے نہ کہ یہ ان اقوام کی طرف تبلیغی اقدام کرتے جنہوں نے نفس اسلام کو اپنے میں جذب کر بیٹھنے کا تہیہ کر لیا تھا اور جن کی دجالی تدابیر کے آگے یہ خود بنے ہوئے کھونٹے سے بندھے گئے تھے اور آج بھی یہ غریب اسلام کا ایک عضو معطل نظر آ رہے ہیں، یا پاکستان حکومت پر جماعت بنا کر اور قانون شرعی کا نام لے کر اقتدار حاصل کرنا اور امیر المومنین بننا اصلی غرض اور اسلام کا اولین مقصد بنائے ہوئے ہیں۔

کوئی شبہ نہیں اسلام کفر اور خود مسلمانوں کے ہاتھوں اسلامی فتنوں میں گھرا ہوا تھا اور الحاد کو مسلمانوں ہی سے زبردست مدد مل رہی تھی۔ عالم اسلام مسلمانی در کتاب اور مسلمانان در گور کا مصداق بنا ہوا تھا۔ مشرق و مغرب میں اسلام کا نام بطور یادگار رہ گیا تھا۔ کلام پاک درجزدان تھا اور احادیث نبویہ در کتاب، نہ وہ علم تھا نہ کوئی متعلم۔ نہ عمل تھا نہ عقاید تھے، اسلامی اخلاق تھے نہ اسلامی تمدن۔ اسلام کی عظمت تھی نہ دلوں میں ولولۂ تبلیغ و ہدایت۔ اگر قرن اولیٰ تو در کنار قرن وسطے کا کوئی مسلمان زندہ ہو کر آج کے مسلمان اور عالم اسلام کو دیکھے تو گھبرا کر اس کا دم نکل جائے۔ اور پھر مولوی محمد بشیر اور میاں نذیر صاحب کے زندہ فلک نشین مسیح بھی جھنجوڑ کر لائیں تو وہ آنکھیں نہ کھولے۔

دیکھا گیا ہے اور یہ اصول الٰہی مسلمہ ہے کہ ایسے ہی دور میں جبکہ خدا کی عظمت و توحید دلوں سے مٹتی چلی ہو یا مٹ چکی ہو، عوام میں مذہبی غفلت و جمود طاری ہو چکا ہو، امت کے علماء افراط و تفریط خود غرضی و جاہ طلبی کے شکار ہو چکے ہوں فسق و فجور اور بداعمالیاں پیدا ہو گئی ہوں، کوئی نہ کوئی ہادی خدا مبعوث فرماتا ہے، اسی نظریہ الٰہیہ کے تحت رسول اکرم خاتم المرسلین و خاتم النبیین صلعم اس دنیا میں تشریف لا کر فرائض تبلیغ میں مصروف ہوئے۔

یہی علمی مشاہدہ ہے کہ ہر سچے رسول یا ہادی کو کفار زیادہ وقت کے اہل کتاب نے جھٹلایا۔ باوجودیکہ سرکار دو عالم علیہ التحیۃ والسلام کے متعلق ہر اہل کتاب کے پاس کتابی پیشگوئیاں بصراحت موجود تھیں لیکن اہل کتاب آج تک بھی ان پر ایمان نہ لائے سرکار دو عالم کے بعد چونکہ رسالت و نبوت کا سلسلہ تا قیامت بند ہو گیا اس لئے رب العزت نے اپنے لازوال نظریہ کے مطابق دو

کمال علم و معرفت امتیان محمدی کو بخشا جن کے متعلق حضرت رسول صلعم نے فرمایا "میری امت کے علما ہمرتبہ ہوں گے بنی اسرائیل کے نبی اور رسولوں کے" اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ عزوجل نہیں مکمل نبوت تو نہیں لیکن اس کا جزو ضرور عطا فرمائے گا مثلاً "ہمکلامی رؤیائے صادقہ کشف اور الہامی طاقت" اور ساتھ ہی آج کے زمانہ کے علماء کی صحیح تصویر اور عالم اسلام کی موجودہ حالت اور اس کا فتنہ ہستے کفر و ضلالت اور دجالی فریب میں گھر جانا اور خروج یاجوج ماجوج کا صحیح نقشہ پیش کرتے ہوئے عیسیٰ اور مہدی کے ظہور کا وقت بھی مقرر فرما دیا تھا۔

اس چودہویں صدی کے مسلمان اپنی اور اپنے مسلمان بھائیوں اور اپنے علماء کی شان اور ایمانی حیثیت پر کامل غور و فکر کے بعد یہی فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں گے کہ یہ وہی عالم ہے جس میں ایک ہادی ایک مجدد ایک ایسے صاحب علم و فضل کی ضرورت تھی جو امت محمدیہ کی ڈگمگاتی ہوئی ناؤ کو منجدھار اور طوفان بلاخیز سے نکال کر ساحل پر لگائے اور اس کا مرتبہ حسب ارشاد نبی آخرالزمان وہی ہو جو بنی اسرائیل کے پیغمبروں کا تھا۔ اس وقت کونسا عالم و فاضل امت محمدیہ میں ایسا تھا جس نے اتنا بڑا دعوےٰ کرنے کی جرأت کی ہو دعوے کا اعلان کیا ہو اور قلیل مدت میں اپنی مقبولیت عامہ کی پیشین گوئی پوری کر دکھائی ہو۔ سینہ سپر ہو کر آریوں عیسائیوں اور اس کے جھٹلانے والے متعصب و حاسد مسلمانوں سے ڈٹ کر مقابلہ کیا ہو۔ اور ضلالت یورپ میں برق توحید چمکائی ہو اور گمراہی کے چھائے ہوئے بادلوں کو درہم برہم کیا ہو۔ مگر وہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نکلے۔ اس دور پُرفتن کے مسیح موعود اور مہدی زماں کی روح منور و جسد مطہر پر میرا اور میرے متعلقین اہل عقیدت سلام ہو۔ اس برگزیدہ ہستی متکلم الٰہی ملہم غیبی پر سلام جس نے دجالی فتنہ سے اسلام کو بچایا مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگایا اور پیغام توحید مغرب سے لیکر امریکہ تک پہنچایا اور اپنی زندگی ہدایت الی الرشد کے لئے وقف کر دی

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب۔

میرا یہ اعلان - میرا یہ عقیدۂ صحیحہ میں جانتا ہوں اس امر جابرت و عزیب لوطنی میں میرے لئے از دیاد تکالیف کا باعث ہوگا اور ناسمجھ اور سمجھدار طبقہ میری ہر طرح مخالفت پر آمادہ ہو جائے گا جس کے آثار ابھی سے مجھے نظر آ رہے ہیں لیکن مجھے اس خدا پر بھروسہ ہے جس کی طاقت خدائی کے مقابلہ میں ہر طاقت پست ہے۔ ورنہ میرے سچے عقیدہ کا اظہار محض اپنی ایمانی تسلی کے لئے ہے اور یہ مطلع بھی اسی لئے اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے کہ کسی مصلحت کے تحت سے یہ میں نے جلب منفعت کی ہے نہ اس کا خیال۔ میں جانتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ اللہ جل شانہ قبضۂ اقتدار میں ہر چیز ہے اور وہی رزق دینے والا اور مخالفتوں سے بچانے والا ہے۔

مولوی محمد بشیر صاحب اور محمد حسین بٹالوی کی اس دور پُرفتن میں اسلام کو ضرورت تھی نہ مسلمانوں کو بلکہ ضرورت تھی مجدد مجدد عصر مسیح موعود اور مہدی زمان کی جو مسلمانوں کی اصلاح کے ساتھ پیغام توحید و رسالت محمد عربی کو (فداہ امی و ابی) تمام لوگوں تک صحیح صورت میں پہنچائے اور اپنی معرفت الٰہی کی باطنی تجلیات اور اپنے قلب کے تاثرات سے ظلمت مغرب میں آفتاب توحید چمکائے۔ ان متعصب علماء کے دل جانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب سلام ہو میرا اور عالم اسلام کا ان کی معصوم روح پر اس چودہویں صدی کے زبردست مجدد زبردست ملہم مسیح موعود اور مہدی ہیں اور جو زبردست تبلیغ کی خدمت اور اصلاح حال کی جرأت ہمت انہوں نے کی یہ سب مل کر بھی نہیں کر سکتے ایک محدود دائرہ میں کوئی مخصوص جماعت بنا لینا اور بات ہے۔ لیکن برا ہو تعصب حسد کا جس نے اس تکمیل ایمانی اور فیوض ربانی سے انہیں محروم رکھا اور ان کے متبعین کم عقل کو بھی۔

ربنا ظلمنا انفسنا فان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين۔

آج میری نگاہ سے مولوی بشیر احمد اور حضرت مرزا صاحب کا مناظرہ دہلی گذر رہا ہے۔ اس مناظرہ کے سوال و جواب کی صورت میں تین حصے شائع شدہ ہیں جسے ذرا سا بھی علم ہے وہ دونوں کی تقریرات جوابات اور دلائل کا اچھی طرح موازنہ کر سکتا ہے۔ مرزا صاحب کے جوابات دلائل اور ارشادات کے مقابلہ میں مولوی بشیر احمد کی ایسی حیثیت ہے جیسے سٹی گم ہونا کہتے ہیں طبیعت پر زور ڈال ڈال کے فیض رفع کرنا چاہتے ہیں لیکن آفتاب کے روبرو چراغ کیا روشنی دے سکتا ہے بالکل یہ مقابلہ شیر اور بکری کا مقابلہ ہے بالکل یہ مناظرہ ایک عالم اجل اور طفل مکتب کا مناظرہ ہے۔ اخیر میں تو وہ ہٹ دھرمی ہے کہ نفس موضوع بحث ہی چھوڑ دیا ہے۔ مولوی بشیر احمد صاحب کی پیشکردہ ٹوٹی پھوٹی دلائل ایسی ہیں جنہیں دیکھ کر عوام کچھ بھی نہیں سمجھ سکتے لیکن مرزا صاحب کا ہر لفظ جو جنبش قلم سے صفحہ قرطاس پر جلوہ نما ہوتا ہے وہ ناظر کے قلب پر مرتسم ہوتا ہے اور پھر ایک بحر بیکراں ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جو امڈا چلا آتا ہے اور خواہ مخواہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کی الٰہی طاقت مؤید و معاون ہے اور مبدء فیاض اس پر علم و فضل کی بارشیں کر رہا ہے حضرت مجدد اعظم کی تو شان نہایت ارفع و اعلیٰ ہے مولوی بشیر کا مقابلہ مولوی محمد احسن صاحب ہی سے وہ مقابلہ ہے جو صاحب علم و فضل کا طفل مکتب کا ہے۔ یہ ہیں وہ علمائے اسلام جو حضرت مسیح موعود اور ان کے معتقدین کو کافر کہتے ہیں۔ مولوی سید شبلی عربی حضرت مرزا صاحب کے لئے لکھتا ہے:—

"فضائل تلوح كالكواكب في الآفاق
للجاهل والعاقل بحر الهدى الذي لا يرى
له الساحل۔ ومنبع العلوم والعطايا
التي هي ما فية المناهل"

اور ہمارے علما کے لئے حالی فرماتے ہیں سے

وہ نیلی کے کچھ بیل سے کم نہیں ہیں
پھرے عمر بھر اور جہاں تھے وہیں ہیں

مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی اور حضرت مرزا صاحب کا زبردست مناظرہ ہوا جسے مناظرہ لدھیانہ کہا جاتا ہے۔ دراصل محمد حسین بھیجے گئے تھے اس لئے کہ وہ مرزا صاحب سے حیات مسیح پر بحث کریں اور یہ ثابت کر دیں کہ مسیح علیہ السلام کی موت نہیں واقع ہوئی بلکہ شہرت پذیر اعتقاد کے بموجب وہ آسمان پر بجسمہ اٹھا لئے گئے اور قرب قیامت میں جس کی علامات بتادی گئی ہیں (اور وہ سب اس وقت موجود ہیں) آسمان سے نزول فرمائیں گے "کیونکہ اس کا ثبوت حضرت مرزا صاحب کے دعوے مسیح موعود و مہدی الزمان ہونے کی باثبوت تردید تھی۔ جس وقت مرزا صاحب نے یہ الہام ربانی اس غلط شہرت سے پردہ اٹھا کر وفات مسیح کا دعوےٰ کیا قرآن حدیث اور لغت سے یہ ثابت کیا کہ مسیح ابن مریم کی وفات ہوئی اور نزول مسیح کے معنی سمجھاتے ہوئے انا المسیح کا دعوےٰ فرمایا اور ساتھ ہی ظہور مسیح کی تمام نشانیوں پر توجہ دلائی جو عہد موجودہ میں ظاہر ہو چکی ہیں تو عوام اہل اسلام میں ہل چل مچ گئی اور خوش قسمت اس دعوے اور علامات ظہور مسیح پر غور کرنے لگے۔ اہل اسلام کے ساتھ ہی عیسائی بھی بوکھلائے اور جب آریہ فتنہ کو اپنے آگے ایک شکستہ ہونے والی دیوار نظر آئی جیسے دجالی اور یاجوجی فتنہ کو سد سکندری جب اسلام کے آگے سینہ سپر ہو کر اس جدید معمار قدرت نے تعمیر کرنی شروع کر دی تھی تو تینوں لشکران بدولت کیش کی نہتا اور فرد واحد مرزا صاحب پر یورش ہوئی۔ عیسائیوں میں آتھم آریوں میں لیکھرام اور مسلمانوں میں محمد حسین بٹالوی اور نذیر حسین مخالفت اور تمام فتنہ اٹھانے کے سرغنہ ہوئے ہیں اور باوجودیکہ ہر حیثیت سے انکے دل مرزا صاحب کی صداقت اور علو مرتبہ کے معترف تھے لیکن الله يهدي من يشاء الى صراط المستقيم۔ محض تعصب و جاہ طلبی نے ان مسلمان علماء کو اور کفر کی ضلالت و شقاوت نے ان عیسائی اور آریہ کو حصول ایمان و معرفت الٰہی سے محروم رکھا۔

لاہور کے تمائد اہل اسلام کی مخلصانہ درخواست جو پانچ علماء کے نام بھیجی گئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں حضرات نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو بھیجا تھا کہ وہ مرزا صاحب سے اخاص حیات و نزول مسیح علیہ السلام کے معاملہ میں مناظرہ کریں اس عقیدۂ قدیم کی شہرت اور جزو ایمان بنانے کے ایسے ہی علماء ذمہ دار ہیں، مولوی موصوف کی نگاہ سے حقیقت پیش کردہ اور جدید انکشافات الہامی اور مرزا صاحب کی دلائل قطعیہ گذر چکی تھیں۔ نہ مناظرہ سے انکار کے بنتی تھی نہ اقرار۔ تشریف تو لے گئے لیکن جانتے تھے کہ وہ ثابت نہ کر سکیں گے لہذا انھوں نے ایک غیر متعلقہ اصولی بحث میں وقت ضائع کیا اور جیسے گئے تھے ویسے ہی آ گئے۔

مولوی صاحب کی منشاء یہ تھی کہ مرزا صاحب سے یہ تسلیم کرا لیا جائے کہ صحیح بخاری و مسلم کی احادیث کو وہی درجہ تیقن و صداقت حاصل ہے جو قرآن پاک کو، علاوہ شخص جو غیر معمولی علم و فضل کا مالک "جو مجدد وقت اور متکلم الٰہی ہو وہ ایسے فریب میں کب آتا ہے مرزا صاحب کا اس اصول کے متعلق بہترین فیصلہ تھا کہ :—

"احادیث کے دو حصے ہیں ایک وہ حصہ جو سلسلۂ تعامل کی پناہ میں آگیا ہے اور دوسرا وہ جو قصص وواقعات ہیں اوّل حصہ ظن غالب کی حد تک (یا یقین) تک پہنچ گیا ہے لیکن حصہ ثانیہ کو ہم بغیر مطابقت قرآن صحیح تسلیم

کرسکتے ہیں ''

اس اصول پر مرزا صاحب نے بڑی شرح و بسط سے فاضلانہ بحث کی ہے اور مولانا اس قدر تھلائے ہیں کہ نہ اخلاق کی پروا کی نہ قرآن کی ایک حد تک عظمت کی۔ حالانکہ یہ اصول بہترین اصول تھا اور یہ اصول اسلامی دائرہ سے باہر نہ تھا باوجود اس قدر تسلی بخش فیصلہ اور جواب کے بھی محمد حسین مصر رہتے کہ ہاں یا نہ میں جواب دیا جائے اور باوجودیکہ حضرت مرزا صاحب نے دوران مناظرہ خود ایسا ذکر چھیڑا اور توجہ دلائی تاکہ اصل موضوع پر گفتگو شروع ہوجائے لیکن محمد حسین قصداً گریز کر گئے وجہ یہ کہ وہ نہ قرآن سے حیات مسیح ثابت کرسکتے تھے نہ صحیح حدیث سے اور اس وجہ سے موصوف مولانا اپنا سا منہ لے کر چلے گئے۔

فیصلہ آسمانی صفحہ ۴ سے صفحہ ۵ کی ۹ سطریں وہ ہیں جن میں مرزا صاحب نے صاف طور سے اسلام کے بنیادی عقاید پیش کرتے ہوئے ایمان رکھنے کا اعلان فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں:۔

"میں مسلمان ہوں اور ان سب عقاید پر ایمان رکھتا ہوں جو اہل سنت والجماعت مانتے ہیں اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں اور میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ میں ملائک کا منکر بھی نہیں بخدا میں ملائک کو اسی طرح مانتا ہوں جیسا کہ شرع میں مانا گیا...... میں لیلۃ القدر کا بھی انکاری نہیں بلکہ اس لیلۃ القدر پر بھی ایمان رکھتا ہوں جس کی تصریح قرآن اور احادیث میں ہے میں وجود جبرئیل اور وحی رسالت پر ایمان رکھتا ہوں اور نہ حشر نشر یوم البعث سے منکر ہوں" وغیرہ وغیرہ۔

یہی وہ عقاید ہیں جن سے انکار کفر اور جس کا اقرار کافر کو مسلمان بناتا ہے تعجب ہے جو بنیادی عقاید کافر کو مسلمان بنا دیں وہ مرزا صاحب اور ان کی بدنصیب جماعت کو مسلمان ہونے سے کفر کا موجب قرار دیتے ہیں، اب غور کی جائے کہ اور کوئی وجہ بنا بر کفر کی نکل آئے شاید یہ وجہ ہو کہ آپ نے حیات مسیح سے انکار فرمایا ہے تو کوئی مولوی صاحب ایسے نص قطعی اور صحیح حدیث سے جو اس واقعہ کو جزو ایمان یا ایمان بنا دے اور اس کا جھٹلانا یعنی قرآن اور حدیث کا جھٹلانا ہو ثابت نہیں کرسکا تو معلوم ہوا کفر کے فتوے کی یہ وجہ بھی نہیں ہوسکتی۔ یہ وجہ بھی نہیں ہوسکتی کہ مرزا صاحب کو دعوے الہام و مجددیت و ہمکلامی رب جلیل ہے تو یہ دعوے نہ منافی عقاید اسلامی اور نہ کوئی انوکھا دعوے صد ملفوظات اولیائے کرام ایسے اذکار سے بھرے پڑے ہیں اور ان میں سے ایک پر بھی کفر کا فتوے نہیں ہے۔

اب دعوے مسیح و مہدی رہ جاتا ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ کچھ دیر کے لئے جو نشانیاں پیش گوئیاں اور کرامات ثبوت دنیا کے سامنے مرزا صاحب نے پیش کیا ہے اگر یہ سب کچھ نظر انداز بھی کر دیا جائے تو عقاید اسلام کے ساتھ جو بنیادی اصول ہیں

کیا ایسے شخص پر فتوے کفر لگایا جاسکتا ہے۔ ہرگز نہیں اور کہ وہ شخصیت جس نے اقوال افعال اور اپنے محیر العقول کارناموں اور علم و فضل سے یہ بات ثابت کر دی ہو۔

یہ بڑا سخت ظلم ہوا ہے اس مجدد امت مصطفویہ اور اس کی معتقد جماعت پر جو مخالف علما نے اپنی ذاتی شہوت اور لذت دست بوسی کا خاتمہ ہوتے ہوئے دیکھ کر ہزارہا مخلوق الٰہی کو اپنے ساتھ تکمیل ایمان سے محروم کر دیا۔ اور حیران ہوں کہ یہ اور ایسے علماء اگر خدا کا وجود اور یوم الحشر کو تسلیم کرتے ہیں تو کیا منہ لیکر خدا کے روبرو جائیں گے۔

سراج منیر جو ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا وہ بدقسمتی سے آج پیش نظر ہے۔ سب سے بڑی بات جو مجھے تصانیف حضرت مرزا صاحب میں مجھے نظر آ رہی ہے وہ صداقت ہے اور انہوں نے جہاں تک بھی ہوسکا ہے صداقت کو اشاعت میں ملحوظ رکھا ہے اور اس کا یہ اثر پڑتا ہے کہ جو بات مخالفین نے شہرت دی اس کی صحیح حیثیت اور مکمل تصویر سامنے آجاتی ہے مثلاً آتھم کی موت میں جو تعویق واقع ہوئی جس کو بازاروں میں یہ دکھانے کو جلوس کی صورت میں پھرایا گیا کہ وہ ابھی زندہ ہے اور مرزا صاحب کی پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی اس واقعہ کو چھپایا نہیں گیا بلکہ آتھم کی اس پیشین گوئی کے بعد ہی جو حالت دکھائی گئی ہے وہ اس کی زندگی نہیں کہی جاسکتی بلکہ وہ اسی روز سے مرچکا تھا وہ اتنا متاثر تھا کہ جس زندگی میں تھا وہ قطعاً اس خوف اور دہشت نے اس کے ہر ہر عضو سے چھین لی تھی کہ وہ اب نہیں بچ سکتا اور اس کی موت طبعی موت کبھی نہیں ہوگی اس کا بھی اسے یقین تھا، دیکھنا یہ ہے کہ موت میں دیر تو ہوئی اور ظاہر موت واقع نہ ہوئی لیکن موت کس طرح واقع ہوئی؟ وقوعہ موت دیر ہوا یا اس طرح جس طرح پیشین گوئی کی تھی، یہ تھی صرف دیکھنے کی بات۔ ان پیشین گوئیوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ذریعہ کشف معلوم کرکے کی گئی ہیں اور بعض ان الفاظ میں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بحر عرفان کی پرجوش موجوں نے قعر دریا سے اپنے دامن میں موتی بھر کر ساحل پر بکھیر دیئے ہیں ایسی تمام پیشین گوئیاں وہ ہیں جو ایک قریہ کے رہنے والے شخص نے اس وقت کی ہیں جب وہ تنہا تھا اور اس کا ایک بھی سنگ ساتھی نہ تھا اور جبکہ کسی سے اس کا تعارف نہ ہوا ایسی پیشین گوئیاں کرنا اور قلیل سی مدت میں اس میں کامیابی کس قدر حیرت انگیز اور محیر العقل ہے۔ اس ہزار پیشنگوئیوں میں کچھ نہ کبھی پوری ہوئی ہوں تو اس بات سے کسی سمجھدار کی نظر سے مرزا صاحب کی عظمت اور دل سے محبت زائل نہیں ہوسکتی کیونکہ نہ مرزا صاحب کو الوہیت دعوی اور نہ معتقدین کا یہ اعتقاد۔

سراج منیر میں جس قدر پیشین گوئیاں درج ہیں کوئی شبہ نہیں وہ پوری ہوئیں لیکن متعصبین نے انہیں یہی شہرت دی کہ وہ پوری نہیں ہوئیں بالکل اسی طرح محمد بشیر صاحب دہلی میں مناظرہ ہار گئے بڑی طرح شکست ہوئی لیکن یہ پروپیگنڈا ہی کیا گیا کہ مرزا صاحب کو (نعوذ باللہ) شکست ہوئی۔ ادھر یہ پروپیگنڈا ادھر علمائے دین مفتیان شرع متین کا یہ مشہور ارشاد کہ احمدیت کا مطالعہ حرام ہے جس سے ایمان میں خرابی پیدا ہوتی ہے اس کا نتیجہ ہے کہ اپنی عمر

کے اخیر حصہ میں مجھے اس کے مطالعہ اور سمجھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اور بہت سے بدنصیب انہیں علماء کے ڈرائے ہوئے شاید زندگی بھر ادھر توجہ نہ کریں۔

رات کو میری شریک حیات جو میرے ساتھ شریک مطالعہ رہتی ہیں خواب دیکھتی ہیں کہ وہ بآواز بلند کہہ رہی ہیں لا الٰہ الا اللہ غلام احمد رسول اللہ تو ایک آواز آتی ہے کہ غلط غلط وہ رسول نہیں ہیں یہ کلمہ غلط ہے بلکہ مرزا غلام احمد چودھویں صدی کے مجدد ہیں وہ وہی ہیں حقیقتاً جو اپنے منہ سے کہتے ہیں وہ تو پورا اسلام کے اجسانے والے ہیں" کلمہ صحیح کر چنانچہ اس کے ساتھ ہی ان کے منہ سے جاری ہوا "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"۔ میری اعتقادی حیثیت کا یہ فیصلہ ہے کہ مرزا صاحب ہی کا روحانی تصرف تھا جس نے اعتقادی حیثیت کو اپنی حد سے متجاوز نہیں ہونے دیا۔ یا ہاتف غیبی نے تصدیق کی، مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ میں چند نامزد مخصوص کتابوں کو دیکھ کر اپنے جدید عقیدہ کے متعلق فیصلہ کر دوں" فیصلہ تو غالباً ہو چکا بہرحال میرا مطالعہ جاری ہے اور میں اس جماعت احمدیہ سے بھی ایسی تصانیف مرزا صاحب کا ذخیرہ بھی طلب کر رہا ہوں تاکہ اس سے تبادلہ خیالات کر دوں گا جو نبوت کی قائل ہے جن سے مرزا صاحب کا یہ دعوے ثابت ہوتا ہو کہ اخیر زمانہ میں یہ دعوے کیا گیا کہ رسالت پناہ صلعم خاتم النبیین نہیں ہیں اور مجھ پر جبرئیل وحی الٰہی لاتے ہیں جیسا کہ شہرت دی جا رہی ہے۔ غالباً ایسا ذخیرہ کا وجود نہ ہو۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ فقط

واثق - ۱۰ر فروری ۱۹۵۳ء

ایک غریب بھائی کی استدعا

(بقیہ از صفحہ ۴)

(۱) مذکورہ رنگوں میں سے کوئی بھی رنگ ہو کنارا زری کے نقش والا۔ لمبائی سات گز اول و آخر قریب سات انچ کا زری کا پلو ہوتا ہے۔ قیمت صرف آٹھ روپیہ۔

(۲) مذکورہ رنگوں میں سے زری کی نقش والی کنار معہ پلو کے مگر سفید ریشم کے چوخانہ والا۔ قیمت ۹ روپیہ اور باریک چوخانہ قیمت دس روپیہ۔

(۳) مذکورہ رنگوں میں سے زری کے چوخانہ والا صافہ قیمت بارہ روپیہ۔

(۴) مذکورہ رنگوں میں سے بغیر زری کے صرف ریشمی لمبائی سات گز عرض ہر ایک صافہ کا تیس انچ ہوتا ہے۔ قیمت صرف چھ روپیہ اور بھی کئی قسم کا مال تیار ہوتا ہے اگر ہمارے ذریعہ سے منگوائیں تو بہت کفایت سے روانہ کئے جائیں گے۔ جن صاحب کو منگوانا ہو مذکورہ قیمت روانہ فرما دیں بہت ایمانداری سے بہت اچھے صافے روانہ کر دیئے جاویں گے۔ امید ہے کہ بزرگان و احباب سلسلہ مجھ پریشان حال پر رحم فرمائیں گے فقط سب کی خدمت میں مزید دعا کے لئے درخواست ہے۔

تنگدست احمدی

میرا پتہ:- محمد اسحاق محمد یعقوب حوض کنواں - محمد اسحاق محمد یعقوب گھر نمبر ۸۰ - ایولہ ضلع ناسک - ہندوستان -

نوٹ: ہر حالت میں محصول ڈاک ہمارے ذمہ ہوگا صرف آپ مذکورہ قیمت روانہ فرمائیں صافہ آپ کو مل جائے گا۔

حضرت مسیح موعود کی صداقت اور علماء کی مخالفت

چوہدری فضل الرحمٰن صاحب قمر سامانوی

(۳)

نامعقول جواب

ہماری اس تنقید پر مولویوں کا یہ جواب ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی دوبارہ آمد ختم نبوت کے منافی نہیں کیونکہ وہ جب آئیں گے تو نبی نہ ہوں گے بلکہ امتی ہو کر آئیں گے اس نامعقول جواب پر ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ ؎

گر یہی فہم و فراست ہے تو کیا کہنا
گر یہی ذہن و ذکاوت ہے تو کیا کہنا
گر یہی عقل و درایت ہے تو کیا کہنا
متحد علم و جہالت ہے تو کیا کہنا
زاغ طوطی کا ہم آہنگ نہیں ہو سکتا
چغد شہبازوں کا ہم رنگ نہیں ہو سکتا

ان مدعیان علم و فضل و ٹھیکیداران تحفظ ختم نبوت سے کوئی پوچھے کہ کیا اسی نامعقول عقیدہ کی بنا پر تحفظ ختم نبوت کی ڈینگیں ماری جاتی ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا نبوت خدا تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام ہے یا نہیں؟ اگر انعام ہے تو پھر جس شخص کو کوئی انعام دیکر چھین لیا جائے کیا اس کے لئے انعام کا چھیننا باعث عزت ہوتا ہے یا باعث ذلت، اگر باعث عزت ہوتا ہے تو ثبوت دیا جائے، اگر باعث ذلت ہے اور یقیناً ہے تو پھر وہ بتا سکتے ہیں کہ حضرت مسیح ...... علیہ السلام پر یہ عتاب ان کے کس جرم کی پاداش میں نازل ہو گا کہ نبوت کا انعام ان سے چھین کر امتی بنا دیا جائے گا۔ ملاں صاحبان اپنے لئے تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ مسجد کی امامت سے معزول کر کے ان کو مقتدی بنا دیا جائے مگر ایک پاک نبی کے لئے یہ کہتے ہیں کہ وہ نبی کی بجائے امتی ہو کر آئیں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ جس طرح ایک غیر نبی کو نبی کہنا کفر ہے اسی طرح نبی کو غیر نبی یا امتی کہنا بھی کفر ہے۔ جیسا کہ بزرگان سلف بھی یہ مانتے چلے آئے ہیں کہ من قال یسلب نبوتہ فقد کفر۔ کہ جو شخص یہ کہے کہ ان کی نبوت سلب ہو جائے گی وہ کافر ہے۔ اگر بالفرض ان کے عقیدہ کی رو سے کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ بھی جائیں، اور ان کو کچھ لوگ امتی ماننا بھی شروع کر دیں تو پھر بھی مولوی یہ شور مچائیں گے کہ نبی تو امتی ہو ہی نہیں سکتا یہ مدعی اور اس کے ماننے والے تو سب کافر ہیں کیونکہ بزرگان سلف کا یہ متفقہ فتویٰ ہے علاوہ ازیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے متعلق خود یہ اعلان فرماتے ہیں کہ اتنی الکتاب وجعلنی نبیا این ما کنت۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا جہاں کہیں میں ہوں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر وہ آسمان پر ہیں تو بھی وہ صاحب کتاب نبی ہیں اور اگر وہ زمین پر آئیں گے تو بھی امتی ہرگز نہ ہوں گے بلکہ صاحب کتاب نبی ہوں گے۔ اور بعد از نزول بھی وہ اس آیت کریمہ کی رو سے پابند ہوں گے کہ اپنی نبوت کا اعلان کریں اور اپنی کتاب انجیل کی تبلیغ کریں۔ مولوی صاحبان بتائیں کہ اس وقت ان کی کیا پوزیشن ہوگی۔ وہ ختم نبوت کا تحفظ کریں گے یا ختم نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے ان کے خلاف وہی پرانا حربہ تکفیر استعمال کر کے اپنے کفر پر مہر ثبت کریں گے۔ ان کا انکار کرنے کی صورت میں بھی کفر ان کے گلے کا ہار بنے گا کیونکہ نبی کا انکار کفر ہے اور ان کو ماننے کی صورت میں ختم نبوت کا انکار کرنے کی وجہ سے کفر لازم آئے گا۔ ان کو نبی کی بجائے امتی ماننے کی صورت میں بھی کفر سے نہیں بچ سکتے کیونکہ نبی کو امتی کہنا بھی کفر ہے۔ اگر کوئی تیسری صورت ان کے سامنے ایسی ہے جس کو مان کر مولوی اپنے اسلام کا ثبوت دے سکیں تو وہ پیش کریں کیسے؟ نص قرآنی سے یہ روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ بعثت اولیٰ میں نبی تھے جیسا کہ وجعلنی نبیا سے ثابت ہے اور اگر وہ آسمان پر ہیں تب بھی نبی ہیں اگر زمین پر کبھی آئیں گے تو بھی نبی ہوں گے اور صاحب کتاب نبی ہوں گے کیونکہ این ما کنت کی قید ساتھ ہے۔ اگر وہ کہیں کہ یہ آیت معاذ اللہ منسوخ ہو چکی ہے تو ہمیں یہ بھی بتا دیں کہ اس کی ناسخ و منسوخ کونسی آیت ہے؟ اس کے ساتھ ہی ہمارے اس سوال کا جواب بھی دینا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یوم ندعوا کل اناس بامامھم کہ قیامت کے دن ہر امت اپنے نبیوں کے ساتھ حاضر کی جائیگی اگر ان کا یہ خیال صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰ امتی ہو جائیں گے تو پھر قوم نصاریٰ کس نبی کی اقتدا میں پیش ہوگی؟ اگر کہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تو ان کے عقیدہ کی رو سے وہ تو نبوت سے معزول ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہو کر بحیثیت ایک امتی کے حضور صلعم کی اقتدا میں پیش ہوں گے پھر عیسائی قوم تو بغیر کسی نبی کے براہ راست ہی پیش ہوگی اور اس صورت میں آیت مذکورہ کی تکذیب لازم آئیگی مولوی صاحبان نے اس کے حل کا کیا سوچا ہے؟ خلاصہ کلام یہ کہ ملاں صاحبان تحفظ ختم نبوت کی آڑ لے کر نہ صرف ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں بلکہ ختم نبوت کا مضحکہ اڑاتے اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کا اور قرآن کریم کا صریح انکار کرتے ہیں اور طرفہ یہ کہ اس گندہ عقیدہ پر مصر ہونے کے باوجود خود تحفظ ختم نبوت کے مدعی بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں میں خاتم النبیین ماننے والی جماعت کے منہ آتے اور اس کو کافر بناتے ہیں ہم سوائے اس کے کیا کہیں کہ ؎

اے مدعی نہیں ہے تیرے ساتھ کردگار
یہ کفر تیرے دین سے ہے بہتر ہزار بار

شان خداوندی دیکھئے کہ ایک طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی مسیحیت و مجددیت کا انکار کیا جا کر اس پر اور اس کی جماعت پر کفر کا فتویٰ دیا جاتا ہے اور دوسری طرف بڑے فخر سے یہ کہا جاتا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ ہوتے تو میں ضرور کہتا کہ اس زمانہ کا نبی مہاتما گاندھی ہے۔ تیسری طرف سٹیج پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا گیا کہ میں صدق دل سے یقین کرتا ہوں کہ اس صدی کا مجدد مہاتما گاندھی ہے کسی مولانا نے کہا کہ امام مہدی مہاتما گاندھی ہیں کسی نے جیل سے یہ پیغام بھیجا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بے سوچے سمجھے مہاتما گاندھی کی پیروی کرتا ہوں (مفصل دیکھو اخبار اتفاق ۲۵ جولائی ۱۹۲۱ء) اور محافظان ختم نبوت کے امیر شریعت مولانا عطاء اللہ صاحب بخاری نے تو تحفظ ختم نبوت کا وہ ثبوت دیا جس سے بڑھکر ممکن نہیں لکھا ہے کہ :-

"عطاء اللہ بخاری نے ۲۵ مارچ کی تقریر میں جو مسجد چراغ دین میں کی اس میں بیان کیا کہ میں مسٹر گاندھی کو نبی بالقوۃ مانتا ہوں" (اخبار زمیندار ۱۶ اپریل ۱۹۲۱ء)

ایک طالب علم نے اپنے استاد کے سامنے جو مولانا کہلاتے ہیں یہ حوالہ پیش کیا تو فرمانے لگے کہ ہاں ٹھیک ہے اگر مرزا صاحب نبی ہو سکتے ہیں تو گاندھی کیوں نبی نہیں بن سکتے شاید ایسے ہی لوگوں کے متعلق کسی نے یہ کہا ہے کہ ؎

کرنا گناہ صرف امید ثواب پر
حیف اس تیرے عقیدۂ خانہ خراب پر

اس تمام بیان سے واضح ہے کہ احراری ملاں کا جماعت احمدیہ کے خلاف یہ شور و شر صرف فتنہ انگیزی پر مبنی ہے ورنہ حقیقتاً نہ انہیں اسلام سے مطلب نہ قرآن سے واسطہ نہ ختم نبوت سے تعلق اگر واقعی ان کا یہ دعوے صحیح ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں تو ان کو چاہیئے کہ وہ پہلے یہ اعلان کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ان کی دوبارہ آمد کا عقیدہ بالکل غلط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا اس اعلان کے بعد ان کا دعوے حقیقت پر مبنی کہلا سکتا ہے ورنہ حیات مسیح اور آنحضرت صلعم کے بعد انکی نبوت کا عقیدہ تسلیم کرتے ہوئے وہ یہ دعوے نہیں کر سکتے جب تک وہ اس کے قائل رہیں گے اس وقت تک ختم نبوت کے محافظ نہیں بلکہ منکر اور دشمن اسلام کہلائیں گے اگر وہ آج یہ اعلان کر دیں تو چشم ما روشن دل ما شاد آخر مسٹر اختر علی خان صاحب نے بھی تو زمیندار میں یہ اعلان کر ہی دیا کہ اب نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا۔ اسی طرح دیگر علمائے احرار بھی جرأت ایمانی کا ثبوت دیں یہ اعلان کرنے کے بعد پھر تحفظ ختم نبوت کا دعویٰ کریں ورنہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک صاحب کتاب نبی اسرائیلی کی آمد کا بیقراری سے انتظار تو یہی ثابت کرتا ہے کہ یہ لوگ دراصل ختم نبوت کے دشمن ہیں کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام نبی اللہ کی آمد کے منتظر ہیں اس صورت میں وہ جماعت احمدیہ کی مخالفت کر کے کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ عدوان ختم نبوت آج تک کبھی کامیاب نہیں ہوئے۔ (باقی دارد)

نسوانی دُنیا

شیخ محمد خالد اقبال

اسلام میں عورت کے حقوق

عورت زمانہ جاہلیت میں

حضور پُرنور کے ظہور سے پہلے عورت ذات کی جو حالت تھی اس کے تصور سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مردوں کے ہاتھوں عورت کی وہ درگت بنتی تھی کہ الامان (خدا کی پناہ)۔

کیسے کیسے مظالم عورتوں پر توڑے جاتے تھے۔ آدمی ان کے خیال سے کانپ جاتے۔ اگر کوئی ماں بیٹی جنتی تھی۔ تو اپنے آپ پر سب سے بڑا ظلم کرتی تھی۔ کیونکہ اس کی مامتا کو ٹھکرا کر ماردی جاتی تھی۔ اس کے دل کو تڑپایا جاتا۔ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اس کی پیاری بیٹی کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔

جاہلیت کے زمانہ میں عورت کو جائداد کے حقوق حاصل نہ تھے۔ بلکہ وہ خود ایک جائیداد تصور کی جاتی تھی۔ اسکو اپنے مرحوم خاوند یا مرحوم باپ کا ورثہ پانے کا حق حاصل نہ تھا۔ بعض شادی ہی ایسی بیوہ سے کرتے تھے جس کے بچے نہ ہوں تاکہ وہ ان کی پرورش کے بار سے بچے رہیں۔ اس وجہ سے کئی بیوہ عورتوں کی زندگی تباہ ہو جاتی تھی۔ آج کل بھی کئی لوگ نکاح بیوگان کے سخت مخالف ہیں۔ اس لئے بیوہ عورتوں کو خواہ وہ کتنی ہی جوان کیوں نہ ہوں شادی نہ کر سکنے کی وجہ سے طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

قرآن کا پیغام

قرآن عورتوں کی اس خستہ حالی کے دنوں میں نازل ہوا قرآن ہی نے عورتوں کو قعر ذلت سے نکالا۔ اسی پاک کتاب کی وجہ سے عورتوں کی زندگی زندہ رہنے کے قابل بنی۔ اس کے پیغام نے مردوں کے دلوں کو ہلا دیا اور وہ دل جو عورتوں کی جانب سے پتھر تھے موم ہو گئے۔

قرآن نے پکار پکار کر لوگوں کو مطلع کیا۔ کہ نیک عورتیں خدا کے نزدیک وہی رتبہ رکھتی ہیں۔ جو نیک مردوں کا حصہ ہے ہر انسان کو اپنے کئے کا پھل ملے گا خواہ وہ عورت ہو یا مرد (عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی)

قرآن کی تعلیم کا اثر

قرآن خدا کا کلام ہے۔ بھلا اس کا اثر لوگوں پر کیونکر نہ ہوتا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ کلام الٰہی اس بات پر گواہ ہے کہ عورت مرد سے کسی طرح کم نہیں تو ان کی آنکھوں کے پردے ہٹے۔ ان کے دل جو عورت کی طرف سے نفرت سے بھرپور تھے انہی دلوں میں ایک شفقت اور نرمی پیدا ہو گئی ان کی کیا مجال تھی کہ قرآن تو کہے:۔۔

"مردوں کو اس کا ایک حصہ ملے گا۔ جو ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑیں اور عورتوں کو بھی اس کا ایک حصہ ملے گا جو ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں۔ خواہ وہ بہت چھوڑ جائیں یا تھوڑا۔ ایک مقرر حصہ (سب کا ہوگا)"

اور وہ عورتوں کو ان کے اس حق سے محروم کر سکیں قرآن انصاف چاہتا ہے۔ اس کے انصاف نے یہ کہا کہ جہاں مرد ورثہ پاتے ہیں وہاں عورتیں بھی اس کی حقدار ہیں۔

مغرب زدہ لوگوں کے خیالات

ہمارے مغربی یا مغربیت پسند احباب یہ کہتے ہیں کہ قرآن عورت کو بہت نیچا درجہ دیتا ہے یا از روئے قرآن عورت میں روح نہیں ہے۔ وہ ایک قیدی کی طرح رکھی جاتی ہے قید سے مراد وہ پردہ لیتے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ قرآن کی رُو سے عورت کو جائداد کے حقوق حاصل ہو گئے۔ وہ ورثہ بھی پانے لگی لیکن تعدد ازدواج اور پردہ اس کے لئے بہت نقصان دہ ثابت ہوئے ہیں۔

یہ سب خیالات اور تصورات قرآن سے ناواقفیت کی بنا پر پیدا ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے قرآن کو سمجھا نہیں اور بے سمجھے بوجھے۔ جو جی میں آیا وہ کہہ دیا اور دوسروں نے یقین کر لیا۔

آزادئ نسواں

قرآن عورت کو گھر کی چار دیواری کے اندر محدود نہیں کرتا۔ بلکہ وہ تو اسے مکمل اور معقول آزادی دیتا ہے۔

کیا ہمارے سامنے پیارے رسول کا زمانہ نہیں ہے اس زمانے میں عورتوں نے کیا نہیں کیا۔ وہ جنگ میں جاتی تھیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی۔ فوجیوں کو پانی پلانے کا کام انکے سپرد تھا۔ وہ گھر میں قید نہ رہتی تھیں۔ بلکہ کام کاج کی غرض سے باقاعدہ وہ گھر سے باہر نکلتی تھیں۔ ہاں یہ ضرور ٹھیک ہے کہ وہ آج کل کی (　　　) کے نام بہرا دیا نہیں دیتی تھیں بلکہ وہ اس قسم کے کاموں سے سخت نفرت کرتی تھیں۔

پردہ

پردے سے قرآن کا یہ مطلب نہیں کہ عورت گھر کی چار دیواری میں بند ہو کر رہ جائے بلکہ اس سے آنکھوں کا پردہ مراد ہے۔ قرآن میں اللہ اپنے بندوں سے کہتا ہے کہ مومن (مرد) اور عورتوں کو جب وہ ایک دوسرے کے سامنے ہوں تو آنکھیں جھکا لینی چاہئیں۔ انسان کے اعمال نیت پر منحصر ہیں۔ اگر دونوں کی آنکھیں نیک نیتی سے جھک جائیں تو پھر ظاہری پردہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں جن حصوں کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے ان کو بدستور چھپا دیا جائے۔ عورتوں کے ہاتھ اور چہرہ کھلا رکھنے کی ہدایت ہے اور مردوں کے لئے ناف سے لیکر گھٹنوں تک جسم کو چھپانے کی تاکید ہے۔

تعدد ازدواج

تعدد ازدواج پر اعتراض تو سرے سے ہی غلط اور بے بنیاد ہے۔ قرآن ہرگز یہ نہیں کہتا کہ مسلمانو تم پر چار بیویاں کرنا فرض ہیں۔ قرآن کا اصول تو یہ ہے کہ (ایک بیوی کی جائے) پھر دو تین چار تک شادیاں کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ایک کڑی شرط بھی لگا دی ہے کہ سب میں عدل سے کام لو۔ اگر ایک انسان بیک وقت چار بیویاں رکھ سکتا ہے اور سب کے حقوق برابر ادا کر سکتا ہے۔ تو اتنی شادیاں کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ قرآن نازل ہونے سے پہلے بیواؤں اور ان کے بچوں کی جو حالت ہوئی تھی یا ہوتی تھی وہ سخت دردناک تھی۔ چار تک شادیوں میں یہ راز بھی مضمر تھا کہ ان بیواؤں کی زندگی سدھر جائے اور ان کے بچوں کی حالت ٹھیک ہو جائے (نبیؐ کا عملی نقشہ ہمارے سامنے ہے) قرآن کریم ان کے متعلق فرماتا ہے:-

"اور یتیموں کو ان کا مال دے دو اور اپنی ردّی چیزوں کو ان کی اچھی چیزوں کی جگہ نہ بدلو اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھا جاؤ یہ بہت بڑا گناہ ہے، اور اگر تمہیں خوف ہے کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو (ایسی) عورتوں سے نکاح کر لو جو تمہیں پسند ہوں"

اعمال میں مساوی رتبہ

اللہ تعالےٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ میں کسی مرد یا عورت کے کام ضائع نہیں کروں گا۔ بلکہ اسے اس کے اعمال کے مطابق اجر دوں گا۔

جہاں خداوند تعالےٰ مومن مردوں سے خطاب فرماتا ہے وہاں مومنات سے بھی مخاطب ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ عورتوں کو بالکل نظرانداز کر دیا ہے اس کے ہاں تو سب اپنے اعمال سے دیکھے اور پہچانے جاتے ہیں اور جہاں اچھے اعمال والے مرد اس کی جناب میں رتبہ پاتے ہیں وہاں عورتیں بھی یہ فخر حاصل کرنے میں پیچھے نہیں رہتیں۔ بشرطیکہ ان کے اعمال صحیح ہوں۔ سب کو اللہ کے بندے ہونے کا شرف حاصل ہے۔ عورت ہو یا مرد اس کے نزدیک مردوں کا رتبہ اسی وجہ سے اونچا نہیں کہ وہ مرد ہیں اور نہ عورتوں کا رتبہ اس وجہ سے کم ہے کہ وہ عورتیں ہیں بلکہ اس کے ہاں تو سب برابر ہیں۔

خداوند تعالےٰ ہمیں عقل سلیم اور نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

سانحۂ ارتحال

جہلم سے مولنا احمد گل صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ملک عبدالغنی کی والدہ صاحبہ بقضائے الٰہی فوت ہو گئی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں ملک صاحب سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

امارت وقیادت کی ذمہ داریاں

شیخ غلام قادر صاحب حمید بلڈنگس لاہور

(۲)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امارت اور قیادت کی ذمہ داریوں کے متعلق فرماتے ہیں :-

من ولاہ اللہ شیئاً من امور المسلمین فاحتجب دون حاجتہم خلتہم وفقرہم احتجب اللہ دون حاجتہ وخلتہ وفقرہ یوم القیمۃ ، ابوداود والترمذی -

ترجمہ :- اللہ تعالے جس شخص کو مسلمانوں کے بعض امور کا مہتمم کرے یعنی قیادت سپرد فرمائے اور وہ انکی ضروریات افلاس اور فقر وفاقہ سے چشم پوشی کرے یعنی قوم کی ضروریات سے آنکھیں بند کرلے - تو قیامت کے دن اللہ تعالے اس کی اپنی ضرورتوں - افلاس اور فقر وفاقہ سے چشم پوشی فرمائے گا ایسے قائدین کی وہ پرواہ نہیں کرے گا -

صحابہ کرام رض نے ارشادات نبوی کو اپنے دل میں جگہ دی حضور کے ایک ایک لفظ پر والہانہ عمل پیرا ہوئے چنانچہ حضرت عمر رض کے متعلق روایت ہے کہ

بیت المال سے مسلمانوں کے جو وظائف مقرر تھے ان کے گھروں پر جاجا کر تقسیم کرآتے تھے - ہشام کعبی کا بیان ہے کہ وہ ہاتھ میں تھیلہ خزانہ کا رجسٹر لیئے تھے اور مقام قدید میں جاکے ہر بیکرہ وثلیہ عورت کو اس کا وظیفہ خود اس کے ہاتھ میں دیتے تھے - پھر وہاں سے مقام عسفان میں آکر وظائف تقسیم فرماتے تھے (فتوح البلدان)

ایک روز صدقہ کے اونٹوں کے بدن پر تیل لگا رہے تھے - ایک شخص نے کہا :-

" اے امیر المومنین کسی غلام سے متعلق یہ کام کردیا ہوتا" فرمایا مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہوسکتا ہے - جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہ مسلمانوں کا غلام ہے - (کنز العمال)

تجارت میں نقصان دہ مقابلہ کو روک دیتے تھے چنانچہ ایک دن بازار سے گذر رہے - حضرت حاطب رض بن بلتعہ کو دیکھا کہ منقے سستے داموں بیچ رہے تھے - جو دوسروں کے نقصان کا باعث تھا فرمایا " یا بھاؤ بڑھاؤ یا اسے اُٹھا کر بازار سے لے جاؤ (مسند احمد بن حنبل)

حضرت علی رض بھی اسی جوش وخلوص کے ساتھ فرائض امارت ادا فرماتے تھے - استیعاب میں ہے کہ آپ ہاتھ میں درہ لئے ہوئے بازاروں میں گھومتے رہتے تھے اور لوگوں کو پرہیزگاری ، سچائی ، حسن معاملت اور پورے ناپ تول کی ترغیب دیتے تھے -

دیانت داری

صحابہ کرام نے بیت المال کی جو کہ خزانہ الہی کا حکم رکھتا ہے ، ایسی دیانت داری سے حفاظت کی کہ اپنے کم سے کم مصارف سے زیادہ اس میں سے کبھی ایک حبہ نہیں نہیں لیا - چنانچہ حضرت ابوبکر رض نے فرائض امارت کی مصروفیت کی بناء پر بیت المال سے وظیفہ لیا تو اس کے ساتھ یہ تصریح کردی کہ اس کے بعد ان کی تجارت کی آمدن بیت المال میں منتقل ہوجائے گی اور فسیاکل ال ابی بکر من ھذا المال ویحترف للمسلمین یعنی اب آل ابوبکر رض اس مال سے وجہ معاش لے گی اور مسلمانوں کے لئے مزدوری کرے گی - (بخاری کتاب البیوع) لیکن انتقال کے وقت وظیفہ کی رقم بھی واپس کردی - (طبری)

حضرت عمر رض کی حیثیت اس سے زیادہ نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے ایک مزدور تھے - اس لئے بیت المال سے صرف اسی قدر لیتے تھے جتنا ایک مزدور کو لینا چاہیئے - اسد الغابہ میں ہے :-

ونزل نفسہ بمنزلۃ الاجیر وکاحاد المسلمین فی بیت المال یعنی انہوں نے اپنا حق بیت المال سے صرف اس قدر لیا جس قدر ایک مزدور اور مسلمانوں کے عام افراد کا حق تھا - (باقی دارد)

عشق تو گرد دعیاں بر روئے او
بوئے تو آید زبام وکوئے او

مسیح موعود

نماز باجماعت

(بقیہ از صفحہ ۲)

باقاعدگی کے ساتھ - تو ناممکن ہے کہ کسی بھائی سے دو حرفی بات کرنے یا دیکھنے کے لئے ایک دو دن سے زیادہ انتظار کا رنج اور دکھ برداشت کرنا پڑے -

یہ بھی ہوتا ہے کہ مسجد میں آتو سکتے ہیں لیکن گھر میں ہی سب کو اکٹھا کر کے نماز باجماعت پڑھ لیتے ہیں - میں مفتی تو نہیں ہوں لیکن یہ پکا مسئلہ ہے اور صحیح عرض کرتا ہوں کہ اس طرح نماز باجماعت کے حکم کی تعمیل نہیں ہوسکتی - کبھی کبھی مجبوری کی حالت میں ایسا ہوسکتا ہے -

مسلمانوں میں بڑے لوگ ہیں جن کے پاس موٹر کاریں ہیں - اللہ تعالے ان کو ہوائی جہاز بھی دیدے - کیونکہ میرے شیشے ملنگ کو بھی اکثر بغیر کسی زحمت وخرچ کے سیر کو موقعہ مل جاتا ہے - میں احباب کو کار کے لئے دعا کرنے کا مشورہ نہیں دوں گا - اس لئے کہ آرام طلبی سے کوسوں دور رہنا چاہیئے - ہاں اللہ دیدے تو اس کا کرم ہے مضائقہ ہی کیا ہے - لیکن یہ تو میں اور بات میں لگ گیا - عرض کر رہا تھا کہ مسلمان امرا کیا جواب دیں گے کہ دوسرے تو کاریں دوڑتی پھریں اور جگہ بجگہ گھنٹوں کھڑی رہیں - لیکن نماز کے اوقات پر مساجد کے باہر ایک سب سے لمبی قطار کاروں کی نہ ہو - یوں " قطار بنایئے " پر کچھ عرصہ عمل کر کے دیکھئے - پھر دیکھئے کہ سارے مسائل حل ہوجاتے ہیں یا نہیں معاشی مسائل بھی اسی سے حل ہوں گے - رشوت ختم ہوجائیگی بڑے صاحب کار والے کا ہر ایک کو ڈر ہوگا - اب تو یہ ہے کہ کار والے صاحب کے پاس تک کوئی نہیں پھٹک سکتا ہم جسے چاہیں اُلٹے استرے سے مونڈ لیں -

ہمارے ہاں مسجد احمدیہ بلڈنگس میں روزانہ نماز باجماعت ہوتی ہے - صبح نماز فجر کے بعد قرآن حکیم کا درس ہوتا ہے - کیا جواب ہے ہمارے پاس بعض کار کے اس سوال کا کہ کیوں روزانہ صبح ، مغرب اور عشاء کے وقت باہر سڑک پر ایک لمبی قطار کاروں کی نہیں ہوتی بعض سوال ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا کوئی نہ کوئی جواب ہو سکتا ہے یا کوئی عذر ہوسکتا ہے - یہ سوال ایسا ہے کہ باوجودیکہ میرے پاس سائیکل تک نہیں پھر بھی دل بیٹھا جارہا ہے - برادرم چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب گجرات والے گواہ ہیں کہ کافی عرصہ کامیابی کے ساتھ وکالت کی پھیل اور خواہش ہو جائے دو متضاد باتیں ہیں لیکن اس سوال نے بالکل خاموش کردیا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کاروں والے سارے بھائیوں اور بزرگوں کی کیفیت کا سارا بوجھ میرے ہی دل پر آن پڑا ہے - اللہ تعالے اپنے فضل وکرم سے جلد اس بوجھ کو ہلکا کرے -

آمین ثم آمین

لاقانونیت کے سی حالات کی تمام ذمہ داری احرار گروپ پر ہوگی

انجمن نوجوانان اسلام کی قرارداد

لاہور۔ ۵ رجنوری۔ انجمن نوجوانان اسلام کی مجلس عاملہ نے اپنے ایک ریزولیوشن میں ان تقریروں کی سخت مذمت کی ہے جو حال ہی میں موچی دروازہ کے باہر آل پارٹیز مسلم کنونشن کے زیر اہتمام کی گئی تھیں ریزولیوشن میں کہا گیا ہے۔ کہ ان تقریروں میں ہردلعزیز وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین پر جو سوقیانہ حملے کئے گئے انہیں انجمن نوجوانان اسلام ملک کی سالمیت کے لئے سخت خطرناک تصور کرتی ہے۔ ریزولیوشن میں ملک کے اہل فہم طبقے سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ ایسے مہلک رجحانات کا مقابلہ کرنے میں پوری طرح مستعد رہیں۔ ورنہ اس نوعیت کی تقریریں جن کا مقصد حکومت کے خلاف نفرت کا جذبہ پھیلانا ہے۔ ملک کو ایک نہایت خطرناک صورت حالات سے دوچار کردیں گی۔

مجلس عاملہ نے جس کا اجلاس بحامد بڈ محمد حسنین کی صدارت میں ہوا تھا قرارداد میں اس امر کا بھی اعلان کیا ہے کہ اگر لاقانونیت کے سے حالات پیدا ہوگئے تو اس کی تمام ذمہ داری احرار گروپ پر عائد ہوگی۔ جو ان مخدوش سرگرمیوں میں پیش پیش ہے۔

(بحوالہ روزنامہ سول مورخہ ۹ر فروری ۱۹۵۳ء)

ان تمام دوستوں کے ہمدردانہ مخلصانہ رویہ سے محترم میاں صاحب کو تسلی ملی ہے اور وہ اپنی طرف سے بھی ایسے تمام بھائیوں اور بہنوں کا شکریہ ادا فرماتے ہیں۔ ان کے خیال میں ایسی تسکین کسی قیمت پر نہ مل سکتی تھی۔ آج ایک ایسی ہستی کی طرف سے خط آیا۔ جو ایک دیرینہ خادم اسلام اور خادم مسیح موعود کی دختر نیک اختر ہیں جس جذبہ اور اخلاص اور محبت سے انہوں نے میاں صاحب کی صحتیابی کی دعا کی اور وہ منتظر صحت ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہماری قوم بیدار ہے۔ اور قومی بحارکنوں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتی ہے۔ کاش کہ ہم سب میں یہی جذبہ۔ یہی تڑپ ایسے ادر قومی ترقی کے لئے ایسی ہی اُمنگیں ہمارے اندر موجزن ہوں۔ والسلام

خاکسار۔ ظہور احمد

حضرت صاحب صدر کی بیماری میں احباب کے مخلصانہ جذبات کا اظہار اور ان کا شکریہ

صحت اچھی رفتار سے ترقی کر رہی ہے

ذیل کا خط میاں ظہور احمد صاحب (فرزند حضرت صاحب) کی طرف سے سیکرٹری صاحب کی خدمت میں موصول ہوا ہے:۔

مکرمی محترم سیکرٹری صاحب سلمہ الرحمن۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف۔ الحمدللہ۔ قبلہ والد صاحب کی حالت روبصحت ہے اور ہڈیوں کے جوڑ دن بدن اچھی رفتار سے ترقی کر رہے ہیں۔ منگلوار $\frac{2}{3}$ ۳ تک پٹی کو باندھے ہوئے چھ ہفتے گذر چکے ہوں گے۔ اور ڈاکٹر صاحبان کا خیال ہے کہ انشاءاللہ آٹھویں ہفتہ کے آغاز میں پٹی ڈھیلی کردیں گے۔ خدا کا فضل شامل حال رہا تو اسی ہفتہ کے اندر اندر پٹی کھول دی جاوے گی۔

آپ جانتے ہیں ہڈی ٹوٹنے کا معاملہ ہے۔ قدرتی طور پر جو وقت درکار ہے۔ اتنی انتظار کرنی ہے۔ مختلف کونوں سے بے شمار احباب آپ کی مزاج پرسی فرماتے ہیں جن کا جواب حتی الوسع دیا جاتا ہے۔ مجھے بھی ان ایام میں لگاتار لاہور چھوڑ کر یہاں محترم والد صاحب کی قربت میں رہنے کا موقعہ ملا۔ اور تھوڑی بہت خدمت کا فخر حاصل ہوا۔ بسا اوقات ڈاک کھول کر اس چھوٹی سی لیکن بابرکت جماعت کے ممبران کی ہمدرد تحریریں پڑھ کر آپکی خدمت میں سنائی گئیں۔ بعض اوقات مجھے یہ خیال آیا کہ یہ جماعت جسے بندہ ایک چھوٹی سی جماعت تصور کرتا رہا۔ ایسے نیک۔ پُر اخلاص اور مضبوط بزرگوں کی جماعت ہے۔ جو اپنی نظیر آپ ہیں۔ ان کا دعا پر یقین۔ ان کا اظہار ہمدردی اور تڑپ زالی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت صاحب صدر کی تکلیف میں احباب عملی طور پر .... شامل ہیں۔ خدا ان تمام احباب کی دعائیں قبول فرمائے اور جزائے خیر دے۔ ہم لوگ صرف ان کا شکریہ ادا کر سکتے ہیں اگرچہ فرداً فرداً جواب دینے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ لیکن قومی آرگن کے ذریعہ تمام صاحبوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور ان سے درخواست کروں گا کہ سلسلہ دعا جاری رکھیں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے۔

ہر آں کالے کہ گرد د از دعائے مو جانانے ⁂ نہ شمشیرے کند آں کار نے بادے نہ بارانے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدی بلڈ نگ لاہور

مغربی تہذیب کی آگ مشرقی اقوام میں

عن انسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اول اشراط الساعۃ نار تحشر الناس من المشرق الی المغرب رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ کتاب الفتن

حضرت انسؓ سے روایت ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرب قیامت کی سب سے پہلی نشانی یہ ہے کہ ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف ہانک لے جائے گی (یہ آگ مغربی تہذیب ہے جو مشرقی اقوام کی زندگی کے ہر شعبے پر اثر انداز ہے)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شوریٰ

مجلسہ مجلس علم وحیاء وصبر وامانۃ لا ترفع فیہ الاصوات ولا تؤبن فیہ الحرم ولا تنثیٰ فلتاتہ متعادلین یتفاضلون فیہ بالتقویٰ متواضعین یوقرون فیہ الکبیر ویرحمون فیہ الصغیر ویؤثرون ذا الحاجۃ ویحفظون الغریب۔ عن الحسن بن علیؓ شمائل ترمذی۔

ترجمہ:۔ شمائل ترمذی میں حسن بن علی سے روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ...... علم وحیا اور صبر و امانت کی مجلس تھی اونچی آواز سے گفتگو نہیں کی جاتی تھی اور نہ کسی کی عزت پر عیب لگایا جاتا تھا نہ اس مجلس کی غلطیاں اور لغزشیں (اگر کسی ممبر سے صادر بھی ہوتیں) شائع کی جاتیں اہل مجلس (غریب و امیر چھوٹا بڑا) آپس میں برابر تھے (سب ممبران کی رائے پر غور کیا جاتا تھا) ایک کو دوسرے پر اگر فضیلت تھی تو صرف تقوےٰ ہی معیار فضیلت تھا (حالانکہ وہ) بہت متواضع تھے چھوٹے (عمر یا درجہ میں) بڑوں کی عزت کرتے تھے اور بڑے چھوٹوں کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرتے تھے۔ حاجتمندوں کی ضرورتوں کو اپنی حاجتوں پر مقدم رکھتے تھے مسافروں کے لئے مہمان خانے قائم کرتے اور ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتے تھے۔

نوٹ: ہمارے موجودہ زمانے کی مجالس شوریٰ کے اراکین کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

امراء قوم سادہ زندگیاں اختیار کریں

عن عمرۃ قالت قیل لعائشۃ ماذا کان یعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتہ قالت کان بشراً من البشر یفلی ثوبہ ویحلب شاتہ ویخدم نفسہ (شمائل ترمذی)

ترجمہ:۔ عمرہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا آپؐ بھی دوسرے لوگوں کی طرح ایک بشر تھے (بشری حوائج کے تقاضے پورے کرتے تھے) اپنے کپڑوں کی جوؤں تک دیکھ لیتے تھے۔ اپنی بکری خود ہی دوہتے تھے اور خود ہی اپنے کام کر لیا کرتے تھے۔

---

(۱) آں مقام و رتبت خاصش کہ بر من شد عیاں
گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہے سلیم

(۲) در رہ عشق محمدؐ ایں سر و جانم رود
ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزم صمیم

ترجمہ (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور خاص رتبہ جو مجھ پر ظاہر ہوا، میں بتلا دیتا اگر مجھے کوئی سلیم الطبع (اہل دل) نظر آتا۔

(۲) میری تو یہی آرزو اور دعا ہے کہ اس طریقت عشق میں جو محمدؐ کے آستانہ کی طرف لے جاتے میرا سر اور جان قربان ہو۔

نبی کریم صلعم کی سچی اتباع کس طرح ہو سکتی ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

یقیناً یاد رکھو اور خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ کوئی شخص سچا مسلمان نہیں ہو سکتا اور آنحضرت صلعم کا حقیقی متبع نہیں کہلا سکتا جب تک کہ آنحضرتؐ کو خاتم النبیین یقین نہ کر لے اور جب ان محدثات و بدعات سے الگ نہ ہو جائے۔ جو لوگوں نے اپنی اپنی بہائے نفسانی سے ایجاد کر رکھی ہیں۔ اور اپنے قول اور فعل سے حضرت نبی کریمؐ کو خاتم النبیین نہ مان لے۔ شیخ سعدیؒ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

بزہد و ورع کوش صدق و صفا ٭ ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

صرف رسول اللہ صلعم کی نبوت قائم ہے

ہمارا اصل مدعا جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہمارے دل میں جوش ڈالا ہے یہی ہے کہ صرف اور صرف حضرت رسول کریمؐ کی ہی نبوت قائم کی جائے۔ جو ابد الآباد کے لئے خدا تعالےٰ نے قائم کی ہے اور اس کے علاوہ تمام جھوٹی نبوتوں کو پاش پاش کر دیا جائے۔ جو ان لوگوں نے اپنی بدعتوں کے ذریعہ سے قائم کی ہیں۔ ان ساری گدیوں کو جا کر دیکھ لو۔ اور عملی طور پر مشاہدہ کر لو کہ کیا آنحضرت صلعم کی ختم نبوت پر حقیقی طور پر ایمان لاتے ہیں یا یہ لوگ؟

دین میں بدعات

یہ نہایت ظلم اور شرارت کی بات ہے۔ کہ ختم نبوت سے خدا تعالےٰ کا صرف اتنا ہی منشا قرار دیا جائے۔ کہ منہ سے ہی خاتم النبیین مانو۔ اور کرتوتیں وہی کرو جو تم خود پسند کرو۔ اور اپنی ایک الگ شریعت بنا لو۔ بغدادی نماز معکوس نماز وغیرہ ایجاد کر رکھی ہیں کیا حضرت نبی کریمؐ یا قرآن شریف میں ان نمازوں و بدعات کا کہیں پتہ لگتا ہے۔ اسی طرح یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کہنا۔ کیا اس کا ثبوت کہیں قرآن میں ملتا ہے؟ آنحضرت صلعم کے وقت تو شیخ عبدالقادر جیلانی رح کا وجود بھی نہ تھا۔ پھر یہ وظیفہ کس نے بتایا تھا۔ شرم کرو کیا شریعت اسلام کی پابندی اور التزام اسی کا نام ہے؟ اب تم خود ہی فیصلہ کرو۔ کہ کیا ان باتوں کو مان کر اور ایسے اعمال رکھ کر تم لوگ اس قابل ہو کہ مجھے الزام دو کہ میں نے خاتم النبیین کی مہر کو توڑا ہے۔

میری بعثت کا موجب

اصل اور سچی بات یہی ہے کہ اگر تم اپنی مساجد اور اپنے اعمال میں ایسی ایسی بدعات کو داخل نہ کرتے اور حضرت خاتم النبیینؐ کی سچی نبوت پر ایمان لا کر آپؐ کے طرز عمل اور نقش قدم کو اپنا امام و رہبر بنا کر چلتے تو پھر میرے آنے ہی کی کیا ضرورت ہوتی؟ تمہاری ان بدعتوں اور نئی نبوتوں نے ہی خدا تعالےٰ کی غیرت کو تحریک دی کہ رسول اللہؐ کی چادر میں ایک شخص کو مبعوث کرے جو ان جھوٹی نبوتوں کے بت کو توڑ کر نیست و نابود کرے۔ پس اسی کام کے لئے خدا تعالےٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ غوث علی پانی پتی کے ہاں شاکت مت کا ایک منتر ملا ہوا ہے جس کا وظیفہ کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں آج کل کے گدی نشینوں اور پیروں کو سجدہ کرنا یا ان کے مکانات کا طواف کرنا یہ تو بالکل معمولی اور عام باتیں ہیں۔

جماعت قائم کرنے کی غرض

غرض اللہ تعالےٰ نے اس جماعت کو اس لئے قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کی نبوت اور عزت کو دوبارہ قائم کریں ایک شخص جو کسی کا عاشق کہلاتا ہے۔ اگر اس جیسے ہزاروں اور بھی ہوں تو اس شخص کے عشق و محبت کی خصوصیت کیا ہے۔ اسی طرح اگر یہ لوگ حضرت رسول کریمؐ کی محبت اور عشق میں فنا ہیں، جیسا کہ یہ دعوے کرتے ہیں۔ تو پھر یہ کیا بات ہے کہ ہزاروں قبروں اور مزاروں کی پرستش کرتے ہیں۔ مدینہ طیبہ تو جاتے نہیں۔ مگر اجمیر اور دوسری خانقاہوں پر ننگے سر اور ننگے پاؤں جاتے ہیں اور پاک پٹن کی کھڑکی میں سے گذر جانا ہی نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔

میں اور احمدیت

از لسان الملک حضرت واثق ٹونکی (دہلی)

(۴)

مرزا علیہ السلام کے مسیح موعود ہونے کا مختصر تذکرہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کی ہر سانس وقف مجاہدہ اور ہر نقطہ جو قلم سے نکالا وہ ایک مباحثہ تبلیغ اور تمام تحقیق تھا لیکن بعض ایسے مباحثے بھی ہیں جو کسی مخصوص موضوع پر کئے گئے ہیں مثلاً توحید یا قرآن کا آسمانی کتاب ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت اور دعوے مجددیت وغیرہ ان موضوعات میں جن پر محض اہل اسلام سے بحثیں ہوئی ہیں ورنہ کوئی عقائدی موضوع ایسا نظر نہیں آتا جس میں علمائے اسلام کا اختلاف رہا ہو اور وہ اختلافی صورت میں زیر بحث آیا ہو۔

آریوں اور عیسائیوں سے جو مباحثات ہوئے ان کا موضوع توحید اور قرآن کا آسمانی کتاب ہونا رہا، قرآن کو آسمانی کتاب تسلیم کرانے کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ سرکار دو عالم علیہ التحیۃ والسلام کی رسالت تسلیم کرا دی کیونکہ جس شخص پر یہ آسمانی کتاب نازل ہوئی وہ ضرور رسول ہی ہو سکتا ہے۔

علمائے اہل اسلام نے حضرت مرزا علیہ السلام کے کسی اور اسلامی عقیدہ کو (جہاں تک میرے مطالعہ کا تعلق ہے) یا ان کے کسی اسلامی نظریہ کو مختلف فیہ قرار نہیں دیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایمانی عقائد جن پر اسلام و کفر کا انحصار یا مسلمان و کافر ہونے کا مدار ہے ایسے تمام بنیادی عقائد حضرت مسیح موعود کے وہی ہیں جو عام مسلمانوں کے ہیں نہ ادنیٰ نہیں مسائل فقہی پر ان کا عمل ہے جو اہل سنت والجماعت کے ہیں کیونکہ اس صدی کے مجدد اعظم نے کوئی اعتقادی جدید نظریہ ایسا نہیں قائم کیا جو اپنی تالیفات و تصنیفات اشتہارات اعلانات کے ذریعہ دنیائے کفر و اسلام کے روبرو کھول کر نہ رکھ دیا ہو، صاحبان علم و نظر سے پوشیدہ نہیں کہ شیعہ حضرات اور بوہرہ جماعت کے عقائد جو قریب قریب یکساں ہیں اور جو نہ اہل سنت والجماعت کے اعتقادات سے وابستہ ہیں نہ اہل حدیث سے بلکہ انکے بنیادی عقاید میں بھی اختلافات ہیں اور جو مسلمانوں سے دوامی نفرت و دشمنی رکھتے ہیں خلفائے راشدین کے لئے نا ملائم الفاظ کہتے ہیں ان کے لئے علمائے اسلام نے آج تک فتوے کفر و ارتداد نہیں دیا۔ لیکن احمدی جماعت اور مصلح و مبلغ اسلام علیہ السلام کے لئے فتوے کفر صادر ہے اور اس جماعت و خادم ملت کو انتہائی دشمنی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور یہ انتہائی قابل افسوس و تعجب بات ہے۔

اس کے متعلق ہم قسط سوئم میں روشنی ڈال چکے ہیں یہاں ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ قرب قیامت اور ظہور دجال خروج یاجوج و ماجوج کی تمام وہ نشانیاں جو احادیث صحیحہ میں موجود ہیں اس وقت ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اسلام کی جو گری ہوئی حالت بتائی گئی ہے ایمان کی جو شان دکھائی گئی ہے عورتوں مردوں کی جو صورتیں پیش کی گئی ہیں علمائے امت کا ایمانی استحکام اور انکے فتنے اور مصادر احکام کی تصاویر جو کھینچی گئی ہیں اور شیطانی دلچسپیوں کا ظہور بتاتے ہوئے جو مسیح موعود اور مہدی وقت کی خبر دی ہے۔ ساری نشانیاں سے بیان کردہ موجود ہیں لیکن مسیح آسمان سے کیوں نازل نہیں ہوتے اور مہدی کیوں ظاہر نہیں ہوتے؟ یہ اہم سوالات ہیں اور ان کے لئے یہ جواب شافی نہیں ہو سکتا کہ انتظار کرو۔

خصوصاً جبکہ ان تمام قرائن اور تمام علامات ظہور مسیح مہدی کے بعد میں ایک غیر معمولی طاقت علمی و معرفت باطنی کا مالک یہ دعوے کرے کہ میں وہی مسیح موعود ہوں اور وہی مہدی جو اس دور پر فتن میں ارشاد نبوی کے تحت اس کی امت ہی میں پیدا ہونے والا تھا اور وہ اپنی زبردست دلائل علمی اور الہامی طاقت سے اس کا ثبوت دے رہا ہو اور اس کے آگے ہر مخالف مجبور ہو کر رہ گیا ہو۔ اس کی بحث و تحریر کا یہ عالم ہو کہ خواہ مخواہ ایک ایسی طاقت ان کی ممد و معاون ثابت ہو رہی ہو جس سے دنیا کا کوئی عالم و فاضل سحبان و متنفس نظر نہیں آتے . . . .

. . . .

. . . . اور مسیح علیہ السلام کی موت کا یقین اور دعوے مجددیت و ہمکلامی رب انام یا ادعائے مسیح موعود و مہدیت وہ بنیادی عقاید بھی نہیں جن کے دعوئی اقرار و انکار کا اثر نفس ایمان پر پڑتا ہو، اور اگر ایسا ہے تو کسی نص قطعی یا حدیث صحیحہ سے یہ بات ثابت کرنی چاہیئے کہ جب تک مسیح موعود ہونے کے دعوے کو وقت کے علماء تسلیم نہ کرلیں ایسا دعوے کرنے والا کافر یا مرتد مانا جانے کے قابل ہے۔ اس شہرت سے کہ میں احمدیت کا مطالعہ کر رہا ہوں اور میرے عقائد حضرت مرزا صاحب سے وابستہ ہونے جا رہے ہیں ایک صاحب مجھ سے ملنے آئے تاکہ ایک گمراہ ہونے والے شخص کو گمراہی سے بچا کر صراط مستقیم پر لگائیں۔ چنانچہ مجھ سے فرمانے لگے، تعجب ہے آپ جیسا آدمی اس شخص کی نبوت کا قائل ہو جائے جو حقیقت میں نبی علیہ السلام کے غلاموں کے برابر بھی نہیں۔ جو معراج روحانی مانتا ہو۔ جو کہتا ہو اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور نعوذ باللہ مسیح علیہ السلام کی موت کا قائل ہو اور جس کی ایک بھی پیشین گوئی پوری نہ ہوئی ہو جنہیں وہ الہامی پیشگوئیاں کہتا ہے۔" اس کے بعد چند نادرست کلمات مرزا صاحب کے متعلق۔ شدت غضب کا اظہار کرتے ہوئے منہ سے نکالے۔ کچھ دیر جوشیلے لمبے لمبے سانس کے بعد کہنے لگے "آپ آفتاب لب بام چراغ سحری ہیں خدا سے ڈرنا چاہیئے یہاں ابھی چند لوگ اس بات پر آمادہ ہو چکے تھے کہ آپ کے خلاف قدم اٹھایا جاتے۔ یہاں کے لوگ اپنے عقائد میں بہت سخت ہیں اور وہ آپ کا یہ اعتقاد برداشت نہ کرسکیں گے لیکن میں نے انہیں روکا ہے اور میں اسی غرض سے آپ سے ملنے آیا ہوں۔"

میں نے ان بزرگ محترم کو چاء پلا کر ٹھنڈا کیا۔ یہ اچھے خاصے تعلیمیافتہ آدمی ہیں میں نے کہا محترم میرے خلاف اقدام سے میں نہیں ڈرتا ہوں بہرحال آپ کی ہمدردی کا تو مشکور رہنا ہی پڑا اور ساتھ ہی یہ بھی آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد نہ میں کسی رسول کی آمد کا قائل نہ نبی کا میں رسول اللہ کو خاتم النبیین والمرسلین سمجھتا ہوں اور اس اعتقاد سے دنیا کی کوئی طاقت مجھے منکر نہیں کر سکتی ہے! . . . . قطع کلام کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا "بس بس الحمدللہ مجھے یقین ہو گیا کہ آپ مسلمان ہیں" میں نے کہا ٹھہریئے مکرم حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو بھی مسلمان بلکہ حقیقی معنوں میں مسلمان سمجھتا ہوں۔ جہاں تک میرے مطالعہ کا سوال ہے . . . . نہیں ہے اور آپ کی بھی غرض ہے کہ اس کی مطالعہ فرمائیں وہ کچھ کہنا چاہتے تھے کہ میں نے انہیں روکتے ہوئے کہا۔ ذرا صبر کیجئے میری بات آپ سن لیں پھر ارشاد فرمانا۔ رسول اللہ صلعم کی معراج کے متعلق مرزا صاحب کا کیا اعتقاد ہے۔ تو مجھے نہیں معلوم ہوا کیونکہ میرا مطالعہ ابھی اس حد تک نہیں پہنچا لیکن آپ کسی مولوی سے پوچھیں کہ معراج کے متعلق ام المومنین حضرت عائشہ کا کیا ارشاد ہے میرے محترم معراج روحانی کی وہ بھی قائل ہیں اور اس یقین سے کفر نہیں ہوتا البتہ فی نفسہ معراج سے انکار کفر ہے کیونکہ حقیقتاً وہ تکذیب ہے مخبر صادق کے ارشاد کی۔ دوسری بات آپ نے وحی کے متعلق فرمائی افسوس یہ ہے کہ آپ نے احمدی لٹریچر کا مطالعہ نہیں فرمایا ورنہ آپ کو معلوم ہوتا کہ مرزا صاحب اپنے کو ملہم اور متکلم الٰہی بتاتے ہیں اور ولایت کا دعوے کرتے ہیں رویائے صادقہ کشف و الہام و خدا سے تکلم کا دعوے کفر تو نہیں ہو سکتا کیا آپ کے مسلم اولیائے کرام کے ملفوظات میں ان باتوں کا تذکرہ نہیں ہے؟ ہے قطعاً اس سے آپ انکار نہیں کر سکتے (اور یہ انہوں نے تسلیم کیا) اور شاید آپ جانتے ہوں کہ یہ تمام اوصاف جزو نبوت میں شامل ہیں" انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا لیکن اب خاموش نہ رہتے ہوئے فرمانے لگے "عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا یقین؟" میں نے کہا "یہ بھی وجہ کفر نہیں کیونکہ فقہائے اہل اسلام میں سے امام مالک ان کی موت کے قائل ہیں، اور کلام پاک سے نہ ان کی حیات ثابت ہے نہ بجسمہ آسمان کی طرف اٹھا لینا اور اسی جسم کے ساتھ ان کا نزول" فرمانے لگے یہ تو مسلمانوں کا عقیدہ عام ہے" میں نے کہا یہ ایسا عقیدہ ہے جیسے چراغ جلنے پر سلام اس اعتقاد سے کہ منکر نکیر کی آنکھیں ایسی ہی روشن ہوں گی اس کی عادت کام آئے گی اور اس سے انکار کفر نہیں ہے، الہام ربانی جو عارفین کو ہوتا رہا ہے دراصل وحی ہے گو مرزا صاحب نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ مجھ پر

وحی نازل ہوتی ہے بلکہ انہوں نے صاف الفاظ میں جس طرح ختم نبوت رسول اللہ کی بعد تسلیم کیا ہے اسی طرح جبرئیل کا وحی لیکر نازل ہونا بھی رسول اللہ صلعم کی ذات تک محدود کیا ہے ملاحظہ کیجئے مرزا صاحب کے دونوں ارشادات (جنہیں دیکھکر وہ حیرت زدہ رہ گئے)

اس کے بعد وہ بہت کچھ نرم پڑ گئے اور فرمانے لگے "مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ رہ گیا" یہ دعوےٰ ایسا ہے میں نے کہا جب تک موجودہ اسلام کی حالت اور مسلم نوجوانوں کی اسلامی عقیدت اور وہ نشانیاں جو مسیح علیہ السلام کے ظہور کی بتائی گئی ہیں وہ آپ کے ذہن میں نہ ہوں اس وقت تک اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ میرا اعتقاد اندریں معاملہ کیا ہے یہ بلا خوف اور جھجک بیان کر سکتا ہوں" انہوں نے کہا جناب اتنا جاہل میں نہیں ہوں بیشک وہی زمانہ ہے اور آج سے نہیں بلکہ بہت عرصہ پہلے سے مکمل نشانیاں موجود ہیں"۔ پھر میں نے کہا کیا آپ نے اس کے متعلق کسی مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ جب تمام وہ علامات فرمودہ سرکار دو عالم موجود ہیں تو مسیح آسمان سے کیوں تشریف نہیں لاتے مہدی کا ظہور کیوں نہیں ہوتا؟ وہ مسکرا کر فرمانے لگے کہ یہ سوال میں علماء سے کر چکا ہوں وہ فرماتے ہیں کہ ابھی اسلام اور ردی حالت میں ہوگی خدا نہ کرے میں نے کہا اس سے زیادہ حالت اور کیا ردی ہو سکتی ہے ان علامات سے بھی زیادہ ابتر علامات کونسی رسول حدیث کی پیشگوئی ہے جو رسول اللہ صلعم کی فرمودہ علامات کو غلط قرار دے رہی ہے میرے دوست آپ کی زندگی ختم ہو جائے گی دنیا فنا ہو جائے گی لیکن مولویوں کا عیسیٰ آسمان سے نہیں آسکے گا اب حضرت مرزا صاحب کے لئے میرا یہی عقیدہ ہے جسے میں منافی ایمان نہیں سمجھتا بلکہ اس عقیدہ پہ تکمیل ایمان سمجھتا ہوں"

آپ نے الہامی پیشین گوئیوں کے متعلق فرمایا ہے کہ ایک بھی پوری نہیں ہوئی آپ کو معلوم ہیں وہ پیشگوئیاں؟ "نہیں میں نے تو ایسا ہی مولویوں سے سنا ہے" آپ کچھ تو احمدیت کی کتابوں کا مطالعہ کریں خدارا" اور وہ اس پر الحمدللہ آمادہ ہوگئے ہیں اور مجھ سے رسالہ "مسیح موعود کی پیشگوئی" مرتبہ حضرت مرزا صاحب لے گئے ہیں ان کا ارشاد ہے کہ "وہ اسے سب سے چھپکر مطالعہ کریں گے"۔

یہ ہے اس زبردست خلاف پروپیگنڈے کا اثر خوف کہ وہ تصانیف مبارک کا ذاتی مطالعہ بھی کرتے ہوئے برادران اسلام سے ڈرتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار"

مرزا صاحب نے کفار سے بھی مناظرہ فرمایا ہے اور اہل اسلام سے بھی ان مناظرہ جات میں زیادہ تر عیسائیوں میں آتھم آریوں میں لیکھرام اور مسلمانوں میں مولوی محمد بشیر اور مولوی محمد حسین بٹالوی پیش پیش رہے ہیں۔ آتھم ایک ایسا متعصب دریدہ دہن اور اسلام دشمن عیسائی تھا جو کہ ہٹ دھرمانہ بحث اور ذلیل الفاظ کے بازنہ آتا تھا اشاعت بھی ایسے ہی لغویات کی کرتا تھا اور زبان سے بھی سرکار دوعالم کی شان میں یاوہ گوئی کرتا تھا اور شاید ہی کوئی ایسا موقعہ ہو جو مناظرہ کے لئے پیش ہو اور یہ شریک نہ ہوا ہو۔ حضرت مرزا صاحب سے یہ جاہل وکندہ ناتراش مناظرہ میں کیا کامیابی حاصل کر سکتا جبکہ مسیح موعود کی ذات لئے علمائے اہل اسلام کو لرزہ براندام کئے تھی باوجود اس کے یہ ہمیشہ ذلیل ہوا لیکن اپنی کفر پرستی اور عقاید باطلہ سے تائب نہ ہوا اور نہ اسلام لایا باوجودیکہ حضرت مسیح موعود کا اعتقاد بدرجہ اتم اس کے دل میں موجود تھا۔ آریوں میں ایسا ہی ابوجہل لیکھرام تھا، اور مسلمان علماء میں متذکرہ حضرات سخت اور بدترین ہٹ دھرم مخالف

ان مسلمان علماء سے جو مناظرے ہوئے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود شافی جواب دینے کے بھی محمد حسین بٹالوی یہی کہکر مناظرہ کو طول دیتا رہا کہ آپ نے جواب شافی نہیں دیا اور ہر مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ بحر علم وفضل کا دہانہ کھل گیا اور پرجوش سمندر متلاطم امواج کے ساتھ ٹھاٹھیں مارتا ہوا بہہ نکلا۔ اس بار بار تفصیلی جواب دینے کا یہی منشاء تھا کہ مخالف پر بکمال درجہ اتمام حجت کر لی جائے، تاکہ خدا کے روبرو بیزاری یا سکوت جائز کا بھی عذر نہ پیش کیا جا سکے، یہی دونوں نہیں بلکہ تمام علمائے اسلام سے حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ اور اس کے زبردست دلائل پوشیدہ نہ تھے اور اس وجہ سے کسی کی ہمت نہ تھی کہ وہ بالمواجہ اور بالمشافہ میدان مناظرہ میں کود پڑنے کی جرأت کرتے کیونکہ مولوی بشیر احمد اور محمد حسین بٹالوی کے مناظرے حقیقت میں تمام علمائے اسلام کے مشوروں کا نام تھا۔

جس طرح یہ منکرین عیسائی آریہ اور مسلمان علماء مرزا صاحب کی دعوت مباہلہ سے بھی ہمیشہ بھاگے اور انہیں مباہلہ کی جرأت نہ ہو سکی۔ علمائے منکرین کی کثیر جماعت جس میں بڑے بڑے مشہور علماء شریک تھے مباہلہ کے لئے طلب کئے گئے لیکن انہوں نے ہمیشہ مباہلہ سے گریز کی اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ان تمام منکران مسیح موعود کے دلوں میں مرزا صاحب کے دعوےٰ کی عظمت اور اس کا یقین تھا اور وہ مباہلہ سے خوفزدہ تھے چنانچہ تنگ آکر آتھم شریر اور لیکھرام کے لئے جو آپ نے بددعا کی اور منکران توحید کا جو حشر ہوتا ہوا پایا وہ بجنسہ ویسا ہی ثابت ہوا لیکن کوئی نہیں بتا سکتا کہ آپ نے ان شریر مسلمانوں کے لئے بھی کوئی بددعا ایسی کی ہو جو کفار کے دوش بدوش آپ کی تضحیک وتذلیل میں سرگرم عمل تھے جیسی کفار کے لئے کی۔ آپ کی تصانیف دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ تبلیغ اسلام کے لئے آپ حریص تھے اور بنی نوع انسان کو مسلمان نہ دیکھ کر اور ان کے مآل کار پہ نظر رکھتے ہوئے انتہائی ہمدرد آپ کی ہمدردی ہی کا یہ تقاضا تھا کہ آپ برابر کفار کو دعوت اسلام دیتے رہے اور بت پرستوں اور مشرکوں کی حالت زار پہ انتہائی ہمدردانہ تاسف فرماتے رہے۔

اگر انسان کچھ بھی اپنی عقل سلیم سے کام لے تو وہ بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ کوئی صاحب فن وعلم ایسا دعوےٰ کرنے کی جرأت نہیں کرے گا جس سے اپنے جیسے اہل فن وعلم پر اسے غیر معمولی افضلیت وعلو مرتبگی اور بے مثالی ثابت ہو جب تک کہ کوئی ایسی ہی طاقت اسے مجبور کر کے ایسا دعوےٰ نہ کرا دے اور پھر یہ کہ مناظرہ میں وہ کامیاب ہوا اور مباہلہ اگر وہ چاہے تو اس سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔ اس کے صاف معنی یہ ہوئے کہ اسے اپنے دعوے کا ایسا ہی یقین تھا خدا نے اس کا ذہن اسے ایسا ہی سمجھا دیا تھا کہ بلا خوف اور جھجک کے وہ دعوےٰ کرتا تھا۔ مناظرہ میں اس کے روبرو یارائے دم زدن نہ تھا اور مباہلہ میں آنے کی جرأت نہ تھی۔ بہت ہی قلیل مدت میں اس نے ہمعصر ذی علم منکرین کو یہ یقین دلا دیا تھا، کہ حقیقت میں وہ وہی ہے جس کا اسے دعوےٰ ہے اور ان کے دل تسلیم کر چکے تھے"، ابوجہل کا دل جانتا تھا کہ رسول اللہ صلعم سچے نبی ہیں لیکن ایمان نہیں لاتا تھا۔ آتھم کو جس وقت بددعا کی خبر پہنچی وہ لرزنے لگا لبوں پر مہر لگ گئی اور زندگی بھر کی اسلام کے خلاف معاندانہ جد وجہد ختم ہوگئی، وہ گوشہ نشین ہو گیا۔ بکواس ختم کر دی لیکن اسلام نہ لایا اور نہ حضرت مسیح موعود کے قدم پکڑے یہاں تک کہ اسی بددعا کا اثر ہوا اور وہ درک اسفل میں پہنچا۔ کوئی شبہ نہیں اول تو اتنے بڑے دعوے کی جرأت ہی کوئی نہیں کر سکتا تھا مگر وہ کہ جسے خود اسی پر بھروسہ ہو کہ اس کا دعوےٰ اس کی جانب سے نہیں ہے بلکہ اس نور ہادی کی طرف سے ہے جس سے اس کا سینہ اور دل منور ہے اور ایسی طاقت ہے کہ اسے کسی کے روبرو شرمندہ نہیں ہونے دے گی۔ اگر کوئی دعوےٰ کر بھی بیٹھے تو ایسے بھی جری دل ودماغ گذرے ہیں جنہوں نے باوجود کچھ نہ ہونے کے دعوےٰ نبوت ورسالت کیا ہے لیکن اس دعوے کے ثبوت میں الٰہی نشان اور صراط مستقیم پیرو کر دنیا کو دکھلانا یہ کوئی آسان بات نہ تھی۔ وہ دعوے کرنے والے رہے تو ان کے عقیدتمند اور اگر باطل کے پیرو کچھ رہے بھی تو انہیں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے دنیا کو راہ ضلالت سے نکالا یا غایت تخلیق کو سمجھایا بلکہ شیطانی طاقت کی امداد سے گمراہی عالم میں اضافہ کیا اور اپنے اپنے پیروکاروں کے گلوں میں طوق لعنت ڈالا۔

احمدی وغیر احمدی میں فرق

احمدی اور غیر احمدی میں تو خود مسیح موعود علیہ السلام نے جو فرق بیان کیا ہے وہ ایک نہایت اہم فرق ہے جسے سمجھ لینے کے یہ معنی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلعم کی صحیح تعلیم پر مسلمان بن گیا جسے حقیقی معنوں میں مسلمان کہنا چاہیئے، یہ دونوں اسلامی جماعتیں ہیں لیکن ان میں فرق صرف اس قدر ہے کہ عام مسلمانوں میں واجب الوجود عزاسمہ کا دلوں میں اتنا یقین بھی نہیں ہے جتنا اپنے باپ کو خود کو بیٹا سمجھنے کی کیونکہ یہ یقین بھی ایک ایمان بالغیب کی حیثیت رکھتا ہے، مغربی دجالی فتنہ نے جو صورت اختیار کی ہے وہ حقیقت میں ہر ذریعہ سے دل ودماغ پر قبضہ کر کے لامذہبیت اور ایمانی کمزوری پیدا کرتی رہی ہے اسی وجہ سے خدا کا وجود باوجود داخل مذہب اسلام مسلمانوں کے دلوں سے فنا ہو چکا ہے اور اسی وجہ سے غیرت الٰہیہ کو ایک ایسے مصلح اعظم مبعوث کرنے کی جنبش ہوئی جو بہ ہدایت و رہنمائی پیغمبر آخرالزمان کے تحت پھر یقین باری تعالیٰ اس کی مخلوق

کے دلوں میں انہیں ادصاف غیر فانی اور طاقت و قدرت لامحدود کے ساتھ قائم کرے جو حضور سرور دو عالم خلاصہ خلاصۂ موجودات کی تبلیغ و ہدایت سے پیدا ہوا تھا جو صدہا سال تک قائم رہ کر مسلمانوں کی غفلت سے کمزور پڑا اور اس دور آخر میں جس کی پیشگوئی رسول عربی نے کی تھی نذر فتنۂ دجالی ہوا مسلمانوں کا صرف مسلمان کہلانا یا یہ کہنا کہ خدا ایک ہے انہیں نہ مسلمان بناتا نہ تسلیم کراتا ہے کہ خدا کے وجود کا یقین بہ صفات و قدرت کامل دلوں میں ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انگارہ انسان نہیں اٹھاتا کیونکہ اسے اس کا یقین ہے کہ اگر یہ جسم سے مس ہوا تو جسم جل جائیگا ایک شخص اس کا یقین کرتے ہوئے کہ یہ زہر ہے کبھی نہیں کھائے گا یا پیئے گا پھر کیا وجہ کہ خدا کا یقین رکھتے ہوئے انسان وہ کام کرے جو اس کی ناراضگی کا موجب ہو، ایک شخص قانون مروجہ کے خلاف کرتا ہوا ڈرتا ہے ایک سعادتمند بیٹا باپ کی مرضی کے خلاف کرتا ہوا خوف زدہ ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے ادھر قانون سزا دے گا ادہر باپ ناراض ہو جائے گا لیکن آج ۹۹ فی صدی مسلمان آپ کو وہ نظر آئیں گے جنہیں خدا کے احکام کے خلاف بے جھجک مصروف عمل دیکھئے گا اور کبھی انہیں یہ خیال تک نہ ہوگا کہ خدا ناراض ہو جائیگا اگر دراصل خدا کے وجود کا یقین ہوتا تو وہ کم سے کم گناہ کرنے میں جھجکتا تو سہی بلکہ اس وقت اگر آپ دیکھیں گے تو نوجوان مغربی تعلیم یافتہ سب سے زیادہ مضحکہ اس شخص کا اڑائے گا جس کے دل میں کچھ نہ کچھ خدا کا خوف یا وجود باری تعالیٰ کا یقین ہو۔ اسی وجہ سے مودودی جماعت کی ذہنیت کا انحصار از سر نو کلمہ طیبہ پڑھنا ہے اور وہ بھی طوطے کی طرح نہیں بلکہ بیقین واجب الوجود اور تصدیق رسالت کے ساتھ۔ اس جماعت و بانی جماعت کے نزدیک آج کا عام مسلمان مسلمان ہی نہیں۔

اس نازک دور میں جبکہ یقین وجود الٰہی دلوں ہی سے مفقود ہو کر نذر دجال ہو چکا ہے اور تسلط یاجوج ماجوج نے ہر تدبیر اور زرین تدبیر سے اسلام کا نام ہی مٹا دینے کا تہیہ کر رکھا ہے جو سب سے بڑی علامت ہے منجملہ علامات نزول مسیح۔ مسیح موعود اس خدمت الٰہیہ پر قدرت اعلیٰ نے مامور فرمایا چونکہ وہ کوراعالم یا مجدد یا ملہم ہی نہ تھا بلکہ باطنی طاقت کا بھی مالک تھا بحر عرفان اس کے سینہ میں موجزن اور آفتاب معرفت ضو فگن تھا اس میں روحانیت بھی اس معیار پر تھی جو ایک ہادیٔ طریقت کے لئے ضروری ہو وہی منبع انوار لم یزل جسے محمدؐ کا سینہ کہتے ہیں اسی مخزن انوار کی ایک روشنی وہ بزم عالم کون اس مسیح موعود کے سینہ کو بھی مرکز تجلیات بنائے تھی اس میں وہ طاقت بھی موجود تھی جو ظلمت کفر میں شمع معرفت روشن کر دے تو ایک بگڑے ہوئے صلاحیت پذیر دل کو یقین وجود لازوال سے بھر دے اور ایسے قرون سابق کا مسلمان بنا دے چنانچہ جس قدر احمدی جماعت آپ کو نظر آئے گی ان کے قلوب میں خدا کے وجود کا یقین نظر آئے گا ان کی ظاہری صورت ان کے ظاہری کردار انکی حمیت قومی ان کی غیرت اسلامی اور ان کے تمام اخلاق اس مرکز صد انوار ہدایت سے فیضیاب ہو کر وہ نظر آئینگے جن سے ان کے باطن کا پتہ چلے گا حضرت مسیح موعود کو نام نہاد مسلمان کو کلمہ پڑھانے کی ضرورت نہیں ان کے مسلک میں ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہے مسلمان ہے اور قابل اصلاح۔ ہاتھ میں ہاتھ دیئے گئے بعد بیعت کی دس شرائط مشتہرہ خود بخود قلب پر اس طرح مرتسم ہو جاتی ہیں کہ نہ قسم لینے کی ضرورت نہ قرآن اٹھوا کر پابند رہنے کے عہد کی۔

اب ناظرین اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ احمدی اور غیر احمدی میں صرف یہی فرق نہیں کہ عام مسلمان حیات مسیح کے (خواہ مخواہ) قائل ہیں اور احمدی ممات مسیح علیہ السلام کے بلکہ فرق یہ ہے کہ احمدی کے سینہ و دل میں یقین الٰہی و محبت رسالت پناہی بدرجۂ اتم موجود ہے اور اخلاقاً اور عملاً قرون اولے کا مسلمان نہیں تو کامل الایمان مسلمان نظر آتا ہے اور عوام مبتلا ئے فتنہ دجال صرف اتنے ہی مسلمان ہیں کہ وہ مسلمان خاندان اور مسلمان گھر میں پیدا ہوئے اور نام نہاد مسلمانوں کی اولاد ہیں۔

حیرت و تعجب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو قرآن پاک کے معارف بیان فرمائے ہیں اور اسلامی اصول کی فلاسفی بیان فرمائی ہے اس کے دیکھنے سے ایک وہ شخص جسے ذرا سا بھی فہم و ذکا قدرت نے عطا کیا ہے اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ایک بحر ذخار کوزہ میں بند کرنا اور اس قدر دلچسپ پیرایہ میں قرآن پاک سے اصلاح قلب و ایمان درستی اخلاق و عادات وحصول معرفت کرنا اور غایت زندگی کا ادراک پیدا کرنا" حقیقت میں ایک معجزنما بیان اور نور الٰہی کا عرفان تو ہے ہی مگر یہ بھی تسلیم ہی کرنا پڑے گا کہ یہ قوت بیانیہ اور قوت مدرکہ بڑے سے بڑے عالم کو بھی نصیب نہیں یہ اسی شخص کو نصیب ہو سکتی ہے جسے مبداء فیاض بخشے اور اس کی رہبری و اعانت کرے انتہائی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی ان غیر معمولی اور محیر عقل تصنیفات اور رموز و اسرار قرآنیہ کے انکشاف پر بھی اس مصلح اعظم کی ایمانی اصلاح سے انسان محروم رہے۔ اور ان انمول موتیوں پر ایک اچٹتی سی نظر بھی نہ ڈالے اس سے بڑھکر اور کیا شقاوت قلبی بدنصیبی اور کور چشمی ہو سکتی ہے۔

مفتیانِ کفر کی کافرانہ جرأت

مرزا صاحب کی زندگی پر جسے سرسری سا عبور بھی ہے وہ بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ بہت کم لوگ ایسے ہیں جنہوں نے حضرت کی ایذادہی کو مسلسل جاری رکھا ہے اور مکمل دشمنی کا ثبوت دیا ہے۔ ورنہ ثابت ہوتا ہے کہ جوں جوں احمدیت زور پکڑتی گئی اور مخلوق ہدایت پاتی گئی ویسے ہی مخالفانہ جذبہ فنا ہوتا چلا اور تین طرح کی مخالفت رہ گئی، اول وہ جنہوں نے اپنا شعار بدگوئی بنا لیا اور اس سے زیادہ متجاوز نہیں ہوئے دوسری جماعت وہ جو خموش ہو گئی لیکن دست مبارک پر بیعت نہیں کی۔ اور تیسری وہ کافرانہ ذہنیت کی ہستیاں جنہوں نے باوجود مسیح موعود کی حقیقت سمجھنے اور ذی علم ہونے کے بھی حضور ملہم ربانی کو کافر اور کاذب قرار دیا اور آج بھی ان کی تقلید کی جارہی ہے بلکہ بعد وفات حضرت مرزا صاحب اس مکفر اور مکذب جماعت کا غلبہ ہو گیا ہے اور اسی غیرہ سر جماعت اور اس کے عقیدۂ باطلہ پر ہمیں روشنی ڈالنی ہے۔

علم ایک مشعل ہوتی ہے جس کی روشنی میں انسان تاریک ماحول پر نظریں ڈال کر وہاں کا تنکا تنکا اور ذرہ ذرہ دیکھ سکتا ہے اور جہل ایک تاریکی ہے جس میں انسان کو کچھ نظر نہیں آتا ایک عالم وہ شخص ہے جس کے ہاتھ میں مشعل ہے اور جاہل ایک ایسی شخصیت ہے جو یا تو روشنی کی محتاج ہے یا اس شخص کی جس کے ہاتھ میں مشعل ہے جس کا ماحول روشن ہے اور جسے تاریک سطح ارضی یا تہہ خانہ کا گوشہ گوشہ اور ذرہ ذرہ نظر آ رہا ہے وہ شخص جسے کچھ بھی وہاں نظر نہیں آ رہا کچھ بتلانے کوئی دعوےٰ کرنے یا کسی یقین یا کسی وجود یا عدم وجود کا ذمہ دار نہیں اور نہ اس کی ٹٹول پر کسی شخص کو اعتماد۔ اس لئے ہمیشہ جب مذہبی یا کسی مسئلہ کی تحقیق یا معلومات کی ضرورت پڑے گی تو ہم جیسے لاعلم لوگ علماء کی طرف رجوع اور ان کے روشن ماحول سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور جو کچھ یہ صاحب مشعل راہ ہدایت ہمیں بتلائے گی وہی ہمارا ایمان و اعتقاد ہوگا اور اس کی اہم ذمہ داری انہی لوگوں پر ہوگی جن کے ہاتھوں میں مشعل ہے اور وہ روشن فضا کا گہری نظروں سے مطالعہ کر رہے ہیں۔

اسی وجہ سے خدائے عزاسمہ نے ہر شخص پر مواخذہ بھی قدر رکھا ہے جس قدر جس کا علم ہو اور علمائے امت کو قوم کی مذہبی نگرانی اور رسول کی نیابت سپرد کی ہے اور اس رہنمائی کا ذمہ دار علماء کو قرار دے کر جہاں روز حشر ان کو شفیع امت قرار دیا ہے وہاں ان کی لغزشوں کی بھی عوام سے زیادہ گرفت اور عقوبت رکھی ہے اور اس کی وجہ صرف وہی دیدۂ بصیرت اور وہی روشن ماحول ہے۔ اب وہ علماء جنہیں خدا نے یہ علم کی روشنی عطا کی اور ادراک و فہم عطا کیا اور مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کے ساتھ ہر ذی علم شخصیت اس کی تفہیم پر متوجہ ہو گئی تھی اور یہ معمولی توجہ نہ تھی بلکہ حضرت کا ایک ایک لفظ زبان اور قلم سے نکلا ہوا زیر توجہ و مطالعہ رہتا تھا اور تلاش و جستجو کے ساتھ انہیں حاصل کیا گیا ہے کیونکر سمجھ لیا جائے کہ حضرت کا وہ اعتقادی اعلان جن پر بنیاد ایمان و اسلام ہے ان کی نگاہوں سے بچا ہو۔ ان اعلانات متواترہ سے لاعلمی تفعی ایسی ہے جیسے آفتاب کے موجود ہونے پر آفتاب کے نظر نہ آنے کا عذر۔ ان اعلانات کے بعد حضرت علیہ السلام کو کوئی شخص نعوذ باللہ کافر یا ملحد نہیں کہہ سکتا خصوصاً جبکہ ان صریح الزامات سے جو موجب کفر و الحاد ہوں بذریعہ اعلانہائے متواترہ انکار کرتے ہوئے اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کر رہا ہو پھر بھی تعصب و حسد اور ذاتی دشمنی سے اس پر کفر و الحاد کا فتوے دیا جا رہا ہو اور اپنے اس ظلم و تعدی پر ذرہ بھر بھی پشیمانی نہ ہو تو کیا وہ فرمان رسالت پناہی ان کے مطابق اعمال نہ ہوگا کہ جو شخص کسی مسلمان پر باوجود اس کے کہ مسلمان ہو اور وہ عقاید اسلامی کا اعلان بار بار کر رہا ہو کفر کا فتوے لگائے گا یا کافر کہے گا تو اس کا کافر کہنا اسی پر لوٹے گا اس طرح یہ جرأت کافرانہ جو ایسے ذی علم حضرات نے کی اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تو کچھ بھی نقصان نہیں ہوا لیکن حضور کی صحیح حدیث کے بموجب انہیں کے ایمان کا نقصان ہوا اور وہ سخت مواخذہ عقبےٰ میں بھی مبتلا ہوئے۔ (باقی دارد)

خطبہ جمعہ (بقیہ از صفحہ ۶)

کے انکار سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہوسکتا" (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰) اور پھر ساتھ ہی فرمایا کہ یاد رکھو کسی کو کافر قرار دینا کس وجہ سے ہوتا ہے اپنے دعوے کے انکار کی وجہ سے کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ سے شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں، ماسوا ان کے جس قدر ملہم یا محدث ہیں خواہ وہ جناب الٰہی میں کتنی ہی اعلیٰ شان رکھتے ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا۔ اس میں آپ نے بتا دیا کہ کبھی کوئی شخص کسی انسان کے انکار سے کافر نہیں ہوتا صرف خدا کے احکام کے انکار کی وجہ سے کافر ہوتا ہے۔

تو اول تو حضرت مرزا صاحب کی طرف اعتقادات کی تبدیلی منسوب کرنا یہ بہت بڑا ظلم ہے، کیونکہ انہوں نے کہا کہ میں مرنے تک انہی اعتقادات پر قائم ہوں، حضرت امام الوقت کی طرف سے اس صراحت کے بعد ان کی طرف عقیدہ کی تبدیلی منسوب کرنا نہایت ناجائز اور قبیح فعل ہوگا اور اگر کوئی شخص ان کے متعلق یہ امر بیان کرے کہ مجدد سے نبی بن گئے تھے تو بھی ان کے دعوے کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا کیونکہ ان کے پاس احکام جدیدہ نہیں ہیں۔ جب وہ مجدد تھے اس وقت بھی ان کے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہ ٹھہرا اور جب ان کو خوش فہمی سے نبی قرار دیا گیا تو بھی ان کے دعوے کے انکار سے کفر لازم نہ آیا۔ فاعتبروا یا اولی الالباب۔

موجودہ مخالفت سے پائے ثبات میں لغزش نہ آئے

ہاں اس طوفان میں ایک بات ہمارے حق میں پیدا ہوگئی، اور وہ یہ کہ لاہور کی جماعت کے متعلق لوگوں کو پتہ لگ گیا کہ یہ جماعت حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتی، باوجود اس کے اس جماعت کی مخالفت اور اسکو مٹانے کے سامان کرنا کس طرح روا ہے، یاد رکھیئے مخالفت اور عناد کی وجہ سے حق اور صداقت کو نہیں چھوڑا جا سکتا، اس جماعت نے امام وقت کی شناخت کی وجہ سے بڑی بڑی مصائب اٹھائیں کئی لوگوں نے جانیں دے دیں، مالی نقصانات اٹھائے، اس لئے یہ مخالفتیں اور طوفان حق سے نہیں موڑ سکتے، ہاں ہماری جماعت کو بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ ان کے پائے ثبات میں کوئی تزلزل واقع نہ ہو اور دعا کرنی چاہیئے کہ الٰہ العالمین ہمیں امتحان میں نہ ڈال ہم عاجز اور کمزور ہیں ہم امتحان کے قابل نہیں اور اگر امتحان ہم پر آئے تو ہمیں اس میں کامیابی کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

جرمن امام محمد امان صاحب مسلم ہائی سکول میں

بروز اتوار مورخہ ۱۵ فروری۔ برلن مسجد کے امام مسٹر محمد امان ہوبوہم سکول ہذا کی دعوت پر سکول ہذا میں تشریف لائے سکول کے ہال میں ان کی تقریر کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور آپ نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے اپنے قبول اسلام کی سرگزشت اور برلن مشن کی کارگذاری سے حاضرین کو روشناس کرایا۔ ازاں بعد آپ نے جرمنی میں سکولوں کے طلبہ کے حالات اور وہاں کے نظام تعلیم اور یوتھ کلب اور نوجوان طلبہ کے دیگر مشاغل کے متعلق واقفیت بہم پہنچائی۔

محمد امان صاحب کی تقریر کا ترجمہ ہیڈ ماسٹر صاحب نے طلباء کو سنایا اور مغرب میں تبلیغ اسلام کی اہمیت اور نوجوانوں کے لئے دیگر ضروری اخلاقی اور علمی باتوں کی طرف توجہ دلائی۔

لیکچر کے بعد سٹاف روم میں سکول کے اساتذہ کی طرف سے امان صاحب کو چائے کی دعوت دی گئی اور سکول کے اساتذہ امان صاحب سے ان کے مشن کے متعلق مختلف سوالات کرتے رہے اور یہ پُر لطف صحبت قریباً ایک گھنٹہ تک رہی۔

آخر میں امان صاحب سکول کے سکاؤٹ روم میں تشریف لے گئے اور سکاؤٹوں سے ملاقات کی اور ان کی دستکاری اور ہاتھ سے بنائی ہوئی مختلف چیزوں کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے۔ سکاؤٹوں نے امام صاحب کو پاکستانی ترانہ سنایا اور امان صاحب نے انہیں جرمن ترانہ سنایا۔ سکاؤٹوں کی خواہش پر جرمن امام صاحب نے وعدہ کیا کہ وہ جرمنی پہنچکر وہاں کے چند سکاؤٹوں کے پتے ان بچوں کو ارسال کریں گے جن سے یہ بذریعہ خط و کتابت دوستی پیدا کر سکیں۔ محمد امان صاحب قریباً دو گھنٹے سکول میں رہے اور طلباء و اساتذہ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔

نامہ نگار

شکریہ احباب

جن اصحاب نے عطیات کی رقوم میرے توسط سے مرحمت فرمائی ہیں ان کے اسمائے گرامی ذیل میں شکر کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں۔

(مرتضیٰ خاں)

(۱) جناب شیخ عزیز احمد صاحب مالک پنجاب ٹمبری وزیر آباد ... ۵۰۰/-/-

۲ - جناب خواجہ محمد سلیم صاحب گوجرانوالہ ... ۲۰۰/-/-

۳ - خانصاحب عبدالغنی خاں صاحب لاہور ... ۱۵۰/-/-

۴ - جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب لاہور ... ۱۰۰/-/-

۵ - جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب لاہور ... ۵۰/-/-

۶ - جناب ماسٹر صادق علی صاحب گوجرانوالہ ... ۵۰/-/-

۷ - جناب امیر بخش صاحب لاہور (بتوسط حضرت امیر قوم) ... ۵۰/-/-

۸ - جناب خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب لاہور ... ۲۵/-/-

۹ - جناب [illegible] صاحب [illegible] ... ۲۵/-/-

۱۰ - جناب [illegible] ... ۲۵/-/-

۱۱ - جناب ڈاکٹر [illegible] صاحب لاہور ... ۲۰/-/-

۱۲ - [illegible] صاحب لاہور ... ۲/-/-

۱۳ - متفرق ... ۶/-/-

میزان (بتاریخ ۱۲ فروری ۱۹۵۳ء) ۱۲۱۲/-/-

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ❊ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ - چھ روپے (پاکستان سے)

۸-۱۲-۰ روپے (ہندوستان سے)

سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۳۹ یوم چہارشنبہ ۲۱ جمادی الاول سنہ ۱۳۷۰ ھ مطابق ۲۸ فروری سنہ ۱۹۵۱ء نمبر ۸

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳- قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی

۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

قومی تعمیر کے بلند ترین مقصد کو پورا کرنے والا ادارہ

جس کی طرف قوم کی پوری توجہ کی ضرورت ہے

ادارہ تعلیم القرآن کے سالانہ اجلاس کی مختصر روئیداد

احباب کو معلوم ہے کہ ادارہ تعلیم القرآن جس کی تحریک حضرت امیر ایدہ اللہ نے آج سے چار پانچ سال پہلے کی تھی۔ تقریباً سوا سال سے ایک چھوٹے سے ہوسٹل کی شکل میں قائم ہوا ہے۔ اس ادارہ کا پہلا سالانہ جلاس ۲۵ فروری سنہ ۵۱ء کو مسلم ہائی سکول ۲ کے احاطہ میں (جہاں یہ ہوسٹل قائم ہے) منعقد ہوا۔ جلسہ میں جس کی صدارت حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے فرمائی دوڈران کے علاوہ جماعت احمدیہ لاہور کے متعدد افراد اور بزرگ موجود تھے۔

سب سے پہلے ماسٹر غلام محمد صاحب خادم سپرنٹنڈنٹ ہوسٹل نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ قرآن کریم کا ایک رکوع تلاوت کیا۔ جس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ جو اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے ازاں بعد سپرنٹنڈنٹ صاحب نے ہوسٹل کی سالانہ رپورٹ پڑھی۔ جس میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی خدمات اسلام کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اس ادارہ اور ہوسٹل کا اصل مقصد یہی ہے۔ کہ قوم کے نوجوان جو مختلف کالجوں میں دنیوی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس ہوسٹل میں رہ کر دینی تعلیم بھی حاصل کریں۔ قرآن کا علم سیکھیں قرآن کے بتلائے ہوئے احکام پر عمل کریں۔ اور اپنی عملی زندگی میں قرآن کے بتلائے ہوئے اصولوں کو اپنائیں انہوں نے اس کو قومی تعمیر کا بلند ترین مقصد قرار دیتے ہوئے بتایا کہ زندہ قومیں اپنے بچوں اور نوجوانوں کے لئے ایسی ہی درسگاہیں اور ادارے قائم کرتی ہیں۔

لیکن اس کے ساتھ ہی آپ نے ہوسٹل کی عمارت اس کے محل وقوع اور ماحول پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی مایوسی کا اظہار کیا اور بتایا کہ یہ عمارت، اور اس کا محل وقوع نہ صرف ادارہ تعلیم القرآن کے بلند ترین مقصد کے منافی ہے۔ بلکہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی شہرت اور کارہائے نمایاں سے اسے کوئی مناسبت نہیں۔ آپ نے بتایا کہ ہوسٹل کے صرف چھ چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں جن میں پندرہ طلبا اقامت پذیر ہیں۔ پانچ ایم۔ ایس سی کے طالبعلم ہیں۔ ایک بی۔ اے کا دو بی کام میں پڑھتے ہیں۔ تین ایف۔ اے۔ ایف۔ ایس سی میں ہیں اور ایک ٹکنالوجی کا طالب علم ہے سب طلبا سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہیں اور تین جماعت احمدیہ کی خدمات کو بنظر تحسین دیکھتے ہیں۔ موجودہ عمارت جو مسلم ہائی سکول ۲ کا ایک حصہ ہے جو سہولتیں ممکن ہیں دی گئی ہیں لیکن پھر بھی تنگی اور تکلیف کے ساتھ گذارہ ہو رہا ہے اور سب سے بڑی مصیبت ماحول کی ہے۔ کیونکہ اسی احاطہ میں اردگرد مہاجر آباد ہیں۔ جن کی وجہ سے بہت سی مشکلات کا سامنا ہے۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اس ہوسٹل کے آنریری افسر ہیں۔ جو ہر ہفتہ تشریف لاکر نہ صرف انتظامی امور کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ بلکہ طلبا کو پند و نصائح بھی کرتے رہتے ہیں۔

آپ نے بتایا کہ اس ہوسٹل میں نماز باجماعت اور درس قرآن لازمی ہے۔ اور قریباً ہر ہفتہ طلباء ہوسٹل کی بزم ادب کے اجلاس بھی منعقد ہوتے ہیں جن میں کسی نہ کسی علمی اور دینی موضوع پر طلباء اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں

رپورٹ کے آخر میں آپ نے اراکین انجمن سے اپیل کی۔ کہ وہ اس ادارہ کی طرف اپنی خاص توجہ مبذول فرمائیں۔ اور اس قومی تربیت گاہ کو صحیح معنوں میں قوم کے شایان شان بنائیں اور ہوسٹل کے لئے کوئی اچھی عمارت اور بہتر اور پرسکون ماحول تجویز فرمائیں جس میں نہ صرف ہو ..... (؟) کی رہائش کا ...... بلکہ ایک عالم باعمل کی رہائش کا بھی انتظام ہو۔ جو طلبا کی تعلیم و تربیت کا ذمہ دار ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی لائبریری ریڈنگ روم، نماز، درس اور اجلاس کے لئے ایک کشادہ ہال ہو۔ ایک ریڈیو سٹ لگایا جائے۔ اور صفائی روشنی اور ہوا کا خاطر خواہ بندوبست ہو

یہ رپورٹ کا خلاصہ ہے پوری رپورٹ کسی آئندہ اشاعت میں درج ہوگی اس رپورٹ کے پڑھا جانے کے بعد ڈچ گائنا اور برٹش گائنا کے آئے ہوئے ہمارے دو نوجوان دوستوں نے مختصر تقاریر میں بتایا کہ کس طرح سے عیسائیت نے ان کے ممالک میں مسلمانوں کو مرتد کرنے کے لئے جال بچھا رکھا تھا۔ جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی تبلیغی مساعی اور اسلامی لٹریچر سے تار تار ہو گیا۔ اور اب ہم اس غرض سے یہاں آئے ہیں کہ انجمن میں رہ کر علم دین حاصل کریں اور اپنے اپنے ملک میں واپس جا کر لوگوں کو اسلام پر قائم اور مضبوط کرنے کی کوشش کریں

اس کے بعد ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے ایک مختصر تقریر میں بتایا کہ ہوسٹل کی جن مشکلات کا ذکر سپرنٹنڈنٹ صاحب نے اپنی رپورٹ میں کیا ہے۔ ان کو دور کرنے کی کوشش کی جائیگی دراصل اب تک ہماری توجہ صرف غیر ممالک میں تبلیغ کی طرف رہی ہے۔ جس سے اس میں شک نہیں عظیم الشان نتائج پیدا ہوئے ہیں اور نہ صرف یہ کہ مغربی ممالک میں اسلام کے متعلق اچھے خیالات پیدا ہو گئے۔ اور لوگوں کا رجحان اسلام کی طرف ہو رہا ہے

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

اطاعت امیر اور جماعت کی شیرازہ بندی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

جماعت کی شیرازہ بندی اطاعت امیر میں ہے

(۱) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی وانما الامام جنۃ یقاتل من ورائہ ویتقی بہ فان امر بتقوی اللہ وعدل فان لہ بذالک اجراً وان قال بغیرہ فان علیہ منہ متفق علیہ

(مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی پس (صحیح معنوں میں) اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری فرمانبرداری نہ کی (وہ میری ہی نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے بھی دستکش ہو گیا۔ جس نے امیر قوم کی فرمانبرداری کی گویا اس نے میری فرمانبرداری کی۔ اور جس نے امیر کی فرمانبرداری سے انکار کیا (یقیناً) وہ میری فرمانبرداری سے نکل گیا۔ لاریب امیر بمنزلہ ڈھال کے ہے۔ جس کی قیادت میں قتال (یا اعلاء کلمۃ اللہ) کیا جاتا ہے۔ اور اسی کی قیادت میں ہر قسم کا بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ پس اگر وہ تقویٰ اللہ کا اور عدل و انصاف کا حکم کرے تو اس کے (امیر کے) لئے بہت بڑا اجر ہے۔ اگر تقویٰ اللہ اور عدل کے سوا حکم کرے تو وہ گناہ کا مرتکب ہوگا

اطاعت امیر بہر حال ضروری ہے

(۲) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رای من امیرہ شیئاً یکرھہ فلیصبر فانہ لیس احد یفارق الجماعۃ شبراً فیموت الا مات میتۃ جاھلیۃ متفق علیہ (مشکوٰۃ باب ایضاً)

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص امیر قوم میں ایسی چیز دیکھے جسے وہ پسند نہ کرے تو چاہیئے کہ وہ صبر کرے۔ (اور معاملہ پر غور کرتا رہے شاید وہ خود غلطی پر ہو) پس جو شخص بھی جماعت سے ایک بالشت بھر جدا ہو (اور جماعت میں انتشار پیدا کیا) وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

دکھ برداشت کر کے جماعت کو انتشار سے بچانا چاہیئے

وعن وائل بن حجر قال سال سلمۃ بن یزید الجعفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا نبی اللہ ارایت ان قامت علینا امراء یسئلونا حقھم ویمنعونا حقنا فما تامرنا قال اسمعوا واطیعوا فانما علیھم ما حملوا وعلیکم ما حملتم رواہ مسلم

(مشکوٰۃ باب ایضاً)

ترجمہ وائل بن حجر سے روایت ہے۔ کہ سلمہ بن یزید الجعفی نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا نبی اللہ اس بات کے متعلق ہمیں ہدایات صادر فرمائیں کہ اگر ہم پر ایسے امرا مسلط ہوں جو ہم سے اپنا حق (اطاعت) مانگیں مگر ہمارے حق (حقوق العباد) کی رعایت نہ رکھیں۔ حضورؐ نے فرمایا ان کا حکم سنو اور اطاعت کرو۔ (بغاوت سے باز آؤ کیونکہ جماعت کا شیرازہ بکھر جائیگا اور کمزور ہو کر تباہ ہو جائے گی) یقیناً وہ (امرا) اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔ اور تم اپنے اعمال (صبر و تحمل) کی جزا پاؤ گے۔ (اللہ تعالیٰ خود ایسی صورت پیدا کر دے گا جس سے اصلاح حال ہو۔ اور قوم اتفاق و اتحاد کی مضبوط چٹان پر کھڑی ہو جائے)

احادیث بالا کی عملی تفسیر ابوذر غفاریؓ کے کردار میں

جب عراقیوں کو یہ خبر ملی کہ حضرت ابوذر غفاریؓ کو حضرت عثمانؓ نے ربذہ میں بھیجدیا ہے تو وہ ربذہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس شخص (عثمانؓ) نے آپ کے ساتھ نازیبا سلوک کیا ہے۔ اگر آپ ان کے خلاف علم بغاوت بلند کریں تو ہم لوگ آپ کی حمایت (باقی کالم ملا)

* پر تیار ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مسلمانو! اس معاملہ میں تم دخل نہ دو۔ اپنے امیر کو ذلیل نہ کرو۔ کیونکہ جس نے اپنے امیر کو ذلیل کیا اس کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ اگر عثمانؓ مجھ کو سولی پر چڑھا دیتے تو مجھے عذر نہ ہوتا۔ اور میں اس میں اپنی بھلائی سمجھتا۔ اگر وہ ربذہ کی بجائے ایک افق سے دوسرے افق یا مشرق سے مغرب بھیج دیتے تب بھی میں سر تسلیم خم کر دیتا۔ اور اسی میں اپنی بہتری سمجھتا۔ اور اگر وہ کہیں نہ بھیجتے۔ اور مجھے میری قیام گاہ ہی میں لوٹا دیتے تو بھی مجھ کو کوئی عذر نہ ہوتا۔ اور اس میں بھی اپنی سعادت سمجھتا۔ (طبقات کبیر بحوالہ سیر المہاجرین حصہ دوئم مولفہ مولوی حاجی معین الدین ندوی)

نفس مطمئنہ کس طرح حاصل ہو؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات

تقویت ایمان کا ذریعہ

پھر متقی کے لئے ایک اور منزل آتی ہے۔ وہ مما رزقنھم ینفقون ہے یعنی جو کچھ ان کو ہم نے دیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے اور دیتے ہی رہتے ہیں۔ لکھا ہے کہ ایمان کبھی کسی حال سے قوی ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے یہ لکھا ہے۔ کہ اول خود دعا کرے اور پھر جن پر حسن ظن ہو ان سے دعا کرائے۔ یہ بھی نہ ہو۔ تو خیرات کرے۔ جب خیرات دیتا ہے تو قبض دور ہو جاتی ہے۔ سوالی اگر آ جائے۔ تو اس کو پہلے ہی جھڑک نہ دے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ایک قبض پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر کچھ بھی دینے کی توفیق نہیں ملتی۔ اور اگر اس کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے گا۔ تو کچھ دینے کے لئے بھی سینہ کھل جائے گا۔ صدقات ایسی چیزیں ہیں کہ ان سے دنیاوی منازل طے ہو جاتی ہیں۔ اخلاق فاضلہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور پھر بڑی بڑی نیکیوں کی توفیق دی جاتی ہے۔

دوسرا درجہ اصلاح

غرض مختلف مدارج اور اسباب ہیں۔ اور یہ اس لئے ہیں۔ کہ متقی اپنے اصلی مرتبہ پر پہنچ جائے یہ دوسرا درجہ اصلاح کا ہے۔ اس وقت متقی کا نام صالح رکھا جاتا ہے۔ اس وقت شیطان کمزور ہو جاتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ صالح کا درجہ طفیلی درجہ ہے۔ جو تقویٰ سے آتا ہے پہلا درجہ بہت ہی مشکل ہے کیونکہ اس وقت شبہات سے ایک خطرناک جنگ ہوتی ہے۔ اور شیطان پوری طاقت سے حملہ کرتا ہے۔ مگر اس درجہ میں فساد دور ہو جاتے ہیں شیطان کو بہت سی شکستیں مل چکی ہوتی ہیں۔ اس کی طاقت بہت ہی کمزور ہو جاتی ہے۔

تیسرا درجہ اطمینان

اس کے بعد تیسرا درجہ یہ ہے کہ فساد دور ہو کر اخلاق فاضلہ اور خدا کی محبت اندر آ جاتی ہے۔ یہ اطمینان کا درجہ ہے۔ اور یہ وہی درجہ ہے۔ جس کو یا ایتھا النفس المطمئنۃ کہا گیا ہے۔ میں اس کے وہ معنی کرتا ہوں۔ جو مجھ پر کھولے گئے ہیں۔ جب انسان اس درجہ پر پہنچتا ہے ایک قدرتی جذب الی اللہ اس میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ گولی کی طرح لڑھکتا ہوا چلا جاتا ہے اب دور رہنا ناممکن ہے۔ یہ معیت کو چاہتا ہے۔ اور اس درجہ پر طبعاً ایک جوش اور حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ خدا کی طرف دوڑتا ہے۔ ایک وقت اس پر ایسا گذرا ہے۔ کہ یہ زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا اور اب یہ حالت ہے۔ کہ جیسے ایک گیند۔ کوئی ڈھلوان جگہ پر رکھ دیں اور بے اختیار لڑھکتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح پر انسان بلا تکلف اور تصنع کے خدا کی طرف کھچا چلا آتا ہے۔ اور ایسی وہ حالت ہوتی ہے۔ کہ خدا اس سے راضی اور وہ خدا سے راضی ہوتا ہے (باقی ملاحظہ کالم ملا)

معنئ راز نبوت

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں ∴ وحشیوں میں دین کا پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ ∴ معنئ راز نبوت ہے اسی سے آشکار

نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے ∴ قوم وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

روشنی میں مہر تاباں کی بھلا کیا فرق ہے ∴ گرچہ نکلے روم کی سرحد سے یا از زنگبار

(مسیح موعود)

قرآن ہی ہماری طاقت کا سرچشمہ ہے جسکے ذریعہ سے مشرق و مغرب میں بیداری کی لہر پیدا ہو چکی ہے

قرآن کو علوم جدیدہ کی روشنی قوت ایمانی کے حصول کیلئے پڑھنا چاہیئے

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام طلبائے ادارہ تعلیم القرآن کے نام

حضرت امیر ایدہ اللہ کا مندرجہ ذیل پیغام ادارہ تعلیم القرآن کے سالانہ اجلاس میں ۲۵ فروری کو پڑھا گیا جسکی مفصل رپورٹ دوسری جگہ درج ہے۔

میرے محترم بھائیو اور نوجوان دوستو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ادارہ تعلیم القرآن کی تحریک ۱۹۴۲ء میں شروع ہوئی تھی۔ مگر جنگ کے بعد گرانی کے بڑھتے جانے کی وجہ سے اس کے لئے عمارت کا بنوانا ملتوی ہوتا چلا گیا۔ اور اس لئے اصل تجویز کبھی معرض التواء میں پڑی رہی۔ لیکن سال گذشتہ اس کی ایک نہایت ہی مختصر سی بنیاد موجودہ صورت میں رکھ دی گئی۔ مجھے امید ہے کہ اسی مختصر بنیاد پر خدا نے چاہا تو ایک دن ایک عظیم الشان عمارت نظر آئے گی۔ مگر اس کا انحصار بہت حد تک ان کوششوں پر ہے۔ جو یہاں کے طلبا یا ادارہ کے منتظمین اس کام کی ترقی کے لئے کریں۔

تحریک کی اصل غرض اور پہلا قدم

اس تحریک کی اصل غرض یہ تھی۔ کہ اول نئی تعلیم یافتہ پود میں قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کا شوق پیدا کیا جائے۔ اور دوسرے مستعد طبائع کو اس کام کے لئے تیار کیا جائے۔ کہ وہ قرآن حکیم کے متعلق ریسرچ کے کام میں لگ جائیں اور تیسرے، قرآن کریم کے علوم کو دنیا کی مختلف زبانوں میں پھیلانے کے لئے ایک مستقل بنیاد رکھی جائے۔ اس وقت جو بنیاد رکھی ہے۔ وہ ابھی غرض اول کے حصول کے لئے یعنی نوجوانوں میں تعلیم قرآن کے حصول کا شوق پیدا کرنے کے لئے پہلا اور شاید ایک کمزور سا قدم ہے۔

قرآن کامیابی کا موجب ہے

لیکن ہم قرآن کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کے لئے اٹھے ہیں۔ اور میں آپ کو سب سے پہلے یہ خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ قرآن کا پیغام ہے کہ کوئی شخص دنیا میں نہیں اٹھا جسے اللہ تعالیٰ نے کامیاب نہ کیا ہو۔ اور یہ شاید اس عظیم الشان بشارت کا ہی ایک رنگ ہو جو خود مہبط وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے دی تھی

ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ

قرآن کریم جس قلب مطہر پر پہلے نازل ہوا اس کی کامیابی کو سخت ترین دشمنوں نے تسلیم کیا ہے۔ اور اس بات کا صاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ (حضرت) محمد (مصطفےٰ صلعم) دنیا کی تمام مذہبی شخصیتوں میں سب سے زیادہ

کامیاب انسان ہیں۔"

مسلمان بھی جب تک اس کے حامل رہے۔ اور یہ ان کا رہنما رہا ان کا قدم آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور آنحضرت صلعم کے صحابہؓ دنیا کی سب سے بڑی کامیاب قوم ہے

زمانہ انحطاط کی خصوصیت

ہمارے اس زمانہ کی جو مسلمانوں کے انحطاط کا زمانہ ہے سب سے نمایاں خصوصیت یہی نظر آتی ہے۔ کہ ہماری نظریں قرآن حکیم کی طرف جو ہماری کامیابیوں کا اور ہماری طاقت کا اصل سرچشمہ تھا نہیں اٹھتیں مسلمانوں کی بڑی بڑی درسگاہیں بنی ہوئی تھیں اور ان میں بڑے بڑے علوم سکھائے جاتے تھے لیکن جو چیز نہ سکھائی جاتی تھی۔ وہ قرآن تھا۔ آج سے شاید کوئی تیس سال پیشتر کا ایک واقعہ سناتا ہوں کہ مسلمانوں کے ایک اچھے اونچے تعلیم یافتہ طبقہ میں میری ایک تقریر تھی جس میں میں نے اس بات پر زور دیا۔ کہ ایک مسلمان کے لئے قرآن سب سے مقدم ہے۔ اس کے بعد حدیث نبوی ہے۔ اور اس کے بعد فقہ تو تقریر کے خاتمہ پر ایک بزرگ نے فرمایا کہ آپ نے ہماری فقہ کو تھرڈ کلاس بنا دیا۔ میں نے جواب میں عرض کیا۔ کہ آپ نے ہمارے قرآن کو تھرڈ کلاس بنا رکھا ہے۔ اور اسی سے ہماری قوم تھرڈ کلاس ہو گئی ہے جب تک ہم نے قرآن کو مقدم رکھا ہم دنیا کے پیشرو رہے۔ آج پھر قرآن کو مقدم کریں تو پھر دنیا کے رہنما بن سکتے ہیں

مجدد وقت کا عظیم الشان کارنامہ

آج مسلمان قوم کا قدم پھر آگے بڑھنا شروع ہوا ہے تو اسی لئے ہوا ہے۔ کہ آج ان کی توجہ پھر اس طرف ہوئی ہے کہ قرآن کریم کو مقدم کیا جائے۔ یہ پیغام اس زمانہ سب سے پہلے اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دیا۔ آج سے ساٹھ سال پہلے جب آپ یہ پیغام لے کر اٹھے۔ کہ قرآن سب پر مقدم ہے تو مسلمان عام طور پر اس خیال کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے کہ قرآن اور حدیث کو ہمارے بزرگ ہم سے بہتر سمجھتے تھے۔ اس لئے جو کچھ انہوں نے قرآن اور حدیث کا مطلب سمجھا۔ ہم اس سے انحراف نہیں کر سکتے۔ ان کی توجہ اس طرف نہ گئی۔ کہ قرآن کریم ایک نور ہے اور یہ ہر زمانہ کے لوگوں کو ایک نئی روشنی دیتا ہے اس صدی کے مجدد کا اگر کوئی اور کارنامہ نہ بھی ہوتا تو یہی انقلاب کوئی چھوٹا سا انقلاب نہیں۔ جو آپ کی بدولت اس ملک میں پیدا ہو چکا ہے۔ کہ مقدم فقہ نہیں بلکہ قرآن ہے۔ اور وہ حدیث پر بھی مقدم ہے۔ اور آہستہ آہستہ یہی خیال دوسرے ممالک میں بھی پھیل رہا ہے۔ اور آپ کی کامیابی اس سے ظاہر ہے کہ آج مملکت خداداد پاکستان کے آئین کی بنیاد جب رکھی جاتی ہے تو اس میں قرآن کو ہی سب پر مقدم کیا جاتا ہے ورنہ ہمارے اس ملک میں کیا مسلمان اور کیا ہمارے غیر مسلم حکام فقہ کو ہی اصل بنیاد دین اسلام سمجھتے تھے

قرآن کو علوم جدیدہ کی روشنی میں پڑھا جائے

مگر آج ضرورت ہے۔ کہ قرآن حکیم کو اس زمانہ کے واقعات اور اس زمانہ کے علوم کی روشنی میں پڑھا جائے۔ اور اپنی مشکلات میں ہم قرآن پاک سے روشنی حاصل کرنے کی کوشش کریں اس وقت اس ملک کے مسلمان ایک عجیب کشمکش میں ہیں بنیادی طور پر تو یہ اصول تسلیم کر لیا ہے۔ کہ ہمارے آئین کی بنیاد قرآن شریف اور اس کے بعد سنت نبوی پر ہے۔ مگر اس کی تفصیلات طے کرنے کیلئے وہ لوگ درکار ہیں جو قرآن کو ان واقعات اور ان علوم کی روشنی میں پڑھیں اور اس سرچشمہ سے سیراب ہوں مگر ہمارے علماء اور ان کے تتبع میں عوام الناس کے ذہن میں جو تفصیلات ہیں وہ وہی ہیں جو آج سے صدیوں پیشتر کی فقہ پر مبنی ہیں۔ اگر واقعی اسی فقہ کو اصل قانون ٹھیرایا جائے تو یہ عمارت اس بنیاد پر نہ ہوگی جو آئین بناتے وقت رکھی ہے

قرآن ہماری طاقت کا سرچشمہ ہے

اس موقعہ پر میں اپنے نوجوان دوستوں کو جنہوں نے اس ادارہ میں پہلا قدم رکھا ہے ایک نصیحت بھی کرنا چاہتا ہوں قرآن کریم جیسا کہ تاریخ اس پر شاہد ہے وہ کتاب ہے جس نے دنیا میں ایک ایسا انقلاب عظیم پیدا کیا جسکی دوسری نظیر دنیا میں نہیں ملتی مگر اس سے بھی بڑھ کر اس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ آج بھی دنیا میں وہی انقلاب پیدا کر سکتی ہے جو اس نے پہلے پیدا کر کے دکھایا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو قوم ایک دفعہ اوج پر پہنچ کر گر جائے وہ دوبارہ نہیں اٹھتی وہ واقعات کو جھٹلاتے ہیں مشرق سے لیکر مغرب تک مسلمان قوموں میں ایک احساس بیداری پیدا ہو رہا ہے۔ انڈونیشیا اور چین سے لیکر مغرب کی طرف مراکش کی طرف چلے جاؤ ہر مسلمان قوم کے اندر ایک نئی زندگی کی لہر دوڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور وہ بیداری اور زندگی کسی مادی خیال پر مبنی نہیں بلکہ اس زبردست روحانی خیال پر مبنی ہے کہ قرآن ہماری طاقت کا سرچشمہ ہے۔ اور وہ امن اور صلح جسکے بغیر تہذیب انسانی اب زندہ نہیں رہ سکتی صرف پیغام قرآن ہی دنیا میں قائم کر سکتا ہے ہر ملک کے مسلمانوں کی زبان سے آج یہی الفاظ مختلف رنگوں میں مؤتمر عالم اسلامی میں دوہرائے گئے ہیں اس سے بڑھکر یہ کہ آج واقعات کو گہری نگاہ سے دیکھنے والے غیر مسلم بھی قرآن کی عظمت کے سامنے سرجھکا رہے ہیں یہ ایک ہوا ہے جو خدا کی طرف سے چل گئی ہے اور اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی

قرآن کو کس طرح پڑھا جائے؟

مگر میں اپنے نوجوان دوستوں کو یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر واقعی آپ قرآن سے زندگی حاصل کرنا چاہتے ہیں اس کے ذریعہ سے اپنے اندر بھی ایک انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو اسطرح پڑھیں جو اس کے پڑھنے کا حق ہے ثواب کی خاطر سب مسلمان قرآن کو پڑھتے ہیں مگر آپ لوگ اس سے قوت حاصل کرنے کیلئے قرآن کو پڑھیں اور انسان کے اندر قوت پیدا کرنیوالی چیز اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان ہے جو قرآن کریم کے ایک ایک جملہ اور ایک ایک لفظ میں بھرا ہوا ہے۔ آپ کیلئے استاد بھی ہونگے جو آپ کو قرآن کریم کا مفہوم سمجھائیں گے مگر آپ تنہائی میں بھی ضرور اس کا ایک حصہ پڑھیں ترجمہ کو ساتھ رکھکر پڑھیں اور اسطرح پڑھیں کہ گویا آپ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو کر اس کے ارشادات کو سن رہے ہیں گویا قرآن کریم اس وقت آپکے قلب پر اتر رہا ہے۔ جب تک یہ آپکے دل پر نہ اترے آپکے دل میں داخل بھی نہیں ہو سکتا۔ اور جبتک خود آپ کے دل اس کے نور سے روشن نہ ہوں آپ اس کی روشنی کو دنیا میں پھیلا نہیں سکتے۔ اس کی روشنی تو دنیا میں پھیل کر رہے گی کیونکہ خدا کا وعدہ ہے۔ مگر خوش قسمت وہ لوگ ہوں گے جن کے ذریعہ سے یہ نور دنیا میں پھیلے۔ اسلئے آپ یہ کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ آپکو ان لوگوں میں سے بنائے یہی وہ دعا ہے جو روز کی نماز میں ہمیں سکھائی گئی ہے

چند اعتراضات کے جوابات

از شیخ محمد یوسف صاحب گرہنتی

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

ہمارے ملتانی دوست عبد العزیز خان صاحب نے کوئٹہ کے ایک مولوی صاحب کو تبلیغ احمدیت کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود کی کتاب آئینہ کمالات اسلام دی تھی کہ اس میں جو باتیں انہیں خلاف اسلام نظر آئیں۔ ان پر نشان لگا کر کتاب واپس کر دیں۔ تاکہ ہم ان پر غور کر سکیں۔ مولوی صاحب کتاب لیکر کوئٹہ چلے گئے۔ اب خانصاحب کے ایک خط کے جواب میں ایک خط انہوں نے لکھا ہے۔ جس میں کچھ اعتراضات کسی رسالہ سے نقل کر کے بھیج دیئے ہیں۔

خان صاحب موصوف کے ارشاد پر خاکسار نے ان کی طرف سے ان اعتراضات کے جوابات لکھ کر بھیجے ہیں جن کی نقل شامل ہذا ہے۔ مناسب سمجھیں تو درج اخبار فرما کر ممنون فرمائیں

والسلام خاکسار

محمد یوسف گرہنتی۔ از ملتان

محترم۔ بعد سلام مسنون گذارش ہے کہ نوازش نامہ صادر ہوا۔ شکریہ!۔ جواباً عرض ہے کہ میں نے تو آپ کو کتاب آئینہ کمالات اسلام دی تھی کہ آپ اس کو پڑھ کر جہاں جہاں خلاف اسلام باتیں ہوں نشان لگا کر کتاب واپس بھیجدیں۔ مگر آپ نے کہیں سے مخالفین کے اعتراضات لکھ کر بھیج دیئے۔ جن کا بارہا جواب دیا جا چکا ہے۔ ممکن ہے آپ کے خلاف بھی آپ کے مخالفین نے اعتراضات کئے ہوں۔ جن کو آپ بے حقیقت سمجھتے ہوں تاہم آپ کے اعتراضات کے جوابات عرض ہیں

(ا) سے اعتراض مراد ہے اور ج سے جواب

(ا) عیسےٰ کی ہتک ثابت ہے۔ یا بمعہ سے حضرت عیسےٰ کی توہین اور دعوٰئے نبوت ثابت ہوتا ہے۔

ج کجا شد عیسےٰ مریم کہ مردہ زندہ می کردے (خطبات حنفیہ)

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں

از دم من او بماند جاوداں

شد ز عیسےٰ زندہ لیکن باز مرد

شاد آنکو جاں بدیں عیسیٰ سپرد

(مثنوی روم)

آنچہ از عیسےٰ و مریم فوت شد

گر مرا باور کنی آں ہم شدم

(شمس تبریز)

مسیحا بزماں پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو

چھپا چاہ لحد واسے قسمت ماہ کنعانی

(مرثیہ بر وفات مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی از مولوی محمود الحسن صاحب)

اگر ان کلمات سے حضرت عیسےٰ کی ہتک نہیں ہوتی تو حضرت مرزا صاحب کے کلام سے کیسے ہو گئی؟

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے خضر اگر تم نے موسیٰ سے کہا تھا کہ لن تستطیع معی صبراً تو میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے۔ اگر تم اسرائیلی ہو تو میں محمدی ہوں لیجئے یہ میں اور یہ آپ ہیں اور یہ گیند اور یہ میدان ہے۔ . . . . یہ میرا گھوڑا لگام اور زین سے کسا ہوا تیار ہے۔ اور میری کمان کھنچی ہوئی ہے اور میری تلوار برہنہ ہے۔

(الجواہر)

حضرت خضر علیہ السلام کو حضرت موسےٰ علیہ السلام پر ایک جزوی فضیلت حاصل تھی، مگر حضرت شیخ عبد القادر صاحب حضرت خضر سے بھی بڑھ گئے کیونکہ وہ اسرائیلی تھے۔ اور آپ محمدی ہیں فرمایئے حضرت شیخ عبد القادر کے ان کلمات سے حضرت موسےٰ کی ہتک ہوتی ہے؟ پھر حضرت مرزا صاحب پر کیا اعتراض!

(ا) مرزا صاحب کو دعوےٰ ہے کہ ان کو وحی ہوتی تھی۔

ج۔ وحی دو قسم ہے وحیٔ نبوت اور وحی ولایت وحیٔ نبوت بند ہے۔ وحیٔ ولایت تا قیامت جاری ہے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں وحیٔ نبوت نہیں۔ وحی۔ ولایت کے ہم قائل ہیں جو زیر سایۂ نبوت محمدیہ ملتی ہے۔

(ازالہ اوہام)

(ا) مرزا صاحب کو آیات قرآنی کا الہام ہوا۔ اور بالخصوص ان آیات کا جو حضرت رسول مقبول صلعم سے مخصوص ہیں۔

(ج) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کو ان کے فرزند محمد یحییٰ کی پیدائش پر الہام ہوا

انا نبشرک بغلام اسمہ یحیی

(مقامات امام ربانی مطبوعہ دہلی ص ۱۳۶)

مولوی محمد عبد اللہ صاحب غزنوی کو الہام ہوئے۔ الم نشرح لک صدرک ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ فسیکفیکھم اللہ۔ فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل۔ فصل لربک وانحر۔ ووجدک ضالاً فہدیٰ

(اثبات الالہام از مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی)

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں۔

"غیر شرعی الہام ممنوع نہیں اور نہ ایسا الہام ممنوع ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کسی سابقہ حکم کی تعریف فرمائے یا کسی حکم کے عدم تعیین کی خرابی ظاہر فرمائے۔ ایسا ہی قرآن کریم کا نزول اولیا کے قلوب پر ہونا منقطع نہیں ہوا۔ باوجودیکہ قرآن کریم اپنی اصلی صورت میں محفوظ ہے۔ لیکن اولیا کو نزول قرآن کا ذوق عطا کرنے کے لئے ایسا کیا جاتا ہے"

حضرت مرزا صاحب بھی یہی فرماتے ہیں کہ

"اولیاء کی وحی کی شان قرآن مجید کی وحی کی شان کے برابر نہیں ہے۔ گو ان کو کلمات مثل قرآن کے وحی ہوں"

(انجام آتھم ص ۳۳)

(ا) مرزا صاحب نے اپنے کو کہا ہے کہ

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا

منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

(ج) حضرت بایزید رحمۃ اللہ نے اپنے کو آدم موسےٰ۔ ابراہیم اور محمد صلعم کہا ہے دیکھو تذکرۃ الاولیا از شیخ فرید الدین عطار۔

حضرت مرزا صاحب کو گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے نام دیئے جانے کا یہ مطلب ہے۔ کہ آپ ان کی صفات کے مظہر ہیں۔ مقام فنا کے متعلق جناب کا اعتراض ہے کہ کیا فنا فی اللہ ہونے والے اپنے کو منم خدائے جہاں و منم رازق و رحیم کہتے ہیں جواباً عرض ہے کہ ہاں کہتے ہیں انا الحق اور سبحانی کے الفاظ شاہد ہیں۔ حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

— انا الواحد المفرد الکبیر بذاتہ
انا الواصف الموصوف علم طریقتی
کل بلاد اللہ ملکی حقیقۃ
ولو شئت لفنیت الانام بلحظتی

اور کوئی گو نہ تو من قدامہ من ذی امم

من خدا تک بھی کہہ گئے ہیں جنید بغدادی فرماتے ہیں لیست فی جبتی الا اللہ

حضرت رسول خدا صلعم کو قرآن مجید میں رؤف رحیم کہا گیا ہے آپ کے دست مبارک کو دست خدا کہا ہے۔ ولکن اللہ رمیٰ بھی آیا ہے انما یبایعون اللہ بھی ہے۔ قل یا عبادی بھی موجود ہے۔ حدیث میں تخلقوا باخلاق اللہ کا حکم ہے یعنی خدا کی صفات کے مظہر بنو۔ مگر مقام فنا میں انسان عین خدا نہیں بن جاتا۔ جس طرح ظل نبی۔ نبی نہیں اسی طرح ظل اللہ اللہ نہیں۔

(ا) مرزا صاحب نے اپنے نہ ماننے والوں کو ذریۃ البغایا کہا ہے۔

(ج) یہ حوالہ آئینہ کمالات سے ہے کتاب آپ کے پاس ہے۔ اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار ہے۔ اس کو پڑھ لیں جس میں حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"غرض ایسے لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں انصار دین کے دشمن ہیں اور یہود کے قدموں پر چل رہے ہیں مگر ہمارا یہ قول کلی نہیں۔ راستباز علماء اس سے باہر ہیں صرف خائن مولویوں کی نسبت یہ لکھا گیا ہے۔

(ا) مرزا صاحب نے انگریزی حکومت کی تعریف کی ہے۔

(ج) حضرت مرزا صاحب نے انگریزوں کو دجال کہا ہے۔ اور فرمایا کہ میں دجال کو قتل کرنے آیا ہوں۔ چنانچہ ان کے عقائد باطلہ کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں تاہم انگریزوں کے عہد میں چونکہ مذہبی آزادی تھی اس وجہ سے انکی حکومت کو سراہا ہے۔ آج بھی اگر پاکستان کی حکومت کا بلی یا دیوبندی یا احراری مولویوں کے ہاتھ میں ہو۔ تو احمدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ اس لئے ایسی حکومت کہ جس میں مذہبی آزادی اور حقوق کی نگہداشت ہو قابل تعریف ہی ہے۔ خواہ اس کا حکمران سنجا شی ہی ہو۔

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

ہمارا دینی جہاد اور اس کیلئے دیوانہ وار قربانیوں کی ضرورت

چندہ ماہوار دسواں حصہ آمد۔ دس یوم کی آمد کیلئے تمام جماعت سے اپیل

ہانگ کانگ، استنبول اور مصر میں مشن کھولنے کیلئے جماعت کے متمول کارخانہ داروں سے اپیل

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی دوسری تقریر جو ۲۶ر دسمبر ۵۰ء کو جلسہ سالانہ میں پڑھی گئی

حفاظت دین کے کام میں حصہ

اب میں آپ کو آپ کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کی آویزش کو بھی ایک جنگ ہی قرار دیا ہے مگر کیا آپ کے دل کبھی محسوس کرتے ہیں کہ ہم ایک جنگ میں مشغول ہیں۔ ہمارے امام نے اسے ایک جہاد قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلعم نے اسے سب سے بڑا جہاد قرار دیا ہے۔ وجاھدھم بہ جہاداً کبیراً مگر کیا آپ کے دل یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم ایک جہاد میں مصروف ہیں جس کی غرض یہ ہے کہ حق کو فتح ہو اور باطل کو شکست ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سب کی حالت یکساں ہے۔ آپ میں وہ لوگ بھی ہیں جن کے دلوں کے اندر یہ احساس ہے۔ جنہوں نے اپنی زندگیاں خدا کے سامنے پیش کر دی ہیں جنہوں نے اپنے مال خدا کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ جنہوں نے اپنے اوقات خدا کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ جن کے دلوں سے ہر وقت یہ آہ نکلتی ہے۔ کہ اے خدا تو اپنے قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے اور اپنے دین کو دنیا میں پھیلانے کے اور غالب کرنے کے رستے ہمارے لئے کھول دے۔ جن کے اندر یہ حرکت بھی موجود ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اس جہاد میں شامل ہونے کی ترغیب دیں۔ اور خدا کی راہ میں لڑنے والی فوج کو قوت پہنچائیں۔ مگر آپ میں ہاں ان لوگوں میں جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا۔ وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے امام وقت کو زبان سے قبول کیا۔ مگر جو کام امام وقت نے ان کے سپرد کیا تھا۔ اس کے لئے وہ ہاتھ نہیں ہلاتے۔ پیسہ خرچ نہیں کرتے۔ گویا ان کے دلوں میں یہ آرزو ہی پیدا نہیں ہوتی۔ کہ خدا کا نام دنیا میں بلند ہو۔ خدا کا کلام دنیا میں پہنچے، خدا کا دین دنیا میں غالب ہو۔ آج دنیا کی وہ حالت ہے۔ کہ ایک چپہ زمین کی حفاظت کے لئے لاکھوں کے پہاڑ بن جاتے ہیں خون کی نہریں بہ جاتی ہیں۔ کیا ہم میں اس دین حق کی حفاظت کیلئے بھی جذبہ موجود ہے

جو شخص دینی جہاد میں حصہ نہیں لیتا

اس جماعت میں وہ لوگ بھی ہیں۔ جو احمدی کہلاتے ہیں۔ اور اپنا حق لیتے وقت ان کا قدم سب سے آگے ہوتا ہے۔ لیکن خدا کے حق کی پرواہ نہیں کرتے۔ میں آج ان کو صاف کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ کوئی مرد ہو یا عورت یا بالغ لڑکا یا لڑکی ہو جو اپنے مال میں سے اس دینی جہاد میں کچھ صرف نہیں کرتا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ حسب حیثیت صرف نہیں کرتا اور پھر اسے ماہوار اور باقاعدہ ادا نہیں کرتا۔ وہ اپنے آپ کو بھی دھوکا دے رہا ہے۔ اور اپنی جماعت کو بھی دھوکا دے رہا ہے۔ نہیں ایک قدم اور اٹھائیے جس طرح سات سال کی عمر سے بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے کا حکم ہے سات سال کی عمر سے انہیں دینی جہاد کی عادت ڈالئے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے کھلونوں پر امراء کے گھروں میں سینکڑوں روپے برباد ہوتے ہیں مگر اپنے بچے سے چند پیسے خدا کی راہ میں دینے کو وہ ایک مصیبت سمجھتے ہیں۔ آیئے آج ہم سب کے سب مل کر قسم کھالیں کہ اپنی کمائی میں سے اپنی ماہوار آمدنی میں سے، صرف ایک آنہ ہر روپے میں سے اس دینی جہاد میں لگا دیں گے اور باقی پندرہ آنے میں اپنے دنیا کے کام چلائیں گے۔ تو نہ صرف ہماری موجودہ مشکلات ختم ہو جائیں گی۔ بلکہ ہم آج کام کو دگنا نہیں تگنا چوگنا کر سکیں گے

صحابہ کرام کا نمونہ

یہ میں مبالغہ کے طور پر نہیں کہہ رہا بلکہ یہ حقیقت ہے۔ کہ جب بھی انسان ایک قدم اٹھاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی نصرت کے لئے دو قدم اٹھاتا ہے حدیث میں ہے کہ انسان ایک قدم خدا کی طرف چل کر آئے۔ تو خدا اس کی طرف دو قدم چل کر آتا ہے اور وہ اس کی طرف چلتا ہوا آئے تو خدا اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے۔ کہ انسان کے دل میں جب خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور وہ اس محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر ایک قدم اٹھاتا ہے تو خدا اس کے فعل کو برکت دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کوئی مالدار لوگوں کا گروہ نہ تھا۔ وہ لکھ پتی نہ تھے۔ بیشتر حصہ فقرا کا تھا مگر جب خدا کی محبت دلوں میں گھر کر گئی تو ان کی حالت یہ تھی کہ بازار جا کر مزدوری کے چند پیسے لاتے تو کچھ اپنا پیٹ بھرتے کچھ خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ اور جن کے پاس کچھ نہ ہوتا ان کو اس قدر صدمہ ہوتا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے الا یجدوا ما ینفقون۔ وہ اس لئے نہیں روتے تھے۔ کہ ان کو اپنے پیٹ میں ڈالنے کے لئے کچھ نہیں ملتا۔ نہ اس لئے روتے تھے جیسے ہم میں سے بعض ہنچی گذار رہتے ہیں کہ خدایا ہمارے سینکڑوں کو ہزاروں اور ہمارے ہزاروں کو لاکھوں اور لاکھوں کو کروڑوں بنا۔ بلکہ اس لئے روتے تھے کہ خدا کے رستے میں خرچ کرنے کو کچھ نہیں ملتا۔ مگر ان کی قربانی کا نتیجہ کیا ہوا۔ کہ وہ دنیا کے بادشاہ بھی بن گئے رہنما بھی بن گئے۔

محبت دین میں آنسو بہاؤ۔

کیا اس محبت الٰہی کا کوئی شمہ ہمارے دلوں میں بھی ہے؟ اگر ہے تو اپنی آنکھوں سے کسی وقت اس لئے بھی آنسو بہاؤ۔ کہ خدایا تیرا دین مصیبت میں ہے۔ تو نے جس قرآن کو ساری دنیا میں پہنچانے کے لئے بھیجا تھا اور جس کا نام ذکر للعالمین رکھا تھا وہ ہمارے گھروں میں بند پڑا ہے۔ اور دوسروں تک پہنچانا تو ایک طرف ہمارے اپنے دلوں پر بھی نہیں اترتا۔ تو ہمارے دلوں میں وہ قوت پیدا کر دے۔ کہ خود بھی اس کے احکام پر چلیں اور ساری دنیا میں بھی اسے پہنچا دیں۔ تو نے جس رسول کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا۔ اس کے نقش قدم پر نہ ہم خود چلتے ہیں نہ اس کی سیرت سے دنیا کو واقف کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں ہلاتے یا مال خرچ کرتے ہیں تو ہمارے دلوں میں اپنے رسول پاک کی وہ محبت پیدا کر دے کہ ہم خود بھی دیوانہ وار اس کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں اور دیوانہ وار اس کا حسن دنیا کو بھی دکھانے والے ہو جائیں۔

چند لوگوں کی قربانیوں کے نتائج

یاد رکھیئے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت آپ کے ساتھ صرف ان قربانیوں کی وجہ سے ہے۔ جو آپ میں سے کچھ لوگ خدا کی راہ میں کر رہے ہیں۔ ورنہ یہ آپ کی چھوٹی سی جماعت اور دنیا میں یہ اس کا کام کہ یورپ اور امریکہ میں ہزارہا کی تعداد میں مسلمان ہو گئے قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو ان ملکوں میں پہنچا دیا۔ جہاں یہ اب تک نہ پہنچا تھا۔ کفر کے مرکزوں میں مسجدیں بنا دیں اور وہاں سے نہ صرف اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ بلکہ وہ تبلیغ اسلام کے مرکز بھی ہیں جہاں سے خدا کے کلام اور اس کے رسول کا نور دنیا میں پھیل رہا ہے۔ لاکھوں نہیں کروڑوں انسانوں کا نقطہ خیال اسلام کے متعلق بدل گیا۔ پھر یہ جماعت یہاں بھی تین ہائی سکول چلا رہی ہے۔ اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اسے چالیس پچاس لاکھ کے قریب جائیداد کا مالک بنا دیا ہے۔

اگر ساری جماعت کے قلوب سرشار ہوں

اگر یہی ... محبت جماعت کے قلوب سرشار ہو جائیں۔ جو اس وقت چند دلوں میں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی نصرت کے دروازے ... یوں کھل جائیں کہ ایک طرف آپ کے دل باغ باغ ہو جائیں تو دوسری طرف دنیا بھر کے مسلمانوں میں ایک خوشی کی لہر دوڑ جائے۔ آج ... وہ عمارت جو امام وقت کے ہاتھوں کی رکھی ہوئی بنیاد پر بن رہی ہے خدا کے فضل سے اس قدر بلند ہوئی ہے کہ بیش ہر ملک اور ہر قوم کے لوگوں کو نظر آنے لگ گئی ہے۔

بے وفائی کا مجرم

اگر اب بھی جماعت کا ہر فرد حصہ نہیں لیتا تو وہ بے وفائی کا مجرم ہے کس سے بے وفائی؟ مجھ سے نہیں اپنی جماعت سے بے وفائی۔ امام وقت سے بے وفائی جس سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اقرار کیا تھا خدا کے رسول سے بے وفائی جس کے نام کو دنیا میں روشن کرنے کا بیڑا ہم نے اٹھایا تھا۔ خدا سے بے وفائی جس کے کلام کو دنیا میں پہنچانے کا اور جس کے دین کو دنیا میں غالب کرنے کا ذمہ ہم نے لیا تھا۔

بیکار مت بنو۔

خدا کے دین کے کام میں دیوانوں کی طرح لگ جاؤ۔ اور بیکار مت بنو۔ خدا کا قانون ہے کہ بیکار ٹہنی کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے بہتیرے بدقسمت بیکار بن کر

ہاں دین کے لئے بیکار بن کر دنیا کے دیوانے ہیں) کٹ گئے بلند مقام کو چھوڑ کر پستی میں وہ گر گئے۔ دعا کرو کہ خدا انہیں اس پستی میں گرنے سے بچائے۔

غور کیجئے۔ اگر ایک فوج دشمن کے مقابل پر صف آرا ہو۔ اور اس میں سے بعض لوگ ایسے ہوں جو بڑھنے کا حکم ملنے پر قدم آگے بڑھانے کی بجائے اپنی جگہ پر کھڑے رہیں یا پیچھے ہٹ جائیں تو ان سے کیا سلوک ہوگا کیا انہیں اپنی ہی فوج کی گولیوں کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا؟ یہ عذر جتنے جہاد میں حصہ نہ لینے کے لئے بنائے جاتے ہیں یوم حساب آئے گا تو تمہیں خود نظر آ جائے گا۔ کہ یہ سب جھوٹے عذر تھے

ماہوار چندہ

ماہوار چندہ حسب حیثیت حضرت مسیح موعودؑ کا حکم ہے۔ اور آپ کی جانشین انجمن نے اس کی ایک شرح مقرر کر دی ہے جو شخص اس شرح کے مطابق ادا نہیں کرتا اور بہانے بناتا ہے۔ وہ امام زمان کا نافرمان ہے۔ رستے دو ہی ہیں یا مسیح موعودؑ کو مانو۔ جو فوج خدمت دین کے لئے مسیح موعودؑ نے تیار کی اس میں قدم سے قدم ملا کر چلو تاکہ تم دین و دنیا میں کامیاب ہو اور اگر آپ ایک حکم کے ماتحت چلنا نہیں چاہتے۔ تو بہتر ہے کہ اسے چھوڑ دو۔ اور کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون کے وعید کے ماتحت اپنے آپ کو نہ لاؤ۔ یہ تفرقہ جو اس وقت موجود ہے امام وقت کی جماعت کے لئے موزوں نہیں تفرقہ اور پراگندگی تو سیاسی رنگ میں بھی تباہ کر دیتا ہے دین کی عمارت بنانے والی جماعت ایک ہوئے بغیر ایک حکم کے ماتحت چلے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ قلت نہیں جو قوموں اور جماعتوں کو ناکام کرتی ہے۔ یہ بیکاری یہ قربانی سے گریز ہے جو ناکام کرتا ہے۔

امیر کی حیثیت اور میرا حکم

میں اب جماعت کے سامنے چند کام رکھنا چاہتا ہوں مجھے آپ نے اپنا امیر مانا ہے۔ اگر میرا کوئی حکم خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہو تو اسے رد کر دو۔ امام وقت کے حکم کے خلاف ہو تو اسے رد کر دو آپ کی مجلس معتمدین کے حکم کے خلاف ہو تو اسے رد کر دو لیکن اگر وہ ان کے خلاف نہیں تو تم اسے نہ مان کر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مورد بن جاؤ گے۔ میں حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا قائل ۱۸۹۱ء سے تھا جب آپ کا دعویٰ میرے کانوں تک پہنچا۔ میں نے بیعت ۱۸۹۷ء میں کی مگر یہ وہ بیعت تھی کہ میں ہر ہفتہ نہیں تو پندرہ روز کے بعد قادیان پہنچ جاتا تھا موسم گرما کی تعطیلات آپ کی صحبت میں گزارتا تھا۔ ۱۹۰۰ء سے آپ کی وفات تک آپ کی صحبت میں رہا۔ آپ نے سارا انتظامی کاروبار میرے سپرد کر رکھا تھا۔ آپ کے مکان کے ایک کمرہ میں رہتا تھا۔ بہت ہی کم لوگ ہوں گے جنہیں امام زمان کی وہ صحبت اور معیت میسر آئی ہو۔ جو مجھے میسر آئی ۱۹۱۴ء سے مجھے آپ لوگوں نے اپنا امیر منتخب کیا۔ اس وقت سے لیکر اچھا یا برا کام جو کچھ میں نے کیا ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ آج میں اس قابل نہیں کہ آپ کے سامنے کھڑا ہو کر تقریر کر سکوں۔ یہ جو کچھ لکھا ہے کانپتے ہوئے ہاتھ سے لکھا ہے۔ یہ طاقت نہیں کہ آپ پر اثر ڈال سکوں۔

دیوانہ وار قربانیوں کی ضرورت

لیکن ایک بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ میری بیماری میں آپ دیوانوں کی طرح دعائیں کرتے رہے ہیں مجھے اس کا علم ہے کہ بہت لوگ دیوانوں کی طرح دعائیں کرتے رہے ہیں۔ کہ خدا مجھے صحت دے۔ اور زندگی دے۔ خدا نے ان دعاؤں کو قبول فرمایا۔ مگر مجھے اب ایک اور چیز کی ضرورت ہے کہ یہ زندگی کام کی زندگی ہو۔ اس میں کچھ اور خدا کے دین کی خدمت ہو جائے۔ مجھے اگر زندگی کی ضرورت ہے تو صرف کسی کام کے لئے۔ اور اس کا انحصار آپ کی قربانیوں پر ہے۔ وہ قربانیاں بھی جب تک دیوانوں کی طرح نہ ہوں گی کامیاب نہیں ہوں گی۔ اس لئے اگر آپ نے اپنی دیوانہ وار دعاؤں سے خدا کے اس فضل کو جذب کیا ہے جس سے مجھے زندگی ملی۔ تو اب اپنی دیوانہ وار قربانیوں سے خدا کے اس فضل کو جذب کیجئے۔ جس سے یہ میری زندگی کام کی زندگی ہو جائے۔

چار مشنوں میں سے ایک کا خرچ الحاج میاں محمد صاحب پر

پہلے کام کو دیکھ لیجئے۔ اور میری مشکلات کو بھی دیکھ لیجئے۔ میری مشکلات نہیں آپ کی مشکلات ہیں میں تو چند دن کا مہمان ہوں اس وقت آپ کے باہر صرف چار مشن ہیں انگلستان۔ جرمنی۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ، ہالینڈ۔ ہالینڈ کے مشن کا کوئی بوجھ آپ کی انجمن پر نہیں۔ اس کا سارا خرچ الحاج شیخ میاں محمد پر ہے جزاہ اللہ خیرا و اطال اللہ عمرہ اور یہ خیال نہ کیجئے کہ وہ اس مشن کا بوجھ اٹھا کر باقی بوجھوں سے اپنے آپ کو آزاد سمجھتے ہیں نہیں وہ ماہوار چندہ کی بھی کافی رقم ادا کرتے ہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اگر سب چندوں کو بڑھانے کی ضرورت پیش آئی تو وہ اپنے چندہ کو بھی بڑھا دیں گے۔ وہ ہر قسم کی تحریکات میں بھی حصہ لیتے ہیں اور ابھی خسارہ بجٹ اور ووکنگ کی مد میں جب ۶۵ ہزار کے لئے میں نے اپیل کی تو اس پر انہوں نے پانچ ہزار کا وعدہ فرمایا۔

کیا تین مشن ہماری جماعت نہیں چلا سکتی

تو کیا اگر ایک فرد اس جماعت کا اکیلا ایک مشن کے بوجھ کو اٹھا سکتا ہے تو ساری جماعت باقی تین مشنوں کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتی؟ حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے بہت سے احباب کی اس طرف توجہ ہی نہیں وہ صرف یہ سن کر خوش ہو جاتے ہیں کہ ہمارے چار مشن چل رہے ہیں۔ گویا وہ محض تماشائی ہیں کہ ایک اچھا کھیل دیکھا۔ اور خوش ہو گئے۔ اور اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ یہ کوئی کھیل نہیں جو ہو رہا ہے۔ اور وہ کوئی تماشائی نہیں جو اس کھیل کو دیکھ رہے ہیں یہ ایک جہاد ہے جو اسلام کو دنیا پر غالب کرنے کے لئے ہو رہا ہے اور وہ خود اس جہاد کے سپاہی ہیں وہ اپنی خوشی سے اس میں بھرتی ہوئے اور اب ان کا فرض ہے کہ ایک سپاہی کی طرح اس جہاد کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔

نمائندگان جماعت کا فیصلہ

میں نے باوجود ڈاکٹری ممانعت کے ان مشکلات کے حل کے لئے کل شام جماعتوں کے چند منتخب احباب کو بلایا تھا۔ اور گو بوجہ ڈاکٹری ممانعت کے میرا کوئی ارادہ نہ تھا کہ میں گفتگو کروں مگر ان قومی مشکلات کو دیکھ کر مجھے بھی گفتگو میں شامل ہونا پڑا اور میں نے گفتگو میں حصہ لیا اور ہم چند نتائج پر پہنچے۔ جن کو عملاً رو بعمل میں لانا اب آپ کے اختیار میں ہے وہ نتائج حسب ذیل ہیں:۔

کچھ لوگ آمد کا دسواں حصہ ماہوار دیں

(۱) اول تم میں سے کچھ آدمی ایسے نکلیں جو عند اللہ سابقون میں داخل ہوں گے۔ جو اپنا چندہ آنہ فی روپیہ کے بجائے دسواں حصہ کر دیں۔ اس وقت بھی کچھ آدمی ایسے موجود ہیں لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے کچھ دسویں حصے سے بھی زیادہ دینے والے ہیں لیکن اگر ایک سال کے عرصہ میں محنت کر کے ہم پانچسو آدمی کو دسویں حصہ کی سطح پر لا سکیں تو مجھے امید ہے کہ دو تین سال کے عرصہ کے اندر ساری جماعت اس اصول پر عمل پیرا ہو جائے گی، اور ہماری بہت سی دقتیں دور ہو جائیں گی۔ آخر ہمارا ایمان اس بات پر ہے کہ ہماری ایک اور زندگی بھی ہے جس کے لئے سامان ہم نے اسی زندگی میں کرنا ہے تو اپنی آمد کا دسواں حصہ خدا کے ہاں جمع کراتے جانے میں ہم اپنے لئے ہی اخروی زندگی کا سامان تیار کر رہے ہوں گے۔

غربا اور متوسط طبقہ سے اپیل

میں جماعت کے غربا اور متوسط الحال طبقہ کے لوگوں سے بالخصوص یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کام میں سبقت کریں کیونکہ ان کو مال سے محبت کم ہوتی ہے۔ اور ان کی قربانی اس لحاظ سے بھی عند اللہ زیادہ وقعت رکھتی ہے۔ کہ وہ اپنے نفس پر تکلیف اٹھا کر قربانی کرتے ہیں

ہر شخص دس یوم کی آمد دے

(۲) دوسری تجویز جس پر احباب کا اتفاق ہوا یہ ہے کہ بیرونی مشنوں کے خرچ کے لئے ہر دوست اپنی دس یوم کی آمد دے یہ انجمنوں کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ صاحبان کا فرض ہے کہ وہ اپنی انجمن کے اجلاس میں اس معاملہ کو پیش کر کے فوری طور پر اس کی وصولی کا انتظام کریں۔ ضرورتاً ادائیگی باقساط ہو تو ہرج نہیں۔

کارخانہ داروں کیلئے ایک ایک مشن

(۳) ان پر ایک تیسری تجویز میں اب اور زیادہ کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا۔ ایک کارخانہ کے مالک شیخ میاں محمد صاحب نے ایک مشن کا خرچ اپنے ذمے لیا ہے خدا کے فضل سے ان کی طرح اور بھی متمول کارخانہ دار ہیں۔ اور اس وقت کئی جگہ سے مانگ آ رہی ہے مثلاً ایک مانگ ہانگ کانگ میں ایک مشن قائم کرنے کی ہے۔ جہاں سے بالآخر چین میں تبلیغ کا رستہ کھل سکے گا۔ اس کا خرچ سر دست تین چار سو روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں ہوگا۔ ایک مشن کیلئے استنبول سے ایک مدت سے درخواست آئی ہوئی ہے اور یہ بھی بڑا اہم مرکز ہے۔ اس کا خرچ پانچ چھ سو روپیہ ماہوار تک ہوگا۔ ایک مشن کے لئے مصر سے خط و کتابت ہو رہی ہے اور یہ ایک رنگ میں ساری اسلامی دنیا میں تبلیغ کا مرکز ہوگا اس کا خرچ بھی یہی پانچ چھ سو روپے ماہوار ہوگا کیا کوئی کارخانہ دار بزرگ صاحب ہمت ایسے ہیں جو ان میں سے ایک ایک مشن کے خرچ کو اپنے ذمے لیں۔ یا دو دو جمع ہو کر ایک مشن کے خرچ کو اپنے ذمے لیں۔ کم سے کم میری استدعا یہ ہے کہ ہر ایک کارخانہ پر اس کے حسب حیثیت ایک رقم بیرونی مشنوں کے اخراجات کے لئے . . . . ہونی چاہیئے۔

دوسرے مسلمان بھائیوں سے استمداد

(۴) ایک چوتھی تجویز تھی جس کو بعض احباب نے

زراشکل سمجھا۔ مگر یہ مشکل سی لئے ہے کہ ہم نے اس کام کو چھوڑ دیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بیرونی مشنوں کے لئے ہم دوسرے مسلمان بھائیوں سے اپیل کریں۔ اس میں دونوں فائدے ہیں۔ دوسرے لوگوں کو ہم سلسلہ کی خدمات سے بھی واقف کرا سکتے ہیں اور انہیں ثواب میں بھی شامل کر سکتے ہیں۔ اور ایک غرض تو ضرور حاصل ہو جائے گی یعنی اگر کوئی شامل نہ بھی ہوگا۔ تو اس جماعت کی خدمات سے وہ آگاہ تو ضرور ہو جائے گا۔

میں اس بارہ میں ایک اور امر کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ خدا کی نصرت کام کرنے پر آتی ہے تو مومنوں کے قلب سے جب آواز نکلتی ہے متیٰ نصر اللّٰہ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ مدد آئی ہی چاہتی ہے الا ان نصر اللّٰہ قریب۔ مگر دل سے متیٰ نصر اللّٰہ کی آواز اسی وقت نکلتی ہے۔ جب ہم اس کی مدد کی تلاش میں نکل جاتے ہیں زبان کی متیٰ نصر اللّٰہ کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ تم نصر اللّٰہ کی تلاش میں لگ جاؤ۔ وہ فوراً آجاتی ہے کیا خواجہ کمال الدین مرحوم کو خدا کی مدد اسی طرح نہیں ملی تھی۔ کیا ہم لوگ جب نکلتے تھے تو ہمیں خدا کی مدد اسی طرح نہ ملتی تھی کیا برلن مسجد کے بنانے میں خدا کی مدد اسی طرح نہیں ملی۔ اور میں نے تو اب نیا تجربہ بھی کیا اسی سال کیا۔ جب لوگ کہتے ہیں کہ پہلے لوگ دین کے کاموں کی طرف رجوع کرتے تھے اب نہیں کرتے۔ ایک سال کے اندر اندر ایک لاکھ روپیہ آگیا۔ بات یہ ہے کہ ہم نے خود نصر اللّٰہ کی تلاش چھوڑ دی ہوئی ہے۔ نکلو! ایک دو نہیں سینکڑوں کی تعداد میں نکلو۔ ایک سال دو سال تجربہ کر کے دیکھو تو پھر تمہیں یہ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ کہ فلاں مشن بند کر دو۔ بلکہ تم خود کہو گے۔ کہ فلاں فلاں جگہ اور مشن جاری کرو۔ آپ نے ابھی ایک خاتون کا خط سنا ہوگا۔ جس نے حرکت کی۔ تو ایک سو روپیہ برلن مسجد اور ووکنگ کے لئے جمع کر لیا۔

آخری دو باتیں

میں ایک دو باتیں اور بھی آخر پر کہنا چاہتا ہوں تم میں سے ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ وہ کوشش کرے کہ کم سے کم ایک آدمی سلسلہ میں شامل کرے۔ اور آخری بات یہ کہ تم قرآن کا جہاد کرنے والی قوم ہو تمہارا کوئی گھر نہ ہو۔ جہاں قرآن کی تلاوت نہ ہوتی ہو۔ خود بھی قرآن کریم کو بار بار پڑھو اور اپنے بچوں کو بھی پڑھاؤ۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

ایک آیت

سید احسن اللہ شاہ صاحب

مکرم و معظم بندہ ——— السلام علیکم

میرے ایک غائبانہ مہربان حکیم محمد اسمٰعیل صاحب نے جن کو میں اپنے ایک پرانے رفیق چوہدری بہادر علی خاں صاحب کی وساطت سے جانتا ہوں۔ بذریعہ تحریر کے . . . . صدر الجمعیۃ العلماء پاکستان مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری صاحب خطیب مسجد وزیر خاں لاہور سے سورۃ الاحزاب ۳۳ کی آیت ۷۲ کے متعلق اطمینان کرنا چاہا۔ اس تحریر کی پشت پر حضرت صاحب صدر الجمعیۃ العلماء پاکستان کی یادداشت درج ہے کہ تفاسیر میں جو کچھ درج تھا وہ خدمت گرامی میں بھیج دیا تھا۔ مسلک صوفیاء کے متعلق زبانی عرض کیا جائے گا مگر حکیم صاحب کے فرزند رشید صاحب کی زبانی جو طبیہ کالج میں تعلیم پا رہے ہیں معلوم ہوا کہ حکیم صاحب موصوف مطمئن نہیں ہوئے۔

میں چاہتا ہوں۔ کہ حکیم صاحب کی اطلاع کیلئے میں بھی کچھ عرض کر دوں اور وہ حسب ذیل ہے۔

سورۃ الاحزاب ۳۳ کی آیات ۷۲ اور ۷۳ کے درمیان وقف لا موجود ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے۔ کہ ان ہر دو آیات کے مضمون میں پیوستگی ہے۔ آیات حسب ذیل ہیں:-

انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جھولا ۷۲ لیعذب اللّٰہ المنٰفقین والمنٰفقٰت والمشرکین والمشرکٰت ویتوب اللّٰہ علی المؤمنین والمؤمنٰت وکان اللّٰہ غفورا رحیما ۷۳

ترجمہ لغات۔

امانت۔ ضد خیانت۔ ودیعت۔ عہد وہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے وغیرہ۔

السماء۔ مکان کی چھت۔ ہر چیز کا بالائی حصہ سائبان وغیرہ

ارض۔ زمین۔ نچلا طبقہ۔ جو چیز نیچی اور پست ہو وغیرہ۔

جبل۔ مہتر قوم۔ دانشمند۔ عالم وغیرہ

حکیم صاحب اس علاقہ کے یا اس علاقہ کے قریب کے باشندے ہیں جہاں راجپوتوں کی کثیر آبادی ہے۔ ضلع لدھیانہ میں منج راجپوت کثرت سے آباد ہیں۔ چنانچہ چودھری بہادر علی خاں بھی منج راجپوت ہیں۔ ضلع لدھیانہ میں علاقہ ہذا کے اکثر حصہ پر منج راجپوت حکمران رہے ہیں۔ اور سکھوں نے اس حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اگرچہ اب بھی وہ بڑے بڑے زمیندار تھے تقسیم کے بعد بیچارے پامال ہو کر پاکستان میں آگئے اور ان کا کوئی بھی پرسان حال نہیں۔

علاوہ منج راجپوتوں کے تحصیل لدھیانہ کے بعض دیہات گھوڑ پورہ راجپوتوں کے تھے ضلع ہوشیارپور اور جالندھر میں گھوڑ پورہ راجپوتوں کے بکثرت دیہات تھے۔ گھوڑ پورہ راجپوتوں میں تحصیل گڑھ شنکر میں موضع گڑھ شنکر اور تحصیل راہوں میں خاص راہوں کے راجپوت اپنے اپنے دیہات کو چھت کے نام سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ غالباً ان دیہات کے راجپوت کسی زمانہ میں راجہ اور رانا ہوں گے۔ اب بھی ان دیہات کے گھوڑ پورہ راجپوتوں کو لوگ رانا کہتے ہیں۔

چھت سے بڑے دیہات کو نیا مکان کہتے ہیں۔ تحصیل لدھیانہ میں موضعات دارم مکان کہلاتا تھا۔

گویا عربی زبان میں ہی سماء بڑے آدمی کو نہیں کہتے بلکہ پنجاب میں بھی بڑے آدمی چھت کہتے ہیں۔

اسی طرح ارض کے معنی فرومایہ اور نچلے طبقہ کے لوگ جن کا گذارہ بڑے لوگوں کی ملازمت اور حاشیہ نشینی پر ہوتا ہے۔

جبل۔ بڑے بڑے علامہ لوگ۔ جو اپنے آپ کو زمین پر اسی قسم کی ہستی سمجھتے ہیں کہ ان کے بغیر زمین پارہ پارہ ہو جائے گی۔ اور قیامت کے دن ان کی اجازت کے بغیر کوئی شخص جنت میں نہیں جا سکے گی۔

اب میرے خیال میں ان ہر دو آیات کا ترجمہ صاف ہے جو یہ ہے۔

ہم نے اپنا عہد (تبلیغ حق) بڑے بڑے رئیسوں اور ان کے حاشیہ نشینوں اور بڑے بڑے علامہ لوگوں کے روبرو پیش کیا۔ اور ان

نے اس کے اٹھانے یا قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کہ وہ ڈر گئے کہ کہیں ان کے اقتدار جاتے نہ رہیں۔ اس کو مومن (انسان) نے اٹھا لیا۔ کیونکہ وہ سخت جانی اور ابتلاؤں میں گھبرا جانے والا نہیں (۷۲) اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ منافق لوگ زن و مرد اور مشرک لوگ مرد و زن عذاب پائیں گے۔ اور مومن لوگ مرد و عورت پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل کریگا اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے (۷۳)

رسول زمانہ سابقہ کے اور مجدد دین زمانہ مابعد رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبلیغ حق پر مامور ہو گئے۔ انہوں نے اور مومنین نے اپنا فرض بخیر و خوبی سرانجام دیا اور منافق اور مشرک عذاب میں گرفتار ہوئے

(بقیہ صفحہ ۱۲)

انسانوں کی عادت ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت اور ابتلا آتا ہے تو وہ خدا سے نارضامندی اور شکوہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور عملی طور پر بھی اس نارضامندی کا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً جب کوئی مر جاتا ہے تو سال بھر تک روتے ہی رہتے ہیں۔ اور ہر ذکر پر اللہ تعالیٰ کا شکوہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں بہت بڑا ظلم ہوا خدا کی محبت سلب ہو جاتی ہے۔ اور اس ... رسول پر بھی پورا ایمان نہیں رہتا۔ اور ایمان سے پوری بیزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن مطمئنہ کی حالت میں اگر زنجیر اور کڑیاں بھی پڑ جائیں۔ اور سخت سے سخت مشکل میں وہ ڈالا جائے تو بھی اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پوری رضامندی اور صلح ہوتی ہے وہ خدا کی طرف پورے جوش اور صدق سے بے اختیار ہو کر دوڑتا ہے۔ کوئی بلا کوئی تکلیف اس کو پست نہیں کر سکتی۔ بلکہ وہ تکلیف اور بلا بھی اس کیلئے لذت محسوسہ اور حلاوت مدرکہ ہوتی ہے اس کا خدا نیا خدا ہوتا ہے۔ جس میں وہ محو ہو جاتا ہے اسی طرح پر خدا تعالیٰ بھی اس پر اپنی نرالی شان کی تجلی فرماتا ہے۔ اور اس کی رضامندی میں ایک جدت اور خصوصیت درخشاں ہوتی ہے۔ دیکھو نوح علیہ السلام کی دعا سے دنیا کو ہلاک کر دیا۔ نوح کی اس قدر خاطر عزیز تھی کہ اس کے لئے ایک دنیا کا ہلاک کر دینا کچھ بھی بات نہ تھی۔ ایسا ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے کفار مکہ کو ہلاک کر دیا گیا غرض یہ عجیب حالت اور درجہ ہوتا ہے خدا اس سے راضی اور وہ خدا کی رضا۔ اسی مقام پر پہنچ کر وہ اللہ تعالیٰ کے عباد میں داخل ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ مرنے کے بعد بلکہ اسی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے۔

خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا؟

"تشریحات انقطاع نبوت" پر تبصرہ

ایک قادیانی احمدی کے قلم سے

ایک صاحب محمد یامین نام نے جو قادیانی کتب کے تاجر ہیں احمدی جنتری ۱۹۵۱ء لاہور پاکستان سے شائع کی ہے۔ اور اس کے آخری ورق پر "تشریحات انقطاع نبوت" کے عنوان سے چند رطب و یابس موضوع اور جعلی اقوال نقل کئے ہیں۔ جو صریح طور پر سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی تشریحات کے خلاف ہی نہیں بلکہ قرآن مجید احادیث رسول اللہ صلعم کے بھی مخالف ہیں۔ اور نہ صرف ضد اور تعصب کی وجہ سے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ بلکہ ناسمجھی اور نہایت محدود واقفیت بھی اس کا موجب ہے۔ قوم کی حالت پر اسی وجہ سے مجھے رونا آتا ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے سے ایک طرح سے انکار کرتے ہیں اور کچھ اپنے دین و ایمان کا خیال نہیں کرتے اور نہ کچھ تدبر کرتے ہیں۔ اور جنون کی طرح ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ جس طرح سے ہو سکے آنحضرت صلعم کے بعد ایک نیا نبی کھڑا کر کے اسلام کا تختہ ہی الٹ دیا جائے۔ یہ لوگ اپنے ہم خیال لوگوں کو خوش کرنے کی بجائے خود اپنے ہاتھ سے اپنی پردہ دری کراتے ہیں اور جھوٹ لیا ہے اور جاہل ہے دین قرآن اور حدیث کے علم سے بالکل کورے معلوم ہوتے ہیں

اب اہل انصاف "تشریحات انقطاع نبوت" سنیں اور ان کے جوابات غور کر کے دیکھیں آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ کہ "تشریحات انقطاع نبوت" محض من گھڑت اور کیسی لغو اور باطل پیش کی گئی ہیں۔ جن کو عقل و دیانت سے کچھ بھی حصہ ملا ہے۔ وہ جان سکتے ہیں کہ ان لغو اور باطل تشریحات سے کبھی بھی ختم نبوت کے بعد اجراء انبیاء ممکن نہیں۔ افسوس کہ یہ لوگ اول خود دھوکہ کھاتے ہیں۔ اور پھر لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنا چاہتے ہیں اور اس جہالت کا سارا باعث وہ غلو اور تعصب ہے۔ جو جہنم کی آگ اپنے اندر رکھتا ہے۔

انقطاع نبوت کی پہلی تشریح اور اس کا جواب

قولوا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں قُولُوا خَاتَمَ الْأَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُولُوا لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ (در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۰۴)

ترجمہ۔ بے شک یہ تو کہو کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں لیکن یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اقول۔ یہ وہ موضوع قول حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ جس کو بیان کرتے وقت بھی ایک مسلمان کو شرم کرنی چاہئے تھی کیونکہ رسول خدا صلعم تو فرمائیں لا نبی بعدی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ رسول کی بیوی ہو کر رسول اللہ صلعم کے خلاف یہ فرمائیں "لیکن یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا"۔ گویا رسول اللہ صلعم کے قول کی تردید حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے قول سے کر رہی ہیں۔ ہذا بہتان عظیم اگر رسول کریم خاتم النبیین صلعم کے بعد کبھی کسی نبی نے آنا ہوتا تو خدا تعالیٰ خود اس کی خبر اپنے کلام پاک قرآن مجید میں دیتا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی طرح حضور صلعم بھی فرماتے کہ میں اپنے بعد ایک اور نبی کے آنے کی بشارت دیتا ہوں۔ اس طرح تو خدا تعالیٰ کا رسول کریم صلعم کو خاتم النبیین فرمانا ہی عبث ٹھہرتا۔ خود سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم کے دیباچہ کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے:۔

"توریت اور انجیل کی طرح قرآن مجید نے اپنے بعد کسی دوسرے آنے والے نبی کا حوالہ نہیں دیا"

مگر تعصب نے ان لوگوں کو جو بعد خاتم النبیین انبیاء کا سلسلہ جاری کرنا چاہتے ہیں اس قدر نافہم اور غبی بنا رکھا ہے۔ کہ پناہ بخدا ان سے علم قرآن و حدیث ایسا رخصت ہوا ہے کہ قرآن اور حدیث کی طرف یہ آ سکتے ہی نہیں۔ یہ لوگ خود نمائی کی وجہ سے دعویٰ علم و فضل تو بہت کرتے ہیں اور یہ شوق بھی ان میں سے ہر ایک کو دامن گیر ہوتا ہے کہ کسی طرح ہم بھی لائق اور اہل علم متصور ہوں مگر ان کے علم کا یہ حال ہے۔ کہ وہ آج تک قرآن مجید کی آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے کوئی صحیح معنے نہیں کر سکے۔ چالیس سے زائد معنی انہوں نے خاتم النبیین کے کئے ہیں کوئی اس کے معنی مہر کرتا ہے۔ کوئی مصدق النبیین کوئی افضل النبیین کوئی زینت النبیین کوئی اس کے معنی تبدیل کی مہر کرتے ہیں۔ کوئی کچھ معنے کرتا ہے کوئی کچھ۔ یہ آج تک صحیح معنی آیت کے ان سے نہیں ہو سکے۔ اور نہ کبھی آئندہ ہو سکے کوئی صحیح معنی ان سے ہو سکیں گے۔ جب انہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے صحیح معنی قبول نہیں کئے تو اور کس کے قبول کریں گے۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں بھی خاتم النبیین کے معنی یہی کئے ہیں والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان الذی ھو خیر الصحف السابقۃ ولا شریعۃ بعد شریعۃ المحمدیۃ اور اسی جگہ آگے فرمایا ہے:۔

ان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفٰے علی طریقۃ المستقلۃ وما بقی بعدہ الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ الخ

غرض یہ لوگ قرآن اور حدیث رسول کے خلاف یہ آواز اٹھاتے ہیں کہ ہم یہاں اس وقت ایک نبی آیا اور ہزاروں نبی اور آئیں گے یہی ان کے نا فہمی ہے۔ دین اور مگر یہ جھوٹ کی بڑی دلیل ہے یہ اسلام کا فخر نہیں کہ جس کو قرآن مجید کا فۃ للناس کے لئے رسول کہہ رہا ہے۔ اس کے بعد بھی نبی آئیں۔ بلکہ یہ اس کے لئے عار اور ننگ کی جگہ ہے۔ کہ قرآن مجید تو ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان کرے کہ میں رہتی دنیا تک کل انسانوں کی ہدایت رہنمائی اور نجات کے لئے کافی وافی اور شافی ہوں۔ رحمۃ للعالمین نذیراً للعالمین اور ساری دنیا کے لوگوں کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لانے والا ہوں اور پھر اس کی موجودگی میں کوئی اور نبی آ جائے۔ اور اس کے سارے دعووں کو وہ خاک میں ملا دے۔ اور آپ دنیا کا ہادی بن جائے قرآن کی موجودگی میں کسی نبی کے آنے کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے۔ وہ کونسی تعلیم ایسی لائے گا جس پر وہ خود چلے گا۔ اور لوگوں کو چلائے گا۔ جب ایسی وحی ہی قرآن کے بعد نہیں جو جزو اسلام یا شرط ایمان ہو۔ تو نبی کیسے اور کیونکر آ سکتا ہے کیا نبی کی وحی نبوت کی وحی نہ ہوگی۔ اور وہ قرآن مجید کا تتمہ و تکملہ و ضمیمہ نہ بنے گی۔ یہ سچ ہے کہ وحی ولایت تا قیامت بند نہیں مگر اس وحی پر ایمان کا دارومدار نہیں علاوہ ازیں محض پیشین گوئیاں نبوت نہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے خود لکھا ہے۔ "حسب تصریح قرآن کریم (نبی) رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین بذریعہ جبرئیل حاصل کئے ہوں"۔ نبی وحی ہوتا ہے جس پر جبرئیل وحی لیکر آئے "اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ پر ایک دفعہ بھی جبرئیل عہدہ سے وحی ایک فقرہ یا ایک حرف بھی وحی کا لے کر نازل نہیں ہوا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خود لکھا ہے۔ کہ میری وحی ولایت و وحی محدثیت ہے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی ہر ایک کتاب میں اپنے ہر ایک مطبوعہ اشتہار میں اپنے ہر ایک مکتوب میں اور اپنی ہر تحریر میں جو اپنے دعویٰ کے متعلق لکھی ہے۔ یہی لکھا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ پر نبوت ختم ہے۔ نبوت بند ہے۔ رسول اللہ صلعم پر آ کر سلسلہ انبیاء اللہ کا منقطع ہو چکا ہے۔ خدا وعدہ فرما چکا ہے۔ کہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا جائیگا بجز نبوت محمدیہ کے قیامت تک اور کوئی نبوت نہیں نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئی ہیں۔ آنحضرت صلعم کے بعد مدعی نبوت کو فرکا ذب اور مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ جو ختم نبوت کا منکر ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ (محمد رسول اللہ صلعم) نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی۔ غرض حضرت مسیح موعود کی تمام تحریرات میں ختم نبوت کا اقرار موجود ہے اور اس قدر حضرت کی کتابوں سے ختم نبوت کے حوالے دیئے جا سکتے ہیں کہ ایک بہت بڑی ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید اور حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کے اس قدر بینات کے موجود ہوتے ہوئے بھی اس قسم کے فرضی اقوال پیش کرنا دیانت اور امانت کو چھوڑنا اور اپنی عاقبت کو تباہ کرنا ہے نہ کچھ اور۔

چونکہ یہ فرضی قول جو حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کی نص صریح خاتم النبیین اور رسول پاک کے ارشاد لا نبی بعدی کے صریح خلاف ہے لہذا یہ وضعی قول ہے۔ اس لئے کہ محدثین نے وضع حدیث کی ایک یہ بھی علامت لکھی اور قائم کی ہے کہ وہ قرآن اور حدیث صحیح کے خلاف ہو حالانکہ یہ قول جو حضرت عائشہ کا نام لیکر بیان کیا گیا ہے۔ حدیث مرفوع بھی نہیں بلکہ یہ قول حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف جعلی طور پر منسوب کیا گیا ہے علاوہ اس کے ان کا یہ قول ان کے دوسرے اقوال جو صحاح ستہ میں مذکور ہیں کے بھی خلاف ہے اور مرفوع حدیث لا نبی بعدی کے بھی خلاف ہے اور حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ لا نبی بعدی میں نفی عام ہے لہذا اصول کے طور پر یہ قابل قبول نہیں اور اس کی اشاعت کرنا دشمنان امہات المومنین کا کام ہے۔ نہ کسی مومن کا۔

اس گروہ کی یہ حالت ہے۔ کہ کوئی موضوع قول یا موضوع حدیث ان کے ہاتھ آ جائے جو ان کے مزعومہ عقائد کے موافق ہو تو اس کے مقابلہ میں نہ یہ خدا کے قول کی پرواہ کرتے ہیں نہ رسول کریم کے قول کی پرواہ کرتے ہیں

افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ کے مصداق بنتے ہیں اور کسی اصول کے پابند نہیں ہوتے۔ حالانکہ عقائد میں قرآن مجید سب پر مقدم ہے مینلے قرآن مجید سے انبیاء اللہ کی

قسمیں وکمانی چاہئیں۔ پھر ایسے اقوال پیش کرنے چاہئیں قرآن مجید کے بعد دوسرا درجہ صحیح حدیث کا ہے۔ تیسرا درجہ ضعیف کا ہے۔ اور موضوع تو کسی شمار میں ہی نہیں۔ وہ تو اس قابل ہے۔ کہ اس کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے۔ اور ضعیف پر صحیح کو ترجیح ہے۔ اور صحیح حدیث پر قرآن مجید کو ترجیح ہے۔ اگر تطبیق قرآن و حدیث و اقوال میں ہو سکے تو فبہا ورنہ قوی کو ضعیف پر ترجیح ہوگی نہ کہ ضعیف کو قوی پر۔ اور موضوع سے کسی بات کو ثابت کرنا جو عقائد و اعمال سے تعلق رکھتی ہے یہ تو معصیت کبریٰ اور بڑے گناہ کی بات ہے اور یہ تو عام مخلوق کی عادت ہے۔ کہ جو بات خدا کہے اس کے خلاف ضرور ہی کہتے ہیں۔ جب ابھی خدا نے یہ نہ فرمایا تھا۔ کہ سلسلہ انبیاء اللہ کا ختم ہو گیا ہے۔ تو اس وقت تو لوگ اپنے اپنے نبیوں کے متعلق یہی کہتے تھے کہ لن یبعث اللہ من بعدہ رسولاً اور جب خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین کہہ دیا تو اب یہ کہتے ہیں کہ ہم میں نبی آیا۔ اور ہزاروں نبی اور آئیں گے۔ بہرحال قول خداوندی کی مخالفت کرنی ہے۔ جس طرح بھی ہو۔ اس کی مخالفت کر لیتے ہیں۔

جب دنیا جہان میں سوائے ایک کے اور نبی کو خاتم النبیین نہیں کہا گیا اور نہ کسی اور بزرگ کو الہام میں خاتم کہا گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الہام میں بھی حضرت کے لئے خاتم الخلفاءؑ یا خاتم الاولیاء کا لفظ نہیں ہے تو آیت خاتم النبیین کے معنوں کو بگاڑنے کے لئے بعض لوگوں کا یہ قول پیش کرنا جو عالم الغیب نہیں ہیں) کہ فلاں شخص نے کسی کو خاتم المحدثین کہا ہے کسی کو خاتم الشعراء وغیرہ کہا ہے۔ یہ سب اقوال ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مثل ہیں۔ خدا تو عالم الغیب ہے۔ وہ جس کو خاتم النبیین کہے گا وہ دنیا کا آخری نبی ہی ہوگا۔ ناممکن اور محال ہے کہ اس کے بعد تا قیامت کوئی نبی آ جائے اگر کوئی نبی خاتم النبیین کے بعد آ جائے تو خدا عالم الغیب ہی نہیں رہتا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ مگر خدا کی بات کبھی نہیں ٹل سکتی۔ نہ مٹ سکتی ہے۔ تم ہزار نبی حضرت خاتم النبیین کے بعد بناؤ۔ مگر قیامت تک ان کا نبی ہونا کبھی بھی ثابت نہیں ہو سکے گا۔ تم سو شقیں آیت خاتم النبیین میں لگاؤ کہ اس سے مراد صاحب شریعت نبیوں کا ختم ہونا ہے مگر تمہارے منہ میں خاک ہی پڑتی رہے گی۔ اور کوئی نبی نام کا بھی رسول اللہ کے بعد سچا ثابت نہیں ہوگا۔ اب کوئی نہیں جو رسول اللہ کے بعد نبی اور رسول ہو کر اللہ کی طرف سے آئے اور رسول اللہ گذشتہ نبیوں کی فہرست میں جا داخل ہوں وقت کے نبی ہمیشہ تا قیامت حضور نبی کریم صلعم ہی رہیں گے۔ اور حضرت مسیح موعود نے بھی یہی لکھا ہے کہ وقت کے نبی اور آخری نبی رسول اللہ ہی ہیں۔

اس جگہ ان احمدیوں پر نہایت افسوس ہے جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف ایسا قول منسوب کرتے ہیں۔ جو اسلام کا ان سے کوئی تعلق ہی باقی نہیں رہنے دیتا۔ اور جو قرآن کے بینات کے بالکل مخالف ہے اور ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ یہ امر محکمات بینہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انبیاء اللہ کی آمد کا سلسلہ ختم اور منقطع ہو چکا ہے۔ اور قرآن مجید کی ہر ایک آیت سے یہی ثابت ہو رہا ہے۔ کہ اب محمد رسول اللہ ہی قیامت تک وقت کے نبی رہیں گے۔ اور محمد رسول اللہ ہی خاتم النبیین رہیں گے کہیں بھی قرآن کریم کی ایک بھی ایسی آیت پیش نہیں کی جا سکتی جس سے اشارتاً یا کنایتاً یہ ثابت ہو سکے۔ کہ کسی ایک نبی نے بھی رسول اللہ کے بعد دنیا میں آنا ہے۔ کہیں حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کے دوبارہ آنے کا ذکر یا اشارہ تک نہیں۔ نہ قرآن میں نہ حدیث میں۔ لے دے کر مسلم کی ایک حدیث یاتی عیسیٰ نبی اللہ پیش کی جاتی ہے۔ مگر ترمذی میں یہی حدیث آئی ہے۔ اس میں نبی اللہ کا لفظ ندارد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی اللہ کا لفظ الحاقی ہے۔ اور دنیا کے طبقہ پر ایک حدیث بھی نہیں جس میں کسی نبی کے بعد رسول اللہ آنے کا ذکر ہو۔ اور مسلم کی اس حدیث کی نسبت جس میں لفظ نبی اللہ آیا ہے حضرت مسیح موعودؑ نے خود اس کی ایسی تردید کی ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر اور کسی بات کی تردید نہیں ہو سکتی ہے لکھا ہے کہ "یہ حدیث صریح قرآن شریف کے متناقض ہے۔ چیونٹیوں کی طرح اس پر شبہات چمٹے ہوئے ہیں۔ اور ہمارا حق ہے۔ کہ ہم اس کو موضوع قرار دیں۔ (تحفہ گولڑویہ) اور ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ قرآن مجید میں رسول اللہ کے بعد کسی نبی کے آنے کا کوئی اشارہ تک نہیں۔ اور خود حضرت مسیح موعود جن کو آج غلو اور گمراہی اور بے دینی کی راہ سے نبی بنایا جا رہا ہے۔ انہوں نے خدا کی قسمیں کھا کر اور خانہ خدا (مسجد) میں کھڑے ہو کر مسلمانوں کے سامنے بار بار یہ اقرار کیا کہ یہ مجھ پر افترا ہے۔ جو کہا جاتا ہے۔ کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ میرا ہرگز ایسا کوئی دعویٰ نہیں اور ساری عمر اشتہار پر اشتہار دیتے رہے کہ من نیستم رسول نیاوردہ ام کتاب اور اپنی ہر ایک کتاب میں لکھتے رہے کہ میں نبی نہیں من نبی نیستم میں محدث یعنی غیر نبی مکلم من اللہ ہوں۔ اور محدث کو ہی حضرت نے جزوی، ناقص، ناتمام ظلی مستعار طور پر بروزی مجازی نبی لکھا ہے۔ حضرت نے ساری عمر کبھی اپنے کو واقعی اور درحقیقت نبی نہیں لکھا۔ خود حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں کبھی خدا تعالیٰ نے ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی نبی ہونا نہیں بتلایا۔ اور نہ نبی کہہ کر پکارا ہے۔ حضرت کی جتنی مجلدہ کتابیں ہیں سو کے قریب ہیں۔ اور تمام مطبوعہ اشتہارات جو ہزار کے قریب ہیں ایک میں بھی حضرت مسیح موعود نے اپنا الہام ایسا پیش نہیں فرمایا جعلنی نبیاً آیا ہو۔ یا خدا نے کبھی نبی کہہ کر پکارا ہو ایسے ایک بھی الہام ایسا نہیں۔ اور میرا دعویٰ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ہر الہام حضرت کو غیر نبی ثابت کر رہا ہے الہام میں انت محدث اللہ صریح طور پر موجود ہے اور محدث غیر نبی مکلم من اللہ کا نام ہے نہ کسی نبی کا محدث کے لئے امتی ہونا شرط ہے اور نبی کے لئے امتی ہونا محال اور ناممکن ہے حضرت مسیح موعودؑ نے خود لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو امتی کہنا کفر ہے۔ جب نبی کو امتی کہنا کفر ہے تو امتی کو نبی کہنا اسلام میں کیسے جائز ہو سکتا ہے

اگر خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود کو نبی کہتا تو آپ نبی کے لفظ کے ساتھ اس قدر قیود اور لفظ نبی کی ایسی توجیہیں تاویلیں اور اس قسم کے الفاظ مستعار طور پر نبی اسمیت نبیاً من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ نہ لکھتے کہ خدا نے میرا مرتبہ مجازی نبی رکھا ہے۔ نہ واقعی اور درحقیقت نبی۔ اور نہ یہ لکھتے کہ ما لغنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ (حقیقۃ الوحی) اور نہ لکھتے کہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا (حقیقۃ الوحی)

کیا دنیا میں نبی ایسے ہی ہوئے ہیں کیا کسی نبی نے لفظ نبی کے ساتھ اس قدر قیود و لفظ نبی کی اس قسم کی تاویلیں لفظ نبی کی اس قسم کی توجیہیں ظلی بروزی مجازی مستعار طور پر اللہ کا سی طور پر نبی جس کو دوسرے لفظوں میں ناقص ناتمام جزوی نبی کہا جاتا ہے۔ کسی نبی نے آج تک اپنے کو کہا ہے؟ اگر ظلی یا مجازی نبی واقعی اور درحقیقت نبی ہوتا ہے۔ تو جتنے نبی آج تک دنیا میں ہوئے ہیں محمد رسول اللہ صلعم تک کوئی ایک بھی اپنے کو واقعی اور حقیقی نبی نہ کہتا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ جب حضرت نے ایک نبی کو امتی کہنا کفر لکھا ہے۔ تو ایک نبی کو ظلی مجازی کہنا بہت ہی بڑا کفر ہوگا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہ تمام ظلی بروزی مجازی صرف محدث یعنی غیر نبی مکلم من اللہ کے ہی نام ہیں۔ اسی لئے خدا نے حضرت کو اپنے الہام میں محدث غیر نبی مکلم من اللہ ہی کہا ہے۔ اور پھر حضرت پر جو یہ وحی ہوئی۔

قد اوحی الیّ ان الرسول هو المصطفیٰ لا نبی بعدہ ولا شریک معدوا [illegible]

خاتم النبیین۔ اس وحی نے تو فیصلہ ہی کر دیا کہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ وحی اللہ میں تو یہ بتلایا جائے کہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور پھر خدا حضرت کو نبی کہے۔ خدا کے کلام میں اختلاف نہیں ہو سکتا یا پھر یہ وحی وحی اللہ نہ رہے گی۔ معاذ اللہ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ صرف مجدد محدث ملہم من اللہ امام زمان اور ولی اعظم تھے۔ نبیوں کو جو کلام الٰہی میں امام کہا گیا ہے تو اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ ہر نیک بات میں دنیا کے امام ہوتے ہیں۔ نماز میں بھی نبی خود امامت کراتے ہیں کسی کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ پھر نبی بیعت کے وقت ہر ایک سے اپنے نبی ہونے کا اقرار لیتے ہیں مگر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی وفات تک کبھی نماز فریضہ میں آگے کھڑے ہو کر ایک نماز بھی لوگوں کو نہیں پڑھائی اور نہ کبھی وفات کے دن تک بیعت لینے کے وقت کبھی کسی سے اپنے نبی ہونے کا اقرار لیا۔

پھر نبی کی وحی وحی نبوت ہوتی ہے حضرت پر ساری عمر ایک بھی وحی ایسی نہیں ہوئی جو وحی نبوت ہو یا وہ وحی جبرئیل کے ذریعہ حضرت پر نازل ہوئی ہو۔ حضرت نے اپنی وحی کو وحی ولایت اور وحی محدثیت ہی لکھا ہے۔ وحی نبوت کہیں نہیں لکھا۔ حضرت میں یہ تمام باتیں غیر نبیوں والے بزرگوں کی پائی جاتی تھیں اور ایک بھی بات ان میں نبیوں والی نہ پائی جاتی تھی۔ اور آج جماعت کا ایک حصہ ان کو نبی نبی کہہ کر حضرت کی ہر بات کو دین و ایمان کا ایک جزو بنا رہا ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے پھر جہاں حضرت نے اپنی جماعت کو اپنی کتاب کشتی نوح میں تعلیم دی ہے۔ وہاں بھی کہیں یہ لفظ نہیں کہ جو مجھ کو نبی نہیں مانتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ اگر آپ نبی ہوتے تو یہ ضروری اعلان فرماتے۔ کیا کسی نبی کو ولی کہہ کر کوئی مسلمان رہ سکتا ہے یعنی یہ کہے کہ وہ نبی نہیں تھے ولی تھے پھر حضرت کے الہامات اس قدر آپ کے غیر نبی ہونے پر گواہ ہیں کہ اگر ان کو گن جائے تو وہ چالیس سے بھی زیادہ ہی نکلیں گے مگر نبی ہونے کا ایک الہام بھی نہیں ہے۔ یا مریم یا سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہ یا حسن یا علی پھر یہ الہام کہ نوراً من الرحمٰن منہ پر ولیاں ایں نشانی وغیرہ بہت سے الہام گواہی دے رہے ہیں کہ آپ غیر نبی تھے غرضیکہ رسول اللہ کے بعد کسی کے نبی ہونے پر نہ کوئی دلیل قرآن سے مل سکتی ہے نہ حدیث سے۔ اس لئے قرآن و حدیث کے خلاف ایسے نقل اقوال لا تفضلوا الانبیاء کا کوئی ستارہ [illegible] نہیں رکھتے۔ اور دین و اسلام سے ایسی کوئی واسطہ اور تعلق نہیں۔

(باقی باقی)

ادارہ تعلیم القرآن کے سالانہ اجلاس کی مختصر روئیداد

(صفحہ اوّل سے آگے)

بلکہ ٹی ممالک جہاں مسلمان عیسائیت کا آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ اسکے جال سے نکل گئے یہ صرف اس انجمن کی کوششوں کا نتیجہ ہے لیکن اس دوسرے پہلو کی طرف ہی ہماری توجہ نہیں ہوئی کہ مسلمانوں کو توجہ کرنا ... بتایا تھا کہ مذہب اس دنیوی زندگی کے لئے نفع بخش نہیں سائنس نفع بخش ہے۔ حضرت مجدد وقت نے ہمیں بتایا کہ مذہب بھی فی الحقیقت ہماری دنیوی اور اخروی دونوں زندگیوں کو سنوارنے والا ہے۔ اور آپ نے اپنے ساتھیوں کی زندگیوں میں اسلام کو ویسے ہی داخل کر دیا جیسے صحابہ رضی کی زندگیوں میں داخل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر اقبال کو علی گڑھ میں یہ اعتراف کرنا پڑا۔ کہ اگر ٹھیٹھ اسلامی زندگی دیکھنی ہو تو جماعت احمدیہ کو دیکھ لو۔ آپ نے فرمایا کہ اس اثر اور اس اسلامی زندگی کو پھر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اگر جماعت احمدیہ اس کام کی طرف بھی توجہ کرے اور مسلمان بچوں کی ذہنی و اخلاقی تربیت کے لئے اس ہوسٹل کو اعلےٰ معیار پر لے جائے تو جو انقلاب اس سے پیدا ہو گا۔ وہ اس انقلاب سے جو غیر ممالک میں تبلیغ اسلام سے پیدا ہوا ہے بہت بڑھ کر سریع الاثر ہو گا۔ ضرورت ہے کہ جماعت کے مقتدر اصحاب اس طرف توجہ فرمائیں اور مسلمان بچوں کی اخلاقی و ذہنی تربیت اور ان میں اسلامی زندگی پیدا کرنے کا سامان کریں۔

ڈاکٹر صاحب کے بعد مرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول ۲ نے تعلیمی زندگی اور ہوسٹل لائف پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور بتایا کہ آجکل کی تعلیم کا یہ نقص ہے۔ کہ تعلیم کا صحیح مقصد طلبا کے سامنے نہیں ہوتا۔ سکولوں کے بچوں کا شعور تو اتنا پختہ اور بیدار نہیں ہوتا کہ وہ از خود سمجھ سکیں لیکن کالجوں کے طلباء کا شعور کافی حد تک پختہ اور بیدار ہوتا ہے۔ اور ان میں تنقیدی مادہ بھی زیادہ ہوتا ہے اسلئے صحیح مقصد تعلیم ان کے سامنے ہونا چاہیئے۔ وہ مقصد کیا ہے۔ آجکل عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ کوئی اچھی ملازمت مل جائے۔ اور اچھے گذارہ کی صورت بن جائے۔ حالانکہ تعلیم کا حقیقی مقصد جو کسی ماہر تعلیم نے بتایا ہے کہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسان کے جتنے قوا ہیں۔ ان سب کو بروئے کار لایا جائے۔

آپ نے فرمایا کہ نام ایک ایسی چیز ہے جو سامنے رکھا جاتا ہے۔ کہ ہمیں کو اس سے مناسبت پیدا ہو آپ جس ہوسٹل میں رہتے ہیں۔ وہ اچھا ہے یا بُرا بہرحال اس کا ایک نام ہے "ادارہ تعلیم القرآن" اس نام سے آپ کو مناسبت پیدا کرنی چاہیئے۔ اور تعلیم قرآن کو اپنی زندگیوں کا جزو بنانا چاہیئے۔

آپ نے بتایا کہ قرآن کا علم پھیلانے والے عموماً نوجوان ہوئے ہیں ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور حضرت علیؓ ان نوجوانوں میں سے تھے۔ جنہوں نے قرآن کے علم کو سب سے بڑھ کر پھیلایا اور اس نشاۃ ثانیہ کے زمانہ میں بھی جو حضرت مجدد وقت سے ظہور پذیر ہوئی۔ نوجوانوں نے ہی قرآن کا علم دنیا میں پہنچایا۔ قرآن کے سب سے بڑے مفسر حضرت مولٰنا محمد علی صاحب اور حضرت مولٰنا صدرالدین صاحب نوجوانی ہی کے زمانہ میں قرآن کو لیکر نکلے۔ اور اس کا علم دنیا میں پہنچایا۔ آپ یہ نہ کہیئے کہ ہم یونی کے طالبعلم ہیں ہم قرآن کو کیسے سمجھیں۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے زمانہ طالب علمی میں عربی نہیں پڑھی تھی حساب میں زیادہ مہارت حاصل کی تھی تاہم قرآن کو آپ نے پڑھا اور اس کے علوم نہ صرف خود واقفیت حاصل کی بلکہ دنیا کو بھی واقف کیا۔ بس آپ کا ادارہ تعلیم القرآن ہوسٹل اسی صورت میں مفید ہو سکتا ہے۔ کہ اس نام سے مناسبت پیدا کرتے ہوئے آپ بھی دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ قرآنی علوم حاصل کرنے کے لئے وقت نکالیں۔

مرزا صاحب کے بعد مولینا آفتاب الدین صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ احمدی قوم قتل دجال کے لئے کھڑی ہوئی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ تہذیب جو سراسر دجالیت کا مرقع ہے اس کا قلع قمع کر کے اسلامی تہذیب پیدا کی جائے۔ یہ ایک ایسا انقلاب ہو گا جس کے سامنے روس کا انقلاب جسے آج بہت بڑا انقلاب سمجھا جاتا ہے۔ کوئی چیز نہیں ...... پس اگر آپ اپنے ذہنوں کے اندر یہ خیالات جمائے ہوئے ہیں ہم نے اس تہذیب کا قلع قمع کرنا ہے اور اس وقت کی انتظار میں ہیں جب یہ تہذیب فنا ہو کر ایک نئی تہذیب کی بنیاد پڑے گی جس کو مجدد وقت نے نئی زمین اور نیا آسمان کے الفاظ میں بیان کیا ہے اگر یہ خیال ہمارے پیش نظر ہے۔ تو یہی درحقیقت احمدیت کا پیغام ہے۔

آخر میں حضرت صاحب صدر (مولینا صدرالدین صاحب) نے خطاب کرتے ہوئے جہاں اس بات پر خوشی کا اظہار کیا۔ کہ ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ صاحب نے اپنی رپورٹ میں ہوسٹل کے صحیح حالات ہمیں بتائے۔ وہاں اسبات پر شرمندگی کا اظہار کیا۔ کہ انہوں نے ہوسٹل کی جن خامیوں کا ذکر کیا ہے وہ حد درجہ افسوسناک ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہی ایک مسلمان کی تہذیب ہے کہ صحیح حالات اور اصل حقیقت کو سامنے رکھ دے۔ اور افسوس کیا کہ ہم چھ سات ہزار روپیہ سالانہ خرچ کرتے ہیں۔ اور ہمارے ہوسٹل کی یہ حالت ہے جو بیان کی گئی۔ آپ نے ڈاکٹر اللہ بخش صاحب افسر ہوسٹل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ کہ آپ فوراً اسی سال دو سو روپیہ ماہوار کی کوئی اچھی سی کوٹھی کرایہ پر لیں۔ اور ہوسٹل کو وہاں لے جائیں۔ اس کے لئے میں بھی آپ کے ساتھ کوشش کروں گا۔

— حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے نسبتاً بہتر ہے احباب جماعت آپ کے لئے دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں۔

— فتولاپور (انڈیا) — ہمارے ایک عزیز نوجوان عبدالستار نبی صاحب مینا امتحان میٹرک میں شریک ہونا چاہتے ہیں ان کی درخواست ہے کہ احباب کرام ان کی کامیابی کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

— محترم میاں غلام حیدر صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس (صاحبزادہ میاں غلام رسول صاحب مرحوم و مغفور) کو اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے (مبارک)

— بنکاک (سیام) ہمارے محترم بھائی ابراہیم

مسودے یہاں آکر ایک ٹرنک میں گم ہو گئے ہیں، یہ کتابیں حسب ذیل ہیں، تعلیم القرآن۔ خیرالورلے یوانح حیات لاڈ کرشنا۔ سوانح حیات گورونانک، درس عمل گیتا کا فارسی ترجمہ نظم۔ ۲ برس میں یہ کتابیں لکھی تھیں اگر کوئی ان کا پتہ دیوے اور مسودے لے آئے تو اس کو پچیس روپئے انعام یا حالات کے مطابق اس سے بھی زیادہ۔ ضرور کوشش فرماویں۔ چھوٹے سے ٹرنک میں یہ کتابیں تھیں۔ اس پر ۴۱-۸-۵ لکھا ہوا ہے۔ خاکسار عبدالمجید۔

ماڈل ٹاؤن بنگلہ ۱۲۰ بی

الوداعی پارٹی (بقیہ صفحہ ۱۱)

اس میں مزید ترقی پر ترقی کرتے چلے جاؤ۔ اور ہر مقام پر یہی سمجھو کہ ہم نے کچھ نہیں سیکھا۔ کامیابی اور ترقی کا یہی ایک راز ہے۔ خانصاحب موصوف نے اخلاق میں بلندی پیدا کرنے کی تلقین کی۔ اخیر پر حضرت مولٰنا صدرالدین صاحب نے طلبا کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آج خدا کے فضل سے پاکستان بن چکا ہے اس لئے آج تمہاری ترقی کے لئے بڑے مواقع ہیں خوب محنت کرو۔ اور اپنے کیرکٹر میں ایک مضبوطی پیدا کرو۔ تاکہ تم پاکستان کے آسمان پر ستارے بن کر چمکو۔ مولانا صاحب نے طلبا کو جھوٹ سے باز رہنے اور حلال کی روٹی کمانے کی موثر پیرایہ

پیغام صلح
جلد ۴۱ { یوم چہارشنبہ - ۲۶ر جمادی الاول ۱۳۷۲ھ ۱۹۵۳ء } نمبر ۶

بنائے تکفیر

اخبار مدینہ بجنور (۲۱ر دسمبر) میں کسی مولانا نجم الدین اصلاحی کا ایک مضمون "مولانا دریابادی اور قادیانیت" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کی ذات کو مورد طعن وتشنیع ٹھہراتے ہوئے ان مضامین پر جو جماعت احمدیہ کی تکفیر کے خلاف انہوں نے لکھے تھے نکتہ چینی کی گئی ہے اور اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کی تکفیر کو ناجائز قرار دے کر جمہور فقہاء ومتکلمین کے قائم کردہ اصولوں کی مخالفت کی ہے،

وہ اصول کیا ہیں؟ قبل اس کے کہ ان پر نظر ڈالی جائے مضمون نگار کے مبلغ علم کو ہم واضح کرنا چاہتے ہیں جو ذیل کے فقرات سے ظاہر ہے:-

"قادیانیوں کے کفر وارتداد پر قطعی دلیل موجود ہے تمام اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے، تمام اسلامی فرقے اس پر متفق ہیں اور قرآن کی صاف اور صریح آیتوں سے بھی قطعی یہ ثابت ہے اور تمام احادیث اس پر گواہ ہیں کہ رسول اللہ صلعم خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کسی کو نبوت نہ ملے گی"
مرزا غلام احمد کا قول یہ ہے:-

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کا خاتم الانبیاء ہونا غلط ہے، میں ان آیات اور احادیث اور اجماع کو نہیں مانتا یعنی میں بھی نبی ہوں (ملاحظہ ہو مولانا الیاس برنی کی کتاب)

یہ ہے وہ مبلغ علم، جس کی بناء پر مولانا دریابادی پر لے دے کی گئی ہے کہ کیوں انہوں نے جماعت احمدیہ کے کفر وارتداد پر قطعی برہان اور قوی دلیل سے انکار کیا ہے، اس جرأت کو دیکھئے کہ تکفیر ا......... اس شخص کی کی جا رہی ہے جو مجدد وقت، مسیح زمان اور مہدی دوران ہونے کا مدعی ہے، مولانا عبدالماجد دریابادی جیسے عالم دین کو ڈانٹ رہے ہیں کہ کیوں وہ تکفیر سے انکاری ہے، یہ بھی اچھی طرح معلوم ہے اور خود اس بات کو آگے جاکر واضح کیا ہے کہ ایک معمولی مسلمان کی تکفیر بھی بہت خطرناک بات ہے باوجود اسکے تکفیر کی بنا کیا ہے؟ صرف یہ بات کہ کسی مخالف احمدیت الیاس برنی کی کتاب میں لکھا ہے کہ:-

"مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کا خاتم الانبیاء ہونا غلط ہے، میں ان آیات اور احادیث اور اجماع کو نہیں مانتا یعنی میں بھی نبی ہوں"

انا للہ وانا الیہ راجعون - کیا حضرت مرزا صاحب کی کسی کتاب، کسی ڈائری، کسی تقریر یا اشتہار سے یہ الفاظ یا اس مفہوم کا کوئی فقرہ دکھایا جاسکتا ہے؟ کیا یہ ایک بہت بڑا افتراء نہیں جو الیاس برنی نے حضرت مرزا صاحب پر کیا اور مولانا نجم الدین اصلاحی جیسے عالم دین خود تحقیق کرنے اور حضرت مرزا صاحب کی کتابوں اور ملفوظات میں سے اسکو تلاش کرنے کی بجائے اس کو لیکر اٹھ کھڑے ہوئے اور مولانا عبدالماجد صاحب کو ڈانٹنے لگ گئے کہ تم کس طرح کہتے ہو کہ "قادیانیوں اور مرزائیوں کے کفر وارتداد پر کوئی قطعی برہان اور قوی دلیل نہیں ہے" اس سے بڑھکر قطعی برہان اور قوی دلیل اور کیا ہوگی کہ خود مرزا صاحب نے رسول اللہ کا خاتم الانبیاء ہونا غلط قرار دیا ہے اور اس بارہ میں آیات، احادیث اور اجماع کو ماننے سے انکار کرتے ہوئے خود نبی ہونے کا دعوے کیا ہے۔

فی الواقعہ اگر حضرت مرزا صاحب نے ایسا لکھا ہوتا اور ان کی کسی تحریر میں اس مفہوم کا کوئی اشارہ بھی پایا جاتا تو ان کے کفر میں کوئی شبہ باقی نہ رہ جاتا، لیکن ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ یہ قطعاً غلط ہے، بہت بڑا افترا ہے جو الیاس برنی نے ان پر کیا برخلاف اس کے ہم حضرت مرزا صاحب کی ہر کتاب، ہر اشتہار اور تقاریر سے دکھا سکتے ہیں کہ وہ حضرت نبی کریم صلعم کو نہ صرف خاتم الانبیاء مانتے ہیں بلکہ جو شخص ختم نبوت کا انکاری اور آپ کے بعد نبوت کا مدعی ہو اسکو کافر اور کاذب قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل:-

"میں[1] مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسکو بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ (مجموعہ اشتہارات صـ۲۳۳)

"کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور نبی اسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت تامہ کی شرائط میں سے ہے آسکتا کیا یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبرئیل ہے اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہیئے کیونکہ حسب تصریح قرآن رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام وعقاید دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی؟"
(ازالہ اوہام صـ۵۳۴)

"اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں داخل ہے" (ازالہ اوہام صـ۵۷۵)

اسی قسم کی بیسیوں تحریرات ہیں جو حضرت مرزا صاحب نے بار بار اپنی کتب میں لکھی ہیں یہاں تک کہ اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں کمال صراحت کے ساتھ یہ لکھدیا کہ:-

"والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان الذی ھو خیر الصحف السابقۃ ولا شریعۃ بعد الشریعۃ المحمدیۃ- اور نبوت ہمارے نبی صلعم کے بعد منقطع ہوگئی اور فرقان کے بعد جو تمام سابقہ صحیفوں سے بہتر ہے کوئی کتاب نہیں اور نہ شریعت محمدیہ کے بعد کوئی شریعت ہے۔

پھر فرمایا:-

"ان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفٰی علی الطریقۃ المستقلۃ وما بقی بعدہ الا کثرۃ المکالمۃ وھو بشرط الاتباع لا بغیر متابعۃ خیر البریۃ۔ واللہ ما حصل ھذا المقام الا من انوار اتباع الاشعۃ المصطفویۃ وسمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ (ترجمہ) بیشک ہمارے رسول صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر مرسلین کا سلسلہ ختم ہوگیا پس اب کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہمارے رسول مصطفٰے صلعم کے بعد نبوت مستقلہ کا دعوٰے کرے اور آپ کے بعد کثرت مکالمہ کے سوائے کچھ بھی باقی نہیں رہا اور اس کے لئے آپ کی اتباع شرط ہے حضرت خیر البریہ کی اتباع کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہو سکتا اور اللہ کی قسم یہ مقام مجھے مصطفوی شعاعوں کی اتباع سے حاصل ہوا ہے اور میرا نام اللہ تعالےٰ کی طرف سے نبی رکھا گیا مجاز کے طور پر نہ حقیقت کے رنگ میں"۔ (الاستفتاء ضمیمہ حقیقت الوحی صـ۶۴)

کیا حضرت مرزا صاحب کی ان کھلی تصریحات کے باوجود الیاس برنی کا یہ قول صحیح قرار دیا جاسکتا ہے کہ:-

"مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کا خاتم الانبیاء ہونا غلط ہے میں ان آیات اور حدیثوں اور اجماع کو نہیں مانتا"

کیا مولانا نجم الدین اصلاحی کا فرض نہ تھا کہ الیاس برنی کے اس بیان کو مرزا صاحب کے کفر وارتداد پر قطعی برہان اور قوی دلیل قرار دینے اور مولانا عبدالماجد دریابادی کو ڈانٹنے اور مورد طعن وتشنیع ٹھہرانے سے پہلے اس کی تحقیق کر لیتے کیا ایک عالم دین کا یہی کام ہے کہ سُنی سنائی بات پر یقین کرکے اتنے بڑے مسلمان اور اس کی خادم اسلام جماعت کی تکفیر کا بار اپنے اوپر اٹھا لے؟ خود ہی انہوں نے آئمہ دین اور فقہا ومتکلمین کے ایسے اقوال نقل کئے ہیں اور اصولی بیان کئے ہیں جو تکفیر مسلمین کے بارہ میں مدنظر رکھنے ضروری ہیں چنانچہ لکھا ہے:-

"علامہ شامیؒ امام ابو جعفر طحاویؒ سے یہ نقل کرتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک

(باقی بر صـ۶ کالم اول)

[1] یہ اعلان جامع مسجد دہلی میں کیا گیا۔

راست اقدام

"زمیندار" میں سہ روزہ یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ نام نہاد آل مسلم پارٹیز کنونشن کی مجلس عمل نے حکومت کو جو نوٹس دیا تھا کہ اگر ۲۲ر فروری تک ان کے مطالبات نہ مانے گئے تو وہ ڈائرکٹ ایکشن شروع کر دے گی اس کی میعاد میں آج اتنے دن باقی رہ گئے ہیں اور کل اتنے رہ جائیں گے، چنانچہ ۱۱ر فروری کے اعلان میں صرف ۱۲ دن باقی رہ جانے کا نوٹس ہے۔

سوال یہ ہے کہ راست اقدام یا ڈائرکٹ ایکشن ہے کیا چیز؟ فی الحقیقت غور کر کے دیکھا جائے تو یہ اس شکست خوردہ ذہنیت کا ایک مظاہرہ ہے جو ہر صداقت کے مقابلہ میں دلائل سے عاجز آجانے والی جمعیتوں کو اختیار کرنی پڑتی ہے جب کوئی قوم حق کے مقابلہ میں عاجز آجاتی ہے اس کے دلائل و براہین، اس کے پاکیزہ خیالات و اطوار اس کے روحانی تاثرات اور سب سے بڑھکر اس تائید ایزدی کو جو اس کے ساتھ ہوتی ہے کسی طرح روک نہیں سکتی تو جبر و تشدد کی راہ اختیار کر لی جاتی ہے، اور اسی ذریعہ سے حق کو دبا دینے کی انتہائی کوشش کی جاتی ہے ابتدائے آفرینش سے آج تک جس قدر راستباز دنیا میں آئے ان سب کو باطل کے اس جبر و قہر کا شکار ہونا پڑا ہے جس کا آخری نتیجہ وہی ہوا جس کا ذکر قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کہہ دو حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا، باطل بھاگنے ہی والا ہے، اس میں حق کے غلبہ اور باطل کی شکست کا کھلا اعلان ہے جس کا مظاہرہ دنیا نے سینکڑوں مرتبہ دیکھا بڑی بڑی جمعیتوں نے حامیان حق کو مٹانے کی انتہائی جد و جہد کی اور انہیں خاک و خون میں تڑپانے، آروں سے چیرنے آگ میں جلانے سے بھی دریغ نہ کیا اور صاف طور پر اعلان بلکہ کھلے لفظوں میں چیلنج کیا کہ لنخرجنکم من ارضنا اولتعودن فی ملتنا ہم تمہیں دیس بدر کر دیں گے یا تمہیں ہماری ملت میں واپس لوٹنا ہوگا جس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی ملا لنھلکن الظالمین ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور آخر کار یہی واقع ہوا۔

یہی وہ اقدام ہے جس کو آج ڈائرکٹ ایکشن یا راست اقدام کے نام سے ہمارے سامنے ایک ہوّا بنا کر کھڑا کیا جا رہا ہے جو اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ جماعت احمدیہ حق پر ہے اور ان لوگوں کے پاس جو اس تحریک کو لے کر کھڑے ہوئے ہیں اس کی تکذیب کے لئے کوئی معقول دلائل نہیں، وہ معاندین حق کا طریق اختیار کر کے اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں کوئی سچائی نہیں وہی کفار... والا ہتھیار لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا انہوں نے اختیار کیا ہے اور انشاء اللہ لنھلکن الظالمین کا مقالہ ان پر پورا ہو کر احمدیت کی صداقت کا ایک اور نشان ظاہر ہو کر رہے گا۔

اجماع و تکفیر

آج کا مقالہ افتتاحیہ لکھا جا چکا تھا کہ مولانا عبدالماجد دریا بادی کا اخبار صدق جدید مؤرخہ ۳۰ر جنوری موصول ہوا جس کے صفحہ ۵ پر ایک فرنگی محلی ثم پاکستانی عالم دین کا حسب ذیل مکتوب شائع ہوا ہے:۔

"کلکتہ سے ایک دوست نے مدینہ مؤرخہ ۲۵ر دسمبر کی ایک کٹنگ بھیجی تھی جس میں نجم الدین اصلاحی صاحب کا مضمون آپکی تردید میں تھا۔ اسے دیکھ کر بے اختیار آپ کی یاد تازہ ہو گئی اور جی چاہتے تھا کہ مدت دراز کے بعد کہ آپکو خط لکھوں۔ ذاتیات کے علاوہ جو کچھ اس مضمون میں ہے وہ جواب طلب ہے لیکن جواب خود انہیں عبارتوں سے نکل آتا ہے جو اصلاحی صاحب نے محققین کی دینی تائید میں سمجھ کر نقل کی ہیں۔ آپ یا کوئی اور صاحب جو لکھنا چاہیں وہ اس سلسلہ مضامین پر ایک نظر کر لیں جو کئی سال ہوئے صدق میں اصول تکفیر پر فرنگی محل سے شائع ہو چکے ہیں[1] کام بہت سہل ہو جائے گا۔ خصوصاً اجماع کی حقیقت پڑھکر۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگوں کو خصوصاً اپنے کو حنفی کہنے والوں کو اس کا خیال کیوں نہیں آتا کہ معتزلہ وغیرہ جو فرقہ متقدمین کے سامنے گزرے ہیں۔ ان کی تکفیر ہمارے علماء کیوں نہ کر گئے۔ جبکہ وہ فرقہ امت کے مسلمات دینیہ کے منکر تھے۔ مثلاً شفاعت، رویت باری، میزان، صراط، عذاب قبر خصوصاً جبکہ ان کا ذکر علاوہ حدیث کے قرآن تک میں موجود ہے اور منکرین خلافت شیخین (اجماع سنت کے خلاف) مرتکب کبیرہ کا کفر وغیرہ وغیرہ۔ تو اگر وہ اس وقت کے مسلمات دینیہ سے انکار کی بناء پر مستحق تکفیر نہیں تو آج کے لوگ کیوں مستحق تکفیر ہوں اگر وہ اس وقت کے مسلمات دینیہ کے منکر ہیں۔

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

[1] وہ مضمون آج تک دیکھنے میں نہیں آیا (صدق) سنہ ۱۹۲۷ء کے متعدد نمبروں میں ضرور بابت دین و اصول تکفیر کے ... عبدالرحیم ... فرنگی محلی کے نام سے۔

اخبار احمدیہ

—— اخبار مدینہ بجنور میں مولوی نجم الدین اصلاحی نے الیاس برنی کے حوالہ سے حضرت مسیح موعودؑ پر جو افترا کیا ہے کہ آپ نے ختم نبوت سے انکار کیا ہے (ملاحظہ ہو مقالہ افتتاحیہ) اس بارہ میں ہمارے محترم بزرگ جناب ڈاکٹر ابن اکبر خاں نے مدینہ کو یہ اعلان لکھکر بھیجا ہے کہ:۔

"اگر کوئی شخص الفاظ مذکورہ حضرت مرزا صاحب کی کتاب میں سے دکھا دے تو میں اس کو جماعت احمدیہ لاہور کے ہندوستانی مبلغ کے توسط سے ایک سو روپیہ انعام دینے کو تیار ہوں"

—— اخبار "پیغام صلح" کی مالی اعانت کے لئے جو اپیل کی گئی تھی، اس کے جواب میں گورنمنٹ سینی ٹوریم ڈاڈر سے ہمارے ایک محترم دوست محمد انور اعوان لکھتے ہیں:۔

"اخبار "پیغام صلح" قومی اخبار ہونے کے علاوہ میرا محسن اور رہبر بھی ہے کیونکہ اسی کی بدولت مجھے تحقیق حق کی توفیق ملی، موجودہ دنوں عرصہ سے بیمار ہونے کی وجہ سے میرے مالی حالات سخت خراب ہیں تاہم احسان شناسی کے طور پر پانچ روپیہ کی حقیر رقم امداد پیغام صلح بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت ہے امید ہے برگ سبز است تحفہ درویش سمجھتے ہوئے قبول فرمائیں گے"۔

پیغام صلح۔ ہم اپنے محترم بھائی کے دلی شکرگذار ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

—— ایک اور خط میں ہمارے محترم بھائی نے یہ بھی لکھا ہے:۔

"بندہ عرصہ سے بعارضہ تپ دق بیمار ہے، دیگر مشکلات اور پریشانیوں نے بھی ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔ بزرگان و مبلغین سلسلہ عالیہ و جملہ احباب کی خدمت میں مسلسل دعا کی درد مندانہ درخواست کرتا ہوں۔ امیر قوم ایدہ اللہ و صدر مکرم کی خصوصی توجہ کا مستحق ہوں۔" والسلام

نیازمند۔ محمد انور بھیروی از ڈاڈر

ہمیں امید ہے تمام دوست اور بزرگان ملت اپنے اس مخلص بھائی کی صحت عاجلہ و کاملہ کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں گے۔

سانحۂ ارتحال

قاضی خیل ضلع پشاور سے عبدالرحمٰن صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے والد ماجد حاجی فضل الرحیم صاحب جو ایک پرانے احمدی بزرگ تھے ۸ر جنوری کو بعمر ۱۰۰ سال ۴ ... دن، وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاجی صاحب مرحوم کو جنت نصیب کرے اور ان کے تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

درخواستہائے دعا

حیدرآباد سے شیخ انعام الحق صاحب لکھتے ہیں:۔

(۱) جناب محمد علی صاحب بی اے بارہ مولا کشمیر ہمارے ایک مخلص نوجوان دوست ہیں، دینی امور سے خاص دلچسپی ہے اور عملی حصہ لیتے رہتے ہیں علمی مذاق رکھتے ہیں۔

(۲) گذشتہ دنوں انہوں نے حضرت صاحب صدر کی تحریک پر مبلغ دس روپے پبلسٹی فنڈ میں عنایت فرمائے۔

(۳) حال ہی میں ان کے صاحبزادوں کے ختنہ ہوئے اس مبارک تقریب پر انہوں نے مبلغ پانچ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائے ہیں۔

محترم محمد علی صاحب کی صحت کافی عرصہ سے قابل اطمینان نہیں ہے تمام احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس مخلص نوجوان دوست کو صحت، توانائی اور خدمت دین کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے اور تا دیر سلامت رکھے اور ان کے صاحبزادوں کو بھی صحت و مسرت کے ساتھ عمر درازی عطا فرمائے اور خادم دین بنائے آمین ثم آمین۔

چینبہ سے محترم غلام نبی صاحب لکھتے ہیں:۔ یہاں پر خدا کے فضل و کرم سے جماعت کو از سر نو تشکیل کیا گیا ہے اور تینوں وقت کی نمازیں بھی باجماعت پڑھی جاتی ہیں۔ صبح مغرب اور عشاء پیغام صلح کے پڑھنے کے لئے بھی احباب کو زور دے رہا ہوں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مشن میں کامیابی عطا فرمائے۔ ان غیر احمدیوں کی نسبت...

بقیہ کالم اول

اختلاف اس زمانہ میں اور اس زمانہ میں بھی پیدا ہوا ہی تاویل نصوص سے۔ اور تاویل مقبول و غیر مقبول کے اصول غزالی رحمتہ اللہ التفرقہ بین الاسلام والزندقہ میں لکھ دیئے ہیں یہ اصل اصول تکفیر خود اس مضمون میں درج ہے کہ اقرار دینی ہونے کے بعد انکار ہے۔ اگر کوئی شخص تاویل سے بھی نہ مانتا ہو کہ فلاں امر دینی ہے تو وہ اس میں نہیں آتا۔ مثلاً خاتم النبیین ہونے کو مانتا ہے لیکن اس کے معنی وہ نہیں لیتا جو سلف سے منقول ہیں۔ اس کا حال وہی ہوگا جو میزان و صراط سے متعلق کہا گیا ہے کہ معتزلہ میزان و صراط کو مانتے ہیں مگر ان معنی میں نہیں جو سلف سمجھتے تھے۔ الیاس برنی صاحب کی کتاب میں نے پڑھی ہی اس میں خود مرزا کا (اسکے خلفا کا ذکر نہیں) کوئی قول ایسا نہیں ملا جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ اپنے کو مستقل ہونے ...

[2] ... سابقین کے لئے کوئی سمجھا و بہر حال وہ دینی کی ایک خاص اصطلاح رکھتے۔ اس طرح شدید مخالفت کی یہ دوسری جگہ ہے کہ خود یہ اصطلاحات تخلیق ہوں۔ (صدق جدید ۳۰ر جنوری ۱۹۵۳ء)

حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاقِ عالیہ و شجاعت و ایمان کا ظہور جنگِ اُحد میں

مشورہ سے قوم کی عزت بڑھتی ہے اور دیانت سے زندگی اور اعتماد پیدا ہوتا ہے

خطبہ جمعہ حضرت امیر مولٰنا صدر الدین ایدہ اللہ ۔ فرمودہ مؤرخہ ۳۰ر جنوری ۱۹۵۳ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ولئن قتلتم فی سبیل اللہ او متم لمغفرۃ من اللہ ورحمۃ خیر مما یجمعون .... الیٰ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین (آل عمران)

جنگِ اُحد میں نبی کریم صلعم کی ہدایت

یہ آیات اپنے اندر چند نہایت ضروری ہدایات رکھتی ہیں یہ ہدایات جنگ اُحد کے ضمن میں دی گئی ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن اپنے دوستوں کو مورچوں پر بٹھایا، چنانچہ قرآن شریف نے اس کو یوں بیان کیا ہے واذ غدوت من اھلک تبوئ المؤمنین مقاعد للقتال جب تو اپنے اہل خانہ سے نکلا اور جنگ کے میدان میں مومنوں کو مورچوں پر بٹھا رہا تھا۔ ان مورچوں کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے کہ ایک پہاڑ کی اوٹ لیکر فوج کو آراستہ فرمایا اور اس پہاڑ پر پچاس تیر اندازوں کو مقرر کیا۔ ان تیر اندازوں پر عبداللہ ابن جبیر کو امیر مقرر کیا اور ان کو تلقین فرمائی ہماری پشت کی حفاظت کریں یعنی دشمن کو اس طرف سے نہ آنے دیا جائے اور کسی صورت میں بھی اس جگہ کو خالی نہ چھوڑا جائے۔

مسلمانوں کی فتح

حضرت جب یہ ہدایت دے رہے تھے تو عبداللہ بن ابی نے تین سو آدمیوں سے کہا کہ چلو واپس چلیں انہ اتبع الولدان وعصانی اس لئے ان کو شکست وموت کا سامنا کرنا پڑے گا چنانچہ وہ وہاں سے چلے گئے، اس کے بعد لڑائی شروع ہوئی، دشمن کو شکست ہوئی خدا کی شان ہے تین ہزار کفار کے مقابلہ میں صرف سات سو مسلمان فتحیاب ہوتے ہیں، یہ اتنا بڑا معجزہ ہے کہ اس سے مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی تائید کھلے طور پر ثابت ہے۔

تیر اندازوں کی غلطی اور مسلمانوں کا نقصان

لیکن جونہی مسلمانوں کو فتح ہوئی اور دشمن بھاگنے لگا تو ان ستر تیر اندازوں نے کہا کہ فتح تو ہوگئی اب مال لوٹنا چاہیئے مال کی محبت کی وجہ سے ان سے نافرمانی سرزد ہوئی اور وہ اپنے مورچے کو چھوڑ کر مال کے حصول کے لئے دشمن کا تعاقب کرنے لگے۔ اللہ تعالےٰ نے اس پر انہیں بہت ملامت کی ہے منکم من یرید الدنیا تم میں سے ایسے لوگ ہیں جو دنیا حاصل کرنا چاہتے ہیں امیر عبداللہ نے ان لوگوں سے کہا کہ اس مورچہ کو چھوڑنا نہیں چاہیئے، لیکن انہوں نے پرواہ نہ کی اور مورچہ چھوڑ کر مال لوٹنے چلے گئے، خالد نے جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے، جب مورچہ کو خالی دیکھا تو اس پر قبضہ کر لیا اور جو تیر انداز وہاں پہ موجود تھے مع ان کے امیر عبداللہ کے شہید کر دیئے گئے اور اس مورچے پر سے خالد کے ہمراہیوں نے مسلمانوں پہ تیر برسانے شروع کر دیئے جس سے مسلمان فوج کو بہت نقصان پہنچا اور وہ بھاگ نکلے۔

نبی کریم صلعم پر دشمن کا حملہ اور صحابہ کی فدائیت

حضرت نبی کریم صلعم کو بھی بہت تکلیف پہنچی، حضور کو زخم آئے اور بے ہوش ہو کر گر گئے، ایسی حالت میں کچھ آدمی آپ کے ارد گرد حفاظت کے لئے کھڑے ہو گئے، وہ دشمن کے مقابلہ میں سپر بنے ہوئے تھے اس حالت میں ایک کافر نے تلوار لے کر حضرت پر شدت کا وار کیا طلحہؓ نے اپنے آقا کو بچانے کے لئے یہ وار اپنے بازو پر لیا اور ہاتھ کٹوا لیا۔ ابو دجانہ نے دشمن کے تیروں کے سامنے پیٹھ کر دی تیر آتے تھے اور ان کی پیٹھ میں پیوست ہو جاتے تھے۔

نبی کریم صلعم کی شجاعت اور ایمان

اسی حالت میں حضرت کو ہوش آئی تو آپ نے خچر پر چڑھ کر ہانک دی اور لوگوں کو پکارا الیّ عباد اللہ الیّ عباد اللہ خدا کے بندو میری طرف آؤ خدا کے بندو میری طرف آؤ اس موقعہ پر فوج کے اندر مشہور ہو گیا کہ محمد رسول اللہ صلعم شہید ہو گئے اسی وقت آپ نے آواز دی انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب، میں خدا کا نبی ہوں اس کی تکذیب نہیں ہو سکتی میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں، حضور نے لاجواب شجاعت اور ایمان کا ثبوت دیا دشمن سر پر ہے اور اس کو اپنا پتہ دے دیتے ہیں کہ میں یہاں ہوں، اسی شخص کو سجتا ہے یہ کہنا کہ لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل مجھے محبوب ہے کہ میں خدا کے رستہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، اور اپنے اس ایمان اور اس استقلال سے ایسے مشکل موقعہ پر اپنی قوم کے دلوں کے اندر ہمت پیدا کر دی۔

نبی کریم صلعم کی رحمدلی

آپ کے بلانے پر قوم واپس آئی تو اس وقت باوجود اس نافرمانی کے جو لوگوں نے کی، اور باوجود اس نقصان کے جو مسلمانوں کو پہنچا، اور خود آپ کو زخم پہنچے اور آپ بیہوش ہو گئے، خود کی کڑی آپ کے سر میں دھنس گئی، پھر بھی آپ اس قدر حلیم تھے، کہ اللہ تعالےٰ نے اس کا اعتراف کیا فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم کس قدر رحیم کریم انسان ہے کہ بجائے خفا ہونے کے ان کے لئے دل میں نرمی اور رحم موجزن ہے ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک اگر تو سخت کلام اور سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے ارد گرد سے بھاگ جاتے یعنی پیغمبری وہیں رہ جاتی ہے اگر اس کے اندر خشونت ہو، اور وہ ہر ایک کے ساتھ درشتی سے پیش آئے حضرت نبی کریم صلعم کی یہ شان ہے کہ آپ اس قدر رحم دل، نرم مزاج واقعہ ہوئے تھے کہ کوئی چیز آپ کو برہم نہ کر سکتی تھی اور نہ کسی کی خطا پر آپ کو غصہ آتا تھا۔

حکم عدولی کرنیوالوں کی معافی کی ہدایت

اُحد کی جنگ میں حضور نے خود نہایت شدید تکلیف برداشت کی حضور کے چچا حضرت حمزہ شہید ہو گئے اور ان کے علاوہ ستر مسلمان شہید ہوئے اور وقتی طور پر شکست برداشت کرنی پڑی پھر بھی حکم ہوتا ہے فاعف عنھم ان کو معاف کر دے، واستغفر لھم ان کے لئے اللہ تعالےٰ سے معافی طلب کر، اور پھر یہیں تک نہیں اس سے آگے قدم بڑھایا وشاورھم فی الامر اور ہم حکم دیتے ہیں کہ ان سے مشورہ لیا کرو، نہ صرف ان کو معاف کر دیں اور اللہ تعالےٰ سے ان کے لئے معافی چاہیں بلکہ ان سے مشورہ بھی لیں۔

مشورہ لیکر صحابہؓ کی شان بڑھائی گئی

کتنی قدر دانی ہے اس سے ..... اللہ تعالےٰ نے ان کی شان و عظمت کو بڑھایا اور ان کے درجے کی رفعت قائم کی وان کی اہانت نہ ہونے دی۔ اس کا اثر یہ تھا کہ قوم حضور پر فدا تھی اور ہر امر میں ان کی اطاعت کرتی تھی۔ حضورؐ مہبط وحی ہو کر اور علوم کا سرچشمہ ہو کر علم و حکمت کا منبع ہو کر اپنے دوستوں سے ہر کام میں مشورہ لیا کرتے تھے، اس کی غرض یہ تھی کہ ان کے دلوں میں شدید محبت پیدا ہو ان کی اطاعت کے اندر خلوص پیدا ہو، اگر آپ ایسا نہ کرتے اور ان سے مشورہ نہ لیتے تو اس سے ان کی اہانت سمجھی جاتی، ان سے مشورہ لینے سے

(باقی برصفحہ کالم ۳)

(مقالہ افتتاحیہ بقیہ صفحہ ۳)

(ایک مسلمان) ایمان سے اس وقت خارج ہوگا جبکہ اس کا انکار کرے جس کی تسلیم سے مسلمان ہوا تھا۔ اور جب تک یہ انکار یقینی نہ معلوم ہو کفر کا حکم نہ دیا جائے گا (شامی جلد دوم) جو لوگ نہایت آزادی سے تکفیر کر دیتے اور دھڑلے سے مرتب کر دیتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلمان کی تکفیر بہت خطرناک ہے۔ شیخ الاسلام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں اور جس کو امام شعرانی نے نقل کیا ہے کہ:۔ اعلم یا اخی وفقنی اللہ وایاک ان الاقدام علی تکفیر المومنین عسیر جدا و کل من فی قلبہ ایمان یستعظم القول بتکفیر اھل الاھواء والبدع معہ قولھم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فان التکفیر امر ھائل عظیم الخطر (الیواقیت جلد دوم صفحہ ۱۲۵)

برادرم، اس کو خوب سمجھ رکھو کہ مسلمانوں کی تکفیر بڑی بھاری بات ہے جس کے دل میں ایمان کی چاشنی ہے اس پر اہل اہوا اور اہل بدعت کی تکفیر گراں اور بہت سخت ہے خصوصاً جبکہ وہ خدا کو ایک اور محمد صلعم کو رسول جانتے ہیں خدا مجھ کو اور تجھ کو اس بلا سے بچائے کہ مسلمانوں کی تکفیر پر جرأت کروں کیونکہ تکفیر ہولناک اور سخت خطرناک ہے۔

کتنی صراحت ہے، کس قدر وضاحت کے ساتھ شیخ الاسلام تقی الدین سبکی اور امام شعرانی جیسے محقق علماء دین نے کلمہ گو کی تکفیر کو خواہ وہ اہل اہوا اور اہل بدعت ہی ہو ایک خطرناک جرم قرار دیا ہے اور علامہ شامی اور امام جعفر طحاوی نے بھی نہایت صفائی کے ساتھ بتایا کہ جب تک ایک مسلمان اس بات کا انکار نہ کرے جس کی تسلیم سے مسلمان ہوا تھا اور جب تک یہ انکار یقینی نہ معلوم ہو کفر کا حکم نہ دیا جائے گا اور خود مولانا نجم الدین اصلاحی ان اقوال کی بناء پر تنبیہہ بھی کرتے ہیں کہ:۔

"جو لوگ نہایت آزادی سے تکفیر کر دیتے اور دھڑلے سے مرتب کر دیتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلمان کی تکفیر بہت خطرناک ہے"

باوجود اس کے خود ہی ان تمام آئمہ و علماء دین کی تصریحات کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک سنی سنائی بات پر بلا تحقیق نہایت آزادی سے حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کی تکفیر کرنے سے نہیں جھجکتے اور تکفیر نہ کرنے والوں کو ڈانٹتے ہیں کیا آیہ کریمہ لا تقف ما لیس لک بہ علم انہیں یاد نہیں رہی؟ کیا ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا انہیں بھول گئی اور الیاس برنی کی بات کو قبول کر کے ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین کا وعید بھی فراموش کر دیا؟ آخر کچھ تو خدا کا خوف چاہیئے۔ آئمہ دین تو صراحت کے ساتھ اہل اہوا اور اہل بدعت کی بھی جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہو تکفیر، جائز نہیں سمجھتے اور اسکو بہت بڑا خطرناک جرم قرار دیتے ہیں اور آپ ہیں کہ حضرت مرزا صاحب جیسے عظیم الشان انسان، خادم دین اسلام اور فدائی رسول کو ایک سنی سنائی بات پر کافر قرار دے دیتے ہیں حالانکہ وہ بار بار لکھتے ہیں:۔

"نہ مجھے دعوے نبوت و خروج از امت، نہ میں منکر معجزات اور ملائک اور نہ لیلۃ القدر سے انکاری ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا اور قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جلشانہ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں۔" (نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

کیا ہم امید کریں کہ حضرت مرزا صاحب کے ان الفاظ کو پڑھکر مولانا نجم الدین اصلاحی اپنے مضمون پر ندامت کا اظہار کریں گے انہوں نے خود لکھا ہے کہ:۔

"علم کے ساتھ جو گمراہی آتی ہے اس کا کوئی روک نہیں ہم سے غلطی ہو سکتی ہے اور جب اہل علم کی ادنے لغزش دنیا کے لئے فتنہ بن جاتی ہے تو پھر ضد اور نخواستہ کبر نہ جانے کیا کچھ بن جائے گا۔"

اسی بناء پر انہوں نے مولانا عبدالماجد دریابادی کو نصیحت کی ہے کہ:۔

"فوراً پچھلے سے توبہ کر لینی چاہیئے یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے بلکہ مخدوم دریابادی کے مربی حضرت مولانا تھانوی کا اسوہ بھی ہے کہ مرحوم نے ۱۳۳۶ھ میں اپنے غلط فیصلہ سے رجوع فرمایا ہے"۔ کیا یہی نصیحت مولانا نجم الدین اصلاحی اپنے آپ پر وارد کر کے تکفیر کے خطرناک جرم سے توبہ کرینگے؟ اور حضرت مرزا صاحب کے بارہ میں اپنے فیصلہ سے رجوع کر کے اس فتنہ سے دنیا کو بچا لیں گے؟

ماسٹر اصغر علی صاحب کا داخلہ ہسپتال

ایبٹ آباد کے ماسٹر اصغر علی صاحب کے داخلہ ہسپتال کی خبر گذشتہ اشاعت میں دی جا چکی ہے، ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ نے اس بارہ میں جو خط لکھا ہے وہ ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہے:۔

ماسٹر اصغر علی صاحب جن کے نام سے اکثر احباب اور دوست واقف ہیں۔ پرسوں St. Thomas Hospital London میں برائے اپریشن داخل ہو گئے ہیں۔ ان کا یہ داخلہ معجزہ کا رنگ رکھتا ہے جیسا کہ احباب کو معلوم ہے وہ تقریباً ۴½ ماہ کا عرصہ ہوا انگلستان بغرض علاج تشریف لائے تھے۔ پہلے ڈیڑھ ماہ تو معاینہ میں صرف ہوا۔ اس کے بعد ان کو وعدہ دیا گیا تھا کہ کرسمس کے قریب ان کو ہسپتال داخل کر دیا جائے گا۔ کرسمس کے موقعہ پر اطلاع ملی کہ اول تو آج کل کوئی بستر خالی نہیں اور پھر ان کا اپریشن ایسا ہے کہ موسم گرما میں ہونا بہتر ہے جس کا یہ مطلب تھا کہ بیچارے مزید چار ماہ تک انتظار کریں۔ اس اطلاع نے ہم سب کو بیحد حیران کر دیا تھا۔ اور ہم سب بیحد متفکر تھے۔ ایک طرف آنناً اہم اپریشن دوسری طرف ان کی مالی حالت اور پھر انگلستان کے اخراجات اور اب مزید چار ماہ کا انتظار۔ ان تمام امور نے بے حد تشویشناک صورت پیدا کر دی تھی۔ بظاہر تمام دروازے بند نظر آتے تھے۔ یہاں تک کہ چند ایک اہل رسوخ اور بڑے بڑے افسروں اور ڈاکٹروں اور دوستوں نے باوجود کوشش کے ناامیدی کا اظہار فرما دیا اور کہا کہ بجز انتظار کے کوئی صورت نہیں۔ ان حالات میں اس احکم الحاکمین اور اصلی اور حقیقی مالک اور قدیر کے آگے گڑگڑانے اور درخواست کے علاوہ اور کوئی راہ نہ تھی۔ حالات بے حد مایوس کن تھے اور جب کوئی امید کی کرن نظر نہ آتی تھی تو بروز جمعرات بتاریخ ۲۲ر ماہ حال اچانک ایک خط ہسپتال سے موصول ہوا کہ ماسٹر صاحب بروز جمعۃ المبارک بتاریخ ۲۳ر ماہ جنوری ۱۱ بجے برائے داخلہ ہسپتال بھیجے جاویں۔ یہ اطلاع معجزہ سے کم نہ تھی چنانچہ بندہ خود ۲۳ر ماہ حال کو ان کو ہسپتال داخل کرانے گیا جہاں وہ اس وقت اپریشن کا انتظار کر رہے ہیں۔ اپریشن کی تاریخ تا حال مقرر نہیں ہوئی لیکن امید ہے انشاء اللہ العزیز جلدی ہی اس کا تعین ہو جائے گا۔ احباب سے نیم شبی دعاؤں کی درخواست ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔ اور شفا کامل عطا فرمائے۔ آمین۔ خاکسار۔ عبداللہ

بعد کی خبر۔ مندرجہ بالا خط کے بعد ڈاکٹر عبداللہ صاحب اپنے ۴ر فروری کے خط میں لکھتے ہیں:

آج ۴ر ماہ فروری کو ۱۲ بجے دوپہر ان کا اپریشن یہاں کے مشہور ماہر ڈاکٹر بیریٹ صاحب نے کیا۔ اپریشن بفضلہ تعالےٰ اچھا ہو گیا ہے۔ اور ماسٹر صاحب موصوف کی حالت نارمل ہے میں ابھی ان کو دیکھ کر آیا ہوں۔ دو تین دن تک اصل حالت کا صحیح اندازہ لگ سکے گا۔ درد دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے خاص فضل و کرم سے صاحب موصوف کو شفائے کامل عطا فرمائے آمین۔ ماسٹر صاحب تقریباً ۲½ ماہ کا عرصہ میرے پاس ووکنگ مسجد میں رہے۔ اس زمانہ میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ بڑے نیک۔ مخلص اور سعید نوجوان ہیں۔ احمدیت اور تبلیغ اسلام اور خدمت دین کا بڑا جذبہ اپنے رکھتے ہیں۔ احباب کرام ان کے لئے خاص طور پر درد دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ان کو شفا کامل عطا فرمائے تاکہ وہ اپنی زندگی خدمت دین اور خدمت خلق کے لئے مفید اور کارآمد بنا سکیں۔ تمام احباب جماعت اور بالخصوص تہجد گذار بزرگوں کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے۔ والسلام

خاکسار۔ دعاگو و طالب دعا عبداللہ امام مسجد ووکنگ

مَیں اور احمدیت

از لسانُ الملک واثق ٹونکی (بنوّن)

(۳)

مرزا غلام احمد علیہ السلام

مرزا غلام احمد علیہ السلام کے علم و فضل سے تمام علمائے اہل سنت والجماعۃ اور علمائے اہل حدیث اچھی طرح واقف ہیں اور ان کے تبحر علمی کے قائل تھوڑی دیر کے لئے حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مسیح موعود اور مہدی ہونے سے قطع نظر کر لی جائے۔ تو کیا یہ لوگ ان کے علم و فضل اور زہد و تقوےٰ سے بھی منکر ہو سکتے ہیں؟ غالباً اس کا جواب ہر طرف سے نفی میں ملے گا، کیا وہ نیابت رسول اکرم صلعم کا لقب پانے کے مستحق نہیں ہوں گے کیا ایسے زاہد متقی عالم و فاضل پر یہ بدگمانی کی جا سکتی تھی کہ وہ زاہد و متقی عالم با عمل نائب رسول عارف الٰہی راز دار معارف قرآن کسی ایسے کذب و افترا کا مرتکب ہو سکتا ہے جو عقاید اسلامیہ کے خلاف یا رسول اللہ صلعم پر وہ کوئی بہتان لگا سکتا ہے کیا اس کے لئے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ لاعلمی میں ایسے گناہ کا مرتکب ہوا ہے؟ ہرگز نہیں۔

صحیح حدیث ہے کہ جو شخص خواب میں رسول اللہ صلعم کی زیارت سے مشرف ہوا گویا اس نے بیداری میں شرف دیدار حاصل کیا اور اس کا مرتبہ صحابی رسول کا ہو جاتا ہے اور یہ بھی صحیح حدیث ہے کہ سرکار دو عالم علیہ التحیتہ والسلام کی شکل سے شیطان متشکل نہیں ہو سکتا اور یہ بھی علماء بیان فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کوئی جھوٹا خواب بیان کیا تو اس نے رسول اللہ صلعم پر تہمت و افترا کیا اگر مرزا صاحب بحیثیت ایک عالم و نائب رسول ہونے کے یہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا تو کیا اس میں کوئی شک کر سکتا تھا اور کیا آپ کا درجہ صحابی رسول کا درجہ تسلیم نہیں کیا جاتا اور کیا یہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نے رسول اللہ صلعم پر بہتان لگانے کی عمداً یا لاعلمانہ جرأت کی؟ کبھی نہیں۔

بالکل ایسی مثال اس کی ہے جیسے خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے تمام قریش اور اہل مکہ حضور کو محمدؐ امین اور محمدؐ صادق کہا کرتے تھے ان کا ایمان تھا کہ محمدؐ جھوٹ نہیں بولتا چنانچہ جب رسول اللہؐ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اہل قریش و مکہ کو آواز دی تو وہ سب جمع ہو گئے آپ نے انہیں مخاطب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا یا معشر القریش اگر میں تم سے کہوں کہ تمہارے لوٹنے کو کچھ لشکر جمع ہو رہے ہیں تو کیا تم اس کا یقین کرو گے؟ بلا توقف سب نے کہا بیشک کیونکہ تو کبھی جھوٹ نہیں بولتا"۔

آریوں عیسائیوں اور مغرب پسند مسلم نوجوانوں کو جب قولاً اور فعلاً اسلام پر حملہ اور رہبران اسلام کو اصلاح و مدافعت سے بے نیاز دیکھ کر غیرت حق کو جنبش ہوئی اور قادیان کے گوشۂ تاریک سے پھر آفتاب توحید عالم اسلام پر ضو فگن ہوا اور دشمنوں کے آگے مدافعت کے لئے ایک عالم سینہ سپر اور براہین احمدیہ شائع ہوئی تو اس کتاب اور مؤلف کتاب کے لئے عالم اسلام سے یہ آواز بلند ہوئی:-

"اسلام کے ابتدائی عہد سے لیکر اس وقت
تک ایسی مکمل اور ردّ کفر کتاب عالم وجود
میں نہیں آئی اور نہ ایسا جامع صفات و خادم
ملت مؤلف پیدا ہوا ہو۔"

لیکن وہی محمدؐ صادق و امین اپنی صداقت تسلیم کرا کر یہ سلسلہ کلام ارشاد فرماتا ہے کہ "تو یقین کرو خدا ایک ہے قابل پرستش اسی کو پوجو اسی کے آگے سر جھکاؤ، اسی سے مرادیں مانگو خدایان باطل کی پرستش چھوڑ دو وہ تو پتھر کے بت ہیں گونگے اور بہرے اور یقین کرو کہ مجھے خدا نے تمہاری طرف رسول کر کے بھیجا ہے" تو اسی لمحہ تمام صداقت محمدؐ (نعوذ باللہ) فنا ہو گئی اور سب نے حضور خاتم النبیین کو جھٹلانا شروع کر دیا اور تمام اکابرین مکہ میں بل چل مچ گئی۔ بالکل اسی طرح مؤلف بینظیر نے جب آواز دی یا معشر الاسلام مجھے قدرت نے اس دور پرفتن میں مسیح موعود و مہدی بنا کر بھیجا ہے میں خوشہ چین رسالت محمد صلعم چودھویں صدی کا مجدد ہوں مجھے رب العزت نے ہمکلام ہونے کا شرف بخشا ہے تو وہی علما جو براہین احمدیہ اور اس کے مؤلف کی تعریف میں رطب اللسان اور عظمت علم و فضل کے قائل تھے انہیں نے تکفیر و ارتداد کا فتوے دے دیا اور کفار بدکیش کے شانہ بشانہ ہو کر موجب رسوائی و تکلیفات بن گئے اور طرح طرح کے غلط اور ناروا الزام دہی اور آپ کی تکذیب و تحریف میں دشمنان اسلام سے بھی زیادہ بڑھ گئے پھر جس قدر اس مجدد معصوم نے تحریراً و تقریراً اپنے مسلمان اور جماعت اہل سنت والجماعۃ سے ہونا ثابت کیا (جو حقیقت تھی) اسی قدر ہمارے علمائے اسلام نے اپنے دعوے تکفیر و تکذیب کو زیادہ پر زور کر دیا۔ یہاں تک کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام اور کامل الایمان ہدایت یافتہ مسلمانوں کو کافر بنا کے رہے اور اس اسلامی اور جماعت موحدین کو اسی درجہ پر دیکھا اور اب بھی دیکھتے ہیں جس نگاہ سے ملعون مشرکین و بت پرستوں کو اللہ اکبر۔

علمائے اسلام کی تین اقسام

علمائے اسلام کیوں حضرت مرزا صاحب کے باوجود تسلیم علم و فضل مخالف ہو گئے باوجودیکہ احکام الٰہی اور احادیث نبوی سے وہ بھی بے بہرہ اور لاعلم نہ تھے وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ دور اسلام کے لئے ایک نازک دور ہے وہ اس سے اچھی طرح باخبر تھے کہ قرآن شریف اور قرآن سے مطابق احادیث صحیحہ میں کہیں یہ نہیں ہے کہ اور نہ ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام بجسمہٖ آسمان پر اٹھا لئے گئے اور وہ پھر بجسم سابق واپس آ سکے اہل سنت والجماعت کا فقیہ اعظم امام مالک بھی مسیح کی موت کا قائل ہے یہ ایک شہرت پایا ہوا مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور اس سے انکار کفر نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود نے بار بار ان بنیادی عقائد کا بھی اعلان کیا ہے جو مسلمان ہونے کے لئے لازمی ہیں اور الزامات عاید کرنے سے تحریراً و تقریراً کثرت سے انکار کیا ہے اور باطل عقائد پر لعنت بھیجی ہے۔ پھر کیا وجہ کہ علمائے کرام کفار کے دوش بدوش تکذیب تکفیر اور عداوت و رسوائی مسیح موعود علیہ السلام میں شریک ہوئے جس سے شرک اور فسق و فجور کو تقویت پہنچی اور تبلیغی جد و جہد میں رکاوٹیں پیدا ہوئیں؟

غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ موجودہ دور کے علمائے اسلام تین اقسام پر منقسم ہیں:-

اوّل وہ جن کا شغل درس و تدریس ہے اسی پر ان کی معیشت زندگی ہے اسی پر مدار عزت و شہرت ہے جس قدر ان کے متعلمین کا حلقہ وسیع ہوگا اسی قدر ان کی شہرت و عزت ہوگی اور معاشرت دنیوی میں سہولت۔

دوسرا طبقہ ہمارے علماء کا وہ ہے جن کی غایت علم و فضل وجاہت دنیوی عزت و شرف اور حصول اقتدار سیاسی ہے ان کی شان یہ ہے کہ ان کے لئے ہر اس ذی علم شخص کے لئے جو ان کے اغراض و مقاصد اور ان کی رہنمائی سے ہٹ کر کوئی دینی یا دنیوی مقصد میں ان سے بڑھتا ہوا نظر آئے فتوئے تکفیر ہے اور حیلۂ شرعی موجود ہے۔ ان کے لئے اس کی شہرت و ہر دلعزیزی اور عظمت کو نگاہ اور قلوب مسلمانان سے فنا کر دینا یاد بادینا مذہب کی آڑ میں اولین سیاسی فرض ہوتا ہے قسم اول کے علماء پر بھی ایسے شخص کا جو مسلمانوں میں ہر دلعزیزی اور شہرت حاصل کرے اثر پڑتا ہے اور اسی وجہ سے وہ بہت جلد قسم دوم سے متفق ہو کر مہر تصدیق ثبت کر دیتے ہیں اور ان کی ہمنوائی پر مجبور ہو جاتے ہیں قسم اوّل کے لئے مولانا حالی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے ؎

وہ تیلی کے کچھ بیل سے کم نہیں ہیں
پھرے عمر بھر اور جہاں تھے وہیں ہیں

اور قسم دوم کے لئے محترم موصوف کا ارشاد ہے ؎

کہنا فقہا کا مومنوں کو بے دیں
سنتے سنتے یہ ہو گیا ہم کو یقیں
مومن سے ضرور ہوگا یہ مرقد میں سوال
تکفیر بھی کی تھی فقہا نے کہ نہیں

علماء کی تیسری جماعت وہ ہے جو جو ہر قابل کی حیثیت سے ہوتے دونوں طبقات اول و دوم میں شامل ہونے کی اہلیت و قابلیت نہیں رکھتی انہوں نے مساجد کو پکڑ لیا ہے اور نماز روزہ اور ایسے ہی مشہور عقاید پر پرانی تقاریر دوہراتے رہتے ہیں گویا ان علمائے ثالث کا پیشہ ہی وعظ ہے اور جب وعظ کے بعد کوئی ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہے تو یہ معراج حقائق میں بیخود ہو جاتے

ہیں اس بدنصیب پر جسے بر دو طبقات اعلٰی کا فرد مردود بنا دیں ان علماء کا تقلیباً قہر و غضب بہت بڑھ جاتا ہے اور جس قدر ان کے قہر و غضب کی نمائش ہو کریں ان کے علم و فضل کا کمال معیار ثابت ہوتا ہے اور عوام کی نظروں میں ان کی عزت کی غیر معمولی افزونی ہوتی ہے۔ ان کے لئے مولانا حالی فرماتے ہیں۔

ایک گبر نے جو پوچھے اصول اسلام
واعظ نے درشتی سے کیا اس سے کلام
بولا کہ حضور ہوں جس کے
ایسی ملت اور ایسے مذہب کو سلام

طبقات علماء کی مخالفت کی وجہ

یہ طبقاتی تقسیم علماء ملحوظ رکھی جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی مجددیت وغیرہ سے ہر سہ طبقات علماء پر کافی ضرب پڑی۔ اس ضرب سے فطرتاً تینوں جماعتہائے علماء تلملا اٹھیں اور یہ تلملاہٹ اصولاً ہونی چاہیئے۔

کچھ یوں گھبرا اٹھے کہ حلقہ۔ درس و تدریس نہ فنا ہو جائے شہرت و عزت نہ خاک میں مل جائے اور ہمیں تو دنیا نوشے اوب اس کے دوبرو تہ نہ کرنا پڑے جو نفس جاہتانہ شہرت طلبی کا خاصہ۔ کچھ یوں مخالفت پر آمادہ ہو گئے کہ ان کا سیاسی اقتدار اور اس کا خوش آیند خواب آنکھوں اور دماغ سے فنا ہو جائیگا جاہ و زر طلبی کی تمنائیں مٹ جائیں گی حضرت مسیح موعود کا سیاسی مطمح نظر ہرگز نہیں ہو سکتا تھا کہ عدو اللہ کی دوستی کر کے اور ان کے ساتھ متحد العمل ہو کر سیاسی اغراض میں دشمنان الٰہی کو تقویت دی جائے اور اسلام کو فنا کرنے کے اسباب مہیا کئے جائیں۔

چنانچہ جمعیت علماء نے کانگریس میں جو خالص ہندو مشرکین اور خدا کے دشمنوں کی جماعت تھی اسے تقویت پہنچانے میں اپنے مکمل مذہبی اقتدار سے مدد دی اور آج تک ہم آہنگ ہے۔ اور اسی کی امداد اور ہم آہنگی نے عرصہ تک پاکستان کو قائم نہ ہونے دیا جو تحفظ اسلام و مسلم کے لئے ضروری تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا پھیلا ہوا اعتقاد جو برق رفتاری سے بڑھ رہا تھا اور وہ ہر دلعزیزی جس میں مقناطیسی قوت تھی اسی تدبیر سے روکے جا سکتے تھے کہ فتوے کفر و ارتداد لگایا جاتا۔ اس جماعت علماء کی نظر میں جس قدر روشنی اور تجلیات گونہ گون پیش کی گئیں اتنا ہی زمانہ تاریک ہوتا چلا گیا جس قدر ان کے دل نے اس کی عظمت کو تسلیم کیا اتنا ہی اضطراب اور اتنی ہی وحشت ان پر طاری ہوتی چلی گئی۔ بالکل یہیں قریش اور اہل مکہ کی طرح جو نعرۂ توحید سے گھبرا اٹھے تھے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہ بت پرست تھے اور یہ علماء بت ساز اور زمانہ پرست تھے۔

اس کے سوا کوئی بات ایسی نہ تھی جو حضرت مسیح موعودؑ سے دشمنی کی وجہ ہوتی۔ ان سے مخالفت کی جاتی انہیں رسوا کیا جاتا ان کی تکفیر و تکذیب کی جاتی انہیں ذلیل کرنے کی کوشش کی جاتی ان پر جھوٹے بہتان لگائے جاتے اور ان کی بار بار اعلان تردید پر توجہ تک نہ کی جاتی۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا ٭ کار طفلاں تمام خواہد شد

بہاولپور کا مولوی

پاکستان میں احمدیت کے خلاف حال ہی میں ایک فتنہ عظیم بپا ہوا تھا اب اس پر اگر غور کی جائے تو معلوم ہوتا ہے یہ فتنہ ہی ایک سیاسی فتنہ تھا جو مذہبی آڑ لیکر اٹھایا گیا تھا اور جس میں عزت مآب ظفر اللہ خاں صاحب وزیر خارجہ کی موقوفی کا مطالبہ تھا جس پر ہمیں اس موقعہ پر تفصیلی روشنی ڈالنی نہیں ہے ہمیں صرف اسی فتنہ کا ایک واقعہ بیان کرنا ہے بہاولپور میں بھی اس فتنہ نے اپنے اثرات پہنچائے اور وہاں بھی ہنگامہ ہوا اس سے شاید پاکستان کا کوئی حصہ محفوظ رہا ہو اور اگر حکومت پاکستان اس کی جلد ہی روک تھام نہ کر دیتی تو یہ تنظیم پاکستان کو لرزا دیتی۔

جامع مسجد میں صدہا مسلمان جمع تھے اس سے پہلے احمدیوں کے خلاف جلوس وغیرہ نکل چکے تھے اور اب ... لوی صاحب جو جامع مسجد بہاولپور کے ..... ملا یا مولوی ہیں تقریر کرنے آلہ نشر الصوت پر کھڑے ڈاڑھی پر بار بار ہاتھ پھیر کر مجمع عام میں جھوٹ بولنے کی جرأت پیدا کر رہے تھے۔

دو تین بار ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کر انہوں نے احمدیت کے خلاف اس قدر زہر اگلا کہ اس وقت جبکہ میں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی تصنیفات کا مطالعہ کر رہا ہوں حیران ہوں کہ کس طرح اس کفر ڈکلاس مولوی کو اس عظیم المرتبت ہستی پر ایسے صریح بہتان لگانے کی جرأت پیدا ہوئی۔ وہ کہہ رہا تھا "یہ مرزائی کافر ہیں یہ اجماع امت ان پر کفر کا فتوے لگایا گیا ہے کیونکہ یہ حضرت عائشہؓ ام المومنین پر بے عصمتی کا الزام لگاتے ہیں، یہ معراج نبوی کے قائل نہیں یہ کہتے ہیں مرزا غلام احمد پر وحی لے کر جبرئیل آتے ہیں اور اسے ہمکلامی رب العزت کا شرف حاصل ہے یعنی حضرت موسٰی تو طور پر مخصوص ایام میں جایا کرتے تھے لیکن اس کے پاس ہر وقت خدا رہتا ہے اور گویا اس کا منہ اس کے کان ہی سے لگا رہتا ہے۔ بھائیو تم نے ہوش سنبھالا ہو گا تو سنا ہو گا کہ عیسٰی علیہ السلام بجسمہ آسمان پر چلے گئے اور قرب قیامت میں آسمان سے اتریں گے اور مسلمانوں کے امام ہوں گے لیکن ان مرزائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ مر گئے نعوذ باللہ یہ ہیں کافرانہ اعتقادات ان مرزائیوں کے اور یہ کیونکر امت محمدیہ میں محبوب ہو سکتے ہیں"

اب جو ذی علم ناظرین احمدی تعلیم سے واقف ہیں وہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ مولوی صاحب کس قدر جھوٹ اور لغو الزامات حضرت مرزا صاحب اور ان کے معتقد مسلمانوں پر گلے کی رگیں پھلا پھلا کر کامل طیش اور انتہائی غضبناک ہیئت میں لگا رہے تھے حالانکہ شاید انہوں نے اپنی عمر میں ایک بار بھی اس پاک و مطہر تعلیم کا مطالعہ نہ کیا ہو جس نے ایک فاسق فاجر مسلمان کو سچا خدا سے ڈرنے والا مسلمان بنا دیا اور جس کی موثر اور مکمل تبلیغ نے دیار ہند سے لے کر امریکہ تک توحید کی گونج پیدا کر دی اور صدہا تثلیث پرست متعصب مسیحی ایک خدا کے روبرو جھک گئیں لعنت اللہ علی الکاذبین والمفترین کس قدر صریح گمراہی پھیلائی جا رہی تھی جو اس نازک دور دجالی میں حقیقی مسلمان ہیں وہ کافر اور جو کفر تو از نام کے مسلمان ہیں اور جنہیں خدا کے وجود کا کامل یقین بھی نہیں وہ مسلمان ہیں۔ وہ مسلمان ہیں جن کے رہبر یہ مساجد کے مولوی یہ درس و تدریس کے معاشرتی کیڑے یہ ہندوؤں کے پجاری سی

اقتدار کے شیدائی ہیں لیکن ایک محدث مجدد اور مسیح موعود کے معتقد ایک خدا کو خدا اور محمدؐ عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا رسول اور خاتم الانبیاء سمجھنے والے ہدایت قرآنی کے عامل یہ اعتقاد اہل سنت والجماعت کا فر ہیں

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

التماس

"دنیا چند روزہ ھے" اس کے معنی یہ نہیں کہ چند دن میں کائنات عالم کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان بہت جلدی فنا ہونے والا ہے اور سوچا جائے تو غایت حیات صرف یہی مشاغل دنیوی نہیں ہیں بلکہ کچھ اور بھی ہے یعنی وہ بھی جس کے لئے حضرت اعلٰی نے رسول بھیجے اور ان کے ذریعہ انسانیت کی تکمیل کے ساتھ وہ غایت سمجھائی جس سے عالم بعد الموت کا آرام اور دائمی راحت سکون روح کے لئے وہ اعمال بتائے جو اس زندگی مستعار میں کرنے کے بعد میسر آتے ہیں اور قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے۔ جن اصحاب کے لئے صرف یہی عالم عالم حیات و احساسات ہے میرا تخاطب ان سے نہیں ہے وہ تو شاید مر کر ہی سمجھیں اور اس قول رسول علیہ السلام کے مصداق بنیں هل وجدتم بما فعلتم لیکن جو در اصل امت محمدیہ میں ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور جو کسی مذہبی رشتہ سے بندھے ہوتے ہیں اور جن کا یہ اعتقاد ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور دائمی حیات اور پرسش اعمال اور سزا و جزا کا دن بھی ہے اور غایت حیات نہ سمجھنے اور اسکو حاصل نہ کرنے سے عقوبت و تکالیف دائمی کا یقین تو ان پر فرض ہے کہ وہ دل و دماغ کو اس ناپاکی اور گندگی سے صاف کر کے جو متعصب اور مصلحت پسند علماء اسلام نے عوام کے دل و دماغ میں بھر دی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف اور تبلیغی لٹریچر کو ملاحظہ فرمائیں اگر کہیں ایسا فاسد مادہ نظر آئے جو انہیں گمراہ کرتا ہو انہیں قرآن اور احادیث نبوی کی روشنی میں رہبری نہ کرتا ہو انہیں اعمال صالحہ کی تعلیم نہ دیتا ہو انہیں غایت حیات نہ سمجھاتا ہو انہیں باطل اعتقادات سکھاتا ہو یا اس تعلیم میں اہل سنت والجماعت و اہل حدیث کے عقائد کے خلاف کوئی بھی عقیدہ ہو تو اس سے گریز کرے اور اس کا مطالعہ منافی ایمان سمجھے ورنہ اس پر فرض ہے کہ وہ اس تعلیم سے نیکی اور صراط مستقیم حاصل کر کے خدا کی قربت روشنی اور نور حاصل کرے اور نعمت الٰہی سے محروم نہ رہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

(واثق ۱۳ر جنوری ۱۹۵۳ء)

ایک اعلان

حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کی آیندہ ہفتہ وار مجلس میں تقریر فرمائیں گے۔ یہ مجلس مورخہ ۱۵ر فروری ۵۳ء کو بروز اتوار بعد از نماز عصر ۳½ بجے احمدیہ مسجد میں منعقد ہو گی۔ جملہ احباب جماعت ملت بالعموم خصوصاً نوجوانوں سے درخواست ہے کہ وہ اس مجلس میں شرکت فرمائیں

خاکسار سلطان محمد۔ سیکرٹری

ہم کیا کچھ کر سکتے ہیں؟

غلام ربانی صاحب ایم اے ایل ایل بی بر موقعہ جلسہ سالانہ

دجال کے جاں گسل دور میں ہمارے رہبر اور محافظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت الی اللہ پر پیمان اطاعت باندھنے والوں کی خدمت میں مسیح موعودؑ کے ایک ادنیٰ خادم کا سلام عرض ہے۔

ہمارا منصب اور مطالبات کی نوعیت

آپ سب دوست جانتے ہیں کہ ہم نے جس کے ہاتھ پر اطاعت کا عہد باندھا ہے، اس کے منصب کی عظمت اور بعثت کے دور نے ہم پر بڑی اہم ذمہ داریاں لا ڈالی ہیں، سب سے ۔ ۔ ۔ پہلی بات جو سمجھنے والی ہے وہ ہمارا اپنا مقام ہے کہ ہم کس منصب سے یہ دعوت دے رہے ہیں۔ پھر یہ کہ ہم نے جو دعوت دینی ہے اس کی نوعیت کیا ہے اور اس کے مطالبے کون سے ہیں اور آخر میں ہمیں یہ جانچنا ہے کہ ان تقاضوں اور مطالبوں کو پورا کرنے کے لئے ہمیں اب کن راہوں سے بڑھنا ہے اور ہم کیا کچھ کر سکتے ہیں؟

انسانی ہدایت کیلئے دستور الٰہی

ابتداہی سے خدا تعالیٰ نے جو تمام انسانوں کا خالق ہے یہ دستور رکھا کہ اپنے اعلان انقلاب کو اپنے پاک اور برگزیدہ رسولوں کے وسیلہ سے نشر کرتا رہے۔ اور آنے والی تمام مصیبتوں سے اپنے بندوں کو آگاہ کرے۔ اور ان تمام لغزشوں کی منادی کر دی جو انسانوں کو اپنے خالق سے گمراہ کر کے گناہ اور نافرمانی کے تاریک اندھیروں میں دھکیل دیتی ہیں۔ تاکہ زمین خداوند کے نور سے جگمگا اٹھے اور انسانوں کی دنیا امن اور سکون کی دنیا ہو۔

نبی کریم صلعم کے متعلق بشارت خبری

اسی خدا نے اپنے برگزیدہ رسولوں کے ذریعہ جو ہمارے پاک رہنما حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انسانوں میں امن سلامتی اور پاک زندگی کی منادی کرنے آئے لوگوں کو یہ بتایا کہ انسانیت کبریٰ کا پیغام ایک آنے والے رسول پر نازل ہوگا اور اس رسول کی دعوت مشرق اور مغرب ہر طرف دی جائے گی۔ چنانچہ یہ پیغام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

نبی کریم صلعم کی آنیوالے فتن کے متعلق پیشگوئی

اس پیغام کے بارے میں انبیاء سلف کے موعود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ نے تمام لوگوں کو ہدایتیں دیں اور آنے والے دور کے تمام سکھ اور دکھ گن گن کر بتائے۔ اور منزل تک جانے والی راہ پر امتحان ایمان کے جتنے سنگ میل پڑتے تھے سب کی نشاندہی فرمائی۔ یہاں تک کہ وہ اس جگہ پہنچے جس کو دانیال نبی نے مقدس میں ناپاک شئے کا کھڑا ہونا قرار دیا اور جسے حزقی ایل نبی نے آخری زمانے میں آگ سے کھیلنے والا کہہ کر پکارا ہے اور جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ خداوند خدا کا سب سے بڑا مخالف ہے۔

دجال کا مہیب فتنہ

یہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ یہ وہ ہے کہ قیامت سے پہلے اس سے بڑا فتنہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ اس کے حکم کی تابعداری زمین پر عام کی جائے گی اور اس کے جلو میں جنت اور دوزخ ہونگے جنہیں وہ خداوند کے پرستاروں کو بہکانے کے لئے اور سزا دینے کے لئے استعمال کرے گا۔ اور کھیتیاں اس کے لئے اناج اگائیں گی اور زمین کا سنگلاخ سینہ اپنے چھپے ہوئے خزانے باہر انڈیل دے گا۔ مسافتیں اس کے لئے کم ہو جائیں اور آسمان کی پرسکون فضائیں اس کی قلابازیوں سے گونج اٹھیں گی۔ مرد تو اس کے پیچھے چلیں گے ہی۔ لیکن مادر انسانیت جس پر تہذیب اور شرف کا انحصار ہے اس کے قدم لے گی یہاں تک کہ ایک آدمی بھاگے گا کہ اپنی بہن بیٹی اور بیوی کو رسیوں سے باندھ دے کہ کہیں وہ بھی اس طرف نہ نکل جائیں۔ خداوند کے پاک رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو یہ دجال ہوگا۔ اور موعود گھڑی کے آنے سے پہلے اس کا ظہور ہوگا۔

نبی کریم صلعم کا موعود

اس خطرناک دور میں جب دجال کی بادشاہی پھیل جائے گی اور زمین سے امر خداوندی آسمانوں کو صعود کر جائے گا، مسجدیں ویران اور خداوند کی باتیں لوگوں کے لئے بے تاثیر ہونگی۔ وہ موعود آئے گا جس کے بارے میں دانیال نبی نے کہا تھا کہ:۔

مبارک ہے وہ جو تیرہ سو پینتیس دن
کے بعد آتا ہے۔

اور جس کے بارے میں اسرائیل کے آخری نبی حضرت مسیحؑ نے کہا کہ:۔

آج کے بعد مجھے ہرگز نہ دیکھو گے جب
تک یہ نہ کہو گے کہ مبارک ہے وہ جو
خداوند کے نام پر آتا ہے۔

وہ موعود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موعود اور آخرین کا سردار ہے۔

موعود کی عظمت و شان

اس موعود کی اتنی عزت کی گئی کہ نبوت بند ہونے کے باوجود اسے ایک عزت کے خطاب یعنی نبی اللہ کے نام سے[1] پکارا گیا۔ اور تمام جہانوں کے سردار حضرت محمد صلعم نے اسے سلام کہا اور تمام انبیاء کے نام اسے سونپے گئے۔ کیونکہ وہ اس دور میں انبیاء کی گواہی ہے جب کوئی اور شہادت نہ رہے گی اور وہ ان دنوں میں خداوند خدا کی پکار ہے جب تمام دنیا غیر اللہ کی چیخوں سے گونجتی ہوگی اور وہ ان تاریکیوں میں خداوند خدا کا نور ہے جب سب طرف سیاہیاں راہیں روک رہی ہیں گی۔ اس پر خداوند خدا کی وحی بارش کی طرح نازل ہوگی تا زمین اپنی میل دھو ڈالے اور انسانی ایمان کی کھیتی اپنے میں نکھار پیدا کرے۔

مسیح موعود کا تخت

اے میرے واجب التعظیم بزرگو اور عزیز ساتھیو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ موعود ہم میں آیا جسے ہر نبی نے اپنے نام سے پکارا اور سب کا نائب ہو کر اس کا تخت عظمت سے بچھایا گیا اور خداوند خدا نے آسمانوں سے اسے پکار کر کہا:۔

آسمانوں سے کئی تخت اترے لیکن
تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا[1]

اور یہ سب اس لئے ہوا کہ اس عظیم فتنۂ دجال کے خلاف خداوند خدا کی طرف سے ہو کر حجت پوری کی جائے اور انبیاء کے نوشتوں میں دکھائی ہوئی سب باتوں کی سچی گواہی ادا کی جائے۔

ہمارا منصب اور کام

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس موعود کے ہاتھ پر اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد باندھا ہے۔ ہم نے اس پر فتن دور میں دجال کی راہ پر چلنے سے انکار کیا ہے اور اس نائب رسل کے ساتھ ہو کر دنیا میں امن اور محبت کی منادی کا حلف اٹھایا ہے۔ یہ حلف ہم نے کامل رضامندی اور بغیر کسی جبر کے اٹھایا تا کہ عذاب آنے سے پہلے لوگوں کو خبردار کریں اور تباہی کی ہولناک گھڑیوں کے قیام سے پیشتر تمام کو آگاہی ہو کر دجال کی شاہی مٹنے والی ہے اور خداوند کا امر قائم ہونے والا ہے مبارک ہیں وہ جو درمیان میں آنے والی مصیبتوں میں ثابت قدم رہیں کیونکہ خداوند خدا کے ہاں ان کے نام لکھے جائیں گے اور دنیا کی ہر شئے فانی ہے۔ اس پیمان جدید نے ہمیں ان تمام مطالبات کو برضا و رغبت پورے کرنے کا پابند کر دیا ہے۔ جو اس پیمان کے قبول کے بعد لازماً پیدا ہو جاتے ہیں۔

اپنوں کی ناراضیاں اور کفر کے فتوے

آپ جانتے ہیں ہماری دعوت کا مرکزی نقطہ صرف خداوند خدا کی رضامندی ہے۔ زمین پر ہم نہ کسی سرداری کے متمنی ہیں نہ سیاسی اقتدار چاہتے ہیں نہ ہمیں اس کے خزانوں کی تلاش

---

[1] بعض فتنہ پرداز لوگوں نے اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس الہام میں حضرت مرزا صاحب کا تخت تمام انبیاء اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم سے بھی اونچا بتایا گیا ہے یہ بالکل غلط ہے انبیاء سے افضل ہونے کا حضرت مرزا صاحب نے کبھی دعوے نہیں کیا اور حضرت نبی کریم صلعم کی غلامی کو تو اپنا شرف قرار دیا، الہام میں صرف امت کے اولیا اور مجددین سے آپ کا تخت اونچا قرار دیا گیا ہے

(ادارہ)

ہے ۔ نہ فانی اُلفتوں کی زنجیریں ہمیں پابند کرتی ہیں کہ ہم جس بات کو سچ کہتے ہیں اس کے اظہار سے رُک جائیں آج ہمارے سب لوگ مخالف ہیں۔ غیروں سے ہمیں کیا شکوہ کہ وہ تو غیر ٹھہرے۔ ہمارے پیارے محسن اور ہمدرد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں نے ہمیں کافر ٹھہرایا اور مسجدوں کے منبر اُن کی خلاف اسلام باتوں سے کانپ گئے کھلے جلسوں میں انہوں نے ہمیں قابل گردن زدنی اور غیر مسلم کہا۔ حالانکہ ان کے پاس کوئی دلیل ہمیں کافر ٹھہرانے کی نہ تھی ہمارا صرف اتنا قصور ہے کہ ہم نے اس موعود کو مانا جس کے آنے کی بشارتیں یہ ہمیں سناتے تھے اور وقت آنے پر پھر گئے۔ یہ سب دُکھ ہم نے اس لئے برداشت کئے کہ ہم صرف خداوند خدا کی رضا چاہتے ہیں۔ اور انسانوں کی ناراضگی تو صرف غلط فہمیوں پر مبنی ہے۔

ہماری دعوت کے دو رُخ

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں زمین پر آج دجّال کی فرمانروائی ہے اور قومیں اسی کی تابعداری میں صبح و شام کرتی ہیں اور ہم دجّال کی فرمانروائی کے خلاف ہیں اور تابعداری و اطاعت کو صرف اللہ تعالےٰ کے احکامات سے مختص کرتے ہیں۔ اس کا تقاضا ہے کہ ہماری دعوت کے دو رخ ہوں۔ ایک رُخ تو بین الاقوامی ہے اور دوسرا قومی۔ بین الاقوامی رُخ سے میری مراد یہ ہے کہ تمام قوموں کو ایک مرکز کی طرف لانے کے لئے ہماری تمام شاخیں نسل۔ وطن قوم اور زبان کی روکوں کو اُٹھانے کی دعوت دیں اور ایک عالمگیر انسانیت برپا کرنے کے لئے اپنی تمام جدوجہد صرف کریں۔ قومی رُخ سے میری مراد علاقائی بہتری اور اچھائی پیدا کرنے کی سعی ہے۔

اس ملک کے ہم پر حقوق

آپ یہ ضرور مانیں گے کہ جس ملک میں ہم پیدا ہوئے اس ملک کے ہم پر ضرور حقوق ہیں اور وہ حقوق وانذر عشیرتک الاقربین کے ماتحت ہیں۔ اس کے ہمراہ چونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ارد گرد بسنے والے لوگ اپنے خداوند کی راہ سے بھٹک گئے ہیں اس لئے انہوں نے غیر اللہ کی رضا طلبی کو اپنا نصب العین بنا لیا ہے اسی لئے معاشرہ آج درد و کرب سے کراہ رہا ہے انہیں ایک صالح اور پُرامن معاشرت میں یکجا کرنے کے لئے ہمیں اپنی تنظیم کے لئے خالصۃً معاشی اور معاشرتی فلاح و بہبود کا مسلک اختیار کرنا ہوگا۔

ایک صالح معاشرت

میرا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ میں معاشی اور معاشرتی مسلک کو کوئی جداگانہ بات سمجھتا ہوں جو ہماری تنظیم کے موجودہ مزاج کا حصہ نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ ہماری تنظیم کا نتیجہ دراصل ایک صالح معاشرت ہی ہے۔ جسے برپا کرنے کے لئے ہم نے حلف باندھا ہے۔ اب اگر یہ صالح معاشرت ہی ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو جائے تو ہم خداوند خدا کے نزدیک لائق تعزیر ٹھہرتے ہیں۔ شاید بعض دلوں میں یہ خیال گزرے کہ یہ دنیا داری کی راہ ہے

فیج اعوج میں دین کا مفہوم

مجھے افسوس ہے کہ ہمارے محسن اور ہمدرد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صعود الی اللہ اور خلفائے اربعہ کے بعد اور رہبر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل جو زمانہ فیج اعوج کا گذرا اس میں دنیا اور دین جسم اور روح کی جو تقسیم کی گئی اس کا مفہوم خالصۃً غیر اسلامی بنا دیا گیا۔ روحانیت سے مراد وہ لمبے وظیفے اور چلّے لئے گئے جو سالہا سال ختم نہیں ہوتے اور انسانوں کو انسانیت تو کیا دیتے خود اُن کو انسان بھی رہنے نہیں دیتے۔ وہ ضربیں، وہ ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر گھنٹوں اسم اعظم کا ورود یہ ہمارے محسن محمد صلعم نے ہمیں نہیں سکھایا جو ہم اسے روحانیت کہیں۔ شاید کسی روحانی راہب کو ان میں تسکین ملتی ہو لیکن یہ تسکین انسانوں کو عام نہیں مل سکتی۔

معاشرہ کی تعمیر کا انداز

خداوند خدا کے رسولوں نے تو یہی کہا کہ امر اسلام سے صرف اتنا ہی مراد ہے کہ:۔

خداوند کے احکامات کی اطاعت اور
مخلوقِ خدا سے شفقت

یہ مخلوقِ خدا سے شفقت ہی معاشرہ کی تعمیر ہے۔ اسی میں روحانیت ہے۔ وہ جس نے اپنے والدین کی خدمت نہ کی وہ قرآن پاک کے نزدیک فرمانبردار کیونکر ہوا۔ جس نے بیوی بچوں کی خبر گیری نہ کی وہ خداوند کے نزدیک کب سرخرو ٹھہرا۔ وہ جس نے اپنے بھائیوں اور نوع کے حقوق ادا نہ کئے وہ کب راستباز بنا اور یہی تو معاشرہ ہے۔ دکھوں سے انسانوں کو نجات دینا اور امن چین سے زندگی بِتانا یہی تو انبیاء کا انسانوں کے لئے پیغام تھا پھر یہ روحانیت کیوں نہیں؟ یہ دنیا داری کیسے ہے؟ یہی راہ ہے کہ جس پر اُلفت نمو پاتی ہے اور مودت کے چشمے اُبلتے ہیں۔ جہاں سکون اور پاکیزگی ہے۔ اس لئے ہم اس کو کیسے چھوڑ دیں اور دوسری راہوں پہ گامزن رہیں۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں بڑی لمبی راہ چلنا ہے۔ اور ہمارے قدم مضبوط ہونے لازمی ہیں۔

جماعت کی شماربندی

ہمیں اس کا آغاز سب سے پہلے اپنی جماعت سے کرنا چاہیئے۔ کیونکہ انہوں نے ساتھ دینے کا عہد کیا ہے اور دوسرے اس کے پابند نہیں۔ جب ہم یہ کریں گے تو دوسرے خود بخود اسکو سودمند پا کر ہمارے قدموں پہ چلیں گے۔

چنانچہ پہلی بات جو ہم کو کرنی لازم ہے وہ اپنی تنظیم کا کھنگالنا ہے۔ ہمیں اپنی جماعت کی نئے سرے سے شماربندی کرنی چاہیئے۔ اور صرف اُنہی لوگوں کو اس کے ساتھ گننا چاہیئے جو ساتھ چلنے کے لئے رضا و رغبت تیار ہوں اور بجز عذر شرعی اس کے تقاضوں کے پورا کرنے سے پہلو تہی اختیار نہ کریں۔

فعال عنصر کو یکجا کیا جائے

جماعت کے فعال عنصر کو جو جماعت کے مسلک اور مقصد کی لوگوں میں منادی کرنا چاہتا ہے یکجا کریں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پھر پوری جماعت آرام سے بیٹھ جائے بلکہ صرف یہ کہ جماعت اس عنصر کو امدادی دستوں کی حیثیت دے دے۔

مالیات کی نئی تنظیم

پھر ہمیں اپنے مالی نظام کی نئے سرے سے تنظیم کرنی چاہیئے۔ چونکہ ہم آخرین منھم کی پیشگوئی کا مصداق اپنے آپ کو سمجھتے ہیں اس لئے ہمیں قرآن پاک اور سنت رسول کے تمام اوامر و نواہی کے مطابق ایک ایک شق اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے۔ اور یہ تو آپ جانتے ہیں کہ آپ سیاسی اقتدار اور سرکاری نظام بندی کے نہ قائل ہیں نہ محتاج۔ اس لئے آپ کو اپنی پوری جماعت کا مالی ضابطۂ عمل تشکیل کرنا ضروری ہے۔ ہمیں اپنا مرکزی بیت المال بنانا ضروری ہے جو زکوٰۃ۔ خیرات۔ اوقاف بلا سود نظام بنک کاری، نظام امانات کو باقاعدہ طور پر رائج کرے۔

زکوٰۃ کا نظام

ہماری مالیات کا ایک حصہ وہ ہو جو خالصۃً اشاعتی پہلو سے تعلق رکھتا ہے اور ایک حصہ وہ ہو جو خالصۃً تنظیمی اور جماعتی پہلو سے متعلق ہے۔ تاکہ ہم اپنی جماعت میں گرتے ہوؤں کو اُٹھائیں اور یہ دکھائیں کہ ایک غیر اشتراکی نظام بلا ریاست کیونکر کامیابی سے چل سکتا ہے۔ مثلاً آپ صرف ایک مد زکوٰۃ کو ہی لیں۔ قرآن پاک اور احادیث رسول نے اس کے مصارف کی تمام شاخیں گن دی ہیں۔ زکوٰۃ کا اصل مصرف غریبوں اور محروموں کو انسانیت کی سطح سے گر جانے سے روکتا ہے اور امرا کی دولت کو اعتدال پر لاتا ہے تاکہ امیر بے حس ہو کر خدا تعالےٰ کی دی ہوئی امانتوں یعنی وسائل پیداوار کو انسانوں کی تباہی کے لئے استعمال نہ کر سکیں اب ہماری جماعت میں ہزاروں غربا ہیں جو زندگی کی تلخی کے شکار ہیں۔ اگر ہمارا مرکزی نظام جماعت کے امراء سے زکوٰۃ یکجا کرے اور اسے جماعت کے محروم اور حاجتمندوں تک پہنچانے کا مناسب اور معقول انتظام کر دے تو وہ عملی طور پر یہ گواہی ادا کر دے گا کہ زکوٰۃ معاشرہ کا سہارا اور ستون ہے۔

امانات کا انتظام

پھر ایک اور مد امانت کو ہی لیں۔ پورا نظام بنک کاری اس وقت امانات اور قرضوں پہ چل رہا ہے۔ بنک امانتیں رکھتے ہیں۔ ان کا تجربہ ہے کہ امانتیں جلد واپس نہیں لی جاتیں۔ وہ ان کا ایک حصہ قرضوں یا کاروبار میں لگاتے ہیں، سود لیتے ہیں اور سود دیتے ہیں۔ سود ایک گھن ہے جو پورے معاشرے کو چاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ آپ آگے بڑھیں۔ اپنی امانتیں مرکزی بیت المال میں رکھوائیں مرکزی بیت المال ان امانتوں کے ذریعے ایک اچھی رقم حاصل کر سکے گا جو جہاں اشاعت اسلام میں صرف ہو سکتی ہے وہاں جماعت کی پائیداری کی بھی دلیل ہے۔ اس طرح آپ سود کی لعنت بھی اتار پھینکیں گے اور بنکنگ کے فوائد بھی آپ کو حاصل ہو جائیں گے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ان مدات کو کماحقہٗ چلانے کے لئے اور ان کے عملی پہلوؤں اور دشواریوں کو سمجھنے اور دور کرنے کے لئے ہمیں بہت فکری اور عملی تگ و دو کرنی پڑے گی۔ لیکن عرض یہ ہے کہ بلا مشقت دنیا میں کوئی بھی تو کام نہیں ہوتا۔

دار القضا کی ضرورت

آپ کو اس سے آگے ایک اور قدم بھی اُٹھانا ہوگا

وہ محبت اور خدا خوفی کی ترویج کا قدم ہے۔ ہماری روزمرہ زندگی میں کئی قسم کے جھگڑے۔ غلط فہمیاں اور مطالبے پیدا ہوتے ہیں۔ جہاں دو انسان بستے ہیں ان میں لین دین بھی ہوتا ہے۔ اور یہ تمام کاروبار باہمی اتحاد اور اعتماد پر قائم ہے۔ لیکن بعض اوقات ایسے معاملات پیش آجاتے ہیں جنہیں سلجھانے کے لئے پنچ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب آپ نے ایک جماعت کی بنیاد ڈالی ہے اور خدا کے مرسل مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اس جماعت کے مرکزی نظام کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا ہے تو اس کا ایک ایسا دار القضا ہونا چاہیئے جس میں ہمارے ایسے باہمی جھگڑے نپٹانے کی صورت ہو جو ہم رائج الوقت قانون کے ماتحت خود نپٹا سکتے ہیں۔ اور جماعت کے وہ رکن جو اس دار القضاء کے فیصلوں کی اطاعت نہ کریں ہمارے نظام میں اتنی جرأت اور پائیداری ہو کہ وہ ان سے منوا سکے کیونکہ ہمارا باہمی اتحاد کسی قوت کے بل پر نہیں بلکہ اپنی باہمی رضامندی اور رضاکارانہ الفت کے سبب سے اور محض للہ ہم نے اس دعوت کا ساتھ دیا ہے۔ اگر ہم للہ اپنے نفس کی انگیخت کو ترک نہیں کر سکتے تو پھر ہمارا ساتھ رہنا بیکار ہے۔

انسانی بہبودی کے ادارے

پھر ہمیں معاشرتی اور انسانی بہبودی کے ادارے کھولنے ہوں گے۔ ابھی شاید ہمارے مالیات ان کے متحمل نہ ہوں گے لیکن ہمیں ان کی طرف ضرور قدم اٹھانا چاہیئے آپ جانتے ہیں کہ نیباڈ اریڈ کراس چرچ مشن ہاسپٹل اور اس نوع کی کئی اور معاشرتی بہبودی کی انجمنیں قائم کر چکے ہیں۔ ہمیں اس کے مقابل سلامتی اور وحدتِ خداوندی و نسلِ انسانی کا کام لینا ہے۔ اگر ہمارے مبلغ ڈاکٹر ہو سکیں تو وہ یقیناً انسانوں کے لئے زیادہ سودمند ہوں گے کیونکہ بیماری اور غم انسانی جسم کے ساتھ لگے ہیں۔ اور انسان ان لمحوں میں خدا خوفی سے زیادہ قریب ہوتا ہے اگر ہم اپنی ترقی کی اسکیموں میں ایک ایسی میڈیکل درسگاہ رکھ سکیں جہاں احمدی واقفین زندگی علم حاصل کریں تو یہ ہمارا ایک بہت بڑا کام ہو گا جو ہماری دعوت کو زیادہ موثر اور ہمہ گیر کر دے گی اس کے علاوہ ابتدائی طبی امداد۔ تندرستی اور صحت کے مراکز۔ لائبریریاں اور دار المطالعے۔ لیکن ان سب کی ترویج ہمارا کام ہے اور ہمیں ان کو اپنے کام میں لانا چاہیئے کہ یہ زندگی ہے، اور زندگی کے مظاہر بے شمار ہیں۔

ادارہ مصنّفین و محقّقین

پھر ہم ایک محققین اور مصنفین کا مرکزی ادارہ قائم کر سکتے ہیں۔ جس میں تین شعبے ہوں۔ ایک کتب قدیم کے تراجم اور تلخیص کرنے کا شعبہ تاکہ ہمارا تعلق علم کی اس میراث سے مضبوط رہے جو انسانوں نے پیدا کیا ایک کتب جدید کے تراجم اور تلخیص کا شعبہ تاکہ ہم نئے علوم سے اپنا ناطہ جوڑ سکیں اور ایک ہماری نئی تحقیق کا شعبہ تاکہ ہم اپنا ایزاد یہ پیش کر سکیں اور بھی کئی باتیں ہیں جو اس وقت بیان نہیں ہو سکتیں لیکن اگر ہم بیٹھ کر انہیں سوچیں اور ان کی عملی صورتیں جانچیں تو جو باتیں میرے علم میں نہیں آ سکیں وہ آپ جیسے صاحب الرائے بتا سکیں گے اور ہم دائرہ کی خدمت خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کر سکیں گے۔ وقت ہماری طرف دیکھتا ہے۔

کہ ہم کیا کرتے ہیں اور اپنے دکھوں کے مرہم کو کہاں تک استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح ناصری نے ہمارے متعلق ہی کہا تھا کہ:-

"مبارک ہیں تمہاری آنکھیں کہ وہ دیکھتی ہیں اور تمہارے کان کہ وہ سنتے ہیں کیونکہ بہتوں نے چاہا کہ جو باتیں تم سنتے ہو سنیں لیکن نہ سن سکے اور جو تم دیکھتے ہو دیکھیں مگر نہ دیکھ سکے"

مبارک ہو تم کہ تم نے اس آخری موعود کا زمانہ دیکھا جس نے فتنہ عظیمہ کو ہلاک کرنا ہے۔ اب تم صدق کا قدم دکھلاؤ تا برگزیدہ ٹھہرو

احمدی نوجوانوں کی طرف سے امام برلن مسجد کو دعوتِ عصرانہ

۸ رفروری ۱۹۵۳ء کو مرکز کے احمدی نوجوانوں نے امام مسجد برلن محمد امان ہوبہم کو ایک الوداعی عصرانہ دیا۔ اس تقریب میں حضرت امیر ایدہ اللہ اور جماعت کے دیگر بزرگ بھی شریک ہوئے۔ ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کے صدر جناب سید اقبال احمد صاحب نے ایسوسی ایشن کی طرف سے ہوبہم صاحب کو الوداعی پیغام دیا اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تو تصنیف حضور کے ان ارشاداتِ عالیہ کے جو مغرب میں تبلیغ اسلام اور خروجِ ثانیہ سے متعلق ہیں تحفۃً پیش کئے۔ صدر ایسوسی ایشن اقبال احمد صاحب کی تقریر آئندہ شمارہ میں ہدیہ قارئین کی جائیگی، اقبال احمد صاحب کے خطاب کے بعد امام ہوبہم نے فرمایا کہ وہ جرمنی کے رہنے والے ہیں اور وہ ان کتب کے ذریعہ ایمان لائے جو تبلیغ اسلام کے لئے وہاں تقسیم کی گئی تھیں۔ انکا تصور اخوتِ اسلامیہ صرف ان کی کتابی معلومات تک محدود تھا پھر وہ اسلامی دنیا میں اس اخوت کا پرتو دیکھنے کے لئے یہاں آئے اور انہیں افسوس ہوا کہ مسلمان روحِ اخوت کو ترک کر چکے ہیں اور باہمی تفریق اور تکفیر انہیں دکھ میں دھکیل رہی ہے لیکن جب وہ جماعت احمدیہ کے اراکین سے ملے اور پاکستان کی جمعیتوں میں انہوں نے چکر لگایا تو انہیں وہ روحِ اخوتِ اسلامیہ زندہ اور متحرک نظر آئی، انہوں نے ایک پُر اثر قربانی کا جذبہ ان میں جواں پایا اور انہوں نے محسوس کیا کہ وہ جرمنی میں تنہا نہیں بلکہ ایک جاندار جمعیت ان کی پشت پناہ ہے وہ ان احمدیوں کا پیغام جرمن نو مسلموں کو پہنچائیں گے اور ان کی دعائیں ان کے ساتھ رہیں گی

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے امام صاحب کو دعا دی کہ خدا وند تعالیٰ نے انہیں دعوت و تبلیغ کے عظیم کام کے لئے منتخب کیا ہے اور دعا فرمائی کہ امام صاحب اس میں کامران رہیں۔

سیکرٹری
ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن - لاہور

خطبہ جمعہ (بقیہ از صفحہ ۵)

متعلق، حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے ما رایت احد اشد مشاورۃ لاصحابہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے دوستوں سے اس قدر مشورہ کرتے تھے، کہ ان سے زیادہ مشورہ کرنیوالا اور کوئی نہیں تھا اور پھر یہ نہیں کہ محض برائے نام مشورہ کرتے تھے آپ نے کبھی مشورہ کو ڈھونگ نہیں بنایا، اگر مشورہ کو ڈھونگ بنایا جائے .... تو قوم کے اندر اعتماد کے بجائے بد اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور خلوص مٹ جاتا ہے۔ جب خلوص ختم ہو جاتے تو ایثار و قربانی کے جذبات بھی مدھم پڑ جاتے ہیں اور مشورہ کی غرض و غایت ہی فوت ہو جاتی ہے۔

دیانت و امانت کا حکم

دو تین باتیں اور بھی اس میں فرمائی ہیں فرمایا ما کان لنبی ان یغل ومن یغلل یات بما غل یوم القیمۃ نبی کے یہ شایاں نہیں کہ وہ خیانت کرے، اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن اس چیز کو لے کر آئے گا جو خیانت کی ہے، اللہ اکبر یہ محمد رسول اللہ صلعم کو وعظ ہو رہا ہے اور آپ کی یہ حالت ہے کہ اخذ دبرۃ عن جنب البعیر اونٹ کی اون کا بال لے کر فرمایا میں تمہارے مال سے اتنا بھی نہیں لیتا۔ تفرقہ جس طرح قوم کو تباہ کر دیتا ہے اسی طرح بد دیانتی سے بھی قوم تباہ ہو جاتی ہے اور فرمایا من استعملناہ علے عمل فکتمنا مخیطا فما فوقہا فھو غلو یعنی جس کو ہم کوئی کام دیں اور وہ ایک سوئی کے برابر اس میں چوری کرے تو یہ بھی بد دیانتی ہے۔ لکھا ہے ایک شخص کو جنگ میں تیر لگا اور وہ مر گیا لوگوں نے کہا ھنیئا لہ الشھادۃ یعنی اسکو شہادت مبارک ہو۔ اس پر حضور نے فرمایا والذی نفسی بیدی ان الشملۃ التی اخذھا من غنائم خیبر من قبل قسمتھا لتشتعل علیہ نارا یعنی کوئی مبارکباد اس کے لئے نہیں، اس شخص نے خیبر کے مال غنیمت میں سے ایک چادر بغیر اذن کے رکھ لی تھی، وہ چادر آج آگ بن کر اس پہ لپٹی جائے گی، فرمایا شہادت اس شخص کی ہے جو دیندار ہو متقی ہو۔ حضور نے اپنی قوم کو میدان جنگ میں بھی حقیقی ایمانداری اور حقیقی دیانت داری سکھائی اس کے بغیر کوئی عبادت اور کوئی قربانی قبول نہیں ہوتی۔

حضرت امام کی تلقین

حضرت امام وقت نے بھی اسی بات کی تلقین فرمائی کہ دیکھو مال پہ نہ گرنا اور جو شخص نفس کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہو اس کو نکال دینا پس آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین کو بھی سنا اور امام وقت کی تلقین بھی سنی، آپ کی وصیت کو پڑھا آپ اس پہ عمل کرو خدا کی رضا کے لئے میٹنگ اور مشورہ کرو خدا کی رضا کے لئے فیصلے کرو، ہر ناپاکی کو اپنے اندر سے نکال دو کہ اس میں قوم کی بھلائی ہے اور اسی سے قوم زندہ رہ سکتی ہے۔

اے حامیٔ اسلام یہ اسلام نہیں ہے

بیگم عبدالرؤف خان لودھی جہلم

سید سلیمان صاحب ندوی۔ مولوی عبدالحامد صاحب بدایونی اختر علی خاں صاحب ایڈیٹر زمیندار۔ مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری ــــــ علیٰ ہذالقیاس دیگران کے ہمنوا مکفرین نے جس ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ہم غریب احمدیوں کو دائرۂ اسلام سے باہر کرنے کے جو جتن کئے ہیں ان کی ابتداء کی دھوم دھام معلوم اور پھر ان کا انجام بھی معلوم! ــــــ یہ سب حیلا حیلی کے سودے تھے جو بک گئے۔ دکانیں تھیں جو بڑھ گئیں۔ رنگوں سے بھری بوتلیں تھیں جو لنڈھ گئیں ــ اب ان کے پٹارے میں کیا رکھا ہے۔ جتنے سانپ بچھو تھے سبھی چھوڑ چھوڑ کر دیکھ لئے۔ مگر خدمت اسلام ــــــ جسے حقیقی معنوں میں خدمت اسلام کہنا چاہیئے۔ ان سے ہو نہ سکی ــــ آخر کیوں ہو؟ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسے نیک پاک معاملے ایسوں کے ہاتھ میں تھوڑی دیتا ہے ــ ایسی خدمات تو انہی کا ورثہ ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث ہوتے ہیں۔

کیا عجیب مطالبہ ہے ــــــ کہ ہر اس مسلمان کو اسلام کے حلقہ سے دھکے دے دے کر نکال دو جو چلا کر بھی کہے کہ میں مسلمان ہوں۔ میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سچے دل سے اقرار کرتا ہوں۔ میں ہر بزرگ دین کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں غرضیکہ میرے عقاید عین قرآن و حدیث کے مطابق ہیں۔

مگر واہ ری دنیا ــــ! تو نے آج کل کی ہر عبا و قبا پر اپنا سکہ ایسا جمایا کہ کسی کو اپنے بچے کی بھی سدھ بدھ نہ رہی۔ اپنے اعمال افعال و اقوال کا امتیاز ہی نہ رہا ــــ کہ کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں۔ ادھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ کا ڈھنڈورا اتنے زور زور سے پیٹا کہ بدکان ہو گئے۔ گھگیاں بندھ گئیں۔ پر و بال کا ہوش نہ رہا۔ عقلیں اتنی ماؤف ہو گئیں کہ سات سمندر پار کے ایک نبی کی نبوت کا اقرار کرتے ہوئے آج ہزاروں سال کے بعد اسے آسمانوں سے زندہ اتار رہے ہیں۔ اور غضب تو یہ کہ منھا خلقنٰکم و فیھا نعیدکم و منھا نخرجکم تارۃ اخریٰ جیسے بین اور صاف ارشاد ربانی کا عملاً کوئی احترام ہی نہیں کرتے یہی نہیں بلکہ سینکڑوں ایسی ہی آیات قرآنی کو پیچھے چھوڑے جاتے ہیں۔ اے کاش! یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان سے اتارنے والے "مفتیان پارسا" اسلام کو دائرۂ اسلام میں تو رہنے دیتے۔ آخر یہ کیسی دھاندلی ہے کہ نہ خود سنتے ہیں اور نہ کسی کو اپنی سنا ہی سکتے ہیں ــــ سچ جانیئے انہیں اپنے آپ کا ہی ہوش نہیں ہے۔ بے سر و پا کی ہانک رہے ہیں تاکہ ان کا حلوہ مانڈہ چلتا رہے ــــ بھولے اور سیدھے سادے مسلمان خواہ بھٹکے پھریں ــــ مگر انکا روزگار تو تازہ رہے۔

کجا تو ہمیں ان پیران بے پیر سے توقع تھی کہ اسلام کو دنیا کے چاروں کونوں تک پہنچاتے۔ اُمید تھی کہ کفرستانوں میں جا کر شیروں کی مانند گرجتے اور اسلام کا بول بالا کرتے ــــ مگر ایسا کیوں ہوتا ــــ یقیناً یہ مقدر تھا اور ایسا ہو بھی سکا میں اپنے بزرگوں۔ بھائیوں اور بہنوں سبھی سے پوچھتی ہوں کہ آخر یہ شور و شر کس کی اجازت سے ہے۔ یہ اندھیر گردی کس کس کے ایماء پر ہے۔ یہ گٹھ کس کس کی کرم فرمائی کا نمونہ ہے آخر یہ دھاندلی کس نقد کی ہے ــــ؟

کیا اس دنیا نے اپنی چمک سے ان کی آنکھیں اتنی خیرہ کر دی ہیں کہ یہ بچارے ذرا بھی دیکھ نہیں سکتے۔ سوچنے کا مقام ہے۔ کہ "صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْن" کے مصداق کیا یہی مفتیان بے پیر تو نہیں ــــ جو ہم پر گند اُچھالنے کو عین اسلام اور عین کار ثواب سمجھتے ہیں مگر یاد رہے ــــ "انی مھین من اراد اھانتک" کو کوئی جھٹلا نہیں سکے گا ــــ یہ الفاظ بھی مقدر ہو چکے ــــ بفضل خدا احمدیت کا ابتداء سے عروج چلا آ رہا ہے۔ اور انشاء اللہ تاقیامت عروج ہی رہے گا۔ اور جیسا کہ اس امام ہمام مسیح دوران میرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین اور مکفرین کو ابتداء سے خفت و نگوں ساری سے پالا پڑتا رہا۔ تو آیندہ بھی یہی حال رہے گا۔ یہ لاکھ چلائیں۔ پیٹیں۔ حال کھیلیں غوغا آرائیاں کریں ــــ اور اپنے سروں کے بال نوچ لیں ــــ وہی ہوگا جو منظور خدا ہوگا ــــ یعنی ــــ "انی مھین من ارادۃ اھانتک" ــــ

(باقی دارد)

ایک ضروری اعلان

از حضرت امیر مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

احباب کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پیش آمدہ حالات میں خدا تعالیٰ کی جناب میں اپنا عجز اور اپنی تقصیر پیش کرکے اس کی مغفرت اور اس کی حفاظت طلب کرتے ہوئے میں اپنی جماعت کے تمام افراد سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ خضوع و خشوع کے ساتھ دعا کرنے میں لگ جائیں تاکہ خدا رحیم و کریم اپنے کرم و فضل سے ہماری جماعت کو مامون و مصئون فرماوے۔

میں اپنی جماعت کو اس امر کیطرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ اگرچہ ہم ربوہ سے تعلق رکھنے والے اصحاب سے ہر طرح کی دلی ہمدردی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہمارے افراد سے اور جماعت سے ہوسکا تحریر و تقریر سے ان کے حق میں کلمۂ خیر کہا۔ اور اب بھی جو کچھ ہو سکے گا اس کے کرنے سے دریغ نہ کیا جائیگا لیکن جہاں تک عقاید کا معاملہ ہے ہم انہیں بہت بڑی غلطی پر سمجھتے ہیں اور ان سے کہنا چاہتے ہیں کہ وہ کلمہ گو کو کافر کہنا ترک کردیں اس صورت میں ہمارا اور ان کا بڑا مضبوط اتحاد ہو جائیگا ہم اکٹھے جیئیں گے اور اکٹھے مریں گے۔ ہمارے نزدیک مسلمان کو کافر کہنا گناہ عظیم ہے۔ اس گناہ سے بچنے کے لئے قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے اور اسی طرح حدیث شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہایت قلق و اضطراب سے مسلمان کی تکفیر سے منع فرمایا ہے اور مسلمان کو کافر کہنے والے کے لئے سخت وعید سے ڈرایا ہے۔ اسی طرح حضرت مجدد زمان نے بھی مسلمان کی تکفیر کو فعل شنیع قرار دیا ہے اور اپنی نسبت یہ اعلان کیا ہے کہ میرے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ میرے پاس کسی قسم کے احکام جدیدہ نہیں ہیں جن کے انکار سے کوئی شخص کافر ٹھہرے مگر جو شخص خوش فہمی سے انکے متعلق ایسا خیال کرتا ہے کہ وہ ایک زمانہ تک تو مجدد ہونے کا دعوےٰ کرتے رہے اور پھر انہوں نے اپنا اعتقاد تبدیل کرکے اپنے تئیں نبی کہا وہ اس امر پر ضرور غور کریں کہ انکی مزعومہ تبدیلی عقیدہ کے ساتھ کوئی احکام جدیدہ ان پر نازل نہیں ہوئے۔ تو اگر ان کے خیال کے مطابق وہ نبی بن بھی گئے تو بھی ان کے انکار سے کفر لازم کس طرح لازم آ سکتا ہے پس جب حضرت مرزا صاحب کے انکار سے کوئی شخص کسی صورت میں بھی کافر نہیں ٹھہرتا تو اہل ربوہ کیلئے لازم ہے کہ وہ اس امر کا اعلان کردیں کہ ہم مسلمان کی تکفیر سے باز آئے۔ اس صورت میں ہمارا اور ان کا اتحاد مضبوط قسم کا ہوگا، ہمارا مرنا اور جینا اکٹھا ہوگا اور ہم دنیا کو مل کر چیلنج دیں گے۔ اور لوگوں کو ہمارے سامنے آنے کی توفیق نہ ملے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

میں نے خطبہ جمعہ میں جو پیغام صلح کے اسی شیوع میں شائع ہو رہا ہے تین امور کا ذکر کیا ہے۔

(۱) کہ حضرت امام وقت نے اپنی ایک وحی متن الرحمن میں درج کی ہے اور اعلان کیا ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ اپنی الوہیت میں واحد لاشریک ہے اسی طرح سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت میں واحد لاشریک ہیں ۲ واوحی الی ان الدین ھو الاسلام وان الرسول ھو المصطفےٰ السید الامام رسول امی امین۔ فکما ان ربنا واحد یستحق العبادۃ وحدہ۔ فکذلک ان رسولنا المطاع واحد لانبی بعدہ ولا شریک معہ وانہ خاتم النبیین آپ نے یہ بھی ...... لکھا ہے کہ

(۲) ان اعتقادات کی بنا پر مولوی محمد حسین بٹالوی نے (باقی برصفحہ ۳)

احراری فتنہ کا صحیح علاج

نمازِ تہجد میں بارگاہِ ربّ العزت میں گِڑگِڑا کر اس سے مدد چاہیں

مکرم محترم جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابھی ابھی میرے ایک عزیز نے اخبار زمیندار مجریہ ۹ فروری ۱۹۵۳ء مجھے پڑھنے کے لئے دیا جس کے صفحہ اوّل پر جو کچھ دیکھا جس میں لکھا تھا کہ مجلس عمل کے نوٹس کی میعاد میں صرف دا دن رہ گئے ہیں" میں نے اس کو نہایت غور سے پڑھا، میرے دل پر ایک چوٹ لگی۔ اسی وقت قلم دوات لیکر بیٹھ گیا اور اس نوٹس کے متعلق اپنے خیالات یوں عرض کرتا ہوں کہ مجلس عمل کو اپنی کثرت پر بڑا ناز ہے اس کے برعکس ہم احمدی مسلمان قلت میں ہیں ہمیں اپنے مطالبات ربّ العزت کی بارگاہ میں رکھنے چاہئیں۔ اس کیلئے سب سے زیادہ موزوں وقت نماز تہجد ہی ہو سکتا ہے۔ اس سلئے میں اپنے احمدی بھائیوں سے صمیم قلب سے استدعا کرتا ہوں کہ کم از کم ... تہجد خواں باقاعدگی کے ساتھ ٹھیک ایک بجے رات بارگاہِ ربّ العزت میں اپنا اور مکفر مولویوں کا معاملہ پیش کریں۔ اور خوب زور و کر اپنی کمزوریوں کو پیش کریں۔ اور مولا کریم سے دعا کریں کہ اسے پروردگار عالم تجھ پر خوب روشن ہے - کہ ہم لوگ حضرت مرزا صاحب کو مجدد۔ اور امام وقت مانتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد کسی بھی نبوت کو کاذب اور کافر جانتے ہیں۔ اگر یہ چند ہزار احمدی مسلمان جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہوا ہے اور تبلیغ اسلام کی اپنی عزیز سے عزیز چیز پر قربان کر کے بلاد مغرب میں اسلام کا جھنڈا گاڑ رہے ہیں۔ اگر یہ الگ اقلیت قرار دئیے گئے تو تبلیغ اسلام کا کام بند ہو نا تو درکنار غیر اسلامی دنیا میں **اسلام بدنام ہو گا۔** کیونکہ اسے خالق دو جہاں تجھ پر یہ واضح ہے کہ ان کا مطالبہ اتنا لغو اور بیہودہ ہے جس کی لغویت کی انتہا نہیں۔

جس طرح ۲×۲=۴ ہے اسی طرح مجھے یقین ہے کہ ایسا بیہودہ اور لغو مطالبہ منظور نہیں ہو گی۔ تاہم اپنی غفلتوں اور کمزوریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم احمدی مسلمانوں کو بارگاہِ ربّ العزت میں ہی گڑگڑانا چاہیئے اور استغفار کرنی چاہیئے کیونکہ ہماری فروگذاشتوں۔ کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سنہری موقعہ ہمیں دیا ہے۔ کہ ہم اپنے آپ کو ایک پکا اور سچا مسلمان ثابت کریں ہم میں سے ہر ایک بھائی جہاں کہیں بھی ہے اور جو بھی ڈیوٹی اس کے سپرد ہے اس کو نہایت ایمانداری۔ دیانتداری سے سرانجام دے اور ہمارا کوئی فعل خدا اور اس کے رسول کی ناراضگی کا باعث نہ ہو۔ اگر ہم اس پر عمل پیرا ہو گئے۔ تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ضائع نہیں کر سکتی۔ یہ چند ہزار احراری اور ہیں ہی صفت عالم بے عمل اس جماعت کا کیا بگاڑ سکتے ہیں یہ ہمیں عرصہ سے کافر کہہ رہے ہیں اور باوجود انکے کافر کہنے کے ہم تبلیغ اسلام کر رہے ہیں اور اس وقت سینکڑوں کی تعداد میں انگریز مسلمان ہو چکے ہیں اور وہ دن دور نہیں جبکہ اسلام کا سورج مغرب سے طلوع ہو گا۔

دُعا:- اسے خالق ذوالجلال قدیر و بے مثال، خالق اللیل والنہار ہم تیری درگاہ میں ان مسلمانوں کا معاملہ پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ تجھ سے بہتر فیصلہ کرنیوالا کوئی نہیں اللھم انا نجعلک فی نحورھم و نعوذ بک من شرورھم۔ خدا حافظ۔ خاکسار فضل داد از الہ موڑ ضلع گجرات

دعا بدرگاہِ قاضی الحاجات

(مرتضیٰ خاں حسن)

الٰہی! بر منِ مسکیں نظر کُن ❊ کرم کُن چارۂ دردِ جگر کُن
مرا از ظلمتِ غم ہا بروں آر ❊ شبِ تاریک را پیدا سحر کُن
زعیبم چشم پوشی کُن برحمت ❊ زتقصیرم خدایا! درگذر کُن
مرا از مغفرت ممتاز گرداں ❊ زعفوِ بیکرانت مفتخر کُن
غم و درد و الم از حد بروں شد ❊ نگاہِ لطف و رحمت بیشتر کُن
بلطفت پنبہ بر زخمِ جگر نہ ❊ علاجِ دردِ دل اے چارہ گر کُن
زتنویرت منوّر ہر مکانے ❊ بکنجِ بے نوایاں ہم گذر کُن
ندارم خواہشِ اموالِ دنیا ❊ مرا از دولتِ دیں بہرہ ور کُن
الٰہی! از کرم نخلِ مرادم ❊ برومند و ثمرور بارور کُن
مریضاں را بفضلِ خود شفا دِہ ❊ زایشاں رنج و کلفت دور تر کُن
غم برماں نصیبِ دشمناں باد ❊ نصیبِ دوستاں فتح و ظفر کُن
تپ فرقت بسوزد مغز جانم ❊ زاحوالم محمدؐ را خبر کُن

بخواہم باز بنمارُوئے خویش
خدایا ایں کرم بارِ دگر کُن

مقالہ (بقیہ از صـ۳)

مورچے سنبھال رکھے تھے مرزائی افسروں کی کوٹھیوں پر پولیس کی پکٹ موجود تھی مسلم ہائی سکول کے مسلمان طلبا نے مرزائیوں کی اور مرزائیت مردہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے سکول سے نکل گئے"۔

ہم اس پر سوائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور کیا کہہ سکتے ہیں مسلم ہائی سکول تمام دن کھلا رہا اور دوسرے سکولوں کے ... طلباء کے اکسانے کے باوجود ان میں سے ایک بھی نہیں اٹھا چہ جائیکہ وہ نعرے لگاتے یا سکول سے نکل جاتے اور پولیس کے مورچے باندھنا بھی ایک ایسا افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ افسوس ہے کہ حکومت نے ابھی تک اس بارہ میں کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا نہ پولیس نے ان ادھم مچانے والوں کو روکنے اور شریفوں کی عزت بچانے کی کوشش کی شاید اس بات کا اثر ہے جو ۱۵ فروری کے جلسہ میں کہی گئی کہ:-

"ہماری پولیس کو بھی وقت آنے پر اپنے ایمان کا وزن کرنا ہو گا کیونکہ جس نازک مسئلہ پر وہ ہمارے آڑے آنے کی وہ ایمان کے ڈول جانے کا مسئلہ ہے"

حکومت کے ذمہ دار ارکان اس کو سوچ سکیں کہ اگر یہی لیل و نہار رہے اور اگر پولیس بھی ان مولویوں کے پیدا کردہ غنڈوں کے ہاتھوں جو نتائج پیدا ہوں گے وہ ملک میں طوائف الملوکی پھیلانے اور پاکستان کی خداداد مملکت کو برباد کرنے کا موجب ہوں گے، کیا حکومت ان آنے والے خطرات کی طرف متوجہ ہو گی؟ کیا شرفا کا وہ طبقہ جو اس طوفان بدتمیزی کو ناپسند کرتے ہوئے اپنی عزت بچانے کے لئے الگ ہو بیٹھا ہے اس بات پر غور کرے گا کہ یہ غنڈہ گردی اور طوائف الملوکی ان کی عزت و ناموس کو بھی برقرار نہیں رہنے دے سکتی اس لئے اس کے علاج کا ابھی سے کوئی موثر ذریعہ تلاش کرنا چاہئے اور وہ یہی ہو سکتا ہے کہ تمام ایسے لوگ مل کر ایک مجلس قائم کریں جو عوام الناس کو حقیقت حال سے آگاہ کرے ان کے ناواجب جوش کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرے اور حکومت کو مجبور کرے کہ مولویوں کے منہوں پر ایسی خاردار لگام چڑھائے کہ جو انہیں ہمیشہ کے لئے خاموش کر دے۔

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی تقریر

مورخہ ۱۵ فروری کو احمدیہ بلڈنگس میں بعد از نماز عصر نوجوانوں کی ہفتہ وار مجلس زیر صدارت سید اقبال احمد صاحب منعقد ہوئی مجلس میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے تقریر فرمائی اپنی تقریر میں حضرت مولانا صاحب نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے نکات و معارف بیان فرما کر نوجوان سامعین کی علمیت میں اضافہ فرمایا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت، رحیمیت کی بدولت تمام مخلوق کا وجود دنیا میں قائم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ہماری حفاظت کے تمام سامان پیدا فرمائے ہیں آپ نے مزید فرمایا کہ رحمانیت، رحیمیت کے عملی حصہ پر غور کیا جائے تو دنیا میں تین قسم کے لوگ نظر آتے ہیں۔ جن میں سے

پیغام صلح

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۳ر جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ | نمبر ۷

مولویوں کا اسلام

تحفظ ختم نبوتؐ کے نام سے مولویوں نے جو اودھم مچا رکھا ہے اس سلسلہ میں انکی تقاریر کو سُن کر اور عوام مسلمانوں میں انکے ردِ عمل کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ یہ کونسا اسلام ہے جس کا پرچار یہ لوگ کر رہے ہیں اور کونسے اخلاق ہیں جن کا مظاہرہ بر سرِ عام گلیوں اور بازاروں میں کیا جا رہا ہے ۔

۱۵ر فروری کو لاہور میں پشاور کے حاجی ترنگ زئی کے زیرِ صدارت جو بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا اس سے صاف ظاہر تھا کہ یہ جلسہ فی الحقیقت احمدیوں کے خلاف نہیں تھا اسکی اصل غرض تحفظ ختم نبوتؐ نہیں یہ محض بہانہ ہے جو حکومت کو بدنام کرنے اور اسے ناکام بنانیکے لئے تراشا گیا ہے اس کا مقصد سوائے اسکے کچھ نہیں کہ موجودہ وزارت کو بدنام کر کے اس سے اقتدار کی کرسی چھین لی جائے۔ چنانچہ اس میں کھُلے طور پر کہا گیا کہ :۔

" ہماری قیادت کرنیوالے رہنما اور پاکستان قائم کرنیوالے عوام خوب جانتے ہیں کہ جو قوم آپ کو کرسیوں پر بٹھا سکتی ہے وہ اس قدر قوت رکھتی ہے کہ جب چاہے آپ کی کرسیاں چھین لے "

" آج بھی یہاں خضر حیات کی سی صورت پیدا ہو چکی ہے دس ماہ گذر گئے ہیں ہمیں ایک ایسی جونتی چمٹ گئی ہے جو ہمارا پیچھا چھوڑنے کا نام نہیں لیتی نہ جانے کن دشواریوں کے بعد اس سے نجات حاصل کرنی ہوگی " (ابو الحسنات)

" اگر آپ ایسے بیٹھے ہوئے مہرے ہمارے سروں پر مسلط ہو سکتے ہیں تو قوم آپ کو گھسیٹ کر نیچے اتارنا بھی جانتی ہے " (عبد الحامد بدایونی)

" آج مرزائی نواز حکومت کا ہم سے پالا پڑا ہے ہمیں وقت آنے پر اپنے ایمان کا شایانِ شان مظاہرہ کرنا چاہیئے " (احمد علی)

" خود حضرت مآب خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کو بھی رضا کارانہ طور پر وزارتِ عظمیٰ سے دستبردار ہو جانا چاہیئے کیونکہ وزارت چلانا ان کے بس کا روگ نہیں ہے اور وہ جب سے اس عہدہ پر متمکن ہوئے ہیں ملک میں کوئی خاص ترقیاتی منصوبہ کامیاب نہیں کر سکے "

" اور آپ رضا کارانہ طور پر مستعفی نہیں ہوتے تو ضرورت ہے کہ جس طرح ظفر اللہ خاں کو برطرف کرنیکا مطالبہ کیا جا رہا ہے اسی طرح خواجہ صاحب کو بھی مستعفی ہونے پر مجبور کیا جائے " (صاحبزادہ سید محمود شاہ)

یہ تمام اقتباسات ۱۷ر فروری کے زمیندار سے لئے گئے ہیں جس میں اس جلسہ کی مکمل رپورٹ دی گئی ہے۔ ان بیانات سے ظاہر ہے کہ تحفظ ختم نبوتؐ کے نام سے اودھم مچانے والوں کے پیش نظر کوئی مذہبی جذبہ نہیں نہ اسلام یا حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا کوئی سوال انکے جگر میں ٹیسیں مار رہا ہے یہ تو محض ایک بہانہ بنایا گیا ہے تاکہ اس ذریعہ سے موجودہ وزارت کو بدنام کر کے حکومت کی کرسی سے الگ کیا جا سکے اور اقتدار کی باگ ملاؤں کے ہاتھ میں آ جائے ۔ اس مقصد کو کامیاب بنانے کے لئے عوام الناس کو اس درجہ مشتعل کرنے کی کوشش کی گئی کہ اسکو اسلام اور کفر کی لڑائی قرار دیدیا گیا اور کہا گیا کہ :۔

" ہم دیانتداری کیساتھ سمجھتے ہیں کہ اس محاذ پر ہماری لڑائی کفر و اسلام کی لڑائی ہے " (بدایونی)

اب بتائیے کہ جن مولویوں کا اسلام یہ ہو کہ ایک سیاسی جنگ کو جس میں صرف اپنا اقتدار حاصل کرنا مقصود ہو، کفر اور اسلام کی جنگ قرار دیں اور اس کیلئے ایک خادم اسلام جماعت کو قربانی کا بکرا بنا کر اسکے استیصال کے لئے تیار ہو جائیں، وہ برسرِ اقتدار آ کر کیا کچھ نہ کر دکھائیں گے ؟

یہیں تک نہیں ذیل کے فقرات مولویانہ اخلاق کا ایک ایسا پاکیزہ نمونہ ہے جو آج تک صرف بازاری لوگوں کی خصوصیت سمجھا جاتا رہا ہے :۔

" ان دنوں ظفر اللہ اور خواجہ صاحب (ناظم الدین) میں خاصی دوستی پیدا ہو گئی ہے یہ دوستی یہاں تک بڑھ چلی ہے کہ دونوں بوڑھوں میں معاشقہ کی صورت اختیار کر گئی ہے یہ دوستی یا نکاح ان کے نزدیک جائز ہو تو ہو لیکن میرے نزدیک کسی قادیانی کے ہاں رشتہ نہیں ہو سکتا "

یہ ان نفوسِ قدسیہ میں سے ایک مولوی صاحب کا کلام ہے جو عبد الحامد بدایونی کے نام سے پاکستان کے مولویانہ طبقہ میں ایک خاص عزت کا مقام رکھتے ہیں جس قوم کے بڑے بڑے مولوں کے یہ اخلاق ہوں جن کا دل پھرے جاسوں میں بازاری غنڈوں کی سی باتیں کرنے سے نہ جھجکتا ہو ان کا اسلام اور محبت رسول کی حقیقت معلوم، کیا اسلام نے اسی قسم کے اخلاق کے مظاہرہ کی تعلیم دی ہے کیا حضرت نبی کریم صلعم معاذ اللہ ایسی باتیں کیا کرتے تھے ؂

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو ؛ کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

پھر اس جلسہ کے بعد دوسرے دن جو ہڑتال کرائی گئی اور اسکو کامیاب بنانے کے لئے بازاروں میں اخلاق باختہ

ایک ضروری اعلان

(بقیہ از صفحہ اوّل)

مجھے کافر کہا۔ میں اب تک انہی اعتقادات پر قائم ہوں باوجود اس کے مولوی صاحب موصوف نے مجسٹریٹ کے ڈر سے تحریراً اقرار کیا کہ وہ مجھے آئندہ کافر نہ کہیں گے۔ حضرت امام الزمان اپنی اس تحریر میں لکھتے ہیں کہ وہ ان اعتقادات پر مرتے دم تک قائم رہیں گے۔ اس لئے ان کی طرف تبدیلی عقیدہ منسوب نہیں کی جا سکتی۔

(۴) حضرت مجدد زمان نے یہ قانون بیان کیا ہے کہ ہمارے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ٹھہرتا کیونکہ ہمارے پاس کسی قسم کے احکامِ جدیدہ نہیں ہیں جن کے انکار کی بناء پر کوئی شخص کافر ٹھہرایا جاوے۔ پس جو شخص غلطی سے ان کی طرف تبدیلی عقیدہ منسوب کرتا ہے اس کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ مفروضہ تبدیلی عقیدہ کے ساتھ جب احکام جدیدہ کا نزول نہیں ہوا تو حضرت مرزا صاحب کے انکار کرنیوالوں کو کس بنا پر کافر قرار دیتا ہے۔

پس ہر ایک شخص جو حضرت مرزا صاحب کو مامور من اللہ یقین کرتا ہے وہ خدا کے لئے ان حقائق پر غور کرے۔ اور حق کو حق اور باطل کو باطل قرار دے اور خدا کے احکام اور اس کے رسول کے احکام اور مجدد وقت کے احکام و تصریحات کو رد کرنے سے ڈر جائے جو لوگ خدا کے لئے ہمت و جرأت کا اظہار کریں گے ان کا اجر بڑا ہوگا اور ان کے اس ہمت و جرأت سے بہت سی مشکلات دُور ہو جائیں گی انشاء اللہ تعالےٰ۔

اے خدا اے بزرگ و برتر تو ہم کو حق کو شناخت کرنیکی توفیق عطا فرما اور اسی طرح حق پرستی کی توفیق عطا فرما۔ آمین یا ربّ العالمین۔

خاکسار ۔ **صدر الدین** ۔ ۱۵ر فروری ۱۹۵۳ء

غنڈوں کا جلوس گھمایا گیا، ان کے نعروں اور ناپاک حرکات کو دیکھکر کون شریف انسان ہے جو اسے اسلام تو ایک طرف معمولی شرافت کا بھی نمونہ قرار دے سکے ۔ جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس پیشوا کے متعلق برگزیدہ اور ناپاک نعرے لگائے گئے ان کو تو چھوڑیئے، وزیر اعظم پاکستان کو وہ وہ سلواتیں سنائی گئیں، ایسی ناپاک گالیاں دی گئیں کہ شرافت کانوں پر ہاتھ دھرتی تھی، یہیں تک نہیں بعض غریب چھابڑی والوں کا جو رات کی روٹی کمانے کیلئے چل پھر کر سودا بیچتے ہیں منت زاری کو بھی درخور اعتنا نہ سمجھا گیا اور ان کے کپڑے اتار کر سربازار ننگا کر دیا گیا۔

کیا مولوی ابو الحسنات، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، اور عبد الحامد بدایونی وغیرہم کا اسلام یہی ہے جس کی تعلیم دیکر ان غنڈوں کو ایسی حرکات کرنے کے لئے بازاروں میں پھرایا گیا؟ کہا جاتا ہے کہ ۱۶ر فروری کی ہڑتال ایسی مکمل تھی کہ جلیانوالہ باغ کے سانحہ کے بعد نہیں دیکھی گئی اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مولوی جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ جمہور کی آواز ہے، ہم سمجھتے ہیں اس سے بڑھکر غلط بیانی اور کوئی نہیں ہو سکتی، ہڑتال کرنیوالے جہاں وہ لوگ تھے جو غلط فہمی سے مولویوں کے زیر اثر ہو کر انکے ہم آواز ہیں وہاں کثیر حصہ ان لوگوں کا تھا جو بازاری غنڈوں کی لوٹ مار سے خائف ہو کر دوکانیں بند کرنے پر مجبور ہوگئے پھر ایک اور جھوٹ جسے یہ لکھاتے کہ :۔

" برانڈرتھ روڈ مسجد احمدیہ مسلم ہائی سکول وغیرہ کے سلسلہ میں پولیس نے (باقی برصفحہ ۲)

اخبار ـــــ (و) ـــــ افکار

وزیر اعظم کا انکار

"الاعتصام" (۱۳ر فروری) راوی ہے کہ :-

۲۱ر جنوری کو مجلس عمل کی طرف سے ایک وفد خواجہ ناظم الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے مرزائیوں کے متعلق مسلمانوں کے جذبات کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کی اور یہ واضح کیا کہ آئندہ دستور میں اسلام کی رُو سے مرزائیوں کو اقلیتوں کے زمرے میں شامل کر دیا جائے اور ان کو آبادی کے تناسب کے اعتبار سے نمائندگی دی جائے مگر آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ وزیر اعظم نے وفد کے اس صحیح مطالبہ کو بُری طرح ٹھکرا دیا اور اراکین وفد کے ساتھ جوابی بحث کرنا شروع کر دی کہ مرزائی حدود اسلام سے باہر ایک گروہ نہیں بلکہ یہ اسی طرح کے مسلمان ہیں جس طرح کے دیگر مسلمان ہیں۔ وزیر اعظم کی اس گفتگو کا اراکین وفد پر یہ اثر پڑا کہ انہوں نے ایک مہینے کا نوٹس ان کے حوالے کر دیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اگر آپ نے ایک مہینے یعنی ۲۲ر فروری تک مرزائیوں کو اقلیت قرار نہ دیا اور سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے علیحدہ نہ کیا تو ۲۲ر فروری کے بعد پورے ملک میں ایک تحریک شروع کر دی جائے گی اور نتائج کو اللہ کے سپرد کر کے براہ راست اقدام کا بیڑہ اٹھا لیا جائے گا"

اگر ان مولویوں میں کوئی حق پرستی ہوتی اور "مرزائیوں" کے غیر مسلم ہونے کے متعلق کوئی معقول دلائل ان کے ہاتھ میں ہوتے تو وزیر اعظم کو "براہ راست اقدام" کی دھمکی دینے سے پہلے قرآن وحدیث سے انہیں سمجھاتے کہ ان لوگوں کو مسلمان قرار دینا صحیح نہیں کوئی آیت وحدیث بتاتے، آئمہ دین کے اقوال پیش کرتے اور دلائل سے ثابت کرتے کہ احمدی مسلمان نہیں، اور خواجہ ناظم الدین کے اس خیال کی کہ "مرزائی حدود اسلام سے باہر ایک گروہ نہیں" دلائل قاطعہ سے تردید کر کے ان کی تسلی کر دیتے۔ ان باتوں سے گریز کرتے ہوئے "براہ راست اقدام" کی دھمکی دے دینا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ ان کے ہاتھ پلے کچھ نہیں اور محض ضد و تعصب سے انہوں نے "براہ راست اقدام" کا نوٹس دیا ہے جو لاقانونیت اور حکومت سے بغاوت کا دوسرا نام ہے دیکھیں حکومت اس کا کیا جواب دیتی ہے۔

نا راست اقدام کی نوعیت

زیر نظر پرچہ کی اشاعت کے بعد مولویوں کا "براہ راست اقدام" شروع ہونے میں صرف چار دن باقی رہ جائیں گے اس کے بعد کیا ہوگا؟ مولوی مودودی کے اعلان بلکہ مولویوں کے اس ریزولیوشن کے مطابق جو بنیادی اصولوں کی رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے پاس کیا عوام الناس کو اکسایا جائے گا کہ احمدیوں کے مقابلہ میں ہندو مسلم تصادم کے سے حالات ملک میں پیدا کر دیئے جائیں، اس کے لئے ابھی سے مشورے ہو رہے ہیں، رضاکار بھرتی کئے جا رہے ہیں جن سے سیاہی کے بجائے خون سے عہد نامے لکھوائے جا رہے ہیں، اسی سلسلہ میں ۴ار فروری کو ایک "ہنگامی مشاورتی اجلاس" لاہور کے وکٹوریہ ہوٹل میں منعقد ہوا جس میں کئی احراری مولوی اور پیر بھی شامل ہوئے، اس مجلس مشاورت نے بقول زمیندار :-

"متواتر پانچ گھنٹے کے پیہم غور و فکر کے بعد آخرکار یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ ۲۲ر فروری سے مؤثر اقدام کرے گی، اس مشاورتی اجلاس میں معزز رہنماؤں نے مجلس عمل کو ہنگامہ خیز مشورے دیئے اور اس امر کا ایک بار پھر عہد کیا کہ ۲۲ر فروری کے بعد مجلس اپنے راست اقدام کو اس وقت تک واپس نہ لیگی جب تک مجلس عمل کے تمام مطالبات من وعن تسلیم نہیں کر لئے جاتے"

یہ بھی لکھا ہے کہ :-

"مجلس عمل کے ایک ترجمان سے پوچھا گیا کہ اس کا راست اقدام" کس نوعیت کا ہوگا تو اس نے اسے "کلیۃً رازدارانہ" و خفیہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ ہمارا راست اقدام آٹھ روز کے بعد حکومت اور عوام دونوں کے سامنے آجائے گا"

یہ تمام بیانات مولویوں کے نا راست اقدام کی نوعیت کو واضح کر رہے ہیں، تعجب ہے کہ حکومت نے (جس کو ناکام بنانے کے لئے فی الحقیقت احمدیوں کو قربانی کا بکرا بنایا جا رہا ہے) ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی، کیا پانی سر سے گذر نے کے بعد کوئی قدم اُٹھایا جائے گا؟

ماسٹر اصغر علی صاحب

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ اپنے تازہ خط مورخہ ۹ر فروری میں لکھتے ہیں کہ :-

ماسٹر اصغر علی صاحب کا اپریشن جو تقریباً دو ڈھائی گھنٹے تک ہوتا رہا بفضلہ اچھا رہا۔ لیکن بعد میں چند پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں جن کی وجہ سے حالت قدرے خراب ہو گئی ہے، علاج باقاعدہ جاری ہے۔ اور دعاؤں کی اشد ضرورت ہے۔ لہٰذا درد دل سے درخواست ہے کہ احباب اپنی نیم شبی دعاؤں کو جاری رکھیں۔

مجھے امید کامل ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے اس نیک بندے کو ضائع نہیں کرے گا، اور ان کو صحت کامل عطا فرما کر ان سے خدمت دین کا کام لے گا۔ دعاؤں کی بڑی ضرورت ہے۔

موجودہ طوفانِ مخالفت میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

انبیاء اور ربّانی لوگوں کے مقابلہ میں معاندین حق ہمیشہ "ڈائرکٹ ایکشن" کرتے رہے ہیں

قربانیاں اور صبر و استقامت اور دعائیں ہی کامیابی کا موجب ہو سکتی ہیں

حضرت مسیح موعودؑ کی وحی کہ جس طرح خدا واحد ہے اسی طرح محمد رسول اللہؐ اپنی نبوت میں واحد ہیں اور انکے بعد کوئی نبی نہیں

خطبہ جمعہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ فرمودہ ۱۳ر فروری ۱۹۵۲ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین .... الیٰ والھکم اللہ واحد لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم ——— (البقرہ رکوع ۱۹)

مخالفین کے ارادے اور صبر کی تلقین

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو مٹانے اور حضور کی جماعت اور امت کو ختم کرنے کے لئے سارے عرب نے ارادہ کر لیا تھا ان حالات میں اللہ تعالےٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے اور حضور کی قوم اور امت کی تسلی کے لئے ان آیات میں صبر کی تلقین کی ہے اور اس کے خوشگوار نتائج کی خوشخبری دی ہے، دوسری جگہ بھی فرمایا واصبر علیٰ یقولون جو کچھ یہ لوگ تمہارے متعلق کہتے ہیں، جس قسم کے ارادے کرتے ہیں کہ ان کا بائیکاٹ کریں گے ان کو گھروں سے نکال دیں گے، قتل کر دیں گے، طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں گے، انکی تجارتیں ختم کر دیں گے، ان سب باتوں پر صبر دکھایا جائے - یہاں بھی فرمایا یاایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیو! جن کے مٹا دینے کے منصوبے ہیں، ہم تم کو تلقین کرتے ہیں کہ اپنے پائے ثبات کے لئے استقلال و صبر دکھاؤ اور خدا سے مدد مانگو اس کے حضور میں گڑگڑاؤ، اگر ایسا کرو گے تو یقین کرو خدا تمہارے ساتھ ہے، ان اللہ مع الصابرین۔

قربانیوں سے زندگی

یہ ایک ہی جملہ ہر قسم کی مصیبت ختم کرنے کے لئے کافی ہے۔ جس قسم کی مصیبت پیش آئے خدا کے آگے جھکیں اس سے مدد مانگیں کہ وہ ہماری کمزوریوں کو دور کرے، اور مصیبتوں اور ابتلاؤں سے بچائے تو خدا کی مدد ضرور نازل ہوتی ہے، دشمنوں کے ارادے یہ ہیں وہ ہم پر حملہ آور ہوں گے اس وقت خدا کے لئے اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کرو اور یقین جانو کہ شہادت پا کر زندوں میں شمار کئے جاؤ گے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات جس قسم کی بھی قربانیاں طلب کریں تمہیں دینی ہوں گی، ان قربانیوں سے یہ مت سمجھو کہ تم مر گئے بل احیاء ان میں تمہاری زندگی ہے تمہاری قوم اس سے زندہ ہوگی -

مصائب میں صبر کرنیوالوں کو خوشخبری

ولنبلونکم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات، اور خوب سن رکھو دشمن کی تعداد تم سے زیادہ ہے اس کے پاس تمام سامان ہیں، اس سے تمہیں خوف بھی ہوگا، وہ تمہارے کھانے پینے کے سامان پر بھی قبضہ کر لے گا اس لئے تمہیں بھوکا بھی رہنا پڑے گا، تمہارے مال بھی ضائع ہوں گے، اونٹ بھیڑ بکریاں اڑا لے جائیں گے، جانیں بھی دینی پڑیں گی، غلہ اور باغوں کے پھلوں سے بھی محروم ہونا پڑے گا، یہ ایک امتحان تم پر آئے گا - وبشر الصابرین اس امتحان میں جن لوگوں کا ایمان مضبوط رہے گا ان کو بشارت دیدو، الذین اذا اصابتھم مصیبۃ یہ لوگ ہیں جن کو جب مصیبت پیش آتی ہے قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون تو ان کے مونہوں سے یہی نکلتا ہے ہم اللہ تعالےٰ ہی کی مخلوق ہیں اسی کی ملکیت ہیں، اگر مال چلے گئے، باغات، اور کھیتیاں ضائع ہو گئیں تو یہ خدا ہی کی دی ہوئی تھیں، ہم بھی تو اسی کی ملکیت ہیں اور اسی کے پاس جانے والے ہیں۔

انبیاء کے ساتھ مخالفین کا ڈائرکٹ ایکشن

ان آیات میں بتایا کہ بڑے بڑے سخت عذاب آئیں گے، ان ابتلاؤں کی شدت کو کم کرنے کے لئے فرمایا صبر کرو گے تو خدا کی معیت حاصل ہوگی دوسری جگہ حضرت کی تسلی کے لئے فرمایا ولقد استھزئ برسل من قبلک اے نبی آپ سے پہلے بھی رسول آتے رہے ان سب کو تکلیفیں پہنچائی گئیں، ان کے ساتھ تمسخر و استہزا کیا گیا آپ سے بھی ایسا ہی ہوگا - ایک جگہ حضرت شعیبؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا قال الملأ الذین استکبروا من قومہ لنخرجنک یشعیب والذین آمنوا معک من قریتنا او لتعودن فی ملتنا ان کی قوم کے بڑے بڑے لوگوں نے استکبار کیا اور کہا اے شعیب ہم تجھ کو اور جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں ان سب کو ضرور اپنے ملک سے نکال دیں گے، یا تمہاری مصیبت اس طرح ٹل سکتی ہے، کہ تم اپنے اعتقادات ترک کر دو اور ہمارے اعتقادات قبول کر لو۔

ربانی لوگوں کا راہ حق میں جہاد

تو اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب کی تسلی کے لئے بتایا کہ مصیبتیں انبیاء پر آتی رہیں یہ سنت اللہ ہے، اس لئے آپ مت گھبرائیں۔ اور فرمایا وکاین من نبی قتل معہ ربیون، کتنے ہی نبی آئے ہیں جن کے ساتھ علماء کو بھی تلواریں اٹھانی پڑیں ربانی لوگ وہ ہیں جو خدا کے رستہ میں شہید ہونے کے لئے تیار رہوں، تو انبیاء کے ساتھ ایسے علماء بھی تھے جنہوں نے دشمنوں کے مقابلہ پر شہادت کا مرتبہ حاصل کرنے کے لئے تلواریں اٹھائیں فما وھنوا لما اصابھم، پھر انہیں اس رستہ میں جو بھی تکلیفیں اور دکھ اٹھانے پڑے ان سے ان کے ارادوں میں کوئی کمزوری پیدا نہ ہوئی ان کے پاؤں میں کوئی لغزش نہ آئی، کوئی کمزوری اور بزدلی ان کے دلوں میں پیدا نہ ہوئی دشمن کے لشکروں اور ساز و سامان کو دیکھ کر کبھی انہیں خیال نہ آیا کہ وہاں سے بھاگ ہی جائیں یا دشمن کے آگے ہتھیار ڈال دیں وما استکانوا کبھی جھکے نہیں۔

خدا کے آگے عجز و انکسار

وقالوا ربنا اغفر لنا ذنوبنا جس طرح سے یہاں فرمایا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ اسی طرح وہاں بھی تلقین کی کہ قوموں میں شیخیاں ہوا کرتی ہیں، ان کے لشکر اور ساز و سامان ہوتے ہیں جن کے بل پر وہ تکبر کرتے ہیں، لیکن ربانی لوگ کوئی شیخی نہیں مارتے بلکہ اللہ تعالےٰ کے آگے عاجزی کے ساتھ دعا کرتے ہیں ربنا اغفر لنا ذنوبنا اے ہمارے خدا ہماری کوئی شیخی اور تکبر نہیں، ہمارے اندر

کمزوریاں ہیں توان کو معاف کردے، واسرافنا فی امرنا ہمارے کام کاج اور دشمن کے ساتھ معاملہ کرنے میں کوئی زیادتی ہوگئی ہو تو اسکو بھی بخش دے وثبت اقدامنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے قدموں کو مضبوط کردے، ہمارے ہاتھ پاؤں اور طریق زندگی ایسا ہو کہ ان سے یہ نظر آتا ہو کہ ہم خدا کے رستہ میں جان دینے کے لئے تیار ہیں۔

حضرت سعد بن معاذ کی شہادت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دشمن کے مقابلہ میں اپنی قوم کو تیار کیا، وہ اپنے دل میں جذبہ رکھتے تھے کہ خدا کے رستہ میں جان دیدیں گے، احد کی جنگ میں حضرت سعد بن معاذ سے آپ نے کہا یا سعد الجنۃ۔ انی اجد ریح الجنۃ من دون احد اے معاذ جنت تمہارے سامنے ہے میں احد کے قریب جنت کی خوشبو محسوس کرتا ہوں، وہ یہ سن کر آگے بڑھے اور لڑتے ہوئے میدان جنگ میں شہید ہو گئے۔ لکھا ہے ان کے بدن پر اسی زخم تھے تلوار کی ضربات برداشت کیں، نیزے ان کے بدن پر چلائے گئے تیروں کی بوچھاڑ ان پر کی گئی، اور ذرا بھی لغزش ان کے قدموں میں نہ آئی۔

صحابہ کرام کا جوش و ولولہ

ایک شخص سعد بن الربیع شہید ہو رہے تھے، کسی نے کہا کوئی خواہش ہو تو بتاؤ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام پہنچا دینا اور صحابہ سے عرض کریں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی پوری پوری تعمیل کریں، پھر حضرت نبی کریم صلعم کے چچا حضرت حمزہ اسی جنگ میں شہید ہوئے، ان کی تلاش میں نبی کریم صلعم نکلے، دیکھا کہ ان کے ناک، کان کاٹ لئے گئے تھے، ہندہ نے ان کا کلیجہ نکال کر چبایا اور ان کے ناک کان وغیرہ کا ہار بنایا یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیاروں اور عزیزوں کا نمونہ ہے، آپ خود بھی اس جنگ میں زخمی ہو کر گر گئے۔ خود کی دو کڑیاں آپ کی پیشانی میں دھنس گئیں، لیکن جب ہوش آئی تو یہ نمونہ دکھایا کہ دشمن کو للکارتے ہوئے آگے بڑھے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب عورتیں ہیں تو ان میں بھی یہی ولولہ پایا جاتا ہے۔

بیٹوں کی شہادت پر ماں کا شکر

ایک عورت کے تین بیٹے اس جنگ میں شہید ہوئے لیکن اس کی پیشانی پر ذرا بل نہ آیا اور اس نے کہا الحمد للہ الذی اکرمنی بشہادتہم میں خدا کی حمد کرتی ہوں جس نے میرے بیٹوں کو شہید کر کے میری عزت افزائی کی۔

موجودہ طوفان مخالفت میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے

اسی طرح مرزا صاحب نے ہمیں بتلایا آتے ہیں تاکہ ہم استقامت اور ایمان کا نمونہ دکھائیں۔ کئی زمانوں سے ہماری اس چھوٹی سی جماعت پر ابتلا آرہا ہے دشمن کے طوفان کبھی تیز ہو جاتے ہیں اور کبھی مدھم پڑ جاتے ہیں، ہم کو چاہیئے اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں کو دور کریں خدا کے حضور گڑگڑائیں کہ ہماری کمزوریوں اور خطاؤں کو معاف فرمائے۔

حضرت مجدد زمان کی خدمات اسلام

حضرت مجدد زمان نے اسلام کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ دنیا ان کی خدمات اسلام کی قائل ہے ان کی جماعت نے جو خدمت اسلام میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، آپ نے ستر، اسی کتابیں لکھیں، آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں علم کے دریا بہا دیئے، اور اسلام کی صداقت کو روشن کیا، آج وہ لوگ بھی جو حضرت امام وقت کے خلاف ہیں، ان کے علم اور خدمات اسلامی کے معترف ہیں، انہیں معلوم ہے کہ آپ کی کتابوں میں میگزین ہے، اس سے فائدہ بھی اٹھاتے ہیں، اور پھر ان کو کافر بھی کہتے ہیں، مصر میں عراق میں، عرب میں ایسے لوگ ہیں جو آپ کی عربی کتابوں کو دیکھ کر عش عش کر اٹھے، انگلستان میں ترکی اور مصر سے آتے ہوئے لوگوں نے آپ کی کتابیں دیکھ کر اعتراف کیا کہ ان کی تصنیف میں فصاحت و بلاغت کے علاوہ عرفان ہے ان میں حقائق و معارف ہیں۔

اعتراف خدمات کے باوجود ہمیں مٹانے کی کوشش

ان لوگوں نے دیکھا کہ کفرستانوں میں ہم نے مسجدیں آباد کیں، قرآن کے ترجمے شائع کئے، جن سے اسلام کی روشنی پھیلی، کیا یہ چاہتے ہیں کہ وہاں اذانیں بند ہو جائیں، قرآن وہاں نہ پھیلایا جائے؟ دیکھو حضرت مرزا صاحب نے اسلام کی بہت بڑی خدمت کی کہ آپ نے درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا، جس کو دیکھ کر دوسرے لوگوں نے بھی قرآن کے درس قائم کئے، جو بڑی اچھی اور قابل قدر بات ہے، یہاں مخالفین تیار کرنے کا بندوبست کیا گیا

تو اوروں نے بھی اس کی تقلید کی، بہت اچھا کیا، نیکی کا کام جو بھی کرے اچھا ہے، آج کل ایک شخص محمد ابن بیرسٹر کو حکومت پاکستان تو نہیں لیکن ایک نیم سرکاری انجمن جرمنی میں تبلیغ کے لئے بھیج رہی ہے، ہمیں اس سے خوشی ہے، جتنے بھی مشن اس ملک میں ہوں اچھا ہے لیکن اگر تمہارے نزدیک بھی یورپ میں تبلیغ کرنا اچھا ہے تو ہمیں مٹانے کی تیاری کیوں ہے؟ یہ محمد ابن نو مسلم ہے، انگلستان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا، ووکنگ کچھ عرصہ رہا ہے اسے معلوم ہے کہ تبلیغ کا کیا طریق ہے اس لئے ہمارے ہی ہتھیاروں سے کام لیا جائے گا تو گویا یہ ہمارے کام کا اعتراف ہے پھر کیا وجہ ہے کہ یہ اعتراف کرتے ہوئے بھی کہتے ہیں کہ ان کو مٹا دیا جائے، کیا خادمان اسلام کو مٹانا اچھی بات ہے؟

رسول اللہ صلعم اور قرآن کا عشق

حضرت مرزا صاحب کی جماعت میں اللہ اور رسول اللہ صلعم کا عشق پایا جاتا ہے، ان میں قرآن کا عشق ہے اللہ تعالے کی عبادت کرتے ہیں، اور دن رات خدمت دین کے لئے سرگرم عمل ہیں، یہ وہ جماعت ہے جو مرزا صاحب نے چھوڑی، اگر ان کی کتابوں میں علم کے دریا بہتے ہیں تو قوم کا احیا بھی انہوں نے کیا اور ایک ایسی جماعت چھوڑی جو دن رات خدمت اسلام میں مصروف ہے

دعویٰ نبوت منسوب کرنا افترا ہے

آپ نے ابتدا سے آخر تک اس بات پر زور دیا اور یہ یقین دلایا کہ میرا دعوے نبوت کا نہیں، یہ بہت بڑا افتراء ہے یہ مجھ کیا جا رہا ہے، خدا سے ڈر جاؤ، اور ایسے افترا سے باز آجاؤ، ایک جگہ اپنی ایک کتاب منن الرحمٰن میں لکھتے ہیں، وا وحی اولی، میرے اوپر وحی کی گئی ہے یہ میری ذاتی رائے نہیں ہے، نہ میرا اجتہاد ہے، بلکہ مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ ان الدین ھو الاسلام دین صرف اسلام ہی ہے وان الرسول ھو المصطفٰے السید الامام رسول امی امین اور نبی صرف محمد مصطفٰے صلعم ہیں جو ہمارے سردار اور امام اور رسول امی اور امین ہیں فکما ان ربنا واحد ویستحق العبادۃ وحدہ فکذالک رسولنا المطاع واحد لا نبی بعدہ ولا شریک معہ وانہ خاتم النبیین اگر خدا اپنی الوہیت میں واحد ہے تو محمد رسول اللہ صلعم بھی اپنی نبوت میں واحد ہیں لا نبی بعدہ و لا شریک معہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ آپ کی نبوت میں کوئی شریک ہو سکتا ہے وانہ خاتم النبیین اور وہی خاتم النبیین ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، حضرت مرزا صاحب کے اس اعلان کے بعد کوئی شخص جو ان کو مامور من اللہ مانتا ہے نہیں کہہ سکتا کہ ان کا دعوے نبی ہونے کا تھا، اس تصریح کے بعد جو وحی الہٰی نے کی ہے حضرت مرزا صاحب کی طرف دعوے نبوت منسوب کرنا نازیبا جرأت ہوگی۔

شریعت اور احکام جدیدہ کے انکار سے کفر لازم آتا ہی

دیکھئے اس دنیا میں کچھ قوانین ہیں، پانی کے لئے قانون ہے کہ وہ نیچے کی طرف بہتا ہے آگ جلاتی ہے، سورج روشنی اور گرمی دیتا ہے، حضرت مرزا صاحب نے بھی ایک قانون بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ شریعت و احکام جدیدہ کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔ اور جس شخص کے پاس احکام جدیدہ نہ ہوں اس کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ٹھہرتا۔ یہ ایک الٰہی قانون ہے اور الٰہی قانون تبدیل نہیں ہوتا ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

حضرت مسیح موعود کے انکار دعویٰ سے کفر لازم نہیں آتا

کچہری میں ایک دفعہ ایک مقدمہ میں مجسٹریٹ نے مولوی محمد حسین بٹالوی سے کہا کہ آپ لکھدیں کہ میں مرزا صاحب کو کافر نہیں کہوں گا، انہوں نے لکھدیا، حضرت مرزا صاحب نے بھی لکھکر دے دیا کہ میں ان کو کافر اور دجال نہیں کہوں گا، اس پر آپ نے اپنی کتاب میں لکھا کہ محمد حسین نے انگریز مجسٹریٹ کے کہنے سے لکھدیا کہ میں مرزا صاحب کو کافر نہیں کہوں گا حالانکہ میرے عقاید وہی ہیں، جن کے خلاف اس نے کفر کا فتوےٰ دیا تھا، میں نے ان اعتقادات کو ترک نہیں کیا اور میں مرنے تک انہی اعتقادات پر قائم رہونگا، جس طرح سے آپ میں سے ہر شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا ایمان ہے کہ خدا سچا ہے اور اس کا رسول بھی سچا ہے اور میں اسی ایمان پر مرنے تک قائم رہوں گا، اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے بھی فرمایا کہ میں اپنے معتقدات پر موت تک قائم رہوں گا اور فرمایا کہ میں نے جو کچھ لکھکر دیا ہے کہ میں محمد حسین کو کافر نہیں کہوں گا تو وہ درست ہے اس لئے کہ "ابتدا سے میرا یہی مذہب کہ میرے دعوے

(باقی بر صلا)

یہ کس کا کلام ہے

کیا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی گئی ہے یا آپ کی شان و عظمت کو بیان کیا گیا ہے؟

"وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا، وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا غرض وہ کسی چیز ارضی و سماوی میں نہیں تھا، صرف انسان میں تھا یعنی **انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں**، سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہمرنگوں کو بھی یعنے ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں ...... **اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید و مولیٰ، ہمارے ہادی نبی اُمی، صادق مصدوق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی** جیسا کہ خود خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک له وبذالك امرت وانا اول المسلمین...... غور سے دیکھنا چاہیئے کہ جس حالت میں اللہ جلشانہٗ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام **اوّل المسلمین** رکھتا ہے اور **تمام مطیعوں اور فرمانبرداروں کا سردار** ٹھیراتا ہے اور سب سے پہلے امانت کو واپس دینے والا آنحضرت صلعم کو قرار دیتا ہے تو پھر کیا بعد اس کے کسی قرآن کریم کے ماننے والے کو گنجائش ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ میں کسی طرح کا جرح کر سکے؟ خدا تعالیٰ نے آیت موصوفہ بالا میں اسلام کے لئے کئی مراتب رکھکر **سب مدارج سے اعلیٰ درجہ وہی ٹھیرایا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کو عنایت فرمایا** سبحان اللہ ما اعظم شانك یا رسول اللہ

موسےٰ و عیسےٰ ہمہ خیل تو اند ٭ جملہ دریں راہ طفیل تو اند (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۶۰-۱۶۲)

"میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) **یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اسکے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا** اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا، وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا اس نے خدا **سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی** درجہ پر بنی نوع کی محبت میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو **تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی** اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اسکو دیں، **وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے** اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اسکے کے کسی فضیلت کا دعوےٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے **کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے** اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے **ہم کیا چیز ہیں اور ہماری کیا حقیقت ہے** ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبیؐ کے ذریعہ سے پائی اور زندہ **خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے** اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا **اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے** اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۶)

نوٹ:۔ یہ اس شخص کا بیان ہے جس کو توہین رسول کا مرتکب قرار دے کر کافر ٹھہرایا جا رہا ہے یعنے **مرزا غلام احمد صاحب قادیانی**، کیا اہل حق اور انصاف اس پر غور کریں گے!

توہین رسول کا مرتکب کون ہے؟

دوسری بات ناظرین کی توجہ کے لائق یہ ہے کہ ان مولویوں نے بات بات میں حضرت عیسیٰؑ کو بڑھایا اور ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی غضب کی بات ہے کہ ان کا عقیدہ حضرت مسیح کی نسبت تو یہ ہو کہ کبھی روح القدس اُن سے جُدا نہیں ہوتا تھا اور مس شیطان سے وہ بری تھے، اور یہ دونوں باتیں انہیں کی خصوصیت تھی لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ان کا یہ اعتقاد ہو کہ نہ روح القدس ہمیشہ اور ہر وقت انکے پاس رہا اور نہ وہ نعوذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد مس شیطان سے بری تھے باوجود ان باتوں کے یہ لوگ مسلمان کہلاویں انکی نظر میں ہمارے سیّد و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مردہ، مگر حضرت عیسیٰؑ ابتک زندہ اور عیسیٰؑ کیلئے روح القدس دائمی رفیق، مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ اس نعمت سے بے بہرہ، اور حضرت عیسیٰؑ مس شیطان سے محفوظ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ نہیں۔

جن لوگوں کے یہ عقاید ہوں انکے ہاتھ سے جس قدر دین اسلام کو اس زمانہ میں نقصان پہنچ رہا ہے کون اسکا اندازہ کر سکتا ہے یہ **لوگ چھپے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں، چاہیئے کہ ہر یک مسلمان اور سچا عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پرہیز کرے**، سلف صالح کو سراسر شرارت کی راہ سے اپنے اقوال مردودہ کیساتھ شامل کرنا چاہتے ہیں حالانکہ اپنی نابینائی کی وجہ سے سلف صالح کے اقوال کو سمجھ نہیں سکتے اور نہ احادیث نبویہ کی اصل حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں صرف دھوکا دینے کی راہ سے کہتے ہیں کہ اگر ہمارا یہ حال ہے تو یہی عقیدہ سلف صالح کا ہے۔

اے نادانو

یہ سلف صالح کا ہرگز طریقہ نہیں اگر صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے کہ کبھی یا مدتوں تک آپ سے روح القدس جدا بھی ہو جاتا تھا تو وہ ہرگز ہر یک زمانہ کی احادیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ نہ کرتے، ان کی نظر تو اس آیت پر تھی وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ، اگر صحابہ تمہاری طرح مس شیطان کا اعتقاد رکھتے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سید المعصومین کیوں قرار دیتے؟ **خدا تعالےٰ سے ڈرو**۔ کیوں افتراء پر کمر باندھی ہے ؎

مصطفےٰ را چوں فروتر شد مقام ؛ از مسیح ناصری اے طفلِ خام

آنکہ دستِ پاکِ او دستِ خداست ؛ چوں تواں گفتن کہ از روحش جداست

آنکہ ہر کردار و قولش دینِ ماست ؛ یکدم از جبرئیل بعدش چوں رواست

بر امامِ انبیا ایں افترا ؛ چوں نمے ترسید از قہرِ خدا

(آئینہ کمالات اسلام مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی صفحہ ۱۱۰-۱۱۱)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ٹھوس اور مفید کام

بیگم محمد امان کو دعوتِ عصرانہ کے موقعہ پر بیگم صاحبہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر

گذشتہ اشاعت میں برلن مسجد کے جرمن امام محمد امان ہوبہم صاحب کی شادی کا اعلان کرتے ہوئے یہ ذکر کیا تھا کہ ۲۳ر فروری کو بیگم صاحبہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے بیگم محمد امان صاحبہ کے اعزاز میں عصرانہ دیا اس موقعہ پر بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم نے جو تقریر کی اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:—

"آج میں نے اپنی معزز بہنوں کو تشریف لانے کی اس لئے تکلیف دی ہے کہ مجھے نہایت خوشی ہے کہ میری عزیز بھانجی شمیم آرا کی شادی محمد امان ہوبہم امام برلن مسجد سے ہوگئی ہے اور عنقریب یہ قابل جوڑا اشاعت اسلام کا نیک واعلےٰ مقصد لے کر جرمنی جا رہا ہے۔ ہماری اکثر بہنیں واقف ہوں گی کہ جرمنی کے دارالخلافہ برلین میں ہماری ایک خوبصورت مسجد ہے۔ مجھے وہ وقت یاد ہے کہ اس مسجد کی تعمیر ہو رہی تھی اور مینار نامکمل رہ گئے تھے کہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے خواتین کے ایک جلسے میں اپیل کی اور سب بہنوں نے اسی وقت اپنے زیورات اتار اتار کر دے دیئے اور میناروں کی تکمیل کا سہرا خواتین کے سر پر رہا۔

وسط یورپ میں یہ واحد خدا کا گھر ہے جہاں سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز بلند ہوتی ہے اور جہاں سے نور اسلام کی کرنیں روشنی پھیلا رہی ہیں۔ ہمارے جرمن نومسلم بھائی محمد امام ہوبہم جو تقریباً تین ماہ سے لاہور میں قیام رکھتے ہیں اور بوجہ اپنی نیکی تقویٰ اور اعلےٰ اخلاق کے سب میں ہردلعزیز ہوگئے ہیں وہ اسی مسجد کے امام ہیں۔

محمد امان جرمنی کے اعلےٰ خاندان کے چشم وچراغ ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں جبکہ ان کی عمر تیرہ سال تھی انہوں نے برلین مسجد دیکھی اور دل پر بہت اثر ہوا۔ اس کے بعد اسلامی لٹریچر منگوا کر مطالعہ شروع کر دیا۔ اور ۱۹۴۰ء میں اسلام قبول کیا۔ یہ نیوی میں افسر تھے جنگ ختم ہونے کے بعد ۱۹۴۴ء میں نیوی کی ملازمت چھوڑ دی۔

ایک عرب سے قرآن شریف پڑھا اور اسلامی تعلیم حاصل کی شروع سے شوق تھا اس لئے ۱۹۴۹ء میں ووکنگ میں آکر ٹریننگ لی اور ۱۹۵۰ء سے برلن مسجد اور جرمن مشن کو سنبھال لیا ان کی کوشش سے ان کے والدین نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

عزیزہ شمیم آرا کی والدہ بیگم عظیم اللہ صاحبہ کی ذات گرامی کو سب قومی کاموں میں حصہ لینے والی بہنیں بخوبی جانتی ہیں۔ وہ انجمن حمایت اسلام کے زنانہ یتیم خانہ کی سیکرٹری عرصہ دراز تک رہی ہیں اور نہایت جانفشانی سے کام کرتی رہی ہیں ہمارے سلسلے سے ان کو بے حد عقیدت ہے سالانہ جلسوں پر وہ نہ صرف خود بلکہ اپنے خاندان کی دیگر بیگمات کو لے کر شریک ہوتی رہی ہیں اور ہمیشہ قدمے درمے حصہ لیتی رہی ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں بیمار و مصیبت زدہ مہاجرین کے کیمپوں میں بیگم عظیم اللہ نے نہایت خاموشی و استقلال سے ٹھوس کام کیا۔ اب ان کی صاحبزادی ہمارے امام برلن کی رفیقۂ حیات بن کر جرمنی جا رہی ہیں۔ مجھے خدا کے فضل سے یقین ہے کہ وہ اپنی ذات سے اسلام کا صحیح نمونہ پیش کریں گی اور اپنے معزز وقابل شوہر کی طرح موزوں رفیق حیات ثابت ہونگی یہ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ ان کو خدمت اسلام کا ایک زریں موقعہ نصیب ہوا ہے اور یہ وہ اعلےٰ وارفع مقصد زندگی ہے جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام کا رہا ہے۔ کھانا پینا اور دنیا کی آسائش کے لئے کوشاں رہنا تو بہت ادنےٰ مقصد ہے۔ بلند مقصد یہ ہے کہ گمراہی میں بھٹکنے والوں کو ہدایت کی طرف بلایا جائے۔ اس وقت بالخصوص اہل یورپ کو اسکی بیحد ضرورت ہے کہ وہاں سائنس کی ترقی ومادہ پرستی نسل انسانی کو ہلاکت کے گڑھے کی طرف لیجا رہی ہے۔ اور ان کی حرص ہوا اس قدر بڑھ گئی ہے کہ وہ اپنے فائدے کے لئے دوسروں کو تباہ وبرباد کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اس لئے ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو جس میں موجودہ زمانے کی مشکلات کا حل موجود ہے اور جس میں دنیا کے لئے صلح وآشتی کا پیغام موجود ہے جس میں تمام نسل انسانی کے لئے خواہ وہ گورے ہوں خواہ کالے یورپ کے رہنے والے ہوں یا ایشیا کے سب کے لئے امن وترقی کا پیغام ہے۔ ہاں اس پاک وروشن تعلیم کو دنیا میں پھیلانا ہی وہ اعلےٰ مقصد ہے جس کی طرف اسلام رہنمائی کرتا ہے، تو ہمارا فرض اولین ہے کہ اس تعلیم کو دنیا میں اجاگر کریں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو یہ توفیق دے کہ وہ باہمی اختلافات کو چھوڑ کر ہدایت ورشد کے پھیلانے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ اس مجاہد جوڑے کو اپنی حفاظت میں رکھے اور دین ودنیا کے حسنات عطا کرے۔" اس کے بعد کئی غیر از جماعت خواتین نے مختصر الفاظ میں یہ اعتراف کیا کہ واقعی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ٹھوس ومفید کام کر رہی ہے اور بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم وبیگم عظیم اللہ صاحبہ کو مبارک باد دی۔ آخر میں بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم نے دعا فرمائی اور بیگم محمد امان کو چند کتب مصنفہ حضرت امیر مرحوم بطور تحفہ دیں۔

چودھویں صدی کا فتنہ اور ہم

اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہئے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے (حضرت امام الزمان)

حضرت امیر قوم (ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز) کے ایمان افروز مکتوب کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے جناب باری تعالیٰ کا وعدہ یاد آگیا جو قرآن مجید میں بار بار یاد دلایا گیا ہے کہ اللہ والوں کو کبھی غم نہیں ہوتا۔ حزن و یاس ان کے قریب نہیں جاتا۔ ہمارے معاندین کے رویہ نے خود ہی یہ جتلا دیا کہ اللہ والے کون ہیں۔ یہ مقاطعہ کرنا روز اوّل سے معاندین حق کا شیوہ رہا ہے۔ انبیائے سابقہ اور ان کے متبعین پر عرصہ حیات تنگ کیا جاتا رہا مگر کسی نبی۔ رسول یا مامور نے مقاطعہ روا نہ رکھا۔ محسن اعظم جناب رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم اور آپ کے پاک ساتھیوں کا مقاطعہ تاریخ میں "واقعہ شعب ابوطالب" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقاطعہ تین سال تک جاری رہا۔ جب کہ کفار مکہ کی مجلس عمل نے یہ اعلان مقاطعہ خانہ کعبہ میں آویزاں کر رکھا تھا۔ سو آج بھی "مجلس عمل" ایک غیر اسلامی حرکت کو "ڈائرکٹ ایکشن" کا نام دے کر شرفاء پاکستان کے لئے ایک فتنہ برپا کر رہی ہے۔

جیسا کہ ہمارے قائد حضرت امیر قوم نے اپنے مکتوب میں فرمایا ہے ہمیں صبر اور استغفار سے کام لینا چاہیئے۔ خداوند کریم نے .... ایسے فتن اور آشوب کے اوقات میں بشارت دی ہے الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون ○ الذین اٰمنوا وکانوا یتقون ○ لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ ط لا تبدیل لکلمٰت اللہ ط ذالک ھو الفوز العظیم ○ ولا یحزنک قولھم ان العزۃ للہ جمیعاً ط ھو السمیع العلیم ○ (یونس ۶۳–۶۵) تو ہمیں اس "مجلس عمل" کی قرارداد پائے استقلال سے متزلزل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ عزت اور شرف ہمارے اللہ کے لئے ہے۔ البتہ ہمیں تقویٰ اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ یہ جناب حق سبحانہٗ کا اٹل فیصلہ ہے کہ کامیاب ہمیشہ تقویٰ اختیار کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور انہیں لوگوں کے لئے سورت یونس کے آخر میں وعدہ ہے ثم ننجی رسلنا والذین اٰمنوا کذالک حقا علینا ننج المؤمنین (۱۰۳)

چنانچہ اس زمانہ کے مقدس امام حضرت مسیح موعودؑ نے سلسلہ میں داخل ہونے والے خوش نصیبوں کو تلقین کی ہے:۔

"اے میرے دوستو۔ جو میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو۔ خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو۔ اور ایک ابتلا کا وقت تم پر ہے۔ اسی سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے۔ ہر ایک طرف سے کوشش ہو گی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح باتیں تمہیں سننی پڑیں گی۔ اور ہر ایک جو تمہیں زبان۔ یا ہاتھ سے دکھ دے گا۔ وہ خیال کرے گا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے۔ اور کچھ آسمانی ابتلا بھی تم پر آئیں گے تاکہ تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔ سو تم اس وقت سن رکھو کہ تمہارے فتحمند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو۔ یا گالی کے مقابل گالی دو کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہوں گی جن سے خدا تعالیٰ نفرت کرتا ہے۔ اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ سو تم ایسا نہ کرو .... یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا تعالےٰ کی لعنت کے ساتھ نہ ہو کچھ بھی چیز نہیں۔ اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے .... ہم کیونکر خدا تعالےٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا ہے کہ تقویٰ سے۔ سو اے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں۔ اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ سو تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچکر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو ....

چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے اور خدا تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اسکو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔ توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ اور اپنے مولیٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لئے سارے دکھ اٹھاؤ .... ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔

آج بھی ضرورت ہے کہ ہم دس شرائط بیعت اور اپنے پیارے امام ہمام کے ان فرمودات کو اپنے سامنے رکھیں اور ان پر ستعدی سے عمل پیرا ہوں کیونکہ

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

خاکسار۔ فخر الدین

چند ضروری تقریبات

۱۔ گذشتہ بدھ مورخہ ۲۵ فروری کو مسلم ہائی سکول نمبر ۲ میں نویں جماعت کے طلباء کی طرف سے میٹریکولیشن کے امتحان میں جانے والے دسویں جماعت کے طلباء کو الوداعی پارٹی دی گئی، جس میں اوّل الذکر جماعت کے ایک طالب علم نے الوداعی ایڈریس پڑھا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ امتحان میں جانیوالے دوستوں کو کامیاب کرے اور وہ دوبارہ سکول میں مہمان کی حیثیت سے آئیں، طالب علم کی حیثیت سے نہ آئیں۔ اس کے جواب میں دسویں جماعت کی طرف سے دو نوجوانوں نے تقاریر کیں جن میں اپنے نویں جماعت کے دوستوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالےٰ انہیں بھی آیندہ امتحان میں کامیاب کر کے دسویں جماعت میں لائے اور آیندہ سال وہ بھی میٹریکولیشن کا امتحان کامیابی کے ساتھ پاس کریں۔ آخر میں مرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر نے طلباء کو چند نصائح کیں اور انہیں بتایا کہ وہ میٹریکولیشن پاس کرنے کے بعد ایک نئے دور زندگی میں داخل ہونے والے ہیں، انہیں چاہیئے کہ ایسے اخلاق و کردار سے کام لیں جو پاکستان کے ایک معزز شہری کے شایان ہو، اس ضمن میں مرزا صاحب نے بعض اچھی مثالوں سے طلباء کو پاکستان کے اچھے شہری بننے کی تلقین کی، آخر میں حضرت مولانا عزیز بخش صاحب نے دعا فرمائی، اس تقریب میں ہر دو جماعتوں کے طلباء و اساتذہ سکول کے علاوہ جماعت کے بعض معزز ارکان بھی شامل تھے، جن کی تواضع چائے اور مٹھائی سے کی گئی۔

۲۔ دوسرے دن جمعرات مورخہ ۲۶ فروری کو مسلم ہائی سکول نمبر ۱ میں اسی قسم کی تقریب عمل میں آئی جس میں ہر دو جماعتوں کے طلباء کے متبادل ایڈریسوں اور تقاریر کے بعد چوہدری عبدالمجید صاحب ہیڈ ماسٹر نے طلباء کو زندگی کے آیندہ شعبوں میں نیکی اور ایمانداری اور دیانت وامانت کے نمونے دکھلانے اور ہر قسم کی بدعنوانیوں سے جو قوم اور ملک .... کو بدنام کرنے والی ہوں بچنے کی تلقین کی، حضرت امیر اور بعض دیگر احباب جماعت بھی اس تقریب میں شامل تھے ...... سب نے حضرت امیر کی قیادت میں طلباء کی کامیابی کی دعا فرمائی، حاضرین کی تواضع چائے اور مٹھائی وغیرہ سے کی گئی۔

۳۔ تیسرے روز بروز جمعہ دریائے راوی پر مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کے طلباء کو کشتی رانی کے مقابلہ میں کامیابی پر انعامات تقسیم کئے گئے، اس موقعہ پر صدارت کے فرائض ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب سپیکر پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی نے سرانجام دیئے، چوہدری عبدالمجید صاحب ہیڈ ماسٹر نے اپنی مختصر سی تقریر میں اس بات کا اظہار کیا کہ سکول کے پاس کوئی کھیل کا میدان نہ ہونے کی وجہ سے طلباء کے لئے کشتی رانی کے مقابلہ کو ورزش کا ذریعہ بنایا گیا جس کو مرزا خلیل الرحمٰن صاحب کئی سالوں سے کامیابی سے چلا رہے ہیں، صاحب صدر نے انعامات تقسیم کرنے کے بعد ایک مختصر تقریر کی جس میں کشتی رانی کو ورزش کا ذریعہ بنانے پر مسرت کا اظہار کیا جو پاکستان کی بحری فوج کے لئے ایک نیک فال ہے،

حاضرین جن میں جماعت کے بعض معزز ارکان اور اساتذہ وغیرہ شامل تھے اس تقریب سے بہت لطف اندوز ہوئے ان سب کی تواضع چائے اور مٹھائی وغیرہ سے کی گئی۔

لاہور شہر اور چھاؤنی میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا

فوج نے انتظام سنبھال لیا

حکومت پاکستان کا سرکاری اعلان

حکومت پاکستان کے ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ لاہور میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا ہے اور ایسے مناسب انتظامات کر لئے گئے ہیں تاکہ اگر کسی اور شہر میں تخریبی تحریک شروع ہو تو اس کے خلاف فوراً مناسب قدم اٹھایا جا سکے۔

حکومت پاکستان کا پریس نوٹ حسب ذیل ہے:-

"حکومت پاکستان نے اپنے ۲۷ر فروری کے اعلان میں کہا گیا تھا کہ قادیانیوں کے خلاف تحریک کے رہنماؤں نے حکومت کو چیلنج کیا ہے کہ اگر ان کے مطالبات منظور نہ کئے گئے تو وہ راست اقدام شروع کر دیں گے۔ حکومت پاکستان نے اپنے اس اعلان میں صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ یہ تحریک اصل میں احراریوں نے شروع کی ہے اور اگرچہ اسے کسی حد تک عوام کی بھی تائید حاصل ہو گئی مگر اس کی رہنمائی احراریوں ہی کے ہاتھ میں رہی۔ سابقہ اعلان میں وضاحت کی گئی تھی کہ احراری قیام پاکستان سے قبل مسلمانوں کی تحریک آزادی کے ہمیشہ زبردست دشمن رہے۔ ان کے بیشتر لیڈروں نے کانگریس اور ان جماعتوں کا ساتھ دیا جو مسلمانوں کی جدوجہد پاکستان میں قائداعظم کے خلاف صف آرا تھیں اب بھی ایسی معتبر شہادتیں موجود ہیں کہ احراریوں نے ابھی تک پاکستان کو پوری طرح قبول نہیں کیا۔ اور احراری رہنما پاکستان کے دشمنوں کی امداد اور اشارے پر مسلمانوں کے درمیان منافرت پھیلانے اور استحکام پاکستان پر اعتماد کو کمزور کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ یہ ایجی ٹیشن بھی مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور ملک کے مفاد کو نقصان پہنچانے کی خاطر ہی شہ پارے میں شروع کی گئی ہے کہ پاکستان کی سالمیت کو جو خطرہ پیدا ہوا ہے اس کا پوری طرح مقابلہ کیا جائے اور حکومت کے پاس جو بھی ذرائع ہیں ان کو کام میں لا کر امن و امان قائم رکھا جائے۔ اس دوران میں شہریوں سے اپیل کی گئی کہ وہ خلاف قانون سرگرمیوں میں حصہ نہ لیں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے پاکستان کی سالمیت کو خطرہ پیدا ہو۔ یہ امر قابل مسرت ہے کہ ملک کے طول و عرض میں اس اپیل کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ کراچی میں سلیم الطبع عوام کی امداد کے سبب اس ایجی ٹیشن کو کوئی مدد نہ ملی اور بغیر کسی ناخوشگوار حادثے کے یہ ایجی ٹیشن ختم ہو گیا۔ اسی طرح لاہور اور پنجاب کے چند دوسرے شہروں کے علاوہ ملک کے کسی حصے میں بھی کوئی خاص حادثہ پیش نہ آیا۔ ملک بھر میں خاص طور پر اخبارات نے حکومت کے رویے کو سراہا اور ملک کی سالمیت کے اس خطرے کا مقابلہ کرنے میں حکومت کی پوری پوری امداد کی۔ اس سلسلہ میں پریس نے جو رویہ اختیار کیا اس پر عوام نے بھی خوشنودی کا اظہار کیا۔

پچھلے دو دنوں سے لاہور میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ تخریب پسند عناصر نظم و نسق کو بدنام کرنے اور حکومت کے اختیارات پر قابو پانے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ اور حکومت نے جو رویہ اختیار کیا تھا اس کے صحیح ہونے کا مکمل ثبوت مل گیا ہے۔ اس ایجی ٹیشن کا مقصد صرف تخریب ہے یعنی مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا۔ ملک میں انتشار پیدا کرنا تاکہ پاکستان کی سالمیت کو خطرہ پیدا ہو اور یہ لوگ جو طریقے اختیار کر رہے ہیں یعنی لوٹ مار، آتش زدگی، حکومت کے ضروری کاموں میں خلل اندازی اور اس کے علاوہ حکومت کے پاس جو شہادت موجود ہے اس سے اس کا مکمل ثبوت ملتا ہے کہ وہ تمام تخریب پسند عناصر جو پاکستان کے خلاف ہیں اب حالات کا فائدہ اٹھانے اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔

ان حالات میں حکومت کا جو فرض ہے وہ ظاہر ہے حکومت کے لئے ضروری ہے کہ اس دھمکی کو جو ملک کی سلامتی اور سالمیت پر حملہ ہے ہر ممکن ذریعہ سے کچل دے۔ حکومت نے اس فرض کو ادا کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ چنانچہ لاہور میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا ہے۔ اس وقت ملک کے دوسرے حصوں کی فضا خاموش ہے تاہم ضروری انتظامات کئے گئے ہیں کہ دوسری جگہ بھی اگر کوئی تحریک پیدا ہو تو اس سے نبٹا جائے حکومت کو کوئی شبہ نہیں کہ عوام اس خطرے کا احساس کریں گے جس میں پاکستان کے دشمنوں نے ملک کو مبتلا کر دیا ہے حکومت کو یقین ہے کہ لوگ اس بارے میں حکومت سے تعاون کریں گے اور ملک میں امن و امان قائم کرنے میں امداد دیں گے تاکہ دشمن ملک کی سلامتی اور سالمیت کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

میجر جنرل اعظم خاں کا اعلان

حکومت پاکستان کے اس اعلان کے بعد لاہور ایریا کے جنرل آفیسر کمانڈنگ اور دسویں ڈویژن کے کمانڈر میجر جنرل اعظم خاں نے ۶ر مارچ کو لاہور کارپوریشن اور لاہور چھاؤنی کے علاقے میں مارشل لا نافذ کر دیا اور مارشل لا کے اعلیٰ ناظم کمانڈر کی حیثیت سے شہر کا نظم و نسق سنبھال لیا۔ انہوں نے حافظ عبدالمجید سی۔ ایس۔ پی چیف سیکرٹری حکومت پنجاب اور بریگیڈیر ایف۔ آر۔ کلو کو مارشل لا کا نائبین ناظم مقرر کیا۔ آج رات ریڈیو پاکستان سے تقریر نشر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ چند روز سے حکومت کے خلاف راست اقدام کی تحریک جاری ہے۔ تحریک کے خود ساختہ لیڈر تو جیلوں میں چلے گئے لیکن ان کے پیچھے سماج دشمن اور غنڈہ عنصر نے بے چینی پیدا کر کے حکام کو چیلنج کیا ہے۔ غنڈہ عناصر نے بسوں کو جلایا، ڈاک خانوں کو لوٹا اور تھانوں پر حملے کئے۔ غیر قانونی ہجوم نے شہر کے امن پسند شہریوں کے کاروبار میں مداخلت کی۔ ان کی کاروں کو ٹھہرایا ڈرائیوروں کے منہ کالے کر دیئے۔ بعض دکانوں کو نذر آتش کر دیا اور بعض کو لوٹ لیا۔ حکومت نے کوشش کر کے تخریب پسند عناصر کے خلاف رائے عامہ پیدا کرنے کی اپیلیں کیں مگر ان اپیلوں کو بہرے کانوں سے سنا گیا۔ لاہور چونکہ پاکستان کا اہم شہر ہے۔ یہاں لاقانونیت کی برداشت نہیں کی جا سکتی۔

میجر جنرل اعظم خاں نے سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں لاہور کے پُرامن باشندوں کی پوری پوری حفاظت کروں گا۔ سول کی حکومت اور سول کے محکمے بدستور اپنا اپنا کام کریں گے۔ لوگوں کو نیک مقاصد کے لئے شہر میں آنے جانے کی اجازت ہو گی۔ مختصر یہ کہ پُرامن لوگوں کی نقل و حرکت میں اور سول کے نظم و نسق میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی فوج صرف ان عناصر سے نبٹے گی جو شہر میں بدامنی پھیلا رہے ہیں، خواتین کی بے حرمتی کر رہے ہیں یا امن پسند شہریوں کو مرعوب کر رہے ہیں پاکستانی فوج ہمیشہ ملک کی خدمت انجام دیتی رہی ہے۔ جب کبھی بھی عوام کو دشمن کی طرف سے خطرہ ہوا ہے وہ عوام کی مدد کے لئے کمربستہ رہی ہے میجر جنرل موصوف نے کہا اسلام اور پاکستان کے نام پر میں اپیل کرتا ہوں کہ وہ لوگ جو بدامنی پیدا کر رہے ہیں وہ ہوش میں آ جائیں۔ انہوں نے لوگوں کو سخت آفت میں مبتلا کر دیا۔ میں شہر کے امن پسند لوگوں کو یقین دلا دینا چاہتا ہوں کہ میری سختی میں انصاف اور عدل ہو گا میں عوام سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ شہر میں امن امان قائم کرنے میں فوجی حکام سے تعاون کریں، میں عوامی جماعتوں اور سرکاری ملازمین سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ وہ امن قائم کرنے میں مجھے امداد دیں تاکہ لاہور میں غنڈہ ازم کو ختم کر دیا جائے۔ انہوں نے اخبارات کے ایڈیٹروں سے بھی تعاون کی اپیل کی کہ وہ شہر میں امن و امان قائم کرنے میں تعاون کریں۔ تخریب پسند عناصر افواہیں پھیلا کر شہر کا امن و امان خاک میں ملا رہے ہیں۔ میں توقع رکھتا ہوں کہ اخبارات اس معاملے میں میری امداد کریں گے اور افواہوں کی اشاعت سے پہلے ڈائرکٹر محکمۂ تعلقات عامہ کو خبریں اور اداریئے دکھا لیں گے۔ ڈائرکٹر محکمہ تعلقات عامہ کو اس بارے میں ہدایات دے دی گئی ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ جو کام میرے کندھوں پر آ پڑا ہے بے شبہ ناخوشگوار ہے لیکن میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق دے اور اس علاقے میں امن و امان قائم کرے آمین۔

پاکستان پائندہ باد

ووکنگ (انگلستان) سے ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب اپنے خط مورخہ یکم مارچ میں اطلاع دیتے ہیں ماسٹر اصغر علی صاحب ۲۲ر فروری کو اور رضیہ بیگم صاحبہ بنت مولانا مصطفیٰ خان صاحب مرحوم ۲۸ر فروری کو بفضلہ تعالیٰ شفایاب ہو کر ہسپتال سے نکل آئے ہیں اور اب انہیں دو مختلف صحت افزا مقامات پر دو تین ہفتوں کے لئے بھیجا گیا خاکسار عبداللہ علی ڈاکٹر عبیداللہ اور شیخ محمد یوسف صاحب ماسٹر اصغر علی صاحب کو ہسپتال سے اسٹیشن تک پہنچانے کیلئے گئے اور رضیہ خانم صاحبہ کو شیخ محمد طفیل صاحب

لاہور شہر اور چھاؤنی کے علاقہ میں مارشل لاء کے قواعد و ضوابط

میجر جنرل محمد اعظم خاں کا اعلامیہ

لاہور ۷ مارچ - مارشل لاء کے چیف ایڈمنسٹریٹر میجر جنرل اعظم خاں نے مارشل لاء سے متعلق حسب ذیل قواعد و ضوابط جاری کئے ہیں - انہوں نے کہا ہے کہ ہر گاہ مارشل لاء کا اعلان کر دیا گیا ہے اور لاہور کارپوریشن ایکٹ میں دی ہوئی تعریف کے مطابق اس کا نفاذ اس علاقہ میں کر دیا گیا ہے جو لاہور شہر کے نام سے موسوم ہے - نیز لاہور چھاؤنی میں بھی مارشل لاء کا نفاذ ہو گیا ہے -

انہوں نے کہا ہے کہ میں میجر جنرل محمد اعظم خاں متذکرہ علاقہ میں پاکستانی افواج کا کمانڈر ہوتے ہوئے یہ ہدایات کرتا ہوں کہ مندرجہ ذیل قواعد و ضوابط کی اس علاقہ میں نیز ان تمام علاقوں اور مقامات پر جو میری کمانڈ میں ہیں اور جہاں مارشل لاء کی توسیع کی جائے پابندی کی جائے گی -

حصہ اول نمبر ۱

وہ علاقہ جہاں اس وقت مارشل لاء نافذ ہے یا آئندہ نافذ کیا جائے گا - وہ مارشل لاء کا علاقہ کہلائے گا - الف - مارشل لاء کا علاقہ سیکٹروں پر منقسم ہوگا -

سیکٹر نمبر ۱ (الف) یہ علاقہ جس کے شمال میں ریلوے لائن جنوب میں گندی موری روڈ کے ساتھ مشرق میں سرکلر روڈ ہے اس کے سیکٹر کمانڈر لیفٹیننٹ کرنل ایس اے سلیم ہیں -

نمبر ۲ (ب) علاقہ جس کے شمال میں سرکلر روڈ مشرق میں میو روڈ جنوب میں ڈیورنڈ روڈ - ایجرٹن روڈ اور دی مال ہیں - اس کے کمانڈر بریگیڈیر حق نواز ہیں -

نمبر ۳ (س) میو روڈ کے شمال کا علاقہ جو نہر لوئر باری دوآب کے مغرب میں ہے اس کے کمانڈر بریگیڈیر عتیق الرحمٰن خاں ایم سی ہیں -

نمبر ۴ (د) علاقہ محدود دی مال - میو روڈ - نہر لوئر باری دوآب اس کے کمانڈر لیفٹیننٹ کرنل عزیز الرحمٰن خاں ہیں -

نمبر ۵ (ی) چھاؤنی کا علاقہ جو سیکٹر (س) کے جنوب اور سیکٹر (د) کے مشرق میں ہے - اس کے کمانڈر لیفٹیننٹ کرنل امان اللہ خاں ہیں -

نمبر ۶ (ف) ماڈل ٹاؤن کا علاقہ اس کے کمانڈر لیفٹیننٹ کرنل ایف مقیم ہیں -

ان سیکٹروں میں افواج کے کمانڈروں کو ان کے متعلقہ سیکٹروں میں مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر (ناظم) کی حیثیت سے مقرر کیا گیا ہے -

(ب ۱) احکامات - جو اب سے مارشل لاء کے احکامات کہلائیں گے انہیں میں جاری کروں گا یا دوسرے ایڈمنسٹریٹر (ناظم) یا وہ افسر جنہیں یہ اختیار دوں جاری کریں گے -

(الف) خصوصی عدالتیں

فوجداری اختیارات کی خصوصی عدالتوں کی درجہ بندی یہ ہوگی :-

(۱) اسپیشل ملٹری کورٹس (۲) سمری ملٹری کورٹس اسپیشل ملٹری اور سمری ملٹری عدالتوں کو مارشل لاء کے قواعد و ضوابط یا احکام کی خلاف ورزی کرنے والے ہر شخص کے مقدمہ کی سماعت اور سزا دہی کے اختیارات ہوں گے -

(ب) خصوصی فوجی عدالتیں

(نمبر ۱) مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اپنے زیر انتظام علاقہ میں خصوصی فوجی عدالتیں قائم کر سکتا ہے یہ عدالتیں ہر اس جرم کی سماعت کریں گی جو اس علاقہ میں ہوا ہو جن میں یہ قواعد و ضوابط نافذ ہیں "

(نمبر ۲) ان قواعد کی شقوں کی تحت ایک خصوصی فوجی عدالت اس طریقہ پر قائم کی جائے گی اور اسے وہی اختیارات حاصل ہوں گے اور وہ وہی طریق کار اختیار کرے گی جیسا کہ سمری جنرل کورٹ مارشل جو انڈین آرمی ایکٹ کے تحت قائم ہوتی ہیں اور اس ایکٹ کی شقیں اور وہ قواعد جو ان کے تحت بنائے گئے ہوں وہ منطبق ہوں گے اور ایسی تمام کارروائیوں پر حاوی ہوں گے اگر یہ ثابت ہو جائے

الف - کسی اور آفیسر کی اس کارروائی میں شرکت کی ضرورت نہ ہوگی -

(ب) عدالت کو شہادت کے ایک میمورنڈم سے زیادہ اور کچھ ریکارڈ کرنے یا رسمی چارج مرتب کرنے کی ضرورت نہ ہوگی -

(س) عدالت حکام بالا سے رجوع کئے بغیر جرم کی سماعت کرے گی -

(د) عدالت سزائے موت، حبس دوام، ایک سال سے زائد قید یا پندرہ کوڑوں سے زائد کے علاوہ قانون یا ان قواعد کے تحت ہر ایک سزا دے سکتی ہے -

(ی) ہر سمری کورٹ کی کارروائی بلا تاخیر اس علاقہ کے ناظم (مارشل ایڈمنسٹریٹر) کے نظرثانی کے لئے بھیج دی جائے گی جس میں یہ مقدمہ ہوا ہو -

(۱) مارشل لاء کا ایڈمنسٹریٹر عام یا خاص حکم کے ذریعہ سمری عدالتوں کے درمیان مقدمات تقسیم کرنے کے ہدایات دے گا -

(۲) ان قواعد میں منقولہ کسی بات کے باوجود قانون کے تحت قائم شدہ فوجداری عدالتوں کو ان جرائم کے ملزموں کے خلاف مقدمات کی سماعت کے اختیارات رہیں گے -

(الف) ان قواعد کے اجراء سے جو جرائم بن گئے ہیں - ان کے علاوہ جرائم (ب) وہ جرائم جن کا تعلق موجودہ گڑبڑ سے نہ ہو (س) وہ جرائم جن کا تعلق موجودہ گڑبڑ ہی سے ہو لیکن ان قواعد کے تحت انہیں ایسی عدالتوں میں سماعت کے لئے منتقل کر دیا گیا ہو -

(۳) کوئی شخص جو ان قواعد کے خلاف ورزی کرے - یا خلاف ورزی میں مدد دے اسے اسی شخص کی حیثیت سے سزا ملے گی - گویا کہ اس نے خود ہی ان قواعد کی خلاف ورزی کی ہے -

(۴) کوئی شخص جو قصداً فسادیوں کی امداد کرے یا قصداً کوئی ایسا اقدام کرے جو فسادیوں کی امداد کے لئے ہو یا پاک فوج اور پولیس کی کارروائیوں میں رکاوٹ ڈالے - اور زندگی کو خطرہ میں ڈالنے کی کوشش کرے تو ایسا شخص سزائے موت یا قید سخت کا مستوجب ہوگا - جو ۱۴ سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانہ یا دونوں سزائیں -

(۵) جو فسادیوں کا شریک ہوگا اسے سزائے موت دی جائے گی -

(۶) جو کوئی قصداً پبلک یا پرائیویٹ جائداد کو نقصان پہنچائے یا اس جائداد کو نقصان پہنچائے جو پبلک سروس کے لئے استعمال کی جاتی ہو اسے سزائے موت دی جائیگی -

(۷) جو شخص لوٹ مچائے گا اسے سزائے موت دی جائیگی

تشریح :- لوٹنا اس سے مراد ہے چوری کرنا -

(الف) ایسی عمارت سے فساد کی وجہ سے نقصان پہنچ گیا ہو - یا تباہ ہو گئی ہو - یا فوجی اسباب پر خالی کی گئی ہو -

(ب) فساد کی وجہ سے کوئی جائداد غیر محفوظ اور کھلی ہوئی چھوڑ دی گئی ہو یا

(س) جبکہ عوامی زندگی دہشت یا فساد کی وجہ سے گڑبڑ ہو گئی ہو یا

(د) وہ شہر جس کے دوران میں روشنی کم ہو گئی یا کنٹرول کی گئی ہو -

(۸) ہر وہ جرم جس کا تعلق براہ راست موجودہ گڑبڑ سے ہو اور جس کا ذکر تعزیرات پاکستان کے ان ابواب کے کسی حصہ میں کیا گیا ہو - ۶ مملکت کے خلاف جرائم - ۸ امن عامہ کے خلاف جرائم - جسم انسانی کو متاثر کرنے والے جرائم - جائداد کے خلاف جرائم جنہیں مارشل لاء کے قواعد کے تحت جرائم اعلان کئے جا چکے ہیں - اور جو ان قواعد کے تحت سزائے موت - حبس دوام یا سزائے قید جو ۱۴ سال تک ہو سکتی ہے -

(۹) جو کوئی شخص کسی فسادی کی مدد کرتا اور اسے پناہ دیتا ہے اسے اطلاع دیتا ہے یا پناہ دیتا ہے - کھانا پانی اور روپیہ دیتا ہے - کپڑے - ہتھیار - گولہ بارود - سواری یا اسے گرفتاری سے بچنے میں مدد دیتا ہے وہ سزائے موت یا چودہ سال تک کی قید سخت یا جرمانہ یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا -

(۱۰) جو کوئی کسی فوجی کی مدافعت کرے یا اسے زخم پہنچائے یہ فوجی خواہ سول کا ہو یا ملٹری کا مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ کے ماتحت ہو اسے موت کی سزا دی جائے گی -

(۱۱) جو شخص سڑکوں - ریلوے - ٹھہرنے - ہوائی اڈوں ٹیلیگراف وائرلیس کی مشینیں یا حکومت کی کسی اور جائداد کو نقصان پہنچاتا ہے یا ان کے کام میں حارج ہوتا ہے اسے موت کی سزا دی جائے گی -

(۱۲) جو شخص قانونی حراست سے جس میں اسے فی الوقت رکھا گیا ہو یا اسے مارشل لاء کے علاقہ میں پابند کیا گیا ہو -

بچکر نکل جائے اسے دس سال قید سخت یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گے۔

(۱۳) جو کوئی شخص (الف) مارشل لاء کے احکام کی بنا پر قواعد کے تحت دئے گئے ہوں نافرمانی کرتا ہے یا انکی تعمیل میں مداخلت کرتا ہے یا اسے روکتا ہے جو مارشل لاء کے تحت اپنے فرائض سرانجام دے رہا ہے یا کوئی غلط بیان دیتا ہے جسے خود وہ غلط جانتا ہے یا مارشل لاء کے تحت پرمٹ یا پاس حاصل ... اسے دس سال کی قید سخت یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

(۱۴) جو شخص مارشل لاء کے تحت لگائے ہوئے نوٹس کو نقصان پہنچائے یا اسے اکھاڑ پھینکے یا اور کسی طرح اسے خراب کرے اسے دس سال قید سخت یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

(۱۵) جو شخص اپنا صحیح پتہ بتانے سے انکار کرے یا کسی فوجی یا سول افسر سپاہی یا پولیس مین کو اپنا پرمٹ یا پاس نہ دکھائے یا غلط نام پتہ بتائے اسے دس سال کی قید سخت یا جرمانہ یا دونوں سزائیں ہوں گی۔

(۱۶) جو شخص قصداً غلط شہادت دے یا مارشل لاء کے تحت چلائے ہوئے کسی مقدمہ یا تفتیش میں شہادت دینے سے انکار کرے اسے دس سال تک کی سزائے قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں ہو سکتی ہیں لیکن یہ قانونی بیوی پر جو اپنے شوہر کے خلاف شہادت دیتی ہو یا بیوی کے قانونی شوہر پر عائد نہ ہوگی۔

(۱۷) علاقہ جس میں مارشل لاء نافذ ہے یا نافذ کیا جائے اسے سیکٹروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اور میں آفیسر مقرر کر دوں گا تاکہ فوج کی ان علاقوں میں علامد کریں اور اس کا نظم و نسق سنبھالیں ایسے افسروں کو ان قواعد میں ایڈمنسٹریٹر کہا گیا ہے جو ہر ایک سیکٹر میں ایک ہوگا یا زیادہ ڈپٹی ایڈمنسٹریٹر اگر ضرورت ہوئی تو میں مقرر کر دوں گا۔ یہ ایڈمنسٹریٹر مارشل لاء کے ایسے احکام جاری کریں گے جو مارشل لاء کے قواعد سے متصادم ہوں گے یہ احکامات کرفیو کے پاسوں، سفر کی پابندیوں، مزدوروں، سواریوں اور جائداد کے استحصال، سڑکوں اور دریاؤں کی معمولی آمد و رفت کے لئے لائسنس یا کوئی اور معاملہ کے متعلق جسے وہ اپنے سیکٹروں میں ضروری سمجھیں۔

(۱۸) فوج کا کوئی افسر یا نان کمشنڈ آفیسر جو میری کمانڈ میں ہے یا کوئی پولیس آفیسر یا کوئی دوسرا سرکاری ملازم جسکی تعریف پاک کوڈ کی دفعہ ۲۱ میں کی گئی ہے۔ مارشل لاء کے علاقہ میں کسی شخص یا جائداد کی وارنٹ یا بلا وارنٹ تلاشی لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس سلسلہ میں کسی خاتون کی تلاشی نہ لی جائے عورت کی تلاشی عورت ہی لے گی یا پھر اس کمرہ سے عورتوں کو باہر جانے کی اجازت دی جائے گی جس کی تلاشی لینی ہے سوائے اس صورت کے اس کمرہ کی تلاشی کوئی عورت ہی لے۔

(۱۹) ان قواعد کے خلاف کوئی جرم یا شبہ جرم پر کسی مجرم یا مشتبہ کو وارنٹ یا بلا وارنٹ گرفتار کیا جا سکتا ہے گرفتار کرنے والا میری کمانڈ کے تحت کوئی آفیسر یا نان کمیشنڈ آفیسر یا کوئی پولیس افسر یا کوئی اور سرکاری ملازم ہوگا جس کی تعریف پاک پنل کوڈ کی دفعہ ۲۱ میں دی گئی ہے ان قواعد کے تحت معمولی جرائم کے لئے مجرم کو گرفتار کرنے کے بجائے اسے کسی بھی مجسٹریٹ یا کسی اور افسر کے سامنے پیش ہونے کے لئے بلایا جا سکتا ہے جسے سمری ملٹری کورٹ کے اختیارات دیئے گئے ہوں۔

(۲۰) وہ پابندیاں جو تعزیرات فوجداری کے تحت ان تفتیشوں پر عاید نہیں جسے پولیس نشر کریں یا ان بیانات کا استعمال جو انہیں دیئے گئے ہوں وہ ان قواعد کے تحت لاگو نہیں ہوں گی۔

(۲۱) مارشل لاء کا ایڈمنسٹریٹر کسی جگہ کی آبادی پر اجتماعی جرمانہ کر سکتا ہے، جہاں آتشزنی، لوٹ مار، قتل یا لوٹ مار یا آتشزدگی اور قتل کی کوشش کا جرم مارشل لاء کے اعلان سے ہوا ہو یا اس کے بعد ایڈمنسٹریٹر کسی شخص کو اس جرمانہ سے جسے وہ وفادار خیال کرے مستثنیٰ کر سکتا ہے۔

مارشل لاء کا دوسرا روز

لاہور ۸ر مارچ۔ آج بعد دوپہر مارشل لاء کے ناظم اعلےٰ میجر جنرل اعظم خاں گورنر پنجاب مسٹر اسمٰعیل چندریگر کے ہمراہ فساد سے متاثرہ علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد لاہور کی موجودہ صورت حال پر اظہار اطمینان کیا ہے کہ ان تمام علاقوں میں حالات معمول پر آ رہے ہیں اور امن پسند شہری معمول کے مطابق اپنے کام کاج کی طرف توجہ دینے لگے ہیں دریں اثنا لاہور میں کرفیو کے اوقات کم کر دیئے گئے ہیں۔ آیندہ پانچ کی بجائے شام کے چھ بجے سے صبح کے چھ بجے تک کرفیو نافذ رہے گا۔

آج مارشل لاء کے ناظم اعلےٰ میجر جنرل محمد اعظم خاں نے پریس کانفرنس میں یہ اعلان کیا کہ پرامن شہریوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لئے فوج ہر ممکن امداد کرے گی میجر جنرل محمد اعظم خاں نے ان افواہوں کی پر زور تردید کی کہ شہر میں امن و قانون کی بحالی کے سلسلہ میں فوج کے آدمی اور افسر کوئی ناجائز سختی روا رکھ رہے ہیں، آپ نے کہا۔

"کوئی شخص آکر فوج کی کارگذاری دیکھ سکتا ہے"

آپ نے کہا۔ ہماری انتہائی کوشش ہے کہ حالات بھی معمول پر آ جائیں اور کسی سے کوئی سخت کارروائی بھی نہ کرنی پڑی سختی وہیں کی جاتی ہے جہاں سختی کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو

شہر کی صورت حال

شہر کی عام صورت حال پر روشنی ڈالتے ہوئے میجر جنرل محمد اعظم خاں نے یہ بتایا کہ میں نے آج گورنر پنجاب کے ہمراہ فساد سے متاثرہ علاقے کا دورہ کیا تھا ہم نے ہر جگہ صورت حال کو اطمینان بخش پایا ہمیں یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ عوام کا رویہ درست ہو رہا ہے اور وہ پھر اپنے روز مرہ کے کام کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔

میجر جنرل محمد اعظم خاں نے شہر کے عوام سے اپیل کی کہ وہ لاہور کے خوبصورت شہر کی عظمت ... آپ نے یہ بھی اعلان کیا کہ میں کل سے صفائی کی مہم بھی شروع کراؤں گا آپ نے عوام سے اپیل کی کہ وہ رضاکارانہ طور پر گندگی اور ملبہ اٹھانے میں متعلقہ افسران سے تعاون کریں گے۔

ضروری سروسیں

آپ نے تمام ضروری سروسوں کی بحالی پر بھی اطمینان کا اظہار کیا اور اس سلسلے میں شہری حکام کا شکریہ ادا کیا۔ جو آپ سے پورا تعاون کر رہے ہیں۔

آپ نے کہا کہ خوراک کی صورت حالات تسلی بخش ہے بجلی اور پانی کی باقاعدگی سے فراہمی عمل میں آ رہی ہے اور ریلوے مواصلات بھی تسلی بخش طور پر بحال ہو رہے ہیں۔ آپ نے عوام سے اپیل کی کہ وہ اپنا کاروبار فی الفور شروع کر دیں آپ نے کہا کہ تمام امن پسند شہریوں کو فوج کی حفاظت حاصل ہوگی۔ اور غنڈوں نے جو صورت حال پیدا کر رکھی ہے۔ فوج اس پر پوری طرح قابو پا لے گی۔

عبرتناک سزائیں

تاہم میجر جنرل محمد اعظم خاں نے کہا میں نے شہری زندگی کے ہر اہم شعبے میں نارمل زندگی بحال کرنے کی ہمہ گیر مہم کے سلسلہ میں فیصلہ کیا ہے کہ پوری سختی کے ساتھ پرائس کنٹرول نافذ کر دیا جائے اور میں دیکھوں گا کہ اشیائے ضروریہ کی کوئی ذخیرہ اندوزی کسی صورت میں نہ ہونے پائے، ذخیرہ اندوزوں اور منافع بازوں کو عبرتناک سزائیں دی جائیں گی۔

میجر جنرل محمد اعظم خاں نے یہ انکشاف کیا کہ حفاظتی اقدام کے طور پر یہ طے پایا ہے کہ لاہور سے باہر جانیوالوں کی نقل و حرکت محدود کر دی جائے باہر جانیوالوں کو مارشل لاء کے حکام سے روانگی کے وقت پرمٹ لینے پڑیں گے (خواہ وہ سڑک ریل یا طیارہ کے ذریعہ جائیں) لیکن شہر میں آنے والوں پر ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کی جائے گی۔

مقامات مقدسہ کا ناجائز استعمال

آپ نے کہا کہ چند بدکردار مقامات مقدسہ کو اپنی نفرت انگیز سرگرمیوں کے لئے استعمال کر رہے ہیں مساجد عبادت کے لئے ہیں اور وہ ہر شخص کے لئے کھلی رہنی چاہئیں مسجد شر انگیز لوگوں کے لئے نہیں جو امن اور قانون کی مخالفت کرتے ہیں ان کی چار دیواری میں پناہ لے لیتے ہیں اور قانون کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

اسلحہ

آپ نے اسلحہ آتشیں کے بارے میں کہا کہ جن لوگوں کو مارشل لاء کے فوجی افسروں کی طرف سے لائسنس نہیں دیئے گئے انہیں زیادہ سے زیادہ پیر تک اپنا اسلحہ متعلقہ افسران کے حوالے کر دینا چاہیئے آپ نے آخر میں کہا کہ میں ہر حالت میں شر انگیزی اور لاقانونی کو بسرعت ممکنہ ختم کر دوں گا تاکہ عوام از سر نو آزادی کے ساتھ اپنا روزمرہ کا کام شروع کر سکیں۔

شام کا سرکاری اعلان

آج شام انفارمیشن و پبلک ریلیشنز کی طرف سے لاہور کی صورت حال کے بارے میں یہ اعلان جاری کیا گیا تھا کل بعد دوپہر مارشل لاء کے نفاذ کے بعد شہر کی صورت حال بسرعت تمام معمول پر آ رہی ہے۔ شہر میں بڑے بڑے کاروباری مراکز اور دوکانیں رفتہ رفتہ کھولی جا رہی ہیں اور ٹریفک بھی جاری ہو رہا ہے۔ غذائی صورت حال اطمینان بخش

ہے۔ ریل کا مواصلاتی سلسلہ بھی پھر نارمل ہوتا جا رہا ہے۔ ایک کانفرنس میں مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ نے اعلان کیا ہے کہ شہر میں جلد از جلد قانون اور امن بحال کرنے کے سلسلہ میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی جائے گی۔ انہوں نے فرمایا کہ کوئی شخص شر انگیزی اور غداری کا مرتکب پایا گیا تو اس سے کوئی رحم نہیں کیا جائے گا اور اسے پوری سختی سے کچل دیا جائے گا۔ تاہم میجر جنرل اعظم خاں نے یقین دلایا کہ ان کے ہر اقدام میں انصاف کے تقاضے ملحوظ رکھے جائیں۔ آپ نے ہر شخص سے اپیل کی کہ وہ بلاخوف خطر اپنا اپنا کام شروع کر دیں۔

کاروبار پر جانے سے نہ روکا جائے میجر جنرل اعظم خاں حکم

لاہور ۷ر مارچ۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر میجر جنرل محمد اعظم خاں نے عوام کو ہدایت کی ہے کہ کسی شخص کو اپنے کاروبار سے نہ روکیں اور کسی شخص کو اپنا کاروبار ترک کرنے پر مجبور نہ کریں۔ آپ کے ایک اعلان میں کہا گیا ہے کہ جن افسروں یا گزیٹڈ افسروں کے پاس شناختی کارڈ ہوں گے یا جن لوگوں کے پاس کرفیو پاس ہوں گے وہ کرفیو کے اوقات میں آزادی سے چل پھر سکیں گے۔ لاہور شہر میں جو ناظم مقرر کئے گئے ہیں۔ انہوں نے اطلاعات کی چوکیاں مقرر کر دی ہیں تاکہ وہاں سے ضروری ہدایات حاصل کرتے رہیں۔

ریل کا سفر کرنے والوں کو ہدایت

لاہور ۷ر مارچ۔ میجر جنرل محمد اعظم خاں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر لاہور نے اعلان کیا ہے کہ جو لوگ ٹرینوں کے ذریعے لاہور پہنچیں انہیں کرفیو کے اوقات ختم ہونے تک ریلوے اسٹیشن ہی میں قیام کرنا چاہیئے اور جو لوگ ٹرینوں کے ذریعے لاہور سے باہر جانا چاہیں انہیں کرفیو کا وقت شروع ہونے سے پیشتر ہی ریلوے اسٹیشن پہنچ جانا چاہیئے۔

مارشل لاء کا تیسرا دن

لاہور ۸ر مارچ۔ آج لاہور میں مارشل لاء کے نفاذ کا تیسرا دن تھا۔ اگرچہ اتوار کی وجہ سے بیشتر دکانیں بند رہیں۔ لیکن شہر میں چہل پہل پچھلے کئی دنوں سے زیادہ رہی۔ آمد و رفت بھی معمول پر آگئی اور لوگ بلا روک ٹوک آتے جاتے رہے۔ پاکستانی افواج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خاں بھی آج بعد دوپہر یہاں پہنچے اور آپ نے مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ میجر جنرل محمد اعظم خاں کی معیت میں مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔ آپ ریلوے اسٹیشن بھی گئے۔ آج گاڑیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ پہلے سے بہتر رہا اور تقریباً تمام مسافر اور ڈاک گاڑیاں آتی جاتی رہیں۔

کل رات کرفیو کی خلاف ورزی کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ عوام میں نظم و ضبط اور اعتماد بڑھ رہا ہے۔ ایجی ٹیشن میں حصہ لینے والے جو افراد مقدس مقامات میں پناہ گزین ہو گئے تھے انہوں نے باہر نکل کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کرنا شروع کر دیا ہے اس کے علاوہ ناظم اعلیٰ مارشل لاء کی اپیل کے جواب میں لوگ بڑی تعداد میں اپنا اسلحہ حکام کے پاس جمع کرانے آ رہے ہیں۔ اب لائسنس یا بلا لائسنس اسلحہ (جس میں چھرے بھی شامل ہیں) جمع کرنے کے لئے ۹ر مارچ آخری تاریخ مقرر کی گئی ہے۔

اندرون شہر

پرانے شہر کے اندرونی حصے میں بھی حالات معمول کے مطابق رہے۔ لوگوں کو ضروری حفاظت بہم پہنچائی جا رہی ہے ناظم اعلیٰ نے آج مختلف محکموں کے اعلیٰ افسروں کے نام ہدایات میں کہا ہے کہ وہ اپنے دفتروں میں پابندی اور باقاعدگی بحال کریں اور مارشل لاء ناظموں کو اپنے عملہ کے ان ارکان کے نام سے مطلع کریں جو باقاعدہ نہ ہوں اور قلم توڑ ہڑتال کر رہے ہوں۔ نیز جہاں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آئے گا ان آبادیوں پر اجتماعی جرمانے نافذ کئے جائیں گے۔

میجر جنرل اعظم خاں نے تخریب پسند عناصر کو انتباہ کیا کہ وہ اپنی شر پسندانہ سرگرمیوں سے شہر کی عام زندگی میں خلل اندازی کی کوشش نہ کریں۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو پرامن اور پابند قانون لوگوں پر سوڈا واٹر کی بوتلیں اور تیزاب پھینک کر ان کے کام میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ حفاظتی اقدامات کے طور پر تیزاب کے تاجروں کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ وہ ناظموں کو اپنے ذخائر کی اطلاع دیں۔

سزائے قید بامشقت

ایک سرکاری اعلان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ لاہور میں مارشل لاء کے تحت مقرر کردہ ایک فوجی عدالت نے مسمی شمس الدین ولد صدر الدین سکنہ سلطان سٹریٹ جھنگڑ محلہ نخاس نئی انارکلی لاہور کو حکومت اور فوج کے خلاف نعرے لگانے کے جرم میں مارشل لاء ضوابط کی دفعہ ۱۶ کے ماتحت پانچ سال قید بامشقت کی سزا دی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مجرم محکمہ انہار میں ایس ڈی او ہے۔ سیکٹر ب کے ایڈمنسٹریٹر نے سزا کی باقاعدہ توثیق کر دی ہے اور مجرم کو آج جیل میں بھیج دیا گیا۔

مارشل لاء کا چوتھا دن

لاہور ۹ر مارچ۔ لاہور میں مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ میجر جنرل محمد اعظم خاں نے آج مارشل لاء کے علاقائی ناظموں کی ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حکم دیا کہ لاہور کے حالیہ فسادات میں جائداد وغیرہ کے نقصانات کا جائزہ لیا جائے انہوں نے کہا یہ جائزہ جلد سے جلد مکمل کیا جائے تاکہ جن علاقوں میں یہ فسادات ہوئے ان پر اجتماعی جرمانوں کی رقم کا فیصلہ کیا جا سکے۔

مساجد کی صفائی

ناظم اعلیٰ نے علاقائی ناظموں کو یہ حکم بھی دیا کہ وہ ان مساجد میں صفائی اور سفیدی کرائیں جن میں لوگ بڑی تعداد میں کئی دن تک مقیم رہے اور وہیں اپنی ضروریات پوری کرتے رہے۔ انہوں نے کہا کہ امن و قانون برقرار رکھنے کے کام کو بہرحال دوسرے کاموں پر ترجیح دی جائے گی۔

صورت حال

لاہور کی صورت حال کا ذکر کرتے ہوئے میجر جنرل محمد اعظم خاں نے بتایا کہ سب طرح سے سکون ہے اور ہر کارروائی منصوبہ کے تحت جاری ہے فضا خوف سے خالی ہو گئی ہے۔ شہر میں تمام دکانیں جن میں اندرون شہر کی دکانیں بھی شامل ہیں کھلی رہیں، اور کرفیو کے ختم ہونے کے بعد کے اوقات میں معمول کے مطابق خرید و فروخت جاری رہی۔ تمام دفاتر معمول کے مطابق کام کرتے رہے۔

ناظم اعلیٰ نے کانفرنس کو بتایا کہ مجھے اس بات کا پورا احساس ہے کہ مارشل لاء کے ضوابط سے عوام کو تکلیف ہو رہی ہے۔ لیکن سماج دشمن عناصر نے شہر میں مارشل لاء نفاذ سے پہلے ہنگامی حالات پیدا کر دیئے تھے۔ اب عوام کو برداشت سے کام لے کر لاہور کو مکمل طور پر معمول پر لانے میں مارشل لاء ایڈمنسٹریشن کا ہاتھ بٹانا چاہیئے۔

انہوں نے کہا جو لوگ واقعات کے عینی شاہد ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ شرارت پسندوں کی اطلاع حکام کو کریں جو سرکاری ملازم اس قسم کی اطلاع نہیں دیں گے ان کی وفاداری کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔

دوکانیں

دوکانوں کے کھلنے کا ذکر کرتے ہوئے میجر جنرل محمد اعظم خاں نے بتایا کہ اسلحہ کی دوکانوں کے سوا جو دوسری دوکانیں اپنے معمول کاروبار کے لئے نہیں کھولی جائیں گی ان دوکانوں کو مارشل لاء کے دوران میں نہیں　　دیا جائے گا۔

ایسی دوکانوں کے مالکوں کے خلاف مارشل لاء ایڈمنسٹریشن سخت اقدامات بھی کر سکتی ہے۔ ان اقدامات میں سٹاک کی ضبطی بھی شامل ہے۔ کانفرنس میں مارشل لاء کے اس ضابطہ کی طرف توجہ دلائی گئی کہ کوئی شخص کسی قانون شکن یا فسادی کی وہ جہاں کہیں بھی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔

گرفتاریاں

پچھلے کئی دنوں سے جو ایجی ٹیٹر مسجد وزیر خاں میں جمع تھے انہوں نے آج غیر مشروط طور پر اپنے آپ کو مارشل لاء کے حکام کے حوالہ کر دیا۔ جو لوگ گرفتار کئے گئے ہیں انکی تعداد ۷۹۰ ہے۔

مارشل لاء کے تحت قائم کردہ خاص عدالتوں نے باقاعدہ کام شروع کر دیا ہے۔ ان عدالتوں کی طرف سے آج پانچ شرارت پسندوں پر مقدمے چلائے گئے۔ ان میں سے ایک کو پانچ سال قید اور چار کو تین سال قید سخت کی سزا دی گئی۔

احمدیہ بلڈنگس میں بحمد اللہ ہر طرح سے خیر و عافیت ہے، حضرت امیر اور دیگر تمام دوست بخیریت ہیں۔

حضرت مجدد زمان کی حضرت مسیح سے مماثلت

امام جماعت ربوہ کا اعلان بہت سی غلط فہمیوں کو رفع کرنے کا موجب ہے

امام زمان کو منوانے کے لئے ہماری جماعت کو زیادہ مستعدی سے کام لینا چاہیئے

خطبہ جمعہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ فرمودہ ۲۷ فروری ۵۳ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان اللہ لا یخلف المیعاد (آل عمران رکوع ۱)

متشابہ کلام پر بنائے اعتقاد

ان آیات میں اسی قسم کے معاملہ پر بحث ہے جو آج ہمارے اور دوسرے مسلمانوں کے مابین مابہ النزاع ہے یعنے حضرت مرزا صاحب کی طرف جو یہ منسوب کیا جاتا ہے کہ انہوں نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوےٰ کیا اسی قسم کی بحث عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان چلی آرہی ہے اسی کا یہاں ذکر کیا ہے تو کسی نبی کا بلکہ ایک قانون بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ تمام آسمانی کتابوں میں متشابہ کلام بھی ہوتا ہے اور محکم بھی، بعض لوگ متشابہ کلام کو لیکر اس پر اعتقادات کی بنیاد رکھ دیتے ہیں اور اس طرح خود بھی گمراہ ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، اللہ تعالےٰ نے ان آیات میں بتایا ہے کہ باوجود اس کے کہ محکم باتیں بھی ہوتی ہیں، جن کے ماتحت متشابہ کلام کو لانا چاہیئے پھر بھی مفسد لوگ متشابہ کلام کو ہی اپنے اعتقاد کی بنیاد بنا لیتے ہیں جس کے نتائج بہت ہی خطرناک ہوتے ہیں۔

ابن اللہ کے لفظ پر یہود کا فتنہ

یہی صورت عیسائیت میں پیش آئی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منہ سے نکل گیا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں، اس زمانہ میں یہ ایک عام محاورہ تھا کہ خدا کے پیاروں کو "خدا کے بیٹے" کہا جاتا تھا، تورات میں تو اسرائیل کو خدا کا اکلوتا بیٹا کہا ہے، اس پر حضرت مسیح علیہ السلام اور یہودیوں میں بڑی بحث ہوئی، یہودیوں نے کہا کہ تم خدائی کا دعوےٰ کرتے ہو، ہم تم پر پتھراؤ کریں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ یہ کوئی کفریہ کلمات نہیں تورات میں علمائے دین کو بھی خدا کہا گیا ہے، جب ایسا کہنے سے وہ خدا نہیں ٹھہرائے گئے تو میرا ابن اللہ کا لفظ استعمال کرنا کیونکر خدائی کا دعوےٰ سمجھا جاتا ہے، لیکن انہوں نے نہ مانا اور نتیجہ کیا ہوا؟ خدا کا برگزیدہ بندہ پھانسی پر چڑھا دیا گیا، جس پر یہودی خوش ہو گئے، کہ ہم نے اسکو نعوذ باللہ لعنتی ثابت کر دیا۔

ابن اللہ کے متشابہ کلام پر عیسائیت کی بنیاد

نصرانیوں نے اس کا کیا جواب دیا؟ انہوں نے کہا کہ جس بناء پر حضرت مسیح علیہ السلام کو پھانسی پر چڑھایا گیا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور حضرت مسیح فی الواقعہ خدا کے بیٹے تھے۔ اور وہ ہماری خاطر لعنتی بھی ہوئے اور ہمارے گناہوں کی پاداش میں تین دن دوزخ میں بھی رہے، کس قدر فساد پیدا ہوا، بیٹے کا لفظ دو قوموں میں فساد کا موجب ہو گیا جس نے حکومت کو بھی لپیٹ لیا اور اسے مجبور کر دیا کہ اس برگزیدہ الٰہی کو پھانسی پر چڑھائے ایک استعارہ کا کلام! دو قومیں اس کی وجہ سے گمراہ ہو گئیں، دشمنوں نے اس کو پھانسی پر مار ڈالنے کی کوشش کی اور اپنے نزدیک مار ہی دیا، دوست اور مرید بھی یہی کہتے ہوئے گمراہی کی طرف چلے گئے۔ اور انہوں نے بھی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا مان کر ہی اپنے دین کا بنیادی عقیدہ قرار دیا اور ان کا صلیب پر لٹکایا جانا بھی اپنی دین کا اصل ٹھہرایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مجدد زمان اور لفظ نبی

کیا آج بھی یہی بات ہمارے سامنے نہیں ہے کہ حضرت مجدد زمان نے بار بار اعلان کیا کہ میرا دعوےٰ نبی ہونے کا نہیں، صرف مجدد ہونے کا دعوےٰ ہے، نبی کا لفظ صرف استعارہ اور مجازاً کے طور پر استعمال کیا گیا ہے، جو لوگ اس لفظ کی بناء پر دعوےٰ نبوت میری طرف منسوب کرتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں، میرا پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ خاتم النبیین ہیں ان کے بعد دعوےٰ نبوت کرنے والا کافر اور کاذب ہے، انہوں نے دہائی دی کہ اے لوگو میرا دین اسلام کے سوائے اور کوئی نہیں، قرآن پر میرا ایمان ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور خاتم النبیین سمجھتا ہوں، لیکن اس دہائی کو کسی نے نہ سنا اور اسی بات پر زور دیا کہ انہوں نے دعوےٰ نبوت کیا ہے۔ دوسری طرف ایک گروہ ہم میں سے اٹھتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ دشمنوں نے جو کچھ کہا وہ سچ ہے فی الواقعہ ان کا دعوےٰ نبی ہونے کا تھا، کس قدر زبردست مماثلت ہے، حضرت مرزا صاحب مثیل مسیح تھے، اس لئے وہی سلوک ان کے ساتھ ہوا جو پہلے مسیح کے ساتھ ہوا تھا۔

صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات لائق عبادت ہے

اسی بات کا ذکر یہاں ان آیات میں فرمایا ہے جو میں نے ابھی پڑھی ہیں، فرمایا الم میں جو اس کائنات کا خالق اور موجد ہوں اور اسی وجہ سے اس کا پورا علم رکھتا ہوں اسی لئے لا الہ الا ھو کا کلمہ درست ہے یعنی میرے سوائے اس کائنات کا اور کوئی خالق اور موجد نہیں اس لئے معبودیت صرف مجھے ہی سزاوار ہے، پرستش اس ہستی کی نہیں ہو سکتی جو اس کائنات کی موجد اور خالق نہ ہو اور اس کا علم پورا نہ رکھتی ہو، اس کائنات کو زندگی عطا کرنے والا اور پھر زندگی عطا کرنے کے بعد اس کائنات کی تمام ضروریات و حاجات پیدا کرنے والے الحی القیوم خدا کی عبادت ہو سکتی ہے جو خود زندہ ہے اور دوسروں کو زندگی بخشتا ہے، ۔۔۔ اپنی ذات میں قائم اور کائنات کے قیام کا باعث ہے۔

اقوام عالم میں اتحاد پیدا کرنیوالی کتاب

وہ نہ صرف جسمانی طور پر دوسروں کے قیام کا موجب ہے، بلکہ ان کی روح کو بھی زندگی بخشتا ہے نزل علیک الکتاب بالحق، اسی نے کتاب تجھ پر اتاری جس کی تمام باتیں ضرورت کے مطابق اور حق اور حکمت سے بھری ہوئی ہیں، مصدقا لما بین یدیہ یہ ایک جامع کتاب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہے، جو پہلے سے پہلے کی ساری آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس طرح تمام اقوام عالم میں اتحاد کی بنیاد رکھتی ہے، وانزل التورات والانجیل من قبل ھدی للناس، اس سے پہلے توریت اور انجیل بھی نازل کی، جو لوگوں کی ہدایت کے لئے آئیں، وانزل الفرقان اور تصدیق کرنے کے بعد ان کی غلطیوں کی اصلاح کرنے والی حق اور باطل کے درمیان امتیاز کرنے والی کتاب بھی آئی۔

علم الٰہی اور حضرت عیسےٰ

پھر فرمایا ان اللہ لا یخفی علیہ شئی فی الارض ولا فی السماء اللہ تعالےٰ سے کوئی چیز زمین میں ہو یا آسمان پر مخفی نہیں اس کا علم محیط ہے، کسی دوسری ہستی کا علم محیط نہیں حضرت عیسےٰ کا علم بھی محیط نہیں وہ مخلوق کائنات کا ایک حصہ ہیں۔ مخلوق ہونے کی وجہ سے ان کا علم بھی محیط نہیں اس لئے وہ معبود نہیں ہو سکتے ۔ انجیل میں لکھا ہے کہ ان کو بھوک لگی، تو انجیر کے درخت کی طرف گئے، سردیوں کا موسم تھا، اور یہ بھی نہ جانتے تھے کہ سردیوں میں اس

اس درخت کو پھل نہیں لگتا، لیکن بھوک تھی خیال کیا شاید کچھ لگا ہوا ہو، یہ ان کی بشریت کی واضح دلیل ہے۔

پیدائش انسان اور حضرت عیسیٰ

پھر ایک اور شان بیان فرمائی ہے ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء خدا وہ ہے جو رحموں کے اندر تمہاری تصویر جس طرح چاہتا ہے بناتا ہے، کس کی طاقت ہے کہ اپنی مرضی کے مطابق بچہ پیدا کر سکے؟ ماں باپ کی تو خواہش اور تڑپ ہوتی ہے کہ ان کا بچہ شکل و شباہت میں یوسف ہو، اور علم کے لحاظ سے ارسطو ہو لیکن ایسا کرنے سے ماں باپ عاجز ہوتے ہیں حتیٰ کہ بادشاہ اور طبیب بھی اپنی اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتے، یہ خدا ہی کا کام ہے کہ وہ جس طرح چاہے شکلیں بنائے اور جو چاہے قوے دے کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ طاقت حاصل ہے؟ کیا انہوں نے کسی انسان کو بنایا؟ لا الٰہ الا ھو، فی الواقع صرف ایک خدا ہی ہے جو معبودیت کے لائق ہے۔

کلام الٰہی میں محکمات و متشابہات

الوہیت کے دلائل بیان کر دینے کے بعد اس غلطی کے دور کرنے کی طرف توجہ کی ہے جس میں مذہبی متوالے پھنس جاتے ہیں، فرمایا ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات و اخر متشابھات خدا وہ ہے جس نے تجھ پر کامل کتاب نازل کی، ایک تو اس میں محکم آیات ہیں جو اصول کا رنگ رکھتی ہیں، اور کچھ متشابہ آیتیں ہیں، ان متشابہ آیات پر دین کی بنا نہیں رکھی جا سکتی، ان کو محکمات کے نیچے رکھنا چاہیئے۔ محکمات کے بغیر وہ حل نہیں ہو سکتیں۔ . . . . محکم تو یہ ہے کہ خدا نے اپنے متعلق فرمایا ہے لیس کمثلہ شیء، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی فرمایا کہ اس کا ہاتھ نہیں میرا ہاتھ ہے یہ استعارہ کا کلام ہے جس کو محکم کے ماتحت رکھکر ہی معنے کئے جا سکتے ہیں ورنہ غلطی سے حضور نبی کریم صلعم کے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ایک جگہ فرمایا ہم نے آسمانوں کو ہاتھ سے بنایا، جس کا مطلب یہی ہے کہ اپنی طاقت اور قدرت سے ان کو پیدا کیا، انسان کے متعلق فرمایا کہ اس کو دونو ہاتھوں سے بنایا یعنی بڑی طاقت اور قدرت اس کی پیدائش سے ظاہر ہوتی ہے دوزخیوں کے متعلق قرآن میں فرمایا ان کو پھل دیا جائے گا کانہ رؤس الشیاطین گویا کہ وہ شیطان کے سر ہیں، یعنے وہ بہت مکروہ قسم کے ہوں گے، ہماری عام بول چال میں بھی متشابہ کلام ہوتا ہے بعض وقت کہتے ہیں ایک آدمی کو دیکھا وہ بالکل جن تھا۔

استعارہ اور مجاز کلام کی زینت اور جان ہے

اس قسم کا کلام ہر ایک کتاب، ہر تحریر اور تقریر میں پایا جاتا ہے۔ استعارہ اور مجاز تو زبان کی جان ہے جس سے زبان کے اندر لطف پیدا ہو جاتا ہے۔ فرعون کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا فما بکت علیھم السماء والارض ان پر نہ آسمان رویا نہ ہی زمین۔ کم ترکوا من جنت و عیون و زروع و مقام کریم و نعمۃ کانوا فیھا فکھین کتنے باغات اور چشمے اور کھیتیاں اور بڑے بڑے محل اور قلعے اور نعمت کی مجالس و مقامات چھوڑ کر چل بسے۔ اس قسم کا استعارہ اور مجاز خدا کے کلام میں کثرت سے پایا جاتا ہے اور وہ کلام کی زینت بھی ہے اور اس کی تاثیر کی زیادتی کا باعث۔

متشابہ کلام پر بنائے ایمان موجب ضلالت ہے

پھر فرمایا فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و ابتغاء تاویلہ جس کے دل میں ٹیڑھا پن ہوتا ہے وہ اسی متشابہ کلام کے پیچھے لگ کر فتنہ پیدا کر دیتا ہے، اور اپنی من مانی تاویلیں یا معنے کرتا پھرتا ہے اس کے سامنے ہزار قرآن رکھو، حدیث رکھو، مجدد کے کلام کو پیش کرو، وہ نہیں مانتا بلکہ رد کر دیتا ہے، اسی لئے فرمایا یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم یعنی اے اہل کتاب دیکھنا کہیں خدا کی کتاب کے حامل بن کر ہدایت کو ترک کر کے غلو کا راستہ اختیار کرنا کیونکہ یہ ضلالت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تاکید فرمائی ایاکم والغلو دیکھو غلو سے بچنا! آج دو اس کے لوگ متشابہ کلام کے پیچھے لگ کر اتنا غلو کرتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کے محکمات کی بھی پروا نہیں کرتے

راسخ فی العلم لوگوں کا طریق عمل

وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم ان متشابہات کے معنے اللہ تعالیٰ جانتا اور راسخ فی العلم لوگ جانتے ہیں، راسخ فی العلم کون ہیں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہم راسخ فی العلم ہیں جن کو قرآن کا علم دیا گیا، فرمایا یقولون آمنا بہ کل من عند ربنا راسخ فی العلم تو خدا کے سارے کلام کو ملا کر دیکھتے اور محکمات اور متشابہات کو ایک دوسرے کے ماتحت کر کے معنے کرتے ہیں وہ یقین کرتے ہیں کہ محکم و متشابہ ایک ہی خدا کی طرف سے ہیں اس لئے ان کا ایک ہی مفہوم ہونا چاہیئے اس کے کلام میں تضاد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے محکم و متشابہ میں اختلاف نہیں پیدا کرنا چاہیئے کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب۔ یہ عقلمند لوگوں ہی کا کام ہے نرا متشابہات کو پکڑ کر بیٹھ رہنا عقلمند لوگوں کا کام نہیں۔

ہدایت کے بعد گمراہی سے بچنے کی دعا

پھر وہ دعا بھی کرتے ہیں ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا، اے خدا ہدایت کا رستہ دکھانے کے بعد ہمارے دلوں میں . . . . ٹیڑھا پن نہ آئے جس سے معلوم ہوا کہ ہدایت یافتہ ہو کر انسان ضلالت کا راستہ اختیار کرتا ہے اسی لئے ابتدا کلام میں یعنی سورۃ فاتحہ میں ہدایت یافتہ ہو کر گمراہی کے راستوں سے بچنے کی توفیق مانگنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم اے خدا ہمیں سیدھے رستہ پر چلا، غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ایسا بھی ہوتا ہے کہ سیدھے رستہ پر انسان چلتے چلتے کبھی یہودی صفت ہو کر مغضوب علیہ بن جاتا ہے اور کبھی عیسائیوں کی طرح اپنے پیشوا کو حد سے بڑھا کر گمراہ ہو جاتا ہے، ان دونوں چیزوں سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے، نہ تو راستبازوں کی تکذیب کر کے عذاب الٰہی کو خریدنا چاہیئے اور نہ حد سے بڑھا کر گمراہی کا رستہ اختیار کیا جائے۔

امت محمدیہ میں یہودیت

اس زمانہ کے متعلق حدیثوں میں بھی لکھا ہے کہ لوگ یہودی صفت ہو جائیں گے، ہر ایک بات جو یہود سے سرزد ہوئی اس امت کے لوگ بھی اس کے مرتکب ہوں گے، اسی سے بچنے کی دعا بھی سکھائی ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا اے خدا تو نے قرآن دیا، حدیث دی اور ایک مجدد ہم میں بھیجا جس نے ہدایت دکھائی۔ اس کے بعد ہمارا قدم سیدھے رستہ سے نہ ہٹ جائے اور ہم ہدایت پا کر گمراہ نہ ہو جائیں وھب لنا من لدنک رحمۃ ہم پر رحمت فرمائیے، انک انت الوھاب تو ہی عطا فرمانے والا ہے

قیامت میں رسوائی کا وعید

پھر خدا تعالیٰ نے ہم کو قیامت کے دن سے ڈرایا ہے کہ اگر گمراہی اختیار کرو گے تو خدا کے دربار میں لوگوں کے سامنے جو رسوائی ہو گی اس سے خائف رہو، ربنا انک جامع الناس لیوم لا ریب فیہ اس میں ڈرا دیا ہے کہ قیامت آنے والی ہے لوگوں کو جمع ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا، حیرت ہے لوگ کس طرح اقتدار کے لئے کوششیں کرتے ہیں، شہرت اور مال بڑھانے کے لئے لڑتے ہیں، لیکن اس دن کی فکر نہیں کی جاتی جب سب کو خدا کے سامنے جمع ہونا ہے، کس طرح قرآن کو اور حدیث کو ہم اپنی غرض کے لئے یا کسی کو خوش کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں اور اس دن کی فکر نہیں جب تمام کرتوتیں خدا اور اس کی مخلوق کے سامنے پیش کر دی جائیں گی۔

نجران کے عیسائی مسجد نبوی میں

امام رازی نے اس رکوع پر نہایت مدلل بحث کی ہے اور انہوں نے وہ مناظرہ لکھا ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے کیا، لکھا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عیسائیوں کے ساٹھ آدمی آئے، حدیث میں آتا ہے کہ ان کی بڑی عزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ لوگوں نے سنت کو بہت غلط سمجھا ہے، نمازیں پڑھ لینا داڑھی رکھ لینا وغیرہ ہی سنت نہیں، اصل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و معاملات ہیں۔ آپ نے ان عیسائیوں کا ڈیرہ مسجد میں لگوایا کیا آپ میں سے کسی کو جرأت ہے کہ اپنے خلاف عقیدہ رکھنے والوں کو اپنی مسجدوں میں آنے بھی دیں؟ یہاں تو مسجدوں کے دروازوں پر لکھا ہوا ہے کہ کوئی وہابی کتا اس میں داخل نہ ہو، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ان کو اپنی مسجد میں ٹھہرایا بلکہ اتوار کے دن جب وہ گرجا کرنے کے لئے بیقرار تھے، تو آپ نے فرمایا کہ یہی خدا کا گھر ہے اسی جگہ گرجا کر لیں، یہ ہے رب العالمین کا پرستار، جن پر اس آیت کی حقیقت منکشف ہے اور وہ حقیقت ان کے عمل میں منعکس ہے، اپنے گریبان میں منہ ڈال کر

دیکھو کیا دلوں کے اندر یہ فراخی موجود ہے؟

نجران کے عیسائیوں سے نبی کریم صلعم کا مناظرہ

پھر آپ نے ان سے جو گفتگو کی وہ بھی سننے کے لائق ہے آج کل کا مناظرہ نہیں، آج کل کا مناظرہ تو اکثر بد اخلاقی بن کر رہ جاتا ہے۔ آپ نے ان سے کہا الستم تعلمون ان اللہ حی لا یموت وان عیسیٰ یأتی علیہ الفناء قالوا بلیٰ یعنے کیا تم نہیں جانتے ہو کہ اللہ تعالے ہی زندہ ہے اور مرتا نہیں ہے اور حضرت عیسیٰ موت کا شکار ہیں، اس پر انہوں نے عرض کیا بیشک ایسا ہی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا الستم تعلمون انہ لا یکون ولد الا ویشبہ اباہ یعنی بچہ ماں باپ کے مشابہ ہوتا ہے تو انہوں نے کہا بیشک۔ پھر فرمایا الستم تعلمون ربنا قیم علی کل شیئ یکلؤہ ویحفظہ ویرزقہ یعنی کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب ہر چیز کو قائم رکھنے والا، اس کی نگہبانی کرتا اور حفاظت رکھتا اور رزق دیتا ہے انہوں نے کہا ہاں پھر آپ نے فرمایا فھل یملک عیسیٰ شیئ من ذالک کیا عیسیٰ ان میں سے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا الستم تعلمون ان اللہ لا یخفیٰ علیہ شیئ فی الارض ولا فی السماء کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالے پر زمین و آسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں انہوں نے کہا ہاں، فرمایا ھل یعلم عیسیٰ شیئا من ذالک کیا عیسیٰ کوئی بات جانتا ہے سوائے اس کے جس کا اسے علم دیا گیا، انہوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا ان ربنا صور عیسیٰ فی الرحم کیف شاء فھل تعلمون ذالک ... ... ہمارے رب نے عیسیٰ کی صورت رحم میں جس طرح چاہا بنائی کیا تم کو اس کا علم ہے انہوں نے عرض کیا آپ کا بیان درست ہے۔ اس پر فرمایا الستم تعلمون ان ربنا لا یاکل الطعام ولا یشرب الشراب ولا یحدث الحدث۔ یعنی کیا تم نہیں جانتے ہمارا رب کھانا نہیں کھاتا نہ پانی پیتا ہے اور نہ قضائے حاجت کرتا ہے انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا وتعلمون ان عیسیٰ حملتہ امرأۃ کحمل المرأۃ ووضعتہ کما تضع المرأۃ اور تم جانتے ہو کہ عیسیٰ کو ایک عورت نے حمل میں لیا کرتی ہے، پھر اسکو جنا جس طرح عورت اپنا بچہ جنا کرتی ہے پھر اس کو غذا دی گئی جس طرح بچوں کو غذا دی جاتی ہے، پھر وہ کھانا کھاتا تھا، پانی پیتا تھا اور پاخانہ کرتا تھا، انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا تمہارے اعتقادات اس صورت میں درست نہیں ٹھہرتے۔ انہوں نے یہ سب معقول حقائق و دلائل سن کر بھی اپنا اعتقاد ترک نہ کیا۔

حضرت عیسیٰ کی عمر

یہ کیا مناظرہ حضرت نے کیا؟ یہ ہے تو سب معبودان باطلہ کے لئے لیکن ان آیات کا شان نزول اسی وفد نجران کے ساتھ مناظرہ ہے، مسلمان اس تفسیر کو کیوں نہیں پڑھتا؟ زرقانی میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی، لیکن مسلمان انہیں اب تک آسمان پر بٹھائے ہوئے ہے۔

میاں محمود احمد صاحب کا بیان

غرض متشابہ کلام پہلے بھی عیسائیوں کے لئے گمراہی کا موجب ہوا اور آج بھی مثیل مسیح کا متشابہ کلام لوگوں کے لئے غلط فہمی کا موجب ہوا، لیکن اب خدا نے ایسا سامان کر دیا ہے کہ حضرت مجدد زمان کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں وہ دور ہو جائیں گی۔ جماعت ربوہ کے امام کا جو انٹرویو شائع ہوا ہے وہ بہت سی غلط فہمیوں کو دفع کرنے والا ہے یہ وہ اعلان ہے جس کی بناء پر مسلمانوں کو چاہیئے کہ امام زمان کی مخالفت سے باز آجائیں۔

ہماری جماعت کا کام

حضرت مجدد وقت کا الہام ہے لا نبقی لک من المخزیات شیئا ہم تیرے لئے رسوائی کی کوئی بات نہ رہنے دیں گے۔ اب ہماری جماعت کا کام ہے کہ وہ اٹھیں اور لوگوں کو کہیں کہ امام وقت کو مانو تاکہ قرآن اور حدیث کی خدمت کر سکو۔ حضرت مرزا صاحب کی تصانیف میں کچھ نہیں سوائے اس کے کہ خدا و رسول صلعم کی صداقت کو ثابت کیا گیا ہے، اب آپ لوگوں کا کام ہے کہ سستی چھوڑ دیں اور لوگوں سے کہیں کہ امام کو مانو۔

کلام میں احتیاط سے کام لیں

ہاں ایسا کلام استعمال کرو جس سے لوگوں کو دھوکہ نہ ہو۔ حضرت کا ایک مباحثہ لاہور میں شمس العلماء مولوی عبد الحکیم کلانوری سے ہوا تھا، جس میں آپ نے لکھ کر دیدیا کہ نبی کا لفظ میری تحریرات میں محدث اور مکلم من اللہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور چونکہ یہ لفظ مسلمانوں پر شاق گذرتا ہے اس لئے اسے کٹا ہوا سمجھا جائے، آپ نے فرمایا یہ ایک عزت کا خطاب ہے، عزت کا خطاب اسے دیا جاتا ہے جو حقیقت میں وہ نہ ہو جس کا خطاب دیا گیا، مسیح کا لفظ بھی مجازاً آپ پر بولا گیا، منارہ جس پر مسیح کے اترنے کا ذکر ہے وہ بھی مجاز ہے اسی طرح نبی کا لفظ بھی مجاز ہے آپ نے خود فرمایا ہے ؎

حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

حکیم اجمل خاں کو بھی مسیح الملک کا خطاب دیا گیا، پھر یہ عام محاورہ ہے لکل فرعون موسیٰ، ہر فرعون کے لئے موسیٰ ہے، حالانکہ ہر کوئی فرعون ہے نہ ہر کوئی موسیٰ ہے حضرت نے مسیح کا نام دیئے جانے کی وجہ اس شعر میں بیان کی ہے ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

حضرت مرزا صاحب سے کسی نے پوچھا کہ مسیحیت کا دعوےٰ بڑا ہے یا محدثیت کا آپ نے فرمایا ہمارا اصل دعوےٰ تو مجدد اور مکلم من اللہ ہونے کا ہے مسیح کا نام تو اس کام کی وجہ سے دیا گیا ہے جو ہمارے سپرد ہوا، پس آپ لوگ زیادہ ہوشیار ہو جاؤ اور کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالو جو غلط فہمی پیدا کرنیوالی ہو اور پوری ہوشیاری اور قوت کے ساتھ امام وقت کو منواؤ تاکہ لوگ اس جماعت میں شامل ہو کر خدمت دین میں حصہ لے سکیں۔

پیغامِ صلح کی خدمات کا اعتراف

حسن ابدال سے ایک غیر از جماعت دوست لکھتے ہیں:-

(۱) "کچھ اختلاف رائے رکھنے کے باوجود میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے مضامین نہایت قیمتی دبلقدر علم فہم اور دلوں پر remarkable striking effects پیدا کرتے ہیں خداوند کریم آپ کو اور آپ کی جماعت کو موجودہ فتنہ عظیم سے محفوظ رکھے ہمارے اکثر احباب آپ کا پرچہ دیکھتے ہیں۔ چند الفاظ بطور شکریہ ارسال خدمت ہیں"

(۲) بنوں سے مولنا عبد الباقی صاحب رقمطراز ہیں:-

"میں اس بات کے اقرار سے نہیں رہ سکتا کہ اس طوفان بے تمیزی میں جو مولویوں نے برپا کیا ہے۔ پیغام صلح نے بہت ہی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ انشاء اللہ اس کی توسیع اور مضبوطی کے لئے کوشش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے"۔

لاہور آنیوالے دوست نوٹ کرلیں

لاہور آنے والے احباب جو مہمانخانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں قیام کرنا چاہیں اس بات کو نوٹ کرلیں کہ موجودہ حالات میں سوائے ان لوگوں کے جن سے کارکنان انجمن شناسائی رکھتے ہیں، باقی اصحاب لاہور آنے سے پہلے مقامی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان یا کسی معزز فرد جماعت کی طرف سے تعارفی خط اپنے ساتھ لے کر آیا کریں ورنہ مہمانخانہ میں ان کا قیام مشکل ہوگا۔

خاکسار۔ غلام قادر۔ سپرنٹنڈنٹ مہمانخانہ

ماہر القادری نے ہتھیار ڈال دیئے

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

از مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب لائلپور

ماہر القادری مدیر ماہنامہ فاران کراچی نے اپنے اکتوبر ۱۹۵۲ء کے شیوع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جناب مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کے خلاف جو گند اُچھالا تھا میں نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر زیر عنوان "تحریک احمدیت اور اس کے معاندین" اس کا جواب ایک لیکچر کی صورت میں دیا تھا جو بعد میں اخبار پیغام صلح کے دو نمبروں میں شائع ہوا۔ میں نے یہ دونوں نمبر ماہر القادری مدیر فاران کو بذریعہ ڈاک کراچی بھیجدیئے اور ایک خط لکھا تھا کہ جس طرح میں آپ کو اپنا لیکچر بھیج رہا ہوں اگر آپ اس کا جواب لکھیں تو آپ بھی مجھے اپنا جواب بھیجیں کیونکہ میں فاران کا خریدار نہیں۔

کچھ دنوں کے بعد ماہر القادری کا ایک خط مجھے ملا جو من وعن درج ذیل ہے۔

"مرزا صاحب۔ آداب۔ آپ کے لیکچر کو پڑھا۔ اس کا جواب میں نہ دوں گا کہ "فاران" میں اس موضوع پر بہت کچھ مفصل لکھ چکا ہوں۔ نہ صرف میرا بلکہ جمہور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی حیثیت کا کوئی نبی نہ آئے گا۔ مرزا غلام احمد نے "نبوت" کا دعوے کیا ہے اس کے اقوال گواہ ہیں اس لئے ہم اس "نبی کاذب" کو مرتد سمجھتے ہیں اور جو کوئی اسے "نبی" "امام زمان" یا "مجدد" مانتا ہے اسے بھی کافر جانتے ہیں اسی عقیدہ پر میں اپنا خاتمہ اور موت چاہتا ہوں۔ اب رہیں دلیلیں اور سخن سازی سو ہر زمانہ کے کافروں اور مشرکوں نے اپنے عقاید کے اثبات میں بھی دلیلیں دی ہیں۔ ماہر القادری ۲ر فروری"

ماہ اکتوبر ۵۲ء کے رسالہ فاران میں ماہر القادری کے کیا دم خم تھے اور کس طرح ایک طویل مضمون میں اپنے بیمار دل کا بغض صفحات فاران پر بکھیرا تھا لیکن حق کی ایک ہی ضرب سے ان کے دلائل کے ٹکڑے اُڑ گئے اور ان کے مضمون کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھرتی نظر آنے لگیں۔ اس گستاخ اور سرکش معاند احمدیت نے۔

"آپ کا لیکچر میں نے پڑھا اس کا جواب میں نہ دوں گا"

لکھ کر اپنے ہتھیار ہمارے قدموں پر ڈال دیئے اور اسکو ہمت نہ ہوسکی کہ ہمارا جواب لکھنے کے لئے قلم اٹھاتا۔ ماہر القادری کا یہ لکھنا کہ :۔

"فاران میں اس موضوع پر بہت کچھ مفصل لکھ چکا ہوں"

ان کے لرزتے ہوئے قلب پر حق کے چھائے ہوئے رعب کی غمازی کر رہا ہے انہوں نے فاران میں بہت کچھ لکھا ہوگا لیکن ماہ اکتوبر کے ان کے ایک خاص مضمون پر ہم نے جو ضرب لگائی اور جس طرح ہم نے ان کو خود ان کے رسالہ "فاران" سے ہی لاچار اور شرمسار کیا ان کا فرض تھا کہ ہمارے دلائل کو توڑتے اور اپنی پوزیشن کو مضبوط بناتے لیکن قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا کے مطابق باطل حق کے مقابلے پر نہ ٹھہر سکا مغرور اور دریدہ دہن ماہر القادری حق کی ایک ہی ٹھوکر سے منہ کے بل گر پڑا اور خون تھوکنے لگ گیا۔

"بہت کچھ مفصل لکھ چکا ہوں" کی بھی خوب کہی۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام اور احمدیت کے خلاف وہ آپ کا آخری مضمون تھا اور آئندہ آپ کچھ لکھنا نہیں چاہتے اس لئے اس موضوع پر ہمارا جواب نہ دینے کا اعلان کر رہے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔

حضرت مرزا صاحب اور احمدیت کے خلاف گند اُچھالنے سے تو آپ ہرگز ہرگز باز نہ آئیں گے کہ اسی سہارے آپ کا رسالہ فاران زندہ ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری تنقید کا جواب آپ نہیں دے رہے؟ اس کی وجہ ایک اور صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ بفضل خدا ہماری گرفت آپ کی گردن پر بہت مضبوط ہے اور آپ اپنے آپکو لاچار اور مجبور پاتے ہیں۔

آپ کا اور جمہور مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی حیثیت کا کوئی نبی نہ آئے گا۔ ہم لاہوریوں کی فتح کا اعلان ہے وقت آ رہا ہے کہ .... آپ کے جمہور مسلمان اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ سرکار دو جہاں صلعم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے نہ کوئی پرانا نبی آسکتا ہے، نہ زمین سے کوئی نبی کھڑا ہوسکتا ہے نہ آسمان سے کوئی نبی آسکتا ہے نہ اس امت سے کوئی شخص منصب نبوت پر فائز ہوسکتا ہے نہ بنی اسرائیل کا کوئی نبی اس امت کے لئے آسکتا ہے۔ آخری نبی حضرت محمد صلعم کی ذات اقدس ہی ہے اور حضور صلعم کے بعد ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
(مسیح موعود)

کا عقیدہ ہی صحیح اور درست ہے۔ ماہر القادری ساتھ تو جمہور مسلمانوں کا دے رہے ہیں لیکن عقیدہ ایسا پیش کر رہے ہیں کہ جمہور مسلمانوں کی تردید اور احمدی جماعت لاہور کی تائید ہو رہی ہے۔

ماہر القادری کا یہ کہنا کہ :۔

"مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعوے کیا ہے اس کے اقوال گواہ ہیں"

دعوے بلا دلیل ہے۔ ہم ماہر القادری کو مشورہ دیں گے کہ وہ اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ الیاس برنی اور ثناء اللہ امرتسری کے حوالے اپنا ایمان نہ کریں خود براہ راست حضرت مرزا صاحب کی کتب کا مطالعہ کریں۔ حضرت مرزا صاحب نے ہرگز ہرگز نبوت کا دعوے نہیں کیا۔ ....

.... آپ حضرات نے دشمنی کی وجہ سے حضرت مرزا صاحب پر دعوے نبوت کا الزام لگایا۔ خدا آپ .... کو حضرت مجدد اعظم علیہ السلام کے اصل مقام کو سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

ماہر القادری کا یہ لکھنا کہ حضرت مرزا صاحب کو امام زمان اور مجدد زمان ماننے والوں کو بھی وہ کافر جانتے ہیں اور اسی عقیدہ پر اپنا خاتمہ اور موت چاہتے ہیں، یہ ایسا ہی تعصب ہے جو ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے دل میں تھا۔ ابوجہل دعا کیا کرتا تھا کہ اگر محمد (صلعم) سچا ہے تو مجھ پر پتھر برسیں اس محروم ازلی اور بدبخت کو اس دعا کی توفیق نہ ملتی تھی کہ اگر محمد صلعم سچے ہیں تو خدا اسکو حضرت کے پاک دامن سے وابستہ کرے۔ وہ نابکار کہتا کہ محمدؐ اور اس کا قرآن بیان کرتا ہے کہ جہنمیوں کی خوراک زقوم ہوگی وہ شریر النفس انسان شہد اور مکھن کو ملا کر کہتا کہ ہمارا تو زقوم یہ ہے اگر جہنم میں ہم کو یہ خوراک ملتی ہے تو بیشک ملے۔ آج ماہر القادری بھی امام زمان مجدد دوران کی دشمنی میں اتنے اندھے ہو رہے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کو مجدد ماننے کو بھی کافر جانتے اور اسی عقیدہ پہ مرنا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم نے فما اصبرهم على النار کے فقرہ میں ماہر القادری جیسے حق کے ساتھ بغض و کینہ رکھنے والوں کا نقشہ کھینچا ہے۔

اب رہ گیا ماہر القادری کا یہ لکھنا :۔

"اب رہیں دلیلیں اور سخن سازی سو ہر زمانہ کے کافروں اور مشرکوں نے اپنے عقاید کے اثبات میں بھی دلیلیں دی ہیں"

ہمارے دلائل کے آگے گویا اپنی بیچارگی کا کھلا کھلا اعتراف ہے کافروں اور مشرکوں کی دلیلوں کی مثال دے کر ماہر القادری نے اپنی انتہائی بزدلی اور ناسمجھی کا ثبوت دیا ہے۔ بزدلی اس لئے کہ ان کے دل پر کافروں اور مشرکوں کی دلیلوں کا بھی رعب ہے اور وہ حق پرستوں کے دلائل کے مقابلہ میں کافروں اور مشرکوں کے دلائل کا لوہا بھی مانتے ہیں۔ اور ناسمجھی اسلئے کہ قرآن پاک فرماتا ہے :۔ ليهلك من هلك عن بينة ويحيى من حي عن بينة۔ ہلاک ہوتا ہے جو دلیل سے ہلاک ہوتا ہے اور زندہ ہوتا ہے جو دلیل سے زندہ ہوتا ہے۔ قرآن پاک حق پرستوں کی دلیلوں پر کس قدر نازاں ہے اور ماہر القادری کافروں اور مشرکوں کی دلیلوں سے کس قدر خائف ہیں اور وہ اس وجہ بوکھلائے ہیں کہ وہ حق پرستوں اور باطل پرستوں کی دلیلوں میں کوئی فرق کرنا جانتے ہی نہیں یہ سب کچھ اسلئے ہے کہ سلطان القلم اور براہین کے تاجدار حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی دشمنی میں ماہر القادری کا علم و عقل سب کچھ بیکار ہو کر رہ گیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

میں اور احمدیت

(از لسان الملک حضرت واثق ٹونکی (بنوں)

(۶)

آج پانچ حضرات تشریف فرما ہوئے

آج ۱۱ جنوری ۱۹۵۳ء ہی آجکل میں براہین احمدیہ کا مطالعہ کر رہا ہوں اس کتاب کے متعلق کچھ لکھ سکوں یہ میری حیثیت و لیاقت سے باہر ہے، میرے زیر مطالعہ یہ کتاب تھی کہ مجھے معلوم ہوا دی صاحب جو پہلے تشریف لائے تھے اور مجھسے دیکھنے کے لئے رسالہ لے گئے تھے آج پھر تشریف لائے ہیں اور ان کیساتھ چار اور حضرات ہیں ان میں سے ایک غیر متعارف شخص تھے جنہیں میں نے آج ہی دیکھا ہے۔ ان کے اسمائے گرامی ظاہر کرنا ابھی مصلحت کے خلاف ہے۔

ارشاد تو یہ تھا کہ میں اس رسالہ کا خفیہ طریقہ سے مطالعہ کرونگا لیکن معلوم ہوتا ہے آپ ایسا نہ کر سکے کیونکہ اس رسالہ کو واپس کرتے ہوئے آپ فرمانے لگے "واثق صاحب اس میں تو سراسر کفر بھرا ہوا ہے" میں نے اسے شکریہ لیتے ہوئے کہا "آپ نے اسے ملاحظہ ہی نہیں فرمایا اس میں صرف مسیح موعود کے ظہور کے متعلق ازروئے ارشادات نبوی روشنی ڈالی گئی ہے"

"قادیانی کے ظہور کے متعلق روشنی ڈالی گئی ہے نا"؟ اس ارشاد پر مجھے غصہ تو آیا لیکن ضبط کرتے ہوئے کہا "اسی واسطے عرض کرتا ہوں کہ آپنے ملاحظہ نہیں فرمایا" ارشاد ہوا "رہنے دیجئے ایسی کتابوں کا مطالعہ جس سے دین میں فتور پیدا ہوتا ہو" میں خموشی سے چائے کی پیالیاں مہمان کے لئے بھرتا رہا۔ غیر متعارف حضرت نے چائے کی پیالی ہاتھ میں اٹھاتے ہوئے کہا محترم معاف فرمانا مجھے یہ عرض کرنے کا خصوصاً بلحاظ بزرگی کوئی حق نہیں کہ آپ کو ایسی کیا ضرورت پڑ گئی جو آپ بیٹھے بٹھائے اس طرف متوجہ ہو گئے"

میں نے کہا آپ کو بحیثیت ایک مسلمان کامل حق ہے کہ آپ مجھ سے یہی سوال نہیں جو چاہیں دریافت فرمائیں اور اگر ایک مسلمان گمراہ ہو رہا ہو تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اسے جس قدر حسن تدبر اور علمی بحث سے روکا جاسکے روکے، میں آپ سے تبادلۂ خیالات کرنے کو تیار ہوں اور میں جانتا ہوں آپ سب صاحبان اپنا اسلامی فرض ادا کرنے کو ہی تشریف لائے ہیں لیکن قبل اس کے کہ ہم تبادلۂ خیالات کریں آپ یہ وعدہ فرمالیں کہ ہر لفظ اخلاقی دائرہ سے باہر نہ ہوگا آپ مرزا صاحب کا نام یہ سمجھ کر ادا کریں کہ آپ ایک احمدی سے ہمکلام ہیں ایسے الفاظ استعمال نہ کریں جیسے دو روز قبل میر صاحب نے ادا فرمائے یا آج آتے ہی مرزا صاحب کو صرف قادیانی سے شناسا کرایا۔

میرے مخاطب نے فرمایا آپ قطعی اطمینان رکھیں کہ ایسی بدتمیزی ہم سے ظہور پذیر نہ ہوگی"

میں نے کہا آپ نے فرمایا ہے کہ "بیٹھے بٹھائے میں کیوں ادھر متوجہ ہو گیا" پہلے آپ کو اس کا جواب دیدوں، یہاں منوں میں چند

ایک احمدی لوگ رہتے ہیں بہت کم ہو سکون کے ساتھ اپنی زندگی گذار رہے ہیں چونکہ یہ جماعت اصلاح مسلمانان کے لئے ایک مخصوص جذبہ رکھتی ہے کسی موقعہ پر میرے ایک سُنی دوست سے ان کی حضرت عیسےٰ کی حیات و موت پر بحث ہو گئی۔ وہ موقعہ تو نکل گیا لیکن جب میرے دوست مجھے ملے تو انہوں نے احمدی حضرات سے بحث کرنے کی مجھ سے استدعا کی اور چونکہ میں احمدیت سے خالی الذہن تھا وہی سُنی سنائی باتیں میرے پاس تھیں جو غالباً اس وقت آپکے پاس ہوں اور ان باتوں پر بحث نہیں کی جا سکتی تھی لہٰذا اس تیاری کے لئے میں نے احمدیت کا مطالعہ شروع کر دیا۔ آپ کی سمجھ میں آگئی میری توجہ خاص کی وجہ؟

بیشک یہی وجہ ہو سکتی ہے اگرچہ آپکے لئے متفرق افواہیں اُڑ رہی ہیں" میرے ہمکلام نے مجھ سے کہا اور وہ برابر چائے پیتے رہے چائے کی پیالی خالی کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا "کیا آپ انہیں نبی مانتے ہیں"؟

"کوئی احمدی انہیں نبی نہیں مانتا"

"اور اگر میں آپ کو یہ دکھا دوں تو؟"

"اس کا علم آپکے زیادہ۔ مجھے ہے آپ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ دعوےٰ ان کی تصانیف میں سے دکھا دیں میں ان کے معتقدین کے عقاید باطلہ کا ذمہ دار نہیں انہیں قرار نہیں دیتا اور کوئی منصف مزاج بھی ذمہ دار قرار نہیں دیگا۔ حضرت مرزا صاحب کی وفات کے بعد حسن اعتقاد نے ایک جماعت کو اس عقیدہ باطلہ پر جما دیا ہے کوئی شبہ نہیں جیسے حضرت علی کو نصیریوں نے خدا کہدیا تھا، پرسوں میں نے مرزا صاحب کے خاص الفاظ یا اعلانات میر صاحب کو دکھائے تھے آپ بھی ملاحظہ فرما کر تسکین فرمالیں میں نے میر صاحب سے بھی عرض کیا تھا اور آپ سے بھی عرض کیا چاہتا ہوں کہ احمدی محمد رسول اللہ صلعم کو قطعاً خاتم النبیین کہتے ہیں اور اسی پر ان کا ایمان ہے"

"پھر یہ ختم نبوت کے جلسے ان لوگوں کے خلاف کیوں ہو رہے ہیں؟"

"یہ جلسے ان لوگوں کے خلاف ہیں جو ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں"

"پھر تمام احمدیوں کو کافر کیوں کہا جاتا ہے؟"

"یہ کافر کہنے والوں سے دریافت کریں میں کیا جانوں"

"آپ کا ان کی نسبت کیا خیال ہے؟"

"میں ان احمدیوں کو جو رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں ایسا کامل الایمان مسلمان سمجھتا ہوں جیسا ایک مسلمان کو ہونا چاہیے اور مجھے یقین ہے کہ خدا کے موجود ہونے کا یقین بہ صفات قدرتہائے کاملہ انہی لوگوں کو ہے"

"اور ہمیں؟"

"مطلق نہیں نہ آپ کو خدا کا یقین نہ نعوذ باللہ مجھے"

"خوب صاحب خوب تو گویا ہم کافر ہیں؟"

"کافر تو میں نہیں کہتا لیکن ہم اور آپ جب احکام الٰہی کی تعمیل نہ کریں تو کیسے سمجھ لیں کہ خدا کا یقین ہمیں ہے۔ آپ دس بجے ٹھیک دفتر پہنچکر خدمت مفوضہ انجام دینے لگتے ہیں کیونکہ افسر کے موجود ہونے کا یقین ہے اور اس کے وجود کے بعد اس کے احکام کی عدم تعمیل کا خوف لیکن پانچ وقت کی حاضری جو خدا نے آپ پر قائم کی ہے اس میں سے ایک وقت کی حاضری بھی آپ نہیں سادھتے اور نہ جو سزا عدم تعمیل احکام الٰہی کی اس سے مقرر کی اس سے ڈرتے ہیں یہ جذبۂ تعمیل احکام اور خوف سزا جس شخص نے اپنی جماعت میں پیدا کیا وہ ہر طرح واجب الاحترام اور وہ جماعت کامل الایمان کہلائی جانے کی مستحق ہے آپ ہی جیسے خدا کو بھولے ہوئے یہ لوگ بھی تھے لیکن آج مرزا صاحب کی ہدایت سے کایا پلٹ ہو گئے ہیں اور وہی جذبہ تبلیغ لیکر اٹھے ہیں جو قرون اولیٰ کے مسلمان لے کر اٹھے تھے اور مشرق سے مغرب تک پھیل گئے تھے"۔

"کیا آپ انہیں مسیح موعود سمجھنے لگے ہیں؟"

"بغیر اس کے چارہ ہی نہیں مسیح موعود کے ظاہر ہونے کی جو پیشگوئیاں حضرت رسول کریم صلعم نے بتائیں وہ اس وقت آپ آنکھوں سے دیکھتے ہیں یا نہیں وہ آپ کے علم میں ہیں یا نہیں؟

بیشک ان میں سے بہت سی پوری ہوئیں اور بہت سی باقی ہیں"

"باقی کونسی ہیں؟"

"دجال کا پیدا ہونا خروج یاجوج و ماجوج وہ کانا ہوگا اور اس کے لئے جو جو اہم اختیارات بتائے ہیں ان کے ساتھ جب وہ ظاہر ہو یا قید سے رہا تب مسیح موعود آئے گا اور وہ مسیح ابن مریم ہوگا اب فرمایئے مرزا صاحب کا یہ دعوےٰ کہ وہ مسیح موعود ہیں کہاں تک درست؟"

"محترم یہ ایک بحث طلب مسئلہ ہے اور اس کے لئے جب تک آپ وہ رسالے نہ دیکھیں جو مرزا صاحب نے حیرت انگیز تاویل دلائل سے ظہور دجال و خروج یاجوج ماجوج ہونا ثابت کیا ہے اور ان کے دیکھنے سے صاحب علم و فہم آدمی کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ سب کچھ ہو چکا۔

"تو گویا مرزا صاحب نے اسے یعنی دجال کو قتل کر ڈالا؟"

"اس کے متعلق پھر میں عرض کروں گا کہ احمدی لٹریچر ملاحظہ فرمائیں یا کوئی فرصت کا وقت تجویز فرمائیں۔"

"تو کیا ہم یہ تسلیم کرلیں کہ آپ احمدی ہو چکے جب آپ اس کی ایک جماعت میں داخل ہو چکے تو دوسری میں جو ختم نبوت کی قائل نہیں داخل ہوتے کیا دیر لگتی ہے اس نظریہ کے تحت کیوں نہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپ بھی نصیری جماعت میں داخل ہو جائیں گے . . . .

. . . . . . تو پھر آپ اپنے قادیانی ہونے کا اعلان کر دیں"

"اس پر تو شاید آپ کو حق نہ ہو کہ اس کے لئے آپ مجھے مجبور کریں"

اور اس کے بعد وہ سب اٹھکر چلے گئے۔ اور میں یہ پڑھتا ہوا رہ گیا:-

اللھم احفظنا من شرور اعدائنا و من فتنۃ المسیح الدجال،

میرے نام نوازش نامہ ۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء

۱۷ تاریخ کو پانچ حضرات تشریف لائے اور ۱۸ جنوری کو ایک غیر متعارف شخص نے مجھے مندرجہ ذیل خط پیش کیا ہے

محترم صادق صاحب براہ کرم مندرجہ ذیل سوال کا جواب آپ ایک ہفتہ سے لے کر ایک ماہ تک بھی دیدیں اور ہمیں اس سے تشفی ہو جائے تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ مع اپنے جمیع متعلقین صدق دل سے قادیانی ہو جائیں گے ورنہ آپ تحریری وعدہ فرمائیں کہ آپ ان عقائد باطلہ سے توبہ کرلیں گے۔ اگر آپ ہمارے سوال کا تسلی بخش جواب نہ دے سکے اور باوجود وعدہ کے بھی آپ نے وعدہ پورا نہ کیا تو پھر آپ بتوں میں نہیں رہ سکیں گے۔" بتائیں آپ :-

ا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں واپس آنے کی جس قدر احادیث ہیں ان میں مسیح بن مریم لکھا ہے کہ حضور خاتم النبیین صلعم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ مسیح بن مریم ہیں یعنی مریم کا بیٹا مسیح بحیثیت امت محمدی امت محمدیہ میں آکر امامت کریگا اور شریعت محمدی کے تحت ہدایت تو کیا آپکے مرزا صاحب کی والدہ شریفہ کا نام مریم ہے۔ کم سے کم اتنی ہی نسبت ان تاویلات باطلہ کے لئے ہوتی تو بھی مرزا صاحب کا دعوے کچھ جان رکھتا تھا اور اس وقت جبکہ نہ ان کا نام عیسیٰ نہ ان کی والدہ ماجدہ کا نام مریم کیونکر صریح الفاظ کی تاویل مماثل عیسیٰ سے تسلیم کرلی جائے۔

ب۔ اور پھر مماثلت کے لئے ضروری ہے کہ کم سے کم حضرت عیسیٰ ابن مریم کی طرح مرزا صاحب نے کبھی ایک ہی مردہ زندہ کرکے دکھا دیا ہوتا تو ہم سمجھ جاتے کہ ممکن ہے مماثل عیسیٰ مراد ہو،

ج۔ جب حضور محمد صلعم نے ہر پیشگوئی صاف الفاظ میں کی ہے تو کیا وجہ ہے کہ آپ نے صاف الفاظ میں نہیں فرما دیا کہ مرزا غلام احمد میری امت کا مسیح موعود ہوگا اور وہ فتنہ دجال دور کرے گا اور اسے قتل۔ خواہ مخواہ مسیح ابن مریم فرما کر کیوں اس اخیر دور میں ایک صورت افتراق پیدا کردی" فقط

(دستخط سیکرٹری انجمن تحفظ ختم نبوت)

مہر نواز خان

میرا جواب ہمروزہ

محترم میر نواز خان صاحب جناب سے میرا تعارف نہیں اور نہ بیاں جہاں تک میری معلومات کوئی انجمن ختم نبوت بہرحال حقیقت حال کچھ بھی ہو مجھے تحت اخلاق جواب دینا ضروری ہے لیکن جو اعتراض آپنے کیا ہے وہ ایسا تو نہیں کہ اس کا جواب قلم برداشتہ نامہ دار کو لکھکر دے دیا جائے مجھے ایک ہفتہ سے لے کر ایک مہینہ کی مدت دی گئی ہے اس میعاد تک میں جواب مکمل کرلوں گا کیونکہ آپ کا مفصل پتہ مجھے معلوم نہیں ہے اس لئے آپ کا یہ فرض ہوگا کہ انقضائے مدت معینہ کے بعد آپ کوئی آدمی بھیجکر جواب منگوا لیں۔ یا میرا مضمون "میں اور احمدیت" مسلسل ۲ میں نکل رہا ہے انشاء اللہ آپ کے خط کا جواب اس میں شائع ہو جائے گا۔ مجھے آپ کی شرط منظور ہے۔ یہ بھی میں جانتا ہوں کہ آپ لوگوں کا یہ وطن ہے آپ عدم ایفائے عہد پر [illegible]

ہوں کہ آپ کی صورت اور پتہ سے بھی ناآشنا ہوں بہرحال میں یہ ضرور سمجھ چکا ہوں کہ جو کچھ آپ نے ظاہر فرمایا ہے وہ آپ نہیں ہیں اور جو آپ ہیں وہ آپ ظاہر نہیں فرماتے اس میں بھی کچھ مصلحت ہوگی آپ کی بہرحال ؎

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں
مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

رہا آپ کی تشفی کا سوال اس کا ذمہ دار میں نہیں ہو سکتا۔ فقط

واثق ڈنکی

جواب مراسلہ مورخہ ۱۸ جنوری بتاریخ ۲۲ جنوری ۱۹۵۳ء

محترم آپ کے مراسلہ مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء کا موثر جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ آپ جماعت احمدیہ کی تصانیف میں سے یہ چھوٹے چھوٹے چار رسالے ملاحظہ فرمائیں (۱) نزول المسیح (۲) مقام حدیث (۳) قرآن میں مسیح موعود کی پیشگوئی (۴) وفات مسیح ناصری، یہ چاروں رسالے دیکھنے کے بعد امید ہے انشاء اللہ آپ کو تسکین ہو جائے گی اور آپ کے سوال کا جواب مل جائے گا لیکن مشکل تو یہ ہے کہ آپ ان کتابوں کو جو مسلمانوں کی رہنمائی کرتی ہیں دیکھنا بھی تو پسند نہیں کرتے بہرحال آپ کے سوال کا جواب مجھی کو دینا ہے میں کوشش کروں گا کہ نہایت آسان انداز بیان اختیار کروں تا کہ آپ کے سمجھنے میں زیادہ دقت نہ ہو اگر چہ آپ کا سوال مشرح اور طویل جواب چاہتا ہے اور یہ سوال کوئی خاص سوال نہیں ہے بلکہ یہ سوال عموماً کیا گیا ہوگا اور اسی سوال کے جوابی سلسلہ میں یہ چار پمفلٹس شائع ہوئے ہوں گے وما توفیقی الا باللہ۔

"عیسیٰ ابن مریم" مکمل ایک نام ہے ابن مریم کو یا عیسیٰ علیہ السلام کا اس سے یہ مراد نہیں کہ سرکار دوعالم علیہ التحیۃ کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ جو عیسےٰ حسب پیش گوئی امت محمدیہ میں ظہور پذیر ہوگا اس کی ماں کا نام مریم ہونا لازمی ہے تاکہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی بھی مریم ہونا ضروری ہو جاتا غالباً یہ جواب ہو گیا اس بات کا کہ حضرت مرزا صاحب کی والدہ ماجدہ کا نام مریم کیوں نہیں ہے۔

اب آپ کے سوال کے دوسرے ارکان لیتا ہوں سب سے پہلے تو آپ کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف سے یہ ثابت نہیں ہے کہ عیسیٰ ابن مریم بجسمہ آسمان پر اُٹھا لئے گئے بلکہ ان کی موت ثابت ہے اگر اس موت کا ثبوت دینے کی کوشش کروں اور مختصر سے مختصر ثبوت قرآنی پیش کروں تو بھی ایک پورا چھوٹا سا رسالہ بن جائے اس لئے صرف یہی کہنا کافی ہے کہ اگر قرآن سے حیات عیسیٰ ثابت ہوتی تو حضرت امام مالک اور بعض اور فقہائے اہل اسلام ان کی موت کے قائل نہیں ہوتے کچھ عقلی دلائل بھی آپ کے روبرو پیش کر دوں جس سے آپ کو اطمینان ہو جائے کہ بیشک حضرت عیسیٰ آسمان پر بجسمہ نہیں اُٹھائے گئے فعل الحکیم لایخلو عن الحکمۃ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ کسی حکیم کا کوئی فعل بے سود اور بغیر حکمت کے نہیں ہوتا حضرت عیسیٰ کو جو آسمان پر بجسمہ اٹھایا گیا اس میں حکیم مطلق کی کیا حکمت تھی......... بظاہر تو یہ ایک فعل عبث ثابت ہوتا ہے اور اگر اس میں کوئی حکمت ہو تو آپ بیان فرمائیں، پھر جسم انسانی کا وہاں دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہنا نہ کھانا نہ پینا

نہ ضروریات پوری کرنا اس وقت بھی انسان ہو کر آنا کیونکر ممکن ہے۔ حضور ختم الانبیاء افضل الرسل ہیں لیکن حیات مسیح سے حضور اقدس صلعم کی فضیلت میں کمی اور نقص ظاہر ہوتا ہے۔ اور عیسائیوں کو طنز اور فضیلت مسیح کی دلیل ہاتھ آتی ہے جس کا جواب کچھ نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے جبکہ قرآن شریف سے حیات مسیح نہیں ثابت ہوتی اور وفات ہر انسان کی ایک فطری حالت ہے تو مسیح کی موت بھی آپ کو تسلیم کرنی پڑے گی۔

موت تسلیم کر لینے کے بعد مسیح بن مریم کا دوبارہ امت محمدی میں ظہور فرمانے کے اگر یہ معنے لئے جائیں کہ ان کی رُوح کوئی جسمانی حیثیت اختیار کر لے اور وہ دوبارہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوں تو یہ مسئلہ تناسخ ہے جو اعتقاد اہل اسلام میں باطل عقیدہ ہے۔ اور اگر یہ مانے لیتے ہیں کہ نہیں وہی مسیح بن مریم بجسم سابق و نبوت سابقہ آسمان سے اُتر آئیں گے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے تو اس وقت وہ مالک وحی و نبوت اگر ہوئے تو حضور خاتم الانبیاء علیہ السلام کے بعد کوئی نبی کسی حیثیت سے بھی نہیں آئے گا کیونکہ تکمیل دین مبین ہو چکی اور اس تکمیل دین کے بعد نبی کا آکر امت محمدیہ کی ایمانی اور اخلاقی درستی کی تکمیل کرنا دین اسلام کے مکمل ہو جانے کی نص قطعی کے خلاف ہوتا ہے اور اگر ان میں سے قوت نبوت زائل کر دی جائے تو کس خطا پر ایک پیغمبر کی نبوت سلب کی جائیگی یہ صریح خدا کا ظلم اور اس کی ناانصافی ہوگی یا نہیں؟ جس اور جس رسول کی امت کے علماء کا مرتبہ بنی اسرائیل کے پیغمبروں کے برابر ہو اس امت کی اصلاح ایک بنی اسرائیل کا قومی نبی کرے اور رسول اللہ کے دوامی فیض کی جو تمام مخلوق و بنی نوع انسان کے لئے تاقیامت جاری رکھنے کا خدا کا وعدہ ہے اور ہدایت قرآنی جو لازوال ہدایت ہے اس کی انتہائی تحقیر ہوتی ہے اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ مصلح و ہادی امت محمدیہ کی ایمانی کمزوری کے وقت اور ایسے وقت جبکہ امت محمدیہ کے علماء بالکل تکفیر اہل اسلام اور تقلید بیجا کر رہے ہوں گے اور اسلام میں کثرت سے اختلافات رونما ہوں گے اور فتنہ در فتنہ اُٹھے مسیح دجال اسے گھیر لیں گے اور نصاریٰ کی حکومت روئے زمین پر ہو جائے گی اس وقت مماثل عیسیٰ بن مریم بحیثیت مجدد امت محمدیہ ہی کا ایک فرد مبعوث ہوگا جو مردہ اسلام کے لئے وہی مسیحائی کرے گا اور مردہ روحوں کو اسی طرح زندہ کرے گا جس طرح بنی اسرائیل کا عیسیٰ بن مریم مردوں کو زندہ کیا کرتا تھا اور چونکہ وہ عیسائیت کے حملوں کو خصوصیت کے ساتھ کہ یہ عالمگیر حیثیت رکھے گی رد کرے گا اور اسلام کو اس سے محفوظ رکھے گا اس مجدد موعود کو مسیح بن مریم کے نام سے پیشین گوئی میں بیان کرنا مناسبت تامہ رکھتا ہے اور ایسی حالت میں قرآن سے حضرت عیسیٰ بن مریم کی وفات کا ثبوت ہوتا ہے اور مردہ کا زندہ ہو کر پھر دنیا میں آنا عادت و اصول خداوندی کے خلاف ہے تو حدیث نبوی کی یہی تاویل کرنی پڑے گی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ دور اسلام جس میں حضور کی وہ تمام پیش گوئیاں جو ظہور مسیح کے لئے کی گئی تھیں پوری ہوئیں یا نہیں وہ زمانہ جب آ گیا تو مسیح کا ظہور بھی لازمی ہو گیا۔ محترم حضور سرکار دوعالم نے اگر حضرت مرزا صاحب کا نام علانیہ تعلق نہیں بتایا تو یہ بھی ارشاد نہیں فرمایا کہ جب تک حسب معجزہ سابق یا بہ قوت رسالت کسی

ایک مردہ کو کوئی زندہ نہ کر دے اس وقت تک اسے مسیح موعود نہ ماننا غور کیجئے رسول اللہ صلعم کی تشریف آوری کی پیشگوئیاں کونسی آسمانی کتاب ہے جس میں بیان نہ کی گئی ہوں لیکن ان میں کہیں کچھ طرز بیان و اشارہ ہے اور کہیں کچھ۔ مثلاً ایک نبی کی کتاب میں ہے کہ وہ تعریف کیا گیا ہوگا ایک میں ہے وہ گھوڑے سوار تلوار ایک ہاتھ میں اور کتاب ایک ہاتھ میں لئے ہوگا کسی میں ہے وہ عیسائیوں کو ذلیل اور یہودیوں کی عزت برقرار رکھے گا کسی میں ہے کہ وہ مدینہ کے باب شمال میں سے آئے گا اور کنواریاں اس کی آمد کا گیت گائیں گی —— ان تمام باتوں سے اور ان مبہم اور غیر صریح نشانات بیان کرنے سے بہتر یہ تھا کہ ہر نبی یہ کہہ دیتا کہ وہ مکہ میں پیدا ہوگا قبیلہ قریش سے ہوگا اور اس کا نام محمدؐ ہوگا۔ اس طرح کیوں نہیں کہا گیا۔ یہ اعتراض جو آپ نے اپنے سوال کے حرف ج میں دیا ہے بعینہٖ ایسا ہے جیسے محمد صلعم کی تشریف آوری کے متعلق پیشگوئیوں پر کیا جائے۔ اس کا جواب آپ کے پاس کیا ہے وہی جواب ہمارا سمجھ لیجئے۔

وہ علامتیں جو مسیح موعود کے ظہور کے وقت سرور دو عالم نے بیان فرمائی تھیں وہ تو پوری ہو چکیں اب عیسیٰ کا ظہور لازم ہو گیا لیکن اس کا دعویدار اور اس اہم فرض منصبی کو انجام دینے کا ذمہ دار بننے کا اس نازک دور کی امت محمدیہ میں سے کس نے حوصلہ کیا اور کیا ہر شخص حوصلہ کر سکتا تھا جب تک کہ اسے کسی ایسی طاقت پر بھروسہ نہ ہو جو پوری شان خداوندی سے بکمال یقین یہ حوصلہ نہ دلا دیتی کہ تو ایسا دعوے کر اور تو ہی مسیح موعود ہے —— یہ دعوے چار دانگ عالم میں گونجا اور اس کی گونج نے بت پرستی اور مٹتے ہوئے اسلام کی طاقتوں کو یکجائی طور پر اس دعوے کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا سب سے زیادہ خطرناک اسلام کے وہ علما تھے وقت تھے جو حسب ارشاد خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام یہودیوں کے تقلیدی جبہ اوڑھے ہوئے اسی شان سے زندگی بسر کر رہے تھے جس طرح یہودی علماء حضرت عیسیٰ کی بعثت کے وقت تھے۔ اور سب اسی غفلت و مدہوشی میں مبتلا تھے کہ عیسیٰ آسمان پر دو ہزار سال سے مجسمہ موجود ہیں اور عیسائیوں کے اس سوال کا جواب نہ دے سکتے تھے کہ اگر عیسیٰ محمد صاحب سے افضل و اعلیٰ نہ ہوتے اور خدا کے بیٹے ہونے کی خصوصیت نہ ہوتی تو کیوں آسمان پر دو ہزار سال مجسمہ زندہ رہتے اور پھر آ کر تکمیل دین محمدی کرتے اور محمد صلعم تمام انبیاء کی طرح پیدا ہوئے اور وفات ہو گئی اور تکمیل دین اسلام چھوڑ گئے مسیح پر"

اس ملہم و مجدد مسیح وقت کے اس نعرہ سے کہ "مجھے خدا نے بذریعہ الہام ارشاد فرمایا ہے کہ عیسیٰ بن مریم وفات پا چکا وہ اب دنیا میں نہیں آئے گا بلکہ مجھے خدا نے مسیح ---- بن مریم کی مماثل پیدا کر کے خدمت امت محمدیہ کے لئے مبعوث فرمایا ہے"

عیسائی گھبرا اٹھے عیسائیت کو بڑا زبردست دھکا لگا ان کا فخر آسمان سے زمین پر آ رہا۔ بت پرست لرزے اور علماء اسلام بہ تقلید کفار و سیاست ملکی و ہوس جاہ و اقتدار دنیوی دشمن ہو گئے۔ پھر آپ خود انصاف کریں اس دعوے سے دنیا میں تو ہل چل مچی لیکن عقیدتمند بھی سناٹے میں رہ گئے یہ وہ لوگ تھے جو عرصہ سے آپ کی زندگی سے باخبر اور اعتقادات نیازمندانہ میں سرشار تھے۔ ایک شہرت طلب انسان چالاک و مفتری اس طرح کی فحش غلطی نہ کر سکتا تھا اور نہ ایسا بے محابا دعوے۔ لیکن حضرت کے کردار اعلےٰ اور خوارق اور الہامی پیشگوئیوں اور قوت باطنی نے بہت تیزی سے دنیا کو اپنی جانب متوجہ کر لیا اپنا عقیدتمند و گرویدہ بنا لیا اور باوجودیکہ بت پرستی، عیسائیت اور اسلامی مخالفت کا سیلاب اُمڈا مڈ کے آتا رہا لیکن کامیابی برابر قدم چومتی رہی اور صلاحیت پذیر قلوب روشنی اور ہدایت حاصل کرتے رہے۔ محترم آپ غور فرمائیں گے تو آپ پر واضح ہوگا کہ جہلا زیادہ تر آپ کے فیوض ظاہری و باطنی سے محض اس وجہ سے کہ وہ یہود طبع علماء کی فتنہ انگیزی کے زیر اثر رہے محروم رہے اور تعلیمیافتہ طبقہ اور انصاف پسند علماء فوراً زیر سایہ دامن امامت داخل ہو گئے اور غیر ممالک میں ان کی تبلیغ نے علم تثلیث سرنگوں کر دیا اسی مناسبت کا لحاظ فرماتے ہوئے۔ حضرت ختم المرسلین علیہ التحیۃ والسلام نے آپ کو مسیح بن مریم کے نام سے یاد فرمایا اور آپ کی بعثت کی خبر دی اور آپ نے اس اسمی نسبت کی مناسبت سے وہ کام کیا اور اس تبلیغ کی بنیاد عیسائی ممالک میں قائم کی جس سے عیسائیت قیامت تک کے لئے سرنگوں ہو کر رہ گئی۔ اسلام جو مردہ ہو چکا تھا حیات تازہ پا چکا مردہ قلوب میں اس مسیح موعود کے معجزہ دم عیسیٰ نے نئی روح پھونک دی بدبخت اور ابوجہل طبع مخلوق تو کبھی راہ راست پہ آئی نہ آئے فقط والسلام علی امام الہدیٰ واہل التقویٰ۔

واثق

۲۰ جنوری ۱۹۵۳ء

رسیدات کی دو کاپیاں گم ہیں

رسیدات خزانہ انجمن کی دو کاپیاں نمبر ۲۱ و ۲۲ گم ہو گئی ہیں۔ ان کے سیریل نمبر ۱۰۰۱ تا ۱۰۵۰ و ۱۱۰۱ تا ۱۱۵۰ ہیں۔ احباب کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے وہ ان رسیدات کو منسوخ سمجھیں اور اگر اس نمبر کی کوئی رسید انہیں ملے تو دفتر میں اطلاع دیں۔

احمد یار۔ اسسٹنٹ سیکرٹری

ایک اعلان

مورخہ ۸ مارچ کو بروز اتوار بعد از نماز عصر ۳½ بجے احمدیہ مسجد میں جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کی ہفتہ وار مجلس میں مشرقی پاکستان میں تحریک احمدیت کے متعلق اپنے خیالات و مشاہدات اور تاثرات بیان فرمائیں گے۔

احباب کرام سے شمولیت کی درخواست ہے۔

خاکسار سلطان محمد۔ سیکرٹری

ایک لیکچر

اتوار مورخہ یکم مارچ کو احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کا جو حال ہی میں ریلوے کی طرف سے بعض ضروری امور کی معلومات حاصل کرنے کے لئے یورپ، امریکہ، جاپان، تھائی لینڈ اور انڈونیشیا وغیرہ کا چکر لگا کر واپس آئے ہیں، ایک لیکچر ہوا جس میں انہوں نے اس سفر کے تاثرات بیان کئے۔

احباب موعودہ عطیات ارسال فرمائیں

سالانہ جلسہ کے موقعہ پر جن اصحاب نے عطیات کا وعدہ فرمایا تھا ان کی خدمت میں فرداً فرداً یاد دہانی کرائی گئی ہے۔ اب بذریعہ اخبار گذارش ہے کہ براہ کرم اپنے اپنے موعودہ عطیات مرکز میں ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ہمارے احباب اپنی قومی ضروریات کو بخوبی سمجھتے ہیں اور انہیں معلوم ہے کہ تبلیغ اسلام کی عظیم الشان تحریک کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لئے اموال کی کس قدر ضرورت ہے۔ اس لئے میں عرض کروں گا کہ جماعت کے تمام مخیر احباب کو بلا استثنا اس طرف فوری توجہ دینی چاہیئے۔ اور جو احباب جلسہ پر تشریف نہیں لا سکے یا جنہوں نے اس موقعہ پر کسی وجہ سے وعدے نہیں کئے وہ بھی اس تحریک میں شرکت فرمائیں۔

جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اور مبلغین کرام کی خدمت میں بھی گذارش ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعتوں میں عطیات کے لئے مسلسل تحریک جاری رکھیں۔

جن احباب نے میرے دورہ پر عطیات مرحمت فرمائے ہیں ان کا دفتر کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور علیٰ ہذا القیاس ان تمام احباب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے اپنے اپنے عطیات مرکز میں ارسال فرما کر انجمن کی امداد فرمائی ہے۔

مرتضیٰ خاں انچارج تحصیل

تبدیلی پتہ

اوکاڑہ کے چودھری بشیر احمد صاحب کا پتہ اب حسب ذیل ہے۔ تمام احباب نوٹ فرما لیں:-

شریف برادرز۔ کمیشن ایجنٹ
غلہ منڈی۔ اوکاڑہ

امارتِ قیادت کی ذمّہ داریاں

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۱۸ر فروری ۱۹۵۳ء

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ والمومن من امنہ الناس علی دمآءھم واموالھم ۔ والمھاجر من ھجرہ ما نھی اللہ عنہ ۔ اخرجہ الآل الترمذی ۔

ترجمہ :۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ شخص ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں اور ایماندار وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان اور مال محفوظ سمجھیں مہاجر وہ ہے جس نے ممنوعات الہٰی کو ترک کیا ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تقوے کا راستہ جب لوگ گم کر دیتے ہیں تو ان کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ ایسا رسول بھیج دیتا ہے خواہ وہ نبی ہو یا مجدد مگر اس راہ پر لوگوں کو قائم رکھنے کے لئے مامور کی وفات کے بعد امرائے قوم پر یہ ذمہ داری عاید ہو جاتی ہے جو اپنے نمونہ سے اس راستہ پر افرادِ قوم کو چلاتے چلے جاتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر ۔

یعنی وہ لوگ جن کو ہم زمین میں صاحب اختیار بنا دیتے ہیں ۔ یہ لوگ نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں ۔

چنانچہ حضرت ابوبکر رضؓ کی وفات کے بعد حسان بن ثابت کا ایک قصیدہ بھی اسی خیال کی تائید کرتا ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے :۔

(۱) جب تمہیں کسی سچے بھائی کا غم یاد آئے تو اپنے بھائی ابوبکر رضؓ کو یاد کرو ان کے کارناموں کی بنا پر ۔

(۲) وہ تمام مخلوق میں نبی صلعم کے بعد تقوے اور عدل کے لحاظ سے بہتر تھے اور انہوں نے جس بات کا بیڑہ اٹھایا اسے پورا کر کے چھوڑا ۔

حضرت صدیق اکبر رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قوم پر تقوے کا راستہ گم نہ ہونے دیا اور اپنے نیک کردار سے قوم کو اس پر قائم رکھا ۔

آپ کے بعد حضرت عمر رضؓ نے بھی اسی راستہ پر قدم مارا جس پر آپ کے پہلے رفیق (حضرت ابوبکر رضؓ) گامزن تھے ۔ خلافت امارت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اس محنت سے اٹھایا کہ اپنے اوپر ہر قسم کا آرام حرام کر لیا ۔ اس جگہ میں بخوف طوالت صرف ایک واقعہ بیان کر دیتا ہوں :۔

فتح اسکندریہ (۲۱ھ) کی خبر لے کر جب ایک قاصد مدینہ میں آیا تو اس نے اس خیال سے کہ دوپہر کا وقت ہے امیر المومنین آرام فرما رہے ہوں گے کچھ دیر سستانے کے لئے بارگاہ خلافت کی بجائے مسجد نبوی کا رُخ کیا ۔ اتفاق سے حضرت عمر رضؓ کی لونڈی بھی وہاں آ نکلی ۔ اس نے اسی وقت لوٹ کر فاروق اعظم رضؓ سے اس بات کا ذکر کیا ۔ آپ نے اسے فرمایا کہ ابھی واپس جا کر قاصد کو اپنے ساتھ لے آؤ چنانچہ وہ لونڈی فوراً واپس آ کر قاصد کو بلا کر لے گئی ۔ حضرت عمر رضؓ نے قاصد کی زبانی فتح کا حال سن کر سجدۂ شکر ادا کیا اور ما حضر سے مہمان کی تواضع کی پوچھا تم سیدھے یہاں کیوں نہ چلے آئے ۔ قاصد (معاویہ بن خدیج) نے کہا ۔ میں نے خیال کیا کہ یہ آرام کا وقت ہے شاید آپ استراحت فرما رہے ہوں فرمایا "افسوس تمہارا میری نسبت یہ خیال ہے ۔ میں دن کو سوؤں گا تو بارِ خلافت کون سنبھالے گا ۔"

فرمایا کرتے تھے کہ میرے ذاتی اخراجات کے متعلق میرا محاسبہ و مواخذہ کرو (تاریخ حریت اسلام)

خلفاء راشدین و دیگر صحابہ کرام تو کاشانہ نبوت سے بلا واسطہ فیض یافتہ تھے مگر تابعین میں بھی امراء و قائد ایسے گذرے ہیں جنہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو اسی طرح ادا کیا اور ارشادات نبویہ کو اپنے قلب جگر میں جگہ دی حضرت عمر بن عبد العزیز کے متعلق کتب سیر و تاریخ میں لکھا ہے کہ جس دن آپ نے مسند خلافت کو سنبھالا سارا دن بیعت اور خلیفہ سلیمان کی تجہیز و تکفین میں گذر گیا بلکہ رات کو بھی آپ کو سونا نصیب نہ ہوا ۔ دوسرے روز جب قیلولہ کا ارادہ کیا تو آپ کے صاحبزادہ عبد الملک نے کہا ابھی حقداروں کے حقوق دوسروں کے ہاتھ میں ہیں اور آپ آرام کرنا چاہتے ہیں ۔ فرمایا چند لحظ قیلولہ کر لوں بعد نماز ظہر اس طرف توجہ کروں گا ۔ لڑکے نے عرض کیا ۔ کیا آپ کو اپنی زندگی پر اس وقت تک باقی رہنے کا یقین کامل ہے ؟ یہ سنکر لڑکے کی پیشانی پر بوسہ دیا ۔ اس کی دینی و اخلاقی جرأت کی تعریف کی اللہ تعالے کا شکر ادا کیا اور قیلولہ کا ارادہ ترک کر کے امور سلطنت کی طرف رجوع کیا ۔

- - - - - - - - - - - - - - - -

آپ کے عہد میں بطام خارجی (شوذب) نے بعض اختلافات کی وجہ سے بغاوت کی آپ نے اسے اس مضمون کا خط لکھا :۔

" ہم نے سنا ہے تمہاری بغاوت بغرض احیائے سنت اور تمہاری سرکشی بغرض حمایت اسلام ہے ہمارا بھی یہی کام ہے کہ اسلام کی حمایت کریں اور سنّت کے خلاف کوئی عمل نہ ہونے دیں لیکن کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ اس معاملہ میں ہم تم مباحثہ و مناظرہ کر لیں ۔ اگر ہم حق بجانب ہوں تو تم معہ متبعین کے ہماری اطاعت کر لو ۔ اور اگر تم حق بجانب نکلے تو ہم اس پر مناسب غور کریں گے "

(اس زمانہ کے شلنڈ کے لئے لمحہ فکریہ ہے)

حضرت عمر بن عبد العزیز رضؓ کو خلافت پر مبارکباد دینے کی غرض سے اطراف ملک سے لوگ آئے ان میں ایک حجازی لڑکا بھی تھا جو بے ریش و بروت بالکل نوخیز تھا خلیفہ نے کہا اے لڑکے کسی اپنے سے بڑی عمر والے کو گفتگو کرنے کے لئے پیش کیا ہوتا

لڑکا :۔ امیر المومنین جب خدا بندے کو زبان متکلم اور دل ذاکر عطا کرے تو وہ کلام کا مستحق ہو جاتا ہے اور اے امیر المومنین اگر عمر کا لحاظ ہوتا تو اس وقت امت میں جو آپ سے بڑے ہیں وہ آپ سے خلافت کے زیادہ مستحق ہوتے ۔

امیر المومنین :۔ اے لڑکے تو کیا کہنا چاہتا ہے ؟

لڑکا :۔ ہم مبارکباد عرض کرنے آئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے کہ آپ جیسا عادل و منصف خلیفہ ہم پر مقرر کر دیا ہے ۔

امیر المومنین :۔ کوئی اور بات ؟

لڑکا :۔ بہت ایسے بادشاہ گذرے ہیں جو اللہ تعالے کے حلم پر مغرور ہو گئے اور نہ سمجھے کہ خدا پہلے ڈھیل دیتا ہے اور پھر سخت مواخذہ کرتا ہے خوشامدی مصاحبوں نے ان کو رعایا کے حالات سے غافل کر کے نفس پروریوں میں پھنسا دیا ۔ بیشک ایسے لوگ جلتی ہوئی آگ کا ایندھن ہیں ۔ اے امیر المومنین ہماری دعا ہے کہ آپ ایسے لوگوں کی صف میں نہ شامل ہوں بلکہ دعا ہے کہ خداوند کریم اس اُمت کے نیک لوگوں کے ساتھ آپ کا حشر کرے ۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضؓ نے اس لڑکے کی عمر پوچھی تو معلوم ہوا وہ صرف گیارہ سال کا ہے ۔ نسب پوچھا تو وہ لڑکا حسین ابن علی ابن ابی طالب کی اولاد سے نکلا ۔ (تاریخ حریت اسلام)

(باقی ——— باقی)

جب تک عمل نہیں ہے دل پاک و صاف سے
کمتر نہیں یہ مشغلہ بُت کے طواف سے
وہ دین ہی کیا ہے جس میں خدا سے نشاں نہ ہو
تائید حق نہ ہو مدد آسمان نہ ہو

(مسیح موعودؑ)

ضروری خبریں

۲۷ فروری کو نام نہاد تحریک ختم نبوت کے رہنماؤں کی طرف سے کراچی میں ڈائرکٹ ایکشن شروع کرنے کا اعلان کیا گیا تھا، لیکن قبل اس کے کہ اس کا آغاز ہوا اسی دن صبح چار اور پانچ بجے کے درمیان مندرجہ ذیل گیارہ اشخاص کو پبلک سیفٹی ایکٹ کے ماتحت گرفتار کر لیا گیا۔ سید ابوالحسنات محمد احمد۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری عبدالماجد صاحب بدایونی، سید فیض الحسن، مسٹر تاج الدین انصاری سید مظفر علی شمسی، لال حسین اختر، عبدالرحیم جوہر، غازی اللہ نواز خاں جواہر مدیر حکومت، مسٹر نیاز لدھیانوی۔ گرفتاریوں کے بعد دن بھر شہر میں پولیس اور فوج کے دستے گشت کرتے رہے۔

۲۸ فروری کو شام کے چھ بجے تک کراچی میں ۱۷۹ اشخاص گرفتار ہوئے سرکاری اعلان کے مطابق ان میں سے بیس کو تحریری معافی مانگنے پر رہا کر دیا گیا، اس کے بعد ۲ مارچ تک گرفتاریوں کی تعداد ۵۹۹ تک پہنچ چکی ہے سرکاری اعلان کے مطابق متعدد اشخاص کو رہا کر دیا گیا کیونکہ انہوں نے تحریری طور پر یقین دلا دیا ہے کہ آئندہ نقض امن کی کسی حرکت کا ارتکاب نہیں کریں گے کراچی ایڈمنسٹریشن کے ایک ترجمان نے دعوےٰ کیا ہے کہ ایجی ٹیشن "بالکل مر چکی ہے" اور ایجی ٹیشن کرنے والوں کو عوام سے کوئی تائید حاصل نہیں ہو سکی ترجمان نے اعلان کیا ہے کہ حکام ایسی تمام قوم دشمن سرگرمیوں کو سختی سے کچل دیں گے، جن کا مقصد ملک میں تشتت و افتراق پیدا کرنا ہو۔ چیف کمشنر کے اعلان میں کہا گیا ہے کہ آج (۲ مارچ کو) ۱۲ بجے دوپہر تک صرف چار اشخاص گرفتار کئے گئے۔

لاہور میں ۲۸ فروری سے یہ تحریک ایک نئے مرحلہ میں داخل ہو گئی، دہلی دروازہ کے باہر رضاکاروں کا کیمپ لگایا گیا، جہاں سے جتھے بن کر جلوس کی شکل میں نکلتے اور وزیر اعظم پاکستان اور چودھری ظفر اللہ خاں کے سوانگ بھر کر گندی اور فحش گالیاں دیتے اور حکومت اور احمدیوں کے خلاف نعرے لگاتے اور بھنگڑا ڈالتے ہوئے مختلف بازاروں سے گذر کر گورنمنٹ ہاؤس کی طرف جاتے ہیں رستہ میں چیرنگ کراس پر پولیس انہیں روکتی ہے اور ان کے لیڈروں کو گرفتار کر کے ہجوم کو منتشر کر دیتی ہے، اسی سلسلہ میں بعض اخبارات کا یہ بیان بھی قابل ذکر ہے کہ اس تحریک کے سب سے بڑے رہنما اختر علی خاں مدیر زمیندار نے ۲۷۔۲۸ فروری کی درمیانی رات کو جب پولیس انہیں لے گئی، سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاؤں پر سر رکھ کر معافی مانگی اور تحریک ختم نبوت سے بے تعلقی کا اقرار کیا، جس پر انہیں چھوڑ دیا گیا، اس خبر پر ایک بڑا مشتعل ہجوم "زمیندار" کے دفتر کے سامنے جمع ہو گیا اور اختر علی خاں کو باہر نکلنے کے لئے کہا جس پر انہیں بتایا گیا کہ وہ وہاں نہیں ہیں اس پر ہجوم نے بہت سی گالیاں دیں، "اختر علی مردہ باد" کے نعرے لگائے، دفتر زمیندار کی کھڑکیوں کے شیشے توڑ ڈالے، شہر میں زمیندار کے پرچوں کو آگ لگا دی گئی، اس کے بعد حکومت نے "زمیندار" کو ایک سال کے لئے بند کر دینے کا حکم دیا ہے اس سے پہلے قادیانی اخبار "الفضل" اور احراری اخبار "آزاد" بھی ایک سال کے لئے بند کر دیئے گئے۔

"زمیندار" کی بندش کے بعد اختر علی خاں ۲ مارچ کو پھر اس تحریک میں شامل ہو گئے اور مسجد وزیر خاں میں اسی سلسلہ میں ایک لیکچر دیا اور وہاں سے ایک نہایت مشتعل ہجوم کے ساتھ جو بدستور حکام کے سوانگ بھرتا، بھنگڑا ڈالتا، ہلڑ مچاتا اور احمدیوں اور حکومت کو گالیاں دیتا جاتا تھا مال روڈ کی طرف گئے جہاں انہیں گرفتار کر لیا گیا، اس ہجوم نے پولیس پر بھی حملہ کیا لیکن انہیں منتشر کر دیا گیا،

اسی سلسلے میں حکومت پنجاب نے ایک سرکاری اعلان میں کہا ہے کہ آج چیرنگ کراس میں مظاہرین کی ہلڑ بازی کے دوران میں کافی پولیس کانسٹیبل اور دو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ زخمی ہوئے ہیں۔ مظاہرین سے جو لاٹھیاں، سوڈا واٹر کی بوتلیں اور شکستہ سائن بورڈ جو دکانوں سے اتار لئے گئے تھے اٹھائے ہوئے تھے۔ طاقت سے پولیس کا حلقہ توڑ کر آگے نکلنا چاہا جس پر پولیس کو ہلکا سا لاٹھی چارج کرنا پڑا۔ گرفتاری کے موقع پر ہجوم نے پولیس کی گاڑیوں پر ایک طرح سے دھاوا بول دیا اور پولیس کو بری طرح دھکیلنا شروع کر دیا لیکن کمک پہنچ جانے سے صورت حال پر قابو پا لیا گیا۔ اس وقت مظاہرین مرکزی و صوبائی وزراء کو فحش گالیاں دے رہے تھے۔"

سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ آج کے مظاہروں اور جلوس میں شرکت کرنے والوں کی اکثریت باہر کے لوگوں پر مشتمل تھی۔ جن کے قابل اعتراض رویہ سے ٹریفک میں رکاوٹ پیدا ہوئی اور پرامن شہریوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ آج حکومت پنجاب کے ایک ترجمان نے ہلڑ بازی کی مذمت کرتے ہوئے اس عزم کا اعادہ کیا ہے کہ حکومت ہر قیمت پر امن و امان برقرار رکھے گی اور لاقانونیت کو ختم کرے گی۔

آپ نے کہا کہ لاقانونیت کو ختم کرنے کے فیصلے پر مرکزی اور صوبائی حکومتوں میں کامل اتفاق ہے۔

دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ

لاہور ۳ مارچ:—

صوبائی دارالحکومت میں ڈائرکٹ ایکشن سے پیدا شدہ صورت حالات کے پیش نظر حکومت پنجاب نے آج کافی رات گئے لاہور میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کرنے کا فیصلہ کیا ہے، اس حکم کے مطابق آج صبح پانچ بجے سے اندرون شہر کے سوا باقی علاقے میں پانچ یا پانچ سے زیادہ اشخاص کا اجتماع ممنوع قرار دے دیا گیا ہے اس حکم کی خلاف ورزی قابل دست اندازی پولیس جرم متصور ہوگا اور ایک خاص نوٹیفیکیشن کے ذریعے اسے ناقابل ضمانت جرم قرار دے دیا گیا ہے۔

فوج بلا لی گئی

حکومت نے شہر میں امن و امان قائم رکھنے کیلئے اور پرامن شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کے لئے فوج کی خدمات بھی حاصل کر لی ہیں۔

اخبارِ احمدیہ

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ اپنے مکتوب مؤرخہ ۱۲ فروری میں اطلاع دیتے ہیں:۔

(۱) جناب ماسٹر اصغر علی صاحب جن کا ۳ ماہ فروری کو لندن ہسپتال میں اپریشن ہوا تھا اب بفضلہ روبصحت ہیں اور ان کی حالت اب خطرہ سے باہر ہے اور امید ہے انشاء اللہ دو تین ہفتہ تک ہسپتال سے نکل آئیں گے، البتہ اس کے بعد ان کو مزید ۳۔۴ ہفتہ کسی صحت افزا مقام پر بھیجا جائے گا اور اس طرح امید ہے ...... اخیر مارچ تک بالکل صحت یاب او تندرست ہو جاویں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۲) عزیزی رضیہ خانم دختر مکرم مولانا مصطفےٰ خاں صاحب مرحوم جن کا ۱۰ ماہ فروری کو لندن کے ایک دوسرے ہسپتال میں اپریشن ہوا تھا بفضلہ روبصحت ہیں۔ ان کی حالت بھی اب خطرہ سے خالی ہے اور امید ہے وہ انشاء اللہ اخیر فروری تک ہسپتال سے نکل آئیں گی۔ ان کو بھی اس کے بعد صحت افزا مقام پر بھیجا جائے گا۔

احباب ہر دو مریضوں کے لئے اپنی نیم شبی دعاؤں کو جاری رکھیں۔

(۳) عزیزم احمد طارق ولد کپتان محمود شوکت جس کے ناک کا اپریشن ہوا تھا وہ بھی بفضلہ بخیریت تمام ہے۔ کپتان صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ اور عزیزم احمد طارق گذشتہ ہفتہ ووکنگ تشریف لائے تھے اور ہفتہ و اتوار یہاں ٹھہر کر واپس چلے گئے۔

میاں محمد اقبال صاحب جو جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب کے بھانجے اور داماد ہیں گذشتہ ماہ علیل رہے اب بفضلہ خیریت سے ہیں۔ آج کل اور بھی چند احمدی احباب انگلستان میں تشریف رکھتے ہیں مثلاً ڈاکٹر حق صاحب۔ فلائٹ لفٹیننٹ عبدالرحیم طور صاحب۔ جناب فضل احمد صاحب۔ امۃ الرحمان مصری صاحبہ۔ اللہ تعالےٰ ان سب کا حامی و ناصر ہو۔

—— حیدر آباد دکن سے محترم شیخ انعام الحق صاحب لکھتے ہیں:—

جناب محمد لائق علی پنارضا صاحب جاپا رچہ شولاپور و بمبئی (صند) سلسلہ عالیہ کے ایک قدیم و بزرگ دکن میں تبلیغی خدمات کا شوق اور سلسلہ سے اخلاص و عقیدت رکھتے ہیں۔

گذشتہ سالوں میں بوجہ ناساز گاری حالات ان کا کاروبار بہت متاثر ہوا بلکہ عملاً تقریباً مسدود ہو گیا۔ اب وہ پھر اپنی تجارت کا سلسلہ شروع کرنے والے ہیں اور بزرگان و احباب سلسلہ سے دعا کے متمنی ہیں۔ برادر کرم ان کے کاروبار کی ترقی کے لئے تمام دوست دعا کریں۔

—— نوشہرہ (ضلع پشاور) میں ہمارے محترم دوست مرزا بشیر احمد صاحب کراکری مرچنٹ بواسیر کی وجہ سے سخت بیمار رہیں احباب کرام سے ان کی صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

حکومتِ پاکستان کا اعلان

تاہم ختم نبوت کے بارے میں حکومت پاکستان نے ایک اعلان جاری کیا ہے جس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

کراچی ۲۷ فروری:-

"ملک کے بعض حصوں میں جماعت احمدیہ کے متعلق جو فرقہ وار تحریک جاری ہے اس کے ارتقا کی نمایاں خصوصیات سے عوام بے خبر نہیں ہیں۔ اس تحریک کے علمبرداروں نے اب حکومت کو تحکمانہ چیلنج دیا ہے کہ اگر ان کے مطالبات کو تسلیم نہ کیا گیا تو وہ ڈائرکٹ ایکشن کریں گے اس تحریک کا آغاز احرار نے کیا تھا۔ اور اگرچہ بعد میں اس کی تائید بعض دوسرے عناصر نے بھی کی لیکن اسے چلانے والے اب بھی احرار ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے احرار مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کے شدید ترین اور پیہم مخالف تھے۔ اور انہوں نے ان جماعتوں سے تعاون کرنے سے انکار کر دیا تھا جو حصول پاکستان کے لئے کوشاں تھیں بلکہ بہت سے احرار لیڈر کانگرس میں شامل ہو کر یا ایسی جماعتوں سے مل کر کام کرتے رہے جو قائد اعظم کی تحریک آزادی کی دشمن تھیں۔ احرار نے اپنی تخریب پسندانہ سرگرمیوں کو قیام پاکستان کے بعد بھی ترک نہیں کیا۔ بلکہ اس بات کا حتمی ثبوت موجود ہے کہ احرار نے اب تک پاکستان کو تسلیم ہی نہیں کیا اور وہ ملک کے دشمنوں سے مل کر نہ صرف مسلمانوں میں افتراق و نفاق پھیلا رہے ہیں بلکہ پاکستان کے استحکام پر عوام کے اعتماد کو بھی متزلزل کرنے کے درپے ہیں۔ احرار کی موجودہ ایجی ٹیشن کا مقصد بھی ایک مذہبی تحریک کے پردے میں ملت اسلامیہ کی وحدت و سالمیت کو پارہ پارہ کرنے اور پاکستان کے مفاد کو نقصان پہنچانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اب تک یہ ایجی ٹیشن عام جلسوں میں اشتعال انگیز تقریروں اور بعض اخبارات میں تحریروں کے ذریعہ سے جاری رہی جس کے نتیجہ میں بعض مقامات پر امن شکنی اور لاقانونی کے واقعات بھی رونما ہوتے لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک کے علمبرداروں نے پورے ملک میں فتنہ و فساد پھیلانے کا تہیہ کر لیا ہے تاکہ حکومت اور عوام کو اپنے تحکمانہ مطالبات کے سامنے جھکنے پر مجبور کیا جا سکے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اعلان کیا ہے کہ اگر ہمارے مطالبات منظور نہ کئے گئے تو وہ براہ راست قدم اٹھائیں گے۔

دنیا کی کوئی حکومت اپنے آپ کو "ڈائرکٹ ایکشن" کی دھمکی سے مرعوب ہونے کی اجازت نہیں دے سکتی لہذا حکومت نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ امن و امان کو برقرار رکھنے کے لئے اپنے تمام تر ذرائع استعمال کرے گی حکومت تمام متعلقہ عناصر کو متنبہ کر دینا چاہتی ہے کہ اگر اس تحریک کے علمبرداروں کے اس مبہم کے نتیجہ میں امن عامہ میں کوئی خلل واقع ہوا تو قانون یقیناً حرکت میں آئے گا اور جو لوگ قانون شکنی کے مرتکب ہوں گے ان کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

با ایں ہمہ حکومت کو امید ہے کہ اس تحریک کے علمبردار ہوشمندی سے کام لیں گے۔ اور وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جس سے امن عامہ میں خلل پڑتا ہو یا ان تخریب پسند عناصر کی حوصلہ افزائی ہوتی ہو۔ جو عوام کے اعتماد کو ایک ایسے وقت میں متزلزل کرنے کے درپے ہیں۔ جب پاکستان کو بعض اہم ترین اندرونی اور بیرونی مسائل کا سامنا ہے۔

حکومت عوام کے ہر طبقہ سے اپیل کرتی ہے کہ وہ کسی غیر آئینی حرکت کو برداشت نہ کرے اور اس بات کا خیال رکھے کہ کوئی ایسی سرگرمی نہ دکھائی جائے۔ جس سے پاکستان کی وحدت اور سالمیت کے خطرے میں پڑنے کا اندیشہ ہو۔"

چندہ ملتان میں اضافہ

قبل ازیں شیخ محمد یوسف صاحب گرنھی نے ملتان سے ۱۷ احباب اور بیگمات کی ایک فہرست ارسال کی تھی جنہوں نے چندہ ماہوار ادا کرنا شروع کیا ہے اور اس طرح سے یک صد روپیہ کا اضافہ ہوا ہے۔ اب ایک اور قابل قدر نام انہوں نے بھیجا ہے بیگم شیخ فاروق احمد صاحب۔ اب اس خاتون نے بھی مبلغ ۱۵ روپے ماہوار چندہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالے آپ کو جزائے خیر دے دفتر آپ کی اس نوازش کا ازحد شکرگزار ہے۔ خداوند کریم ان کے مال و دولت میں برکت دے۔ آمین۔

مرتضیٰ خاں دفتر تحصیل

نامہ ووکنگ

مسٹر اور مسز فلائیٹ سمندری طوفان کی نذر ہو گئے

مکرم محترم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح -

السلام علیکم - ازراہ کرم دو منسلکہ خطوط شائع فرما کر مشکور فرمائیں -

اس کے علاوہ ازراہ کرم مندرجہ خبر بھی شائع فرمائیں

شکریہ -

احباب کرام اس واقعہ سے بخوبی واقف ہوں گے کہ ماہ فروری میں انگلستان کے مشرقی کنارہ پر High Tyde کی وجہ سے بڑے خطرناک طوفان آئے جس میں کئی جانیں تلف ہو گئیں اور لکھوکھا کا نقصان ہوا - مال مویشی بھی ضائع ہوئے - اسی طرف ہمارے چند نو مسلم بھی آباد تھے مثلاً مسز فیئر (Fare) اور مسٹر اور مسز عمر فلائیٹ (Omar Flight) اول الذکر یعنی مسز فیئر تو بفضلہٖ محفوظ ہیں اور ان کو مالی نقصان بھی نہیں پہنچا لیکن افسوس کہ مسٹر اور مسز فلائیٹ دونوں اس طوفان کا شکار ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون - ہر دو نو مسلم تھے اور کافی معمر -

طوفان کے معاً بعد ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد ووکنگ نے ان کی خیر خیریت دریافت کرنے کے لئے خط لکھا - جس کا جواب آیا "فوت شد" - اس کے بعد امام صاحب نے وہاں کی پولیس کو پھر خط لکھا اور حالات دریافت کئے جن سے پتہ چلا کہ مسٹر اور مسز عمر فلائیٹ فی الواقعہ اس طوفان کا شکار ہو گئے - انا للہ وانا الیہ راجعون -

دو خط جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے - ان میں سے ایک عزیزہ رضیہ خانم بنت مولنا مصطفےٰ خاں صاحب مرحوم کا ہے جو انہوں نے ہسپتال سے نکلنے کے بعد Seal کے صحت افزا مقام سے ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب کو لکھا - اور دوسرا خط ماسٹر اصغر علی صاحب کا ہے جو انہوں نے رسٹنگٹن کے Covalescent Home سے بھیجا ہے وہ دونو خط حسب ذیل ہیں :-

(۱)

1.3.53 - جناب ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - میں کل شام بخیریت یہاں پہنچ گئی ہوں طفیل صاحب کی ہمدردی کا بہت بہت شکریہ وہ میرے اس سفر میں بہت کام آئے - ورنہ یہ سفر میرے لئے بہت مشکل ہو جاتا - میں آپ سب کی بہت زیادہ مشکور ہوں کہ آپ سب نے میری اس بیماری میں جس پرخلوص محبت اور ہمدردی کا ثبوت دیا ہے وہ نہایت قابل تعریف ہے - مجھے اس عرصہ میں یہ بالکل محسوس نہیں ہوا کہ میں اپنے ملک سے دور ہوں یا یہاں بالکل اکیلی ہوں - خاص طور پر آپ کی آمد میرے لئے ایک نہایت سکون اور اطمینان کا باعث ہوتی رہی جس کا اثر آپ اکثر میرے چہرے سے معلوم کر لیتے تھے اور کہتے تھے کہ تمہاری صحت بہت اچھی ہے - یہ سب آپ کا حسن سلوک تھا جو مجھے ایک دم تندرست بنا دیتا - خدا آپ کو آپ کی اس نیک خدمت کا صلہ دے اور عمر دراز کرے تا کہ آپ اسی قسم کے کام اور زیادہ کر سکیں آمین ثم آمین - یہ جگہ بہت اچھی ہے بلڈنگ بہت بڑی اور نہایت خوبصورت صاف کمرے بہت اچھے - مجھے خوش قسمتی سے کمرہ الگ ملا چھوٹا سا کمرہ ہے مگر نہایت صاف - بستر نہایت آرام دہ - کھانے کا انتظام بہت اچھا ہے - پوری بلڈنگ گرم ہے - یہاں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سردی بالکل رخصت ہو گئی - صبح ۱۰ بجے ہم لوگ اپنے Bed Room میں نہیں بیٹھ سکتے - نہایت بڑا اور کافی خوبصورت ہال ہے - وہاں بیٹھتے ہیں جہاں کہ ریڈیو اور اخبار پڑے ہیں - اس وقت ریڈیو سن رہی ہوں اور آپ کو خط لکھ رہی ہوں - آپ کو خط لکھنے کے بعد اخبار پڑھوں گی - مختصر کہ یہ جگہ بیماری کے بعد آرام کرنے کے لئے نہایت مناسب ہے یہاں آرام کا پورا پورا خیال کیا جاتا ہے - یہاں پر کافی لوگ ہیں کوئی ۵۰ کے قریب عورتیں اور تقریباً اتنے ہی مرد ہوں گے - مگر مردوں کا ڈیپارٹمنٹ بالکل الگ ہے صرف کھانا ایک جگہ - بہت بڑا ہال ہے - آدھا ان کے لئے آدھا عورتوں کے لئے انتظام بہت اچھا ہے - میٹرن بہت اچھی عورت ہے ہر ایک سے ملاقات کرتی ہے - میرے پر بہت مہربان ہے مجھے الگ کمرہ دیا اور کہا کہ اگر تم کو کوئی تکلیف ہو تو فوراً مجھے اطلاع دو - کیونکہ یہ جگہ تمہارے لئے بالکل نئی ہے خدا نے اس بیماری میں جیسی میری مدد کی ہے میں یہ آپ سے بیان نہیں کر سکتی ہسپتال میں جو سلوک میرے ساتھ کیا جاتا تھا وہ آپ کو معلوم ہے - یہاں پر خدا نے اپنے فضل وکرم سے مہربانی کی ہے - میرا وقت کافی اچھا گذر جائے گا یہاں کافی رونق ہے یہ سمندری ساحل کافی اچھا سمجھا جاتا ہے جنگل کے دن ہم سب سیر کے لئے جاتے ہیں - وہ جگہ یہاں سے تقریباً تین میل دور ہے -

(۲)

بزرگوار قبلہ حضرت امام صاحب مدظلہ العالیٰ -

میں آپکا اور برادرم یوسف احمد صاحب کا بہت بہت شکر گذار ہوں کہ میری ہر آڑے وقت مدد فرمائی - اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے آمین!

پرسوں جس سواری کے سپرد برادرم یوسف احمد صاحب نے مجھے کیا - اس نے بڑی مہربانی سے میرا سوٹ کیس عقری برج کے اسٹیشن پر ایک گاڑی سے دوسری گاڑی میں رکھا اور رسٹنگٹن کے اسٹیشن پر پلیٹ فارم پر اتارا وہاں ہوم کی طرف سے ایک آدمی منتظر تھا - میں بہت تھک گیا تھا اسٹیشن سے ہوم تک کار میں گیا - کار ہوم کی تھی - آج مریضوں کا بڑا ادرش تھا - قریباً ۲۵ ، ۳۰ نئے مریض ہوں گے - وارڈن کی ابتدائی تقریر ہدایات اور بلڈنگ کا تعارف کرانے پر بڑا وقت لگ گیا - پھر میٹرن نے کمرہ دکھایا القصہ خوب گت بنی - تھک کر چور ہو گیا - ۹ بجے صبح سے ۱ بجے تک خوب سویا - کل بس پر ٹاؤن گیا - مطلع صاف تھا - مگر سمندر سے ٹھنڈی ہوا نے دھوپ کی حدت کو کم کر دیا - جرابیں پہننے پر مجبور کرتے ہیں - ہسپتال اور ہوم کی رہائش میں زمین وآسمان کا فرق ہے - بہرحال اللہ تعالیٰ سے مدد اور رحمت کا طالب ہوں اور آپ سے دعاؤں کی درخواست کرتا ہوں -

ہوم کا محل وقوع بہت عمدہ ہے - بالکل سمندر کا کنارہ ہے کوئی ادیب ہوتا تو ایک افسانہ یا آرٹیکل لکھ سکتا تھا - ہفتہ میں ایک روز بیچنگ میٹرن کہ ڈاکٹر آتا ہے اور مختصر بعضوں کو دیکھتا ہے - چنانچہ پرسوں میٹرن سے اور کل ڈاکٹر سے ملاقات ہوئی - یہاں مسٹر علی ایک نمایاں ہستی ہے - اپنی ڈاڑھی اور ٹوپی اور رنگ کی وجہ سے گراؤنڈ فلور اور فرسٹ فلور کو چھوڑ کر دوسری فلور میں جگہ ملی - یہ چھ مریض ایک کمرہ میں لیٹتے ہیں - دائیں طرف درد کرتی ہے اور ہاتھ میں پوری طاقت نہیں -

قہر درویش بر جان درویش کے مصداق سارا دن ہاورڈی رہنا پڑتا ہے - ۱۲ مارچ تک یہیں یہاں رہونگا اس کے بعد آپ کے قرب میں انشاءاللہ

خدا حافظ - والسلام -

نیازمند اصغر

صوبے میں امن و امان کی بحالی کیلئے عوام سے تعاون کی اپیل

وزیر اعلیٰ پنجاب ملک فیروز خان نون کی نشری تقریر

لاہور۔ ۲۔ اپریل۔ پنجاب کے نئے وزیر اعلیٰ ملک فیروز خان نون نے صوبے کے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ صوبہ میں امن و امان بحال کرنے میں اور صوبہ کی معاشی حالت بہتر بنانے کے کام میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں۔ وزیر اعلیٰ نے لاہور میں امن و امان بحال کرنے کے شاندار کارنامہ پر میجر جنرل اعظم خاں اور فوج کا شکریہ ادا کیا۔

ملک فیروز خان نون نے آج رات کے ساڑھے سات بجے ریڈیو پاکستان لاہور سے ایک تقریر نشر کرتے ہوئے کہا۔

اس صوبے کی معاشی اور سیاسی صورت حال دیکھ کر مجھے صدمہ ہوا اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے واضح معاشی اسباب موجود ہیں جنہوں نے بدامنی کے جراثیم کی پرورش کے لئے ساز گار فضا مہیا کی اور ہمارے سیدھے سادے محب وطن اور مذہب کے شیدائی عوام کو مذہبی مناقشے کے بھیس میں سیاسی پراپیگنڈے نے کچھ ایسا ششدر کر دیا کہ انہیں آستین میں چھپا ہوا خنجر نہ دکھائی دے سکا۔

"سیاست کے میدان میں گزشتہ ۳۲ برس سے آپ مجھ سے واقف ہیں اور اگر اس وقت میں بلاکم و کاست اپنے دل کی بات آپ پر ظاہر نہ کروں تو یہ نہ صرف خود اپنی روایات بلکہ عوام کے ان مسلم خدام کی روایات سے بھی جو زمانہ ماضی میں ہو گذرے ہیں روگردانی ہوگی۔ میں بعض سیاسی کارکنوں کو ۱۹۲۰ء سے جانتا ہوں، وہ پنجاب کے مسلمانوں کی ہمیشہ مخالفت کرتے آئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ تقسیم سے قبل پنجاب کے دشمنوں کی خدمت ان کے کسی کارندے نے اس سے بہتر انجام نہ دی ہوگی جتنی اس سیاسی گروہ نے انجام دی۔ پھر یہ لوگ اسلامی جذبہ حب وطن و خدمت قوم کے بے پناہ سیل کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے اور اس وقت سے لے کر اب تک موقع کی تاک میں بے حس و حرکت پڑے رہے یہاں تک کہ معاشی حالات کو دشوار دیکھ کر وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ پاکستان کی بنیادوں کو ہلا دینے کا وقت یہی ہے جس سے نہ صرف پاکستان کے دشمنوں کو دلی خوشی حاصل ہوگی بلکہ یہ امر ان کے حلیفوں کے لئے بھی موجب مسرت ہوگا۔

ختم نبوت

جب کبھی موقع آیا ہے۔ لاہور کے بہادر باشندوں نے اپنے وطن کی ناموس پر جان قربان کر دینے سے دریغ نہیں کیا۔ پاکستان کے حصول کی جد و جہد میں وہ پیش پیش تھے اور جب پاکستان حاصل ہوا تو پنجاب کے مسلمانوں کو بالعموم اور لاہور کے مسلمانوں کو بالخصوص بہت بڑی مالی اور جانی قربانی دینی پڑی تو۔ ان حالات میں جبکہ حکومت کی قوت ان کے خلاف کام کر رہی تھی انہوں نے نہایت روح فرسا ہول میں لوگوں کی جان و مال بچا کر اپنی جرأت اور صحیح اسلامی روح کا ثبوت دیا۔

میں ختم نبوت کے عقیدہ پر ایمان رکھتا ہوں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ کوئی مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں جو ختم نبوت [illegible] پر پورا پورا ایمان [illegible] رکھے مجھے اسلامی عقائد اور [illegible] [illegible] اور میں ہر ممکن کوشش کروں گا کہ اس صوبے کی زندگی [illegible] روح جاری و ساری [illegible]۔

"آپ اس دکھ کا اندازہ نہیں کر سکتے جو مجھے اس امر سے پہنچا ہے کہ بعض منصوبہ بازوں نے سادہ لوح عوام کو گمراہ کر کے خود اپنی حکومت اپنی پولیس اور فوج کو خود اپنی مادر وطن کے خلاف لڑنے پر مجبور کر دیا۔

ہماری دفاعی فوج دنیا کی بہترین اور دلیر فوجوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کا ثبوت آپ نے اپنی آنکھوں سے لاہور میں دیکھ لیا۔ میں اس موقعہ پر میجر جنرل محمد اعظم خاں اور ان کے محب وطن افسروں اور جوانوں کا اپنی اور اپنی حکومت کی طرف سے ان کی حسن کارکردگی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اپیل

پنجاب اور لاہور کے شہری بھائیو! میں آپ سے ایک ناچیز اور معتمد علیہ خادم کی حیثیت سے، معتمد علیہ اس لئے کہ آپ نے پہلے بھی مجھ پر اعتماد کیا تھا جس کا انشاء اللہ آیندہ بھی اہل ثابت ہونے کی کوشش کروں گا) درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس شہر اور صوبہ کے دوسرے حصوں میں امن و امان کی بحالی میں میری مدد فرمائیں۔ دشمنان وطن اور ان کے کارندوں سے بے تعلقی اختیار کیجئے۔ میں عام سیدھے سادے خدا ترس شہریوں اور فتنہ انگیز مفسدوں میں تمیز کرنا چاہتا ہوں آخر الذکر کسی نرمی کے مستحق نہیں مگر میں یہ نہیں چاہتا کہ مادر وطن کے نیک اور دیانتدار فرزندوں کو تکلیف پہنچے۔ آپ جس قدر جلد امن بحال کریں گے اور معمول کے مطابق زندگی بسر کرنا شروع کر دیں گے ہم اسی قدر جلد اپنے معاشی مسائل کا حل تلاش کر سکیں گے۔ اجناس خوردنی کی قلت عام استعمال کی اشیاء کی گرانی اور سرکاری محکموں میں رشوت ستانی ایسے مسائل ہیں جو ہماری فوری توجہ کے محتاج ہیں ان کے علاوہ زیادہ پیداوار اور اصلاحات کار پر اصرار کم تنخواہ پانے والے ملازمین کی امداد اور زرعی پیداوار میں اضافے کی کوشش ایسے فرائض ہیں جن سے حکومت جس قدر جلد عہدہ برآ ہو سکے بہتر ہے۔ عوام کے مفاد اور سکون قلب کے پیش نظر ہمیں حکومت کی پالیسی کو ایسے سانچے میں ڈھالنا پڑے گا جس سے عوام میں حکومت پر زیادہ سے زیادہ اعتماد پیدا ہو سکے اور عدل و انصاف کے بسرعت و بعجلت حصول کے لئے ہمارے قوانین کی مناسب اصلاح ہو جائے۔ فرقہ وارانہ تصادم [illegible] کے اسباب و امکانات کا ازالہ اور معاشرتی رواداری کے رجحانات اور وسائل کا اضافہ ایسے امور ہیں جن کے حل یا فقدان حل پر ہمارے صوبے کی حیات و ممات منحصر ہے۔

"آیئے انہیں حل کرنے کی کوشش کریں۔ ہمارے پاس ایسے معاملوں پر بحث کرنے کا وقت نہیں ہے جن سے کوئی مفید معاشی نتائج مترتب نہیں ہو سکتے۔ میری حکومت کسی ایک فریق یا کسی دوسرے فریق میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھے گی۔ ہم سب کے خادم ہیں۔ ایسے معاملات میں جو سرکاری ملازموں کے ذاتی دائرہ اختیار و ذمہ داری میں آتے ہیں اوپر سے کسی قسم کی ناجائز مداخلت نہیں کی جائے گی۔ سرکاری ملازموں کو اقربا پروری کے خلاف جہاد کرنے اور اپنے اندر اعتماد نفس پیدا کرنے میں میری پوری پوری تائید حاصل ہوگی۔ دیانتدار ملازم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔

سرکاری ملازمین کو سیاسیات سے سروکار نہیں ہونا چاہیئے میں چاہتا ہوں کہ افسر اور عوام میری اور میرے رفقائے کار کی مدد کریں تاکہ ہم اپنے عوام کی معاشی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے اپنی تمام تر توجہ منعطف کر سکیں اور یہ صورت پیدا ہو جائے کہ ہم اس کام پر سو فیصدی توجہ دے سکیں۔

"میں آپ سے مدد کی مکرر درخواست کرتا ہوں اگر مجھے آپ کا پورا پورا تعاون حاصل ہوا تو میں انشاء اللہ ایک ایسے نظم و نسق کی داغ بیل ڈال سکوں گا جو صوبے کی بہتری اور خوشحالی کا ضامن ہو۔ پاکستان پائندہ باد"

پنجاب کی نئی وزارت

لاہور۔ ۲۔ اپریل۔ آج پانچ بجے سہ پہر پنجاب کی نئی وزارت کے ارکان نے گورنمنٹ ہاؤس میں گورنر پنجاب مسٹر چندریگر کے روبرو حلف وفاداری اٹھایا۔ یہ وزارت ملک فیروز خان نون کے علاوہ سردار عبدالحمید دستی۔ سردار محمد خاں لغاری، نواب مظفر علی قزلباش، چوہدری علی اکبر، سید علمدار حسین گیلانی اور شیخ مسعود صادق پر مشتمل ہوگی۔ نئے وزرا کل صبح سے سیکرٹریٹ میں باقاعدہ کام شروع کر دیں گے۔

محکموں کی تقسیم

گورنمنٹ ہاؤس سے جاری شدہ اعلان کے مطابق پنجاب کی نئی وزارت کے ارکان میں محکموں کی تقسیم حسب ذیل ہوئی:۔

۱۔ وزیر اعلیٰ ملک فیروز خان نون:۔
نظم و نسق۔ عام انتظامیہ۔ مالیات، خوراک

۲۔ آنریبل سردار عبدالحمید دستی:۔
زراعت، جنگلات، حیوانات، امداد باہمی، آبکاری

۳۔ آنریبل سردار محمد خاں لغاری:۔
آبپاشی، سڑکیں، عمارات، بجلی اور نقل و حمل۔

۴۔ آنریبل مظفر علی قزلباش:۔
مال، خزانہ جات، کالونیز، بحالیات، مہاجرین اور ترقیات

۵۔ آنریبل چوہدری علی اکبر:۔
تعلیم، عدلیہ، قانون سازی، جیل خانہ جات، پریس پبلسٹی۔

۶۔ آنریبل مخدوم زادہ محمد علمدار حسین گیلانی:۔
میڈیکل اور صحت عامہ اور لوکل باڈیز۔

۷۔ آنریبل شیخ مسعود صادق:۔
صنعت و لیبر۔

(نوائے وقت)

مُسلمانوں کے باہمی حقوق

سید سلیمان ندوی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اپنے سے خون کے رشتے سے بڑھکر ایک اور رشتہ دئے جس سے ملت کے بچھڑوں کو ملا دیا۔ دشمنوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ اور خاندانی و قبائلی یگانگی سے بڑھکر اسلامی برادری کی یگانگی ان کے اندر پیدا کر دی جس نے اس طرح ان کی ہر قسم کی عداوتوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور باہمی دشمنیوں کو ان کے دلوں سے ایسا بھلا دیا کہ وہ حقیقتاً بھائی بھائی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"اے مسلمانو! خدا سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور نہ تم مرو۔ لیکن مسلمان۔ اور خدا کی رسی سب مل کر مضبوطی سے پکڑے رہو اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔ اور تم اپنے اوپر اللہ کے احسان کو یاد کرو کہ تم دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور پھر تم بھائی بھائی ہو گئے۔" (آل عمران ۱۱)

مسلمانوں کے اس باہمی میل ملاپ اور محبت کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل ظاہر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی روئے زمین کا سارا خزانہ بھی لٹا دیتا تو ان دشمنوں کو باہم ملا کر ایک نہیں کر سکتا تھا۔

"اور خدا نے مسلمانوں کے دل ملا دیئے، اگر تو زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتا۔ تب بھی تو ان کے دلوں کو ملا نہ سکتا لیکن خدا نے .... ملا دیا۔ بے شک وہ (ہر مشکل پر) غالب آنے والا اور مصلحت جاننے والا ہے۔" (انفال ۸)

تو اب مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل کی قدر کریں۔ اور سب مل کر دین کی رسی کو جو ان کی یگانگی کا اصلی رشتہ ہے مضبوط پکڑیں۔ اور باہم اختلافات پیدا کر کے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائیں کیونکہ اس رسی کی مضبوطی اسی وقت تک ہے جب تک سب مل کر اس کو پکڑے رہیں۔ فرمایا:۔

"اور اللہ اور رسول کا کہا مانو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ (کہ ایسا ہو گا تو) ہمت ہار دوگے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔" (انفال ۶)

یہی باہمی اتحاد و اتفاق ملت اسلامیہ کی عمارت کا ستون ہے اور مسلمانوں کی جماعت کا شیرازہ۔ اس شیرازہ کے استحکام کا نتیجہ ہونا چاہیئے کہ مسلمانوں میں باہم الفت و محبت ہو۔ اب اگر اتفاق سے ان میں اختلاف پیش آ جائے تو اس کے دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ دونوں خدا اور رسول کے حکم کی طرف رجوع کریں۔

"تو اگر تم (مسلمانوں) میں کسی بات کا جھگڑا ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔" (نساء)

اگر یہ جھگڑا بڑھتے بڑھتے جنگ تک نوبت پہنچ جائے تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ جو فریق ظالم ہو سب مل کر اس سے لڑیں اور اسکو صلح پر مجبور کریں اور جب وہ راضی ہو جائے تو عدل و انصاف سے ان میں صلح کرا دیں۔

"اگر مسلمانوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو پھر اگر ایک دوسرے پر ظلم کرے تو ظلم کرنے والے سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو۔ تو اگر وہ رجوع کرے تو ان میں عدل کے ساتھ صلح کرا دو۔ اور انصاف کرو۔ خدا منصفوں کو دوست رکھتا ہے۔ مومن تو آپس میں بھائی ہی ہیں۔ تو اپنے دونوں بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو۔" (حجرات)

آیت کے اخیر ٹکڑے نے بتایا کہ باہم مسلمانوں میں بھائی بھائی کا رشتہ ہے۔ یہ رشتہ جنگ و خونریزی کے بعد بھی نہیں کٹتا انہی آیتوں کے تحت میں وہ حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"تم اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔" (بخاری)

صحابہؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ اگر وہ مظلوم ہو تو اس کی مدد کی جا سکتی ہے، لیکن اگر وہ ظالم ہو تو اس کی مدد کیونکر کی جائے، فرمایا

"اس طرح کہ اس کے ہاتھوں کو ظلم سے روکا جائے۔"

کیسا ہی بڑے سے بڑا کافر اور سخت سے سخت دشمن، جس وقت اس نے کلمۂ شہادت پڑھا اور شریعت اسلامی کو قبول کیا وہ دفعتہً ہمارا مذہبی بھائی ہو گیا۔ خدا نے فرمایا:۔

"تو اگر یہ کافر (کفر سے توبہ کر لیں اور نماز کھڑی کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے مذہبی بھائی ہیں۔" (توبہ ۲)

غلام بھی اگر کلمہ پڑھکر مسلمان ہو جائے تو وہ اسلام کے رشتہ میں داخل ہو گیا۔ اگر اس کے باپ کے نام و نسب نہیں معلوم تو کوئی حرج نہیں، وہ دین کے رشتہ سے مسلمان کا بھائی ہے۔

ایک مسلمان بھائی کا دوسرے مسلمان بھائی پر یہ بھی حق ہے کہ وہ ایک دوسرے کے حق میں دعائے خیر کریں۔ وہ یوں کہتے ہیں:۔

"اے ہمارے پروردگار ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے معاف کر۔" (حشر ۱)

ایک مسلمان کے دل میں دوسرے مسلمان کی طرف سے کینہ ہونا ایسی برائی ہے، جس کے دور کرنے کے لئے خدا سے گڑگڑا کر دعا مانگنی چاہیئے اور کہنا چاہیئے

"اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے کینہ مت رہنے دے، اے ہمارے پروردگار تو مہربان رحم والا ہے۔" (حشر ۱)

مسلمانوں کی یہ صفت ہے کہ باہم وہ ایک دوسرے سے رحم و شفقت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ خدا نے مدح فرمائی

"وہ (مسلمان) آپس میں رحم و شفقت رکھتے ہیں۔" (فتح ۴)

مسلمان کی صفت یہ ہونی چاہیئے کہ وہ دوسرے مسلمان سے جھک کر ملے اور نرمی کا برتاؤ کرے۔

"مسلمانوں سے جھکنے اور نرمی کرنے والے۔" (مائدہ ۸)

مسلمانوں کی باہمی اخوت، محبت اور مہربانی کی مزید تشریح اور تاکید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان فیض ترجمان سے یوں فرمائی ہے:۔

"مسلمانوں کو باہم ایک دوسرے پر رحم کرنے محبت کرنے اور شفقت کرنے میں جسم انسانی کی طرح دیکھو گے کہ اس کے ایک عضو میں بھی تکلیف ہو تو بدن کے سارے اعضا بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔" (صحیح بخاری)

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ فرمایا:۔

"سارے مسلمان مل کر ایک آدمی کی مثل ہیں کہ اگر اس کی آنکھ بھی دُکھے تو سارا بدن دُکھ محسوس کرتا ہے اور اگر سر میں درد ہو تو پورا جسم تکلیف میں ہوتا ہے۔"

مقصود یہ ہے کہ امت مسلمہ ایک جسم ہے اور اس کے سارے افراد اس کے اعضاء ہیں، بدن کے ایک عضو میں بھی اگر کوئی تکلیف یا دکھ درد ہو تو سارے اعضا اس تکلیف کو محسوس کرتے ہیں اور اس دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں۔ یہی حال مسلمانوں کا ہونا چاہیئے کہ ان میں سے ایک کو بھی تکلیف پہنچے تو سارے مسلمانوں کو وہ تکلیف محسوس ہونی چاہیئے۔

ایک اور موقع پر ارشاد ہوا کہ:۔

"ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے تو وہ اس پر ظلم کرے نہ اسکو بے مدد چھوڑے اور نہ اس کی تحقیر کرے۔ انسان کے لئے یہ برائی کیا کم ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔"

جو کوئی اپنے کو مسلمان کہے یا وہ مسلمان ہونے کا دعوےٰ کرے کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہے کہ تم مسلمان نہیں۔ ایک لڑائی میں ایک کافر کو زد میں پا کر ایک صحابی نے حملہ کیا اس نے فوراً کلمہ پڑھ دیا۔ مگر اس پر بھی اس صحابی نے اسے قتل کر دیا۔ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی۔ آپؐ نے ان کو بلا کر دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کی:۔

"یا رسول اللہ اس نے صرف ڈر سے کلمہ پڑھا تھا۔"

آپؐ نے کس بلیغ انداز میں فرمایا:۔

"تم اس کے لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ کیا کرو گے۔"

ایک روایت میں ہے کہ:۔

"کیا تم نے اس کا سینہ چیر کر دیکھ لیا تھا؟"

(قسط اول)
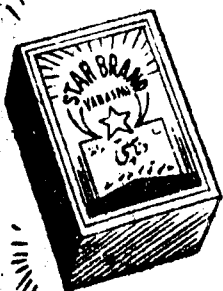
پاکستان کی عزت و آبرو کو محفوظ رکھنے کیلئے مارشل لاء نافذ کیا گیا

میجر جنرل اعظم خان کا ریڈیو پاکستان سے نشریہ

لاہور ۱۳ مارچ۔ آج شام کو ساڑھے سات بجے ریڈیو پاکستان لاہور سے میجر جنرل اعظم خان چیف ایڈمنسٹریٹر مارشل لاء نے تقریر فرمائی جس کا پورا متن درج ذیل ہے:—

عوام کا تعاون

کچھ دن ہوئے آپ کے عظیم الشان شہر لاہور میں قانون کو بحال کرنے کی ذمہ داری مجھے سپرد کی گئی تھی میں نے اس موقعہ پر آپ سے چند باتیں کہی تھیں جن میں التجا کی تھی کہ اگر آپ نے فوج کے ساتھ تعاون کیا تو جلد ہی ہم امن قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ خداوند تعالےٰ کی مدد سے اب لاہور میں مکمل امن قائم ہو گیا ہے۔ اور انشاء اللہ یہ امن قائم رہے گا۔

مبالغہ آمیز خبریں

اس وقت امن کے دشمن مبالغہ آمیز خبریں پھیلا رہے ہیں اور مارشل لاء کے نفاذ کے دوران میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد کو مبالغہ سے بیان کر رہے ہیں میں آپ کو مارشل لاء کے نفاذ کے بعد ہلاک اور زخمی ہونے والوں کی صحیح تعداد بتاؤں گا۔

ہلاک اور زخمی ہونیوالوں کی صحیح تعداد

۶ مارچ بوقت دوپہر کے بعد سے ۸ مارچ تک دو فوجی سپاہی ہلاک اور چار زخمی ہوئے ہیں اور فسادی عناصر میں سے گیارہ اشخاص ہلاک اور ۴۵ زخمی ہوئے جو تعداد میں نے بتائی ہے اس کے علاوہ جو افراد مارے گئے ہیں وہ مارشل لاء کے نفاذ سے قبل ہلاک ہوئے ہیں۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد جو اشخاص زخمی ہوئے انہیں فوراً طبی امداد پہنچائی گئی اور ان کو ہسپتالوں میں پہنچایا گیا۔ مجھے اس جانی نقصان کا بیحد افسوس ہے لیکن شہری امن کو بحال رکھنے کے لئے یہ تشدد ضروری تھا ورنہ فسادی عناصر کے ہاتھوں معصوم بچوں عورتوں اور انسانوں کی جانوں کو شدید خطرہ لاحق تھا۔ ... وہ ہمارے ملک کی عزت و آبرو پر ایک بدنما دھبہ تھا۔

ملک کی عزت آبرو کی بحالی کا فرض

موجودہ امن و امان کو بحال رکھنے میں عوام نے فوج کے ساتھ جو تعاون کیا ہے اس کے لئے ہم بیحد مشکور ہیں ہم آپ لوگوں کے تعاون کے ساتھ پاکستان کی عزت اور آبرو کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ فسادی عناصر کو آئندہ ملک کی عزت و آبرو کو خراب کرنے کی جرأت نہ ہو۔ ان واقعات سے سب کو نصیحت حاصل کرنی چاہیئے تاکہ آئندہ ایسی تباہ کن حرکات سے بچا جا سکے

سرکاری ملازمین اور تجار کا شکریہ

میں سرکاری ملازمین اور تجارت پیشہ افراد کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے احکام پر عمل پیرا ہوتے ہوئے امن اور نظم کو بحال کرنے میں مدد کی ہے۔ ان کا عمل قابل تعریف ہے میں دل سے ان کی قدر کرتا ہوں میں خاص طور پر تجارت پیشہ افراد سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ نفع اندوزی اور چور بازاری کو کاروبار میں جگہ نہ دیں تاکہ مناسب داموں پر ضروریات زندگی فراہم ہو سکے۔ جو تجارت پیشہ حضرات موجودہ مشکل حالات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی تاکہ آئندہ وہ ایسی حرکات سے باز رہیں۔

مجھے یہ بھی خوشی ہے کہ مزدوروں اور کاریگروں کو جنہیں فسادی عناصر نے ورغلا رکھا تھا فوج سے تعاون کیا۔ طلبہ کو بھی میں شاباش دوں گا کہ انہوں نے ان ہنگاموں سے الگ رہ کر قومی وقار کو برقرار رکھا۔ مجھے قوم کے نوجوانوں سے یہی توقع تھی۔

لاہور کا یہ عظیم الشان شہر صدیوں سے تہذیب و تمدن کا مرکز رہا ہے۔ لوٹ مار اور تشدد کی کا نشانہ بن گیا تھا اس خطرہ کا فوری اور موثر علاج کیا گیا۔ اور اس خطرہ کا سدباب کرنے کی کارروائی کی جا رہی ہے اور آئندہ بھی کی جاتی رہے گی جب تک کامل یقین اور اطمینان نہ ہو جائے کہ ایسے واقعات سرزد نہ ہوں گے۔ میں ایک سادہ سپاہی ہوں ملک کی خدمت اور تحفظ میری ذمہ داری ہے۔

یقین محکم۔ اتحاد اور تنظیم

ہمارے محترم قائد اعظم نے ہمیں تین اصول بتائے تھے یعنی یقین محکم، اتحاد اور تنظیم یہ ہمارے روزمرہ کے فرائض ہیں ہمیں ان پر ہمیشہ عمل کرنا چاہیئے۔

میری کمان میں جو فوج ہے وہ ملک کی عزت کی حفاظت کے لئے ہے مجھے پورا اعتماد اور بھروسہ ہے کہ مارشل لاء کے تحت جو اختیارات حاصل ہیں ان کے استعمال میں عدل و انصاف کے اصولوں سے انحراف نہیں کیا جائیگا اور نہ اب تک کیا گیا ہے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۳۸

فون نمبر ۳۷۳۷

ہفت روزہ

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۷ شعبان ۱۳۷۳ھ - مطابق ۲۲ اپریل ۱۹۵۳ء | شمارہ ۱۳

امارت و قیادت کی ذمہ داریاں

شیخ غلام قادر صاحب ایم۔ اے بلڈنگس لاہور

من افتی بغیر علم کان اثمه علی الذی افتاه ومن اشار علی اخیه بامر یعلم ان الرشد غیره فقد خانه ۔

(ابو داؤد)

ترجمہ ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی چیز پر اس کے متعلق علم رکھنے کے بغیر فتوے دے تو اس کے مطابق کام کرنے کا گناہ فتوے دینے والے پر ہے (علماء یا مفتی غلط فتووں کے ذمہ دار ہیں نہ کہ کم علم عوام) اور جو اپنے بھائی کو کسی کام میں ایسا مشورہ دے جو اسے معلوم ہو کہ (اس کا مشورہ) خلاف مصلحت ہے تو اس نے (نہ صرف اس کی خیانت کی) بلکہ وہ قوم سے خیانت کرتا ہے)

صحابہ کرام رض کے قاعدے ۔ احکام اور مشورے امر رسول اور اسلام کے منشاء کے مطابق ہوتے تھے اور ان کے افعال و اقوال میں پوری قوم کی تربیت ملحوظ ہوتی تھی۔ اللہ رسول ۔ اور اسلام کی عزت کو بلند و بالا کرنا ان کا مقصود تھا انسانیت کا بول بالا کرنا اُن کے مدنظر تھا ۔

چنانچہ شام کی فتح کے بعد حضرت عمر رض نے حضرت ابو عبیدہ رض کو یہ فرمان مفتوحہ ملک کے ذمیوں کے (غیر مسلموں) کے متعلق لکھا ۔ اور اپنی وفات کے وقت وصیت فرمائی آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں فرماتے ہیں :۔

"مسلمانوں کو ان کے (ذمیوں کے) ظلم و نقصان سے روکو اور ان کے مال کھانے سے منع کرو اور ان کو جو حقوق تم نے دیئے ہیں ان کو پورا کرو"

(کتاب الخراج صفحہ ۱۸۲)

وصیت :۔

" اور میں اپنے جانشین کو خدا تعالے اور خدا کے رسول کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں کہ ذمیوں (غیر مسلموں) کے معاہدے کو پورا کرے اور ان کی حمایت میں لڑے اور ان کو تکلیف مالا یطاق نہ دے"

ایک دفعہ مصر سے حضرت عزفہ بن حارث الکندی کی قیادت میں حضرت عمر کی خدمت میں وفد آیا تو آپ نے پوچھا "غالباً مسلمان ذمیوں کو ستاتے ہوں گے" سب نے یک زبان ہو کر کہا :۔

ما نعلم الا وفاء وحسن ملكة یعنی ہم پابندی عہد اور شریفانہ اخلاق کے سوا کچھ نہیں جانتے "۔

(اسد الغابہ)

صحابہ کرام رض نے ذمیوں کی دیت (خونبہا) بھی بالکل مسلمانوں کے برابر مقرر کر رکھی تھی ۔ دار قطنی میں ہے :۔

ان ابو بکر و عمر کانا یجعلان دیة الیهودی والنصرانی اذا کانا معاهدین دیة الحر المسلم (دار قطنی کتاب الحدود) یعنی حضرت ابو بکر رض اور حضرت حضرت عمر رض نے ذمی یہودی اور عیسائی کی دیت آزاد مسلمان کے برابر قرار دی تھی ۔

مذہبی آزادی

ایک بار حضرت عمر رض نے اپنے عیسائی غلام استنق کو دعوت اسلام دی اور اس نے انکار کیا تو فرمایا :۔ لا اکراه فی الدین یعنی مذہب کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں ہے (کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۴۹)

ایک بار حضرت ہشام بن حکیم نے حمص میں دیکھا کہ کچھ قیدی دھوپ میں کھڑے کئے گئے ہیں بولے "یہ کیا ظلم ہے میں نے رسول کریم صلعم سے سنا ہے ان اللہ یعذب الذین یعذبون الناس فی الدنیا یعنی خدا تعالے ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں (ابو داؤد کتاب الخراج باب التشدید فی جبایة الجزیہ)

مسلمانوں کے حسن سلوک کا ایسا اثر ذمیوں پر ہوا کہ وہ خود مسلمانوں کے دست و بازو بن گئے ۔ قاضی ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں :۔

فلما رای اهل الذمة وفاء المسلمين لهم وحسن السيرة فيهم صاروا اشداء على عدو المسلمين وعونا للمسلمين على اعدائهم یعنی جب ذمیوں نے مسلمانوں کے ایفائے عہد اور ان کے نیک سلوک کو دیکھا تو مسلمانوں کے دشمنوں کے سب سے بڑے دشمن اور ان کے مقابل میں مسلمانوں کے حامی و مددگار بن گئے ۔

اسیران جنگ کے ساتھ سلوک

صحابہ کرام رض اسیران جنگ کو اپنے سے بہتر کھانا کھلاتے تھے اور ان کے آرام و آسائش کے لئے ضروری سامان بہم پہنچاتے تھے ۔ قرآن کریم نے صحابہ کرام رض کی اس فضیلت کو نمایاں کیا ہے :۔

ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیرا یعنی باوجودیکہ ان لوگوں کو خود کھانے کی خواہش ہوتی ہے پھر بھی وہ مسکین کو یتیم کو اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں

حضرت ابو بکر رض کے عہد خلافت میں جب مالک بن نویرہ اپنے رفقاء کے ساتھ گرفتار ہو کر آئے تو رات کو ان کو سخت سردی محسوس ہوئی حضرت خالد بن ولید کو خبر ہوئی تو عام منادی کرادی کہ

ادفئوا اسراکم یعنی اپنے قیدیوں کو گرم کپڑے اوڑھا دو (طبری)

وظائف کا تقرر

صحابہ کرام رض نے وظائف کے تقرر میں قوم اور مذہب کے امتیاز کو مٹا دیا ۔ چنانچہ حضرت عمر رض ایک بار مقام جابیہ میں گئے اور چند عیسائی جذامیوں کو دیکھا تو حکم دیا کہ بیت المال سے ان کے وظیفے مقرر کر دیئے جائیں ۔ (فتوح البلدان)

ایک دفعہ ایک بڑھے یہودی کو فاروق اعظم رض نے بھیک مانگتے دیکھا تو اسے خود اپنے گھر لائے اور جو کچھ ہو سکا دیا پھر بیت المال کے خزانچی کو لکھ بھیجا کہ اس قسم کے اشخاص کا لحاظ رکھا جائے قرآن مجید میں صدقہ کے جو حصہ دار ہیں ان میں فقراء سے مسلمان اور مساکین سے اہل کتاب مراد ہیں ۔

(کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف)

ان کے علاوہ جو معزز لوگ کسی وجہ سے مفلوک الحال ہو جاتے تھے ان کے لئے بھی آپ (حضرت عمر رض) وظیفے مقرر فرما دیتے تھے ۔ چنانچہ ایک موقعہ پر خود فرمایا :۔

" انما فرضت لقوم اجحف بهم

عورت اور اسلام

از عبدالصمد صارم صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

اسلام سے پہلے عورت کی حیثیت

صنفِ لطیف جس کے احترام کی آج دنیا میں دھوم مچی ہوئی ہے کسی زمانے میں مشرق میں مرد کے دامن تقدس پر داغ سمجھی جاتی تھی، روما اسے صرف گھر کا اثاثہ سمجھتا تھا، یونان شیطان کہتا تھا، کلیسا باغ انسانیت کا کانٹا تصور کرتا تھا، کتاب مقدس نے اسکو لعنت ابدی کا مستحق قرار دے رکھا تھا، سقراط نے اسے فتنہ و فساد کی جڑ کہا، ویڈورڈ صرف جسمانی لذت حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتا تھا، نٹشے نے دنیا کو ان مصائب سے ڈرایا جو اس کے خیال میں عورتوں کو آزادی دینے سے پیدا ہوں گی مسٹر بریکری ماس لکھتے ہیں کہ کتاب مقدس میں تعدد ازدواج کی ممانعت بھی نہیں ہے کتاب مقدس میں عورت کو موت سے زیادہ تلخ کہا گیا ہے۔

ڈاکٹر لیبان کا بیان ہے "ہندوؤں کا قانون کہتا ہے کہ تقدیر جہنم، طوفان، زہریلے سانپ ان میں سے کوئی اس قدر خراب اور خطرناک نہیں جس قدر عورت ہے، کتاب مقدس بھی اس سے کچھ کم سخت نہیں جیسا کہ آپ ابھی سن چکے ہیں اس میں بھی عورت کو موت سے زیادہ تلخ لکھا ہے (تمدن عرب)

نیسلٹن لکھتا ہے عورتیں شیطان کی گذرگاہیں اور روحانی حقوق کو پامال کرنے والی ہیں۔

عورتوں میں ضروری شیطنت بھری ہوئی ہے ان میں شہوانی جذبہ کے ابھارنے کا مادہ بھرا ہوا ہے۔ (تمدن عرب)

پروفیسر ہنری مارٹن لکھتے ہیں "یونانی عورت عمر بھر پابند رہتی تھی اس کو اپنی ذات پر کسی قسم کا اختیار نہ تھا وہ اپنے معاملات میں کسی قسم کا تصرف نہیں کر سکتی تھی۔ روما میں بھی عورتیں انہیں کی طرح بلکہ اس سے زیادہ خدمت کے ساتھ ولادت سے لے کر وفات تک زیر نگرانی رکھی جاتی تھیں۔ عیسائی مذہب بھی بعض حیثیتوں سے یہودیت کے ساتھ اور بعض حیثیتوں سے رومی تمدن کے ساتھ خاص تعلق رکھتا ہے

روما میں عورت کا جو درجہ تھا وہ ہم کو معلوم ہو چکا ہے اور یہود کے نزدیک بھی اس کی حالت اس سے بہتر نہ تھی کلیسا کے پادریوں نے اکثر عورت کی تحقیر و تذلیل اس بنا پر کی کہ اس نے مرد کو گناہ کا مرتکب بنایا تھا۔

گال یعنی فرانس کے اصل باشندوں کے نزدیک عورت نہایت ذلیل اور پست درجہ تھی فرانک وغیرہ دوسری قومیں جو فرانس میں آکر آباد ہوگئی تھیں ان کا بھی یہی حال تھا چنانچہ ان کے ابتدائی زمانہ میں عورتیں اسباب تجارت کی طرح فروخت کی جاتی تھیں

کنفوشش نے اس کو نامبارک کہا ہے (آئین چین ص ۲۰)

گوتم بدھ کا قول ہے کہ عورت صحیح راہ پر نہیں چلتی (ژندواد)

جمشید کا قول ایران کے مشہور شاعر و مورخ نظامی گنجوی نقل کرتے ہیں ؎

اگر نیک بودے سرانجام زن

زناں را مزن نام بودے نہ زن

یہودی، عیسائی، آتش پرست، بدھ کسی مذہب نے عورت کو کوئی حق نہیں دیا اور اس کی توہین کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا نہیں رکھی یورپ کا رنگ اب اور ہے ورنہ وہاں عورت کی حالت سب سے بدتر تھی چنانچہ اب تک بھی اس کا ذاتی نام قابل شہرت نہیں سمجھا جاتا بچپن میں باپ کے نام سے (مس جیکب وغیرہ) اور شادی کے بعد شوہر کے نام سے (مسز جیکب وغیرہ) مشہور ہوتی ہے۔

ہندوستان کی داستان سب سے زیادہ طویل ہے یہاں عورت کو پیدا ہونے ہی کا حق نہ تھا لڑکی پیدا ہوتے ہی مار ڈالی جاتی تھی جو زندہ رہتی تھی اس کا کوئی حق نہ تھا عمر بھر باپ کی، شوہر کی، بیٹے کی محتاج اور پابند رہتی تھی منوشاستر میں ہے لڑکپن میں باپ کے، جوانی میں شوہر کے بڑھاپے میں بیٹوں کے اختیار میں رہے کیونکہ عورتیں خود مختار رہنے کے لائق نہیں ہیں۔

عورت نابالغ ہو، جوان ہو، بوڑھی ہو، گھر میں کوئی کام خود مختاری سے نہ کرے (منو) عورت کو بوقت صلاح و مشورہ اپنے پاس نہ رکھے جھوٹ بولنا عورت کا ذاتی خاصا ہے (منو) پلنگ سے محبت، بیٹھنے کی چوکی سے محبت، زیور کا شوق شہوت پرستی، غصہ، برائی کی طرف میلان، اذیت رسانی عورتوں کے چند خواص ہیں (منوشاستر) عورتوں کی روح میں پارسائی کا وجود ڈھونڈھے سے نہیں ملتا (منو)

ایک عورت کو ہندوستان میں کئی کئی شوہروں کی بیوی بننا پڑتا تھا دروپدی کا قصہ تاریخ ہند کا مشہور واقعہ ہے شوہر کے مرنے پر اسکو زندہ رہنے کا حق نہ تھا بلکہ اپنی جیتی جاگتی جان کو نذر آتش کرنا پڑتا تھا۔

اس ترقی کے دور میں بھی ہندوؤں کے مشہور پیشواؤں اور مصنفوں نے اپنے اپنے متقدمین کی طرح عورتوں کو برا ہی کہا ہے پنڈت دیانند لکھتے ہیں دنیا کی چمکدار چیزیں عورتیں لونڈے بغیرہ یہ شیطان ہیں (ٹریکٹ ۴۴)

پروفیسر ملکر لکھتے ہیں ہندوؤں میں عورت آزاد نہیں زندگی کے لئے نہ وراثت کے لئے اور دیگر شاستروں کے اندر بھی پرشوں (مردوں) کے ہر قسم کے حقوق کو بڑی مضبوطی کے ساتھ قائم کیا ہے۔ برخلاف اس کے ابلا استری جاتی (عورت) کے لئے ان ویدوں کے اندر بھی واجبی انسانی حقوق نہیں پائے جاتے (روشنی انگ)

سوتروں میں شاستروں میں عورتوں کا بہت کم درجہ ہے (تاریخ ہند لالہ لاجپت رائے)

عرب میں بھی عورت ایک شئے قابل استعمال سمجھی جاتی تھی۔ تعدد ازدواج کی کوئی حد مقرر نہ تھی، بعض شریر مرد عورتوں کو برسوں معلقہ رکھتے تھے، ترکہ میں عورت کا کوئی حق نہ تھا وہ کسی چیز کی مالک نہ تھی

اسلام میں عورت کی حیثیت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو آپ نے عورتوں سے ان مظالم کو دور کیا، اس کا نفقہ مرد پر واجب کیا، مہر واجب کیا، ترکہ میں حق مقرر کیا، تعدد ازدواج کی حد مقرر کر دی اور اسکو انصاف کے ساتھ مشروط کیا، عورت کو خلع کا حق دیا، وہ اپنے مال کی خود مالک قرار دی گئی شادی کے لئے بالغ عورت کی رضامندی و اجازت کو ضروری قرار دیا گیا، گھر کے اندر اسکو ایک خود مختار حاکم بنایا گیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے (لوگو عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو کیونکہ تم نے اس کی ضمانت پر ان کو اپنے قبضہ میں لیا ہے) یعنی خدا کے حکم کے موافق نکاح ہوا ہے۔ یہ خدا کی ضمانت ہے اور ارشاد ہے (عورتیں تمہاری پوشاک ہیں) یعنی جس طرح پوشاک آدمی کے لئے ضروری ہے اور موجب راحت اور باعث زینت و عزت ہے، اسی طرح مرد کے لئے عورت ہے۔ نیز ارشاد ہے (عورتیں تمہاری کھیتی ہیں) جس طرح بغیر کھیتی کے نوع کا گذارہ اور بقا ممکن نہیں اسی طرح بغیر عورت کے زندگی دشوار ہے اور جس طرح کھیتی کی حفاظت اور پرورش ضروری ہے اسی طرح عورت کی بھی ہے جس طرح کھیتی محبوب ہے اسی طرح عورت محبوب ہے، ایک حدیث میں ہے کہ دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔

رسول کریم صلعم نے ایک صحابی سے عورتوں کے متعلق فرمایا کہ "یہ آبگینے ہیں" جس طرح آئینوں کو ٹھیس نہیں لگنی چاہیئے اسی طرح عورت کی دل آزاری نہیں کرنی چاہیئے۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو حقیر سمجھتے تھے۔ جب رسول کریم صلعم نے ان کا مرتبہ قائم کیا تو ہماری آنکھیں کھلیں۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ انسان کے لئے دنیا میں سب سے بڑی دولت ایمان اور باعصمت عورت ہے۔ خواجہ سعدی شیرازی فرماتے ہیں ؎

زنِ خوب فرمانبر و پارسا

کند مرد درویش را بادشاہ

اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں اور اس کا مرتبہ قائم کیا ہے ان کی بڑی تفصیل ہے۔ اس موضوع پر کثرت سے مضامین و رسائل شائع ہو چکے ہیں اس لئے یہاں زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

ڈاکٹر کرانس نے عورتوں کے متعلق قانون اسلام کی مدح کی ہے (میزان التحقیق ص ۳۰)

ڈاکٹر لیبان نے لکھا ہے "وہ اسلام ہی تھا جس نے عورتوں کو گری ہوئی حالت سے ترقی دی (تمدن عرب ص ۴۱۱)۔ ڈاکٹر آرنلڈ نے موسیو وال کا قول نقل کیا ہے کہ اسلام کی بدولت عورتوں کے حقوق مقرر ہو گئے (پریچنگ آف اسلام) کرنل آبری ابد بن سی آئی او بی ای۔ ممبر پنجاب کمیشن نے لکھا ہے کہ اسلامی قانون میں مسائل وراثت کے ماتحت جائداد کے متعلق عورتوں کے حقوق احتیاط سے درج کئے گئے ہیں۔ (میزان التحقیق)

ایک ہندو فاضل کا خراج تحسین

ہندو فاضل مسٹر ایس۔ ایم دھرم اکھیا لکھتے ہیں :-

"ہندو مذہب میں عورت کی کیا حیثیت ہے یہ تو پوچھئے ہی نہیں کیونکہ وہ ہمیشہ ایک لونڈی کی حیثیت سے رہتی ہے۔ بچپن میں والدین کے ہاتھ میں جوانی میں شوہر کے ہاتھ میں جتنی کہ اگر شوہر چاہے تو مذہباً اسے اس بات کا حق ہے کہ اپنی بیوی کو دوسرے کے پاس بھیجے اور نیوگ کرائے اور بڑھاپے میں اپنے لڑکوں کے اختیار میں رکھی گئی ہے اسکو جائداد میں کوئی ترکہ نہیں ملتا۔ زیادہ سے زیادہ وہ اپنی زندگی میں خرچ خوراک پانے کی مستحق ہے شادی جس سے صرف عورت کی اپنی ذات کا تعلق ہے اس میں

(باقی بر صفحہ ۳ کالم ۳)

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۷ رشعبان ۱۳۷۲ھ | نمبر ۱۳

جنّت و دوزخ کی حقیقت اسلام میں

سیالکوٹ سے ایک صاحب نے تین سوالات لکھ کر بھیجے ہیں اور ان کے جوابات بذریعہ "پیغام صلح" طلب کئے ہیں۔
سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ :-

جنّت و دوزخ کیا مادی چیزیں ہیں یا یہ محض تزکیۂ اخلاق کے لئے تمثیلی بیانات ہیں؟

اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کے بیانات اور رسول کریمؐ کے ارشادات کے پیش نظر جنّت دوزخ کو مادی چیزیں قرار دینا صحیح نہیں، بلکہ یہ انسانی اعمال کے ان نتائج وثمرات کے نام ہیں، جو وہ اس دُنیا میں کرتا ہے، ان ثمرات کی اصل حقیقت تو اسی وقت کھُلے گی جب انسان ان سے متمتع ہوگا، لیکن اس قدر وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بہرحال مادی چیزیں نہیں،

قرآن کریم نے ان ثمرات کا ذکر بیشک مادی چیزوں کے ناموں سے کیا ہے، مثلاً جنّت میں پانی کی نہریں، دُودھ کی نہریں، شراب، شہد، اور تمام اعلےٰ قسم کے پھل، یا دوزخ میں آگ، گرم پانی اور ہر قسم کی تکلیف دہ چیزوں کا موجود ہونا، لیکن یہ محض اس سرور اور آرام یا دُکھ اور تکلیف کو سمجھانے کے لئے مثالی نام ہیں، جو ان چیزوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ دو جگہ پر صاف طور پر ان چیزوں کی حقیقت کو مثال کے لفظ سے واضح کیا ہے،

(۱) مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ○

(سورۃ محمد آیت ۱۵)

یعنے اس جنّت کی مثال جس کا وعدہ متقیوں کو دیا جاتا ہے (یہ ہے کہ) اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بگڑتا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلتا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے لذت ہے اور صاف کئے ہوئے شہد کی نہریں ہیں، اور ان کے لئے اس میں سب قسم کے پھل اور ان کے ربّ کی طرف سے مغفرت ہے، کیا یہ اس کی مثل ہیں جو آگ میں رہنے والے ہیں اور انہیں اُبلتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔

(۱) مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ أُكُلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا ۚ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوا ۖ وَّعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ○

(سورۃ الرعد آیت ۳۵)

یعنے جنّت کی مثال جس کا وعدہ متقیوں کو دیا گیا (یہ ہے کہ) اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس کے پھل ہمیشہ رہیں گے، اور اس کی آسائش بھی یہ ان کا اچھا انجام ہے جو تقوےٰ اختیار کرتے ہیں اور کافروں کا انجام آگ ہے،

ان دونوں آیات سے واضح ہوتا ہے کہ جنّت و دوزخ آرام اور آسائش اور دُکھ اور تکلیف کی کیفیات کو واضح کرنے کے لئے مثالی چیزیں ہیں کیونکہ نہ صرف مثل کا لفظ ان کے لئے استعمال کیا ہے، بلکہ جن اشیاء کے نام لئے ہیں، اُن کے ایسے خصائص بتائے ہیں، جو اس دُنیا میں ان کے اندر نہیں پائے جاتے، پانی کی نہریں ہیں جو بگڑتا نہیں، دُودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلتا، شراب کی نہریں ہیں جن میں صرف لذت ہی پائی جاتی ہے۔ سُکر اور مستی نہیں، شہد کی نہریں ہیں ایسا شہد جس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہیں، یہ چار نہریں چار مختلف حالتوں کے قائم مقام ہیں، پانی کی نہر زندگی کے قائم مقام ہے یہ پانی بگڑنے والا نہیں یعنے بہشتی زندگی میں کوئی بگاڑ پیدا نہیں ہوتا، دُودھ کی نہر طاقت اور قوت کے قائم مقام ہے، دودھ جس کا مزہ نہیں بدلے گا یعنے طاقت و قوت جو وہاں دی جائے گی وہ موجب فتنہ و فساد نہ ہوگی، شراب کی نہریں لذت و سرور کے قائم مقام ہیں، ایسی لذت و سرور جس میں مستی یا سُکر نہیں بلکہ اس کو دوسری جگہ شراباً طہوراً کہا ہے یعنے انسان کو پاک کر دینے والی، پھر شہد کی نہریں جن سے صحت مراد ہے، جیسا کہ دوسری جگہ شہد کی صفت بیان کی ہے فیہ شفاء للناس، ایسا ہی دوزخ کی آگ اور گرم پانی وغیرہ مثالی چیزیں ہیں۔

دوسری آیت میں بھی اکلها دائم وظلها کے الفاظ نعمائے جنت کی ایسی کیفیات بیان کرتے ہیں جو اس دُنیا کے پھلوں اور سایہ کی کیفیات سے مختلف ہیں۔

پھر حدیث میں نعمائے جنّت کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر یعنی وہ ایسی نعماء ہیں جن کو آنکھ نے نہیں دیکھا، کان نے سُنا اور نہ کسی انسان کے دل پر ان کی کیفیت گذری۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جب قرآن کی ایک آیت میں جنّت کی وسعت ان الفاظ میں بیان کی گئی کہ عرضها كعرض السموات والارض یعنی ان کی وسعت زمین و آسمان کی وسعت کی مانند ہے تو رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا فاین النار کہ اگر جنّت زمین و آسمان کی طرح وسیع ہے، تو دوزخ کیا ہوگا؟ اس کے جواب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا این اللیل اذا جاء النہار [illegible] ہے، تو رات کہاں ہوتی ہے کیا ہی پُر حکمت الفاظ میں جنت اور دوزخ کی حقیقت کو واضح کر دیا [illegible] ہے کہ یہ دو مختلف کیفیات کے نام ہیں، مادی چیزیں نہیں ہیں۔

جنّت و دوزخ کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن کو بیان کرنے کا یہ موقعہ نہیں۔ سائل کے سوال کے مطابق مختصر جواب عرض کر دیا ہے، باقی سوالات اور ان کے جوابات آیندہ اشاعتوں میں درج ہوں گے۔

ماسٹر اصغر علی صاحب ووکنگ مشن میں!

ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کا گرامی نامہ

ناظرین اخبار پیغام صلح یہ سُن کر یقیناً خوش ہوں گے کہ ہمارے مکرم دوست ماسٹر اصغر علی صاحب جن کا آج سے چند ماہ پہلے لندن میں اپریشن ہوا تھا، اب بفضلہ تعالیٰ صحت یاب ہو گئے ہیں۔

ان کی بیماری کس قدر خطرناک تھی اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے انکو معجزانہ طور پر صحت عطا فرمائی، ان تمام حالات سے احباب جماعت بخوبی واقف ہوں گے۔

اب ماسٹر صاحب موصوف نے اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر دی ہے، وہ ۲۶ر مارچ ۱۹۵۳ء کو ووکنگ میں تشریف لے آئے تھے، ۲۷ر کو اپنے سرجن ڈاکٹر ہیربرٹ کو ملنے کے لئے لندن تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے ان کو دو ماہ بعد دوبارہ آنے کو کہا اور اب کام کاج کی اجازت دے دی ہے، فالحمد للہ علیٰ ذالک

حازم صاحب کے (جو یوگوسلاویہ کے مسلمان ہیں اور جنہوں نے مسجد میں خدمت کرنے کے بعد بعض وجوہ کی بناء پر مشن کی خدمات سے علیحدگی اختیار کر لی ہے) چلے جانے کے بعد مجھے کوشش کے باوجود تا حال خاطر خواہ اور قابل اعتبار امین اور محاسب کے کام کے لئے کوئی کارکن نہ ملا تھا، اب اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ماسٹر صاحب کو اس کام کے لئے بھیج دیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ انشاء اللہ ووکنگ مشن کے لئے ایک لائق اور مفید کارکن اور حفیظ امین ثابت ہوں گے احباب انکی صحت و عافیت کے لئے دعاؤں کو بدستور جاری رکھیں، وہ نہایت ہی نیک، مستعد اور ذمہ دار کارکن ہیں اور اللہ تعالےٰ نے ان کے اندر خدمت دین کا جذبہ رکھا ہے انہوں نے مشن کے شعبہ حسابات کو سنبھال لیا ہے جس سے مجھے بڑا اطمینان ہوگیا ہے۔

مولانا عبد المجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو بھی اب بالکل تندرست ہیں اور انہوں نے دوبارہ اسلامک ریویو کی ایڈیٹری کی ذمہ داری کو سنبھال لیا ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک

محترمہ بہن رضیہ خانم (دختر جناب مولانا مصطفےٰ خان صاحب مرحوم) بھی صحتیاب ہو کر اپنی تعلیم میں مشغول ہو گئی ہیں فالحمد للہ آج کل بفضلہ تقریباً بیس تیس احمدی احباب انگلستان میں ہیں، اب ان کو منظم کرنے کی فکر میں ہوں و باللہ التوفیق۔

ایک انگریز نومسلم کی وفات

نہایت افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ مسٹر اسمٰعیل ڈی یارک جن کے نام سے بعض احباب واقف ہیں اور بعض کو ان سے ذاتی تعارف بھی حاصل ہے، بعد اپریشن ۹ر اپریل کو ایک لندنی ہسپتال میں فوت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم برٹش سوسائٹی [illegible]

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا ماضی و حال

مکرمی تسلیم۔

آج سے کوئی سترہ اٹھارہ سال پیشتر کا ذکر ہے، میں سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مضامین اور ان کی کتابیں بے حد شوق اور انہماک سے پڑھا کرتا تھا اور اس بات کو غنیمت سمجھتا تھا کہ ایک مولوی کہلانیوالا شخص مسلمانوں کے دینی اور معاشرتی مسائل پر کسی قدر وسعتِ نظر کے ساتھ اظہار خیالات کر رہا ہے۔ اسے مذہبی یا سیاسی فرقہ بندی سے کوئی سروکار نہیں وہ مسلمانوں کی ذہنی و فکری تربیت کرنا چاہتا ہے، اور انہیں اسلام پر قائم رکھ کر زمانۂ حال کے تقاضوں کا احساس بھی دلانا چاہتا ہے اگرچہ مولانا کی تحریروں میں بعض جگہ کانگرس کی طرف جھکاؤ اور مسلم قیادت سے نفرت کے اثرات جھلکتے نظر آتے تھے۔ لیکن میں اسکو طبعی سمجھ کر نظر انداز کر دیتا تھا۔ کیونکہ مولانا اس سے قبل کئی سال تک جمعیتہ العلماء کے اخبار میں کانگریسی زاویہ نگاہ کی حمایت کرتے رہے تھے اور وہ اثرات ابھی تک موجود تھے۔

جب مسلمانانِ ہند نے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے پاکستان کی تحریک کا آغاز کیا تو مجھے یہ دیکھ کر بے حد صدمہ ہوا کہ:۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنے بے شمار مضامین میں اس تنظیم اور اس تحریک کا استخفاف کیا اور اسکو غیر اسلامی تحریک بتایا۔ پھر آپ نے "جماعت اسلامی" کی بنیاد رکھ دی اور روزِ اوّل ہی یہ بیان کر دیا کہ مسلمانوں کی دینی تربیت کے علاوہ اس جماعت کا مقصد یہ بھی ہے کہ سیاسی اقتدار پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے۔

۱۹۴۵ء میں جو انتخابات ہوئے وہ چونکہ اتفاق سے کانگرس اور لیگ بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مناقشے کی قسمت کے آخری منظر تھے اس لئے میں منتظر رہا کہ دیکھیں جماعت اسلامی کیا رویہ اختیار کرتی ہے لیکن مولانا نے ان انتخابات سے مقاطع کا حکم دیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک مسلم لیگ کے کارکن صحیح قسم کے مسلمان نہ تھے اور ان کی تحریک حکومتِ الٰہیہ اسلامیہ قائم کرنے کی نہ تھی۔

پاکستان کی مخالفت

اس دوران میں مولانا نے اور ان کے کارکنوں اور اخبار نویسوں نے مسلم لیگ اور پاکستان کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کی ایک مہم جاری کر رکھی تھی اور میری طرح بہت سے دوسرے عقیدتمندوں کی آنکھیں بھی کھل چکی تھیں لیکن کبھی کبھی کسی قدر حسن ظن بھی ہوتا تھا کہ ممکن ہے مولانا کی نیت نیک ہی ہو اور وہ مسلم لیگ والوں کو اپنے خیال کے مطابق نیک اور صالح نہ سمجھتے ہوں ـــــ لیکن جب پاکستان قائم ہو گیا اور اس کے بعد بھی مولانا اور ان کے اخبار نویسوں کا رویہ حکومت پاکستان اور مسلم لیگ کے متعلق مخالفانہ ہی رہا تو مجھے طرح طرح کے شبہات نے آگھیرا اور اب میں مودودیوں کو بھی احراریوں ہی کی طرح اکھنڈ بھارت کا حامی اور پاکستان کا دشمن خیال کرنے لگا۔

بعد کے واقعات نے میرے اس خیال کو تقویت پہنچائی۔ مثلاً جس زمانے میں پاکستان کے سرفروش مجاہد کشمیر میں دادِ شجاعت دے رہے تھے کسی شخص نے پٹھانکوٹ میں اس جہاد کے متعلق رائے دریافت کی تو آپنے جواب دیا:۔

"جب تک حکومتِ پاکستان نے حکومت ہند کے ساتھ معاہدانہ تعلقات قائم کر رکھے ہیں۔ پاکستانیوں کے لئے کشمیر میں ہندوستانی فوجوں سے لڑنا از روئے قرآن جائز نہیں" (تسنیم ۱۱ اگست ۱۹۴۸ء)

انا للہ وانا الیہ راجعون

اس جواب نے تو میری کمر توڑ کر رکھ دی پورے پاکستان میں شور مچ گیا۔ بھارت اور کشمیر کے ریڈیو اسٹیشن مولانا مودودی کی تعریفوں سے گونجنے لگے۔ علمائے اسلام بالخصوص حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ نے مودودی صاحب کے ساتھ ایک نہایت طویل خط و کتابت کر کے ان کے موقف کی لغویت ان پر واضح کی لیکن مولانا قائل نہ ہوئے اور غالباً اب تک قائل نہیں ہیں۔

جماعتِ اسلامی نے عامۃ المسلمین کی لعن طعن سے گھبرا کر ایک کمزور سی قرارداد میں مودودی صاحب کے فتوے کو واپس لے لیا تھا لیکن غالباً مولانا ابتک اپنے خیال پر قائم ہیں۔

اس سے قبل مودودی صاحب نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ مسلمان ملازمین حکومت کو حکومتِ پاکستان کی وفاداری کا حلف نہ اٹھانا چاہیئے اور اس کی فوج میں بھرتی نہ ہونا چاہیئے جب تک یہ حکومت اسلامی نہ ہو جائے یعنی ان کے نزدیک انگریز کی حکومت اسلامی تھی اور قائد اعظم کی حکومت غیر اسلامی تھی کیونکہ فرنگی کے زمانے میں مودودی صاحب نے کبھی ملازمین حکومت کو اس قسم کا مشورہ نہ دیا بلکہ ان کے چندے اور عطیات سے جماعت کا کام چلاتے رہے اور جہاں پاکستان قائم ہوا سرکاری ملازمت ناجائز ہو گئی۔

دستورِ اسلامی کا مطالبہ

غرض مودودی صاحب پاکستان کی بدخواہی اور کشمیر کے متعلق اپنے فتوی کیوجہ سے سخت غیر ہر دلعزیز ہو گئے مسلمانوں کو ان سے نفرت ہو گئی اور حکومت نے ان کو پبلک سیفٹی ایکٹ کے ماتحت جیل میں بھیجدیا۔ ڈیڑھ سال کے بعد جب آپ رہا ہو کر آئے تو پاکستان، کشمیر، ملازمت وغیرہ کو بالائے طاق رکھکر آپ نے "حکومتِ اسلامی" کے قیام اور دستورِ اسلامی کے نفاذ کا نعرہ شروع کیا۔ کراچی میں مختلف فرقوں کے علماء کا ایک اجتماع ہوا جس میں مولانا بھی شامل ہوئے۔ اور ان علماء سے بعض جزوی اور تفصیلی اختلافات کے باوجود ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔

مودودی اور قادیانی

یاد رکھئے کہ مودودی صاحب نے ابتدائے عمر سے لے کر ۱۹۵۲ء کے اواخر تک کبھی نہ قادیانیوں کے خلاف کفر کا فتوے دیا نہ انہیں خارج از ملت قرار دیا، نہ ان کو اقلیت بنانے کا مطالبہ کیا۔ حالانکہ جن وجوہ کی بنا پر اب یہ جو کچھ کیا جا رہا ہے، وہ قادیانیوں میں سالہا سال سے موجود تھیں لیکن اب مودودی صاحب نے محض اکثریت کے غوغا سے متاثر ہو کر اس کی تائید شروع کر دی کہ مبادا دوبارہ نامقبول اور غیر ہر دلعزیز ہو جائیں۔

پہلے اکثریت مردود ـــ اب اکثریت مقبول

اس واقعہ سے میرے دل میں مودودی صاحب کے خلاف سخت بیزاری پیدا ہو گئی اور میں سمجھ گیا کہ اس شخص کا بھی کوئی اصول نہیں ہے، اس نے پاکستان کی تحریک کے وقت اکثریت کی رائے کو ٹھکرایا اور پاکستان کی مخالفت کی، اس نے جہادِ کشمیر کے معاملے کے متعلق اکثریت کی رائے کے خلاف فتوے دیا۔ لیکن

چونکہ اس رویہ کی بناء پر سخت رسوائی ہوئی لہذا اس نے فیصلہ کیا کہ آئندہ جو عوام کہیں گے وہی کروں گا خواہ اس میں ایمان کے خلاف ہی ہو چنانچہ جو شخص ہمیشہ تکفیر اور فرقہ بندی کے خلاف وعظ کہتا رہا اس نے اس موقعہ پر قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر کے اپنے تمام پرانے عقائد خیالات پر پانی پھیر دیا۔

جو شخص یہ کہا کرتا تھا کہ:۔

اسلام میں نہ اکثریت کا کسی بات پر متفق ہو جانا اس کے حق ہونے کی دلیل ہے نہ اکثریت کا نام سوادِ اعظم ہے نہ ہر بھیڑ جماعت کے حکم میں ہے اور نہ کسی مقام کے مولویوں کا کسی رائے کو اختیار کر لینا اجماع ہے (ترجمان القرآن ستمبر ۱۹۴۷ء)

وہ اب یہ کہنے لگا کہ:۔

"قادیانیوں کو اس لئے اقلیت قرار دینا چاہیئے کہ ایک بہت بڑی بھیڑ" کا یہ مطالبہ ہے اور "نکات" محض اس لئے دستورِ اسلامی میں شامل کر لینے چاہئیں کہ مولویوں کے ایک اجتماع نے ان کے متعلق متفقہ مطالبہ کیا ہے!"

افسوس! کہ ایک اچھا روشن خیال عالم اس ملک کے پست ترین اور جاہل ترین طبقوں کی سیاست میں آلودہ ہو کر غارت ہو گیا۔ اور جو منطق اور معقولیت کے بغیر بات نہ کرتا تھا۔ آج دلیل و برہان سے اس قدر بیگانہ ہوا کہ عبرت ہوتی ہے۔

ـــــ (مولانا کا ایک عقیدتمند) ـــــ

روزنامہ "احسان"

۲۰ اپریل ۱۹۵۳ء

اسلامی حکومت کے عاملین

علامہ سید سلیمان صاحب ندوی کی ایک تقریر

قال اللہ تعالیٰ :- وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ط

بہترین حکومت

کراچی میں بڑی تمنا تھی اور یہ جی چاہتا تھا کہ سرکاری ملازمین کی کوئی مجلس ہوتی تو ان سے میں کچھ کہتا، مگر میری تمنا وہاں پوری نہ ہوئی لیکن بحمد اللہ کہ میری یہ تمنا یہاں پوری ہوئی اور آج مجھے سرکاری ملازمین کے سامنے تقریر کرنے کا موقع ملا جس کی وجہ یہ ہوگی کہ آپ جن کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں وہ آپ کی اصلاح، اخلاقی پاکیزگی اور اچھائی کی فکر کر رہے ہیں اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ ان کے عمال، دیانت، امانت، احساس، ذمہ داری اور پاکیزہ اخلاق کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کریں اور کسی حکومت کی بھی سب سے بڑی سعادت مندی اور خوش بختی ہے کہ وہ اپنے اندر اصلاح کی روح رکھتی ہو اور اپنے ماتحتوں اور رعایا کی سیرت، کردار، اور اخلاق کی درستی کی اہمیت پر یقین رکھتی ہو اور اس کے لئے ویسی ہی کوشش کرتی ہو جیسی وہ شہری انتظام و امن و امان کے لئے کرتی ہے اور صحیح بات تو یہ ہے کہ شہری انتظام کی ترقی اور امن و امان کی بحالی بھی زیادہ تر رعایا اور ملازمین کے کردار کی بہتری اور اخلاق کی عمدگی پر منحصر ہے۔

آیت بالا کا وسیع مفہوم

یہ سورۂ نساء کی ایک آیت ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو" فیصلہ کرنے کے لفظ سے صرف یہ نہ سمجھا جائے کہ اس کا تعلق صرف عدالت کی کرسی پر بیٹھنے والے حاکم سے ہے۔ بلکہ اس کا تعلق حکومت کے ہر فرد اور ہر رکن سے ہے۔ حکومت کے ہر فرد کا تعلق باشندوں کے معاملات اور کاموں سے پڑتا ہے اور ہر ایک کو ہر معاملہ اور کام کے وقت اس معاملہ اور کام کے متعلق حاکم کو قلم اٹھاتے ہوئے انصاف کرنا چاہیئے۔ اسی طرح وزرات کی مجلس کے ہر رکن کو انصاف کے ساتھ امید واروں کے متعلق اپنی رائے دینی چاہیئے، کلرکوں کو اور ماتحت کارگذاروں کو اسی انصاف کے ساتھ نوٹ تیار کرنا چاہیئے، پولیس کو اسی انصاف کے ساتھ کام کرنا چاہیئے، غرض رئیس حکومت اور وزراء سے لیکر کلرکوں اور سپاہیوں تک ہر ایک کو اپنے اپنے دائرے میں انصاف پر کاربند رہنا چاہیئے، یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ انصاف صرف حاکموں، ججوں اور مجسٹریٹوں کو کرنا چاہیئے بلکہ ہر ملازم کو اپنے اپنے دائرہ میں انصاف کا پابند ہونا چاہیئے اسی سے حکومت کی نیک نامی بلکہ قیام اور بقا منحصر ہے، دوستوں کی دوستی، عزیزوں کی عزیز داری، دشمنوں کی دشمنی، دولتمندوں کی دولتمندی، طاقت والوں کی طاقت کوئی چیز آپ کو انصاف کی حد سے باہر نہ لائے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کی پہلی تقریر میں فرمایا کہ تم میں سے قوی میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک اس سے حق نہ لے لیا جائے اور تم میں سے ضعیف میرے نزدیک قوی ہے جب تک اس کا حق اسکو نہ دلایا جائے۔

آیت بالا میں لفظ "ناس" بھی قابل غور ہے یہ نہیں کہا گیا کہ اس انصاف کا لحاظ صرف مسلمانوں کے درمیان کرو بلکہ فرمایا گیا کہ لوگوں کے درمیان کرو جس میں مسلم اور غیر مسلم سب داخل ہیں انصاف اور قانون کی نظر میں سب کو مساوات اور یکسانی حاصل ہے اور اسی سے اسلامی حکومت کی اعلیٰ خصوصیات نمایاں ہو سکتی ہیں۔

ملازمین حکومت کے اعضا ہیں

حضرات! حکومت اگر ایک جسم ہے تو اس کے سارے ملازمین اور چھوٹے بڑے افسر اس کے اعضا اور جوارح ہیں اگر حکومت کی کوئی مجسم شکل ہوتی تو اس کے ہاتھ، پیر، آنکھ، کان اور ناک وغیرہ یہی لوگ بنتے جو کانسٹیبل اور کلرک سے لے کر وزراء تک شمار ہوتے ہیں، حکومت کی اچھائی برائی انہی لوگوں کی اچھائی اور برائی سے ہوتی ہے، اگر عام لوگ ان سے اذیت اور دکھ محسوس کرتے ہیں تو حکومت بری کہلائے گی اور اگر عوام کو ان سے راحت و اطمینان حاصل ہو تو حکومت اچھی کہلائے گی۔

راحت کثرت آمدنی میں نہیں قلت مصارف میں ہے

عام طور پر ملازمین ایک نہایت معمولی اور افسوسناک ذہنیت کا شکار رہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہمیشہ ان کو فکر رہتی ہے کہ ان کی تنخواہ زیادہ سے زیادہ ہو اور آمدنی کا دروازہ کشادہ ہو کہ ان کے لئے راحت و آسائش کے سامان مہیا رہیں۔ کار ہو، شاندار مکان ہو، عمدہ سوٹ ہو، لیکن حقیقت یہ ہے کہ راحت و آسائش کا اصل مقام ان سارے تصورات سے بہت دور ہے تنخواہ کی ترقی عموماً اضافۂ مصارف کی موجب ہو جاتی ہے، اہل و عیال کی بجائے بیہودہ فیشن پرستی پر خرچ ہو جاتا ہے، وہ اپنی نامحدود آمدنی چائے، سگریٹ، بیڑی، سینما اور بیہودہ اغراض میں صرف کرتا ہے عموماً دیکھا جاتا ہے کہ ضروری مصارف کا سلسلہ مزید مسرفانہ مصارف کا باعث بن جاتا ہے، چھوٹے ملازموں سے لے کر بڑوں کا یہی حال ہے، اس لئے راحت کی اصلی راہ قناعت کے ساتھ اپنے غیر ضروری مصارف کو گھٹانا ہے ان کا بڑھانا مزید آمدنی کا طالب ہوگا کیونکہ اس کی صورت یا قرض ہے یا ناجائز صورت رشوت، جس سے نہ صرف ملازمین کی تباہی ہوتی ہے بلکہ پوری ملت کی تباہی ہوتی ہے۔ غور کیجئے اگر کسی کو اپنی ایک کار کے باعث اگر کوئی خوشی ہے تو دوسرے کے پاس دو ہوں گی اور اس سے بھی بہتر۔ تو دوسرے کا یہ حال دیکھ کر پہلے کو اپنی کمتری اور حقارت کا احساس ہوگا۔ اسی طرح ان چیزوں میں ہر فرد ہر ایک ہر دوسرے سے کچھ کم یا زیادہ ہوگا۔ ان چیزوں میں جس قدر بھی اپنے افکار کو الجھایا جائے گا اسی قدر پریشانی خاطر بڑھتی اور پھیلتی چلی جائے گی، اس لئے ان چیزوں کو تسکین اور راحت کا معیار ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تسکین و راحت اور اطمینان کی اصل اور بنیادی چیزیں صحیح نیت، دیانت، امانت اور عبادت سمجھ کر کام انجام دینا ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اور یہی خوبیاں اسی قسم کے تصورات اور اسی قسم کے فکری مشاغل حقیقی راحت و اطمینان کے باعث ہوں گے۔ کاروباری حساب و کتاب کی سی ذہنیت اور دوامی قسم کی راحت طلبی مزاج میں پیدا ہو جانے سے کمائی سے برکت اٹھ جاتی ہے، برکت کو نہ جانے لوگ کیا سمجھ رہے ہیں شاید یہ سمجھتے ہوں کہ ۲۰ کے ۳۰ ہو جائیں یا ۳۰ کے ۴۰ ہو جائیں برکت کا یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے لیکن حصول کی دوسری بہترین صورت یہ ہے کہ ضرورتیں خود بخود ہی کم ہوتی جائیں اور پیدا شدہ ضرورتوں کو تھوڑی آمدنی ہی باسانی مکتفی ہو جائے۔

اسلامی حکومت کی خدمت بھی عبادت ہے

اسلام کا ہم پر یہ بڑا احسان ہے کہ وہ ہمارے تمام کاموں کو عبادت بنانا چاہتا ہے۔ اسلام کے متعلق یہ سمجھنا کہ صرف عبادت ہی محدود ہے صحیح نہیں اسلام تو جس طرح مسجد میں ہے اسی طرح معرکۂ کارزار میں، اسی طرح مدرسہ میں، اسی طرح بازار میں اسی طرح دفتر میں، اسی طرح کارخانے میں، ہماری زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جسے ہم اسلام سے باہر سمجھ سکیں۔ یہ دین دنیا کی تفریق ہی غلط ہے، جس طرح مسجد میں نماز پڑھنا عبادت ہے اسی طرح دفتر میں خلوص نیت سے حکومت کے کسی کام کو انجام دینا بھی عبادت ہے۔ ایک مسلمان اسلامی حکومت کا عامل ہو کر نیت، دیانت اور امانت کو قائم رکھ کر ہر وقت ہی عبادت میں رہ سکتا ہے بشرطیکہ اس کی نیت میں اخلاص ہو۔ ایک مجاہد سرحد پر پہرہ دے کر اسی طرح ثواب حاصل کر سکتا ہے جس طرح ایک نمازی نفل پڑھ کر، بلکہ بعض اوقات مجاہد اس نفل پڑھنے والے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

عوام کی خدمت

یہاں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ عمال حکومت کو اکثر ایسے مواقع پیش آجاتے ہیں کہ وہ عوام کی ان واقعی ضرورتوں کو جن کو پورا کرنے کے لئے وہ نہیں کرسیاں دی گئی ہیں اور تنخواہیں مقرر کی گئی ہیں استحصال ناجائز کے بغیر پورا کرنے کو تیار نہیں ہوتے ایک دفتر میں کوئی نووارد ضرورت مند پہنچ جائے تو اسکو مفید مشورہ دینے کی بجائے ٹال مٹول کر ادھر ادھر کے چکر میں مبتلا کر دیا جاتا ہے بالآخر وہ پریشان و مجبور ہو کر اپنی ضرورت کو پاتا ہے یا محروم رہ جاتا ہے، دونوں صورتوں میں وہ اپنے دل میں ایک شدید اذیت محسوس کرتا ہے کہ جو لوگ اس کی خدمت اور سہولت بہم پہنچانے پر متعین ہیں، ان سے نفع کی بجائے کتنا نقصان پہنچ رہا ہے۔ حقیقت میں ایسے لوگوں سے حکومت کا وقار بڑھنے کی بجائے گر جاتا ہے اور اخلاقی دنیا میں اس طرح حکومت کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔

گذشتہ دور میں مسلمانوں کی بعض شخصی حکومتیں بھی ایسی ہی ہیں جنہوں نے اپنے دور حکومت میں اخلاق و انسانیت کا بڑا مقام پایا۔ اس وقت مجھے ملک شاہ سلجوقی کا ایک واقعہ یاد آیا کہ گھوڑے پر سوار ایک پل پر سے گذر رہا تھا کہ سامنے ایک

بڑھیا آکر کھڑی ہوگئی جس کے لڑکے کو کسی سپاہی نے بغیر کسی قصور کے پکڑ لیا تھا بڑھیا نے بڑے دردمندانہ لہجہ میں سلطان سے فریاد کی کہ تمہارا فلاں سپاہی میرے لڑکے کو بلا وجہ پکڑ کر لے گیا ہے۔ سلطان نے کہا تم دربار میں استغاثہ پیش کرو۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ اے سلطان! میرا فیصلہ تم کو اسی پل پر کرنا ہوگا یا کل اس پل (پل صراط) پر فیصلہ ہوگا۔ بڑھیا کی بات سن کر سلطان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اس نے اسی وقت بڑھیا کی دادرسی کی۔

اسلامی حکومت کی عدالت

عدالتوں میں قاضی ہوں یا جج صاحبان بہرحال انہیں اپنی ذمہ داری کو صحیح طریقے سے ادا کرنے کے لئے بڑی احتیاط، دیانت اور احتساب کے ساتھ کام کرنا پڑے گا۔ بار بار ان کے پاس طرح طرح کے مقدمے آئیں گے اور ہر مقدمہ اور اس کا فیصلہ ان کے لئے نازک ترین امتحان ہوگا۔ اگر وہ اپنے آپ کو اللہ کا ایک خلیفہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو سمجھ کر اخلاص نیت و فکر سلیم کے ساتھ فیصلہ کریں گے تو اللہ تعالے کے ہاں بڑا اجر و ثواب پائیں گے اپنے بلند کردار کی تعمیر کریں گے بلکہ قوم کے لئے ایک مستحکم رکن اور مضبوط کارکن ثابت ہوں گے۔ ان کی یہ صفت سعادت، ایسے ایسے مفید اثرات و برکات کی موجب ہوگی کہ سارے عوام میں کردار، اصول اور اخلاق حسنہ کی استعداد پیدا ہو کر سعادت مند سوسائٹی کی بنیاد پڑتی جائے گی اسی طرح کی اجتماعی برکات رکھنے والی حکومت سارے عالم کو خیر و سعادت کی طرف دعوت دینے والا ادارہ بن جائے گا۔ لیکن اگر پیش آنے والے مقدمات کو صحیح طرح سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی دیانت امانت کے متعلق اسلام کے بتائے ہوئے اصول کو نظر انداز کر دیا گیا اور رشوت و ارتشاء کا ذوق و شوق پیدا ہو گیا تو صحیح حدیث کے مطابق اپنے لئے دہکتی ہوئی آگ کے انگاروں کا انتظام کر لیا گیا دنیا میں بھی اس کا اثر رسوائی و بدنامی کے سوا کچھ نہیں یہ معلوم رہے کہ آج کل کے فیصل کئے ہوئے مقدمات کل سب کے سب اللہ کے حضور میں پیش کئے جائیں گے اس وقت یہ ہرگز ضروری نہ ہوگا کہ جس شخص کو آج مقدمہ میں اسکے سب ...... اپنے نقطہ نظر سے کامیابی یا اس کے وکیل کی چرب زبانی یا کسی گواہ کی کذب بیانی سے کچھ حاصل ہوا تو کل بھی اس کو یہ سب کچھ اسی طرح حاصل ہو جائے وہاں کسی کی چرب زبانی کسی کی ناجائز تدبیر اور کسی کی ہوشیاری کارگر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے یہ لوگ غلط فیصلہ سے کوئی چیز حاصل کر لیں جو ان کی نہیں تو وہ ان کے لئے باعث عذاب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فریقین مقدمہ میں کوئی فصیح اللسان بھی ہوتا ہے تو اگر میں کسی کو کوئی چیز دلا دوں جو اس کی نہیں تو میں نے اسکو آگ کا ٹکڑا دیا ہے (او کما قال) دو صحابیوں میں ایک زمین کے بارے میں جھگڑا تھا حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کی ایک بالشت بھر زمین بھی ناجائز طور پر دبائے گا تو قیامت کے دن زمین کے ساتوں طبقوں میں دھنسا جائے گا۔ یہ سن کر ان صحابیوں نے زمین سے اپنا دعویٰ اٹھا لیا اور ہر ایک یہ کہنے لگا کہ یہ آپ لیں اور وہ کہتا کہ آپ لیں۔

اسلام میں حکومت کا مطمح نظر ہی یہ ہے کہ انسانوں کے سارے مسائل و معاملات کو عدل و انصاف کے ساتھ انجام دیا جائے اور انہیں کتاب و سنت کے مطابق زندگی گذارنے کے مواقع بہم پہنچائے جائیں تاکہ اللہ تعالے کی رضا حاصل ہو۔

حاکمانہ ذمہ داری

حاکمانہ ذمہ داری ایک نازک و مشکل ترین ذمہ داری ہے حکومت کا ایک معمولی ملازم بھی اگر دیانت و احساس کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دے گا تو وہ پوری ملت کی تعمیر و اصلاح میں حصہ دار ہوگا۔ اور اگر وہ اپنی ڈیوٹی میں دیانت دار نہ ہوگا تو اس کا ضرر پوری ملت کو ضرور متاثر کرے گا۔ عوام کے اندر مقبولیت یہ ہرگز نہیں کہ سنگینوں کے زور اور قاہرانہ دباؤ سے اپنا وقار جمایا جائے اور رعب اور طاقت کے ذریعے اپنی سیادت کو ان سے منوایا جائے بلکہ حقیقی مقبولیت وہی ہے جو دلوں کو راغب کرنے والی ہو اور یہ پاکیزہ اخلاق، اچھے کردار اور فرض شناسی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ مجھے اس وقت ایک واقعہ یاد آیا، ایک دفعہ ہارون الرشید اپنے محل میں تھا، حرم سرا کی کنیز بازار کی طرف دیکھ رہی تھی تو کیا دیکھتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کے استقبال کے لئے ساری مخلوق اُمڈی چلی آرہی ہے خلیفہ نے پوچھا تو کیا دیکھ رہی ہے تو کنیز نے جواب دیا۔ یا امیر المومنین اصل بادشاہی عبداللہ بن مبارک کی ہے۔ جو لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہے ہیں۔ آپ کی نہیں جو لشکریوں کے زور و جبر سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کی ساری زندگی ذکر و شغل، نوافل، روزوں اور جہاد میں گذرتی تھی جس کے نتیجے میں دنیا کے اندر بھی اللہ نے انہیں مقبولیت کا بڑا مقام بخشا تھا۔

حقیقت میں یہی مفہوم ہے اس حدیث پاک کا کہ کسی بندے پر جب اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں تو یوضع له القبول فی الارض زبان خلق سے اس کا اچھا ذکر کرایا جاتا ہے اور اس کی نیک نامی کا آوازہ خود بخود پھیلتا چلا جاتا ہے "زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو" عمال حکومت کا سب سے بڑا اور اہم فرض ہے کہ وہ اپنے کاموں کو اللہ کا خوف رکھ کر اہم اور غیر اہم کی ترتیب سے پوری دیانت اور انصاف کے ساتھ انجام دیں اپنے آپ کو عوام کا خادم سمجھتے رہیں، ایسی صورت میں عوام راتوں کو رو رو کر ان کی فلاح و نجات کے لئے دعا کریں گے اور ان کے دلوں میں عمال حکومت کی بڑی عزت و احترام پیدا ہوگا۔

عمال حکومت کی ذہنیت

ایک اسلامی حکومت کے عمال کو اپنے متعلق یہ ہرگز خیال نہ کرنا چاہیئے کہ وہ پیشہ ور مزدور ہیں۔ بلکہ بحیثیت مسلمان کے وہ اسلامی حکومت کے حصہ دار شریک کار ہیں۔ ان کی تنخواہ حقیقت میں پابندی وقت کی جزا ہے۔ کام تو انہیں محض رضائے الٰہی کے لئے کرنا چاہیئے جس طرح امام مساجد اور موذنین کی تنخواہ کو متاخرین نے صرف حبس اور پابندی وقت کے باعث جائز رکھا ہے اسی اسلامی حکومت میں عام ملازمین کی تنخواہ کا مسئلہ بھی اگر عمال چاہیں تو اسی اصول پر رکھ سکتے ہیں، عبادت صرف نماز روزہ ہی نہیں بلکہ اللہ ہی کی رضا جوئی کے لئے جملہ خدمات کو انجام دینا عبادت ہے، اسلام تو مسلمان کو ہر وقت عبادت کے اندر ہی رکھنا چاہتا ہے اس دین سے زیادہ محبوب و محترم کون سا دین ہو سکتا ہے جو اپنے پیرووں کی پوری زندگی عبادت گذار زندگی بنانا چاہتا ہو اور اپنے پاس ان کی زندگی کے سارے مسائل کے لئے قابل ہدایت روشنی رکھتا ہو۔

عمال حکومت کا فرض ہے کہ وہ اپنے کردار، اخلاق احساس، ذمہ داری اور دیانت کے ساتھ اپنے ملک، اپنی حکومت اور اپنے نظام کار کی عزت کو بڑھائیں، مجھے اس وقت ایک پرانا واقعہ یاد آگیا، سنہ ۱۹۲۰ء کی تحریک خلافت کے سلسلہ میں میرا یورپ جانا ہوا وہاں ایک دفعہ انگلستان سے فرانس آنا ہوا تو میں اسی مشرقی لباس میں ملبوس تھا۔ اگرچہ انگریزی زبان جانتا اور سمجھتا تھا۔ لیکن فرنچ زبان سے واقفیت نہ تھی۔ اترتے ہی ساحل پر ایک کانسٹیبل نے فرنچ زبان میں کچھ کہا میں سمجھا کہ اس نے میرے مشرقی لباس پر طنز کیا ہوگا۔ چنانچہ میں نے اس کا وہ جملہ یاد رکھا۔ ہوٹل پہنچ کر اپنے ایک دوست فرنچ رفیق سے اس جملہ کا ترجمہ دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ اس نے مجھے اجنبی دیکھ کر خوش آمدید کہا اور کہا کہ دیکھو ہمارا ملک کتنا اچھا ہے۔" میرے دل پر اس کا بڑا اثر ہوا اور یہ احساس ہوا .... کہ یہاں کے معمولی درجہ کے لوگوں میں بھی اپنے ملک کی عزت اور مسافروں کو خوش آمدید کہنے کا کتنا جذبہ ہے۔ ایک طرف یہ واقعہ ہے اور دوسری طرف ہمارے ملک کے بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ دوسرے ملکوں کے مسافروں کے ساتھ نہایت برا برتاؤ کرتے ہیں ان کو تنگ کرتے ہیں، ان سے ناجائز مطالبات کرتے ہیں جس سے ملک کی شہرت پر بہت ہی برا اثر پڑتا ہے۔ زندہ اور غیور قومیں ہمیشہ حسن کردار سے اپنے ملک و ملت کے وقار کو زندہ رکھتی ہیں۔ تنہا وزیر اعظم لاکھ چاہیں تو ملک کے نظام کو بہتر نہیں بنا سکتے۔ جب تک کہ آپ سب لوگ مل کر تمام حکام اور عمال اپنے نیک کردار اور حسن اخلاق سے اپنے فرائض کو پوری دیانت اور امانت کے ساتھ انجام نہ دیں اس وقت تک ملک و ملت کا مجموعی وجود کردار و اخلاق کے بلند مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔

آپ ہی کے اچھے ہونے سے حکومت اچھی ہو سکتی ہے

حقیقت میں حکومت اور ملک آپ ہیں۔ آپ اچھے ہیں تو حکومت اچھی ہے اور ملک اچھا ہے اگر آپ برے ہیں تو حکومت بری ہے اور ملک برا ہے۔ حکومت اور ملک کو آپ چاہیں تو بدنام کریں آپ چاہیں تو نیک نام کریں۔

امارت و قیادت کی ذمہ داریاں (بقیہ صفحہ اول)

الفاقة وهم سادة عشايرهم لما ينوبهم من الحقوق۔

یعنی میں نے چند فاقہ زدہ لوگوں کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا ہے جو اپنے قبیلہ کے سردار تھے لیکن قومی حقوق کی گرانباری نے ان کو مفلوک الحال بنا دیا۔

(مسند ابن حنبل)

باقی ــــ باقی

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دین محمد سا نہ پایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

نیک لوگ فتنہ و فساد سے الگ رہیں

ان السعید من جنب الفتن ولمن ابتلی فصبر فواھا (ابوداؤد)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک بخت شخص ہے جو فتنے سے الگ رہے اور مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو صبر کرے (یعنی فتنہ و فساد سے الگ رہنے میں اسے کوئی مصیبت بھی پہنچے تو جھیل لے مگر فسادیوں کا ساتھ نہ دے)

مسلمانوں کے خلاف شرارت سے ہتھیار اُٹھانیوالا قوم کا ممبر نہیں رہتا

من حمل علینا السلاح فلیس منا الشیخان والترمذی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہم پر (یعنی قوم کے کسی حصہ پر ناحق) تلوار اُٹھائی، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ایک دوسرے کی گردن مارنا کفر ہے

لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض۔

الترمذی ابوداؤد والنسائی)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد منکرنہ ہو جانا کہ لگو (ناحق) ایک دوسرے کی گردن مارنے

ڈاکہ زنی اور لوٹ مار سے افلاس دور نہیں ہوتا۔ توکل علی اللہ اصل علاج ہے

لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصاً وتروح بطاناً - الترمذی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے جیسا توکل کرنے کا حق ہوتا ہے تو وہ تمہیں ضرور رزق دیتا۔ جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے باہر جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں (توکل علی اللہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا اور تسبیح کے دانے گننا نہیں بلکہ محنت کے بعد بہترین نتائج کے لئے اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ کرنا ہے)

رزق ہر چند بے گماں برسد
شرط عقل است جستن از درہا (سعدیؒ)

یعنی رزق بے شک (کچھ نہ کچھ) ملے گا مگر عقل کی شرط

یہ ہے کہ صحیح ذرائع سے تلاش کی جائے ۔

مجلسِ معتمدین کا اجلاس ملتوی

حضرت صاحب صدر نے اطلاع دی ہے کہ انہیں جماعت کے بعض احباب کی طرف سے خطوط موصول ہوئے ہیں کہ کچھ دن انتظار کر لینا بہتر ہے مگر مجلس معتمدین کا اجلاس بجائے لائلپور کے لاہور میں ہی منعقد ہونا چاہیئے اسلئے ۲۵، ۲۶ اپریل ۵۳ء کو جو اجلاس لائلپور میں منعقد ہونا قرار پایا تھا۔ اسے ملتوی کیا جاتا ہے اور لاہور میں اجلاس منعقد کرنے کی تاریخوں سے آپ کو پھر اطلاع دی جاویگی لہذا آپ حسب ارشاد حضرت صاحب صدر ۲۵، ۲۶ اپریل ۵۳ء کو لائلپور جانے کی تکلیف نہ فرماویں اطلاعاً تحریر خدمت ہے۔ والسلام۔ خاکسار۔ احمد یار

اسسٹنٹ سیکرٹری

---

۴۴ کم ہوتا ہے"

ایک اور لیڈی کا قول ہے کہ :-

ہم میں اس عقلی قوت کی کمی ہے جو چھلکے سے آگے بڑھ کر مغز تک پہنچتی ہے"

(حوالہ مذکور صفحہ ۱۵۲)

قوت فیصلہ مردوں سے عورتوں میں کم پائی جاتی ہے" (حوالہ مذکور صفحہ ۱۵۲ مصنفہ پروفیسر ہنری مارٹن)

ارباب نظر کا اس پر اتفاق ہے کہ لڑکیوں میں استقامت لڑکوں سے کم ہوتی ہے لیکن وہ حیلہ حوالہ خوب کرتی ہیں (ص۷۲) لڑکیوں کی خواہشوں میں چونکہ ہمیشہ تلوّن پیدا ہوتا رہتا ہے اور وہ فطرتاً ہر اس خواہش کی طرف مائل ہوتی رہتی ہیں، جو اس کے دل میں پیدا ہوتی رہتی ہیں اسلئے عورت جذبات کے میدان میں مرد سے آگے بڑھی ہوئی نظر آتی ہے۔

کتاب مذکور صفحہ ۷۳)

باقی ——— دارد

"عورت اور اسلام" (بقیہ صفحہ ۲)

بھی اسے کوئی اختیار نہیں۔ آج کل عیسائی مذہب سب سے زیادہ شائستہ اور مہذب ہے مگر اس میں بھی عورت کو مرد کا محکوم قرار دیا گیا ہے اور خلع وغیرہ کا اسے حق نہیں۔ اب جبکہ عورتوں نے جدوجہد کی تو یورپ کے ملکوں میں دوسرے قوانین بننے لگے ورنہ قبل اس کے عورتوں کی اپنی محنت مشقت کی کمائی بھی اس کے والدین یا شوہر کی ہوتی ہے، بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اب تک بعض یورپین ملکوں میں اگر اکیس سال سے کم عمر کی عورت اپنے والدین یا مربی کی رضامندی کے بغیر اپنی شادی کرلے اور شوہر کے ہاں چلی جائے تو شوہر پر لڑکی کا والی اس بنا پر مقدمہ کر سکتا ہے کہ وہ اپنی لڑکی سے خدمت لینے سے محروم کر دیا گیا۔ حضرت محمد کے احسانات کو دیکھئے کہ سب سے پہلے دختر کشی کو بند کیا اور عورت کو حق دیا کہ جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے، اسلام نے عورت کو وہ حقوق دیئے جو دوسرے مذاہب نے نہیں دیئے۔ ترکے کا بھی سوائے اسلام کے کسی مذہب نے عورت کو مستحق قرار نہیں دیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت محمد صاحب نے لڑکے کو لڑکی سے دوگنا ترکہ دلا کر کم حیثیت پر رکھا۔ مگر غور کرنے کی بات ہے کہ کسب معاش کی فکر مردوں پر پڑتی ہے، اور مرد ہی اپنی محنت مشقت سے کماتا ہے جس سے اس کے گھرانے کی عورتیں فائدہ اُٹھاتی ہیں۔ عورت کی جائداد سے دوسرے کم فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ برخلاف اس کے مرد دوسروں کے اخراجات بھی برداشت کرتا ہے ایسی حالت میں ایک عورت کو جتنا ملے اس سے دوگنا اس کے بھائی کو ملنا ناانصافی نہیں ترکہ میں عورت کو جو کمی ہوتی ہے وہ مہر کی صورت میں پوری ہو جاتی ہے

میزان التحقیق صفحہ ۱۹

لالہ رام دیو پرنسپل گروکل کانگڑی لکھتے ہیں :-

"محمد صاحب نے عورتوں کے حقوق قائم کئے ہیں" (حوالہ مذکور)

عورت پر مرد کی سیادت

غرض عورت پر اسلام کے سوا کسی مذہب اور کسی قانون کا احسان نہیں ہے۔ اسلام نے عورت کو مرد کے زیر سیادت ضرور رکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فطرت کے اعتبار سے عورت مرد سے کم ہے اس لئے اسکو ایک لائق اور زبردست مشیر کی احتیاج ہے۔

ڈاکٹر اسکن کا قول ہے عورت کی پیدائش مرد کے ساتھ بطور ضمیمہ ہوئی ہے۔ (میزان التحقیق ص۲۱)

پروفیسر ہنری مارٹن لکھتے ہیں :-

"عورت میں بعض چیزوں کی کمی ہے جس کے لئے وہ مرد کی محتاج ہے" (فطرت نسواں ص۵)

"اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عورت کی جسمانی ساخت طاقت اور قوت مقابلہ کے لحاظ سے بہ نسبت مرد کے بہت کم درجہ پر ہے" (حوالہ مذکور)

"عورت کا دل ۲۷۰ کیلوگرام مرد کا ۳۰۰ کیلوگرام ہوتا ہے۔ عورت کے خون کی مقدار بھی مرد کے خون کی مقدار سے کم ہے۔ اس کا مغز بھی مرد کے مغز سے بلحاظ درجہ ہلکا ہوتا ہے"

(حوالہ مذکور)

میڈم الاسیر کا قول ہے :-

"عورت میں غور و فکر اور تفحص اور تحقیق کا مادہ ۴۵

ناظم الدین وزارت توڑ دی گئی نئی کابینہ کے قیام کا اعلان

چوہدری محمد ظفر اللہ خاں اور ۵ دیگر سابق وزراء کے علاوہ خان عبدالقیوم خاں اور شعیب قریشی بھی شامل ہوں گے

قوم کے نام نئے وزیر اعظم مسٹر محمد علی کا نشری پیغام

کراچی ۱۷- اپریل - گورنر جنرل پاکستان مسٹر غلام محمد نے آج خواجہ ناظم الدین کی وزارت کو سبکدوش کرنے کے بعد پاکستان کے سفیر متعین امریکہ مسٹر محمد علی کو، جو آج کل کراچی آئے ہوئے ہیں، نئی وزارت بنانے کی دعوت دی جسے انہوں نے منظور کر لیا - نئے وزیر اعظم مسٹر محمد علی کی کابینہ کے ارکان نے آج رات گئے گورنمنٹ ہاؤس میں حلف وفاداری اٹھانے کی رسم ادا کی - نئی وزارت میں چوہدری محمد ظفر اللہ خاں، چوہدری محمد علی، مسٹر مشتاق احمد گورمانی، مسٹر سردار بہادر خاں، ڈاکٹر اے - ایم مالک، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اور مسٹر اے - کے بروہی شامل ہیں -

خان عبدالقیوم خان وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد اور پاکستان کے ہائی کمشنر متعین ہندوستان مسٹر شعیب قریشی نے بھی نئی مرکزی کابینہ میں شامل ہونے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے۔ اس کے بعد کچھ اور ناموں کے اعلان کی توقع ہے - ابھی تک محکموں کی تقسیم کے بارے میں کوئی اعلان نہیں کیا گیا -

گورنر جنرل کا اعلان

ناظم الدین وزارت کو سبکدوش کرنے کے بعد گورنر جنرل پاکستان مسٹر غلام محمد نے آج شام ایک اخباری اعلان میں کہا ہے کہ پاکستان جن روز افزوں مشکلات سے دوچار ہے میں نے ان کا بے چینی کے ساتھ مطالعہ کیا ہے۔ اس وقت ملک میں نازک غذائی صورت حال ہے - عام اقتصادی نظریے کے بعض ایسے پہلو ہیں جن کے متعلق فوری اقدامات کی ضرورت ہے نظم و ضبط کی موجودہ صورت حال اس امر کی متقاضی ہے کہ ہم اس سے مستعدی کے ساتھ عہدہ برآ ہوں حکومت کے اقدامات پر انتہائی کڑی نکتہ چینی کی گئی ہے، بلکہ صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے مناسب تدابیر اختیار نہ کرنے پر اس سے بھی زیادہ سخت نکتہ چینی کی گئی ہے ان حالات میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ خواجہ ناظم الدین کی وزارت ان مشکلات کا مقابلہ کرنے میں، جن سے ملک اس وقت دوچار ہے، بالکل نااہل ثابت ہوئی ہے اور میں ان غیر معمولی حالات میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ان کی کابینہ کو سبکدوش ہونے کے لئے کہوں، تاکہ نئی کابینہ کی تشکیل عمل میں آسکے جو ملک کے لئے اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے عہدہ برآ ہوسکے۔ اس لئے میں ترمیم شدہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے سیکشن نمبر ۱۰ کے تحت خواجہ ناظم الدین کی کابینہ کو اپنی مجلس وزراء کی حیثیت سے تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش کرتا ہوں - گورنر جنرل نے اپنے اعلان میں کہا کہ میں پاکستان کے سفیر متعینہ امریکہ مسٹر محمد علی کو جو آج کل کراچی آئے ہوئے ہیں نئی وزارت بنانے کی دعوت دیتا ہوں انہوں نے اپنے اعلان کے آخر میں عوام سے متحد ہونے کی اپیل کی -

نئے وزیر اعظم

وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالنے کے بعد مسٹر محمد علی نے آج رات نو بجے ریڈیو پاکستان سے قوم کے نام پیغام نشر کیا جس کا پورا متن درج ذیل کیا جاتا ہے :-

(۱) گزشتہ پانچ سال کے دوران میں نے برما، کینیڈا اور امریکہ میں پاکستانی سفیر کی حیثیت سے ملک کی خدمت کی ہے اس سے قبل میں نے بنگال کے وزیر خزانہ کی حیثیت سے بھی کام کیا - اور کچھ عرصہ کے لئے اپنے صوبہ کا وزیر اعلیٰ رہا - اب مجھے پاکستان کی وزارت عظمیٰ کی ذمہ داری سنبھالنی پڑی ہے، اس اعلیٰ عہدہ کے ضمن میں مجھے اپنی کوتاہیوں کا پورا احساس ہے، میں نے نہایت انکساری کے ساتھ اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرنے کی جرأت کی ہے - میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے ہمت عطا کرے - مجھے پاکستان کے عوام کے اعتماد اور تائید پر بھی بھروسہ ہے - ہمارا ملک آج بہت سے مسائل سے دوچار ہے، میں اور میرے رفقائے کار اس امر کا تہیہ کئے ہوئے ہیں، کہ پاکستان اور ان کے عوام جن کے ہم خادم ہیں ان کی بہترین طریق پر خدمت کی جائے خدا تعالیٰ کے فضل اور آپ کے تعاون سے ہمیں امید ہے کہ ان مشکلات پر جلد ہی قابو پا لیا جائے گا، اور ملک ترقی و خوشحالی کی راہ پر گامزن ہو جائے گا -

ملک کے سامنے آج سب سے اہم کام یہ ہے کہ اتحاد و استحکام کی اقدار کو بلند کیا جائے جن پر پاکستان کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ صوبائی تعصب اور اختلافات کو ختم ہو جانا چاہئے ہمیں اس وحدت مقصد کے ساتھ متحد ہو جانا چاہئے جس سے ہم اس وقت سرشار تھے جب قائد اعظم نے آزادی کے نصب العین کی طرف ہماری رہنمائی کی تھی -

مجھے یقین ہے کہ پاکستان کے عوام ملک کی خدمت کے سلسلہ میں میری اور میرے رفقائے کار کی پوری پوری مدد کریں گے - آپ لوگوں میں اس وقت جو جوش و خروش موجود ہے، وہ اس امر کی گارنٹی ہے کہ ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو کر رہیں گے یقین، اتحاد اور تنظیم کے اصولوں کو سامنے رکھ کر ہم پاکستان کو ایک مضبوط اور خوشحال ملک بنا کر چھوڑیں گے - پاکستان پائندہ باد -

محکموں کی تقسیم

کراچی ۱۸ اپریل - آج شام ایک سرکاری اعلان کے مطابق نئی مرکزی کابینہ کے وزراء میں محکموں کی حسب ذیل تقسیم کی گئی :-

مسٹر محمد علی :- وزیر اعظم - دفاع اور تجارت -

چوہدری ظفر اللہ خاں :- امور خارجہ اور تعلقات دولت مشترکہ -

چوہدری محمد علی :- مالیات و اقتصادی امور -

مسٹر ایم - اے - گورمانی :- امور داخلہ اور ریاستی و سرحدی علاقوں کے معاملات -

سردار بہادر خاں :- مواصلات -

ڈاکٹر ایم - اے مالک :- صحت عامہ تعمیرات و عمال -

اے - کے بروہی :- قانون، اقلیتی امور اور پارلیمنٹری امور -

خان عبدالقیوم خان :- صنعت اور خوراک و زراعت -

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی :- تعلیم و مہاجرین -

مسٹر شعیب قریشی :- اطلاعات، نشریات اور امور کشمیر -

حکومت برطانیہ کا نظریہ

کراچی - ۱۹ - اپریل - ڈان کے لندنی نمایندے نے لندن میں امور دولت مشترکہ کے دفتر کے ترجمان کے حوالے سے یہ خبر دی ہے کہ برطانوی حکومت گورنر جنرل مسٹر غلام محمد کے اقدام کو آئینی طور پر صحیح قرار دیتی ہے اور مسٹر محمد علی کی حکومت کے ساتھ اسی طرح تعاون کرے گی جس طرح وہ پاکستان کی پہلی حکومتوں سے کرتی چلی آئی ہے - برطانیہ نئی پاکستانی حکومت کی دولت مشترکہ کے متعلق پالیسی کا دلچسپی سے انتظار کرے گا -

اسی طرح دنیا کے تمام اخبارات، عمائدین اور سلطنتوں نے گورنر جنرل پاکستان کے اقدام کو صحیح، جرأت مندانہ اور واجب اقدام قرار دیا ہے -

رجسٹرڈ ایل نمبر

فون نمبر ۳۷۴۷

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۳۰ رجب ۱۳۷۳ھ - مطابق ۱۵ - اپریل ۱۹۵۴ء | شمارہ نمبر ۱۲

نامۂ امریکہ

مذہبی تعصّب کو دُور کرنیکے ذرائع اسلام میں

امریکن ایسوسی ایشن آف یونیورسٹی وِمن میں میاں بشیر احمد صاحب منٹو کا لیکچر!

ایک امریکن یہودی کا قبولِ اسلام

مجی و مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح - لاہور پاکستان -

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ - امریکن ایسوسی ایشن آف یونیورسٹی وِمن کی دعوت پر میں انیس فروری کو Hillsborough گیا۔ اپنی ایک ممبر کے مکان پر انہوں نے ایک جلسہ کا انتظام کیا ہوا تھا ستر اور اسی کے قریب عورتیں جمع تھیں

Mrs E. C. Humphreys نے جو ان کی وائس پریذیڈنٹ ہیں میرا حاضرات سے تعارف کرایا۔ اپنے لیکچر میں اسلامی تعلیم اختصار کے ساتھ میں نے ان کے سامنے پیش کی۔

دوسرے مذاہب کے متعلق اسلام کا رویہ

لیکچر کے بعد مجھ سے سوال کیا گیا کہ مذہبی تعصب کو دور کرنے کے لئے اسلام نے کیا طریقے اختیار کئے ہیں، یہ سوال بہت اہم تھا اور مفصل جواب کی ضرورت تھی، مگر وقت کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں نے دریا کو کوزہ میں بند کرنے کی کوشش کی میں نے جواب میں کہا کہ اسلامی تعلیم اس معاملے میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رب المشارق و رب المغارب ہے۔ وہ کسی فرد سے اس لئے محبت نہیں کرتا کہ وہ کسی خاص قوم سے تعلق رکھتا ہے یا کسی خاص مذہب کا پیرو ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کے ایمان کی جانچ وہ اس کے عمل سے کرتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی تصریح موجود ہے کہ وہ احسان کرنیوالوں، صبر کرنے والوں، متقیوں، صادقوں اور نیکی کرنیوالوں سے پیار کرتا ہے اور اس لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم ہر نیکی کے کام میں شامل ہو جائیں اور ہر بدی کے کام سے علیحدگی اختیار کریں، اگر کوئی شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے مگر بے انصافی سے کام لے تو ہمیں نہیں چاہیئے کہ اس کی حمایت کریں بلکہ اس شخص کی حمایت کریں جو انصاف کرنے والا ہو۔

دوسرے نبیوں پر ایمان

دوسرے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں اس ہی کی زبان میں تعلیم اور ہدایت دینے کے لئے انبیاء بھیجے۔ ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور انہیں اپنا محسن سمجھتے ہیں۔ اس بناء پر ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے والوں کے خلاف کوئی تعصب نہیں ہو سکتا البتہ جب ہم دیکھتے ہیں یہ لوگ ان کی صحیح طور پر پیروی نہیں کرتے بلکہ گمراہی کے راستے اختیار کر بیٹھے ہیں اور ان کی اعلیٰ تعلیم میں بہت کچھ ملاوٹ ہو گئی تو ہم ازراہ ہمدردی انہیں صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہیں اور انہیں گمراہی سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسلام میں جبر نہیں

مگر ہمیں اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ ہم کسی طرح کے جبر سے ہرگز کام نہ لیں بلکہ بحیثیت مبلغ ملائمت اور عمدگی کے ساتھ اپنی تبلیغ کو سرانجام دیں، اگر کوئی شخص ہماری بات نہ سننا چاہے یا ہم سے جاہلانہ طور پر رد کرے تو ہم خاموشی اختیار کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو نرم کرے تاکہ راستی کی بات وہ قبول کر سکیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کا عمل

میں نے کہا کہ عمل ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ انہوں نے ایک عیسائی قبیلہ کو اپنی مسجد میں اپنے طریقہ سے عبادت کرنے کی اجازت دی اور مسلمانوں کو وصیت کی کہ وہ عیسائیوں کے گرجوں عبادتگاہوں اور زاویوں کی حفاظت کریں اور ان کے مذہبی رسوم میں کسی قسم کی مداخلت نہ کریں، میں نے وہ بھی بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک یہودی اور مسلمان میں بحث چھڑ پڑی، یہودی نے کہا کہ حضرت موسیٰ کو تمام انبیاء پر فضیلت ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی، مسلمان کو غصہ آیا اور اس کے منہ پر تھپڑ مار دیا مگر جب یہ معاملہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے مسلمان پر بیزاری ظاہر کی اور یہودی کو ویسا ہی کہنے کا حق دیا۔

حضرت عمرؓ کا عدل

اسی بناء پر میں نے کہا قرآن مجید میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کہا گیا ہے مسلم اور غیر مسلم دونوں ان کی رحمت سے مستفیض تھے۔ یہی روح انہوں نے اپنے صحابہ کے اندر بھی پیدا کر دی۔ حضرت عمرو بن العاص ان کے ایک صحابی تھے۔ مصر انہی نے فتح کیا اور پھر وہاں کے حاکم بھی مقرر ہو گئے۔ ان کے عہد میں ایک مسلمان سپاہی نے ایک گرجا میں حضرت مسیح کی تصویر پر تیر مارا اور تصویر کی ایک آنکھ پھوڑ دی، عیسائی بہت برہم ہوئے اور مطالبہ کیا کہ اسی طرح وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر پر تیر مار کر آنکھ پھوڑ دیں گے۔ حضرت عمروؓ نے کہا یہ فعل ضرور ہے اور نہ ہی ہمارے پاس ایسی کوئی تصویر ہے مگر میری آنکھ حاضر ہے یہ تیر مار کر میری آنکھ پھوڑ ڈالو۔ عیسائی یہ سن کر بیحد متاثر ہوئے اور کہا کہ ایسے اعلیٰ اخلاق اور انصاف والے حاکم سے ایسی گستاخی نہیں کر سکتے ہمارا انصاف ہو گیا اور ہم بالکل مطمئن ہیں۔

اسلامی مذہبی بے تعصبی کی یہ مثالیں سن کر معزز عورتیں بہت خوش ہوئیں اور میرا بار بار شکریہ ادا کیا کہ میں نے ان کی دعوت قبول کی اور ان کے سامنے اسلامی تعلیم پیش کی۔

ایک امریکن یہودی کا قبولِ اسلام

امریکن اکادمی آف ایشین سٹڈیز کے صدر صاحب نے ایک بار مجھ سے پوچھا تھا کہ آیا کوئی یہودی بھی ہمارے ذریعہ سے مشرف بہ اسلام ہوا ہے میں نے کہا تھا کہ ابھی تک نہیں۔ ان کا خیال تھا کہ یہودی کا دائرہ اسلام میں داخل ہونا مشکل ہے اور خصوصیت سے موجودہ حالات میں جب عربوں اور یہودیوں کے تعلقات بہت کشیدہ ہو رہے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں، اس بات کو ایک مہینہ ہی گذرا ہوگا کہ مسٹر اور مسز گبنز نے برضا و رغبت اسلام کی قبولیت کا اعلان کر دیا۔ مسٹر بشیر یہودی النسل ہیں اور سان فرانسسکو میں ایک ریسٹورانٹ کے مالک ہیں، وہ ہماری مجلسوں میں باقاعدہ شریک ہوتے رہتے ہیں اور تمام سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں۔

نمازِ جمعہ

جمعہ کی نماز اب کئی ہفتوں سے باقاعدگی سے ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ نمازیوں کی تعداد ابھی تھوڑی سی ہے۔ مگر امید ہے آہستہ آہستہ ترقی کرتی جائے گی۔

والسلام - بشیر احمد منٹو

صوبہ میں زیادہ اناج پیدا کرنے کی مہم کو کامیاب بنانے کیلئے عوام سے تعاون کی اپیل

ملک فیروز خان نون وزیر اعلیٰ پنجاب کی نشری تقریر

لاہور ۱۰ اپریل - آج وزیر اعلیٰ پنجاب ملک فیروز خان نون نے ایک نشری تقریر میں خوراک کی نئی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے ان اقدامات کا ذکر کیا جو پنجاب میں اناج کی پیداوار کو بڑھانے اور عوام کی ضروریات پوری کرنے کے لئے اختیار کئے جا رہے ہیں وزیر اعلیٰ نے فرمایا :-

"میں چاہتا ہوں کہ حال ہی میں خوراک کے متعلق جو تازہ فیصلے کئے گئے ہیں ان کے پیش نظر اپنی پالیسی پر کچھ روشنی ڈالوں۔

مجھے اس عہدہ کو سنبھالے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا اور خوراک کی کسی پالیسی کا نتیجہ نئی فصل کی کٹائی سے پہلے ظاہر نہیں ہو سکتا ہمارے پاس کوئی جادو کی لکڑی نہیں ہے جس سے قیمتوں میں فوری کمی واقع ہو سکے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ پیداوار کو زیادہ سے زیادہ بڑھایا جائے۔ اگر غلہ کم ہو اور قیمتیں کم مقرر کر دی جائیں جیسا کہ کئی لوگوں کا خیال ہے تو اس کا ایک نتیجہ یہ ہو گا کہ غلہ چھپا لیا جائے گا اور دوسرا یہ کہ اس کی کاشت کم ہو گی۔ مثال کے طور پر اگر ہم گندم کا نرخ گھٹا دیں تو لوگ گندم کی بجائے چنے کی کاشت شروع کر دیں گے۔ پچھلے دو سال میں گندم کی جو قیمتیں مقرر کی گئیں ان کا اثر کچھ حد تک گندم کی کاشت پر بھی پڑا اور غالباً اسی وجہ سے کچھ گندم چوری چھپے سے بیچی گئی۔ اس لئے ضروری ہے کہ نرخ مقرر کرتے وقت کاشتکاروں کے اخراجات اور پیداوار کی کل مقدار کا خیال رکھا جائے۔ "اچھے نرخ" کا زیادہ اناج پیدا کرنے کی مہم پر اچھا اثر پڑتا ہے۔

فوری اقدامات

میں اس موسم گرما میں جو فوری اقدامات عمل میں لانا چاہتا ہوں وہ یہ ہیں :-

(۱) بیس مربعہ یا اس سے زیادہ اراضی رکھنے والے زمیندار اپنی تمام فالتو گندم حکومت کے حوالے کر دیں گے۔

اس سال حکومت نے گندم کا نرخ ۱۲ روپے فی من مقرر کیا ہے یہ نرخ سال بھر کے لئے ہے اور اس میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

حکومت کے ذخیروں سے گندم کی فروخت کی قیمت اس سے زیادہ ہو گی کیونکہ متفرق اخراجات کے علاوہ بہت سی گندم گراں قیمت پر بیرونی ممالک سے منگوا کر اور مقامی گندم کے ساتھ ملا کر تقسیم کی جا رہی ہے۔ حکومت کی فروخت کا موجودہ نرخ جیسا کہ آپ جانتے ہیں پندرہ روپے چھ آنے فی من ہے۔

اگرچہ چھوٹے زمیندار اور مزارع خود بخود اپنی فالتو گندم حکومت کو دینا چاہیں تو وہ بھی جمع کر لی جائے گی بڑے زمینداروں کے ذخیرے اور کھلی منڈی میں آمدہ گندم مقررہ ایجنٹوں کی معرفت خریدی جائے گی۔ ہر وہ شخص جس کے پاس گورنمنٹ ڈیلرز لائسنس ہو گا گندم خریدنے کے لئے سرکاری ایجنٹ مقرر کیا جائے گا۔ خوراک کا افسر ہر اس شخص کو لائسنس دیں گے جو اس کے لئے درخواست دے گا۔ اگر کسی کو لائسنس نہ مل سکے تو اسے چاہیئے کہ اس کے متعلق مجھے اطلاع دے۔ میں نہیں چاہتا کہ گندم کی خرید کو تھوڑے سے ایجنٹوں کی اجارہ داری بنا دوں بڑا زمیندار اپنی گندم جس منڈی میں چاہے اور جس ایجنٹ کے پاس چاہے فروخت کر سکے گا۔ قیمت اسی وقت نقد ادا کی جائے گی۔ ہر لائسنس دار ایجنٹ کے لئے ضروری ہو گا کہ منڈی میں محکمہ خوراک کے متعین کردہ افسر کو روزانہ تحریری اطلاع دے کہ اس نے اس روز کتنی گندم خریدی کتنی حکومت کے پاس فروخت کی اور کتنی بقایا ہے۔ کوئی ایجنٹ سوائے حکومت کے کسی اور کے پاس گندم فروخت کرنے کا مجاز نہ ہو گا۔

(۲) ہر ایجنٹ کو مجوزہ رجسٹر رکھنے پڑیں گے جس میں گندم کی خرید و فروخت اور بقایا کی تفصیل درج ہو گی جن لوگوں سے وہ گندم خریدے گا ان کے نام اور پورے پتے درج کرنے پڑیں گے اور انہیں باقاعدہ رسید دی جائے گی واضح رہے کہ ان تمام احکام کی خلاف ورزی قابل سزا ہو گی۔

اپیل کا حق

(۳) بڑے زمینداروں کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ افسر مال کو اپنی کل پیداوار اور ذاتی ضروریات اور فالتو ذخیرے کے متعلق اطلاع دیں۔ افسر [illegible] فالتو ذخیرے کی مقدار مقرر کر کے اسے حکومت کے پاس جمع کرنے کی ہدایت کریں گے اگر زمیندار اس مقررشدہ مقدار کو منصفانہ نہ سمجھے تو ڈپٹی کمشنر کے پاس اپیل کر سکے گا۔ ڈپٹی کمشنر کا فیصلہ آخری ہو گا۔ اگر کوئی زمیندار دانستہ طور پر گندم کے متعلق غلط بیان پیش کرے گا تو اسے قید کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی اور اس کی پیداوار بھی ضبط کر لی جائے گی۔

(۴) صوبہ پنجاب سے گندم اور دوسرا اناج مثلاً جوار باجرہ مکی، نخود وغیرہ کی برآمد قطعی ممنوع قرار دے دی جائیگی۔ صوبہ کے اندر گندم ایک مقام سے دوسرے مقام تک ریل یا موٹر گاڑی یا ٹرک میں لے جانے کی اجازت نہیں ہو گی۔ لیکن ان ذرائع کے علاوہ گندم کی نقل و حمل پر صوبہ کے اندر کوئی پابندی نہ ہو گی۔

کپاس کی کاشت میں کمی

اس وقت سب سے [illegible] اہم کام یہ ہے کہ اس سال موسم گرما میں زیادہ سے زیادہ اناج پیدا کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے فیصلہ کیا گیا ہے کہ کپاس کی کاشت کے رقبے میں دس فیصدی کمی کر دی جائے اگر کوئی شخص اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا تو کپاس کا زائد رقبہ کاشت کرنے پر اسے پچاس روپے فی ایکڑ تک جرمانہ دینا پڑے گا اس کے مقابلے میں جو شخص چاول، مکی اور باجرہ پچھلے سال سے زیادہ پیدا کرے گا، اسے زائد رقبہ کا آبیانہ معاف ہو گا۔ اس طرح اسے قریباً چھ روپے فی ایکڑ تک کی بچت ہو سکتی ہے۔

چنے کا آٹا

ایک اور ضروری بات یہ ہے کہ لوگ تھوڑا بہت چنے کا آٹا بھی کھائیں۔ بالغ افراد چنے کا آٹا کھائیں گندم کا آٹا عورتوں اور بچوں کے لئے بچا سکتے ہیں یہ شہروں میں ہونا چاہیئے اور دیہات میں بھی یورپ میں ایسے حالات میں اکثر ملکوں میں مکی اور دوسری قسم کا اناج استعمال کیا جاتا ہے۔ ہم گندم کے آٹے میں دسواں حصہ چنے کا آٹا بھی ملا سکتے ہیں۔ مگر یہ ملاوٹ ملوں اور سرکاری انتظام کے ماتحت چنے والی دکانوں میں نہیں ہو سکے گی کیونکہ اس سے بڑے وسیع پیمانے پر دھوکے کا امکان ہے۔

زیادہ پانی

حکومت پنجاب اس موسم گرما میں اناج کی فصلوں کے لئے زیادہ پانی مہیا کرے گی نہروں کے ساتھ ساتھ جو سرکاری یا غیر سرکاری زمینیں ہیں ان میں اناج اگانے کے لئے پانی کے خاص موگے لگا دیئے جائیں گے حکومت عارضی پٹے پر دی جانے والی زمینوں کو فروخت کرنے کے سوال پر غور کر رہی ہے، یہ فروخت نیلام کے ذریعے ہو گی لیکن کسی شخص کو دس ایکڑ سے زیادہ زمین نہیں ملے گی اس کے علاوہ کوشش کی جائے گی کہ سرکاری اور غیر سرکاری غیر مزروعہ زمینوں کو زیادہ سے زیادہ حصہ زیر کاشت آ جائے۔ اگر ایسی غیر سرکاری زمینوں کو جلد از جلد زیر کاشت نہ لایا گیا تو ہو سکتا ہے کہ کاشت کے لئے ان زمینوں پر حکومت قبضہ کر لے۔ چنانچہ میں متعلقہ مالکوں کو آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی غیر مزروعہ زمینوں کو زیر کاشت لائیں۔ ورنہ وہ ان کے قبضہ سے نکل جائیں گی۔

ٹیوب ویل

حکومت نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ زیادہ اناج پیدا کرنے کے لئے تیرہ سو ٹیوب ویل لگائے جائیں اس سلسلہ میں ایک مستقل انجینئر کی نگرانی میں ایک کمیٹی مقرر کر دی گئی ہے۔ جو ٹیوب ویل لگانے کا انتظام کرے گی۔ اگر مقامی صنعت کار مناسب قیمتوں پر یہ کام کر سکیں تو زیادہ سے زیادہ آرڈر انہیں کو دیئے جائیں گے۔ جو چیز مقامی طور پر تیار یا مہیا ہو سکے وہ باہر سے نہیں منگوائی جائے گی بشرطیکہ مقامی صنعت کار جائز اور مناسب قیمت طلب کریں۔ اس سلسلے میں آرڈر دینے کے تمام اختیارات اس کمیٹی کو دے دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ متعلقہ محکمے یعنی زراعت، امداد باہمی اور آبپاشی اس کمیٹی کی وساطت سے آرڈر دیں گے۔ اس طرح سب کے لئے قیمتیں یکساں ہوں گی اور محکموں میں باہمی مقابلہ نہیں ہو گا۔ خریف کی اجناس کی کاشت کے لئے حکومت ۰۰۰،۰ [illegible] ٹن امونیم سلفیٹ منگوانے کا انتظام کیا ہے جسے بطور کیمیائی کھاد استعمال کیا جائے گا اسے کاشتکاروں کو نہایت ارزاں اور رعایتی نرخ پر بیچا جائے گا۔ اس میں سے ۸۰ فیصدی مقدار چاولوں کی کاشت کے لئے مخصوص کی جائیگی بقایا مکی، جوار، باجرہ وغیرہ سبزیوں وغیرہ کے لئے استعمال ہو گی۔ اس کے علاوہ فصلوں کی بیماریوں کے علاج کے لئے دوائیاں اور کیڑے مکوڑے مارنے کے زہر منگوانے کا انتظام بھی کیا جا رہا ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ حکومت کی زیادہ اناج پیدا کرنے کی مہم کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔ میں پنجابیوں سے خواہ وہ کسی بھی سیاسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی حب الوطنی اور قومی فرض شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے ہماری

(باقی بر صفحہ کالم ۱)

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۳۰ رجب ۱۳۷۲ھ | نمبر ۱۲

نسلِ انسانی کا معراج

رجب کا مہینہ اس مقدس تقریب کی وجہ سے جو اس ماہ کی ۲۷ تاریخ کو معراج نبوی صلعم کی صورت میں ظہور پذیر ہوئی، مسلمانوں میں خاص عزت و احترام رکھتا ہے۔ ہر سال اس تقریب کی یاد میں مسلمان مسجدوں اور گھروں میں چراغاں کرتے، جلوس نکالتے، محفل ہائے میلاد منعقد کرتے اور کہیں کہیں صدقہ و خیرات بھی کرتے ہیں یا اگر اس تقریب کے متعلق کوئی علمی گفتگو ہو تو سارا زور علم اس بحث میں صرف کر دیتے ہیں کہ معراج جسمانی تھا یا روحانی ۔

کیا معراج کی حقیقت اور غرض و غایت یہی ہے ؟ کیا امت کے لئے اس میں یہی ہدایت ہے کہ اس کے جسمانی یا روحانی ہونے پر بحثیں کرتے رہیں یا اسکو ایک تہوار سمجھتے ہوئے خوشیاں منائیں اور جلسے کیا کریں ؟

غور سے دیکھا جائے تو یہ چیزیں فی الحقیقت اس کوتاہ نظری اور گری ہوئی حالت کا نتیجہ ہیں جن میں مسلمان اس وقت مبتلا ہیں، ورنہ معراج کا واقعہ امتِ مرحومہ بلکہ کل نسلِ انسانی کے لئے ایک ایسا اعلیٰ سبق اپنے اندر رکھتا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر وہ منتہائے کمال کو پہنچ سکتی ہے ۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ کامل انسان ہیں جن کو انسانیت کا حقیقی نمائندہ کہنا چاہیئے آپ کا معراج فی الحقیقت اس بات کا نشان ہے کہ نسلِ انسانی کے عروج کے دن آ گئے ۔ وہ دین جو حضرت نبی کریم صلعم لیکر آئے اور جو ہدایات آپ کو معراج کی رات میں ملیں دنیا جانتی ہے کہ ان کے اندر نسلِ انسانی کے لئے ترقی کی شاہراہیں کھول کر رکھ دی گئی ہیں، ایک خدا کی تعلیم جو اسلام نے نسلِ انسانی کو دی اس نے تمام مسلمانوں کو اخوت و مساوات کی ایک ایسی سلک میں منسلک کر دیا کہ کسی قسم کا کوئی امتیاز قومی ہو یا نسلی لونی ہو یا لسانی ان کی اس اخوت میں حائل نہ رہا، اور وہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کے ارشاد قرآنی پر عمل پیرا ہو کر ایک طرف اپنی اجتماعی جسمانی قوت سے دنیا کے فاتح بنے اور دوسری طرف اپنی اجتماعی روحانی قوت سے دنیا کے ہادی اور پیشوا بن گئے ، دنیا نے ان کے وجود سے، امن و عافیت اور رافت و رحمت کی وہ شان دیکھی جو اس سے پہلے کبھی نظر نہ آئی تھی تاریخ اسلام کے اوراق ان سنہری کارناموں سے بھرے پڑے ہیں جو مسلمان فاتحین نے اقوام عالم کی بہتری اور برتری کے لئے سرانجام دیئے، اور انہیں نہ صرف دنیا کی نعمتوں سے سرفراز کیا علم و حکمت سے نوازا بلکہ وحشی سے انسان اور خدا رسیدہ انسان بنا دیا، غلام آزاد ہو گئے، عورت نے وہ بلند درجہ پایا جو اس سے پہلے اسے کبھی حاصل نہ ہوا تھا، دنیا کی تمام قوموں میں انبیاء کا آنا مان کر بین الاقوامی اتحاد کی ایسی بناء رکھ دی گئی جو دنیا بھر میں امن و سلامتی پیدا کرنے کا موجب تھی ۔

یہ سب کچھ صاحب معراج صلعم کی پاک تعلیمات اور کلمۂ توحید پر ایمان کے اثر و نتائج ہیں یہی تزکیہ نفس اور اتحاد و امداد باہمی کے زریں اصول نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے اندر موجود ہیں، ہماری پنجوقتہ نماز جو معراج کی رات مسلمانوں پر فرض کی گئی، اور جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الصلوٰۃ معراج المومن (نماز مومن کا معراج ہے) اگر صحیح رنگ میں ادا کی جائے تو فی الحقیقت ایک مسلمان کو انسانیت کی بلند ترین منازل پر پہنچا سکتی ہے اس میں شک نہیں کہ آج کثرت ان لوگوں کی ہے جن کی نماز ان کے اخلاق و اعمال پر کوئی اثر نہیں ڈال سکی بلکہ بعض اوقات دوسروں کے لئے ابتلا کا موجب ہوئی لیکن وہ نماز جس کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے کہ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر (نماز ہر قسم کی فحش اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے) اور جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ وان لم تکن تراہ فانہ یراک (اللہ تعالےٰ کی عبادت ایسے رنگ میں کی جائے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تو ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے) یقیناً انسان کی زندگی پر نمایاں اثر پیدا کرتی ہے کیا جس شخص کی نماز میں یہ رنگ ہو کہ وہ خدا تعالےٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے ...... یا کم از کم خدا اسے دیکھ رہا ہے وہ کبھی کسی قسم کے فواحش کا ارتکاب کر سکتا ہے ؟ وہ کبھی کسی کے ساتھ برائی کا خیال بھی دل میں لا سکتا ہے ؟ کیا وہ نیکی و رحمت کا مجسمہ نہیں بن جائے گا ؟

یہ ہے وہ معراج جس کے ذریعہ سے ایک مسلمان عروج کی بلند ترین منازل پر پہنچ سکتا ہے، اسلام وہ سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر انسان ملاء اعلیٰ کی سیر کر سکتا ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر معراج کی رات آسمانوں اور جنت اور دوزخ کی سیر کی، اگر آپ نے اللہ تعالےٰ کو اپنی نورانی آنکھوں کے ساتھ دیکھا تو یہ ہر مسلمان ——— نہیں ہر انسان کے لئے ایک بشارت ہے کہ وہ بھی اگر ان رستوں پر چلے، جن پر آپ گامزن ہوئے، وہ بھی اگر اس دین کا کامل اور سچا متبع بن جائے، جو آپ کو دنیا کی ہدایت و رہنمائی کے لئے دیا گیا، وہ بھی اگر اس اسوہ حسنہ کو اپنے اندر لے لے، جو اس پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتا ہے تو یقیناً وہ اس دنیا میں جنت کا وارث ہو سکتا اور وہ اللہ تعالےٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے، قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

آہ! آج مسلمان معراج کی اس حقیقت سے غافل ہے وہ نماز پڑھتا ہے لیکن نماز کے اثرات اس کی زندگی سے مفقود ہیں، وہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا کے ارشاد خداوندی کو عملاً بھلا چکا ہے اور ایک دوسرے کو کافر کہنا، ایک دوسرے کی عزت پر حملہ کرنا، ادنےٰ ادنےٰ باتوں پر دوسروں کا مال لوٹنا، یہاں تک کہ جان تک لے لینا اس کا شعار بن چکا ہے (الا ماشاء اللہ) حالانکہ اسلام نے انہی باتوں سے منع کیا تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر تاکید فرمائی تھی کہ مسلمان کا خون، مسلمان کی عزت، تم پر اسی طرح حرام ہے جیسے حج کا دن اور شہر مکہ کی حرمت ثابت ہے آپ نے فرمایا تھا فلیبلغوا منی الشاھد الغائب، جو موجود ہیں اور اس بات کو سن رہے ہیں وہ ان لوگوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دیں، جو موجود نہیں، لیکن آہ! وہ لوگ جن کو یہ پیغام اس تاکید کے ساتھ پہنچایا گیا، وہی آج اس سے منہ پھیر رہے ہیں،

آئیے آج معراج کی مقدس رات کو ہم پھر اس پیغام کو زندہ کریں۔ اس کو دل کے کانوں سے سنیں اور اپنی اجتماعی قوت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور کامل متابعت سے اس معراج کو حاصل کرنے کی کوشش کریں جو دینی و دنیوی برکات و ترقیات کا حقیقی ذریعہ ہے ۔

ایک تکلیف دہ خبر

گڑھی حبیب اللہ ضلع ہزارہ سے ہمارے دوست سید عبدالحی صاحب نے ذیل کا خط سیکرٹری صاحب کی خدمت میں لکھا ہے :- مکرم معظم جناب سیکرٹری صاحب سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ آج میں آپ کو ایک حادثہ سناتا ہوں ۔ مورخہ $\frac{3}{52}$ ۹ کو میں استعفےٰ دے کر معہ سامان و عیال خود ڈاڈر سینی ٹوریم سے بذریعہ ولاری گڑھی حبیب اللہ موضع تلہٹہ اپنے خسر کے پاس پہنچا ہمارا مکان تلہٹہ گاؤں سے الگ ½ ۱ فرلانگ پر واقع ہے ۔ $\frac{3}{52}$ ۲۰ و $\frac{3}{52}$ ۲۱ کی درمیانی شب کو ڈاکہ آیا میں الگ کرہ میں تھا میری بیوی نے مجھے آواز دی کہ جان بچا کر بھاگ جاؤ میں تو خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے جان بچا کر دو کپڑوں میں گاؤں پہنچا گاؤں والوں نے میری کوئی امداد نہ کی ڈاکو تقریباً دو گھنٹے تک لوٹتے رہے، میرے خسر صاحب شدید زخمی ہوئے جن کی حالت خطرناک ہے ڈاکو تمام سامان اور سب آدمیوں کو باندھ کر بدن سے کپڑے بھی اتار کر لے گئے اور نقدی بھی، اس وقت میرے ۵ بچے ننگے ہیں اور آج صبح چائے کے ساتھ ناشتہ کے واسطے کچھ نہ تھا میری ۱۶ سال کی کمائی تقریباً ۷۰۰۰/- روپیہ کی لے گئے ہیں کئی روز سے پولیس کے ساتھ مصروف تفتیش ہوں یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش تھی شکر الحمد للہ رب العالمین تمام بزرگان جماعت سے استدعا ہے کہ ہمارے لئے دعا کریں کہ ہم ڈاکوؤں کی گرفتاری میں کامیاب ہو جائیں ۔ زیادہ والسلام ۔

سید عبدالحی معرفت میاں دی ہٹی ۔ بازار گڑھی حبیب اللہ ضلع ہزارہ

پیغام صلح ہمیں اس دردناک حادثہ میں اپنے عزیز بھائی کے ساتھ دلی ہمدردی ہے، اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو، اور ظالم ڈاکو کیفر کردار کو پہنچیں، قارئین کرام سے استدعا ہے کہ اپنے اس محترم دوست کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں ۔

دُشمنانِ پاکستان کی سازش

ماضی و حال پر ایک نظر

مسلمانوں کی جن سیاسی جماعتوں نے مسلم لیگ کی تحریک حقوق مسلمین اور پھر جہاد حصول پاکستان کی نہایت شدومد سے مخالفت کی۔ ان میں مجلس احرار سب سے ممتاز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان قائم ہو جانے کے بعد بھی یہ جماعت اب تک اپنے آپ کو مسلم اکثریت اور مسلم مصالح سے ہم آہنگ نہیں بنا سکی اور برابر خفیہ و علانیہ ایسی تحریکات کی آگ کو ہوا دے رہی ہے۔ جن سے پاکستان روز بروز کمزور ہوتا چلا جائے۔ اور بالآخر خاکم بدہن پھر ہندوستان میں جذب ہو جائے۔

سرحد پار کے ارباب سیاست سے احراری کارکنوں کے دوستانہ اور پُراسرار تعلقات اب تک قائم ہیں، اور یہ شبہ ہرگز بے بنیاد نہیں کہ انہیں اب تک کانگریس کی عملی ہمدردیاں حاصل ہیں!

مجھے اس صحبت میں اس جماعت کی سیاسی تاریخ بیان کرنا مقصود نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ اس کے لیڈر اور کارکن ہمیشہ کانگریس سے وابستہ رہے ہیں، انھوں نے نہرو رپورٹ کی حمایت کر کے ہندوستان کے مسلمانوں کی عظیم اکثریت سے غداری کی کیونکہ مسلم لیگ۔ جمعیتہ العلماء مجلس خلافت سب کی سب سیاسی جماعتیں نہرو رپورٹ کی مخالف تھیں اور صرف یہی لوگ نہرو اینڈ کو کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے۔ جو بعد میں احرار اسلام کہلائے پھر ۱۹۳۵ء میں احرار نے مسجد شہید گنج کے ہنگامۂ خونین کے سلسلہ میں سکھوں کا ساتھ دے کر ملّت کو جو نقصان پہنچایا، اس کا داغ مسلمانوں کے دلوں پر مظلوم شہدائے مسجد کی شہادت کے داغ سے بھی زیادہ گہرا ہے۔

اسلامی جرائد اور احرار

میں صرف یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ حقوق مسلمین، مسلم لیگ اور پاکستان کے متعلق احراریوں کا رویّہ ہمیشہ سے مخالفانہ رہا ہے اور مسلمان اخباروں نے ہمیشہ واشگاف طور پر ان کی مخالفت کی ہے۔

زمیندار نے نظم و نثر کے جو تیر احرار کی شان میں لکھے وہ آج تک لوگوں کی زبان پر ہیں۔ مولانا ظفر علی خان اپنے مجموعۂ منظومات "چمنستان" میں لکھتے ہیں کہ:۔

"احرار کی شریعت کے امیر مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے امروہہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:۔ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سُور ہیں اور سُور کھانے والے ہیں (اوکما قال) پھر میرٹھ میں مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی صدر مجلس احرار اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیستے جاتے تھے، غصّہ میں آکر ہونٹ چباتے جاتے تھے، اور فرماتے جاتے تھے کہ:۔ "دس ہزار جناح اور شوکت اور ظفر۔ جواہر لال نہرو کی جُوتی کی نوک پر قربان کئے جا سکتے ہیں، اس پر میں نے یاروں کی فرمائش یوں پوری کی ؎

کیا کہوں آپ سے کیا ہیں جماعت احرار
کوئی تُحفہ ہے اور کوئی لقمہ

"سیاست" نے ۱۳؍اکتوبر ۱۹۳۴ء کو لکھا کہ

پنجاب کی وہ لعنت جس کا نام جماعت احرار ہے نہ کام کرتی ہے، نہ کسی کو کام کرنے کا موقع دیتی ہے۔ استعمار کی یہ قبیح حرکت، شیرازۂ ملّت کو برباد کرنے والی ہے۔

"احسان" نے نومبر ۱۹۳۵ء میں لکھا کہ:۔

ایمان اور دیانت کی متاع گرامی سے ان لوگوں کو کس قدر بہرہ ملا ہے۔ اس کا حال تو رازدان حقیقی کو معلوم ہے، لیکن یہ لوگ دوسرے کی امانت و دیانت پر حملہ کرتے وقت ذرا بھی تامّل و تذبذب سے کام نہیں لیتے۔"

"نظام" - ۱۲؍فروری ۱۹۵۱ء:۔

"احرار کے رہنماؤں نے دنیا میں ہمیشہ ایک ہی کام کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سودا بازی، جہاں سے منافع زیادہ ہو وہ وہیں کے ہو کے رہ گئے۔"

"انقلاب" - ۲۷؍جولائی ۱۹۳۶ء:۔

"طائفہ احرار کی پستی اخلاق کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا ہو گا کہ میاں فضل حسین مرحوم و مغفور کے جنازے پر دس ہزار مسلمان آناً فاناً جمع ہو گئے لیکن احرار لیڈروں اور کارکنوں میں سے ایک بھی نہ پہنچا بلکہ اپنے دفتر میں بیٹھے رنگ رلیاں مناتے رہے اور ٹیلیفون پر بعض لوگوں کے ساتھ اس موت کا ذکر کر کے قہقہے لگاتے رہے۔"

اور میاں فضل حسین مرحوم کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حمایت میں پہاڑ کی طرح ثابت قدم تھے۔ اور کانگریسیو اور ان کے پھٹوؤں کی ایک ترپ نہ چلنے دیتے تھے۔

لیگ اور پاکستان

چودھری افضل حق (مفکر احرار) نے کہا۔ ہم لیگ کو دام فرنگ سمجھ کر دُور ہی رہنا چاہتے ہیں۔

(خطبات احرار ص ۴۲)

"آزاد" - اخبار نے ۹؍نومبر ۱۹۴۶ء کی اشاعت میں لکھا:۔

"پاکستان ایک خونخوار سانپ ہے جو ۱۹۴۰ء سے مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ اس کی کمانڈ یک سپیرا ہے۔"

مولانا مظہر علی احراری کا خطبہ استقبالیہ:۔

"مسٹر جناح میں برطانوی اقتدار سے ٹکر لینے کا کوئی حوصلہ ہی نہیں ہے سیالکوٹ میں وہ دستوری جنگ کا اعلان کر چکے ہیں۔ گویا آئینی جنگ جیسے وہ میونسپلٹیوں اور اسمبلیوں کے ممبرن کر ہی لڑ سکتے ہیں، اس سے آگے جانا انہیں کسی صورت میں منظور نہیں۔ کیا اس دستوری جنگ سے پاکستان مل جائے گا۔"

("زمیندار" - ۲۵؍جولائی ۱۹۴۸ء)

مظہر علی اظہر جنرل سیکرٹری احرار کہتے ہیں کہ

"یہ کافرِ اعظم ہے کہ قائد اعظم"

(حیات محمد علی جناح ص ۸۱)

چودھری افضل حق صاحب کہتے ہیں:۔

کتوں کو بھونکتا چھوڑ دو۔ کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو، احرار کا وطن لیگی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں، احرار اس پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں۔" (خطبات احرار ص ۹۹)

عطاء اللہ شاہ بخاری پسرور کانفرنس ۱۹۴۶ء میں فرماتے ہیں:۔

"پاکستان کا بننا تو بڑی بات ہے۔ کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی "پ" بھی بنا سکے۔"

عطاء اللہ شاہ بخاری کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو:۔

"مسلم لیگ عافیت کوشوں، اور رجعت پسندوں کی جماعت ہے، ان کا مقصد ملک میں غیر ملکی اقتدار کو مستحکم کرنا ہے، اس کے باوجود ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہم مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔ مسلم لیگ اور احرار کے مقاصد میں بعد المشرقین ہے۔"

قائد اعظم

احرار کے رسالہ "مسٹر جناح کا اسلام" میں لکھا ہے کہ:۔

"ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کا نام نہاد رہنما آج تک کلمۂ توحید پڑھ کر مسلمان نہیں ہوا۔ لیکن پھر بھی مسلمانوں کا قائد اعظم ہے۔" (سرورق)

اسی رسالہ میں مجلس احرار کے ناظم صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"یہ ہیں مسلمانوں کے قائد اعظم، جو ایک پارسی عورت سے کورٹ شپ کی شادی کرنے کے لئے اپنے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا عملی اعلان کر چکے ہیں۔" (ص ۹)

حالانکہ اپریل ۱۹۱۸ء کے مستند و معتبر انگریزی اخباروں کے اقتباسات سے یہ حقیقت ثابت کر دی گئی تھی کہ قائد اعظم محمد علی جناح نے پارسی خاتون کے قبول اسلام کے بعد اس سے باقاعدہ شرعی نکاح فرمایا تھا۔

احرار کا اخبار زمزم کیا لکھتا ہے:۔

"تم ہمیں کیوں مجبور کرتے ہو، کہ اکثریت کا ساتھ دیں کیا مولانا حسین احمد کے مقابلے میں مسٹر جناح کو ترجیح دیں ہم نام نہاد اکثریت کی تابعداری نہیں کریں گے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اکثریت باطل پر ہے۔"

(زمزم - ۳۰؍اپریل ۱۹۳۹ء)

احرار کی فتنہ پردازی کا نیا محاذ

جب احرار کی اس ہرزہ سرائی کے باوجود پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ تو ان لوگوں نے پاکستان اور ہندوستان دونوں ملکوں میں پاکستان کے خلاف غلط فہمیاں پیدا کرنی شروع کر دیں اور کہا کہ ہم تو پاکستان میں حزب مخالف کی حیثیت سے خدمت کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن لیگ کے لیڈر ہمیں پاس پھٹکنے نہیں دیتے بقول عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا:۔

"میں نے قائد اعظم کے بوٹ پر اپنی داڑھی رکھی پر وہ نہ پسیجے"۔　(آزاد ۲۴ نومبر ۱۹۴۹ء)

ظاہر ہے کہ جس جماعت کا ریکارڈ الف سے لے کر ی تک مسلمانوں کی مایۂ ترین سیاسی آرزوؤں کی مخالفت کے سوا اپنے دامن میں کچھ نہ رکھتا ہو، اور جس کے لیڈر کارکن اور اخبار نویس پے در پے مسلم لیگ اور قائد اعظم اور مطالبۂ پاکستان کو مغلظات سناتے ہوں، اس کو قائد اعظم یا دوسرے لیڈر کیونکر دوسرے ہی دن سینے سے لگا لیتے۔ احرار نے قیام پاکستان پر خاصی مدت گزر جانے کے بعد اعلان کیا کہ ہم سیاست کو ترک کر چکے ہیں۔ اس لئے مسلمان اب مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔ اور اسی کی سیاست کے پابند رہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ احرار کی سیاست معدوم نہیں ہوئی تھی بلکہ اس نے محض راستہ بدل لیا تھا۔ اب ان کی راہ عمل یہ ہے کہ

عین جس حالت میں یہ نوزائیدہ مملکت خوراک کی کمی، تجارت کی کساد بازاری، بے روزگاری اور گوناگوں خارجی خطرات میں گھری ہوئی ہے، اس میں بیکار و لاطائل مذہبی شورشیں برپا کر کے ارباب حکومت اور عوام کو آپس میں لڑوایا جائے تاکہ یہ مملکت قعر زوال میں گر گرفتار ہو جائے۔

اور پنڈت نہرو اور مولانا حسین احمد صاحب کے یہ فدائی اور عقیدت مند اپنے سرپرستوں سے سرخرو ہو سکیں۔

پاکستان کے ایک ایک فرد کو چاہیئے کہ احرار کی ہر حرکت پر نگاہ رکھے اور ان کے بچھائے ہوئے دام میں پھنسنے سے انکار کر دے۔ اس وقت ملک طرح طرح کے مصائب اور خطرات سے دوچار ہے۔ جو لوگ ایسی حالت میں فساد انگیزی کرتے ہیں وہ صریحاً وطن کے غدار ہیں۔

پروفیسر لطیف الحسن ایم اے

(آفاق ۱۹ مارچ ۱۹۵۳ء)

امارت و قیادت کی ذمہ داریاں

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگز لاہور

اذا ابتغی الامیر الریبۃ فی الناس افسدھم۔ (ابوداؤد)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو امیر یا قائد قوم کے لوگوں پر تہمت لگانے کے درپے ہو جائے وہ انہیں تباہ کر دے گا۔

اگر قوم میں کسی قسم کی بے چینی اور اضطراب کے آثار نمایاں ہوتے تو قبل اس کے کہ یہ چنگاریاں بھڑکیں اہل علم و اختیار صحابہ کرام پند و نصائح کے ٹھنڈے چھینٹوں سے اسے بجھانے کی کوشش کرتے چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جو کہ حضرت امیر معاویہ رضؓ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے جب وہ انتقال کر گئے تو ان کی وفات پر رعایا میں بے چینی کے آثار نمودار ہوئے حضرت جریر بن عبداللہؓ نے اس وقت ایک خطبہ دیا جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

علیکم باتقاء اللہ وحدہ لاشریک لہ والوقار والسکینۃ حتی یاتیکم امیر فانما یاتیکم الآن استعفوا الامیر فانہ کان یحب العفو (بخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلعم الدین النصیحۃ) یعنی:۔

تمہارے لئے اس حالت میں خوف خدا۔ وقار اور سکون لازم ہے یہاں تک کہ دوسرا امیر آ جائے اور وہ ابھی آنے والا ہے۔ اپنے امیر کو معاف کرو کیونکہ وہ معافی کو دوست رکھتا تھا۔

الغرض علماء کو ہر ایسے حالات میں جب کبھی قوم میں بے چینی اضطراب فساد وغیرہ کے آثار پیدا ہوں قوم کو خدا خوفی وقار اور سکون کا وعظ کر کے امن و سکون کی فضا پیدا کرنی لازمی ہے۔

حضرت عمرؓ کا سلوک غرباء سے

سرداران قریش ایک مرتبہ آپ کی ملاقات کو آئے۔ حضرت صہیبؓ۔ حضرت بلالؓ حضرت عمارؓ وغیرہ آزاد شدہ غلام بھی موجود تھے اور دنیاوی حیثیت سے معمولی درجہ کے لوگ سمجھے جاتے تھے آپ نے اول انہی لوگوں کو بلایا (کیونکہ وہ پہلے آئے ہوئے تھے) ابوسفیان کو جو زمانہ جاہلیت میں تمام قریش کے سردار تھے یہ امر سخت ناگوار گذرا۔ ساتھیوں سے کہا۔ کیا قدرت خداوندی ہے کہ غلاموں کو دربار میں جانے کی اجازت ملتی ہے اور ہم لوگ باہر بیٹھے انتظار کر رہے ہیں۔ سرداران قریش میں بعض حق شناس بھی تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ اسلام نے سب کو ایک آواز سے بلایا۔ جو پیچھے آئے وہ آج بھی پیچھے رہنے کے مستحق ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے قوم میں سے ہر قسم کی برائی کو تعلیم و تربیت سے مٹا دیا اور ارشادات نبویؐ کی بڑی مستعدی سے خود پابندی کی اور قوم کو پابند سنت بنایا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو تباہی کی طرف لے جانے والے امور کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:۔ ما ظھر الغلول فی قوم الا القی اللہ تعالیٰ فی قلوبھم الرعب ولا فشا الزنا فی قوم الا کثر فیھم الموت ولا نقص قوم المکیال والمیزان الا قطع عنھم الرزق ولا حکم قوم بغیر حق الا فشا فیھم الدم ولا ختر قوم بالعھد الا سلط علیھم العدو (مالک)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جن لوگوں میں خیانت (کی عادت) پیدا ہو جاتی ہے ان کے دلوں پر (مخالف کا) رعب پڑ جاتا ہے۔ جن لوگوں میں زنا پھیل جاتا ہے ان میں موت زیادہ ہونے لگتی ہے۔ جو لوگ ماپ تول میں کمی کرتے ہیں ان کا رزق بند ہو جاتا ہے اور جو لوگ ناجائز حکم کرتے ہیں ان میں خونریزی پھیلتی ہے۔ اور جو لوگ عہد شکنی کرتے ہیں خدا تعالےٰ دشمن کو ان پر غالب کر دیتا ہے۔

مسلمانوں نے مفتوحہ غیر قوموں کے ساتھ سیاسی تعلقات میں صداقت، انصاف اور ایفائے عہد کو سختی سے قائم رکھا۔ اور عہد نامے اس طرز پر کئے جو سراسر عدل و انصاف اور رحم و رواداری پر مبنی تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیا اس کے الفاظ یہ تھے:۔

"اس شرط پر کہ ان کا کوئی گرجا نہ گرایا جائے گا۔ ان کے پادری کو جلاوطن نہ کیا جائے گا، ان کو ان کے مذہب سے برگشتہ نہ کیا جائے گا جب تک کہ وہ کوئی فتنہ انگیزی نہ کریں یا سود نہ کھائیں"

(ابوداؤد کتاب الخراج)

کتاب الخراج میں اس کے آخری الفاظ یہ ہیں "یہ معاہدہ ان کے مال، جان، زمین، مذہب، حاضر، غائب، قبیلہ، گرجا، غرض ہر تھوڑی بہت چیز کی حفاظت پر جو ان کے قبضہ میں ہے شامل ہے کسی پادری کو کسی راہب کو کسی کاہن کو اس کے عہدہ سے الگ نہ کیا جائیگا"

کتاب الخراج ملا

حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد میں حیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ جو حضرت خالدؓ نے معاہدہ کیا اس میں سب سے زیادہ قابل لحاظ شرط یہ تھی۔

"جو بوڑھا شخص بیکار ہو جائیگا۔ یا اس کا جسم ماؤف ہو جائیگا یا کوئی متمول شخص اس قدر محتاج ہو جائے گا کہ اس کے ہم مذہب لوگ اس پر صدقہ کرنے لگیں گے تو اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے گا اور اس کی کفالت بیت المال سے کی جائے گی"

ایسے تمام معاہدات مختلف اوقات میں مختلف الفاظ میں پیش آمدہ حالات کے مطابق کئے گئے مگر سب میں قدر مشترک یہ ہے:۔

"ان لوگوں کے گرجے نہ گرائے جائیں گے اور وہ رات دن میں بجز اوقات نماز کے ہر وقت ناقوس بجا سکیں گے اور اپنے تہوار کے دن صلیب نکال سکیں گے"

اس میں ہماری قوم کے رہنماؤں کے لئے اپنے بھائیوں

۴

امارت و قیادت کی ذمہ داریاں (بقیہ کالم ۳)

کے متعلق لمحہ فکریہ ہے۔

باقی ——— باقی

کشمیر میں طلوعِ اسلام

(از قلم جناب عزیز کاشمیری ایڈیٹر ہفت روزہ روشنی سرینگر کشمیر)

کشمیر کے حالات و کوائف

کشمیر اپنی رعنائیوں اور دلفریبیوں کی وجہ سے تمام دنیا میں لازوال شہرت کا مالک ہے۔ یہ ریاست سرسبز و شاداب وادی، پانی کی بہتات خوشگوار زندگی اور زندگی بخش آب و ہوا، خوب صورت مناظر، اونچے پہاڑوں کی بدولت "جنت ارضی" کہلاتی ہے۔ اس وقت یہ ہندوستان اور پاکستان کے مابین الحاق کے مسئلہ پر جھگڑے کا باعث بنی ہوئی ہے اور اس کا مستقبل پیچیدہ اور خطرناک بننے کی وجہ سے ساری دنیا کی نگاہیں اس طرف لگی ہوئی ہیں۔

کشمیر متحدہ ہندوستان کے شمال میں سب سے بڑی ریاست تھی۔ اس کا رقبہ ٨٤٤٧١ مربع میل ہے۔ جس کا ¾ حصہ سرحدی اضلاع پر مشتمل ہے۔ جہاں آبادی بہت کم ہوتی ہے۔ ١٩٤١ء کی مردم شماری اگرچہ وثوق کے ساتھ قابل اعتبار نہیں۔ پھر بھی اس کے مطابق ریاست کی مجموعی آبادی ٤٠٢١٩١٦ تھی۔ جن میں مسلمان ٣١٠١٢٤٧ - ہندو ٨٠٩١٦٥ سکھ ٦٥٩٠٣ - بدھ ٤٠٦٩٦ - اور دیگر اقوام کے لوگ ٤٦٠٥ ہیں کل ٢١٢٩٨٧٢ مرد اور ١٨٩٧٧٤٤ عورتیں تھیں۔ سرکاری بیان کے مطابق زمین کا ٧٥ء٦ فیصدی حصہ قابل کاشت ہے۔ لیکن صرف ٩ء٤ فیصدی حصہ زیر کاشت لایا جاتا ہے۔

لوگوں میں مختلف قسم کے کاریگر اور فن کار ہیں۔ یہاں کی دستکاری مشہور ہے، بہترین لکڑی کا کام، پیپر ماشی، قالین بافی، شال بافی، نمدہ سازی اور پشمینے کا کام خاص طور پر ہو رہا ہے۔ لیکن لوگوں کی اکثریت مفلوک الحال کسانوں پر مشتمل ہے جو ذلت و ادبار میں جکڑے ہوئے ہیں تن ڈھانپنے کے لئے چیتھڑوں، اور زندگی گذارنے کے لئے محتاج ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی تمام تر توجہ زمین ہی پر دیتے ہیں اور اس طرح سے حدیث نبوی کے الفاظ صحیح ثابت ہوتے ہیں جن میں متنبہ کیا گیا ہے۔ کہ جس قوم کے افراد اپنی ساری توجہ زراعت پر ہی دیتے ہیں۔ اور ترقی کے دوسرے ذرائع کو فراموش کر دیتے ہیں۔ وہ کبھی ذلت سے نہیں نکلتے۔

(صحیح بخاری حدیث ١١٢٦)

ریاست میں مسلمان اکثریت میں ہیں اور ہندو اقلیت میں، لیکن سالہا سال سے ہندو قوم کا تقریباً سارا عنصر سرکاری ملازمتوں پر ہی گذر اوقات کرتا ہے۔ اور کلیدی ملازمتوں پر چھایا ہوا ہے اس لئے یہ اپنے کو حکمران فرقہ تصور کرتا ہے۔

سرینگر سطح سمندر سے ٥٢٥٠ فٹ اور لیہ ١١٥٥٥ کی بلندی پر واقع ہے۔ وادی کشمیر تقریباً ٨٤ میل طویل اور ٢٠ سے ٢٥ میل عریض ہے۔ یہاں پر متعدد پر فضا مقامات، سرد اور شفاف پانی کے چشمے اور وسیع جھیلیں ہیں۔ ریاست میں شالی، مکی، گیہوں اور تیل کے بیج کی کاشت ہوتی ہے، یہاں کے سیب، بادام اور زعفران خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

کشمیر نہ صرف ہندوستان اور پاکستان کے مابین واقع ہے۔ بلکہ اس کی سرحدیں چین اور روس اور افغانستان سے بھی ملتی ہیں۔ اس لئے یہ اپنے محل و قوع کے لحاظ سے غیر معمولی بین الاقوامی اہمیت کا مالک ہے۔

اقوام کشمیر

کشمیر میں بہت سی قومیں آباد ہیں۔ اور یہ مختلف تمدنوں کا گہوارہ بن چکا ہے۔ لیکن لوگ اصل میں بنی اسرائیل ہیں۔ ان کا لباس ان کے خدو خال اور رسوم یہودیوں سے ملتے جلتے ہیں۔ تواریخ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ جب بنی اسرائیل کو بابل اور اسیریا سے بخت نصر اور دیگر بادشاہوں نے تنگ کیا۔ تو وہ دوسرے ممالک کی طرف بھاگ گئے اور افغانستان سے ہوتے ہوئے کشمیر تک آ پہنچے اور یہیں آباد ہو گئے۔ ڈاکٹر برنیئر بھی اپنے دوران سفر میں بہت سے محققوں سے ملے اور اسی نتیجے پر پہنچ گئے کہ کشمیری حقیقت میں بنی اسرائیل ہیں جو شاہ اسور (King of Assur) کے وقت میں منتشر ہو کر یہاں ہجرت کر کے آ گئے۔

(ڈاکٹر برنیئر رپورٹ جلد دوم)

مسٹر اے۔ کے جونس سٹونر کی ڈکشنری آف جغرافی کے صفحہ ٢٥٠ پر لفظ کشمیری کے تحت مرقوم ہے کہ "اس جگہ کے لوگ بہت بلند قامت ہیں۔ باوقار ساخت اور مردانہ وجاہت کے۔ عورتیں مکمل خدو خال رکھتی ہیں، عقاب جیسی ناکیں رکھتی ہیں، دیکھنے میں بالکل یہودن معلوم ہوتی ہیں"

اسی بیان کے مطابق ایک اور انگریز محقق فورسٹر اپنے قیام کشمیر کے دوران میں اس نتیجے پر پہنچا۔ کہ وہ یہودیوں کے ملین درمیان میں ہے۔

کشمیر کے نزدیک لاسہ ایک مقام ہے، جو "مری" کی طرح عبرانی لفظ ہے۔ اور جس کا مطلب ہے "قابل پرستش، ملک" اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہاں بنی اسرائیل آکر آباد ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ کشمیریوں کے معتقدات کا جائزہ لیا جائے تو اس سے بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ لوگ اصل میں بنی اسرائیل ہیں جو بیرونی ممالک سے بھاگ کر یہاں پناہ لینے آ گئے تھے۔

اور کشمیر میں بدیں وجہ آباد ہو گئے ہیں کہ یہ ملک پہاڑوں سے ڈھکا ہوا ہے اس کے راستے پر پیچ، خطرناک اور دشوار گذار ہیں۔ "تاریخ اقوام کشمیر" مصنفہ محمد الدین فوق میں البیرونی کے حوالہ قلم سے مرقوم ہے۔

"سر بفلک دیواروں نے جو وادی کشمیر کے چاروں طرف چھائی ہوئی ہیں، کشمیر کو ایک محفوظ جائے پناہ بنا رکھا ہے۔ اس لئے بار بار کے حملوں سے تنگ آکر دوسرے ملکوں کے لوگ یہاں اقامت گزیں ہوتے ہیں" (صفحہ ١٤)

یہاں آباد ہو کر بنی اسرائیلیوں نے اپنے معتقدات کو نہیں چھوڑا۔ چنانچہ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ کریوہ (متن) میں جو سری نگر سے تقریباً ٢٤ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ایک کنوئیں کا نام "بابل" ہے۔ جس کے متعلق اب بھی وہاں کے لوگوں کا اعتقاد ہے کہ ہاروت ماروت، دو فرشتے اوندھے منہ لٹکائے گئے ہیں۔ کیونکہ وہ زہرہ پر عاشق ہو گئے تھے۔ یہ لوگ مسلمان ہونے کے باوجود اس غیر اسلامی اعتقاد کے قائل ہیں جس کی اسلام نے تردید کی اور جو مجوسیوں اور یہودیوں کا اعتقاد ہے۔ اب بھی وہاں کے مسلمان لوگ ان نام نہاد فرشتوں کی فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ اور اپنی زمانہ ماقبل اسلام یعنی اسرائیلی ذہنیت کا مظاہرہ کر کے اپنے اسرائیلی ہونے پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔

اسی طرح سرینگر کی ایک چھوٹی سی پہاڑی کا نام "تخت سلیمان" رکھا گیا ہے۔ جس کے متعلق اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ اس پر حضرت سلیمان قیام فرماتے تھے کشمیر کے لوگوں میں تمام وہ خصائل بدرجہ اتم موجود ہیں جن کی بدولت یہودی نیک نام یا بدنام تھے۔

غرضیکہ جب بنی اسرائیل اپنے وطن سے بھاگ کر افغانستان، صوبہ سرحد میں آباد ہوتے ہوئے..... کشمیر اور تبت میں بھی آباد ہو گئے، تو چونکہ اس وقت ہندو مذہب عروج پر تھا اور ہندو حکمران جاہ و جلال سے حکمرانی کرتے تھے اس لئے انہوں نے رفتہ رفتہ ہندو مذہب اختیار کیا، اور ہندو بن کر زندگیاں گذارنے لگے۔ مشہور مؤرخ محمد الدین فوق بھی اعتراف کرتے ہیں کہ:

"کشمیری برہمن یہاں کے اصلی باشندے نہیں ہیں۔ بلکہ دوسرے ملکوں سے آئے تھے۔ وہ صرف برہمن ہی نہیں تھے۔ بلکہ مختلف ممالک کی مختلف اقوام میں سے تھے۔ ان میں سے کئی لوگ حصول علم کی خاطر آئے تھے اور کئی بیرونی حملوں کے خوف سے بھاگ کر یہاں پناہ لیتے تھے۔"

(تاریخ اقوام کشمیر صفحہ ١٤)

مسلمان

بانی اسلام صلعم نے ٦٠٩ء کو خدا کی طرف سے نبی اور رسول ہونے کا اعلان کیا۔ شروع شروع میں مخالفین معاندین نے آپ کو تکالیف دیتے اور اعلائے کلمۃ الحق سے روکنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ لیکن

چونکہ اسلام عدل و انصاف اور سلامتی کا دین ہے۔ اس لئے جب آپ نے جون ۶۳۲ء میں وفات پائی تو اس وقت سارا عرب آپ کا مطیع ہو چکا تھا۔

اسلام ـــــ تبلیغی دین ہے اس کے اصول عقلاً مطابق علم و سائنس ہیں۔ بدیں وجہ یہ دینِ فطرت کہلاتا ہے چنانچہ مسلمان جہاں کہیں بھی گئے قرآنی تعلیمات ان کے ساتھ ساتھ گئیں۔ انہوں نے تبلیغ اسلام کا فریضہ فراموش نہیں کیا اور جب وہ اسلام کی ان تعلیمات کو پیش کرتے تھے۔ تو لوگ گروہ در گروہ اسلام کی آغوش میں آنے لگے۔ اطراف اکناف عالم میں اسلام پھیل گیا اور آفتاب اسلام دنیا کے گوشے گوشے میں ضیا پاشیاں کرنے لگا۔ اولیائے اسلام کی زندگیاں شاہد ہیں کہ کس طرح انہوں نے نہتے اور بے سر و سامان ہوتے ہوئے صرف اپنے بے داغ چال چلن، احسن اخلاق، زہد و اتقاء اور روشن ضمیری سے ہزاروں اور لاکھوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ ایک حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح نے جو ساتویں صدی ہجری کے مجدد تھے، ہندوستان میں کثیر التعداد لوگوں کو نور اسلام سے منور کیا۔

ایسے اولیاء اللہ جنہوں نے پاکیزگی حُسنِ اخلاق اور محبت مروت کو اپنا کر۔ اپنی زندگیوں کا مقصد (اطاعت لامر اللہ و شفقت علیٰ خلق اللہ) خدا کے احکام کی اطاعت اور مخلوق خدا کی محبت و شفقت کو شعار بنا لیا تھا وہ مبلغ اسلام بن کر اسلام کی ترویج و اشاعت میں کامیاب رہتے تھے۔ اور ہر ملک، ہر بستی، ہر گاؤں میں ایسے لوگ ہو گذرے ہیں۔

کشمیر میں طلوعِ اسلام

کشمیر میں جب راجگان ہنود کے مابین پھوٹ اور انتشار سرایت کر گیا۔ تو ان کی عملداری کے خاتمہ پر ایک تبتی شہزادہ رینچن نے تختِ حکومت پر قبضہ جما لیا۔ یہ شہزادہ تبت میں اپنے باپ لیاچن مورو پ سے جھگڑا کر کے راجہ سہدیو کے وقت میں کشمیر آیا۔ اور ۱۳۲۵ء سے ۱۳۲۷ء تک حکومت کرتا رہا۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ بُدھ مت، جین مت، شیومت اور ہندو مت کے فرقے اپنے اپنے مذہب کے لئے آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے۔ کہانی مشہور ہے کہ:-

راجہ رینچن ہر چند کہ وہ اپنے وزیر میرزا شمس الدین شاہ میر کی مصاحبت کی بدولت اسلام کی مذہبی تعلیمات کا کم و بیش واقف ہوا تھا۔ لیکن چونکہ تمام باشندے غیر مذاہب کے معتقد تھے۔ پولیٹکل خیالات اس امر کے مانع تھے...... کہ وہ کھلے طور پر دین اسلام قبول کرے علمی دربار میں وجہ مذاہب کی نسبت آگاہی رکھنے والے افراد کو بلا کر تحقیقات کا طریقہ قائم کیا۔ گھر گھر کا نیا مت، آدمی آدمی کا جُدا جُدا سلیقہ دیکھ کر متلاشی ہو گئے۔ آخر مجبور ہو کر ایک دن اہل الرائے ارباب حل و عقد کی میٹنگ منعقد کی جس میں یہ قرار داد منظور کی۔ کہ علی الصباح جو شخص سب سے پہلے راجہ رینچن کے زیر نظر آئے گا۔ خواہ وہ کسی مذہب کا ہو وہ اور اس کے تمام توابع و لواحق اس کا دین قبول کریں گے۔

دوسرے دن اُٹھتے ہی راجہ رینچن نے اپنے محل کا دریچہ کھولا کہ دریائے جہلم کے دوسرے کنارے پر شاہی محلات کے سامنے ژندہ پوش سیلانی ایک فقیر کو دیکھا جو کہ اپنے مذہب کے مطابق فجر کی نماز پڑھ رہا تھا۔

راجہ نے فقیر کو فوراً بلا بھیجا۔ اور مذہب و دیگر حالات کے متعلق دریافت کرنے لگا۔ فقیر بھی صوفیانہ لب و لہجہ میں ہر ایک بات کا جواب دیتا رہا۔ فقیر کا نام شرف الدین سید عبدالرحمٰن عرف بلبل شاہ قلندر تھا۔ وطن کے لحاظ سے آپ ترکستان سے تعلق رکھتے تھے اور سادات میں سے تھے۔ بعض تاریخوں میں آپ کا نام شاہ "بلاول" بھی لکھا گیا ہے۔ آپ ایک صوفی منش بزرگ تھے سری نگر میں آپ کے نام پر محلہ بلبل لنگر اور "مسجد بلبل شاہ" اب تک موجود ہے۔ مسجد سکھوں نے ضبط کر رکھی تھی، ڈوگرہ حکمرانوں نے بھی ضبط کی ہوئی تھی مگر ۱۳ر جولائی ۱۹۳۱ء کے بعد جو مسلم ایجی ٹیشن شروع ہوا اس کی بدولت ۱۹۳۱ء کے اواخر میں بعض دیگر مساجد کے ساتھ اسکو بھی واگذار کیا گیا۔ آپ کی وفات ۷۲۷ھ میں ہوئی۔

رینچن شاہ یا رینچن شاہ کے ۷۲۵ھ میں آغوش اسلام میں آتے ہی آپ کا اسلامی نام "سلطان صدر الدین" رکھا گیا۔ آپ ہی پہلے نومسلم بادشاہ تھے آپ نے خالص توحید پرستی اور اسلامی اصولوں کی حقانیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام قبول کیا۔ آپ کے دیکھا دیکھی سارے امراء وزراء اور وزیر اعظم سری راون چند بھی آغوش اسلام میں آ گئے۔ اور بیان کے مطابق کوئی دس ہزار آدمی مسلمان ہو گئے تاریخ اعظمی میں لکھا ہے :-

"و دوند دیگر راون چند و دیگر سرداران سلطنت عامہ خلائق فوج فوج بردست حق پرست آں ذروہ کرام بہ شرف اسلام تشریف کرامت یافتند"

سلطان صدر الدین (رینچن شاہ) کی وفات کے بعد ملکی حالات میں بہت تبدیلی ہوئی۔

سید بلبل شاہ کے بعد دوسرے مبلغ اسلام جو کشمیر وارد ہوئے، وہ سید حسین صاحب سمنانی تھے۔ آپ سلطان شہاب الدین کی تخت نشینی (۱۳۶۰ء) کے وقت میں آئے۔ اور آپ کے ساتھ آپ کے قرابت اور سادات کی ایک معقول جماعت تھی۔ آپ جناب سید علی ہمدانی رح کے چچا زاد بھائی تھے۔ اپنے حقیقی بھائی سید تاج الدین کے ساتھ آپ اسلامی تعلیمات کی ترویج میں کوشاں رہے۔ سید تاج الدین صاحب محلہ شہاب الدین پورہ میں رہتے تھے۔ سید حسین صاحب سمنانی بمقام کولگام اپنے مسکن میں فوت ہو گئے آپ کا مزار وہیں ہے۔

بعد میں امیر کبیر سید علی ہمدانی رح ۷۷۴ھ میں کشمیر میں آ گئے لیکن ساتھ ہی واپس چلے گئے۔ پھر آپ ۷۸۱ھ میں سلطان قطب الدین کے عہد حکومت میں دوبارہ آ گئے۔ آپ کے ساتھ مصنفہ تاریخ اعظمی کے بیان کے مطابق تقریباً سات سو سادات خادم اور رفقاء تھے۔ آپ خاص ہمدان میں پیدا ہوئے تھے اس لئے آپ "شاہ ہمدان" بھی کہلاتے تھے۔ آپ نے پانچ سال مسلسل تبلیغ کی مفتی محمد سعادت اپنی تصنیف "جنت الدنیا" میں صفحہ ۱۸ پر رشی نامہ مصنفہ ملا بہاء الدین کے حوالہ قلم سے بیان کرتے ہیں کہ نومسلم افراد کی تعداد جو کہ سید علی ہمدانی کی روحانی توجہات کی بدولت مسلمان ہوئے تھے۔ ۳۷ ہزار نفوس بیان کی جاتی ہے۔

۷۸۶ھ میں میر سید علی ہمدانی رح واپس ہمدان جاتے ہوئے ہزارہ میں بمقام پکھلی در ذی الحج کو انتقال فرما گئے۔ آپ کی نعش ختلان لے جائی گئی۔ جہاں وہ مورخہ ۵ رجمادی الآخر ۷۸۶ھ کو سپرد خاک کی گئی۔ سرینگر میں جہاں آپ کا قیام تھا۔ وہاں خانقاہ معلیٰ کے نام سے ایک عالیشان عمارت ہے۔ جو تیسرے پل کے بالکل نزدیک دریائے جہلم کے مشرقی سمت واقع ہے۔ صرف آپ کی عبادت گاہ و نشست گاہ ہونے کی وجہ سے یہ زیارت گاہ خاص رہا ہے۔

۷۹۶ھ میں میر سید علی ہمدانی کے صاحبزادہ میر محمد ہمدانی ۲۲ سال کی عمر میں تقریباً تین سو ہمراہیوں کے ساتھ کشمیر وارد ہوئے۔ اس وقت سکندر شاہ بت شکن سریر آرائے سلطنت تھے وزیر اعظم سہ بھٹ نے جس کا اسلامی نام سیف الدین تھا آپ کا شاندار استقبال کیا اور بعد میں اپنی لڑکی کا عقد بھی آپ کے ساتھ کر دیا۔ جو "بی بی تاجی" کے نام سے مشہور ہے آپ نے سرزمین کشمیر میں اسلام کا نور پھیلانے میں بہت کام کیا ہے۔

اسی طرح مختلف ممالک کے سادات کشمیر آتے رہے۔ اور یہاں تبلیغ اسلام میں منہمک رہے۔ ان کے علاوہ شیخ نور الدین صاحب ولی، ان کے خلفاء حضرت مخدوم شیخ حمزہ اور کئی بزرگ خاک کشمیر نے پیدا کئے، جن کے علم و عمل، اخلاق فاضلہ، زہد و اتقاء سے ملک کشمیر میں جہاں ایک مسلمان کی شکل نظر نہ آتی تھی لاکھوں کی تعداد پیدا کر دی بلکہ مسلمان پانچ سو سال تک حکومت بھی کرتے رہے۔

الزامات کی تردید

مسلمان حکمرانوں نے کشمیر میں کبھی بھی جبر و تشدد سے کام نہیں لیا۔ اور نہ کسی ایک فرد کو بھی مذہب بدلنے پر مجبور کیا۔ بلکہ ان کے پیش نظر ہر وقت قرآن پاک کی یہ تعلیم رہی لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے) وہ انصاف و رواداری برتنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ بلکہ چند ایک جن میں زین العابدین بادشاہ (شاہ اعظم) بھی شامل ہیں مسلمانوں کی نسبت ہندوؤں پر حد سے زیادہ مہربان تھے۔ آپ کے والد سلطان سکندر بت شکن اور دیگر کئی حکمرانوں کے خلاف عام طور پر غیر مسلم یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ انہوں نے مورتیوں کو توڑا مندروں کی تباہی کی۔ لیکن یہ الزام بالکل بے بنیاد اور غلط ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ سلطان بت شکن کا وزیر اعظم (مدار المہام) ایک نومسلم تھا جو بہت پرجوش تھا۔ کیونکہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عام مسلمانوں کی بہ نسبت ان اشخاص میں دینی کا جذبہ زیادہ پایا جاتا ہے جو نومسلم ہوتے ہیں۔ لہذا اگر غیر مسلموں نے وزیر اعظم کے اس جذبہ کو دیکھ کر غلط رنگ میں بادشاہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ تو کوئی

تعجب کی بات نہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی مسلمان بادشاہ نے مورتیوں کو نہ توڑا نہ مندروں کو گرایا اور نہ انہیں مساجد میں تبدیل کیا۔ ہاں! اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جس جس علاقہ میں سب کے سب...... لوگ آغوش اسلام میں آجاتے تھے۔ وہاں کے لوگ اپنے بت پرستی کے طریقۂ عبادت میں تبدیلی کیا کرتے تھے اور خود پرستش گاہوں یعنی مندروں کو مساجد میں تبدیل کرتے تھے۔ تاکہ وہ پرانی معبدگاہیں غیر آباد اور ویران بن کر نہ رہ جائیں۔ بلکہ بدستور قابل تعظیم عبادت گاہیں بنی رہیں۔ اور ان لوگوں پر نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کا بوجھ بھی اس طریقہ سے نہیں پڑا۔ متعصب غیر مسلموں کا یہ الزام بلادلیل اور واقعات کے بالکل خلاف ہے کہ کسی مسلم بادشاہ نے مورتیاں توڑ ڈالیں یا لوگوں پر کسی قسم کا ناجائز بوجھ ڈالا۔

محمد الدین فوق ۳۱-۱۹۱۱ء کی مردم شماری رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

بیس سال کے عرصہ میں جبکہ کشمیر ایک غیر اسلامی حکومت کے ماتحت ہے اور جہاں کسی کو اسلام قبول کر لینے کے بعد اپنی جائداد سے بھی محروم ہونا پڑتا ہے بغیر کسی تشدد و جبر بلکہ بہت سی مجبوریوں اور رکاوٹوں کے باوجود مسلمانوں کی تعداد میں ۲۷۶۶۲۷ نفوس کا اضافہ ہوا۔ ("تاریخ اقوام کشمیر" صفحہ ۱۲۹)

یہ حقیقت اور واقعات کی شہادت غیر مسلموں کے اس الزام کی کہ "کشمیر میں اسلام جبر و تشدد سے پھیلایا گیا" دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دینے کے لئے کافی ہے۔ (ترجمہ از اسلامک ریویو)

جنرل کونسل اور مجلسِ مشاورت

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی جنرل کونسل اور مجلس مشاورت کا اجلاس ۱۱ر۱۲ر اپریل کو حضرت صاحب صدر کی کوٹھی واقعہ پریمیئر فلور ملز لائلپور میں منعقد ہونا قرار پایا تھا حضرت صاحب صدر کی طبیعت زیادہ ناساز ہونے کی وجہ سے اسے ۲۵ر ۲۶ر اپریل ۱۹۵۳ء پر ملتوی کرنا پڑا، اب مؤخر الذکر تاریخوں پر یہ اجلاس لائلپور میں ہی منعقد ہوگا اس اجلاس میں سالانہ بجٹ اور بعض دیگر امور کے علاوہ حضرت صاحب صدر بعض ضروری امور خود پیش فرمائیں گے اسلئے تمام ممبران جنرل کونسل کی خدمت میں التماس ہے کہ اجلاس مذکور میں ضرور شامل ہوں اور انکے علاوہ وہ لوگ بھی جن کو مجلس مشاورت میں شمولیت کیلئے دعوت بھیجی گئی ہے شامل اجلاس ہو کر اپنے اہم مشوروں سے قوم کو مستفید فرمائیں اور حضرت صاحب صدر کی صحت کیلئے بھی دعا فرمائیں۔ سیکرٹری۔

ہفت روزہ پیغام صلح [illegible] ۱۵ اپریل ۱۹۵۳ء [illegible]

وزیرِ اعلےٰ پنجاب کی نشری تقریر

(بقیہ از صفحہ نمبر ۲)

کو اس مہم کی اہمیت سے آگاہ کرے اور اسے کامیاب بنانے میں پوری مدد دیں ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ خوراک کا مسئلہ زندگی کے ہر شعبہ سے وابستہ ہے اس لئے میں پبلک اور سرکاری ملازم دونوں سے توقع رکھتا ہوں کہ پورا پورا تعاون کریں گے۔ بالخصوص پولیس، مال، تعلیم، زراعت، امداد باہمی، اور تعلقات عامہ کے محکمے اس سلسلہ میں بہت مفید کام کر سکتے ہیں۔

حکومت صوبہ سے چوری چھپے غلہ باہر نکالنے کی بھی سختی سے روک تھام کرے گی بلکہ اس طرح غلہ باہر بھیجنے والوں کو قانوناً گولی مار دینے سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔

مجھے یقین ہے کہ اس نیک کام میں ہمیں اپنی پاکستانی فوج کی مکمل تائید اور مدد حاصل ہوگی۔

پنجاب کے اخبارات قوم کی خدمت میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ میں ان سے پوری توقع رکھتا ہوں کہ وہ اس سکیم کی جس کا تعلق عوام کی بنیادی ضروریات سے ہے، وسیع پیمانے پر نشر و اشاعت کریں گے اور عوام کی عملی طور پر رہنمائی کریں گے۔

یہ کام ابھی سے شروع ہو جانا چاہیئے کیونکہ کپاس کی کاشت کا موسم شروع ہو چکا ہے اور تمام کاشتکاروں کو اس بات کا علم ہو جانا چاہئے کہ اب کپاس کا زیر کاشت رقبہ بقدر دس فیصدی کم کر دینا ضروری ہے اور زائد رقبہ کاشت کرنے والوں کو جرمانہ ادا کرنا پڑے گا، جرمانہ کی تجویز اور تشخیص محکمہ مال کا عملہ کرے گا مگر اس کی جانچ پڑتال کے لئے دیہات میں کمیٹیاں بنا دی جائیں گی تاکہ کسی کاشتکار سے بے انصافی نہ ہونے پائے۔

باجرہ، جوار، مکی، نخود اور دالوں کی قیمت اور نقل و حمل پر صوبے کے اندر کسی قسم کا کنٹرول نہیں ہوگا۔ چاول کے متعلق حکومت کی پالیسی کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ آٹا پیسنے کی چکیوں اور ملوں کا معاملہ ابھی زیر غور ہے۔

حکومت کے ان تمام فیصلوں کو عنقریب قانونی صورت دی جائیگی میں اس سے پہلے اپنی پالیسی کی تمام تفصیلات پیش کر رہا ہوں تاکہ عوام کو ابھی سے ان کا اچھی طرح سے علم ہو جائے۔

آخر میں ایک بار آپ سے پھر درخواست کرتا ہوں کہ خوراک زیادہ پیدا کرنے کا پیغام صوبہ کے کونے کونے میں پہنچا دیا جائے گھر گھر میں سبزی ترکاری اور آلو کی کاشت ہونی چاہیئے۔ گندم اور دیگر اناج کا استعمال جس قدر کم ہو سکے کیا جائے اور اناج کی کمی کو پورا کرنے کے لئے مچھلی اور حلال بھیڑ، بکری، مرغیاں وغیرہ پالی جائیں۔

خدا کے فضل و کرم سے اہل پنجاب کے دل میں عزت و خودداری کے جذبات بدرجہ اتم موجود ہیں اور تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے ہر مصیبت کا جرأت اور خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا ہے، مجھے یقین ہے، کہ وہ موجودہ امتحان میں بھی کامیاب ثابت ہوں گے۔ اور اپنے عمل سے قوم کو آنے والی مصیبت سے بچا لیں گے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۰۳

فون نمبر ۳۷۳۷

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۱ شعبان ۱۳۷۳ھ - ۶ رمئی ۱۹۵۳ء | نمبر ۱۴-۱۵

حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاکیزہ ارشادات

از شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

عوام کے پیچھے نہ چلو

لایکن احدکم امعۃ یقول انا مع الناس ان احسن الناس ان تحسنوا وان اساؤا وان تجتنبوا اساءتھم ۔

(الترمذی انتخاب صحاح ستّہ)

ترجمہ :- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- تم میں سے کسی کو ڈھلمل یقین نہیں ہونا چاہیئے کہ کہے میں لوگوں کے ساتھ ہوں کہ اگر لوگ اچھا کام کریں گے تو میں بھی اچھا کام کروں گا (اگر وہ بُرا کام کریں گے تو میں بھی بُرا کام کروں گا۔ شرفا کو کسی طرح بھی بُرے کاموں میں ساتھ نہیں دینا چاہیئے بلکہ) اگر لوگ بُرا کام کریں تو ان کی بُرائی سے کنارہ کرو (تاکہ بُرا کام کرنے والے بھی بُرائی سے باز آجائیں) ۔

خُداخوفی اور خوش خلقی اختیار کرو

اتق اللہ تعالیٰ حیث ما کنت واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحھا وخالق الناس بخلق حسن ۔ (الترمذی)

ترجمہ :- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"جہاں کہیں بھی ہو (یعنی کسی مقام پر یا حکومت کے کسی عہدہ پر) اللہ تعالیٰ سے ڈر کر زندگی بسر کرو۔ (اگر تم سے کوئی بُرائی ہوگئی ہے) تو نیکی کرو کہ بُرائی کے اثرات کو زائل کر دے اور لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آؤ ۔

نجات کم گوئی میں ہے

قُلتُ یا رسول اللہ ما النجاۃ قال امسک علیک لسانک ولیسعک بیتک وابک علی خطیئتک ۔

(الترمذی)

ترجمہ :- ایک صحابی روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کیا ہے ؟ یعنی کس طرح حاصل ہو سکتی ہے فرمایا اپنی زبان کو بند رکھو (کم گوئی اختیار کرو) اپنے گھر کو برکت دو ۔ یعنی گھر میں قیام رکھو اور اپنے گناہوں پر روتے رہو (تاکہ اللہ تعالےٰ تمہارے گناہ معاف کرے تمہاری خطاؤں کی پردہ پوشی فرمائے اور آیندہ گناہوں سے تمہیں بچائے)

پاکیزہ زندگی جنّت کی ضامن ہے

من مات وھو بریٔ من ثلث الکبر والغلول والدین دخل الجنۃ ۔ (الترمذی)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مرگیا درآنحالیکہ وہ تین چیزوں (۱) تکبر (۲) خیانت (۳) اور قرض سے پاک تھا وہ جنت میں داخل ہوگا (کیونکہ اس نے اپنی جنت دُنیا میں ہی تعمیر کرلی)

دُکھ دہی اور فریب بازی سے بچو

ملعونٌ من ضارّ مؤمنًا او مکر بہٖ (الترمذی)

ترجمہ :- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،

"جس شخص نے کسی ایماندار کو دُکھ پہنچایا یا اس کے ساتھ مکر اور فریب کیا ہے وہ لعنتی ہے "

نوٹ :- اس حدیث میں حضور نے عام قانون بیان فرمادیا ہے، اور یہ بلاامتیاز مذہب وملت ہے ۔

دینِ خدا وہی ہے جو دریائے نُور ہے
جو اس سے دُور ہے وہ خدا سے بھی دُور ہے

(دُرِّ ثمین)

(غلام قادر عفی عنہ)

میرا سفر پاکستان اور اس کے تاثرات

محمد امان ہوبہم امام مسجد برلن (جرمنی)

محمد امان صاحب ہوبہم (برلن مسجد کے جرمن امام) گذشتہ دسمبر میں جرمنی سے پاکستان تشریف لائے تھے اور قریباً پانچ ماہ کے قیام کے بعد مارچ ۱۹۵۳ء میں واپس تشریف لے گئے۔ ذیل کا مضمون انہوں نے پاکستان ہی میں روانگی سے پہلے بزبان انگریزی لکھا تھا لیکن ساتھ ہی لے گئے، اب انہوں نے برلن سے برائے اشاعت بھیجا ہے ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں پاکستان دیکھنے کے لئے آیا اور قریباً پانچ ماہ اس ملک میں رہا۔ میری آمد کی بڑی غرض یہ تھی کہ اپنی جماعت (احمدیہ انجمن اشاعت اسلام) کے ممبروں سے ذاتی رابطہ اور تعلقات پیدا ہوں اور اخیر دسمبر ۱۹۵۲ء میں اس جماعت کے منعقد ہونے والے سالانہ جلسہ میں شرکت کا موقعہ ملے۔

اسلامی ممالک کی طرز زندگی

پاکستان میں میرا قیام بہت دلچسپ اور روح افزا ثابت ہوا۔ ہم یورپ میں رہنے والے مسلمان جنہیں اسلامی ممالک کو کبھی دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا، اس حصہ دنیا کے رہنے والے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی طرز زندگی کو بالعموم ذہن میں بھی نہیں لا سکتے۔ عام طور پر مبالغہ آمیز خیالات ہمارے ذہن میں رہتے ہیں جو بعض اوقات جب ہم اسلامی ممالک میں جا کر قدم رکھتے ہیں تو ہمارے لئے سخت مایوسی کا موجب ہوتے ہیں، کیونکہ ہم اس حقیقت کو عموماً فراموش کر دیتے ہیں کہ مسلمانوں کو ترقی کی طرف قدم بڑھانے اور اپنے آپ کو بہتر بنانے کے لئے کئی صدیوں سے آزادی نصیب نہیں ہوئی، میں جب پاکستان آیا، تو خوش قسمتی سے میں ان توہمات کا شکار نہیں ہوا جیسا کہ عام طور پر انسان ایسے حالات میں ہوتا ہے، اس میں شک نہیں کہ یہاں کی زندگی یورپ کی زندگی سے مختلف ہے، میں بعض برائیوں کو دیکھنے سے نہ رہ سکا جو ہمارے براعظم میں موجود نہیں اور یہاں پائی جاتی ہیں لیکن دوسری طرف کئی ایسی برائیاں بھی ہیں جو ہمارے یہاں عام ہیں لیکن پاکستان میں ان کا نام و نشان نہیں ملتا، مجھے خصوصیت سے ایک فقرہ یاد آتا رہا جو ہمارے ایک یورپین مستشرق نے لکھا ہے اور اس میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ

> "عالم اسلامی موجودہ تہذیب کی برکات میں حصہ دار نہیں ہوا لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی برائیوں سے بھی اس نے حصہ نہیں لیا"

مذہب کا صحیح مفہوم

پاکستان آنے سے پہلے میرے دماغ میں اسلامی مذہبی زندگی کے متعلق بعض خیالات تھے لیکن بدقسمتی سے یہاں یہ اسلامی زندگی عملی صورت میں دکھائی نہیں دیتی، ہم یورپین مسلمان اسلام کو ایک ایسا مذہب سمجھتے ہیں جو عملی رنگ رکھتا ہے، ہمارا پختہ یقین ہے کہ ایسا ایمان جو توہمات سے بالاتر ہو اسلام میں مذہبی زندگی کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ مذہب میں صرف عبادت ہی قابل اہمیت نہیں بلکہ معاملات اور اخلاق بھی ویسی ہی اہمیت رکھتے ہیں، ہمارے نبی کریم صلعم کی عام حدیث ہے انما الاعمال بالنیات (اعمال نیتوں اور ارادوں سے پرکھے جاتے ہیں) اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہمارا ہر عمل پرکھا جائے گا اور ہمارے ارادے اور نیتیں پاک ہونی چاہئیں، موجودہ زمانہ میں ہمارے بہت سے بھائیوں اور بہنوں نے اس حقیقت کو فراموش کر دیا ہے کہ اسلام میں عبادت سے نمازوں کی بروقت ادائیگی اور روزہ اور حج ہی مراد نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں صداقت شعاری اور راستی کو اختیار کرنا بھی اس کے مفہوم میں داخل ہے۔

جلسہ سالانہ اور جماعت احمدیہ

مجھے بہت ہی خوشی جب اپنی جماعت کے ممبروں کے ساتھ ذاتی تعلقات پیدا ہونے پر مجھے یہ معلوم ہوا کہ اسلام کا یہی اصلی اور حقیقی مفہوم عام طور پر ان کی زندگیوں میں پایا جاتا ہے، بالخصوص جلسہ سالانہ کے موقعہ پر میں نے اسلام کی وہ حقیقی تصویر دیکھی جو ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے رہے گی، اس جلسہ نے نہایت موثر طریق سے یہ حقیقت مجھ پر واضح کر دی کہ اخوت اسلامی جس کی تعلیم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے خالی الفاظ نہیں بلکہ ایک زندہ حقیقت ہے، یہ اخوت، دوستی و محبت کے ان بلند بانگ اعلانات سے بہت بڑھکر متاثر کرنے والی ہے، جو بہت سے اداروں اور مجالس کی طرف سے کئے گئے لیکن دنیا میں امن اور موانست پیدا کرنے میں کوئی کامیابی انہیں حاصل نہ ہوئی برخلاف اس کے اسلام کو دیکھئے جس نے آج سے تیرہ سو سال پہلے جزیرہ نمائے عرب کے ان قبائل کو جن میں سخت ترین عداوتیں موجود تھیں ایک اخوت و اتحاد کی سلک میں منسلک کر دیا میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ اخوت اسلامی جو ایک غیر محدود الفت و محبت کی صورت میں ظاہر ہوئی، تمام پاکستان میں جہاں کہیں میں گیا میرے دیکھنے میں آئی۔

قربانی کی روح

جلسہ سالانہ میں جس کے متعلق میں ابھی لکھ رہا تھا، اسلام کی ایک نمایاں خصوصیت میں نے دیکھی جو عام طور پر اسلامی دنیا میں نہیں پائی جاتی یعنی قربانی کی روح۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (تم نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک اس چیز میں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہے)، اس آیہ کریمہ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کا ضروری فرض یہ ہے کہ قربانی کی روح اپنے اندر پیدا کریں اور اسے ترقی دیں، کیونکہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ بڑے بڑے مقاصد قربانیوں ہی کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتے ہیں، میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے جب جلسہ کے دوسرے دن میں نے یہ دیکھا کہ غریب سے غریب ترین آدمی آگے بڑھکر پانچ پانچ، دس دس اور بیس بیس روپیہ پیش کرتا تھا، اگرچہ ان کی شکلوں سے صاف نظر آ رہا تھا کہ ان کی آمد اتنی نہیں کہ ان کے اخراجات کے لئے مکتفی ہو سکے، یہ قربانی وہ کس غرض سے کرتے ہیں، اپنے کسی ذاتی مفاد کے لئے نہیں نہ کوئی اور شیخی بازی ان کے پیش نظر ہے، بلکہ صرف اسلام کی خدمت اور اس کی سربلندی کے لئے یہ قربانیاں کی جاتی ہیں اور یہ وہ مقصد ہے جو دنیا کی تمام دوسری چیزوں سے انہیں زیادہ پیارا ہے، اور اس کے لئے انہیں کسی نام آوری کی ضرورت نہیں بلکہ بلا اظہار نام یہ چندے دیئے جاتے ہیں یہ وہ صحیح اسلامی روح ہے جو آج سے صدہا سال پہلے ہمارے مسلمان آباؤ اجداد کی معجزانہ کامیابیوں کی تہ میں کام کر رہی تھی، وہ جماعت کتنی خوش قسمت ہے جہاں ایسی روح کام کر رہی ہو۔

اپنی جماعت کے ممبروں کے ساتھ میل ملاقات کرنے سے مجھ پر یہ واضح ہوا کہ یہاں ایک زندہ ایمان موجود ہے جس کا اثر پرجوش دعاؤں اور خضوع و خشوع سے بھری ہوئی نماز دل میں نظر آتا تھا اس کے ساتھ ان کی عملی زندگی بھی اس اثر کو واضح کرتی تھی، یہ امر کہ اس جماعت نے دنیا بھر میں نہایت ضروری اور کامیاب اسلامی مشن قائم کر رکھے ہیں اس کا ایک کافی اور بدیہی عملی ثبوت ہے، نہ صرف پاکستان سے باہر ہی اس جماعت کی (جو الحاج شیخ میاں محمد صاحب کی زیر صدارت کام کر رہی ہے) تبلیغی سرگرمیوں کے آثار پائے جاتے ہیں، بلکہ پاکستان کے اندر بھی اس جماعت کے ارکان اسلام کی خدمات بجا لانے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں، اس سلسلہ میں میں اس شاندار کام کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو کراچی کی جماعت بالعموم اور ڈاکٹر مرزا ولی احمد بیگ بالخصوص سرانجام دے رہے ہیں۔ اسی طرح ہماری دوسری شاخیں بھی جن کو دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا نہایت قابل تعریف کام کر رہی ہیں، مثلاً وزیر آباد، سیالکوٹ ضلع ہزارہ، پشاور اور ایسے ہی دیگر مقامات، یہ شاندار کام نہ صرف بڑے بوڑھوں ہی کو پیارا ہے بلکہ ہمارے نوجوان دوست اور بھائی بھی اسے دل سے عزیز رکھتے ہیں، جیسا کہ مسٹر اقبال احمد کی صدارت میں ینگ مینز ایسوسی ایشن کی سرگرمیوں سے واضح ہے، ان کاموں کی تعریف اور ستائش میں بہت کچھ اور بھی کہا جا سکتا ہے گو اس کے ساتھ کچھ کمزوریاں بھی ہیں کیونکہ ہم سب انسان ہیں اور ایسے کامل نہیں کہ کمزوریوں سے پاک ہوں مگر میں ان کو نظر انداز کرتا ہوں کیونکہ اچھے پہلو اتنے زیادہ ہیں کہ سب دوسری باتوں پر غلبہ رکھتے ہیں۔

مخالفین سلسلہ سے

میں ان لوگوں سے جو کسی ایک یا دوسری وجہ سے ہماری

(باقی بر صفحہ ۸)

اسلام میں قربانی کا تصوّر

غلام ربانی صاحب ایم-اے

قربانی کیا ہے؟ اسلام اسکے بارہ میں کیا کہتا ہے

"اے لوگو جو ایمان لاتے ہو۔ کیا ہم تمہیں وہ
تجارت بتائیں جو تمہیں دردناک عذاب سے
بچالے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے
رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی راہ میں جان اور مال
قربان کردو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر
تم اسے جان سکو۔" (الصف)

یہ جان اور مال کی قربانی جو خداوند کی راہ میں طلب کی گئی ہے اس کے بارے میں خداوند تعالےٰ پھر وضاحت کرتے ہیں اور یوں فرماتے ہیں:-

"کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بس ان کا اتنا
کہنا ہی کافی ہے کہ وہ ایمان لائے اور نجات
پاگئے۔ اور وہ آزمائے نہ جائیں گے۔ حالانکہ
حقیقت یہ ہے کہ ان سے پہلے بھی لوگ آزمائے
گئے تاکہ پتہ چلے کون اپنے دعویٰ اطاعت میں
سچا اور کون جھوٹا ہے۔"
(العنکبوت)

چنانچہ اسی ضمن میں ابتدائی دَور کے مسلمانوں کو سخت وعید بھی سنائی گئی ہے کہ:-

"اے نبی کہہ دے اگر تمہارے اجداد کے
رشتے، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی،
تمہاری عورتیں اور ساتھی۔ تمہارے گھرانے،
تمہارے مال واسباب اور تجارتیں جن کی تباہی
کا تمہیں خوف ہے، اور تمہارے مسکن تمہیں
خدا اور رسول سے زیادہ پیارے ہیں اور تم
خداوند اور اس کے رسول کی راہ میں انہیں
قربان نہیں کرسکتے تو پھر خدا تعالےٰ کے امر
کا انتظار کرو کیونکہ وہ وعدہ خلافوں کا ساتھ
نہیں دیتا۔" (التوبہ)

یہ بے تعلقی جو دنیاوی زندگی سے پیدا کی جارہی ہے آخر خداوند اس سے کیا چاہتا ہے؟ وہ کونسی ایسی اہم بات ہے جس کے لئے یہ تمام رشتے چھوڑنے کو کہا جاتا ہے؟ خداوند نے اس کا جواب بھی قرآن پاک میں دے دیا ہے:

"تاکہ زمین پر فتنہ وفساد باقی نہ رہے اور دین خالصتاً
اللہ ہی کے لئے ہوجائے"

ہوسکتا ہے یہاں غلط فہمی پیدا ہو کہ دین کا خالصتہً اللہ کے لئے ہونا کسی ایک دین کے متعلق ہے۔ قرآن پاک نے جس ماحول میں اپنی دعوت کا آغاز کیا تھا وہ غیر رواداری ماحول تھا۔ اس میں صرف اس لئے انسانوں کو تکلیف دی جاتی تھی کہ وہ ایک خاص طرز فکر کو کیوں چھوڑتے ہیں اور ایک مخصوص زندگی کا لائحہ عمل کیوں اختیار کرتے ہیں۔ اس پر تاریخ گواہ ہے۔ اسلام نے انسانوں پر اس شخصیت پرستانہ گرفت کے خلاف آواز اٹھائی۔ ظاہر ہے کہ وہ جب اس تصوّر کے خلاف ہے تو خود ہی اس تصوّر کا نافذ کنندہ نہیں ہوسکتا۔ جیسی قرآن پاک نے کہا ہے کہ:-

"دین کے بارے میں کوئی جبر نہیں۔ کیونکہ ہدایت
بے راہ روی سے الگ کرکے دکھا دی گئی ہے"

اور ایک جگہ کہا ہے:-

"اے نبی انکار کرنے والوں سے کہدے۔ میں
اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم کرتے ہو اور
نہ ہی تم اس کی عبادت کرنا چاہتے ہو جس کی میں کرتا
ہوں نہ میں اس کا فرمانبردار ہوں جس کی تم فرمانبرداری
کرتے رہے اور اسی طرح تم بھی اس کے فرمانبردار
نہیں جس کی میں فرمانبرداری کررہا ہوں۔ تمہیں تمہارا
دین مبارک اور مجھے میرا۔"
(الکٰفرون)

"حق تیرے رب کی طرف سے ہے۔ پس جو
چاہے اسے مان لے۔ اور جو چاہے اس کا انکار
کردے۔" (الکہف)

اس لئے یہ کہنا کہ اسلام بالجبر اختیار حاکمانہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس طرح صرف ایک ہی مسلک کی افزائش پسند کرتا ہے حقائق کو جھٹلانا ہوگا۔ اس کے برعکس اسلام نے آزادئ خیال اور آزادی اختیار عقائد کی بہت شدت سے حمایت کی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ایک داعی ایسی دعوت دے تو وہ اس دعوت پر لبیک کہنے والوں میں بھی ایسے کردار کی تعمیر کریگا جو اس کے حسب حال اور اسے سازگار ہو۔ اسی لئے قرآن پاک نے قربانی کا تصوّر صرف ایک مخصوص کیفیت تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے تمام زندگی میں نافذ کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے:-

"تم ہرگز نیک نہ کہلاؤ گے جب تک اُن چیزوں
کو نہ دے ڈالو جن سے تمہیں محبت ہے۔ اور
یاد رکھو جو بھی تم اس طرح دے دو گے خداوند
اُن سے خوب واقف ہے"

پھر ایک جگہ کہا ہے:-

"یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب
کی طرف پھیر کر کھڑے ہوجاؤ۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ
کہ خداوند، یوم الحساب، فرشتوں، آسمانی صحیفوں
اور نبیوں پر ایمان لاؤ، اور مال کو خرچ کرو اپنے
قرابت داروں کی بہبود کے لئے اور یتیموں مسکینوں
مسافروں، سائلوں کے لئے اور گلو خلاصی کے لئے
اور خداوند کے حضور نماز گذارو، اور مال پر زکوٰۃ دو
اور جب وعدہ کرو اسے پورا کرو اور مصیبت

غم کے دنوں میں صبر کرو یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں
اور یہی ہیں جو خداوند کے وفادار ہیں۔"
(البقرہ)

اور اس مسلک پر گامزن ہونے کے لئے انسان کو اپنی من پسند بھی چھوڑنی پڑتی ہے۔ اور یہی قربانی ہے۔ صرف خداوند کی خاطر ان تمام چیزوں سے کنارہ کرلینا جو انسان کے لئے مرغوب ہیں؟ وہ بات ہے جو خداوند کا دین اسلام انسانوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اب اس قربانی کے دو پہلو ہیں۔ ایک حصّہ تو وہ ہے جہاں انسان مسلک حق پر گامزن ہونے کے باعث دکھ سہتا اور نقصان اٹھاتا ہے جس کے بارے میں قرآن پاک نے خود فرمایا ہے:-

"ہم یقیناً تمہیں آزمائیں گے۔ تم پر خوف کے دن
آئیں گے، فاقہ تمہیں سہنا پڑے گا، مال و دولت برباد
ہوجائے گی، تمہارے عزیز مارے جائینگے اور
تمہارے کام کاج کا بدل تمہیں نہ مل پائے گا پس
خوشخبری ہو انہیں جو صابر ہیں۔"
(البقرہ)

اور دوسرا حصہ قربانی کا وہ ہے جہاں انسان صاحب اختیار ہوتا ہے ایک جائز اور طیب چیز اس کی دسترس میں ہوتی ہے اور خداوند کا حکم آجاتا ہے کہ اس حاکمانہ حیثیت سے دستبردار ہوجاؤ اور محض خداوند کی خاطر ان جائز اور حلال باتوں سے بھی کنارہ کرلو۔ قرآن پاک نے اسی لئے روزہ یعنی صوم کی پابندی عاید کی۔ یہ کوئی نئی بات نہ تھی، بلکہ ہر دور میں خداوند نے اس کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے:-

"تم پر روزے رکھنے فرض قرار دیئے گئے
اسی طرح جیسے کہ تم سے پہلوں پر فرض کئے گئے
تھے تاکہ تم خدا کے فرمانبردار ہوجاؤ"
(البقرہ)

حالانکہ روزمرہ زندگی میں انسان کھانا بھی کھاتا ہے اور پانی بھی پیتا ہے اور اپنی جنسی خواہشات کے تحت خداوند کی شرع کے مطابق حقوق زوجیت بھی ادا کرتا ہے۔ اور خود خداوند نے کہا ہے:-

"کہہ کون ہے جو ان چیزوں کو حرام قرار
دے جنہیں اللہ نے اپنے بندوں کے
لئے پیدا کیا ہے۔ اور وہ چیزیں
بھی جو پاک رزق میں سے ہیں۔"
(الاعراف)

لیکن یہی چیزیں جنہیں خداوند نے اپنے بندوں پر برسایا اور انہیں ان چیزوں کے استعمال کی کھلی اجازت دی ماہ صیام میں روزہ کے دوران میں استعمال میں لانی ممنوع قرار دے دی گئیں۔ پھر خداوند نے دنیا ترک کرنا اسلام کی شرع کی رو سے منع کردیا۔ اور صاف صاف کہا کہ رہبانیت خداوند کی راہ نہیں۔ لیکن اسی ماہ صیام میں معتکف کو دس ایام خالصتہً للہ بسر کرنے کا حکم دیا اور دنیا سے اسے الگ کر دیا۔ اور کاروبار کی اسے مناہی کردی اور مسجد سے باہر جانا اس کے لئے بجز حوائج ضروریہ کے جائز نہ ٹھہرایا۔ اسی طرح قدیم دستور میں دیوی دیوتاؤں کے حضور جانوروں کی قربانی ہوتی تھی اسے بھی خداوند نے حرام ٹھہرایا۔ لیکن پھر

انسان کے اندر سے ملکیتِ کاملہ کا جذبہ دُور کرنے کے لئے اشاریت SYMBOL کے طور پر عید الاضحیٰ کی قربانی فرض قرار دی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ :-

" تمہارے قربان شدہ جانوروں کے خون یا گوشت خداوند کو نہیں پہنچتے بلکہ اسے تمہارا تقوےٰ پہنچتا ہے "

(الحج)

یہ سب باتیں انسان میں اس احساس کو بیدار کرنے کے لئے فرض قرار دی گئیں تاکہ وہ زمین پر اُس نیابت کا بوجھ اُٹھا سکے جو اسے خداوند کا نائب ہونے کے باعث سونپا گیا ہے کوئی اجتماعی نظام ـــــ فرد کے کردار کی تعمیر کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا اور انبیاء کی دعوت ایسے انسان پیدا کرنے کی ہوتی ہے جن کا اکٹھ زمین پر امن اور سلامتی کی افزائش کرے اور فتنہ و فساد کی آگ فرو ہو۔ اور زمین خداوند کے نور سے جگمگا اُٹھے۔ اسی لئے خداوند نے فرد کو ہی بیشتر مخاطب کیا اور اپنے اعمال کا اسے ذمہ دار گردانا اور صبر کرنا اچھا قرار دیا۔ لیکن اسلام نے کبھی یہ تسلیم نہیں کیا کہ دُکھ اُٹھانے والے کی قربانی کسی دوسرے کی بخشش کا باعث بن جائے گی۔ کیونکہ خداوند نے صاف صاف کہا :-

" اور جو کوئی کچھ کماتا ہے اپنے ہی لئے کماتا ہے۔ کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا "

(الانعام)

بات بھی عیاں ہے کہ جب تک خداوند کی مرضی قبول کرنے کا شعور فرد کے اپنے اندر سے بیدار نہ ہو کسی دوسرے کا شعور اور قربانی کام کس طرح دے سکتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کر دینے سے دیا جلتا ہے لیکن دوسرے دیئے میں بتی ہونا بھی شرط ہے۔ اگر صرف کسی ایک فرد کی قربانی دوسروں کو شرع کے بندھنوں سے آزاد کر دینے کا سبب بنتی تو خداوند شرع کو ہی کیوں بھیجتا اور اُسے نافذ کرنے کے لئے نبیوں کا سلسلہ کیوں چلاتا جو اپنے نور کو انسانوں کی تاریک راہوں پر بکھیرتے ہیں اور انسانیت کی روشیں اُن سے روشن ہوتی ہیں اسی لئے خداوند نے قرآن پاک میں فرمایا :-

" اللہ نے مومنوں کی جانیں اور مال جنت کے عوض خرید لئے ہیں۔ . . . .

اور یہ وعدہ خداوند پر ایک پابندی ہے اور یہی تورات، انجیل اور قرآن میں دوہرایا گیا ہے۔ پس جو اللہ کے ساتھ کئے گئے اس وعدہ کو پورا کرے گا تو اسے خوشخبری دو کہ وہ اس بیعت پر خوشی منائے کیونکہ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

(یہ وہی لوگ ہیں) جنہوں نے (خداوند کے حضور) توبہ کی اور فرمانبردار ہوئے اور (خداوند کی) حمد کو اپنا شعار بنایا اور اور اس پر مضبوط رہے اور خداوند کے حضور جھکے اور سجدہ کیا اور پھر اچھی باتوں کی فرمائش دی اور بری باتوں سے لوگوں کو روکا، اور خداوند کی مقررہ حدوں کے پابند رہے۔ پس انہی ایمانداروں کو خوشخبری ہو "

(توبہ)

قیامت کے دن تک انسان اس کرۂ زمین پر آباد رہیں گے اور وہ تمام باتیں ان کو لاحق رہیں گی جو بشر کو لاحق ہوتی ہیں۔ اس لئے خداوند جو انسانوں کا خالق اور پالنہار ہے اس نے ان کی راہیں سیدھی اور راست رکھنے کے لئے انہیں اپنا ہدایت نامہ سونپا ہے۔ اس ہی کے ذریعہ ہمیں اُن باتوں کا پتہ چلتا ہے جو ہمیں کرنی لازم ہیں اور جن سے رُکنا فرض ہے کیونکہ خداوند فرماتا ہے :-

" اور جو کوئی بھی سعی کرے گا۔ سو اپنے ہی لئے کرے گا۔ کیونکہ خداوند اس کے عمل کا محتاج نہیں "

اسی لئے خداوند نے افراد میں وہ شعور پیدا کیا جس سے انسان خود محتسب ہو جائے اور ہلاکت سے بچے چنانچہ خداوند کے آخری نبی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

" وہ آدمی ہلاک نہ ہوا جس نے اپنا آپ پہچان لیا "

یہ خود شناسی کی راہ قربانیوں کے خارزار سے گزرتی ہے۔ اور یہاں دنیاوی تعلقات کے تمام بندھن کاٹ دیئے جاتے ہیں اور خداوند مطالبہ کرتا ہے :-

" (اے نبی کہدے) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے کامل فرمانبردار ہو جاؤں اور خالصتہً للہ کھڑا ہو جاؤں اور مشرکوں میں سے نہ ہوں۔ (یونس)

زندگی ایک مسلسل جہاد ہے۔ اس میں رہ کر خداوند کی رضا کے لئے زندگی پیش کرنا اور اس زندگی کو للہ وقف کرنا کسی صلیب پر جان دینے سے زیادہ کڑی آزمائش ہے کیونکہ یہاں ہر قدم لغزشوں سے بچانا ہے اور زندہ رہ کر خداوند کی شہادت دینا ہے اسی لئے قرآن پاک کا تصور قربانی اصلاً کا مطالبہ ہے کہ :-

" خداوند کے حضور اپنی پوری کی پوری زندگی دے دو "

یہاں ہر آن اُٹھتے بیٹھتے خداوند کا دھیان رہنا، اس دنیا میں رہ کر اس دنیا سے علاحدگی اختیار کرنا، دنیاوی محبتوں کو خدا تعالے کی اُلفت کے نیچے ذبح کر دینا یہی اسلام کا مقصود ہے۔ اور اسی کو وہ ہر فرد میں پیدا کرنا چاہتا ہے جب خداوند ایسے انسان بنا لیتا ہے جو

والذین امنوا اشد حبا للہ

کے مصداق ہو جاتے ہیں تو وہ اس قربانی سے پیدا ہو کر سچی گواہی اپنے قریبیوں کے خلاف بھی دیدیتے ہیں اور خائف نہیں ہوتے۔ جنہیں کوئی مخالفت سچ سے ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں ہٹاتی۔ جو کلیساؤں مسجدوں اور ہیکلوں کے نگہبان بن جاتے ہیں۔ جو ظاہرا اور خفیہ اپنے مال خداوند کی راہ میں دیتے ہیں اور اپنی تمام ملکیتوں سے دستکش ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے زندگی خداوند کے ہاتھوں بیچی ہوتی ہے اور اس کے وسیلہ وہ نجات کے متمنی ہوتے ہیں ان کے اور خداوند کے مابین کوئی ایسا وسیلہ نہیں ہوتا جو بے گناہ اور معصوم مارا جائے، تا دوسرے بدکار نجات پائیں، کیونکہ خداوند ہر ایک سے اس کے اپنے اعمال پر باز پرس کرتا ہے اور فرماتا ہے :-

" اور جس نے ذرہ برابر بھی اچھا عمل کیا ہوگا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے بُرا عمل کیا ہوگا وہ اسے دیکھے گا "

(قرآن)

خداوند کی باتیں اَنمٹ ہیں اور اس کے احکامات کی اطاعت تمام انسانوں پر واجب ہے اسی لئے اس نے پرانے عہد نامہ میں فرمایا تھا کہ :-

پھول کملاتے ہیں اور گھاس مرجاتی ہے لیکن خداوند کا کلام ابد تک قائم رہے گا۔

اس لئے یہ تو ناممکن ہے کہ خداوند کا کلام ابد تک قائم رہے لیکن روزمرہ زندگی اس سے بے نیاز ہو کر چلے۔ خداوند کے احکامات موجود ہوں لیکن لوگ ان پر عمل کرنے کے پابند نہ گنے جائیں۔ شرع تو ہو لیکن اُس کے مطابق مواخذہ معطل کر دیا جائے۔ اسی غلط تصور نے موجودہ بے راہ رو دجال کی تہذیب پیدا کی جو نہ صرف شرع سے بے نیاز ہو گئی بلکہ خداوند کی اطاعت سے بھی منحرف ہو کر زمین پر اپنی شاہی کا اعلان کرنے لگی اور اس طرح مکاشفات یوحنا کا وہ شیطان زمین پر آزاد چھوڑ دیا گیا تا نکل کر انسانوں کو گمراہ کرے اس تصور کو تردوسرے کے سہارے جینے کا تقاضا قرار دے مگر قرآن پاک کے ذریعہ خداوند نے کہا کہ انسان کو اپنی زندگی خداوند کے حضور پیش کرنی چاہیئے اور کہا کہ :-

لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت

. . . .

. . . . . . میں آخر میں اسلام کے تصورِ قربانی کو یکجا پیش کرتا ہوں :-

اسلام کے نزدیک زندگی ایک اکائی ہے۔ ہر فرد اس کا امین ہے اور خداوند کے سامنے جوابدہ۔ اس لئے اسے اپنی حیثیت حاکمانہ کی قربانی خداوند کے حضور پیش کرنی ہے اور زندہ رہتے ہوئے اس کی شہادت دینی ہے کہ خداوند جہانوں کا مالک اور بادشاہ ہے، اسلام کسی اور کی قربانی کا ثمر دوسروں کو نہیں دیتا بلکہ ہر فرد سے اس کے اپنے اعمال کی باز پرس ہوگی، اس لئے اسلام مسئلہ کفارہ کو جو مسیحی معتقدات کی اساس ہے درست نہیں مانتا اور اسی طرح اہلِ ہنود کے دیوی دیوتاؤں کے سامنے قربانیوں کو بھی بجا نہیں سمجھتا بلکہ اس کے برعکس وہ ہر فرد سے تمام زندگی مانگتا ہے جو خداوند کو سونپی جا چکی ہے، اور جب زندگی خداوند کی ہوگئی تو پھر موت و حیات کی تفریق کے بھی کوئی معنی نہ رہے اور ہر سانس مقدس بن کر نچھاور کر دیا گیا اور ایسی ہی کی روح کو خداوند نے اپنی تخت گاہ سے پکار کر کہا :-

اے تسلی یافتہ روح
اپنے پالنے والے کی طرف راضی خوشی لوٹ آ۔

خلفائے اسلام کا عدل و انصاف

از شوکت علی فہمی

خلفائے اسلام کے عہد حکومت میں نہ اسمبلیاں تھیں اور نہ مجالس قانون ساز، نہ عدالتوں کی عظیم الشان عمارتیں تھیں اور نہ گراں قدر تنخواہ پانے والے جج تھے - لیکن پھر بھی ان کا دورِ حکومت عدل اور جہانبانی کا ایسا شاندار نمونہ تھا جس کے مقابلہ میں موجودہ زمانہ کی ترقی یافتہ حکومتیں بے حقیقت نظر آتی ہیں، خلفائے اسلام عدل و انصاف کو کس طرح جزو ایمان سمجھتے تھے اس کا ذیل کے مضمون سے اندازہ ہو سکتا ہے :-

"عدل و انصاف" جہانبانی اور حکمرانی کا سب سے بڑا ستون ہے۔ دنیا کی وہ حکومتیں جو عدل و انصاف سے خالی ہیں - ان کی بنیاد ریت پر رکھی ہوئی ہے نہیں کہا جا سکتا کہ کب ان حکومتوں کی عظیم الشان عمارتیں زمین بوس ہو جائیں آقائے دو جہاں نے مسلمانوں کو حکمرانی کا جو دستور عطا کیا ہے، اس کا اہم ترین باب عدل و انصاف ہے - چنانچہ حضور اکرم کا ارشاد ہے :-

"قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عدل و انصاف کرنے والا حاکم ہوگا اور قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معتوب وہ حاکم ہوگا جو ظلم و ستم کرتا ہے جو شدید ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے گا" (مشکوٰۃ)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے :-

"جو حاکم مسلمانوں کی سرداری کو اپنے ہاتھ میں لے اور وہ اس حالت میں مرے کہ خائن اور ظالم ہو حق تعالےٰ اس پر جنت حرام کر دے گا" (بخاری و مسلم)

یہ ہے اسلام کے اس دستور کا ایک جزو جس کی رو سے حاکموں کو عدل و انصاف کی سخت تاکید کی گئی ہے - چنانچہ خلفائے راشدین نے اسی اسلامی دستور کی روشنی میں ایسے عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی ہے جس کی مثال آج بھی دنیا میں مفقود ہے -

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق کے دورِ حکومت میں اگرچہ سلطنت اسلامیہ دور دور تک پھیل چکی تھی اور آپ کو ایک باعظمت شہنشاہ کا درجہ حاصل ہو چکا تھا لیکن آپ محض اس لئے مسجد نبوی کے کھلے حصہ میں بیٹھے رہتے تھے تاکہ عدل و انصاف کے ضرورتمندوں کو آپ تک پہنچنے میں سہولت ہو، ایک دیہاتی عرب نے آپ کی خدمت میں مدینہ کے ایک حاکم کی شکایت کی آپ نے تحقیقات کا حکم دیا اور دیہاتی کی شکایت درست ثابت ہونے پر حاکم کو معزول کر دیا -

حضرت عمر فاروقؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دست بھی تھے اور حکمرانی کے معاملہ میں دست راست ہی لیکن جب آپ کی مطلقہ بیوی جمیلہ نے حضرت عمر فاروقؓ کے خلاف ایک استغاثہ پیش کیا تو آپ نے تمام واقعات سننے کے بعد اپنے دوست عمر فاروق کے خلاف فیصلہ دے دیا اور اس بات کی قطعی پرواہ نہ کی کہ ان کے حضرت عمر فاروق کے ساتھ کیسے تعلقات ہیں - ادھر حضرت عمر فاروق کی حق پسندی کا بھی یہ عالم تھا کہ انہوں نے پوری خندہ پیشانی کے ساتھ اپنے خلاف فیصلہ کو سنا اور ان کی تیوری پر بل تک نہ آیا - اللہ اللہ کیسا بلند کردار تھا -

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق قاضیوں اور حکام کے تقرر میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے اور صرف ان لوگوں کو عہدۂ قضا سپرد فرماتے تھے جن کی ذات شبہات سے بلند ہوتی تھی، کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ نے تمام عہدیداروں کو حج کے موقعہ پر مکہ میں طلب کر لیا ہے اور مجمع میں کھڑے ہو کر لوگوں سے پوچھا کہ اگر حکام سے کوئی شکایت ہو تو بیان کرو، چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ نے مجمع عام میں اس قسم کا اعلان کیا اور عوام سے کہا - کہ جس کو کسی حاکم سے کوئی شکایت ہو، وہ بیان کرے تو اس موقعہ پر ایک شخص نے ایک حاکم کی شکایت کی اور تحقیقات کے بعد جب یہ شکایت درست ثابت ہوئی تو مجمع عام میں اس حاکم کو سزا دینے کا حکم دے دیا - آپ عدل و انصاف کے معاملہ میں اپنے اور پرائے میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھتے تھے - چنانچہ آپ کے دورِ خلافت میں آپ کے صاحبزادے عبداللہ سے کوئی لغزش ہو گئی آپ نے ان کو ایسی سخت سزا دی جس کے بعد وہ جانبر نہ ہو سکے - اسی طرح آپ کے دوسرے صاحبزادے عبدالرحمٰن نے مصر میں کوئی جرم کیا عمرو بن عاص گورنر مصر نے حضرت عمرؓ کے خوف سے ان کو سزا تو دی مگر سزا نرم تھی - آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے گورنر مصر کو لکھا کہ تمہاری پاسداری اور عدل سے روگردانی کا یہی عالم رہا تو میں تمہیں معزول کر دوں گا! عمرو بن عاص نے جواب دیا کہ "میں نے جرم کے مطابق پوری سزا دی ہے -

حضرت عمر فاروق کے دورِ حکومت میں عوام کو اس قدر آزادی حاصل تھی کہ اگر کوئی شخص چاہتا تھا تو خلیفہ وقت تک کو عدالت میں کھینچ بلاتا تھا - چنانچہ ایک شخص ابی نے حضرت عمر رضؓ کے خلاف قاضی کی عدالت میں دعوے دائر کر دیا - قاضی نے حسب دستور خلیفہ کے نام سمن جاری کر دیا حضرت عمر رضؓ بلاتکلف جواب دہی کے لئے عدالت میں جا پہنچے آپ جیسے ہی عدالت میں پہنچے حاکم عدالت زید آپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا - حضرت عمر رضؓ نے اس پر اعتراض کیا اور فرمایا کہ یہ بات اصول انصاف کے خلاف ہے کہ مقدمہ کے فریقوں میں سے کسی ایک فریق کو فوقیت دی جائے، اور یہ کہکر آپ مدعی کے برابر بیٹھ گئے - ابی کے پاس اپنے دعوے کی سچائی سے انکار تھا اس پر مدعی نے کہا کہ حضرت عمرؓ قسم کھا لیں تو میں دعوے واپس لے لوں گا اس پر حاکم نے کہا کہ امیر المومنین کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ ان سے قسم نہیں لی جا سکتی" اس پر حضرت عمر رضؓ بولے جب تک تمہارے نزدیک ایک معمولی آدمی اور عمرؓ دونوں برابر نہیں ہوں گے تم منصب قضا کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے"

ان حقائق سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خلفائے اسلام کا دور عدل و انصاف کے معاملہ میں کیسا زرّین دور تھا - یہاں تک کہ خلفائے اسلام تک کو عدالت میں کھینچ بلایا جا سکتا تھا - کیا موجودہ دور کی حکومتیں عدل و انصاف کا ایسا کوئی ایک نمونہ بھی پیش کر سکتی ہیں -

خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے دورِ حکومت میں بھی عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ عدالتیں بادشاہ اور فقیر میں کوئی امتیاز نہیں کرتی تھیں - ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضؓ کی زرہ گم ہو گئی - کچھ مدت کے بعد آپ نے اس زرہ کو ایک نصرانی کے پاس دیکھا تو پہچان لیا - خلیفہ وقت ہونے کے باوجود آپ کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ آپ نصرانی سے براہ راست اپنی چیز طلب کر سکتے اور یہ پوچھ سکتے کہ تیرے پاس یہ زرہ کہاں سے آئی چنانچہ زرہ حاصل کرنے کے لئے آپ کو قاضی کی عدالت میں باقاعدہ دعوے دائر کرنا پڑا - جب معاملہ عدالت میں گیا تو حضرت علیؓ کو بھی عام اہل معاملہ کی طرح عدالت میں جانا پڑا - نصرانی نے عدالت میں بیان دیا کہ یہ زرہ اس کی ہے - قاضی نے حضرت علی سے پوچھا آپ کہتے ہیں کہ یہ زرہ آپ کی ہے کیا آپ کے پاس اس کا کوئی دستاویزی ثبوت ہے" آپ نے فرمایا "نہیں" - قاضی نے حضرت علی کا دعوے خارج کر کے نصرانی کے حق میں فیصلہ دیدیا - اس فیصلہ کا نصرانی پر اتنا اچھا اثر پڑا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا یہ تو نبیوں جیسا انصاف ہے کہ امیر المومنین کے خلاف ان ہی کی حکومت کا قاضی فیصلہ دے دیتا ہے

ان تاریخی حقائق کا جب ہم موجودہ زمانہ کی حکومتوں کے واقعات سے مقابلہ کرتے ہیں تو معاملہ بالکل برعکس دکھائی دیتا ہے ہر جگہ خویش نوازی ہو رہی ہے - جان بوجھ کر عدل و انصاف کا خون کیا جا رہا ہے ضرورت ہے کہ موجودہ زمانہ کے حکمران اور محکمہ عدل و انصاف کے سربراہ خلفائے اسلام کے بلند کردار سے سبق لیں اور سوچیں کہ اسلام نے عدل و انصاف کا جو بلند نظریہ قائم کیا ہے، وہ حکومتوں کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لئے کتنا ضروری ہے :-

زندہ نبی کے زندہ معجزات

لسان الملک متین اللہ خان صاحب واثق

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

"معجزہ" اس محیر عقول کارنامہ کو کہتے ہیں، جو انسانی طاقت اور فطرت کے خلاف کسی انسان سے سرزد ہو" یہ فعل اگر رسولوں سے ظہور پذیر ہو تو معجزہ کہلاتا ہے اور جب اولیائے کرام سے سرزد ہو تو اُسے کرامت کہتے ہیں۔

قدرت نے جس شخص کے ذمہ توحید الٰہی اور اعمالِ صالحہ کی تبلیغ و اصلاحِ اعمال سپرد کی اسے خوارقِ عادات افعال کا مالک بھی بنایا اسے چند ایسی اہم نشانیاں دی گئیں جن سے عوام کی نظروں میں اس کی برگزیدگی اور تقربِ الٰہی ثابت ہو سکے،

تخلیق انسانی کے ساتھ ساتھ چونکہ اس کی ذہنیت فطرت خاصہ اور اس کی ذلرت خاصہ اس کے دل اور اس کے دماغ اور ان کی صلاحیتوں کی تخلیق اور بالتدریج نشو ونما بھی یہی خلاق اجسام کرتا ہے اس لئے طبائع اور فطرت بشری کے تقاضہ کے تحت اس نے معجزہ یا کرامت کا موثر قلبِ اذہان اصول بھی مقرر فرما دیا ہے۔

انسان کی سرشت اور فطرت یہ رکھی گئی ہے کہ جب وہ باطل پرستی اور بداعمالی سے روکا گیا اس نے اس مصلح سے اس کے برگزیدہ ہونے کی ایسی ہی نادر کرداری سے تصدیق چاہی۔

خدا تعالےٰ نے ہمیشہ جس قوم کے مصلح کو کوئی معجزنما نشان عطا فرمایا تو اس قوم اور اس زمانہ کے مناسب حال وہ نشان مرحمت فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا عہد جنگ وجدل کا عہد تھا اور ہر شخص کو اپنی حفاظت جسمانی کی ضرورت تھی اسلحہ اور زرہ ہر شخص کے لازمۂ حیات سے سمجھا جاتا تھا اس لئے انہیں لحن داؤدی عطا ہوا اور کہا جاتا ہے کہ ان میں یہ خاصیت رکھی کہ لوہا پگھل کر اتنا نرم ہو جاتا تھا کہ حضرت خلافِ طریق آہنگران زرہ بنا لیا کرتے تھے اور یہ محیر عقول کارنامہ اس قوم کے لئے مناسب حال اور ان کی برگزیدگی کے ثبوت میں کامل نشان تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر وساحری کا زور تھا لہٰذا موسےٰ کی لکڑی کو اژدھا بن جانے کی صلاحیت اور ہاتھ کی ہتھیلی کو تابش مہر وماہ بخشی گئی۔ تاکہ وہ اپنی رسالت کی تصدیق کر سکیں، حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا زمانہ بھی اسی عہد موسوی ہی کے مماثل تھا اس وجہ سے انہیں جو معجزہ عطا فرمایا وہ مٹی کے طائروں میں نفخ روح تھا اور اس نمائش سے ان کے دعوئے رسالت کی تصدیق ہوتی تھی۔

حضرت نبی کریم صلعم کے دو عظیم الشان معجزات

حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام (فداہ روحی) کا زمانہ بعثتِ رسالت پناہی سے لیکر تا قیامت ہے حضور نہ کسی مخصوص قوم کے لئے مخصوص نبی تھے کہ اس کے معاشرہ و تمدن کا لحاظ رکھا جاتا نہ ان کا عہد کوئی مخصوص عہد تھا۔ وہ ختم المرسلین غیر فانی اور مکمل ضابطہ حیات اور رابطہ عہد و معبود لیکر آیا تھا اس لئے قدرت نے ایسی عارضی کرشمہ سازیاں اور نمائشی کردار اس کے دعوے کی دلیل میں نہیں عطا کئے جو ایک زمانہ گذر جانے کے بعد ناقابل توجہ بن جائیں یا زمانہ ان کی قبولیت سے انکار کر دے۔

حضور مقدس کی بعثت کا زمانہ ایام جاہلیت کہلاتا ہے لیکن بہ نگاہ غور دیکھا جائے تو یہی منتہائے جاہلیت زمانہ کی ارتقائی کروٹوں کی ابتدا تھی۔ حضور کی شریعت مکمل ہو جانے کے بعد نہ اس کے کسی اصول کی تنسیخ کی ضرورت رہی تھی نہ ترمیم کی۔ نہ ہدایت کے لئے کسی نئے یا پرانے نبی کی ضرورت رہی تھی نہ رسول وہادی کی، اس لئے سرکار دوعالم کا عہدِ رسالت ایام جاہلیت سے لیکر تا حال اور اس وقت سے لیکر تا قیامت مانا جاتا ہے۔ لہٰذا اپنے اصول غیر فانی کے تحت اسی عہد رسالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو تسلسل زمانہ اور اس کی ذہنی اور ارتقائی کروٹوں کے مناسب حال قدرت نے محمد عربی کے لئے وہ نشانیاں مقرر فرمائیں اور تصدیق رسالت کے لئے عطا کیں جو لحن داؤدی اور عصائے موسوی اور کرشمہ عیسوی سے کہیں زیادہ ذلرب اور اذہان پر موثر ثابت ہوئیں اور تا قیامت زمانہ کے ہر ارتقائی دور میں مرکز صد توجہات رہیں اور رہیں گی اور اپنے لازوال غیر فانی تاثرات کے ذریعہ قلوب کو منور و ممتاز کرتی رہیں اور کرتی رہیں گی۔ وہ دو لازوال واثر انداز معجزے حیات نبی علیہ السلام اور قرآن پاک ہیں۔

معجز نما زندگی

آنحضرت صلعم کی بعثت کے زمانہ سے لے کر قیامت تک زمانہ اپنا تمدن ومعاشرت بدلتا رہا اور بدلتا رہے گا۔ قوموں کے خیالات، ذہنیتیں اور قلبی کیفیات بدلتی رہیں اور بدلتی رہیں گی اور ان سب موجودہ اور آئندہ تغیرات وانقلابات کا لحاظ رکھتے ہوئے قدرت نے رسول اللہ کو وہ زندگی عطا فرمائی جو تصدیق رسالت کے لئے لازوال معجزہ تھی اور انسان کے لئے ناممکن تھا اور ہے کہ وہ رسول اللہ کی معجز نما زندگی کا فطرتاً مالک بن سکے۔

آپ کا بچپن

غور فرمائیے۔ حضور محمد علیہ التحیۃ والسلام (فداہ امی وروحی) بت پرست قبیلہ میں پیدا ہوئے، اس ملک میں اور اس قبیلہ میں جہاں کوئی توحید سے آشنا نہ تھا ہر طرف بت پرستی ہی بت پرستی تھی۔ اس عہد ضلالت و گمراہی میں ایک یتیم بچہ پرورش پاتا ہے اور بزرگوں اور سرپرستوں کی بے توجہی کی وجہ سے نہ اس کی تعلیم ہوتی نہ تربیت۔ کیا ہے ایسی مثال کہ ایک یتیم وبیسرو بچہ جسے نہ باپ کا ڈر ہو جس سے وہ باز رہے نہ ماں کی نگرانی وہ گلی لوارہ اوارہ لڑکوں کے ساتھ نہ کھیلتا ہوا نظر آئے نہ ان کے ساتھ آوارہ گردی کرتا یا لہو ولعب میں مصروف؟ ناممکن۔ فطرت کا یہی تقاضا ہے کہ وہ بچہ بھی اپنے ہمعصر بچوں میں ان کے رنگ میں رنگتا چلا جائے یہی تجربہ اور یہی مشاہدہ ہے لیکن خلاف فطرت عامہ سرکار دوعالم کا بچپن ان تمام لغویات اور کھیل کود سے مبرہ ومنزہ رہا۔

حضور کے صدہا دشمن ایسے تھے جنہوں نے رسول اللہ کا بچپن دیکھا تھا لیکن مخالف ہو کر اس زندگی کا بھی کوئی ایسا واقعہ نہیں پیش کر سکتے جو حضور کی زندگی پر حرف لاتا حالانکہ عہد طفلی وہ عہد ہوتا ہے وہ غفلت اور بیہوشی کا زمانہ جس کا کوئی فعل قابل گرفت نہیں ہوتا۔ لیکن عیب جوئی میں دشمنوں نے اس زندگی کے مطالعہ کو بھی نہیں چھوڑا اور اس میں بھی وہ کوئی نقص نہ نکال سکے۔

سنِ شعور اور جوانی

جب حضور سن شعور کو پہنچے تو یہ دورِ عنفوان سراپا دورِ گناہ ومعصیت۔ عہد تکمیل۔ ارمان وتمنا کا مخزن ولولوں اور خواہشات کا مرکز مانا جاتا ہے۔ بڑی بڑی مقدس اور برگزیدہ ہستیوں کو لغزش تو کم سے کم ہو ہی جاتی ہے۔ لیکن یہ دورِ عنفوان جبکہ سراپا تقدیس ومعصومیت کا دور ثابت ہوا اسی عہد میں مخلوق کے قلوب میں ایک نوجوان کی عزت وعظمت قائم ہو جائے امین اور صادق کا خطاب قوم دیدے۔ اپنے اہم تنازعات میں اسے منصف قرار دیدے۔ اس کے ہر قول کو صحیح مانے اگر وہ یہ کہدے کہ شب کو آفتاب تاباں میں نے دیکھا تو قوم کے منہ سے صدقت یا محمد کے سوا کچھ نہ نکلے تو کیا یہ نوجوانی اور اس کی تقدیس ومعصومیت۔ بوڑھوں بچوں عورتوں اور نوجوانوں میں اس کی یہ قدر ومنزلت فطرت نوجوانی کے خلاف محیر عقل وادراک نہیں ہے؟

حیاتِ طیبہ کا اثر

بعثت کے بعد جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اس شمع توحید

(باقی برصفحہ ۸)

عورت اور اسلام

از عبد الصمد صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

(۲)

مخالفین اسلام کے تین اعتراضات

یہاں تک یہ امر صاف ثابت ہو گیا کہ اسلام کے سوا کسی قوم و ملت نے عورتوں کا حقیقی احترام نہیں کیا اور ان کے حقوق قائم نہیں کئے۔ عورتوں کے معاملہ میں مخالفین تین اعتراض اسلام پر کرتے ہیں :-

(۱) پردہ

ایک یہ کہ پردہ میں رکھنا عورت کی توہین ہے اور اس کے لئے مضر ہے۔ پردہ سے عورت کی توہین نہیں ہوتی بلکہ اس کی عزت ہے۔ ہر نفیس اور محبوب شئے کو نظروں سے بچا کر احتیاط سے رکھا جاتا ہے۔ عورت کے لئے پردہ کا مضر ثابت ہونا ایک مضحکہ انگیز بات ہے جو صریح مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہے، پردہ کے مفید ہونے میں شک کی گنجائش نہیں یہ تحفظ نسب کی بڑی سند ہے۔ پردہ نشین خواتین اسلام علم و فضل کے اعتبار سے بڑی بڑی باکمال ہوتی ہیں۔ پردہ نشینوں کی اولادیں بڑے بڑے مدبر، حکیم، بہادر، بڑے بڑے موجد اور مصنف ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ سمجھنا کہ پردہ کا اثر اولاد پر پڑتا ہے شدید غلطی ہے جس یورپ کی تقلید میں آج پردہ شکنی کی تحریک کی جاتی ہے وہ آج خود ہی اس کے ہاتھوں نالاں ہے۔ بے پردگی سے جو فتنے برپا ہوتے ہیں وہ تاریخ جاننے والوں اور اخبار بین حضرات سے پوشیدہ نہیں، جن اقوام و ممالک میں پردہ نہیں ہے وہاں ناجائز ولادتوں کی کثرت ہے مسلمانوں نے جو ترقی کی اور مسلمانوں سے پہلے جن اقوام نے ترقی کی اس میں عورتوں کا کوئی قابل لحاظ حصہ نہیں۔ اس لئے بے پردگی کو ترقی کا ذریعہ سمجھنا حماقت یا کم سے کم حماقت کے قریب قریب ہے۔ ہر چیز کے اختیار کرنے کے لئے اس پر نظر کی جاتی ہے کہ اس میں مضرت زیادہ ہے یا منافع زیادہ ہے، اس کی مضرت قوی ہے یا نفع قوی۔ جس میں منافع زیادہ ہوتے ہیں جس کے فوائد قوی ہوتے ہیں اس کا اختیار کرنا باعث ترقی ہوتا ہے۔ بے پردگی میں مضرت کثیر بھی ہے اور قوی بھی۔ اس لئے اس کو اختیار کرنا کسی طرح قرین مصلحت نہیں اور میں تو یہ کہوں گا کہ نفع و نقصان پر نظر کرنا ہی فضول ہے جبکہ قرآن کا حکم ہے، حدیثوں میں رسول کریم کا ارشاد ہے۔ آیات و احادیث میں ردوبدل کر کے بعض لوگوں نے پردے کے خلاف مطلب نکالنے کی سعی کی ہے لیکن وہ لوگ جو حدیث و قرآن سے واقف نہیں ان کے اس داؤں پیچ میں نہیں آ سکتے۔ پردے کی موافقت و مخالفت میں کثرت سے مضامین و رسائل شائع ہو چکے ہیں اس لئے یہاں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں اس فرسودہ بحث سے مضمون کو طول دینا نہیں چاہتا اس قدر ضرور عرض کروں گا کہ پردہ اقوام عالم میں تاریخ کی ابتدا سے پہلے رائج ہے۔ اور ہر مذہب و قوم کے مذہبی پیشواؤں نے اس کی ہدایت کی ہے۔

دنیا کی پہلی تاریخ اور صحیح تاریخ کتاب مقدس میں مذکور ہے کہ ربقہ کنعان کے عزیز و اقارب جب حضرت اسحاق (کم و بیش دو ہزار سال قبل مسیح) سے بیاہنے کے لئے لا رہے تھے تو ربقہ نے دور سے دیکھا کہ کھیت میں ایک آدمی کھڑا ہے یہ دیکھ کر انہوں نے اپنا منہ چھپا لیا۔

زمانہ جاہلیت میں عرب میں بھی پردہ رائج تھا سبرہ بن عمرو فقعسی شاعر اپنے مخالف شکست خوردہ قریق پر طعن کرتا ہے ؎

ونسوتکم فی الروع باد وجوھا
یخلن اماء والاماء الحرائر

(یعنی لڑائی سے بھاگتے وقت تمہاری عورتوں کے منہ کھل گئے تھے اس لئے وہ باندیاں معلوم ہوتی تھیں)

پیشوائے ایران زرتشت کا قول ہے:-

"و ہم خفت و بخوابد دیگر سوا د نہ بیند و بر و منگرید و با نیا میزید" (صحیفہ زرتشت صفحہ بحوالہ دساتیر)

ایران کا مشہور مورخ شاعر فردوسی، افراسیاب کی بیٹی کا قول نقل کرتا ہے :-

منیژہ منم دخت افراسیاب
کہ ہرگز نہ دیدہ تنم آفتاب

دوسرا مورخ اور شاعر نظامی، جمشید کا قول نقل کرتا ہے :-

چنیں گفت جمشید با رائزن
کہ یا پردہ یا گور بہ جائے زن
زن آں بہ کہ در پردہ پنہاں بود
کہ آہنگ بے پردہ افغاں بود

پیشوائے اہل چین کنفیوشس کا قول ہے کہ :-

"عورت کو گھر سے باہر نکالنا مست ہاتھی کی سونڈ میں تلوار دینا ہے" (آئین چین)

منوجی کا قول ہے ان کو (شوہروں کو) لازم ہے کہ ان کی (عورتوں کی) حراست میں از حد کوشش کریں (منوسمرتی)

رامائن میں ہے کہ جب رامچندر جی کے بن باس کے موقع پر سیتا جی گھر سے باہر نکلیں تو لوگوں میں سخت ہیجان برپا ہو گیا، اور اپنی راجکماری کو بے پردہ دیکھ کر سب چلائے کہ برا زمانہ آ گیا ہے کہ سیتا جن کی جھلک دیوتا بھی نہ دیکھ سکے تھے باہر آ گئی ہیں اور بازاری نگاہوں کا سامنا کریں گی"

(ایودھیا کانڈم سرگ ۲۳۔ اشلوک ۹۸)

لکشمن سیتا جی کے دیور کا قول ہے کہ سیتا جی کے پاؤں کے سوا میں نے کوئی حصہ اس کے بدن کا نہیں دیکھا۔

(بحوالہ رامائن)

جب رامچندر جی نے لنکا کو فتح کیا تو راجہ بھبیشن کو حکم دیا کہ سیتا کو نہلا دھلا کر پوشاک پہنا کر دربار میں لائے۔ جب سیتا پالکی میں سوار آئی تو راجہ نے لوگوں کو ہٹانا چاہا، رامچندر جی نے کہا کہ غم کے موقعوں پر، مجبوریوں میں، لڑائیوں میں، سوئمبر کے موقعہ پر، قربانیوں میں اور شادیوں میں عورتوں کا سامنے آ جانا گناہ نہیں ہے، سیتا مجبوریوں میں گرفتار ہے، اس وقت اس کا لوگوں کے سامنے آنے میں کوئی حرج نہیں۔

(رامائن یدھ کانڈم ۱۱۴۔ اشلوک ۲۷۔۲۸)

دریودھن کے حکم سے جب دروپدی دربار عام میں لائی گئی تو اس نے کہا راجاؤں نے مجھے سوئمبر کے موقع پر دیکھا تھا اس سے پہلے مجھے کسی نے نہیں دیکھا تھا، آج بدقسمتی سے پھر مجھے غیر مردوں کے سامنے آنا پڑا۔ مجھے تو کبھی ہوا نے یا سورج نے بھی گھر سے باہر نہیں دیکھا۔

(مہابھارت، سبھا پرو)

رسم سوئمبر کے زمانہ میں ہندو عورتوں میں حد درجہ پردہ اور حیا مدنظر تھا، خاوند کے ساتھ بیدی اس بے تکلفی کو بھی لوگ ناپسند کرتے تھے۔ (مہابھارت)

راجہ جنمی جی کو بیاس جی نے نصیحت کی اپنی رانی کو پردے میں رکھے (گلزار شاہی صفحہ ۱۸) گھومنے والا برہمن عزت پاتا ہے، باہر پھرنے والی عورت بگڑ جاتی ہے۔

(چانکیہ نیتی درپن باب ۶)

۲۔ وراثت میں عورت کا حق ہے

دوسرے یہ کہ عورت کو بہ نسبت مرد کے ترکہ میں حصہ کم دیا گیا کیسا عجیب معاملہ ہے۔ یہ اعتراض وہ کرتے ہیں جن کے ہاں عورت کو کچھ بھی نہیں دیا گیا تقسیم ترکہ میں شریعت نے اس امر کا لحاظ کیا ہے کہ باعتبار قرابت بوقت میت پر کس کس کی پرورش اور دستگیری لازم تھی اور کس حد تک لازم تھی اور وہ کون کون رشتہ دار ہیں جن سے آڑے وقت میں مرحوم کو مدد پہنچ سکتی تھی، اور وہ بلحاظ قدرت اور قرابت مرحوم کی کس حد تک امداد کر سکتے تھے اور مرحوم کے گھر کا نام و نشان کس سے وابستہ ہے۔ ظاہر کہ لڑکی دوسرے گھر کی ہوتی ہے۔ شوہر کے زیر حکم ہوتی ہے وہ نہ پوری طرح ماں باپ کی خدمت پر قدرت رکھتی ہے نہ ان کے خاندان کا نام اس سے وابستہ ہوتا ہے اور بعد عقد والدین اس کی پرورش سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ لڑکا آخر تک ماں باپ کی خدمت و پرورش کا ذمہ دار ہے ان کے گھر کا چراغ ہے۔ اس لئے اس کا حصہ زیادہ ہے اور عقل کا تقاضا یہی ہے کہ اسکو زیادہ ملنا چاہیئے اور ہر مرد بہ نسبت عورت کے امداد و دستگیری پر زیادہ قادر ہوتا ہے اور ایک کنبہ کی پرورش کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے اناث سے ذکور کا حصہ زیادہ ہے۔ ایک یہ بات بھی ہے کہ لڑکیاں بصورت جہیز بھی کچھ مال پا چکی ہوتی ہیں غرض مرد کا حصہ عورت سے زیادہ ہونا ہر طرح قرین قیاس و انصاف ہے۔

۳۔ تعدد ازدواج

تیسرے یہ کہ مرد کو چار بیویوں کی اجازت دی گئی ہے یہ عورت کی حق تلفی اور توہین ہے، یہ خیال کلی غلط ہے۔ ایک کاشتکار کا کئی زمینوں میں کاشت کرنا نہ زمین کی توہین ہے نہ حق تلفی ہے، اسلام سے پہلے تعدد ازدواج کی کوئی حد مقرر نہیں تھی، انبیائے بنی اسرائیل کی سو سو بیویاں لکھی ہیں، امرائے عرب بھی سو سو، پچاس پچاس عورتیں رکھتے تھے

تا از ایران و روم کچھ ان سے پیچھے نہ تھے، ہندو راجوں کے محل بھی صدہا عورتوں سے بھرے رہتے تھے، مشاہیر و مقدسین ہند میں سری کرشن جی کے آٹھ بیبیاں تھیں۔

(کتاب بھارت کی شجاع استریاں)

شریعت نے تعدد ازدواج کو چار تک محدود کر دیا اور اس کے عمل پر غیر معمولی پابندیاں لگا دیں[1] بہرحال اس تعداد کے تعین میں شریعت نے انسان کے مزاج، طبیعت اور اس کے چار ارکان اور چار فصول کا لحاظ کیا ہے کیونکہ مرد کو طوفان شہوت کمال کا ہوگا اور وہ اپنے ارکان اربعہ اور قدرتی فصول اربعہ کے اعداد سے متجاوز نہ ہوگا۔

اسی کے ساتھ یہ مصلحت بھی ہے کہ انسان کے کسب معاش کے چار ذرائع ہیں، صناعت، تجارت، امارت۔ اس لئے ہر ذریعہ کے مقابلہ میں ایک عورت کو مقرر کیا۔ اس کے علاوہ طبی و طبعی مصالح بھی ہیں، نکاح حصول اولاد، حفظ تقوےٰ کے لئے کیا جاتا ہے۔ عورت ہر وقت اس قابل نہیں ہوتی کہ اس سے زناشوئی کے تعلقات کا عمل ہو سکے، بصورت ثانی مرد کو منزل تقوےٰ سے گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور بصورت حمل نقصان جنین کا خطرہ ہے۔ ایام شیر خوارگی طفل میں عورت مرد کی قربت بچے اور عورت دونوں کی صحت کو خراب کر دیتی ہے بعلماء طب کی ہدایات کے مطابق ابتدائے حمل سے ایام شیر خوارگی طفل تک مرد کو عورت سے علیحدہ رہنا چاہیئے۔ اس طرح تین سال کا وقفہ ہوتا ہے اس عرصہ میں اگر دوسری عورت نہ ہو تو مرد کس طرح نیکی سے بسر کر سکتا ہے۔ عورت کے قویٰ بہ نسبت مرد کے بڑھاپے سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔ اس لئے تعدد ازدواج کی مرد کے لئے طبعاً ضرورت ہے۔ عورت پچاس سال کے بعد اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتی، مرد میں یہ قابلیت سو سال تک رہتی ہے۔ ایک بیوی ہونے کی حالت میں مرد اپنی عمر کے طویل حصہ میں افزائش نسل سے محروم رہتا ہے۔ جدال و قتال میں مرد اکثر کام آتے ہیں اور عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں ان کو گناہ اور جرائم اور محتاجی سے بچانے کے لئے اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں کہ مرد کئی کئی عورتیں رکھیں۔ دنیا کی مردم شماری پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے یہ بیشی بغیر تعدد ازدواج نیکی سے نہیں نبھائی جا سکتی، قوم کی اعدادی ترقی کا بہت کچھ انحصار تعدد ازدواج پر ہے

حرفے نہ دارد دانش دریں است ایں کہ ما
بہر صلاح خاطرِ دانا نوشتہ ایم

---

[1] بس کے یہ معنی ہوئے کہ اسلام تعدد ازدواج کے اصول کو تسلیم کرتا ہے کیونکہ بعض ناگزیر حالات میں اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ لیکن اس اصول پر عمل کرتے ہیں اس نے غیر معمولی احتیاط سے کام لیا ہے۔ اتنی احتیاط سے کہ ایسا شخص ان شرطوں اور ذمہ داریوں کو پیش نظر رکھے تو مجبورکن حالات کے بغیر اس کی طرف اقدام نہیں کر سکتا۔

زندہ نبی کے زندہ معجزات

(بقیہ از صفحہ)

کے گرد پروانوں کا ہجوم ہوتا گیا۔ کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جس میں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہا رہتے ہوں ایسی محصور زندگی میں بناوٹی پاکدامنی اور نمائشی زہد و تقدس قائم نہیں رہ سکتا تصنع نہیں نبھ سکتا خصوصاً جبکہ اپنے رہنما کی نقل و حرکت پر معتقدین کی کڑی نگرانی ہو۔ اور سوال کر کے قلب کو تسکین دینے کی جرأت۔ حکومت سے لے کر خلوت تک کی زندگی حضور سرکار دو عالم کی پوشیدہ نہ تھی کیونکہ اس کا اعلان تکمیل معاشرت و تمدن اور باہمی حقوق اور قیام اصول تہذیب اسلامی کے لئے ضروری تھا۔ حضور کے اقوال و افعال سے حیات انسانی کو تقدیس و رفعت حاصل ہوتی تھی۔ جو حضور کی زندگی کا قریب سے مطالعہ کرتا تھا اور اخلاق محمدی دیکھتا تھا وہ بغیر مسلمان ہوئے نہیں رہ سکتا تھا اس کے قلب پر حیات مقدسہ کے مطالعہ کا وہ اثر ہوتا تھا جو نہ تو لحن داودی کا ہوا اور نہ نفخ روح و عصائے موسوی کا۔

مفکرین زمانہ کے لئے قابلِ غور زندگی

حضور صلعم کے عہد رسالت میں وہ زمانہ آیندہ بھی شامل تھا جس میں ملحد قیود مذہبی سے آزاد ہونے اور فلسفہ کو مرتبہ خداوندی دینے والے تھے۔ آج تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات نہ قابل غور رہے ہیں اور نہ قابل یقین، لیکن رسول اللہ کا معجزہ یعنی محمد (صلعم) کی زندگی آج بھی بڑے سے بڑے فلاسفر اور مفکرین کے لئے قابل غور ہے اور معجز نما تاثرات سے لبریز۔

قرآن کا معجزہ

دوسرا حضور کا معجزہ قرآن ہے اور یہ بھی تصدیق رسالت کا وہ لازوال معجزہ ہے جو تا قیامت اذہان و قلوب پر اثر انداز ہوتا رہیگا۔

عرب کے بڑے بڑے فصیح اور بڑے بڑے بلیغ باوجود مکمل اور متحدہ کوشش قرآن کی مماثل ایک مکمل جملہ نہ بنا سکے۔ قرآن عبد و معبود میں جو رابطہ پیدا کرتا ہے۔ جو اخوت و مساوات اپنے ہمجنسوں کے ساتھ سکھاتا ہے۔ جو مقدس تمدنی اور اقتصادی ضابطہ قائم کرتا ہے۔ وہ نہ کوئی آسمانی مذہبی کتاب کر سکی اور نہ کسی متمدن قوم کا آئین و تہذیب،

آج زبور، توریت، انجیل دنیا کے لئے قابل توجہ کتب نہیں رہیں لیکن آج بڑے بڑے فلاسفر اور عقلا بڑے بڑے علماء و مفکرین کی توجہات کا مرکز قرآن ہے ایک امی کے منہ سے نکلے ہوئے مقدس الفاظ۔ جن کے لئے تیرہ سو سال قبل جو فیصلہ تھا "ما ھذا قول البشر" وہی فیصلہ آج بھی ہے۔ وہی اس کے تاثرات جو وقت نزول قلوب انسانی کو پرگداز و متاثر کرنے والے تھے وہی آج بھی ہیں۔ اور رسول اللہ کے یہ دونوں معجزے رہتی دنیا تک تصدیق رسالت اور تبلیغ وحدت کے لئے کافی ہیں۔ والسلام۔

میرا سفر پاکستان اور اسکے تاثرات

(بقیہ از صفحہ ۲)

جماعت کی مخالفت کے درپے ہیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انہیں اس جماعت کے اراکین کے ساتھ ایسے ذاتی تعلقات پیدا کرنے چاہئیں جیسے مجھے پیدا کرنے کا موقعہ ملا، مجھے یقین ہے کہ ہر سمجھدار اور سنجیدہ مسلمان مرد اور عورت جو تعصب اور عناد کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس جماعت کے کام اور اس کی سپرٹ کو دیکھے گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا جس پر میں پہنچا ہوں، وہ کام جو اس جماعت نے اللہ تعالیٰ اور اس کے مذہب کی سربلندی کے لئے شروع کر رکھا ہے، نہایت ہی قابل ستائش ہے، اور تمام اسلامی حلقوں سے اس کی پوری تائید ہونی چاہیئے۔

شکریہ

میں اپنے ہر ایک پاکستانی بھائی اور بہنوں کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے میرے ساتھ نہایت فیاضانہ سلوک کیا۔ اور ان سب کے لئے اسلام اور اس کے ماننے والوں کے شاندار مستقبل کے لئے، میں دست بدعا ہوں۔

مضمون نگار حضرات

جماعت کے مضمون نگار حضرات کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ وہ موجودہ مسائل کے متعلق مضامین بھجوائیں ان کے یہ مضامین نہایت شکریہ کے ساتھ اخبار میں درج کئے جائیں گے

مدیر

ہفت روزہ پیغام صلح ۶ رمئی ۱۹۵۳ء رجسٹرڈ نمبر ل ۲۳۸۲

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ۔ مورخہ ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۷۲ھ۔ مطابق ۱۳ مئی ۱۹۵۳ء | نمبر ۱۶

حضرت نبی کریم صلعم کا ایک خطبہ

طُوبىٰ لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ عَنْ عُيُوْبِ النَّاسِ طُوْبىٰ لِمَنْ اَنْفَقَ مَالًا اِكْتَسَبَهُ مِنْ غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَجَالَسَ اَهْلَ الْفِقْهِ وَالْحِكْمَةِ وَخَالَطَ اَهْلَ الذُّلِّ وَالْمَسْكَنَةِ۔ طُوبىٰ لِمَنْ زَكَتْ وَحَسُنَتْ خَلِيْقَتُهُ وَطَابَتْ سَرِيْرَتُهُ۔ وَعَزَلَ عَنِ النَّاسِ شَرَّهُ۔ طُوبىٰ لِمَنْ اَنْفَقَ مِنْ مَّالِهِ وَاَمْسَكَ الْفَضْلَ مِنْ قَوْلِهِ وَوَسِعَتْهُ السُّنَّةُ وَلَمْ تَسْتَهْوِهِ الْبِدْعَةُ۔

مبارک باد ہے اس شخص کے لئے جو اپنے عیوب پر نظر کر کے دوسروں کی عیب جوئی سے بچ رہا۔ مبارکباد ہے اس کے لئے جس نے حلال کی کمائی خدا کی راہ میں خرچ کی علماء اور عقلمندوں کی ہم نشینی اختیار کی اور غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ ملتا جلتا رہا۔ مبارک ہے وہ شخص جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ دل پاکیزہ ہو۔ اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے مبارک ہے وہ شخص جو ضرورت سے بچا ہوا مال خدا کی راہ میں خرچ کیا کرے اور فضول گفتگو سے پرہیز رکھے راہ شریعت پر عمل کرنا اس کے لئے آسان ہو اور بدعت اسے اپنی طرف راغب نہ کر سکے۔

اسلام اور دوسرے مذاہب کے

روزوں کا موازنہ

روزہ اسلام کا ایک رکن ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ ظہور اسلام سے پہلے روزہ کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ ظہور اسلام سے پہلے بھی لوگ روزہ رکھا کرتے تھے۔ لیکن صرف کسی شخص کے سوگ میں، رنج و غم کے موقع پر یا پھر کسی مصیبت کے وقت، مگر اسلام نے روزہ کے طریقہ اور مقصد کو بدل کر مسلمانوں کے لئے اسے روحانی ترقی، اخلاقی بلندی اور جسمانی صحت کو برقرار رکھنے اور ترقی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دینے کا ایک زبردست وسیلہ بنا دیا ہے۔ اگرچہ قرآن کریم میں ایسی بہت سی آیات موجود ہیں جن سے روزہ کے موضوع پر روشنی پڑتی ہے لیکن براہ راست روزہ کا ذکر صرف ایک ہی جگہ کیا گیا ہے اور جس آیت میں روزہ کا ذکر کیا گیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ "اے ایمان والو! پہلی امتوں کی طرح تم پر بھی روزہ فرض کیا گیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ تم برائیوں سے محفوظ رہ سکو"۔

تاریخ مذاہب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ دنیا کے تمام ممتاز مذہبوں نے روزہ کو برقرار رکھا ہے لیکن اول تو انہوں نے اسلام کے برعکس اس عمل پر زیادہ زور نہیں دیا اور دوسرے طبعی حالات، تہذیب و تمدن نسل اور گرد و پیش کے مطابق روزہ رکھنے کے طریقے اور مقاصد بھی مختلف رہے البتہ کنفیوشس نے اپنے پیروؤں کو روزہ رکھنے کی دعوت نہیں دی۔ اگرچہ زرتشت نے بھی اپنے عام مقلدین کو روزہ رکھنے کی ہدایت نہیں کی لیکن انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب کے رہنماؤں کے لئے مسلسل پانچ سال تک روزہ رکھے رہنے کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ یہود میں عموماً روزہ رکھنے کو رنج و ماتم کی علامت تصور کیا جاتا تھا مثلاً شریعت موسوی کے مطابق یہود کو "یوم توبہ" پر روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا تھا اور چونکہ یروشلم کے محاصرہ اس کے سقوط کو یہود کی حکومت کا زوال تصور کیا جاتا تھا اس لئے یروشلم کے محاصرہ اس کے سقوط عبادتگاہ کی تباہی اور جدالیہ کے قتل کی یادگار کے طور پر یہود چار دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے لئے روزہ اظہار رنج و غم کا ایک ذریعہ تھا۔ عہد نامہ قدیم کے مطالعہ سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ حضرت موسےؑ کبھی کبھی چالیس روز تک روزہ رکھتے تھے، اور حضرت عیسیٰ نے بھی اسی طریق کا دیہ عمل کیا تھا لیکن اس کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کے یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ میرے اٹھا لئے جانے کے بعد میرے پیرو اکثر روزہ رکھا کریں گے۔" ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے بھی روزہ کے مفہوم کو بلند نہیں کیا اور شریعت عیسوی میں بھی روزہ کا مقصد تو رنج و غم کا اظہار ہی قرار دیا گیا۔

موسائیت اور عیسائیت نے روزہ کا جو مقصد پیش کیا ہے اس پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ان مذاہب میں روزہ کو نفس کشی کے ساتھ ساتھ "ناراض خدا" کو رضامند کرنے کا تصور بھی موجود ہے، لیکن اسلام نے روزہ کے ذریعہ ناراض خدا کو خوش کرنے کا تصور بالکل خارج کر دیا ہے۔ اس کے بجائے انسان کی اعلیٰ قوتوں اور صلاحیتوں کے ارتقاء کا ذریعہ قرار دے کر اسے طبعی حالات اور نسلی یا قومی امتیازات کے لحاظ کے بغیر مسلمانوں کا ایک عالمگیر فریضہ قرار دے دیا ہے۔

یہاں روزہ کے فضائل سے متعلق آیات قرآنی اور احادیث نبوی کو نقل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، اسی لئے اسی قدر کہہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ بھوک اور پیاس کی شدت کے عالم میں سیر ہو کر کھانے اور پیاس کو تسکین دینے پر قادر ہونے کے باوجود جب ایک شخص ایک دو روز تک نہیں بلکہ مسلسل ایک ماہ تک خدا کی قربت حاصل کرنے کی نیت سے اپنی ان خواہشات کو دباتا رہتا ہے، اور خلوت میں بھی جہاں سے کھاتے اور پیتے ہوئے دیکھنے کے لئے کوئی متنفس بھی موجود نہیں ہوتا وہ صرف اس لئے اپنی بھوک اور پیاس کو تسکین نہیں دیتا کہ وہ ہر جگہ خدا کی موجودگی پر یقین رکھتا ہے تو ایسے شخص کی روحانی قوتیں اور داخلی صلاحیتیں ابھرتی ہیں۔ اس کے ذہن میں ایک بلند زندگی کا احساس پیدا ہو جاتا ہے اور یہی وہ روحانی ارتقاء ہے جسے اسلام نے روزہ کا ایک مقصد قرار دیا ہے۔

روحانی ارتقاء کے علاوہ اسلامی نقطہ نظر سے روزہ اخلاقی تربیت کا وسیلہ بھی ہے اور روزہ انسان کو یہ سبق سکھاتا ہے کہ اسے برائیوں سے علیحدہ رہ کر خدا کے حکم کی تعمیل میں زیادہ سے زیادہ مصیبتوں اور مشکلوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے اور جس طرح ورزش انسان کی تندرستی میں اضافہ کرتی ہے اسی طرح روزہ کا تسلسل انسان کے اخلاق کو بلند بنا کر اسے برائیوں اور گناہ سے پرہیز کرنے ۔ ۔ ۔ پر آمادہ

کرتا ہے۔ پھر روزہ انسان کو اس کی خواہشات پر قابو پانے کی تعلیم دیتا ہے، اس کے ذہن میں اس بات کا احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ بھوک اور پیاس کا غلام نہیں بلکہ انہیں مغلوب کر سکتا ہے۔ اس طرح اس کی قوت ارادی مضبوط ہو جاتی ہے اور قوت ارادی کی مضبوطی ہی انسان کو دنیا میں ممتاز اور سر بلند بناتی ہے۔

اسلامی شریعت کے مطابق روزہ سماجی قدروں کا حامل بھی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نمازوں میں پانچ مرتبہ مسلمانوں کے ایک جگہ جمع ہونے اور دوش بدوش کھڑے ہو کر پست و بلند اور اعلیٰ و ادنیٰ کی تمیز مٹانے کا ایک زبردست ذریعہ ہے لیکن نماز کے ذریعے اسلامی مساوات کا جو مظاہرہ کیا جاتا ہے وہ مساجد ہی تک محدود رہتا ہے، مگر ہلال رمضان کے نمودار ہوتے ہی پوری اسلامی دنیا مساوات عمومی کی سطح پر آ کھڑی ہوتی ہے غریب کی طرح امیر بھی دو ہی وقت کھانا کھا سکتا ہے اور اس دو وقت کے کھانے میں بھی امیر اپنے روزمرہ کے کھانوں کی رنگارنگی اور ان کی لذت و کیفیت کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ اسی طرح امیر بھی بھوک اور پیاس کی اذیت کو محسوس کرتا ہے اور یہی احساس اسے غریب کی اس اذیت کا اندازہ لگانے کا موقع بہم پہنچاتا ہے۔ مختصر یہ کہ سماجی نقطہ نظر سے روزہ نماز سے بھی زیادہ وسیع الاثر عمل ہے۔

سب سے آخر میں یہ بتا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ روزہ جسمانی صحت کے لئے بھی ایک مفید عمل ہے، پورے ایک ماہ تک اعضائے ہضم کو جو آرام ملتا ہے اس کی بدولت قوت ہاضمہ جس قدر قوی ہوتی ہے انسان کی صحت بھی اسی قدر اچھی رہتی ہے پھر اسی قدر نہیں بلکہ روزہ انسان کی قوت مدافعت اور قوت برداشت کو بڑھاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص زندگی کی دشوار ترین منزلوں کو بھی آسانی کے ساتھ طے کر لیتا ہے۔

(ماخوذ)

روزہ اطبائے یورپ کی نظر میں

(۱) روزہ رکھنے سے خیالات پریشان نہیں ہوتے۔ جذبات کی تیزی جاتی رہتی ہے، برائیاں اور بدیاں دور ہو جاتی ہیں اور تجرد کی زندگی بخوبی گذر جاتی ہے۔
(ڈاکٹر مائیکل)

(۲) روزہ گناہوں اور برائیوں کو روکتا ہے اور خیالات جذبات کو خراب نہیں ہونے دیتا۔ (ڈاکٹر سی ذانڈ)

(۳) روزہ روحانی امراض کا علاج ہے۔ یہ روح کو پاک و صاف رکھتا ہے"۔
(ڈاکٹر سیموئیل الگزانڈر)

(۴) روزہ سے کئی جسمانی بیماریاں زائل ہوتی ہیں خصوصاً مرطوب اور بلغمی بیماریاں۔ (ڈاکٹر کلائیو)

(۵) روزہ روح کی غذا ہے۔ (ڈاکٹر جیکب)

(۶) جذباتی انسانوں اور مجردوں کے لئے روزہ بہت ہی مفید ہے۔ اس سے خیالات درست رہتے ہیں اور شیطانی وسوسے قریب نہیں آتے۔
(ڈاکٹر ابراہام ہے۔ ہنری)

(۷) روزہ سے ظاہر و باطن کی غلاظتیں دور ہوتی ہیں۔ یہ روحانی اور جسمانی بیماریوں کا دافع ہے۔
(ڈاکٹر جوزف)

(۸) روزہ دل میں سکون، صبر اور اطمینان پیدا کرتا ہے۔ اس سے قوت برداشت بڑھتی ہے اور سختیاں سہنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔
(ڈاکٹر ہنری ایڈ ورڈ)

(۹) فاقہ کی بہترین صورت وہ روزہ ہے جو اہل اسلام کے طریق سے رکھا جاتا ہے۔ میں یہ مشورہ دوں گا کہ جب کسی کو فاقہ کرنے کی ضرورت پڑے وہ اسلامی طریق سے روزہ رکھا کرے۔ طبیب اور ڈاکٹر جس طریقہ سے فاقہ کراتے ہیں وہ قطعی غلط ہے۔
(ڈاکٹر ایرسن)

(۱۰) سکون اور اطمینان پیدا کرنے کے لئے روزہ بہترین چیز ہے۔ (ڈاکٹر کرفان لیمرٹ)

(۱۱) شدائد و مصائب، تشنگی و گرسنگی برداشت کرنے کے لئے روزہ سے بہتر کوئی چیز نہیں۔
(ڈاکٹر سنگر)

(۱۲) کبھی کبھی روزہ رکھنا مفید ہوتا ہے۔ اس سے جسم کو بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں، لیکن روزہ رکھتے اور کھولتے وقت بسیار خوری سے بچنا چاہیئے۔ (ڈاکٹر فریکلن)

(۱۳) ہفتہ میں ایک بار روزہ رکھنا صحت کیلئے مفید ہے۔ اس سے بدن کئی امراض سے محفوظ رہتا ہے۔ خراب اور فاسد مواد اپنے زہریلے اثرات پیدا نہیں کر سکتے۔ (ڈاکٹر ایڈ ورڈ نکلسن)

(۱۴) جس شخص کو تزکیہ نفس کی ضرورت ہو اسے لازم ہے کہ وہ کثرت سے روزے رکھا کرے۔ میں مسیحی دوستوں سے کہوں گا کہ وہ اس بات میں مسلمانوں کی تقلید کریں کہ ان کا روزہ رکھنے کا طریق بہترین ہے۔
(ڈاکٹر رچرڈ)

(۱۵) مہینہ میں ایک دو بار روزہ رکھنا امراض کے لئے حفظ ماتقدم اور قیام صحت کے لئے مفید تدبیر ہے۔
(ڈاکٹر ڈی جیکب)

پاکستان صدیوں کی جدوجہد کا نتیجہ ہے

پاکستان کے استحکام کیلئے کوشش کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے

شیخ محمد آصف

صدیوں کی جدوجہد

تاریخ کا ہر ایک طالبعلم جس نے تاریخ کو نظر غائر سے مطالعہ کیا ہے وہ اس تاریخی حقیقت کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ پاکستان صدیوں کی طویل جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ یہ غلط بات ہے کہ پاکستان ایک حادثہ ہے۔ پاکستان ایک ارتقاء ہے۔ پاکستان دو تصوریتوں کی طویل آویزش کا نتیجہ ہے۔ اس کا تحفظ اور استحکام ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ میں نے اس مضمون کو تاریخی حقائق کی روشنی میں لکھا ہے اور اسکے لئے الفاظ کی منطق نہیں بلکہ واقعات کی منطق کو ذریعہ اظہار بنایا ہے۔

صوفیائے کرام اور ہندوستان

مسلمان ہندوستان میں تقریباً آٹھویں صدی عیسوی میں داخل ہوئے ان کا یہ داخلہ فاتحین کی حیثیت سے تھا محمد بن قاسم کو سندھ فتح کرنے کے بعد بعض ناگزیر اور ..... نامساعد حالات کے باعث لوٹنا پڑا لیکن عرب قریباً دو سو سال تک سندھ پر حکمران رہے اور سندھ کو انھوں نے اپنے رنگ میں رنگین کر لیا۔ ان کے بعد مسلمان فاتحین کا جو دوسرا گروہ ہندوستان میں داخل ہوا اس میں عربوں کی انفرادیت اور دوسری اقوام کو اپنے مذہب و تمدن سے متاثر کرنے کی قوت نہ تھی۔ ترکوں افغانوں اور مغلوں نے مذہب کو عربوں سے اور تمدن کو ایرانیوں سے مستعار لیا تھا۔ ان خانوادوں نے خود تو اسلام قبول کر لیا لیکن دوسروں کو منوانے کی ان میں صلاحیت نہ تھی۔ یا ان میں وہ تبلیغی میلان مفقود تھا جو عربوں میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا ——— ان مسلمان حکمرانوں کی طرف سے خواہ وہ خاندان غلامان سے تعلق رکھتے ہوں، یا خاندان مغلیہ کے چشم و چراغ ہوں تبلیغ اور اشاعت اسلام کا کوئی انتظام نہ تھا۔ بادشاہوں نے جب اس کام سے بے اعتنائی کی تو اللہ تعالےٰ نے اعلائے کلمۃ الحق کے فریضہ کو درویشوں کے سپرد کر دیا۔ ہند کے صنم کدہ میں اولیاء اللہ کا ایک کارواں آنا شروع ہوا جس کی آمد کا سلسلہ قریباً سترھویں صدی تک جاری رہا حضرت سید علی ہجویری جو آج داتا گنج بخش کے نام سے مشہور ہیں، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح حضرت فریدالدین گنج شکر رح حضرت نظام الدین محبوب الٰہی اس قافلہ کے رجال عظیم ہیں ان بزرگوں کے ذریعہ ہندوستان میں اسلام پھیلا اور رفتہ رفتہ ہندوستان میں ایک زبردست تمدنی اور معاشرتی رد و بدل کیا۔ ان صوفیائے کرام کے نمونے سے اسلام کے نہایت سادہ اور دلکش اصول ہندوستان میں پھیلتے چلے گئے۔ اور صوفیا کو وہ کامیابی نصیب ہوئی۔ جو حکمرانوں کو نصیب نہ ہوئی۔ چنانچہ ڈاکٹر ایم۔ ٹی ٹائیس اپنی کتاب انڈین اسلام کے صفحہ ۵۹ پر صوفیائے کرام اور انکی کامیابی کے متعلق رقمطراز ہے :-

"ان صوفیاء نے اپنے زہد و اتقاء کی وجہ سے لوگوں پر بہت عمدہ اثر ڈالا لیکن ان کی کامیابی کا راز اسلام کی سادگی اور پاکیزگی میں پوشیدہ ہے۔ اسلام کے مذہبی اور تمدنی احکام اس قدر سادہ اور دلکش ہیں کہ ہندو کے لئے ان کا قبول کرنا سراسر قرین قیاس ہے اسلام توحید باری کا علمبردار ہے۔ بت پرستی اور ہر قسم کے شرک سے بیزار ہے تمام مسلمانوں کو یکساں درجہ عنایت کرتا ہے۔ اور اسلام کی نظر میں بزرگی کا معیار تقویٰ ہے نہ کہ مال و دولت اور خاندانی وجاہت اس میں کوئی شک نہیں کہ صوفیائے کرام نے اپنی پاکیزگی اور پاکیزہ تعلیم کی بدولت یہ سب کامیابی حاصل کی، جو عیسائی پادریوں کو اس قدر دولت اور وقت صرف کرنے کے بعد بھی حاصل نہیں ہوئی۔"

مسلمانوں کی رواداری

ان صوفیاء کے فیضان اور روحانی اثر و نفوذ سے ہندوستان کے طول و عرض میں ہندی مسلمانوں کی ایک مضبوط قوم پیدا ہو گئی، جو مرور زمانہ سے بڑھتی رہی۔ اور اس میں قبول اسلام سے ہندو سماج کے بالمقابل ایک انفرادیت پیدا ہوتی چلی گئی۔ ان کا کلچر معاشرت اور علوم و فنون ہندوؤں سے مختلف ہوتے چلے گئے لیکن اس انفرادیت کے باوجود مسلمان حکمرانوں اور عام مسلمانوں نے ہندوؤں سے انتہائی رواداری اور رفق و ملائمت کا سلوک کیا اور جن باتوں میں ہندو سماج مسلمان سوسائٹی کے بنیادی تصورات سے متصادم نہیں ہوتا تھا۔ ان امور میں مسلمانوں نے ہندوؤں سے تعاون کیا بلکہ ہندوؤں کے علوم و فنون کے بہتر حصہ کی مسلمان حکمران سرپرستی بھی کرتے رہے۔ چنانچہ اس ضمن میں فیروز شاہ، سکندر لودھی اور اکبر کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں مسلمان شعراء ہندی زبان میں شعر کہتے رہے ان میں امیر خسرو، عبدالرحیم خان خاناں، ملک محمد جائسی اور کبیر خاص طور پر قابل ذکر ہیں چنانچہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اس اتحاد و اشتراک سے ایک زبان بھی پیدا ہو گئی اور آج وہ زبان اردو ہندو پاکستان کے طول و عرض میں بولی اور سمجھی جاتی ہے، اس میں اتنی جامعیت، وسعت، سادگی اور شوکت ہے کہ وہ دنیا کی بہترین ادبی زبانوں میں شمار ہو سکے، اور صحیح معنوں میں سارے ہند و پاکستان کی لنگوا فرانکا کہلا سکے۔

بغاوت اور نفرت کی لہر

ان باتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ باوجود حکمران قوم ہونے کے مسلمانوں نے کبھی ہندوؤں سے تنگدلی اور تعصب کا سلوک نہیں کیا بلکہ ہندو کلچر کی اچھی باتوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کی۔ ان میں کانٹ چھانٹ کر کے انہیں اپنایا اور ہندوستان میں ایک نہایت خوشگوار تمدنی اور معاشرتی ماحول پیدا کیا جسے انسانیت سوز فرقہ وار فسادات نے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ ان فرقہ وار فسادات کے ڈانڈے بھی سترھویں صدی کے آخری نصف سے ملے ہوئے ہیں، ہندو مسلم اتحاد کے رشتہ کو متعدد مرتبہ سخت جھٹکے لگے۔ لیکن ان جھٹکوں کے باوجود یہ اتحاد کا رشتہ نہ ٹوٹا۔ کیونکہ یہ اتحاد صدیوں کے میل جول اور عمرانی عمل سے پیدا ہوا۔ اس لئے عرصہ دراز تک قائم رہا مغل بادشاہوں نے ہندوؤں کی غیر معمولی طور پر سرپرستی کی۔ چنانچہ اکبر اعظم کی سرپرستی اور ہندو نوازی مشہور رہی ہے۔ لیکن اس سرپرستی کا نتیجہ یہ نکلا کہ سترھویں صدی کے آخری ربع میں ہندو قوم میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور بغاوت کی لہر پیدا ہو گئی اور بعینہٖ ویسے حالات پیدا ہو گئے جیسا کہ ہمیں آج کل نظر آتے ہیں ہندوؤں نے کوشش کی کہ مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کو ختم کر کے ہندو تمدن اور حکومت کو قائم کیا جائے۔ چنانچہ مرہٹوں اور سکھوں کی تحریکیں اسی مقصد کے لئے پیدا ہوئیں ۱۶۷۵ء میں سکھوں کے دسویں گورو گوبند سنگھ نے گدی نشین ہوتے ہی اپنے گرد فوجی جمعیت جمع کر کے مغلیہ حکومت سے ٹکر لینے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ جس میں بالآخر گورو صاحب کو ناکامی ہوئی۔ اور یہ تحریک ناکام ہو گئی ۱۶۷۴ء میں سیوا جی مرہٹہ نے باقاعدہ راجہ کا لقب اختیار کر کے جشن منایا اور تمام عمر اورنگ زیب عالمگیر سے نبرد آزما رہا لیکن مرہٹوں کی یہ عسکری تحریک اسلامی سلطنت کو تباہ و برباد کرنے میں ناکام رہی۔ دوبارہ مسلمان پڑوسیوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگے ہندو مسلم اتحاد کو ختم کرنے کی یہ خطرناک لہر تاریخ کے سراب میں جذب ہو کر رہ گئی۔ اور ایک مرتبہ پھر یہ دوسری صورت میں نمودار ہوئی۔ اور بیسویں صدی کے نصف میں پہنچکر نقطہ عروج کو پہنچ گئی اور آج ہم ہندوازم کے اس مزاج کو اس سیاسی شکل کی صورت میں دیکھتے ہیں جسے دو قوموں کے نظریہ سے موسوم کیا جاتا ہے، صدیوں کے پے در پے تلخ تجربات نے مسلمانوں کے لئے سوائے اس کے کوئی صورت باقی نہیں چھوڑی کہ وہ اپنی ہستی کو برقرار رکھنے کے لئے اور اپنی قومی انفرادیت کی حفاظت کے واسطے ایک علیحدہ مقتدر ریاست قائم کریں چنانچہ وہ ریاست پاکستان کے رنگ میں معرض وجود میں آ چکی ہے۔

زوال کی مختصر داستان

اٹھارویں صدی میں مسلمانوں کی عظیم الشان سلطنتیں زوال پذیر ہوئیں۔ تاریخی لحاظ سے اسلامی سلطنتوں کا زوال تیرھویں صدی سے شروع ہوتا ہے ۱۲۳۶ء میں عربوں کو سپین سے خارج کیا گیا۔ اور ۱۲۵۸ء میں تاتاری یورش نے دولت عباسیہ کا خاتمہ کر دیا جس سے ساری اسلامی دنیا میں ایک یاس اور ناامیدی پیدا ہو گئی لیکن مسلمانوں کے سینہ میں جذبہ تبلیغ کی حرارت ابھی موجود تھی۔ مسلمانوں کے جابر اور قاہر فاتحین اس تبلیغی جذبہ کا مقابلہ نہ کر سکے بلکہ مسلمان صوفیا کے جذبۂ ایمان کے سامنے مغلوب ہو کر رہ گئے اور حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے اور بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم کے

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

عربوں کے قائم مقام ترک اور مغل قبائل ہوئے اور ان کے حلقہ بگوش اسلام ہونے سے اسلامی سلطنت کے زوال کی رو تھم گئی۔ ترکوں نے مغرب میں ایک نہایت شاندار سلطنت قائم کی۔ اور ترک سلاطین کا اقتدار صدیوں تک عرب، مصر، شام، ترکیہ اور بلقان پر قائم رہا اور ہندوستان میں مغلوں نے ایک رفیع الشان سلطنت کی بنیاد رکھی۔ ان دونوں سلطنتوں کا زوال قریباً ایک ہی وقت شروع ہوتا ہے۔ اٹھارویں صدی کے وسط میں ان دونوں سلطنتوں میں طوائف الملوکی پھیل جاتی ہے اور حکومت اقتدار کی بساط الٹ کر رہ جاتی ہے۔ اسلام کی جگہ توہم پرستی، ریختہ کی جگہ مثنوی عیش و نشاط اور عزم بلند کی جگہ بزدلی پیدا ہو جاتی ہے اور مسلمانوں میں ایک قسم کا فقدان حس پیدا ہوتا چلا جاتا ہے اور خارجی موثرات کو محسوس کرنے کی قابلیت سلب ہو جاتی

ہے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ کہ جب قوموں پر التباس حواس کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ خارجی حالات کا صحیح طور پر اندازہ نہیں کر سکتیں مسلمانوں میں زوال سے یہی نتیجے گر کر جمود کی حالت پیدا ہو گئی۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ مغربی اقوام اپنی پوری قوتوں کے ساتھ سربلندی سے مسلمانوں کے خلاف میدان جنگ میں کود پڑیں۔ ایسے نازک دور میں صرف ایک مرد مجاہد ہے۔ جسے اس مغربی خطرہ کا صحیح طور پر اندازہ ہوتا ہے۔ یعنی ٹیپو سلطان امت مسلمہ کی عظمت رفتہ کو حاصل کرنے کے لئے انگریزوں کے خلاف صف آرا ہوتے ہیں۔ اور اس آخری کشمکش میں ناکام ہو کر سن ۱۷۹۹ء میں شہید ہو جاتے ہیں۔ ہند اور روم کی عظمت و سلطنت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یعنی اٹھارویں صدی کا آخری سال، مسلمانوں کی ذلت، زوال اور جمود کا آخری سنگ میل ہے انگریزوں کے لئے میدان بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ وہ ہندوستان کے مشرقی اور مغربی ساحلوں پر اپنے حریفوں کو شکست فاش دیکر دندناتے ہوئے سارے ہندوستان میں پھیل جاتے ہیں۔

مشترکہ خطرہ

انگریزوں کی آمد ہندوؤں اور مسلمانوں کی ایک مشترکہ مصیبت تھی اس لئے ہندوؤں کو ایسے نازک موقعہ پر مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہونے کا احساس پیدا نہیں ہوا۔ پنجاب میں سکھوں کے وحشیانہ اقتدار کا شہاب ثاقب ایک ٹیڑھی سیاسی لکیر پیدا کر کے جلد بجھ گیا۔ اس زمانہ میں ہندوستان کی سب اقوام کی توجہ انگریزوں پر ہی مرکوز رہی، چنانچہ سن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ہندو اور مسلمان دوش بدوش لڑے۔ لیکن آزادی اور اتحاد کے احساس کا یہ بلبلہ بھی پھٹ کر رہ گیا اور انگریزوں کو ہندوستان پر مکمل اقتدار حاصل ہو گیا۔ انگریزوں نے چونکہ مسلمانوں سے اقتدار چھینا تھا۔ اس لئے وہ انہیں اپنا خطرناک حریف خیال کرنے لگے۔ اور ان کا یہ انداز اور پالیسی مسلمان قوم پر غیر معمولی طور پر اثر انداز ہوئی۔ اور ہندو جنہیں ہر حکمران سے ایک مطابقت اور ہم آہنگی کا ڈھب آتا ہے مسلمانوں سے بہت آگے نکل گئے۔ اور مسلمان سیاسی تعلیمی اور معاشی لحاظ سے بہت پیچھے رہ گئے۔ چنانچہ اس کا اثر اب تک مسلمانوں پر باقی ہے۔

اٹھارویں صدی

اٹھارویں صدی سے لے کر انیسویں صدی کے آخری ربع تک ہندوستانی مسلمانوں کے لئے بہت نازک دور تھا۔ مغل سلطنت بعض طبعی اور عارضی اسباب کے باعث تباہ ہو چکی تھی ہندوستان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ چکا تھا جنوبی ہندوستان میں مرہٹوں اور شمالی ہندوستان میں سکھوں نے افراتفری پیدا کر کے مسلمانوں کے سیاسی وقار کو بہت صدمہ پہنچایا تھا بعد میں انگریز نے مسلمانوں کا تھوڑا بہت جو اقتدار رہ گیا تھا اسے بھی ختم کر دیا۔ اور اس کے علاوہ انگریزوں کے ساتھ عقلیت اور مادیت کی مغربی رو جو ہندوستان میں پہنچی اس سے بھی اسلام کو بہت خطرہ تھا۔ یہ سب خطرات اپنی نوعیت میں کچھ کم خطرناک اور مہلک نہ تھے۔ کہ ہندو نے اپنے نئے حاکم سے ایک ہم آہنگی پیدا کر کے نئے دور کے تقاضوں کو محسوس کرتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ اور موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندو ارباب حل و عقد اسلامی تمدن کے اثرات کو دور کرنے لگے، اور پراچین بھارت کے ہندو کلچر کے احیاء کا خواب دیکھنے لگے۔ یہ تحریک مذہب کا جامہ اوڑھ کر اسلام کی سخت معاند اور دشمن تحریک کی صورت میں آریہ سماج کے نام سے نمودار ہوئی بعد میں حالات کے تقاضا کے مطابق یہ تعلیمی اور سیاسی تحریک کی شکل میں ڈھلتی چلی گئی۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں بنگالی لٹریچر میں بندے ماترم جیسے گیت لکھے گئے۔ سن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد سے مسلمانوں کی حالت بہت پتلی تھی۔ ہزاروں شریف اور بزرگ خاندان برباد ہو چکے تھے مسلمانوں کی رہی سہی عزت خاک میں مل چکی تھی۔ اور سب سے بڑی مشکل یہ تھی۔ کہ انگریزی حکومت کو مسلمانوں کے متعلق بہت سخت بدگمانیاں پیدا ہو گئی تھیں ان غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جناب سرسید نے سن ۱۸۵۹ء میں "اسباب بغاوت ہند" تصنیف کر کے ان بدگمانیوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ جناب سرسید کا یہ احساس اور جذبۂ قومی بعد میں علیگڑھ کی تعلیمی تحریک کی صورت میں نمودار ہوا۔

سرسید اور جمال الدین افغانی

سرسید مرحوم نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کے زوال اور پستی کا حقیقی سبب علوم و فنون کا فقدان ہے۔ مذہب کو جناب سرسید اسی حد تک مفید سمجھتے تھے۔ جس حد تک وہ قومی کشمکش میں مفید ثابت ہو، یہی وجہ ہے انہوں نے بجائے مذہب کے علوم کی ترویج پر زیادہ زور دیا۔ مسلمان اکابر جو آپ کے گرد جمع ہو گئے وہ بھی اس رنگ میں رنگین ہو گئے۔ چنانچہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے صدارتی خطبات اس بات کے شاہد ہیں۔ لیکن تجربات نے یہ ثابت کیا کہ سرسید مرحوم کا یہ خیال کہ مسلمانوں کے زوال کا باعث صرف علوم و فنون کا فقدان ہے غلط تھا۔ کیونکہ اس سے رفتہ رفتہ تعلیمیافتہ نوجوانوں کے قلوب سے ایمان و یقین کے دیئے گل ہو گئے انہوں نے رسول عربی سے اپنا دماغی اور وجدانی پیوند توڑ لیا۔ اور مغربی فلاسفر اور سائنسدان ان کے خضر راہ ہو گئے۔ یہ زمانہ ہندی مسلمان کے لئے انتہائی کس مپرسی کا زمانہ ہے، ہر طرف بلاؤں کا نزول ہے۔ اسلام اور اسلامی وقار کو تباہ کرنے کے منصوبے پایۂ تکمیل تک پہنچ چکے ہیں ہندوستان میں مسلمانوں کی بہتری کے لئے جو تحریک پیدا ہوتی ہے وہ محض عقلیت، نیچریت اور مغرب سے مرعوبیت پر مبنی ہے۔ اور باہر سے جس تحریک کا تھوڑا بہت اثر ہندوستان پر پڑتا ہے وہ تحریک پین اسلام ازم ہے جس کے بانی سید جمال الدین افغانی ہیں۔ یہ تحریک اتحاد بین المسلمین پر مبنی تھی، لیکن یہ اتحاد صرف سیاسی نوعیت کا تھا۔ اس تحریک نے سارے اسلامی ممالک کو متاثر کیا اور ان میں سیاسی بیداری پیدا ہو گئی۔ سلطان عبدالحمید نے اس تحریک سے خوب فائدہ اٹھایا اور اس کے ذریعہ اپنے عزائم اور مصالح کو عملی جامہ پہنایا۔ اسے ایک حربہ کے طور پر استعمال کر کے ترکیہ کی تمام اصلاحی اور ترقی پسند تحریکات کا گلا گھونٹ دیا۔ اپنے مفاد کے لئے اس تحریک کو آلۂ کار بنا کر قسطنطنیہ کو پین اسلامک پروپیگنڈا کا مرکز بنایا۔ ۳۰ سال تک یہ کام جاری رہا یہاں تک کہ سن ۱۹۰۸ء میں سلطان عبدالحمید کی معزولی عمل میں آئی اور یہ تحریک کچھ عرصہ کے لئے مدھم پڑ گئی۔ سن ۱۹۱۲ء میں ٹرپولی اور جنگ بلقان نے دبے ہوئے شعلوں کو پھر ہوا دی، لیکن جلد ہی جنگ عظیم آ پہنچی اور اس جنگ کی ہنگامہ خیزیوں نے اس تحریک کو پس منظر میں پھینک دیا۔ جنگ عظیم کے بعد اسلامی ممالک میں تغیر عظیم پیدا ہوا۔ ہر اسلامی ملک میں بجائے پین اسلام ازم کے نیشنلزم کے تصورات پھیلنے لگے۔ اور سب سے پہلے ترکی میں قومیت کی تحریک نے اشتراک نسل، اشتراک رسوم اور اشتراک زبان کے اقنوم ثلاثہ سے جنم لیا۔ ان حقائق کے پیش نظر نہایت وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ تحریک پین اسلام ازم ناکام رہی۔

تحریک احمدیت

سو جناب سرسید کی مقامی تحریک اور سید جمال الدین افغانی کی بین الاقوامی تحریک دونوں ہندی مسلمان کے عوارض کے لئے صحیح نسخہ ثابت نہیں ہوئیں۔ ہندی مسلمان کا اصل عارضہ مذہبی معاشرتی اور ثقافتی نوعیت کا تھا اسلامیان ہند کو ہندوازم کی احیائی تحریکات سے سخت خطرہ تھا یہ امکان تھا کہ ہندوازم بدھ مت کی مانند ہندوستان سے اسلام کو نابود نہ کر دے۔ مسلمانوں کی بربادی کے قریبًا سب قرائن جمع ہو چکے تھے اور ان کا مستقبل نہایت تاریک اور مایوس کن تھا، ان کا ملی اور دینی احساس بالکل مرتا جا رہا تھا۔ اور دشمن اندر اور باہر سے ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر حملہ آور تھا اور مسلمان بالکل بے دست و پا۔ وہ لوگ جن کا یہ فرض تھا کہ ایسے نازک وقت میں دشمن کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکلتے اور مسلمانوں میں ان کی ذلت اور پستی کا شعور پیدا کر کے انہیں بیدار کرتے ان کے قلوب میں یہ احساس پیدا کرتے کہ ان کی حیات ملی معرض خطر میں ہے وہ لوگ اس وقت باہم دست و گریبان تھے —— ایسے نازک دور میں تحریک احمدیت رونما ہو کر تمام مخالف قوتوں کے خلاف نبرد آزما ہو گئی۔ مسلمانوں کے قلوب میں غلبۂ اسلام، اور اسلام کی روحانی اقدار پر غیر معمولی ایمان پیدا کر کے اس تحریک نے مسلمان کے احساس فروتری کو پاش پاش کر دیا۔ اور ان کے علاوہ مغربی مادیت اور ہندوازم کے زہریلے حملوں کی بھی روک تھام کی، اور مسلمانوں میں بجائے سیاسی اور تعلیمی ہیجان پیدا کرنے کے ان میں خالص دینی احساس پیدا کیا۔ اور ان کی انفرادیت اور روحانی برتری کو ان پر واضح کیا۔

ہندو نیشنلزم کی پیدائش

ہندوؤں کے اس احیاء اور عمرانی عمل نے اسلامی مدافعت کے پیش نظر اپنا رخ تبدیل کر کے نیشنلزم کا روپ دھار لیا اور سن ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس معرض وجود میں آئی۔ اور ہندوؤں کی جملہ احیائی تحریکات مثلاً آریہ سماج برہمو سماج، تھیوسافیکل سوسائٹی وغیرہ بتدریج ہندو نیشنلزم میں ضم ہو کر رہ گئیں، اس دور کو اچھی طرح مطالعہ کرنے سے صاف نظر آئے گا کہ ان سب تحریکات نے کانگرس کے لئے خام مواد کا کام دیا۔ چنانچہ اس وقت سے انڈین نیشنل کانگریس کا مزاج خالص ہندو ہے، جس میں کسی اور تصور کی سمائی نہیں، رفتہ رفتہ مذکورہ تحریکات پس منظر میں جانا شروع ہو جاتی ہیں۔ کانگریس کا یہی مزاج تھا جس نے سرسید احمد کو یہ کہنے پر مجبور کیا کہ مسلمان اس سیاسی تحریک سے علیحدہ رہیں سن ۱۹۱۶ء کے لکھنؤ پیکٹ میں کانگریس نے نہایت وضاحت کے ساتھ اس بات کو تسلیم کیا کہ وہ ہندوؤں کی ایک منظم سیاسی جماعت ہے اور مسلمان سیاسی اعتبار سے مختلف قوم کی حیثیت رکھتے ہیں، اور ان کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ ہے، چنانچہ مسلمانوں کو کانگرس کی عصبیت اور غیریت کا ہمیشہ احساس رہا اور آل انڈیا مسلم لیگ کا وجود اسی احساس کا نتیجہ ہے جو ہندو ذہنیت اور ہندو تعصب کے شراروں سے پل کر جواں ہوتی رہی اور سن ۱۹۴۷ء کے بعد ہندوستان

میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ سیاسی اور ثقافتی جماعت بن گئی اور مسلم لیگ کے قائد اعظم کی معاملہ فہمی دوربینی اور تدبر سے کانگریس کی فسوں کاری ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔

ہندو مسلم اتحاد کا خواب پریشاں

سنہ ۱۹۱۶ء تک مسلمانوں میں کوئی غیر معمولی سیاسی تحریک اور سیاسی بیداری پیدا نہیں ہوئی اتنے میں پہلی جنگ عظیم آ پہنچی جس نے اس ملک کی سب جماعتوں کی توجہ کو اپنی طرف جذب کر لیا۔ جنگ نے ہندوستانیوں میں آزادی کے حصول کے لئے ایک بے پناہ جذبہ پیدا کر دیا، اور اس جذبہ نے عدم تعاون اور تحریک خلافت کی شکل اختیار کی ——— کانگریس آئینی جدوجہد چھوڑ کر عوامی تحریک بن کر نمودار ہوئی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں نے متحد ہو کر نوکرشاہی کے خلاف متحدہ محاذ قائم کیا۔ کانگریس اور خلافت کمیٹیوں کے سالانہ اجتماع ایک ہی جگہ ہونے لگے۔ اور دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء میں احمد آباد کے مقام پر کانگریس اور خلافت کا مشترکہ اجلاس ایک اہتمام اور شان سے منعقد ہوا ہندو مسلم اتحاد کی یہ تحریک عارضی طور پر نہایت ہی تسلی بخش رہی اور متحدہ محاذ بھی بہت کامیاب رہا۔ جیلیں سیاسی قیدیوں سے بھر گئیں سنہ ۱۹۲۲ء میں گاندھی جی بھی جیل میں پہنچ گئے دو سال بعد جب وہ جیل سے باہر آئے۔ تو ہندوستان کا ماحول بالکل بدل چکا تھا سیاسی میدان پنڈت مدن موہن مالویہ اور ہندو مہاسبھا کے ہاتھ میں تھا۔ اور ساری فضا شدھی سنگھٹن اور ہندو راج کے نعروں سے گونج رہی تھی، متحدہ قومیت کے پرخچے اُڑ چکے تھے اور ہندو مسلم اتحاد ایک خواب پریشاں ہو کر رہ گیا تھا۔ اور ہندو کی حقیقی اجتماعی اور عمرانی فطرت بالکل بے نقاب ہو چکی تھی۔

سنہ ۱۹۲۲ء تا سنہ ۱۹۲۷ء تک کا زمانہ مذہبی ہیجان اور فرقہ وار فسادات کا زمانہ ہے۔ اس دَور میں مسلمان عمائد اور مسلمان عوام جن کو کانگریس ہی گاندھی جی کے فلسفہ عدم تشدد کے باعث کچھ حسن ظنی پیدا ہوگئی تھی۔ وہ بدظن ہو کر کانگریس سے علیحدہ ہوگئے۔ اور چند بھاڑے کے ٹٹو کانگریس کے ساتھ رہ گئے یہ زمانہ مسلمانوں کے لئے بہت صبر آزما اور تکلیف دہ زمانہ تھا، تحریک خلافت ختم ہو چکی تھی اور مسلم لیگ ابھی عوام کی تحریک نہیں بنی تھی۔ صرف طبقہ امراء کے دماغی تعیش کا ہی ذریعہ تھی، مسلمانوں میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ ہندو ازم کے جارحانہ اقدامات کا جواب دے سکیں۔ مہاسبھائی لیڈر اپنی پوری قوت کے ساتھ یہ نعرہ لگا رہے تھے:۔

"ہندوستان ہندوؤں کا ہے۔ مسلمان صرف مہمان ہیں اس لئے انہیں سیکھنا چاہیئے کہ مہمان دوسروں کے ہاں جا کر کیسے رہتے ہیں۔"

ہندوؤں کے عزائم واشگاف ہو چکے تھے جن کا مطلب صرف یہ تھا کہ مسلمان اس ملک میں غلام اور رعایا بن رہیں گے۔ ان کی ملی زندگی ہمیشہ ہندوؤں کے رحم وکرم پر موقوف ہوگی۔ ہندوؤں کے اس طرز عمل سے بالکل واضح ہو چکا تھا کہ اس ملک میں دو قومیں آباد ہیں۔ جو مذہب ثقافت اور روایات کے لحاظ سے بالکل مختلف ہیں چنانچہ خود ہندو لیڈر اس بات کو تسلیم کر چکے تھے کہ ہندو اور مسلمان دو علیحدہ قومیں ہیں جن کی تمام نمایاں خصوصیات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

دو قوموں کے نظریہ کا منبع

دو قوموں کے نظریہ کا منبع خود ہندو قوم ہے، اس کی عصبیت اور نسلیت پرست ذہنیت ہے۔ رانا سانگا، رانا پرتاپ، سیواجی، گورو گوبند سنگھ، آریہ سماج اور ہندو مہاسبھا سب اس عصبیت اور مزاج عقلی کے عمرانی سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں، مسلمان نے ہمیشہ کوشش کی کہ وہ ہندوؤں سے مل جل کر زندگی بسر کرے لیکن پے در پے تلخ تجربات نے مسلمان کو یہ خیال کرنے پر مجبور کر دیا۔ کہ ہندو اور مسلمان درحقیقت دو قومیں ہیں۔

دو قومیں

مسلمانوں کی رواداری، محبت، رفق وملاطفت کے باوجود ہندو اور مسلمان ایک قوم ہو کر زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ اور متحدہ قومیت کا خواب محض کسی دیوانے کا خواب ہو کر رہ گیا۔ تاریخ کا طویل عرصہ انہیں ایک نہیں کر سکا۔ ان دونوں قوموں کے مذاہب جدا ہیں جن کے بنیادی تصور ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایک قوم موحد ہے تو دوسری مشرک۔ ایک قوم مساوات نسل انسانی کو بطور اصول کے مانتی ہے تو دوسری ذات پات کو اپنے سماج کی بنیاد سمجھتی ہے۔ ایک گائے کو بطور خوراک استعمال کرتی ہے تو دوسری گائے کی پرستش کرتی ہے۔ ان دونوں کی تاریخ روایات اور فلسفۂ حیات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ریاست کی تفہیم میں اختلاف ہے جمہوریت اسلام کی نمایاں خصوصیت ہے۔ قبائلی تفوق ہندو ازم کی روح رواں ہے۔ اسلام دولت کی مساوی تقسیم کی طرف مائل ہے اور ہندو ازم سُود اور سرمایہ داری کا حامی ہے۔ ان دونوں کے وراثت کے اصول میں اختلاف ہے تہذیب وتمدن میں شدید اختلاف ہے۔ ان دونوں قوموں کی رسوم، عادات نشست برخواست طرز رہائش اور معاشرت کلیتہً ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اتنے اختلافات کو رکھتے ہوئے یہ قومیں کیسے ایک ریاست، ایک نالیطی اور ایک متحدہ معاشی اور تمدنی نظام کے ماتحت رہ سکتی تھیں۔ ان اختلافات کا لازمی نتیجہ وہی ہوا جو منطقی طور پر ہونا چاہیئے تھا یعنی یہ دو قومیں دو مقتدر ریاستوں میں بٹ کر ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئیں۔

قطعی رجحانات کی ابتدا

اس قطعی سیاسی رجحان کی ابتدا سنہ ۱۹۲۸ء سے ہوتی ہے مسلمان اس بات کو اچھی طرح سمجھ جاتا ہے کہ قریباً نصف صدی سے کانگرس جس نیشنلزم اور اکھنڈ ہندوستان کے تصور کو پیش کر رہی ہے اس کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ جمہوریت کے پردہ میں ہندوستان میں ہندو راج کی بنیادوں کو مضبوط کیا جائے اور ہندو اکثریت کو دائمی طور پر مسلم اقلیت پر مسلط کر دیا جائے۔ اور ہندو کلچر اور تمدن کے اثر سے مسلمانوں کے تمدن اور مذہب کو بالکل نابود کر دیا جائے اور انہیں ذات پات کی قیود میں جکڑ کر اچھوتوں کے درجہ تک پہنچا دیا جائے اس لحاظ سے کانگریس ہندو مہاسبھا سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس حقیقت نے مسلمان مفکرین اور سیاستدانوں کو بھی شدت سے متاثر کیا۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس الٰہ آباد میں منعقد ہوا۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اپنے صدارتی خطبہ میں شمالی ہندوستان میں ایک مقتدر اسلامی ریاست کا تصور پیش کیا۔ یہ تصور ہی بعد میں پاکستان کا سنگ بنیاد بنا، اور اس سے ہندی مسلمان کے سیاسی فکر کا رُخ بالکل تبدیل ہوگیا۔

مسلم لیگ عروج سے قبل

مسلمان قوم کے میلان میں ایک قسم کی انفرادیت پیدا ہوتی چلی گئی۔ اور اس میلان سے سنہ ۱۹۳۰ء سے لے کر سنہ ۱۹۴۰ء تک مسلمانوں کی ایک عوامی تحریک کے لئے فضا بالکل سازگار ہوگئی۔ گول میز کانفرنس کے تلخ تجربات اور ہندو ذہنیت کے خودغرضانہ اظہار نے مسلمان لیڈروں کو بہت متاثر کیا۔ اور ان پر اچھی طرح واضح ہوگیا کہ کانگریس دراصل ایک نیشنل تنظیم نہیں بلکہ خالص ہندو تنظیم ہے چنانچہ سنہ ۱۹۳۷ء میں جب کانگریس کے ہاتھ میں چھ ہندو صوبوں کی عنان حکومت آئی تو اس اختیار سے کانگریس کا ہندو راج بالکل نمایاں ہوگیا۔ ان مذکورہ صوبوں میں مسلمان اقلیتوں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا۔ اسکی داستان نہایت المناک ہے ——— مسلم قوم کے سیاسی میلان اور ہندو ذہنیت کی افتاد کے تصادم کا آخری نتیجہ سنہ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کی قرارداد پاکستان کی صورت میں رونما ہوا۔ جو اسلامی سیاست میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے ——— سنہ ۱۹۴۰ء کے بعد سے مسلم لیگ مسلمانوں کی ایک عوامی جماعت بن جاتی ہے اور ہندوستان کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک مسلمان قوم کی غالب اکثریت پاکستان کے نصب العین پر متحد ہو کر اس کے لئے نہایت مخلصانہ جدوجہد شروع کر دیتی ہے اور نہایت برق رفتاری کے ساتھ یہ عوامی تحریک قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح کی قیادت میں مختلف مراحل سے گذرتی ہوئی سنہ ۱۹۴۷ء میں اپنے نصب العین یعنی تقسیم ہندوستان یا پاکستان کو حاصل کر لیتی ہے۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے، بلکہ معجزہ ہے کہ ایسے ناسازگار حالات میں اور ایک قوم کی مسلسل صدیوں پر پھیلی ہوئی اسلام دشمنی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں مقتدر اسلامی ریاست کے قیام کے لئے ماحول پیدا کر دیا۔

روزے کے مسائل

(بقیہ صفحہ ۲)

آجانے، نکسیر پھوٹنے، خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۱۰) حکم ہے کہ افطار میں جلدی کرو اور سحری کھانے میں تاخیر کرو۔ صحابہ رض سے روایت ہے کہ ہمارے سحری کھانے اور نماز فجر کے شروع ہونے کے درمیان میں اتنا وقفہ ہوتا تھا جس میں چالیس آیتیں پڑھی جا سکتی ہیں، ایک مرتبہ حضرت بلال نے غلطی سے اذان جلدی دیدی تو آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ مسلمانوں کے گھروں پر جاؤ، اور ان کو اطلاع دو کہ ابھی سحری کھا سکتے ہو مجھ سے غلطی ہوگئی۔

(۱۱) رمضان کی راتوں میں قیام کرنا خاص طور پر آنحضرت صلعم کی سُنت ہی، حضورؐ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر بدقسمت کون ہوگا جس نے رمضان کو پایا اور خدا سے گناہ نہ بخشوائے آپ پچھلی رات قیام کرتے تھے اور گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور دو دو رکعت کی نیت باندھتے تھے۔ گیارہویں یعنی آخری رکعت علیحدہ پڑھتے تھے یعنی آخری رکعت وتر کہلاتی ہے کیونکہ یہ رکعت ساری رکعتوں کو طاق کر دیتی ہے۔ چونکہ آجکل ہمارے ملک میں عشاء کی نماز کے آخر میں تین رکعت پڑھ لیتے ہیں اس لئے آخر شب صرف آٹھ رکعت پڑھنی کافی ہیں پہلی شب میں صرف بیس رکعتیں اور تین رکعت وتر کا پڑھنا حضرت عمر رض کے زمانہ میں شروع ہوا۔ لوگ مسجد میں بعد نماز عشاء بیٹھے باتیں کر رہے تھے آپ نے ایک حافظ قرآن کو مقرر کیا کہ وہ انہیں بیس

رفتارِ عالم

—— لاہور ۔ ۶ مئی آج ضلع اور شہری مسلم لیگ کے عہدیداروں کے مشترکہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے کہا کہ زرعی اصلاحات کے نفاذ سے دیہاتوں میں انتشار پیدا ہو گیا ہے، دیہاتوں میں زمینداروں اور کسانوں کے تعلقات خراب ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عنقریب وہ زرعی اصلاحات کے قانون میں چند ترمیمیں مرتب کریں گے۔ اور وہ مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کے سامنے پیش کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ان اصلاحات پر عمل کرنے سے جو انتشار پھیلے گا اس سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچے گا بلکہ کمیونزم آ جائے گا۔

—— کراچی ۔ ۹ مئی حکومت پاکستان آسٹریلیا اور کینیڈا سے ایک لاکھ ٹن گندم آئندہ فصل میں درآمد کرے گی۔

معلوم ہوا ہے کہ آسٹریلیا سے ۵۵ ہزار ٹن گندم اور کینیڈا سے ۴۵ ہزار ٹن گندم منگائی جائے گی۔

—— لاہور ۔ ۷ مئی مولانا داؤد غزنوی ایم ایل اے ناظم اعلیٰ آل مسلم پارٹیز کنونشن نے ایک بیان میں کہا ہے کہ میں نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا محمد علی جالندھری اور دیگر اصحاب سے فرداً فرداً مشورہ کر کے یہ اعلان کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہے کہ مرکز اور پنجاب میں حکومت کی تبدیلی کے بعد ہمیں سول نافرمانی کا پروگرام ترک کر دینا چاہیئے، اور نئے گورنر اور نئی وزارت کے تقرر کے بعد ہمیں امن قانون کی بحالی میں پورا تعاون کرنا چاہیئے۔

—— لاہور ۔ ۷ مئی ۔ پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ اور صوبائی مسلم لیگ کے صدر میاں ممتاز خان دولتانہ ۱۳ مئی کو لندن روانہ ہو جائیں گے۔

میاں صاحب کے ہمراہ ان کی اہلیہ، ان کے بچے اور ان کے پرائیویٹ سیکرٹری مرزا عزت بیگ بھی جائیں گے۔ وہ "ایشیا" نامی جہاز سے سفر کریں گے۔ میاں ممتاز دولتانہ ۹ مئی کو کراچی جا رہے ہیں تاکہ ۱۳ مئی کو اپنے سفر پر روانہ ہو جائیں۔

میاں ممتاز دولتانہ پاکستان واپس آنے سے پہلے تقریباً تین ماہ یورپی ممالک اور برطانیہ میں قیام کریں گے۔

—— کراچی ۔ ۸ مئی آج پاکستان کے وزیر خوراک خان عبد القیوم خان نے امید ظاہر کی کہ وہ عوام کے تعاون سے ملک کی غذائی مشکلات دور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ غذائی قلت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے وہ تمام صوبوں کا دورہ کریں گے اس دورے کا مقصد یہ بھی ہوگا کہ غلے کی فراہمی کے طریقوں کا جائزہ لیا جائے

اور ان کی خرابیوں کو دور کیا جائے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ عید کے بعد مشرقی پاکستان کا دورہ کریں گے۔

—— لاہور ۷ مئی ۔ محکمہ افواج کے تعلقات عامہ کے ایک پریس نوٹ میں کہا گیا ہے کہ مولوی عبد الستار نیازی پر جن پر ایک فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا تھا۔ جرم ثابت ہو گیا ہے اور انہیں موت کی سزا دی گئی۔

—— قاہرہ ۱۰ مئی ۔ مصر کی انقلابی کونسل کے رکن اور جنرل نجیب کے دست راست ایم جمال الناصر نے برطانیہ کو خبردار کیا ہے کہ اگر اس مرتبہ وہ مصر سے سمجھوتہ پر تیار نہ ہوا تو اسے نہر سویز کے فوجی اڈہ سے ہمیشہ کے لئے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

انہوں نے مزید کہا کہ مصر کو مخالف بنا کر نہر سویز میں فوجی اڈے قائم رکھنے میں برطانیہ کا کوئی فائدہ نہیں۔

ایم جمال الناصر نے آج قاہرہ میں ایک امریکی نامہ نگار کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ مصر اپنی سرزمین پر غیر ملکی فوج کا قبضہ کبھی برداشت نہیں کرے گا انہوں نے کہا کہ مصری عوام کا اپنے لیڈروں سے یہ مطالبہ زور پکڑتا جا رہا ہے کہ وہ برطانیہ سے بات چیت بند کر کے عملی اقدام شروع کر دیں اور جب عملی اقدام شروع ہوا تو مصر کے دو کروڑ باشندے ہر قیمت پر آزادی حاصل کریں گے۔

—— کراچی ۔ ۸ مئی ۔ گورنر جنرل پاکستان نے ان سرکاری ملازمین کے تحفظ کے لئے آرڈیننس جاری کیا ہے جنہوں نے لاہور شہر اور چھاؤنی میں مارشل لاء کے نظم و نسق کے تحت کوئی اقدامات کئے ہوں۔

یہ آرڈیننس جسے مارشل لاء اینڈ منٹی (تحفظ) ۱۹۵۳ء کا نام دیا گیا ہے، ۹ مئی ۱۹۵۳ء سے پاکستان بھر میں نافذ العمل ہوگا۔ آرڈیننس میں کہا گیا ہے کہ ایسے کسی سرکاری ملازم کے خلاف جس نے مارشل لاء کے دوران میں امن عامہ کی بحالی کے لئے کوئی حکم دیا ہو، یا کوئی اقدام کیا ہو یا اس کی طرف سے کوئی حکم دیا گیا ہو یا قدم اٹھایا گیا ہو یا مارشل لاء حکام کے احکام یا قواعد و ضوابط یا ہدایات پر عمل کرنے کے لئے کوئی قدم اٹھایا ہو یا حکم دیا ہو کسی عدالت میں مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا، یا قانونی چارہ جوئی نہیں کی جا سکتی۔

اس آرڈیننس کے ماتحت مارشل لاء کے علاقہ میں کسی ایسی جائیداد کے متعلق جسے مارشل لاء کے تحت، کارروائی کے دوران میں ضبط کیا گیا ہو، نقصان پہنچا ہو یا قبضہ کیا گیا ہو یا منہدم کیا گیا ہے، کسی عدالت میں ریکارڈ نہیں رکھا جائے گا۔

ایسی سزائیں جو مارشل لاء کے دوران میں کسی عدالت

یا عدالت کی حیثیت سے کسی اور اتھارٹی کی طرف سے دی گئی ہوں انہیں قانونی تصور کیا جائے گا۔ ہر اس شخص کو جسے اس طرح سزا دی گئی ہو وہ مقررہ میعاد تک جس میں اگر قواعد و ضوابط کے تحت کوئی تخفیف ہوئی ہو سزا بھگتے گا، یا اس وقت تک جبکہ اسے مرکزی حکومت کے حکم کے ماتحت رہا کیا جائے۔

ضابطہ فوجداری مجریہ ۱۸۹۸ء کے تحت ۲۹ ویں باب کی دفعات کا ان میں سے کسی سزا یا نظربندی پر اطلاق نہیں ہوگا۔

ایسی سزائیں بھی قانونی تصور ہونگی، جو مارشل لاء کے دوران میں دی گئی ہوں، خواہ سزا دینے والی عدالت یا اتھارٹی نے اپنی تمام کارروائی یا اس کا کچھ حصہ مارشل لاء علاقہ کے باہر سرانجام دیا ہو یا خواہ مجرم نے جرم یا جرم کے کچھ حصہ کا جس کے لئے اس کے خلاف کارروائی کی گئی ہو اور اسے سزا دی گئی ہو، ارتکاب مارشل لاء کے نفاذ سے پہلے کیا ہو۔

—— کراچی ۱۱ مئی ۔ امریکی مشن جو پاکستان کی غذائی صورت حالات کا جائزہ لینے کیلئے یہاں آیا ہے، اس نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ آج مشن نے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ اور وزیر خزانہ و امور اقتصادیات چوہدری محمد علی سے طویل گفت و شنید کی۔

وزیر خارجہ نے مشن کو مختصراً بتایا کہ پاکستان میں غذائی قلت کیوں پیدا ہوئی ہے مشن نے وزیر خزانہ چوہدری محمد علی سے دو گھنٹے ملاقات کی۔ وزیر خزانہ نے گیہوں کی صورت حال اور پاکستان کی ضروریات پر مفصل روشنی ڈالی۔

مشن کل صبح وزیر خوراک سے بات چیت کریگا اور اس کے بعد اطلاعات، صنعت، تجارت، مواصلات اور خوراک و زراعت کی وزارتوں کے سکرٹریوں سے ملاقات کرے گا۔

—— قاہرہ ۱۱ مئی ۔ عرب لیگ سیاسی کمیٹی نے اعلان کیا ہے کہ مصر نے سویز خالی کرانے کے لئے جو جدوجہد شروع کر رکھی ہے۔ کمیٹی اس سے مکمل حمایت کا اعلان کرتی ہے کمیٹی نے اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا ہے کہ

وہ فلسطین کے متعلق ۱۹۴۹ء کے منصوبے تقسیم پر عملدرآمد کرائے اور غریب مہاجرین کو اپنے گھروں کو واپس کیا جائے، سیاسی کمیٹی نے اپنی ایک قرارداد میں کہا ہے کہ مصر کے مطالبہ کو تسلیم کرنے میں مزید تاخیر عالم عرب کے امن اور تحفظ کے منافی ہے۔

عرب لیگ سیاسی کمیٹی نے طونس اور مراکش کے عوام کے مطالبۂ آزادی کی بھی پوری حمایت کا اعلان کیا ہے۔ کمیٹی نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ عرب ممالک کے چیفس آف سٹاف عرب لیگ باہمی تحفظ کے پیکٹ کو عملی جامہ پہنانے کے اقدامات پر غور کریں گے۔

—— نئی دہلی ۔ ۱۱ مئی ۔ پاکستان اور ہندوستان کے وزراء خارجہ کی باضابطہ ملاقات کا ایجنڈا مرتب کرنے کے لئے پاکستانی محکمہ خارجہ کے قائم مقام سیکرٹری مسٹر اختر حسین اور جوائنٹ سیکرٹری آغا ہلالی ہندوستانی حکام سے بات چیت کرنے کیلئے آج نئی دہلی پہنچ گئے۔ پاکستانی وفد نے آج نئی دہلی میں بھارتی محکمہ خارجہ کے سیکرٹری مسٹر آر کے نہرو اور امور دولت مشترکہ کے سیکرٹری مسٹر طیب جی سے ملاقات کی۔

ایجنڈا مرتب کرنے کی باقاعدہ بات چیت آج شروع ہو رہی ہے۔ ایجنڈا مرتب ہونے کے بعد وزراء اعظم کی ملاقات سے پہلے سیکرٹریٹ کی سطح پر ایک کانفرنس ہوگی۔ جس میں ایجنڈے پر بحث کی جائے گی رائٹر کی اطلاع کے مطابق کشمیر کا مسئلہ ایجنڈے میں شامل نہیں ہوگا۔ لیکن دونوں وزراء اعظم اپنی کانفرنس میں براہ راست اس پر گفت و شنید کریں گے۔

—— لاہور ۔ ۱۱ مئی ۔ انٹر سروسز پبلک ریلیشنز ڈائریکٹریٹ کے اعلان کے مطابق مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کو موت کی سزا دے دی گئی ہے۔ مولانا مودودی کے خلاف مقدمہ کی سماعت ایک فوجی عدالت میں ہوئی تھی، اور انہیں مجرم قرار دیتے ہوئے سزائے موت دی گئی ہے۔

پیغام صلح مؤرخہ ۱۳ مئی ۱۹۵۳ء ۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۰۳۷

ہفت روزہ

پیغام صلح

ایڈیٹر محمد آصف

سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ر شلنگ

جلد ۴۱ | لاہور: یوم چہارشنبہ۔ مؤرخہ ۱۳ر رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ ۔ ۲۷ر مئی ۱۹۵۴ء | نمبر ۱۷-۱۸

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زرّین اقوال

ثَلَاثٌ لَا يَغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ - إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَالنَّصِيحَةُ لِأُولِي الْأَمْرِ وَلُزُومُ الْجَمَاعَةِ - إِنَّ دَعْوَتَهُمْ تَكُونُ مِنْ وَرَائِهِ -

تین باتیں ایسی ہیں جو مسلمان کا سینہ پاک رکھتی ہیں۔ عمل میں خلوص (مسلمان) حاکم وقت کی خیرخواہی اور ہمیشہ جماعت کا ساتھ دینا کہ ان کی دعا اس کی پشت پر رہے گی۔

(۲)

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا ثُمَّ أَدَّاهَا إِلَى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَا فِقْهَ لَهُ - وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ -

اللہ اس آدمی کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سن کر یاد کی پھر اسے ان لوگوں تک پہنچایا جنہوں نے سنی نہ تھی۔ کیونکہ بہت سے مسئلہ جاننے والے لوگ کبھی ناسمجھ ہوتے ہیں اور بسا اوقات لوگ ایک مسئلہ کو ایسے شخص تک پہنچا دیتے ہیں جو ان سے بہت زیادہ سمجھدار ہوتا ہے۔

(۳)

أَيُّهَا النَّاسُ تَحَلَّوْا أَنْفُسَكُمْ بِالطَّاعَةِ وَالْبَسُوا قِنَاعَةَ الْمَخَافَةِ وَاجْعَلُوا آخِرَتَكُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَسَعْيَكُمْ لِمُسْتَقَرِّكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ عَنْ قَلِيلٍ رَاحِلُونَ وَإِلَى اللّٰهِ صَائِرُونَ وَلَا يُغْنِي عَنْكُمْ هُنَالِكَ إِلَّا صَالِحُ عَمَلٍ -

لوگو! اطاعت کے زیور سے آراستہ ہو جاؤ۔ اور خوف کی اوڑھنی اوڑھ لو۔ آخرت کو اپنا بنا لو۔ اور اپنے ٹھکانے کے لئے کوشش کر لو۔ اور اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہیں عنقریب یہاں سے رحلت کر کے خدا کے پاس پہنچنا ہے۔ وہاں سوائے نیک عمل یا صدقہ جاریہ کے کوئی چیز فائدہ نہیں دے گی۔

(۴)

أُغْزُوا بِسْمِ اللّٰهِ تُقَاتِلُوا عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ بِالشَّامِ وَسَتَجِدُونَ فِيهَا رِجَالًا فِي الصَّوَامِعِ مُعْتَزِلِينَ النَّاسَ فَلَا تَتَعَرَّضُوا لَهُمْ وَسَتَجِدُونَ آخَرِينَ لِلشَّيْطَانِ فِي رُؤُوسِهِمْ مَفَاحِصُ فَافْلِقُوهَا بِالسُّيُوفِ - لَا تَقْتُلُنَّ امْرَأَةً وَلَا صَغِيرًا ضَرَعًا وَلَا كَبِيرًا وَلَا تَقْطَعُنَّ نَخْلًا وَلَا شَجَرًا وَلَا تَهْدِمْنَ بِنَاءً -

اللہ کا نام لے کر خدا کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں سے ملک شام میں لڑائی لڑو وہاں تمہیں خانقاہوں میں گوشہ نشین (راہب) ملیں گے۔ خبردار ان سے تعرض نہ کرنا۔ ان کے علاوہ کچھ ایسے ہیں جن کی کھوپڑیوں میں شیطان نے گھونسلے بنا رکھے ہیں۔ سو تلوار سے ان کا قلع قمع کر دو۔ کسی عورت، شیرخوار بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔ نہ کھجور یا کوئی دوسرا درخت کاٹنا۔ نہ کوئی عمارت مسمار کرنا۔

(۵)

أَلَا وَإِنَّ الدُّنْيَا خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَإِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوا النِّسَاءَ أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا مَخَافَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ الْحَقَّ إِذَا عَلِمَهُ -

آگاہ رہو! یہ دنیا بظاہر سرسبز زار اور شیریں ہے۔ آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس دنیا کی بادشاہت عطا فرمائے گا پھر تمہاری آزمائش کرے گا کہ اس وقت تم کیا عمل کرتے ہو۔ پس خدا سے ڈرو اور عورتوں کے حقوق تلف کرنے سے بچو۔ آگاہ رہو جس کسی کو حق بات معلوم ہو جائے تو وہ لوگوں کے ڈر سے اس کے اظہار کر دینے میں پس و پیش نہ کرے۔

(۶)

تَصَدَّقُوا فَإِنَّ الصَّدَقَةَ خَيْرٌ لَكُمْ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى - أُمَّكَ وَأَبَاكَ وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ وَأَدْنَاكَ أَدْنَاكَ -

لوگو! خیرات دیا کرو۔ خیرات دینا تمہارے لئے بہتر ہے۔ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ ماں کو، باپ کو، بہن کو بھائی کو، پھر قریبی رشتہ داروں کو حسب مراتب دیا کرو۔

درخواست دعا

مکرم جناب شیخ اللہ بخش صاحب ایڈووکیٹ پشاور نے اپنے ایک حالیہ خط میں اپنی ایک بیماری کا ذکر فرمایا ہے۔ شیخ صاحب موصوف سلسلہ کے نہایت سرگرم مخلص اور متقی بزرگ ہیں۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ شیخ صاحب موصوف کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مکمل صحت عطا فرمائے۔ آمین

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

کسی کی پردہ دری نہ کرو

من سمّع سمّع اللّٰہ تعالیٰ بہ و من یرائی یرائی اللّٰہ تعالیٰ بہ۔ (الشیخان)

ترجمہ:- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (کسی کے چھپے عیب لوگوں کو) سنائے یا (اپنی خوبیاں) دکھائے گا اللہ تعالیٰ اس کے چھپے عیب لوگوں کو سنائے اور دکھلائے گا۔

اے برادر پردۂ مردم مدر
تا ندرد پردہ ات شخصے دگر

کسی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو

ان اللّٰہ تعالیٰ اوحیٰ الیّ ان تواضعو، حتّٰی لایبغی احدٌ علیٰ احدٍ ولا یفتخر احدٌ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ:- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالےٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ آپس میں تواضع سے پیش آؤ۔ اور یہ نہ ہو کہ ایک دوسرے پر زیادتی کرو۔ اور ایک دوسرے کی حقارت کے واسطے فخر کرو۔

لغو باتوں سے اعراض کرو

من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔ (مالک و ترمذی)

ترجمہ:- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ جو لاحاصل بات ہو اسے چھوڑ دے۔

صحیح آدمیوں کی قحط الرجالی

تجدون الناس کابلٍ مائۃٍ لایوجد فیھا راحلۃ (الشیخان الترمذی)

ترجمہ:- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایک وقت ایسا آئے گا کہ) تم لوگوں کو دیکھو گے۔ جیسے ایک سو اونٹ کہ ان میں ایک بھی سواری کے لائق نہیں ہوگا (ایسے ہی سو آدمیوں میں ایک بھی بہمہ وجوہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہوگا۔

آنچہ بر جستیم و دیدم کم کہ بسیار است نیست
نیست جز انسان در ین عالم کہ بسیار است نیست

یعنی جس قدر ہم نے تلاش کی۔ اور جو نظر میں آئے وہ بہت ہیں اور نہیں ہیں۔
اس جہان میں انسان کے سوائے کچھ نہیں۔ کہ بہت ہیں اور نہیں ہیں۔

نماز اور تقوی اللہ کی تاکید

عن علی ابن ابی طالب قال کان اٰخر کلام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ الصلوٰۃ۔ الصلوٰۃ واتقوا اللّٰہ فیما ملکت ایمانکم۔ (ابوداؤد)

ترجمہ:- حضرت علی بن ابو طالب سے روایت ہے کہ آخری کلام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا نماز پڑھو نماز پڑھو اور اپنے غلاموں کے (یا ماتحتوں کے) بارے میں اللہ تعالےٰ سے ڈرو۔

من کانت الاخرۃ ھمہ جعل اللّٰہ غناہ فی قلبہ وجمع علیہ شملہ واتتہ الدنیا وھی راغمۃ ومن کانت الدنیا ھمہ جعل اللّٰہ فقرہ بین عینیہ وفرق علیہ شملہ ولم یاتہ من الدنیا الا ما قدر لہ فلا یمسی الا فقیرا ولا یصبح الا فقیرا وما اقبل عبد علی اللّٰہ بقلبہ الا جعل اللّٰہ قلوب المؤمنین تنقاد الیہ بالود والرحمۃ وکان اللّٰہ تعالیٰ بکل خیر الیہ اسرع (الترمذی)

۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو آخرت کا غم ہو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی یعنی بے پرواہ کر دیتا ہے اور اس کی پریشان حالی (مصائب مشکلات) اس کے واسطے جمعیت خاطر ہوتی ہے (وہ نہیں گھبراتا) اور دنیا اسے حقیر دکھائی دیتی ہے اور جس شخص کو دنیا کا غم ہو۔ اللہ تعالیٰ محتاجی کو اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے رکھتا ہے اور اس کے کام اس پر پریشانی طاری کر دیتے ہیں۔ اور دنیا کی کوئی (مطلوبہ) چیز اسے نہیں ملتی سوائے اس کے جو اس کے مقدر میں ہے۔ شام ہو تب وہ محتاج صبح ہو تب محتاج اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی شخص نے

(باقی برصفحہ ۱۵ کالم ۲)

بیگم صاحبہ حضرت امیر علیہ الرحمۃ کا مکتوب گرامی

اپنی بہنوں سے اپیل

آج کل رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ ہے جو مجاہدے کے لئے ایک نئی روح پھونکتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں خاص طور پر صدقہ و خیرات فرماتے تھے۔

میں آپ کی توجہ ایک کار خیر کی طرف مبذول کرانا چاہتی ہوں۔ آپ بخوبی جانتی ہیں کہ وسط یورپ یعنی برلین میں ہماری مسجد و مشن ہے۔ اور تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ محمد امان جرمن نومسلم امام برلین مسجد پاکستان کا دورہ کر کے واپس برلین پہنچے ہیں۔ اسی برلین مسجد کے لئے ہماری جماعت نے شاندار قربانیاں کی ہیں اور اس کی تکمیل کے لئے میری معزز بہنوں نے علاوہ معمولی چندے کے اپنے بیش قیمت زیورات دے کر جہاد و ایثار کا اعلےٰ نمونہ دکھایا تھا۔ اب میں چاہتی ہوں کہ وسط یورپ کے اس واحد مرکز اسلام کی مرمت و درستگی کے لئے بھی آپ سے درخواست کروں۔

پچھلی جنگ عظیم میں مسجد کو شدید صدمہ پہنچا۔ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی علالت طبع کے باوجود سخت محنت و جانکاہی مرمت کے لئے چندہ جمع کیا۔ جو مرمت پر خرچ ہوا۔ تاہم ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ مسجد کے ساتھ ایک ملحقہ مکان بھی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم اس بیت اللہ کو بنانے اور سنوارنے کے لئے رمضان المبارک میں کچھ رقم جمع کر دیں اور اسی لئے یہ عریضہ لکھ رہی ہوں۔

ہم عورتوں کو بالخصوص گھر کو بنانے سنوارنے کا شوق ہوتا ہے، اس لئے اس اللہ کے گھر کو سنوارنے کے لئے بھی ہمارے دلوں میں اسی طرح شوق و تڑپ ہونی چاہیئے جیسے اپنے گھر کے لئے، بلکہ بڑھ چڑھ کر کیونکہ یہی جذبہ اس اصلی گھر کو بلند و خوبصورت بنائیگا جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

سب احمدی بہنوں و بچیوں سے گذارش ہے کہ وہ خود بھی حصہ لیں اور اپنی سہیلیوں کو بھی اس کار خیر میں شامل کریں۔ خواہ کتنی ہی قلیل رقم ہو مگر اس ثواب میں شمولیت سے محروم نہ رہیں۔ محترم برادران سے میری التماس ہے کہ وہ میری اس آواز کو اپنے گھروں میں پہنچا دیں۔ وما توفیقی الا باللّٰہ۔

خاکسار بیگم محمد علی

نوٹ:- چندے کی رقوم صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام آنی چاہئیں اور یہ لکھ دیں کہ یہ رقم برلین مسجد کے لئے ہے۔ مجھے صرف اطلاع دیدیں تاکہ فہرست اسماء اخبار میں چھپ جائیں۔ اس فہرست کو میں اپنی ناچیز رقم مبلغ پچیس روپے سے شروع کرتی ہوں۔

اسلامی ریاست کا تصور

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(مترجمہ۔ محمد آصف)

ریاست کے جدید تصورات

ریاست کا حقیقی منصب آدمی کی آزادی اور انصاف کا تحفظ تھا۔ اور قوی ہمسایوں کے ظلم سے اُسے محفوظ رکھنا تھا۔ لیکن مادی تہذیب کی ترقی سے اس کا رجحان زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو اس کی آزادی سے محروم کرنا ہے۔ اور اسے غلام بنانا ہے۔ بجائے ظلم کو روکنے کے ظلم کا آلۂ کار بنتا ہے۔ وسیع نظر سے دیکھا جائے تو مادی تہذیب نے تین قسم کی ریاستوں کو پیدا کیا ہے جمہوری ریاست، فسطائی ریاست اور بالشویک ریاست۔ ان میں سے فسطائی ہمیں صاف الفاظ میں کہتے ہیں۔ کہ ریاست ہی سب کچھ ہے۔ اور فرد کا صرف یہی فرض ہے کہ اس کی مرضی کو عملی جامہ پہنائے۔ فسطائی لیڈر بالکل صاف گوئی سے کام لیتے ہیں۔ گو اس میں شک نہیں وہ غلطی پر ہیں جب وہ یہ کہتے ہیں یہ:۔

"یہ ادعا جس کی رُو سے انفرادی شخصیت کو آزادی و عظمت کا حق ہے۔ اس سے سوائے تباہی کے اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا"

اور یا یہ کہ

"آدمی اجتماع کے اندر اور اس کے ذریعہ سے ہی آزاد ہے۔ سارا اجتماع ہی نقطۂ اعلیٰ بن سکتا ہے جو کسی قسم کی بندش اور کنٹرول کو برداشت نہیں کر سکتا"

بالشویک ریاست جسے بجا طور پر سرمایہ دار ریاست کہنا چاہیئے۔ فسطائیت سے ایک قدم آگے جاتی ہے۔ اور فسطائی نظریہ کو عملی طور پر انتہا تک پہنچاتی ہے۔ اور فرد کو اس کی آزادی اور جائداد سے محروم کر دیتی ہے۔ جمہوریت جہاں تک اس کے نظریہ کا سوال ہے اس کے دعوے بلند بانگ ہیں لیکن عملی طور پر یہ اپنی مذکورہ بالا دو بہنوں سے بھی چار قدم آگے ہے۔ کیونکہ اُس نے مختلف ناموں کے ماتحت نسل انسانی کو اپنا غلام بنا رکھا ہے جس کا صرف یہ جرم ہے کہ وہ ضعیف و کمزور ہے۔

مادیت کی تثلیث

ریاست کے یہ جدید تصورات مغرب کی مادی تہذیب کی ترقی کا طبعی نتیجہ ہیں۔ مہذب دنیا کے خیالات پر مادی مفاد اس طرح سے مسلط ہے کہ خدا اور مذہب تو طاقِ نسیان کی زینت بن گئے ہیں۔ اور زندگی کی بلند اقدار کو بالکل فراموش کر دیا گیا ہے۔ صرف بالشویک روس میں ہی ایسا نہیں ہے جہاں کہ ریاست کا مذہب الحاد ہے۔ یا جرمنی جہاں کہ فوہرر دیوتا کیا جاتا تھا بلکہ اُن ممالک کا بھی یہی حال ہے۔ جو برائے نام مسیح اور عیسائیت کی وفاداری کا دم بھرتے ہیں۔

مغربی ریاست کی یہ تینوں اقسام گو اس بات پر تو متفق نہیں کہ خدا تعالیٰ کے جبروت اور قدرت کا زبان سے اقرار کیا جائے۔ کوئی اسکو منہ سے مانتی ہے۔ تو کوئی منہ سے بھی انکار کرتی ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ وہ ان خداؤں کے سامنے سر جھکانے پر متفق ہیں جنہیں مادی تہذیب نے خدا کی جگہ پیدا کیا ہے جسے انہوں نے قصۂ ماضی کہہ کر نظر انداز کر دیا ہے۔ قوم اور ریاست دو نئے خدا ہیں جن کے سامنے مہذب انسان سر بسجود ہے اور ان کے ساتھ ان کا ایک تیسرا معبود بھی ہے جو ہمیشہ سے مادی انسان کا معبود چلا آیا ہے۔ یوں مادیت نے کلیسا کی تثلیث کی بجائے اپنی تثلیث پیدا کر لی ہے۔ خدا۔ بیٹا اور روح القدس کے بجائے قوم، ریاست اور دولت تین خدا آج سب مغربی دنیا میں مسلم ہیں۔ معاشی فائدے اور دولت کا حصول مہذب انسان کا مقصد وحید ہے۔ قومی محبت اور ریاست کے نام پر وہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی قربانی کر سکتا ہے، مہذب آدمی کے دل میں دولت، قوم اور ریاست کی سب سے زیادہ قدر و منزلت ہے۔ وہ ان بتوں کی پرستش کرتا ہے۔

جھکنے کی خواہش انسانی فطرت میں ہے اگر انسان اپنے خالق کے حضور میں نہ گریں گے تو وہ اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے سامنے گریں گے۔ وہ اشیاء جو پرستش کے لائق نہ ہوں ان کی پرستش نے ہمیشہ انسانوں کو تباہ کیا ہے۔ دولت کا دیوتا اور اس کے دو ساتھی دیوتا قوم اور ریاست کی پرستش جن کے ذریعہ سے مادی تثلیث کا ایک بُت تیار ہوتا ہے۔ اب بھی تہذیب کو یقیناً تباہی کی طرف لئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جا رہی ہے۔

مہذب ریاست کے مظالم

ریاست کی ضرورت تو انسان کے انسان پر ظلم کے روکنے کے لئے تھی اور قوی کے مقابلہ میں کمزور کی حفاظت کے لئے تھی اور آدمی اور آدمی کے درمیان انصاف قائم کرنے کے لئے تھی لیکن ہم مہذب ریاست کو کہاں پہنچا ہوا دیکھتے ہیں؟ مغرب میں ریاست خواہ اس پر جمہوریت کا ظاہری نشان ہو یا فسطائیت، بالشوزم، یا سوشلزم کا لیبل ہو، اس کی غرض فتوحات اور اقتدار کا حاصل کرنا ہے۔ یا کمزوروں پر ظلم کرنا اور ان کو دبانا ہے جن کے متعلق یہ نظریہ بنایا گیا ہے کہ وہ خود اپنی حفاظت اور خبرگیری کے قابل نہیں ہیں۔ اس لئے دوسری طاقت ور قوم کو انہیں اپنے ماتحت رکھ کر ... غلام بنانے کا حق حاصل ہے۔ یہ صرف میکیاولی ہی نہیں ہے جس کے نزدیک انصاف اور ناانصافی کا لحاظ کوئی وقعت نہیں رکھتا اور جہاں ریاست کی حفاظت کا سوال ہو وہاں اخلاق دستور العمل نہیں ہوتے بلکہ وہ لوگ بھی جو میکیاولی کو زبان سے بُرا بھلا کہتے ہیں اور لفظوں میں اس کے اصول کو تسلیم نہیں کرتے وہ بھی اسی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے نکل گئے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ریاست کو وسیع کرنا اور اس کے اقتدار کو بڑھانا اتنا ہی ضروری ہے جتنی اس کی حفاظت ضروری ہے۔ ساری دنیا کا سونا اپنے قبضہ میں رکھتے ہوئے اور اپنے بموں اور بمبارُوں کے بل بوتے پر وہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ انہیں یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مملکت کو زیادہ سے زیادہ وسیع کریں اور اپنی قوم کو زیادہ سے زیادہ معاشی فائدے پہنچائیں دوسری قوم کے ملک پر یورش کرنا ان کا فرض بن گیا ہے یہ لوگ اپنے جیوش قاہرہ کو لیکر ناگہانی آفت کی طرح کمزوروں پر نازل ہوتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنی حفاظت نہ کر سکیں اور نہتوں اور بیکسوں پر آسمان سے آگ برسا کر ان کی بربادی کو دیکھنا ان کا سب سے بڑھ کر دل خوش کن مشغلہ ہے۔ حملہ کرنا مہذب ریاست کا خاصہ ہے۔ کمزور کے کوئی حقوق نہیں ہیں حقوق صرف اسی کو حاصل ہیں جو کہ قوت رکھتے ہیں جن کے اندر اتنی قوت ہے کہ اپنی قوت کی بناء پر عزت کرا سکیں اور لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرا سکیں۔ اگر ایک کمزور ہمسایہ ایک طاقتور ریاست کی باتوں کی پرواہ نہیں کرتا تو اس کا نام و نشان مٹا دیا جاتا ہے یہ ذہنیت ہر ایک مغربی قوم نے پیدا کر لی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک ریاست فوجی قوت اور اسلحہ جات میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور اس کا نتیجہ مختلف ریاستوں کی خوفناک کشمکش ہے اور ایک دوسرے کو تباہ کرنے کا زبردست ولولہ نسلِ انسانی میں اس شدت سے پیدا ہو گیا ہے کہ اب اسکو روکنے کا کوئی سامان نہیں رہا۔

ریاست ایک خطرہ

ان حالات کی تمام ذمہ داری ریاست کے مادی تصور پر عاید ہوتی ہے ہر ایک ریاست کے پاس لازمی طور پر اتنی قوت ہونی چاہیئے جس سے وہ حملے کے ظلم کو روک سکے اور کمزور کی حفاظت کر سکے اور سب کے ساتھ ایک جیسا انصاف کر سکے اور اب سائنس نے اس طاقت میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے۔ دوسری طرف زندگی کے متعلق مادی نقطۂ نگاہ نے آدمی کو اپنے انسانی بھائی بندوں کے خلاف طاقت کے استعمال میں اخلاقی پابندیوں سے آزاد کر دیا ہے اور قدرت کی طاقتوں پر تسلط حاصل کرنے میں جو ترقی ہوئی ہے اس نے نفس کی فتوحات یعنی ضبط نفس کو جو انسان کے خلاف انسان کے ظلم کو روک سکتا ہے۔ بالکل پس منظر میں پھینک دیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ حکومت کی بڑھتی ہوئی طاقتیں جن کا استعمال لازمی طور پر افراد کے ذریعہ ہوتا ہے وہ آدمی کی غلامی اور تباہی کے لئے استعمال کی جاتی ہیں بجائے اس کے کہ وہ اسے ظلم سے نجات دلانے میں استعمال کی جائیں اور حق و انصاف کو قائم کرنے کے لئے استعمال کی جائیں۔ کسی نے بالکل صحیح کہا ہے کہ سائنس نے انسان کو ایسی طاقتیں دے دی ہیں جو دیوتاؤں کے لئے موزوں ہیں لیکن ان کے استعمال کے لئے مہذب انسان نے وحشیوں کی ذہنیت اختیار کر لی ہے۔ ریاست فی الحقیقت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انسان کی خوشحالی کے لئے بہت بڑا خطرہ بن گئی ہے۔ فرد اس بُت کا اتنا غلام ہو چکا ہے کہ اپنی مرضی سے یا اپنی مرضی کے خلاف وہ اس مشین کے ایک پرزہ کی طرح کام کر رہا ہے جو انسانیت کو تباہ کر رہی ہے۔

اسلامی ریاست کا صدرِ اعلیٰ

اس بُرائی کا علاج کرنے کے لئے اسلام یہ چاہتا ہے کہ ریاست کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں دی جائے جن کے اندر سب سے پہلے خدا خوفی ہو۔ اسلامی ریاست کے قائد کو امیر کہا جاتا ہے یعنی جو حکم دیتا ہے، یا حکومت کرتا ہے اور امام بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ شخص جس کے نمونہ پر عمل کیا جائے یعنی جو بلند اخلاق کے معیار پر کھرا ہو۔ آنحضرت صلعم نے اپنے بعد امامت کا کام حضرت ابوبکر صدیق کے سپرد کر کے اپنا عندیہ ظاہر فرما دیا تھا کہ اسلامی حکومت میں قائد یا امیر کون شخص ہو سکتا ہے۔

جب آپ اس قابل نہ رہے کہ خود مسجد میں جاکر لوگوں کو نماز پڑھائیں تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنی غیر حاضری میں نماز کا امام مقرر فرما دیا تھا اور امام صلوٰۃ وہی شخص ہو سکتا ہے جو خوف خدا میں اور اخلاق میں بلند ترین رتبہ پر ہو تو گویا آپ نے بتا دیا کہ حکومت کی اہلیت میں خدا کا خوف اور تقوے اللہ اصل معیار ہے۔ عرصہ دراز تک دستور رہا کہ اسلامی ریاست کا قائد ہی نماز پڑھاتا تھا۔ نکوکاری، خدا ترسی اور دوسرے لوگوں کے حقوق کا خیال رکھنا اسلامی حکمران کے لئے ضروری خصوصیات تھیں۔ روحانی طاقت ہی صرف آدمی کو اس قابل بناتی تھی کہ وہ دنیوی حکومت کی طاقتوں کو کنٹرول کر سکے روحانی قوت کے فقدان کی صورت میں یہ خدشہ رہتا تھا کہ دنیوی حکومت کی طاقتوں کا ناجائز استعمال نہ کیا جائے قرون اولیٰ کی اسلامی ریاست کے انتظام میں روحانی اور دنیوی منصب جماعت کے رئیس میں جمع ہوتے تھے۔ اس لئے اسلامی نظام حکومت حکمرانی کی تاریخ میں کامل ترین ہے اسلامی حکومت کا صدر اعلیٰ دنیوی حکومت کے اختیارات کو استعمال کرتے وقت خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو۔ خدا تعالےٰ کے حضور میں اپنے آپ کو جوابدہ اور ذمہ دار سمجھتا تھا اور وہ لوگ جو اسے انتخاب کرتے تھے ان کے سامنے اس کی ذمہ داری ثانوی حیثیت رکھتی تھی۔

حضرت عمرؓ کے بعض واقعات

بعض حلقوں میں یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ اسلامی ریاست تھیوکریسی ہے۔ یعنی ایسی حکومت جس میں قائد خدا کا نمائندہ ہوتا ہے اسلامی ریاست کے صدر اعلےٰ نے کبھی اپنے آپ کو زمین پر خدا کا نمائندہ ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ نمائندہ وہ انہی لوگوں کا تصور کیا جاتا تھا جو اسے منتخب کرتے تھے اور جن کی خدمت کے لئے اسے منتخب کیا جاتا تھا لیکن وہ یقیناً اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سامنے ہر کام میں ذمہ دار خیال کرتا تھا۔ اس کے دل میں یہ احساس ہوتا تھا کہ اگر میں نے کوئی ناانصافی کی یا ظلم کیا تو مجھے منتخب کرنے والے گو اس کی باز پرس کر سکیں یا نہ کر سکیں لیکن اللہ تعالیٰ ضرور مجھ سے باز پرس کرے گا۔ تاریخ حضرت عمرؓ سے بڑا فاتح پیش نہیں کر سکتی جو آنحضرت صلعم کے دوسرے جانشین تھے۔ وہ ایک ہی وقت میں فاتح اور منتظم تھے۔ مگر ان کی رعایا کا ایک معمولی فرد بھی انہیں پبلک میں ملامت کر سکتا تھا اور وہ اسے ایسا کرنے سے روک نہیں سکتے تھے۔ "عمر خدا سے ڈرو" ایک آدمی نے بار بار کہا۔ اور جب بعض لوگوں نے اس آدمی کو روکنا چاہا تو حضرت عمرؓ نے خود دخل دیتے ہوئے فرمایا "اسے ایسا کہنے دو۔ ان لوگوں کا کیا فائدہ اگر وہ مجھے ایسی باتیں نہ بتائیں۔"

آپ چار ملکوں کے بادشاہ تھے۔ مگر رعایا کے ایک ایک فرد کی خبر گیری کو ملحوظ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ آپ رات کو بھیس بدل کر ایک قحط زدہ خیمہ کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جس کے پاس بچوں کے لئے کھانا نہیں تھا۔ آپ نہایت تیزی کے ساتھ مدینہ آئے جو وہاں سے تین میل کے فاصلہ پر تھا اور اس مفلس اور بیوہ عورت اور اس کے بچوں کو خوراک دینے کے لئے خود اپنے کندھوں پر آٹے کی بوری اٹھا کر لے جانے لگے جب بوجھ اٹھانے کے لئے ایک خادم نے اپنی خدمات پیش کیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:-

"اس دنیا کی زندگی میں تو تم میرا بوجھ
اٹھا لو گے مگر قیامت کے دن میرا
بوجھ کون اٹھائے گا؟"

جب حضرت عمرؓ بستر مرگ پر پڑے ہوئے تھے تو ایک نوجوان نے آپ کی مدح کی اور آپ کی عظیم الشان خدمات کی ستائش کی۔ تو آپ نے فرمایا:-

"دیکھئے نوجوان! اختیارات
کے استعمال میں جو مجھ سے کوتاہی
ہوئی ہے اگر اس کی تلافی میرے
اچھے کاموں سے ہو جائے تو
میرے لئے یہی بس ہے۔"

یہی وہ ذہنیت ہے جو انسانوں کو اپنے بھائی بندوں پر حکمرانی کے قابل بناتی ہے لیکن یہ ذہنیت خدا پر ایک محکم ایمان سے پیدا ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور میں جواب دہی کے احساس سے پیدا ہوتی ہے۔

ذمہ دار حکومت

اسلام نے ایک ذمہ دار حکومت پیدا کی جو دنیا کی کسی قوم میں نظر نہیں آتی مسلمان حکمران منتخب کرنے والوں کے سامنے اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتے تھے مگر اس سے بھی بڑھکر خدا کے حضور جوابدہ سمجھتے تھے۔ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ جو کچھ وہ کرتے ہیں سب سے پہلے خدا تعالےٰ کے حضور میں اس کے لئے جوابدہ ہیں۔ ایک شخص کو حکومت کے اختیارات سونپ دینا یقیناً اس کی عزت کرنا ہے۔ ایسی عزت کے قابل وہی لوگ ہوتے تھے جو اپنے فرائض منصبی کا سب سے بڑھکر خیال رکھتے تھے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم (الحجرات: ۱۳) تم میں اللہ کے نزدیک سب سے بڑھکر عزت کے قابل وہ شخص ہے جو سب سے بڑھکر اپنے فرائض کی ادائیگی ضروری خیال کرتا ہے۔ ایسے ہی لوگ تھے جنہیں دوسروں کا حاکم مقرر کیا جاتا تھا۔ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الیٰ اھلھا - اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو ادا کرو۔ (النساء - ۵۸) بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نااہل کو حکومت سپرد کرنا امانت کو ضائع کرنا ہے۔ ہر وہ شخص جسے نظام حکومت میں کوئی اختیارات دیئے جاتے تھے اسے بتایا جاتا تھا کہ وہ حکمران ہے اور وہ لوگ جو اس کے ماتحت ہیں ان کے لئے وہ خدا تعالیٰ کے حضور میں ذمہ دار ہے۔

"تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور
تم میں سے ہر ایک سے اس کی
رعایا کے متعلق سوال کیا جائیگا
ایک بادشاہ حکمران ہے اور اس سے
اس کی رعایا کے متعلق پوچھا جائیگا
اور آدمی اپنے گھر میں بادشاہ ہے
اور جو لوگ اس کی حفاظت میں ہیں
اس سے باز پرس ہوگی۔ ایک نوکر
بھی حکمران ہے جہاں تک اس
کے مالک کی جائداد کا تعلق ہے
اور جو چیز اسے تفویض کی گئی ہے
اس کے متعلق اس سے سوال کیا جائیگا۔"
(بخاری ۱۱-۱۱)

اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک حکمران یعنے ریاست کا صدر اعلےٰ ایک خادم کی مانند ہے جیسا کہ ایک خادم کے سپرد کوئی جائیداد کر دی جاتی ہے جس کے متعلق وہ اپنے آقا کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ریاست خدا کی ایک امانت ہے جو کسی کے سپرد کی جاتی ہے۔ وہ لوگ جنہیں حکومت کا منصب تفویض کیا جاتا ہے خواہ وہ کسی حیثیت میں ہوں لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرنا اور رعایا کی نگہداشت وہ اپنا اصلی کام سمجھتے تھے۔ اور اپنے فرائض کو اچھی طرح سرانجام دیتے ہیں وہ سب سے پہلے اپنے حقیقی آقا یعنے خدا تعالےٰ کے سامنے ذمہ دار تھے اور اس کے بعد ان لوگوں کے ذمہ دار تھے جنہوں نے یہ کام انہیں تفویض کیا تھا احکام و عمال فی الحقیقت ریاست کی مشینری کے مختلف پرزے ہیں اور نظام حکومت کی عمدگی کا بڑا انحصار اس بات پر نہیں کہ وہ نظام کیسا ہے بلکہ اس بات پر ہے کہ وہ پرزے ٹھیک کام کرتے ہوں اس لئے اسلامی نظام حکومت میں سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ عمال حکومت اچھے اور بلند اخلاق کے مالک ہوں۔

حقیقی جمہوریت

آیات قرآنی اور احادیث جو اوپر درج کی گئی ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ریاست کے اسلامی تصور کو تورخی بادشاہت سے کوئی مناسبت نہیں اور نہ ہی یہ مطلق العنان حکومت ہے۔ اسلامی حکومت کے صدر اعلیٰ کو ایسے اختیارات تفویض نہیں کئے جاتے جن کا محاسبہ نہ کیا جا سکے۔ مسلمانوں کی بڑی بڑی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے کہ مسلمان خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ہر قسم کی لغویات سے اجتناب کرتے ہیں، درگذر اور چشم پوشی سے کام لیتے ہیں، نماز کو قائم کرتے ہیں اور اس کے بعد فرماتا ہے وامرھم شوریٰ بینھم (الشوریٰ، ۳۸) اور ان کی حکومت آپس میں مشورہ پر قائم ہے۔ مشاورت کے اصول پر اس شدت سے عمل ہوتا تھا کہ خود حضرت نبی کریم صلعم کو حکومت کے امور میں صحابہ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے فاعف عنھم واستغفرلھم وشاورھم فی الامر (آل عمران ۱۵۸) پس ان کو معاف کر دو اور ان کے لئے استغفار کرو اور کام میں ان کا مشورہ لیتے رہو۔ یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جن سے ایک موقعہ پر آپ کی نافرمانی ہو گئی تھی جس سے اسلامی لشکر کو نقصان پہنچا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسروں کا تو کیا کہنا۔ ان لوگوں کو بھی مشورہ میں شامل کرنے کا حکم تھا جن سے کوئی قومی غلطی سرزد ہو گئی ہو۔ اسلامی حکومت صحیح معنوں میں جمہوریت ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم کے پہلے جانشین حضرت ابوبکرؓ تھے جن کو سب جماعتوں کی متفقہ رائے سے خلیفہ منتخب کیا گیا تھا۔ اور ان کے بعد کے تین خلفاء بھی اسی طرح منتخب ہوئے۔ ریاست کے نظام کی ضرورت کیوں پیش آئی اور ریاست کے صدر اعلیٰ کی آئینی اور دستوری حیثیت کیا تھی۔ اس کی وضاحت حضرت ابوبکرؓ نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمائی ہے:-

"تم نے مجھے خلیفہ انتخاب کیا ہے
(آنحضرت صلعم کا جانشین اور
اسلامی ریاست کا صدر اعلےٰ)
لیکن میں تم پر کسی قسم کی فوقیت
کا مدعی نہیں ہوں۔ تم میں سے
جو طاقتور ہے وہ میرے نزدیک
کمزور ترین رہے گا۔ یہاں تک
کہ میں دوسروں کے حقوق اس سے
حاصل نہ کر لوں۔ اور کمزور ترین طاقتور
ہوگا۔ یہاں تک کہ میں اس کے
حقوق حاصل کر لوں۔ اگر میں سیدھا
چلوں تو تم میری مدد کرو اور اگر میں
غلط راستہ پر چلوں تو تم مجھے سیدھا
کر دو۔ میرے حکم کی تعمیل کرو جب
تک میں خدا اور اس کے رسول
کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ اور جب
میں خدا اور اس کے رسول کے

حکم کی نافرمانی کروں تو مجھے تمہاری اطاعت کا کوئی حق نہیں ہے۔"

اسلامی امیر کی حیثیت

لوگوں پر ریاست کی طرف سے جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اس کے قوانین کا احترام کریں۔ اور اس کے احکام کی تعمیل کریں۔ جب تک کہ وہ خدا اور اس کے رسُول کی نافرمانی کا حکم نہ دیں اور ریاست کے وہ احکامات جن میں خدا اور اس کے رسُول کے احکامات کی نافرمانی پائی جائے ان کی تعمیل نہیں کرنی چاہیئے (بخاری ۵: ۱۸۸) یہ بیت قابل تعریف اور اعلیٰ درجہ کا جہاد سمجھا جاتا تھا کہ ظالم اور نا انصافی کرنے والے حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہا جائے (مشکوٰۃ) لیکن اس کے قائم شدہ اقتدار کے خلاف مخالفت یا بغاوت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ تم کھلا کھلا کفر نہ دیکھو جس کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس کھُلی کھلی دلیل ہو" (بخاری ۹۳: ۲)

ایسی انتہائی صورت میں خلیفہ کو معزول بھی کیا جاسکتا ہے۔ ریاست کا صدر اعلیٰ ریاست کا خادم ہے جسے بیت المال میں سے اس کے گذارہ کے لئے مقررہ تنخواہ دی جاتی تھی۔ اسے کوئی خاص حقوق حاصل نہیں تھے۔ اور اپنی ذاتی حیثیت میں اس کے خلاف عدالت میں مقدمہ بھی دائر کیا جاسکتا تھا۔ جیسا کہ ملت اسلامیہ کے اور کسی فرد کے خلاف اثر کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عمرؓ جیسے عظیم المرتبت انسان کو بھی جو چار سلطنتوں کے مالک تھے۔ ایک قاضی کی عدالت میں جوابدہی کے لئے بطور مدعا علیہ کے حاضر ہونا پڑا تھا۔ صوبوں کے گورنروں کے نام حضرت عمرؓ نے یہ حکم جاری کر رکھا تھا کہ وہ اپنا ایسا انتظام رکھیں کہ تمام اوقات میں شکایت کنندگان ان تک پہنچ سکیں اور انہیں کوئی دربان وغیرہ نہیں رکھنے چاہئیں۔ جو لوگوں کو ان تک پہنچنے سے روکیں اور دوسرے انہیں اپنے آپ کو اس قابل بنانا چاہیئے کہ محنت شاقہ کو برداشت کرسکیں۔ ریاست کا صدر اعلیٰ وزراء کی مدد سے انتظام حکومت کو چلاتا تھا اور حکومت کے تمام ضروری امور کا تصفیہ کونسل کیا کرتی تھی۔

وہ لوگ جنہیں گورنمنٹ کو چلانے کا کام تفویض ہوتا تھا جن میں حکومت کا صدر اعلیٰ بھی شامل تھا ان کے لئے ضروری ہوتا تھا کہ لوگوں کی بھلائی کے لئے کام کریں۔

"کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ لوگوں پر حکومت عطا کرتا ہے اور وہ ان کی بہتری کے لئے معاملات کا انتظام نہیں کرتا۔ تو بہشت کی خوشبو بھی اسے حاصل نہیں ہوگی" (بخاری ۹: ۹۴)

ان سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں۔ تاکہ وہ حکومت کے انتظام کی وجہ سے راحت محسوس کریں اور ان کے لئے ممنوع تھا کہ وہ ایسا کام کریں جس سے لوگوں میں نفرت کے جذبات پیدا ہوں۔"

(بخاری ۳ ۶ - ۶۴)

"انہیں حکم تھا کہ وہ سادہ زندگی بسر کریں اور وہ لوگ جنہیں ان کی خدمات کی ضرورت ہو وہ ان تک آسانی سے پہنچ سکیں"

(مشکوٰۃ - ۷۷)

"ان کے اندر خدا خوفی ہو"

(بخاری ۸ - ۶۲)

ریاست کے لئے صرف یہی ضروری نہیں تھا کہ وہ ایسے خاندانوں کی خبرگیری کرے جن کا پُرسان حال کوئی نہ ہو۔ بلکہ یہ بھی ضروری تھا کہ "وہ لوگوں کے قرضہ جات ادا کرے۔ جو جائز ضروریات کے لئے لئے گئے ہوں اور وہ ادا نہ کر سکے ہوں" (بخاری ۱۱-۴۲)

مدافعانہ جنگ

جہاں تک دوسری ریاستوں سے تعلقات کا سوال ہے اور صلح اور امن کے معاملات کا تعلق ہے اسلامی ریاست کا دستور العمل مدافعانہ جنگ اور فیاضانہ صلح ہے۔ جنگ ایک ناگزیر انسانی حالت ہے۔ لیکن اس کے متعلق اسلامی اصول کو نہایت وضاحت کے ساتھ صاف لفظوں میں بیان کیا گیا ہے کہ کسی جارحانہ اقدام کی اجازت نہیں ہے۔ صرف مدافعت میں مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ اور اس حد سے تجاوز نہ کرو"۔ (البقرہ ۱۹۰) اور ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا ہے۔ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا ان لوگوں کو (جنگ کی) اجازت دی جاتی ہے جن سے لڑائی کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا (الحج - ۳۹)

یہ آیات اس امر میں مطلق شبہ نہیں رہنے دیتیں کہ اسلام جارحانہ جنگ کی اجازت نہیں دیتا نہ یہ فتوحات کے لئے جنگ کی اجازت دیتا ہے اور نہ اثر و نفوذ کے لئے جنگ کی اجازت دیتا ہے یہ اس صورت میں جنگ کی اجازت دیتا ہے جب اسلامی ریاست پر حملہ کیا جائے اور اس صورت میں اگر دشمن صلح کی درخواست کرے تو صلح کرنا ضروری ہے۔ اسلام کے دشمنوں نے اسلامی ریاست اور اسلام کو تباہ کرنے کے لئے حملہ کیا۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا "اور وہ تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے لوٹا دیں۔ اگر انہیں طاقت ہو (البقرہ ۲۱۷) لیکن اگر ایسے دشمن بھی صلح کی خواہش کریں تو اسلامی ریاست اس کو رد نہیں کرسکتی "اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اس طرف جھک جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو"

(الانفال ۶۱)

صلح کی تجویز غیر مخلصانہ بھی ہوسکتی ہے صلح اس لئے بھی کی جاسکتی ہے تاکہ وقت ٹل جائے اور دوسری جنگ کے لئے تیاری کی جاسکے لیکن اس صورت میں بھی صلح کو ترجیح دی گئی ہے۔ "اگر وہ تمہیں فریب دینا چاہتے ہیں تو یقیناً اللہ تمہارے لئے کافی ہے" (الانفال - ۶۲) مسلمان کا خدا پر ایمان اس بات کی ضمانت تھا کہ اگر دشمن دوسری دفعہ جنگ کرے گا تو اسے دوسری دفعہ بھی شکست ہوگی اور اسے صلح کے لئے درخواست کرنی پڑے گی۔

ایسی جنگ فی الواقعہ رحمت تھی یہ اپنے آغاز میں بھی رحمت تھی کیونکہ یہ مدافعت میں لڑی جاتی تھی جو ان کو نیست و نابود کرنے پر تُلا ہوا تھا۔ اور یہ اپنے خاتمہ پر بھی ایک رحمت تھی جبکہ ظالم صلح کے لئے درخواست کرتا تھا۔ اس جنگ کا اصل مقصد مظلوم کی حفاظت اور حمایت تھا نہ کہ ظالم کو نیست و نابود کرنا۔ یہ ان لوگوں کے لئے رحمت تھی جو فوج کا حصہ نہیں بلکہ سول آبادی کا حصہ ہیں اور جو آجکل کے مہذب جنگوں میں لڑنے والوں سے زیادہ جبر اور ظلم کا شکار ہوتے ہیں۔ جو لوگ لڑائی میں شامل نہیں ہوتے ان کو قتل کرنے کی صراحت کے ساتھ ممانعت کردی گئی ہے۔ (بخاری ۷۴: ۱۵۶) ظالموں کو بھی نیست و نابود نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ نیست و نابود کرنا ہی صرف ظلم کو روکنے کا ذریعہ نہیں۔ بعض اوقات ایک پیمانہ صلح سے جنگی سے بڑھکر اصلاح ہوجاتی ہے کسی قوم کو برباد کرنے کی کوشش سے انتقام کی آگ مغلوب قوم میں اور زیادہ بھڑک اٹھتی ہے اور کریمانہ صلح سے دلوں میں ایک نیک اور اعلیٰ درجہ کا تغیر پیدا ہوجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام ایک ظالم کی طرف سے صلح کی پیشکش کو رد کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

ظالموں سے آنحضرت صلعم کا سلوک

اس کریمانہ طریق سے آنحضرت صلعم اپنے دشمنوں سے پیش آیا کرتے تھے۔ ۱۳ سال تک متواتر آنحضرت صلعم کے دشمنوں نے آپ پر ستم توڑے اور ایسے مظالم کئے جو وہم و گمان میں نہیں آسکتے۔ آپؐ اور آپ کے متبعین پر سفاکانہ مظالم کئے گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے گھروں سے ہجرت کر گئے اور مدینہ کے دُور افتادہ مقام پر انہیں امن نصیب ہوا۔ تو مکہ کے طاقتور سپاہیوں نے ان کے گھر پر حملہ کیا۔ دشمنوں نے تین مرتبہ مدینہ پر حملہ کیا۔ تاکہ مسلمانوں کی مختصر سی پناہ گزین جماعت کو تباہ و برباد کر دیا جائے لیکن جب فتح مکہ پر وہ وقت آیا کہ ظالم لوگوں کو سزا دی جائے۔ جو اس وقت آنحضرت صلعم اور آپؐ کے متبعین کے رحم و کرم پر تھے انہیں اس وقت محبت کا پیغام دیا گیا لا تثریب علیکم الیوم۔ آج تم پر کچھ ملامت نہیں۔ اس کریمانہ سلوک نے ان کے دلوں کی کایا پلٹ دی اور خون کے پیاسے دشمن گہرے دوست بن گئے۔ ایسی ہی صلح کی دنیا کو اس وقت ضرورت ہے لیکن صرف وہ ریاست جو اسلام کے وسیع اصولوں پر قائم ہو ایسی صلح پیش کر سکتی ہے۔

جہاد کا حقیقی مفہوم

جہاد کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں جو اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رُکن ہے جہاد کے معنی ہیں دشمن سے مدافعت میں اپنی طاقت کو صرف کرنا یا کسی ناپسندیدہ چیز کے خلاف جدوجہد کرنا۔ اسلامی اصطلاح میں یہ دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ خالص تبلیغی مساعی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ہر مسلمان کا سب سے پہلا فرض اسلام کی دعوت دینا ہے۔ یہ وہ مستقل فرض ہے جو سب مسلمانوں پر سب زمانوں میں عائد ہوتا ہے اور اس کا دوسرا فرض وہ ہے جو خاص حالات میں پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید اور حدیث ان دونوں فرائض کی طرف نہایت واضح اور زور دار الفاظ میں توجہ دلاتے ہیں۔ کافروں کے خلاف قرآن مجید کے ساتھ جہاد کبیر یعنی ایک عظیم الشان جدوجہد کرنے کا حکم ہے۔ وجاھدھم بہ جھادا کبیرا (الفرقان) اس قرآن کے ساتھ اس سے وہ جہاد کرو جو بہت بڑا جہاد ہے۔ اس لئے اسلام کا بڑا جہاد تلوار سے نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کے ساتھ ہے یعنی تبلیغی مساعی سے تمام اقوام عالم تک اسلام کا پہنچانا۔ اس لئے یہ بھی حکم ہے کہ مسلمانوں میں ہمیشہ ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں۔ اور اچھے کاموں کا حکم دیں۔ اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونیوالے ہیں (آل عمران)

دین میں کوئی جبر نہیں

اس میں شک نہیں کہ جنگ کی اجازت تھی لیکن اس کی ان لوگوں کے خلاف بطور مدافعت کے اجازت تھی۔ جو اسلام کو نیست و نابود کرنا چاہتے تھے

(باقی بر صفحہ کالم)

امارت و قیادت کی ذمہ داریاں

شیخ غلام قادر صاحب ایم۔اے بار ایٹ لاء سرگودھا

عن ابی موسیٰؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الاشعریین اذا ارملوا فی الغزو او قل طعام عیالھم بالمدینۃ جمعوا ما کان عندھم فی ثوب واحد ثم اقتسموہ بینھم فی اناء واحد بالسویۃ فھم منی وانا منھم - بخاری باب الشرکۃ فی الطعام وغیرہ -

امداد باہمی کی قدر و منزلت اس حدیث میں بیان ہوئی ہے۔

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قبیلہ اشعری کے لوگ جب جہاد میں فقیر ہو جایا کرتے ہیں اور ان کے عیال کا کھانا مدینہ میں کم ہو جاتا ہے تو وہ لوگ (اپنے سردار کے ماتحت) اپنا تمام مال ایک کپڑے پر جمع کر لیتے ہیں۔ اور پھر آپس میں ایک پیمانہ سے برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

تنظیم اتحاد اور یقین محکم کا نظارہ

سعد بن ابی وقاص بحرہ شیر سے آگے بڑھتے ہیں تو دجلہ اپنی پوری طاقت و تیزی کے ساتھ سد راہ بن جاتا ہے۔ جگہ جگہ سے پل توڑ کر مسمار اور بیکار کر دیئے گئے ہیں۔ کشتی کوئی نظر نہیں آتی جو اس شیر دل جرنیل اور اس کی فوج کو سرزمین مدائن یعنی دجلہ کے پار پہنچا دے۔ فوج کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

"برادران اسلام! دشمن نے ہر طرف سے مایوس ہو کر دامن دریا کو پناہ گاہ بنا لیا ہے۔ جو اماں ملت یہ مہم بھی سر کر لو تو مطلع صاف ہے ــــ اللہ اکبر! کیا مسلم جرنیل اور سپاہی کی شان اور بلند ہمتی ہے۔ فوج کو قول سے نہیں بلکہ فعل سے حکم دیتے ہیں کہ دریا میں کود پڑو۔ سعدؓ اپنی گرمانے والی اور حیات بخش تقریر ختم کرتے ہی گھوڑا دریا میں ڈال دیتے ہیں بس پھر کیا تھا ساری فوج نے اس تند و تیز دھارے میں گھوڑے دوڑا دیئے۔ موجیں پیچ و تاب کھا کر گھوڑوں سے آ آ کر ٹکراتیں مگر انہیں جنبش تک نہیں دے سکیں۔ سوار ہیں کہ رکاب سے رکاب ملا کر بے فکری سے آپس میں باتیں کرتے چلے جا رہے ہیں یہاں تک کہ میمنہ و میسرہ (دائیں بائیں) ترتیب میں بھی ذرا فرق نہیں آنے دیتے تمام فوج جب کنارے پر پہنچی تو حیرت زدہ ایرانی پکار اٹھے۔ "دیواں آمدند" (طبری) (از سیر الصحابہ)

عبرت انگیز نظارہ

سعدؓ مدائن میں داخل ہوئے تو جہاں تک نگاہ جاتی تھی ویرانہ اور سناٹا چھایا ہوا تھا، یہ پُر رونق دار الخلافہ عبرت انگیز نظارہ پیش کر رہا تھا آپ کی زبان سے بے اختیار آیات جاری ہو گئیں:۔

کم ترکوا من جنات و عیون و زروع و مقام کریم و نعمۃ کانوا فیھا فاکھین کذالک واورثناھا قوماً اخرین (الدخان)

ترجمہ:۔ کتنے باغ اور چشمے انہوں نے چھوڑے اور کھیتیاں اور عزت والے مقام اور فراخی، اور آسودہ زندگی جس میں وہ خوش تھے (ان سے چھین لئے گئے) ایسا ہی ہوا اور ہم نے ان تمام چیزوں کا وارث دوسرے لوگوں کو بنا دیا۔ (سیر الصحابہ)

قابل قدر نصائح

سپین میں خاندان بنی امیہ میں سے ہاشم جس نے علماء و طلباء کی دستگیری کی عربی مدارس ملک میں جاری کئے اور تمام ملک میں تعلیم مفت کر دی اور ان کا تمام خرچ خزانہ پر ڈالا۔ جب ۷۹۴ء میں بستر مرگ پر تھا تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ اپنے بیٹے اعلم کو جو کہ اس وقت ۲۲ سالہ نوجوان تھا بلا کر وصیت فرمائی۔

"اے فرزند سلطنت اور حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ جب چاہے چھین لے اور جسے چاہے عطا کر دے۔ جب تو اس عطیۂ ربانی سے فیضیاب ہو تو اس کی اس عظیم الشان نعمت کا شکر ادا کر اور شکر گزاری کا طریق یہ ہے کہ:۔

(۱) اس کی مخلوق کے ساتھ نیکی کر خصوصاً ان کے ساتھ جو ہماری حفاظت میں ہیں۔

(۲) امیر ہو یا غریب سب کے ساتھ برابر سلوک کر ظلم مت روا رکھ ظلم تباہی کا پیش خیمہ ہے۔

(۳) اپنی رعایا پر مہربان رہ۔

(۴) حکومت صرف ان لوگوں کے سپرد کر جو صفات پسندیدہ رکھتے ہوں۔

(۵) ایسے وزراء اور عمال حکومت کو سزا دے جو رعایا پر سختی کریں۔ اور محصولات (ٹیکس) کی زیادتی سے رعایا کو ہمیشہ تباہ حال رکھیں۔

(۶) جب تو فوج کشی پر مجبور ہو تو یاد رکھ کہ ہماری فوج محافظ ملک ہو۔

(۷) جو وعدہ تو پورا نہ کر سکتا ہو وہ کام نہ کر سکنے اور ٹال دینے کے لئے نہ ہو۔

(۸) اے فرزند اس بات کو مد نظر رکھنا کہ رعایا کی محبت ملک کی حفاظت ہے۔ اور رعایا کی ناراضی و حقارت زوال سلطنت کا باعث ہے۔

(۹) رعایا میں سب سے زیادہ اہم اور لائق توجہ کاشتکار لوگ ہیں۔ یہ وہ محنتی اور جفاکش طبقہ ہے جو ہماری روزی کے لئے زمین سے غلہ نکالتے ہیں اور ہم اپنے محلوں میں آرام سے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ ان کی زراعت ان کے باغات اور ان کی ہر قسم کی پیداوار کو پامالی اور تباہی سے بچانا حکومت کا فرض ہے۔ اے عزیز! اگر میری باتوں پر عمل پیرا ہو گے تو رعایا بھی خوشحال اور وفادار رہے گی اور تمہارا بھی روئے زمین کے نامور بادشاہوں میں شمار ہوگا۔"

ما من عبد یسترعیہ اللہ تعالیٰ رعیۃ یموت یوم یموت وھو غاش لرعیتہ الا حرم اللہ تعالیٰ علیہ الجنۃ -

(الشیخان)

یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص کو اللہ تعالیٰ صاحب رعیت یعنی فرمانروا بنائے اور وہ مرتے دم تک رعایا کے حقوق ادا کرنے سے غافل رہے اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا"۔ باقی - باقی

اسلام چیز کیا ہے خدا کیلئے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کا مکتوب

الدین بلڈنگ - ۲۰ مئی ۱۹۵۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عزیز المحترم آصف سردار

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ابھی ابھی پیغام صلح کا تازہ نمبر ۱۶ ملا میں نے اسے کھولتے ہی اس کی ترتیب پر نظر کی اور آپ کا مضمون پڑھا بڑی خوشی ہوئی، اس وقت تک مجھے خیال نہ تھا کہ آپ نے اسے ایڈٹ کیا ہے۔ پھر پہلا صفحہ دیکھا تو بہ حیثیت ایڈیٹر آپ کا نام پڑھ کر میری مسرت میں اور اضافہ ہوا۔

میں خود ایک مضمون اسی نوعیت کا لکھنا چاہتا تھا کہ اسلام کی تبلیغ و ترقی ہندوستان میں سلطنت کے ذریعہ نہیں بلکہ اسلام کی روحانی قوت کے ذریعہ ہوئی ہے، اسی سلسلہ میں احمدیت کے ذریعہ اسلام کے دوبارہ احیاء کو پیش کرنے کا عزم تھا اور دیر ہے مگر یہ آپ کے حصہ میں آنے والی نعمت تھی۔ بارک اللہ فی علمک و عملک

(۲) مکرم الحاج میاں محمد صاحب کی صحت کا کیا حال ہے۔ ان میں ایک کام کرنے والی صاحب عزم و ایثار روح ہے اللہ تعالیٰ انہیں کامل صحت دے ان کی خدمت میں میری طرف سے سلام مسنون عرض ہے ...... عرفانی کبیر

اسلام اور سیاست کا تصور (بسلسلہ صفحہ ۲)

جیسا کہ اوپر تفصیل کے ساتھ آ چکا ہے دوسروں کو زبردستی اسلام قبول کروانے کے لئے تلوار استعمال نہیں کی جا سکتی اور صاف الفاظ میں دین میں جبر کی ممانعت کی گئی ہے۔ لا اکراہ فی الدین دین میں کوئی زبردستی منوانا نہیں (البقرہ - ۲۵۶) آنحضرت صلعم کی زندگی کا ایک بھی واقعہ ایسا نہیں جس میں کوئی مہم اس غرض سے اختیار کی گئی ہو کہ لوگوں کو زبردستی اسلام میں داخل کیا جائے اور ایک بھی فرد کی مثال نہیں ملتی جسے تلوار کے زور سے مسلمان ہونے کے لئے کہا گیا ہو۔ جہاں تک حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کی لڑائیوں کا ذکر ہے تو اس ضمن میں حضرت عمرؓ کے اپنے الفاظ کا درج کرنا بہتر ہوگا

"میں چاہتا ہوں کہ عراق عرب اور دوسرے ممالک جو اس سے پرے ہیں۔ ان کے درمیان پہاڑوں کی روک ہوتی کہ نہ ایرانی ہم تک پہنچ سکیں اور نہ ہم ان تک پہنچ سکیں" حتیٰ کہ میور کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ کی جنگوں کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے:۔

"اسلام کو جبراً ایک عالمگیر مذہبی جنگ کے ذریعہ پھیلانے کے شرعی فرض کا ابھی مسلمانوں کو احساس نہ ہوا تھا"

اگر آنحضرت صلعم کی زندگی اور ابتدائی خلافت میں مسلمانوں کو ایسے تصور کا علم نہیں تھا تو پھر یہ یقیناً اسلامی تصور نہیں ہے۔

عیسائی مبلغوں کے طریق کار

عیسائیت اسلامی ممالک میں کامیاب نہیں ہو سکتی

قریباً ڈیڑھ سو سال سے عیسائی مبلغ اسلامی ممالک میں تبلیغ اور اشاعت کا کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے صرف عیسائیت کی تبلیغ کے لئے سینکڑوں ہسپتال، سکول اور کالج قائم کئے لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں بائیبل کا ترجمہ کر کے اسے اسلامی ممالک میں پھیلایا لیکن ان سر توڑ تبلیغی مساعی کے باوجود نتائج نہایت مایوس کن ہیں جس سے عیسائی مشنوں کی مشکلات دن بدن بڑھ رہی ہیں اور انہیں اپنی کامیابی بالکل ناممکن نظر آتی ہے، عیسائی مبلغوں کے قلوب میں امید پرستی اور رجائیت کی لہر پیدا کرنے کے لئے عیسائی مفکر اس امر کی تلقین کر رہے ہیں کہ اگر عیسائیت کو اتنے طویل عرصہ میں کامیابی نہیں ہوئی، تو مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ عیسائیت کی تبلیغ ایک صدیوں پر پھیلا ہوا عمل ہے۔ بلجیم کے ملک میں عیسائیت کو پھیلنے کے لئے چار سو سال لگے۔ فن لینڈ میں تین سو سال اور جرمنی کو عیسائی ہونے میں اس سے بھی زیادہ صدیاں لگیں۔ باوجود اس کلچرل وقار اور سیاسی اقتدار کے جو قرون وسطی میں کلیسا کو حاصل تھا۔ عیسائیت کے پھیلنے میں یہ تعویق وجود میں آئی۔ مشرق کے اسلامی ممالک میں اگر عیسائیت نہیں پھیلتی تو چنداں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔

اسی مایوسی کو دُور کرنے کے عیسائی مبلغوں کو عیسائیت کی تبلیغ کے مختلف طریق کار سمجھائے جا رہے ہیں۔ مسلم ورلڈ جو عیسائیوں کا ایک مشہور سہ ماہی رسالہ ہے اس میں ایک عیسائی پادری اسے رولینڈ پٹ دے کا بیان شائع ہوا کہ انھوں نے قریباً بارہ سال تک مشرقی افریقہ میں عیسائیت کی تبلیغ کی ہے اور ان کی تبلیغ سے ایک مسلمان بھی عیسائی نہیں ہوا۔ اس ناکامی کی وجوہات کا تجزیہ انہوں نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے:۔

"بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلامی دنیا میں تبلیغ کرنے کے دو طریق ہیں۔ پہلا طریق یہ کہ دوران تبلیغ میں اختلافی مسائل کو نظر انداز کیا جائے ابتدا میں میں اس طریق کار کا مؤید تھا۔ لیکن اب نہیں۔ میرا خیال بدل چکا ہے۔ کیونکہ اس طرح تو ہماری طرف کوئی توجہ ہی نہیں دیتا۔ دوسرا طریق جو حد درجہ کا سریع الاثر ہے وہ یہ ہے کہ ہم نہایت تحدی اور قطعیت کے ساتھ اسلامی دنیا میں اپنے عقائد کو پیش کریں اور ڈنکے کی چوٹ سے کہیں مسیح خدا کا بیٹا ہے اور یہ کہ مسئلہ توحید اور تثلیث میں بنیادی اختلاف ہے۔ چنانچہ میں نے تجربہ کے طور پر نہایت تحدی کیساتھ مسیح کی الوہیت اور مسئلہ تثلیث کو پیش کیا۔ اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر اعتراض بھی کر دیئے جن سے گو عیسائی تو کوئی نہیں ہوا لیکن کم از کم یہ نتیجہ نکلا کہ مسلمان بھڑک اٹھے اور ہماری طرف متوجہ ہو گئے"۔

اس مندرجہ بالا بیان کا مطلب یہ ہے کہ ان کی گذشتہ تبلیغی روش بالکل ناکام ہو چکی ہے۔ انہیں اس روش کو یک قلم موقوف کر دینا چاہیئے، ورنہ اگر انہوں نے اس روش اور طریق کار کو جاری رکھا تو کامیابی ہرگز نہیں ہو سکتی سو مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کا طریق کار جارحانہ ہونا چاہیئے جس سے مسلمان بھڑک اٹھیں اور ان کی طرف متوجہ ہوں۔ لیکن کچھ عرصہ بعد مسلم ورلڈ میں ایک اور مضمون شائع ہوا جس میں پھر پہلے طریق کار کی تلقین کی گئی ہے معلوم دیتا ہے یہ طریق کار مفید ثابت نہیں ہوا۔ چنانچہ ایک صاحب جن کا نام جان ای مرل ہے اپنے مضمون جس کا عنوان ہے:۔

"مسلمانوں کے دوست"

میں رقمطراز ہیں:۔

"اس تجزیہ کی روشنی میں، عیسائی اور مسلمانوں کے تعلقات کا ایک خاکہ پیش کیا جا سکتا ہے جس میں عداوت اور جارحانہ اعتراضات کی آمیزش نہ ہو .... اس رویہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں میں مشترک مشاغل پیدا ہو سکتے ہیں جس سے وہ ایک دوسرے کی باطنی زندگی کا مطالعہ کریں اور روحانی صداقت کے عمق پر باتیں غور کرنے کا موقعہ ملے .... فرض کرو ان دو قوموں کے درمیان ایسا سمجھوتہ اور فضا پیدا ہو جاتی ہے تو ایسی فضا کے نتائج یقیناً خوشگوار نکلیں گے مسلمان عیسائیوں کو غیریت اور رشک کی نگاہوں سے دیکھنا چھوڑ دیں گے اور اعتماد اور خلوص کے تعلقات قائم ہو جائیں گے اور آپس میں ایک قسم کا تعمیری تبادلۂ خیالات ہو سکے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔"

لیکن سوال یہ ہے کہ آیا یہ طریق کار کبھی کامیاب ہو سکتا ہے یا اس کی حیثیت اور نوعیت محض ایک تخیل کی ہے عیسائی مبلغوں نے اس طریق کار کو بھی آزما کے دیکھ لیا ہے۔ لیکن نتیجہ وہی نکلا ہے چنانچہ پادری رولینڈ پٹ دے کا بیان اس امر پر شہادت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے وہ کہتے ہیں بارہ سال تک متواتر انہوں نے اس پر عمل کیا ہے اور یہ حربہ کارگر نہیں ہوا، ورنہ آئندہ کارگر ہونے کی توقع ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس رسالہ میں لکھا ہے:۔

"مشرقی افریقہ میں گذشتہ بارہ سالہ تبلیغی مساعی پر نظر دوڑاتے ہوئے شہادت دے سکتا ہوں کہ ہماری تبلیغ سے ایک فرد واحد بھی عیسائی نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ وہ مسلمان جن سے میرے دوستانہ مراسم ہیں، انھوں نے کبھی حضرت مسیح کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ سو میرے لئے زمانہ ماضی پر نظر ثانی کرنا مایۂ سکون واطمینان نہیں۔"

چنانچہ مندرجہ بالا بیانات کی روشنی میں اگر غور سے دیکھا جائے تو ہمارا اس نتیجہ پر پہنچنا ناگزیر ہے کہ عیسائی مبلغوں کے طریق کار یعنی جارحانہ اعتراضات کی بوچھاڑ یا صلح کل کی روش سے مسلمانوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش دونوں بری طرح سے ناکام ہو چکے ہیں۔ اور اسلامی ممالک میں ان کی توقعات نقش بر آب ہیں۔ ان کا یہ خیال کہ آہستہ آہستہ عیسائیت اسلامی دنیا میں پھیل جائے گی ممکن نہیں۔ بت پرست ممالک میں عیسائیت کا پھیلنا یقیناً آسان تھا۔ کیونکہ وہ اقوام جو کئی معبودوں اور خداؤں کو ماننے والی ہو، وہ تین خداؤں کے تخیل کو قبول کر سکتی ہے لیکن وہ قوم جو صرف ایک خدا کی ماننے والی ہو، اور اس کا خدا بھی وہ خدا ہے جس کی تقدیر ذرہ سے لے کر آفتاب تک حاوی ہے وہ بت پرستی کی طرف کیسے مائل ہو سکتی ہے کا اور فانی اور محسوس انسانوں کی الوہیت کی کیسے قائل ہو سکتی ہے، کھاتے، پیتے، اٹھنے بیٹھنے والے اشخاص مسلمانوں کی نگاہوں میں کبھی الوہیت کے پیکر نہیں بن سکتے قرآن کا صاف ارشاد موجود ہے۔

"مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ۔

ترجمہ:۔ مسیح ابن مریم سوائے رسول کے کچھ نہیں اس سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں۔ اور اس کی ماں صدیقہ تھی۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو کس طرح ہم ان کے لئے باتیں بیان کرتے ہیں۔"

سو طریق کار کے الٹنے پلٹنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ بلکہ سوال تو مسلمانوں کے دماغی رجحانات اور نقطۂ نگاہ کا ہے۔ مسلمان حضرت مسیح علیہ السلام کو صرف خدا کا ایک برگزیدہ رسول مانتے ہیں، جیسا کہ خدا تعالےٰ کے اور رسول گذرے ہیں اسلام میں تو حضرت سرور دو عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بشریت سے بلند نہیں سمجھا جاتا۔ تو بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر اور رسول کو کیسے خدا کا بیٹا تسلیم کیا جائے۔ یہ تو ایک غلو ہے جو حضرت عیسے علیہ السلام کے بعد پیدا کیا گیا۔ سو عیسائی مبلغوں کو پیشتر اس کے کہ دوسروں کو اس غلو کی تلقین کریں خود اس کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ قل یا اهل الكتاب لا تغلوا في دينكم غير الحق۔

سو حقیقت یہ ہے کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے روحانی معیار میں اختلاف ہے، یہ زمانہ علم اور سائنس کا زمانہ ہے، اس میں خود عیسائی قومیں عیسائیت کے توہمات کو چھوڑ رہی ہیں، تو اسلام جو کہ دین فطرت ہے اس کے ماننے والے اس توہمات کے پلندے کو کیسے قبول کر سکتے ہیں سو اس بنیادی اختلاف کی وجہ سے مسلمان لوگ کبھی عیسائیت کو قبول نہیں کر سکتے۔ اور نہ عیسائیت اسلامی ممالک میں کامیاب ہو سکتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عیسائی مبلغوں کے دونوں طریق کار یعنی تبلیغی تشدد اور تبلیغی عدم تشدد بری طرح سے ناکام ہوئے ہیں اور خود ان کے مبلغ اس کی شہادت پیش کر رہے ہیں۔ سو اس تجربہ کی شہادت کے ہوتے ہوئے عیسائیوں کو اپنی کامیابی کی توقعات منقطع رکھنی چاہئیں۔

(عاصف)

پاکستان کے صنعتی امکانات کا جائزہ

عبدالرحیم شبلی بی کام

کیا پاکستان زرعی ملک ہے

آج پاکستان ایک زرعی ملک نظر آتا ہے اس کے ۹۲ فیصدی سے زائد باشندے بالواسطہ یا بلاواسطہ کھیتی باڑی سے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ لیکن ایک زمانہ تھا کہ پاکستان کی مصنوعات دنیا بھر میں شہرت رکھتی تھیں۔ اور مصر و روما کے درباروں تک ان کی دھوم مچی تھی۔ چنانچہ ڈھاکہ کی ململ اور مرشد آباد کا ریشم نہ صرف مغلوں کے شاہی محلوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ بلکہ غیر ممالک کے اُمراء اور شہزادے بھی اسے پہننے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بیشمار چھوٹی چھوٹی صنعتیں ایسی تھیں جو مسلمان بادشاہوں اور عوام کی سرپرستی میں ملک کی دولت میں اضافہ کرتی رہیں، چنانچہ اس حقیقت کا اعتراف ۱۹۱۸ء کے صنعتی کمیشن نے بھی کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:-

"یورپ موجودہ صنعتی نظام کا جنم داتا ہے۔ لیکن جس زمانہ میں وہاں وحشی اور جاہل لوگ آباد تھے۔ ہندوستان اپنے بادشاہوں کی دولت اور صنعتکاروں کے فنی کمال کے لئے شہرۂ آفاق تھا۔ بلکہ اس کے بعد بھی جب مغربی تاجروں نے ہندوستان کے ساحل پر قدم رکھا۔ تو اس ملک کی صنعتی ترقی یورپ کے مقابلہ میں کچھ کم نہ تھی"

اسی طرح پروفیسر ویبر لکھتا ہے کہ:-

"ہندوستان کے صناع نازک کپڑوں کے بننے، رنگوں کی آمیزش، قیمتی دھاتوں اور معدنیات کے کام اور تمام تکنیکی فنون میں عالمگیر شہرت رکھتے تھے"

لیکن اب صورت حالات بالکل بدل چکی ہے۔ اس وقت عوام تو کجا خود حکومت پاکستان بھی اس ملک کو زرعی قرار دینے پر مجبور ہے۔ ہندوستان کی قلمرو سے پاکستان علیحدہ ہو چکا ہے اس کے باوجود مغلیہ دور میں پاکستان ہی ایک ایسا علاقہ تھا جس میں بہت سی چھوٹی بڑی صنعتیں قائم تھیں، لیکن آج یہاں کے آٹھ فیصدی باشندے بھی صنعت کے ذریعے اپنی روزی نہیں کماتے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

پاکستان میں صنعت کاری کا نزول

دراصل پاکستان و ہندوستان کی صنعتکاری پر اٹھارویں اور انیسویں صدی کے دوران ہی میں زوال آنا شروع ہو گیا تھا۔ اور اس کے تین بڑے وجوہ ہیں:-

اوّل۔ بنگال کی ریشمی اور سُوتی پارچہ بافی کی حوصلہ افزائی زیادہ تر دہلی، آگرہ اور لاہور کے مغل دربار کرتے تھے۔ جب یہ دربار ہی نہ رہے تو صنعتکاروں نے اعلےٰ پیمانہ پر مصنوعات تیار کرنا چھوڑ دیا۔

دوم۔ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں یورپ سے کارخانوں کا مال آنا شروع ہو گیا جس کی موجودگی میں دستکاری کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

سوم۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ایک ایسا لائحہ عمل اختیار کیا جس کے نتیجہ میں ہندوستانی مال کی برآمد رک گئی۔ اور برطانوی مصنوعات کے تمام دروازے کھول دیئے گئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے لنکاشائر کی امداد کے لئے ان تمام مصنوعات کی حوصلہ شکنی کی جن کی یورپ میں مانگ تھی، اس غرض کے لئے ہندوستانی پارچہ بافوں کو جان بوجھکر تباہ کر دیا گیا۔ انہیں جھوٹے مقدموں میں اُلجھا کر سخت سزائیں دلائی گئیں، اُن کے انگوٹھے تک کاٹ لئے گئے۔ اس کے علاوہ انگلستان میں یہ قانون نافذ کر دیا گیا کہ اگر کسی شخص نے ہندوستان کا کپڑا استعمال کیا تو اسے جرمانے کی سزا دی جائے گی۔ غرض انگریز جہد کے ابتدائی دور میں ایک ایسا لائحہ عمل اختیار کیا گیا جس کے نتیجہ میں ملکی صنعت کاری کی تباہی لازمی تھی اور بجائے اس کے کہ کارخانہ داروں کو جدید انکشافات سے استفادہ کرنے کا موقع دیا جاتا ان کی ہر طرح حوصلہ شکنی کی گئی بلکہ ان پر ایسی پابندیاں عائد کی گئیں جن کی موجودگی میں صنعتکاروں کا ابھرنا ممکن ہی نہ تھا۔

حکومت برطانیہ کا طرزِ عمل

انیسویں صدی کے اواخر میں جب حکومت برطانیہ کو محسوس ہوا کہ ہندوستان اور پاکستان میں قحطوں کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ یہاں کے لوگ زیادہ تر کھیتی باڑی پر انحصار رکھنے کے لئے مجبور کر دیئے گئے ہیں۔ تو اسے صنعت کاری کا خیال بھی آیا۔ چنانچہ ۱۸۸۰ء میں قحط کے اسباب علل کی چھان بین کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا گیا تھا۔ اس نے بھی سفارش کی ہندوستان کو قحط سے نجات دلانے کے لئے [illegible] ضروری ہیں۔ لیکن حکومت کے پیش نظر چونکہ لنکا شائر کے مفاد بھی تھے۔ اس لئے کمیشن کی سفارشات کو عملی جامہ نہ پہنایا گیا۔ ۱۹۰۵ء میں [illegible] حکومت ہند کا ایک شعبہ صنعت و تجارت کے نام سے بھی قائم کر دیا جس نے بعض خاص خاص صوبوں میں صنعت کے قیام کی طرف توجہ کی لیکن ۱۹۱۰ء میں حکومت کا لائحہ عمل پھر بدل گیا اب یہ فیصلہ ہوا کہ حکومت کو صنعتوں کی کوئی امداد نہیں کرنی چاہئیے بلکہ اس کا دائرہ عمل محض صنعتی تعلیم اور صنعتی معلومات فراہم کرنے تک محدود رہنا چاہئیے چار برس تک صورت حال یہی رہی۔ لیکن ۱۹۱۴ء میں جب جنگ عظیم شروع ہوئی تو حکومت برطانیہ کو پھر احساس ہوا کہ اگر سلطنت کا تحفظ مقصود ہے تو ہندوستان میں کارخانے ضرور قائم ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ۱۹۱۶ء میں "صنعتی کمیشن" مقرر کیا گیا۔ جس نے ہندوستان کے صنعتی امکانات کا جائزہ لیا اور سفارش کی۔ کہ اس ملک کو "خود کفیل" بنانے کے لئے صنعتوں کا قیام ضروری ہے۔ اس کے بعد ۱۹۱۷ء میں گولہ بارود بورڈ مقرر ہوا جس نے سفارش کی کہ جنگی ضروریات کے پیش نظر ہندوستان کے قدرتی وسائل کو ترقی دی جائے۔ اس بورڈ نے "سودیشی" کا اصول بھی تسلیم کر لیا، اور جن صنعتوں کی ترقی پر زور دیا ان کے نام یہ ہیں:- روئی۔ پٹ سن، لوہا اور کوئلہ، چمڑا، انجنیئرنگ، کیمیا،

صنعتوں کی حوصلہ افزائی

۱۹۱۹ء میں جب اصلاحات کا نفاذ ہوا تو صنعت کاری کے امور صوبائی حکومتوں کو تفویض کر دیئے گئے۔ ۱۹۲۲ء میں "سٹورز پرچیز ڈیپارٹمنٹ" قائم ہوا تاکہ جہاں تک ممکن ہو سرکاری ضروریات کی تکمیل ہندوستان ہی میں ہو سکے۔ ۱۹۲۳ء میں صنعتوں کی سرکاری امداد کے لئے ایک ایکٹ منظور کیا گیا جس کے ماتحت حکومت سے تھوڑے تھوڑے قرضے حاصل کئے جا سکتے تھے۔

ان تمام اقدامات کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ کے بعد ہندوستان میں "صنعتی فراوانی" کا سیلاب آ گیا چنانچہ ۱۹۱۴ء میں رجسٹرڈ کمپنیوں کی تعداد ۲۷۴۴ تھی جن کا مجموعی سرمایہ ۸۰.۷ کروڑ روپیہ تھا تو ۱۹۲۲ء میں ان کی تعداد ۵۱۸۹ ہو گئی اور سرمایہ بھی ۲ ارب ۸۰ کروڑ روپیہ سے کم نہ ہوا۔

۱۹۲۳ء میں حکومت نے "امتیازی تحفظ" کا اصول تسلیم کر لیا اور ٹیرف بورڈ کو ہدایت کی کہ غیر ملکی مقابلے سے بچانے کے لئے بعض بعض خاص صنعتوں کو حفاظت میں لے لیا جائے۔ چنانچہ اس نے بعض صنعتوں پر ٹیکس حاصل علاوہ کئے تاکہ دیسی صنعت کو فروغ ہو سکے۔

جولائی ۱۹۳۴ء میں ایک صنعتی کانفرنس ہوئی جس نے فیصلہ کیا کہ سٹورز ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ صنعتی معلومات اور تحقیق و جستجو کا ایک شعبہ قائم کیا جائے۔ جو تقسیم ملک تک مفید کام کرتا رہا۔

۱۹۳۹ء میں جنگ چھڑ گئی جس سے ہندوستان کے کارخانوں کو بہت زیادہ فائدہ پہنچا اور سرمایہ داروں نے خوب خوب فائدہ اُٹھایا۔ لیکن اگست ۱۹۴۷ء سے صورت حالات بدل چکی ہے، اب ہندوستان کو پاکستان سے الگ کر دیا گیا ہے اس لئے پاکستان کو سوچنا ہے کیا وہ صنعتی لحاظ سے اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب پاکستان کے قدرتی وسائل سے مل سکے گا۔ اگر پاکستان میں ایسے ذرائع موجود ہیں جو صنعتوں کو تقویت دے سکتے ہیں تو ہمیں ان کو ترقی دینے کی طرف توجہ کرنی پڑے گی۔

پاکستان کے روغنی وسائل

پاکستان کے معاشی وسائل پر ایک علیحدہ مضمون میں قدرے تفصیل سے گفتگو کر چکا ہوں۔ لیکن مضمون کی تکمیل کے لئے یہاں بھی ان کا مختصر طور پر تذکرہ ضروری ہے:-

صنعت کاری کے لئے بنیادی طور پر دو چیزوں کی ضرورت ہے (۱) وسائل قوت اور (۲) مواد خام

صنعت جدید کا انحصار اولاً وسائل قوت پر ہے لیکن ہندوستان اور پاکستان دونوں اس لحاظ سے کچھ بہت زیادہ خوش نصیب نہیں رہے۔ گذشتہ جنگ عظیم نے ثابت کر دیا ہے کہ ان دونوں مملکتوں میں کوئلے اور پیٹرول کے ذخائر بہت محدود ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ کوئلے اور پیٹرول کے جن ذخیروں کا انکشاف ہو چکا ہے ان سے پوری طرح فائدہ نہیں اُٹھایا جا سکا۔ دوسرے ابھی پہاڑی علاقوں میں کئی ایسے دفینے موجود ہیں جو ابھی تک دریافت ہی نہیں کئے گئے۔

پاکستان کے روغنی وسائل کافی وسیع ہیں لیکن ان چشموں سے جتنا تیل نکالا جاتا ہے وہ پاکستان کی صنعتی ضروریات کے لئے کافی نہیں ہے۔ ہمالیہ کے دونوں طرف چشمے موجود ہیں۔ ان میں شمال مشرقی خطے کے چشمے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ میانوالی، راولپنڈی اٹک اور شادی پور میں بھی روغنی ذخائر دستیاب ہو چکے ہیں اور ان سے کافی مقدار میں تیل نکالا جا رہا ہے۔

سرحد اور بلوچستان کے بعض مقامات سے بھی تیل نمودار ہوا ہے۔ اور اس کے چشموں میں وسعت کے امکانات موجود ہیں۔ مغربی پنجاب میں کھوڑ اور ڈھولیاں کا علاقہ روغنی وسائل کے لئے بہت مشہور ہے۔ کھوڑ پوٹھوار کے علاقے میں راولپنڈی کے جانب جنوب ۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں سات میل لمبا اور ¾ ۱ میل چوڑا روغنی قطعہ موجود ہے۔ اور اس میں سے ۲۱-۲۲ ملین گیلن تیل برآمد ہوتا ہے۔ ڈھولیاں کھوڑ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے اور اس کی روغنی پیداوار بھی کھوڑ سے کم نہیں۔ راولپنڈی میں تیل صاف کرنے کا ایک کارخانہ موجود ہے۔ حال ہی میں ست ہم میں بھی روغنی چشموں کا انکشاف ہوا ہے۔ مشرقی بنگال میں بھی تیل کافی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ برہم پترا اور وادی سُرما کے شمالی علاقوں میں جو روغنی نہر ہے وہ ساحل اراکان کے جزائر تک پھیلی گئی ہے۔ اگر ان تمام وسائل سے پوری طرح فائدہ اُٹھایا جائے تو پاکستان کی اکثر میکانکی اور صنعتی ضروریات کی تکمیل ہو سکتی ہے۔

پاکستان کی برقابی قوت

وسائل قوت میں برقاب کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کوئلے اور پیٹرولیم کو بھی حاصل نہیں ہے پاکستان اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ یہاں ایسے دریا موجود ہیں جن میں سارا سال پانی کی بہتات رہتی ہے اور اُن سے برقابی قوت میسر آ سکتی ہے۔ پھر کوہ ہمالیہ میں ایسے مقام بھی ہیں جہاں بارش کا پانی جمع کیا جا سکتا ہے اور نہ صرف برقابی قوت بلکہ آب پاشی کا بندوبست بھی ہو سکتا ہے۔

آبی طاقت کے لحاظ سے مغربی پاکستان کا درجہ اگرچہ فی الحال بلند نہیں۔ تاہم جو سکیمیں زیر غور ہیں ان کی تکمیل پر مغربی پاکستان کی برقابی قوت میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔ منڈی ہائیڈرو الیکٹرک سکیم سے پنجاب کی تمام صنعتی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں لیکن یہ علاقہ مشرقی پنجاب میں شامل ہو گیا ہے۔ اس لئے موجودہ معاہدہ کے اختتام پر مغربی پنجاب برقی قوت کی بہم رسانی کے لئے علیحدہ بندوبست کر رہا ہے جو امید ہے خاطر خواہ ثابت ہو گا۔ لیکن برقابی قوت مغربی پنجاب کی نہروں سے بھی نکالی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ ذخیرہ بندی کا انتظام ہو سکے، حکومت مغربی پنجاب کی تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس غرض کے لئے بہت سی تجاویز کو عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ان تجاویز کی تکمیل پر مغربی پنجاب میں ایک لاکھ کلوواٹ طاقت کی بجلی پیدا ہو سکے گی۔ رسول پراجیکٹ جس کے ذریعے ۲۲ ہزار کلوواٹ برقاب تیار ہو گی اس وقت زیر تعمیر ہے۔ اسی طرح نہر ہیڈ کے فالتو پانی نکالنے والے رستے کے ذریعے ۲۶ ہزار کلوواٹ بجلی پیدا ہو سکے گی۔ پھر نہر اپر جہلم کے سرے پر ایک آبشار بنا کر ۵ ہزار کلوواٹ اور اپر چناب میں دو آبشاریں بنا کر ۸ ہزار کلوواٹ طاقت حاصل ہو گی۔

دریائے سندھ میں بھی دو بند لگانے کی تجویز ہے۔ ایک بند اٹک اور کالا باغ کے درمیان اور دوسرا تربیلا کے اوپر ہو گا۔

صوبہ سرحد کے وسائل قوت سے ابھی تک فائدہ نہیں اُٹھایا گیا۔ حال ہی میں مالاکنڈ پاور ہاؤس کی توسیع کی گئی ہے۔ اس سے بیس ہزار کلوواٹ برقی قوت حاصل ہو گی۔

سندھ میں حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ لوہڑی نہر کی آبشار کو گہرا کر دیا جائے تاکہ برقی قوت زیادہ مقدار میں پیدا ہو سکے۔ اس کے علاوہ نواب شاہ کے ہائیڈرو الیکٹرک سٹیشن کی توسیع بھی زیر غور ہے۔ غرض آبی طاقت کے ذرائع اگر حسب تجویز وسیع ہو گئے تو پاکستان کی صنعتی مشکلات بڑی حد تک آسان ہو جائیں گی۔

پاکستان میں کوئلے کے ذخائر

کارخانوں اور فیکٹریوں کے لئے کوئلے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ بلکہ عہد حاضر میں تو صنعتی نظام کی بنیاد ہی کوئلے اور لوہے پر قائم ہے۔ کوئلہ کے لحاظ سے پاکستان کچھ زیادہ خوش قسمت نہیں ہے۔ تاہم مغربی اور مشرقی پاکستان میں کوئلے کے جو ذخائر موجود ہیں وہ کچھ یاس انگیز بھی نہیں ہیں ماہرین کا اندازہ ہے کہ پاکستان کو ہر سال چالیس لاکھ ٹن کوئلہ کی ضرورت ہے۔ اس میں سے موجودہ حالات میں پاکستان کی کانیں صرف ۵ لاکھ ٹن کوئلہ مہیا کرتی ہیں۔ اور یہ کوئلہ بھی ڈلوں پر مشتمل نہیں ہوتا بلکہ چورے کی شکل میں نکلتا ہے۔ مغربی پاکستان میں کوئلہ کی کانیں زیادہ تر کوہستان نمک اور سطح مرتفع راولپنڈی سے شمال کی جانب پہاڑوں میں پائی جاتی ہیں۔ بڑی بڑی کانیں جہلم، میانوالی، شاہپور، سلسلہ سور، مچھ اور خوست کے علاقوں میں نظر آتی ہیں۔

اس وقت پاکستان کے اکثر کارخانے مقامی کوئلے پر گذارا کر رہے ہیں۔ لیکن ایک تو یہ کوئلہ بھُربھرا ہوتا ہے۔ دوسرے اس میں گندھک کی ملاوٹ ہوتی ہے۔ جو مشینوں کو خراب کر ڈالتی۔ ان نقائص کو دور کرنے کے لئے حکومت نے کوئلہ صاف کرنے اور ڈھیلے بنانے کے کارخانے قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ان میں سے دو کارخانے پہلے ہی کوئٹہ میں موجود ہیں۔ تاہم اعلیٰ درجہ کا کوئلہ ممالک خارجہ ہی سے منگوایا جا سکتا ہے۔ فروری ۱۹۴۸ء میں امریکہ سے ۸۱ ہزار ٹن کوئلہ پاکستان کو بھیجا جاتا تھا۔ کوئلہ افریقہ سے بھی مل سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بلوچستان کی پہاڑیوں میں بھی کوئلے کے بے شمار دفینے ایسے ہیں جن کے انکشاف کے لئے معدنی پیمائش کی ضرورت ہے۔

غرض جہاں تک وسائل قوت کا تعلق ہے پاکستان کی حالت اتنی یاس افزا نہیں ہے جتنی پیش کی جاتی ہے۔ اگر قدرت کی فیاضیوں سے پوری طرح فائدہ اُٹھایا جائے۔ تو صنعتی ترقی کیلئے وسائل قدرت پر کافی حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔

صنعت کاری کے لئے دوسری چیز مواد خام ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان میں کون کونسا مواد خام ایسا موجود ہے جس سے صنعتیں جاری کی گئی ہیں۔ اور ان میں ترقی کا کیا امکان ہے؟

پارچہ بافی کے کارخانے

مغربی پاکستان روئی کی پیداوار کے لئے خاص طور پر مشہور ہے۔ یہاں کی روئی لمبے ریشے والی ہوتی ہے۔ جو پارچہ بافی کے لئے بہترین ہو سکتی ہے۔ سندھ میں سکھر بند کی تعمیر کے بعد روئی کی پیداوار میں تین گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود پاکستان میں پارچہ بافی کے کارخانے موجود نہیں ہیں۔ تقسیم سے پہلے اب بھی کپڑے کی ملیں زیادہ تر احمد آباد، بمبئی، کلکتہ اور دہلی وغیرہ میں پائی جاتی تھیں۔ لہذا جب تک پاکستان کے اپنے کارخانے جاری نہیں ہوتے وہ سُوتی کپڑے کی ضروریات ہندوستان سے پوری کرنے پر مجبور رہی۔ اور اس کے بدلے میں وہ کپاس فروخت کرنے پر تیار رہی ہے۔ تقسیم سے پہلے ہندوستان کی ملیں مغربی پنجاب اور سندھ سے کپاس کی دس بارہ لاکھ گانٹھیں خریدا کرتی تھیں اسی طرح پاکستان ہندوستانی کپڑے اور سوت کی چھ یا ساڑھے چھ لاکھ گانٹھیں منگوایا کرتا تھا۔ تقسیم کے بعد دونوں ملکوں میں جو کھچاؤ پیدا ہو گیا ہے اس کے نتیجے میں خرید و فروخت کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا تاہم اب ایک قلیل المدت معاہدہ ہوا تھا ...... جس کی رو سے ہندوستان کپڑے اور سوت کی ہر بارہ گانٹھوں کے بدلے کپڑے کی ۲۵ ہزار گانٹھیں پاکستان کو دیگا۔ لیکن اس کے عوض کپاس لینے کی کوئی شرط نہیں تھی ۱۵ جولائی ۱۹۴۸ء تک ہندوستان کے لئے کپاس کی برآمد آزاد نہ ہو گی اور ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک کو کپاس برآمد کرنے کی اجازت صرف اس صورت میں دی جا سکے گی کہ تاجر ثبوت دے کہ اس نے دس گانٹھیں ممالک غیر کو بھیجی ہیں تو ان میں سے چھ ہندوستان کو بھیجی جا چکی ہیں۔ البتہ چھوٹے ریشے والی روئی اس قید سے آزاد ہے اور مشکل سے دستیاب ہونے والی کرنسی اور ڈالر کے ممالک میں بلا روک ٹوک بھیجی جا سکتی ہے۔

غرض فی الحال پاکستان کی کپاس کو نقد فصل کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ لیکن اگر پارچہ بافی کے کارخانے قائم کئے جائیں تو نہ صرف نقد فصل کا تقاضا پورا ہو سکتا ہے بلکہ کپڑے کا وہ قحط بھی دور ہو جائے گا جس کی شدت اس وقت سارے پاکستان میں محسوس کی جا رہی ہے۔ حکومت مغربی پنجاب نے فیصلہ کیا ہے کہ صوبے میں کپڑے کی چار پانچ ملیں قائم کی جائیں، اس کے علاوہ لائلپور کے نزدیک پارچہ باف مہاجروں کی نو آبادیاں قائم کی جا رہی ہیں تاکہ وہ کپڑے کی کھڈیوں کے ذریعہ نہ صرف اپنا پیٹ پال سکیں بلکہ دیہات کی پارچاتی ضروریات بھی پوری کر سکیں۔ حکومت پاکستان کے ایک اعلان سے معلوم ہوا ہے کہ پانچ سال کے اندر دس لاکھ تکلے مختلف صوبوں میں تقسیم کئے جائیں گے تاکہ پارچہ بافی کے کارخانے قائم ہو سکیں۔

شکرسازی کی صنعت

پاکستان کے علاقے نیشکر کی پیداوار کے لئے بہت زیادہ موزوں ہیں تقسیم سے پہلے نیشکر کی کاشت کے لحاظ سے پنجاب ملک بھر میں دوسرے درجہ پر تھا۔ اس باب میں پہلا نمبر یو۔ پی کا تھا۔ جو پنجاب سے تین گنا نیشکر پیدا کرتا تھا۔ مغربی پنجاب میں نیشکر کی کاشت کے لئے منٹگمری، لائلپور، سیالکوٹ اور لاہور شہر مشہور ہیں۔ مشرقی بنگال میں دیناج پور، رنگ پور اور بوگرا قابل ذکر ہیں۔ لیکن مرطوب آب ہوا کے باعث یہاں کا گنا اچھا نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ فی ایکڑ گنے کی پیداوار کے لحاظ سے مغربی پنجاب یو۔ پی کے مقابلے میں بہت پیچھے ہے تقسیم سے پہلے پنجاب، سندھ اور سرحد میں کھانڈ کے صرف چار کارخانے تھے۔ جن میں ہر سال چھ لاکھ اسی ہزار ٹن کھانڈ تیار ہوتی تھی۔ مغربی پاکستان میں دہلی اور بمبئی کے سوا کھانڈ کا اوسط دوسرے صوبوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ دہلی میں ایک شخص اوسطاً ۲۷۳۵ پونڈ کھانڈ ہر سال استعمال کرتا ہے۔ بمبئی میں یہ اوسط ۲۰۰۸ ہے۔ لیکن سندھ پنجاب اور سرحد میں یہ اوسط علی الترتیب ۱۹۵۰، ۱۵۵۴ اور ۳۳۰۳ پونڈ ہے ان حالات میں ظاہر ہے کہ مغربی پاکستان میں کھانڈ کے زیادہ سے زیادہ کارخانے قائم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مانگ پوری ہو سکے۔ حکومت مغربی پنجاب کے ایک تازہ اعلان سے معلوم ہوا کہ شکرسازی کے کارخانوں کو چلانے کے لئے مغربی پنجاب میں ۵۰ ہزار ایکڑ زمین میں نیشکر کی کاشت کی جائے گی۔ مجوزہ کارخانوں میں مردوز پندرہ ہزار ٹن گنے کی ضرورت ہو گی۔ آجکل بیرونی ممالک سے جس قدر شکر منگوائی جاتی ہے اس پر ہر سال ۹ کروڑ روپیہ خرچ آتا ہے اندازہ ہے کہ اگر مغربی پنجاب میں نئے کارخانے کھل گئے

(باقی دارد)

ہماری ڈاک

مکتوب امریکہ

مجی و مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

ہمارے ہفتہ واری جلسے بڑی باقاعدگی سے ہر اتوار کو ہمارے اپنے ہی مکان پر منعقد . . . . ہوتے ہیں۔ عام طور پر حاضرین کی تعداد سترہ اٹھارہ کے قریب ہوتی ہے۔ خاص خاص موقعوں پر یہ تعداد ستر تک پہنچ جاتی ہے۔ تبلیغ کا یہ بہترین ذریعہ ہے جو شخص بھی ہمارے ایک جلسہ میں شامل ہو جائے بہت جلد اس کے تعلقات دوستی کے دوسرے ممبروں کے ساتھ قائم ہو جاتے ہیں اور اسے سوالات پوچھنے میں کسی طرح کی جھجک محسوس نہیں ہوتی یہاں فرانسسکو میں آج تک جتنے آدمی بھی مشرف باسلام ہوئے ہیں اس کی وجہ ان کی ہمارے جلسوں میں شمولیت ہی ہے۔ اس کی آخری مثال

Mrs. Florence F. Higginbotham

ہیں۔ وہ بارہ اپریل کو مشرف باسلام ہوئیں مگر ہمارے جلسوں میں وہ ایک مدت سے شامل ہو رہی تھیں دراصل وہ رہنے والی ریاست . . . .

Massachusetts

کی ہیں مگر وہ اپنے صاحبزادے کے پاس جو سان فرانسسکو میں کرسیاں اور صوفے بنانے کا کام کرتے ہیں ایک برس میں قریباً تین مہینے گذارنے چلی آتی ہیں، ان کے صاحبزادے جن کا اسلامی نام مجاہد ہے ۲۵ رمئی ۱۹۵۲ء میں مشرف باسلام ہوئے تھے، ان کے ساتھ یہ بھی آتی رہتی تھیں، پچھلی بار تو وہ قبولیت اسلام کا اعلان کئے بغیر ہی ہم سے رخصت ہو کر اپنے شوہر کے پاس ریاست

Massachusetts

میں چلی گئیں مگر اس دفعہ انہوں نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنے گھر نور ہدایت کا یہ تحفہ لے کر لوٹیں گی۔ اللہ کرے کہ اس نور سے ان کے شوہر کا سینہ بھی منور ہو جائے۔ اسلامی نام ان کا زینب رکھا گیا۔

بہائی اپنے مذہب کا پرچار کرنے میں یہاں بہت سرگرم ہیں۔ اخباروں میں اپنے جلسوں کا باقاعدگی سے ہر ہفتہ اشتہار دیتے رہتے ہیں اور ان کے ممبر بھی بذریعہ لٹریچر یا زبانی تبادلہ خیالات سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرتے رہتے ہیں ہمارے بعض ممبروں نے خواہش ظاہر کی کہ میں اس کی حقیقت سے انہیں آگاہ کر دوں میں نے خیال کیا کہ بہتر یہ ہوگا کہ کسی بہائی کو مدعو کیا جائے کہ وہ ہمارے ہفتہ واری جلسہ میں آ کر ہمیں بتلائے کہ بہائی مذہب کو اسلام پر کیا فضیلت ہے کہ اسے قبول کیا جائے

Mr. William Maxwell

برکلے میں بہائیوں کے لیڈر ہیں ہم ان کے بیحد شکر گذار ہیں کہ انہوں نے ہماری دعوت پر ہمارے انیس اپریل کے جلسہ میں . . . .

The promise of all ages

پر تقریر کی اور بہائی مذہب کی کیفیت بیان کی ان کی تقریر ختم ہونے کے بعد سوالات کا سلسلہ شروع ہوا۔ محی الدین صاحب نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اپنی تقریر میں بہاء اللہ کو مظہر اللہ کہا، آپ مہربانی فرما کر . . . .

Manifestation

کی تشریح کریں اور بتلائیں کہ ان کا کیا دعویٰ تھا کیا آپ انہیں وہی حیثیت دیتے ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کو عیسائی دیتے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم انہیں محض انسان سمجھتے ہیں اور اللہ کا نبی تسلیم کرتے ہیں۔ اس پر سوال کیا گیا کہ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اپنی تمام تحریروں کو خدا کی . . .

Revelations کہتے

ہیں۔ انہیں کہنا چاہیئے تھا Allah's Revelations to me نہ کہ My Revelations to you

پھر وہ اپنے پیروؤں کو Servants

کہکر اکثر یاد کرتے ہیں اور اپنے لئے We کا استعمال کرتے ہیں اور پھر آدمی سے غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں کیا ان سے بھی کوئی غلطی ہوئی، وہ ان سوالوں کے جوابات معقول نہ دے سکے۔ ان سے ایک یہ سوال بھی کیا گیا کہ باب نے قرآن مجید کو منسوخ کر دیا اور دنیا کی ہدایت کے لئے اپنی کتاب "بیان" پیش کی جو وہ مکمل نہ کر سکے اور اس کی تکمیل کے لئے "صبح ازل" کو وصیت کی مگر اس کے تھوڑے عرصہ بعد بہاء اللہ نے "بیان" کو منسوخ قرار دیا۔ حالانکہ قرآن مجید کی حکومت آپ کے بیان کے مطابق ۱۲۶۰ برس رہی پھر کیا وجہ ہے کہ بیان جو قرآن مجید سے افضل کتاب تھی اس کی حکومت چند ہی برس رہی انہوں نے کہا کہ یہ اسرار ہیں۔ اس پر ان سے پوچھا گیا کہ اس عقل کے زمانہ میں ان اسرار کی کیا ضرورت تھی

آپ نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ اس سائنٹیفک زمانہ میں ہر بات کا عقلی ثبوت ہونا چاہیئے۔ بہرحال ان کے آنے سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ ہمارے ممبروں اور دوسرے حاضرین کو بہائی مذہب کے سائنٹیفک مذہب ہونے کی کیفیت معلوم ہو گئی۔

کیلیفورنیا کی یونیورسٹی موسم گرما میں پاکستان اور بھارت کے دورہ کے لئے اپنے چند طلباء بھیجنے کی تیاریاں کر رہی ہے۔ جن لڑکوں اور لڑکیوں نے وہاں جانے کے لئے درخواست دی تھی ان کی تعداد ستر تھی۔ ان میں سے فی الحال صرف ۳۵ کا انتخاب کیا گیا ہے۔ جون تک اسے بارہ یا پندرہ تک پہنچا دیا جائے گا۔ ۲۴ اپریل کو ان ۳۵ لڑکیوں اور لڑکوں کو پاکستان کے حالات سے باخبر کرنے کے لئے مجھے اور پاکستان قونصل مسٹر اے سلیم خان کو دعوت دی گئی۔ آٹھ بجے کے قریب ہم برکلے پہنچ گئے۔ پہلے میری باری تھی۔ ایک گھنٹہ سے کچھ اوپر ہی میری تقریر ہوئی۔ بعد میں سوالات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ میں نے اپنی تقریر میں ایک بات یہ کہی تھی کہ قرآن مجید کے بیان کے مطابق تمام انبیاء معصوم تھے اور ان کا دامن گناہ سے کبھی آلودہ نہ ہوا تھا البتہ انسان ہونے کی وجہ سے وہ غلطیوں سے پاک نہ تھے بائبل انبیاء کو اتنا ہی نہیں کہ معصوم نہیں قرار دیتی بلکہ ان میں سے اکثر کی طرف بے حد قبیح گناہ منسوب کرتی ہے۔ ایک لڑکے نے سوال کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے کونسی غلطی ہوئی، میں نے انہیں متی باب ۲۱-۲۶ : ۵ کا حوالہ دیا جہاں وہ غیر اسرائیلیوں کو کتا کہتے ہیں، اور لوقا ۱۴:۱۱ کا حوالہ دیا جہاں بیان کیا گیا ہے کہ بھوک کی وجہ سے وہ انجیروں کے درخت کی طرف گئے کہ وہاں سے انجیریں مل جائیں گی مگر یہ خیال نہ رہا کہ وہ موسم انجیروں کا نہ تھا اور جب انجیریں وہاں نہ پائیں تو غصہ سے اتنے بیتاب ہو گئے کہ اس کے لئے بددعا کی کہ اس درخت پر کبھی بھی انجیریں نہ لگیں اور اگر وہ نہ کھا سکے تو کوئی اور بھی ان سے متمتع نہ ہو سکے۔

اس کے بعد چند اور سوالات کئے گئے اور میں نے اپنی سمجھ کے مطابق ان کے جوابات دیئے پاکستان قونصل مسٹر سلیم خان نے مختصر طور پر بتلایا کہ پاکستان کیسے وجود میں آیا اور اب تک اس ملک نے کیا کچھ ترقی کی ہے۔ اس کے تعلقات دوسرے ملکوں سے کیسے ہیں، اور کمیونزم کی طرف اس کا کیا رویہ ہے۔ رات کو بارہ بجے جلسہ ختم ہوا اور ہم سان فرانسسکو کی طرف روانہ ہوئے

عادل خلیل تحصیل مصر کے رہنے والے ہیں اور یہاں کیلیفورنیا کی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، دو برس ہوئے کہ انہوں نے ایک امریکن لڑکی Fred June Perry سے شادی کر لی مگر ان کو کبھی یہ خیال نہ آیا نہ شادی سے قبل نہ اس کے بعد کہ وہ انہیں اسلام کی تبلیغ کریں اور اس کی قبولیت کی ترغیب دیں۔ اتفاق سے میرے ہاں چلے آئے۔ میں نے اپنے قاعدے کے مطابق مسز خلیل کو بعید اختصار کے ساتھ اسلامی اصولوں سے واقف کرنے کی کوشش کی الحمد للہ کہ انہوں نے میری ہر بات بڑی توجہ سے سنی اور بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ رخصت ہوتے وقت میں نے انہیں کچھ لٹریچر بھی پڑھنے کے لئے دیا۔ پچھلی اتوار کو یعنی ۳ مئی کو دونوں میاں بیوی میرے مکان پر تشریف لائے اور مسز خلیل نے خواہش ظاہر کی کہ انہیں دائرہ اسلام میں داخل کر لیا جائے۔ میں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسلام قبول کرنے کے لئے ایک مدت سے تیار تھیں، ضرورت صرف آپکو ترغیب دینے کی تھی۔ انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور ہماری قبولیت اسلام کی فارم پر دستخط کر دیئے۔ حاضرین نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں دین پر استقامت عطا فرمائے اور ان کے ذریعہ سے دوسروں کے دل بھی دین الٰہی کی طرف مائل ہو جائیں۔ مسز خلیل برکلے کے ایک ہسپتال میں نرس ہیں، عمر صرف ۲۳ برس ہے اور اولاد ابھی تک کوئی نہیں۔ اسلامی نام فریدہ رکھا گیا۔

اسی اتوار کو Dr. Dan Adler کی جو سان فرانسسکو سٹیٹ کالج میں سائیکالوجی کے پروفیسر ہیں ہمارے ہفتہ واری جلسہ میں تقریر ہوئی۔ مسٹر عظیم حسین قونصل جنرل، بھارت اور ان کی بیگم صاحبہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ پاکستان قونصل جنرل صاحب نے بھی آنے کا وعدہ کیا ہوا تھا مگر ان کی کار کی کہیں ٹکر ہو گئی اور اگرچہ کسی کو چوٹ وغیرہ نہیں آئی مگر اس حادثہ کی وجہ سے انہیں غیر معمولی دیر ہو گئی، اور وہ آنے سے رہ گئے۔

بیگم عظیم حسین نے کہا کہ ان کی لڑکی عمر چھ برس ہے اور وہ ایک کیتھولک سکول میں پڑھنے کے لئے جاتی ہے اور وہاں استانیاں زبانی بھی اور اپنی بے شمار تصویروں والی کتابوں کے ذریعہ بھی بائبل کی کہانیاں سناتی رہتی ہیں، وہ کہنے لگیں کہ ایک دفعہ وہ گھر آئی اور کہا کہ حضرت مسیح تو مجھے بہت ہی اچھے لگتے ہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اچھے تھے مگر مسیح تو ان سے بہت ہی اچھے تھے، اب وہ اور عظیم حسین صاحب بیچارے گھبرائے ہوئے تھے کہ اس کے متعلق کیا کیا جائے، ہمارے پاس تو بچوں کے لئے انگریزی زبان میں خصوصیت سے کوئی لٹریچر ہے ہی نہیں اور عیسائیت پر تو سیکڑوں کتابیں موجود ہیں۔ میں نے انہیں گولڈن ڈیڈس آف اسلام اور چند اردو کی کتابیں دیں اور مشورہ دیا کہ وہ اپنی زبان میں چھوٹی چھوٹی کہانیاں اپنی بچی کو سنایا کریں۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ بچوں کے لئے عمدہ عمدہ کتابیں اسلام

کے متعلق نہایت عمدہ اور دلچسپ پیرایہ میں لکھی جائیں اور شائع کی جائیں تاکہ بچوں کے اخلاق اسلامی بنیں

حقیقی اسلام اور معاشی زندگی

جناب پروفیسر محمد سرور صاحب

ہمارے ہاں کے زردار طبقوں کی آج کل یہ عادت سی ہو گئی ہے۔ کہ اگر کوئی خدا کا بندہ ان سے یہ کہتا ہے کہ خدا کے لئے اردگرد کی دنیا پر نگاہ ڈالو اور دیکھو کہ مشرقی پنجاب سے آنے والے مہاجرین پر پچھلے دنوں کیا گذری ... ان کے پاس نہ کھانے کو روٹی ہے اور نہ پہننے کو کپڑا اور نہ سر چھپانے کو جھونپڑا۔ اور بعض کے لئے کسب معاش کے لئے بھی کوئی ذریعہ نہیں، اور وہ دربدر مارے مارے پھر رہے ہیں۔ اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں بلکہ ان خانہ برباد اور تباہ حال بھائیوں کا کچھ کیجئے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اس میں سے خدا کے ان بندوں کو بھی عطا فرمائیے یہ بخشش نہیں بلکہ آپ کے مالوں پر ان کا یہ حق ہے۔ اور انسانیت اور اخلاق کا یہ تقاضا ہے کہ آپ اپنے ان بھائیوں کو ان کا یہ حق دیں۔ الغرض زرداروں کو جب کوئی شخص یہ کہتا ہے تو وہ غصے سے تلملا اٹھتے ہیں اور اسے کمیونزم کا مبلغ اور اسلام کا دشمن قرار دیتے ہیں۔

بیشک غریب کی ہمدردی اور نادار کی حمایت پر اسلام دشمنی کا طعنہ اور وہ بھی ان لوگوں کی زبان سے جو غریبوں کی خون پسینے کی کمائی سے امیر بنتے اور ناداروں کے جھونپڑوں کو اجاڑ کر انہوں نے اپنے محل تعمیر کئے۔ بڑا عجیب ہے۔ لیکن اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ ایسی باتیں وہ بزرگ کہتے ہیں جو مسلمان ہونے کے مدعی اور اسلام کی محبت کے علمبردار ہیں معلوم ہوتا ہے کہ جب ان حضرات کی زبانوں سے اسلام اور مسلمانوں کے متبرک الفاظ نکلتے ہیں۔ تو ان کی نظر نہ تو حقیقی اسلام پر ہوتی ہے اور نہ ان مسلمانوں پر جو صحیح معنوں میں مسلمان تھے، اور جنہیں سلف صالحین کہا گیا ہے اور امت کو حکم ہے کہ وہ ان کا اتباع کرے۔ بلکہ اس کی بجائے وہ شاید مسلمانوں سے مراد اپنے جیسے مسلمان لیتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک اسلام وہی ہے، جس پر وہ خود عامل ہیں۔ اگر واقعی یہی ہے تو پھر تو ہمیں اپنے ان کرم فرماؤں سے کوئی شکایت نہیں ہو سکتی لیکن اگر اسلام سے ان کی مراد واقعی وہی اسلام ہے۔ جس کی بناء قرآن کریم اور سنت نبوی پر رکھی گئی ہے۔ اور ایک مسلمان کے لئے اسی اسوہ حسنہ کا پابند ہونا ضروری ہے جس کا نمونہ ہمیں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ کرام کی زندگیوں میں ملتا ہے تو ہمیں یہ کہنے میں مطلق تامل نہیں ہے کہ اسلام کے دشمن وہ نہیں جو اپنے غریب بھائیوں کے دکھوں کا مداوا چاہتے ہیں۔ بلکہ وہ ہیں جو اسلام کے نام سے اپنی جائدادوں اور اپنے خزانوں کو بدستور قبضے میں رکھنے پر مصر ہیں۔ اور انہیں اس کی مطلق پرواہ نہیں کہ ان کے لاکھوں بھائی فقر و فاقہ کے شکار ہو رہے ہیں۔ اور موت ان کے دروازوں کو کھٹکھٹا رہی ہے۔

کاش ہمارے ان بزرگوں کو قرآن کریم کی ان آیات کا علم ہوتا جن میں مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ جو کچھ بھی تمہاری ضروریات سے بچ جائے اسے اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صرف کرو۔ اور یہ کہ جو لوگ مالدار ہیں ان کے مالوں میں سائل اور محروموں کا حق ہے۔ نیز ان نماز پڑھنے والوں پر لعنت بھیجی گئی ہے جو انسانوں کو ان کی ضروریات زندگی سے محروم رکھنے کا باعث بنتے ہیں۔ اور تو اور قرآن کریم نے تو ان لوگوں کو عذاب جہنم کی وعید فرمائی ہے۔ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے مستحقین پر صرف نہیں کرتے بلکہ اس کا تو یہ ارشاد ہے کہ آدمی اس وقت تک نیک ہی نہیں ہو سکتا جب تک اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے۔

کاش یہ لوگ جس ذات اقدس کے نام لیوا ہیں۔ اور جس بلند مقام ہستی کا کلمہ صبح و شام ان کی زبانوں پر رہتا ہے۔ اور آپ کی بابرکت زندگی سے بھی کچھ واقف ہوتے۔ اور انہیں آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ کے اس قول کی خبر ہوتی جس میں وہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تھا۔ اور اکثر ایسا ہوا کہ میں نے آپ کے سامنے کھانا رکھا کہ باہر سے کسی حاجتمند کی صدا آئی۔ اور آپ نے کھانا اٹھا کر اسے دے دیا۔ اور خود بھوکے رہے جس وجود گرامی کا نام لے کر آج بعض مدعیان اسلام ان لوگوں کو کافر و ملحد قرار دیتے ہیں۔ جن کا کہنا یہ ہے کہ اسلام اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ ایک مسلمان تو بے گھر اور بے زر سڑکوں پر ٹھوکریں کھائے اور اس کا بھائی محلوں میں رہے۔ اور ہزاروں ایکڑ زمین کا مالک ہو۔ اس محسن انسانیت کا یہ ارشاد تھا۔ وہ بھول گئے، جس میں آپ فرماتے ہیں کہ اگر تمہارا ہمسایہ بھوکا سو جائے اور تم پیٹ بھر کر کھانا کھاؤ تو یہ چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمہارا ایمان ناقص ہے اور حق کے ساتھ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ حاجتمندوں نے آپ کو گھیر لیا اور بعض سرپھروں نے آپ کے گلے میں چادر ڈال دی۔ لیکن آپ کی پیشانی مبارک پر شکن تک نہ آئی۔ اور جو کچھ تھا یکسر ان کو دیا۔ نیز زر اندوزی سے آپ کو اتنی نفرت تھی کہ بستر مرگ پر جب آپ کو معلوم ہوا کہ گھر میں ایک سونے کی ڈلی رکھی رہ گئی ہے۔ تو آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ اسے خدا کی راہ میں صرف کر دو۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنے رب کے حضور میں جاؤں اور میرے گھر میں سونا اور چاندی کا کوئی نشان ہو۔

یہ تھا آپ کا اسوہ حسنہ اب آپ کے صحابہ کرام کے اعمال ملاحظہ ہوں۔ حضرت عمر رض کے عہد خلافت میں قحط پڑتا ہے۔ شاید آپ باور نہ کریں۔ اگر آپ سے یہ کہا جائے کہ اس قحط کا سب سے بڑا اثر خود حضرت عمر رض پر پڑا تھا۔ آپ کی حالت یہ تھی کہ راتوں کو دعا کرتے تھے اور کہتے کہ اگر کوئی شخص بھوک سے مر گیا۔ تو میں خدا تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ آپ صبح و شام محتاجوں کی دستگیری میں سرگرداں پھرا کرتے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ اس قحط میں خود آپ نے جو تکلیف اٹھائی اس کی وجہ سے آپ کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا۔

اس کے بعد ہجرت کے واقعہ کو لیجئے قریش مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر مسلمان ہجرت کرتے ہیں اور وہ اپنے آبائی وطن سے کم و بیش اسی حالت میں نکلتے ہیں۔ جس میں ہم نے پچھلے دنوں مشرقی پنجاب سے آنے والوں کی دیکھی تھی اس وقت انصار مدینہ نے جس ایثار کا ثبوت دیا اور جس طرح اپنے گھروں اور اپنی زمینوں کو ان میں برابر برابر بانٹا وہ اصل میں صحیح تصویر ہے اسلامی زندگی کی۔ اور اسی اخوت و مساوات کا علمبردار دین اسلام دنیا میں آیا ہے۔ مکے کی تمام زندگی میں سوائے آخری چند ایک سال کے یہ ناممکن تھا۔ کہ کوئی ملی ضرورت پیش آتی۔ اور مسلمانوں میں کوئی فرد ایسا رہ جاتا جو اپنا سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر حاضر نہ کر دیتا۔ ایسا کئی بار ہوا۔ اور یہ چیز گویا ایک فریضہ دینی بن گئی تھی۔ اور جو لوگ اس معاملے میں بخل کرتے تھے ان کا شمار قرآن کریم نے منافقین میں کیا ہے۔ اور ان کے بارے میں یہ ارشاد ہوا ہے۔ کہ یہ لوگ خدا کی راہ میں اپنا مال صرف نہیں کرتے۔

ہمارے ان مدعیان اسلام کو شاید حضرت عثمان رض کے عہد خلافت کا وہ واقعہ یاد نہ ہو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت ابوذر اس بناء پر خلیفہ وقت سے لڑ بیٹھے تھے۔ کہ ان کے زمانے میں لوگ زکوٰۃ دے کر سمجھ لیتے تھے کہ ان پر خدا تعالیٰ کی طرف سے انفاق فی سبیل اللہ کا جو فریضہ عائد ہوتا ہے وہ بس پورا ہو گیا۔ اور اب خواہ مسلمان بھوکے مریں۔ زرداروں کے لئے ضروری نہیں۔ کہ وہ اپنے مالوں میں سے ان پر کچھ صرف کریں اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے حضرت ابوذر رض نے قرآن مجید کی جو آیات پیش کیں۔ اور ان کی مزید تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جن احادیث سے کی۔ اگر گنجائش ہوتی تو ہم تفصیل سے ان کو یہاں بیان کرتے۔

یہ ہے حقیقی اسلام اور یہ نمونہ ہے پہلے مسلمانوں کی زندگیوں کا۔ ہم پورے وثوق سے یہ کہنے کی جرأت کرتے ہیں۔ کہ عام حالات میں تو اسلام زرداروں اور اصحاب نصاب سے صرف زکوٰۃ اور عشر کا مطالبہ کرتا ہے لیکن جب مسلمانوں پر کوئی غیر معمولی افتاد پڑ جائے اور قوم کی موت اور زندگی کا سوال پیش ہو تو اس وقت انفرادی ملکیت کے عام حقوق قائم نہیں رہ سکتے اور افراد پر یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ جمہور کے لئے زیادہ سے زیادہ قربانی کریں۔ اور اپنی ضروریات کے علاوہ جو کچھ ان کے پاس بچ جائے وہ اسے خدا کی راہ میں اپنے حاجتمند بھائیوں پر صرف کریں اور اگر ایسا نہیں ہوتا اور زردار طبقے اس کی مخالفت پر تل جاتے ہیں، تو بیشک انہیں ایسا کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ کیونکہ یہ انسان کی فطری کمزوری ہے کہ جب اس کی اغراض پر زد پڑتی ہے تو وہ بلبلا اٹھتا ہے اور اپنے خصوصی مفاد کی مدافعت کرنے کے لئے جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں ہم اپنے ہاں کے ان زردار طبقوں سے یہ درخواست ضرور کریں گے کہ وہ براہ کرم اس میں خدا اور رسول کا نام نہ لائیں اور اپنی ناجائز منفعتوں کے لئے اسلام کے مقدس نام کو بدنام نہ کریں۔ بیشک اسلام کمیونزم نہیں کمیونزم محض دنیاوی زندگی کے ایک جزو کے متعلق ایک لائحہ عمل پیش کرتا ہے اسلام کا پیغام جامع ہے اس دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں پر۔ اور اس کا نازل کرنے والا خالق دو جہان ہے اور اس کا وجود ازلی و ابدی ہے۔ اسی طرح اس کا یہ پیغام بھی عالمگیر اور ہمہ گیر ہے اس کے برعکس کمیونزم انسانی ذہن کی پیداوار ہے جس میں اگر ہزار اچھائیاں ہیں، تو اس سے زیادہ غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ اس لئے ایک مسلمان کیلئے جب تک وہ مسلمان ہے اسلام ہی وہ معیار ہو سکتا ہے جس پر وہ ہر چیز کو پرکھ سکتا ہے اب اگر کمیونزم میں کوئی اچھائی ہے تو وہ اس لئے نہیں کہ اس کا تعلق ... [illegible] ... ایک مسلمان ... اس اچھائی کو ... اسلام ... اصولوں کی ... [illegible]

حضرت امام غزالی کی زندگی کا ایک پہلو

گماں آبادِ ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا ❊ بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی

اقبالؔ

پانچویں صدی ہجری ختم ہونے کو تھی۔ دنیائے معلوم کے ہر مہذب شہر میں عربی تہذیب کا طوطی بول رہا تھا، قرطبہ بغداد اور مصر میں عظیم الشان یونیورسٹیاں قائم ہو چکی تھیں، یونانی فلسفہ کے چرچے عام تھے۔ اسلام کے سیدھے اور فطرتی اصول مرغبِ فطرتی کیش اور فلسفہ سے برسرِ پیکار تھے لیکن بدقسمتی سے دینِ مبین کے محافظ علماء میں وسعتِ افکار نام کو نہ تھی، وہ اسلام کو محض چند لفظوں کا مجموعہ سمجھتے تھے ان کے نزدیک وہ کوئی ایسا سرچشمہ نہ تھا جس سے ہمیشہ زمان و مکان کے لحاظ سے نہریں بہائی جا سکیں۔ اس دور کی موجودہ زمانہ سے مشابہت قائم ہو سکتی ہے، اب بھی مذہب چند رسومات کا نام ہے ——— دولت کی فراوانی نے سوسائٹی کے اخلاق میں دورنگی سی پیدا کر رکھی تھی۔ خدائے محمدؐ کا تسلط دلوں سے اٹھتا چلا جا رہا تھا۔ مناظرہ اور فلسفہ عملی زندگی پر غالب آ رہے تھے ——— سوا ایک مصلح کی شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی، جو ایمان کو از سرِ نو زندہ کرے، جس کے نعرۂ بیباک سے علم تہذیب کے بت پر کپکپی طاری ہو جائے جو حالات دو کراہِ گو سے خود متاثر نہ ہو، بلکہ انہیں درہم برہم کر کے ایک نیا عالم پیدا کرے یعنی اسلام میں تجدید ہو، اصلاح ہو، ریفارم ہو، دنیا ایک شخص کی منتظر تھی، جو علم سے علم کے زہر کو کاٹے جو ان خرابیوں کا ہر لحاظ سے حریف ہو سکے۔

علمی خدمات

اسلامی دنیا میں حالات کی یہ نوعیت تھی۔ جب ایک اولوالعزم نوجوان طوس کی درسگاہ سے بغداد کی طرف بڑھا۔ تحریک کمال کشاں کشاں اسے ان علمی اکھاڑوں میں لے آئی جہاں دن رات دنگل ہوتے تھے ——— اس زمانہ میں کسبِ کمال کا بہترین طریقہ مناظرہ تھا۔ جو شخص حسنِ بیان سے حیران کر دیتا وہی ممتاز ٹھہرتا۔ اسی کی عزت ہوتی اسی کے گھر گھر چرچے ہوتے ——— لیکن جس سوسائٹی میں بحث و مناظرہ کی زیادتی ہوتی ہے۔ وہاں روشن ضمیری نہیں ہوا کرتی۔ اسی طرح اہلِ بغداد کی زبان پر روشنی تھی۔ دل تاریک تھے، سینوں میں دھڑکن تو ضرور تھی۔ لیکن روحانی فیضان کے ولولے نہ تھے، فصاحت کے دریا تھے، لیکن علماء محرومِ عمل اور دریا خشک تھے فضا کی یہ افتاد تھی، جب امام غزالی بغداد میں وارد ہوئے۔ ان کے بیتاب تخیل نے طوس کے عالم سے کاخ و کو پر قناعت نہ کی۔ وہ بے محابا بغداد کی علمی اکھاڑے میں کود پڑے، محفلیں جمیں، مناظرے منعقد ہوتے۔ علمی مجلسوں کو قیام بخشا گیا لیکن اس مجاہد نوجوان نے ہر پہلوان کو علم کے میدان میں پچھاڑا ——— بغداد کے گنبدوں پر تحیر کا سکوت چھا گیا۔ محلوں والے دم بخود ہو کر رہ گئے علمی دارو پر رعشہ، خوف طاری ہو گیا، ایک غیر معروف فاضل کی اسلامی درباروں پر دھاک بیٹھ گئی۔

نظام الملک نے انہیں نظامیہ کی افسری کے لئے انتخاب کیا۔ نظامیہ کی یونیورسٹی ہر لحاظ سے کیمبرج اور آکسفورڈ سے افضل تھی۔ اس معروف یونیورسٹی نے بڑے بڑے صاحبِ فضل لوگ پیدا کئے۔ امام غزالی کی عمر صرف ۳۴ برس کی تھی جب انہیں اس منصب پر سرفراز کیا گیا۔ امام صاحب کے علاوہ یہ سعادت اور فخر کسی کو حاصل نہ ہوا۔ وہ اپنے علم اور فضل سے دنیا پر چھائے ہوئے تھے ان کی جبین پاک پر بل کیا پڑتے تھے، اوراقِ حکومت پر شکن پڑ جاتے تھے۔

لیکن خدا کو یہ منظور نہ تھا کہ اسلام کا یہ مایہ ناز فرزند محض علم کے خشک ڈھونگ پر قناعت کرے آسمان پر فیصلہ ہو چکا تھا کہ اس شخص سے دین کی تجدید کا کام لیا جائے۔ وہ فلسفیانہ دور اپنے مجدد کی تلاش میں تھا اور قدرت امام غزالی کو اس منصب کے لئے منتخب کر چکی تھی ——— یہ طبعی قانون ہے جب کوئی نوع معرضِ خطر میں ہو تو اس نوع کو حشرات الارض سے زیادہ سرعت کے ساتھ بڑھا دیا جاتا ہے تاکہ اگر قتلِ عام بھی ہو جائے تو اس کے معدوم ہونے کا اندیشہ باقی نہ رہے، بعینہ جب مذہب و اخلاق پر موت وارد ہونے لگتی ہے تو روحانی چشموں کے بند کھول دیئے جاتے ہیں جس سے انسانی اخلاق کی کھیتیاں سرسبز ہو کر اُفق تک لہلہاتی ہیں۔

قدرت اپنے پُر اسرار اور نامحسوس طریقہ پر انہیں اس کام کے لئے تیار کر رہی تھی۔ ان کے قلبِ سلیم میں دنیا اور دین کا عبرت انگیز تقابل پیدا ہو رہا تھا وہ دن بدن تبدیل ہو رہے تھے، ان کی دروں بیں نگاہیں مادی شوکت کا تجزیہ کر رہی تھیں۔ اولوالعزمی کے رنگین بلبلے پیدا ہو ہو کر پھٹ رہے تھے، حقیقت کی جستجو آئینہ بردوش تھی جس میں صاف نظر آ رہا تھا کہ درس تدریس، علمی مباحثے اور مناظرے خلوص اور صداقت پر مبنی نہیں ہیں لیکن امام غزالی جیسا بلند اخلاق انسان اس پستی کو کب برداشت کر سکتا تھا طبیعت میں ہمیشہ اس خیال سے وحشت سی رہتی، متضاد خیالات دل میں کھٹکتے تھے، درس تدریس سے ایک گھن سی آنے لگی تھی، مناظروں سے دل بیزار ہو رہا تھا لیکن ساتھ ہی اس عظیم الشان منصب کو چھوڑنے کو بھی جی نہ چاہتا تھا۔

دنیاوی جاہ و حشم سے کنارہ کشی

خیر یونہی دن گذرتے گئے اور ہر روز امام کا دل فتیلۂ سوزاں کی مانند سلگتا چمکتا رہا۔ اندر ہی اندر غم جسم کو کھانے لگا۔ قویٰ میں کمزوری آ گئی بڑھاپے کے آثار وقت سے پہلے ہویدا ہو گئے معدہ نے جواب دے دیا زبان گنگ ہو گئی، یہ تاریخی واقعات ہیں شاعرانہ مبالغہ نہیں۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ امام کے قلب میں خیر و شر کی جنگ کتنی سخت تھی۔ انجام کار انہوں نے اس ناتوانی کو دیکھ کر خدا میں پناہ لی جیسے وہ شخص پناہ لیتا ہے، جس کا کوئی وسیلہ باقی نہیں رہتا ——— معلوم نہیں ایک دن بیٹھے بیٹھے دل میں کیا آئی کہ یہ سرکشِ انسان بدن پر کملی ڈال کر شاہی ٹھاٹھ کو خیرباد کہتا ہوا شام کی طرف رخصت ہو گیا۔ اس قربانی اور ایثار کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے، مادرِ گیتی نے کیسے کیسے جوانمرد پیدا کئے ہیں۔

ان کی ساری زندگی ایک طویل مجاہدہ سے ایک خود فراموشی کی داستان ہے جس کا ذکر ان کی اپنی ہی زبان سے کچھ بھلا معلوم دیتا ہے، "چل چل کر پاؤں کے تلووں میں چھالے پڑ گئے۔ پیاس کے مارے زبان تالو سے چپک گئی، گلا سوکھ گیا ——— شکم میں درد کا دورہ تھا۔ انتڑیاں بھوک سے نکلی جاتی تھیں، غار میرا وطن تھا کانٹے میرا بستر اور موت میری ڈھارس تھی"۔

ان دس سالوں کی سیاحت میں امام غزالیؒ نے بہت صعوبت برداشت کی اور متعدد کتابیں تصنیف کیں مثلاً احیاء العلوم، اربعین۔ رسائل وغیرہ وغیرہ ان کے قلم سے اتنی کتابیں نکلیں کہ ابتک ان میں سے بعض کو شائع ہونیکا بھی موقع نہیں ملا۔ مورخ ان کی تعداد ۹۹ بتاتے ہیں۔ ان کی اکثر کتابوں کا قریباً یورپ کی معروف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے

ان کی خدمات بےنظیر ہیں۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے یونانیوں کے منطق کو اسلامی اصولوں کے رنگ میں ڈھالا کیا۔ ہیوم سے قریباً سات سو سال پہلے انہوں نے علت و معلول کے سلسلہ کی گرہ کاٹ ڈالی اور ظاہر کیا کہ ہمیں سبب یا نتیجہ کا علم نہیں ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ ہر شئے دوسری کے بعد آتی ہے امام غزالیؒ نے علماء کو لفظی مباحثہ سے قرآن اور حدیث کی طرف پھیرا تاکہ وہ ان سے زندہ تعلق رکھیں انہوں نے اخلاق کے باطنی پہلو پر حد سے زیادہ زور دیا ——— فلسفہ کو اتنا آسان کیا کہ عوام بھی سمجھنے لگے۔ فلسفہ کے بنیادی اصولوں کو ظاہر کیا، فلسفہ کے خطرہ سے مسلمانوں کو آگاہ کیا اور اپنی تصنیفات میں تشریح کی کہ حقیقی فلسفہ اور اسلامی اصولوں میں ضد نہیں ہے۔

حرص اور دنیاوی عزت کا مقابلہ

امام کی کتابیں جب شائع ہوئیں تو علمی حلقوں میں ایک ہلچل سی پیدا ہو گئی۔ اندلسی علماء بہت برہم ہوئے علماء کا علم تو صرف فقہ اور رسوم تک ہی محدود تھا جس مذہب کی تعلیم امام غزالیؒ نے دی اس کی اس فقہ اور رسومات میں مطلق گنجائش نہ تھی، جب احیاء العلوم الدین قرطبہ میں پہنچی تو فریسی طبع علماء سیخ پا ہو گئے اور قرطبہ کے قاضی ہمدین نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص الغزالی کی کتاب پڑھے گا وہ دوزخ میں پڑیگا وہ کافر ہے اور نیز اس کے حکم سے ساری کتابیں جلا دی گئیں اور حکومت کی طرف سے عام اعلان کر دیا گیا۔ جس کے پاس وہ کتاب نکلے گی وہ جان سے مار ڈالا جائیگا اور اس کی جائداد ضبط ہو گی۔ امام کے خلاف شاہ سنجر سلجوقی کے بھی کان بھرے گئے کہ امام اپنے عقائد کے لحاظ سے زندیق اور ملحد ہے ——— امام صاحب کی دربار میں طلبی ہوئی جہاں انہوں نے بیدھڑک اپنے عقائد کو بیان کیا اور بھرے دربار میں بادشاہ کو ملامت کی۔ "افسوس مسلمانوں کی گردنیں مصیبت سے ٹوٹ رہی ہیں اور تیرے گھوڑوں کی گردنیں طوقہائے زریں سے"، انہیں پے در پے بغداد سے ایسے شاہی مراسلت موصول ہوئے جس میں انہیں اصرار کے ساتھ نظامیہ میں بلایا جاتا رہا لیکن انہوں نے جواب دیا۔ میں نہیں آ سکتا۔ کیونکہ میں نے عہد کیا ہے کہ میں مباحثہ نہیں کروں گا اور بغداد میں مباحثہ کے بغیر چارہ نہیں دوسرے دربار خلافت میں سلام کے لئے حاضر ہونا پڑے گا اور میں اسے گوارا نہیں کر سکتا سب سے بڑھکر میں مشاہرہ اور وظیفہ قبول نہیں کر سکتا اور بغداد میں میری کوئی جائداد نہیں۔

یہ ہے مختصر سی داستان اس شخص کی جسے تلوار کا خوف، تمول کا رعب، لشکر کی کثرت اور موت کا ڈر صاف گوئی سے نہیں روک سکتا تھا، یہ وہ فاضل ہستی ہے جس نے علم کے رُخ پر وہ رفوا سے اکناف عالم میں رواں کئے وہ ایک صاحبِ عظمت مجدد تھا وہ خود ایک دور تھا اس نے اپنا پیغام دنیا کو سنایا اپنا مشن دلیری سے درباروں میں پیش کیا کس نے اسے اس کام کے لئے منتخب کیا تھا، اس عظیم الشان طاقت نے جس کی زرخیز قانون انسانی ہی میں نہیں بلکہ قانون قدرت میں بھی برسرِ عمل ہے۔ (م۔ ص)

علمائے حق اور علمائے سوء

عزت مآب مسٹر غلام محمد نے ایبٹ آباد میں تقریر کرتے ہوئے مسلمانان پاکستان کو جو تنبیہہ کی ہے وہ اس قابل ہے کہ قوم اسے گوش ہوش سے سُنے۔ مسلمانانِ پاکستان و ہند کی بدقسمتی ہے کہ گذشتہ پچیس تیس برس میں لیڈروں اور اخبارات نے (اِلّا ماشاء اللہ) ان کے مزاج کو حد درجہ بگاڑ دیا ہے۔ اوّل تو قوم میں کوئی انداز فکر ہی باقی نہیں رہا اور اگر کہیں سوچنے کی صلاحیت تھی بھی تو اسے لیڈروں کی لچھے دار تقریروں اور اخبارات کی ہیجان آفرین اور سستی قسم کی سنسنی پیدا کرنے والی تحریروں نے مسخ کر ڈالا جس طرح کام و دہن کو مصالحہ دار اور چٹخارے والی مگر غذائیت سے خالی چیزوں کے کھانے کا چسکا پڑ جائے تو معدہ کوئی صحت بخش غذا پسند ہی نہیں کرتا اسی طرح گذشتہ ۲۵ برس میں نیم خواندہ جذباتی مقررین اور نیم خواندہ جذباتی صحافیوں نے مسلمان عوام کو دلفریب اور خوشنما پرمعنی نعروں اور باتوں کا عادی بنا دیا ہے۔ جو مقرر تلخ حقائق کو عوام سے چھپائے، لچھے دار تقریروں سے ان کا دل لبھائے سستے لطیفوں سے انہیں بہلائے وہ اس کی تقریر پر گھنٹوں سر دھنیں گے جو مصنف ان کی کمزوریوں پر پردہ ڈالے اور ان کی اس طرح کی خوشامد کرے، کہ روس و امریکہ دونوں کو تم ایک "اسلامی ٹھوکر" سے پامال کر سکتے ہو وہ ان کا محبوب مصنف ہے۔ اس ذہنی افیون نے فکری اعتبار سے عوام کو مفلوج بنا دیا ہے اور ان کی مسائل پر غور و فکر کی صلاحیتیں سلب کر لی ہیں نتیجہ یہ ہوا ہے کہ کھرے اور کھوٹے اچھے اور بُرے کی کوئی تمیز نہیں رہی۔ جو طالع آزما چاہتا ہے کوئی نہ کوئی دلفریب نعرہ بلند کر کے سیدھے سادے عوام کے ایک طبقہ کو اپنے پیچھے لگا لیتا ہے جب اس کا مقصد پورا ہو جاتا ہے تو وہ گوشۂ عافیت میں جا بیٹھتا ہے۔ اور عوام کو منجدھار میں ڈبکیاں کھانے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ گذشتہ ۲۵ سال کی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ قائد اعظم رح اور ایک آدھ اور روشن استثنیٰ کے سوا کتنے "رہنماؤں" نے ہی مسلمانانِ ہند اور پاکستان کو اسلام اور ملت کے نام پر دھوکا دیا ہے۔ مگر یہ قوم دھوکے پر دھوکا کھاتی ہے اور پھر نیا دھوکا کھانے کے لئے آمادہ ہو جاتی ہے۔ جو اسے لوری دے کر سلانا چاہے یا چکنی چپڑی باتیں سُنا کر گمراہ کرے اسے یہ پسند کرتی ہے۔ لیکن اگر کوئی اسے تلخ حقیقتوں سے خبردار کرے مسائل پر غور و فکر کی دعوت دے۔ خطرات سے بروقت آگاہ کرے اور جھنجھوڑے اس کی بات سننا اسے گوارا نہیں۔

گورنر جنرل نے بڑی اخلاقی جرأت سے کام لیا ہے کہ واشگاف الفاظ میں قوم کو خبردار کیا ہے کہ وہ علمائے سُوء سے بچے، کیونکہ علمائے سُوء ہی نے ماضی میں اسلام اور مسلمانوں کو سب سے بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ گذشتہ ساڑھے تیرہ سو برس سے اسلام میں دو قسم کے گروہ نمایاں رہے ہیں۔ ایک علمائے حق۔ جن کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد خدا اور خلق خدا کی خدمت اور اعلائے کلمۃ الحق تھا۔ یہ وہ علمائے کرام تھے جنہوں نے کبھی دُنیا کو دین پر ترجیح نہ دی۔ جنہوں نے ملت کے مفاد کو ہر دوسرے مفاد سے مقدم سمجھا جنہوں نے گردن کٹوا دی مگر اسے باطل کے سامنے جھکانا گوارا نہ کیا۔ جو اللہ کی خوشنودی اور ملت کی بہبودی کے لئے اپنوں اور غیروں سب سے ٹکرا گئے۔ اسلام کی تاریخ کا عہد زرین در اصل انہیں علمائے حق کی داستان ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رض۔ حضرت حسن بصری رض۔ امام اعظم ابو حنیفہ رض۔ امام احمد بن حنبل رض۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رح۔ شاہ ولی اللہ۔ سید اسمٰعیل شہید رح اور ہمارے اپنے زمانہ میں شیخ الہند محمود الحسن رح اپنے اپنے رنگ میں اور اپنے اپنے درجہ کے مطابق علمائے حق کے اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے انہیں نہ حجاج بن یوسف کا جبر مرعوب کر سکا۔ نہ ہارون و مامون کا جاہ و جلال نہ یہ جہانگیر کی سطوت سے متاثر ہوئے نہ انگریزوں کی شان و شوکت سے۔

لیکن جس طرح روشنی کے جلو میں ہی تاریکی بھی ہوتی ہے۔ اسی طرح اسلام کی پوری تاریخ علمائے سُوء کے کارنامے شنیع سے داغدار ہے۔ یہ وہ علماء ہیں جنہوں نے دنیا کو دین پر ترجیح دی۔ جنہوں نے ملت کے مفاد کو اپنے ذاتی مفاد پر قربان کر دیا۔ ان میں ایسے بھی تھے جن کا خطاب "شیخ الاسلام" تھا۔ ان میں ایسے بھی تھے جو مسند ارشاد پر فائز تھے، ان میں ایسے بھی تھے جو "قدوۃ السالکین" اور "زبدۃ العارفین" کہلانا پسند فرماتے تھے۔ مگر انہوں نے اسلام کے نام پر فتنے برپا کر کے اسلام کی جڑیں کھوکھلی کیں، انہوں نے ملت کے نام پر بظاہر معصوم تحریکیں چلائیں مگر ملت ہی کو برباد کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ عجم میں بعض ایسے علمبرداران اسلام جنہوں نے مسلمانوں کو اللہ اور رسول ؐ اور اسلام کے نام پر لڑایا فی الحقیقت مسلمان بھی نہ تھے وہ در اصل یہودی یا مجوسی تھے۔ انہوں نے عجم کا انتقام عرب سے لینے کے لئے حُبِ اسلام اور حُبِ رسُول کا ڈھونگ رچایا اور آٹھ آٹھ دس دس برس مسلسل مسلمانوں کو آپس میں لڑایا۔ اس وقت سادہ دل مسلمان یہی سمجھتے تھے کہ ہم اسلام کی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ مگر بعد میں تحقیق سے ثابت ہوا کہ انہیں اسلام کے نام پر لڑانے والے خود بھی مسلمان نہیں تھے!

بغداد میں خلافت عباسیہ کی تباہی کے لئے کون لوگ ذمہ دار تھے، یہی علمائے سوء۔ ترکوں کی سلطنت کو بھی انہی نام نہاد علماء نے برباد کیا۔ ان میں نوے فیصدی دوسری سلطنتوں کے ایجنٹ تھے۔ سپین میں مسلمانوں نے سینکڑوں سال حکومت کی۔ آج اس ملک میں ایک کلمہ گو بھی نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس عبرتناک تباہی کا باعث مسلمانوں کی خانہ جنگی اور اختلاف تھا اور اس اختلاف کے ذمہ دار علمائے سُوء تھے۔ (نوائے وقت ۱۹ مئی ۱۹۵۳ء)

۱۳ قتل

لاہور کے ایک اخبار میں آج خبر شائع ہوئی ہے کہ پنجاب کے صرف ایک ضلع شیخوپورہ میں پچھلے دس دن کے اندر قتل کی تیرہ وارداتیں ہوئی ہیں۔ ایک جگہ تو پورے ایک کنبہ کو جس میں عورتیں بھی شامل ہیں موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔

قتل کے ان اقدامات کے اسباب کیا ہیں؟ زمینوں کے جھگڑے، پرانی عداوتیں۔ ایک جگہ تو بھوسہ کی تقسیم پر ایک شخص کو قتل کر دیا گیا۔

انسانی خون کی ارزانی کچھ شیخوپورہ کے ضلع ہی سے مخصوص نہیں۔ لاہور کے اخبار پڑھیئے، ہمیں تو ایک دن بھی ایسا یاد نہیں پڑتا کہ پنجاب کے کسی نہ کسی مقام پر قتل کی کوئی واردات نہ ہوئی ہو۔ ذرا سی بات ہوئی، لاٹھیاں اُٹھ گئیں، برچھے تن گئے، بندوقیں تان لی گئیں۔ راقم الحروف کو دو ایسی لرزہ انگیز وارداتیں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اپنے شکار کا پیچھا کرتے ہوئے قاتلوں کے چہروں پر جو بھیانک وحشیانہ اور مکروہ رُوپ چھایا ہوا تھا اسے یاد کر کے اب بھی ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ہمیں زیادہ دُکھ جس بات پر ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ قتل و غارت کی یہ وحشتناک خبریں ہم روز پڑھتے ہیں لیکن ہماری رُوح نہیں کانپتی، ہمارے قومی ضمیر نے کبھی جھرجھری نہیں لی، ہمارے کسی ادیب کے دل پر اس سے ٹھیس نہیں لگتی، ہمارے شاعروں کے لطیف احساس اس سے بھڑک نہیں اُٹھتے، کہ اپنے تڑپا دینے والے نغموں اور رُوح کی گہرائیوں میں اُتر جانے والے افسانوں سے قوم کے ضمیر کو وہ جھنجھوڑیں، ہمارے واعظ جو برقع کے بغیر گھومتی ہوئی خواتین کو دیکھ کر اُن کی چُٹیا کاٹنے کے لئے قینچیاں تیز کرنے لگتے ہیں، انسانی لاشوں کو خاک و خون میں تڑپتے ہوئے دیکھ کر ان کے سینے پھٹ نہیں جاتے کہ اس بہیمانہ خصلت کے خلاف وہ منبر سے مہم شروع کر سکیں۔

قتل کوئی ہمارے ملک ہی کا خاصہ نہیں، ہر ملک میں قتل ہوتے ہیں اور بڑے بڑے وحشتناک قتل۔ لیکن وہ قتل جرائم پیشہ لوگوں کا کام ہوتا ہے یا ذہنی طور پر بیمار لوگوں کا۔ ایسے بدبخت تو ہر جگہ اور ہر گروہ ہی میں موجود ہوتے ہیں۔ جن کی فطرت کی نشو و نما ہی غلط بنیادوں پر ہوئی ہے۔ بد کام کرنے پر وہ اپنی فطرت سے مجبور ہیں۔

لیکن ہمارے ہاں تو پیشہ ور قاتل پائے ہی نہیں جاتے اور اگر پائے جاتے ہیں تو بہت ہی خال خال، یہاں آپ ایک اچھا خاصہ تندرست اور کھلا چنگا آدمی دیکھئے۔ اس میں کوئی غیر معمولی خباثت نہیں۔ بال بچے ہیں، مال مویشی ہے... زمین ہے، ہر لحاظ سے شریف آدمی آپ اسے کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ایک روز بیٹھے بٹھائے آپ ٹیلیفون میں آ جائیں گے اور اُٹھ کر ایک آدمی کا خون کر دیں گے۔ وجہ کیا ہو گی؟ کسی نے اس کے بچے کو گالی دے دی ہو گی۔ کسی نے اس کے کھیت میں مویشی گھس جانے دیا ہو گا۔ کسی نے ان کا پانی کاٹ لیا ہو گا۔

اس کا تدارک کیسے ہو؟ پولیس کے بس کی یہ بات نہیں۔ حکومت اس میں کچھ کر نہیں سکتی۔ یہ تو اسی صورت میں ممکن ہے کہ حکومت ایک ایک گاؤں اور ایک ایک محلہ پر پہرے بٹھائے بات بات پر قتل کے اقدام پر اُتر آنے کی خصلت کا تدارک ایک ہی ہے، لوگوں میں صحیح قسم کی تعلیم۔ اس تعلیم کی ابتدا تو سکولوں ہی سے ہونی چاہیئے۔ لیکن یہ کافی نہ ہو گا، یہ فرض ہر اس شخص پر عاید ہوتا ہے، جو لوگوں کے خیالات پر اثر ڈالنے کی قدرت رکھتے ہیں، اس میں اخبار نویس بھی شامل ہیں، ادیب اور شاعر بھی اور ہمارے واعظ بھی۔ انسانوں کو کافر بنانے کی بجائے وہ اگر انہیں صحیح انسان بنانے میں اپنی قوت صرف کریں تو یہ ان کی بڑی خدمت ہو گی۔

ہلال۔ راولپنڈی۔ ۱۰ مئی ۱۹۵۳ء

ریڈکراس سوسائٹی کے متعلق معلومات
یہ انسان دوست مجلس کیسے وجود میں آئی

ریڈکراس سوسائٹی ایک ایسا ادارہ ہے جس کی شہرت اور اثر عالمگیر ہے اور جب بھی مغربی دنیا میں جنگ ہوتی ہے یہ سوسائٹی اپنی خدمات میں پیش پیش رہتی ہے، حال ہی میں اس سوسائٹی کی طرف سے مشرقی سپاہیوں کے لئے گزشتہ جنگ میں نبرد آزما رہے چندہ کی اپیل کی گئی جس کا ہر طرف سے تسلی بخش جواب ملا ہے۔

اس سوسائٹی کی تاریخ مختصر طور پر یہ ہے کہ ۱۸۵۹ء میں جو لڑائی فرانس اور آسٹریا کے درمیان ہوئی اس کے نتیجہ میں یہ تحریک پیدا ہوئی، اس کے بعد جتنی تحریکیں اس نوع کی اٹھی ہیں ان سب سے یہ تحریک کامیاب اور ممتاز ہے۔ اس سوسائٹی کی ابتدا اس جذبہ سے ہوئی جو بعض دفعہ انسانی قلب کے اندر بنی نوع انسان کی رفاہ اور بہبود کے لئے پیدا ہوا کرتا ہے انسانوں کی فطرت بھی عجیب ہے۔ بعض دفعہ وہ قومیں جو ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرنے کے لئے کوشاں ہوتی ہیں اور جن کی تلواروں اور برچھیوں سے انسانی جسم خاک و خون میں لوٹتے ہیں۔ انہی قوموں کی صف سے ایسے وسیع الخیال اور نیک دل انسان بھی پیدا ہوتے ہیں جو رستے ہوئے زخموں کے منہ بند کرتے ہیں اور ان پر مرہم کے پھاہے رکھتے ہیں۔

۱۸۵۹ء کی لڑائی جو فرانسیسیوں اور آسٹریا والوں کے درمیان ہوئی اس میں آسٹریا والوں کو سلفرینو کے مقام پر شکست ہوئی اس جنگ میں بیشمار سپاہی مجروح ہوئے۔ ایک شخص جس کا نام ہنری ڈونانٹ تھا وہ جنیوا کا رہنے والا تھا اور مجروح سپاہیوں کی دیکھ بھال پر متعین تھا۔ اس شخص کے پہلو میں ایک ایسا قلب تھا جس میں انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ مجروح سپاہیوں کی حالت زار سے بہت متاثر ہوا تین سال کے بعد اس نے اس مذکورہ بالا جنگ کے متعلق ایک کتاب لکھی جو ۱۸۶۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب سے ریڈکراس کی بین الاقوامی تحریک جنم لیتی ہے ہنری ڈونانٹ نے سب سے پہلے ایسی تحریکات کے متعلق تجاویز پیش کیں جو دورانِ جنگ میں مجروحین کی مرہم پٹی کریں۔

جنیوا سے ابتدا

ڈونانٹ کی اس چھوٹی سی کتاب کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ ۱۸۶۳ء میں جنیوا کے مقام پر یورپ کی ۱۶ حکومتوں کے نمائندے جمع ہوئے اور انہوں نے ایک کانفرنس کی۔ اس کانفرنس نے ریڈکراس سوسائٹی کے بنیادی اصول وضع کئے اور یہ تجویز کی کہ ہر ملک میں فوج کے ساتھ اس نوع کی ریلیف سوسائٹیاں ملحق کی جائیں۔

اس کانفرنس کے ایک سال بعد سوئٹزرلینڈ کی فیڈرل کونسل کی طرف سے ایک اور سیاسی کانفرنس کا انعقاد ہوا جن حکومتوں کے نمایندے وہاں موجود تھے انہوں نے اس میثاق پر دستخط کئے کہ اس قسم کی ریلیف سوسائٹیاں بنائی جائیں گی اور مجروحین اور انکی نگہداشت کرنیوالی مجلسوں کو جنگ کے دوران میں غیر جانبدار خیال کیا جائے گا اور انہیں فوجیوں کی طرف سے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا۔

اس کانفرنس میں سب سے پہلے سفید کپڑے یا سفید سطح پر سرخ صلیب کا نشان اس سوسائٹی کی علامت مقرر ہوا۔ یہ نشان صرف ہسپتالوں پر ہی نہیں لگایا جاتا بلکہ ان شعبوں پر بھی لگایا جاتا ہے جو اس سوسائٹی کی عملی طور پر مدد کرتے ہیں۔ قریباً اسی وقت سے ترکی اور مصر نے بھی سرخ صلیب کی جگہ سرخ ہلال کا نشان استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ ایران نے سرخ شیر اور سورج کا نشان اس سوسائٹی کے لئے مقرر کیا۔

دو کروڑ ارکان

۱۸۶۴ء کے اخیر تک یورپ کی سب حکومتوں نے اس معاہدے پر دستخط کر دیئے، امریکہ کی ریاستہائے متحدہ نے ۱۸۸۲ء میں اس معاہدہ کو قبول کیا، اور اس معاہدے کی وجہ امریکہ کی خانہ جنگی ہوئی ۱۹۳۰ء میں تعاون کے قریب سوسائٹیاں دنیا میں قائم تھیں جن کے ارکان کی مجموعی تعداد دو کروڑ پر مشتمل تھی۔ گذشتہ جنگ عظیم کے دوران میں ان سوسائٹیوں نے بڑی جانفشانی سے خدمات سرانجام دیں جس سے اس کی اہمیت بہت بڑھ گئی۔ مجروح سپاہیوں کی اس سوسائٹی کی طرف سے خوب مدد کی گئی۔ میدان کارزار میں جبکہ ہر طرف تباہی اور بربادی کا منظر تھا، صرف یہ سوسائٹی تھی جو قومیت اور رنگ نسل کے امتیازات کو بالائے طاق رکھ کر مجروح اور دکھی انسانوں کی خلوص دل سے مدد کر رہی تھی جب گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہو، بم پھٹنے کے ہولناک دھماکے ہر طرف خوف، ڈر اور لرزہ پیدا کر رہے ہوں ایسے وقت میں بنی نوع انسان کی خدمت کا بجالانا بہت بڑی بات ہے۔

گذشتہ جنگِ عظیم کے دوران میں بین الاقوامی ریڈکراس سوسائٹی بہت بڑی بڑی ذمہ داریوں کی حامل ہوئی ہے جنگی قیدیوں کے معاملات کو اس سوسائٹی نے سلجھایا ہے۔ قیدیوں کو اور ان کے خاندانوں کو مناسب امداد بہم پہنچائی ہے ــــ قوموں اور ملکوں کی غائت کی ہے۔ ہوائی اور بحری جنگوں میں ممکن سہولتیں بہم پہنچائی ہیں، سمندر کے بڑے بڑے حادثے تو کلیتہً اس سوسائٹی کے زیر نگرانی تھے۔

ریڈکراس سوسائٹی نے صبح و شام محنت شاقہ کے ساتھ انسانوں کی رفاہ کے لئے کام کیا ہے اور اس کا کام تمام ان تحریکات پر فوقیت رکھتا ہے جو انہی اصولوں پر قائم ہیں جن پر یہ سوسائٹی چل کر کارنامے نمایاں کر رہی ہے، اس کی کامیابی کا راز نظام میں ہے اس کے مقاصد بالکل غیر سیاسی ہیں۔ اس کے پیش نظر صرف نوع انسانی کی خدمت ہی ہے جو کہ جغرافیائی حدود اور قومیت کی قید و بند سے آزاد ہے۔

زمانہ امن میں سوسائٹی کی خدمات

جنگ کے زمانہ میں ریڈکراس کی خدمات اور کارہائے نمایاں کا ذکر تو اوپر ہو چکا ہے اب ہم اس امر پر روشنی ڈالتے ہیں کہ زمانہ امن میں سوسائٹی کیا کیا کرتی ہے جنگ کی خون آشامیوں سے جو لوگ خانماں برباد ہو جاتے ہیں۔ وہ عورتیں جن کے سہاگ لٹ جاتے ہیں۔ وہ بچے جو یتیم ہو جاتے ہیں، یہ سوسائٹی وسیع پیمانہ پر حتی الامکان ان کے دکھوں کا درماں کرتی ہے۔ جنگ عظیم کے بعد ہنری ڈیوسن جو جنگ کے دوران میں امریکی ریڈکراس سوسائٹی کی جنگی کمیٹی کے صدر تھے، ان کی تحریک پر برطانیہ، فرانس اور جاپان کی ریڈکراس سوسائٹیوں کے نمایندوں نے ۱۹۱۹ء میں ایک لیگ بنائی گئی جو ایک عالمگیر انسانی نظام کی مرکزیت کا کام دے اور امن کے زمانہ میں دنیا کی بہتری اور بہبودی کے مشاغل کو جاری رکھے۔

یہ لیگ بین الاقوامی ریڈکراس کمیٹی سے رفاہ اور بہبود کے کاموں میں تعاون رکھتی ہے اور دیگر فلاحی کاموں میں بھی کافی حصہ لیتی ہے۔ لیگ آف نیشنز نے اس کے ذریعہ قریباً چار لاکھ پچاس ہزار قیدیوں کو نجات دلا کر انہیں اپنے اوطان میں آباد کیا۔

قحطوں، وباؤں، سیلابوں، اور زلزلوں کے دوران میں ریڈکراس سوسائٹی کی امداد نہایت مفید ثابت ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ یہ امداد اور جلد رسانی اس سوسائٹی کے مستقل شعبوں میں سے ہے۔

ایسی مفید اور انسان دوست سوسائٹی کا تمام دنیا میں مقبول ہو جانا کوئی بعید بات نہ تھی۔ چنانچہ ۱۹۲۹ء میں جنیوا کے مقام پر ایک بین الاقوامی معاہدہ کے ذریعہ تسلیم کیا گیا کہ ریڈکراس ایک عالمگیر باضابطہ سوسائٹی ہے اور دنیا کے قریباً ۴۷ ملکوں نے اس معاہدے کی توثیق کی، اور لطف یہ ہے کہ اس معاہدہ کی دفعات اس حالت میں بھی برقرار رہتی ہیں جبکہ ایک ایسا ملک جس نے اس معاہدے کو تسلیم کیا ہو، کسی ایسے ملک سے برسرپیکار ہو جس نے اس معاہدہ کی تصدیق نہ کی ہو۔

کروڑوں روپیہ جمع ہوا

ریڈکراس کے لئے فنڈ یا تو باقاعدہ ممبروں سے حاصل کئے جاتے ہیں یا عام جلسوں اور مجمعوں سے بھی یہ فنڈ جمع کر لئے جاتے ہیں۔ جنگ یا کسی اور تباہی کے موقع پر تو عام پبلک سے چندہ لیا جاتا ہے۔

پہلی جنگِ عظیم کے زمانہ میں امریکہ کے باقاعدہ ممبروں کے علاوہ جو مستقل طور پر چندہ دیتے ہیں دو اپیلیں یکے بعد دیگرے کی گئیں۔ پہلی ۱۹۱۷ء میں ہوئی۔ اس میں صرف ایک ہفتہ کے اندر اندر قریباً تیس کروڑ روپیہ جمع ہوا، اور دوسری اپیل ۱۹۱۸ء میں ہوئی، جس میں ۵۱ کروڑ روپیہ جمع ہوا۔ اسکے علاوہ باقاعدہ ممبروں اور چھوٹی چھوٹی اپیلوں سے جو روپیہ جمع ہوا، اس کی میزان ۱۲۱ کروڑ روپیہ پر جا کر بیٹھتی ہے۔

انگلستان سے قریباً ۲۶ کروڑ روپیہ جمع ہوا جس میں حکومت کے علاوہ دیگر عطیے بھی شامل ہیں۔

پاکیزہ ارشادات

بقیہ از صفحہ ۲

* نے اللہ تعالےٰ کی طرف اپنا دل لگایا ہو۔ تو ایماندار لوگوں کے دل محبت اور رحمت کے ساتھ اس کی طرف نہ کھینچے ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ ہر نیکی اس کی طرف بہت جلد کھینچتا ہے۔

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو۔
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اس میں وہ کیا نہیں
سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اسی کو یار و بتوں میں وفا نہیں

(درثمین)

درخواستِ دُعا

اہلیہ بخشی محمد خلیل الرحمٰن صاحب رام پور (ہند) سے اطلاع دیتی ہیں کہ ان کی دختر فریدہ امسال میٹرک کے امتحان میں شریک ہوئی ہیں۔ احباب سے ان کی گذارش ہے کہ وہ ان کی بچی کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں اور ہندوستان کے مخصوص حالات سے حفاظت کے لئے بھی اپنی دعاؤں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تار کا پتہ:- تبلیغ۔ لاہور

فون نمبر ۶۷۳۶

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے:- چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے:- ۱۲-۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر محمد آصف

جلد ۴۱ — لاہور یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۷۲ھ - ۳ جون ۱۹۵۳ء — نمبر ۱۹

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہو گی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن کریم کے نزول کی غرض کیا ہے؟

مَیں نے کئی دفعہ اس سے پہلے بھی بیان کیا ہے اور اب بھی اس کا بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے اس لئے مَیں پھر کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو انبیاء کو بھیجتا ہے اور آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے دُنیا کی ہدایت کے واسطے بھیجا اور قرآن مجید کو نازل فرمایا تو اس کی غرض کیا تھی؟ ہر شخص جو کام کرتا ہے اس کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے۔ ایسا خیال کرنا کہ قرآن شریف نازل کرنے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنے سے اللہ تعالےٰ کی کوئی غرض اور مقصد نہیں ہے کمال درجہ کی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ کیونکہ اس میں (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی طرف ایک فعلِ عبث کو منسوب کیا جائیگا۔ حالانکہ اس کی ذات پاک ہے (سبحانہٗ وتعالیٰ شانہٗ) پس یاد رکھو کہ کتاب مجید کے بھیجنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہے کہ تا دنیا پر عظیم الشان رحمت کا نمونہ دکھاوے۔ جیسے فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور ایسا ہی قرآن مجید کے بھیجنے کی غرض بتائی کہ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ یہ ایسی عظیم الشان اغراض ہیں کہ ان کی نظیر نہیں پائی جا سکتی۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے چاہا ہے کہ جیسے تمام کمالات متفرقہ جو انبیاء میں تھے وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جمع کر دیئے اور تمام خوبیاں اور کمالات جو متفرق کتابوں میں تھے وہ قرآن شریف میں جمع کر دیئے اور ایسا ہی جس قدر کمالات تمام اُمتوں میں تھے وہ اس اُمت میں جمع کر دیئے پس خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ ہم ان کمالات کو پالیں اور یہ بات بھی بھولنی نہیں چاہیئے کہ جیسے وہ عظیم الشان کمالات ہم کو دینا چاہتا ہے اسی کے موافق اس نے ہمیں قوےٰ بھی عطا کئے ہیں، کیونکہ اگر اس کے موافق قوےٰ نہ دیئے جاتے تو پھر ہم ان کمالات کو کسی صورت اور حالت میں پا ہی نہیں سکتے تھے۔

۱۱ر نومبر ۱۸۹۹ء

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

تقریر ریا اور بناوٹ سے پاک ہو

من تعلم صرف الکلام لیستبی بہ قلوب الرجال لم یقبل اللہ منہ یوم القیمۃ صرفاً ولا عدلاً - ابوداؤد - المراد بصرف الکلام ما یتکلفہ الانسان من الزیادۃ فیہ علی الحاجۃ وانما کرہ صلی اللہ علیہ وسلم ذالک لما یدخلہ من الریاء والتصنع ویخالطہ من الکذب والتزین والاستباع -

ترجمہ:- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تقریر کا اس طرح پھیرنا سیکھے کہ اس سے لوگوں کے دل پھیرے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی عبادت اختیاری ہو یا لازمی ہو قبول نہیں کرے گا -

کلام کے پھیرنے سے مراد یہ ہے کہ اس میں انسان ضرورت سے زیادہ تکلف کرے اور اسے آپ نے ناپسند فرمایا ہے کہ اس طرح اس میں جھوٹ اور مبالغہ اور ریا اور بناوٹ داخل ہو جاتے ہیں اور اس وجہ سے لوگوں کے دل پھر جاتے ہیں

آنکہ سعی اندر فصاحت میکند چہرۂ دل را جراحت میکند (عطار)

یعنی جو شخص فصاحت میں کوشش کرتا ہے وہ اپنے دل کے چہرے کو زخمی کر دیتا ہے۔

خاموشی لاحاصل باتوں سے بہتر ہے

من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیقل خیراً اولیصمت و فی اخری من صمت نجا - (الترمذی)

ترجمہ:- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ نیک بات کہے یا چپ رہے دوسری روایت میں جو چپ رہا اس نے خلصی پائی - بطبیعم ہیچ مضمون بہ زلب بستن نمے آید - یعنی خاموشی کے وہ معنی ہیں کہ بیان کرنے میں نہیں آتے - میری سمجھ میں کوئی مضمون چپ رہنے سے بہتر نہیں قیل وقال سے بہتر عمل ہے -

بلند اخلاقی انسان کو بلند کرتی ہے

عن عبد اللہ بن عمر قال ...... وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان من خیارکم احسنکم اخلاقاً (بخاری)

ترجمہ:- عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر اشخاص وہ ہیں جن کے اخلاق نہایت ارفع و اعلیٰ ہیں -

جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے

عن معاویۃ بن جاھمۃ ان جاھمۃ جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ اردت ان اغزو قد جئتک استشیرک فقال ھل لک من ام قال نعم قال فالزمھا فان الجنۃ تحت رجلیھا (بخاری)

ترجمہ:- معاویہ بن جاہمہ سے روایت ہے کہ جاہمہ (ایک دفعہ) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اللہ کے راستہ میں جہاد کروں یعنی دفاعی جنگوں میں شرکت کروں حضور کیا مشورہ فرماتے ہیں آپ نے پوچھا کیا آپکی والدہ زندہ ہیں؟ اس نے کہا "جی ہاں" تو حضور نے فرمایا "اس کی خدمتگذاری میں حاضر رہو کیونکہ اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے"

بیگم صاحبہ حضرت امیر علیہ الرحمۃ کا مکتوب گرامی

اپنی بہنوں سے اپیل

آج کل رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ ہے جو مجاہدے کے لئے ایک نئی روح پھونکتا ہے - ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں خاص طور پر صدقہ و خیرات فرماتے تھے - میں بھی آپکی توجہ ایک کار خیر کی طرف مبذول کرانا چاہتی ہوں - آپ بخوبی جانتی ہیں کہ وسط یورپ یعنی برلین میں ہماری مسجد و مشن ہے - اور تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ محمد امان جرمن نو مسلم و امام برلین مسجد پاکستان کا دورہ کرکے واپس برلین پہنچے ہیں - اسی برلین مسجد کے لئے ہماری جماعت نے شاندار قربانیاں کی ہیں اور اس کی تکمیل کے لئے میری معزز بہنوں نے علاوہ معمولی چندے کے اپنے بیش قیمت زیورات دیکر جہاد و ایثار کا اعلیٰ نمونہ دکھایا تھا - اب میں چاہتی ہوں کہ وسط یورپ کے اس احد مرکز اسلام کی مرمت و درستگی کے لئے بھی آپ سے درخواست کروں -

پچھلی جنگ عظیم میں مسجد کو شدید صدمہ پہنچا - حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی علالت طبع کے باوجود سخت محنت جانکاہی سے مرمت کیلئے چندہ جمع کیا جو مرمت پر خرچ ہوا تاہم ابھی بہت کچھ باقی ہے - مسجد کے ساتھ ایک ملحقہ مکان بھی ہے - میں چاہتی ہوں کہ ہم اس بیت اللہ کو بنانے اور سنوارنے کے لئے رمضان المبارک میں کچھ رقم جمع کر کے دیں، اور اسی لئے یہ تحریک لکھ رہی ہوں -

ہم عورتوں کو بالخصوص گھر کو بنانے سنوارنے کا شوق ہوتا ہے - اسلئے اس اللہ کے گھر کو سنوارنے کیلئے بھی ہمارے دلوں میں اسی طرح شوق و تڑپ ہونی چاہیئے جیسے اپنے گھر کے لئے بلکہ بڑھ چڑھ کر کیونکہ یہی جذبہ اس اصلی گھر کو بلند و خوبصورت بنائیگا جہاں ہمیشہ رہنا ہے -

سب احمدی بہنوں و بچیوں سے گذارش ہے کہ وہ خود بھی حصہ لیں اور اپنی سہیلیوں کو بھی اس کار خیر میں شامل کریں - خواہ کتنی ہی قلیل رقم ہو مگر اس ثواب میں شمولیت سے محروم نہ رہیں - محترم برادران سے میری التماس ہے کہ وہ میری اس آواز کو گھروں میں پہنچا دیں - وما توفیقی الا باللہ -

خاکسار بیگم محمد علی

نوٹ:- چندے کی رقوم محاسب صاحب، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام آنی چاہئیں اور یہ لکھ دیں کہ یہ رقم برلین مسجد کے لئے ہے - مجھے صرف اطلاع دیدیں تاکہ فہرست اسماء اخبار میں چھپ سکیں - اس فہرست کو میں اپنی ناچیز رقم مبلغ پچیس روپے سے شروع کرتی ہوں -

پیغام صلح
جلد ۵۱ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۰ رمضان ۱۳۸۲ھ | نمبر ۱۹

ماہِ رمضان اور عید الفطر

انسانی ترقی کا راز تکلیف میں مضمر ہے

اسلام ایک مذہب ہے جس کے پیش نظر انسانی اجتماع کی بہتری اور بہبودی ہے دین کا اسلامی اور قرآنی تخیل ان مذاہب سے بالکل جدا ہے جن میں رہبانیت کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسلام میں ہر سال جو ایک مہینہ روزوں کا آتا ہے اس سے مطلب کسی قسم کی رہبانیت کی تعلیم دینا ہرگز نہیں البتہ ایک قسم کی اخلاقی اور جسمانی تربیت یقیناً مدنظر ہے۔ روزہ سے اسلام کا مطمح نظر صرف یہ ہے کہ ایک ایسا رجحان پیدا کیا جائے جس سے انسان میں مصائب اور مشکلات کی برداشت پیدا ہو۔ اور دنیوی آسودگی اور نشاط سے دل کو ربط نہ ہو اور مسلمان اسلامی اخلاق کو کچھ اس طرح جزو طبیعت بنائے جس سے جسمانی اور دماغی قوتوں پر اسے قابو حاصل ہو جائے اس ضبط سے انسان کے اندر ایک ایسی فطرت پیدا ہو جاتی ہے جسے نیکی سے محبت اور روحانی ترقیات سے شیفتگی اور بدی سے نفرت ہو جاتی ہے اور وہ بنی نوع انسان کے لئے عموماً اور امت اسلامیہ کے لئے خصوصاً مفید ثابت ہوتا ہے۔ ایک شخص کے سامنے جہاں اپنی مشکلات کا تصور صحیح رنگ میں آ جاتا ہے، وہاں اسے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ میرے بیشمار بھائی اور بھی ہیں جو ایسی ہی مشکلات میں سے گذرتے رہتے ہیں۔ پھر جہاں وہ مشکلات میں ثابت قدم رہتا ہے وہاں دوسروں کی مشکلات کو بھی کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ ملت اسلامیہ کے افراد ایک سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں۔ ایک کی تکلیف سب کی تکلیف ہے۔ ہر فرد کو اپنی مشکلات میں ملت کی مشکلات کا احساس ہوتا ہے اور ملت بحیثیت مجموعی ان مشکلات کا نہایت ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے روحانی ترقیات کے راستہ پر قدم مارتی ہے اور یہی وہ ترقیات ہیں جن سے اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور مسلمان مجموعی طور پر اس خالق کائنات کی رضا کو پا لیتے ہیں جس کی وہ عبادت کرتے ہیں۔ رمضان روزہ دراصل خداوند تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہے اس لئے روزہ سے جہاں عملی طور پر انسان کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ انسانی ترقی کا راز تکلیف کی نہایت ثابت قدمی کے ساتھ برداشت میں مضمر ہے، وہاں عید میں مسلمان کے لئے یہ پیغام ہے کہ حقیقی خوشی وہی ہے جو بہت بڑے مجاہدہ اور پیہم برداشت کے بعد حاصل ہو، اور نفس مطمئنہ جو مسلمان کی مسرت کی انتہا ہوتا ہے اس کو بغیر مجاہدہ اور کشمکش کے حاصل کیا ہی نہیں جا سکتا۔

یہ زمینی خوشیاں، یہ مال و دولت کے نشے ہیچ ہیں، بے حقیقت ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے: الذی جمع مالا وعددہ یحسب ان مالہ اخلدہ کلا لینبذن فی الحطمۃ وما ادراک ما الحطمۃ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ (الھمزۃ)

ترجمہ۔ جو مال جمع کرتا اور اسے شمار میں لاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں، وہ حطمہ میں ڈالا جائے گا۔ اور تجھے کیا خبر کہ حطمہ کیا ہے، اللہ کی جلائی ہوئی آگ جو دلوں پر بھڑک اٹھتی ہے۔

سو جو زمینی خوشیوں اور مال و دولت کی مسرتوں کے پیچھے سرگرداں ہیں وہ کبھی عافیت میں نہیں رہتے بلکہ بالآخر آگ میں گرتے ہیں اور انہیں طمانیت قلب کبھی حاصل نہیں ہو سکتی اسلام نے جائز حد تک اس دنیا کی خوشیوں میں حصہ لینے سے انسان کو روکا نہیں لیکن حقیقی خوشی دراصل روحانی خوشی اور اللہ تعالےٰ کی رضا ہے اور اسی میں بشر کی سلامتی اور طمانیت ہے اور اسی کی طرف مسلمان کو بار بار قرآن مجید میں توجہ دلائی گئی ہے اور اسلامی عبادات کی تکمیل کچھ اس طرح سے تشکیل دی گئی ہے کہ مسلمان عملی طور پر خوشی کے ان مدارج میں سے گذرتا ہوا اللہ تعالےٰ کی رضا کو پا لیتا ہے۔

ہم احمدی لوگوں کا ایمان ہے کہ ہم اسلامی اور قرآنی تعلیم کے قائل ہیں اور ہم ہی وہ خوش قسمت لوگ ہیں جنہوں نے اس زمانہ کے امام یعنی حضرت مسیح موعود و مجدد اسلام کو پہچانا۔ اس لئے ہم پر خاص طور پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اسلامی اصولوں کے اور اسلامی اخلاق کے حقیقی رنگ میں آئینہ دار ہوں اور ہم اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ایسی قربانیاں کریں جس سے ہم اپنے آپ کو باقی مسلمانوں سے ممتاز کر سکیں اور دنیا پر اس امر کی وضاحت کر سکیں کہ ہم واقعی ایک امام کے ماننے والے ہیں، اگر ہم صمیم قلب اور خلوص دل سے ساتھ جدوجہد اور کشمکش کریں گے اور نہایت بہادری اور دلیری کے ساتھ ان مشکلات کا مقابلہ کریں گے، جو اشاعت اسلام کے راستہ میں سنگ گراں ہیں تو یقیناً وہ خدا جو کبھی کسی کے صدق جذبات اور عمل کو ضائع نہیں کرتا وہ ایک دن ہماری مساعی جمیلہ کو بار آور کرے گا۔ اور ہم ایک ایسے دور کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے ہوں گے جس میں اسلامی اخلاق اور تعلیم کی بہتری اور بہبودی کا تمام عالم میں تسلیم کیا جائے۔ اور وہ ہمارے لئے اور بحیثیت مجموعی ہماری جماعت کے لئے حقیقی عید کا دن ہوگا۔ کیونکہ روحانی مجاہدہ کے بعد حقیقی خوشی کا مزہ دیکھنا ہی حقیقی عید ہے اور ان تکلیفات اور مصائب میں ہی ہماری ترقی کا راز مضمر ہے ہم کبھی اس بام عروج تک نہیں پہنچ سکتے جب تک ہمارے پہلوؤں میں غلبۂ اسلام کے لئے دل خون نہ ہوں، اور ہماری آنکھیں دعائے نیم شبی سے معمور نہ ہوں ہماری جبینیں سجود کی حقیقی لذت سے آشنا نہ ہوں اور خدا کے دین کے مقابلہ میں ہماری جانوں اور ہمارے مالوں کی وقعت ہماری آنکھوں میں پر پشہ کے برابر نہ رہے۔

ماہ صیام ایک اجتماعی عمل ہے جس میں سب مسلمان مل کر ایک مجاہدہ کرتے ہیں بھوک اور پیاس کی سختیوں کو اپنے اوپر وارد کرتے ہیں، شب زندہ داری کی تکلیفوں کو برداشت کرتے ہیں۔ اس کے بعد عید آتی ہے۔ وہ بھی ایک اجتماعی عمل اور اجتماعی تہوار ہے۔ باقی اقوام کی طرح عید ایک میلا یا جلسہ نہیں جس میں چند گھڑیوں کے لئے جمع ہوئے اور رنگ رلیاں منا کر رخصت ہو گئے۔ بلکہ سب مسلمان جمع ہو کر خدا کے حضور سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں کہ وہ ایک مجاہدہ میں کامیاب ہوئے، صرف خدا تعالےٰ کی رضا کے لئے ایک پیمان اور عہد پر پورے اترے ہیں مسلمان کے لئے خواہ مجاہدہ ہو یا خوشی ہو، ہر اس وقت تک روحانی لحاظ سے کوئی وقعت نہیں رکھتے جب تک کہ انہیں قیام و قعود سے سنوارا نہ جائے اور مجاہدہ کے بعد خوشی اور روحانی انبساط کو حاصل کرنے کے لئے بڑی بڑی قربانیاں نہ کی جائیں۔

آؤ ہم سب مل کر اسلام کے دور جدید اور نشأۃ ثانیہ کو ظہور میں لانے کے لئے ایک ایسی شاندار جدوجہد کریں کہ جس کی نظیر نہ مل سکے اور ہم اپنی زندگیوں میں ان مصائب و مشکلات کے بعد اس عید کو دیکھیں جس کا ہمارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے ۔۔۔ اس عید کے ۔۔۔

تو ہمارا مددگار ہو۔ کیونکہ تیری مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔

ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔

مرزا محمد یعقوب صاحب وفات پا گئے

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر انتہائی ملال سے پڑھی جائے گی کہ اخویم مرزا محمد یعقوب صاحب ٹیچر مسلم ہائی سکول لاہور مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۵۳ء کو میو ہسپتال میں کچھ عرصہ شدید بیمار رہ کر وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم انجمن کے نہایت مخلص اور پرانے کارکن تھے بہت خلیق اور ملنسار تھے۔ اپنے فرائض کو بڑی ذمہ داری کے ساتھ سر انجام دینے کے عادی تھے۔ صحت بظاہر اچھی تھی لیکن موت کا کوئی علاج نہیں۔ جوانی کی حالت میں وفات پا گئے۔ اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گئے ہیں جن کا سوائے خدا کے اور کوئی دنیوی سہارا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کا حامی و ناصر ہو۔ ہمیں اس صدمہ میں مرحوم کی اہلیہ محترمہ اور جملہ پسماندگان سے گہری ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

الم‍یہ ریزولیوشن

آج مورخہ یکم جون ۱۹۵۳ء کو اساتذہ اور جملہ طلبائے مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور کا ایک نہایت اہم اجلاس زیر صدارت جناب چوہدری حمید صاحب ہیڈ ماسٹر سکول صحن میں منعقد ہوا اور ذیل کے ریزولیوشن بالاتفاق آراء سے پاس ہوئے:-

(۱) سکول ہذا مرزا محمد یعقوب صاحب کی وفات حسرت آیات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں، بیوہ اور دیگر اعزہ و اقربا کے ساتھ انتہائی افسوس کرتا ہے۔ نیز دعا کرتا ہے کہ خداوند تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(۲) سکول ہذا اس غم میں باقی وقت کے لئے بند کیا جاتا ہے۔

(۳) ریزولیوشن کی ایک کاپی ان کے صاحبزادگان ...

پاکستان کے صنعتی امکانات کا جائزہ

عبدالرحیم صاحب شبلی بی۔ کام

(۲)

شکر سازی کی صنعت

کھانڈ کی پیداوار کے لحاظ سے مشرقی بنگال کی حیثیت بھی چنداں قابل فخر نہیں ہے تقسیم بنگال سے پہلے اس صوبہ میں کھانڈ کے آٹھ کارخانے تھے۔ جو ہر سال ۶۵ ہزار ٹن کھانڈ تیار کرتے تھے۔ لیکن بنگال میں اوسطاً ۶۶ پونڈ فی کس سالانہ کھانڈ استعمال ہوتی ہے دوسرے الفاظ میں مشرقی بنگال کی مجموعی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ۸۰۷ ہزار ٹن شکر کی سالانہ ضرورت ہے، تقسیم کے بعد مشرقی بنگال میں شکر سازی کی صنعت پہلے سے بھی نازک ہوگئی ہے۔ اس لئے حکومت پاکستان کی خاص توجہ کی محتاج ہے۔ مشرقی بنگال کی آب ہوا نیشکر کی کاشت کے لئے بہت موزوں ہے۔ حصوصاً پہاڑوں پر یہ فصل بہت کامیاب رہ سکتی ہے۔ اگر برقابی قوت سے فائدہ اٹھایا جائے تو یہ صنعت مشرقی بنگال میں کافی ترقی کر سکتی ہے۔

سردست پاکستان کا انحصار ہندوستان اور کیوبا پر ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اگر پاکستان کو صنعتی لحاظ سے آگے بڑھنا ہے۔ تو شکر سازی کی طرف بھی توجہ کرنی ہوگی

پٹ سن کے کارخانے

پٹ سن (جوٹ) کی پیداوار کے لحاظ سے مشرقی پاکستان بہت زیادہ خوش قسمت ہے تقسیم ملک سے پہلے بنگال کو پٹ سن کی پیداوار میں اجارہ داری حاصل تھی۔ اور وہ دنیا کی کل پیداوار میں ۹۵ فیصدی حصہ رکھتا تھا ہر سال ہندوستان میں پٹ سن کی نوے لاکھ گانٹھیں تیار ہوتی تھیں ایک گانٹھ میں چار سو پونڈ پٹ سن ہوتی ہے۔ اس میں سے نصف پیداوار امریکہ، برطانیہ، فرانس، اٹلی، برازیل، جاپان بلجیم، جرمنی اور اسپین کو بھیجدی جاتی تھیں تقسیم کے بعد بھی پٹ سن پاکستان کی سب سے بڑی زرعی دولت ہے۔ مشرقی بنگال میں ہر سال ستر لاکھ گانٹھیں تیار ہوتی ہیں۔ جن میں مزید اضافہ ہو سکتا ہے۔ لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ پٹ سن کے کارخانے زیادہ تر دریائے ہگلی کے کنارے کلکتہ کے پاس قائم کئے گئے تھے۔ پاکستان کے حصے ان میں سے ایک بھی نہ آسکا۔ اب حکومت پاکستان کوشش کر رہی ہے کہ مشرقی بنگال میں پٹ سن کے کارخانے قائم کئے جائیں تقسیم سے پہلے بنگال میں "دبانے کی مشینوں" کی تعداد ایک سو سے متجاوز تھی۔ ان کارخانوں میں ۳۲ ہزار مزدور کام کرتے تھے لیکن اس وقت پاکستان میں پٹ سن دبانے کے کارخانوں کی تعداد صرف صفر ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ پٹ سن کی صنعت کی طرف خاص توجہ کرے۔ دنیا کی سیاست بھی اسی زرعی پیداوار کے گرد گھومتی ہے چنانچہ برطانیہ وامریکہ دوسرے ممالک کو اس پیداوار کا لالچ دے کر ان کو اپنا حامی بنا رہے ہیں۔ چنانچہ کشمیر کے معاملہ میں انڈین یونین کے ساتھ جوڑ توڑ ہو رہے ہیں ان کا پس منظر در اصل یہی ہے مشکل یہ ہے کہ پاکستان خام پٹ سن تو مہیا کر سکتا ہے۔ لیکن اسے کاٹ کر گانٹھیں بنانے اور دبانے کا کام ہندوستان میں ہوتا ہے۔ لہذا دنیا کی مارکیٹ میں پٹ سن کا تاجر ہندوستان ہی کو شمار کیا جاتا ہے۔ اس لئے ہر ملک اسی کی خوشنودی کو مد نظر رکھتا ہے۔ اگر پاکستان کے پاس دبانے اور کاتنے وغیرہ کے اپنے کارخانے ہوں تو بین الاقوامی سیاست میں بھی اس کا پلہ بھاری رہ سکتا ہے کسی زمانے میں پٹ سن کو سیاسی حربہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ جب جنوبی افریقہ کی یونین نے افریقی ہندوستانیوں کے خلاف امتیازی قوانین پاس کئے تو ہندوستان نے اس کا مقاطعہ کر دیا، اور پٹ سن کی برآمد ممنوع قرار دے دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنوبی افریقہ کی یونین بڑی حد تک گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئی۔ اب یہ حربہ پاکستان کے ہاتھ آگیا ہے۔ اس لئے حکومت پاکستان کو اس طرف خاص توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

پٹ سن صرف بوریاں تیار کرنے کے کام نہیں آتی۔ بلکہ اس سے انسولیٹر، پلاسٹر فرنیچر، قالین، پردے کمبل اور دیواروں کے غلاف بھی بن سکتے ہیں۔ اگر ان تمام صنعتوں کے فروغ کا پروگرام بنایا جائے تو پٹ سن کی صنعت بہت ترقی کر سکتی ہے۔ اور اس پیداوار کی کھپت پاکستان ہی میں ہو سکے گی جس کے بعد اس کی قیمتوں کا انحصار ملکی منڈیوں کی مانگ پر نہ رہیگا۔

پاکستان کی چائے

تقسیم سے پہلے چائے کی پیداوار کے لحاظ سے ہندوستان دنیا میں دوسرے نمبر پر تھا اور شمال مغربی علاقہ کل پیداوار کا ۷۷ فی صدی مہیا کرتا تھا۔ ہندوستان میں چائے کے تقریباً پانچ ہزار باغات تھے۔ جن میں سے پچاس فیصد باغ پنجاب میں، اور بیس فیصد آسام میں تھے۔ لیکن پنجاب میں ایک باغ کا رقبہ عام طور پر چار ایکڑ تھا۔ در آنحالیکہ آسام کے باغات چار چار سو ایکڑ زمین میں پھیلے ہوئے تھے پنجاب میں چائے کی سات فیکٹریاں تھیں لیکن بنگال و آسام میں ان کی تعداد ۶۷۴ سے کم نہ تھی۔ پنجاب میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اس لئے مغربی پاکستان میں چائے کا کوئی باغ نہیں ہے۔ البتہ سلہٹ (مشرقی پاکستان) میں اب بھی چائے کے باغات کافی تعداد میں موجود ہیں جو پاکستان کی ضروریات بخوبی پوری کر سکتے ہیں۔

مغربی پاکستان کی مصنوعات

یہاں تک تو پاکستان گیر صنعتوں کا تذکرہ تھا۔ اب مشرقی اور مغربی پاکستان کی خاص خاص مصنوعات کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے

مغربی پنجاب کھالوں اور چمڑوں کی پیداوار کے لئے مشہور ہے۔ یہاں کے چمڑے اور کھالیں کیت کے لحاظ سے بھی اعلےٰ خیال کی جاتی ہیں لیکن بدقسمتی سے چمڑہ رنگنے اور دباغت کا کام جاہل اور پسماندہ طبقہ کے ہاتھ میں رہے اگر تعلیمیافتہ لوگ توجہ کریں اور اس صنعت کو سائنٹیفک لائن پر چلائیں تو اسے بہت زیادہ فروغ ہو سکتا ہے۔

پنجاب قالین سازی کے لئے بھی شہرہ آفاق تھا۔ اور امرتسر و ملتان میں اس کے بہت سے کارخانے تھے۔ قالینوں کی مانگ زیادہ تر بیرونی ممالک سے آتی تھی۔ لیکن اب اس میں کمی پیدا ہو گئی ہے۔ چنانچہ ملتان کے قالین ساز پہلے کی طرح مرفہ الحال نہیں ہیں تاہم حکومت مغربی پنجاب نے باقندوں اور کپڑا بننے والوں کو ملتان میں آباد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اگر وہ قالین سازی کی طرف بھی توجہ کریں تو یہ صنعت از سر نو زندہ ہو سکتی ہے۔

مغربی پنجاب میں لوہا مطلق نہیں ہوتا تاہم ٹوٹے پھوٹے لوہے سے چاقو چھریاں بنائی جاتی ہیں۔ نظام آباد اور وزیر آباد اس کاروبار کے لئے خاص طور پر مشہور رہیں۔ ان قصبوں میں چاقو، چھریاں قینچیاں، استرے، تلواریں اور خنجر وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ جن سے سیلون برما، بلوچستان اور افغانستان تک کی مانگ پوری ہوتی ہے۔ مغربی پنجاب میں مشین کا کام کرنے کی صلاحیت اور دلچسپی موجود ہے۔ اگر کٹلری (چھری چاقو) کی صنعت کو فروغ دیا جائے تو اسے کافی ترقی ہو سکتی ہے۔

مغربی پنجاب میں آٹا پیسنے کی چکلیاں اور کپڑے کے کارخانے، تمباکو سازی کی فیکٹریاں، تیل کے کولھو اور روئی دھلائی کے کارخانے بھی موجود ہیں ان کو ترقی دینے کے لئے انفرادی سرمائے کو آگے بڑھنا چاہیئے۔ سیمنٹ دیا سلائی اور کیمیائی اشیاء کی ساخت بھی ہوتی ہے اور ان کے امکانات بھی وسیع ہیں۔

سندھ زیادہ تر کاشتکارانہ ذہنیت کا صوبہ ہے۔ تاہم بیس فیصدی باشندے گھریلو مصنوعات میں لگے ہوتے ہیں۔ سندھ میں سوتی اور اونی کپڑا کھڈیوں کے ذریعہ بنایا جاتا ہے۔

صوبہ سرحد پھلوں کی تجارت کرتا ہے اور یہاں پھلوں کو ڈبوں میں بند کرنے اور خشک میووں کی صنعت کافی ترقی کر سکتی ہے۔

بلوچستان معدنی لحاظ سے زرخیز ہے اور حال ہی میں گندھک کے بعض دفینے دستیاب ہوئے ہیں، کوئلہ بھی کافی مقدار میں موجود ہے۔ اگر معدنی پیمائش کی جائے تو یہ صوبہ کان کنی کے لحاظ سے ترقی کر سکتا ہے اور متعدد کارخانے جاری کئے جا سکتے ہیں۔ پھر سندھ کے ساحل پر ماہی گیری کی صنعت کو بھی فروغ دیا جا سکتا ہے۔

مشرقی پاکستان کی گھریلو صنعتیں

مشرقی پاکستان کے معدنی وسائل اس قابل نہیں کہ وہاں بڑی بڑی صنعتیں جاری کی جائیں تاہم "گھریلو مصنوعات" کے فروغ کا کافی امکان ہے۔

مشرقی بنگال میں ریشم کی صنعت بہت مشہور ہے۔ ایرتی اور میوگا کا ریشم پارچہ بافی کے کام آتا ہے۔ لیکن یہ کاروبار بھی دقیانوسی قسم باقندوں کے ہاتھ میں ہے۔ اگر اسے جدید رجحان اور فیشن کے مطابق ترقی دی جائے تو یہ صنعت بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

پٹ ریشم (جو شہتوت سے حاصل ہوتا

ہے) آج کل بہت مقبول ہو رہا ہے حکومت اور نجی سرمایہ کاروں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

مشرقی بنگال اور سلہٹ کے جنگلات میں بانس اور سباتی گھاس کافی مقدار میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے کاغذ بآسانی تیار ہو سکتا ہے۔ آج کل بانس اور سباتی کاغذ کا مادہ بنانے کے لئے بیرونی ممالک کو بھیج دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اگر کاغذ کی ملیں قائم کی جائیں تو اس موادِ خام کی پاکستان ہی میں کھپت ہو سکتی ہے۔

سلہٹ میں کھدر کا سوتی کپڑا بھی تیار ہوتا ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کھڈیوں کو نئے طور پر چلایا جائے۔ سلہٹ کی "سیتل پٹیاں" مشہور ہیں۔ یہ چٹائیاں "مترے" سے بنائی جاتی ہیں۔ جو گھاٹیوں میں پیدا ہونے والا ایک قسم کا بید ہے ان چٹائیوں کی مانگ کافی ہے۔ اگر ان کی پیداوار میں اضافہ کیا جائے تو سلہٹ کی صنعتی زندگی پر رونق آجائے گی۔

مشرقی بنگال میں صابن سازی کی صنعت بھی قائم کی جا سکتی ہے۔ اور اس کا مستقبل بہت روشن ہے۔

مشرقی بنگال سے چمڑہ رنگنے اور دباغت کے کارخانے قائم کئے جائیں تو یہ صنعت فروغ پا سکتی ہے۔

پاکستان کی صنعتی تنظیم

غرض جہاں تک موادِ خام، اور وسائل قوت کا تعلق ہے، پاکستان کی حالت کسی طرح مایوس کن نہیں ہے، اور یہاں بیشمار صنعتیں جاری کی جا سکتی ہیں۔ اس وقت کاریگر اور مزدور بھی ارزاں مل سکتے ہیں۔ ان کو ٹیکنیکل ٹریننگ دی جائے تو وہ پاکستان کے قدرتی وسائل سے پوری طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں اس غرض کے لئے صنعتی تنظیم اور منصوبہ بندی کا کام فوری طور پر شروع ہونا چاہیئے تاکہ روس اور جرمنی کی طرح تمام مصنوعات کو ایک خاص نظم و ترتیب کے ماتحت فروغ دیا جا سکے۔ اس سے نہ صرف ہمارے بیشمار کاریگر اور مزدور کام پر لگ جائیں گے بلکہ زراعت کو بھی فروغ حاصل ہوگا۔ کیونکہ اکثر مصنوعات کا انحصار ہی زراعت پر ہے اور اگر صنعتی منصوبہ بندی عمل میں لائی جائے تو اس کے ساتھ ہی زراعت کو بھی ترقی یافتہ بنانا پڑے گا صنعتی منصوبہ بندی کے لئے سب سے پہلے صنعتوں کی تنظیم ضروری ہے صنعتیں عام طور پر دو حصوں میں تقسیم کی جاتی ہیں:۔

(۱) کلیدی صنعتیں

(۲) اشیائے صرف سے متعلق صنعتیں۔

کلیدی صنعتوں کے زمرے میں برقی قوت، ان کی دھات سازی، (لوہے فولاد)، انجینئرنگ، کھاد سازی، رنگ سازی، سانچہ سازی، دوا سازی اسلحہ، ریلوے انجن، جہاز سازی، طیارہ سازی، اور سیمنٹ شامل ہیں، یہ صنعتیں ایسی بنیادی حیثیت رکھتی ہیں، جن پر پاکستان کی معاشی عمارت استوار کی جا سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ موجودہ زمانے میں میکانی قوت اور کیمیاوی اجزا کے بغیر کسی صنعت کا قیام ممکن نہیں۔ اسی طرح کیمیاوی کھاد کی عدم موجودگی میں زراعت کی ترقی کا تصور بھی دشوار ہے۔ جہاز رانی کے معقول انتظامات اور دوسرے حمل و نقل کی غیر موجودگی میں پاکستان کو امریکہ و برطانیہ کا دست نگر رہنا پڑے گا۔ اور وہ مشرقی و مغربی پاکستان کے درمیان تجارتی اور سیاسی روابط بھی قائم نہ رکھ سکے گا۔ اس میں شک نہیں ان مصنوعات کے فروغ کے لئے پاکستان کے قدرتی اور معیشی وسائل کافی نہیں ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ان صنعتوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اگر حکومت کسی نظام کے ماتحت کام کرے تو بنیادی صنعتوں کی ترقی کے لئے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اشیائے صرف کی صنعتوں میں پارچہ بافی (سوتی، ریشمی اور اونی) شیشہ سازی چائے، تمباکو، چمڑے کی صنعت، کاغذ سازی اور تیل کی صنعت وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے جن صنعتوں کو فروغ دینا مقصود ہو، ان کی نوعیت اور قسم کا انحصار انجام کار عوام کی آمدنی پر ہوگا، جب زرعی اور صنعتی ترقی کی طرف توجہ کی جائے گی تو قدرتی طور پر عوام کا معیار زندگی بلند ہوگا اور اس کے ساتھ ہی اشیائے صرف کی رسد طلب میں نمایاں تبدیلیاں ظہور میں آئیں گی۔ مثلاً اگر عوام کی اوسط آمدنی ادنیٰ سطح پر رہی ہو تو ظاہر ہے فرنیچر، کتب اور آرائشی سامان، کی طلب محدود ہوگی لیکن اگر عوام کی آمدنی میں اضافہ ہو جائے تو ان کی مانگ میں اضافہ ہو جائے گا۔ لہذا اس بات کا فیصلہ کہ اشیائے صرف سے متعلق مصنوعات میں سے کس قسم کی صنعت کو فروغ دیا جائے صارفین کی مانگ اور طلب پر منحصر ہے۔

چھوٹے اور بڑے پیمانے کی صنعتوں کے امکانات

صنعتوں کی تنظیم کے لئے منصوبہ بندی کا ایک ناگزیر جزو یہ بھی ہے کہ بڑے پیمانے کی صنعتوں کے پہلو بہ پہلو چھوٹی صنعتوں کی ترقی کے معقول مواقع فراہم کئے جائیں۔ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں میں مندرجہ ذیل دستکاریاں شامل ہیں:۔

پارچہ بافی (اونی، سوتی، اور ریشمی) کشیدہ کاری چاقو اور چھریاں بنانا، نجاری، شہد کی مکھیاں پالنا مرغبانی، نیل سازی، ٹوکریاں بننا اور برتن سازی وغیرہ وغیرہ۔

۔۔۔ دور حاضر میں پاکستان کی آبادی کا بیشتر حصہ دیہات میں رہتا ہے غالباً ایک فیصدی بھی چھوٹے پیمانے کا صنعت کار نہیں ہے۔ حالانکہ جرمنی، جاپان اور فرانس میں چھوٹے پیمانے کی صنعت کو وہاں کی معاشی زندگی میں نمایاں درجہ حاصل ہے پاکستان میں صنعت کاری سرے سے مفقود ہے اس لئے بڑے پیمانے پر کام کرنا خاص طور پر ضروری ہے گو بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ موجودہ صنعتی دور میں چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ حالانکہ بہت سی مصنوعات ایسی ہیں جن کو معیاری پیدائش کے سانچے میں نہیں ڈھالا جا سکتا۔ مثلاً سامان تعیش اور فنکارانہ اشیا پھر حقیقت یہ ہے کہ مشینوں سے انفرادی ذوق و شوق کی تسکین نہیں ہو سکتی۔ لہذا چھوٹے پیمانے پر صنعت کاری کی گنجائش پھر بھی باقی رہ جاتی ہے۔ پرانے زمانے میں تو چیزیں ہاتھ سے بنانے کا رواج تھا جس سے وقت کافی ضائع ہوتا تھا۔ معیار بھی قائم نہ رہ سکتا تھا اور لاگت بھی زیادہ آتی تھی لیکن اب برقی قوت ایجاد ہو چکی ہے۔ اس لئے چھوٹے پیمانے پر کام کرنے والوں کو بھی وہی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں جو بڑے بڑے کارخانہ داروں کو میسر ہیں۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تجرباتی دور میں نئی صنعتوں کی آزمائش ہمیشہ چھوٹے پیمانے پر ہو سکتی ہے لہذا اگر پاکستان میں سب سے پہلے چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کو فروغ دیا جائے تو بڑی صنعتوں کی منزل خود بخود قریب آجاوے گی۔ پاکستان کے لوگ عام طور پر مفلوک الحال اور قلیل آمدنی کے مالک ہیں اگر ان کو چھوٹے پیمانے کی صنعت کاری میں مصروف کر دیا جائے تو ان کی آمدنی میں کچھ اضافہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسان ہوتے ہوئے بھی شہد کی مکھیاں یا مرغیاں پالے تو اسے فارغ البالی نصیب ہو سکتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ انہیں چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی طرف راغب کیونکر کیا جا سکتا ہے؟

میرے نزدیک اس غرض کے لئے حکومت اور بنکوں کو میدان عمل میں آنا چاہیئے پاکستان میں دستکاروں کے پاس اب بھی پرانی قسم کے اوزار اور دقیانوسی طرز کے آلات ہیں۔ اگر حکومت انکو جدید آلات سے مسلح کرے تو وہ کافی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہنگری میں ایسا ہوتا ہے حکومت پاکستان بھی اس مثال کی تقلید کر سکتی ہے۔ اسی طرح سوئٹزرلینڈ کے بنک "زیتون کے تیلوں" کی ضمانت پر روپیہ بطور قرض دیتے ہیں۔ حکومت پاکستان کو بھی اس طرح کی کوئی سکیم بنانی چاہیئے تاکہ دستکار مہاجنوں اور سود خواروں کی دست برد سے محفوظ رہ سکیں پھر ہمارے دستکاروں کو بنے مال کے حصول (مصنوعات کی فروخت میں بھی بعض دقتوں کا سامنا ہوتا ہے جن کا ازالہ کرنا حکومت کا فرض ہے" زراعت کے شاہی کمیشن" کے نزدیک چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کو ترقی دینے کے لئے سب سے ۔۔۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نئے خیال پیش کئے جائیں مثلاً ریشم کے کپڑے بنانے والوں کو بتایا جائے کہ کپڑوں کا بہترین اور اچھا ڈیزائن کونسا ہے۔ اسی طرح برتن سازوں کو سمجھایا جائے کہ ان کے فن میں کیا کیا ترقیاں ہو چکی ہیں اور کس پہلو میں ابھی گنجائش ہے پھر نجاروں کو بتایا جائے کہ وہ کون کون نئی چیزیں تیار کر سکتے ہیں جس کی بازار میں گنجائش ہے۔ غرض جب تک دستکاروں سے ہمدردانہ رویہ اختیار نہ کیا جائے گا وہ اپنے فن میں ترقی نہیں کر سکتے۔ پیداوار کی فروخت میں ان کا ہاتھ بٹانے کا بہترین طریقہ وہی ہے جو سنٹرل بنکنگ انکوائری کمیٹی نے پیش کیا تھا۔ یعنی ملک بھر میں کوآپریٹو سیل ڈپو کھولے جائیں۔ تاکہ چھوٹے پیمانے کی مصنوعات کو مناسب نرخوں پر فروخت کیا جا سکے۔ غرض بڑی صنعتوں کے ساتھ ساتھ حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی طرف بھی پوری توجہ کرے۔ تاکہ ہماری معیشت متوازی رہ سکے۔

صنعتوں کو قومی ملکیت بنایا جائے

لیکن صنعتوں کی تنظیم اور منصوبہ بندی اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک تمام صنعتوں کو قومی ملکیت قرار نہ دیا جائے۔ قومی ملکیت کا سوال اس وقت متنازعہ فیہ ہے۔ لیکن اگر اس موضوع پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو ظاہر ہے کہ منصوبہ بندی کا مقصد چونکہ ملک کے انسانی اور مادی وسائل کو منظم کرنا ہے۔ اس لئے جب تک ایسا نظام نہ بنایا جائے گا جس کے ماتحت تمام ملکی قوتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکے اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ موجودہ زمانے میں منظم معیشت کا قیام سرکاری مداخلت کے بغیر ممکن نہیں ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ پاکستان میں بھی ویسا ہی آمرانہ نظام قائم کر دیا جائے جیسا روس اور جرمنی میں نظر آتا تھا میرے نزدیک قومی ملکیت کا تصور جمہوریت کے اندر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ جب جنگ کے زمانہ میں جمہوری حکومتیں اپنے وسائل کو کامیابی سے مجتمع کر سکتی ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ صنعت کاری کے فروغ کے لئے وسائل قوت اور موادِ خام کی تنظیم عمل میں نہ لا سکیں پس صنعتی منصوبہ بندی جمہوری نظام کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ اگر منصوبہ بندی کا نفاذ عوام کی مرضی سے عمل میں آتے تو اس کے

(باقی بر صفحہ ۸ کالم ۲ پر)

پریس کانفرنس میں وزیر اعظم پاکستان کا بیان

کراچی ۲۲ مئی ۱۹۵۳ء۔

آنریبل محمد علی، وزیر اعظم پاکستان نے آج کراچی میں منعقدہ پریس کانفرنس میں جو بیان دیا اس کے بعض اقتباسات درج ذیل ہیں:۔

"میں آج آپ کے سامنے ملک کے بعض اہم قومی اور بین الاقوامی مسائل پر اظہار خیال کرنا چاہتا ہوں اور مختصراً یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں اور میرے رفقائے کار ان مسائل کو حل کرنے کے لئے کیا پالیسی اور اقدامات اختیار کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ہماری پالیسی کا مقصد پاکستان کی آزادی اور سالمیت کا تحفظ کرنا، ملک کے وسائل کو حتی الامکان تیز رفتاری کے ساتھ ترقی دے کر جمہور کی بہبودی میں اضافہ کرنا، تمام باشندوں کے لئے انصاف اور یکساں مواقع بہم پہنچانا اور ایک ایسا معاشرتی نظام قائم کرنا ہے، جس میں اسلامی جمہوریت اور اخوت پر پورے طریقے سے عمل کیا جا سکے۔ یہ مقاصد اس صورت میں حل ہو سکتے ہیں جب اندرون پاکستان اور بیرونی دنیا میں تعاون اور امن کی فضا ہو مزید برآں ایسے بے داغ اور کارگر نظم و نسق ہی سے یہ حاصل ہو سکتے ہیں جس نے اپنے آپ کو خدمت قوم کے لئے وقف کر دیا ہو۔

بین الاقوامی مسائل

جہاں تک بین الاقوامی معاملات کا تعلق ہے ہمارے سامنے بڑی طاقتوں کے دو بلاکوں کے درمیان جنگ کے امکان کا خطرہ موجود ہے۔ حالانکہ اب خوش قسمتی سے یہ امکان کم ہوتا جا رہا ہے۔ اس قسم کی جنگ تمام بنی نوع انسان کے لئے تباہی کا باعث ہو گی۔ دنیا کا کوئی بھی ملک، در خصوصاً اپنے محل وقوع کی وجہ سے پاکستان، اس طرح کی صورت حال کو اطمینان کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ ہم اس تباہی کو روکنے، اور امن کی قوتوں کو مستحکم بنانے میں امکانی مدد دینے کی حتی الامکان مسلسل کوشش کریں گے۔

اس سلسلہ میں ہمیں پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ان تنازعات کو دور کرنے پر توجہ مرکوز کرنا چاہیئے جن میں جنگ، نفرت یا شبہات کے جراثیم موجود ہیں۔ اس برصغیر میں بسنے والے کروڑوں انسانوں کے مستقبل کا سوال ہے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ تمام بین الاقوامی تنازعات پرامن طریقے سے طے کئے جا سکتے ہیں۔ [illegible] جانبین، پاکستان اور ہندوستان کے تنازعات اس اصول سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ ان تنازعات کے طے ہوتے ہی پاکستان اور ہندوستان کے درمیان نتیجہ خیز تعاون کے لئے راستے کھل جائیں گے۔ اور ان تمام وسائل کو جو آج کل ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہونے پر صرف کئے جاتے ہیں اس برصغیر کے عوام کے تباہ کن ادنیٰ معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے زیادہ مفید طریقہ پر کام میں لائے جا سکیں گے۔

اس معاملہ کی شدید اہمیت کا ہمیں جو احساس ہے اس کی بنا پر میں پنڈت نہرو سے اپنی ملاقات کا گہری توقعات کے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ اس برصغیر کے عوام کے ادنیٰ معیار زندگی کو ہم ایشیا میں سیاسی سکون و اطمینان کے لئے شدید مضر خطرہ تصور کرتے ہیں۔ ہمیں جہاں تک ممکن ہو تیز رفتاری کے ساتھ اس معیار کو بلند کرنے کی حتی الامکان کوشش کرنا چاہیئے۔

اسی طرح بین الاقوامی تنازعات کے دیگر اسباب بھی ہیں جنہیں دور کرنا چاہیئے۔ ہمیں امید ہے کہ مشرق بعید میں کوریا کا ناخوشگوار واقعہ جلد ختم ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد چین کی عوامی جمہوریہ کو اقوام متحدہ کی مکمل رکنیت حاصل ہو جائے گی۔ ہمیں یہ بھی توقع ہے کہ ہند چینی، ملایا اور برما میں پرامن حالات جلد قائم ہو جائیں گے۔ مشرقی پاکستان برما کی سرحد پر واقع ہے اس بنا پر پاکستان کو اپنے محل وقوع کی وجہ سے جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک کے موجودہ حالات سے گہری دلچسپی ہے۔

ممالک مشرق وسطیٰ سے مذہب و ثقافت کے مشترکہ رشتوں میں منسلک ہونے خصوصاً جغرافیائی اعتبار سے علاقہ کی قربت اور یکساں سیاسی اقتصادی مفادات کی بنا پر ہم ان ممالک بین الاقوامی تنازعات کے اسباب دور کرنے سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ سوڈان کا مسئلہ حل کرنے میں پاکستان قابل قدر خدمت انجام دے رہا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ سوئز کے متعلق برطانوی مصری تنازعہ، ایران کے تیل کا تنازعہ، ٹیونس اور مراکش کے مسائل اور عرب اور اسرائیل تنازعات بھی اطمینان بخش طریقہ سے طے ہو جائیں گے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ سوئیز اور ایرانی تیل سے متعلق تنازعات طے کرنے میں متعلقہ ممالک کی قومی خود مختاری اور سالمیت کا لحاظ رکھنا ضروری ہو گا۔ بین الاقوامی تنازعات کے ان اسباب کو دور کرتے ہیں ہم اگر کسی طریقہ سے مدد کر سکتے ہیں تو یہ ہمارے دینا ہمارے لئے انتہائی مسرت کا باعث ہو گا۔

ہم ادارہ اقوام متحدہ کے ذریعہ مشترکہ تحفظ کے اصول پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ جب تک اسے پورا استحکام نہ حاصل ہو جائے۔ وہ ممالک جو ہماری طرح واقع ہیں علاقہ واری بنیاد پر مشترکہ تحفظ کا انتظام کرنے کے اقدامات سے قدرتی طور پر دلچسپی رکھیں گے۔ پاکستان جس طرح مشرق وسطیٰ کا ملک ہے اسی طرح جنوبی ایشیا کا بھی ملک ہے۔ ممالک مشرق وسطیٰ کے تحفظ سے ہمیں گہری دلچسپی ہے اسی طرح ہمیں جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا میں سیاسی و معاشرتی استحکام پیدا کرنے والے اقدامات سے بھی دلچسپی ہونا چاہیئے۔

پاکستان کے اندرونی مسائل

جہاں تک اس ملک کو جو اندرونی مسائل درپیش ہیں ان میں غذائی قلت کا مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ میرے پیش رو نے اس مسئلہ پر ایک پریس کانفرنس میں تفصیل کے ساتھ اظہار خیال کیا تھا۔ مختصراً ہماری اس غذائی قلت کی وجہ یہ ہے کہ اکتوبر و نومبر ۱۹۵۱ء میں گیہوں کی تخم ریزی کے وقت اور پھر ۱۹۵۲ء میں یعنی متواتر دو سال پانی کی قلت کی بنا پر فصلیں ناکام رہیں۔ چنانچہ مئی ۱۹۵۲ء تا اپریل ۱۹۵۳ء کے گیہوں کے سال میں استعمال کے لئے حاصل ہونے والے گیہوں میں ساڑھے نو لاکھ ٹن کی کمی رہی۔ مزید برآں گیہوں کے تازہ ترین تخمینہ کے مطابق مئی ۱۹۵۳ء تا اپریل ۱۹۵۴ء کے گیہوں کے سال میں گیہوں کی قلت ساڑھے بارہ لاکھ ٹن رہے گی۔

اس شدید قلت کو دور کرنے کے لئے اپریل ۱۹۵۳ء کو ختم ہونے والے سال میں استعمال کے لئے [illegible] لاکھ ٹن گیہوں درآمد کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ اگر وسیع پیمانہ پر قحط یا تباہی کے امکانات کا سدباب کرنا ہے اور گیہوں کی قیمتوں کو جو گذشتہ سال بعض علاقوں میں [illegible] فیصدی تک بڑھ گئیں تھیں مناسب سطح پر قائم رکھنا ہے تو ہمیں مزید پندرہ لاکھ ٹن گیہوں درآمد کرنا پڑے گا۔

غیر ملکی زرمبادلہ کی صورت میں خود ہمارے وسائل چونکہ اس قدر زیادہ درآمدوں کا مسلسل بار برداشت نہیں کر سکتے اس لئے ہمیں اس معاملہ میں ریاستہائے متحدہ امریکہ اور دیگر دوست ممالک کی مدد حاصل کرنا پڑی۔

ہمیں نہایت ہمت افزا جواب ملا اور کناڈا اور آسٹریلیا نے ازراہ مہربانی منصوبہ کولمبو کی جزوی امداد کے طور پر بالترتیب ۱۰۰۰۰۰ ٹن اور ۰۰۰ ۵۴ ٹن گیہوں کی پیشکش کی ہے ہم نے امریکہ سے بھی ۱۰ لاکھ ٹن گندم کی درخواست کی اور مجھے یہ بتلانے میں خوشی محسوس ہوتی ہے کہ اس عظیم ملک نے اپنی فیاضانہ روایات کے مطابق ہماری درخواست پر ابتدا سے ہی خاطر خواہ توجہ دی اور ہماری ضرورت کی شدید نوعیت کے پیش نظر امریکہ نے حقیقت حال دریافت کرنے کے لئے ایک وفد بھیجا اس وفد نے حال ہی میں پاکستان کا دورہ کیا اور ہماری غذائی ضروریات کا پورا پورا مطالعہ کیا ہے تاکہ امریکہ کی حکومت جلد کوئی فیصلہ کر سکے۔

غلہ کی ان درآمدوں سے ہماری غذائی قلت صرف وقتی طور سے دور ہو سکے۔ غذائی مسئلہ کو مستقل طور پر محض ملک کی پیداوار میں اضافہ کر کے حل کیا جا سکتا ہے اور میری حکومت اس پر سرگرمی سے توجہ مرکوز کرے گی۔ کھاد اور کیڑے مار دواؤں کے استعمال نیز بہتر بیجوں اور جدید زراعتی طریقوں کے ذریعہ فی ایکڑ پیداوار بڑھانے کی تدبیر کی جا رہی ہے۔ اس کے ساتھ پٹ سن اور روئی کی کاشت میں کمی کر کے اور آبپاشی کی سہولتوں میں اضافہ کر کے غذائی فصلوں کے زیر کاشت رقبہ کو بڑھانے کی تدابیر ہو رہی ہیں تاکہ بتدریج ملک کی غذائی پیداوار بارشوں کی ستم ظریفیوں سے نجات حاصل کر سکے۔ آج کل آبپاشی کی بہت سی قلیل المیعاد اور طویل المیعاد اسکیمیں مرتب ہو رہی ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ کئی لاکھ ایکڑ زمین زیر کاشت لائی جا سکے۔ میں ان اسکیموں کی تفصیلات میں نہیں پڑنا چاہتا۔ لیکن میں اپنی نیز اپنے رفقائے کار کی جانب سے یہ یقین دلاتا ہوں کہ حکومت ان اسکیموں کو جلد عملی جامہ پہنانے کی امکانی کوشش کرے گی۔ اور وہ اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے گی جب تک ملک کی غذائی قلت مستقل طور سے دور نہ ہو جائے۔

مہاجرین کی آبادکاری

پاکستان میں ہندوستان سے اب تک ۸۰ لاکھ مہاجرین آ چکے ہیں اور مہاجرین کی آمد چھوٹے پیمانہ پر اب بھی جاری ہے۔ اگرچہ مہاجرین کی بڑی اکثریت بحال ہو گئی ہے اور ملک اقتصادی زندگی میں گھل مل گئی ہے لیکن ابھی تک بہت سوں کو آباد کرنا باقی ہے اور زرعی مہاجرین کو آباد کرنے کے لئے جو ابھی آباد نہیں ہو سکے ہیں مناسب اور کافی اراضی اس وقت دستیاب ہو سکے گی جب لوئر سندھ بیراج اسکیم، تھل (پنجاب) اور سنگھار (سندھ) کی اراضی کو دوبارہ قابل کاشت بنانے کی اسکیمیں مکمل ہو چکیں گی۔

شہری مہاجرین کو آباد کرنے کا مسئلہ اور بھی سب سے مشکل ہے کیونکہ پاکستان کے تمام بڑے شہر گنجائش سے زیادہ آباد ہو چکے ہیں بعض اقدامات کئے گئے ہیں۔ مرکزی حکومت

ہے ۲۰ شہروں کی توسیعی اسکیموں کے لئے ۱۵ کروڑ روپے کے قرضے اور امدادی عطیئے صوبوں کو دیئے ہیں۔ اسی طرح آبادکاری مہاجرین کی مالیاتی کارپوریشن دستکار مہاجرین کی آبادکاری کے لئے خصوصی اسکیموں کو عملی جامہ پہنا رہی ہے اب تک دو کروڑ روپے کی لاگت کی اسکیموں کے ذریعہ ایک لاکھ افراد کے لئے روزگار مہیا کیا جا چکا ہے۔ اور اب صرف ایسے اقدامات کو تیزی کے ساتھ عملی جامہ پہنا رہی ہے۔ اب تک ۲ کروڑ روپے کی لاگت کی اسکیموں کے ذریعہ ایک لاکھ افراد کے لئے روزگار مہیا کیا جا چکا ہے۔ اور اب صرف ایسے اقدامات کو تیزی کے ساتھ عملی جامہ پہنانا باقی رہ گیا ہے۔

کراچی کا مسئلہ خاص طور پر نازک ہے اس شہر میں جو پانچ لاکھ کی آبادی کے لئے بنایا گیا تھا اب ۱۳ لاکھ سے زیادہ آبادی ہے لالوکھیت اور ناظم آباد کی اسکیموں کے ذریعہ ۴ ہزار مہاجر خاندانوں کو سکونتی جگہیں مہیا کی گئی ہیں۔ بقیہ ۴ ہزار خاندانوں کو بسانے کے لئے حال ہی میں ایک اسکیم منظور کی گئی ہے اور چیف کمشنر سے کہا گیا ہے کہ وہ اس اسکیم کے عملی جامہ پہنانے کو ترجیح دیں۔

میرے لئے مہاجرین کو کم سے کم مدت میں آباد کرنے کی اہمیت پر زور دینا تحصیل حاصل ہے۔ اب تک کئی وجوہ کی بناء پر اس کام میں رخنے پڑتے رہے ہیں مثلاً ساز و سامان کا فقدان عمارتی سامان کی کمی فنی عملہ کی قلت اور ایک حد تک دفتری ضابطہ گردی ہے۔

میری حکومت مہاجرین کی آبادکاری کے اقدامات کو عملی جامہ پہنانے میں کسی تاخیر کو برداشت نہیں کرے گی۔ لیکن میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کوئی حکومت مہاجرین کو مفت تحفہ کے طور پر ہر چیز مہیا نہیں کر سکتی۔ حکومت ان کی صرف اپنی مدد آپ کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ حکومت امید کرتی ہے کہ مہاجرین اس بات کی تائید کریں گے کہ انہیں خصوصی مراعات کا دعویدار ایک علیحدہ طبقہ تصور کرنا خود ان کے حق میں غیر مفید ہوگا۔ مہاجرین کو چاہیئے کہ وہ اپنی آبادکاری کے سلسلہ میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں اور خود کو ملک کے نظام سیاست کا ایک جزو لاینفک سمجھیں۔

تعلیم

ایک اور اہم ترین مسئلہ جس سے نبٹنا ہے تعلیم کا ہے کیونکہ ملک کے مستقبل کا سارا انحصار اس امر پر ہے کہ ہمارے تعلیمی اداروں میں ملک کے نوجوانوں کو کس طرح تربیت دی جاتی ہے اور ان کی کیسی تنظیم کی جاتی ہے۔ میری حکومت ملک کی تعلیمی ضروریات کے مسئلہ کو اہم ترین مسئلہ سمجھ کر حل کرنا چاہتی ہے اور اس امر کا ثبوت اس بات سے ملے گا کہ پہلی مرتبہ تعلیم کے لئے ایک کل وقتی اور علیحدہ وزیر مقرر کیا گیا ہے۔

ہمارا ارادہ ہے کہ ملک کے تعلیمی نظام کو قوم کے فطری ذوق اور نظریات سے ہم آہنگ کریں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس تعلیمی نظام کو ترقی کے لئے کارآمد بنائیں اور اسکو اس انداز سے مرتب کریں کہ وہ ملک کی اقتصادی ضروریات خصوصاً فنی اور سائنٹیفک شعبوں کی ضروریات پوری کر سکے۔ عموماً ملک اور خصوصاً کراچی کی تعلیمی ضروریات کا ایک تفصیلی جائزہ لیا جا رہا ہے اور ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ضروری اقدامات کو اتنی ہی تیزی کے ساتھ عملی جامہ پہنایا جائے گا جس کی اجازت ہمارے مالی وسائل دیں گے۔

دستور

میری حکومت تیزی کے ساتھ دستور کی تشکیل کرنے کی اہمیت کو پوری طرح سمجھتی ہے۔ دستور سازی میں اعتدال سے زیادہ تاخیر ہوئی ہے ہم اس بات کی تسلی کرنے کے لئے بے چین ہیں کہ جہاں تک ان چند شدید اور فوری دستوری تبدیلیوں کا تعلق ہے جن پر عام طور پر سارے ملک میں اتفاق ہے کسی قیمت پر بھی کوئی مزید تاخیر نہ ہو۔ ایسی تجاویز کو آگے بڑھانے، دستور کی اصلاح کے عارضی اقدام کی حیثیت سے انہیں رجسٹر قوانین پر رکھنے کے سلسلہ میں توجہ کے ساتھ غور کیا جا رہا ہے۔ اگر یہ مناسب سمجھا گیا کہ ان تجاویز کی تکمیل کی جائے تو ان کو جتنا جلد ہو سکا مجلس دستور ساز کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

جہاں تک عمومی طور پر دستور کا تعلق ہے میں ایک دو خیالات کا اظہار کروں گا حکومت کا کام یہ نہیں ہے کہ دستور کے دفعات کے متعلق پیشگوئی کرے یا ملک کے سر کوئی دستور تھوپ دے۔ دستور کی نوعیت کا فیصلہ مجلس دستور ساز کا کام ہے ہاں حکومت کا فرض ہے کہ قوم کی خواہش کی توضیح کرنے میں ایسا دستور بنانے میں مجلس کی مدد کرے جو قوم کی خواہش کا آئینہ ہو۔ اور قوم کی فطانت کے مطابق ہو۔ نیز موجودہ وقت کی موثر ضروریات کو پورا کر سکے۔

دستور کے لئے ضروری ہے کہ قوم کے سب نہیں تو زیادہ سے زیادہ اشخاص اس کی تائید کریں۔ اس اصول کو عملی جامہ پہناتے وقت ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اقلیت کی رائے خواہ وہ کتنی ہی زور شور سے کیوں نہ پیش کی گئی ہو مجموعی طور پر عوام کی خواہشات کی ترجمانی نہیں کرتی۔ ہر دستوری تجویز کو اس کی خصوصیت کے مطابق جانچنا چاہیئے یہ دیکھنا ہم سب کا فرض ہے کہ ملک میں ایسا دستور ہو جس میں موجودہ وقت کی جمہوری ضروریات موجود ہوں اور جو ملک کی ترقی میں مدد کرے اور ملک کو قوموں کی برادری میں مناسب جگہ دلائے۔

رشوت ستانی اور بدعنوانی

ثانیاً ہمیں رشوت ستانی کا استیصال کرنا اور اس ناپسندیدہ ترکہ سے کنارہ کشی کرنا ہے جو ہمیں ماضی سے ورثہ میں ملا ہے۔ اس کام میں مجھے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ عوام کا اشتراک عمل درکار ہے۔ اگر رشوت دینے والے نہ ہوں تو رشوت کھانے والے بھی نہیں ہوں گے علاوہ ازیں رائے عامہ کے قائدین اور اہل صحافت کا فرض بھی ہے کہ وہ خاص طور پر ملک کے اندر ایسے ناپسندیدہ عناصر کے خلاف ایک مضبوط رائے عامہ پیدا کریں۔ ہمیں رائے عامہ کی اس انداز سے تربیت کرنی چاہیئے کہ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں اپنے ساتھیوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جائے اور اس سے مجرم کی طرح حقارت کا سلوک کیا جائے۔ جب تک عوام رشوت ستانی کے خلاف جنگ میں اپنا فرض ادا کرنے کو تیار نہیں ہوں گے ہم رشوت ستانی کا خاتمہ کرنے میں ناکام رہیں گے۔ یہ بدعنوانی ختم کرنے کی پہلی شرط ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ بداعمال افسروں کی پشت پناہی نہ کی جائے اور انہیں فوراً سخت سزا دی جائے۔ سردست میری حکومت ان قوانین و ضوابط پر ہمہ گیر نظرثانی کرنے کے لئے غور و خوض کر رہی ہے۔ جن کا مقصد رشوت ستانی اور بدعنوانی کو ختم کرنا ہے، ہمارا ارادہ ہے کہ ابتدائی امور مکمل ہوتے ہی دور رس نوعیت کے قوانین وضع کئے جائیں۔

منجملہ اور چیزوں کے رشوت دینا جو موجودہ قوانین کی رو سے صرف اعانت جرم کا درجہ رکھتا ہے خود ایک جرم قرار دیدیا جائے۔ رشوت دینے اور رشوت لینے کی زیادہ سے زیادہ سزا میں اضافہ کیا جائے گا۔ کسی افسر کے معلومہ ذرائع آمدنی کے تناسب سے زیادہ مال و وسائل یا جائداد رکھنے کو بھی جرم قرار دیا جائے گا اور اس قسم کی جائداد کو ضبط بھی کیا جا سکے گا۔

ایسے انتظامی اختیارات بھی حاصل کئے جا رہے ہیں کہ حسب ضرورت افسروں کو اس پر بھی مجبور کیا جا سکے کہ وہ اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائدادوں کا اعلان بھی کریں اور ایسے افسروں کو سزا دی جا سکے جو بدعنوانیوں کا پتہ چلانے میں مدد کرنے والے اشخاص کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی کرتے ہوں۔ ایسے بداعمال افسروں سے نمٹنے کے لئے جو کسی قانونی وجوہ کی بناء پر قانون کی گرفت میں نہ آ سکیں سخت سے سخت تدابیر اختیار کئے جانے پر بھی غور کیا جا رہا ہے ایسے سرکاری ملازم جو بدعنوانیوں کے لئے بدنام ہیں یا ان کے پاس ایسی جائداد ہے جس کا وہ اطمینان بخش جواز نہیں پیش کر سکتے یا ان کا معیار زندگی ان کے وسائل آمدنی سے بلند ہے سرسری شعبہ جاتی کارروائی کے بعد یا تو برطرف کئے جائیں گے یا انہیں پنشن لینے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ مجھے امید ہے کہ اس وقت جو تدابیر زیر غور ہیں ان کا مطلوبہ اثر ہوگا۔ لیکن ایسا نہ ہوا تو اس سے بھی زیادہ سخت تدابیر وضع کی جائیں گی۔

میری حکومت نے بدعنوانیوں کو ختم کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ لیکن میں ایک بار پھر اس امر پر زور دینا چاہتا ہوں کہ جب تک حکومت کو عوام کا پورا پورا تعاون نہ حاصل ہو کوئی قانونی یا انتظامی اقدام اس کا خاتمہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

صوبہ پرستی

ایک اور لعنت جس کا استیصال ضروری ہے صوبہ پرستی ہے پاکستان کی مختلف یونٹوں کے باشندوں کی اس جائز خواہش کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ قومی ذمہ داریوں کی ادائیگی اور قومی خوشحالی کی برکتوں سے مستفید ہونے میں انہیں ان کا جائز اور مناسب حصہ ملے۔ لیکن صوبہ پرستی اس وقت ملک و قوم کے لئے خطرہ بن جاتی ہے جب وہ ایسی سرگرمیوں کی شکل اختیار کرے جن سے مختلف صوبائی یونٹوں یا عوام کے طبقات کے درمیان ان کی سکونت کی بنیاد پر منافرت یا بدخواہی پھیلانے کا رجحان پیدا کر دے یا اس سے مختلف یونٹوں کے درمیان انتشار انگیز رجحانات پھیلانے کا امکان ہو جائے۔ ہمیں سرگرمی سے ایسی صوبہ پرستی کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

صوبائی مرکزی مفادات کا ایک دوسرے پر انحصار ہے۔ صوبائی یونٹوں کے استحکام یا خوشحالی کا دارومدار ملک کی مجموعی خوشحالی اور استحکام پر ہے پاکستان کا وجود ہی نہیں بلکہ خود صوبوں کا وجود قومی مرکز کے ساتھ وفاداری سے وابستہ ہے۔ ہر حالت میں پاکستان کو اولیت حاصل ہونی چاہیئے دوسری تمام چیزیں اس کے بعد آتی ہیں۔

حکومت کو صوبہ پرستی ختم کرنے کے سلسلہ میں مختلف یونٹوں کے باشندوں کی معاملہ فہمی اور رائے عامہ کے قائدین پر بھروسہ ہے۔ حکومت کو یقین ہے کہ ہمارے عوام

کی حب الوطنی خود بخود اس جذبہ پر غالب آجائے گی اور اسے فنا کر دے گی لیکن اگر بدقسمتی میری حکومت کو اس لعنت کو ختم کرنے کے لئے موثر تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت پڑی تو یہ بھی کیا جائیگا۔

فرقہ بندی

میں نہایت واضح طور پر اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں مذہبی یا فرقہ دارانہ عدم رواداری کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام عدم رواداری کو ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ ہمارے آئین میں پاکستان کے تمام شہریوں کی مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے۔ حکومت نے تمام متعلقہ افراد کو واضح ہدایات دے دی ہیں کہ مذہبی یا فرقہ دارانہ اختلافات کو کسی قیمت پر امن عامہ کو خطرہ میں ڈالنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اور مختلف مذاہب کے پیروؤں کی ایسی تمام جارحانہ سرگرمیوں کو سختی کے ساتھ کچل دیا جائیگا۔ حکومت نے وزیروں اور سرکاری ملازمین کے لئے بھی فرقہ دارانہ عقیدہ کی تبلیغ کی ممانعت کر دی ہے اور جو سرکاری ملازم ان احکام کی خلاف ورزی کرے گا اسے برطرف کر دیا جائے گا۔ میری حکومت ان ہدایات کی پابندی کرانے کا فیصلہ کر چکی ہے۔

آخر میں میں ملک میں امن و قانون قائم رکھنے کی زبردست اہمیت کے متعلق بھی کچھ کہہ دینا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ پاکستان کے ہر محب وطن شہری کا فرض ہے کہ وہ کسی غیر ملکی ایجنٹ یا انتشار انگیز عناصر کو عوام کے درمیان نفاق و افتراق پیدا کرنے یا ملک میں بدنظمی پھیلانے کی اجازت نہ دے۔ میری حکومت قومی سلامتی اور اتحاد کے خلاف کوئی حرکت برداشت نہیں کریگی خواہ وہ کسی حلقہ سے یا کسی صورت میں کی گئی ہو، ہر اس تحریک یا اقدام کو جس سے مملکت کی سلامتی اور یکجہتی کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو سختی سے دبا دیا جائے گا۔ ہر غیر قانونی انتشار انگیز سرگرمی کا مقابلہ کیا جائے گا اور اسے ناکام بنا دیا جائے گا اور ہر قیمت پر امن قانون کو قائم رکھا جائیگا۔

مجھے امید ہے کہ اس معاملہ میں مجھے میرے ساتھی شہریوں کی پوری حمایت حاصل ہو۔ ہمیں اپنے عوام کے اتحاد اور ملک کی سالمیت کی بہر طور حفاظت کرنی چاہیئے۔ پاکستان فکر و عمل کے اتحاد کی بدولت حاصل ہوا ہے اور اسی اتحاد کے ذریعہ پاکستان کو خوشحال بنایا جا سکتا ہے۔

ہم پاکستانیوں نے متحد ہو کر آگے بڑھنے اور دنیا کی عظیم ترین قوموں کے درمیان پاکستان کے مناسب مقام کے استحکام کے لئے حتی الوسع سب کچھ کرنے کا عزم کر لیا ہے۔

(بقیہ از صفحہ ۵)

مقاصد موثر طریقے پر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض اوقات سرمایہ داری اور اشتراکیت کے درمیان حد فاصل قائم کرتے وقت حد درجہ مبالغہ اور انتہا پسندی سے کام لیا جاتا ہے۔ مثلاً "عدم مداخلت" کو عام طور پر سرمایہ دارانہ نظام کا ایک زریں اصول خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ گذشتہ سو برس میں یہ اصول کسی سرمایہ دار ملک میں نظر نہیں آتا اور معاشی جد و جہد کے کئی شعبے ایسے ہیں جن میں سرکاری مداخلت لی جاتی ہے۔ اسی طرح اشتراکیت پسند ممالک بھی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکے کہ ان کو ایک قابل عمل معاشرے کی تخلیق کرنا ہے۔ تو کئی لحاظ سے سرمایہ دارانہ اصول پر عمل کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں اب آہستہ آہستہ سرمایہ داری اور اشتراکیت کے امتیاز کی اہمیت زائل ہو چکی ہے لہذا میرے نزدیک بہتر یہی ہے کہ پاکستان میں ان دونوں مکاتیب خیال کی درمیانی صورت اختیار کی جائے۔ اس غرض کے لئے ایک طرف تو صنعتوں کو صنعتی ملکیت بنایا جائے دوسری طرف انفرادی سرمایہ کاری کے لئے بھی کچھ گنجائش چھوڑی جائے۔ پھر انفرادی آزادی پر موثر نگرانی قائم کی جائے تاکہ معاشرے کے مفاد کی حفاظت ہو سکے۔

حکومت پاکستان کی موجودہ صنعتی پالیسی

عرصہ ہوا (۲ / اپریل ۱۹۴۸ء) پاکستان کے وزیر صنعت و تجارت مسٹر اسماعیل چندریگر نے حکومت کی مجوزہ صنعتی پالیسی کا خاکہ پیش کیا تھا جس پر نظر ڈالنے سے بڑی حد تک مسئلہ کا حل نہیں ہوتا مسٹر چندریگر نے اپنی تقریر کے ابتدائی حصے میں بتایا تھا کہ پاکستان زرعی ملک ہے لیکن متوازن معیشت قائم کرنے کے لئے اس کی صنعتی قوت کو بیدار کرنا ضروری ہے۔ اگر پاکستان کو صنعتی ملک بنا دیا جائے تو لوگوں کا معیار زندگی بلند ہو جائے گا۔ بیکاری دور ہو جائے گی۔ اور سب کو ترقی کے یکساں مواقع ملیں گے۔ یہاں تک تو وزیر صنعت و حرفت نے کوئی نئی بات نہیں کہی صنعت کاری کے فوائد سب جانتے ہیں، البتہ انھوں نے یہ بات صاف کر دی ہے کہ بیشتر صنعتوں کو فی الحال قومی ملکیت قرار نہیں دیا جائے گا، اور نجی سرمایہ کی حوصلہ افزائی بدستور کی جائے گی۔ ڈاک خانہ، تار، ٹیلیفون، بے تار برقی نشریات اور ریلوے تو پہلے ہی بڑی حد تک سرکاری صنعتیں تھیں۔ اب گولہ بارود، ریلوے ویگن، ٹیلیفون، بے تار برقی کا سامان سرکاری نگرانی کے ماتحت تیار ہوگا۔ باقی تمام صنعتیں حسب معمول پرائیویٹ طور پر فروغ پائیں گی۔ البتہ بعض امور میں ان پر سرکاری نگرانی قائم رکھی جائیگی۔ مثلاً صنعتوں کا محل وقوع، اگر مواد خام*

*کم ہو تو اس کی رسد بندی، مزدوری کا معیار، اوقات کار، اجرت کا کام اور ملازمت کی شرائط وغیرہ۔

مکتوب ووکنگ

ووکنگ مسلم مشن کا کام بفضلہ روبترقی ہے علاوہ تبلیغی خط و کتابت کے جس میں کافی اضافہ ہو چکا ہے (ماہانہ تقریباً ایک ہزار خط آتے جاتے ہیں) لیکچروں میں بھی کافی اضافہ ہو چکا ہے۔ پھر نماز جمعہ باقاعدہ تین جگہوں پر پڑھائی جاتی ہے یعنی شاہجہان مسجد کے علاوہ ہمارے پریر ہاؤس لندن اور ہائی کمشنر فار پاکستان، لندن۔ علاوہ لیکچروں کے مختلف مذاہب کی مذہبی کانفرنسوں میں بھی شمولیت کی ہمیں دعوت دی جاتی ہے۔ مثلاً حال ہی میں ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ نے "بہائی کانفرنس" منعقدہ برائٹن اور "جلسہ مذاہب" کی میٹنگ منعقدہ لندن میں شمولیت فرمائی اور تقاریر کیں۔ اول الذکر کانفرنس ۳۰ / اپریل ۱۹۵۳ء

- - - - - - - - - -

کو برائٹن کے ایک بہت بڑے ہال میں اور موخر الذکر لندن کے میموریل ہال میں منعقد ہوئیں۔ حاضرین کی تعداد کئی صد تھی۔ ان کانفرنسوں کے ذریعہ بھی اسلام کا پیغام پہنچانے کا موقع مل جاتا ہے۔

پھر لندن پریر ہاؤس میں باقاعدہ ہر ہفتہ اجتماع ہوتا ہے اور اسی طرح مسجد ووکنگ کے ملحقہ مکان میموریل ہاؤس میں ہر اتوار کو میٹنگ ہوتی ہے۔

علاوہ تبلیغی مشاغل کے سوشل اور اجتماعی کاموں میں بھی کافی حصہ لیا جاتا ہے۔ مثلاً شادی بیاہ تیمار داری اور بیماروں کی عیادت، تجہیز و تکفین وغیرہ۔

شاہ عراق اور شاہ شرق اردن کی تاجپوشی کے موقع پر امام صاحب اور ایڈیٹر اسلامک ریویو ہر دو نے جشن تاجپوشی میں حصہ لیا اور اس موقعہ پر مبارکبادی کے تار بھی روانہ کئے جن کے جوابات ہر دو بادشاہوں کی طرف سے موصول ہوئے۔

آج کل ملکہ انگلستان کی تاجپوشی کی وجہ سے زائرین مسجد کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا ہے۔ امسال عید الفطر کے موقعہ پر قریباً دو ہزار کے اجتماع عظیم کی توقع ہے۔ آج کل ماہ رمضان المبارک ہے لہذا اب عید کی تیاری کا بے حد کام ہے۔ یہاں پہلا روزہ ۱۵ / مئی کو تھا، اور عید انشاءاللہ ۱۴ / ماہ جون کو ہوگی۔ تمام سفرا اور دیگر معزز حضرات و دیگر مسلمانوں کو دعوت نامے بھیجے جا رہے ہیں۔

مہمانداری کو حضرت مسیح موعود نے تبلیغ کی ایک شاخ قرار دیا ہے اس تمام کام کا بوجھ امام صاحب کی بیگم صاحبہ سرانجام دیتی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

احباب اپنی نیم شبی دعاؤں میں اپنے دور افتادہ بھائیوں کو ضرور بضرور یاد رکھیں

والسلام

خاکسار۔ نامہ نگار

پیغام صلح مورخہ ۳ / جون ۱۹۵۳ء۔ رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۱۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم   تار کا پتہ۔ تبلیغ۔ لاہور

رجسٹرڈ۔ ایل نمبر ۸۳۸   فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود   ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

سالانہ چندہ پاکستان سے ۔ چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۔۔۔ ۱۲۔ ۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ ر شلنگ

ایڈیٹر
محمد آصف
بی۔ اے

جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۷ ر رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ ۔ ۱۰ ر جون ۱۹۵۳ء | نمبر ۲۰

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔

۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے

۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

دعوٰی نبوّت کا الزام مجھ پر سراسر افتراء ہے

اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ملائک کا منکر بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے۔ لہذا میں اظہاراً للحق عام خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افتراء ہے۔ میں نہ نبوّت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کے رو سے مسلم الثبوت ہیں، اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلعم پر ختم ہوگئی۔۔۔۔۔ اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم و سمیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے۔

(اشتہار ۲ ر اکتوبر ۱۸۹۱ء)

دوسرے الزامات جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے اور معجزات کا انکاری اور معراج کا منکر اور نیز نبوت کا مدعی اور ختم نبوت کا انکاری ہے، یہ سارے الزامات دروغ اور باطل محض ہیں ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اور میری کتاب توضیح مرام اور ازالہ اوہام سے جو ایسے اعتراضات نکالے گئے ہیں یہ نکتہ چینوں کی سراسر غلطی ہے اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں۔

(تقریر مؤرخہ ۲۳ ر اکتوبر ۱۸۹۱ء جامع مسجد دہلی مندرجہ دین الحق)

صدقہ عید الفطر، عید فنڈ اور مساجد فنڈ

صدقۂ عید الفطر

صدقۂ عید الفطر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق ہر مسلمان پر فرض ہے جیسا کہ حدیث بخاری میں ہے عن ابن عمر فرض النبی صدقۃ الفطر او قال رمضان علی الذکر والانثیٰ والحر والمملوک صاعًا من تمر او صاعًا من شعیر۔ یعنی نبی کریم صلعم نے صدقہ فطر اور صدقہ رمضان مرد اور عورت اور آزاد اور غلام سب پر فرض ٹھہرایا ہے ایک صاع کھجور اور بعض احادیث میں ایک صاع کشمش یا ایک صاع پنیر بھی آتا ہے۔ اس حدیث سے بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم اس صدقہ عید الفطر کو کس قدر ضروری سمجھتے اور اہم خیال فرماتے تھے۔ عام مسلمانوں کے ہاں اس صدقہ کو جمع کرنے کا کوئی انتظام نہیں کیونکہ ان کے ہاں کوئی ایسا بیت المال نہیں جو مشترکہ ہو جس میں قومی مال جمع رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ جو خالص اسلامی جماعت ہے۔ اور جسے حضرت امام عصرِ حاضر نے مشیت ایزدی کے ماتحت قائم کیا ہے اس کے ہاں ایک بیت المال ہے۔ سب احباب سلسلہ کو یہ صدقۂ عید الفطر ادا کرنا چاہیئے اور جماعتوں کو اسے مرکزی بیت المال میں بھجوانا چاہیئے۔

صدقہ فطر تقریباً دو سیر گیہوں یا اس کے برابر نقد قیمت ہے جو لاہور میں گیارہ آنے فی کس بنتی ہے سب احمدی دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اس فریضہ کو نہایت ذمہ داری کے ساتھ ادا کریں کیونکہ اس ذمہ داری میں ان کی قوم کی قوت اور بقا کا راز پوشیدہ ہے۔

عید فنڈ

فطرانہ کے علاوہ ہمارے ہاں ایک روپیہ فی کس **عید فنڈ** مقرر ہے۔ یہ فنڈ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقرر کردہ ہے۔ یہ فنڈ اشاعت اسلام کے لئے جمع ہوتا ہے۔ جہاں ہمارے دوست عید کے دن غیر معمولی طور پر خرچ کرتے ہیں، ایک روپیہ انہیں اپنے مرشد کے ارشاد پر بھی خرچ کرنا چاہیئے۔ اگر ہمارے سب دوست اہتمام کے ساتھ اس فنڈ میں ایک روپیہ ادا کریں تو اشاعت اسلام کے لئے ایک بہت بڑی رقم جمع ہو سکتی ہے، ہمارے دوستوں کو اس فنڈ کی اہمیت کو سمجھنا چاہیئے اور اسے ضرور ادا کرنا چاہیئے۔

مساجد فنڈ

بیرونی جماعتوں میں مرکزیت اور تنظیم پیدا کرنے کے لئے مساجد کی سخت ضرورت ہے۔ بغیر مسجد کے یہ کام ہو ہی نہیں سکتا۔ چند سالوں سے انجمن نے یہ فنڈ اس غرض کے لئے قائم کیا ہے تاکہ جماعت پر بوجھ بھی نہ پڑے اور عیدین کے موقعہ پر ایک رقم جمع ہو جائے جسے بیرونی جماعتوں کی مساجد کی تعمیر پر صرف کیا جائے۔ چنانچہ بعض جگہ اس فنڈ سے مساجد تعمیر بھی ہو چکی ہیں۔ عید کے موقع پر اس فنڈ کی ادائیگی کو خاص طور پر پیش نظر رکھنا چاہیئے، اور اپنے بیرونی مراکز کو مضبوط کرنے کے لئے اس فنڈ کو ضرور ادا کرنا چاہیئے۔

امید ہے جماعت کے سب دوست عید کے موقعہ پر **صدقۂ عید الفطر، عید فنڈ اور مساجد فنڈ** نہایت فراخ دلی سے ادا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عید کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے اور اپنے فرائض کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قارئین پیغامِ صلح کو کارپردازانِ پیغامِ صلح کی طرف سے

عید مبارک ہو

مکتوبات

بیگم صاحبہ حضرت امیر علیہ الرحمۃ کا مکتوب

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ۔

ایک مضمون برائے اخبار پیغام صلح ارسال ہے۔ جلد از جلد شائع کر دیجئے گا۔ اس کے علاوہ اس کی ایک نقل سکرٹری صاحب کو دے دیجئے گا تاکہ بصورت چھٹی چھاپ سکیں۔

مجھے امید ہے کہ اخبار آپ کی ادارت میں اپنے مقاصد و محاسن کو حاصل کرے گا۔

بیگم محمد علی

۲۳ رمئی۔ از مسلم ٹاؤن

جناب میاں فضل احمد صاحب کا مکتوب

مکرم اخویم شیخ صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج شریف۔ میں نے کئی ماہ سے پیغام صلح کو دلچسپی سے پڑھنا چھوڑا ہوا تھا۔ اکثر سرسری نظر سے دیکھتا رہا۔ گذشتہ پرچہ میری نظر سے گذرا تو دل بہت خوش ہوا۔ پرچہ میں مضامین بہت بلند پایہ تھے۔ اور دلچسپی سے پُر۔ خدا کرے آپ اس معیار کو قائم رکھ سکیں۔ بلکہ اور بلند کر سکیں۔ آپ کی یہ ہمت قابل داد اور مستحق مبارکباد ہے۔ شبلی صاحب بھی صاحبِ قلم ہیں۔ اور اگر اپنی اس اخبار کی طرف متوجہ رہیں تو بہت مفید مضامین کا اضافہ ہو سکتا ہے۔

محترم مولانا احمد یار صاحب کی خدمت میں سلام علیکم عرض ہے۔

بندہ۔ فضل احمد

لائل پور

درخواستہائے دعا

نوٹ:۔ مکتوب ملا آمنہ تمیم صاحبہ بنت حضرت میاں غلام رسول صاحب کا ہے جس میں بزرگان سلسلہ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی گئی ہے، آمنہ تمیم صاحبہ جماعت کی نہایت بلند پایہ خاتون ہیں۔

(۱)۔ مکرمی محترمی سیکرٹری صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مہربانی فرما کر ملفوف چیک معہ رقعہ منسلکہ محاسب صاحب کے حوالے فرما کر مشکور فرمائیں۔ نیز میں کچھ عرصہ سے علیل ہوں۔ اس لئے سلسلہ کے تمام بھائی بہنوں سے دعا کی درخواست کرتی ہوں بالخصوص بزرگان سے درخواست ہے کہ وہ رمضان شریف کے آخری ہفتہ مجاہدہ ونوافل میں اس خاکسار کو اپنی دعاؤں میں یاد فرما کر عند اللہ ماجور رہوں۔ والسلام مع الاکرام

خاکسار۔ آمنہ تمیم۔ کہکشان۔ کمالیہ

(۲)۔ مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے ہائی بلڈ پریشر کے اچانک حملہ ہو جانے کی وجہ سے میو ہسپتال میں داخل .... ہونا پڑا۔ لہٰذا احباب جماعت سے درخواست ہے کہ میری صحت کیلئے .... دعا فرماویں۔ نیز حضرت صاحب صدر کو بھی اس کی اطلاع دے دیں .... کہ میرے حق میں دعا فرماویں۔ والسلام۔ احقر العباد ملک غلام سرور

مشرقی میڈیکل وارڈ بیڈ ۳ میو ہسپتال۔ لاہور

پیغامِ صلح
جلد ۴۱　　یوم چہار شنبہ - مورخہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۷۲ھ　　نمبر ۲۰

مادیت اور اشاعتِ اسلام

قرآن مجید کی زندہ تعلیم کو پیش کیا جائے

عصر حاضر میں اسلام کا مقابلہ باطل کی جن قوتوں سے ہے ۔ ان میں سب سے بڑی قوت مادیت ہے ۔ مادیت نے ہی انسان کو مذہب سے دُور کیا ہے اور تہذیب تمدن کی رُوحانی قدروں میں شکوک پیدا کر کے خالص مادی اقدار دنیا میں قائم کی ہیں اور کائنات کے متعلق ایسا فلسفہ پیش کیا ہے جس میں خدا، رُوح، حیات بعد الموت کی مطلق گنجائش نہیں ۔ ہر ایک شخص محسوس طور پر یا غیر محسوس طور پر اس مادی فلسفۂ حیات سے متاثر ہے ۔ یورپ کے نظامِ سرمایہ داری اور اشتراکیت کی بنیاد اسی فلسفیانہ مادیت پر ہے ۔ سائنس نے اس فلسفۂ مادیت کو فروغ دیا ہے ۔ سائنس کے ذریعہ انسان نے عناصر پر فتح حاصل کی ۔ موجودہ انڈسٹری کی بنیاد سائنس پر ہے اور سائنس کی بنیاد مادیت پر ہے اس لئے سائنس کی رو سے مادیت ایک زبردست طاقت بن چکی ہے ۔ سارے علوم خواہ ان کا تعلق ... مادی اشیاء یا حیوانیات سے ہو ۔ یا حیاتیات سے ہو یا نفسِ انسانی سے ہو سب مادیت کے رنگ میں رنگین ہیں ۔ گذشتہ ڈیڑھ سو سال کے عرصہ میں سائنس کی حیرت انگیز ترقی سے جو تہذیب پیدا ہوئی ہے اس کی رُوحِ رواں خدا تعالےٰ کی ہستی پر ایک زندہ ایمان اور رُوحانیت پر ایک اٹل یقین نہیں ہے ۔ بلکہ اس کا مرکزی نقطہ جوہرِ عقل ہے بیسویں صدی کے انسان کا خیال ہے کہ آدمی صرف جوہرِ عقل سے ہر قسم کی سیاسی، معاشی اور تمدنی مشکلات پر غالب آ سکتا ہے اپنی تقدیر کو بدل سکتا ہے اور اس دُنیا کو بہشت بنا سکتا ہے ۔ لیکن مرورِ زمانہ نے ثابت کر دیا ہے کہ اس دَور کے مہذب انسان کا یہ خیال بالکل غلط ہے ۔ کیونکہ موجودہ تہذیب کے جو پہلو نمایاں ہو چکے ہیں اُن مختلف پہلوؤں میں اتنے الجھاؤ پیدا ہو چکے ہیں کہ ان کو سلجھانا عقل اور عقل کی قوت سے باہر ہے ۔ عقل کے زور سے انسان نے دنیا کو بہشت کا نمونہ نہیں بنایا ہے ۔۔ بلکہ موجودہ جنگوں کے سلسلہ نے واقعی دنیا کو جہنم زار بنا دیا ہے ۔ اور انسانی تہذیب کا رُخ ایک ہولناک تباہی اور بربادی کی طرف پھیر دیا ہے ۔ اس لئے ان مسلسل جنگوں کی وجہ سے سائنس اور مادیت کے متعلق بھی شکوک پیدا ہو چکے ہیں کیونکہ سائنس سے انسان نے عناصرِ قدرت پر تو کسی حد تک فتح حاصل کر لی لیکن انسان کے بیہمانہ جذبات پر کوئی قدرت حاصل نہیں کی ۔ انسان عقلی لحاظ سے تو بہت ترقی کر گیا ۔ لیکن اسی نسبت سے وہ اخلاقی لحاظ سے فروتر ہو گیا یعنی سائنس کے پھیلنے سے کوئی ایسی عالمگیر برادری نہیں پیدا ہوئی جو دنیا میں صلح اور امن قائم کر سکے گو نظریات کی فراوانی ہے ۔ لیکن کوئی صالح فلسفۂ حیات پیدا نہیں ہو سکا جس پر عمل پیرا ہو کر انسان حیوانیت کی سطح سے بلند ہو جائے اور باوجود اتنی ترقی کے مغربی سائنس دان اس قابل نہیں ہوئے کہ کائنات کے عقدہ کو حل کر سکیں ۔ مفکرین کی لافِ عقل کسی دیوانے کے خواب سے بڑھکر نہیں ۔ سائنس کی اس قوت کے ہوتے ہوئے بھی انسان کی حیثیت اس ساری کائنات میں کیا ہے ۔ وہ ستاروں کی رفتار کو نہیں بدل سکتا ۔ موسموں کے تغیر و تبدل پر حاوی نہیں ہو سکتا ۔ سمندروں کو خشک نہیں کر سکتا ۔ بلکہ وہ ابھی تک اس قابل بھی نہیں ہوا کہ اپنے نفسانی ہیجان کا مقابلہ کر سکے مغربی انسان نے خدا سے رشتہ توڑ کر محض اپنی عقل کے بل بوتے پر اور مادیت کی بنیاد پر ایک جہان کی تعمیر کی لیکن خدا تعالےٰ کی غیرت جوش میں آئی اور اسکے اپنے ہتھیاروں سے اللہ تعالےٰ نے اس مادی دُنیا کو درہم برہم کر دیا ۔ چنانچہ ان خونین جنگوں نے مادیت اور سائنس کی ناکامی پر مہرِ ثبت کر دی ہے اور دنیا خود مذہب کی اخلاقی اور روحانی قوت کا تقاضا کر رہی ہے ۔ جو تہذیب و تمدن کی خوشنما عمارت کو تباہ و برباد ہونے سے بچا سکے ۔ وہ اخلاقی اور روحانی قوت صرف اسلام میں ہے ۔ اسلام ہی دنیا کو تباہی اور بربادی سے بچا سکتا ہے ۔ بدھ مت دنیا سے گریز کی تعلیم دیتا ہے ۔ اس لئے وہ مغربی تہذیب کے تقاضوں کا حریف نہیں ہو سکتا اور عیسائیت یورپ میں بُری طرح ناکام ہو چکی ہے ۔ مغربی دنیا اسے دوبارہ آزمانے کے لئے تیار نہیں ۔ صرف اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کی رُوحانی اور دنیوی ترقی کے لئے ایک شاندار لائحہ عمل پیش کرتا ہے ۔ اس دَور میں اسلام کا سب سے بڑا مدِ مقابل مادیت تھی لیکن مادیت خود اپنے ہتھیاروں سے شکست کھا چکی ہے ۔ اس لئے اسلام کے لئے حالات بالکل سازگار ہیں یہ وقت ہے کہ اسلام کو ایک قوت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ دنیا تباہ و برباد ہونے سے بچ جائے اور اپنے خدا کے ساتھ صلح کر کے امن کا سانس لے سکے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا اسلام ہے جس کی اشاعت کی جائے ۔ وہ اسلام صرف نام اور رسم کا اسلام نہیں ۔ بلکہ حقیقی اور متحرک اسلام ہے ۔ جو دینِ فطرت ہے اور ہر زمانہ میں بدلتی ہوئی دنیا کے تغیر پذیر تقاضوں سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے جس کی زندہ تعلیم قرآن مجید میں موجود ہے ۔ قرآن مجید پر نئے زاویوں سے غور و فکر کی ضرورت ہے ۔ وہ تعلیم یافتہ نوجوان جو اسلام کے لئے ایک درد اپنے پہلو میں رکھتے ہیں اور موجودہ دنیا کے مسائل سے واقف ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ قرآن مجید کی آیات کا بنظر غائر سے مطالعہ کریں اور اس حاصل مطالعہ سے دنیا کے طول و عرض میں اشاعتِ اسلام کریں ۔ اشاعت اسلام کے لئے یہ بہترین وقت ہے کیونکہ ساری دنیا ایک دوراہے پر کھڑی ہے ۔ اگر اس وقت اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کی جائے تو وہ یقیناً اسلام کو قبول کر لے گی ۔

بیگم صاحبہ حضرت امیر علیہ الرحمۃ کی اپیل

بیگم صاحبہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت کی خواتین کی خدمت میں برلن مسجد کی مرمت کے لئے اپیل کی ہے ۔ اپیل کے سلسلہ میں ان کا مکتوب گرامی پیغام صلح کی دو اشاعتوں میں شائع ہو چکا ہے اس کے علاوہ بیگم صاحبہ نے دستی مکتوبات بھی تحریر کئے ہیں اور اپنی اس اپیل کو رمضان المبارک سے منسوب کیا ہے ۔

جماعت کی سب خواتین کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ بیگم صاحبہ کی اس اپیل کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس پر لبیک کہیں ۔ وسطِ یورپ کی یہ نہایت جمیل اور تاریخی مسجد احمدی خواتین کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہے ۔ اگر آج بعض ناگزیر حالات کے باعث اس مسجد کی مرمت کی ضرورت ہے، تو احمدی خواتین کا فرض ہے کہ وہ اسکی مرمت کی طرف فوراً توجہ کریں تاکہ یہ مسجد عرصہ دراز تک احمدی خواتین کی قربانی اور ایثار کی شہادت دیتی رہے اور خدا تعالیٰ کے ہاں اور تاریخ میں ان کا نام روشن رہے ۔ امید ہے احمدی خواتین اس مسجد کی مرمت کے لئے وہی نمونہ پیش کریں گی جو انہوں نے اس کی تعمیر کے لئے پیش کیا تھا ۔

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت صاحب صدر بخیریت مری تشریف لے گئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے بصحت ہیں حضرت صاحب صدر کا پتہ درج ذیل ہے :-

ہیک تھارن کشمیر پوائنٹ ۔ مری

—— حضرت امیر قوم حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور دیگر بزرگان سلسلہ مرکز میں خیریت سے ہیں ۔

—— محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب کی طبیعت دو دن علیل رہی، اب خدا تعالےٰ کے فضل سے آرام ہے ۔

—— ہماری جماعت کے نہایت مخلص رکن جناب ڈاکٹر خادم رحمانی نوری صاحب شیلانگ کو اللہ تعالےٰ نے نواسہ عطا فرمایا ہے ۔ اس موقعہ پر ڈاکٹر صاحب موصوف نے بذریعہ منی آرڈر مبلغ دس روپے انجمن کو عنایت فرمائے ہیں دعا ہے اللہ تعالےٰ مولود کو عمر دراز عنایت کرے اور خادمِ دین بنائے ۔ آمین

—— بیگم صاحبہ چودھری دوست محمد خاں صاحب مرحوم اطلاع دیتی ہیں کہ میرے لڑکے عزیز اعجاز احمد قمر نے امسال ایف ۔ ایس ۔ سی (زراعت) کا امتحان دیا ہے ۔ بزرگانِ سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو اعلیٰ کامیابی عطا فرمائے ۔ آمین

سانحۂ ارتحال جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت افسوس کیساتھ سنی جائیگی کہ چوہدری امجد خاں صاحب کے چھوٹے بھائی چوہدری اسلم خاں فارسٹ رینج آفیسر چکوال محکمہ جنگلات مورخہ ۲۷ ارمئی ۵۳ء کو اپنے وطن سوہدرہ میں انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحوم پیٹ کی تکلیف سے چار پانچ ماہ سے بیمار تھے مرحوم کے بڑے بھائی صاحب چوہدری امجد خاں صاحب نے بڑی کوشش سے خاص طور پر اسی غرض کے لئے کراچی سے لاہور جا کر اپریشن بھی کروایا ۔ مگر مشیت ایزدی کے آگے کوئی علاج یا دوا کام نہ دے سکی خدا انہیں اپنی جوارِ رحمت ...

حضرت ابوموسیٰ اشعری

جناب شیخ غلام قادر صاحب لاہوری

عبداللہ نام - ابوموسیٰ کنیت - والد کا نام قیس والدہ کا نام طیبہ تھا - یمن کے خاندان اشعری سے تعلق رکھتے تھے - جونہی ان کے کانوں نے صدائے توحید سنی فوراً مکہ روانہ ہوگئے اور کاشانۂ نبوی پر حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے - وطن واپس آکر اپنے اعزہ و احباب کو دعوت حق دی - چونکہ وہ اشعری خاندان کے ذی اثر رئیس تھے ان کی دعوت پر پچاس اشخاص حلقہ بگوش اسلام ہوئے -

ابوموسیٰ اشعری رضہ اس مختصر سی جماعت کو ساتھ لیکر بحری راستہ سے مدینہ کی طرف چل پڑے لیکن طوفان اور باد مخالف نے انہیں مدینہ کی بجائے حبش پہنچا دیا وہاں حضرت جعفر رضہ اور دیگر ستم رسیدہ مسلمانوں سے ملے - وہاں سے سب نے مل کر مدینہ کا رُخ کیا اور عین اس وقت مدینہ پہنچے جب مجاہدین اسلام خیبر فتح کر کے واپس لوٹ رہے تھے چنانچہ آنحضرت صلعم نے ابوموسیٰ اشعری رضہ اور ان کے ساتھیوں کو بھی مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا -

حضرت ابوموسیٰ رضہ نے فتح مکہ اور غزوہ حنین میں شرکت فرمائی - بنوہوازن حنین سے بھاگ کر وادی اوطاس میں مجتمع ہونے لگے تو حضور نے ابوعامر کو ان کی سرکوبی کے لئے مقرر فرمایا مسلمانوں کا حملہ اس شدت سے ہوا کہ مشرکین میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے - اسی اثنا میں ایک شخص جشمی کے تیر سے ابوعامر زخمی ہوگئے - ابوموسیٰ رضہ نے اس شخص کا تعاقب کر کے اسے واصل جہنم کیا اور ابوعامر کو اس واقعہ کی اطلاع دی - چونکہ زخم نہایت مہلک تھا ابوعامر رضہ کی حالت نازک ہو گئی - انہوں نے ابوموسیٰ رضہ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور وصیت کی کہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر میرا سلام عرض کیا جائے اور دعا کی درخواست کی جائے - تھوڑے عرصہ میں آپ واصل الی اللہ ہوگئے - ابوموسیٰ رضہ نے انہیں (ابوعامر رضہ کو) سپرد خاک کر کے فوج کو واپسی کا حکم دیا - بارگاہ نبویؐ میں پہنچکر ابوموسیٰ نے حضور کو حالات پیش آمدہ سے مطلع کیا اور ابوعامر رضہ کی وصیت کے مطابق ان سے درخواست دعا کی - آنحضرت صلعم نے وضو کر کے ابوعامر رضہ کے لئے اس طرح دعا فرمائی :-

" اسے اللہ ابوعامر رضہ کی مغفرت فرما
اسے قیامت کے روز اپنی مخلوق
میں امتیازی درجہ عطا فرما "

ابوموسیٰ نے عرض کیا آ میرے لئے بھی دعا فرمائی جائے - چنانچہ حضور نے فرمایا :-

" اسے اللہ عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ رضہ
کی) خطائیں بخش دے اور قیامت
کے دن اس کا باعزت داخلہ فرما "

بخاری کتاب المغازی میں یہ سارا واقعہ مذکور ہے اور روایت کے آخر میں لکھا ہے - قال ابوبردۃ احدهما لابی عامر والاخری لابی موسیٰ - ابوبردہ کہتے ہیں - دو دعاؤں میں سے ایک دعا ابوعامر رضہ کے لئے ہے اور دوسری ابوموسیٰ کے لئے -

۹ھ میں غزوہ تبوک کے لئے ہر شخص نے حسب استطاعت سامان سفر تیار کیا - چند اشخاص کے پاس سواری کا سامان نہیں تھا - چنانچہ انہوں نے ابوموسیٰ کو اپنا نمائندہ بنا کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں بھیجا تاکہ ان کے لئے حضور سے سواری طلب کریں - ابوموسیٰ رضہ جب بارگاہ نبویؐ میں اس غرض کے لئے حاضر ہوئے تو آپ کسی وجہ سے غصے میں تھے - چنانچہ بخاری کتاب المغازی میں اس مضمون پر ایک لمبی روایت ہے جس میں ابوموسیٰ رضہ فرماتے ہیں کہ جب میں دربار نبوی میں حاضر ہوا تو مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ حضور خفا بیٹھے ہیں میرا سوال سن کر آپ نے فرمایا واللہ لا احملکم علیٰ شئ - واللہ میں تمہیں کوئی سواری نہیں دے سکتا - بات یہ ہے کہ اس وقت آپ کے پاس فالتو سواری کا انتظام نہیں تھا - ابوموسیٰ یہ جواب لے کر دوستوں کے پاس لوٹے اور انہیں اس بات کی اطلاع دی - تھوڑی دیر گذرنے پر بلال ابوموسیٰ کے پاس آئے اور کہا آنحضرت صلعم نے آپ کو یاد فرمایا ہے - چنانچہ ابوموسیٰ فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہوئے - حضور نے فرمایا خذ هذین القرینین وهذین القرینین لستة ابعرة ابتاعهن حینئذ من سعد - یہ دو اونٹ کا جوڑا لے لے اور یہ (دو اونٹ کا جوڑا (دے دے) چھ اونٹوں کے متعلق حکم دیا جن کو اسی وقت سعد سے خریدا تھا - ابوموسیٰ سواری لیکر اپنے دوستوں کے پاس آئے جنہیں لیکر وہ بہت خوش ہوئے -

یمن کی گورنری

آنحضرت صلعم نے ابوموسیٰ رضہ کو یمن کا گورنر مقرر فرمایا - یمن دو حصوں پر منقسم تھا یعنی اقصائے یمن جس میں جند اور عدن وغیرہ تھے دوسرا یمن ادنیٰ - اقصائے یمن پر معاذ بن جبل رضہ مقرر ہوئے اور یمن ادنیٰ پر ابوموسیٰ رضہ کا تقرر عمل میں آیا - آنحضرت صلعم نے ان دونوں کو رخصت کرتے وقت جو نصیحت فرمائی بخاری سے یہاں نقل کی جاتی ہے :-

" ابی بردہ سے روایت ہے کہا -
رسول اللہ صلعم نے ابوموسیٰ رضہ اور
معاذ بن جبل رضہ کو یمن کی طرف بھیجا اور
ہر ایک کو ان میں سے ایک ایک حصہ
پر بھیجا اور یمن کے دو حصے ہیں
پھر فرمایا آسانی کرنا اور سختی نہ کرنا اور
لوگوں کو خوش رکھنا اور نفرت نہ دلانا
ہر ایک ان میں سے اپنے کام پر گیا اور
ان میں سے ہر ایک جب اپنے علاقہ
کا دورہ کرتا ہوا اپنے ساتھی کے قریب
ہو جاتا تو اس سے ملاقات تازہ کر
لیتا اور سلام کرتا "

(کتاب المغازی)

شرکت حجۃ الوداع

بخاری کتاب المناسک میں ابوموسیٰ سے یہ روایت نقل کی جاتی ہے - کہا مجھے نبی صلعم نے یمن کو میری قوم کی طرف بھیجا میں لوٹ آیا اور حضور بطحا میں تھے - فرمایا کا ہے کا احرام باندھا ہے - میں نے عرض کیا نبی صلعم کے احرام کی طرح میں نے احرام باندھا - فرمایا کیا تمہارے ساتھ قربانی ہے - میں نے عرض کیا نہیں تو مجھے حکم دیا کہ بیت اللہ کا طواف کروں تو میں نے بیت اللہ کا اور صفا مروہ کا طواف کیا - پھر مجھے حکم دیا تو میں نے احرام کھول ڈالا پھر میں اپنی قوم کی عورت کے پاس آیا تو اس نے مجھے کنگھی کی یا میرا سر دھویا پھر حضرت عمر کا زمانہ آیا تو فرمایا اگر کتاب اللہ پر عمل کریں تو وہ ہم کو پورا کرنے کا حکم دیتی ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے حج اور عمرہ پورا کرو " (البقرہ - ۱۹۶) اور اگر نبی صلعم کی سنت پر عمل کریں تو آپ نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا جب تک کہ قربانی نہیں کی -

نوٹ از فضل الباری :-

مسلم میں ابوموسیٰ سے یہ روایت ہے :- میں حج کے ایام میں عمرہ کرنے کا فتوےٰ حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمر رضہ کی امارت میں دیا کرتا تھا تو ایک شخص نے آکر کہا - تم کو پتہ نہیں کہ امیرالمومنین نے کیا نئی بات حج میں نکالی ہے - حضرت عمر رضہ عمرہ کر کے ایام حج میں احرام کھولنا اور پھر حج کے لئے احرام باندھنا یعنی تمتع کرنا درست نہیں سمجھتے تھے - اور نبی کریم صلعم کے احرام کھولنے کا حکم اسی سال سے مخصوص سمجھتے تھے، اللہ تعالیٰ کے اس قول سے جو بخاری میں اس سے اگلی حدیث میں مذکور ہے یعنی الحج اشهر معلومات - معلوم ہوتا ہے کہ عمرہ کے لئے کوئی خاص وقت نہیں - عمرہ نفل نماز کی طرح ہے جس کے لئے خاص وقت اور نظام کی ضرورت نہیں اور حج فرض نماز کی طرح ہے -

(فضل الباری)

اسود عنسی کا فتنہ وفساد

حج سے فارغ ہوکر واپس آئے تو اسود عنسی کی ادعائے نبوت اور بغاوت سے ملک بھر میں فتنہ وفساد کی آگ بڑے زور وشور سے مشتعل ہو چکی تھی یہاں تک کہ اس فتنہ کی ہمہ گیری نے معاذ کو دارالخلافہ چھوڑ کر مارب میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور پھر دونوں معاذ رضہ اور ابوموسیٰ کو مارب سے نکل کر حضرموت میں پناہ لینی پڑی (طبری) اگرچہ ابن مکشوح مرادی نے اسود عنسی کا قصہ ختم کر دیا تاہم حضور پر نور کی وفات کے بعد آتش ارتداد وبغاوت دفعتہً بھڑک اٹھی لیکن صدیقی استقلال اور تدبر نے اس آگ کو جلدی ٹھنڈا کر دیا -

حضرت ابوموسیٰ حضرموت سے اپنے دارالخلافہ مارب میں واپس آئے - آپ عہد فاروقی کے ابتدائی زمانہ تک گورنری کے فرائض بڑی جانفشانی اور دیانتداری سے ادا کرتے رہے -

نصیبین

عہد فاروقی میں جب ایک مہم سعد بن ابی وقاص رضہ کی قیادت میں عراق کی طرف روانہ ہوئی تو ابوموسیٰ رضہ شوق جہاد میں اپنے عہدے سے مستعفی ہوکر اس فوج میں شریک ہوگئے - اس ولایت میں بہت سی فتوحات حاصل کر لینے کے بعد ۱۷ھ میں سعد نے الجزیرہ پر جو کہ دجلہ اور فرات کے درمیان واقع ہے لشکر کشی کی تیاری کی اور ابوموسیٰ رضہ کو نصیبین پر مامور کیا - جنہوں نے نہایت کامیابی کے ساتھ اس مہم کو سر کیا -

بصرہ کی گورنری

۱۷ھ میں فاروق اعظم نے مغیرہ بن شعبہ کو معزول کر کے ابوموسیٰ اشعری کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا اور اہل بصرہ کے نام یہ حکم جاری کیا :-

اما بعد فانی قد بعثت
اباموسیٰ امیراً علیکم
لیاخذ لضعیفکم من
قویکم ولیقاتل بکم
عدوکم ولیدفع ذمتکم
ولیحصی لکم فیئکم ثم
لیقسمه بینکم ولینقی
لکم طرقکم (طبری)

میں نے ابوموسیٰ کو تم پر امیر بنا کر بھیجا ہے تاکہ قوی سے کمزور کا حق

ولائے۔ تمہارے دشمنوں سے لڑے ذمیوں کی حفاظت کرے۔ تمہاری آمدن کا نہیں حساب دے۔ پھر اسے تم لوگوں میں تقسیم کرے اور تمہارے راستوں کو تمہارے لئے صاف رکھے۔

فتح خوزستان

خوزستان بصرہ کی سرحد پر تھا۔ جہاں سے دشمن ہمیشہ چھیڑ چھاڑ میں مصروف رہتا تھا۔ سنہ ۱۶ھ میں مغیرہ بن شعبہ نے خوزستان پر فوج کشی کی تو اہواز کے رئیس نے ایک قلیل رقم دے کر صلح کر لی۔ لیکن جب گورنروں کا ادل بدل ہوا تو رئیس اہواز نے ابو موسیٰ کو رقم دینی بند کر دی اور علانیہ بغاوت کا اظہار کیا۔ چنانچہ ابو موسیٰ نے اہواز فتح کر لیا اور یہاں سے مناذر کا رخ کیا۔ اس معرکہ میں ایک معزز افسر حضرت مہاجر بن زیاد شہید کر دیئے گئے۔ قلعہ والوں نے ان کا سر کاٹ کر برج کے کنگرہ پر لٹکا دیا۔ ابو موسیٰ نے مہاجر کے بھائی ربیع کو قلعہ کے محاصرہ پر چھوڑ کر سوس کی طرف بڑھے۔ تھوڑے عرصہ بعد ربیع نے مناذر کے قلعہ کو فتح کر لیا اور ابو موسیٰ نے سوس کا محاصرہ اس سختی سے کیا کہ شہر میں رسد پہنچنے کے تمام راستے بند ہو گئے۔ رئیس شہر نے تنگ آ کر اس شرط پر صلح کر لی کہ اس کے خاندان کے سو آدمی زندہ چھوڑ دیئے جائیں۔ چنانچہ رئیس نے ایک ایک کر کے سو آدمیوں کو رہائی دلا دی چونکہ غلطی سے اس نے اپنے آپ کو ان آدمیوں میں شامل نہ کیا۔ لہذا اُسے قتل کر دیا گیا۔

شوستر

یزدگرد نوجوان شہنشاہ ایران نے جب ان فتوحات کا قصہ سنا تو اس نے اپنے ماموں ہرمزان کو خوزستان کی حفاظت کے لئے بھیجا۔ ہرمزان نے شوستر میں ارد گرد کے علاقہ سے بیشمار فوج جمع کر لی۔ ابو موسیٰ کی درخواست پر فاروق اعظم نے کوفہ کے گورنر عمار بن یاسر کو مدد کے لئے لکھا۔ عمار نے نعمان بن مقرن کو ایک ہزار فوج دے کر ابو موسیٰ کی مدد کے لئے بھیجا اور پھر خود ایک بہت بڑی جمعیت کے ساتھ پہنچ گئے۔ ادھر جریر بجلی ایک جرار لشکر لے کر جلولاء پر حملہ آور ہوئے۔ الغرض ابو موسیٰ رضہ ہر طرح کے سامان سے لیس ہو کر شوستر پر بڑھے۔ شوستر نہایت مضبوط مقام تھا اسے فتح کرنے میں ابو موسیٰ کو بہت بڑی مشکلات کا سامنا ہوا۔ کچھ مدت یہاں پڑاؤ پڑا۔ آخر الامر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نجات کا سامان پیدا کر دیا چنانچہ ایک دن ایک شخص ابو موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اگر مجھے اماں دی جائے تو میں شہر پر قبضہ کرا سکتا ہوں۔ آپ نے اسے منظور کیا اور اس شخص نے ایک عرب اشرس نامی کو اپنے ساتھ لیا۔ ایک تہ خانہ کی راہ شہر میں داخل ہوا اور اسے (اشرس کو) اس ڈھنگ سے لے گیا گویا وہ اس کا ملازم ہے۔ شہر کے گلی کوچوں سے گذرتا ہوا ہرمزان کے خاص محل تک پہنچا۔ پھر وہاں سے اس نے ایسے مواقع بتائے جہاں سے فوج آسانی سے شہر میں داخل ہو کر قبضہ کر سکے۔ بعد ازیں اسی راستہ سے واپس آ کر ابو موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ دو سو جانباز میرے ساتھ کر دیں تاکہ وہ شہر میں داخل ہو کر پہرہ داروں کو قتل کر کے قلعہ کا پھاٹک کھول دیں۔ ابو موسیٰ اسی طریقہ سے فوج کو لے کر شہر میں داخل ہو گئے۔ شہر والوں میں سراسیمگی پھیل گئی۔ ہرمزان نے اپنے آپ کو اس شرط پر پیش کیا کہ اسے مدینہ میں بھیج دیا جائے۔

جندی سابور اور اسلامی رواداری

شوستر سے آگے بڑھ کر ابو موسیٰ نے جندی سابور کو محاصرہ میں لے لیا۔ کچھ عرصہ بعد شہر والوں نے خود شہر کے دروازے کھول دیئے اور اپنے کاروبار میں بڑے امن چین سے مشغول ہو گئے۔ ابو موسیٰ کو شہریوں کے اس اطمینان پر تعجب ہوا وجہ دریافت کرنے پر انہوں نے کہا کہ ہمیں تم لوگ جزیہ کی شرط پر امن دے چکے ہو۔ چنانچہ انہوں نے امن کا پروانہ پیش کیا جو کہ انہیں ایک مسلمان غلام نے لکھ کر دیا تھا۔ ابو موسیٰ نے فرمایا۔ ایک غلام کی خود رائی حجت نہیں ہو سکتی۔ یہ جھگڑا دربار خلافت میں پیش ہوا۔ فاروق اعظم نے حکم دیا کہ مسلمان غلام بھی آزاد مسلمان کی طرح فوج میں ذمہ دار ہستی ہے اگرچہ دشمن سے شرائط طے کرنے کا حق صرف فوج کے افسر اعلیٰ کو ہے لیکن چونکہ اب شہر والوں کو اس غلام کے ذریعہ امن مل چکا ہے۔ یہ امن تمام مسلمانوں کی طرف سے سمجھا جائے گا۔

نہاوند

سنہ ۲۱ھ میں نہاوند پر فوج کشی کر کے اسے فتح کیا۔

کوفہ کا تبادلہ

سنہ ۲۲ھ میں عمار بن یاسر کی معزولی کے بعد ابو موسیٰ کوفہ والوں کی خواہش سے والئے کوفہ مقرر ہوئے لیکن ایک ہی سال بعد پھر بصرہ منتقل کئے گئے (طبری)

فتح اصفہان

ابو موسیٰ نے سنہ ۲۳ھ میں اصفہان پر فوج کشی کر کے اسے فتح کر لیا۔

تعمیر نہر ابی موسیٰ

چونکہ بصرہ میں پانی کی قلت کی وجہ سے شہر والوں کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ دربار خلافت سے حکم ہوا۔ کہ دجلہ سے جو کہ شہر سے دس میل کے فاصلہ پر تھا ایک نہر کاٹ کر لائی جائے۔ چنانچہ ابو موسیٰ نے دجلہ کی ایک شاخ سے ایک نہر بصرہ تک بنوائی جو اب تک نہر ابی موسیٰ کے نام سے مشہور ہے۔

معزولی

سنہ ۲۳ھ عہد عثمانی میں بصرہ والوں کی شکایت پر ابو موسیٰ معزول کر دیئے گئے۔ مگر سنہ ۳۴ھ میں اہل کوفہ کی خواہش پر آپ والئے کوفہ مقرر ہوئے۔ یہ زمانہ مسلمانوں کے لئے پُر آشوب تھا۔ ہر طرف فتنہ فساد کی آگ مشتعل ہو چکی تھی۔ ابو موسیٰ کے پیش نظر آنحضرت صلعم کی اس زمانہ کے متعلق پیشگوئی تھی اور انہیں یقین تھا کہ عنقریب خطرناک خانہ جنگیوں کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے۔ چنانچہ سنہ ۳۵ھ میں شہادت عثمان کا واقعہ پیش آنے پر وہ تمام خطرات سر پر آ گئے۔ حضرت علی کی مسند نشینی کے ساتھ خانہ جنگیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جنگ جمل اور جنگ صفین کی خونریزیوں سے عرب کے ہزار ہا گھر بے چراغ ہو گئے بیشمار اسلام کے درخشندہ گوہر آتش فتنہ کی نذر ہو گئے۔

علی اور معاویہ کے درمیان حکم مقرر ہونا

حضرت علیؓ کی طرف سے ابو موسیٰ اور حضرت معاویہ کی طرف سے عمرو بن العاص حکم مقرر کئے گئے۔ چنانچہ دونوں میں حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

ابو موسیٰؓ۔ عمرو! تم ایک ایسی رائے کے متعلق کیا خیال رکھتے ہو جس سے قوم کی بہبودی ہو اور رضائے الٰہی حاصل ہو جائے۔

عمرو بن العاص:۔ وہ کیا ہے۔

ابو موسیٰ:۔ منصب خلافت عبداللہ بن عمر کے حوالے کیا جائے۔ کیونکہ وہ ان خانہ جنگیوں سے الگ رہے ہیں۔

عمرو بن العاص:۔ معاویہ میں کیا خرابی ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ عثمان رضہ مظلوم شہید ہوئے معاویہ قصاص کے دعویدار ہیں۔ ام المومنین ام حبیبہ رضہ ان کی بہن ہیں اور خود انہیں شرف صحبت نبوی حاصل ہے۔

ابو موسیٰ:۔ معاویہ کے تمام مذکورہ اوصاف اسے اس بات کا مستحق نہیں بناتے کہ وہ خلیفہ رسول مقرر کئے جائیں۔ فضل و شرف میں تو علی سب صحابہ پر فوقیت رکھتے ہیں۔ قصاص کے معاملہ میں مہاجرین اولین سب سے زیادہ قابل ترجیح ہیں۔ ہاں تم مجھ سے اتفاق کرو تو عہد فاروقی پھر لوٹ آئے۔

عمرو بن العاص:۔ میرا لڑکا عبداللہ کیوں قابل التفات نہیں؟

ابو موسیٰ:۔ بیشک وہ بھی صاحب فضل و منقبت ہیں۔ مگر خانہ جنگیوں میں شریک کر کے آپ نے ان کا دامن داغدار کر دیا ہے۔ بخلاف اس کے عبداللہ بن عمر کا دامن تقویٰ کسی مسلمان کے خون سے تر نہیں ہوا۔

عمرو بن العاص:۔ ابو موسیٰ اس منصب کے لائق وہی شخص ہے جس کے دو داڑھ ہوں ایک سے کھائے دوسری سے کھلائے۔

ابو موسیٰؓ:۔ عمرو! تمہارا برا ہو۔ شدید کشت و خون کے بعد مسلمانوں نے ہمارا دامن پکڑا ہے۔ ہم پھر انہیں فتنہ و فساد میں مبتلا نہیں کریں گے۔

عمرو بن العاص:۔ پھر آپ کی کیا رائے ہے؟

ابو موسیٰ۔ میرا خیال ہے کہ علیؓ اور معاویہ رضہ دونوں برطرف کئے جائیں مجلس شوریٰ کو اختیار دیا جائے کہ وہ خلافت اسلامیہ کے لئے نیا امیر انتخاب کرے۔

عمرو بن العاص۔ مجھے بھی اس سے اتفاق ہے۔

جب دونوں خیمہ سے باہر آئے تو عمرو بن العاص نے ابو موسیٰ سے کہا۔ کہ پہلے آپ اپنے فیصلہ کا اعلان کریں۔ چنانچہ آپ نے (ابو موسیٰ رضہ) اس فیصلہ کا اعلان کر دیا جو متفقہ طور پر ان کے درمیان طے ہوا تھا۔ مگر کہا جاتا ہے کہ عمرو بن العاص اس فیصلہ سے پھر گئے اور علی رضہ کے عزل میں تو ابو موسیٰ رضہ سے اتفاق کیا۔ مگر اس نے معاویہ کی تائید کی۔ واقعات کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ متفقہ فیصلہ خلافت کے بارہ میں تھا شام کی گورنری کا اس میں کوئی ذکر نہیں تھا لہذا علیؓ اور معاویہؓ کے متعلق دونوں کا فیصلہ یہی تھا کہ دونوں بزرگ خلافت سے علیحدہ رکھے جائیں۔ مگر عمرو بن العاص کی رائے میں یہ تھا کہ معاویہ کو شام کی گورنری سے نہ ہٹایا جائے۔ عمرو ایک جید صحابی تھے ان کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے دھوکہ بازی سے کام لیا بڑی بے انصافی ہے۔

علم و فضل

ابو موسیٰ رضہ ان چھ آدمیوں میں سے تھے جو عہد رسالت میں فتوے دینے کے مجاز تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

اسود تابعی کا بیان ہے کہ میں نے کوفہ میں حضرت علیؓ اور حضرت ابو موسیٰ رضہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں پایا۔ حضرت علی رضہ فرماتے تھے کہ ابو موسیٰ رضہ مجمع علم ہیں۔

علمی مجلسوں نے ان کے علم میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ احباب علم کا حلقہ اگرچہ بہت وسیع تھا مگر عبداللہ بن مسعود اور معاذ بن جبل رضہ سے خاص طور پر علمی مذاکرہ رہتا تھا کبھی کبھی یہ گفتگو احسن طور پر بحث و مناظرہ کا رنگ پکڑ لیتی تھی اور یہ سلسلہ جاری رہتا تھا جب تک مسئلہ زیر بحث کی پوری پوری تنقیح نہ ہو جاتی۔

اشاعت علم میں ہمیشہ کوشاں رہتے تھے ایک دفعہ لوگوں سے کہا۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ علم دے اُسے چاہیئے کہ اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی اس کی تعلیم دے اور ساتھ ہی اس بات کا بھی خیال رکھے کہ ایسی بات منہ سے نہ نکالے جس کا اسے علم نہ ہو۔ (ابن سعد)

ابی موسیٰ رضہ سے روایت ہے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ رسول کریم صلعم نے

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۱)

بچوں کیلئے

شیخ محمد خالد اقبال

صبر اور استقامت

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ، وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ۝

دنیا میں مصیبتیں اور تکلیفیں ہر انسان پر آتی ہیں۔ خوشیوں اور نعمتوں سے بھی ہر شخص کو حصہ ملتا ہے۔ لیکن ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں جو مصیبتوں اور تکلیفوں میں صبر و استقامت اور خوشیوں اور نعمتوں کے موقعوں پر اللہ تعالےٰ کا حقیقی شکر ادا کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم اپنے پیارے نبی (ہزار ہزار درود اور سلام ان پر ہو) کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں پتہ چلتا ہے۔ کہ اس معاملہ میں آپؐ کا رویہ عامۃ الناس سے مختلف تھا۔

حضورؐ کا یہ حال نہ تھا۔ آپؐ پر جب کوئی مصیبت آئی تو آپؐ نے اس حالت میں صبر اور استقامت کا وہ اعلےٰ نمونہ دکھایا جو رہتی دنیا تک یادگار رہیگا۔

مکہ میں تیرہ سال تک آپ اور آپ کے ساتھیوں کو شدید ترین تکالیف دی گئیں ہر ممکن طریق سے آپؐ کو تنگ کیا گیا۔ لیکن آپ نے اس حالت میں نہایت صبر سے ان تکالیف اور مصائب کو برداشت کیا اور اُف تک نہ کی۔

آپ کی مہربان والدہ آپؐ کے شفیق دادا۔ آپ کے ہمدرد چچا۔ آپ کی مونس و غمخوار بیوی حضرت خدیجہؓ اور آپؐ کے کئی بچوں اور رشتہ داروں کا آپ کے سامنے انتقال ہوا مگر آپ نے کبھی آہ وزاری اور فریاد نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ صبر سے ہر تکلیف کا مقابلہ کیا۔

کفارِ مکہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھ کر بہت جلتے تھے۔ جب چھوٹے چھوٹے لوگوں کے علاوہ بڑے بڑے لوگ بھی اسلام قبول کرنے لگے تو اس چیز نے کفار کی جلتی آگ پر تیل کا کام کیا اور اب ان کو فکر دامنگیر ہوا۔ کہ کہیں ان کا نام و نشان ہی اس دنیا سے مٹ نہ جائے۔

کفارِ مکہ نے حضورؐ کو ہر طرح سے دنیاوی لالچ دینے کی کوشش کی تا کہ آپؐ خدا کی وحدانیت کی تبلیغ اور ان کے بتوں کی مذمت چھوڑ دیں۔

چنانچہ اس مقصد کی خاطر انہوں نے پہلے آپ کے چچا ابو طالب کے پاس ایک وفد بھیجا کہ وہ اپنے بھتیجے کا ساتھ چھوڑ دیں، تاکہ وہ جس طرح چاہیں کیساتھ فیصلہ کر لیں۔ ابو طالب نے کہا کہ وہ ایسے شخص کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا جو یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کا خبر گیر ہے۔

دوبارہ پھر ابو طالب کے پاس وفد آیا۔ تو وہ بھی کچھ نرم پڑ گئے......

حضورؐ کو جب ہر طرف سے دکھ اور تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں۔ کامیابی کا کوئی نشان نظر نہ آتا تھا۔ اور آپ کے چچا ابو طالب بھی قوم کی مخالفت کی وجہ سے مجبور ہو کر آپ کا ساتھ چھوڑ کر آپ کو دشمنوں کے حوالے کرنے کے لئے تیار نظر آتے تھے۔ اس وقت بھی آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ اور آپ نے اپنے چچا کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ:۔

"اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں لاکر رکھ دیں اور مجھ سے یہ چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تو میں اسے نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ مجھے اس میں کامیاب کر دے یا میں اس کوشش میں ہلاک ہو جاؤں"

جب کفار کو ہر طرف سے ناکامی ہوئی۔ تو انہوں نے ایک شخص (یعنی عتبہ بن ربیعہ) کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے بھیجا۔ اس نے حضورؐ کے سامنے دو پر دست دنیا کی تین دلربا (پیاری) چیزیں پیش کیں۔ اور آپؐ کا جواب سننے کا منتظر ہوا۔

لیکن آپ نے کمال استقلال اور سنجیدگی سے حکومت۔ دولت۔ حسن۔ تینوں چیزوں کو جو انسان کے لئے باعث کشش ہو سکتی ہیں۔ ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ مجھے ان تینوں چیزوں کی ضرورت نہیں۔ میں تو صرف تمہیں فسق و فجور سے نکال کر نیکی کے رستہ پر ڈالنا چاہتا ہوں ....

پھر تین برس تک حضورؐ اور حضورؐ کے قبیلے بنی ہاشم کو ایک شعب میں محصور کر دیا گیا جہاں ہر طرح کی مشکلات میں آپؐ کو اور آپ کے ساتھیوں کو زندگی بسر کرنی پڑی۔ لیکن کیا مجال جو کسی قسم کی بے صبری آپ نے دکھائی ہو۔

مدینہ سے جاتے وقت آپ کو جس غار میں پناہ لینی پڑی تھی اس کے سر پر دشمن آ پہنچا۔ اس کی ایک نظر آپؐ کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی تھی۔ مگر تب بھی آپ کے منہ سے نکلا:۔

"خدا ہمارے ساتھ ہے"

غرض ہر حال میں آپؐ کی استقامت اور آپؐ کا صبر ایک پہاڑ نظر آتا ہے۔ جسے کوئی طاقت۔ کوئی لالچ۔ اور دشمن کا کوئی منصوبہ متزلزل نہ کر سکا۔

عزیز دوستو!

ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے پیارے اور مہربان خدا سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اپنے پیارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

حضرت ابو موسیٰ اشعری (بقیہ صفحہ ۵)

فرمایا:۔ "ان ابواب الجنۃ تحت ظلال السیوف" یعنی جنت کے دروازے تلواروں کے سائے کے نیچے (کھلتے) ہیں۔

(مسند احمد ۳۹۷)

نوٹ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کے لئے تلوار کا ہر وقت اپنی حفاظت کے لئے ساتھ رکھنا سنت موکدہ ہے۔ قوم کو اس پر غور کرنا چاہیئے

ایک دفعہ لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا اے لوگو! شرک سے بچو کہ یہ چیونٹی کی چال سے زیادہ غیر محسوس ہے (مسند ۴۰۲)

ایک موقعہ پر مسلمانوں کے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ میں نے نبی کریم صلعم کو فرماتے سُنا:۔ قیامت کے قریب ہرج بہت ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا ہرج کیا ہے؟ فرمایا قتل اور جھوٹ۔ لوگوں نے کہا کہ آجکل جو قتل ہو رہا ہے اس سے زیادہ ہوتے ہیں آئے گا۔ فرمایا اس سے کفار کا قتل مراد نہیں۔ بلکہ باہمی خونریزی ہے حتیٰ کہ ہمسایہ ہمسائے کو بھائی بھائی کو بھتیجا چچے کو اور چچا بھتیجے کو قتل کر دے گا۔ لوگوں نے کہا سبحان اللہ عقل و ہوش رکھتے ہوئے؟ فرمایا عقل و ہوش کہاں عقل و ہوش تو اس زمانہ میں باقی نہیں رہیگا۔ یہاں تک کہ آدمی خیال کرے گا کہ وہ حق پر ہے لیکن درحقیقت وہ حق سے دور ہوگا۔ (مسند ۳۹۲)

قرآن

قرآن پاک سے آپ کو غیر معمولی شغف تھا نہایت وجد میں دلکش اور شیریں آواز میں پڑھتے تھے۔ آنحضرت صلعم آپ کی قرأت بہت پسند فرماتے تھے۔ فرماتے تھے "ان کو لحن داودی عطا ہوا ہے" (ابن سعد)

ایک مرتبہ مسجد نبوی میں عشاء کی نماز بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ امہات المومنین اپنے حجروں میں پردوں کے پاس آکر سننے لگیں صبح کو جب انہیں اس واقعہ کی اطلاع ملی تو کہا مجھے معلوم ہوتا تو میں انہیں قرآن کا زیادہ مشتاق بناتا (مستدرک حاکم)

گاہے گاہے فاروق اعظمؓ ان سے درخواست کرتے کہ خدا کی یاد دلاؤ اور آپ مخصوص انداز میں قرآن پڑھکر سناتے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے انسؓ سے پوچھا۔ کہ ابو موسےٰ کا کیا حال ہے کہا کہ وہ لوگوں کو قرآن سنانے میں مشغول ہیں فرمایا "وہ بلند مرتبہ آدمی ہیں، مگر یہ بات ان کے سامنے نہ کہنا" (طبقات)

علم حدیث

اس فن میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے کوفہ میں مستقل حلقۂ درس قائم رکھا تھا۔ جس سے بڑے بڑے صاحب کمال پیدا ہوئے۔ ان سے ۳۶۰ روایات مروی ہیں۔ جن میں سے ۵۰ متفق علیہ ہیں۔ علاوہ ازیں ۴ بخاری ۲۸ مسلم میں ہیں (تہذیب الکمال)

ابو موسےٰؓ کو علاوہ علمی فضیلت کے یہ کمال بھی حاصل تھا کہ اپنی غلطی کا اعتراف فوراً کر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے لڑکی۔ پوتی بہن کی وراثت کے متعلق فتوےٰ پوچھا۔ آپ نے

حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمۃ

جناب فخر الدین احمد صاحب

تاریخ عالم اس پر گواہ ہے کہ عہد نبوی صلعم نے جس قسم کے انسان پیدا کئے ان کی نظیر نہیں ملتی صدیوں سے گناہ اور رجس میں پلنے والی قوم پاکبازی اور راست بازی کا نمونہ بن گئی۔ جن کی محافل میں راگ رنگ اور شباب و شراب کی جلوہ نمایاں تھیں اب ان میں صدق و ورع نیکی اور تقوے کی شمع اجالا کر رہی ہیں۔ اور نہ صرف وہ خود بلکہ اپنے قرب و جوار میں بھی اس نہ کم ہونے والے نور سے ضوفشانی کر رہے ہیں۔ دوست دشمن سبھی معترف ہیں کہ نبی کامل صلعم نے اس پسماندہ قوم کو صف اول میں کھڑا کر کے اپنی عدیم النظیر کامیابی پر شہادت ثبت کی ہے۔ یہ خدا نما مخلوق مشرق و مغرب، شمال و جنوب میں اپنے اخلاق فاضلہ سے فیض رسانی کرتی ہے۔ سلطنت اور حکومت قائم کرنا ان کا مقصد نہیں لیکن حکومت اور بادشاہتیں خود ان کے قدم میمنت لزوم پر سر رکھ دیتی ہیں۔ اسی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین اور رفقاء خلفائے راشدہ کا نام پاتے ہیں اور خدا کے کلام اور اپنے رسول کریم صلعم کے لائے ہوئے پیغام کو...... اکناف عالم میں پہنچانے کے لئے دیوانہ وار ملک و وطن کی حدیں پھاند کر نکل پڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تبلیغ اسلام اور اس کے بعد تحفظ اسلام کے سلسلہ کو امت میں مجددین کے ذریعہ جاری رکھا اور اس زمانہ کے مفاسد کو دور کرنے کیلئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مبعوث فرمایا۔

تاجدار مدینہ کے اس مایہ ناز غلام نے جو چشمہ جاری کیا وہ بقول اس کے بحر کمال محمد کا ایک قطرہ تھا، یہ قطرہ ازل سے اس مجدد اعظم کے لئے ہی مقدر تھا۔ اس کی جھلک دیکھنی ہو تو اس رجل فارس کے پیدا کردہ علم کلام کا مطالعہ کیجئے۔ عشق قرآن، عشق رسول میں اس کی مثال نہیں غیرت اسلام میں موجودہ زمانہ اس کا ثانی نہیں رکھتا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ زندہ خدا اور زندہ نبی پر زندہ ایمان پیدا کرنے کے لئے اس مرد خدا نے بانگ بلند اعلان کیا ہے، کہ اسلام جو زندہ مذہب ہے زندہ خدا اور زندہ رسول رکھتا ہے جس کسی کو شک ہو میرے پاس چلا آئے۔ اس دعوے کی صداقت پر سینکڑوں ہزاروں گم گشتہ راہ گواہ ہیں جنہیں زندہ خدا کے جلوے نے نور ایمان سے بھر دیا۔

قرآن کریم میں ناسخ منسوخ ماننے والوں کی کمی نہ تھی۔ چودہ سو سال کے بعد پھر یہ اعلان گاؤں کے اس گوشہ نشین نے ہی کیا کہ قرآن کریم کی ایک آیت تو کجا ایک لفظ، نقطہ تک منسوخ نہیں اور نہ ابد الآباد تک ہوگا۔ بلکہ دنیا کی قوموں کے لئے صرف قرآن ہی وہ شریعت ہے جو ان کی نجات اور فلاح کا باعث ہے۔ اس کتاب مبین سے ایک قدم ادھر ادھر ہونا خسران و تباہی۔ قرآن وہ بے مثل کتاب ہے جو خود ہی دعوے کرتی ہے اور خود ہی دلیل مہیا کرتی ہے۔ پھر قرآن کو حدیث و فقہ پر مقدم کر کے اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول و اولوا الامر منکم کے قانون کو منوایا ہے۔ عشق قرآن میں سرشار ہو کر اس کی شان میں نعت گوئی حضرت مرزا صاحب سے پہلے کسی کے نصیب میں نہ ہوئی اور یہ اولیت کا شرف بھی مجدد دوراں کو حاصل ہے۔

عشق رسول صلعم

شمع رسالت کے پروانے یوں تو جگہ جگہ پائے جاتے ہیں۔ مگر عاشق صادق ہونے کا ثبوت دینے والے کم ہی نظر آتے ہیں۔ پروانے تو مرغ سحر کی طرح جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہیں، مگر عاشق صادق سوختہ جاں ہو کر بھی دم بخود رہتے ہیں۔ اپنے نبی متبوع صلعم کی محبت ان میں اس حد تک پائی جاتی ہے کہ اس کے نورانی چہرے پر ذرا گرد و غبار پڑے تو یہ بیتاب ہو گئے کھانا پینا سونا اپنے اوپر حرام کر لیا اور جب تک اس دلربا چہرے کو صاف نہ کر لیا ہو چین نہ لیا حضرت اقدس نے آریہ۔ برہمو۔ عیسائی اور دہریوں کے حملوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ جہاں کسی معاند کے مقابلہ پر اسلام کا بول بالا ہوا تو ان کے محبوب آقا صلعم کی خوبصورتی میں اور اضافہ ہو گیا حضرت مسیح ناصری کو موت طبعی کی نیند سلا کر بھی اپنے آقا و پیشوا صلعم کی فضیلت جتلائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

" نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ، اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اس دنیا میں اپنی حقیقی روشنی دکھلاتی ہے نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے، اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے" (کشتی نوح)

" اللہ تعالےٰ نے ہماری اس جماعت کو اس لئے قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کی نبوت اور عزت کو دوبارہ قائم کریں ایک شخص جو کسی کا عاشق کہلاتا ہے اگر اس جیسے ہزاروں ہوں تو اس کے عشق و محبت کی خصوصیت کیا رہی۔ تو پھر رسول اللہ صلعم کی محبت اور عشق میں اگر فنا ہیں جیسا کہ وہ دعوے کرتے ہیں تو یہ کیا بات ہے کہ ہزاروں قبروں اور مزاروں کی پرستش کرتے ہیں"

اتحاد بین المسلمین

حضرت اقدس نے محض تقریر و تحریر پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عملی نمونہ میں بھی اسلام کو زندہ اور کامل مذہب ثابت کیا ہے۔ آپ کو فرقہ بندی سے نفرت تھی۔ آپ نے صحیح اسلامی معاشرے کی بنیادوں پر ایک جماعت قائم کی جس میں وجہ فرقوں کے مسلمانوں کو ایک واحد اور حقیقی نصب العین پر مجتمع کیا یعنی اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام آپ کی جماعت میں اہل تشیع بھی شامل ہوئے اہل سنت بھی۔ اہل حدیث بھی۔ اہل قرآن بھی، حنفی بھی، مقلد بھی اور غیر مقلد بھی رفع یدین آمین بالجہر۔ تبرا اور مدح صحابہ کے جھگڑے ان میں نظر نہیں آتے۔ اور وہ جہاد فی سبیل اللہ کرنے کے لئے ایک ایسی صف بن گئی، جو بنیان مرصوص تھی۔ آپ نے اپنے مریدین میں سب آئمہ کرام اور صلحائے امت کے لئے تکریم و تحریم ضروری قرار دی۔ اختلاف عقیدہ رکھنے والے مشائخ اور پیروں کے خلاف نازیبا کلمات استعمال کرنے سے سختی سے منع کیا۔ تکفیر اہل قبلہ کا جو صدیوں سے مسلمان عوام و خواص کا دلپسند مشغلہ تھا قلع قمع کیا اور اپنی تصانیف و تقاریر و مواعیظ میں اس مہلک مرض سے بچنے کی تلقین بار بار فرمائی۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں چیلنج کیا ہے کہ:۔

" جو لوگ ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے وہ ہماری تحریرات سے ایک ہی الہ اس مضمون کا دکھا دیں کہ ہم نے ان لوگوں کی تکفیر میں سبقت کی ہو"

پھر آپ فرماتے ہیں :۔

" یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھیرا دیں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگا دیں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے" (صفحہ ١٢٠)

آپ کا مذہب

" میں ابتدا سے بیان کرتا آیا ہوں کہ میں قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ذرا ادھر ادھر ہونا بے ایمانی سمجھتا ہوں۔ میرا اعتقاد یہی ہے کہ جو اس کو ذرا بھی چھوڑے گا وہ جہنمی ہے پھر اس عقیدہ کو میں نے نہ صرف تقریروں بلکہ ساٹھ کے قریب اپنی تصنیفات میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے اور دن رات مجھے یہی فکر اور خیال رہتا ہے ...... میں سچ کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر اسی طرح ایمان لاتی ہے جس طرح ایک سچے مسلمان کو لانا چاہیئے اور میں ایک ذرہ بھی اسلام سے باہر قدم رکھنا ہلاکت کا موجب یقین کرتا ہوں، اور میرا یہی مذہب ہے......۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی۔ جو اس کو چھوڑے گا وہ جہنم میں جاوے گا، یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے"

(لیکچر لدھیانہ ١٩٠٥ء)

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

اقتباسات

مبتذل لٹریچر

حال ہی میں ایک انگریزی معاصر کے نامہ نگار مقیم راولپنڈی نے یہ اطلاع دی تھی کہ صرف اس شہر میں ہر سال تقریباً ایک لاکھ روپے کے فلمی جرائد فروخت ہوتے ہیں۔ راولپنڈی کی مثال سے پاکستان کے دوسرے شہروں میں ان رسائل کی مقبولیت اور فروخت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان نام نہاد فلمی جرائد میں فلموں کی طرح پست جذبات سے اپیل کی جاتی ہے، پستی و ابتذال کو دلکش انداز میں پیش کیا جاتا ہے، ہمارے ہاں اہل علم و ادب سے دلچسپی کا دائرہ انتہائی محدود ہے۔ اس لئے ہر طرف ایسے رسائل و کتب کی بھرمار نظر آتی ہے جن میں زندگی کے بظاہر دلکش لیکن مسموم پہلوؤں کی عکاسی کی جاتی ہے، ایکٹرسوں کی تصاویر اور فلمی دنیا کی رومانوی زندگی کے متعلق عجیب و غریب خبروں سے کشش و جاذبیت میں مزید اضافہ کیا جاتا ہے۔ ان رسائل کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ یہاں پاکستان میں کئی ایسے رسائل نکلنے شروع ہو گئے ہیں جن کے نام من و عن وہی ہیں جو ہندوستانی رسائل کے ہیں۔ نام سے فائدہ اٹھانے کا یہ رجحان اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ ان رسائل و جرائد کی بھونڈی نقل بھی جو بجائے خود بددیانتی اور خود غرضی کی انتہا ہے مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

سینما نے ہماری معاشرتی زندگی میں جو اثرات پیدا کئے ہیں۔ اور فلمی گانوں اور گیتوں نے عام مذاق میں پستی و ابتذال پیدا کیا ہے۔ یہ فلمی رسائل ان کی تکمیل کا نام سرانجام دیتے ہیں۔ آنکھیں پردۂ سیمیں پر جو زندگی کا نظارہ کرتی ہیں، ریڈیو اور گراموفون سے جو نغمات سنتے ہیں، یہ فلمی رسائل ان کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے مستقل صورت دے دیتے ہیں

فلمی رسائل کی یہ مقبولیت صرف ہندوستان تک ہی محدود نہیں۔ مغربی ممالک بالخصوص امریکہ میں بھی رسائل درآمد کئے جاتے ہیں ان میں سے بیشتر کو سستیاں تصویریاں تصاویر، مخش افسانے اور مار دھاڑ سے بھرپور داستانیں ہوتی ہیں، ملک کے اہل علم و دوست حلقوں کی طرف سے ان رسائل کی درآمد کے خلاف کئی مرتبہ احتجاج ہو چکا ہے مگر یہ احتجاج صرف ہمارے ملک تک ہی محدود نہیں دوسرے ممالک حتیٰ کہ برطانیہ اور امریکہ میں بھی ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جاتی ہے، حال ہی میں برطانوی اساتذہ کی قومی تنظیم نے اپنی حکومت سے فحش اور مبتذل رسائل کی درآمد پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا تھا انہوں نے ان رسائل کو عریاں، مبتذل، اخلاق کش اور لغویت کو فروغ دینے کا منبع قرار دیا تھا۔ ہماری اور اینگلو امریکی معاشرت میں بنیادی فرق ہے، ہمارے اور ان کے نظریات خیر و صواب میں زمین و آسمان کا فرق ہے لیکن ان رسائل کے متعلق برطانوی اساتذہ کی شدید مذمت اس بات کا یقین ثبوت ہے کہ وہاں کے سماج دوست اور علم پسند حلقوں میں بھی ان رسائل کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا، دو تین ماہ ہوئے امریکہ میں مخش لٹریچر کے متعلق امریکی کانگریس نے تحقیقات کی تھی اس تحقیقات کا دائرہ اثر صرف ان رسائل و جرائد اور کتب تک محدود تھا جو کوریا میں امریکی سپاہیوں کے مطالعہ میں آتے ہیں، اس تحقیقات میں حصہ لینے والے تقریباً تمام ارکان نے متفقہ طور پر یہ رائے پیش کی تھی کہ بیشتر رسائل و کتب کو اس زمرہ میں شامل کرنا رسائل و کتب کی توہین اور ایک بدنما دھبہ ہے ان میں انسان کے صرف مبتذل جذبات کو اپیل کرنے پر پورا زور دیا جاتا ہے۔

فلمی جرائد کی سطحیت اور ابتذال سے صرف ہم ہی دوچار نہیں۔ بلکہ وہ لوگ بھی اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہے ہیں جہاں ان امور کو آرٹ کی حیثیت بھی حاصل ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ چونکہ یہ وبا ہر جگہ موجود ہے اس لئے اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیئے۔ اس کے برعکس ہم ان کالموں میں متعدد مرتبہ یہ عرض کر چکے ہیں کہ ایسے تمام ذرائع و اثرات کے انسداد کی نتیجہ خیز تدابیر اختیار کرنی چاہئیں جو پستی، ابتذال، اور سطحیت کے فروغ کا باعث ہیں ان میں فلمی جرائد و رسائل کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ ایسے ہندوستانی اور امریکی رسائل کی درآمد اور فروخت پر پابندی سے یہ مقصد کسی حد تک حاصل ہو جائے گا لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ خود پاکستان میں ایسے رسائل و جرائد ان کی جگہ نہیں لے لیں گے ایسے رسائل کی ہندوستان اور امریکہ سے درآمد پر پابندی ضرور عائد کرنی چاہیئے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ احتیاط بھی ضروری ہے کہ پاکستان میں بھی ایسے رسائل نہ پنپ سکیں۔

دوسرے اس پستی و ابتذال کا سب سے بڑا ذریعہ فلمیں ہیں۔ فلموں میں زندگی کے جو رخ پیش کئے جاتے ہیں، اور جس انداز سے پیش کئے جاتے ہیں وہ اکثر و بیشتر ردی ہوتے ہیں جن کو یہ رسائل صفحۂ قرطاس پر تشہیر کرتے ہیں۔ ان فلموں کے متعلق برطانیہ میں شادیوں کی انجمن کے ایک مشیر نے جو رائے ظاہر کی ہے۔ اس سے ان کے تباہ کن اثرات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ "فلمی محبت عہد حاضر میں سب سے بڑی لعنت ہے۔ فلم دیکھنے کے بعد جب لوگ اپنی زندگی کو رومانی پھبکی، شان و شوکت سے خالی اور ہنگامہ آرائی سے معرا دیکھتے ہیں، تو تخیل اور حقیقت میں یہ تضاد ان کے اندر بے حسی مایوسی اور بد دلی کو فروغ دیتا ہے"

معاشرتی اصلاح اور پستی و ابتذال کی روک تھام کے لئے فلمی جرائد کے ساتھ ایسی فلموں کی نمائش پر احتساب کی نظر ڈالنے کی اہمیت اس اقتباس کے بعد کسی مزید وضاحت کی محتاج نہیں رہتی فلمی رسائل تو بڑی حد تک ان فلموں کے کوکھ سے جنم لیتے ہیں اس لئے "بچوں" کی اصلاح و تعزیر کی مہم میں ان کی "ماں" کو آزاد نہیں چھوڑ دینا چاہیئے۔

(نوائے وقت ۲ جون ۱۹۵۳ء)

لاکھوں عوام نے اپنی ملکہ کو خراجِ عقیدت پیش کیا

لندن۔ ۲ر جون۔ آج ملکہ الزبتھ دوئم کو تاجِ شاہی پہنا دیا گیا جب ملکہ الزبتھ کی گاڑی شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ ویسٹ منسٹر ایبے کی طرف روانہ ہوئی، تو بارش شروع ہو گئی لیکن بارش کے باوجود تقریباً ۲۰ لاکھ کے ہجوم نے پرجوش تالیوں سے ملکہ کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ ملکہ الزبتھ جھک کر پراشتیاق ہجوم کے جذبۂ عقیدت کو سراہتی رہیں۔

ملکہ کے شاہی جلوس میں پاکستان کے جو شاہی مہمان شریک ہوئے ان میں وزیر اعظم مسٹر محمد علی، بیگم محمد علی، خان آف قلات اور بیگم لیاقت علی خاں موجود تھیں، خان عبدالقیوم خاں اپنی علالت طبع کے باعث جلوس میں شرکت نہ کر سکے۔ وزیر اعظم پاکستان کی گاڑی کے آگے آگے بھارت کے وزیر اعظم پنڈت نہرو کی گاڑی تھی، اور وزیر اعظم لنکا کی گاڑی مسٹر محمد علی کی گاڑی کے بعد چلی آ رہی تھی۔

ملکہ الزبتھ کو تاجپوشی کا شاندار تحفہ

لندن ۲ر جون۔ مختلف ملکوں کے کوہ پیماؤں نے گذشتہ ۳۲ سال سے دنیا کی سب سے بڑی چوٹی "ماؤنٹ ایورسٹ" کو سر کرنے کی جو کوششیں شروع کر رکھی تھیں، وہ عین ملکہ الزبتھ کی تاج پوشی کے موقعہ پر کامیاب ہوئیں، کرنل ہنٹ کی زیر قیادت ایک برطانوی کوہ پیما پارٹی نے ہمالیہ کی اس چوٹی کو سر کر کے ساری دنیا میں سنسنی پھیلا دی۔ معلوم ہوا ہے کہ برطانوی سفارت خانہ نے اس خبر کو آخر دم تک صیغۂ راز میں رکھا۔ اور کل رات ملکہ الزبتھ کو سونے سے جگا کر اس تاریخی کامیابی کی اطلاع دی گئی۔ یہ اطلاع ملکہ کے لئے تاج پوشی کا سب سے قیمتی تحفہ تصور کی جاتی ہے۔

وزیر اعلیٰ ملک فیروز خاں نون کا بیان

راولپنڈی۔ ۳ر جون۔ وزیر اعلیٰ پنجاب ملک فیروز خان نے آج یہاں اخباری نمایندوں سے ملاقات کے دوران میں کہا "حکومت پنجاب مولانا مودودی اور جماعت اسلامی یا احرار کے کسی اور رکن کی رہائی کے لئے سفارش نہیں کرے گی۔" ملک نون نے جو آج شام جہلم کے دورے کے بعد یہاں پہنچے ہیں، کہا "میں واضح کر دینا چاہتا ہوں، کہ جس شخص نے قومی مفاد کے خلاف تحریک چلائی ہے یا اس کی حوصلہ افزائی کی ہے، اسے رہا نہیں کیا جا سکتا۔"

آپ نے ایک اور سوال کے جواب میں بتایا میری حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ آیندہ پانچ سال تک روڈ ٹرانسپورٹ کو قومی ملکیت میں نہ لیا جائے تاکہ حکومت کو اس سلسلہ میں مزید خرچ نہ کرنا پڑے۔ اور اس طرح بچا ہوا روپیہ غذائی پیداوار بڑھانے کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ حکومت نے ندی نالوں اور بارش کا پانی آبپاشی کے لئے ذخیرہ کرنے اور دریا برد زمینیں بحال کرنے کے پیش نظر ۲ کروڑ روپیہ مخصوص کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

جنوبی کوریا میں مارشل لاء

سیول۔ ۷ر جون۔ جنوبی کوریا کے صدر سنگمن ری نے آج اقوام متحدہ کو الٹی میٹم دیا ہے کہ اگر عارضی صلح کے متعلق ہماری جوابی تجاویز منظور نہ کی گئیں تو ہم صلح کے سمجھوتے کے بعد بھی تنہا شمالی کوریا کے خلاف جنگ جاری رکھیں گے۔ صدر ری نے آج صبح سارے جنوبی کوریا میں مارشل لاء نافذ کر دیا، اور فوجی افسروں اور سپاہیوں کی چھٹیاں منسوخ کر دیں، اس کے علاوہ امریکہ میں زیر تربیت کوریائی فوجی افسروں کو واپس بلا لیا گیا ہے۔ اور کوریا کے چیف آف سٹاف کو بھی جو ان دنوں امریکہ میں ہیں جلد از جلد واپس پہنچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

کوریا میں اتحادی کمانڈر انچیف جنرل کلارک نے آج صدر ری کو صدر آئزن ہاور کا ایک خط بھی دیا۔ جس پر جنوبی کوریا کی ہنگامی سٹیٹ کونسل میں غور کیا گیا۔ جنوبی کوریا کے قائم مقام وزیر اعظم پیانگ یانگ نے اس خط کو غیر تسلی بخش قرار دیا ہے۔

آج صلح کی بات چیت ۴۵ منٹ جاری رہنے کے بعد کل تک ملتوی کر دی گئی

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں
مینیجر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تار کا پتہ : پیغام صلح - لاہور

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فون نمبر ۳۷۴۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے :- چھ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان سے ۰ - ۱۲ - ۸ روپے

ایڈیٹر

محمد یوسف بی اے

سالانہ چندہ ممالک غیر سے

۲۲ شلنگ

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدّامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۵ شوال ۱۳۷۳ھ - ۱۷ جون ۱۹۵۳ء | نمبر ۲۱

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سلسلہ کی نیک نامی اور عزت و عظمت کا خیال رکھو

جس طرح کہ ایک فرزند رشید اپنے باپ کی نیک نامی کو شہرت دیتا ہے اسی طرح بیعت کرنے والے کے لئے جو نیز فرزند کے حکم میں ہوتا ہے یہ لازمی امر ہے کہ اپنے اس بزرگ کی جس کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے نیکنامی کا باعث ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو قرآن شریف میں امہات المومنین فرمایا ہے۔ گویا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عامۃ المومنین کے باپ ہیں کیونکہ جسمانی باپ زمین پر لانے اور حیات ظاہری کا موجب ہوتا ہے مگر روحانی باپ آسمان پر لے جاتا اور اس اصلی مرکز کی طرف رہنمائی کرتا ہے جس میں ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اس لئے کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو بدنام کرے۔ طوائف کے ہاں جائے یا قماربازی کرتا پھرے اور شراب پیئے یا ایسے ہی دیگر افعال قبیحہ کا مرتکب ہو جو اس کے باپ کی بدنامی کا موجب ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ کوئی آدمی اس امر کو پسند نہیں کرتا۔ لیکن اگر کوئی ناخلف بیٹا ایسا کرتا ہے تو پھر خلقت کی زبان بند نہیں کی جاسکتی۔ لوگ اس کے باپ کی طرف نسبت کر کے کہیں گے کہ فلاں شخص کا بیٹا فلاں برا کام کرتا ہے۔ پس وہ ناخلف بیٹا خود ہی اپنے باپ کی بدنامی کا موجب ٹھہرتا ہے۔ اسی طرح پر جب کوئی شخص ایک سلسلہ میں شامل ہوتا ہے مگر پھر اس سلسلہ کی عظمت اور عزت کا خیال نہیں رکھتا اور اس کے احکام کے خلاف کرتا ہے تو وہ عنداللہ ماخوذ ہوتا ہے کیونکہ ایسی حرکات سے وہ نہ صرف اپنے آپ کو ہی ہلاکت میں ڈالتا ہے بلکہ دوسروں کے لئے بھی ایک برا نمونہ بن کران کو سعادت اور ہدایت کی راہ سے محروم رکھتا ہے۔ اس لئے جہاں تک آپ لوگوں کی طاقت میں ہے اللہ تعالےٰ سے مدد مانگو اور اپنی پوری طاقت اور ہمت سے اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ جس جگہ عاجز ہو جاؤ۔ وہاں صدق اور یقین کے ساتھ ہاتھ اٹھاؤ کیونکہ خشوع اور خضوع اور عاجزی سے اٹھائے ہوئے ہاتھ جو صدق اور یقین کی تحریک سے اٹھائے جائیں خالی واپس نہیں ہوتے

(۳۰ دسمبر ۱۸۹۷ء)

بیگم صاحبہ حضرت امیر علیہ الرحمۃ کی اپیل

میری اپیل پر جن محترم بہنوں اور بھائیوں نے توجہ فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو نیک اجر دے اور دین و دنیا کی نعمتوں سے نوازے۔ اور جو بہنیں اب تک توجہ نہیں فرما سکیں ان کے دلوں کو خدمت دین کے لئے فراخی عطا فرمائے آمین۔

چندہ دینے والی بہنوں کے اسمائے گرامی صفحہ ہذا پر ذیل میں درج ہیں۔ جس چیز نے میرے دل پر اثر کیا وہ اپنی بہنوں کی محبت اور اخلاص ہے

"ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی"

چند خطوط کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔ دختر مرزا نصیر بیگ صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:۔"آپ کی اپیل جرمن مسجد کے لئے اخبار پیغام صلح میں پڑھی اس پر میری والدہ اور میں نے تھوڑی سی رقم سکرٹری منڈی بہاؤالدین کی معرفت روانہ کر دی ہے ...... ہم سامانہ ریاست پٹیالہ کے مہاجر ہیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ جب ہم مشرقی پنجاب سے آئے تھے تو دو ماہ کے قریب لاہور میں ٹھہرے تھے اس وقت آپ نے میری والدہ کو سیاہ برقع دیا تھا ہم ابھی تک اچھی طرح آباد نہیں ہوئے کیونکہ جو اراضی ہماری مشرقی پنجاب سے آئی تھی وہ ابھی تک نہیں ملی۔ دعا فرمائیں۔ میری والدہ صاحبہ بہت بہت سلام عرض کرتی ہیں اور دعا کیلئے عرض کرتی ہیں"۔

محترمہ طلعت نسرین صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:۔"پیغام صلح میں آپکی اپیل برائے چندہ برلن مسجد پڑھی آج ہی محاسب صاحب کے نام چندہ بھیج رہی ہوں۔ افسوس کہ جلدی نہ بھیج سکی کیونکہ بہنوں سے وعدہ دیر سے پورا کیا۔ میرے علاوہ یہ تینوں بیبیاں غیر از جماعت ہیں۔ امید ہے کہ ان کے نام اخبار میں چھپ جائیں گے"۔

محترم بھائی فضل داد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔"آپ کی اپیل درباره مرمت چندہ برلن مسجد اخبار پیغام صلح میں پڑھی ہے۔ سب اہل و عیال میں آپ کے حکم کی تعمیل میں اپیل کی۔ ...... مرحوم و مغفور حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آپنے اس اپیل سے تازہ کی ہے۔ حضرت امیر ؒ خود بہت مہربان تھے"۔

بیگم سانقع صاحب تحریر فرماتی ہیں:۔"برلن مسجد کی مرمت سے متعلق آپ کی اپیل نظر سے گذری مسجد کے میناروں کی تکمیل کے لئے جب حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی اپیل پر احمدی مستورات نے زیورات پیش کئے تھے۔ مجھے بھی خدا نے سونے کی پہنچیاں پیش کرنے کی توفیق دی تھی فالحمد للہ علیٰ ذالک اللہ کریم قبول فرمائے۔ اب مسجد کی مرمت کیلئے آج دس روپے محاسب صاحب کو بھیجد یئے ہیں میرے حق میں دعا فرمائیں"۔

ایک نہایت محترم بزرگ بھائی تحریر فرماتے ہیں:۔"میں نے آپکی اپیل پڑھی ...... مجھے توقع ہے کہ اللہ تعالےٰ جس نے آپکے دل میں یہ نیک تحریک ڈالی ہے اسکو کامیاب بنائیگا ...... اس ماہ رمضان کے مہینہ میں حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ بڑے ارادے حوالہ اخبار کیا کرتے تھے لیکن آج ہم ترس رہے ہیں کہ کوئی ہم میں ہوتا تو اس سلسلہ کو جاری رکھتا۔ لیکن پھر بھی شکر کا مقام ہے کہ ہم مردوں میں سے کچھ نہ ہو سکا تو ہماری ایک بہن نے بیڑا اٹھایا اللہ تعالیٰ اس کی نیک جزا دیگا"۔ (باقی آئندہ)

برلن مسجد کے لئے چندہ دینے والوں کی فہرست

نمبر	نام	رقم
(۱)	از طرف مرحومہ مغفورہ بیگم میاں محمد صاحب	۲۵۰
(۲)	حضرت شیخ میاں محمد صاحب	۲۵۰
(۳)	میاں فضل احمد صاحب	۱۰۰
(۴)	بیگم میاں فضل احمد صاحب	۱۲۰
(۵)	بیگم میاں بشیر احمد صاحب	۲۰۰
(۶)	بیگم میاں رشید احمد صاحب	۱۰۰
(۷)	بیگم حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ	۲۵
(۸)	بیگم عبد الرحمن صاحب	۱۵
(۹)	بیگم مرزا نصیر بیگ صاحب	۷—۸
(۱۰)	امۃ تمیم صاحبہ	۲۰
(۱۱)	بیگم احسان الحق	۱۵
(۱۲)	بیگم ملک اعجاز الٰہی	[illegible]
(۱۳)	بیگم ممتاز احمد فاروقی	[illegible]
(۱۴)	بیگم میر بخت یاور علی	۱۰
(۱۵)	بیگم مرزا مظفر بیگ سانقع	۱۰
(۱۶)	والدہ محترمہ فضل داد صاحب	۱۰
(۱۷)	رشیدہ بیگم دختر فضل داد صاحب	۵
(۱۸)	حمیدہ بیگم صاحبہ دختر فضل داد صاحب	۵
(۱۹)	طلعت نسرین صاحبہ	۵
(۲۰)	بیگم عبد الرحیم صاحبہ	۲
(۲۱)	اعجاز بتول صاحبہ	۱
(۲۲)	سردار بیگم	۵
(۲۳)	عذرا بیگم دختر مرزا نصیر بیگ	۱
	کل میزان	۱۲۴۱—۱۳

اخبار احمدیہ

—— حضرت صاحب صدر مری میں بخیریت ہیں۔ اخویم میاں نذیر احمد صاحب حضرت ممدوح کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب صدر کو پہلے کی نسبت بہت افاقہ ہے۔ سہارا لیکر زمین پر پاؤں رکھنا شروع کر دیا ہے۔ احباب سلسلہ دعاؤں کو جاری رکھیں۔

—— حضرت امیر حضرت مولانا صدر الدین صاحب بخیریت ہیں۔ [illegible] حضرت مولانا نے پچھلی [illegible] قریباً لاہور [illegible]

—— محترم [illegible] ڈاکٹر [illegible] [illegible] اللہ تعالےٰ [illegible] احباب [illegible] ڈاکٹر [illegible]

سانحۂ ارتحال | ۱— [illegible] مرزا مظفر بیگ صاحب [illegible] تحریر فرماتے ہیں کہ چوہدری [illegible] صاحب [illegible] راولپنڈی میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چوہدری صاحب مرحوم نہایت [illegible] اور دیندار [illegible] تھے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

(۲) [illegible] شاہ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کا [illegible] زادہ [illegible] شاہ صاحب مرحوم کا نواسہ [illegible] سال کی عمر میں [illegible] بیمار رہ کر وفات پا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ [illegible]

مقالہ

(بقیہ از صفحہ ۳)

میں ہماری انفرادی رائے کوئی چیز نہ ہو۔ جہاں تک انتظامی امور کا تعلق ہے تنقید و تبصرہ کو بالکل خیر باد کہہ دیا جائے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انتظامی امور کے متعلق ہماری جماعت میں کوئی ایسی صورت پائی جاتی ہے، بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ یہ امر ایک اصول کے طور پر ہمارے پیش نظر رہنا چاہیئے۔ ہماری جماعت ایک جمہوری جماعت ہے اس کے افراد میں انفرادیت زیادہ ہے۔ اس انفرادیت کے دائرہ کو کسی حد تک محدود کر لینا چاہیئے تاکہ اجتماعی تحریکات ہمارے اندر زیادہ پنپ سکیں۔

پانچویں خصوصیت

یہ ہے جس کا دوستوں کے اندر ہونا نہایت ضروری ہے کہ انہیں اپنے اجتماعی مشاغل کو زیادہ بارونق بنانا چاہیئے اور ان مشاغل کے کارپردازان کے ساتھ مکمل تعاون کرنا چاہیئے تاکہ ان کے اندر ایک اجتماعی تعاون اور عمل کی روح پیدا ہو ان پر یہ امر خوب روشن ہونا چاہیئے کہ جو کچھ بھی ہے وہ اجتماع ہے جس کے بالمقابل فرد کوئی چیز نہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے بھی جہاں کہیں قرآن مجید میں انسان کو مخاطب کیا ہے، تو اجتماع کو ہی کیا ہے، اور جتنی دعائیں سکھائی ہیں وہ اجتماع کی ہی صورت میں سکھائی ہیں۔

درخواست دعا

معلوم ہوا ہے کہ محترم جناب شیخ الہ بخش صاحب ایڈووکیٹ پنڈ دادنخاں کو پہلے کی نسبت افاقہ ہے لیکن ابھی پوری طرح شفا نہیں ہوئی بزرگان سلسلہ اور احباب سلسلہ درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب موصوف کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔

مضامین کیلئے درخواست

جماعت کے مضمون نگار حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنے قومی اخبار پیغام صلح کے لئے موجودہ مسائل پر مضامین بھجوائیں۔ ان کے مضامین نہایت شکریہ کیساتھ پیغام صلح میں درج کئے جائیں گے۔

[illegible] اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

پیغام صلح

جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ۔ مورخہ ۵ شوال ۱۳۷۳ھ | نمبر ۲۱

اجتماعی عمل

اجتماعی عمل کیلئے چند خصوصیات کی ضرورت

دنیا کی ہر قوم اپنے سامنے کوئی مقصد رکھکر اسے حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ سارے پولیٹیکل نظامات اور تحریکات جن کی بنیاد مادیت پر ہے ان کو دنیا میں رائج کرنے کے لئے ایک عظیم الشان اجتماعی قوت اور کوشش درکار ہے بغیر قوت کے کوئی نظام دنیا میں رائج نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی قوم کو کامیابی اور اقتدار حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح روحانی تحریکات جو انسان کی بہبود کے لئے وجود میں آئی ہیں، ان کو دنیا میں پھیلانے کے لئے بہت بڑی اجتماعی قوت درکار ہوا کرتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ روحانی اجتماع کی بنیاد اخلاق اور تقوےٰ پر ہوتی ہے اور مادی اجتماع کی بنیادیں صرف مادی اقتدار پر ہوتی ہیں لیکن دونوں میں جو مشترک بات ہوتی ہے وہ اجتماعی عمل ہے۔ یہ اجتماعی تنظیم اور قوت چند ایک خصوصیات کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ یعنی قوم جو دنیا میں ممتاز ہونا چاہتی ہے وہ اپنے اندر چند ایک مشترک خصوصیات پیدا کر لیتی ہے اور وہ متحدہ خصوصیات قوم کے ہر فرد میں اس طرح موجود ہوتی ہیں کہ وہ ساری قوم ایک پیکر اور ایک فرد معلوم دیتی ہے، قوم کے سب طبقات ایک دوسرے سے اس طرح مربوط اور متعلق ہو جاتے ہیں کہ ان کی مثال نفس واحد کی ہو جاتی ہے اور اس "نفس واحد" کے اندر وہ اجتماعی خصوصیات قومی اخلاق کا رنگ اختیار کر لیتی ہیں جو اس قوم کو دوسری قوم کے بالمقابل منفرد کرتی ہیں یہ انفرادیت اجتماعی خصوصیات اور اخلاق ہی اس قوم کی زندگی ہوا کرتی ہیں۔ جس قوم کے اندر یہ اجتماعی قوت اور خصوصیات موجود نہ ہوں وہ قوم زندہ نہیں رہ سکتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مادیت کے زمانہ میں ایک خالص دینی جماعت تیار کی۔ جو اسلام کی حقیقی تعلیم کی حامل ہے جس کے نزدیک اسلام ایک روحانی قوت کا نام ہے اور اس قوم کا مقصد اسلام کے روحانی نظام کو دنیا میں پھیلانا ہے۔ یعنی جماعت احمدیہ جو ایک خالص اسلامی اور مذہبی جماعت ہے اسے امام وقت نے اللہ تعالےٰ کی مرضی کے مطابق اس لئے بنایا تا کہ اس کے ذریعہ اعلائے کلمۃ اللہ ہو اور دنیا کے کونہ کونہ میں خدا اور رسول کا نام پھیلے یعنی جماعت احمدیہ کا مقصد وحید اور نصب العین صرف اشاعت اسلام ہے۔

اس عظیم الشان مقصد کو حاصل کرنے کے لئے چند ایک خصوصیات پیدا کی گئیں اور انہیں خصوصیات کی برکت سے ہمارے بزرگوں نے اسلام کی اتنی خدمت کی ہے۔ ہمیں اپنے بزرگوں سے جو چیز ورثہ میں ملی ہے وہ یہی اشاعت اسلام اور اسکو بروئے کار لانے کے لئے چند ایک خصوصیات ہیں۔ ہم اپنے بزرگوں کے صحیح وارث تبھی کہلا سکتے ہیں اگر ہمارے پیش نظر وہی نصب العین ہو، یعنی اشاعت اسلام ہمارے منتہائے مقصود ہو۔ اور ان خصوصیات کے ہم ہر رنگ میں حامل ہوں۔ جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ضروری ہیں۔

پہلی خصوصیت

تو یہ ہے کہ ہم اپنے مسلمات اور معتقدات میں راسخ ہوں، ہمیں ان کا اچھی طرح سے علم ہو اور ان پر ہمارا یقین اس درجہ بڑھا ہوا ہو کہ دنیا کی کوئی قوت اس یقین کو مضمحل نہ کر سکے۔

دوسری خصوصیت

نیکی اور تقوےٰ ہے۔ عیوب سے پاک صرف خدا تعالےٰ کی ذات ہے انسان کمزور ہے اس میں عیوب کا ہونا تقاضا بشریت ہے اور پھر نفس لوامہ تو نام ہی ایک خیر و شر کی کشمکش کا ہے لیکن جو ضروری چیز ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے اندر نیکی اور تقوےٰ کے لئے رجحانات اور تحریکات موجود ہوں یعنی ہمارا میلان نیکی کی طرف ہو اور بدی سے نفرت ہو، ہمارے اعمال ایسے ہوں جو ہمیں خدا کے قریب تر کریں اسی کا نام روحانیت ہے۔

تیسری خصوصیت

ایک مرکزیت کا ہونا ہے یعنی مرکز کے ساتھ سارے افراد کا تعلق ایسے ہو جیسا کہ نبض کا دل سے ہوتا ہے اور ہمارے ارادے اور قوتیں صرف مرکز کے ہاتھ میں ہوں۔ وہ جس طرف چاہے انہیں لگا دے۔ ہم صرف لبیک کہیں اس کے علاوہ دوسرا جواب ہمیں یاد نہ ہو۔

چوتھی خصوصیت

اجتماعیت ہے یعنی جماعت کے مقابلہ

(باقی برصفحہ)

بلاد اسلامیہ اور ڈچ گیانا میں تبلیغی مرکز

سلسلہ کے دو بزرگوں نے اپنی خدمات پیش کر دیں

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ذیل کی چند سطور اخبار میں شائع فرما کر ممنون فرماویں۔

سری نام (ڈچ گیانا) کی جماعت کی طرف سے حضرت صاحب صدر کی خدمت میں درخواست آئی تھی کہ وہاں کسی کامل مبلغ کو جماعت کی تعلیم و تربیت کے لئے بھیجا جائے وہاں کے اخراجات اور واپسی کا کرایہ جماعت مذکورہ کے ذمہ ہوں گے۔ حضرت صاحب صدر نے حضرت مولٰنا عبدالحق صاحب کا نام اس کے لئے تجویز فرمایا ہے۔ اور مولٰنا صاحب موصوف نے حضرت ممدوح کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ڈچ گیانا جانا منظور کر لیا ہے۔ یہاں سے جانے کے اخراجات کا نصف حصہ حضرت صاحب صدر نے اپنی طرف سے ادا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ پاسپورٹ عنقریب بن جاوے گا۔ حضرت مولٰنا صاحب انشاءاللہ شروع جولائی میں یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ احباب ان کی کامیابی اور سلامتی کے لئے دردِ دل سے دعا فرماویں۔

۲- بلاد اسلامیہ میں سلسلہ عالیہ حقہ احمدیہ کے متعلق مخالفین کے پروپیگنڈا سے اور قادیانیوں کے غلو کی وجہ سے بہت سی غلط فہمی پائی جاتی ہے عرصہ سے احباب کی طرف سے تقاضا ہو رہا تھا کہ انجمن کی ایک شاخ ان ممالک میں بھی ضرور ہونی چاہیئے۔ حضرت صاحب صدر نے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کا نام تجویز فرمایا ہے۔ جناب مصری صاحب نے حضرت موصوف کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس خدمت کو سر انجام دینے کے لئے بطیب خاطر تیار ہیں۔ کوائف منگوائے گئے ہیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ یہ بھی اس مقدس مشن پر بہت جلد تشریف لے جائیں گے۔ اخراجات کے متعلق صاحب صدر نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سامان پیدا کر دے گا محض اس بناء پر اس کام میں تعویق نہ ڈالی جائے۔ حضرت مصری صاحب کی کامیابی و سلامتی کے لئے احباب دعا فرماویں۔

مخلص۔ احمد یار

مذہب کیا ہے؟

نیکی کرنا اور نیکی کی طرف بلانا انسان کی فطرت میں داخل ہے

از حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

قرآن کریم کا یہ ارشاد اوّلاً تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے اور پھر آپ کے ہر ایک متبع کو کہ اپنی توجہ کو دین کے لئے مذہب کے لئے قائم کر دو۔ اور راستروی اختیار کرتے ہوئے اپنی ساری توجہ کو دین کے لئے لگا دو۔ دین اور مذہب وہ چیز ہے جو انسان کی نیچر اور فطرت ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت اور ذہنی کیفیتیں ہیں تہیں آگئی ہے۔ تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اسی فطرت پر قائم کیا ہے۔ وہ کیسے ہی ٹھوکریں کھائیں۔ کتنے ہی تغیرات آئیں۔ لیکن یہ فطرت نہیں بدل سکتی اور یہی مضبوط دین ہے اکثر لوگ نہیں جانتے اور علم کی کمی سے ان باتوں کو سمجھتے نہیں۔

یورپ کی زہریلی ہوا کے زیر اثر مذہب سے تنفر

اس زمانہ میں جبکہ یورپ کی مادہ پرستی نے ایک زہریلی ہوا ساری دنیا میں چلا دی ہے جس کا اثر یہ ہے کہ جس طرح یورپ کی مادہ پرست قومیں مذہب سے متنفر ہیں۔ اسی طرح مشرق کی اکثر قومیں بھی مذہب سے متنفر ہو رہی ہیں ان کا اثر پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے مسلمان نوجوانوں پر بھی اس کا اثر ہو گیا ہے۔ ہمارے ملک کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہو چکا ہے جو کہتا ہے کہ دین اور مذہب کو چھوڑنے کے بغیر ترقی کی طرف کوئی قدم نہیں اٹھایا جا سکتا۔ سو اس زمانہ میں مذہب اور دین سے اس قدر تنفر پیدا ہو چکا ہے جس کی کوئی حد نہیں۔

مذہب اور اسلام کا نام لینا بھی دوبھر ہے

وہ لوگ بھی جو بظاہر مذہب کے پیرو نظر آتے ہیں ان کی بھی بالعموم یہ حالت ہے کہ دین کی طرف اپنی ساری توجہ کو لگا دینا تو ایک طرف رہا۔ ان کے دلوں میں دین اور مذہب کا کوئی احترام ہی نہیں ہے وہ اس دین کو بھی آہستہ آہستہ دنیا کا رنگ دے رہے ہیں۔ وہ لوگ جنہیں عوام پر تھوڑا بہت اثر حاصل ہے، وہ اہل یورپ کی طرح مذہب کا نام کبھی نہیں لیں گے بلکہ اس کی بجائے "اخلاق" اور "ضمیر" کا لفظ بولیں گے۔ وہ صحیح طرح کی باتیں کریں گے۔ گویا کہ یہی لوگ اس زمانہ کے لئے مصلح اور مجدد بن کر آتے ہیں لیکن یہ کہنا ان کے لئے دوبھر ہو گا کہ اسلام میں فلاں فلاں مشکلات کا یہ حل ہے۔ وہ مذہب اور اسلام کا نام کسی موقعہ پر نہیں لیں گے یہ بات ان کے لئے قطعی طور پر مشکل ہے۔

مذہب سے تنفر ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے

ہمارے مسلمان نوجوان جو اعلیٰ تعلیم حاصل کر لیتے ہیں وہ بالعموم مذہب سے بیگانہ ہو جاتے ہیں عوام الناس بہت سے کام بغیر سوچے سمجھے محض کسی ہوا سے متاثر ہو کر کرتے ہیں چونکہ آج کل مذہب سے بیگانگی اور تنفر کی ہوا چل رہی ہے اس لئے یہ تعلیم یافتہ نوجوان بھیڑوں کی طرح اس طرف چلے جا رہے ہیں اور غور نہیں کرتے کہ دین سے تنفر انہیں ترقی کی طرف لے جا رہا ہے یا بربادی کی طرف۔ وہ نہیں دیکھتے اور سوچتے کہ ان کی اس روش کا نتیجہ کیا ہو گا۔ قوموں کا قدم جس قدر دین سے دور ہو گیا ہے۔ اسی قدر وہ ہلاکت کے قریب ہو گئی ہیں۔ یورپ کے موجودہ حالات اس پر شاہد ہیں۔ خدا کی ہستی پر ایمان ایک ایسی چیز ہے جس کا انسان کے اعمال پر زبردست اثر پڑتا ہے اور ہو سکتا ہے اس سے کہیں بڑھ کر ایمان باللہ کا اثر انسان کے اعمال پر ہوتا ہے۔

دین کے لئے ساری توجہ لگانے کا مطلب

قرآن کریم نے فاقم وجھک للدین حنیفا کے حکم کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ (اللہ کی بنائی ہوئی فطرت پر قائم رہو جس پر اس نے لوگوں کو پیدائشی حالت میں پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی حالت کو کوئی نہیں بدل سکتا) جیسا کہ میں شروع میں بیان کر چکا ہوں کہ یہ ارشاد کہ دین کے لئے اپنی ساری توجہ لگا دی جائے؟ ایک تو یہ ہے ذاتی طور پر اپنی تمام توجہ لگا لے اور خود پکا خدا پرست بن جائے۔

دین کو دوسروں تک پہنچانا ضروری ہے

لیکن صرف اس قدر کافی نہیں۔ بلکہ دین کو دوسروں تک پہنچانا بھی ضروری قرار دیا۔ بعض اوقات قرآن کریم نہایت مختصر سورتوں میں ایسے اعلیٰ اصول بیان فرماتا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (گذرتا ہوا وقت گواہ ہے کہ انسان نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے ہیں) کتنی چھوٹی آیت ہے۔ پہلے بھی کئی مرتبہ اسے خطبوں میں سنایا ہے۔ فرمایا کہ ایمان اور عمل صالح کے بغیر انسان کا قدم نقصان کی طرف جاتا ہے۔ ایک شخص عیش و عشرت میں مصروف رہتا ہے اس کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ایک غلط راستہ پر پڑا ہوا ہے۔ اسی غفلت کی حالت میں وہ تباہی و ہلاکت کی طرف جا رہا ہے۔ یہی مذہب سے بیگانگی کا حال ہے۔ انسان کو معلوم نہیں ہوتا کہ مذہب سے بیگانگی میں میرا نفع ہے یا نقصان۔

نیکی اختیار کرنا اور اس کو پھیلانا دونوں انسان کی فطرت میں داخل ہیں

اس آیت میں جہاں یہ فرمایا ہے کہ تو نیکی کی زندگی بسر کرو اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیا ہے وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ان نیکی کی باتوں کو دنیا میں بھی پھیلاؤ۔ دراصل یہ دونوں انسان کی فطرت میں داخل ہیں۔ صرف نیکی کی زندگی بسر کرنا ہی فطرت میں داخل نہیں اسکو پھیلانا بھی فطرت انسانی ہے۔

زندگی کے تحفظ اور نسل کے بقا کی خواہش

مذہب کیا چیز ہے؟ مذہب اس چیز کا نام ہے کہ انسان نیکی کی زندگی اور اچھی زندگی بسر کرے۔ جس طرح ہر انسان بلکہ ہر ایک جاندار کے اندر زندہ رہنے کی خواہش ہے جو چیزیں اس کی زندگی پر حملہ آور ہوتی ہیں انسان کا ایک چھوٹا سا بچہ بھی ان کی مدافعت کی کوشش کرتا ہے۔ انسان کے بچے تو چھوڑیئے ایک ننھا سا حقیر کیڑا بھی جب کسی کے پاؤں کے نیچے آنے لگتا ہے تو جان بچانے کی کوشش کرتا ہے اس کے اندر بھی زندگی کو قائم رکھنے کی خواہش موجود ہے یہ تو ہے اپنی زندگی کا تحفظ۔ لیکن اس کے ساتھ ہر ایک جاندار میں اپنی زندگی کے علاوہ آگے زندگی قائم رکھنے کی بھی خواہش موجود ہے ہر ایک انسان اور جاندار اپنی نسل کو قائم رکھنے کا خواہاں ہے یہ ہے اپنے آپ سے باہر نکل کر زندگی کی خواہش۔ اس کی یہ زندگی بذریعہ توالد و تناسل ترقی کرتی ہے۔ یہ جو زوجیت کا تعلق ہے اس کی اصل جڑ یہی چیز ہے کیونکہ ہر ایک انسان اور جاندار ایک وقت تک آخر مر جائے گا۔ اس لئے ہر ایک انسان اور جاندار کی دوسری فطری خواہش یہ ہے کہ آئندہ بھی اس کی زندگی یعنی نسل قائم رہے۔ سو جس طرح یہ خواہشات موجود ہیں (۱) ایک اپنی زندگی کو قائم رکھنا۔ (۲) دوسرے بذریعہ توالد و تناسل اس زندگی کی بقا۔

بعینہٖ اسی طرح مذہب کو اختیار کرنے یعنی ایک نیک اور اچھی زندگی بسر کرنے کی خواہش بھی انسان کے اندر موجود ہے اور دوسروں کو نیک دیکھنے کی بھی فطری خواہش اس کے اندر ہے۔

انسان فطرتاً نیک زندگی کا خواہاں ہے

خوب اچھی طرح غور کر کے دیکھ لو اپنے حالات پر غور کرو۔ غیروں کے حالات پر غور کر لو۔ آپ کو یہ بات واضح طور پر نظر آئے گی کہ انسان نیک زندگی کا خواہاں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ بعض اوقات برائی کی طرف بھی چلا جاتا ہے لیکن وہ انسان کی فطرت نہیں بلکہ محض حالات کے ماتحت وہ برائی کو اختیار کر لیتا ہے۔ سو جس طرح نیک زندگی بسر کریں۔ وہ خود اپنے اندر نیکی کو قائم رکھنا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ اسے دوسروں تک پھیلانا چاہتا ہے۔ اس آیت میں دونوں باتوں کی تلقین ہے یعنی اس دین کو خود بھی مضبوطی کے ساتھ اختیار کرو اور اسے آگے پھیلاؤ بھی۔ جب تک یہ نہ ہو۔ فاقم وجھک للدین حنیفا کے حکم کی تعمیل نہیں ہوتی۔

دین دراصل تعلق باللہ کا نام ہے

دیکھئے دین کوئی عقائد مان لینے کا نام نہیں ہے نہ محض عبادات کے اندر سے گذرنے کا نام ہی دین نہیں۔ بلکہ اصل معنوں میں دین نام ہے خدا کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا۔ اور اس کے لئے نیکی کی زندگی لازمی ہے۔ ایک شخص جس کا خدا پر کامل ایمان ہو اور جس کا خدا کے ساتھ تعلق ہو لازمی طور پر اس کی زندگی نیک ہو گی۔

حضرت مسیح موعود کا ارشاد

حضرت مسیح موعود نے کیا خوب فرمایا ہے۔ انسان کسی ایسے سوراخ میں جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ اس میں سانپ گھسا ہوا ہے اپنی انگلی نہیں ڈالتا۔ اسی طرح جس شخص کو خدا کی ہستی پر کامل یقین ہو وہ کوئی بدکاری نہیں کر سکتا۔ اور انسان جب بھی کوئی بدکاری کرتا ہے اس وقت اس کا خدا پر یقین نہیں ہوتا۔ حدیث میں بھی آیا ہے کہ زانی جس وقت زنا کرتا ہے اور چور چوری کرتے وقت مومن نہیں رہتا۔

تعلق باللہ اور مخلوق خدا کی ہدایت کی خواہش لازم و ملزوم ہے

سو یہ انسان کی فطری خواہش ہے کہ جس طرح میرا خدا کے ساتھ تعلق ہے۔ اسی طرح دوسرے انسانوں کا بھی خدا کے ساتھ تعلق قائم ہو۔ بلکہ کسی کا جتنا زیادہ خدا کے ساتھ

تعلق ہوگا اسی قدر اس کی یہ خواہش زیادہ ہوگی کہ لوگوں کا خدا کے ساتھ تعلق قائم ہو۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن شریف میں آیا ہے

فکان قاب قوسین او ادنیٰ

یعنی آپ کا اس قدر خدا کے ساتھ تعلق اور قرب تھا کہ گویا یک انگشت تک پہنچا ہوا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ کو نیکی اور حق کے پھیلانے کی اس قدر تڑپ تھی کہ ارشاد ہوتا ہے کہ

فلعلک باخع نفسک علیٰ اٰثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا

(الکہف ۱۸: ۶)

(تو کیا تو اپنی جان کو ان کے پیچھے رنج میں ہلاک کر دے گا۔ اگر وہ اس بات یعنی قرآن کریم پر ایمان نہ لائیں)

سو جتنا زیادہ کسی کا خدا کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ اتنی ہی زیادہ اس میں مخلوق خدا کی ہدایت کی تڑپ ہوتی ہے ۔ انبیاء اسی لئے دنیا میں آتے ہیں کہ اس تعلق اور تڑپ کو لوگوں کے دلوں میں پیدا کریں۔ تو انبیاء میں یہ دونوں چیزیں بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں اور وہ انہیں لوگوں میں پیدا کرتے ہیں۔

ختم نبوت کے بعد اب مجددین اس فرض کو انجام دیتے ہیں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ اس لئے اب اس فرض کو امت کے مجددین پورا کرتے ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ آتے رہیں گے جو دین کی تجدید کریں گے۔ حدیث صحیح کو مشہور ہے ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس امت محمدیہ کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے۔ سو اسی کے ماتحت مجددین اس امت محمدیہ میں آتے ہیں اور دین کی تجدید کرتے ہیں۔ رسول کی تعلیم انسان کو مضبوط اور اس کے ایمان کو تازہ و زندہ کرتی ہے۔ اسی طرح ختم نبوت کے بعد اب ضرورت پڑتی ہے کہ وقتاً فوقتاً ایسے لوگ آئیں جن کا خدا کے ساتھ تعلق ہو جو مجدد آتے ہیں جو لوگوں کو خدا کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ ان کا خود خدا کے ساتھ زبردست تعلق ہوتا ہے۔ اور وہ دوسروں کا خدا کے ساتھ تعلق قائم کرتے ہیں۔ ان کی ان دونوں فطری خواہشوں کو تازہ کرتے ہیں۔

دین کو پھیلانے کی تڑپ حضرت مجدد وقت کی جماعت میں موجود ہے

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ مسلمانوں میں دین کو پھیلانے کی خواہش بالکل مر گئی ہے۔ لیکن وہ جماعت جو مجدد وقت کے دامن کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس کے اندر یہ خواہش اس قدر زبردست ہے کہ گویا اس نے دین کے لئے بازی لگا دی ہوئی ہے۔ یہ تڑپ کہاں سے اس جماعت میں پیدا ہوئی ؟ صرف مجدد کے پاس بیٹھنے اور اس کے دامن کے ساتھ وابستہ ہونے سے مجدد میں خود یہ تڑپ زبردست موجود تھی اس نے اپنے پاس بیٹھنے والوں میں بھی پیدا کر دی۔ انہوں نے حکم خداوندی کے مطابق اپنی ساری توجہ کو دین کے لئے لگا دیا۔

جماعت احمدیہ کو ممتاز کرنیوالی چیز تڑپ ہے

لیکن افسوس ہے کہ اب ہماری جماعت میں بھی ایک ایسا عنصر پیدا ہو گیا ہے جس کی توجہ اس کام کی طرف سے کم ہو رہی ہے وہ دین صرف اسے سمجھتا ہے کہ نماز پڑھ لیں اور روزے رکھ لیں۔ اور بس لیکن خوب یاد رکھو خدا نے مسیح موعود کو اس لئے بھیجا تھا کہ لوگوں میں دین کو پھیلانے کی زبردست تڑپ پیدا کرے جن میں یہ تڑپ پیدا نہیں ہوتی۔ اس کا تعلق دراصل مسیح موعود کے ساتھ نہیں ہے اگر یہ تڑپ تم میں موجود نہیں تو پھر تم میں اور دوسرے مسلمانوں میں کیا فرق رہ گیا ؟ تمہیں ممتاز کرنیوالی چیز تو یہی اسلام کو پھیلانے کی تڑپ ہے۔

ضروری اطلاع

ابوالحسن صاحب سابق لوکل محصل اب ہمارے محصل نہیں ہیں لہذا احباب انہیں چندہ ہرگز نہ دیں۔

احمد یار
اسسٹنٹ سیکرٹری
۱۶/۵

آزادی میں آبادی

جناب قاضی ظہور الدین صاحب اکمل

آزادی ایک نعمتِ ربِ جلیل ہے ۔ مشتاق آمد اس کا کثیر و قلیل ہے
دنیا میں جس کو یہ نہ ملے وہ ذلیل ہے ۔ پچھڑے ہوؤں کا حال ہی اسکی دلیل ہے

لیکن ضروری ہے کہ نگہداشتِ حدود
مدِ نظر رہے تو مبارک رہے ورود

آزادی یہ نہیں کہ پڑے امن میں خلل ۔ آپس میں ہو کٹا چھنی۔ آویزشِ ملل
اس راہ میں تو چاہیئے چلنا سنبھل سنبھل ۔ ایسا نہ ہو غریبوں کی جانیں ہی دو مسل

یکساں حقوق رکھتے امیر و فقیر ہیں
محفوظ سب گروہ قلیل و کثیر ہیں

ہر اک کو اپنے مذہب و مسلک کا اختیار ۔ بخشا گیا بحکم خداوندِ کردگار
اکراہ کا مجاز نہیں کوئی دیندار ۔ رُشد و ہدایت اور ضلالت ہے آشکار

اسلام کا مٹایا نہ جائے یہ امتیاز
اس کی خلاف ورزی کا کوئی نہیں مجاز

ہر قوم میں ہوا کیا نبیوں کا جب ظہور ۔ لازم ہے احترام بھی سب کا بصد سرور
سب بھائی بھائی بن کے رہیں جنگ سے نفور ۔ بیدار کرنا چاہیئے ذہنوں کا یہ شعور

صلح و صفائی سے رہیں اقوامِ روزگار
ہوں خوبیاں بیاں نہ عیبوں کا ہو شمار

اسلام کے جو فرقے تھے تہتر ہوں تو بھی کیا ۔ سب ہیں شریک کلمۂ و اکرام مصطفےٰ
اک دوسرے کی خیر سگالی ہو مُدعا ۔ اور بھائی بھائی بن کے رہیں ہو کے پارسا

ہندو مسیحی سکھ بھی برادر وطن کے ہیں
گلہائے رنگا رنگ سبھی اس چمن کے ہیں

اسلام میں یہی تو ہمارے اصول ہیں ۔ ہم جان و دل سے شرعِ نبی کے حمول ہیں
جو جو بھی حکم حق کے ہیں سب ہی قبول ہیں ۔ مسلم ہیں اُمتیِ محمد رسول ہیں

مہدی مسیح میرزا اپنا امام ہے
ختم الرسل کا مظہر اکمل غلام ہے

حضرت صدیق اکبرؓ کے کلماتِ طیبات

شیخ غلام قادر صاحب الحسن بلڈنگ لاہور

حضرت ابوبکرؓ بہت بڑے خطیب تھے آپ کے ارشادات اصلاح اخلاق اور تعمیر قومی کے لئے اکثر زریں اصول پر مشتمل ہوتے تھے فصاحت بلاغت متانت و سنجیدگی گویا اس طلا پر جڑاؤ موتی تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے قوم کو اس طرح مخاطب فرمایا:۔

"تمام حمد و ثنا کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے جس نے تمام عالموں کو پیدا کیا اور تمام مخلوقات کی ربوبیت فرمائی میں اسی کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور اسی سے مدد مانگتا ہوں۔ بعد الموت اسی سے بزرگی اور شرف کا خواہاں ہوں، اے لوگو میری اور تمہاری موت کا وقت قریب آپہنچا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی لائق پرستش نہیں اور نہ کوئی اس کا شریکِ کار ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے حق کیساتھ بشیر و نذیر اور سراج منیر بنا کر بھیجا تا ایسے لوگوں کو جو زندہ ہیں ڈرائیں اور منکرین حق پر حجت قائم کریں۔ جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے نافرمانی کی وہ کھلی کھلی گمراہی میں گرفتار ہو گیا۔

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے احکام کی ثابت قدمی سے پیروی کرو۔

کلمۂ اخلاص کے بعد اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ قائد کے احکام کو قبول کرنا اور اس کی اطاعت لازمی ہے یقیناً وہ شخص جو اللہ تعالےٰ اور اس کے قائد کی اطاعت کرتا ہے تا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کرتا ہے وہ کامیاب ہو گیا اور جو حقوق اس کے ذمہ تھے اس نے ادا کر دیئے۔ اتباعِ نفس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو جس شخص نے اپنے آپ کو اتباعِ نفس۔ طمع خام اور مغلوب الغضب ہونے سے بچا لیا وہ مقصدِ حیات کو پا گیا۔ فخر سے بچو۔ بھلا سوچو تو سہی وہ شخص کیا فخر کر سکتا ہے جس کی پیدائش ہی مٹی سے ہے اور لوٹ کر مٹی میں ہی اس نے جانا ہے جہاں وہ کیڑے مکوڑوں کی خوراک کا کام دے گا۔ اگرچہ وہ آج زندہ ہے مگر کل اسے موت کا سامنا کرنا ہوگا پس اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اعمال صالحہ میں گزارو۔ آہِ مظلوم سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ مظلوم کی آہ اور خدا تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔ اپنے آپ کو موتیٰ میں شمار کرو۔ صبر و استقامت اختیار کرو کیونکہ صبر و استقامت سے ہی ہر کام پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے حزم و احتیاط سے قدم رکھو کیونکہ حزم و احتیاط صبر و استحکام سے قدم اٹھایا ہوا ہی نفع دے سکتا ہے۔ اعمال صالح بجا لاؤ کیونکہ بارگاہِ ایزدی میں اعمال صالح ہی قابل قبول ہیں۔ ان باتوں سے پرہیز کرو جن کے ارتکاب سے اللہ تعالےٰ نے تمہیں عذاب سے ڈرایا ہے۔

اس کار خیر کی طرف سبقت کرو جن کے بجا لانے پر اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنی رحمت کا وعدہ کیا ہے لوگوں جو اس وقت حاضر ہیں اس حقیقت کو واضح کر دو اور خدا سے مد نظر رکھو تقویٰ اختیار کرتے ہوئے ان باتوں کا خیال رکھو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھول کر بیان فرما دی ہیں جن کی وجہ سے اس نے تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کیا اور جن باتوں کو مد نظر رکھنے سے پہلی قومیں نجات پا گئیں۔

یقیناً اللہ تبارک و تعالےٰ نے اپنی کتاب مقدس (قرآن مجید) میں حلال حرام کو اور ان اعمال کو جن سے وہ محبت رکھتا ہے اور جن سے اسے نفرت ہے واضح کر دیا ہے پس میں تمہیں اور اپنے نفس کو نصیحت کرنے میں کمی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے اس سے ہر دم مدد مانگتے رہو کیونکہ اس کی مدد کے بغیر کسی شخص میں نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی طاقت نہیں۔

سن لو اگر تم اخلاص سے محض اللہ تعالیٰ کے لئے اعمال صالح بجا لاؤ گے تو تم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اپنے فرائض کی حفاظت کی اور قابل رشک بن گئے۔

اپنے حساب میں جو بھی نیکی زیادہ سے زیادہ کر سکتے ہو نوافل سے حاصل کرو تاکہ تمہارے فرائض میں جو کمی رہ گئی ہے وہ پوری ہو صدقہ و خیرات اپنی غربت کے زمانہ میں بھی دیتے رہو جبکہ تم خود حاجتمند ہو۔ پس اے بندگانِ خدا! اپنے بھائیوں اور دوستوں کے معاملہ میں جو تم سے پہلے چل بسے غور و فکر کرو جو انہیں پیش آنا تھا آچکا موت کے بعد جو بھی بدبختی یا سعادت ان کے حصہ میں تھی انہیں مل چکی۔

اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور قائم بالذات اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان کوئی نسبی تعلق نہیں جس کی وجہ سے مخلوقِ خدا خیر حاصل کر سکتی ہے ہاں اطاعت اور امر حق کی پیروی سے ہی لوگ اقامتِ خیر اور دفع شر کر سکتے ہیں وہ بھلائی بھلائی نہیں جس کا انجام دوزخ ہو اور وہ برائی برائی نہیں جس کا انجام جنت ہو بس میں یہی کہنا چاہتا تھا اللہ تعالےٰ سے اپنے اور تمہارے لئے مغفرت مانگتا ہوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام اور درود بھیجتا ہوں۔

یاد رکھو قرآن شریف اللہ تعالےٰ کا نور ہے یہ نور کبھی نہیں بجھے گا اور نہ اس کے عجائبات کبھی ختم ہوں گے تم اپنے آپ کو اس نور سے منور کر لو اور اس پاک کتاب سے تم اپنے لئے فلاح کا خزانہ جمع کر لو جو تمہارے لئے تاریکی کے زمانہ میں مشعل راہ ہو۔"

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۹—۱۰۰)

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اُجلا نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودہ
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفےٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

—(مسیح موعودؑ)—

عمرو بن العاص

—(بقیہ از صفحہ ۷)—

عبداللہ نے پھر انکار کیا۔ اس پر ہاتھ مل کر کہنے لگے:۔

"کاش انہیں سونے کی بجائے بکری کی مینگنیاں ہوتیں"

(الکامل جلد اوّل)

دعا

جب بالکل آخری وقت آگیا، تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے مٹھیاں کس لیں اور دعا کے یہ کلمات زبان پر تھے

"الٰہی! تو نے حکم دیا، اور ہم عدول حکمی کی، الٰہی تو نے منع کیا اور ہم نے نافرمانی کی۔ الٰہی میں بے قصور نہیں ہوں۔ کہ معذرت کروں، طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں۔ اگر تیری رحمت شامل حال نہ ہوگی تو ہلاک ہو جاؤں گا! (ابن سعد)

اس کے بعد ۳ مرتبہ لا الٰہ الا اللّٰہ کہا۔ اور جان بحق تسلیم ہو گئے۔ —(ابن سعد)—

اعلان

جملہ احباب کی خدمت میں اطلاع دی جاتی ہے کہ تبلیغی کلاس یکم جولائی ۱۹۵۳ء سے شروع ہو رہی ہے جو نوجوان خدمت دین کے لئے زندگیاں وقف کرنا چاہتے ہیں وہ فوراً درخواستیں مقامی جماعت کے سیکرٹری کی سفارش کے ساتھ مندرجہ ذیل پتہ پر بھجوا دیں۔ درخواست میں عمر اور تعلیمی قابلیت کا ذکر ضرور کریں۔ نیز یہ بھی کہ شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ۔ جو احباب تبلیغی شغف اور عربی زبان سے مس رکھتے ہیں ان کو ترجیح دی جائے گی۔

پتہ: احمد یار اسسٹنٹ سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی شجاعت، تدبر، فتوحات سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔ مصر کی فتح سراسر انہی کے تدبر و شجاعت کا نتیجہ تھی۔ خلافت اموی کے قیام میں انہی کی سیاست کارفرما تھی۔ اپنے عہد کی سیاست میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ مورخین نے اتفاق کیا ہے کہ عرب کی سیاست تین سروں میں جمع ہوگئی تھی۔

(۱) عمرو بن العاص (۲) معاویہ بن ابی سفیان (۳) زیاد بن ابیہ۔

اتفاق سے یہ تینوں سر مل کر ایک ہوگئے انھوں نے سیاسی حکمت عملیوں سے اسلامی سیاست کا دھارا اُس طرف پھیر دیا جدھر وہ پھیرنا چاہتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام اور خلافت راشدہ کے نظام کو صرف امیر معاویہ کی سیاست نے تبدیل نہیں کیا تھا، اس میں سب سے زیادہ موثر دماغ عمرو بن العاص کا تھا۔

ایک ایسے سیاسی مدبر نے موت کا کس طرح خیر مقدم کیا تھا؟ ذیل کی سطور میں اس کی تفصیل ملے گی۔

ایک عجیب سوال

جب بیماری نے خطرناک صورت اختیار کر لی اور عرب کے اس دانشمند کو زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی، تو اس نے اپنی فوج خاصہ کے افسر اور سپاہی طلب کئے۔

لیٹے لیٹے اُن سے سوال کیا۔

"میں تمہارا کیسا ساتھی تھا؟"

"سبحان اللہ! آپ نہایت ہی مہربان آقا تھے۔ دل کھول کر دیتے تھے ہمیں خوش رکھتے تھے۔ یہ کرتے تھے وہ کرتے تھے......."

وہ بڑی سرگرمی اور جوش سے جواب دینے لگے۔

ابن عاص نے یہ سُن کر سنجیدگی سے کہا:۔

"میں یہ سب کچھ مدت سے اس لئے کرتا تھا کہ تم مجھے موت سے بچا لو گے کیونکہ تم سپاہی تھے اور میدان جنگ میں اپنے سردار کے لئے سپر تھے۔ لیکن یہ دیکھو موت سامنے کھڑی ہے، اور میرا کام تمام کر دینا چاہتی ہے، آگے بڑھو اور اسے مجھ سے دور کر دو"!

سب ایک دوسرے کا حیرت سے منہ تکنے لگے۔ پریشان تھے، کیا جواب دیں؟

"اے ابو عبداللہ! دیر کے بعد انھوں نے کہا "واللہ ہم آپ کی زبان سے ایسی فضول بات سننے کے ہرگز متوقع نہ تھے، آپ جانتے ہیں، کہ موت کے مقابلے میں ہم آپ کے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔"

اُنھوں نے آہ سرد بھری۔ اور کہا:۔

"واللہ میں یہ حقیقت خوب جانتا ہوں گا"

انھوں نے بحسرت کہا:

"واقعی تم مجھے موت سے ہرگز نہیں بچا سکتے۔ لیکن اے کاش! میں یہ بات پہلے سے سوچ لیتا! اے کاش میں نے تم میں سے کوئی ایک آدمی بھی اپنی حفاظت کے لئے نہ رکھا ہوتا! ابن ابی طالب (حضرت علیؓ) کا بھلا ہو۔ کیا ہی خوب کہہ گئے ہیں:۔

آدمی کی سب سے بڑی محافظ خود اس کی اپنی موت ہے"! (طبقات ابن سعد)

دیوار کی طرف منہ کر کے رونے لگے

راوی کہتا ہے ہم عمرو بن العاص کی عیادت کو حاضر ہوئے۔ وہ موت کی سختیوں میں مبتلا تھے اچانک دیوار کی طرف منہ پھیر لیا، اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ان کے بیٹے عبداللہ نے کہا:۔

"آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو یہ بشارت نہیں دے چکے ہیں"؟

انھوں نے بشارتیں سنائیں۔ لیکن ابن عاص نے روتے ہوئے سر سے اشارہ کیا۔ پھر ہماری طرف منہ پھیرا اور کہنے لگے:۔

زندگی کے تین دور

"میرے پاس سب سے افضل دولت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت ہے۔

"مجھ پر تین حالتیں گزری ہیں۔

"ایک وقت تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ میں کسی کی دشمنی نہیں رکھتا تھا۔ میری سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ کسی طرح قابو پا کر آپ کو قتل کر ڈالوں۔ اگر میں اس حالت میں مر جاتا تو یقیناً جہنمی مرتا۔"

"پھر ایک وقت آیا جب خدا نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا۔ میں رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہاتھ بڑھایئے میں بیعت کرتا ہوں، آپ نے دست مبارک دراز کیا۔ مگر پھر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ فرمایا عمرو! تجھے کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا "ایک شرط چاہتا ہوں" فرمایا:۔ کونسی شرط؟ میں نے کہا:۔ یہ شرط کہ میری بخشش ہو جائے، اس پر ارشاد ہوا۔ اے عمرو! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے"؟ (یہ عمرو بن العاص کی مشہور روایت ہے جسے شیخین نے بھی روایت کیا ہے)

"اس وقت میں نے اپنا یہ حال دیکھا کہ رسول اللہ (صلعم) سے زیادہ کسی کی عزت میری نگاہ میں نہ تھی، میں سچ کہتا ہوں اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے، تو میں بتا نہیں سکتا کیونکہ انتہائی عظمت و ہیبت کی وجہ سے میں آپ کو نظر بھر کے دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر اس حالت میں مر جاتا۔ تو میرے جنتی ہونے کی پوری امید تھی"!

"پھر ایک زمانہ آیا جس میں ہم نے بہت سے اونچ نیچ کام کئے۔ میں نہیں جانتا اب میرا کیا حال ہوگا"؟

مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا

"جب میں مروں، تو میرے ساتھ رونے والیاں نہ جائیں، نہ آگ جائے، دفن کے وقت مجھ پر مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا۔ میری قبر سے فارغ ہو کر اس وقت تک مجھ سے قریب رہنا، جب تک جانور ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم نہ ہو جائے کیونکہ تمہاری موجودگی سے مجھے اُنس حاصل ہوگا پھر میں جان لوں گا کہ اپنے پروردگار کے قاصدوں کو کیا جواب دوں"؟ (طبقات ابن سعد)

بگڑتا زیادہ ہوں، بنتا کم ہوں!

ہوش و حواس آخر وقت تک قائم تھے معاویہ بن خدیج عیادت کو گئے۔ تو دیکھا۔ نزع کی حالت ہے۔

پوچھا۔ کیا حال ہے؟ آپ نے جواب دیا:۔

"پگھل رہا ہوں، بگڑتا زیادہ ہوں بنتا کم ہوں اس صورت میں بوڑھے کا بچنا کیا ممکن ہے"؟

(عقد الفرید ابن سعد)

حضرت ابن عباس سے سوال و جواب

حضرت عبداللہ بن عباس عیادت کو آئے۔ سلام کیا طبیعت پوچھی کہنے لگے:۔

"میں نے اپنی دنیا کم بنائی مگر اپنا دین زیادہ بگاڑ لیا۔ اگر میں نے اسے بگاڑا ہوتا جسے سنوارا ہے اور اسے سنوارا ہوتا جسے بگاڑا، تو یقیناً بازی لے جاتا۔ اگر مجھے قیمت ملے تو ضرور اسی کی آرزو کروں، اگر بھاگنے سے بچ سکوں تو ضرور بھاگ جاؤں۔ اس وقت تو میں منجنیق کی طرح آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہو رہا ہوں، نہ اپنے ہاتھوں کے زور سے اوپر چڑھ سکتا ہوں، نہ اپنے پیروں کی قوت سے نیچے اُتر سکتا ہوں۔ اے میرے بھتیجے! مجھے کوئی ایسی نصیحت کر جس سے فائدہ اُٹھاؤں"۔

ابن عباس نے جواب دیا:۔

"آہ! اے ابو عبداللہ، اب نصیحت کا وقت کہاں؟ آپ کا بھتیجا تو خود بوڑھا ہو کر آپ کا بھائی بن گیا ہے۔ اگر آپ رونے کے لئے کہیں تو میں رونے کو حاضر ہوں، جو مقیم ہے وہ سفر کا کیونکر یقین کر سکتا ہے"!

عمرو بن عاص یہ جواب سن کر بہت افسردہ ہوئے اور کہنے لگے۔ اُف کیسی سخت گھڑی ہے! کچھ اوپر ۸۰ برس کا سن! اے ابن عباس! تو مجھے پروردگار کی رحمت سے ناامید کر رہا ہے۔ الٰہی! مجھے خوب تکلیف دے۔ یہاں تک کہ تیرا غصہ دور ہو جائے اور تیری رضامندی لوٹ آئے"!

ابن عباس نے کہا: "بیہات! اے ابو عبداللہ! آپ نے جو چیز لی تھی وہ تو نئی تھی اور اب جو دے رہے ہیں وہ چیز پرانی ہے! یہ کیسے ممکن ہے؟"

اس پر وہ آزردہ خاطر ہو گئے "اے ابن عباس! مجھے کیوں پریشان کرتا ہے؟ جو بات کہتا ہوں اسے کاٹ دیتا ہے!"

موت کی کیفیت

عمرو بن العاص زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے:۔

"مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جن کے موت کے وقت ہوش و حواس درست ہوتے ہیں مگر موت کی حقیقت بیان نہیں کرتے"!

لوگوں کو یہ بات یاد تھی۔ جب وہ خود اس منزل میں پہنچے تو حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ مقولہ یاد دلایا۔ (ایک روایت ہے کہ خود ان کے بیٹے نے سوال کیا تھا) عمرو بن العاص نے ٹھنڈی سانس لی: "جان من! انھوں نے جواب دیا۔ موت کی صفت بیان نہیں ہو سکتی، وہ ناقابل بیان ہے۔ لیکن میں اس وقت صرف ایک اشارہ کر سکتا ہوں مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آسمان زمین پر ٹوٹ پڑا ہے اور میں دونوں کے درمیان پڑ گیا ہوں (اور کامل جلد؟) گویا میری گردن پر رضوی پہاڑ رکھا ہے۔ گویا میرے پیٹ میں کھجور کے کانٹے بھر گئے ہیں۔ گویا میری سانس سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے" (ابن سعد)

دولت سے بیزاری

اسی حال میں انھوں نے ایک صندوق کی طرف اشارہ کر کے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا:

"اسے لے لے" آپ کے بیٹے عبداللہ کا زہد مشہور ہے۔ انھوں نے کہا:۔

"مجھے اس کی ضرورت نہیں"

عمرو نے کہا۔ "اس میں دولت ہے"

(باقی برصفحہ ۶ کالم ۱)

اقتباسات

جامعہ ہندوستان کی پہلی یونیورسٹی ہے جس کا مقصد ملکی زبان میں مغربی علوم و فنون کی تعلیم کے ساتھ ہندوستان کے مذاہب کی تعلیم اور مشرقی اخلاق و روحانیت کا تحفظ بھی تھا۔ اس لئے اس میں شروع ہی سے دینیات کا شعبہ رکھا گیا تھا، جس میں ایک اسلامی سیکشن بھی تھا اس شعبہ کو اتنی مقبولیت ہوئی کہ جامعہ عثمانیہ سے متعلق جس قدر کالج قائم ہوئے ان سب میں دینیات کا شعبہ رکھا گیا مگر انڈین یونین سے ریاست حیدر آباد کے الحاق کے بعد تمام کالجوں کے شعبۂ دینیات توڑ دیئے گئے۔ ان حالات کے پیش نظر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف تھیالوجی کے ارکان نے خود اس شعبہ کو فیکلٹی آف کلچر سے بدل دیا، اور اس کے مطابق اس کے نصاب میں بھی تبدیلی کر دی اور اس کے تین سیکشن کر دیئے، ہندوستانی، اسلامی اور مخلوط، اس طرح اس شعبہ کی حیثیت مذہبی کی بجائے ثقافتی ہو گئی۔

ہم کو معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اب اسلامی اور مخلوط سیکشن کو توڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اس میں طلباء کے داخلہ میں رکاوٹ ڈالی جاتی ہے، انڈین یونین سیکولر حکومت ہے اس لئے وہ کسی فرقہ کی مذہبی تعلیم کا انتظام تو نہیں کر سکتی مگر مختلف اقوام و مذاہب کی تہذیب و ثقافت کی تعلیم تو ساری دنیا میں ہوتی ہے، اور اسلامک کلچر اور اسلامک اسٹڈیز کے شعبے نہ صرف ہندوستان بلکہ یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں بھی قائم ہیں خود ہندو یونیورسٹی اور شانتی نکیتن تک موجود ہیں جن کا مقصد اسلامی تہذیب و ثقافت کی تعلیم و تحقیق ہے، اس کو مذہب سے چنداں تعلق نہیں ہے اس لئے جامعہ عثمانیہ سے اس شعبہ کو توڑنا نہ صرف تعصب بلکہ علم دشمنی بھی ہے، ہم کو امید ہے کہ ہندوستان کی وزارت تعلیم اس کی جانب توجہ کرے گی۔

صوبہ بمبئی کے متعلق یہ علم تو پہلے سے تھا کہ وہاں اردو کی حیثیت ہمارے صوبہ سے بہت بہتر ہے مگر ابھی حال میں انجمن ترقی اردو ہند کے سالانہ جلسہ میں بمبئی کی انجمن کے لائق سیکرٹری شہاب الدین صاحب دیسنوی نے انجمن کی کارگزاریوں کی جو تفصیل بیان کی اس سے معلوم ہوا کہ صوبہ بمبئی میں اردو کی پرانی حیثیت بدستور قائم ہے، اور تعلیم میں اس کو صوبائی زبانوں کے برابر حقوق حاصل ہیں، اس کے مقابلہ میں یو۔پی۔ سے جو اردو کا مرکز ہے، اس کا نام و نشان مٹایا جا رہا ہے، زبان کے معاملہ میں بمبئی کی حکومت کی یہ رواداری اور وسعت قلب قابل ستائش اور دوسرے صوبوں کیلئے قابل تقلید ہے، کاش ہمارے صوبہ کی حکومت کو بھی اس سے سبق حاصل ہوتا۔

انجمن ترقی اردو نے اردو علاقائی زبان کی جو مہم اٹھائی تھی، اس کا ایک مرحلہ تو کامیابی کے ساتھ طے ہو گیا، اور اس وقت تک انیس لاکھ سے زیادہ دستخط فراہم ہو چکے ہیں، اور اب تقریباً ایک لاکھ کی کسر رہ گئی ہے، مگر ابھی بعض علاقوں کے کچھ دستخط باقی رہ گئے ان کے وصول ہونے کے بعد یہ کمی بھی پوری ہو جائے گی، اب وقت کم رہ گیا ہے، اس لئے انجمن کے کارکنوں کو چاہیئے کہ وہ مئی کے آخر تک باقی ماندہ دستخطوں کو بھیجدیں تاکہ اصل منزل کی جانب قدم بڑھایا جائے۔

برسوں کے تعطل کے بعد ہندوستانی اکیڈمی الٰہ آباد کی جدید تشکیل عمل میں آئی ہے مگر یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ اس کے بارہ گورنمنٹ کے نامزد کردہ ممبروں میں اکیڈمی کے پرانے رکن رکین عبدالستار صدیقی حیات اللہ انصاری پنڈت کشن پرشاد کول اور پنڈت سندر لال جیسے لوگوں تک کا نام نہیں ہے جو بہت بڑی فروگذاشت ہے، ابھی چھ ممبر کوآپٹ کئے جائیں گے۔ اس لئے منتخب شدہ ممبروں کو اس فروگذاشت کی تلافی کی کوشش کرنی چاہیئے۔ (معارف)

نشہ بازوں سے

دہلی کے قریب ۹ رمئی کو جو ڈکوٹا ہوائی جہاز گر کر آگ میں جل کر بھسم ہوا تھا اس کی تحقیقات کے مقدمہ میں ایک انگریز گواہ کیپٹن شاو اسینیر فلائنگ انسٹرکٹر (الٰہ آباد) کی گواہی:۔

"میں اس تباہ شدہ جہاز کے کپتان موہون کے ساتھ سیکڑوں گھنٹہ پرواز کر چکا ہوں، وہ درجہ اوسط کے ہوا باز سے کہیں بڑھ کر تھے وہ شراب کے قطعی تارک تو نہیں تھے لیکن ایسے بھی نہ تھے کہ بدمست ہو جاتے۔ ہماری ہوائی سروس میں حکم ہے کہ ہوائی عملہ میں سے کوئی بھی ہندوستان کے اندر جہاز رانی سے ۱۲ گھنٹہ قبل اور ہندوستان کے باہر جہاز رانی سے ۲۴ گھنٹہ قبل شراب ہرگز نہ پیئے۔ اور میں اپنے ذاتی علم و تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ کیپٹن موہون اور ان کے ساتھیوں نے ہرگز اس قاعدہ کی خلاف ورزی نہ کی ہوگی۔"

آخر کوئی بات تو ہے جو اس اہم موقع پر شراب اس اہم محکمہ میں وقتی طور پر حرام کر دی جاتی ہے پھر جس مذہب نے زندگی کے ہر لمحہ کو اسی ہوا بازی ہی کے وقت کی طرح اہم سمجھا اور ہوش کی بیداری کو ہر وقت لازمہ انسانیت سمجھا ہے۔ اس نے اگر اس خانہ خراب کو قطعی حرام قرار دے دیا ہے۔ تو بجز اپنی حکیمانہ ژرف نگاہی اور حقیقت پسندی کے اور کس چیز کا ثبوت دیا ہے؟ ——— کاش ہمارے بعض شاعران نامدار اور ترقی پسندان بادقار اور عہدیداران ہائی کورٹ اتنی موٹی بات بھی سمجھ گئے ہوتے،

ناممکن امکان کی سرحد پر

برٹرینڈ رسل اس وقت برطانیہ کے شاید سب سے زیادہ مشہور عمر فلسفی ہیں ۱۹۴۹ء میں ان کے لکچر کچھ رسکن کالج (آکسفرڈ) اور کچھ کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) کے سامنے ہوئے تھے جن کا مجموعہ کتابی صورت میں حال ہی میں ... IMPACT OF SCIENCE SOCIETY کے نام سے چھپ کر آیا ہے اس میں ایک جگہ انہیں یہ بیان کرنا ہے کہ اس وقت مختلف قومیں ایک ہی مسئلہ کو بالکل متضاد متناقض زاویوں سے دیکھنے کی عادی ہو گئی ہیں اور اس سلئے فلاں اور فلاں مسئلے لاینحل بن گئے ہیں۔ ان لاینحل بین الاقوامی مسائل کی مثالیں گناتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اسی طرح کشمیر کا مسئلہ ہے جس کے متعلق ہندوستان و پاکستان متحد ہی نہیں ہو سکتے۔ اس سلئے لازمی طور پر ان میں سے ایک ملک روس کی تائید کریگا اور دوسرا امریکہ کا ساتھ دے گا۔"

صفحہ ۹۶

گویا اس نامور فلسفی کے نزدیک دنیا کے جو چند مسلم ناممکنات ہیں ان میں ایک پاکستان و ہند کے درمیان کشمیر پر سمجھوتا بھی ہے ——— کیا جواہر لال و محمد علی کی متحدہ کوششیں اور لکھوکھہا انسانوں کے دل سے نکلی ہوئی دعائیں اس ناممکن کو ہمیشہ ناممکن ہی رکھیں گی؟

یہ تعصب و تحزب

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے ایک تازہ مقالہ سے:۔

"چھٹی ساتویں صدی میں اشعریت و حنبلیت کے اختلاف نے باوجود بنیادی اتحاد کے تقریباً وہ شکل اختیار کر لی تھی جو تیسری صدی میں اعتزال و سنیت کے اختلاف کی تھی۔ اشاعرہ صفات کی تشریح و تاویل کرتے تھے اور حنابلہ اس کو بالکل اپنی حقیقت اور لفظ پر رکھتے تھے۔ ہر گروہ نوش نیتی کے ساتھ اسکو اپنی خدمت اور سنت و شریعت کے ساتھ خیرخواہی سمجھتا تھا۔ لیکن بعد کی صدیوں میں اس کو غیر معمولی اہمیت اور طول دے دیا گیا اور رائی کا پہاڑ بن گیا۔ تحزب و تعصب نے اس کو بھی کفر و ایمان کا معیار قرار دے دیا۔"

مولانا نے آخری سطر میں بات بالکل پتہ کی کہہ دی۔ لیکن اس مثال پر کیا موقوف ہے۔ اختلاف امت کی ساڑھے تیرہ سو سال کی تو تاریخ ہی تعصب و تحزب کی ایسی ہی مثالوں سے بھری پڑی ہے شروع میں بات بالکل معمولی سی ہوتی ہے۔ اور ہر فریق اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت ہی سمجھ کر زور کسی ایک پہلو پر دینے لگتا ہے۔ بس دیکھتے دیکھتے اس رائی کا پہاڑ بن جاتا ہے۔ وہی مسئلہ کفر و ایمان کا معیار قرار پا جاتا ہے اور اسی کے ماننے نہ ماننے پر تکفیر کے فتوے پورے جوش و خروش کے ساتھ جاری ہونے لگتے ہیں۔ ہر صدی یہی دردناک تماشہ دیکھتی چلی آئی ہے۔ بعد کے لوگ ہنستے ہیں۔ اور حیرت کے ساتھ کہتے ہیں، کہ اس ذرا سے مسئلہ میں کیا ایسی اہمیت تھی، کہ اس پر نوبت کشت و خون کی آ گئی لیکن معاصر علماء اچھے اچھے جید و اکابر علماء پوری گرمجوشی کے ساتھ انہیں میں الجھے ہوئے رہتے ہیں ——— آمین بالجہر و رفع یدین پر تو عدالتی مقدمہ بازیاں ہوتے۔ ضمانت اور چلکے ہوتے کے تو دیکھنے والے ابھی بہت سے زندہ ہیں۔ (صدق جدید)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — تار کا پتہ: تبلیغ — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فون نمبر ۳۷۳۲

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

سالانہ چندہ پاکستان سے ۔ ۔ ۔ ۔ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۔ ۔ ۱۲ ۔ ۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر: محمد آصف بی اے

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۳ شوال ۱۳۷۲ھ ۔ مطابق ۲۴ جون ۱۹۵۳ء | نمبر ۲۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدائی امداد کے بغیر انسانی تدابیر ناکارہ ہیں!

خبردار! تم غیر قوموں کو دیکھکر ان کی ریس مت کرو کہ انہوں نے دنیا کے منصوبوں میں بہت ترقی کر لی ہے آؤ ہم بھی انہیں کے قدم پر چلیں۔ سنو اور سمجھو کہ وہ اس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ ان کا خدا کیا چیز ہے؟ صرف ایک عاجز انسان اس لئے وہ غفلت میں چھوڑے گئے ہیں تمہیں دنیا کے کسب اور حرفت سے نہیں روکتا مگر تم ان لوگوں کے پیرو مت بنو جنہوں نے سب کچھ دنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے۔ چاہیئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے لیکن نہ صرف خشک ہونٹوں سے بلکہ چاہیئے کہ تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے ہی اترتی ہے۔ تم راستباز اس وقت ہوگے جبکہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت ہر ایک مشکل کے وقت قبل اس کے جو تم کوئی تدبیر کرو۔ اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمیں یہ مشکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما تب روح القدس تمہاری مدد کریگی اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لئے کھولی جائیگی اپنی جانوں پر رحم کرو۔ اور جو لوگ خدا سے بکلی علاقہ توڑ چکے ہیں اور ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہیں یہاں تک کہ طاقت مانگنے کے لئے وہ منہ سے انشاءاللہ بھی نہیں نکالتے۔ انکے پیرو مت بن جاؤ۔ خدا تمہاری آنکھیں کھولے تا تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے۔ اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں؟ نہیں بلکہ یکدفعہ گریں گی۔ اور احتمال ہے کہ ان سے کئی خون بھی ہو جاویں۔ اسی طرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قائم نہیں رہ سکتیں۔ اگر تم اس سے مدد نہیں مانگو گے اور اس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہیں ٹھہراؤ گے تو تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ آخر بڑی حسرت سے مرو گے۔

(کشتی نوح)

آسمانِ علم کے درخشندہ ستارے

شیخ غلام قادر صاحب احمدی بلدنگوکھو

ابنِ خلکان

ابوالعباس احمد بن ابراہیم بن ابی بکر بن خلکان کا شمار اپنے زمانہ کے بڑے بڑے علماء میں سے تھا۔ آپ سنہ ۶۰۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۳ سال کی عمر پاکر سنہ ۶۸۱ھ میں دمشق میں وفات پا گئے آپ علم فقہ و حدیث، ادب و تاریخ، نحو و عروض، لغت اور نقد و شعر میں بینظیر تھے نظم و نثر دونوں نہایت فصیح و بلیغ لکھتے تھے۔ عربی میں تاریخ وفیات الاعیان المشہور بتاریخ ابن خلکان انہیں کی تصنیف کردہ ہے۔

آپ کئی مدرسوں میں مدرس رہ کر پہلے مصر میں چند مدت قاضی رہے پھر قضائے شام پر متعین ہوئے جہاں سے دس سال کام کرنے کے بعد معزول کئے گئے اور سات سال تک خانہ نشین رہے۔

سات سال کی گوشہ نشینی کے بعد پھر دوبارہ قضائے شام پر مامور ہوئے

ابوالفدا

ملک مؤید عماد الدین ابوالفدا والئے حمات دمشق کے حاکم تھے پھر ملک ناصر نے ان کی خدمات اطاعت کے صلے میں انہیں حمات سپرد کیا آپ نے بہت سے علوم حاصل کئے لیکن علم ہیئت کے باکمال عالم تھے بڑے علم دوست اور قدرشناس تھے اثیر الدین ابہری مدت تک ان کے پاس رہے اور معقول وظیفہ لیتے رہے۔ جمال الدین محمد بن نباتہ کو ہر سال علاوہ دیگر مراعات کے چھ سو درم ہر سال دیا کرتے تھے آپ بہت بڑے ناظم و ناثر تھے بصغر سنی میں آپ نے کتاب الموازین تصنیف کی پھر فقہ میں نظم الحاوی اور تاریخ میں المختصر فی اخبار البشر (جو تاریخ ابوالفدا کے نام سے مشہور ہے) لکھیں علاوہ ازیں کتاب الکناش کئی جلدوں میں اور کتاب تقویم البلدان جغرافیہ میں تصنیف کیں۔

تاریخ ابوالفدا نہایت عمدہ تاریخ ہے جس میں حضرت آدم سے لے کر آٹھویں صدی ہجری کے ابتدا تک کے حالات مندرج ہیں اور تقویم البلدان جغرافیہ کی بینظیر کتاب ہے، یہ دونوں کتابیں آپ کے وسیع معلومات پر دلالت کرتی ہیں اور مستند مانی جاتی ہیں یہ فاضل بادشاہ ساٹھ برس عمر پاکر سنہ ۷۳۲ھ میں فوت ہوا۔

ابنِ خلدون

قاضی القضات ولی الدین عبدالرحمٰن محمد بن خلدون حضرمی بہت بڑے پایہ کے عالم و فاضل تھے ہر علم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ نے ایک بہت بڑی تاریخ تصنیف کی جو ابن خلدون کے نام سے مشہور ہے۔

اس میں علاوہ تاریخ سلاطین و امم ماضیہ کے ہر ایک علم و فن کی ماہیت بیان کی گئی ہے۔ علم تفسیر قرأت۔ حدیث۔ فقہ۔ فرائض۔ اصول فقہ۔ جدل خلافیات۔ کلام۔ تصوف۔ تعبیر خواب۔ حساب جبر مقابلہ۔ اقلیدس، ہیئت۔ منطق۔ طبیعات طب۔ الہیات سحر و طلسمات۔ اسرار الحروف۔ کیمیا۔ طب روحانی۔ مطالع الشعاعات کا بیان ہے اس کتاب کی کسی فصل میں صناعت شعراء کسی میں وجوہ استحصال معاش، کسی میں فلاحت و خیاطت، کتابت و غنا۔ تولید و تجارت وغیرہ کا بیان ہے اور یہ سب امور مذکورہ علاوہ نکات و دقائق علم تاریخ کے ہیں۔ نہ صرف تاریخی واقعات ہی مندرج ہیں بلکہ جو کچھ رعایا۔ بادشاہ اور اراکین سلطنت کے لئے نفع بخش باتیں ہیں سب اس کی مختلف فصلوں میں بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ ایک فصل دولت و ملک (اقتصادیات، سیاسیات) اور مراتب سلطانیہ اور اس کے قواعد کے بیان میں ہے چونکہ اس مختصر سے مقالہ میں اس کا مجمل حال بیان نہیں ہوسکتا (کسی دوسری صحبت میں اس تاریخ پر زیادہ روشنی ڈالی جائیگی۔ ناقل) اس لئے اس کے مصنف کا کچھ تذکرہ لکھا جاتا ہے۔

اثنا میں سے کہ جس وقت امیر تیمور نے ملک ناصر والئے مصر و قاہرہ کو قتل کیا تو اس کے اراکین و اعیانِ دولت اور علماء و فضلا کو دربار میں بلاکر ان کی ضیافت کی۔ ابن خلدون بھی ان کے ساتھ نئی وضع کا لباس پہنے ہوئے آیا۔ جب تیمور کی نظر ابن خلدون پر پڑی حیران ہو کر کہنے لگا یہ شخص یہاں کا باشندہ معلوم نہیں ہوتا۔ ابن خلدون نے یہ بات سن کر کہا اے امیر مجھے اکثر عظیم الشان سلاطین سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ اور ان سے عزت و افتخار حاصل کیا اور اکثر دور دراز ممالک و امصار میں بطور سیر و سیاحت گیا اور وہاں کے امراء و عمائد سے ملا میں نے اپنے علم تاریخ کی بناء پر سلاطین و امم ماضیہ کے نام سے دنیا کو روشناس کرایا، تیمور یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوا اور ان سے بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ چند مدت ابن خلدون بادشاہ کے پاس رہا اور بہت قرب حاصل کیا۔ بادشاہ اکثر ان سے اخبارات ملوک و امم سنتا تھا اور ان کی خداداد ذہانت و قابلیت سے بہت متاثر تھا۔

ایک روز بادشاہ کو بہت خوش پاکر اس فاضل اجل نے مصر سے تاریخ مذکورہ اور اپنے اہل و عیال کو لانے کے لئے اجازت طلب کی بادشاہ نے انہیں بصد مشکل اجازت دی۔ یہاں سے وہ شہر صفد کی طرف گئے جہاں سے پھر واپس لوٹنے کا ان کو موقعہ نہیں ملا۔

ابنِ جریر طبری

ابوجعفر محمد بن جریر طبری علم تاریخ میں بہت بڑے ماہر گذرے ہیں۔ تاریخ طبری انکی مشہور کتاب ہے جس میں ابتدائے پیدائش جہاں سے سنہ ۳۰۹ھ تک کے حالات مندرج ہیں۔ یہ تاریخ اپنے فن میں بے نظیر ہے، روایت ہے کہ ایک روز آپ نے مجمع احباب میں ذکر کیا کہ میں نے ایک تاریخ حضرت آدم سے لیکر اب تک کے واقعات پر مرتب کی ہے۔ دوستوں نے ضخامت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تاریخ تیس ہزار ورق پر مشتمل ہے۔

انہوں نے کہا کہ اس کے پڑھنے میں ایک عمر غارت ہو جائے گی، جریر نے یہ کہکر کہ افسوس تم نہایت سست ہو گئے ہو اسے مختصر کر دیا۔ وزیر ابو محمد علی بلعمی نے منصور بن نوح سامان کے حکم سے اس کا ترجمہ کیا۔ پھر ترکی میں بھی اس کا ترجمہ کیا گیا جو آج کل ترکی میں متداول ہے ۲۶ شوال شنبہ کے دن سنہ ۳۱۰ھ میں بغداد میں فوت ہوئے اور اپنے گھر میں دفن کئے گئے۔

ابنِ اثیر جزری

ابوالحسن علی بن محمد جزری ملقب بہ عزالدین آپ بہت بڑے عالم اور فاضل یگانہ تھے حدیث اور تاریخ میں آپ کو بڑا دخل تھا۔ چنانچہ آپ نے کتاب الانساب سمعانی کو مختصر کیا اور ایک مشہور کتاب موسومہ بہ تاریخ کامل دس جلدوں میں لکھی جس میں ابتداء پیدائش آدم سے سنہ ۶۲۸ھ تک کے حالات قلمبند ہیں، علاوہ ازیں آپ نے اسد الغابہ فی ذکر الصحابہ۔ اصحابہ کرام کے حالات میں چھ جلدوں میں تصنیف کی جس میں حتی الوسع تمام صحابہ کی سیرت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

آپ کا سن وفات سنہ ۶۳۰ھ ہے آپ کا مولد جزیرہ ابن عمر ہے جس کی وجہ سے آپ جزری کہلاتے تھے

. . . .

قاضی بیضاوی

عبداللہ نام۔ ناصرالدین لقب آپ نے تفسیر انوار التنزیل و اسرار التاویل مشہور بتفسیر بیضاوی تصنیف فرمائی۔ فصاحت و بلاغت میں یگانۂ روزگار تھے۔ علم ادب و تفسیر میں ید طولےٰ رکھتے تھے آپ کی وفات سنہ ۶۸۵ھ میں بیضا فارس کے ایک گاؤں میں ہوئی جس کی وجہ سے آپ بیضاوی کہلائے

فرّا دیلمی نحوی

یحییٰ بن زیاد بن عبداللہ بن منصور اسلمی معروف بہ فرّا کوفی نحوی امام وقت تھے کوئی ان کے پلے کا کوئی عالم نحو، لغت اور ادب میں نہ تھا۔ ابوالعباس ثعلب کہتے ہیں کہ اگر فرّا نہ ہوتا تو عربی نہ ہوتی کیونکہ اس نے اس زبان کو درست کیا (غالباً کوفہ میں عربی بولنے والوں کی عربی زبان درست کی۔ ناقل) ہر ایک شخص سے اس کی عقل و استعداد کے مطابق گفتگو کرتے تھے۔ مامون کے عہد سلطنت میں آپ بغداد تشریف لے گئے تاکہ مامون سے شرف ملاقات حاصل کریں۔ مگر کچھ مدت تک آپ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ آخرالامر ایک روز آپ کی ملاقات اتفاقیہ طور پر ابوالبشر ثمامہ ابن اشرس نمیری معتزلی سے ہوئی جو کہ مامون کے بڑے منظور نظر تھے برسبیل تذکرہ ابوالبشر نے فرّا سے چند سوالات متعلقہ نحو و لغت کے جواب باصواب پاکر انہوں نے مامون کی خدمت میں حاضر ہو کر فرّا کا ذکر خیر کیا۔ مامون نے فرّا کو اپنے دربار میں بلایا اور آپ کی فکاہت و ذہانت و تبحر علمی سے اتنا متاثر ہوا کہ اپنے دو صاحبزادوں کی تعلیم کے لئے آپ کے سپرد کر دیا۔ یہ دونوں صاحبزادے فرّا کے زیر تربیت علاوہ علوم ظاہری کے علم الاخلاق سے بھی آراستہ و پیراستہ ہو گئے۔ چنانچہ ایک روز فرّا کسی ضروری کام کے لئے اٹھے تو مامون کے دونوں بیٹے آپ کی نعلین اٹھانے کے لئے لپکے اور اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے آپس میں جھگڑ پڑے۔ آخر اس بات پر ان کا اتفاق ہوا کہ دونوں ایک ایک جوتا اٹھاکر استاد کے سامنے رکھیں۔ مامون کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو فرّا کو بلاکر ان سے اس واقعہ کے متعلق استفسار کیا۔ فرّا نے کہا کہ اے امیر المومنین میں نے ان کو اس فعل سے روکنے کا ارادہ کیا تھا لیکن میں نے خیال کیا کہ ان صاحبزادوں کو کسی شرف و عزت کے حاصل کرنے سے کیوں روکوں اور جس بلندی و بزرگی کا شوق رکھتے ہیں اس سے کیوں منع کروں۔ سلسلہ کلام کو جاری رکھتے

(باقی برصفحہ ۶ کالم ۲)

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ - مورخہ ۱۲ر شوال المکرم ۱۳۷۲ھ | نمبر ۲۲

تبلیغی مراکز کا قیام

حضرت صاحب صدر اور دوسرے دوستوں کے غیر معمولی عطیہ جات

پیغام صلح مورخہ ۱۷ر جون ۱۹۵۳ء میں اخویم مولانا احمد یار صاحب ایم اے اسسٹنٹ سیکرٹری انجمن کی طرف سے "بلاد اسلامیہ اور ڈچ گیانا میں تبلیغی مرکز" کے عنوان سے ایک مجمل مضمون شائع ہو چکا ہے لیکن تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ الحاج حضرت شیخ میاں محمد صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو اللہ تعالیٰ نے ایک خطرناک حادثہ کے بعد ایک طویل علالت سے شفا عطا فرمائی اور شکر نعمت کے طور پر حضرت ممدوح نے رمضان شریف کے مبارک مہینہ سے اپنے زبردست تبلیغی اور تعمیری پروگرام کی ابتداء کی ہے تو تبلیغی مشن ڈچ گیانا اور بلاد اسلامیہ میں قائم کئے ہیں جن کے لئے محترم جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی اور محترم جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری نے اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا یہ ایثار اور قربانی سلسلہ کی تاریخ میں یادگار رہیں گی کہ انہوں نے کس طرح حضرت صاحب صدر کے ارشاد پر محض اللہ تعالیٰ کی خوشی اور رضا کو حاصل کرنے کے لئے اس عمر میں جوانوں سے زیادہ ہمت اور حوصلہ کے ساتھ اجنبی ممالک کی صعوبتوں اور تکلیفوں کی پروا نہ کرتے ہوئے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ ان دونوں بزرگوں کا یہ نمونہ جماعت کے نوجوانوں کے لئے قابل تقلید ہے۔ مولانا عبد الحق صاحب ڈچ گیانا کی جماعت احمدیہ کی تنظیم کریں گے اور اس دور افتادہ جماعت کی تربیت روحانی اور اخلاقی معیار پر کریں گے اور جتنے غیر اسلامی مخاصمت وہاں کارفرما ہیں ان کا تنظیم اور روحانی قوت سے مقابلہ کریں گے یہ ایک عظیم الشان کام ہے احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی عطا فرمائے۔

جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری بلاد اسلامیہ خصوصاً مصر کے متعلق کافی معلومات رکھتے ہیں اور مصری مسلمانوں کے مزاج ذہن اور افتاد طبع سے واقف ہیں۔ اسلامی اور عربی علوم پر بھی عبور حاصل ہے اس لحاظ سے بلاد اسلامیہ کے لئے وہ نہایت موزوں بزرگ ہیں۔ وہاں تا دیانیوں نے حضرت بانئے سلسلہ اور تحریک احمدیت کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں ان کو دور کرنے اور سلسلہ احمدیہ کی صحیح تعلیمات کو پیش کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ جناب مصری صاحب اس نصب العین کے پیش نظر وہاں تبلیغی مرکز قائم کریں گے۔ احباب سلسلہ جناب شیخ صاحب کی کامیابی کے لئے حضور قلب سے دعا فرمائیں۔

حضرت صاحب صدر برٹش ایسٹ افریقہ کے لئے بھی ایک تبلیغی مرکز کا انتظام فرما رہے ہیں جو بہت جلد قائم ہو جائے گا۔ ان تین مشنوں کے علاوہ ہمارے نوجوان دوست کرمی محمد یحییٰ صاحب بٹ مولوی فاضل تبلیغی اغراض کے لئے بمبئی (بھارت) تشریف لے جا رہے ہیں وہاں قادیانی مبلغوں نے بہت غلط فہمیاں پیدا کرنی شروع کر دی ہیں ان کے ازالہ کی اشد ضرورت ہے۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمارے اس نوجوان اور مخلص مبلغ کو کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔

تبلیغی اغراض و مقاصد کے لئے روپیہ کی جو ضرورت پیش آتی ہے وہ احباب سلسلہ کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ اس ضمن میں بھی حضرت صاحب صدر نے **غیر معمولی مجاہدہ کیا ہے مبلغ -/۷۵۰۰ روپیہ کا عطیہ خود عنایت فرمایا ہے مبلغ -/۵۰۰۰ روپیہ کا عطیہ اخویم میاں شریف احمد صاحب ملز اونر لائلپور نے اور اڑھائی ہزار روپیہ کا عطیہ جناب میاں مولا بخش صاحب ملز اونر لائلپور نے حضرت صاحب کی تحریک** پر دیا ہے۔ یہ رقم انشاء اللہ بہت جلد انجمن کے خزانہ میں جمع ہو جائے گی۔ یہ کل پندرہ ہزار روپیہ بنتا ہے۔ اس کا ایک حصہ مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی کے سفر پر خرچ ہوگا۔ ایک حصہ شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری کے بلاد اسلامیہ کے سفر پر خرچ ہوگا اور ایک حصہ اخبار پیغام صلح پر خرچ کیا جائے گا ——— احباب سلسلہ کو یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوگی کہ حضرت صاحب صدر پیغام صلح کے معیار کو بہت بلند دیکھنا چاہتے ہیں اس کے لئے حضرت موصوف نے یہ عطیہ پیغام صلح کو عنایت فرمایا ہے جس کے لئے ہم ادارہ پیغام صلح اور قارئین پیغام صلح کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

صحت حاصل ہوتے ہی حضرت صاحب صدر نے یہ عظیم الشان تبلیغی اور تعمیری اقدام فرمایا ہے حضرت صاحب صدر کے پیش نظر ایک نہایت وسیع تعمیری سکیم ہے جس کو بروئے کار لانے کے لئے حضرت موصوف نے رمضان شریف کے مبارک مہینہ سے ابتداء کی ہے۔ اس سکیم کے تمام پہلو رفتہ رفتہ احباب سلسلہ کے سامنے آتے چلے جائیں گے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی جماعت اور قوم کی زندگی اور ترقی کا باعث تخلیق مقاصد تنظیم اور عمل ہیں۔ جو قوم اور جماعت حالات زمانہ کے مطابق متحرک نہیں اور مقاصد کی تخلیق نہیں کرتی اور ایک تنظیم اور مرکزیت کے ماتحت اپنے مقاصد اور پروگرام کو عملی جامہ نہیں پہناتی وہ کبھی دنیا میں زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ جو قومیں دنیا میں کارہائے نمایاں سرانجام دیتی ہیں اور قوموں کی اصلاح اور بہبود کا کام کرتی ہیں ان کے عزائم میں قوت اور اثبات ہوتا ہے ان میں نکتہ چینی کم اور عمل زیادہ ہوتا ہے، نکتہ چینی کرنے والے انتشار پھیلانے والے ہمدردوں کا لباس پہنکر قوموں کو گھن کی طرح کھا جاتے ہیں۔ کام کرنے والے اور نیک نیت لوگ خاموش اور فعال ہوتے ہیں ان کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ فضول باتوں میں اپنا وقت ضائع کریں۔ وہ کام کرتے ہیں، کام کرتے ہیں، کام کرتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ وہ کچھ نہیں جانتے اور نہ جاننا چاہتے ہیں۔

جماعت احمدیہ لاہور باوجود قلت کے اپنی ذہانت، محنت، دیانت اور تنظیمی خصوصیات کے باعث ممتاز اور دنیا میں نیک نام ہے۔ ہمیں اپنی ان خصوصیات کو ہر قیمت اور قربانی پر باقی اور زندہ رکھنا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری جماعت کے قلب و دماغ میں زندگی کے شرار ہے کام کے عزائم اور خلوص کے غیر معمولی احساسات اور جذبات موجود ہیں اور یہ جماعت مشکلات اور مصائب کے طوفانوں میں سے گذرتی ہوئی کام کرتی چلی جاتی ہے اور اشاعت اسلام کے بلند نصب العین کو فراموش نہیں کرتی ——— اب حضرت صاحب صدر نے جس عظیم الشان پروگرام کی ابتداء کی ہے جماعت کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے نہایت ایثار و خلوص کے ساتھ اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے میں مدد دے اور بزرگان سلسلہ اس کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ اس پروگرام اور نصب العین کے عمل میں آنے سے سلسلہ کی نہایت شاندار تاریخ مرتب ہوگی اور جو لوگ اس میں حصہ لیں گے وہ خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوں گے اور ان کے نام ہمیشہ باقی رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض کو محسوس کر کے انہیں عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے۔" (امیاطت) ●

"نوائے وقت" اور مرزا محمود احمد صاحب

معزز روزنامہ نوائے وقت صحت مند اور اعلیٰ صحافت کا علمبردار ہے۔ ایڈیٹوریل اور دوسرے مضامین اور خبروں کی تدوین و ترتیب کا جو بلند معیار اس روزنامہ نے قائم کیا ہے وہ اردو صحافت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مورخہ ۲۰ر جون ۱۹۵۳ء کے مقالہ افتتاحیہ میں "مرزا صاحب کا اعلان" میں محترم حمید نظامی صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو بعض مشورے بھی دیئے ہیں جو خلوص پر مبنی ہیں ایک مشورہ ہے:-

> " ان کی جماعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
> کو خاتم النبیین مانتی ہے اور اس عقیدہ
> سے ہم آہنگ ہے کہ محمد رسول اللہ کے
> بعد تشریعی یا غیر تشریعی ظلی یا بروزی
> نبی نہیں آئے گا۔ ہمارے خیال میں
> یہ اعلان ابہام کو دور کرنے میں کامیاب
> ثابت ہوگا۔"

حمید نظامی صاحب بڑے فاضل انسان ہیں ان سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ ظل اور بروز کے مسئلہ کو نہ سمجھے ہوں اور اولیائے کرام نے جو اصطلاحات اپنے مقام اور رتبہ کے لئے استعمال کی ہیں ان سے یہ ظاہر ہوں ظلی اور بروزی نبوت حقیقی نبوت نہیں ہے جیسا کہ ان اصطلاحات کے لغوی معنوں سے ہی واضح ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق مشورہ دینے کی کیا ضرورت تھی بلکہ انہیں یہ مشورہ دینا چاہیئے تھا کہ خلیفہ صاحب صاف اور نہایت واضح الفاظ میں اعلان کریں کہ بانئے سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا جو بنائے ایمان ہو اور جس کے انکار سے کوئی کلمہ گو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے۔ اس ایک فقرے سے سارا مسئلہ واضح ہو جاتا ہے اس کے بعد باقی مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنا مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنا اور عام مسلمانوں سے رشتہ ناطہ کرنا یہ ضمنی مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ یہ اصل اور بنیادی بات ہے جس پر زور دینا چاہیئے۔ انشاء اللہ پیغام صلح کی آئندہ اشاعت میں اس کے متعلق نہایت تفصیل سے لکھا جائیگا ●

اخبار احمدیہ

——— الحاج حضرت شیخ میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے متعلق مری سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ آپکو پہلے کی نسبت بہت افاقہ ہے۔ تھوڑا تھوڑا چلنا پھرنا بھی شروع کر دیا ہے۔ جملہ احباب اور بزرگان سلسلہ دعاؤں کو جاری رکھیں۔

——— حضرت امیر قوم حضرت مولانا صدر الدین صاحب بخیریت ہیں۔

سانحۂ ارتحال ملک اللہ محمد صاحب جہلم سے اطلاع دیتے ہیں:
"بابو عبد المنان صاحب کافی عرصہ سے اعصابی عوارض کے باعث صاحب فراش تھے چند دن ہوئے ان عوارض کے شدید حملہ سے وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو

وحدت نسل انسانی کی تعلیم اور اسلام

استحکام جماعت کے متعلق چند ضروری اور بنیادی باتیں

(حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ)

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله الخ - سورۃ الفتح آخری رکوع

اس رکوع کی پہلی آیت میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرے گا اور دوسری آیت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ والوں کا ذکر آتا ہے اور ان کی صفات بیان فرمائی ہیں۔

حضرت نبی کریم اور آپ کے صحابہ کی تین صفات

ان دونوں باتوں کا تعلق کیا ہے۔ دوسری آیت میں دراصل یہ بتانا مقصود ہے کہ غلبہ دین اسلام کا کن لوگوں کے ہاتھ پر ہو سکتا ہے، کیونکہ اس میں شبہ نہیں کہ یہ سب کام اسباب سے وابستہ ہیں جب یہ فرمایا کہ دین اسلام کو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ تمام دوسرے ادیان پر غالب آئے تو دوسری طرف یہ بھی بتا دیا کہ وہ کس قسم کے لوگ ہیں جن کے ہاتھ پر غلبہ مقدر ہے۔ محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله و رضوانا - یہاں رسول اللہ صلعم اور آپ کے ساتھیوں کی تین صفات بیان فرمائی ہیں۔

پہلی صفت اشداء علی الکفار

پہلی صفت ہے اشداء علی الکفار عام طور پر اس کے متعلق لوگوں کے دلوں میں غلط فہمی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کفار پر سختی کرنے والے۔ یہ صحیح نہیں بلکہ اس کے اصل معنی ہیں کفار کے مقابلہ میں مضبوطی کے ساتھ کھڑے ہونے والے - ان کے اندر قوت ہے وہ مضبوط ہیں کفار کے مقابلہ میں۔

دوسری صفت رحماء بینهم

دوسری صفت بیان فرمائی رحماء بینهم۔ آپس میں رحم کرنے والے ایک دوسرے کے آگے جھک جانے والے۔

تیسری صفت تعلق باللہ

تیسری صفت ان کی بتائی تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله و رضوانا۔ ان باہمی تعلقات کے علاوہ خدا کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ کبھی خدا کے سامنے جھکتے ہیں، رکوع میں جاتے ہیں کبھی سجدے میں گر جاتے ہیں۔ اس کا فضل اور رضا چاہتے ہیں۔

اسلام نے دنیا میں ایک نئی برادری بنا دی

اشداء علی الکفار رحماء بینهم کی صفت اپنے اندر کئی حکمتیں رکھتی ہے۔ پہلی بات جو اس میں غور طلب ہے یہ ہے کہ ان کو دنیا میں نئی قسم کا گروہ بنایا ہے۔ پہلے قومیں نسلی تعلقات کی وجہ سے بنتی تھیں۔ اور انہی تعلقات کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے پائے جاتے تھے۔ ایک قوم ایک قبیلہ، ایک نسل اور ایک خاندان کے باہمی تعلقات ہوا کرتے تھے لیکن یہ لوگ، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں خواہ وہ کسی قوم میں سے ہوں، اب ان کی ایک نئی برادری، نیا قبیلہ، نئی قوم بنتی ہے، خواہ وہ نسلاً کسی قوم یا قبیلہ میں سے نہ ہوں۔ اسلام میں آکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر ان کی ایک اور برادری بن گئی جس کے آپس میں اس سے کہیں بڑھ کر تعلقات ہوں گے جو نسلی تعلقات باہم پائے جاتے ہیں۔

اسلامی اخوت کی بنیاد

اس کے بالمقابل ایک دوسرا گروہ ہے، جو ان کو مٹانا چاہتا ہے۔ سو دوسری بات جو ان میں پائی جاتی ہے وہ اشداء علی الکفار رحماء بینهم کی صفت ہے۔ کوئی قوم دشمن کے مقابلہ میں مضبوط نہیں ہو سکتی، کامیاب نہیں ہو سکتی، جب تک رحماء بینهم کی صفت ان میں نہ ہو۔ یہ دونوں اشداء علی الکفار، اور رحماء بینهم لازم و ملزوم ہیں جس قوم میں باہم رحم نہیں، باہم محبت و اخوت نہیں۔ وہ دشمن کا مقابلہ مضبوطی کے ساتھ نہیں کر سکتی۔ بالفاظ دیگر جو قوم دشمن کے مقابلہ میں مضبوط ہونا چاہتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے رحماء بینهم کی صفت اپنے اندر پیدا کرے یہ دونوں باتیں اسلام کی اخوت کی بنیاد ہیں جو وحدت نسل انسانی قائم کرنے کے لئے آیا۔

وحدت نسل انسانی کا سبق صرف اسلام دیتا ہے

آج آپ دیکھتے ہیں کہ قوم پرستی کا جذبہ اتنا زوروں پر ہے کہ وحدت نسل انسانی کا سبق آج اسلام کے سوائے کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتا۔ اس قدر قوم پرستی دنیا میں سرایت کر چکی ہے کہ وحدت کے جذبہ کو دنیا توڑنے کے درپے ہے۔ آج تہذیب کے دلدادہ یہ سمجھتے ہیں کہ قومیت کے جذبہ سے وہ نسل انسانی کی خدمت کرتے ہیں۔ حالانکہ اس سے نسل انسانی کی وحدت باقی نہیں رہتی۔ فی الحقیقت یہ تخیل کہ تمام نسل انسانی ایک ہے قرآن پاک ہی میں پایا جاتا ہے کان الناس امة واحدة لوگ اس کے معنے کرتے ہیں کہ تمام لوگ ایک ہی قوم تھے، حالانکہ کان کا لفظ یہاں ماضی کے معنوں میں نہیں بلکہ حال کے معنوں میں ہے۔ جب ایک صفت کو لازم قرار دینا ہو تو کان کا لفظ استعمال کرتے ہیں جیسے کان الله غفورا رحیما تو اس کے معنی ہیں "تمام لوگ ایک ہی قوم ہیں"۔ اس تخیل کو اپنے سامنے رکھ کر دیکھو کتنا بلند تخیل ہے۔

وحدت نسل انسانی کے اسلامی تخیل کی کامیابی

دوسری طرف وہ لوگ جنہوں نے بلند سے بلند خیالات میں پرورش پائی ہے ان کا تخیل قومیت کی حدود تک ہی پہنچتا ہے۔ اس سے آگے قومیتوں کو جمع کرنے کی کوشش ہے جو وہ کر رہی ہیں۔ کبھی لیگ آف نیشنز بنائی جاتی ہے اور کبھی کوئی اور ایسا ہی سیاسی ادارہ قائم کیا جاتا ہے لیکن اسلام نے جو تخیل قائم کیا ہے اس سے جمع کرنے کی کوشش کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ خود بخود تمام قومیں ایک برادری میں منسلک ہو جاتی ہیں اسی لئے فرمایا جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا - قومیں اور قبیلے تو ہم نے بنائے ہیں لیکن اس کی غرض یہ نہیں کہ اس سے کوئی حد فاصل

بتا دی جا سکے۔

قوم پرستی کی خطرناک رَو

بعض لوگ مسلمانوں کو طعنے دیتے ہیں، کہ یہ کمیونل (فرقہ پرست) ہیں حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ آج کل دنیا کمیونل واقع ہوئی ہے اور صحیح قومیت جو نسل انسانی کی وحدت پر مبنی ہے صرف اسلام میں ہی پائی جاتی ہے۔ فی الحقیقت اسلام نے جو تخیل قائم کیا ہے، وہ فرقہ پرستی اور قومیت کی جڑوں کو کاٹنے اور تمام نسل انسانی کو ایک برادری میں لانے والا ہے ایک ہی مذہب ہے جو ان سب چیزوں سے بلند کرتا ہے۔

وحدت نسل انسانی کے بلند تخیل کو سامنے رکھو

نوجوانوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے سامنے کوئی بلند تخیل ہو۔ اگر ہمارے نوجوان اس تخیل کو جو اسلام نے قائم کیا ہے پیش نظر رکھیں تو وہ نسل انسانی کی بہت بڑی خدمت سرانجام دے سکتے ہیں۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں میں سے بھی بعض لوگ اس بلند ترین تخیل سے ہٹ کر آج قوم پرستی کی رو میں بہہ گئے ہیں، مولانا ابوالکلام آزاد بھی اسی قومیت کی رو میں بہہ گئے ہیں، حالانکہ یہ رو یا قومیت کا جذبہ تو کوئی چیز نہیں اس خیال کے بالمقابل جس پر اسلام نے ہمیں کھڑا کیا تھا یعنی وحدت نسل انسانی کا خیال پس ہمارے نوجوانوں کے سامنے ایک بڑا بلند ترین خیال ہے جو دنیا میں صلح اور آشتی، امن اور اتحاد قائم کرنے والا ہے۔ اس کے بالمقابل قومیت کا تخیل دنیا کے امن اور اتحاد کو مٹانے والا ہے جب ایک قوم کی دوسری قوم سے عداوت ہو اور الگ الگ قومیتیں ایک دوسری کو کھا جانے کے درپے ہوں تو دنیا میں امن کہاں رہا۔ اگر قوموں کا وجود اسی حد تک رہتا جس حد تک قرآن نے اسے تسلیم کیا ہے جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا۔ تو البتہ ایک بات بھی تھی لیکن آج دنیا کی قوم پرستی اس سے آگے نکل چکی ہے اور ہر قوم دوسری قوم کو کھا جانے کے درپے ہے۔

احمدیت کے سامنے اس وقت کیا کام ہے

احمدیت کے سامنے جو کام اس وقت ہے وہ دنیا میں اس بلند تخیل کو لے جانا ہے جو وحدت نسل انسانی پیدا کرنے اور اس ذریعہ سے امن و اتحاد قائم کرنے والا ہے۔ یہ جو قوم پرستی کا جال پھیلا ہوا ہے اس کے اندر وحدت نسل انسانی کے تخیل کو زندہ کر دینا یہ احمدیت ہی کا کام ہے۔

مسلمانوں کی کمزوری کا سب سے بڑا سبب

لوگ آج اس خیال کو بھول چکے ہیں، دوسرے

لوگوں میں تو یہ تخیل موجود ہی نہیں۔ خود مسلمان بھی اس قرآنی سبق کو بھول چکے ہیں کیونکہ وہ جو کہا تھا اشداء علی الکفار رحماء بینھم تو رحماء ہونے کے بجائے وہ آج ایک دوسرے کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان دوسروں کے مقابلہ میں کمزور ہو رہے ہیں۔ خوب یاد رکھو کہ مسلمان کبھی اشداء علی الکفار نہیں بن سکتے جب تک رحماء بینھم نہ بن جائیں اور رحماء بینھم نہیں بن سکتے جب تک تکفیر کی بیماری ان کے اندر سے دور نہ ہو، یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ ایک ہی ہتھیار ہے مولویوں کے ہاتھ میں، ایک دوسرے کو کافر بنانا۔ یہ ہتھیار دراصل قوم کی جڑوں کو کاٹنے والا ہے۔ یہ بیماری اگر مسلمانوں میں سے دور ہو جائے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت و ہمدردی سے پیش آئیں تو آج وہ کفار پر بھاری ہو سکتے ہیں۔ اس لئے نسل انسانی کی بڑی بھاری خدمت یہ ہے کہ رحماء بینھم کے تخیل کو بلند کریں۔

نفاق پسندی اور تکفیر بازی کی وبا

ایک پیر صاحب ہمارے جلسہ پر آئے ہوئے تھے۔ وہ میرے پاس آئے انہوں نے کہا کوئی ایسی تدبیر سوچیئے جس سے مسلمانوں میں اتحاد ہو جائے۔ میں نے کہا آپ ہی کوئی صورت بتائیے۔ کہنے لگے مختلف لوگوں کو دعوت دی جائے کہ وہ اس امر کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں کہ مسلمانوں میں اتحاد کیونکر ہو سکتا ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ گذشتہ سال سالانہ جلسہ پر ایک خاص اجلاس ہم نے اسی غرض سے رکھا تھا کہ سب فرقوں کے نمایندے آئیں اور اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کریں کہ مسلمانوں میں اتحاد کیونکر ہو۔ لیکن ایک خاکساروں کے نمایندہ کے سوائے اور کوئی بھی نہ آیا۔ فی الحقیقت ان لوگوں میں سے جو ایک دوسرے کو کافر بنا رہے ہیں کبھی کو یہ خیال ہی نہیں آ سکتا کہ مسلمانوں میں اتحاد ہو۔ میں نے انہیں کہا آپ ذرا نکلئے اور کوشش کر کے مسلمان علماء سے اس موضوع پر مضامین لکھوایئے کہ مسلمانوں میں اتحاد کیونکر ہو سکتا ہے۔ میں اس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ ایسے تمام مضامین ایک کتابی شکل میں جمع کر کے شائع کر دیئے جائیں گے۔ لیکن نہیں کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ ان لوگوں کو تو اتحاد کا خیال بھی نہیں آ سکتا۔ جانتے ہیں کہ مسلمانوں میں اتحاد کے بغیر کوئی طاقت ہو نہیں سکتی لیکن پھر بھی اس کا نام نہیں لینا چاہتے۔ ان کے نزدیک تو اتحاد یہی ہے کہ فلاں فلاں فرقے کے لوگ کافر ہیں اور صرف ان کے اپنے معتقدین ہی مسلمان ہیں پس تمام مسلمانوں میں اتحاد کا خیال ان میں کیونکر پیدا ہو سکتا ہے تو مسلمانوں میں جب تک اتحاد پیدا نہ ہوگا وہ اشداء علی الکفار نہیں بن سکتے اور اشداء علی الکفار بننے کے لئے ضروری ہے کہ رحماء بینھم کی صفت ان میں پیدا ہو اور ایک دوسرے کی تکفیر چھوڑ کر ایک دوسرے کے مویداور ممد و معاون بن جائیں۔

آپس میں تعلقات محبت قائم کرو

اگر آپ بھی اپنے اندر قوت پیدا کرنا چاہتے ہیں تو آپس میں محبت پیدا کریں۔ ہمارے لیکچرار ہمارے اخبار نویس، ہمارے کارکن ان سب کو چاہیئے کہ رحماء بینھم کے نمونے اپنے اندر پیدا کریں اور جماعت میں اس صفت کو پیدا کرنے کی پوری کوشش کریں ہمارے سامنے صحابہ کے اندر اس قسم کے نمونے موجود ہیں ان کو لیں اور دیکھیں کہ کس طرح وہ ایک دوسرے سے تعلقات محبت قائم کرتے تھے، کس طرح ایک دوسرے کی معاونت کرتے تھے، دکھ درد میں شریک ہوتے اور ایک دوسرے کی کمزوریوں کو نظر انداز کر دیتے تھے۔

کینوں کو پرورش نہ کرو

فی الحقیقت اپنے بھائیوں کی کمزوریوں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بگاڑ پیدا کرنا بہت تکلیف دہ امر ہے۔ ایک دوسرے سے بگاڑ رکھنا ایسی بات ہے کہ اس سے کینہ کو پرورش ملتی ہے اور باہمی تعلقات بہت ناگوار ہو جاتے ہیں اس لئے کسی کے متعلق کینہ دل میں نہ رکھو اور ایک دوسرے سے محبت کرنا سیکھو۔ اگر تم دنیا میں اشداء علی الکفار بننا چاہتے ہو تو پہلے رحماء بینھم ہو۔ ایک دوسرے سے محبت کو ترقی دو اور دوسرے کی غلطی یا کمزوری پر اس سے بگاڑ پیدا نہ کرو۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد

حضرت مسیح موعودؑ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم حق پر بھی ہو تو اپنے بھائی کی غلطی کو معاف کر دو۔ اور سچے ہو کر جھوٹے بن جاؤ تاکہ تم میں تعلقات محبت ترقی کریں۔ حدیثوں میں ہے کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ بگاڑ رکھنا جائز نہیں۔

تعلقات محبت کو کشیدہ نہ ہونے دو

ہماری جماعت میں جب تک ایسی ایک دوسرے سے بگاڑ رکھنے والی باتیں نہیں آئی تھیں اس وقت تک اس میں ایک قوت اور روح موجود تھی اور جماعت کا قدم بہت آگے جا رہا تھا لیکن وہ تعلقات محبت اب کئی جگہ کشیدہ ہو گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم کمزور ہو گئے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اسی طرح آگے بڑھیں۔ جیسے حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں جماعت ترقی کرتی تھی اور ہر شخص بجائے خود ایک مبلغ تھا تو ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے عیبوں سے چشم پوشی کر کے باہم مل جل کر محبت و اخوت کے ساتھ کام کیا جائے اب بھی میں سمجھتا ہوں کہ ہماری جماعت پر اللہ کا بڑا فضل ہے کہ ہم سے وہ کام لے رہا ہے کہ جن کی بڑی بڑی جماعتوں کو توفیق نہیں۔

عملی نمونہ قائم کرو

اگر اور زیادہ فضل اور احسان کے جاذب بننا چاہتے ہو تو ایک دوسرے سے تعلقات اخوت و محبت کو بڑھاؤ۔ اور باہم مل کر اپنے نمونہ سے جماعت کو ترقی دو۔ ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان اٹھیں اور عملی کام کریں۔ لیکچروں اور تقریروں سے کام نہیں ہوتا جب تک عمل کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وحدت نسل انسانی کا کام وعظوں سے ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں اسلام نے اس کے لئے عملی صورتیں پیدا کی ہیں۔

اپنے بھائیوں کیلئے دل میں تڑپ پیدا کرو

چاہیئے کہ اپنے بھائیوں کے لئے دل میں تڑپ پیدا کی جائے۔ آپ کے دل میں تو کفار کے لئے بھی تڑپ ہونی چاہیئے کہ ان کو ہدایت کے رستہ پر لایا جائے چہ جائیکہ اپنے بھائیوں کے لئے تڑپ نہ ہو۔ جو شخص اپنے بھائی کے متعلق برے خیالات دل میں رکھتا ہے اسے سوچنا چاہیئے کہ اگر دوسرا بھی میرے متعلق ایسا خیال دل میں رکھتا ہو تو کیا اسے اچھا معلوم ہوگا۔

ایک زریں نصیحت

اس لئے حدیثوں میں بار بار متنبہ کیا گیا ہے کہ دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرو جو اپنے لئے چاہتے ہو۔ لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اگر تم اپنے لئے پسند کرتے ہو کہ کوئی تمہاری بدگوئی کرے تو بیشک تم بھی دوسروں کی بدگوئی کرو۔ لیکن جب تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے تو دوسروں کی بدگوئی کیوں کرتے ہو۔

عیب جوئی کو چھوڑ دو

اس سے بھی بڑھ کر میں کہتا ہوں۔ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ میرے بھائی نے مجھ پر زیادتی کی ہے تو چاہیئے کہ اسے چھوڑ دے۔ ہمارے سامان چیزوں کو بھلا دینا چاہیئے، جھک کر جھگڑ کر کے ایک دوسرے کے دل میں اپنی محبت پیدا کرو میں نے باہر جا کر دیکھا ہے جہاں جہاں جماعت کو کمزوری پہنچی ہے کہ آپس میں محبت نہیں اور ایک دوسرے کی عیب جوئی بڑھ گئی ہے اس عادت کو ترک کرنا چاہیئے۔ اور اگر بالفرض ہمارے اندر کوئی جھگڑا ہو بھی تو خدا کے کام کے لئے اس کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور اگر کوئی شخص چھوڑ نہیں سکتا۔ تو کام میں حارج نہ ہو۔

احباب جماعت سے توقع

میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے دوست اس بات کو اب اچھی طرح سمجھ لیں گے۔ اور کسی طرح پر ہو۔ کوئی ایسی بات پیدا نہ ہونے دیں گے جو جماعت کے تعلقات محبت کو کمزور کرنے والی ہو۔ بلکہ ان تعلقات کو استوار کرنے کی کوشش کریں گے۔ تاکہ ہمارا قدم کفر کے بالمقابل مضبوط ہو جائے اور ہم اس کام کو جو مجدد وقت نے ہمارے سپرد کیا ہے، اچھی طرح سر انجام دے سکیں۔

اعلان

جملہ احباب کی خدمت میں اطلاع دی جاتی ہے کہ تبلیغی کلاس یکم جولائی ۱۹۵۳ء سے شروع ہو رہی ہے۔ جو نوجوان خدمت دین کیلئے زندگی وقف کرنا چاہتے ہیں وہ فوراً درخواستیں مقامی جماعت کے سکرٹری کی سفارش کے ساتھ مندرجہ ذیل پتہ پر بھجوا دیں درخواست میں عمر اور تعلیمی قابلیت کا ذکر ضرور کریں نیز یہ بھی کہ شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ۔ جو احباب عربی اور عربی زبان کے ساتھ مس رکھتے ہوں ان کو ترجیح دی جائے گی۔

احمد یار۔ اسسٹنٹ سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

خلیفہ صاحب قادیان کا بیان

(روزنامہ المصلح کراچی ۱۸ جون ۱۹۵۳ء)

ہمارے عقائد

ہم اس دنیا کا بادشاہ قادر مطلق لاثانی اور لاثانی اللہ تعالیٰ کو سمجھتے ہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ صرف اسلام اللہ تعالیٰ کا سچا دین ہے۔ اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے اور اس میں فرشتوں، آسمانی صحیفوں، بعثت انبیا، بعث بعد الموت اور تقدیر خیر و شر کا جس طرح ذکر آیا ہے وہ سب حق اور درست ہے اور ہم اس پر کامل یقین رکھتے ہیں۔

ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں کا سردار سمجھتے ہیں اور خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ آپ پر نازل شدہ شریعت بنی نوع انسان کے لئے آخری شریعت ہے جسے کوئی انسان تبدیل ہی نہیں کر سکتا بلکہ خود خداوند کریم نے بھی اسے تبدیل نہ کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ شریعت محمدیہ کا کوئی حکم قیامت تک منسوخ نہیں ہوگا۔ اور اس کا ہر حکم شرائط کے مطابق قیامت تک قابل عمل رہے گا۔

قرآن مجید کے بعد ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت متواترہ اور احادیث صحیحہ کی پابندی اپنے اوپر لازمی اور ضروری سمجھتے ہیں اور اس سے ذرا بھی انحراف کو گناہ سمجھتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام و اہل بیت اطہار کو تعلیمات قرآنی اور اخلاق محمدی کے مطابق ایک اعلیٰ اسوہ سمجھتے ہیں۔ جو شخص ان کے طریق سے منحرف ہوتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے راستہ سے منحرف ہوتا ہے۔

ہم وہی نماز پڑھتے ہیں اور وہی روزے رکھتے ہیں۔ اور وہی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ وہی حج ادا کرتے ہیں۔ اور اسی قبلہ کو تمام مسلمانوں کا مرکز مانتے سمجھتے ہیں۔ جو قرآن مجید سنت رسولؐ و احادیث نبوی اور اقوال صحابہ سے ثابت ہے۔

ہم خود بھی امت محمدیہ میں شامل ہیں اور سلسلہ احمدیہ کے بانی بھی اسی امت میں شامل تھے وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے تھے۔ اور ہم احمدی بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کا کلمہ نہیں پڑھتے۔ جو شخص ایسا نہ کرے وہ ہمارے عقیدے میں قرآنی تعلیم کے خلاف عمل کرنے والا اور اسلام سے انکار کرنے والا ہے۔

ہم ہر کلمہ گو کو امت محمدیہ کا جزو سمجھتے ہیں

ہم ہر اس شخص کو امت محمدیہ کا فرد اور جزو قرار دیتے ہیں جو کلمہ طیبہ پڑھتا ہے، اور کعبہ مکرمہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہے۔

ہم تمام بنی نوع انسان کی ہمدردی اور خدمت کو اور خصوصاً تمام مسلمانوں کی ہمدردی اور خدمت کو خواہ وہ کسی ملک میں رہتے ہوں یا کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ہم اس پر ہمیشہ عمل کرتے آئے ہیں۔ اور ہمیشہ عمل کرتے رہیں گے۔ ہماری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ عام انسانوں سے عموماً اور تمام مسلمانوں سے خصوصاً خوشگوار اور روادارانہ تعلقات رکھیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم آئندہ بھی ایسا ہی کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ اور ہر قسم کے فتنے سے بچیں گے اور کوشش کریں گے کہ ہماری کسی غلطی کی وجہ سے طبائع میں اشتعال پیدا نہ ہو۔

جماعت احمدیہ سیاسی جماعت نہیں ہے

ہم سیاسی جماعت نہیں اور من حیث الجماعت سیاست سے بچے رہنا پسند کرتے ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ من حیث الجماعت وہ ہمیں ان امور سے بچائے رکھے تاکہ اس دور میں جبکہ عام طور پر دنیا دین کو چھوڑ رہی ہے ہمیں اسلام کی خدمت کی توفیق ملتی رہے۔ اور غیر مسلم اقوام کو اسلام کی طرف لانے کا کام ہم سے سر انجام پاتا رہے۔

حکومت اور ملک کو مضبوط کرنا ہمارا اصول ہے

جماعت احمدیہ کا اصول ہے کہ حکومت اور ملک کو مضبوط کیا جائے اور مسلمانوں کے فرقوں میں مودت اور یگانگت پیدا کی جائے۔

قرارداد مقاصد متعلقہ دستور اساسی پاکستان یا آئندہ فیصلہ جات دستور اسلامی پاکستان میں جو اساسی اصول منظور ہو چکے ہیں یا ہوں ان کو نظر انداز کئے بغیر ہم سمجھتے ہیں کہ ان دنوں ملک میں جس قسم کی تشویش و شورش پیدا کر دی گئی ہے اسے دیکھتے ہوئے جماعت احمدیہ کے لئے بھی ضروری ہے۔ کہ وہ کوئی ایسا قدم اٹھائے جو طبیعتوں میں سکون پیدا کرنے اور اشتعال ٹھنڈا کرنے میں ممد ہو۔

تحریر و تقریر میں انتہائی نرمی اختیار کی جائے

پس ہم جماعتہائے احمدیہ اور افراد جماعت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ

(۱) جماعتی جلسوں کو اپنی مساجد یا اپنے ہال یا کرایہ پر لئے ہوئے ہال یا اپنے پرائیویٹ احاطوں یا کرایہ پر لئے ہوئے احاطوں تک محدود رکھیں تاکہ کسی قسم کے اشتعال کا موقعہ پیدا نہ ہو۔

(۲) جہاں پبلک جلسوں کی ضرورت پیش آ جائے (اور اگر حکام کی طرف سے اجازت کی ضرورت ہو اور اجازت مل جائے) تو ایسے جلسوں میں متنازعہ عقائد کو زیر بحث نہ لایا جائے اور کسی ایسے طریق کو روا نہ رکھا جائے جس کے نتیجہ میں فتنہ اور اشتعال پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ بلکہ تمام مواقع پر تقریر و تحریر میں انتہائی نرمی اور شفقت اختیار کی جائے اور اعلیٰ اخلاق، شرافت، مروت، رواداری اور محبت کے طریق کو مدنظر رکھتے ہوئے خیالات کا اظہار کیا جائے

(۳) اس عرصہ میں پاکستان کے اندر مباحثہ اور مناظرہ کے طریق کو بالکل بند کر دیا جائے۔ جماعتہائے احمدیہ اور افراد جماعت اس امر کی پوری احتیاط کریں کہ مسلمانوں کے دیگر فرقوں کے ساتھ متنازعہ عقائد پر مباحثہ اور مناظرہ نہ کیا جائے۔ اور تبدیلی عقیدہ کی غرض سے جماعت کی طرف سے کوئی اقدام نہ کیا جائے۔ اس کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ جماعت کی طرف سے اخبارات رسائل اور کتب میں احمدیہ عقائد کی تشریح اور توضیح پر کوئی روک ہوگی یا اعتراضات کا مناسب جواب نہ دیا جائے گا۔ لیکن کوئی فرد کسی کو ان کی خریداری یا مطالعہ پر مجبور نہیں۔ ایسے ہی نہ یہ مراد ہے کہ شخصی گفتگو میں سوال کے جواب میں عقائد کی وضاحت سے پرہیز کیا جائے۔

سرکاری ملازم حکومت کی ہدایات کی پوری پابندی کریں

سرکاری افسروں اور ملازمین پر خصوصیت سے ان ہدایات کی پابندی لازم ہے۔ جو حکومت کی طرف سے ان کے متعلق جاری ہوں اور جن امور میں ان پر حکومت کی طرف سے پابندی عائد کی جائے ان کی تعمیل میں سر مو فرق نہ آنا چاہیئے۔ ایمان اور دیانت کا یہی تقاضا ہے کہ جب کوئی شخص حکومت کی ملازمت اختیار کرتا ہے۔ تو ملازمت کا قبول کرنا ہی اس کی طرف سے یہ اقرار ہوتا ہے کہ وہ اپنے فرائض کو دیانت کے ساتھ ادا کرتا رہے گا۔ اور حکومت کی جاری شدہ تمام ہدایات کی پوری پابندی کرے گا۔ اس عہد کی خلاف ورزی اسے حکومت کی طرف سے بھی قابل مواخذہ بناتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے روبرو بھی وہ جوابدہ ہوتا ہے اور اپنے ایمان اور تعلق باللہ کو خطرے میں ڈالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کا اور امت محمدیہ کا حافظ و ناصر ہو، اور ہمیں اس راستے پر قائم رکھے جو اس کی رضا کا راستہ ہے۔ آمین۔

آسمان علم کے درخشندہ ستارے

(بقیہ از صفحہ ۲ کالم ۴)

ہوئے۔ فرا نے کہا کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن عباسؓ نے باوجود بوڑھا ہونے کے حضرت امام حسینؓ و حسنؓ دونوں کی رکاب کو تھامے ہوئے حاضرین واقعہ نے کہا کہ اے ابن عباس باوجود بزرگی کے آپ ان دونوں کی رکاب تھامے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عزیز اہل فضل کی قدر و قیمت اہل فضل ہی جانتے ہیں۔

مامون فرا کی اس گفتگو سے اس قدر خوش ہوا کہ انہیں دس ہزار درہم اور دونوں لڑکوں کو بیس ہزار درہم انعام دیئے اور کہا کہ فرا آپ نے انہیں بہت اچھا ادب سکھایا ہے۔

خطیب کا بیان ہے کہ امام محمد بن حسن فقیہ فرا کے خالہ زاد بھائی تھے ایک روز دوران گفتگو میں امام محمد نے کہا کہ آپ نے نحو اور عربی میں تو کمال پیدا کیا مگر فقہ کی طرف آپ نے بالکل توجہ نہیں فرمائی۔ امام محمد نے برائے امتحان فرا سے سوال کیا کہ ایک شخص نے نماز میں سہو کیا اور جب وہ سجدہ سہو نکالنے لگا تو اس نے اس میں بھی سہو کیا اب وہ کیا کرے؟ فرا نے جواب دیا کہ اس کے متعلق اس پر کچھ لازم نہیں آتا۔ امام محمد نے دلیل پوچھی تو فرا نے جواب دیا کہ ہمارے نزدیک تصغیر کی تصغیر نہیں ہوتی چونکہ سجدہ سہو نماز کا متمم ہے اور متمم کا متمم کبھی نہیں ہوتا۔

امام محمد نے کہا کوئی عورت تجھ سا فہیم و عقیل لڑکا نہ جنے گی۔ فرا امام کسائی کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ حالانکہ فرا کسائی سے بڑھ کر عالم تھے۔

کہتے ہیں کہ فرا کی تصنیف تین ہزار اوراق پر لکھی ہوئی تھی۔ ۲۰۷ھ میں ..... ۶۳ سال کی عمر پا کر راہی ملک بقا ہوئے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

مکتوبات

(۱)

مکرم معظم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

قبل ازیں میرا ایک مضمون غالباً اپریل میں میرے ڈاکہ کے متعلق چھپ چکا ہے۔ آج میں آپکو ایک خوشخبری سناتا ہوں - مورخہ ۳۱/۵/۵۳ کو میں اپنے گھر بیٹھا تھا کہ شام کے وقت ایک آدمی نے آکر مجھے پیغام دیا کہ آپ دیگراں آویں دیگراں تحصیل مانسہرہ میں ہے - صبح میں گڑھی حبیب سے مانسہرہ دیگراں پہنچا رات اپنے مہربان کے پاس ٹھہرا جن کا نام ان کے منع کرنے پر میں بیان تحریر نہیں کرسکتا - رات سلسلہ گفتگو میں انہوں نے فرمایا کہ یہاں ایک مصلی فیض عالم نام کا نوسالہ بچہ کنوئیں ہرٹ کے چکر میں آکر نیچے دب کر بڑی عبرتناک موت سے ۲۵/۵/۵۳ کو ہلاک ہوا بچے کی نانی نے گھر میں کہا کہ اگر ظالموں تم سید کے گھر ڈاکہ نہ ڈالتے تو میرے نواسے کی ایسی موت واقع نہ ہوتی، پڑوس کی کسی عورت نے یہ بات سنی اور اس نے مجھ تک پہنچائی اور مزید کہا کہ ان کے گھر بہت اعلےٰ قسم کے کپڑے اور ساڑیاں ہیں خیر صبح ہم اٹھے مسجد میں نماز ادا کی مصلی کے گھر کے نزدیک سے گذرے گاؤں کے مکانوں کے صحنوں کی دیواریں اکثر چھوٹی ہوتی ہیں۔ میں نے مصلی کی عورت کے پاؤں میں اپنی اہلیہ کے سنڈل جو میں نے کمخواب کے کپڑے کے پشاور سے بنوائے تھے دیکھ لئے میں واپس ہوا اور اپنے مہربان میزبان کو اطلاع دی کہ میرا مال مسروقہ یہیں ہے پھر میں علی الصبح دیگراں سے مانسہرہ تھانہ آیا وہاں سے گڑھی حبیب اللہ تھانہ جو کہ وائیل ہے فون کیا چنانچہ سب انسپکٹر صاحب غلام حیدر خان صاحب معہ پولیس خود مانسہرہ آگئے دیگراں علاقہ تھانہ مانسہرہ میں ہے چنانچہ خانصاحب مذکور نے D.S.P صاحب مانسہرہ کے سامنے مجھ کو پیش کیا - میں نے تمام حالات سنائے - D.S.P صاحب نے مزید پولیس معہ A.S مانسہرہ کے ہم کو دیگراں روانہ کیا - دیگراں پہنچکر ہم نے فیض عالم مصلی کے گھر کی تلاشی لی - میرا سامان، گھر کے کپڑے بچوں کے علاوہ میرے کپڑے دو شاڑیاں ان کے گھر سے نکلیں ملزم کی عورت نے جرم کا اقبال کیا اور اس کے خاوند کے بتانے پر اس نے معہ اپنے خاوند مصلی کے ۵ ملزم بتائے چار مانسہرہ کے مصلی ان کی تلاشی بھی لی گئی ایک چور کے گھر سے میرے بچے کی ٹوپی برآمد ہوئی -

ملزم فیض عالم مصلی نے پولیس کے آگے جرم کا اقبال کیا اور دو ملزم حسین شاہ اور یعقوب ساکن پیراں بھی بتائے چنانچہ ہم پیراں پہنچے پولیس نے بڑی ہوشیاری سے ملزموں کے گھروں کا محاصرہ کرلیا - تلاشی شروع ہوئی ان کے چار مکان تھے ۹ گھنٹہ تک تلاشی ہوتی رہی اور میرا مال نکلتا رہا - اس وقت میرے مالک حقیقی رحیم وکریم خدا نے وہی نقشہ جو چوروں نے میں میرے مکان پر درہم برہم کرکے مال لیکر چلے گئے تھے اور میرے اقربا باندھے ہوئے تھے دکھایا اب ملزمان میرے سامنے ہتھکڑیوں میں باندھے ہوئے تھے ان کا سامان درہم برہم کرکے میں نے اپنا سامان کپڑے وغیرہ علیحدہ کرلیا تھا اس نقشہ کو دیکھکر جو ہو بہو تھا الحمد اور استغفار پڑھ رہا تھا اور قرآن پاک کی آیت ولله الطاف خفیاً - پکار رہا تھا -

اس وقت تک سات ملزم گرفتار ہو چکے ہیں جن کے قبضہ سے میرا مال وکپڑہ تقریباً ڈھائی تین ہزار روپیہ کا برآمد ہوچکا ہے - کل ملزم ۱۴ تھے - مزید انکشافات کی اللہ تعالےٰ سے امید ہے - اس معاملہ میں جماعت کے بزرگوں نے اور غیر از جماعت دوستوں نے خلوص دل سے میرے لئے کامیابی کی دعائیں کیں اور بعضوں نے میری طرف امدادی رقومات بھیجیں اور اپنے پتے میری طرف نہیں لکھے بعضوں کو میں نے شکریہ کے خطوط ارسال کئے ہیں - اب میں بذریعہ اخبار پیغام صلح ان تمام بزرگان سلسلہ وغیر سلسلہ بھائیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور مزید دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ مجھے کامیاب کرے اور میرے لئے بہتر رزق کا وسیلہ کرے - جس کیلئے میں کوشاں ہوں - والسلام

سید عبدالحی ولد سید میر منور شاہ گیلانی

ضلع ہزارہ

(۲)

ماہوار چندہ کیلئے اپیل

برادران مکرم -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' -

گذشتہ ماہ کی آٹھ تاریخ کو میں نے جناب مولانا مرتضےٰ خان صاحب سے ان کے ریٹائر ہونے پر دفتر تحصیل کا چارج لیا - حساب کے رجسٹر دیکھ کر مجھے بیحد مسرت اور اطمینان حاصل ہوا مسلمان قوم کی گراوٹ کا باعث امرائے قوم کے بیجا مصارف اور مشاغل ہوتے آئے ہیں - اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ ہماری جماعت کے بڑے بڑے اصحاب میں باوجود کثرت اموال کے اسلام کے لئے قربانیاں کرنے کا بہت جذبہ ہے متوسط الحال اور غربا بھی خدمت اسلام میں مال خرچ کرنے کا بہت شوق رکھتے ہیں -

انجمن نے فراہمی چندہ کے لئے کچھ انتظام کر رکھا ہے - اور یہ بڑے اطمینان کی صورت ہے کہ اکثر جماعت ہائے میں سیکرٹری صاحبان خود نہایت باقاعدگی کے ساتھ احباب سے چندہ وصول کرکے مرکز میں بھیج دیتے ہیں - اللہ تعالےٰ ان کو بہت بڑی جزا دیوے -

میں احباب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ اپنے بقایا جات ادا کرنے کی طرف خاص توجہ فرماویں میں امید کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو ماہ جولائی کے آخر تک ہر ایک جگہ سیکرٹری صاحبان کے پاس یا مبلغین حضرات کے پاس بقایا کی فہرستیں پوری تفصیل کے ساتھ پہنچ جائیں گی

آخر میں پھر احباب کی خدمت میں عرض ہے - کہ وہ محصل صاحب - سیکرٹری صاحب یا مبلغ صاحب کے مطالبہ کا انتظار نہ فرمایا کریں - اس سے محبت اور عقیدت جو بفضل ایزدی ہمارے دلوں میں اسلام کے لئے ہے پر کچھ حرف آتا ہے احباب کرام ہر مہینہ کی پہلی تاریخ یا ہر مہینہ کے پہلے جمعہ کے دن اپنا چندہ ادا کردیا اپنے خاص فرائض کی فہرست میں اونچے مقام پر شامل کرلیویں - اللہ تعالیٰ ہم سب کو محبت اور ولولے کے ساتھ اسلام کا نام بلند کرنے کے لئے ہر ایک نوع کی قربانیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین -

خاکسار

احمد حسن - افسر تحصیل

۱۷/۶/۵۳

(۳)

لائل پور - ۲۰ جون ۱۹۵۳ء

بصیغہ رجسٹری

محترمی ایڈیٹر صاحب "نوائے وقت" لاہور سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' -

نوائے وقت ۱۲ جون ۱۹۵۳ء کے شمارہ میں آپ کا ایڈیٹوریل بعنوان "مرزا صاحب کا اعلان" نظر سے گذرا - جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے اور جس جذبہ سے تحریر فرمایا ہے - وہ درست اور قابل ستائش ہے - خدا کرے اس سے وہ نتائج پیدا ہوں کہ جن کے آپ متمنی ہیں - اور ایک ایک کرکے امت محمدیہ کی تفرقہ بازیوں کا سلسلہ ختم ہو - لیکن ایک بنیادی امر کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں - آپ فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب کو غیر مبہم الفاظ میں یہ اعلان کرنا چاہیئے کہ ان کی جماعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتی ہے - اور اس عقیدہ سے ہم آہنگ ہے - کہ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد تشریعی یا غیر تشریعی، ظلی یا بروزی نبی نہیں آئے گا -

مندرجہ بالا تحریر سے یہ مترشح ہوتا ہے - کہ گویا ظلی اور بروزی نبوت بھی در اصل نبوت کی کوئی قسم ہے - حالانکہ اسلامی نظریات اور اصطلاحات کے پیش نظر نبوت کی کوئی قسم ہی نہیں سوائے ایک کے - جو آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی - اب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت تا قیامت مسدود ہے - البتہ ہر مسلمان کو آقائے نامدار کے رنگ میں رنگین ہونے کی تلقین کی گئی ہے - اور غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکوٰۃ محمدیہ سے منور ہونے میں کمال حاصل کیا ہے - یہ تنویر بطور ظل اور بروز کے ہے - اور یہ جھلک ہر مومن کے ہر خادم میں اپنی اپنی استعداد کے مطابق موجود ہے - بالخصوص وہ اولیاء کرام جو فنافی الرسولؐ کے مقام تک پہنچے - نہ یہ کہ خود اس نور سے منور ہوئے بلکہ انہوں نے دوسروں کو بھی منور کردیا - اس اکتساب نور کے باوجود ان کا اصل مقام ولایت ہے - پس ظلی نبوت کو اس طرح بیان کرنا کہ گویا وہ نبوت کی کوئی قسم ہے - درست نہیں - بلکہ اس قسم کے خطابات اولیاء اللہ کے مدارج کے لحاظ سے بطور اعزاز کے ہوتے ہیں - اور ولایت کی اقسام میں شامل ہیں - نہ کہ نبوت کی - نبوت کی تو صرف ایک ہی قسم ہے - جو حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوکر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ؟

پس میرے نزدیک مرزا صاحب سے اس اعلان کا مطالبہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ظلی یا بروزی نبی نہیں آئے گا - اسلامی نظریات اور اصطلاحات کی رو سے درست نہیں ہے - اس سے اصل مقصد یعنی نبوت کی نفی نہیں ہوتی - بلکہ ولایت کی نفی ہوتی ہے - نبی نبی ہی ہے - اس کے ساتھ ظل اور بروز کے الفاظ کا اضافہ بے معنی اور بجائے تکریم کے تحقیر ہے - البتہ ولی کے لئے ایسے خطابات ہیں ایک اعزاز ہے - پس مرزا صاحب سے حسب ذیل اعلان کرنے کا مطالبہ کرنا چاہیئے کہ :-

اُن کی جماعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان معنوں میں نبی مانتی ہے - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں - ان کی نبوت کا دامن قیامت تک وسیع ہے اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا -

فقط

عبدالرب خان برہم

لائلپور

ہمارے برہم صاحب نے ایک خط مدیر نوائے وقت کو تحریر کیا اور اس کی ایک نقل اخبار پیغام صلح میں شائع کرنے کیلئے روانہ کی جو یہاں درج ہے ●

میاں ممتاز دولتانہ

ایک نفسیاتی تجزیہ

پروفیسر محمد سرور

شاید مئی ۱۹۴۸ء کا ذکر ہے پنجاب میں خان ممدوٹ کی وزارت برسر اقتدار تھی اور سردار شوکت اور میاں ممتاز دولتانہ اس میں دو اہم وزیر تھے۔ ایک صاحب خیر سے پنجاب اسمبلی کے رکن ہیں مجھے "المنار" لے گئے۔ "المنار" اور اس کے مکین مالک کو میں نے اس وقت پہلی بار دیکھا اور میاں دولتانہ کی پورے دو گھنٹے باتیں سننے کا اتفاق ہوا۔

میاں صاحب کی اس وقت خان ممدوٹ سے چل گئی اور قائد اعظم مرحوم کی کوششوں کے باوجود اس میں مصالحت نہ ہوسکی تھی اور خیال تھا کہ ایک آدھ ہفتے میں موصوف ممدوٹ کابینہ سے مستعفی ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا میاں دولتانہ نے ممدوٹ کابینہ سے استعفیٰ دے دیا اور اپنے ساتھ وہ سردار شوکت حیات کو بھی لے مرے۔

میاں دولتانہ کے اصل مخاطب میرے ساتھی تھے میں تو محض "تاریخ عمل" کی حیثیت سے وہاں بیٹھا اور ان کی باتیں سنتا رہا۔ میاں صاحب نے بہت باتیں کیں اور ہر موضوع پر دل کھول کر باتیں کیں۔ انہوں نے اپنے کسی مخالف کے متعلق چھوٹی بات نہ کہی۔ میاں افتخار کا ذکر تو اپنے ایک سیاسی گرو کی حیثیت سے ذکر کیا۔ خان ممدوٹ کی سستی اور سہل انگاری اور ان کی اپنی کوئی رائے نہ ہونے کی شکایت کی۔ لیکن اس شکایت میں عزت و احترام کا پہلو تھا۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب کی ایڈمنسٹریشن کا وقار تقریباً ختم ہوگیا ہے اور اس وقت جو اس کا تھوڑا بہت بھرم ہے وہ انگریز کے زمانہ کی یادگار ہے جو زیادہ دیر پا نہیں۔ میاں دولتانہ نے اس وقت کی اقتصادی آسودگی کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ محض عارضی ہے اور بہت کچھ اموال غنیمت کی رہین منت ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ چند سال بعد یہاں کا مزارع زمیندار کی گردن ناپے گا اور اگر اسے زرعی اصلاحات کے ذریعہ مطمئن نہ کیا گیا تو پنجاب میں بڑے زوروں سے طبقاتی کشمکش شروع ہو جائے گی۔

میاں صاحب نے تحریک پاکستان کے بعض پہلوؤں پر بھی تنقید کی۔ انہوں نے کہا ہم نے اسے اس قدر مذہبی رنگ دے کر غلطی کی اور اب اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ موصوف نے مسئلہ کشمیر کا تجزیہ کیا اور شیخ عبداللہ کی بعض کوششوں کو سراہا اور تو اور انہوں نے دبی زبان سے مسلم لیگ کی مخالفت کی اور کہا کہ اس وقت جو بھی مسائل ہمارے پیش نظر ہیں وہ سب زیادہ تر معاشی اور سیاسی ہیں اور انہیں معاشی اور سیاسی اصولوں ہی سے حل کرنا چاہیئے۔

میاں صاحب کی اس طویل گفتگو کا دماغ پر اس وقت جو اثر بیٹھا وہ یہ تھا کہ موصوف بڑے ذہین اور پڑھے لکھے ہیں۔ زندگی کے یہ شعبے ان کی نظر ہے۔ معاشی اور سیاسی مسائل کو خوب سمجھتے ہیں۔ چیزوں کو دیکھنے کا انداز معروضی یعنی ہے جس کا کسی مسلم لیگی لیڈر میں ہونا معجزہ سے کم نہیں۔ باتیں خوب کرتے ہیں اور الجھے ہوئے موضوع کو سمجھا کر آسان زبان میں ادا کرنا انہیں خوب آتا ہے۔ عام مسلم لیگیوں کی طرح اپنی دلیل کو موثر بنانے کے لئے خواہ مخواہ اسلام، اسلامی کلچر، سکھوں اور ہندوؤں کے مسلمانوں پر مظالم کا ذکر نہیں کرتے اور زندگی کے ٹھوس مسائل کو سیاست اور معیشت کے ٹھوس اصولوں سے حل کرنے کے حامی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ان کا نقطہ نظر سیکولر ہے۔ جذباتی، ہنگامی اور عوام فریب نہیں اور ایک مسلم لیگی ہونے کے باوجود سکہ بند معنوں میں مسلم لیگی نہیں۔

اس ملاقات کے بعد میاں دولتانہ سے پھر کبھی اس نوعیت کی ملاقات نہیں ہوئی، زیادہ سے زیادہ ہوا بھی تو کبھی ان کو مسلم لیگ کونسل میں بولتے دیکھ لیا یا اخبارات میں ان کے مضامین یا بیانات پڑھ لئے یا پھر کبھی کبھار کسی صاحب کے ساتھ پانچ دس منٹ کے لئے ان سے الگ ملے اور ان کی باتیں سن لیں۔ ہاں ان کے دوستوں، ان کے ملنے والوں اور ان کے ساتھ کام کرنے والوں کی ان کے متعلق بڑی تفصیل سے باتیں سنیں اور سالہا سال تک سنیں اور ان سے میاں دولتانہ کی شخصیت کا جو خدوخال اور لہجہ متعین کیا ہے وہ یہاں نذر قارئین کیا جاتا ہے۔

ممدوٹ وزارت سے استعفیٰ

مئی ۱۹۴۸ء کا اواخر یا جون ۱۹۴۸ء کا آغاز ہوگا کہ میاں دولتانہ نے ممدوٹ کابینہ سے استعفیٰ دیا اور ان کے ساتھ سردار شوکت بھی مستعفی ہوگئے۔ ان دونوں حضرات کا خیال تھا کہ ان کے مستعفی ہونے پر پنجاب میں ایک ہنگامہ برپا ہو جائے گا اور پنجاب کے عوام کی طرف سے خان ممدوٹ سے مطالبہ ہوگا کہ یا تو ان کو واپس لو یا تم بھی جاؤ۔ لیکن اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی اور ان دونوں نے مستعفی ہونے پر جو بیان دیئے تھے لوگوں نے انہیں ایک کان سے سنا اور دوسرے کان سے نکال دیا۔ اور جہاں تک اخبارات کا تعلق تھا سوائے ایک کے جس کی آواز بالکل بے اثر تھی سب نے ان دونوں کے نکلنے پر فتح و مسرت کے شادیانے بجائے۔

عوام اور ان کے ساتھ خواص کی اس بے مہری سے دل شکستہ ہو کر میاں دولتانہ مری کی پہاڑیوں میں جا چھپے۔ اس زمانے میں بہت کم لوگ ان سے ملنے جاتے اور جو ان سے ملنے جاتے وہ ان کا بڑی گرمجوشی سے کرتے اور ان میں جو باتیں ہوتیں ان میں اکثر مسلم لیگ کی مخالفت کی جاتی اور اس کی جگہ کسی اور پارٹی کی داغ بیل ڈالنے کے منصوبے ہوتے۔

احرار سے پہلی ساز باز

میاں صاحب مری میں تشریف فرما تھے کہ ان کے کسی زمانے کے ساتھی چودھری عطاء اللہ جہانیاں نے لائل پور میں سیاسی کارکنوں کی ایک کنونشن بلائی جس میں مسلم لیگ کے نوجوان کارکنوں کے علاوہ شیخ حسام الدین مشہور احراری لیڈر اور بعض دوسرے بائیں بازو کے رکن مدعو تھے۔ لائل پور کے اس وقت کے مشہور مسلم لیگی لیڈر میر عبدالقیوم اس کنونشن کے صدر تھے۔ اس کنونشن میں چودھری جہانیاں نے ایک بڑا اچھا اور معقول THESIS پیش کیا جس میں موصوف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مسلم لیگ اپنی موجودہ شکل میں بیکار ہو گئی ہے اور اب ضرورت اس قسم کی تنظیم کی ہے جس کا خاکہ میں پیش کرتا ہوں۔

اس THESIS کا اسلوب فکر بالکل میاں دولتانہ کی ان باتوں سے ملتا جلتا تھا جو مجھے چند ماہ پہلے "المنار" میں ان کی باتوں سے خود سننے کا اتفاق ہوا تھا۔ یہ جہانیاں پارٹی کچھ عرصہ بڑی مستعد رہی۔ اس کے زیر اہتمام پنجاب میں دورے بھی کئے گئے جن کا مالی بار چودھری موصوف اٹھاتے رہے۔ دورے کرنے والوں میں شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین اور میر عبدالقیوم پیش پیش تھے۔

کچھ عرصہ کے بعد اچانک ایک دن سنا کہ میاں دولتانہ مری کی پہاڑیوں سے نیچے اتر آئے۔ صوبہ مسلم لیگ کی صدارت کے امیدوار بنے اور علامہ علاؤ الدین صدیقی کو ہرا کر مسند صدارت پر براجمان ہو گئے۔ ان کے صدر بننے کے بعد صدر بیچارہ دم بخود ہو کر رہ گیا اور اس کے ساتھ اس کی نئی پارٹی بھی دم توڑ کر رہ گئی۔

صدر منتخب ہونے کے بعد فوراً ہی میاں دولتانہ نے بظاہر تو پاکستان کی سالمیت اور کشمیر کے حصول کی خاطر مسلم لیگ میں نئی زندگی ڈالنے کی مہم شروع کر دی لیکن بباطن ان کا جو مقصد تھا وہ آگے بیان ہوگا۔

اس واقعہ پر ایک دو سال گذرنے کے بعد چودھری عطاء اللہ جہانیاں آپس کے دوستوں میں اکثر یہ شکایت کرتے سنے گئے کہ ممتاز کو دیکھو، مجھ سے کہا کہ مسلم لیگ کے خلاف کوئی جماعت بناؤ میں نے اس کے کہنے سے یہ جماعت بنائی لیکن وہ مجھے بتائے بغیر مسلم لیگ کا صدر بن گیا اور مجھے ایک ایسی وادی میں چھوڑ گیا جس کا راستہ آخرکار مجھے جیل خانے میں لے گیا اور مجھے سال ڈیڑھ جیل میں سڑنا پڑا۔

بہرحال یہ بات بالکل واضح ہے کہ جہانیاں نے ۱۹۴۸ء میں احراری زعماء سے جو رشتہ جوڑا تھا وہ میاں دولتانہ کے ایماء پر تھا اور اس کے لئے مرکزی سرمایہ بھی موصوف ہی کی طرف سے فراہم کیا گیا تھا۔ لیکن یہ کیوں؟ آیا لیاقت علی خان کو ڈرانے کے لئے تھا کہ مجھے منالو ورنہ پنجاب میں مسلم لیگ کے خلاف بغاوت ہو جائے گی۔ یا واقعی اس وقت میاں دولتانہ مسلم لیگ کو ختم کرنے کے حق میں تھے۔ اور وہ ایک نئی سیاسی پارٹی بنانے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ الغرض احرار سے مل کر اپنے مخالفوں کو خواہ وہ مرکز کے ہوں یا صوبے کے، مرعوب کرنے کا منصوبہ جس پر دولتانہ نے ۱۹۵۳ء میں عمل کیا موصوف کا پہلا تجربہ نہیں وہ ۱۹۴۸ء میں بھی اس پر عمل کر چکے ہیں اور اس دفعہ کی طرح پہلی بار بھی اس منصوبے میں چودھری جہانیاں ہی نے مہرۂ دلال کا کام دیا تھا اور اس کے ناکام ہونے کے بعد اس کی طرح چودھری صاحب جیل میں تھے اور میاں صاحب یورپ جانے کی بجائے مری کی شاداب فضاؤں میں سستا رہے تھے۔

مسلم لیگ کی صدارت

میاں دولتانہ مسلم لیگ کے صدر بن گئے اور صدر بننے کے بعد انہوں نے فوراً ہی پنجاب کے وزیر اعلیٰ خان ممدوٹ سے لڑائی چھیڑ دی۔ میاں صاحب خود تو وزیر اعلیٰ بن نہیں سکتے تھے کیونکہ ان دنوں مسلم لیگ کے عہدے دار قانوناً وزارت میں کوئی منصب قبول کرنے کے مجاز نہ تھے۔ انہوں نے ممدوٹ کے خلاف فیروز خان نون کو آگے بڑھایا اور ان کا نام لیکر ارکان اسمبلی کو توڑنے لگے۔ اب ایک طرف وہ نون کو وزیر اعلیٰ بنانے کے لئے ارکان اسمبلی سے جوڑ توڑ کر رہے تھے اور دوسری طرف بحیثیت صدر پنجاب مسلم لیگ وہ وزیر اعظم پاکستان پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ اسمبلی کے تمام ارکان معہ وزارت کے نااہل، اقربا پرور اور بدعنوانیوں کے مربی ہیں اس لئے ممدوٹ کابینہ کے ساتھ پنجاب اسمبلی کو بھی توڑ دینا چاہیئے۔ چنانچہ جس دن ممدوٹ کے خلاف عدم اعتماد اور نون کے حق میں وزیر اعلیٰ بننے کا فیصلہ ہونے والا تھا اس دن غیر متوقع طور پر لیاقت علی خان ممدوٹ وزارت اور پنجاب اسمبلی دونوں کو معطل کر دینے کا اعلان کرتے ہیں۔ خان ممدوٹ کو تو اس اعلان کا صدمہ ہوا ہی لیکن ملک فیروز خاں اس حادثہ سے کم متاثر نہ تھے۔

(باقی آئندہ)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم — تار کا پتہ: تبلیغ - لاہور — محمود فضل علی پریس ایبک روڈ لاہور

فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے چھ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان کیلئے ۱۲-۸ روپے

سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۱۳ شلنگ

ایڈیٹر محمد آصف بی۔ اے

جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۹ شوال ۱۳۷۲ھ مطابق یکم جولائی ۱۹۵۳ء | نمبر ۲۳

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

صحیح معنوں میں پاک اور متقی بن جاؤ

چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں کی بیخکنی کر جاتی ہے تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں نہیں بچا سکتے۔ کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اسکی انسان کے پاتال تک نظر ہے کیا تم اسکو دھوکا دے سکتے ہو؟ پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دیگی اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لیکر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں۔ وہ کاٹا جائیگا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کیلئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں۔

کشتی نوح

بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی تحریک

دہلی مسجد کی مرمت کے سلسلہ میں بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے نے جو تحریک فرمائی ہے اور جس کی ابتدا رمضان کے مبارک مہینہ سے کی گئی ہے وہ ابھی جاری ہے اور احمدی بہنیں اپنی روایات کے مطابق اس میں حصہ لے رہی ہیں۔ پہلے اس سلسلہ میں ۔۔۔ ۱۳ ۔۔۔ ۱۲۴۱ روپے جمع ہو چکے ہیں اور اب جو تازہ فہرست موصول ہوئی ہے وہ درج ذیل ہے:-

ڈیرہ غازی خاں:

(۱) از طرف بیگم سردار عبدالرحیم خان صاحب	۲
(۲) از طرف بیگم سعد اختر صاحب پروفیسر کالج	۱
(۳) از طرف بیگم غلام محمد خادم - پروفیسر کالج	۱۰
(۴) از طرف بیگم عبدالقادر مبلغ اسلام علاقہ ڈیرہ غازی خان	۱

جھنگ مگھیانہ:

(۱) جناب طاہرہ بیگم صاحبہ (دختر میاں غلام رسول صاحب مرحوم) اہلیہ میاں نوازش علی صاحب تمیم	۲۰
(۲) غفوری بیگم (دختر مولوی محمد حسین مبلغ جھنگ)	۱
(۳) فردوس بیگم (نواسی شیخ محمد لطیف صاحب) سٹوڈنٹ گرلز سکول	۱
(۴) شکیلہ بیگم اہلیہ شیخ محمد حنیف صاحب مگھیانہ	۱
(۵) اہلیہ صاحبہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مگھیانہ	۱
میزان	۲۹
سابقہ میزان	۱۳ --- ۱۲۴۱
کل میزان	۱۳ --- ۱۲۷۰

زندہ نبی کی زندہ تعلیم

کا سستا ایڈیشن

اس کتاب میں حضور سرور کائنات محمد صلعم کی حیات طیبہ اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو قرآن حدیث اور سنت کی روشنی میں جدید اسلوب اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے اسلوب اور جامعیت سے انگلستان کی ایک فرم کے کارپرداز اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اس کتاب کو بیک وقت انگریزی، فرانسیسی اور سپینی زبانوں میں شائع کر رہے ہیں۔ اس کتاب کی اصل قیمت ۱/۴ روپے ہے لیکن بغرض اشاعت اس کا ایک سستا ایڈیشن حال ہی میں شائع کیا گیا ہے جس کی قیمت **ایک روپیہ** ہے خود مطالعہ فرمائیے اور حسب گنجائش پانچ پانچ دس دس کاپیاں خرید کر اپنے حلقۂ اثر میں تقسیم فرمائیے۔ بحالات موجودہ اس کتاب کا خود پڑھنا اپنے اہل و عیال کو پڑھانا انتہائی ضروری ہے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے انگریزی میں لکھ کر خود ہی اردو زبان میں ترجمہ فرمایا۔ کتاب کی زبان اس قدر سلیس اور موثر ہے کہ دل میں اتر جاتی ہے۔ آج ہی کارڈ لکھ کر بذریعہ وی پی منگوائیے۔

ملنے کا پتہ: منیجر دار الکتب الاسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

جماعت کوہ مری کا چندہ

اخویم مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کوہ مری سے تحریر فرماتے ہیں:-

"جماعت کوہ مری نے ذیل کی رقم عید کے موقعہ پر جمع کی ہے اور وہ داخل خزانہ انجمن کرنے کی غرض سے بھیجی جا رہی ہے۔

جن اصحاب سے یہ رقم وصول ہوئی ہے ان کے نام حسب ذیل ہیں:-

	فطرانہ	عید فنڈ	میزان
(۱) شیخ میاں محمد صاحب	15/-	5/-	20/-
(۲) ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب	4/-	2/-	6/-
۳ - منشی محمد بخش صاحب	2/-	1/-	3/-
۴ - ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب	25/-	×	25/-
۵ - ایم عبدالرحمٰن نیازی صاحب	5/-	×	5/-
۶ - چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب	3/-	×	3/-
۷ - شیخ فاروق احمد صاحب	5/-	5/-	10/-
۸ - کرنل اسلم صاحب	5/-	×	5/-
۹ - شیخ میاں عطاء اللہ صاحب	10/-	×	10/-
۱۰ - کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب	5/-	×	5/-
۱۱ - سید الطاف حسین شاہ صاحب	5/-	×	5/-
۱۲ - خان محمد اسلم خاں	4/-	×	4/-
۱۳ - شیخ رشید احمد صاحب	8/-	×	8/-
۱۴ - شیخ محمد شفیع صاحب	6/-	×	6/-
۱۵ - سید افتخار حسین	-/8/-	-/8/-	1/-/-
کل میزان	102/8/-	13/8/-	116/-/-

بزرگان سلسلہ سے دعا کی درخواست

بیگم صاحبہ حضرت امیر علیہ الرحمۃ

حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ہماری جماعت کے سربرآوردہ رکن ... تھے بلکہ وہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی والہانہ محبت و عشق رکھتے تھے۔ اور آپ کے اشارے کے منتظر رہتے تھے کہ وہ کوئی حکم دیں اور ... بجا لائے۔ حضرت امیر ... کو بھی حضرت میاں صاحب مرحوم سے اس قدر محبت تھی کہ بعض اوقات مجھے رشک ہوتا تھا۔ اور دل چاہتا تھا کہ میں بھی اپنے اندر ویسی ہی خوبیاں اور نیکیاں پیدا کر دوں جیسی حضرت میاں صاحب مرحوم میں تھیں۔ غرض یہ دونوں دوست نیکیوں اور خوبیوں کے پیکر مجسم تھے۔ اور ان کی محبت ... اللہ کے لئے تھی ان کے دلوں میں ایک ہی تڑپ تھی اور وہ تمام عمر اعلائے کلمۃ اللہ ... پہلو بہ پہلو کام کرتے ہوئے اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ اللھم اغفر لھم۔

حضرت میاں صاحب کی چھوٹی صاحبزادی عزیزہ آمنہ تمیم سلمہا اپنے بزرگ والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے سلسلے اور ہم سے بہت محبت و اخلاص رکھتی ہیں۔ وہ کچھ عرصے سے بیمار ہیں اور ان کے تازہ خطوط سے بے حد تشویش پیدا ہو گئی ہے۔ اخبار میں پہلے بھی ان کی صحت کے لئے دعا کی درخواست نکل چکی ہے۔ اب میں خصوصیت سے سب بزرگان سلسلہ سے ... کہ وہ عزیزہ موصوفہ کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا ... اور ان سے خدمت دین کا کوئی نمایاں کام لے۔

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۹ رشوال ۱۳۷۲ھ | نمبر ۲۳

جناب خلیفہ صاحب کا بیان

ہم تبدیلیٔ عقیدہ پر خلیفہ صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں

پچھلے دنوں اخبارات میں خلیفہ صاحب قادیان .... کا بیان شائع ہوا جس میں خلیفہ صاحب موصوف نے اپنے عقائد اور مسلمانوں اور حکومت پاکستان سے اپنے تعلق اور پالیسی کی وضاحت کی ہے۔ یہ بیان اخبار پیغام صلح کی گذشتہ اشاعت میں درج ہو چکا ہے۔ ہمیں امید ہے۔ قارئین پیغام صلح نے اسے نظر غائر سے مطالعہ کیا ہوگا ———

اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب خلیفہ صاحب قادیان حضرت محمد صلعم کو تمام نبیوں کا سردار اور خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں اور آپ پر نازل شدہ شریعت کو آخری شریعت سمجھتے ہیں وہ خود اور ان کی جماعت امت محمدیہ میں شامل ہیں کیونکہ وہ محمد رسول اللہ صلعم کا کلمہ پڑھتے ہیں وہ ہر اس شخص کو امت محمدیہ کا فرد اور جزو قرار دیتے ہیں جو کلمہ طیبہ پڑھتا ہے اور کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ انکی جماعت سیاسی نہیں اور من حیث الجماعت وہ سیاست سے پیچھے رہنا پسند کرتے ہیں۔ ان کی جماعت کا اصول یہ ہے کہ حکومت اور ملک کو مضبوط کیا جائے، اور مسلمانوں کے جملہ فرقوں میں مودت اور یگانگت پیدا کی جائے ——— وہ تمام مسلمانوں سے خوشگوار اور دوادارانہ تعلقات رکھیں گے اور ہر قسم کے فتنے سے بچیں گے اور کوشش کریں گے کہ ان کی غلطی کی وجہ سے طبائع میں اشتعال پیدا نہ ہو اور تحریر اور تقریر میں نرمی اختیار کریں گے وغیرہ وغیرہ۔

جناب مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان ہمارے مرشد کے بیٹے ہیں، اس لئے ہم سب ان کا احترام کرتے ہیں جماعت لاہور کے عمائد اور جماعت کے دوسرے دوستوں نے ان سے کبھی ذاتی اختلاف اور عداوت کا اظہار نہیں کیا نہ اس کی پہلے وجہ تھی اور نہ اب موجود ہے گو ہمارے اصولی اختلافات کو رنگ ذاتیات کا دیا گیا لیکن اب مرور زمانہ اور تاریخی عمل کے منطقی نتائج نے ثابت کر دیا ہے کہ جماعت لاہور اور جماعت قادیان کا اختلاف صرف اصولی تھا کیونکہ حالات اور واقعات نے خلیفہ صاحب کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ اپنے عقیدہ کو تبدیل کریں اب دونوں جماعتوں کا ہر ایک ذہین فرد اس حقیقت کو بخوبی سمجھتا ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ نے ۱۹۰۱ء میں اپنے عقیدہ میں تبدیلی نہیں کی تھی البتہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے ۱۹۵۳ء میں اپنے عقیدہ میں تبدیلی ضرور کی ہے۔ کیونکہ پہلے وہ جملہ مسلمانوں کو جو حضرت بانیٔ سلسلہ کے "دعویٰ نبوت" کو (جو خلیفہ صاحب ان کی طرف منسوب کرتے ہیں) نہیں مانتے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں لیکن اب فرماتے ہیں ہم ہر اس شخص کو امت محمدیہ کا فرد اور جزو قرار دیتے ہیں جو کلمہ طیبہ پڑھتا ہے اور کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ یہی بات جماعت لاہور پیش کرتی رہی ہے کہ ہر ایک کلمہ گو مسلمان ہے اور کوئی مسلمان حضرت بانیٔ سلسلہ کے دعوے کے انکار سے کافر نہیں ہو جاتا کیونکہ ان کا دعوے نبوت کا نہیں ہے بلکہ محدثیت کا ہے۔

جماعت لاہور ہمیشہ اس بات کو پیش کرتی رہی کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ آج طویل بنیادی اختلافات کے بعد بڑھاپے میں خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان کی جماعت کا یہ اصول ہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں مودت اور یگانگت پیدا کی جائے کیا یہ مودت اور یگانگت بغیر بنیادی اصولوں کے اشتراک کے ہو سکتی ہے؟

چالیس سال سے جماعت احمدیہ لاہور اعلان کرتی رہی اور اپنے مسلسل عمل سے ثابت کرتی رہی کہ واقعی جماعت احمدیہ سیاسی جماعت نہیں، خلیفہ صاحب جو اپنی ساری جماعت کے واحد ترجمان ہیں ہمیشہ سیاسیات میں حصہ لیتے رہے اور اپنی جماعت کو بھی اپنے ساتھ گھسیٹتے رہے چنانچہ یہ سارا ہنگامہ ان کے سیاسی میلان کا ہی نتیجہ ہے جو اتنا نمایاں ہے اور اس کے ساتھ اتنے واقعات وابستہ ہیں کہ اس میلان کو چھپانا غیر ممکن ہے

جہاں تک ختم نبوت کا سوال ہے خلیفہ صاحب اس کی تاویل ایسی کرتے رہے جس سے اصول ختم نبوت ٹوٹتا ہے ... یعنی غیر تشریعی نبوت کو حقیقی اور جاری نبوت قرار دیکر اس کے منکر کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کرتے رہے۔ اب ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نبوت کے متعلق اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے اور وہ صحیح معنوں میں ختم نبوت کے قائل ہیں۔

خلیفہ صاحب موصوف کا یہ تبدیلیٔ عقیدہ کا اقدام سارے مسلمانوں کے لئے امن اور وحدت کا پیغام ہے ہم خلیفہ صاحب کو تبدیلیٔ عقیدہ پر مبارکباد دیتے ہیں۔ بہت ہی اچھا ہو کہ وہ اس لمبے چوڑے بیان کے بجائے یہ اعلان فرما دیں کہ حضرت مرزا صاحب نے کوئی ایسا دعوے نہیں کیا جو جزو ایمان ہو اور جس کے انکار سے کوئی کلمہ گو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو سکتا ہو۔ چونکہ ۱۹۱۴ء کے اختلاف کی ابتدا فتنۂ تکفیر سے ہوئی تھی اور اس کا خاتمہ ترک تکفیر ہی ہو سکتا ہے ——— کسی لیڈر کی عظمت کا اندازہ زمانہ کے گزرنے سے ہوتا ہے حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے عقاید دیر تک قائم نہیں رہ سکتے یا تو انہیں اپنی جماعت کو امت محمدیہ سے کاٹ کر علیحدہ کرنا پڑے گا اور اگر وہ امت کے سواد میں رہنا مناسب سمجھیں تو انہیں اپنے عقائد کو بدلنا کرنا پڑے گا۔ تاریخ نے حضرت مرحوم کے قول کو درست ثابت کیا کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ان رحضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی حیثیت ایک چٹان کی ہے مسیح ناصری نے پطرس کو چٹان کہا تھا اور اس چٹان پر اپنے کلیسا کی بنیاد رکھی تھی۔ عقیدہ اور مسلک کے اعتبار سے محمد علی علیہ الرحمۃ بھی ایک چٹان ہیں جس پر مسیح محمدی کا سلسلہ قائم ہے سب احمدیوں کو خواہ وہ کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں مولانا مرحوم کے مسلک کو اختیار کرنا پڑے گا جو منحرف ہو کر اس چٹان سے ٹکرائے گا وہ پاش پاش ہو جائیگا اور جو علیحدہ مسلک (یعنی مسلمانوں کی تکفیر اور عقیدہ اجرائے نبوت کا) اختیار کرے گا وہ بھی پاش پاش ہو جائیگا۔

اخبار احمدیہ

——— الحاج حضرت شیخ میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام مصر میں خیریت سے ہیں۔

——— حضرت امیر حضرت مولانا صدر الدین صاحب مرکز میں خیریت سے ہیں۔

ہمارے سکولوں کے نتائج

امسال خدا کے فضل سے پھر ہمارے مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کا نتیجہ اچھا رہا۔ کل ۱۰۰ لڑکے امتحان میں شامل ہوئے تھے ان میں سے ۱۳ فسٹ ڈویژن ۳۶ سیکنڈ ڈویژن اور ۱۳ تھرڈ ڈویژن، کل ۶۲ تعداد میں پاس ہوئے نتیجہ 71٪ رہا ہے۔

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کا نتیجہ

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور کا نتیجہ امتحان بفضلہ تعالیٰ اچھا رہا۔ کل ۷۰ طلبہ جن میں سے ۵۲ کامیاب ہوئے اور نتیجہ 72.٪ فی صدی رہا۔ فسٹ ڈویژن میں گیارہ، سیکنڈ ڈویژن میں چوبیس اور تھرڈ ڈویژن میں چودہ طلبہ کامیاب ہوئے۔ سکول میں اول آنے والے طالبعلم نے ۶۴۲ نمبر حاصل کئے اور اس کے وظیفہ حاصل کرنے کی امید ہے۔ سکول ہذا کا نتیجہ لاہور کے تمام اسلامیہ سکولوں سے بہتر ہے۔ فالحمدللہ۔

(بدوملہی ہائی سکول کا نتیجہ ابھی موصول نہیں ہوا)

امتحان میں کامیابی

عزیزہ گل ریحانہ دختر مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے امسال میٹرک فسٹ ڈویژن میں پاس کیا ہے عزیزہ نے اس خوشی میں مبلغ پانچ روپے بطور شکرانہ انجمن کو دیئے ہیں۔

ولادت

شیخ محمد حنیف صاحب جھنگ مگھیانہ کو اللہ تعالےٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے۔ شیخ صاحب موصوف نے اس خوشی میں مبلغ ایک روپیہ فرقانی فنڈ میں انجمن کو دیا ہے۔ احباب سلسلہ مولود کی درازی عمر اور خادم دین ہونے کی دعا فرمائیں۔

درخواست دعا

جناب بابو لال دین صاحب قریباً ایک آنکھ میں موتیا اترنے کے عارضہ سے بیمار ہیں جس کی وجہ سے انہیں تکلیف ہے۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے کہ بابو صاحب موصوف کے لئے صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔ بابو صاحب انجمن کے پرانے مخلص کارکن ہیں۔

سید عبدالمجید صاحب جج کیمبلپور وفات پا گئے

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج و ملال کے ساتھ سنی جائے گی کہ سید عبدالمجید صاحب جج کیمبلپور مقیم حال ماڈل ٹاؤن لاہور پچھلے دنوں کچھ عرصہ شدید علیل رہ کر وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون

سید صاحب مرحوم نہایت فاضل، نیک اور مخلص بزرگ تھے تقسیم کے بعد سے ان کی طبیعت علیل رہتی تھی، یہ علالت بالآخر وفات کا باعث بنی۔ اس صدمہ میں ہمیں سید صاحب کے جملہ پسماندگان سے گہری ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ سید صاحب مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عنایت فرمائے آمین۔

بیرونی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان

اخبار احمدیہ کے کالم کیلئے جماعتی خبریں بھجوائیں ———

قرآن مجید اور محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت

ذاتی رنجشوں کی وجہ سے اس عظمت کو فراموش نہ کرو

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

عہد کی پابندی اور اسلام

قرآن شریف کی سورۃ مائدہ کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے:۔

یا ایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود۔

یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو یا ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہو اپنے عہدوں کو پورا کرو۔

عہد کی پابندی اسلام کے عظیم الشان مسائل میں سے ہے۔ بلکہ مسلمان قوم کا ایک زبردست امتیاز ہے تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ کسی قوم نے بحیثیت قوم عہد کی پابندی کا وہ نمونہ نہیں دکھایا جو کہ مسلمان قوم نے ہمیشہ پیش کیا۔ اور کسی قوم نے عہد کی پابندی کو اس قدر ضروری نہیں سمجھا جتنا کہ مسلمانوں نے سمجھا ہے۔ اس وقت بھی جبکہ مسلمان اخلاقی لحاظ سے بہت گر چکے ہیں ان میں عہد کی پابندی دیگر اقوام کی نسبت بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔

مہذب قوموں کی عہد شکنیاں

آجکل جو قومیں سب سے زیادہ مہذب کہلاتی ہیں انہوں نے معاہدات کو وقتی غرض حاصل کرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اس لئے ان کے ہاں معاہدات کو کاغذ کا پرزہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یعنی ان کی حیثیت ان لوگوں کے نزدیک اتنی ہی معمولی اور حقیر ہوتی ہے جتنی کہ اس کاغذ کی جس پر کہ معاہدہ لکھا ہوا ہو ـــــ شاید اس سورت (المائدہ) کی ابتدا ان الفاظ سے کرنے میں ان اقوام کی طرف اشارہ ہو۔ کیونکہ اس صورت میں عیسائیت پر بحث ہے اور اس کا خاتمہ بھی عیسائی عقائد کے ذکر پر ہوا ہے۔ آج دنیا میں سب سے زیادہ جو مہذب قوم ہے وہی سب سے زیادہ عہد شکن ہے۔ اسی وجہ سے ان کو ایک دوسرے پر اعتماد نہیں رہا۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ عہد کی پابندی نہیں ہوگی۔ اور سچی بات یہ ہے کہ یورپ کی کسی خاص قوم کی حالت نہیں ہے۔ بلکہ ان میں جب کوئی قوم اپنے آپ کو دوسری قوم سے زیادہ طاقتور سمجھتی ہے تو وہ عہد کو پایۂ تامل پس پشت پھینک دیتی ہے۔ عہد شکنی جو ان قوموں کی سرشت میں داخل ہو گئی ہے وہ انہیں انسانیت کے درجہ سے گرا رہی ہے۔ انسان کے کیریکٹر کو بنانے کے لئے عہد کی پابندی بے حد ضروری ہے اس کے بغیر انسان کا کیریکٹر کوئی بلندی اور پختگی حاصل نہیں کر سکتا ہے۔

لفظ عقد کے معنی اور وسعت

عقد کا لفظ نہایت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کے اصل معنی ہیں۔ ایک چیز کے دو طرفوں کو اکٹھا کرنا یا ان میں مضبوط گرہ دے دینا۔ اس لفظ کا اطلاق ہر قسم کے روحانی اور دنیوی معاہدات پر ہوتا ہے اس زندگی میں انسانوں کے باہم تعلقات پیدا ہوتے ہیں اور انہیں عہدنامے کرنے پڑتے ہیں بعض وقت یہ عہدنامے صریح الفاظ میں ہوتے ہیں اور بعض ہمارا عمل اس پر گواہ ہوتا ہے۔ یہ تمام اقرار بھی عقد کی تعریف میں آتے ہیں۔ سو اس آیت میں جہاں ان اقراروں کو پورا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ جو انسان کی دنیوی زندگی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، وہاں ان اقراروں کو پورا کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔ جو کہ ہماری روحانی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً خدا پر ایمان لانا یہ بھی ایک عہد ہے جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے وہ دراصل یہ عہد کرتا ہے کہ میں خدا کی فرمانبرداری اور اس کے تمام احکام کی تعمیل کروں گا۔ گویا انسان اس ایمان کے اندر خدا کے ساتھ ایک اقرار کرتا ہے۔ یہ اقرار ہی اصل چیز ہے اس کے بغیر اس پر ایمان کوئی حقیقت ... لفظ میثاق جو قرآن کریم میں بکثرت استعمال کیا گیا ہے وہ بھی ان معاملات میں استعمال ہوتا ہے۔

مامور وقت کے ہاتھ پر ہمارا عہد

ہم لوگوں نے جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک اقرار کیا ہوا ہے اور وہ بڑا ہی اہم اقرار ہے۔ دیکھئے ایک اقرار وہ ہوتا ہے جو ہم آپس میں کرتے ہیں اور ایک یہ اقرار ہے جو ہم نے خدا کے مامور کے ہاتھ پر کیا ہے، وہ مامور جو اس امت کے لئے مسیح اور مجدد ہے اس اقرار کا خلاصہ یہ ہے کہ میں ہر قسم کے گناہوں سے مجتنب ہوں گا۔ قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کر کے اسکو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دوں گا اور دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔ یہ ایک ہی اقرار ہے جو ہم سے بہت لوگوں نے خود مامور وقت کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر کیا ہوا ہے۔ اور بہت سے لوگوں نے مامور وقت کے جانشینوں کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کیا ہے۔ کیونکہ ہمیشہ رہنے والا تو کوئی انسان نہیں۔ ہر ایک خواہ وہ مامور ہو یا غیر مامور بالآخر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

پابندی عہد

خوب یاد رکھیں کہ اقرار کی پابندی وفاداری کا جوہر پیدا کرتی ہے، اور وفاداری انسانیت کا سب سے بڑا جوہر ہے ـــــ دیکھئے بدی کرنے کے لئے بھی لوگ عہد کرتے ہیں تو اس کی بڑی سختی کے ساتھ پابندی کرتے ہیں، دنیا کا کوئی کام عہد کی پابندی کے بغیر چل نہیں سکتا۔ چوروں کی جب کوئی ٹولی چوری کرتی ہے وہ آپس میں ایک اقرار کرتے ہیں۔ اور ان میں سے جو کوئی اس اقرار کی خلاف ورزی کرتا ہے اسے اپنی جماعت سے علیحدہ کر دیتے ہیں ـــــ برا کام کرنے کے لئے بھی عہد کی پابندی ضروری ہے، تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اچھے کام کے لئے تو بہت ہی زیادہ ضروری ہے۔ اقرار کی پابندی کے بغیر کوئی جماعت نہیں بن سکتی اور اگر عارضی طور پر بن بھی جائے تو کوئی کام نہیں کر سکتی۔

انسانیت کا شرف

اقرار کی پابندی وہ جوہر پیدا کرتی ہے جس کے ساتھ انسانیت کا شرف وابستہ ہے اس لئے میں اپنے تمام دوستوں کو اس حکم قرآنی یا ایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود کے مطابق اس عہد کی پابندی کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو ہم نے مامور وقت کے ہاتھوں میں ہاتھ دیکر یا اس کے جانشینوں کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کیا ہے۔ گویا یہ ایک عقد ہوتا ہے جس طرح کہ دو چیزوں میں گرہ دے دی جاتی ہے ـــــ بڑا مضبوط عہد۔

اقرار کے باوجود بعض احباب کا افسوسناک تساہل

میں پھر آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ آپ میں سے ہر ایک چھوٹے بڑے نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہوا ہے۔ یعنی جب کوئی دینی ضرورت پیش آئیگی تو ہم اپنی دنیوی ضرورت کو قربان کر کے اسکو پورا کریں گے۔ افسوس ہے کہ بعض اوقات اس اقرار کو معمولی بہانوں کی وجہ سے توڑا جاتا ہے۔ پھر ہم نے یہاں لاہور میں جماعت بناتے وقت اقرار کیا تھا کہ قرآن کو مقدم کریں گے۔ اسکو پھیلائیں گے۔ اس اقرار کے متعلق بھی بعض اوقات ایسا ہی ہوتا ہے۔ ان اقراروں کے باوجود لوگ سست پڑ جاتے ہیں اور بالعموم ان کو کس وجہ سے توڑتے ہیں؟ صرف اس لئے کہ اس عظیم الشان کام کی اہمیت ان کی نظر میں باقی نہیں رہتی۔ فرض کرو ایک شخص کو مجھ میں کوئی نقص نظر آ گیا۔ وہ کہدے مجھے جماعت کی پرواہ نہیں ہے۔ ایک شخص کو جماعت کے اور کسی دوست میں کوئی نقص نظر آ گیا یا اس سے کوئی شکایت پیدا ہو گئی وہ کہدے مجھے جماعت کی پرواہ نہیں ہے کسی کو انجمن کا کوئی کام پسند نہ آئے۔ کوئی بات اس کی منشاء کے مطابق طے نہ ہوئی وہ کہہ دے کہ مجھے .... انجمن کی پرواہ نہیں۔

اس افسوسناک طرز عمل کی اصل وجہ

یہ باتیں کب پیدا ہوتی ہیں؟ جب اس عظیم الشان کام کی عظمت سامنے نہیں ہوتی، جس کے لئے ہم اکٹھے ہوئے اور باہم اقرار کیا۔ ایسے لوگ درحقیقت خدا کی عظمت کو، دین کی عظمت کو محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت کو اپنے نفس کی خواہش پر قربان کر دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ ذاتی رنجشوں اور نفس کی ادنیٰ ادنیٰ خواہشوں پر اس جماعت سے تعلق قطع کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں جس کا واحد مقصد ہی خدا، دین اور محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت قائم ہے ـــــ کیا تمہارے نفس کی خواہش بڑی ہے یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت؟ اصل میں غلطیاں پیدا ہوتی ہیں محض محمد رسول اللہ صلعم کی بلند عظمت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے۔ ہم کھڑے تو ہوئے ہیں خدا اور رسول کا نام بلند کرنے اور قرآن کریم اور اسلام کو پھیلانے کے لئے۔ تو پھر اگر کسی دوست سے کبھی کوئی شکایت پیدا بھی ہو جائے یا کوئی بات حسب منشا نہ ہو تو اس کی وجہ سے جماعت سے ناراضگی اور علیحدگی اور اشاعت قرآن کے کام سے قطع تعلق کے کیا معنی ہیں؟ کیا ہماری خواہش اسلام اور قرآن کی اشاعت سے بھی بڑھ کر اور زیادہ ضروری ہے۔

خدا اور رسول کی عظمت فراموش نہ کرو

انسان بجائے خود معمولی چیز ہے ـــــ مٹی کا ایک پتلا جب تک خدا چاہے زندگی کی رو اس کے اندر چلتی ہے اور جب خدا چاہے تو آن کی آن میں بے حس و حرکت ہو جاتا ہے۔ جب انسان کی اپنی یہ حالت ہے تو اس کی خواہشات تو بالکل کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتیں ان بے حقیقت خواہشات کی وجہ سے خدا اور دین کے کام سے علیحدہ ہو جانا کس قدر افسوس کی بات ہے میں نے دیکھا ہے کہ بعض بڑے بڑے مخلص اصحاب یہ غلطی کر بیٹھتے ہیں کہ ذرا شکایت پیدا ہوئی اور انہوں نے کہدیا کہ ہم چندہ نہیں دیں گے۔ اگر وہ چندہ کسی شخص کے لئے دیتے تھے تو یہ ان کی بہت بڑی غلطی تھی اور اس چندہ کو فوراً بند کر دینا چاہئے لیکن اگر یہ چندہ خدا اور محمد رسول اللہ صلعم کے لئے تھا۔ قرآن کی اشاعت کے لئے تھا۔ تو معمولی معمولی رنجشوں اور نفس کی ادنیٰ خواہشوں کی وجہ سے اس کا بند کر دینا کس قدر شرم کی بات ہے ـــــ ایسے دوست اپنے نفس کی عظمت کے سامنے محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت بھول جاتے ہیں ـــــ محمد رسول اللہ صلعم جیسا عظیم الشان انسان، قرآن جیسی ہدایت اور طمانیت بخشنے والی کتاب، اور ہماری یہ حالت کہ ذرا ذرا سی باتوں پر انہیں بھول جاتے ہیں۔ ان کی عظمت کو فراموش کر دیتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کی اصل حقیقت

بیشک حضرت مرزا صاحب بہت بڑے انسان ہیں۔ نہایت جلیل القدر اور عظیم الشان مجدد

ہیں اور امت کے مجدّدین میں بھی ایک بلند مرتبہ رکھتے ہیں ——— مجدد اعظم ہیں۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم کی ذات اقدس ان سے بہت بلند ہے۔ مرزا صاحب تو اس آفتاب سے روشنی لینے والے ہیں۔ وہ خود اپنی کتابوں اور اشعار میں فرماتے ہیں کہ میں باغ محمدؐ کا ایک ثمر ہوں۔ اس کے بحر زلال کا ایک قطرہ ہوں اور واقعات کو دیکھو۔ جو کام حضرت نبی کریم صلعم نے کیا۔ مرزا صاحب کے کام کو اس سے کوئی نسبت نہیں۔ گو وہ بھی اپنی جگہ بہت عظیم الشان ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے ۲۲-۲۳ سال کے عرصہ میں سارے ملک عرب کی کایا پلٹ دی۔ اس کے جاہل اور سرکش باشندوں کو خدا کے آگے جھکا دیا۔ ان کو شرک و بداخلاقی سے نکال کر توحید پرستی اور اخلاق کے اعلےٰ رتبہ پر پہنچا دیا۔ ان میں اعلےٰ ترین خوبیاں پیدا کر دیں ——— صرف یہی نہیں بلکہ ایک عالمگیر انقلاب کی بنیاد رکھدی۔

مرزا صاحب کی حقیقی عظمت

جو صحیح بات ہے وہ کہو کہ مرزا صاحب کو قرآن کا غیر معمولی اور اعلےٰ درجہ کا فہم دیا گیا ہے آپ نے قرآن کے بےنظیر حقائق و معارف بیان کئے ہیں۔ قرآن کی ان باتوں کی طرف توجہ دلائی جن کو مسلمان بالکل بھول چکے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ مرزا صاحب کی عظمت ان کو حضرت نبی کریمؐ کے مقابل لاتے میں نہیں ہے بلکہ ان کی حقیقی عظمت محمد کا غلام بننے میں ہے حضرت مرزا صاحب حضورؐ کے تخت کے گرد گردش کرنے والوں میں سے ہیں جس طرح کہ اور بہت سے مجددین اور اولیاء اللہ۔

ایک یورپین مؤرخ کی شہادت

ایک یورپین مؤرخ نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تاریخی رنگ میں آخری نبی معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا آدمی پیدا نہیں ہوا جس نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہو۔

سورۃ فاتحہ

اور باتیں جانے دو۔ قرآن کریم میں سے صرف حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی ایک دعا سورۃ فاتحہ ہی کو لے لو۔ اور ساری دنیا کے نئے پرانے مذاہب میں سے کوئی ایسی جامع، بلند اور پُر اثر دعا دکھا دو ——— کوئی ایسا انسان دکھا دو۔ جو محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لایا ہو اور اس نے اس دعا کی حلاوت کو حقیقی معنوں میں چکھا ہو اور اس کے بعد اس دعا کے سوا اور کوئی دعا اس کے دل کو طمانیت بخش سکی ہو۔ عیسائیوں تک کو اعتراف ہے کہ سورہ فاتحہ بہترین دعا ہے، کیا عیسائیوں، ہندوؤں، سکھوں اور بہائیوں کے پاس کوئی ایسی دعا ہے، اگر کوئی کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر یا آپ کے مقابلے پر کسی کو مانو تو وہ

مرد میدان بن کر نکلے اور ثابت کرے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم اور قرآن میں یہ کمی اور نقص ہے دیکھو۔ قرآن باقی تمام مذاہب کی کمیوں کو دکھاتا ہے کیا یہ نئے نئے مذہب بھی قرآن کا کوئی نقص اور کمی دکھا سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر محمد رسول اللہ صلعم کے بعد کون آ سکتا ہے۔

توحید، معرفت الٰہی اور صفات باری

توحید الٰہی جس کمال پر امکانی طور پر پہنچ سکتی تھی۔ وہاں تک محمد رسول اللہ اور قرآن نے اسے پہنچا دیا۔ کیا کوئی مذہب اسلام کے بعد ایسا نظر آتا ہے جو یہ دکھا سکے کہ قرآن کی توحید میں یہ نقص ہے جسے میں دُور کرتا ہوں۔ پھر صفات الٰہی کو لو، جتنے بھی بڑے بڑے لوگ رسول اللہ صلعم کے بعد آئے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کی صفات میں جو قرآن کریم میں بیان کی گئی ہیں ایک شوشے کا اضافہ نہیں کر سکے نہ ان صفات باری میں جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہیں، کوئی کمی دکھا سکتے ہیں ——— کوئی اُٹھے اور بتائے کہ خدا کی صفات کے بیان میں قرآن کے اندر یہ کمی رہ گئی تھی اور اس کو فلاں نے پُورا کیا ——— خوب یاد رکھو کہ کوئی انسان ایسا نہیں کر سکتا۔ اس طرح قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم نے انسانوں کو معرفت الٰہی کے بارے میں اس حد تک پہنچا دیا کہ ان سے پہلے کسی نے اس حد تک نہیں پہنچایا تھا۔ اور نہ بعد میں کسی نے پہنچایا اور نہ پہنچا سکے گا۔

حقوقِ انسانی اور قرآن کریم

پھر انسانی حقوق کو لو۔ تو یہاں بھی وہی بات نظر آتی ہے۔ ایک عورت کے حقوق کو ہی دیکھ لو۔ یورپ کے لوگوں اور ان کی تقلید میں دوسروں نے بھی اس بارہ میں اسلام پہ شدید اعتراضات کئے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے عورت کی حیثیت کو بہت بلند کیا ہے۔ یورپ کے ہی ایک مصنف نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ اسلام سے قبل عورت کی حیثیت جائداد کی تھی لیکن اسلام نے عورت کو اس پستی سے اُٹھا کر خود اسے صاحب جائداد بنا دیا۔

اسلامی اخوت

پھر انسانی اخوت کو دیکھو۔ جو اخوت محمد رسول اللہ صلعم نے دکھائی کیا اور کوئی شخص دکھلا سکا ہے؟ نمازوں میں سب امیر، غریب، گورے کالے ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں، یہ نظارہ تو ہم ہر روز اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ لیکن اس سے بڑا نظارہ وہ ہے جو حج کے موقعہ پر مکہ معظمہ میں نظر آتا ہے کہ مختلف ملکوں اور طبقوں کے لاکھوں افراد ایک ہی لباس میں بلا امتیاز جمع ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی فرق اور امتیاز امیری غریبی لباس اور رنگ و نسل کا نہیں رہتا۔ اسلام اور

محمد رسول اللہ صلعم نے جو کچھ کیا ہے اس سے بڑھ کر کوئی کیا کریگا؟ اب جو کوئی کرے گا۔ نقل کریگا اور جو نقل کرے گا پیچھے رہ جائے گا کیونکہ اصل خداداد ہے۔

محمد رسول اللہؐ کی عظمت

میں اپنے دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ تم کتنی غلطیاں کرتے ہو محض محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے کرتے ہو، محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت اس قابل ہے کہ اس پر ہر ایک چیز قربان کر دی جائے اور جب تک ہم ایسا نہیں کرتے اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

نصرت الٰہی ہمارے ساتھ ہے

سو ہمیں تھوڑی سی ہمت کرنے کی ضرورت ہے۔ کامیابی کی منزل قریب ہے۔ اس وقت سستی نہ دکھاؤ۔ یہ وقت سستی دکھانے کا نہیں۔ یہ وقت ہمت دکھانے کا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہماری کوتاہیوں کے باوجود ہمیں خدمت دین کے لئے ان کاموں کی توفیق دی جن کے لئے باقی دنیا ترستی ہے ——— ہمیں قرآن کی اشاعت کی توفیق نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم یورپ کی تین زبانوں میں قرآن کے ترجمے کر کے ہزاروں کی تعداد میں پہنچا چکے ہیں، ہمارے قادیانی دوست ۴۰ سال سے اس کی کوشش کر رہے ہیں لیکن انہیں توفیق نہیں ملتی۔ پھر ہم نے اس یورپ میں اسلام کا جھنڈا گاڑا ہے جو یورپ کہ اسلام کو کچلنے کے لئے اُٹھا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا سب سے بڑا کمال

یہ مجدد وقت کی پیدا کی ہوئی روح ہے جس کی بدولت تم یہ کام کر رہے ہو۔ اس روح سے محروم نہ ہو بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ حضرت مرزا صاحب نے دنیا کو اسلام اور قرآن کے متعلق وہ علم دیا جس کی نظیر اس زمانہ میں بالکل نہیں ملتی۔ آپ کا سب سے بڑا کمال یہی علم ہے ورنہ چند خوابیں اور الہام کوئی چیز نہیں ہیں۔ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم اپنا تجربہ بیان کیا کرتے تھے کہ یورپ میں مَیں نے بڑے بڑے مجمعوں میں لیکچر دیئے اور وہاں مجھ پر طرح طرح کے اعتراضات کئے گئے لیکن کوئی ایسا اعتراض کبھی نہیں ہوا جس کا جواب کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں میں نہ ملا ہو۔ حضرت صاحب کے علم کا مقام اتنا بلند ہے کہ دنیا کی گردنیں مجبوراً اس کے آگے جھک جاتی ہیں۔

کاؤنٹ ٹالسٹائی کی رائے

یہ جلسہ مذاہب والی تقریر ہی دیکھ لو۔ ایک مرتبہ کوئی اسے پڑھ لے تو متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جب یہ کتاب ترجمہ ہو کر کاؤنٹ ٹالسٹائی کے پاس پہنچی جو کہ ملک روس میں ایک نئے مسلک کے بانی تھے تو انہوں نے اس کے مطالعہ

کے بعد اعتراف کیا کہ اس کتاب کے اندر وہ چیز موجود ہے جس کی کہ دنیا کو ضرورت ہے۔ غرضیکہ حضرت مرزا صاحب کا علم وہ تھا جس کے سامنے سب مخالفوں، عیسائیوں، برہمو سماجیوں، آریہ سماجیوں اور دہریوں کی گردنیں جھک گئیں۔

ہماری ڈاک

(۱) مکتوب امریکہ:-

محبی و مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"
لاہور - پاکستان -

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

دو جون کو ملکہ الزبیتھ ثانی کی رسم تاجپوشی کا دن تھا سان فرانسسکو میں بھی یہ دن بڑی دھوم دھام سے منایا گیا - برٹش کامن ویلتھ کے قونصلوں کی طرف سے تقریباً ایک ہزار آدمیوں کو دعوت نامے بھیجے گئے تھے جس میں میرا نام بھی شامل تھا - اگرچہ یہ رمضان کا مہینہ تھا اور مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اس موقعہ پر شراب کثرت سے پی اور پلائی جائے گی اور اس کے علاوہ گندی اور بیہودہ باتیں سننے اور دیکھنے میں آئیں گی، مگر بایں ہمہ میری شرکت ضروری تھی اور اس جلسہ سے اجتناب مناسب نہ تھا، ایسے موقعوں پر بعض ایسے شریف الطبع لوگوں سے بھی تعارف ہو جاتا ہے جو اسلام سے دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں اور ہمارے لئے مفید ہوتے ہیں - چنانچہ میں مسٹر اور مسز محمد علی میر داد، مسٹر اور مسز ملک نذر حیات ٹوانہ کی معیت میں اس تقریب میں شامل ہوا - بعض حضرات کو اپنا لٹریچر دیا اور خط و کتابت کے لئے ان کے پتے نوٹ کر لئے -

مس مارتھا کنگ کیلیفورنیا یونیورسٹی کی طالبہ ہیں ۱۹۵۰ء میں انہوں نے وہاں سے بی اے کا امتحان پاس کیا اور پھر تاریخ میں ایم اے کی تیاری شروع کر دی مگر ان کی والدہ محترمہ کی صحت خراب رہنے لگی اس لئے انہیں مجبوراً ان کی تیمار داری اور اپنے گھر کی دیکھ بھال کی خاطر یونیورسٹی کی تعلیم ختم کرنی پڑی - انہیں اسلامی کتب پڑھنے کا بھی شوق تھا مگر انہوں نے کبھی اس نیت سے ان کا مطالعہ نہ کیا تھا کہ وہ تحقیق حق کر رہی تھیں بلکہ یہ کتب بھی ان کے مضمون تاریخ کا جزو تھیں اور جس طرح وہ دوسری تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرتی تھیں - اسی طرح اسلامی تاریخ کو بھی پڑھتی تھیں،

طالب علمی کے زمانہ میں انہیں مسلمان طالب علموں سے بھی ملنے کا اتفاق ہوتا رہا، ان میں سے صالح عبدالفضل جو حجاز کے رہنے والے تھے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں کیونکہ ان سے ان کا میل جول زیادہ رہنے لگا اور آخر انہوں نے اپنی طبیعتوں کی مناسبت کو دیکھ کر فیصلہ کیا کہ وہ عقد نکاح میں منسلک ہو جائیں صالح صاحب کی دلی خواہش تھی کہ مارتھا مشرف باسلام ہو جائیں اور انہیں وہ ترغیب بھی دیتے رہتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ کے فرمان لا اکراہ فی الدین کا انہیں ہمیشہ خیال رہتا تھا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی ایسی بات کہیں یا کریں جس سے جبر کا شبہ ہونے لگے - آخر انہوں نے میری طرف رجوع کیا اور اپنی مشکلات پیش کیں - ۱۰ جون چہارشنبہ کے دن وہ میرے پاس مشورہ کے لئے آئے تھے اور پھر چودہ جون کو عید کے دن مس کنگ کو ساتھ لیکر ہمارے ہاں آئے - ساڑھے تین بجے تک تمام لوگ ہم سے رخصت ہو کر چلے گئے اور مجھے مارتھا کنگ کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ ملا - ہدایت کی راہ دکھانے والا تو اللہ ہی ہے مگر میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا - یہ تو یقینی بات ہے کہ جو کچھ میں نے زبان سے ادا کیا، وہ میرے دل ہی نکلا لیکن اتنی آواز اور الفاظ میں اثر پیدا کرنا میرے اختیار کی بات نہ تھی - شب کو گیارہ بجے تک وہ ہمارے ہاں رہے اور پھر رخصت ہو کر چلے گئے - دوسرے دن صالح صاحب نے فون پر یہ مژدہ سنایا کہ مارتھا کنگ برضا و رغبت مشرف بہ اسلام ہو گئی ہیں، الحمد للہ کہ میری مساعی قبول ہوئیں -

۱۴ جون اتوار کے دن ہم نے عید الفطر کی نماز پڑھی، زکی، اوتار مصری طالب علم سٹیٹ کالج نے نماز پڑھائی اور میں نے خطبہ دیا، فقط اللہ کے ۳۲ ذاکر جمع ہوئے - یہ رقم مسجد فنڈ بورڈ الاٹی لی ہے فضل کریم میکناشٹ اس کے انچارج ہیں - نماز اور خطبہ کے بعد گروپ فوٹو لیا گیا اور پھر حاضرین کی پلاؤ اور مرغ کے سالن سے تواضع کی گئی -

حاضرین کی تعداد ساٹھ کے قریب تھی - مسٹر اے سلیم خان، قونصل جنرل، پاکستان، ان کی اہلیہ محترمہ، مسٹر علیم حسین قونصل جنرل بھارت اور مسٹر محمد علی ایڈووکیٹ جنرل صوبہ سرحد پاکستان بھی شامل ہوئے تھے - مسز اور ڈاکر دیکر خصوصیت سے قابل ذکر ہیں کیونکہ ہماری عید کی ضیافت میں ان کا حصہ بہت نمایاں تھا - وہ اپنے ساتھ ایک بہت بڑا کیک لیتے آئے جو ساٹھ آدمیوں کے لئے کافی ثابت ہوا - ڈاکٹر بیکر سٹیٹ کالج سان فرانسسکو میں انگریزی کے پروفیسر ہیں اور ان کی اہلیہ محترمہ سٹینفورڈ یونیورسٹی کی گریجویٹ ہیں ہمارے معاملات میں ہمیشہ دلچسپی کا اظہار کرتے رہتے ہیں -

ہمارے ایک نو مسلم بھائی ملٹن کا تیسرا اپریشن ہوا ہے - ان کے بھائی کا کل فون آیا تھا کہ میں لاس اینجلز جلد پہنچ جاؤں اور ان کے لئے دعا کروں اور تسلی دوں، ان کی خواہش کے مطابق میں آج شب کو لاس اینجلز روانہ ہو جاؤں گا - ۱۹ جون کی شب کو ایک نو مسلم اور نو مسلمہ کی شادی کی سنت بھی مجھے ادا کرنی ہوگی - انشاء اللہ اس دفعہ وہاں اپنی سوسائٹی کی ایک شاخ بھی قائم کر دوں گا -

خاکسار - بشیر احمد منٹو

(۲) سیکرٹری صاحب جماعت جہلم کا مکتوب

اخی المکرم جناب شیخ صاحب -

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

پیغام صلح مجریہ ۷ ارجون کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ ہمارے دو بزرگوں نے تبلیغ دین اور سلسلہ حقہ کے لئے اپنی خدمات پیش کر دی ہیں -

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی علم اور تقویٰ کے لحاظ سے جماعت کی ممتاز ہستیوں میں شمار کئے جاتے ہیں - انہوں نے اپنی خداداد قابلیت اور حضرت مسیح موعودؑ کے پیدا کردہ علم کلام سے بیشمار میدان سر کئے ہیں - اب جبکہ ان کی صحت اور عمر کا تقاضا اس بات کو چاہتا تھا کہ وہ اس وقت گھر میں بیٹھ کر بقدر ہمت اشاعت اسلام کا کام کرتے مگر اس کے باوجود ان کا اپنے آرام کو سفر کی مشکلات پر مقدم کرنا (صرف رضا الٰہی کے لئے) ایک بہت بڑی ہمت اور عظیم الشان کارنامہ ہے -

ہمارے دوسرے بزرگ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری ہیں - ان کی قابلیت اور اتقاء کا بھی کسی کو انکار نہیں - گو ان کو بھی ان کی عمر اپنے گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں دیتی تھی لیکن تبلیغ اسلام اور قادیانیوں کے غلو کی وجہ سے غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے ان کا بھی اپنے آپ کو پیش کرنا - یہ انکی قلبی محبت اور قابل قدر ہمت کا نتیجہ ہے -

اس قسم کا نمونہ دراصل جماعت کی یکجہتی اور حسن نظام کا نتیجہ ہے - جماعتوں کا اتحاد اور حسن انتظام ہمیشہ اسی امر سے رہا ہے کہ وہ اپنے صدر اور امیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی خواہشات کو قربان کر دیں - اور ان کا صدر بھی نیکی اور تقویٰ کے لحاظ سے - جانی اور مالی قربانی کے لحاظ سے قوم کے لئے ایک عمل نمونہ ہو - سو خدا تعالےٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ ہمارے صاحب صدر کی دور اندیشی اور مالی قربانی کی وجہ سے جماعت میں دن بدن زندگی اور اولوالعزمی پیدا ہو رہی ہے - فالحمد للہ علیٰ ھذا -

آخر میں میں نے پیغام صلح کے پرچے کے متعلق بھی کچھ کہنا ہے - وہ یہ کہ دنیا تیزی سے بلندی اور ارتقاء کی طرف اپنا قدم بڑھا رہی - ہر فرد اور ہر جماعت اس امر کی متمنی ہے کہ میرا نمبر سب سے آگے رہے - ہماری جماعت کی ترقی کا ایک ذریعہ قومی اخبار بھی ہے - مجھے قوی امید ہے کہ آپ اپنی علمی اور ادبی قابلیت سے پیغام صلح کے معیار کو بلند کرنے میں کامیاب ہوں گے - لیکن اس کے ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے قیمتی مضامین، اور سبق آموز نصائح گاہ بگاہ اخبار میں آنے چاہئیں ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

والسلام

ملک فضل الٰہی سیکرٹری جماعت جہلم

۲۲ رجون ۱۹۵۳ء

مجلس معتمدین کے متعلق ایک نہایت ضروری اعلان

جملہ ممبران مجلس معتمدین کی خدمت میں اطلاع دی جاتی ہے کہ مجلس معتمدین کا اجلاس ۹ اگست ۵۳ء کو بروز اتوار منعقد ہونا قرار پایا ہے - ۸ اگست ۵۳ء کو بروز ہفتہ مجلس مشاورت کا اجلاس ہوگا - چونکہ اجلاس اہم ہے اس لئے جملہ احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ ضرور اس میں شامل ہو کر اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرماویں - دونو ایجنڈے شائع کئے جا رہے ہیں جو احباب کو تاریخ انعقاد اجلاس سے دو ہفتہ قبل پہنچ جاویں گے - جو دوست مجلس مشاورت میں کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں وہ ۱۰ رجولائی سے پیشتر دفتر میں بھیجدیں تاکہ اس پر وقت سے قبل مناسب کارروائی کی جا سکے - بعد میں آنیوالی تجاویز پر غور نہیں ہو سکیگا -

۲۹ جون ۵۳ء - احمد یار اسسٹنٹ سیکرٹری

عورتوں کا صفحہ

خواتین کے لئے لمحہ فکریہ

بیگم صاحبہ راجہ محمد انور ریٹائرڈ سیالکوٹ چھاؤنی

آج ملک بھر میں ایک ہی آواز آرہی ہے مہنگائی بہت ہے۔ آمدنی کم اور اخراجات زیادہ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اخراجات کیونکر کم کیا جائے۔ آخر پیٹ بھر کر کھانا تو چاہیئے۔ تن ڈھانپنے کو لباس بھی چاہیئے۔ بچوں کی تعلیم کا خرچ بھی بہت ضروری ہے۔ کونسا خرچ ہے جو گھٹایا جا سکتا ہے۔ ایک معمولی ملازم کے لئے تو یہاں بچت کی گنجائش ہی نہیں لیکن جن کو ہزار ہزار دو دو ہزار روپیہ ماہوار تنخواہیں ملتی ہیں وہ بھی یہی رونا روتے ہیں۔ ان معاملات کو سلجھا سکتی ہیں تو عورتیں جن پر گھر بار کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ جھوٹے تکلفات تصنع اور جسمانی آرام طلبی نے عورت کو اس حد تک لاچار کیا ہے کہ دماغی سکون برباد ہو گیا ہے۔ ہر وقت یہی سوچ کھائے جارہی ہے کہ کہاں سے روپیہ فراہم ہو جو ضروریات کو پورا کر سکے جہاں تک جائز ضروریات ہیں وہاں تک تو کوئی بحث ہی نہیں۔ ہاں بعض ضروریات ایسی ہیں جو کسی حد تک کم کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً ایک عورت جو اپنے گھر بار کو خود سنبھالتی ہے۔ کھانا پکاتی ہے۔ کپڑے دھوتی ہے۔ کپڑے سیتی ہے۔ نماز و قرآن و احکام الٰہی کی پابندی کرتی ہے۔ اسے بہت کم فرصت ملتی ہے کہ وہ باہر جائے۔ جب وہ باہر کم نکلتی ہے تو اسے بہت زیادہ لباس و سامان آرائش کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کے گھریلو اخراجات اس عورت سے بہت کم ہیں۔ جو اپنا گھر بار ملازمین دھوبیوں اور درزیوں کے سپرد کر کے خود کلب کی زینت بنی رہتی ہے۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنیوالی عورت محنتی ہونے کے سبب صحت مند بھی ہوتی ہے۔ اس لئے ڈاکٹر کے بل کی بھی بچت ہو جاتی ہے۔ جب عورت شوہر کی آمدنی کے اندر سلیقہ سے گذران کرے تو مرد کو بھی اوپر کی آمد یا رشوت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی جس کے باعث [illegible] میں اتنی بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ یہ چیزیں حکومت کے دباؤ سے نہیں سدھر سکتیں بلکہ طبیعتوں کا میلان بدلنے سے ہی ان پر قابو پایا جا سکتا ہے عورت مرد کے مقابلے میں زیادہ مستقل مزاج واقع ہوئی ہے اور مذہب کی پابندی بھی اس کے ورثے میں زیادہ آئی ہے۔ جب وہ اپنے شوہر کو خود یہ سبق دے کہ اسے تنخواہ سے بڑھکر ضرورت نہیں تو مرد کو بھی زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس کا ہاتھ ضرور رُک جائے گا۔ دوسرے طیب اور حلال کمائی سے بچوں کا پیٹ بھرے اور تن ڈھکے تو ان کے اندر اخلاق فاضلہ پیدا ہوں گے۔ جو لوگ حرام کمائی کا خون بچوں کی رگوں میں پیدا کرتے ہیں وہ ان سے نیکی کی امید کیونکر رکھ سکتے ہیں۔ محنت سے کمائی ہوئی دولت جب اولاد پر صرف ہوتی ہے تو اس کی نگاہ میں باپ کی قدر ہوتی ہے۔ آسانی سے آیا ہوا پیسہ آسانی سے چلا بھی جاتا ہے۔ دودھ کے بھرے کڑاھے میں چند قطرے غلیظ پانی کے اسے ناپاک کر دیتے ہیں۔ اسی طرح محنت سے کمائی ہوئی آمدنی میں تھوڑی سی رشوت بھی مل جائے تو اسے حرام کر دیتی ہے۔ ایک ماں جب بچے کو اپنا دودھ پلا کر پالتی ہے تو اس بچہ کو ماں سے زیادہ محبت ہوتی ہے بہ نسبت اس بچہ کے جو دایہ کا دودھ پی کر پلتا ہے جتنی محنت اولاد کے ساتھ کی جائے گی اتنی ہی وہ والدین کی قدر دان ہو گی۔ اور اولاد سے لاپرواہی برتنے والی ماؤں کو زیادہ توقع خدمت گذاری کی نہ رکھنی چاہیئے بچے کو سکول بھیجکر ماں تربیت کے فرائض سے سبکدوش نہیں ہو جاتی بلکہ توجہ کی ضرورت بڑھ جاتی ہے تاکہ بچے دوسرے بچوں سے خلط ملط ہو کر کسی گندے ماحول سے متاثر نہ ہوں۔ جن گھروں میں سیانی بچیاں ہیں انہیں تو نوکروں کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ ایک پنتھ دو کاج والا معاملہ ہے۔ ایک تو ان کی گھریلو تربیت ہو جاتی ہے، دوسرے اخراجات میں بھی بہت بچت ہو جاتی ہے۔

اگر لڑکیاں خود پکائیں، کپڑے دھوئیں، سلائی کریں تو وہی سو دو سو روپے ماہوار جو نوکروں دھوبیوں اور درزیوں کی نظر کئے جائیں ان سے گھر کے سو کام نپٹ سکتے ہیں، جہیز کے لئے سامان خریدا جا سکتا ہے۔ اور پھر بیکار رہنے سے تو انسان کے خیالات بھی پراگندہ ہوتے ہیں اور صحت بھی بگڑ جاتی ہے۔ ایک مصروف انسان کا دماغ کم ہی برائی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ معاشرت کا تھوڑا سا رخ بدلنے سے زندگیاں پرسکون ہو جاتی ہیں اور قوم ترقی کی منازل آسانی سے طے کر سکتی ہے۔ اور دنیا ہی کے گڈھے میں گرنے سے بچ جاتی ہے۔

تمام ممالک کی خواتین کی آواز

۲۲ جون ۱۹۵۳ء بین الاقوامی یوم اطفال ہے۔ یہ دن ساری ابھرتی ہوئی نسل کے لئے شدید اہمیت کا حامل ہے۔ جن لوگوں نے تحفظ اطفال کی بین الاقوامی کانفرنس میں حصہ لیا تھا جو اپریل ۱۹۵۲ء میں ویانا میں منعقد ہوئی تھی، انہوں نے امن کے قیام اور اسکو ہر شہر، ہر فیکٹری اور ہر گاؤں میں امن کے طاقتور مظہر اور تمام قوموں کے درمیان اعتماد اور برادری میں تبدیل کرنے کے فیصلہ کا خیر مقدم کیا تھا۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ کروڑوں بچوں کے تحفظ کا مقصد جن سے ہمارا مستقبل عبارت ہے، جتنا ہمیں ہمارے مشترکہ مقصد کے لئے متحد کر سکتا ہے کوئی دوسری چیز اتنا متحد نہیں کر سکتی۔

بدقسمتی سے متعدد ملک ایسے ہیں جہاں بچوں پر بھوک کا خوف مسلط رہتا ہے اور جہاں ہمیشہ بچے بھوک کے چنگل میں آجاتے ہیں، ہندوستان، جاپان، الجیریا، اور ایران کے نمایندوں نے اپنے ملک میں بچوں کی غربت کی ایک ہولناک تصویر پیش کی، وہاں بچوں کی شرح اموات بہت زیادہ ہے۔

ویانا کی کانفرنس نے اس بات پر زور دیا کہ جہاں جہاں سائنس کو انسانی مشن کی تکمیل کے بجائے جنگ اور موت کی خدمت کرنے پر مجبور کیا گیا ہے وہاں ایسا ہی ہو رہا ہے، مثال کے طور پر ان ممالک میں ایٹمی توانائی کو وحشیانہ ہتھیار بنانے پر صرف کیا جا رہا ہے، بیالوجی جراثیم ختم کرنے کے برخلاف موت پھیلانے کے لئے استعمال کی جا رہی ہے۔

سنہ ۱۹۵۰ء سے کوریا میں ایک وحشیانہ جنگ جاری ہے۔ ایسی جنگ جس کا واضح طور پر مقصد آبادی کو تباہ کرنا تھا۔

تمام نیک نیت افراد کو بچوں کے تحفظ کے لئے کھڑا ہونا چاہیئے، اور بچوں کا تحفظ، امن کے لئے پہلی اور مقدم جدوجہد ہے، اس بات پر ویانا کانفرنس کے فیصلوں میں دیا گیا ہے، یہ بات مقتدر رہنماؤں اور بچوں کے تحفظ کی تحریک کے سرگرم کارکنوں نے کہی ہے، ہر جگہ یہ تدابیر اختیار کی گئی ہیں کہ بچوں کے تحفظ کی تحریک کے تمام دوستوں کے اتحاد کے جذبہ کے تحت بین الاقوامی "یوم اطفال" منایا جائے۔

یہ بات ہم سب پر واضح ہے کہ بچوں کی نگہداشت اور امن کی پالیسی کو عملی جامہ پہنایا جا سکتا ہے نیز یہ کہ بچوں کی زندگی کو پُر مسرت اور شادمان بنایا جا سکتا ہے، یہ بات اور بھی واضح ہے، جیسا کہ سوویٹ یونین اور عوامی جمہوریتوں کی مثال ظاہر کرتی ہے کہ جب حکومتیں انسان کو قوم کا قیمتی سرمایہ سمجھتی ہیں تو بچوں کے لئے کس قسم کی زندگی پسند کرتی ہیں۔

بچوں کی زندگی اور مسرت کے لئے امن کی ضرورت ہے آج پھر تمام ملکوں کی عورتیں اور مائیں اس حقیقت کو عزم بالجزم کے ساتھ بتائیں گی۔

برلن مسجد کی مرمت کے متعلق تحریک

بیگم صاحبہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے برلن مسجد کی مرمت کے لئے ماہ رمضان المبارک سے جو تحریک شروع کر رکھی ہے۔ وہ تحریک خدا کے فضل و کرم سے بہت کامیاب ہوئی ہے اب تک اس ضمن میں مبلغ ۰ ـــ ۱۳ ـــ ۱۲۰۰ روپیہ جمع ہو چکے ہیں۔ جو اس کام کے لئے کافی نہیں ابھی ضرورت ہے کہ خواتین جماعت اس سلسلہ میں اور فراخ دلی کا ثبوت دیں اور خاص طور پر اس تحریک کی طرف توجہ فرمائیں۔ ہمیں امید ہے کہ جن خواتین نے ابھی تک اس تحریک میں حصہ نہیں لیا وہ جلد اس میں حصہ لے کر ممنون فرمائیں گی۔

جماعت کی معزز خواتین کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ پیغام صلح کے لئے مضامین بھجوائیں

آسمانِ علم کے تابندہ ستارے

شیخ غلام قادر صاحب احمد بلڈنگز لاہور

شیخ ابو علی ابن سینا

ابو علی حسین بن عبد اللہ بن سینا ملقب بشرف الملک الحکیم کے والد ماجد بلخ کے رہنے والے تھے لیکن ابن سینا اور ان کے دوسرے بھائی بخارا کے سب سے بڑے گاؤں خرمتین میں پیدا ہوئے۔

دس سال کی عمر میں ابو علی نے علوم القرآن اصولِ دین، علم ادب و حساب، اور جبر و مقابلہ حاصل کر لیا۔ بعد ازیں آپ نے علم منطق اور اقلیدس وغیرہ حکیم عبد اللہ ناتلی سے حاصل کئے۔

علوم و فنون اور رموز و دقائق میں اس قدر دسترس حاصل کی کہ خود حکیم عبد اللہ ناتلی بھی انہیں نہ پہنچ سکے، باوجود کثرت توغل کے علم فقہ کی بھی تحصیل زاہدی سے تکمیل کی۔

ابو علی ابن سینا علوم طبعی، الٰہیات اور فصوص و شرح کی طرف بھی متوجہ ہوئے اور ان علوم کی تحصیل میں اس قدر کوشش کی کہ اللہ تعالےٰ نے ان پر علوم کے دروازے کھول دیئے۔ تحصیل علم طب میں مشغول ہوئے تو اس علم کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کے چھوڑا۔

آپ کا مطب مریضوں کے لئے صلائے عام تھا، اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے بیماروں کا علاج مفت کرتے تھے۔ علم طب میں آپ تمام متقدمین و متاخرین پر سبقت لے گئے سولہ سال کی عمر میں آپ نے وہ فضل و کمال حاصل کیا کہ کبار اور فضلائے نامدار آپ کے پاس استفادہ کے لئے حاضر ہوتے تھے۔

آپ ایام طالبعلمی میں کبھی رات کو بہت کم سوتے تھے اور تمام دن مطالعہ میں صرف کر دیتے تھے آپ کا یہ دستور تھا کہ مشکل اور لاینحل مسئلہ جو آپ کے راستہ میں حائل ہوتا اس کے حل کرنے کے لئے مسجد کی طرف رجوع کرتے۔ نوافل ادا کرتے کے بعد دعا میں مشغول ہو جاتے اور اللہ تعالےٰ سے اس مشکل کو حل کرنے کے لئے استعانت طلب فرماتے۔ چنانچہ بارگاہ ایزدی اس معاملہ میں آپ کی راہنمائی فرماتی اور آپ پر لاینحل مسئلہ منکشف ہو جاتا تھا۔

آپنے مختلف علوم پر ہزارہا صفحات لکھے کتاب الشفا والنجات اور کتاب الاشارات و قانون وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے سو کے قریب کتب تصنیف فرمائیں۔

شعر میں بھی آپ کو کافی دسترس تھی، چنانچہ انکے مفصلہ ذیل ابیات بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:-

(۱) واحفظ بُنیَّ وصیتی واعمل بھا
فالطبُّ معقودٌ بنصّ کلامی

(۲) لاتشربنّ عقیب اکل عاجلاً
فتقود نفسك للاذی بزمام

(۳) اجعل غذاءك کل یوم مرۃً
واحذر طعامك قبل ھضم طعام

(۴) واحفظ منیّك ما استطعت فانّہٗ
ماءُ الحیاۃ یراق فی الارحام

ترجمہ:-

(۱) اے میرے بیٹے میری نصیحت کو یاد رکھ اور اس پر عمل کر کیونکہ علم طب میری کلام میں بستہ ہے۔

(۲) کھانے کے بعد جلدی پانی ہرگز نہ پی ورنہ تو اپنے نفس کی باگ کھینچکر ایذا کی طرف دیگا۔

(۳) اور غذا تمام دن میں ایک دفعہ کھا اور طعام کے ہضم ہونے سے پہلے دوسرے طعام سے پرہیز کر۔

(۴) جہاں تک ہو سکے اپنی منی کی حفاظت کر کیونکہ وہ آب حیات ہے جو ارحام میں ڈالا جاتا ہے۔

آپ ماہ صفر ۳۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور ماہِ رمضان کے اوّل جمعہ ۴۲۸ھ میں انتقال فرما گئے۔

علامہ مقدسی

ابو محمد عبد اللہ بن بری بن عبد الجبار مقدسی۔ نحو لغت میں امام مشہور تھے شنتریتی نحوی اور عبد الجبار معافری وغیرہ سے آپ نے بہت سا علم حاصل کیا، جزولی نحوی آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ سیبویہ نحوی کی کتاب میں آپ کو بڑا دخل تھا۔ درۃ الغواص حریری اور صحاح جوہری پر آپ نے عجائب و غرائب حواشی لکھے اور مقامات حریری کی غلطیاں جو ابن خشاب نے نکالی تھیں ان کی آپ نے تردید لکھی اور مختصر رسالہ فقہا کے اغلاط میں لکھا مصر میں ۵ رجب ۴۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں شوال ۵۸۲ھ میں فوت ہو گئے۔

ابن جوزی

ابو الفرج عبد الرحمٰن بن ابی الحسن علی بن محمد بن علی قریشی تیمی بکری بغدادی متبحر عالم۔ فاضل کامل، علامہ عصر فہامہ دہر اور امام وقت تھے۔ علم ادب۔ علم حدیث، اور علم تاریخ میں بہت تصنیفات رکھتے ہیں چنانچہ بعض لوگ بطور مبالغہ کہتے ہیں کہ جب آپ کے لکھے ہوئے مسودات کا حساب کیا گیا تو ہزاروں جزو دیئے گئے، اگر ابن خلکان اس روایت کو صحیح نہیں مانتے۔ آپ کے تراشے قلم کے اس قدر تھے کہ انھوں نے وصیت کی تھی کہ ان تراشوں سے پانی گرم کر کے مجھے غسل دیا جائے۔

آپ کی تصنیفات، قریب دو سو پچاس کے ہیں تاریخ میں کتاب المنتظم آپ کی مشہور تصنیف ہے شعر بہت اچھا کہتے تھے چنانچہ بغداد کے ترک میں جو آپنے شعر کہے ان میں ایک یہ ہے:-

یردن العجیب کلام الغریب
وقول القریب فلا یعجب

یعنی مسافر کے کلام کو عجیب دیکھتے ہیں اور قریب آدمی کا قول عجیب معلوم نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ بغداد میں اہل سنت و شیعہ کے درمیان حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ کی فضیلت کے متعلق گفتگو ہوئی، دونوں فریق نے ابن جوزی کو اپنا منصف مقرر کیا اور جس وقت یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ وعظ فرما رہے تھے اس مجلس وعظ میں خلیفہ ناصر الدین اللہ جو مذہب امامیہ کی طرف مائل تھے شرکت فرما تھے۔

ابن جوزی نے ان دونوں فریقوں کے بیانات سُن کر فرمایا۔ من کانت ابنتہ تحتہ۔ در مجلس سے اُٹھکر چلے گئے فریق اہل سنت نے کہا کہ فیصلہ ہمارے حق میں ہے کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ کی دختر نیک اختر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تھیں اور اہل تشیع نے کہا اس سے مراد حضرت علیؓ ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی ان کے گھر میں تھیں۔ غرضیکہ ایسا ہی البدیہہ اور سنجیدہ جواب دیا جو ان کے کمال فضیلت پر دال ہے۔

تقریباً ۵۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور بارہویں ماہ رمضان جمعہ کی رات ۵۹۷ھ راہی ملک بقا ہوئے۔ جوزی فرضۃ الجوز کی طرف منسوب ہیں جو ایک مشہور شہر کا نام ہے۔

امام یافعی صاحب تاریخ یافعی

ابو السادات عفیف الدین عبد اللہ بن اسعد یافعی یمنی اکثر مدت حرمین شریفین میں رہے کثرت تصنیفات رکھتے ہیں لیکن سب سے زیادہ مشہور تاریخ مرآت الجنان وعبرت الیقظان فی معرفت حوادث الزمان والمکان۔ کتاب روضۃ الریاحین فی حکایات الصالحین۔ کتاب در النظیم فی فضائل القرآن العظیم۔ اور نشر المحاسن ہیں۔ علم ادب اور شعر میں بھی کمال دسترس رکھتے تھے۔

اکیسویں جمادی الآخر یوم شنبہ ۷۶۸ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی اور خواجہ فضیل کے مقبرہ میں .... مدفون ہوئے۔

سید شریف

آپ کا نام نامی علی بن محمد بن علی ہے اور سید شریف اور سید سند جرجانی کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی ذات کو اللہ تعالےٰ نے جامع کمالات پیدا کیا۔ علم صرف۔ نحو۔ منطق۔ اصول۔ فقہ۔ حدیث معانی۔ بیان۔ بدیع۔ مناظرہ۔ فلسفہ وغیرہ میں آپ یگانۂ روزگار تھے۔ صغر سنی میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایسا ملکہ عطا فرمایا کہ آپ نے وافیہ شرح کافیہ پر تعلیقات لکھی۔ اور صرف میر۔ نحو میر۔ صغریٰ۔ کبریٰ۔ میر ایساغوجی۔ تفسیر زہراوین شریفی شرح سراجی۔ شریفیہ شرح مواقف شرح مفتاح۔ شرح تذکرہ طوسی۔ شرح چغمینی۔ شرح کافیہ حاشیہ بیضاوی۔ حاشیہ مشکوٰۃ۔ حاشیہ خلاصہ طیبی در علم اصول حدیث۔ حاشیہ عوارف۔ حاشیہ ہدایہ۔ حاشیہ تجرید۔ حاشیہ مطالع۔ حاشیہ شرح شمسیہ المعروف بمیر قطبی حاشیہ مطول و مختصر۔ حاشیہ شرح طوالع حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمت۔ حاشیہ شرح حکمت العین۔ حاشیہ شرح حکمت الاشراق۔ حاشیہ تحفہ۔ حاشیہ رضی۔ حاشیہ شرح نقرہ کار۔ حاشیہ کافیہ۔ حاشیہ متوسط۔ حاشیہ جیغمینی حاشیہ عوامل جرجانیہ، حاشیہ شرح شک الاشارات طوسی۔ حاشیہ تلویح و توضیح۔ حاشیہ نصاب فی لغۃ العجم۔ حاشیہ شرح العضد للمختصر۔ حاشیہ تحریر اقلیدس حاشیہ قصیدہ کعب بن زبیر وغیرہ کتابیں آپ نے تصنیف فرمائیں۔

روایت ہے کہ میر صاحب نے علم تصوف علاؤ الدین عطار بخاری سے جو کہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی کے بڑے خلیفہ تھے حاصل کیا تھا اور اس علم میں بھی ایک رسالہ تصنیف کیا۔ کہتے ہیں کہ آپ مولانا قطب الدین محمد رازی کے پاس ہرات میں شرح شمسیہ اور شرح مطالع پڑھنے کے لئے جس وقت گئے تھے آپ پیر فرتوت ہو چکے تھے (یعنی رازی صاحب) اور ان کے ابرو آنکھوں پر پڑتے تھے۔ رازی صاحب نے جب ابرو اٹھا کر میر صاحب کو دیکھا تو انہیں ایک نوجوان ذکی فہیم پایا اور منطق میں ان کی تیزیٔ طبیعت اور اپنے قویٰ میں آثار ضعف پا کر انہیں اپنے ایک دست گرد مبارک شاہ کی طرف جو ایک وقت ان کے غلام رہ چکے تھے، اور جنہیں آپ نے زیور علم سے آراستہ کیا تھا اور مصر میں مقیم تھے جانے کو کہا۔

دورانِ سفر میں جمال الدین محمد بن محمد اقسرائی شافعی موجز کا شہرہ سُن کر قرمان میں ان سے ملنے کے لئے گئے جب ان کے شاگردوں سے ان کی شرح جو انہوں نے الیضاح خطیب قزوینی پر لکھی تھی دیکھی تو بہت ناپسند کی۔ مگر افسوس جمال الدین سے ان کی ملاقات نہ ہو سکی، کیونکہ جس روز وہ وہاں پہنچے اسی روز آپ انتقال فرما گئے تھے۔ وہاں سے آپ مبارک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے دونوں مذکورہ کتابیں پڑھیں۔ شرح شمسیہ اور شرح مطالع ۷۷۹ھ میں شاہ شجاع الدین مظفر سے ملاقات

نے سعدالدین مسعود تفتازانی کی معرفت شرف ملاقات حاصل کیا بادشاہ میر صاحب کی قابلیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہیں اپنے ساتھ شیراز لے گئے اور تدریس دارالشفاء کی شفا فرمائی آپ وہاں دس سال مقیم رہے حتیٰ کہ جس وقت تیمور نے شیراز پر تاخت کی اور وہاں کے اعیان و افاضل کو قید لیا تو وزیر کے کہنے پر سید صاحب کو رہائی دی۔ تیمور سید صاحب کو ماوراء النہر لے گیا آپ ثانی عرصہ سمرقند میں مدرس رہے۔

آپ ۲۲ شعبان ۷۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور بدھ کے روز۔ ربیع الاول ۸۱۶ھ میں رحلت فرما گئے۔ (ندوۃ المصنفین ادبا)

امام مازری

ابو عبداللہ محمد بن علی بن عمر تمیمی معروف بامام مازری شہر مازر (صقلیہ) میں پیدا ہوئے مازر میں تعلیم و تربیت پانے کے بعد علوم کی تکمیل کے لئے مہدیہ گئے۔ اس جگہ کے اکابر ابو محمد بن عبدالحمید سوسی اور لخمی وغیرہ سے تحصیل علوم کی علم حدیث۔ رجال۔ فقہ اور کلام میں ایسا امتیازی درجہ حاصل کیا کہ رفتہ رفتہ اقلیم مغرب میں اپنے زمانہ کے سب سے بڑے استاد مانے گئے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں:-

"آپ اُن اکابر میں سے ہیں جو حافظ حدیث اور ماہر علم کلام ہونے کی وجہ سے ممتاز الیہ ہیں .... وہ ارباب فضل میں سے تھے مختلف علوم میں دستگاہ رکھتے تھے"

ابن فرحون کا بیان ہے کہ:-

"وہ باشندگان افریقہ اور ماوراء مغرب کے امام تھے علم موصوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب قرار پا گیا تھا وہ بغیر اس لقب .... کے پہچانے نہ جاتے تھے"

عفیف الدین یافعی یمنی انہیں ایک موقع پر اس خطاب سے یاد کرتے ہیں:-

"امام یکے از علمائے اعلام فقیہ محدث۔ اصولی۔ ادیب محمد بن علی تمیمی مازری"

امام مازری نے بکثرت بلند پایہ کتابیں مختلف علوم پر تالیف کیں ان میں سے علم حدیث میں ان کی دو کتابیں ہیں (۱) مسلم کی شرح کتاب المعلم ہے (۲) تعلیقات بر روایت جوزقی ہے۔

کتاب المعلم بفوائد کتاب مسلم۔ صحیح مسلم کی سب سے پہلی شرح ہے۔ امام مازری سے پہلے صحیح مسلم پر جس قدر کتابیں لکھی گئی تھیں وہ مسلم پر استدراک کی حیثیت رکھتی تھیں یعنی لوگوں نے ان کتابوں میں ایسی حدیثیں جمع کی تھیں جو اگرچہ امام مسلم کی اُن شرائط کے مطابق تھیں جو انہوں نے اپنی صحیح حدیثوں کے درج کرنے کے لئے قائم کی تھیں مگر باوجود اس بات کے وہ حدیثیں صحیح مسلم میں موجود نہ تھیں۔ اس لئے ان کتابوں کے ذریعہ سے متن اور سندوں کے اعتبار سے اضافہ کیا گیا تھا ورنہ امام مازری سے پہلے صحیح مسلم کی شرح پر قلم نہیں اُٹھایا تھا۔

صحیح مسلم کی سب سے پہلی شرح یہی کتاب المعلم ہے اور اسی نقش اوّل پر مابعد کے محدثین نے اپنی شرحیں تیار کیں۔

کتاب المعلم کے صرف ایک قلمی نسخہ کا پتہ چلا ہے جو مصنف کی وفات کے ۴۶ برس بعد ۵۸۲ھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ نسخہ مصر کے کتب خانہ خدیویہ میں محفوظ ہے۔

کتاب المعلم کی تدوین و اشاعت کے بعد اہل علم نے اس کی بہت قدر کی چنانچہ قاضی عیاض صاحب الشفاء متوفی ۵۴۴ھ مسلم اور معلم پر اپنے حواشی بڑھائے جن کی حیثیت کتاب المعلم کے تکملہ کی تھی۔ اپنی اس تالیف کو انہوں نے اکمال المعلم بفوائد مسلم کے نام سے موسوم کیا اس کے چند نسخے کتب خانہ خدیویہ میں محفوظ ہیں۔

بعد ازیں دیگر علماء نے بھی اس کی شرح لکھنے پر قلم اُٹھایا۔ ان تمام شرحوں میں اُبی کی اکمال الکمال المعلم اور سنوسی کی مکمل اکمال الکمال مغرب والے مغرب اقصیٰ کی علم دوستی پہلی دفعہ ۱۳۲۷ھ میں چھپیں یہ دونوں کتابیں ایک ساتھ اس ترتیب سے چھپی ہیں کہ پہلے مسلم کے مقدمہ کا حصہ جہاں تک ہے وہ ہر صفحہ کے اوپر کے حصہ میں اور اس کے نیچے رموز کی طرح ہے پھر کتاب الایمان سے مسلم کا متن حاشیہ پر اور ہر صفحہ کے اوپر کے حصہ میں اُبی شرح اور نیچے کے حصہ میں سنوسی کی شرح مندرج ہے ساری کتاب سات جلدوں میں ختم ہوئی ہے اور ہر جلد ساڑھے تین سو، چار سو صفحوں کی ہے۔

المعلم کے چند اقتباسات

ڈاکٹر کرینکی نے ایک بسیط مضمون "مجموعہ مضامین بیادگار صد سالہ اماری" میں لکھا ہے اس میں انہوں نے امام مازری کی المعلم اور قاضی عیاض کی اکمال کا بھی تذکرہ کیا ہے انہوں نے کتب خانہ خدیویہ کے ان نسخوں کو بھی دیکھا ہے اور ان کے اقتباسات نقل کئے ہیں۔ ذیل میں کتاب المعلم کے چند اقتباسات بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں:-

"امام مازری کتاب المعلم کے مقدمہ میں امام مسلم اور ان کی صحیح مسلم کے متعلق حسب ذیل رائے ظاہر فرماتے ہیں:-

ترجمہ:- امام ابو عبداللہ محمد بن علی بن ابراہیم المازری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ کتاب مسلم کتب حدیث میں سے صحیح ترین کتاب ہے اس کے مولف کا بیان ہے کہ میں نے اس کو تقریباً تین لاکھ احادیث میں منتخب کیا ہے .... مسلم بخاری کے ساتھیوں میں سے تھے جس وقت بخاری کے تمام ساتھی ان سے جدا ہو گئے تو مسلم نے ان کا ساتھ دیا۔ مسلم نے ۲۶۱ھ رجب کے آخری عشرہ میں انتقال فرمایا۔

حقیقت کذب و شرح حدیث

من کذب علیّ متعمداً الی آخرہ

قول امام:- اشاعرہ کے نزدیک کذب نام ہے اس خبر کا دینا جو واقعتہً صحیح نہیں ہے ان کے نزدیک کذب کی یہی تعریف ہے وہ لوگ کذب کے لئے عمداً یعنی جان بوجھ کر جھوٹ بولنے کی شرط نہیں لگاتے اور معتزلہ کے مسلک کے خلاف یہ حدیث حجت ہے کیونکہ اس میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص عمد کا مرتکب بھی نہ ہو اس پر بھی کذب کا اطلاق ہوتا ہے

معتزلہ کی نفی کی تشریح

قول امام:- اور اس کا قول لا فدرتہ معتزلہ قدر کا عمومی انکار نہیں کرتے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ برائی اور گناہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے بغیر سرزد ہوتے ہیں لیکن جو فلاسفہ کسی شریعت کے پابند نہیں وہ قدر کا کلیتہً انکار کرتے ہیں

مومن فاسق کے دخول جنت کی تحقیق

قول امام:- کلمہ گو مسلمانوں میں سے جو شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اس کے متعلق لوگوں میں اختلافات ہیں چنانچہ فرقہ مرجئہ کا خیال ہے کہ اسے معصیت کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ گر اس کا ایمان سلامت ہے"

خوارج کہتے ہیں معصیت اسے نقصان پہنچائے گی اور اپنے گناہوں کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا۔

معتزلہ کا خیال ہے کہ وہ گنہگار ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اگر وہ کبائر گناہ کا مرتکب ہوا ہو اور نہ اسے مومن سے موصوف کیا جائے گا اور نہ اسے کافر کہا جائیگا بلکہ وہ فاسق کے نام سے موسوم ہوگا۔

اشاعرہ کا یہ مسلک ہے کہ نہیں بلکہ وہ مومن ہی رہے گا اگرچہ اس کی مغفرت نہ کی گئی ہو اور اس کو عذاب دیا جائے تو پھر ضروری ہے کہ وہ دوزخ سے نکال لیا جائے۔ اور پھر جنت میں داخل کر دیا جائے اور یہ حدیث خوارج اور معتزلہ کے خلاف حجت ہے (حدیث۔ جو شخص (مسلمان) مرا اور وہ جانتا ہے کہ سوائے خدا کے دوسرا معبود نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوا) باقی رہی مرجئہ تو اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے وہ اپنے مسلک کی صحت پر دلیل لائیں تو ہم (اشاعرہ) کہیں گے کہ اس حدیث کا مطلب یوں ہوگا کہ یا تو اس کی مغفرت کی جائے گی (اور سرے سے دوزخ ہی میں نہ بھیجا جائے گا) اور یا دوزخ سے بذریعہ شفاعت نکال لیا جائے گا اور پھر جنت میں داخل کیا جائیگا تو اس صورت میں اس حدیث کے جملہ "جنت میں داخل ہوا" کے معنی یہ ہوئے کہ وہ جنت میں اپنی جزا و سزا کے بعد بھیجا جائے گا۔ اور اس طرح اس حدیث کی تاویل ضروری ہے کیونکہ بعض بڑے گناہوں کے ارتکاب کرنے والوں کے لئے سخت عذاب کی روایتیں بھی ہیں اس لئے اس حدیث کی تاویل اسی طرح ضروری ہے جس طرح ہم لوگ (اشاعرہ) کہتے ہیں تاکہ شریعت کے ظاہری احکام اور روایات ایک دوسرے سے مخالف نہ ہوں۔

لفظ مسیح کی تحقیق

قول امام مازری:- عیسیٰ بن دینار وغیرہ کہتے ہیں کہ دجال کو مسیح کہا گیا کہ وہ دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ کا ممسوح (کانا) تھا اس لئے وزن فعیل بمعنیٰ مفعول ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے روئے زمین کی سیاحت کی وجہ سے مسیح موسوم ہیں کیونکہ زمین میں ان کے ٹھہرنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے لیکن ذیل میں ان کے صرف چند مشہور تلامذہ کے نام درج کئے جاتے ہیں:-

(۱) محمد بن تومرت مہدی افریقہ کے اہل علم لوگوں میں سے تھے۔ انہوں نے مہدیت کا دعوےٰ کیا اور عظیم الشان سلطنت موحدیہ کی بنیاد ڈالی۔

(۲) قاضی ابوالفضل عیاض صاحب الشفا

(۳) ابن الفرس غرناطی حدیث کے حفاظ میں سے تھے۔

(۴) قاضی ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن سعادہ متوفی ۵۶۵ھ صاحب الکتاب شجرۃ الوہم المترقیہ الی ذروۃ الفہم۔ حدیث۔ فقہ۔ کلام اور تصوف میں درک رکھتے تھے

ابو طاہر بن دمنہ امام مازری کے مشہور تلامذہ میں ہیں ان کا بھی وسیع حلقہ درس تھا۔

اخلاق و عادات

امام مازری ایک طرف علمی تبحر میں یگانۂ روزگار رہے تھے دوسری طرف بڑے زندہ دل۔ خوش مزاج اور خوش لباس تھے تلامذہ و احباب سے حسن اخلاق سے پیش آتے بڑی شیریں کلامی سے گفتگو کرتے اور حسب موقع برمحل اشعار پڑھتے۔

۸۳ سال کی عمر پا کر ۵۳۶ھ میں انتقال فرما گئے اور قصبہ منستیر میں جو مہدیہ اور سوسہ کے درمیان واقع لب ساحل واقع ہے مدفون ہوئے۔

(ملخص از تاریخ صقلیہ ۲)

باقی ــــــ باقی

امارت قیادت کی ذمہ داریاں

شیخ غلام قادر صاحب احمدی بلدی گکھڑ

بسلسلۂ اشاعت مؤرخہ ۱۹۵۳ء

احب الناس الی اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ وادناھم منہ مجلسا امام عادل وابغض الناس الی اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ وابعدھم منہ مجلسا امام جائر (الترمذی)

ترجمہ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا بہت پیارا بندہ اور اس سے بہت نزدیک بیٹھنے والا عادل امیر ہوگا اور بہت دھتکارا ہوا اور بہت دور بیٹھنے والا ظالم حاکم ہوگا۔

محمد عبداللہ شاہ ہسپانیہ اور علمائے وقت

الحکم کا پوتا محمد عبداللہ اپنے والد عبدالرحمٰن دوم کی وفات کے بعد ۸۵۲ء میں ہسپانیہ کا فرمانروا ہوا۔ یہ بادشاہ رحم دلی عدل اور شجاعت میں اپنی نظیر آپ تھا۔ علمائے وقت میں کسی مسئلے پر بحث نے اس قدر طول کھینچی کہ شدہ شدہ ان کے اس شدید اختلاف کی شکایت بادشاہ تک پہنچی ان میں سے علمائے قرطبہ کی دارالخلافہ میں مستقل رہائش کی وجہ سے بادشاہ تک رسائی تھی بنا بریں حافظ عبدالرحمٰن باقی بن مجالد کو (اپنے وقت کے لاثانی علماء اور بہترین شاگردان احمد بن حنبل کے فیضیافتہ تھے) اپنی عزت کا فکر پڑ گیا۔

علماء قرطبہ نے شکایت کی حافظ باقی ملک میں فتنہ و فساد پھیلاتا ہے اور اس قسم کی تعلیم دیتا ہے جو قرآن شریف اور احادیث نبویؐ کے خلاف ہے۔ ہمارے مرید نیز سواد اور اس کے ساتھ صرف دو سو چوراسی علماء ہیں اور ان دو سو چوراسی میں سے جو صحیح طور پر علماء کہلانے کے مستحق ہیں وہ صرف دس ہیں۔

بادشاہ خود ایک بہت بڑا عالم تھا اس نے کہا کہ:۔

"میں حافظ باقی کو بلا تحقیقات
نہ جلاوطن کر سکتا ہوں نہ قید
اور نہ کوئی اور سزا دے سکتا
ہوں میں ہر فرقہ کے دلائل خود
سنوں گا"

چنانچہ مقررہ دن اور معین وقت پر تمام علماء اور حافظ باقی شاہی محل میں جمع ہوگئے۔

بادشاہ نے ابوشیبہ کی کتاب کا خود جائزہ لیا جانچ پڑتال کی اور وہ تمام شروح جو علماء قرطبہ اور حافظ باقی کرتے تھے سنا اور سنکر مفصلہ ذیل فیصلہ دیا:۔

"دونوں فرقوں میں جو اختلاف ہے
وہ نہایت ضعیف ہے اور بالکل
خفیف باتوں میں ہے۔ اس
اختلاف سے اصول آیات
قرآنی اور احادیث احکامی میں
کوئی حرج واقع نہیں ہوتا حافظ
باقی کے بیان کردہ مسائل
بالکل صحیح ہیں ان کے وعظ و
کلام اور درس میں دست اندازی
کرنا نہ صرف ناانصافی ہے بلکہ
لوگوں کو علم و اخلاق اور شائستگی
اختیار کرنے سے روکنا ہے"

علمائے قرطبہ یہ فیصلہ سنکر خاموش ہوگئے۔ اس میں ہمارے راہنمایان قوم و علماء کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔

ایک مرتبہ سلطان صلاح الدین کا ہاتھ بہت تنگ تھا اس نے اپنے بھائی ملک عادل سے ڈیڑھ لاکھ دینار بطور قرض مانگا۔ مگر عادل نے کہلا بھیجا کہ اگر معاوضہ میں حلب عنایت ہو تو حاضر ہوں۔ سلطان نے کہا بہت بہتر۔ دوسرے دن ملک عادل نے کہا بیع نامہ تحریر کر دیجئے۔ سلطان صلاح الدین کو اس بات سے بہت رنج پہنچا اور بھائی کو اس طرح مخاطب کیا:۔

"کیا تم نے یہ خیال کر لیا ہے کہ
سلطنتیں بھی فروخت ہوا کرتی
ہیں۔ تمہیں معلوم نہیں کہ مکان
مکینوں اور ملک ساکنین
کا حق ہیں۔ ہم تو رعایا کے حقوق کے
اہل دین کے نگہبان اور ان کے
مالوں کے محافظ ہیں۔ یہ روپیہ
اور زر و مال نہ میرا ہے نہ تمہارا
یہ ان ہی کا حق ہے جن سے ہم
کسی نہ کسی رنگ میں (بصورت
مالیہ یا جزیہ) وصول کرتے ہیں
جو شخص میرے پاس آکر اپنا ۲۴

چین کی اسلامی انجمن کا قیام

پیکنگ میں ایک سہ روزہ اجلاس کے بعد جس میں ایک سو گیارہ نمایندوں نے شرکت کی تھی چین کی اسلامی انجمن کا قیام عمل میں آیا۔ ملک کے گوشے گوشے سے امن پسند اور جمہوریت پسند مسلمانوں کے نمایندوں نے اس اجلاس میں شرکت کی۔ نمایندوں میں چین دس مسلم قومیتوں کے بہت ممتاز اخون اور ملا شامل تھے۔ ان دس مسلم قومیتوں کے نام یہ ہیں:۔

ہوئی، اوئی غور، ازبک، تاتار، خلخاس، تاجک، تنگ سیانگ، سالا اور پاؤ آن۔

اجلاس کا افتتاح ۹ رمئی کو اخون تاپوشنگ نے کیا۔ چین کی اسلامی انجمن کی ابتدائی کمیٹی کے صدر برھان نے ابتدائی کام کے بارے میں ایک رپورٹ پیش کی۔ انہوں نے انجمن کے فرائض کے بارے میں ایک قرارداد بھی پیش کی۔ سیر حاصل بحث کے بعد جلسہ میں صدر برہان کی رپورٹ منظور کی گئی، دستور پر اتفاق رائے ہوا اور لائحہ عمل مرتب کیا گیا۔

برھان، جن کا تعلق اوئی غور قومیت سے ہے، چین کی اسلامی انجمن کے صدر منتخب کئے گئے۔ پانچ نائب صدر۔ یانگ چنگ جن (ہوئی) ماؤ ہوائی تاپوشنگ (ہوئی) ما یحین وو (ہوئی) آئی ہنگ ساہو ہمو (اوئی غور) اور ۳۸ ممبروں کا انتخاب عمل میں آیا۔

اجلاس میں نمایندوں نے ان ترقیوں کا تذکرہ کیا جو مسلمانوں نے سیاسی، معاشی اور ثقافتی میدان میں نئے چین کی قومیتی پالیسی کے تحت کی ہیں۔ اور یہ بھی بتایا گیا کہ آزادی کے بعد مسلمانوں کو مذہبی عقاید اور مذہبی رسوم و روایات برتنے کی کتنی آزادی اور سہولت ملی ہے انہوں نے قومیتوں کے درمیان مساوات قائم کرنے اور مذہبی عقائد کی آزادی دینے کی سرکاری پالیسی پر عمل درآمد کرنے میں حکومت کی حمایت اور وطن کی تعمیر اور امن عالم کے تحفظ کے لئے پورے طور پر جد و جہد کرنے کی عام خواہش کا اظہار کیا۔

(پیکنگ سنٹے چین کی خبر رساں ایجنسی)

بچوں کا صفحہ اور خواتین کا صفحہ

پیغام صلح موجودہ پرچہ سے ۱۲ صفحات پر شائع ہوا کرے گا۔ انشاء اللہ اگر حالات سازگار رہے تو کچھ عرصہ کے بعد اس کا حجم بڑھا کر سولہ صفحات کر دیا جائیگا اور ہر لحاظ سے پرچہ کا معیار بلند کرنے کی کوشش کی جائیگی۔ آیندہ سے دو مستقل عنوانات قائم کر دیئے گئے ہیں جو دو صفحات پر مشتمل ہوں گے۔ ایک بچوں کا صفحہ ہوگا اور ایک خواتین کا صفحہ ہوگا۔ بچے اور خواتین جماعت اور معاشرہ کی روح رواں ہیں ان کی تعلیم و تربیت سے جماعت اور ملت اسلامیہ مضبوط ہو سکتی ہے اور دنیا میں فیض رساں اور تخلیقی قوت رکھنے والے ادارہ کی صورت میں زندہ رہ سکتی ہے۔ امید ہے سوجھ بوجھ رکھنے والے بچے اور سمجھدار خواتین ان صفحات کی طرف خاص توجہ فرمائیں گی۔ سال میں ایک دو مرتبہ بعض عنوانات پر لکھنا آسان ہوتا ہے لیکن بعض مستقل عنوانات پر مسلسل لکھنا اور ان کی دلچسپی کو قائم رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے انشاء اللہ ان دو صفحات کی دلچسپی کو ہمیشہ قائم رکھا جائیگا خواتین سلسلہ، بچوں اور دوسرے احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ ان دو صفحات کیلئے ہمیشہ مضامین بھجواتے رہیں۔ خاص طور کے لئے اس طرف توجہ کرنا از بس ضروری ہے ــــ جماعت کے مضمون نگاروں کی خدمت میں ہم آیندہ پرچہ کے مقالہ افتتاحیہ میں اپیل کر رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ اپیل صدا بصحرا ثابت نہیں ہوگی۔ مضمون نگار حضرات اخبار کی طرف توجہ فرمائیں گے اور مزید دو تین مستقل عنوانات قائم ہو سکیں گے جو مختلف مذاہب اور موجودہ دنیا کے مختلف مسائل اور مشکلات سے متعلق ہوں گے اس تدوین و ترتیب سے انشاء اللہ ہمارے قومی اخبار کا معیار بہت بلند ہو جائے گا۔

۲۴ مال مجھ سے لیکر مجھے بسکلا وتیں کرتا ہے اور اپنی امانت مجھ سے ×

× واپس لیتا ہے مگر وہ مجھ پر احسان کرتا ہے۔ (تاریخ حریت اسلام)

میاں ممتاز دولتانہ

ایک نفسیاتی تجزیہ

—— (۲) —— پروفیسر محمد سرور

بعد میں معلوم ہوا کہ لیاقت علی کا یہ اقدام دولتانہ کے ایک خط کی بناء پر تھا جو لیاقت علی خان مرحوم نے اخبارات میں بعد میں شائع بھی کرا دیا تھا۔

دولتانہ نے اسمبلی تڑوا کر ممدوٹ سے انتقام لیا، اسمبلی کے ان ارکان سے انتقام لیا جنہوں نے ان کے وزارت سے استعفے کے بعد ان کے حق میں کوئی مظاہرہ نہیں کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی فیروز خان کو نہایت سادہ اور بیوقوف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی —— ان کامیابیوں کے بعد میاں دولتانہ نے مسلم لیگ کا صدر رہنا مناسب نہ سمجھا اور وہ خود ہی میاں باری کے کندھوں پر خلعت ڈال کر مری کی پہاڑیوں میں پہنچ گئے۔

میاں باری دولتانہ کے اپنے آدمی تھے لیکن وہ بہت جلد میاں دولتانہ کے اپنے آدمی نہ رہے انہوں نے ایک تو مسلم لیگ میں نئے سرے سے جان ڈال دی اور دوسرے وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں بھی کامیاب ہو گئے —— دولتانہ چاہتے تھے کہ یا تو مسلم لیگ اپنی موت آپ مر جائے، اور اگر یہ زندہ رہتی ہے تو اس کا سربراہ میرا اپنا ہی آدمی ہو، جو میرے اشاروں پر چلے۔ لیکن ہوا یہ کہ مسلم لیگ خلاف توقع طاقت پکڑ گئی اور اس کا سربراہ بھی دولتانہ کے اثر سے آزاد ہو گیا۔ میاں دولتانہ کو یہ گوارا نہ تھا —— چنانچہ انہوں نے مری کی پہاڑیوں سے اتر کر پھر سے مسلم لیگ کی سیاست میں دلچسپی لینی شروع کر دی، اور ایک طویل جدوجہد کے بعد وہ مسلم لیگ پر قابض ہونے میں بھی کامیاب ہو گئے، میاں باری کو صدارت سے ہٹنا پڑا اور صوفی صاحب نے مسلم لیگ کا ڈمی صدر بننا گوارا کر لیا۔

انتخابات

سنہ ۱۹۵۱ء کے شروع میں پنجاب اسمبلی کے انتخابات ہوتے ہیں۔ اس وقت تک میاں دولتانہ پنجاب مسلم لیگ سے ہر اس شخص کو نکلوا چکے تھے۔ جو ان کے مقابلے میں کبھی آنے کی جرأت کر سکتا تھا ملک فیروز خان نون بنگال کے گورنر ہو کر جا چکے تھے راجہ غضنفر علی خان ایران میں سفیر تھے۔ افتخار اور شوکت نے آزاد پاکستان پارٹی بنا لی تھی۔ ممدوٹ اور باری مسلم لیگ کو تین حرف کہہ کر جناح لیگ کی بناء ڈالنے میں لگے ہوئے تھے۔ میاں دولتانہ یہی چاہتے تھے۔ اور ان کی شروع ہی سے تمام تگ و دو اسی لئے تھی۔ بات یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کے ایک ہی بیٹے تھے اور جنہوں نے انہیں متبنیٰ بنایا تھا ان کے ہاں بھی وہ ایک ہی تھے۔ ایک گھر میں ان کے سوا کوئی اور بھی "مرکز توجہ" ہو، یہ چیز برداشت نہ کرنے کی ان کو شروع ہی سے عادت پڑ چکی ہے۔ بلکہ لوگوں کا تو یہاں تک کہنا ہے کہ ان کو اپنے گھر میں باپ کا وجود بھی کھٹکتا تھا۔ چنانچہ آخری زمانے میں جس بزرگ نے انہیں متبنیٰ بنایا تھا وہ بھی اس گھر کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ جو گھر ان کا تھا لیکن وہ اسے اپنے متبنیٰ کو دے چکے تھے۔ اس طرح کے اکلوتے بیٹوں میں "انا ولا غیری" کا جذبہ بالعموم پایا جاتا ہے اور ان کی تمام زندگی اس جذبے کی عملی تسکین کے لئے وقف ہو جاتی ہے۔

اب پنجاب تھا اور اس میں ایک ممتاز دولتانہ اور اس کے اوپر ایک لیاقت علی خان، میاں دولتانہ کو لیاقت علی خان کی یہ سربراہی بھی ناپسند تھی لیکن وہ مجبور تھے کہ لیاقت علی خان کو اس وقت تک اپنا سربراہ مانیں جب تک وہ اپنے زبردست حریفوں کو بالکل کچل نہیں دیتے۔

معلوم ہوتا ہے کہ لیاقت علی خان کو دولتانہ کے پنجاب میں واحدہٗ لاشریک ہونے کے اس رجحان کا علم تھا۔ چنانچہ اسی لئے مرحوم نے بڑے اصرار کے ساتھ پنجاب اسمبلی کے انتخابات کے لئے بہت سے ایسے آدمیوں کو ٹکٹ دیئے جو دولتانہ کے مخالف گروپ میں سے تھے اور ضرورت کے وقت ان کے خلاف ہو سکتے تھے —— دولتانہ کو لیاقت علی خان کے اس اقدام سے سخت شکایت تھی اور وہ اس زمانے میں اکثر اس کا ذکر کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے دل میں لیاقت علی خان کے خلاف جہاں اور بغض تھے ان میں ایک بغض یہ بھی شامل ہو گیا تھا۔ اس لئے کچھ بعید نہیں کہ پنجاب کو لیاقت علی خان کی شہادت کا اتنا صدمہ نہ ہوا ہو جتنا کہ ہونا چاہیئے تھا۔

فتنہ سامانی

در اصل میاں دولتانہ شروع سے فتنوں کے قائل رہے ہیں۔ وہ باتوں میں تو فکر، آئیڈیالوجی، منطق، پروگرام، عمل اور تنظیم کا بہت ذکر کرتے ہیں لیکن ذاتی طور پر وہ ان سب چیزوں کو بیکار سمجھتے ہیں۔ وہ محض فتنوں سے کام نکالنے کے عادی رہے ہیں۔ ان کے ایک فتنے کا کرشمہ تھا کہ قائد اعظم ملک خضر حیات خان سے اتنے [illegible] ہو گئے کہ اس کی وجہ سے میاں دولتانہ کے لئے پنجاب کی سیاست میں جگہ پیدا ہو گئی، ایک فتنے نے ان کو پنجاب مسلم لیگ کی انقلابی جماعت کا لیڈر بنا دیا اور وہ اس کے سہارے آگے بڑھے اور بعد میں ایک اور فتنہ برپا کر کے انہوں نے اس "انقلابی جماعت" کو مسلم لیگ سے اس لئے بڑی سے نکالا کہ اس کا لیڈر بمبئی میں بیٹھا اب تک ممتانہ کے ہاتھ سے لگے ہوئے زخموں کو چاٹ رہا ہے۔

اسی زمانے کا ذکر ہے کہ میاں دولتانہ نے دیکھا کہ خان ممدوٹ قائد اعظم کا چہیتا ہے مزید برآں نون کو پنجاب کے بڑے زمینداروں کی حمایت حاصل ہو سکتی ہے۔ میاں افتخار تو عوامی لیڈر ہیں اب میرا نمبر ان سب کے بعد آتا ہے —— دولتانہ پہلے تو میاں افتخار کے ساتھ مل کر انقلابیوں کی لیڈری کرتے رہے وہ ان دنوں میاں افتخار الدین کو اپنا سیاسی گرو سمجھتے اور ان کی عقیدت کا دم بھرتے۔ چنانچہ مرکزی مسلم لیگ کے جلسوں میں دونوں اکٹھے جاتے۔ دونوں ایک ہی جگہ ٹھہرتے اور ایک سی باتیں کرتے اور ایک سی رائیں دیتے —— جب اس طرح میاں دولتانہ نے اپنی ساکھ بنا لی تو ایک دن قیام دہلی کے دوران میں میاں افتخار نے دیکھا کہ دولتانہ صاحب معہ بیگم کے ان کے ہاں سے رخت سفر باندھ چکے ہیں۔ اس کے بعد وہ مستقل طور پر لیاقت علی خان جنرل سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ کے مہمان رہتے اور مرحوم سے انہوں نے اتنے تعلقات بڑھائے کہ انہیں جب ایک لاکھ روپے کی ضرورت پڑی تو میاں دولتانہ ہی نے انہیں یہ روپیہ دیا جس کا ذکر بعد میں انہوں نے اپنے دوستوں سے کیا اور اس واقعہ کی اخبارات میں خوب تشہیر بھی ہوئی یہ سب کچھ بھی ایک فتنے کا حاصل تھا۔

پاکستان بنا تو میاں دولتانہ نے اپنی پوری کوشش صرف کر کے نون کے بجائے ممدوٹ کو پنجاب کا وزیر اعلیٰ بنوا دیا۔ نون سب کچھ ہی سہی لیکن ممتاز کا آلہ کار نہیں بن سکتا تھا اس لئے ممدوٹ کو یہ گدی دی گئی، پھر خود ہی اسے ناکام بنایا اور وہ اس طرح کہ پہلے اس کی کابینہ سے میاں افتخار کو نکلوایا اور پھر خود اور شوکت نکلے۔ اور آخر میں لیاقت علی خان کو کہہ کر اس کی کابینہ اور اس کے ساتھ پنجاب اسمبلی کو بھی تڑوا دیا۔

دقت یہ ہے کہ تعمیری کام سے کوئی تبدیلی لانے کے لئے ایک تو پتا مار کر کام کرنا پڑتا ہے۔ دوسرے اس میں کافی جسمانی تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ میاں دولتانہ ذہنی طور پر کچھ بھی ہوں لیکن جسمانی طور پر تو وہ آخر ایک بڑے زمیندار کے لاڈلے ہی ہیں۔ جن کا اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا خون بھر کے مزارعوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اس لئے وہ مجبور ہیں کہ فتنوں سے کام لیں —— گاؤں کا بڑا زمیندار مزارعوں اور کمیوں کو آپس میں لڑا کر ان پر حکومت کرتا اور ان کو نمک خوار کر کے خود گلچھرے اڑاتا ہے۔ میاں ممتاز دولتانہ صحیح معنوں میں ان زمینداری روایات کے حامل ہیں لیکن چونکہ وہ ولایت پاس ہیں۔ اس لئے وہ ان روایات کو چھوٹے سے گاؤں کے بجائے ملک کی وسیع سیاسی زندگی میں بروئے کار لاتے ہیں۔ یہ زمین جوت کر اور اس میں پسینہ بہا کر روٹی کمانا اور گاؤں والوں کی خدمت کر کے اور ان کی ہمدردی حاصل کر کے آسودہ حال ہونا اور بڑا ہی آسان ہے یہاں کو آپس میں لڑا کر ان کی کمائی کو ہتیانا اور ان پر حکومت کرنا۔ زمینداری روایات کے ایک سچے حامل کی طرح میاں دولتانہ آخر الذکر اصول کے پابند ہیں۔ اور یہ اصول فتنہ کاری کا ہے۔ ایک فتنے سے اگر وہ کامیاب ہو جائے۔

طے شود منزل صد سالہ بآ ہے گاہے

اب کوئی سو سال چلے، جان توڑ صعوبتیں برداشت کرے۔ اور پھر منزل پر پہنچے، کیوں نہ ایک فتنہ اٹھایا اور کام نکال لیا۔ ایک کو اکسایا۔ اس کی محنت کے حاصل کو ہتھیا لیا اور آگے بڑھ گئے —— ایک کو دوسرے سے لڑایا، دوسرے کو تیسرے سے اور تیسرے کو چوتھے سے ظاہر ہے کہ چوتھا پٹنے پٹانے میں کافی نڈھال ہو چکا ہو گا —— بس آگے بڑھے اور چوتھے کو الگ کیا اور خود کو لمن الملک الیوم سمجھنے لگے ——

یہ ہے اصول فتنہ کاری اور میاں دولتانہ منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے اسی اصول کو سمجھے ہیں اور اسی پر عامل بھی ہیں ——

اپریل سنہ ۱۹۵۱ء میں جب ممتاز دولتانہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ بنتے ہیں تو جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے، وہ پنجاب میں اور پنجاب مسلم لیگ میں واحدہٗ لاشریک اور ان کے اوپر پاکستان مسلم لیگ اور پاکستان میں لیاقت علی خان واحدہٗ لاشریک تھے گو دولتانہ کو لیاقت علی خان کے مقابلہ میں اپنی ماتحت حقیقت گوارا نہ تھی اور لیاقت علی خان نے پنجاب اسمبلی میں دولتانہ کے مخالف گروپ کو جس طرح نشستیں دلوائی تھیں وہ بھی ان کے دل پر ایک چرکا تھا لیکن اس کے باوجود مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ میاں دولتانہ ایک لیاقت علی خان کی سرداری قبول کر لیں تا کہ سارا پنجاب ان کی سرداری قبول کرتا رہے۔ تو تقدیر کو کچھ اور منظور تھا۔ ورنہ عین ممکن تھا کہ جس طرح چودھری شہاب الدین کو جو ایک بنائی ہوئی کرسی سے آخر میں بحسرت و یاس نکلنا پڑا تھا اسی طرح ایک دن لیاقت علی خان کو بھی پاکستان کی "انا ولا غیری" کی مسند سے نیچے اترنا پڑتا۔ اور ان کی جگہ خود دولتانہ لیتے یا شہید سہروردی، یہ تو دوسری بات ہے لیکن یہ یقینی ہے کہ میاں دولتانہ لیاقت علی خان سے

اہانتوں کا انتقام ضرور لینے جو مرحوم کے ہاتھوں سے اس تمام عرصے میں ان کی ہوتی تھیں اور جس کا انہیں احساس تھا اور ان کے سینے پر وہ ہمیشہ رڑکتی رہتی تھیں ——،

اکتوبر ۱۹۵۱ء میں لیاقت علی خاں اپنے رب کے پیارے ہو گئے۔ اور ان کے بعد خواجہ ناظم الدین ان کے جانشین بنے۔ خواجہ صاحب سے پہلے ہی دن میاں دولتانہ کی بگاڑ ہو گئی۔ بگاڑ کیوں ہوئی، اس بگاڑ نے بعد میں کیسے رنگ اختیار کر لئے اور آخر میں اس کا کیا نتیجہ نکلا اس پر تفصیل سے لکھنا فی الحال مشکل ہے —— کراچی میں ناظم الدین وزیر اعظم کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد جب میاں دولتانہ واپس لاہور پہنچے تو لاہور ریلوے اسٹیشن ہی پر ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ مجھے امید ہے کہ مرکزی کابینہ میں اور پنجابی وزیر لے لئے جائیں گے۔ اس کے بعد جب کبھی بھی موصوف کراچی سے لوٹتے یا کراچی کو لاہور سے روانہ ہوتے تو اپنے مقامی اخبارات کے ایڈیٹروں کو بلا کر ان سے تخلیہ میں پنجاب کے حقوق پر ضرور گفتگو کرتے۔ اور ان حقوق پر بقول ان کے جو ڈاکے ڈالے جا رہے تھے ان کی مفصل داستانیں سناتے۔ اکثر یہ گفتگو بڑی پُر اثر ہوتی۔ اور یوں بھی اور یوں بھی میاں دولتانہ باتوں سے بڑے بڑوں کو شیشے میں اتار لینے کا ملکہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ بعض سادہ لوح ایڈیٹر اس سے متاثر ہو کر دوسرے دن رات ہی اس موضوع پر مقالے بھی لکھ ڈالتے اگر کسی صاحب کو تحقیق و جستجو کا شوق ہو تو وہ بڑی آسانی سے لاہور کے ایک اخبار کے افتتاحیہ مقالوں سے ان تمام گفتگوؤں کا ماحصل جمع کر سکتے ہیں جو اکتوبر ۱۹۵۱ء سے اپریل ۱۹۵۳ء تک میاں دولتانہ کی مرکزی حکومت کے بارے میں اپنے حامی اخبارات کے ایڈیٹروں سے کرتے رہے ہیں۔

میاں صاحب کو خواجہ ناظم الدین کی مرکزی حکومت سے کیا شکایت تھی؟ وہ بظاہر تو یہ کہتے تھے کہ یہیں مرکز میں بنگال گردی نہیں چاہتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر مرکز ہی میں واقعی بنگال گردی تھی اور دولتانہ صاحب اس کے خلاف تھے تو انہوں نے پاکستان مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ ڈھاکہ میں پاکستان مسلم لیگ کونسل میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے لئے برابر برابر کی نمائندگی کیوں قبول کی اور نہ صرف قبول کی بلکہ اس کے حق میں بڑی زوردار تقریریں کیں۔ اس کے علاوہ اگر مرکز میں بنگال گردی کے خلاف تھے تو انہوں نے دستوری سفارشات میں پاکستان پارلیمنٹ کے لئے مشرقی اور مغربی پاکستان میں مساوات نمائندگی کا اصول شروع میں کیوں تسلیم کیا ——،،

انا ولا غیری

دراصل میاں دولتانہ کو مرکز سے یہ شکایت نہ تھی کہ وہ پنجاب میں اس شکایت کو ہوا دیا کرتے تھے۔ ان کا مرکز سے ایک مطالبہ تھا اور وہ یہ کہ میں پنجاب کا واحد نمائندہ ہوں، یہاں کا وزیر اعلیٰ بھی ہوں اور صوبائی مسلم لیگ کا صدر بھی۔ میری یہ نمائندگی مرکز میں بھی مانی جائے اور میری پسند کے مرکز میں پنجاب کے وزیر ہوں ——، لیاقت علی خاں کے زمانہ میں بھی دولتانہ دبی زبان سے یہ مطالبہ کیا کرتے تھے —— چنانچہ جب چودھری نذیر احمد کو مرکز میں وزیر بنائے جانے کا علم ہوا تو ایک صاحب کا بیان ہے جو اتفاق سے اس وقت دولتانہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ یہ خبر سن کر موصوف کے چہرے پر ایک رنگ آیا اور ایک رنگ گیا ——! دولتانہ نے چودھری نذیر احمد کا اس طرح چور دروازے سے وزیر بننا کبھی معاف نہیں کیا۔ اور وہ ہمیشہ اس کی مخالفت کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں کابینہ سے نکال دیا گیا۔

دولتانہ کا یہ خیال تھا کہ جب تک مرکزی وزارت میں اس کے اپنے آدمی نہ ہوں اس وقت تک وہ پنجاب میں محفوظ نہیں۔ اور لہٰذا ایک دفعہ لیاقت علی خان کے زمانے میں انہوں نے یہاں تک کوشش کی تھی کہ پنجاب تو ان کا ہے ہی، ضرورت ہے صوبہ سرحد میں بھی ان کا اپنا آدمی ہو —— سندھ میں تو کھوڑو ان کا اپنا تھا ہی لیکن آخر وقت پر لیاقت علی خاں نے داسے بدل دی اور یوسف خٹک سرحد مسلم لیگ کا صدر نہ بننے دیا گیا ——،

آخر میں دولتانہ کے یہ ارادے صرف اس کی ذات تک محدود نہیں رہے تھے۔ بلکہ جب پنجاب میں دستوری سفارشات کا ہنگامہ اپنے اوج پر تھا تو اس وقت کراچی کے بعض بڑے اونچے لوگ یہ کہتے ہوئے پائے گئے کہ صاحب! اگر آج فلاں فلاں کو مرکزی کابینہ میں جگہ دے دی جائے اور فلاں کو اس سے الگ کر دیا جائے تو پنجاب کی عزت و ناموس فوراً بحال ہو جائے اور دولتانہ صاحب کو اصول مساوات نمائندگی تسلیم کرنے میں ذرا بھی باک نہ ہو ——

پنجاب تو میرا ہے ہی، ضرورت ہے کہ مرکز میں بھی میرا عمل دخل ہے —— اس انا ولا غیری کے مطالبے کو منوانے کے لئے جو دولتانہ کا اپنے باپ کا اکلوتا فرزند ہونے کی وجہ سے جبلی خاصہ بن گیا ہے۔ انہوں نے پھر اپنے اسی فتنہ کاری کے دیو کو جگایا اور اس کو جگانے کے لئے کا منتر جو موصوف کو یاد تھا اور دنیا میں کون سا کالا منتر ہے جو انہیں یاد نہ ہو گا، پڑھا —— اور آخر میں جب یہ دیو جاگا تو اس نے پہلے تو لاہور کو ہڑپ کیا۔ پھر پورا صوبہ پنجاب اس کے حلق میں تھا۔ اس کے بعد خود میاں دولتانہ اس کے تر نوالہ بنے، اور آخر میں جس مقصد کے لئے یہ دیو جگایا گیا تھا ایک لحاظ سے میاں دولتانہ کا یہ مقصد بھی پورا ہو گیا۔ یعنی ناظم الدین برطرف کر دیئے گئے۔ اور وہ بھی دولتانہ کی طرح محرومین کی فہرست میں جا شامل ہوئے۔

میاں دولتانہ ۱۳ مئی کی صبح کو "ایشیا" نام کے سمندری جہاز میں کراچی سے عازم جنیوا ہو چکے ہیں۔ سنا ہے وہ اپنی کار بھی ساتھ لے جا رہے ہیں تاکہ جنیوا میں جہاز سے اتر کر کار کے ذریعہ وہ یورپ کی تین چار ماہ تک سیر کریں ——

یار مانہ

دولتانہ تو یورپ گئے لیکن ان کا ایک معتمد نائب چودھری چھٹہ بنگال ریگولیشنز کے ماتحت اور دوسرا معتمد ساتھی چودھری عطاء اللہ جہانیاں سیفٹی ایکٹ کے ماتحت جیل میں پڑے ہوئے ہیں اور معلوم نہیں کب تک جیل میں پڑے رہیں۔ اپنے مقصد کے حصول کے لئے ساتھیوں سے سب کچھ کرانے کے بعد انہیں جیل میں ڈلوا دینا اور خود سیر و تفریح کے لئے بیوی بچوں کے ساتھ یورپ چلے جانا دولتانہ کے کردار کو سمجھنے کے لئے سب سے واضح مثال ہے۔ بات یہ ہے کہ دولتانہ بڑے بننا چاہتے ہیں —— جیسے وہ اپنی لاکھوں کی آبائی جاگیر کے سبب سے بڑے ہیں؛ وہ لاکھوں کے مزارعے خون پسینہ ایک کر کے اور خود بھوکے رہ کر اور اپنی اولاد کا پیٹ کاٹ کر ان کی بڑائی کے لئے مادی اسباب فراہم کرتے ہیں، اسی طرح ان کے سیاسی ایجنٹوں کا بھی فرض ہے کہ وہ ان کی سیاسی بڑائی کے لئے راہ ہموار کریں، خواہ اس کے لئے ہر بُری سے بُری حرکت کرنی پڑے اور اگر اس کا سخت سے سخت انہیں خمیازہ بھگتنا پڑے تو اس سے ان کو کوئی غرض نہیں —— جب کہ ضرورت ہوتی ہے تو ان کا چھوٹے سے چھوٹا کارکن ان کا لیڈر ہوتا ہے اور وہ اسے "لیڈر" کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اور جب ضرورت نہ ہو تو وہ چھٹہ اور جہانیاں جیسوں کو جیل میں چھوڑ کر سیر و تفریح کو چل دیتے ہیں ——،

نفسیاتی تجزیہ

ممتاز دولتانہ شہری زندگی سے دور ضلع ملتان میں واقع ایک دور افتادہ جاگیر کے مالک کے چشم و چراغ تھے۔ جن کی شادی لاہور کے ایک ایسے شہری خاندان میں ہوئی تھی جو شہری تہذیب میں بلند مقام رکھتا تھا —— دولتانہ اپنے باپ کے اکلوتے لڑکے تھے۔ اور بچپن میں ہی ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ وہ چھوٹے ہی تھے کہ چودھری سر شہاب الدین نے جو ان کے خالو تھے اور جن کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی، انہیں اپنا متبنیٰ بنایا۔ اب وہ دو گھروں کے نور نظر اور ان دونوں کی تمام آرزوؤں اور تمناؤں کے واحد مرکز بن گئے دولتانہ کے والد سب کچھ تھا کر بھی پارلیمنٹری سیکرٹری شپ سے آگے نہ بڑھے تھے جس کا انہیں بڑا قلق تھا۔ اور چودھری شہاب الدین بھی آخر تک پنجاب اسمبلی کے سپیکر ہی رہے گو وہ اپنے آپ کو پنجاب کی وزارت عظمیٰ کا مستحق سمجھا کرتے تھے۔ اس نا انصافی کا بدلہ لینے کے لئے وہ ممتاز کی تعلیم و تربیت کی بذات خود نگرانی کرتے اور اس خیال سے کرتے ہیں کہ بڑا ہو کر یہ پنجاب کا وزیر اعلیٰ بنے —— کہا جاتا ہے کہ سر شہاب الدین کرسی بچھا کر بیٹھ جاتے اور ممتاز کو حکم دیا جاتا کہ اس وقت سے لیکر اس وقت تک پڑھو۔ اور چوبدار چوبیاں سے اٹھے —— اس ماحول نے اور تعلیم و تربیت کے اس انداز نے میاں دولتانہ میں دو چیزیں پیدا کر دیں ——، ایک پڑھنے کا شوق اور وقت کی پابندی اور زندگی میں باضابطگی، اور دوسرے سیاسی اقتدار کے لئے بے پناہ ہوس، دولتانہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ اگر اس کا آج یہ پروگرام بن جائے کہ کل اسے صبح پانچ بجے سے رات کے دس بجے تک اتنے لوگوں سے ملنا ہے اور ان سے یہ باتیں کرنی ہیں تو خواہ وہ تھک کے نڈھال ہو جائے وہ اس پروگرام پر آخر تک عمل کرے گا اور اس کے علاوہ اس کی یہ کوشش بھی ہو گی کہ رات کو ایک آدھ گھنٹہ سونے سے پہلے کچھ پڑھ بھی لے —— دولتانہ ان تھک کام کر سکتے ہیں، اور بڑی باقاعدگی سے کام کر سکتے ہیں اور یہ شاید چودھری شہاب الدین کی تربیت کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ملتان کے ایک جاگیردار نواب کا بیٹا کیا اور اس کی یہ پابندی اوقات اور مستعدی کیا۔

دولتانہ کے کتابوں کے شوق کا یہ عالم ہے کہ ایک صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ وہ مری لاہور جانے کے لئے راولپنڈی پہنچے۔ وہاں ان کے اعزاز میں ایک دعوت تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ دعوت میں ابھی ایک گھنٹہ باقی ہے۔ وہ راولپنڈی میں اپنی قیامگاہ پر سامان رکھتے ہی سیدھے کتب فروشوں کے ہاں پہنچتے ہیں۔ اور وہاں کی نئی آئی ہوئی کتابیں کھنگال کر اپنی پسند کی کتابیں خریدتے ہیں اور یہ ان دنوں کی بات ہے جب موصوف پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے —— اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ کو جو مصروفیتیں رہتی ہیں وہ ہر شخص جانتا ہے ——

(باقی)

رجسٹرڈ ایل نمبر

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ ہندوستان سے ۔۔۔ ۱۲ روپے

سالانہ چندہ پاکستان سے ۔ چھ روپے

سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر محمد آصف بی اے

جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ ۔ مورخہ ۲۶ شوال ۱۳۷۲ھ ۔ ۸ جولائی ۱۹۵۳ء | نمبر ۲۴

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہو گی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ختمِ نبوت

ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد جبرائیل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ آمد و رفت شروع ہو جائے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۳)

"لیکن خدا تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس امت کے لئے اور ایسی ہتک اور کسرشان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاء کیلئے ہرگز روا نہیں رکھے گا کہ ایک رسول کو بھیج کر جس کے آنے کے ساتھ جبرائیل کا آنا ایک ضروری امر ہے اسلام کا تختہ ہی اُلٹ دیوے حالانکہ وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۶)

قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

"کیونکہ یہ بات اللہ عزوجل کے اس قول کے مخالف ہے جو آیت ذیل میں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی ایک شخص کے باپ تو نہیں مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ کیا نہیں جانتے کہ خدائے رحیم و کریم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیت مذکور فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" (ترجمہ از حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰)

"اور طالبین حق کیلئے یہ بات واضح ہے کہ اگر ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کا جواز قبول کریں تو گویا ہم نے وحی نبوت کا دروازہ کھول دیا حالانکہ وہ بند ہو چکا تھا اور یہ امر خلاف ہے جیسے کہ مسلمانوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے جبکہ ان کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا۔" (ترجمہ از حمامۃ البشریٰ صفحہ ۴۹)

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔" (انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷-۲۸)

اور تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اسکے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس کے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہونا چاہیئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے آغاز ہے اس کے لئے انجام بھی ہے۔" (الوصیت صفحہ ۱۰)

حضرت صاحب صدر کا

مکتوبِ گرامی

"پیغام صلح" اور سکولوں کے نتائج کے متعلق

حضرت صاحب صدر کی رائے

مکرمی بندہ شیخ محمد آصف صاحب۔ السلام علیکم۔ مزاج شریف۔ یکم جولائی کا اخبار پیغام صلح ٹھیک وقت پر مل گیا۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپکا اخبار عین وقت پر نکلتا ہے۔ اسکے مضامین اور ترتیب مضامین بھی اسقدر دلچسپ ہے کہ میرے دل سے آپ کیلئے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپکے فرض منصبی میں ہر پہلو سے آپکو کامیاب و بامراد کرے۔ آپکی علمی اور ادبی قابلیت کو مدنظر رکھکر امید کرتا ہوں کہ پیغام صلح کے معیار کو بلند کرنے میں آپ اور کامیاب ہوں گے۔

نیز جو آپ نے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت ہی قیمتی مضامین کو اپنی اخبار میں شائع کرنا شروع کیا ہے ایک بنظر قومی خدمت ہی اور احباب ان قیمتی نصائح اور مضامین کو پڑھکر ایک بیداری محسوس کرتے ہیں امید ہے کہ آپ اس سلسلہ کو جاری رکھکر قوم کی خدمت سرانجام دیتے رہیں گے۔

مجھے حضرت امیر مرحوم مغفور کا مضمون جو اس اخبار میں چھپا ہے اسے پڑھکر بہت لذت اور سرور حاصل ہوا ہے اور مجھے اس سے ایک عظیم الشان قوت حاصل ہوئی ہے۔ اور اس عہد کو جو حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کرتے وقت کیا ہے زیادہ تن دہی اور زیادہ قوت سے پورا کرنے کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ اگر کوئی بھائی مجھ میں کوئی نقص دیکھکر میرے متعلق کوئی خیال قائم کر لیتا ہے اور جماعت کے کاموں میں دلچسپی لینا چھوڑ دیتا ہے یا چندہ دینا بند کر دیتا ہے تو انکو چاہیئے کہ وہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے اس مضمون کو پڑھیں اور فائدہ اٹھائیں بلکہ کوشش کریں کہ ہم جس کام کیلئے اکٹھے ہوئے ہیں وہ معمولی معمولی رنجشوں سے بند نہ ہو۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کریں اور اپنے مشن کے کام میں اپنی دھن سے لگے رہیں کہ یہ معمولی نہیں ہماری ادبیت آئیں بیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے بھائیوں کو خدا اور خدا کے رسول کی عظمت قائم کرنے کیلئے ان چھوٹی چھوٹی رنجشوں سے بالاتر رکھے۔

۲۔ اپنے سکولوں کے نتائج کو دیکھکر مجھے بڑی راحت اور خوشی نصیب ہوئی ہے میں اس کامیابی پر ہر دو سکولوں کے ہیڈ ماسٹر صاحبان کو مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ انہوں نے سکولوں کے اچھے نتائج مرتب کرنے کیلئے جس کوشش اور ہمت سے کام لیا سراہتا ہوں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سکولوں کی بیش از بیش ترقی دے۔

آمین

میاں محمد

۲۰ر جون ۱۹۵۳ء

ہیک تھارن۔ کشمیر پوائنٹ۔ مری

اخبار احمدیہ

— حضرت صاحب صدر مری میں خیریت سے ہیں۔ حضرت موصوف اپنے ایک حالیہ خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"میں ملٹری کے ہسپتال میں ٹانگ کا علاج بجلی سے کرا رہا ہوں۔ میں لاہور کسی صورت میں بھی ستمبر سے پہلے آنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن انجمن کے لئے آنا ضروری سمجھتا ہوں۔ میں پیدل سہارا لیکر دو چار قدم اٹھا لیتا تھا لیکن ڈاکٹر نے ابھی چند روز کے لئے احتیاطاً منع کر دیا ہے۔ مجلس معتمدین کا اجلاس سکول کے صحن میں قنات لگا کر اور کرسیوں کا انتظام کرکے کرنا ہوگا۔ میں فرش پر نہیں بیٹھ سکوں گا اور نہ ہی اوپر کی منزل پر چڑھ سکتا ہوں۔ مسجد میں کرسیاں رکھنی معیوب معلوم ہوتا ہے اس لئے سکول کے صحن کو اچھی طرح سے صاف کروا کے اچھی قنات کرایہ پر دو روز کے لئے لیکر لگوا لیں۔ اور کرسیوں کا انتظام بھی کافی ہو کیونکہ آدمی زیادہ ہوں گے۔"

احباب سلسلہ حضرت صاحب صدر کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے اور بیش از بیش خدمات دینی کی توفیق دے۔

— حضرت امیر حضرت مولانا صدر الدین صاحب مؤرخہ ۴ر جولائی ۱۹۵۳ء کو مری تشریف لے گئے ہیں۔ موسم گرما کا باقی حصہ حضرت مولانا وہیں گزاریں گے۔

— جناب مرزا ولی احمد بیگ صاحب مبلغ اسلام کو بلڈ پریشر اور بخار کی تکلیف ہو گئی تھی۔ اب خدا کے فضل سے انہیں آفاقہ ہے۔

— مکرمی پروفیسر عنایت علی صاحب چند دنوں سے بیمار ہیں۔ احباب سلسلہ پروفیسر صاحب موصوف کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

بدوملہی ہائی سکول کا نتیجہ

ہمارے لاہور کے دو سکولوں کے نتائج پیغام صلح کی گذشتہ اشاعت میں درج ہو چکے ہیں۔ بدوملہی سکول کے نتیجے کے متعلق مکرمی شیخ رضی الدین صاحب ہیڈ ماسٹر تحریر فرماتے ہیں:

"اسلامیہ مسلم ہائی سکول بدوملہی سے ۴۹ طلباء میٹرک کے امتحان میں شامل ہوئے جن میں سے ۳۴ طلباء کامیاب ہوئے۔ نتیجہ ۷۰ فیصدی رہا۔ تین طلباء فرسٹ ڈویژن میں ۹ سیکنڈ ڈویژن میں اور باقی تھرڈ ڈویژن میں کامیاب ہوئے۔"

— مکرمی محمد علی جاوید صاحب کراچی سے تحریر فرماتے ہیں کہ:

"میرے والد بزرگوار شریف اللہ خان صاحب ہمیشہ بیمار رہتے ہیں۔ وہ ایک مخلص احمدی ہیں، انہی کی بدولت ہم نے حضرت مسیح موعود کو پہچانا ہے۔ لہٰذا میں تمام مخلص احمدی بھائیوں سے اخبار کے ذریعہ التجا کرتا ہوں کہ وہ میرے والد بزرگوار کے لئے صحت کاملہ کی دعا فرماویں تاکہ خدا تعالیٰ ان کو کامل صحت بخش دے۔ میں جماعت کا بہت ممنون ہوں گا۔"

— محمد انور صاحب بیجرز ڈی بی سنٹر لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور سے تحریر فرماتے ہیں:

"بندہ عرصہ دراز سے بیمار چلا آ رہا ہے۔ دیگر مشکلات اور پریشانیوں سے بھی ہر طرف سے گھرا ہوا ہے۔ بزرگان و مبلغین سلسلہ عالیہ و جملہ احباب کی خدمت میں مسلسل دعا کی درخواست ہے۔ امیر مکرم و صدر محترم کی خصوصی توجہ کا مستحق ہوں۔"

سانحۂ ارتحال

اخویم عبد العزیز صاحب ریلوے گارڈ خانیوال نے اطلاع دی ہے:

"شیخ محمد جمیل اصغر خاں صاحب کی والدہ ماجدہ جو ایک بلند پایہ احمدی خاتون تھیں اور قومی اور دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں بقضائے الٰہی ۲۷ر ماہ جون ۱۹۵۳ء کو میو ہسپتال لاہور میں انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے نیک نمونے پر چلنے کی توفیق دے۔ تمام جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔"

بیرونی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان

اخبار احمدیہ کے کالموں کے لئے جماعتی خبریں بھجوائیں

پیغام صلح
جلد ۶۱ | یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۲۶ شوال ۱۳۹۳ھ | نمبر ۴۴

جماعت احمدیہ کے مضمون نگار

کیوں اہلِ حشر ہے کوئی نقادِ سوزِ دل
لایا ہوں دل کے داغ نمایاں کئے ہوئے

کیا آپ نے کبھی محسوس کیا ہے کہ ہمارے ہاں لکھنے والوں کی دن بدن کمی ہوتی جا رہی ہے۔ آیندہ لکھنے والے پیدا نہیں ہو رہے اور جو لکھنے والے موجود ہیں وہ لکھ لکھ کر تھک چکے ہیں یا نئے عنوانات کی تلاش میں مصروف ہیں یا پرانے عنوانات کے علاوہ وہ لکھنا پسند نہیں فرماتے ــــــــ اس سے قبل حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ اخبار پیغام صلح کی رُوحِ رواں تھے آپ کے عالمانہ اور نہایت جامع مضامین اور خطبات اخبار کے کالموں کو زندہ رکھتے تھے، حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی تحریر کی نمایاں خصوصیات سلاست زندگی اور تعقید نہیں انکے مضامین کے تسلسل سے اخبار پیغام صلح کی رونق قائم تھی چودھری محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم اور مولانا عمر الدین صاحب شملوی مرحوم بھی خوب لکھتے تھے۔ اخویم سید اختر حسین صاحب مولوی فاضل ایم اے کی تحریر میں ایک خاص قسم کی خطابت شگفتگی اور علمیت موجود تھی لیکن اب وہ مضمون نگاری اور خطابت سے بالکل کنارہ کش ہو چکے ہیں۔ ہم مجبور ہیں کہ اُن کے عالمانہ رجحانات کو ایک قصۂ پارینہ تصوّر کریں ـــــ ان بزرگوں کے علاوہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی جماعت کے چوٹی کے لکھنے والوں سے ہیں سنجیدگی عالمانہ پختگی اور گہرائی ان کے مضامین کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ حضرت مولانا بالکل خاموش ہیں معلوم نہیں کیوں؟ محترم مولانا یعقوب خاں صاحب کا صحافت میں ایک خاص مقام ہے جماعت احمدیہ لاہور کے نہایت ثقہ بلند گوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، موجودہ مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں ان کی تحریر میں عقل اور جذبہ کا نہایت صالح امتزاج ہوتا ہے۔ غیر معمولی تاثر اور انفرادیت ان کی تحریر کی نمایاں خصوصیات ہیں خان صاحب موصوف کبھی کبھی پیغام صلح کے لئے لکھا کرتے تھے لیکن اب پیغام صلح کے لئے خان صاحب کبھی نہیں لکھتے محترم معظم جناب چودھری محمد حسن صاحب چیمہ صاحب طرز ہیں اور جب لکھتے ہیں تو خوب لکھتے ہیں ان کی تحریر کا بہاؤ سنبھلتا نہیں، کچھ عرصہ سے پیغام صلح ان کے التفات سے محروم ہے۔ اخویم محترم جناب مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب نے بھی اپنا ایک خاص انداز پیدا کیا ہے جو قوت و شوکت کا آئینہ دار ہے۔ مگر وہ خاموش ہیں۔ اخویم محترم جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب سلسلہ کے مسائل پر ہمیشہ لکھا کرتے تھے لیکن اب لکھنا آپ نے ملتوی کر دیا ہے۔ حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری جن کے تمہیدی مقالات اپنے اندر مسائل کی ایک دنیا لئے ہوتے ہیں جن کو جگہ کی قلت کی ہمیشہ شکایت ہوتی تھی اب انکے دریائے علم نے بھی پیغام صلح سے مناسب فاصلے پر بہنا شروع کر دیا ہے ـــــــ جناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب اور اخویم محترم مرزا مسعود بیگ صاحب مختصر سوانح حیات کو پیش کرنے میں بہت ماہر ہیں اپنی شستہ زبان سے شخصیت اور کردار میں جان ڈال دیتے ہیں۔ مولوی دوست محمد صاحب مسائل نبوت و تکفیر پر گہری نظر رکھتے ہیں سادہ اور دلنشیں انداز میں انہیں پیش کرتے ہیں ساری عمر انہوں نے ان مسائل کی باریکیوں پر غور کیا ہے اور لکھا ہے ـــــــ یہ بزرگ اور دوست ہیں جو مسلمہ طور پر لکھنے والے ہیں اور نمایاں طور پر ہمارے صاحبانِ قلم ہیں، میں ان دوستوں اور بزرگوں کی خدمت میں مضامین کے لئے درخواست نہیں کرنا چاہتا کیونکہ درخواستیں اور فرمائشیں تو کئی مرتبہ ہو چکی ہوں گی۔ میں ان سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سوال اجتماعی علم سے تعلق رکھتا ہے یہ سارے بزرگ ہماری جماعت کے ذہنی رجحانات اور علمی مزاج کے علم بردار ہیں۔ ان کے علم و فضل کا تقاضا یہ ہے کہ وہ میرے سوال کا جواب ضرور دیں۔ میں ان سے اخبار میں سوال کرنے کی نہایت مخلصانہ جرأت کرتا ہوں کہ وہ کیوں خاموش ہیں؟ کیا اس خاموشی میں علم و فضل کے طوفان ہیں یا یہ ایک بنجر اور ویران صحرا کی افسردہ پژمردہ اور ہولناک خاموشی ہے۔ جس میں خشک ہوا کا ایک جھونکا موجود نہیں۔ جہاں کوئی کوئی پرندہ نہیں گاتا؟

اس وقت دنیا میں بعض غیر معمولی اور بنیادی تغیرات رونما ہونے کو ہیں۔ بعض نئے تقاضے اور نئے مسائل ابھر رہے ہیں کیا ہم نے انکے متعلق اپنا کوئی متحرک اور منفرد نقطہ نگاہ پیش کیا ہے یا ہمارا جواب صرف ایک مسلسل خاموشی اور ایک بجلہ، مضمحل اور فرسودہ طریق اظہار ہے؟

محمد اعظم علوی صاحب

......پوچھتا ہُوں!

خلوص و محبت کا گھر پوچھتا ہُوں
کیا ہیں یہ دیوار و در پوچھتا ہُوں
وہ منزل ہم آغوش راہیں کہاں ہیں
کہاں ہیں وہ شام و سحر پوچھتا ہُوں
پکڑ کر ہر اک موجۂ زندگی کو
کنارِ سکونِ جگر پوچھتا ہُوں
وہ ایمان پرور نظارے کہاں ہیں
کہاں ہیں کہاں، ہم سفر پوچھتا ہُوں
اُلجھتے رہے ہیں جو برق و شرر سے
عنادل سے وہ بال و پر پوچھتا ہُوں
جو منزل کی عظمت سمیٹے ہوئے تھے
کدھر ہیں وہ چشم و نظر پوچھتا ہُوں
علاجِ غمِ زندگی ہو رہا ہے
علاجِ غمِ چارہ گر پوچھتا ہُوں
حکایت ہوں میں اک زمانہ کی لیکن
ہیں خود کیا ہُوں اہلِ نظر پوچھتا ہُوں

فضائیں نئی کروٹیں لے رہی ہیں
ہے علوی تجھے کچھ خبر پوچھتا ہُوں

غلبۂ اسلام کے لئے دو صفات کی ضرورت

اشداء علی الکفار رحماء بینھم کی مصداق

جماعت لاہور ہے

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

کس جماعت کے ذریعہ غلبۂ اسلام ہوگا

یہ وعدہ دینے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو سب دینوں پر غالب کرے گا کہ وہ جماعت کونسی ہے؟ جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے دین کے غلبہ دنیا پر ہوگا وہ ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اللہ کے رسول محمد صلعم مگر یہ اکیلے رسول کا کام نہیں والذین معہ وہ لوگ جنہوں نے آپؐ کا ساتھ دیا ہے۔ آپؐ کے ذریعہ سے اور اس جماعت کے ذریعہ سے اور اس جماعت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے گا۔

دو عظیم الشان صفات

یہ جماعت کیسی ہے؟ اس کی صفات میں دو باتیں بطور اصول کے بیان فرمائیں اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ اشداء شدید کی جمع ہے اور شدت سختی کو بھی کہتے ہیں، جسمانی لحاظ سے اور دل کے لحاظ سے اس کے معنی ہیں قوی۔ اشداء کے اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کے دلوں میں ایک زبردست قوت پائی جاتی ہے۔ جس طرح رحم قلب کی صفت ہے اسی طرح شدید بھی قلب کے لحاظ سے صفت ہے یعنی کفار کے بالمقابل ان کے دل مضبوط ہیں۔ وہ وہ قوی دل لوگ ہیں کہ اگر ساری دنیا میں انہیں کفر بھرا ہوا نظر آتا ہو تو اس سے ان کی ہمتیں پست نہیں ہوتیں بلکہ ان کے دلوں میں قوت موجود ہے کہ یہ کفر کا غلبہ دور ہو کر اسلام غالب ہوگا جس طرح پر وہ کفار کے بالمقابل زبردست قوت قلبی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رکھتے ہیں اسی طرح پر آپس کے اندر ایک دوسرے کے ساتھ ان کے دل رحم سے بھرے ہوئے ہیں۔

صحابہؓ کی تعریف

یہ دو صفات ایک قوم کی فی الحقیقت دو بڑی زبردست صفات ہیں جن کو اگر کوئی جماعت اپنے اندر رکھتی ہو تو وہ ناکام نہیں رہ سکتی۔ مخالف، قوت کے مقابل اس میں زبردست طاقت ہو اور اپنے اندر زبردست اخوت ہو دوسروں کے مقابلہ پر نہ جھکنے والے آپس میں جھک جانے والے ہوں ایک ہی وقت میں ان کے اندر سختی بھی ہو اور نرمی بھی موجود ہو۔ یہ دراصل صحابہؓ کی تعریف ہے کہ کس قدر زبردست جذبۂ ایمانی ان کے قلوب میں تھا ساری دنیا کے مقابل ان کا زبردست ایمان تھا کہ وہ دنیا پر غالب آنے والے ہیں۔ پھر اس قوت قلبی کا ظہور دونوں رنگوں میں ہوا۔ جنگوں کے میدان میں جبکہ وہ دشمن کے مقابل بہت تھوڑے ہوتے تھے اور وہ سامان جنگ بھی ان کے پاس نہ تھے جو روم اور ایران کی طاقتور سلطنتوں کے پاس تھے وہ دشمن سے کبھی دبتے نہ تھے اور اس لئے باوجود قلت تعداد اور قلت سامان کے وہ کثیر التعداد اور زبردست سامان والے دشمن پر فتح پاتے تھے کبھی انہوں نے کافروں کے بالمقابل اپنی قوت قلبی کو کھویا نہیں اور دوسری طرف روحانی قوت میں بھی وہ اسی پیغام کو لیکر تمام دنیا کے ملکوں میں پھیل گئے کیونکہ یہ زبردست قوت ایمان ان کے اندر موجود تھی کہ یہ دین دنیا پر غالب آنے والا ہے۔

رسول اکیلے کام نہیں کرتے

فی الحقیقت رسول بھی جب دنیا میں آتے ہیں وہ اکیلے ایک کام کرنے نہیں آتے بلکہ وہ ایک جماعت کے اندر روح پھونک جاتے ہیں حضرت نبی کریم صلعم معمولی انسانی عمر میں وفات پا گئے یعنی ۶۳ سال کی عمر میں مگر وہ وہ۔۔۔ اپنے پیچھے ایسے لوگ چھوڑ گئے جن کے اندر وہی قوت ایمانی بھری ہوئی تھی جو آپ کے اندر تھی۔ جنہوں نے وہ زبردست نمونہ دکھایا جو قیامت تک محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت پر گواہ رہے گا۔ وہی تڑپ جو رسولؐ کے قلب کے اندر تھی، وہی جذبہ ان لوگوں کے دلوں میں بھی تھا۔

موجودہ زمانہ کا مامور اور جماعت کا قیام

اس زمانہ میں بھی جب اللہ تعالیٰ نے پھر ارادہ فرمایا کہ اس روکاوٹ کے بعد جو اسلام کو ایک لمبے عرصہ کے لئے عیسائیت کی طرف سے پیش آئی تھی پھر دنیا میں اسلام کا غلبہ ہو تو اس نے اس شخص کے دل میں ڈالا جس کو اس کام کے لئے کھڑا کیا کہ تم بھی اس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کام کے لئے ایک جماعت تیار کرو۔ حضرت مسیح موعود کا دعوٰی مجددیت ۱۸۸۲ء کا ہے مگر اس کے کئی سال بعد جب لوگوں نے بیعت کے لئے درخواست کی تو آپ نے بیعت لینے سے انکار کیا۔ لیکن جب وہ وقت قریب آیا جب آپ کے سپرد وہ کام ہوا جو اسلام کے غلبہ سے تعلق رکھتا تھا تو آپ کو حکم ہوا کہ ایک جماعت بناؤ چنانچہ آپ نے ایک جماعت بنائی۔

حضرت مسیح موعودؑ کا کارنامہ

کوئی شخص ہمیشہ دنیا میں نہیں رہا آپ نے بھی ہمیشہ نہیں رہنا تھا۔ اگر آپ کے ہاتھ پر دو چار لاکھ مسلمان ہو جاتے تو یہ کوئی بڑی بھاری کامیابی نہ تھی مگر اس سے بھی بھاری کامیابی یہ تھی کہ یہی چنگاری اسلام کے غلبہ کی اوروں کے دلوں میں بھی لگا دی، اگر حضرت مسیح موعود اس جذبہ کو اوروں کے قلوب میں پیدا نہ کرتے تو آپ کا آنا نہ آنا برابر ہو جاتا اور اس سے فرق نہ پڑتا۔ فرق اس سے پڑتا ہے کہ آیا وہ چنگاری اوروں کے قلوب میں بھی پڑ گئی ہے۔ سو جو آگ آپ کے سینے میں مشتعل تھی آپ نے دوسرے دلوں کے اندر بھی جلا دیا یہی آپ کی اصل کامیابی ہے۔

ہمارا کام کیا ہونا چاہیئے

میں سمجھتا ہوں کہ یہی کام ہمارا بھی ہے آج ہم کو اتنی فکر اس بات کی نہیں ہونی چاہیئے کہ کتنے آدمیوں کو ہم نے مسلمان کر لیا ہے بلکہ اس سے زیادہ فکر یہ ہونی چاہیئے کہ وہ چنگاری جو مسیح موعود نے ہمارے قلوب میں ڈالی وہ ہم کتنے دلوں میں ڈالتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں یہ اصل چیز ہے اشداء علی الکفار میں جس قوت کی طرف اشارہ ہے وہ قوت قلبی حضرت مرزا صاحب کے قلب میں موجود تھی کہ کسی شخص کے دل میں یہ خیال نہیں آ سکتا تھا کہ ہم اسلام کو دنیا میں غالب کر سکتے ہیں اور اپنے حکمرانوں کو ہم مسلمان کر سکتے ہیں یہ قوت صرف حضرت مرزا صاحب کے قلب میں پیدا ہوئی کہ اسلام آج یورپ پر بھی غالب ہو سکتا ہے کل دنیا پر غالب ہو سکتا ہے بشرطیکہ ایک جماعت پیدا ہو جائے جو اس کام کو کرے۔

تبلیغ اسلام کیلئے جوش کی ضرورت

آج کل دنیا کیلئے لوگ دیوانہ ہیں۔ آپ لوگ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ کے دل میں دین کے لئے اس سے بڑھکر جنون موجود نہ ہو جو لوگوں کے دلوں میں دنیا اور دولت کے لئے ہے، تو جب تک آپ اس سے بڑھکر جوش اپنے قلوب میں تبلیغ اسلام کے لئے پیدا نہیں کرتے تو وہ کام جو حضرت مرزا صاحب نے کیا ہے اور آپ کے ذمہ ڈالا ہے اس کے اہل نہیں کہلا سکتے۔

مجموعی طور پر ہماری جماعت بہت قوی ہے

ہماری جماعت میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں کمزور بھی ہیں اور وہ بھی ہیں جن کے اندر زبردست طاقت موجود ہے اور باوجود اس طاقت کے ان کے اندر بھی کمزوریاں موجود ہیں آپ مجموعی طور پر جماعت کو دیکھئے آدمیوں میں آپ کو نقائص نظر آ جائیں گے مگر جماعت کو دیکھیں گے تو آپ اس جماعت میں تبلیغ اسلام کے لئے ایک زبردست قوت پائیں گے یہی جماعت ہے جو اشداء علی الکفار کی صحیح مصداق کہلا سکتی ہے

تھوڑا ہونا کمزوری نہیں

یہ نہایت چھوٹی جماعت ہے اور بعض وقت ہم خیال کرتے ہیں کہ یہ کیا کام کریگی لیکن خوب یاد رکھئے کہ تھوڑا ہونا کمزوری نہیں، کمزوری وہ ہے جو قلب کے اندر پیدا ہوتی ہے اگر ایک شخص بھی قلب کا طاقتور ہو تو وہ قوت پیدا کر لے گا اور لاکھوں انسان کمزور ہوں تو وہ طاقت کو نہیں پیدا کر سکتے آپ کے اندر جو قوت حضرت مسیح موعودؑ کے انفاس طیبہ سے پیدا ہوئی ہے اور قوت پیدا کرتے جاؤ۔

دین کی عمارت اور خدا کا قانون

عمارت ایسی چیز نہیں کہ ایک رات کے اندر کھڑی کر دی جائے۔ لیکن میں یہ آپ کو دکھا سکتا ہوں کہ وہ بنیادیں رکھی گئی ہیں کہ جن پر ایک عظیم الشان عمارت بن سکتی ہے اور بہت کچھ ہو سکتا ہے اگر کام کرنے والے ہوں اگر تم کام نہیں کرو گے تو خدا کا یہ قانون ہے وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لایکونوا امثالکم اگر تم اس کام کو نہ کرو گے اور اس راہ سے پھر جاؤ گے جس پر تمہیں چلایا گیا تو وہ تمہاری جگہ دوسرے لوگ لے آئیگا اور وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے یعنی اصل غرض کو حاصل کر کے رہیں گے جو اسلام کا دنیا میں پہنچانا ہے۔ اگر تم پھر جاؤ تو خدا کا وعدہ جھوٹا نہیں ہو سکتا ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

آپ کا تعجب درست نہیں

بعض وقت آپ تعجب کرتے ہیں کہ جماعت کے اندر لوگ کثرت سے شامل نہیں ہوتے تو پھر آپ کو اس کے لئے حضرت سے گھڑنے پڑتے ہیں کہ۔۔۔ Catch imagination کرنے والی کوئی چیز موجود نہیں مگر میں کہتا ہوں کہ ایمان کو Catch کرنے والی کوئی چیز ہونی چاہیئے، اور تمہارے اپنے دلوں کی قوت ایمانی ہے پھر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس عظیم الشان کام کی بنیادیں رکھی جا چکی ہیں جو مسیح موعود کے آنے کی اصل غرض ہے۔

مخالفین کا اعتراف

اس کا اعتراف مخالفین نے بھی کیا ہے میں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا کہ غالباً ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے کہ ایک انگریز یا امریکن میاں صاحب سے ملا تھا اور اس نے میاں صاحب سے کہا کہ یورپ کے لوگ لاہور کی احمدیہ انجمن کا زیادہ ذکر کرتے ہیں، یہ مارچ ۱۹۳۵ء کے ریویو آف ریلیجنز میں چھپا ہے۔ چنانچہ اس گفتگو میں ہی میاں صاحب نے کہا کہ یہ لوگ یعنی جماعت لاہور کے لوگ بانی سلسلہ کو صرف مجدد مانتے ہیں جن کی تعداد پانچ ہزار ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ

اس کے علاوہ آپ یورپین مصنفین کی کتابوں اور رسائل کو پڑھ کر دیکھئے تو وہ ہمارے متعلق لکھتے ہیں Ahmadiyya movement of The .... دونوں فرقوں میں سے زیادہ کام کرنے والے ہیں۔ یہ معمولی کام نہیں جو آپ نے کیا ہے۔ قرآن مجید کے مختلف مغربی زبانوں میں ترجمے اسلامی لٹریچر اور آنحضرت صلعم کی سیرت یورپ میں پہنچائیں اور ہماری اس کوشش کی وجہ سے یورپ کے بہت سے مفکر کا نقطہ نگاہ اسلام کے متعلق بدل چکا ہے۔

سیدھا راستہ

میں آپ کو ایک نہایت سیدھا اور صاف راستہ بتاتا ہوں کہ وہ بنیادیں جو تبلیغ اسلام کے لئے اس جماعت کی صورت میں رکھی ہیں ان کو مضبوط کرو اور ان پر عمارت اٹھاؤ۔ میں نے یہی سوال کیا تھا کہ لوگ اس طرف کیوں نہیں آتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تھوڑے ہیں اور کام بہت بڑا ہے۔ مگر ہماری جماعت میں بڑی شدت کے ساتھ یہ باتیں موجود ہے جو اس میں ہمت پیدا کرتی ہے، اس لئے ان سے وہ قربانیاں صادر ہوتی ہیں جو اور مسلمان نہیں کر سکتے۔

لوگ کیوں اس طرف نہیں آتے

بلاشبہ یہ درست ہے کہ لوگ کثرت کے ساتھ اس طرف نہیں آتے کیونکہ یہ کام اس قدر بلند ہے کہ اس کے لئے ان کے اندر ہمت پیدا نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو اس کام کے لئے چن لیا ہے، پس تم اشداء علی الکفار کے مصداق بنو۔ تمہارے دلوں کے اندر یہ قوت ایمانی موجود ہو کہ تم سب کفرستانوں پر غالب آ سکتے ہو۔ حضرت مرزا صاحب کے طفیل تم میں تبلیغ اسلام کا زبردست جوش پیدا ہو چکا ہے۔

رحماء بینھم کی صفت بھی تم میں ہے

رحماء بینھم کی صفت بھی تم میں موجود ہے اور وہ یہ ہے مسلمانوں کے اندر ایک دوسرے کی تکفیر کو دور کرکے ان کے اندر باہمی ہمدردی اور محبت کی لہر پیدا کرنا۔ تکفیر کے خلاف جو تم نے جہاد کیا ہے وہ تمہیں رحماء بینھم کا مصداق بناتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی شہادت

چنانچہ جب ۱۹۱۴ء میں ہم قادیان سے لاہور آئے تو مولانا ابوالکلام آزاد نے الہلال میں جماعت کے اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا:۔

" اس جماعت میں مسئلہ خلافت اور تکفیر مسلمین یعنی تکفیر مسلمین کی بناء پر باہم اختلاف و نزاع پیدا ہو گیا ہے۔ ایک مختصر سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بناء پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر احمدی مسلمان بھی مسلمان ہیں گو وہ مرزا صاحب کے دعوے پر ایمان نہ لاتے ہوں۔ لیکن دوسرا گروہ صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتے وہ قطعی کافر ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود ہیں اور گروہ نے انہیں خلیفہ قرار دیا ہے، مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا۔"

مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے اسی بارے میں جو ٹریکٹ شائع کیا ہے اور جس عجیب غریب جرأت اور دلاوری کے ساتھ قادیان میں رہ کر انہوں نے کیا ہے جہاں پہلے گروہ کے رؤسا ہیں وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ اس سال کا یادگار واقعہ سمجھا جائے گا۔"

معمولی مشکلات کی پروا نہ کرو

سو جب یہ صفات تم میں موجود ہیں تو اس کام کے لئے چھوٹی چھوٹی مشکلات کی پروا نہ کرو۔ جب مقصد بلند ہو اور دل میں تڑپ ہو تو انسان رکاوٹوں کی پروا نہیں کرتا۔ اور وہ تڑپ خدا کے فضل سے تمہارے قلوب میں موجود ہے۔ میرے دل میں تو یہ شبہ کبھی نہیں ہوا کہ ہم کامیاب نہیں ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اور ہمارے امام نے کہا ہے

چوں مرا بخشیدہ صدق اندریں سوز و گداز
نیست امیدم کہ ناکام بمیرانی دریں

ایمانی قوت کے ساتھ جدوجہد کرو

مگر میں آپ کو ایک اور بات کہتا ہوں کہ دنیا میں ہر کام انسان کرتا ہے اس میں کامیابی بھی ہوتی ہے اور ناکامی بھی، پھر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بیدردی سے گذر جاتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو ان پر حالات پسند ہوتی دیکھ لیتے ہیں۔ آنحضرت نے جنگیں کیں اس میں سینکڑوں مسلمان مر گئے، وہ شہید کہلائے کیونکہ خدا تعالیٰ کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور ان کا ایمان خدا پر بہت زبردست تھا۔ لیکن بالآخر اسلام رکاوٹوں اور عارضی ناکامیوں کے بعد غالب آیا۔ اگر آج بھی اسلام نے غالب ہونا ہے اور یقیناً ہونا ہے تو ناکامیوں کی پروا نہیں کرنی چاہیئے۔ خوب یاد رکھو انجام کار یقیناً یقیناً اسلام غالب ہو کر رہنے والا ہے۔ اگر ناکامی ہو تو ہمیں اس کی پروا نہیں کرنی چاہیئے، تم خدا کا ساتھ نہ چھوڑو وہ کبھی تمہارا ساتھ نہ چھوڑے گا۔ تم سے معاملہ کرے۔ حضرت صاحب کا یہ شعر ہر وقت سامنے رکھو:

خواہی بعزم کن جُدا خواہی بلا لنم رہ نما
خواہی بکش یا کن رہا ترک آں دامانم

اس ایمان کو ساتھ لے کر خدا کے رستہ میں جدوجہد کرو اور قدم آگے بڑھاتے جاؤ۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

مندنازن ہی اس مسلمانی پہ کفر!

پرسوں شام پاکستانی سفارت لندن میں ایک نئی سی دلچسپ محفل منعقد ہوئی۔ اس کا انتظام پاکستانی سفارت خانہ کے پریس اتاشی مسٹر اسلم اے ایچ نے کیا تھا۔ پاکستان کے مشہور رقاص غیاث رشید بعرف بلبل چودھری اپنی کے وسط میں پارٹی کے ہمراہ لندن پہنچے تھے۔ آج شام کی پارٹی بلبل چودھری اور ان کی پارٹی کا برطانوی اور لندن میں پاکستانی پریس سے تعارف کرانے کی خاطر منعقد کی گئی تھی۔ چنانچہ پریس اتاشی کے تختے سے کمرہ میں انسان کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ ایک کونے میں سے مینا سے شغل کرنے والوں کے لئے انتظام کیا گیا تھا ....

بلبل چودھری کل ۱۲ آدمیوں کے ہمراہ برطانیہ میں وارد ہوئے ہیں۔ ان میں ۵ رقاص اور ۵ رقاصائیں ہیں ۲ آدمی آرکسٹرا کے رکن ہیں اور ساڑھے ستر ہیں رکن بلبل افروز تیزو دھری کی ۱/۲ ۵ سالہ بچی نرگس ہے۔ یہ بچی تال اور تھاپ پر نہایت خوبصورتی سے رقص کرتی ہے بلبل چودھری نے اسے یہاں سٹیج پر پیش کرنے کی خاصی دوڑ دھوپ کی۔ مگر برطانیہ میں ۱۲ سال سے کم عمر کے بچوں کو سٹیج پر پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ لہذا نرگس شاید برطانوی اسٹیج پر رقص نہ کرے۔

اور غالباً کئی مسلمان والدین کا یہ ارمان شاید دل کا دل ہی میں رہ جائے کہ اپنی معصوم بچی کے تال اور تھاپ کے کمالات وہ فرنگی دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔ اس عمر میں کہ جس میں خود فرنگستان بچیوں اور بچیوں کو سٹیج پر لانے سے شرماتا ہے!

اور اگر کہیں اس دوڑ دھوپ میں کامیابی ہوتی تو کتنا اونچا اور کیسا روشن نام پاکستان کی اسلامی مملکت کا ہو رہنے لگتا!

عید کے دن

عید کے دن کی تازہ خبریں:۔

"دہلی۔ آج جامع مسجد میں عراق، ایران، افغانستان وغیرہ اسلامی ممالک کے سفیروں نے بھی نماز پڑھی اور ایک بہت بڑی کر دکھا لیا وہ سفیر مصر کے برابر عید منانا گھر ا ہوا ہے۔"

اور بالکل ممکن تھا کہ وہ سفیر مصر نہیں، خود شاہ مصر ہوتے .... اچھوتوں کا کوئی مسئلہ الحمد للہ اس گئی گذری حالت میں بھی مسلمانوں کے اندر نہیں ہے۔

"امرتسر۔ جامع مسجد میں جو امرتسر کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ تین سو کشمیریوں اور پٹھانوں نے نماز عید ادا کی۔"

امرتسر جیسے شہر میں تین سو کی تعداد بھی کسی شمار میں ہے۔ لیکن جس سرزمین پر اذان تک کی بندش ہو چکی ہو اور مسجدیں سرے سے ویران و سنسان پڑی ہوں، وہاں کے لئے یقیناً یہ خبر بھی بڑی خوشخبری کا حکم رکھتی ہے۔

"دہلی۔ صدر جمہوریہ ہند کے ملازمین گورنمنٹ ہاؤس کی گاڑی میں نماز پڑھنے جامع مسجد آئے .... صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد نے گورنمنٹ ہاؤس کے مسلم ملازموں اور ان کے اہل بچوں کو پارٹی دی جس میں ۵۰ اشخاص شامل تھے .... صدر نے مختصر سی تقریر کے بعد سب کو مٹھائی تقسیم کی۔"

غنیمت اور بہت غنیمت ہے کہ سیکولرزم کے نام کی لاج۔ شیوا بقر عید ہی، بہرحال کبھی تو رکھ لی گئی۔

سچی باتیں

اُم الخبائث

بمبئی۔ ۱۰ ر جون۔ انسداد مے نوشی کے بین الاقوامی ادارہ کے صدر ڈاکٹر رابرٹ پیرسن نے کہا کہ :

"قتل اور ڈاکہ کے جسم اور انفرادی اور اجتماعی آلام و مصائب کا سب سے بڑا محرک شراب ہے۔

شہوانی جرائم ۵۰ سے ۷۵ فیصدی تک شراب نوشی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اور دوسرے جرائم کی تہ میں بھی اکثر شراب نوشی ہی کے اثرات شامل رہتے ہیں۔

شراب سے محصول ٹیکس وغیرہ کی صورت میں سرکاری آمدنی ایک باطل و پرفریب تصور ہے۔ بلکہ یہ آمدنی تو عوام کی جیب پر قانونی ڈاکہ زنی کے مترادف ہے۔ امریکا میں اس سے معقول آمدنی ضرور خزانہ سرکاری میں داخل ہوتی ہے۔ لیکن اس سے ۲ گنا خرچ بھی زنجیر پولیس کی گرفتاری اور جرائم کی روک تھام پر ہو جاتا ہے۔"

یہ ہے اس خانہ خراب کی اصل حقیقت جس کی دلالی کا حق ہمارے فارسی اور اردو کے بڑے بڑے شاعران نامدار ادا کرتے چلے آئے ہیں۔ اور اب اس حق کے ادا کرنے میں نثر کے بھی بڑے بڑے ترقی مآب اہل قلم شریک ہوتے جا رہے ہیں! حقیقت کی پوری تصویر ایک لفظ "ام الخبائث" کے اندر آ گئی ہے۔ یا ان شاعروں اور افسانہ نگاروں کے شاندار افسانہ و شعر میں! (صدق جدید)

خواتین کیلئے

احمدی خواتین اور تربیت اولاد

از مدیر

زندہ قوم کی خواتین

دنیا میں زندہ اقوام کی خواتین اپنے بچوں کی تربیت پر جتنی توجہ صرف کرتی ہیں وہ ہر شخص جو تاریخ اُمم سے واقف ہے بخوبی جانتا ہے۔ جس قوم میں بچوں کی تعلیم و تربیت کا فقدان ہے ـ اور نوجوانوں کی صحیح رہنمائی نہیں کی جاتی وہ قوم دنیا میں کارہائے نمایاں نہیں کر سکتی اور نہ اپنے نقوش پیچھے چھوڑتی ہے اور نہ جریدہ عالم پر اپنا دوام ثبت کرتی ہے۔

ممتاز جماعت کی خواتین

جماعت احمدیہ خداوند تعالےٰ کی منتخب شدہ جماعت ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جس کی تبلیغ سے دنیا کی ہر قوم کی رُستگاری وابستہ ہے کیونکہ یہ تبلیغ اسلام کرنے والی واحد جماعت ہے ایسی ممتاز جماعت کی خواتین کو اپنے بچوں اور بچیوں کی تربیت کی طرف جتنی توجہ مبذول کرنی چاہیئے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر آج تک اس طرف کسی خاص اہتمام سے توجہ نہیں کی گئی تو ہمارے اس تساہل اور تغافل کو آئندہ نسلیں کبھی فراموش نہیں کریں گی۔ اگر ہم باہر اپنی انفرادی اور اجتماعی تبلیغ سے پھیلنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے سواد اور حلقہ کے اندر نسل کو مضبوط کرنا چاہیئے، وہ قوم جو باہر سے بڑھتی ہے اور اندر سے سمٹتی ہے اسے کسی شاندار مستقبل کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔

جماعت کی معزز خواتین

لیکن خداوند تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہماری جماعت میں کثرت سے ایسی معزز خواتین موجود ہیں جن کی [illegible] نظروں سے یہ فریضہ اوجھل نہیں جو اسی معیار پر بچوں کی تربیت کرتی ہیں اور ان کے دلوں میں اعلےٰ جذبات پیدا کرتی ہیں۔ جس قوم کی خواتین میں دینی اولاد کے تحفظ اور تربیت کے متعلق یہ رجحانات اور قلوب میں یہ کیفیات ہوں۔ وہ قوم اپنی ہستی سے شش جہات میں ایک زلزلہ ڈال سکتی ہے۔ اور دنیا میں ایک تغیر عظیم پیدا کر سکتی ہے۔

جماعت احمدیہ کے اخلاقی محاسن کی بقا

جماعت احمدیہ چند ایک زندہ خصوصیات اور اخلاقی محاسن کی حامل ہے اور اس جماعت نے حضرت امام عصر حاضر کی تربیت سے ایک ایسا کردار پیدا کیا ہے جو اپنی سرشت میں خالص اسلامی ہے۔ لیکن ان خصوصیات اور اخلاقی محاسن کی بقا کے لئے آئندہ نسل کی تربیت اشد ضروری ہے اجراں اغراض و مقاصد کا قیام جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا منتہائے مقصود ہے مقتضی ہے کہ تربیت اولاد کو شعور اور اہتمام سے بروئے کار لایا جائے۔

بچوں کی نفسیات کا مطالعہ

اساتذہ جنہوں نے بچوں کی نفسیات کا نظر غائر سے مطالعہ کیا ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بچے ماحول اور تربیت سے نہایت شدت کے ساتھ اثر قبول کرتے ہیں۔ بچوں کی مثال پگھلے ہوئے لوہے کی سی ہوتی ہے۔ انہیں جس سانچے میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں۔ خورد سال میں وہ جتنی باتوں کو سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، پڑھتے ہیں، ان کے نقوش تا دم مرگ ان کے قلب و دماغ پر قائم رہتے ہیں۔ دنیا بدل سکتی ہے لیکن وہ نقوش نہ بدل سکتے ہیں اور نہ مٹ سکتے ہیں۔

ہماری جماعت کی معزز خواتین اگر بچپن سے ہی اپنے بچوں کو اس امر کا شعور دلائیں کہ وہ احمدی ہیں۔ اور انہوں نے دنیا کے گوشہ گوشہ میں اپنی مساعی سے اسلام کا پیغام پہنچانا ہے۔ یعنی خدا اور رسُول کا نام بلند کرنا ہے تو اس سے بچوں کے اندر [illegible] سے ہی ایک احساس برتری پیدا ہو جائے گا۔ اور رفتہ رفتہ یہی احساس برتری ایک زبردست قوتِ ارادی اور شعورِ ذمہ داری میں بدل جائے گا۔

دو اہم چیزیں

اس احساس کے علاوہ دو چیزیں اور ہیں جن سے بچے اثر پذیر ہوتے ہیں **ایک** تو والدین کے ذاتی نمونہ اور **دوسرے** تعلیم۔ جو بچے والدین کو صوم و صلوٰۃ کے پابند راست گو اور دیانتدار پاتے ہیں ان کے قلوب میں بھی انہی خصوصیات کو پیدا کرنے کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ دوسرے بچوں کو دینیات کی تعلیم دینی چاہیئے۔ نہایت اہتمام کے ساتھ قرآن مجید کا مطالعہ کروانا چاہیئے ـ اسلامی تاریخ اور کُتب سلسلہ سے اچھی طرح واقف کرنا چاہیئے اور ساتھ ساتھ انہیں یہ بھی بتانا چاہیئے کہ انکی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق ہے۔ اور وہ ایسے سلسلہ کے افراد ہیں جس کا اصول **دین کو دُنیا پر مقدم کرنا ہے** جب بچوں کی ان اصولوں پر تربیت کی جائے گی تو یہی بچے مستقبل قریب میں اپنی شوکت اکرداد سے ایک تغیرّ عظیم پیدا کر دیں گے اور اپنا جد و جہد سے غلبۂ اسلام کو قریب تر کر دیں گے اور ایک ایسی اجتماعی قوت کا ظہور ہوگا جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی جماعت نہیں کر سکتی۔

جماعت کی معزز خواتین

کی خدمت میں

درخواست ہے کہ وہ پیغام صلح کے لئے مضامین بھجوائیں

جماعت بدوملھی کا چندہ

برلن مسجد کی مرمت کے لئے بدوملہی کی خواتین اور جماعت کے دوستوں نے چندہ دیا ہے۔ فہرست درج ذیل ہے۔ جماعت کی خواتین کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس تحریک کو جاری رکھیں۔

نام	رقم
شیخ اللہ بخش صاحب	۵ — ۰ — ۰
محمد علی صاحب	۱ — ۰ — ۰
بیگم چوہدری غضنفر علی صاحب	۲ — ۰ — ۰
بیگم چوہدری محمد اکبر صاحب	۱ — ۰ — ۰
بیگم محمد شریف صاحب بٹ	۱ — ۰ — ۰
والدہ بختیار احمد صاحب	۱۰ — ۰ — ۰
چوہدری حمید احمد صاحب	۵ — ۰ — ۰
اہلیہ صاحبہ چوہدری حمید احمد صاحب	۲ — ۰ — ۰
تاج دین صاحب کوٹلی والا	۱ — ۰ — ۰
جلال دین صاحب کوٹلی والا	۰ — ۶ — ۰
میزان	۲۸ — ۶ — ۰
سابقہ میزان	۱۲۷۰ — ۱۳ — ۰
کل میزان	۱۲۹۹ — ۳ — ۰

بچوں کا صفحہ

سبق آموز واقعات

(۱) تمام برائیوں کی جڑ

رسولِ پاکؐ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی۔ یا رسول اللہ میں بہت سی بُری عادات کا عادی ہوں۔ میری یہ خواہش ہے کہ ان سے بچوں۔ لیکن عادت سے مجبور ہوں۔ اور ان سے بچ نہیں سکتا۔ آپ کوئی ایسا آسان اور سہل طریق بتائیں کہ جس پر چل کر میں ان برائیوں سے بچ سکوں۔

آپؐ نے فرمایا۔ تم جھوٹ بولنا چھوڑ دو اور مجھ سے وعدہ کرو کہ تم اس پر قائم رہو گے۔

اس نے جواب دیا یا رسول اللہ یہ کونسی مشکل بات ہے۔ میں آپؐ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آج سے کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔

رسولِ پاکؐ سے وعدہ کر چکنے کے بعد وہ شخص اپنے گھر واپس لوٹا۔ رات کے وقت حسبِ عادت اسے چوری کرنے کا خیال آیا۔ اس نے دل میں سوچا کہ اگر میں نے چوری کی اور صبح مجھ سے رسولِ پاکؐ نے اس کے متعلق پوچھا تو مجھے سچ سچ بتا دینے پر بہت پریشانی کا سامنا ہوگا اور ممکن ہے کہ مجھے چوری کی سزا بھی ملے۔ اور اگر میں نے جھوٹ بول کر چوری کا جُرم چھپانے کی کوشش کی تو آنحضرت رسولِ پاکؐ کے ساتھ سچ بولنے کا جو وعدہ کیا ہے وہ پورا نہیں ہو سکے گا۔ بہتر یہی ہے کہ میں چوری چھوڑ ہی دوں۔ اور اس طرح اس شخص نے چوری سے توبہ کر لی۔

اس کے بعد اس کے دل میں شراب پینے کا خیال پیدا ہوا۔ لیکن پھر وہی خیال آیا جو چوری کرنے سے پہلے آیا تھا۔ اور اس خیال کے آتے ہی اس نے شراب خوری بھی بالکل چھوڑ دی۔ غرضیکہ اسے جس قدر بُری عادتیں پڑی ہوئی تھیں اس خیال کے آتے ہی وہ انہیں یکدم چھوڑتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ تمام بُری عادات سے نجات حاصل کر لی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ اگر اس جڑ کو کاٹ دیا جائے یعنی جھوٹ بولنے کی عادت سے بالکل پرہیز کیا جائے تو بہت سی بُری عادتیں خود بخود دُور ہو جاتی ہیں۔

(انعام الحق)

سب کہیں خوب آدمی ہو تم

آؤ اُستاد کو سلام کریں
سب سے پہلے یہ نیک کام کریں

بعد اس کے کریں پڑھائی ہم
سب ہیں آپس میں بھائی بھائی ہم

ساتھیوں کو بُرا بھلا نہ کہیں
مفت جھگڑا کسی سے مول نہ لیں

ہر کسی سے ملیں شرافت سے
کام لیں اس طرح رفاقت سے

سب میں مشہور نام ہو اپنا
ذکر دُنیا میں عام ہو اپنا

سب کہیں خُوب آدمی ہو تُم
سب میں محبُوب آدمی ہو تُم

درویش بادشاہ

خواجہ شناء اللہ صاحب

بچو! آج تمہیں ایک درویش بادشاہ کی کہانی سُناتے ہیں۔ تو بھئی ذرا غور سے سُنو۔

سلطان نصیر الدین محمود خاندانِ غلاماں کا ایک بادشاہ تھا۔ اس کے باپ کا نام التمش تھا۔ یہ بادشاہ بڑی عظمت جلال کا مالک تھا۔ اپنے اندر فوجی صلاحیتیں بھی رکھتا تھا۔ اس نے اپنی فوجی قابلیت سے خطرناک بغاوتوں کو دبایا تھا۔ ہندوستان جیسی بڑی سلطنت کا انتظام نہایت اچھے پیمانے پر کرتا تھا۔ لیکن بچو تم سُن کر بہت حیران ہو گے کہ اتنا بڑا بادشاہ قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھ کر اپنی روزی کماتا تھا اور خزانہ سے ایک پیسہ نہ لیتا تھا۔ اس کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ اس کے پاس کوئی نوکر چاکر خدمات بجا لانے کے لئے موجود نہ تھے۔ اس کی بیگم خود اپنے ہاتھوں سے گھر کا کام کاج سرانجام دیتی تھی۔ وہ خود چکی پیستی اور کھانا پکاتی تھی۔ یہ سب کچھ ایک متوسط طبقہ کی خاتون بڑی مشکل سے برداشت کر سکتی ہے۔ مگر اس وسیع سلطنت کی بیگم نے خوشی خوشی برداشت کیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ برسات کے موسم میں جب یہ نیک خاتون حسبِ معمول باورچی خانے میں کھانا پکانے کی غرض سے گئی تو انہوں نے دیکھا کہ جلانے کا ایندھن برسات کی وجہ سے گیلا ہو گیا ہے۔ اس کی انتہائی کوشش کے باوجود آگ نہ جل سکی اور دھوئیں سے اس کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں اور وہ اس قدر تنگ ہوئی کہ آخر اس سے نہ رہا گیا اور زار و قطار رونا شروع کیا۔

شام کے وقت جب بادشاہ اپنے روز مرہ کام سے فارغ ہو کر محل میں واپس آئے اور نمازِ مغرب ادا کی۔ پھر ان کی بیگم نے دسترخوان بچھایا اور اس پر معمولی اور سادہ کھانا چُن دیا۔ بیگم خلافِ معمول نہایت مغموم اور افسردہ تھیں۔ بادشاہ نے بھانپ لیا اس نے غم اور افسردگی کا سبب دریافت کیا۔ ملکہ نے عرض کیا۔

"مجھے فخر حاصل ہے کہ میں اتنی وسیع سلطنت کے بادشاہ کی بیگم ہوں۔ ایسی سلطنت جس کے خزانے دولت سے بھرے ہوئے ہیں لیکن مجھے بحیثیت ملکہ کے ان خزانوں پر کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ میری درخواست ہے کہ مجھے ایک خادمہ دی جائے جو گھریلو کام کاج میں میرا ہاتھ بٹا سکے۔"

بادشاہ نے نہایت سکون سے اپنی بیگم کی درخواست سُنی اور بیگم سے کہا کہ میری نوٹ بُک لائی جائے۔ نوٹ بُک آ گئی تو بیگم کو اپنا ذاتی حساب دکھایا تو معلوم ہوا بادشاہ کے حساب میں اتنی گنجائش بھی نہیں کہ ایک خادمہ مقرر کی جا سکے۔ تب وہ اپنی بیوی سے یوں مخاطب ہوئے بیگم آپ کو علم ہے کہ میں خود اپنے

عبد اللہ بن عون

جناب شیخ غلام قادر صاحب

ابو عون آپ کی کنیت تھی۔ عبداللہ بن ارطبان مزنی کے غلام تھے۔ کوفہ کے اکابر علماء میں سے تھے۔ امام ثوری کا قول ہے کہ میں نے ایوب۔ یونس۔ تیمی اور عون جیسے فضلا کسی ایک شہر میں اکٹھے نہیں دیکھے (تہذیب التہذیب)

تزکیہ نفس

تزکیہ نفس کی فکر ہر وقت دامنگیر رہتی تھی۔ بکار بن محمد سے مروی ہے کہ ابن عون مذاق، بحث و مناظرہ اور شعر خوانی سے ہمیشہ محترز رہتے تھے (ابن سعد) اسی صاحب کا بیان ہے کہ کسی کے ساتھ اگر نیک سلوک کرتے تھے تو مخفی طریقہ سے اسے بجا لاتے تھے کہ کسی دوسرے کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی۔ (ابن سعد)

علم حدیث

اگرچہ آپ کو جملہ مذہبی علوم میں خاصی دسترس تھی مگر علم حدیث میں آپ کو امتیازی درجہ حاصل تھا ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقۃ کثیر الحدیث۔

مدینہ کے ممتاز محدثین میں سے آپ نے سالم اور قاسم بصرہ کے محدثین میں سے حسن بصری اور سیرین اور کوفہ کے محدثین میں سے امام شعبی اور امام نخعی مکہ کے محدثین میں سے عطا اور مجاہد اور شام کے محدثین میں سے مکحول اور رجاء بن حیوۃ سے سماع حدیث کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب)

ان کے علاوہ دیگر اکابر علماء میں سے ایک بڑی جماعت سے مستفید ہوئے۔

ابن مہدی کا بیان ہے کہ عراق میں ابن عون سے بڑھکر سنت کا عالم کوئی نہ تھا۔ (تہذیب التہذیب)

ابن مبارک کا قول ہے کہ میں نے ابن عون جیسا اور سفیان کے علاوہ جن جن علماء سے ملاقات کی انہیں ان سے بہت کم درجہ کا پایا۔ ابن عون ایسے صاحب جذب تھے کہ ان سے ملنے کے بعد دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے ان سے وابستہ ہو جاؤں اور مرتے دم تک ان سے جدا نہ ہوں۔ (تہذیب التہذیب)

روایت حدیث میں احتیاط

روایت حدیث میں بڑے محتاط تھے۔ اکثر روایت حدیث کے خوف سے باہر نکلنا چھوڑ دیا تھا۔ جب کبھی روایت حدیث کا موقعہ آتا تو آپ علماء کی معیت میں حدیثیں بیان کرتے تھے پھر بھی متن حدیث میں کمی بیشی کے خوف سے ان پر خشیت و رقت اس قدر طاری ہو جاتا تھا کہ دیکھنے والوں کو ان پر ترس آجاتا تھا۔

عبادت و ریاضت

قرہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو ابن سیرین کے زہد و ورع پر حیرت ہوتی تھی مگر ابن عون نے انہیں بھی بھلا دیا۔ (شذرات الذہب)

تنہائی میں الحمد للہ ربنا کے ورد میں مشغول رہتے تھے۔ گھر کے احاطہ میں مسجد تھی جس میں عزیز و اقارب کو لے کر مغرب اور عشاء کے علاوہ دوسری تین نمازیں با جماعت پڑھتے تھے اکثر نماز چاشت کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کرتے تھے۔ (ابن سعد)

جہاد

جہاد کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے کہ آپ نے روم کی کسی جنگ میں شرکت کی تھی۔ (ابن سعد)

اخلاق

آپ نہایت خوش اخلاق حلیم الطبع اور نرم خو تھے، بکار کا قول ہے کہ میں نے ابن عون سے زیادہ زبان پر قابو رکھنے والا شخص نہیں دیکھا وہ اپنے نوکروں چاکروں بلکہ مرغی اور بکری تک کو کبھی گالی نہ دیتے تھے۔ (ابن سعد)

ایک مرتبہ ایک غلام کو اپنی جہاد کی اونٹنی پر جو انہیں بڑی محبوب تھی پانی لادکر لانے کا حکم دیا اس بیہودہ نے اسے ایسی بیدردی سے مارا کہ اس کی ایک آنکھ بہہ گئی۔ لیکن جب آپ کی نظر اونٹنی پر پڑی بڑا غم و غصہ محسوس کیا مگر غلام کو اُف تک نہ کہی، اور کہا تو صرف اس قدر کہ سبحان اللہ خدا تعالے تمہیں برکت دے کیا تمہیں مارنے کے لئے چہرہ کے علاوہ کوئی اور عضو نہ ملتا تھا اور اسے گھر سے نکال کر آزاد کر دیا۔ (ابن سعد)

محبت رسول

آپ کو یہ بڑی تمنا تھی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہو جائے چنانچہ ایک رات خواب میں دیدار جمال نبوی سے مشرف ہوئے اس شرف پر بلبلے وارفتہ ہوئے کہ بالا خانہ سے اتر کر فوراً مسجد میں آئے اور انتہائی مسرت میں گر پڑے۔ پاؤں میں ایسی چوٹ آئی جو بالآخر آپ کی موت کا باعث ہوئی۔

(ابن سعد)

مرض الموت

چوٹ کی وجہ سے آپ صاحب فراش ہو گئے، بکار کا قول ہے کہ دوران بیماری میں آپ غیر سے زیادہ منضبط اور صابر تھے۔ آپ کے ہوش و حواس آخر دم تک قائم رہے۔ میں نے موت کے وقت ان سے زیادہ عاقل کسی کو نہیں دیکھا۔ دم واپسیں تک قبلہ رخ ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ آخر ۱۵۱ھ میں وصل بحق ہو گئے۔ جنازہ میں لوگوں کا اتنا ہجوم تھا کہ مسجد کا صحن اور اس کی کل عمارت ناکافی ثابت ہوئی۔ جنازہ محراب میں رکھکر جمیل بن محفوظ ازدی نے نماز جنازہ پڑھائی

ترکہ

ابن عون کے پاس نقد روپیہ نہ تھا۔ ترکہ میں دو مکانات چھوڑے۔ مرض الموت میں پانچویں حصہ کی وصیت اپنے اعزہ و اقارب کے لئے کر دی۔ دس ہزار سے کچھ اوپر قرض تھا اس کی ادا کرنے کے بعد وصیت پوری ہو گئی۔

(ابن سعد)

نفاست

نہایت خوش جمال آدمی تھے مونچھیں زیادہ گہری نہیں کترواتے تھے۔ خوش جمالی کے ساتھ بڑے نفاست پسند۔ لطیف مزاج اور خوش لباس تھے۔ کپڑے نہایت نرم و باریک پہنتے تھے خوشبو زیادہ استعمال کرتے تھے۔ پورا لباس پہنکر گھر سے نکلتے تھے۔ دستر خوان کے وقت خادم رومال پیش کرتا تھا جس سے ہاتھ منہ صاف کر لیا کرتے تھے لہسن وغیرہ بدبودار چیزوں سے سخت متنفر تھے جس کھانے میں لہسن ہوتا اسے ہاتھ تک نہ لگاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ لونڈی نے کھانا پکا کر پیش کیا۔ اس میں لہسن کی بو محسوس ہوئی۔ لونڈی سے پوچھا۔ اس نے اقرار کیا کہ کھانے میں لہسن ڈالا گیا ہے۔ لیکن طبیعت میں ضبط و تحمل بہت تھا صرف اس قدر فرمایا:-

"خدا تجھ کو برکت دے خدا تعالٰی تجھ کو برکت دے اسکو میرے سامنے سے لے جا"

(ابن سعد)

بدوملھی میں تبلیغی دورہ

جناب [illegible] صاحب ایم۔ اے [illegible]

۲۴ر جون کو سوا آٹھ بجے کے قریب بدوملھی پہنچا۔ بدوملھی ہائی سکول کے اساتذہ کرام سے ملاقات کی اور اپنے دورے کی غرض کو واضح کیا۔ بعد میں طے پایا کہ کل تمام سٹاف اور طلباء کی حاضری میں نبی کریم صلعم کی سیرت پر ایک لیکچر دیا جائے۔ اس کے بعد بیسے والا گاؤں میں گیا اور وہاں شام کی نماز ادا کی اور ایک لیکچر دیا۔ اس میں جماعت کے مقدس مقصد تبلیغ اسلام کے لئے قربانی کرنے اور منظم ہونے کی ہدایت کی۔ اور لیکچر کے ختم ہونے کے بعد سلسلہ کے بعض مسائل پر گفتگو ہوئی جس میں جماعت کے دوستوں نے بڑی دلچسپی سے حصہ لیا۔

دوسرے دن ۲۵ر جون کو سکول میں سیرت نبی کریم صلعم پر ایک لیکچر دیا جو قریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہا۔ اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور اخلاقی حصوں کو بڑی وضاحت سے پیش کیا۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں حق کے مخالفوں کے طریق کار کو بیان کرکے بتلایا کہ صحابہ نے کس قدر مالی و جانی نقصانات برداشت کرنے کے باوجود حق کو نہیں چھوڑا بلکہ صبر سے کام لیا یہاں تک کہ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہو گئے۔

حاضرین نے بڑی دلچسپی سے اس لیکچر کو سنا جس کا اظہار بعد میں محترم ہیڈ ماسٹر رضی الدین صاحب نے کیا۔ اس لیکچر میں جماعت کے دوسرے نوجوان بھی شامل تھے۔ اس دن بارش خوب ہوئی جس سے ملاقات کا سلسلہ بند رہا۔

شام کے بعد بدوملھی کی مسجد میں لیکچر دینے کا پروگرام تھا۔ جماعت کے اکثر احباب نے شمولیت کی۔ غیر از جماعت بھی حاضر تھے بنا بریں خوب رونق تھی نماز عشاء سے فارغ ہو کر ضرورت امام پر ایک لیکچر دیا۔ اور بتلایا کہ اولیاء کا وجود اسلام کی صداقت پر ایک زندہ دلیل ہے اور وہ امتیازی خصوصیت جس سے اسلام کو دیگر مذاہب پر فوقیت ثابت ہے۔

۲۶ر جون کو کوٹ کی مسجد میں حاضر ہوا۔ وہاں صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد قرآن کریم کا درس دیا۔ اس دفعہ دین و دنیا میں ایک کامیاب زندگی بسر کرنے کے اصولوں کو بیان کیا۔ اور واقعات کی شہادت بھی اس امر پر پیش کی گئی۔ بعد میں دوستوں کو ملاقات کی گئی اور سلسلہ سے متعلق بھی گفتگو ہوئی۔ ۲۵ر تاریخ عصر کے قریب دوبارہ بیسے والا گاؤں میں گیا اور دوستوں سے ملاقات کی۔ عشاء کے بعد چوہدری سید احمد صاحب کے گھر درس قرآن ہوا جس میں خواتین نے بھی شمولیت کی۔ اس میں "خدا اور اس کے رسول پر ایمان ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے" کے موضوع کو وضاحت سے بیان کیا گیا۔ گھریلو عورتوں کی ذمہ داریوں پر بھی روشنی ڈالی گئی۔

۲۶ر تاریخ کو صبح قیام گاہ پر ہی قرآن کریم کا درس دیا گیا۔ اس دن جمعہ تھا۔ تمام جماعت کوٹ کی مسجد میں جمع ہوئی۔ غیر از جماعت دوستوں نے بھی شمولیت کی۔ مستورات بھی حاضر تھیں۔ اس موقعہ پر قرآن کریم کی روحانی قوت پر تقریر ہوئی۔ اس میں بتایا کہ صحابہ رض کی کامیابی کا راز یہی صرف یہی تھا کہ وہ حامل قرآن تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ سخت سے سخت مخالفت اس جماعت کو مٹا نہ سکی۔ اس میں آج بھی بشارت ہے کہ اگر ہم دین و دنیا میں کامیابی کا منہ دیکھنا چاہتے ہیں اور [illegible] زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو ہم قرآن کریم کے حامل بن جائیں۔ اور یہی وہ راستہ ہے جس کی طرف امام زمان نے ہمیں توجہ دلائی ہے۔ شیخیر کے قریب بدوملھی کا چکر لگایا اور تادیبی جماعت کے صدر اور سیکرٹری سے ملاقات ہوئی۔

۲۷ر تاریخ کو درس قرآن کریم میں اخلاقی امور کی وضاحت کی۔ اس دن موسم چونکہ بڑا خراب تھا اس لئے دوستوں سے خاطر خواہ ملاقات نہ کر سکا۔

۲۸ر تاریخ کو واپسی کا پروگرام تھا۔ صبح درس قرآن کریم میں سورۃ فاتحہ کے مطالب کو بیان کیا۔ جماعت نے ۹-۱۱-۶۷ روپے کی رقم جمع کرکے بطور چندہ مجھے دی جسے داخل خزانہ کروا دیا گیا۔ جماعت کے دوستوں سے ملاقات کرکے بڑی خوشی ہوئی۔ اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے ایک زندہ اور فعال جماعت نظر آتی ہے۔

رہائش وغیرہ کا انتظام محترم چوہدری حمید احمد صاحب کے ہاں تھا۔ انہوں نے اور ان کے بھائی محترم چوہدری غضنفر علی صاحب نے میری سہولت کا ہر ممکن انتظام فرمایا اور میرے پروگرام میں دلچسپی سے حصہ لیا۔ قابل قدر نوجوان چوہدری امان اللہ صاحب، چوہدری محمد طیب صاحب اور چوہدری نظر رب صاحب نے بھی نہایت اخلاص کا اظہار کیا اور میرے ساتھ مل کر میرے پروگرام میں مدد کی جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ محترم ماسٹر عبدالحفیظ صاحب بی ٹی سیکنڈ ماسٹر اور ماسٹر عبدالغنی صاحب کوٹ اور بدوملھی کی مسجد میں حسب ترتیب روزانہ قرآن کریم کا درس دیتے ہیں اور بعد میں حضرت میرزا صاحب کی کتاب کا ایک حصہ پڑھ کر سناتے ہیں جزاھما اللہ دوسری جماعتوں کے لئے یہ قابل عمل نمونہ ہے۔

مجلس معتمدین کے متعلق ایک نہایت ضروری اعلان

جملہ ممبران مجلس معتمدین کی خدمت میں اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ مجلس معتمدین کا اجلاس ۹/۸/۵۳ کو بروز اتوار ہونا قرار پایا ہے ۸/۸/۵۳ کو بروز ہفتہ مجلس مشاورت کا اجلاس ہوگا۔ چونکہ اجلاس اہم ہے اس لئے جملہ احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ ضرور اس میں شامل ہو کر اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرماویں۔ دونوں ایجنڈے شائع کئے جا رہے ہیں جو احباب کو تاریخ انعقاد اجلاس سے دو ہفتہ قبل پہنچ جاویں گے۔ جو دوست مجلس مشاورت میں کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں وہ ۱۵ر جولائی سے پیشتر دفتر میں بھیج دیں تاکہ اس وقت سے قبل مناسب کارروائی کی جا سکے۔ بعد میں آنے والی تجاویز پر غور نہیں ہو سکے گا۔

۲۹/۶/۵۳ — احمد یار اسسٹنٹ سیکرٹری

چینی مسلمانوں کی موجودہ زندگی

(بقیہ از صفحہ ۲)

اب ایک ہزار سے زیادہ طالبعلم ہیں۔ ننگ سیا صوبہ کے ہوئی ہوئی ابتدائی سکولوں کی تعداد ۱۴۱ سے ۱۹۹ ہو گئی ہے۔ اور ان میں طالب علموں کی تعداد ۱۲۸۸ سے بڑھ کر ۳۸۶۲ ہو گئی ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے خود سن کیانگ میں "ایک قومیتوں کا ادارہ" ہے۔ اسی صوبہ میں تیس مڈل اسکولوں میں ساڑھے پانچ ہزار مسلم طالب علم ہیں اور ساڑھے انیس سو ابتدائی اسکولوں میں دو لاکھ ساڑھے انسٹھ ہزار مسلمان لڑکے پڑھتے ہیں۔ ان اسکولوں میں طالبعلموں کی مادری زبان کے ذریعہ تعلیم دی جاتی ہے مثال کے طور پر ضلع انشان کے سترہ ابتدائی اسکول اور ایک مڈل اسکول میں ذریعہ تعلیم کزاخ زبان ہے

درویش بادشاہ

بقیہ صفحہ

ہاتھوں سے اپنی روزی کماتا ہوں اور اس آمدنی سے نہایت مشکل کے ساتھ ہمارا گذارا ہوتا ہے اس مسئلہ خادمہ کے تقرر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جہاں تک سلطنت کے خزانوں کا تعلق ہے میں جانتا ہوں کہ وہ دولت سے بھرپور ہیں۔ لیکن وہ دولت میری نہیں میں اس دولت کا امین ہوں اور مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میں ایک پیسہ بھی اس میں سے اپنے ذاتی استعمال میں لاؤں۔ یہ عوام کی دولت ہے۔ اور عوام کی ہی ضروریات پر خرچ ہوگی۔ مگر میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ نے زیادہ کام کرنے کی توفیق دی۔ تو انشاء اللہ میں آپ کی خواہش پوری کر دوں گا۔ اور آپ کی زندگی کو زیادہ آرام دہ بنانے کی کوشش کروں گا۔

ہماری تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

چینی مسلمانوں کی موجودہ زندگی

از محمد مسکین

چین میں جو ایک کروڑ مسلمان بستے ہیں، اب آخرکار وہ ظلم و تعدی، عدم مساوات اور ناروا سلوک کے عذاب سے نجات پا گئے ہیں، عوامی جمہوریہ چین کا عمومی پروگرام ان کا میثاق آزادی ہے۔ چونکہ بیشتر مسلمانوں کا تعلق اقلیتوں سے ہے، اس لئے یہ امر ان کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ عمومی پروگرام صرف تمام مذاہب ہی کی آزادی کا ضامن نہیں بلکہ ہر اقلیتی قوم کو اس کے افراد کی خواہش کے مطابق زبان یا بولی، روایات، رسم و رواج اور مذہبی عقاید کے تحفظ اور توسیع و ترقی کا بھی حق دیتا ہے۔

مرکزی اور مقامی حکام دونوں ان اصولوں پر عمل کرتے ہیں۔ مسجدیں اور دوسرے مذاہب کی عبادت گاہیں ملکیتی محاصل سے مستثنیٰ ہیں اور تاریخی اہمیت کی عمارتوں کی مرمت سرکاری خرچ پر کی گئی ہے۔ ۶ دسمبر ۱۹۵۰ء کو مرکزی عوامی حکومت نے یوم میلاد النبی اور عید الفطر و عید الاضحیٰ کی تقریبات پر گائے اور بھیڑوں کی قربانی پر سے ذبیحہ محصول اٹھا لیا ہے۔

ان تقریبات کے وقت حکومت اور امداد باہمی کے تجارتی ادارے ضروریات زندگی کی عام چیزیں مثلاً گائے اور بکری کا گوشت، چاول، آٹا، چائے، شکر اور کپڑا وغیرہ خریدنے پر خاص رعایت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ حکومت نے احکام صادر کئے ہیں کہ اسلامی تعطیلات میں کسی مسلمان مزدور یا سرکاری ملازم سے کوئی کام نہ لیا جائے۔ پیکنگ اور دوسرے سرکاری مقامات میں مخصوص مذہبی تقریبات کے موقع پر مسلمانوں کے یکجا ہونے کے لئے جلسہ گاہوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ ہر سرکاری ضیافت اور ایسے جلسوں میں جہاں تمام مذاہب کی نمائندگی ہوتی ہے مسلمانوں کے لئے الگ ایسے کھانوں اور مشروبات کا انتظام کیا جاتا ہے جو ان کے لئے حرام و حلال کے اصولوں پر پورے اتریں۔ ریلوے اسٹیشنوں پر بھی کھانوں میں باقاعدہ اس کا خیال رکھا جاتا ہے۔

۱۹۵۲ء میں چینی مسلمان حج کے لئے روانہ ہوئے اگرچہ وہ بیرونی مزاحمت کی وجہ سے اپنی منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے پھر بھی سنگاپور اور پاکستان میں جہاں وہ کچھ عرصہ ٹھہرے انہوں نے اپنے ہم مذہبوں سے ملاقات کی۔ ان کے اس سفر سے تمام مسلمانوں پر یہ بات روشن ہو گئی کہ چینی مسلمانوں کو صرف مذہبی آزادی ہی حاصل نہیں ہے بلکہ دنیا کے دوسرے مسلمانوں سے انہیں ملنے جلنے کی بھی آزادی ہے۔ حال ہی میں ایشیائی اور بحرالکاہل کے علاقوں کی امن کانفرنس میں مختلف اسلامی ملکوں سے جو مندوبین آئے تھے انہوں نے پیکنگ، تنتسن، شنگھائی، ہنگ چاؤ، ووسہ اور کینٹن کی مسجدیں دیکھیں اور بعض جگہ ان میں نماز بھی ادا کی وہ خود اپنے تجربے سے اس امر کی تصدیق کریں گے کہ چینی مسلمانوں کو کس قدر حقوق حاصل ہیں۔

چونکہ چینی مسلمانوں کے ذہن میں ابھی تلخ یادیں تازہ ہیں اس لئے وہ ان تمام ترقیوں سے خاص طور پر خوش ہیں۔ کئی صدیوں سے اور کومن تانگ کے نیم جاگیرداری اور نیم نوآبادیاتی نظام میں مسلمانوں پر مذہبی فرائض کی بجا آوری میں سخت پابندیاں عاید تھیں۔ مسجدوں کو اکثر ایسے فوجی سپاہیوں کی رہائش کے کام میں لایا جاتا تھا جنہیں اسلامی اصولوں کا قطعی پاس و لحاظ نہ تھا۔ وہ ان مسجدوں میں شراب پیتے تھے، سور کا گوشت کھاتے تھے، جوا کھیلتے تھے اور بیہودہ اور فحش گیت گاتے تھے اور کبھی کبھی اخوندوں کو ایسی چیزیں چکھنے پر مجبور کرتے تھے جو اسلام میں حرام ہیں۔ پیکنگ اور چاؤ یانگ من کے باہر اور جیو جیانگ سی اور تیئنتسن میں کومن تانگ نے جس بیدردی سے مسجدیں مسمار کی ہیں اس کی نقش چینی مسلمانوں کے دل سے کبھی محو نہ ہوگا۔ یہ دونوں واقعات ۱۹۴۸ء میں پیش آئے تھے۔ اور یہ بھی بھلانا مشکل ہے کہ کومن تانگ کے دور میں مسلمانوں کے فرقے اتنے مفلس و محتاج ہو گئے تھے کہ عید قربان کے موقع پر قرآن کے احکام کے مطابق قربانی بھی نہ کر سکتے تھے اس زمانہ میں مسلمان عید الفطر کو "تقریب اشک" اور عید الاضحیٰ کو "تقریب رسوائی" کہتے تھے۔

کومن تانگ نے مسلمانوں کے خون کے دریا بہا دیئے۔ ۱۹۴۱ء اور ۱۹۴۳ء کے درمیان سن کیانگ کے کومن تانگ گورنر شینگ سائی نے اپنے صوبہ کے ایک لاکھ ترقی پسند نوجوانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا جو سب کے سب اسلامی فرقوں کے افراد تھے۔ ۱۹۳۸ء میں ہو چاؤ صوبہ کانسو (جس کا نام اب لن سیا ہے) کے ہوئی ہوئی باشندوں نے چیانگ کائی شیک کے بدنہاد حکام کی بدانتظامی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ ان کی سرکوبی اس طرح کی گئی کہ ہوئی ہوئی فرقہ کے دس ہزار سے زیادہ افراد کو تہ تیغ کیا گیا۔ لاتعداد عمارتوں کو پھونک دیا گیا۔ پورے شہر کو تاراج کیا گیا۔ جو مسلمان بچے وہ غریب الوطن خانماں برباد اور بے یار و مددگار ہو گئے۔ صوبہ کانسو کی ووادر کاؤنٹوں یعنی ہے لیان اور کیو لیان میں ہزاروں کو اپنے حقوق طلب کرنے کے جرم میں قتل کر دیا گیا یہ لکھتے ہوئے دل بیٹھتا ہے کہ فرقہ ما (جن کا تعلق خود ہوئی ہوئی سے ہے) کے جنگی نوابوں نے کومن تانگ سے رشوت لیکر اپنے بھائیوں سے غداری کی اور ہوئی ہوئی اور تنگ سیانگ (شمال مغربی علاقہ کی ایک اور اسلامی قومیت) باشندوں کے قتل میں شریک ہوتے۔

تیرہ و تار ماضی کے برخلاف جب حصول حقوق کجا، مسلمانوں کی زندگی تک محفوظ نہ تھی، آزادی چین اپنے دامن میں ان کے لئے تیز رفتار سیاسی، معاشی اور ثقافتی ترقی کے مواقع لائی ہے۔ چینی عوامی سیاسی مشاورتی کانفرنس میں جس نے عوامی جمہوریہ چین کی بنیاد ڈالی اور عمومی پروگرام منظور کیا، مسلمان علماء اور عوام نے شرکت کی اور مزید کو بھی وہ اس مشاورتی کانفرنس کے اجلاس میں شریک ہوتے رہے ہیں۔

بہت سے مسلمان مقامی عوامی نمائندہ مجالس کے رکن ہیں اور مرکزی عوامی حکومت، صوبائی میونسپل کاؤنٹی اور ضلع کی حکومتوں اور ہر طرح کی ملازمتوں میں کام کرتے ہیں۔ دو مسلم حضرات سیف الدین اور لیو گے پنگ مرکزی عوامی حکومت کی کونسل کے رکن ہیں۔ سیف الدین عوامی جمہوریہ چین کے دستور کا مسودہ تیار کرنے والی کمیٹی کے رکن ہیں۔ اس کمیٹی کے قیام کا اعلان ۱۳ جنوری ۱۹۵۳ء کو ہوا تھا۔ برخان سن کیانگ کی صوبائی حکومت کے صدر ہیں۔

مسلح افواج کا ہر شعبہ اور ہر عہدہ مسلمانوں کے لئے کھلا ہے۔ انہیں مذہبی فرائض کی ادائیگی اور مذہبی پابندیوں کے مطابق غذا ملنے کی تمام سہولتیں حاصل ہیں۔

ان کے عقائد کے اس احترام کے علاوہ مختلف اسلامی قومیتوں کے افراد کو قومی خود مختاری کا حق بھی حاصل ہے۔ صوبہ کانسو کے تنگ سیانگ باشندے اور صوبہ سیوان کے ہوئی ہوئی باشندے اور دوسرے مسلم باشندوں کے لئے علیحدہ قومی خود مختار حکومتیں قائم کر دی گئی ہیں جس کسی علاقہ کے مسلمانوں کی کوئی الگ زبان ہے وہاں عدالتوں کی کارروائی اور دوسرے سرکاری کاموں میں اس کو چینی زبان کے ہم پلہ مانا گیا ہے۔

سن کیانگ صوبہ میں جہاں کی آبادی میں اوئی غور مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے جو سکہ عوامی بنک نے جاری کیا ہے اس پر اوئی غور زبان میں بھی لکھا ہوا ہے نوٹ صرف مقامی طور پر ہی رائج نہیں ہیں بلکہ پورے ملک میں ان سے لین دین ہوتا ہے۔

تمام دوسری قوموں کے چینیوں کی طرح چین کے مسلمانوں کی اکثریت کسان ہے اور اس لئے جہاں کہیں بھی زرعی اصلاحات نافذ کی گئی ہیں وہاں ان کو پورے طور پر فائدہ ہوا ہے۔

کانسو میں تنگ سیانگ قومیت کے ایک چھوٹے سے خود مختار ضلع کے ۲۵ ہزار غریب کسانوں اور متوسط درجہ کے کسانوں کو (جو زمینوں کے مالک بھی ہیں اور کاشتکار بھی) زمینیں، کاشت کے مویشی، زرعی آلات اور غلہ تقسیم کیا گیا تھا۔ مثلاً ۲۶ سالہ غریب کسان ما آئی کو جو عمر ایک فٹ اپنی ذاتی زمین کے لئے ترستا رہا تھا۔ اب سے اصلاحات میں ایک کھیت اور تین کمروں کا ایک مکان ملا ہے۔

صوبہ شان تنگ کے موضع چانگ کوان چن کے ہوئی ہوئی مسلم فرقہ کے افراد کے پاس زرعی اصلاحات کے بعد فی کس تین گنی زمین ہو گئی ہے۔

اس وقت صوبہ سن کیانگ میں زرعی اصلاحات کو عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے جہاں کی آبادی میں مسلمانوں کو زبردست اکثریت حاصل ہے۔

گلہ بانی کی زندگی بسر کرنے والے مسلمانوں کی تعداد بھی کافی ہے۔ انہیں عوامی حکومت کی معقول تجارتی پالیسی سے فائدے ہوئے ہیں۔ سن کیانگ کے دار الحکومت تی ہوا (جس کو ارم چی بھی کہتے ہیں) میں قبل آزادی ایک گڈریئے کو ۲۴۴ پونڈ اون فروخت کرنے پر سوتی کپڑے کا ایک تھان ملتا تھا۔ اب وہی تھان ۷۴ پونڈ اون کے عوض ملتا ہے۔ اور اب تی ہوا کے مضافات کا ہر مسلمان قرآن کے احکام کے بموجب عید قربان کے موقع پر ایک فربہ بھیڑ کی قربانی کر سکتا ہے۔

جن علاقوں میں مسلمان آباد ہیں ان میں سے بیشتر کا زراعت کا انحصار آبپاشی پر ہے۔ گذشتہ دو سال کے عرصہ میں عوامی حکومت نے ان علاقوں میں آبپاشی کے منصوبے بنائے ہیں اور دوسرے تعمیری کام وسیع پیمانہ پر شروع کئے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۴۹ء کے مقابلہ میں ۱۹۵۲ء میں سن کیانگ میں ۴۲ فیصدی زیادہ رقبہ میں کاشت ہوئی ہے۔ صوبہ میں روئی کی پیداوار ۲۹ فی صدی اور دوسری فصلوں کی پیداوار ۳۲ فی صدی بڑھ گئی ہے۔ آزادی کی عوامی فوج کے سن کیانگ میں مقیم دستوں نے مقامی قوموں کو آبپاشی کے پندرہ منصوبوں کی بحالی اور نئے منصوبے بنانے میں مدد دی ہے اور ساتھ ہی کسانوں نے خود چھوٹے پیمانہ کے ذرائع آبپاشی قائم کئے ہیں جن کی وجہ سے زیر آبپاشی علاقہ بڑھ کر ایک لاکھ دس ہزار ایکڑ ہو گیا ہے۔

ثقافت کے میدان میں عوامی حکومت نے مختلف علاقوں کے مسلمانوں کو کثیر تعداد میں اسکول قائم کرنے میں مدد دی ہے۔ صوبہ شان تنگ کے ایک وسیع علاقہ میں جہاں ہوئی ہوئی قومیت کے لوگ آباد تھے اور جن میں کا ایک متنفس بھی حرف شناس نہ تھا، اب اس علاقہ کے قریب قریب ہر موضع میں کم از کم ایک ابتدائی اسکول قائم ہے اور کل بچوں کی آدھی زیادہ تعداد ان اسکولوں میں داخل ہے۔ ہوئی ہوئی طالب علموں کے لئے پیکنگ میں ایک مخصوص کالج بنایا گیا تھا جہاں

پنجاب کے حالیہ فسادات کی تحقیقات شروع کر دی گئی

لاہور یکم جولائی۔ مسٹر جسٹس محمد منیر چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ (صدر) اور مسٹر جسٹس ایم۔ آر کیانی (رکن) پر مشتمل تحقیقاتی عدالت (جسے فسادات پنجاب کی تحقیقات کے آرڈیننس مجریہ ۱۹۵۳ء کے بموجب قائم کیا گیا ہے) کا پہلا اجلاس آج چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کے کمرہ عدالت میں منعقد ہوا جس میں کارروائی کے طریق کار کا فیصلہ کیا گیا اور حسب ذیل پانچ اداروں کو کارروائی کا فریق قرار دیا گیا۔

پنجاب کی صوبائی حکومت، ماسٹر تاج الدین صدر مجلس احرار لاہور، صدر (مرکز) انجمن احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ صوبہ مسلم لیگ لاہور۔ اور جماعت اسلامی لاہور۔

عدالت نے ان اداروں کے نام اس مفہوم کے نوٹس جاری کرنے کا فیصلہ کیا کہ وہ تصدیق شدہ تحریری بیانات کی شکل میں فیصلہ طلب امور میں سے ہر ایک کے بارے میں اپنا اپنا معاملہ عدالت کی خدمت میں پیش کریں۔ ان بیانات میں خاص طور پر بتایا جائے کہ احرار، احمدیہ جھگڑے کے بارے میں ان کا طرز عمل کیا ہے۔

عدالت نے اپنے ایک گھنٹہ کے اجلاس میں میجر جنرل محمد اعظم خان آفیسر کمانڈنگ ۱۰ ڈویژن کے نام ایک مکتوب ارسال کرنے کا بھی فیصلہ کیا جس میں ان سے التماس کی جائے گی کہ وہ مارشل لاء کے نفاذ کے وقت کی مکمل صورت حالات عدالت کو پیش کریں اور بتائیں کہ مارشل لاء کے نفاذ کے وجوہ کیا تھے۔

عدالت نے ایک اخباری اعلان بھی جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کے ذریعے تحقیقات سے دلچسپی رکھنے والی جماعتوں اور اشخاص سے التماس کی جائے گی کہ وہ عدالت کو مطلع کریں کہ آیا انہیں کارروائی کا فریق قرار دیا جائے یا نہ۔

تحقیقاتی عدالت نے انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب میاں انور علی (جو اس وقت چھٹی پر ہیں) ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس لاہور رینج (ایس این عالم) ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور (سید اعجاز حسین شاہ) سینیئر سپرنٹنڈنٹ پولیس لاہور (مرزا نعیم الدین) اور حکومت پنجاب کے سیکرٹری (جو فسادات کے وقت امن عامہ کے شعبے کے انچارج تھے) کو یہ ہدایت دینے کا فیصلہ کیا کہ وہ حسب ذیل فیصلہ طلب امور میں سے ہر ایک کے بارے میں اپنا اپنا معاملہ پیش کریں۔

(۱) فسادات کی ذمہ داری۔

(۲) وہ کونسے حالات و کوائف تھے جن کی بنا پر ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو لاہور میں مارشل لاء نافذ کرنا پڑا۔

(۳) صوبائی سول افسروں نے فسادات کے سدباب کے لئے جو اقدامات کئے کیا وہ کافی تھے یا ناکافی اور انہوں نے بعد میں فسادات پر قابو پانے کے لئے جو قدم اٹھائے، وہ کافی تھے یا ناکافی۔

ان افسروں میں سے ہر ایک کو یہ بیان کرنے کی ہدایت بھی دی گئی ہے۔ کہ فوج نے فسادات کو دبانے کے لئے وہ کونسا قدم اٹھایا ہے جسے وہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ یہ افسر یہ بھی بتائیں گے کہ فسادات کے دوران میں کتنے کارتوس دینے کا حکم صادر کیا گیا۔ اور کتنے کارتوس استعمال کئے گئے اور ہلاک شدوں اور مجروحین کی تعداد کیا تھی۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو ہدایت

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ان مجسٹریٹوں کے بارے میں عدالت میں مفصل بیان دیں جنہیں فسادات پر قابو پانے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اور بتائیں کہ ان مجسٹریٹوں کو کیا ہدایات دی گئیں ساتھ ہی عدالت کو ان رپورٹوں (بشرطیکہ کوئی ہو) سے بھی مطلع کریں۔ جو ان مجسٹریٹوں کی طرف سے ملی ہوں۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ان تمام احکام کی نقول بھی عدالت میں پیش کریں گے۔ جو ان (ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ) کی طرف سے دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کے ماتحت جاری کئے گئے تھے۔ اور بتائیں گے کہ کن کن مواقع پر ان احکام کی خلاف ورزی ہوئی اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس پر کیا ایکشن لیا۔

کیا فوج طلب کی گئی تھی

تحقیقاتی عدالت نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کو یہ بیان کرنے کی ہدایت بھی ہے کہ آیا ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۲۹ کے ماتحت فوج طلب کی گئی تھی۔ اور اس کا نتیجہ کیا نکلا تھا اور اگر فوج طلب نہیں کی گئی تھی تو فوج طلب نہ کرنے کی وجہ بتائیں گے۔

بعض دوسرے اضلاع

عدالت نے ان ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں اور پولیس کے سپرنٹنڈنٹوں جو مارچ کو راولپنڈی، سیالکوٹ، لائلپور، گوجرانوالہ اور منٹگمری میں مقرر تھے کو یہ ہدایت دی ہے کہ وہ اپنے اپنے اضلاع کے فسادات کی مفصل روئیداد سے عدالت کو مطلع کریں اور فسادات کے آغاز ان کے بڑھ جانے اور ان پر قابو پانے سے متعلق اقدامات کی تشریح کریں۔ نیز بتائیں کہ فسادات میں کیا کیا جرائم ہوئے یا ان کے پاس کون کون سے جرائم کے ارتکاب کی رپورٹیں آئیں۔ اس کے علاوہ وہ ہر معاملے میں اچھی معلوماتی رپورٹ دیں۔

عدالت کی طرف سے ان افسروں کو یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ احمدیوں کے خلاف تحریک اور اس کے بعد کے فسادات کے بارے میں یکم جنوری ۱۹۵۳ء سے لیکر ۵ مارچ ۱۹۵۳ء تک حکومت

(باقی بر صفحہ ... کالم ...)

یا کسی اور بڑے افسر کو روزمرہ کی صورت حالات کے بارے میں رپورٹوں کے جو خلاصے ملے ہوں یا سپیشل رپورٹیں یا ہفتہ وار رپورٹیں ملی ہوں ان کی نقول عدالت میں پیش کریں۔ انہیں خاص طور پر ہدایت کی گئی ہے کہ اگر کسی فرد یا جماعت کی طرف سے تشدد استعمال کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہو تو اس قسم کے اقدامات سے عدالت کو مطلع کریں اور بتائیں کہ ان افراد یا جماعتوں کی طرف سے حکومت کو صورت حالات کے بارے میں کیا اطلاعات دی گئی ہیں۔ نیز واضح کریں کہ حکومت نے انہیں کیا ہدایات دی تھیں۔

کارروائی کا طریق کار

کارروائی کے طریق کار کے مطابق عدالت کا مقام لاہور میں ہوگا۔ کورم کے لئے ایک رکن کی موجودگی ضروری قرار دی گئی ہے۔ ایک ہی وقت میں ہر ایک رکن علیحدہ علیحدہ بھی عدالتی کارروائی کر سکتا ہے بشرطیکہ ہر رکن کے پاس غور کرنے کے لئے ایک ایسا نکتہ ہو جس کا کوئی منصہ ہو جسے کارروائی کے لئے فل کورٹ کے سامنے پیش کرنا مقصود ہو۔

عدالت قانون شہادت پر عمل کرنے پر مجبور نہ ہوگی وہ حلفیہ شہادتیں لے گی۔ یا تصدیق شدہ تحریری بیانات لے گی۔ بشرطیکہ حلفیہ بیان دینے والا شخص یا تحریری بیان پیش کرنے والا شخص کسی وقت عدالت میں شہادت دینے کے لئے مطلوب ہو۔ عدالت کو اختیار حاصل ہے۔ کہ وہ کسی فرد یا جماعت کو کارروائی کا فریق قرار دے۔

عدالت نے صوبائی حکومت سے التماس کی ہے کہ وہ آرڈیننس کے ضابطہ ۷ کے بموجب اپنے وکیل کے نام سے عدالت کو مطلع کر دے۔ تحریری بیانات ۱۵ جولائی ۱۹۵۳ء تک عدالت میں پیش ہو جانے چاہئیں۔ عدالت کی التماس پر مسٹر عزیز خان ایڈووکیٹ جنرل پنجاب عدالت میں موجود تھے۔

مجلس احرار اسلام کو خلاف قانون جماعت قرار دیدیا گیا

لاہور ۵ جولائی۔ حکومت پنجاب نے اپنے ایک اعلان مجریہ ۴ جولائی ۱۹۵۳ء کے ذریعہ مجلس احرار اسلام کو خلاف قانون جماعت قرار دے دیا ہے۔ یہ اقدام دفعہ ۱۶ قانون (ترمیم) ضابطہ فوجداری کے تحت کیا گیا۔ اس قانون کے تحت صوبائی حکومت نے اس جماعت کی رکنیت کو جرم قرار دیا ہے۔

ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے، کہ کل پنجاب پولیس نے صوبہ بھر میں مجلس احرار اسلام کے دفاتر پر چھاپے مارے اور تلاشیاں لینے کے بعد دفتر کا ریکارڈ اور دیگر سامان اپنی تحویل میں لے لیا۔

مجلس احرار اسلام کے تمام دفاتر ...

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تار کا پتہ: تبلیغ۔ لاہور

فون نمبر ۳۴۷۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے: چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے: ۱۲-۸ روپے

ایڈیٹر
محمد آصف
بی اے

سالانہ چندہ ممالک غیر سے
۲۳ شلنگ

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پُرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۔۔۔ یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۴ ذیقعد ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۵۳ء نمبر ۲۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ردِّ تکفیر

۱۔ آج کل یہ کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو جہاں تک ممکن ہے کم کر دیا جائے اور بد سرشت مولویوں کے حکم و فتویٰ سے دین اسلام سے خارج کر دیئے جائیں اور اگر ہزار وجہ اسلام کی پائی جائے تو اس سے چشم پوشی کر کے ایک بے ہودہ اور بے اصل وجہ کُفر کی نکال کر ان کو ایسا کافر ٹھہرا دیا جائے کہ گویا وہ ہندوؤں اور عیسائیوں سے بدتر ہیں...... مسلمانو! آؤ خدا سے شرماؤ اور یہ نمونہ اپنی مولویت اور تفقہ کا مت دکھلاؤ۔ مسلمان تو آگے ہی تھوڑے ہیں تو ان تھوڑوں کو اور نہ گھٹاؤ اور کافروں کی تعداد نہ بڑھاؤ۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۹۴، ۵۹۶)

۲۔ اور جائے تعجب ہے کہ ایک شخص کلمہ گو ہو اور اہل قبلہ اور موحد اور اللہ اور رسول کو ماننے والا اور ان سے سچی محبت رکھنے والا قرآن پر ایمان لانے والا اور پھر کسی جزئی اختلاف کی وجہ سے ایسا کافر ٹھہر جائے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر شمار ہو۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۹)

۳۔ اے بھلے مانس مولویو! کیا تمہیں ایک دن موت نہیں آئے گی۔ جو شوخی اور چالاکی کی راہ سے سارے جہان کو کافر بنا دیا ہے۔ خدا تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ جو تمہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہے اس کو یہ مت کہو کہ لست مومنا یعنی اسکو کافر مت سمجھو وہ تو مسلمان ہے۔ (اتمام حجت صفحہ ۲۳)

۴۔ ابتداء[1] سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

۵۔ میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔ (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

---

[1] یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں بن جاتا۔

ہماری ڈاک

ووکنگ کی عید الفطر

ووکنگ مسجد کی عید الفطر کی روئیداد سے تو احباب آگاہ ہو چکے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے امسال عید کے موقعہ پر بینظیر کامیابی عطا فرمائی۔ دو ہزار سے زائد کا روح پرور اجتماع جو ۴۰ مختلف رنگ و اقوام کے لوگوں پر مشتمل تھا ایسا منظر تھا جو اپنا لازمی اثر نہ چھوڑتا۔ اسی قسم کا ایک منظر مولوی اختر علی صاحب ایڈیٹر اخبار زمیندار نے آج سے دو سال قبل اس مسجد شاہ جہان میں دیکھا تھا اور جس سے ان کی روح بے اختیار بول اٹھی کہ یوں تو بے شمار عظیم الشان عیدیں دیکھی تھیں لیکن جو نظارہ عید ووکنگ نے پیش کیا اس کی نظیر عالم اسلامی میں ملنی مشکل ہے۔

عید کے اخراجات بھی کافی سے زیادہ ہوتے ہیں، ایک تو ویسے ہی انگلستان کی زندگی کافی گراں ہے لہذا ایسے اجتماعات پر غیر معمولی خرچ ہونا لازمی ہوتا ہے لیکن پھر اس موقع پر تمام حاضرین امام مسجد کے مہمان ہوتے ہیں اور ان سب کو دوپہر کا کھانا کھلایا جاتا ہے، لہذا تمام اخراجات اندازاً چار ہزار روپیہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہمیں جہاں عید کی کامیابی کی فکر ہوتی ہے اسی طرح اخراجات کا خیال بھی دامنگیر رہتا ہے۔

ماہ رمضان المبارک کے شروع میں میں نے ضمناً حضرت شیخ میاں محمد صاحب صدر انجمن کی خدمت میں ایک عریضہ میں اس امر کا ذکر کیا......

.......جس پر انہوں نے کمال مہربانی سے ۲۱۰/- روپے کی گرانقدر رقم اپنی طرف سے اخراجات عید کے لئے روانہ کر دی۔ اس عطیہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت ڈال دی ہے کہ میری اپیل پر تقریباً ۵ ہزار کی رقم جمع ہو گئی جس میں مندرجہ ذیل عطیہ جات خاص طور پر قابل ذکر ہیں:۔

ہز ہائی نس سلطان آف جوہور ... £ 100/-/-
مسٹر ابراہیم صاحب بھوانی ... £ 100/-/-
ڈاکٹر محمد جان صاحب ... £ 50/-/-

فطرانہ کی رقم بھی ۱۰۰/- £ سے اوپر تھی۔

پھر اس موقعہ پر ہم فروخت کتب اور تقسیم لٹریچر کا بھی انتظام کرتے ہیں۔ اس فنڈ میں بھی ۱۰۰/- £ سے زائد رقم موصول ہوئی۔ تقریباً ۱۰۰/- £ بطور زکوٰۃ عام عطیہ جات جمع ہو گئے، ماہ جون کی آمد میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر برکت ڈالی کہ کل آمد ۵۰۰۰/- روپے کے قریب ہو گئی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

اس روح پرور نظارہ ایثار و قربانی کو دیکھ کر ہمارے اپنے ایمان تازہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے "لئن شکرتم لازیدنکم" اگر ہمارے اندر اخلاص اور زندہ ایمان ہو تو اس کا فضل و کرم ضرور شامل حال ہوتا ہے۔ کمی صرف ہماری اپنی طرف سے ہوتی ہے۔ اگر ہم بجائے دوسروں کی عیوب شماری کے اپنی اصلاح کی طرف توجہ کریں تو کامیابی اور اللہ تعالیٰ کی نصرت کے ہم جاذب بن سکتے ہیں۔

عید کے بعد دو دن جو کانگرس ہوئی اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے بڑی کامیابی عطا فرمائی۔ اگرچہ تعداد حاضرین کے لحاظ سے یہ کانگرس بالکل معمولی تھی لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر ہم نے اور ہمت استقلال سے اس کام کو جاری رکھا تو ایک وقت آئے گا کہ یہ کانگریس بھی انشاء اللہ عید کی طرح کامیاب ہو گی۔ وباللہ التوفیق۔

یہاں میں اپنے تمام رفقاء اور شرکاء کار کا دلی شکریہ ادا کر رہا ہوں۔ ان میں ماسٹر اصغر علی صاحب، شیخ محمد طفیل صاحب اور مولوی عبد المجید صاحب اور میری اہلیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ والسلام

خاکسار۔ محمد عبد اللہ
امام مسجد۔ ووکنگ

زندہ نبی کی زندہ تعلیم

جناب من۔ السلام علیکم۔

میرے پاس مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی کئی تصانیف ہیں جن میں ان کا ترجمہ انگریزی و اردو قرآن شریف بھی ہے۔ ان کے کارنامے قابل تعریف ہیں کاش وہ کچھ دن اور زندہ رہتے تو اسلام کی کچھ اور خدمت کرتے۔

"پیغام صلح" کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کی جدید تصنیف "زندہ نبی کی زندہ تعلیم" کا کوئی سستا ایڈیشن شائع ہوا ہے جو آپ سے مل سکتا ہے مجھے اس کے دیکھنے کا بہت اشتیاق ہے۔

ملک سمیع اللہ خان۔ شاہجہانپور۔ یو۔پی۔ انڈیا

حجۃ الوداع

منظور احمد قریشی صاحب

جب سارا عرب مسلمان ہو گیا تو سنہ ۱۰ھ کے آخر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے روانہ ہوئے یہ تاریخ اسلام میں حجۃ الوداع کے نام سے موسوم ہے۔ یہ حج اپنی تبلیغی، شرعی، اور خاص ملی اہمیت کی بناء پر سیرت نبوی کا ایک اہم واقعہ ہے (اس پر تکمیل شریعت ہو گئی) اس موقعہ پر حج کرنے والوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب تھی۔

یہ خدا کی قدرت تھی کہ جہاں آپ کی کوئی بات تک نہیں سنتا تھا۔ آج وہاں آپ کے پیرو ہی پیرو نظر آتے تھے۔ اس موقعہ پر جو کچھ آپ نے کہنا تھا وہ بیشمار فرزندان توحید کے گوش گذار کر دیا۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج تھا۔ اس کے بعد آپ کو حج کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ اس حج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بشارت دی گئی کہ اب دین کامل ہو گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ذی قعد ۱۰ھ میں ہی اس حج کا اعلان کر دیا تھا۔ اس لئے پورے عرب میں ایک جوش ایک ہماہمی پیدا ہو گئی تھی۔ چند ہی روز میں مدینہ منورہ کے اندر دس ہزار فرزندان توحید کا اجتماع ہو گیا۔ عرب کیا دیگر قریبی ممالک میں بھی اک شور پڑ گیا، کیونکہ اس سے پیشتر عرب میں کبھی اتنے انسانوں نے یکجائی صورت میں کوئی سفر نہ کیا تھا۔ جب آپ مدینہ سے قدوسیوں کے اس انبوہ کثیر کو جلو میں لئے ہوئے روانہ ہوئے تو دشت و بیابان میں رونق پیدا ہو گئی، راستے میں منزل بمنزل زائرین آ کر ملتے جاتے تھے، یہاں تک کہ حضور صلعم پورے جاہ و جلال کے ساتھ حرم میں داخل ہوئے۔ بنی ہاشم کے لڑکے دوڑ مسرت سے باہر نکل آئے تھے جنہیں آپ نے ناقہ پر آگے پیچھے سوار کر لیا۔ کعبہ پر نظر پڑی تو حضور نے فرمایا

"اے خدا تو اس گھر کو زیادہ شرف و عزت عطا فرما"

حضور نے کعبہ کا طواف کیا ارکان حج ادا کئے پھر میدان عرفات میں تشریف لے گئے اور ناقہ پر سوار ہو کر وہ معرکۃ الآرا تقریر ارشاد فرمائی جو خطبۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔

خطبۃ الوداع

تمام عرب مسلمان ہو چکا تھا۔ اور اس مرتبہ مکہ کی طرف امڈا پڑا تھا۔ دنیا نے ایسا روح پرور نظارہ کبھی نہ دیکھا تھا کہ ایک طرف شہنشاہ دو عالم ایک ناقہ پر سوار ہیں۔ جس پر ایک معمولی کجاوہ ہے جس کے تمام ساز و سامان کی قیمت روپیہ ڈیڑھ روپیہ سے زیادہ ہرگز نہ تھی۔ اور سامنے دور تک جہاں نگاہیں پہنچتی ہیں انسان ہی انسان ایک لباس میں، ایک رنگ میں ڈوبے کھڑے ہیں۔ عرفات کے مقدس میدان میں آدمیوں کا ایک بحر ناپیدا کنار نظر آ رہا ہے۔ اور سب کے سب عقیدت و جاں نثاری کے جذبہ سے سرشار کھڑے ہیں، آپ نے اس ڈیڑھ لاکھ اجتماع عظیم کے سامنے پیغمبرانہ جلال کے ساتھ فصیح و بلیغ انداز میں فرمایا:۔

"تمام تعریفوں اور ستائشوں کی مستحق وہی ذات باری ہے ہم اسی سے استعانت کرتے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور اس وقت اس کے برکتوں والے گھر کے سامنے کھڑے ہو کر نفس و اعمال کی غلط کاریوں اور شر انگیزیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ جسے وہ گمراہ ہونے دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے وہ ہدایت بخشے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ اور نہ ہی ذات و صفات میں اس کا کوئی شریک ہے۔ محمد اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔

اس کے بعد حضور صلعم نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کے مندرجہ ذیل دینی اور اخلاقی نکات اسلام کے اصل الاصول ہیں۔

(۱) مسلمان کا خون اور اس کا مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

(۲) عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، فضیلتیں رنگ و نسل کے امتیاز سے حاصل نہیں ہوتیں، بلکہ اللہ کا قرب حاصل کرنے سے ہوتی ہیں۔

(۳) سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(۴) جاہلیت کے تمام انتقامات اور خون بہا معاف کر دیئے گئے۔

(۵) جاہلیت کے تمام سود باطل قرار دیئے گئے۔

(۶) عورتوں کے حقوق کی نگہداشت ہر مسلمان کا فرض ہے۔

(۷) زنا، شراب، جوا، جاہلیت کی بدعتیں ہیں اور حرام ہیں، مسلمانوں کو ان سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

(۸) اپنے غلاموں سے اچھا سلوک کرو جو خود کھاؤ اور پہنو وہی ان کو کھلاؤ اور پہناؤ۔

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

پیغام صلح

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۳ ذیقعد ۱۳۷۲ھ | نمبر ۲۵

لمحۂ فکریہ

ہمارے بنیادی مسائل

ہر جماعت اور قوم کے پریس کا یہ فرض ہوتا ہے کہ ایسے مسائل کی طرف توجہ دلائے جو قوم کی بقا اور استحکام کے لئے سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہوں جو قومی آرگن اس فرض کو سر انجام نہیں دیتا وہ قوم اور خدا تعالےٰ کے سامنے جواب دِہ ہے۔ انفرادی قصور اور غلطیاں معاف کی جا سکتی ہیں لیکن اجتماعی قصوروں کو نظر انداز کرنا خود ایک بہت بڑا جرم ہے ــــ جماعت کو داخلی مسائل سے آگاہ کرنا بہت ناخوشگوار فرض ہے۔ اس کو سر انجام دینے کیلئے اخلاقی جرأت کی ضرورت ہے ایسی اخلاقی جرأت کا جو انعام ملا کرتا ہے اس پر روشنی ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں تاریخ اور اجتماعیات کا ہر ایک ذہین طالبعلم اس سے بخوبی واقف ہے۔

ہماری جماعت کے لئے اس وقت جو مسائل سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں وہ تنظیم، نئے مسائل کا شعور اور بدلتے ہوئے حالات میں تبلیغ اسلام کے لئے اجتماعی قوتِ عمل کو اُبھارنا ہے۔ جماعتوں کے قیام و استحکام کے لئے تنظیم وحدت، مرکزیت، اور یک عملی کا ہونا کتنا ضروری ہے یہ ایک بالکل واضح اور عام سمجھ کی بات ہے۔ جماعتیں اور قومیں وحدت اور تنظیم کی قوت سے ہی اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتی ہیں اسکے برعکس انتشار اور دوعملی سے جماعتیں زوال پذیر اور تباہ ہو جاتی ہیں۔ جماعت احمدیہ کا نظام حضرت امام عصر حاضر کی وصیت پر مبنی ہے جس کا بنیادی اصول ہے "انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے" اپنے بعد حضرت امام وقت نے جملہ انتظامی امور میں اس انجمن کے "اجتہاد" کو کافی قرار دیا ہے۔ حضرت امیر مرحوم کی وفات کے بعد انجمن نے انتظامی امور کیلئے حق اجتہاد کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے حالات کے مطابق سلسلہ کے کاموں کو چلانے کے لئے ایک نظام مدوّن کیا۔ اس نظام کی اطاعت کرنا سلسلہ کے ہر ایک فرد کا فرض ہے۔ کیونکہ آئین اور نظام کی پابندی سے جماعتیں زندہ رہتی ہیں۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے ہماری جماعت کا ہر ایک فرد اپنے سلسلہ کے نظام کے بنیادی اصولوں سے واقف ہے اور اس واقفیت کے پیشِ نظر موجودہ نظام کی اطاعت کرتا ہے۔ ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہو سکتا جو اس نظام میں تخریبی باتوں سے انتشار پیدا کرے اور اُس ثمرور شاخ کو کاٹنے کی کوشش کرے جس پر وہ بیٹھا ہے اور جس کے پھلوں سے وہ فائدہ اُٹھاتا ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص ہے تو اس پر روشن ہونا چاہیئے کہ اس کی یہ ترغیبات **یوسوس فی صدور الناس** کے مترادف ہیں جو اس الٰہی سلسلہ میں پنپ نہیں سکتیں کیونکہ اس جماعت کا مزاجِ عقلی ایسے تخریبی رجحانات کو اُبھرنے نہیں دیگا۔

تنظیم کے علاوہ باقی دو باتیں یعنی نئے مسائل کا شعور اور موجودہ حالات میں تبلیغ اسلام کے لئے اجتماعی قوتِ عمل کی بیداری نہایت اہم باتیں ہیں حضرت بانئے سلسلہ نے جلسہ سالانہ کی اغراض میں سے بدلے ہوئے حالات میں نئی تدابیر کے سوچنے کو ایک نہایت اہم غرض قرار دیا ہے جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ کا تبلیغی نظام زندہ اور متحرک ہے۔ حضرت امام وقت کے ارشاد کے ماتحت اس طرف توجہ دلانا اخبار کا فرض ہے جب تک ہمارا ذہنی جمود ختم نہ ہو اس وقت تک ہم نئے تبلیغی میدانوں میں کام نہیں کر سکتے۔ بیشک دینِ اسلام کے بنیادی اُصول دائمی اور ہر زمانہ کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں لیکن ہر زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ان اُصولوں کو پیش کرنے سے ہی کامیابی ہو سکتی ہے۔ مناظرہ کا دَور ختم ہو چکا ہے اب زندگی کے اصل اور ٹھوس مسائل ہمارے سامنے ہیں۔ ہمیں قرآنی تعلیمات کو موجودہ دَور کے مسائل کو حل کرنے کے لئے پیش کرنا چاہیئے۔ بحیثیت تبلیغی جماعت کے یہ ہمارا فرضِ اوّلین ہے، جماعت کے بعض دوست جنہوں نے دُنیا کے حالات و مسائل کا اچھی طرح مطالعہ نہیں کیا۔ ان کا خیال ہے کہ موجودہ مسائل کی طرف توجہ دینے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوست اپنے دائرہ تبلیغ میں سے موجودہ دَور اور اس کے مسائل کو خارج کر دیتے ہیں یعنی درحقیقت وہ اپنے فرائض منصبی سے گریز کرنا چاہتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ کیفیت ایک ایسا ذہنی جمود ہے جس سے قومیں پیر پرست یا روایات پرست ہو کر مر جاتی ہیں اور اللہ تعالےٰ انکی موت کے بعد دوسری قوم کو لے آتا ہے جو اس کے مشن کو سنبھال لیتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ایسے انجام سے بچائے اور ہمیں اپنے دین کی خدمت کی توفیق دے۔ آمین

اخبار احمدیہ

ــــ حضرت صاحب صدر مری میں خیریت سے ہیں۔

ــــ حضرت امیر حضرت مولنا صدرالدین صاحب مری میں خیریت سے ہیں۔

پکنک مؤرخہ ۱۲ر جولائی کو مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور کے اساتذہ اور طلباء جہانگیر کے مقبرہ پر پکنک کے لئے گئے مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کے ہیڈ ماسٹر مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے۔ بی ٹی اور انجمن کے بعض کارکن بھی مدعو تھے۔ پکنک زندگی کا ایک تفریحی پہلو ہے۔ لیکن اس دفعہ ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول نمبر ۱ اخویم چودھری عبدالمجید صاحب اور ان کے ساتھی اساتذہ نے کھیلوں کے مقابلے کے علاوہ بچوں کی تعلیم اور اجتماعی زندگی کے صحت مند اصول کے مطابق بچوں کی تربیت کا بھی خاص اہتمام کیا ہوا تھا۔ تعلیم اور اجتماعی تربیت ہماری قوم کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے سکولوں کے اساتذہ اس طرف خاص توجہ مبذول کر رہے ہیں۔

درخواستہائے دُعا

ــــ ملک غلام سرور صاحب عرصہ دو ماہ سے بیمار چلے آتے ہیں احباب سلسلہ ان کی صحت کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔

ــــ جناب ڈاکٹر محمد امین صاحب مرحوم کی بیگم صاحبہ کچھ عرصہ سے علیل چلی آتی ہیں۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے۔

ــــ جناب محمد عطاء الرحمٰن صاحب ڈھاکہ مشرقی پاکستان سے تحریر فرماتے ہیں کہ ان کا چھوٹا لڑکا دو تین ہفتہ سے بعارضہ بخار بیمار رہے احباب سلسلہ نیم شبی دعاؤں میں ان کے بچہ کو خاص طور پر یاد رکھیں۔

ــــ مولوی عبدالقادر صاحب ڈیرہ غازیخاں تحریر فرماتے ہیں۔ ان کی اہلیہ صاحبہ سخت بیمار ہیں احباب انکی شفایابی کے لئے دعا فرمائیں۔

ــــ جناب مولوی غلام نبی صاحب احمدی ہومیوپیتھ چمبہ (بھارت) سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی اہلیہ محترمہ عرصہ دو تین ماہ سے بیمار ہیں احباب ان کی صحت عاجلہ و کاملہ کے لئے دعا فرمادیں۔ نیز مولوی صاحب کو دشمنوں کی طرف سے اور بھی تکالیف درپیش ہیں ان کے ازالہ کے لئے بھی احباب سے درخواست دعا فرماتے ہیں۔

سانحۂ ارتحال

اخویم خلیل احمد خاں صاحب بی ٹی۔ اطلاع دیتے ہیں کہ اُن کے بڑے بھائی محمد صادق خاں صاحب انسپکٹر پولیس وفات پاگئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم دیانتدار اور محنتی پولیس افسر تھے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے معاون اور بزرگان سلسلہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے۔

دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

ہم جناب ڈاکٹر حسن علی خاں صاحب جناب پروفیسر عنایت علی صاحب اور جناب نواب خاں صاحب کے ساتھ اس غم میں شریک ہیں۔

عذاب کیوں نازل ہوتے ہیں؟

جماعت کے بزرگوں اور نوجوانوں سے خطاب

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

خدا تعالیٰ کا مسلمانوں کو ارشاد

جنگ بدر کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالےٰ مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور رسُول کی فرمانبرداری اختیار کرو. جس حالت میں وہ تم کو بلاتا ہے تاکہ تم کو زندگی عطا فرمائے اور اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ اگر تم خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری نہیں کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ تمہارے دل ایسے سخت ہو جائیں کہ پھر اگر تم چاہو تو وہ فرمانبرداری اختیار نہ کر سکو کیونکہ اللہ تعالےٰ حائل ہو جاتا ہے انسان اور اس کے دل کے درمیان یوں حائل نہیں ہوتا کہ ایک انسان نیکی کی طرف قدم اُٹھانا چاہتا ہے اور اللہ تعالےٰ اسے روک دیتا ہے، بلکہ یوں حائل ہو جاتا ہے کہ ایک انسان خدا تعالےٰ کے حکم کی پروا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی پروا نہیں کرتا۔ اس لئے فرمایا وانه الیه تحشرون باوٓخر تم اس کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔

خدا سزا دینے میں سخت ہے

پھر ارشاد فرماتا ہے کہ بعض عذاب اس قسم کے بھی آجاتے ہیں جو صرف انہیں لوگوں کو نہیں پہنچتے جو ظالم ہیں بلکہ دوسرے بھی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں ایسے عذاب سے بچاؤ کرو اور وہ بچاؤ کیا ہے استجابت للہ یعنی اللہ اور رسول کی صحیح فرمانبرداری اور ایک اور بات بھی یاد رکھو ان اللہ شدید العقاب کہ اللہ تعالےٰ بدی کی سزا دینے میں بڑا سخت ہے، بعض وقت جب بدی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اس کی سزا بھی سخت ہوتی ہے۔

موجودہ عذاب

ایسا فتنہ اور ایسا عذاب جو صرف ظالموں تک ہی محدود نہیں رہتا وہ آج بھی دنیا پر مسلط ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس وقت دُنیا پر ایک ایسا عذاب نازل ہو رہا ہے کہ جس کی لپیٹ میں صرف ظالم نہیں بلکہ دوسری مخلوق بھی اس کی لپیٹ میں آگئی ہے اور یہ عذاب نتیجہ ہے محمدؐ رسُول اللہ صلعم سے مغربی اقوام کی عداوت کا۔ جب لوگوں نے بالخصوص عیسائی اقوام نے محمد رسول اللہ صلعم کی عداوت اور بغض کو اپنے دلوں میں جگہ دی اور وہ ایک اللہ تعالےٰ کی طرف بلانے والے انسان کے دشمن بن گئے اور اس کے دین کو مٹانا چاہا تو اللہ نے بطور سزا دینی بغض اور عداوت باہم ان کے اندر ڈال دی اور اسی بغض کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہو رہا ہے۔

یہ عذاب عالمگیر ہے

مگر ظاہر ہے کہ یہ عذاب کل دنیا پر محیط ہے اور جو لوگ ان اقوام کے زیر اثر ہیں وہ بھی اور دوسرے لوگ بھی کسی نہ کسی رنگ میں اس عذاب کا مزا چکھ رہے ہیں۔ ہمارے ملک سے یہ عذاب بہت دُور ہے مگر ظاہر ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اس مصیبت کا مزا چکھ رہا ہے۔ خدا کی طرف سے ایک عالمگیر سزا آئی ہے اور ہر ایک شخص اس میں حصہ لے رہا ہے، کھانے کی چیزیں موجود ہیں کثرت سے پیدا ہو رہی ہیں مگر ملتی نہیں اس سے بڑھ کر اور کیا عذاب ہوگا لوگوں میں طاقت نہیں کہ انہیں خرید سکیں پہننے کے لئے لباس موجود ہے مگر لوگ اسے خرید نہیں سکتے ہماری جماعت بھی اس کے اندر شامل ہے۔

ہماری قوم اور نظام کا فرض

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری قوم اور نظام کا فرض ہے کہ ایسے موقعہ پر ان لوگوں کی جہاں تک ممکن ہو مدد کرے جو اس وقت ان مصائب کے اندر گرفتار ہیں، لیکن آپ جانتے ہیں کہ ایسے موقعہ پر امداد بھی کچھ نہیں کر سکتی کسی غریب کو آٹھ یا دس روپیہ کا الاؤنس مل جائے تو وہ اس سے کیا کرے گا مدد بھی ایسے موقعہ پر بیکار ہو جاتی ہے۔

عذاب نازل ہونے کی وجہ

یہ عذاب کیوں نازل ہوتے ہیں یہ انتقامی نہیں ہوتے بلکہ اس سزا کے طور پر نازل ہوتے ہیں جس کی غرض اصلاح ہوتی ہے اخذنا اهلها بالبأساء والضراء لعلهم يضرعون ہم ان بستیوں کے رہنے والوں پر بھوک اور فاقے بھیجتے ہیں تاکہ یہ اپنی اصلاح کریں اور خدا کی طرف رجُوع کریں جس طرح ان مغربی بستیوں کو جو خدا کی منکر ہیں خدا کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے ان لوگوں کو بھی ضرورت ہے جو منہ سے خدا تعالےٰ کو مانتے ہیں کہ وہ بھی دل سے خدا کی طرف توجہ کریں اس لئے ہم کو بھی اس عذاب میں شامل کیا گیا ہے کہ ہمارے دلوں سے دنیا کی آگ ٹھنڈی ہو اور خدا تعالےٰ کی محبت کی آگ ان میں روشن ہو۔

دین کی اصل غرض

یہ خدا کی طرف توجہ کرنا خدا کی محبت کا دل میں پیدا ہونا اور دنیا کی طرف سے دل کا ٹھنڈا ہونا فی الحقیقت دین کی اصل غرض ہے یہ نماز، روزے، یہ ہمارے اور کام جتنے ہم کرتے ہیں جب تک خدا تعالےٰ کی محبت کی آگ موجود نہیں اس وقت تک یہ سب عبث ہیں، بہت لوگ ہیں جو خدا تعالےٰ کے حضور گرتے ہیں اور عاجزی کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں لیکن ان کے دل وہیں کے وہیں ہوتے ہیں جہاں وہ پہلے تھے نمازیں پڑھتے ہیں دست بستہ خدا کے حضور کھڑے ہوتے ہیں بظاہر جھک بھی جاتے ہیں زمین پر گر بھی جاتے ہیں مگر دل اپنی جگہ سے ایک انچ بھر نہیں ہلتا اور ویسے کا ویسا دنیا کی محبت میں گرفتار اور خدا کے سامنے سر تیز کانے سے ناآشنا رہتا ہے۔ اگر خدا کے حضور گرنے کا اثر دل پر نہیں ہوا تو ہمارا خدا کے حضور گرنا فضول، ورنہ سے ساری عمر ٹکریں مارتے رہو کچھ نہیں بنتا، ایک اس کی محبت کی آگ پیدا کرو تم منزل مقصود پر پہنچ گئے۔

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید

ہماری جماعت کی تاریخ میں ایک عظیم الشان واقعہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کا ہے جنہوں نے حضرت صاحب کی زندگی میں شہادت کا مرتبہ حاصل کیا جن پر پتھروں کی بوچھاڑ ہوئی وہ پتھر جو انسان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں مگر اس مرد مجاہد کا دل مضبوط کھڑا تھا یہاں تک کہ وہ پتھروں کے اندر دب گیا یہ ہے وہ ایمان جو خدا تعالےٰ چاہتا ہے یا اس کو پیدا کر دیا اس کے لئے تیار رہو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر مومنوں میں سے وہ عظیم الشان لوگ ہیں جنہوں نے اس بات کو پورا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالےٰ سے کیا تھا۔ اور کچھ ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کر دیا۔ یعنی شہید ہو گئے، اور کچھ انتظار میں ہیں دونوں اس کے اندر ہیں صاحبزادہ عبداللطیف اس پہلی صف میں ہیں۔

حضرت صاحب کی ایک فارسی نظم

حضرت مسیح موعودؑ نے تفصیل کے ساتھ صاحبزادہ صاحب شہید کے حالات کو تذکرۃ الشہادتین میں بیان فرمایا ہے جہاں ایک فارسی نظم لکھی ہے جس میں آپ نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے ایمان کی تصویر کھینچی ہے فرماتے ہیں ؎

صد ہزاراں فرسخے تا کوئے یار
دشت پُرخار و بلائش صد ہزار

خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ بڑا لمبا ہے لاکھوں میل سے بھی زیادہ ہے جس کو طے کرنا بظاہر انسان کے لئے محال نظر آتا ہے اور راستہ میں خاردار جنگل ہیں کہ انسان کے لئے قدم رکھنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ اور لاکھوں بلائیں ہیں جو ہر طرف سے حملہ آور ہوتی ہیں لیکن ؎

بنگر ایں فرخی ازاں شیخ عجم
ایں بیاباں کرد طے از یک قدم

اس عجم کے شیخ کے کمال کو دیکھو کہ اتنی بڑی منزل اور اس قدر مصیبت بیابان کو ایک قدم میں طے کر لیا ——— وہ بھی لوگ ہیں جن کی دو قدم طے کرنے میں ساری عمر خرچ ہو جاتی ہے، سوچتے رہتے ہیں یہ قدم اُٹھاؤں یا نہ اُٹھاؤں، اور ایک وہ ہے جو فیصلہ کر لیتا ہے اور آن کی آن میں کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے اس لئے کہ وہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ میں نے یہ کام کرنا ہے اس کے سامنے لاکھوں میل ایک قدم ہو جاتے ہیں اور فیصلہ کرنے کے لئے سوچتے رہنے والوں کے لئے ایک قدم لاکھوں میل بن جاتے ہیں۔

ایں چنیں باید خدا را بندۂ
سر پئے دلدار خود افگندۂ

خدا کے بندے تو یہی ہیں جن کا سر خدا کے سامنے جھکا ہوا ہو۔ باقی زبان کے دعویدار ہیں کچھ دوسرں کا نقشہ بھی کھینچتے ہیں عام لوگوں کی ذبذبانہ حالت ہوتی ہے زبان پر تو ایمان مگر دلوں میں بے ایمانی ہوتی ہے ؎

از پئے امید یا بہر خطر
می شود ایمان تو زیر و زبر

چار پیسے ملتے نظر آئے تو ایمان خطرہ میں۔ ذرا کسی چیز کا خوف سامنے آیا تو خدا کو جواب ؎

از برائے ایں سرائے بے وفا
می نہی دین خدا را زیر پا

اس دنیا کی خاطر جسے جانتا بھی ہے کہ کل اس سے بیدخل کیا جائے گا خدا کے دین کو پیروں تلے روندتا ہے یعنی خدا کے دین کی پروا نہیں کرتا دنیا میں پڑا رہنے پر۔ دنیا کا مال و دولت حاصل کرنے پر ساری طاقت لگا دیتا ہے، خدا کے دین کے لئے کھڑے نہیں ہوتے، اتنا ہست دین کے لئے

دیتے وقت ان کے دل میں قبض پیدا ہوتی ہے وہ مسیح موعودؑ کی جماعت میں سے نہیں، خدا کے رستہ میں جس نے دینا ہو وہ اگر فاقے سے بھی ہو تو دے دیتا ہے، فرماتے ہیں ؎

دیں بود دین خداسۂ آں نگار
اے سیہ باطن ترا با دیں چہ کار

دین تو اس شخص کا ہے جس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت ہو، وہ سیاہ باطن ہے جس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت نہیں۔ دل میں نور صرف خدا تعالیٰ کی محبت سے پیدا ہوتا ہے جن کے دلوں میں یہ عملی رنگ موجود نہیں ان کو دین سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔

ہماری جماعت میں ایسے لوگ ہیں

خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اس مقام پر پہنچے ہیں جہاں صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب پہنچے لیکن بہتوں کو ابھی ضرورت بھی ہے کہ وہ اس مقام کو سمجھیں اور اس کو حاصل کرنے کے لئے قدم اٹھائیں اور جلد اٹھائیں۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا ایک واقعہ

میں آپ کو ایک چھوٹا سا واقعہ سناتا ہوں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو ۱۹۳۲ء میں پنشن کے بعد ان کو ایک ریاست سے آفر آئی میں اس وقت ان کے پاس موجود نہیں تھا معلوم نہیں کیوں؟ کیونکہ ان کی پنشن کے زمانے کا بہت بڑا حصہ ایسا گذرا ہے کہ ہم شب و روز اکٹھے رہتے تھے، انہوں نے مجھے خط لکھا کہ اس طرح سے مجھے آفر آئی ہے کچھ پنشن اور کچھ یہ ہو جائے گا چندہ دینے میں بڑے پکے تھے۔ ان کی آمد میں کوئی پیسہ نہیں آتا تھا جس میں سے وہ چندہ نہ دیں مجھے بھی خوشی ہوئی جانے تھی کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کو چندہ دینے کی زیادہ توفیق ملے گی اور انجمن کو زیادہ سے زیادہ مدد ملے گی۔ لیکن انہی ایام میں حضرت صاحب کا ایک شعر میری نظر سے گذرا اور اس کا نقش میرے قلب پر تھا میں نے جواب میں انہیں وہی شعر لکھ کر بھیج دیا ؎

عمر بگذشت و نماند است جز ایامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنی شامے چند

خدا جانے میرے قلب کی کیا حالت تھی، ان پر اس شعر کا اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے ملازمت کا ارادہ اسی وقت ترک کر دیا اور اس شعر کا قطعہ لکھوا کر اس جگہ لگوا لیا جہاں وہ بیٹھتے تھے گویا ہر وقت اپنے سامنے رکھتے تھے اور ایسا اس شامے چند کو صبح کیا کہ اپنے بعد دنیا میں ایک بے نظیر چیز چھوڑ دی اور وہ کیا ہے وہ ہے مجدد اعظم۔

میں خیال کرتا ہوں

میں کئی دفعہ خیال کرتا ہوں اور میں اپنے نامۂ اعمال کو خوب جانتا ہوں، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرا نامۂ اعمال تاریک ہے، لیکن یہ بھی خیال گذرتا ہے کہ یہ ایک کام جو ہو گیا شاید اس کی روشنی سے میرے نامۂ اعمال کی تاریکی بھی دور ہو جائے آپ جانتے ہیں کہ انسان کی زندگی کا بھروسہ نہیں ابھی میں اس طرح پڑا تھا کہ اٹھنے کی طاقت نہ تھی اور مسجد تک بھی جا سکتا تھا، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کب کسی کے نام وہ پیغام آجاتا ہے کہ آگے چلو۔ ایک بات نصیحت کے طور پر کہتا ہوں کہ ہم نرے قصے خواں ہی نہ بنیں کچھ کر کے بھی دکھائیں۔

جماعت کے دو گروہوں کو خطاب

میں جماعت کے دو گروہوں کو خطاب کرنا چاہتا ہوں، ایک گروہ تو میری طرح اپنی منزل کے قریب پہنچا ہوا ہے، ان لوگوں سے میرا خطاب یہ ہے کہ تبلیغ اسلام کا یہ کام جس کی بنیادیں ان کے ہاتھوں نے رکھی ہیں اپنی قسم کا واحد کام ہے ساری دنیا کو تلاش کر لو دوسری جگہ یہ کام نظر نہیں آتا۔ مگر یہ ابھی کچھ نہیں منزل مقصود بہت دور ہے ہم نے تو ساری دنیا میں خدا کے کلام کو پہنچانا ہے۔ ساری دنیا کو اسلام کی طرف دعوت دینا ہے۔ اگر خدا چاہے تو ہم نے یا ہمارے بعد آنے والوں نے یعنی ان کے بعد آنے والوں کی آنکھوں نے خدا کی نصرت کا نظارہ دیکھنا ہے وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا۔ مشرق اور مغرب شمال اور جنوب میں فوجوں کی فوجیں اسلام میں داخل ہو رہی ہیں۔

وصیت کرو

میں ان بزرگوں کے سامنے وہی بات دوہراتا ہوں جو میں پہلے بھی کہتا رہا ہوں معلوم نہیں کہ وہ پیغام کب آجائے اور تمہیں سب شغلوں، تجارتوں، مالوں، اور جائدادوں سے بے دخل کر دیا جائے جو اس وقت تمہاری محبوب چیزیں ہیں تو خدا کے لئے اور اپنی عاقبت کے لئے کیوں زاد راہ نہیں لیتے۔ اپنی جائدادوں کا کچھ حصہ خدا کے راستہ میں کیوں نہیں دیتے تاکہ اشاعت اسلام کی بنیادیں جو تمہارے ہی ہاتھوں سے بنی ہیں تمہارے ہی ہاتھوں سے مضبوط ہو جائیں اور مرنے کے بعد بھی تم خدا کے دین کی اشاعت کا کام کرتے رہو۔

نوجوانوں سے خطاب

اور دوسرا طبقہ نوجوانوں کا ہے جنہیں میں خطاب کرنا چاہتا ہوں، بیشک ہم اپنی آمد کا کچھ حصہ خدا کی راہ میں دیتے ہیں ہمارے قادیانی بھائیوں کو ہماری بہت فکر رہتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ تم پانچ ہزار ہونے کا دعوے کس طرح کر سکتے ہو تم میں سے چندہ دینے والے کتنے ہیں۔ ان کو میرا جواب یہ ہے کہ تمہارا انتظام بھی اچھا اور تمہاری تعداد بھی بہت لیکن تم اپنے چندے کی نسبت بتا دو جو تمہاری تعداد سے ہے۔ اگر ہم چند سو ہیں تو یہ تین ہزار روپیہ صرف ماہوار چندہ کہاں سے آجاتا ہے۔ آپ کہلاتے ہیں لاکھ ہونے کا دعوے ہے جتنے سینکڑے آپ ہمیں بتاتے ہیں تو آپ کا ماہوار چندہ بھی ہم سے ہزار گنا ہونا چاہئیے نہ سہی سو گنا ہی بتا دو اور شائع کر دو کہ قادیانی جماعت کا صرف چندہ ماہوار تین لاکھ روپے ہے، واقعات سے بھی قائل کرو، لاف زنی سے کچھ نہیں بنتا — تو میں کہتا ہوں جو خدا کے راستہ میں نہیں دیتا وہ مصداق ہے حضرت صاحب کے اس شعر کا ؎

دیں بود دین خداسۂ آں نگار
اے سیاہ باطن ترا با دیں چہ کار

اس کا دل سیاہ ہے اور خدا کے دین سے اسے کوئی نسبت نہیں۔

تمہارے سامنے ہر ایک وقت ایک مقصد ہو

لیکن میں ایک اور بات کی طرف بھی آپ کو لے جانا چاہتا ہوں، جس طرف حضرت مسیح موعودؑ لے جانا چاہتے ہیں میں لے گیا لے جانا ہے کہ تمہاری زندگی میں صرف ایک خیال تمہارے سامنے ہو کہ خدا کا دین کس طرح دنیا میں پھیلے تم میں سے ہر ایک خواہ وہ ملازم ہو یا تاجر یا زمیندار اپنے آپ کو تبلیغ دین کا مرکز جانئے۔ اس وقت اپنے دلوں میں وہ چنگاری پیدا کرو کہ یہ چنگاری جب تم دوسرے کام سے آزاد ہو جاؤ تمہاری زندگی کے لئے نور اور سہارا ہو جائے۔

نوجوان دوستوں کو نصیحت

میں اپنے نوجوان دوستوں کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بیشک جو کام چاہے کریں زمینداری کریں تجارت کریں، ملازمت کریں لیکن ان میں سے ہر ایک کے دل میں یہ لگن ہو کہ میری زندگی کا اصل مقصد خدا کے دین کو دنیا میں پہنچانا ہے اور یہ اس کی زندگی کا غالب مقصد ہو۔ جو شخص یہ خیال اپنے پیش نظر رکھے گا تو خدا اس کے لئے مواقع بھی پیدا کر دے گا جب تک ہماری جماعت میں یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک یاد رکھئے اس جماعت کی زندگی خطرہ میں ہے، اگر ہمارے دل میں کوئی خیال پیدا ہوتے ہیں کسی کو نظام پر کوئی اعتراض پیدا ہوتا ہے کسی دوست کے متعلق بعض خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ شخص دھوکے میں ہے جس کا ایمان ان چیزوں سے کمزور ہو جاتا ہے، تم دیکھو تمہاری زندگی کا ہر ایک لمحہ خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت میں صرف ہو رہا ہے، یہ خیالی کی ایک مثال ہے جو دم غافل سو دم کافر۔ ایک تڑپ کے ساتھ دعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ قلوب میں خدمت دین کا حقیقی جذبہ پیدا کر دے آج دنیا ایک انقلاب کی محتاج ہے، اسی انقلاب کی جو اس زمانہ کے امام نے پیدا کرنا ہے وہ انقلاب دنیا میں پیدا ہو سکتا ہے اگر

مجلس معتمدین کے متعلق

ایک نہایت ضروری اعلان

جملہ ممبران مجلس معتمدین کی خدمت میں اطلاع دی جاتی ہے کہ مجلس معتمدین کا اجلاس ۹/۸/۵۳ کو بروز اتوار ہونا قرار پایا ہے ۸/۸/۵۳ کو بروز ہفتہ مجلس مشاورت کا اجلاس ہوگا۔ چونکہ اجلاس اہم ہے اسلئے جملہ احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ ضرور اس میں شامل ہو کر اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرماویں۔

دونوں ایجنڈے شائع کئے جا رہے ہیں جو احباب کو تاریخ انعقاد اجلاس سے دو ہفتہ قبل پہنچ جاویں گے۔

احمد یار۔ اسسٹنٹ سیکرٹری
29/6/53

بچوں کے لئے

ہاتھی والی جنگ

جس سال حضرت نبی کریم صلعم پیدا ہوئے اسی سال کا واقعہ ہے یمن کے عیسائی گورنر ابرہہ نے صنعا نامی جگہ میں ایک عظیم الشان گرجا بنایا جس کی غرض یہ تھی کہ عرب کے لوگ بجائے خانہ کعبہ میں جمع ہونے کے اس گرجا میں جمع ہوا کریں اور اس طرح آہستہ آہستہ انہیں عیسائی بنا لیا جائے مگر عرب کے لوگوں نے اس گرجا کی کوئی پرواہ نہ کی اور بدستور خانۂ خدا میں جمع ہوتے رہے۔ آخر ابرہہ ایک بڑی فوج لے کر خانہ کعبہ کو گرانے کی نیت سے مکّہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہ خود ایک ہاتھی پر سوار تھا جس کا نام محمود تھا۔

اس زمانہ میں مکہ میں قریش کے قبائل آباد تھے۔ اور ہر قبیلہ نے اپنے ذمہ خانہ کعبہ کی کوئی نہ کوئی خدمت لے رکھی تھی۔ ان تمام قبائل میں سب سے بڑا اور عزت والا قبیلہ بنی ہاشم کا تھا۔ جس کے سردار عبدالمطلب تھے جو ہمارے پیارے نبی کریم صلعم کے دادا تھے۔

ابرہہ کی فوج نے مکّہ کے قریب پہنچکر ڈیرے ڈال دیئے اور ساتھ ہی لوٹ کھسوٹ بھی شروع کر دی۔ اس لوٹ میں جناب عبدالمطلب کے کچھ اونٹ بھی لے گئے۔ جب تمام قبائل کو اس کا علم ہوا تو مشورہ کے لئے اکٹھے ہوئے۔ آخر یہ طے ہوا کہ ابرہہ کا لشکر بڑا ہے۔ مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے اس کے بعد لوگ قریب کی پہاڑیوں پر چلے گئے۔ اسی دوران میں ایک موقعہ پر ابرہہ اور عبدالمطلب کے درمیان بات چیت ہوئی۔ ابرہہ نے کہا میرا مقصد تمہیں نقصان پہنچانے کا نہیں۔ میں تو صرف خانہ کعبہ گرانے کیلئے آیا ہوں۔ اس پر عبدالمطلب بولے کہ اگر یہ سچ ہے تو سب سے پہلے میرے وہ اونٹ واپس کر دیں جو آپ کے آدمیوں نے ناحق پکڑے ہیں۔ ابرہہ نے حیرانی سے سوال کیا کہ میں تو تمہارے کعبہ کو گرانے آیا ہوں جس کو تم بڑا مقدس سمجھتے ہو۔ میرا خیال تھا کہ تم اس کے متعلق مجھ سے کچھ کہو گے۔ مگر بجائے اس کے تم اپنے اونٹوں کا مطالبہ کر رہے ہو۔ عبدالمطلب نے جواب دیا اونٹ میرے ہیں لیکن کعبہ کا مالک خدا ہے۔ جو اس کی حفاظت خود کرے گا۔ ابرہہ اس جواب سے متاثر ہوا اور اونٹ واپس کر دیئے۔ لیکن جس ارادہ کو وہ لے کر آیا تھا اس کو ترک نہ کیا اور دوسرے دن خانہ کعبہ کو گرانے کے لئے اپنی فوج لے کر بڑھا۔ مگر کہتے ہیں کہ عین اسی وقت خدا تعالےٰ نے اپنے مقدس گھر کی حفاظت کے پرندوں کا ایک لشکر بھیجدیا۔ جنہوں نے سنگریزوں کی بارش شروع کر دی۔ اس کے ساتھ ہی ابرہہ کے لشکر میں چیچک کی وبا پھوٹ پڑی اور خود ابرہہ بھی اسی مرض کا شکار ہو گیا۔ آخر لشکر نے تنگ آ کر بھاگنا شروع کیا اور اس مرض سے اکثر مر گئے۔ ابرہہ بھی یمن پہنچ کر مر گیا۔ اور خدا کے گھر کو گرانا تو درکنار اس تک پہنچنے کا موقعہ بھی اسے نہ ملا۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔

بچو! دیکھو! ابرہہ نے خانۂ خدا پر حملہ کیا خدا نے اس کا نام و نشان مٹا دیا مگر خدا تعالےٰ کا مقدس گھر اب تک قائم ہے اور لاکھوں کی تعداد میں مسلمان وہاں ہر سال جمع ہوتے ہیں۔

محمد سلطان

سبق آموز واقعات

وعدہ وفائی

حضرت عمرؓ کے عہد حکومت میں مسلمانوں نے بہت سے ملک فتح کئے اور اسلامی سلطنت بہت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ مسلمانوں کی فوج نے جس طرف رخ کیا ادھر ہی فتح و نصرت ان کے قدم چومتی رہی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں مسلمانوں نے بہت سے ممالک فتح کر لئے۔ ہرمزان حاکم اہواز کو ایک قیدی کی حیثیت سے مدینہ میں لایا گیا وہ سمجھتا تھا کہ مسلمان اتنی طاقتور قوم ہے کہ اس نے آج تک کسی بڑی سے بڑی سے بڑی فوج سے شکست نہیں کھائی ضرور ان کا بادشاہ کوئی عظیم الشان شخص ہوگا اور بہت شان و شوکت کا مالک ہوگا لیکن جب وہ یہاں اسلامی سلطنت کے دارالحکومت مدینہ میں پہنچا تو اسکی حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کہ وہ حضرت عمرؓ جن کے نام سے دنیا کے کئی بڑے بڑے بادشاہ کانپتے تھے ان کی سادگی کی یہ حالت تھی کہ وہ مسجد میں ایک چٹائی پر سوئے ہوئے تھے۔ نہ کوئی عظیم الشان دربار تھا اور نہ ہی کوئی عالیشان عمارت جو اس زبردست بادشاہ کے لئے ہو۔

ہرمزان بہت قیمتی لباس پہنے ہوئے تھا۔ جب حضرت عمرؓ کی آنکھ کھلی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے جو مور کی طرح سجا بیٹھا ہے لوگوں نے جب بتایا کہ یہ حاکم اہواز ہرمزان ہے جس نے کئی مرتبہ عہد شکنی کی ہے اور اب قیدی کی حیثیت سے آپ کے سامنے لایا گیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اس سے کہو کہ یہ غرور اور تکبر کا لباس اتار کر آئے تب ہم اس کے ساتھ بات کریں گے اس پر ہرمزان کو مجبوراً اپنا قیمتی لباس اتار کر معمولی کپڑے پہننے پڑے اور جب وہ پھر آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس کا قصور سُن کر اس کی موت کا حکم

یہ سُنا کر وہ کانپ اُٹھا اور اس نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ مجھے سخت پیاس لگی ہے ایک پیالہ پانی منگوا دیجئے پانی کا پیالہ لایا گیا اور ہرمزان کو دیدیا گیا۔ پیالہ ہاتھ میں لیکر اس نے کہا۔ اے "خلیفۂ وقت"! جب تک میں یہ پانی نہ پی لوں آپ اس وقت تک مجھے قتل تو نہ ہونے دیں گے۔ حضرت عمرؓ اس کی چال سے ناواقف تھے۔ آپ نے وعدہ کر لیا۔ اس نے بجائے پانی کا پیالہ پینے کے اسے زمین پر گرا دیا اور کہا چونکہ میں نے پانی نہیں پیا اس لئے ... ... وعدہ کے مطابق آپ مجھے قتل نہیں کروا سکتے۔

حضرت عمرؓ کو سخت طیش آیا اور فرمایا تم نے دھوکا دیا ہے۔ اور تمہیں اس کی سزا ضرور ملے گی۔

اس پر ان لوگوں نے جو حضرت عمرؓ کے قریب بیٹھے تھے۔ عرض کی۔ یا امیرالمومنین آپ قول دے چکے ہیں۔ اب آپ اس پر قائم رہیں۔"

حضرت عمرؓ نے یہ سُن کر اسے معاف کر دیا۔ اس بات کا ہرمزان پر بیحد اثر ہوا۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

اسے کہتے ہیں وعدہ وفائی یعنی وعدہ کو پورا کرنا۔ ایک بات جو کہہ دی گئی وہ پتھر پر لکیر بن گئی۔ چاہے نقصان ہی کیوں نہ اُٹھانا پڑے۔ لیکن جو وعدہ پختہ کر لیا اسے توڑنا مناسب نہ سمجھا اگر ہماری یہ خواہش ہے کہ دنیا میں نیک نامی اور عزت حاصل کریں تو ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کو پوری طرح نبھائیں۔ وعدہ کو توڑنا ایک سچے مسلمان کی شان کے خلاف ہے جب کسی بات کا کسی دوسرے شخص سے عہد کر لیا جائے تو خواہ اپنا نقصان ہی کیوں نہ ہو اسے صحیح طریق پر ایک سچے مسلمان کی طرح نبھانا ہمارا فرض ہونا چاہیئے یہ قدم بھی ہماری عزت اور نیک نامی کی طرف ایک سیڑھی ہے۔

انعام الحق

عورتوں کے لئے

عورت اور معاشرہ

از غلام ربانی صاحب ایم اے ایل ایل بی

مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں

آج سے شاید ایک صدی قبل یہ خیال کسی حد تک صحیح سمجھا جاتا تھا کہ عورت کو معاشرہ کی تعمیر میں کوئی حیثیت حاصل نہیں لیکن آج اگر کوئی اسے جھٹلانا بھی چاہے تو اس کی یہ کوشش صحراؤں میں چیخنے سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ آج ہر در و دیوار قرآن کے اس سوال کو دوہرا رہا ہے:۔

واذا الموؤدة سئلت بای ذنب قتلت۔ جب زندہ در گور عورت سے پوچھا جائیگا آخر تجھے کس جرم میں قتل کیا گیا؟

یہ وہ نعرہ ہے جو قرآن نے عورتوں کو دیا تھا لیکن جس کے بیان سے عورتوں کی زبان رکی رہی اور کان نہ سن سکے۔ یہاں تک کہ انسان کی اس آزاد خواہش نے تمام زنجیریں توڑ دیں اور وہ ان حدود کو بھی پھاند گئیں جو عورت کی فطرت میں پنہاں ہیں۔

اسلام نے عورت کو عورت کہا اور زندہ رہنے کا شعور دیا۔ اسے ایک وجود مانا اور اسے قائم رہنے کیلئے کہا۔ اسے حقوق دیئے۔ اور اس کو ایک حلقہ میں اختیارات دیئے لیکن آج جب زمین دجال کی دستبرد میں آ گئی تو عورت کو پھر پامال کیا جانے لگا۔ اس کے حقوق و اختیارات کے حلقے بدل دیئے گئے۔ اس کی زندگی کا مقام بدل گیا۔ اور اس طرح عورت کو انسانی تاریخ نے دو مرتبہ حقوق دیئے لیکن دونوں مرتبہ ان کا تعین کچھ ایسے مختلف انداز سے ہوا کہ وہ باہم قطعاً متباین ہو کر رہ گئے۔ یہ حقوق و اختیارات یہ دائرہ عمل کا تعین، یہ زندگی کا شعور خود اپنے جاندار اور توانا بنیادیں ہیں کہ انہی پر معاشرہ کی بھلائی کا انحصار ہے اگر ہم اسلامی اقدار کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مسلک مان لیں تو جو معاشرہ اسکے نتیجہ میں پیدا ہوگا وہ اس سے قطعاً مختلف ہوگا جو اسلامی اقدار کو مان کر قائم کیا جائے گا۔ اسلام فحاشی اور عصمت کا ایک مستقل تصور رکھتا ہے، اسکے نزدیک مرد اور عورت کا باہم ایک ایسا سماجی ناتہ بھی ہے۔ جس میں دونوں کو ایک دوسرے کا محافظ پیشرو اور پیرو کی حیثیت میں بھی دیکھا پڑتا ہے۔ وہ عورت اور مرد کو حیاتیاتی اکائی بھی مانتا ہے جن کے مابین برابری اور مساوات کی مسابقت جائز نہیں۔ اسی لئے وہ معاشی حیثیتوں میں بھی انہیں کم و بیش مختلف حصے دیتا ہے۔ اور پھر ان کے دائرہ ہائے اعمال الگ الگ قرار دیتا ہے۔ وہ عورت کی نسل کشی کی خدمت کو معاشرہ کی خدمت قرار دیتا ہے اور اس پر مزید خارجی بوجھ ڈالنا نہیں چاہتا پھر وہ اس نسل کی پرورش کو ہی سب سے بڑی اور اہم بات مانتے ہوئے معاشرہ کو پابند کرتا ہے کہ عورت کی نگہداشت کی جائے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جس کا بنیادی نکتہ ایک باعصمت عورت کو بیدار کرنا ہے جو پاکباز اولاد کو جنم دے کر پرورش کر سکے۔ جس کے سبب ایک پاکباز انسان وجود میں آسکے۔

دجال اس کے برعکس عصمت اور پاکیزگی کا کوئی اندازہ نہیں رکھتا۔ اس کے نزدیک نسل سے زیادہ اہم جنس کا وجود ہے۔ اور وہ اسی لئے نسلی ترویج کو معاشرہ کی خدمت نہیں سمجھتا بلکہ مادی کام کاج کو ہی کام قرار دیتا ہے اس لئے معاشرہ صرف اسی صورت عورت کی نگہداشت کا پابند کرتا ہے جب عورت مادی کام کاج کرے۔

اگر وہ کارخانہ میں مزدور ہو یا دفتر میں کلرک بن جائے تو وہ روزینہ پانے کی مستحق ہے اور اگر وہ بچوں کو جنم دے تو یہ جنسی تسکین کا حیاتیاتی نتیجہ ہے اس لئے اس ..... پر کسی معاوضہ کی مستحق نہیں۔ دجال کا انسان معاشی انسان ہے۔ اس لئے خود غرض اور بوالہوس ہے۔ اسی لئے وہ عورت کو بھی معاشی عورت بناتا ہے اور یہی اس کا نکتہ ماسکہ ہے۔

بدقسمتی سے آج اسلام کی اقدار گم ہو گئی ہیں۔ اور عورتیں تو اس سے قطعاً بیگانہ ہو گئی ہیں۔ اسلام خداوند کا دین ہے۔ مردوں یا عورتوں میں سے کسی ایک کا اجارہ نہیں۔ اس لئے عورتوں پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ ان اقدار کو روشن کرنے کے لئے خود اس مشعل کو اٹھائیں وہ اسلام سے موجودہ تاریکیوں میں روشنی کریں یہ ان پر پہلا اور بنیادی فرض ہے۔ اگر آج مسلمان عورتوں نے دجال کے سیلاب کے مقابل بند نہ باندھا تو وہ یاد رکھیں کہ عورتوں کی عزت و حرمت زمین سے مٹ جائے گی۔ وہ جنس محض بن کر رہیں گی اور وہ شرف جو انہیں خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عطا کیا تھا وہ جاتا رہے گا۔

حجۃ الوداع

(بقیہ از صفحہ ۲)

(۹) نماز کو پابندی کے ساتھ قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرنے میں سستی مت کرو

(۱۰) اپنے قائد کی اطاعت کرو چاہے وہ کوئی حبشی بریدہ غلام ہی کیوں نہ ہو۔

اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہا:۔

"دیکھو میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ایک تو قرآن و سنت ہے۔ اور دوسرے میرے اہل بیت۔ جس نے ان دونوں کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیا پس اس نے نجات حاصل کر لی"۔

اس کے بعد آپ نے تمام مجمع کو شاہد ٹھہرا کر پوچھا:۔

"خدا کے یہاں جب تم سے میری نسبت سوال کیا جائے گا تو بولو کیا جواب دوگے؟"

تمام مجمع سے صدائیں بلند ہوئیں۔ "آپ نے خدا کا پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے اور اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اس پر آپ نے اپنی انگلی تین بار آسمان کی طرف اٹھائی اور عرض کیا۔

"اے خدا تو بھی شاہد رہنا"

تکمیلِ دین

یہ وہی موقعہ پر جب آپ فرض نبوت ادا کر رہے تھے یہ آیت مبارک نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی

(سورۃ ۵۱-۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔ اور تمہارے لئے مذہب اسلام کو منتخب کر لیا۔

عامر بن شراحیل الشعبی

از جناب مفتی محمد غلام قادر صاحب
[illegible] لکھنوی

آپ حمیری خاندان کی شاخ شعبی میں سے تھے جو کہ اسلامی عہد میں کوفہ میں آکر آباد ہوئی تھی۔

تعلیم و تربیت

عامر کے سن بلوغ کو پہنچنے کے وقت صحابہ کرام کی بہت بڑی جماعت بقید حیات موجود تھی، بود و باش ایسے مرکزی مقام پر رکھتے تھے جہاں بہت سے صحابہؓ اقامت پذیر تھے۔ اس طرح انہیں پانسو صحابہ سے شرف ملاقات حاصل ہوا جن میں سے آپ نے اڑتالیس صحابہ سے فیض حاصل کیا۔ (تہذیب التہذیب)

حبرالامت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں آٹھ دس ماہ مستقل طور پر قیام کرکے ان کے علم و فضل سے بہرہ یاب ہوئے۔ (ابن سعد)

علمی لحاظ سے وہ اپنے وقت کے امام تھے۔ حافظ ذہبی انہیں امام۔ حافظ اور فقیہہ اور ابن عماد حنبلی امام البحر العلامہ لکھتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ و شذرات الذہب)

ابو اسحاق الحبال کا بیان ہے کہ شعبی جملہ علوم میں یگانۂ عصر تھے۔ قرآن و حدیث۔ فقہ۔ مغازی ریاضی۔ ادب و شاعری، سب میں انہیں کمال حاصل تھا۔ (تہذیب التہذیب)

قرآن کے ممتاز قاری تھے چنانچہ اس کمال کی وجہ سے زعیم القراء کہلاتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ) اگرچہ انہیں علم تفسیر القرآن میں پوری دسترس تھی تاہم تفسیر قرآن میں بہت محتاط تھے۔ زکریا بن زائدہ کا بیان ہے کہ شعبی ابوصالح کے پاس سے گذرتے تو ان کے کان پکڑ کر کہتے کہ تم قرآن نہیں پڑھتے اور اس کی تفسیر بیان کرتے ہو۔ (تذکرۃ الحفاظ)

علم حدیث

البتہ حدیث کے جلیل القدر حافظ اور امام العصر تھے اپنے صحابہ کرام اور تابعین کی بڑی جماعت سے سماع حدیث کیا تھا۔

صحابہ میں سے حضرت علیؓ۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔ سعید بن زیدؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ قیس بن عبادہؓ۔ قرظہ بن کعبؓ۔ عبادہ بن صامتؓ۔ ابوموسیٰ اشعریؓ۔ ابومسعود انصاریؓ۔ ابوہریرہؓ۔ مغیرہ بن شعبہؓ۔ نعمان بن بشیرؓ۔ ابوثعلبہ خشنیؓ۔ جریر بن عبداللہ بجلیؓ۔ بریدہ بن حصیبؓ۔ براء بن عازبؓ۔ معاویہؓ۔ جابر بن عبداللہؓ۔ جابر بن سمرہؓ۔ حارث بن مالکؓ۔ حبشی بن جنادہؓ۔ حسین بن علیؓ۔ زید بن ارقمؓ۔ ضحاک بن قیسؓ۔ سمرہ بن جندبؓ۔ عامر بن شہرؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ ابن عباسؓ۔ ابن زبیرؓ۔ ابن عمرو بن العاصؓ۔ عبداللہ بن مطیعؓ۔ عبدالرحمٰن بن سمرہؓ۔ عدی بن حاتمؓ۔ عروہ بن جعد البارقیؓ۔ عروہ بن مضرسؓ۔ عمرو بن امیہؓ۔ عمرو بن حریثؓ۔ عمران بن حصینؓ۔ عوف بن مالکؓ۔ عیاض اشعریؓ۔ کعب بن عجرہؓ۔ محمد بن صیفیؓ۔ مقدام بن معدیکربؓ۔ وابصہ بن معبدؓ۔ ابی جحیفہؓ۔ بن ضحاکؓ۔ ابوسریحہ غفاریؓ۔ ابوسعید خدری رضوان اللہ علیہم اجمعین اور صحابیات میں سے ام سلمہؓ۔ میمونہ بنت حارثؓ۔ اسماء بنت عمیسؓ۔ فاطمہ بنت قیس۔ اور ام ہانی وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا۔

تحصیل حدیث میں آپ کا عشق و محبت اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ سفر کی بے انتہا صعوبتیں جھیلنی پڑیں۔ ایک شخص کے استفسار پر کہ اپنے اتنا علم کہاں سے حاصل کیا فرمایا:۔

”غم و اندوہ کو بھلا کر ملکوں کی سیاحت کرکے گدھوں کی قوت برداشت اور کوّوں کی سحر خیزی سے“ (تذکرۃ الحفاظ)

قوت حافظہ

حافظہ اتنا قوی تھا کہ آپ کو قلم و دوات کا کبھی مرہون منت نہ ہونا پڑا ان کا اپنا بیان ہے کہ:۔

”میں نے کبھی بیاض کو کتابت سے آلودہ نہیں کیا جب کسی نے کوئی حدیث سنائی سینہ میں محفوظ ہو گئی اور مجھے اس کے دوبارہ سننے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔“

(تذکرۃ الحفاظ)

حدیث میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ آپ صرف انہی لوگوں سے حدیث لیتے تھے جو علم کے ساتھ ساتھ عقل و تقوےٰ کے زیور سے آراستہ ہوتے تھے۔ ان کا اصول ہی یہ تھا کہ علم اس شخص سے حاصل کرنا چاہیئے جس میں تقوےٰ اور عقل و فہم دونوں جمع ہوں۔ تنہا عقل یا تنہا تقوےٰ رکھنے والا علم کی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔

(تذکرۃ الحفاظ)

حدیث میں وسعت علمی کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے تھے ”میں نے بیس سال کے عرصہ میں کسی سے کوئی حدیث ایسی نہیں سنی جس میں روایت کرنے والے سے زیادہ واقف نہ رہا ہوں“ حجاز، بصرہ اور کوفہ تینوں علمی مرکزوں کے محدثین کی احادیث کا ان سے بڑا کوئی حافظ نہ تھا۔ احادیث کیساتھ سنن کے بھی بڑے عالم تھے۔ مکحول کا بیان ہے کہ میں نے شعبی سے زیادہ سنت ماضیہ کا عالم نہیں دیکھا۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے تھے کہ شعبی صاحب آثار تھے اور ابراہیم صاحب قیاس۔ (تذکرۃ الحفاظ)

روایت بالمعنی

آپ روایت بالمعنی کو خلاف احتیاط نہ سمجھتے تھے۔ ابن عون کا بیان ہے کہ شعبی حدیثیں بالمعنی روایت کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

فقہ

فقہ آپ کا خاص اور امتیازی فن تھا۔ ابوالحصین کہتے تھے کہ میں نے شعبی سے کسی کو بڑا فقیہہ نہیں پایا۔ بعض علماء تو انہیں اس عہد کے تمام بڑے بڑے آئمہ پر ترجیح دیتے تھے۔ ابو مجلز کہتے تھے کہ میں سعید بن مسیب۔ طاؤس۔ عطا۔ حسن بصری اور ابن سیرین کسی کو بھی شعبی سے بلند مرتبہ فقیہہ نہیں پایا (تذکرۃ الحفاظ)

بہرحال وہ ایک ممتاز عالم بلند پایہ فقیہہ تھے اور کوفہ کی مسند افتا کی زیب و زینت تھے۔ جواب حدیث و سنن کی بنا پر دیتے تھے اپنی رائے کو مطلق دخل نہ دیتے تھے۔

مغازی

مغازی کے بھی ممتاز عالم تھے۔ خود وہ صحابہؓ جنہوں نے مغازی میں شرکت کی تھی ان کی علمی فضیلت کے معترف تھے۔ عبدالملک بن عمیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شعبی مغازی بیان کر رہے تھے کہ ابن عمر ادھر سے گذرے۔ انہوں نے سنکر کہا اگرچہ میں بذات خود مغازی میں شریک ہوا ہوں لیکن جہاں تک علم کا تعلق ہے یہ مجھ سے زیادہ مغازی کے واقف ہیں۔ (تہذیب التہذیب)

ریاضی

اگرچہ مذہبی علماء کو عموماً ریاضی سے لگاؤ کم ہوتا ہے۔ لیکن شعبی اس فن کے بھی ماہر تھے۔ انہوں نے اس فن کی تعلیم مشہور ماہر ریاضی حارث الاعور سے حاصل کی تھی۔ (ابن سعد)

فرائض

چونکہ آپ کو ریاضی میں پورا ادراک تھا لہذا علم فرائض کا حصول آپ پر آسان ہو گیا تھا۔ کہتے ہیں فرائض کی تعلیم آپ نے حضرت علیؓ سے حاصل کی تھی۔ (تہذیب التہذیب)

شاعری کا نہایت ستھرا مذاق رکھتے تھے قدماء کے ہزاروں اشعار حفظ تھے، خود بھی شعر کہتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

حلقۂ درس

ان کا حلقۂ درس صحابہ کی موجودگی میں شروع ہو گیا تھا۔ آپ کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا بعض مشہور تلامذہ کے نام یہ ہیں:۔

ابواسحٰق سبیعی۔ بیان بن بشر۔ زکریا بن ابی زائدہ۔ ابواسحٰق شیبانی۔ اعمش۔ منصور۔ قتادہ۔ ابوحیان تیمی وغیرہ۔

حسن بصری ان کو کثیر العلم فرماتے تھے۔

امام زہری کہتے تھے کہ علماء صرف چار ہیں۔ مدینہ میں ابن مسیب۔ کوفہ میں شعبی۔ بصرہ میں حسن بصری۔ اور شام میں مکحول۔ (ابن خلکان)

اخلاق

آپ طبعاً نہایت نرم خو اور حلیم تھے۔ نرم تو ایسے تھے کہ کبھی غلام بچے کو نہ مارتے تھے۔ بڑے فیاض اور اعزہ شناس تھے۔ جب ان کا کوئی عزیز قرض چھوڑ کر مر جاتا تھا تو اپنی جیب سے اس کا قرض ادا کر دیتے تھے۔ (تہذیب التہذیب و تذکرۃ الحفاظ)

اموی خاندان سے تعلقات

اموی عہد حکومت میں شعبی مختلف اوقات میں مختلف خدمات اور عہدوں پر مامور ہوتے رہے حجاج کے معتمدین خلیفہ میں سے تھے اکثر سفارت کا کام مختلف ممالک میں نہایت خیر و خوبی سے سرانجام دیتے رہے۔ (ابن خلکان)

حجاج اور عبدالملک کیخلاف بغاوت

ابن اشعث کے ہنگامہ بغاوت میں یہ بھی حصہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ کوفہ کے قاریوں نے آکر مجھ سے کہا کہ آپ قاریوں کے زعیم ہیں لہذا اس بغاوت میں ہمارا ساتھ دیں۔ اور اتنا اصرار کیا کہ مجھے مجبور ہو کر ان کا ساتھ دینا پڑا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

شکست، روپوشی، گرفتاری اور رہائی

دیر جماجم کے معرکہ میں ابن اشعث کو شکست فاش ہوئی یہاں تک کہ اس کی قوت پارہ پارہ ہو گئی۔ اس وقت شعبی روپوش ہو گئے۔ مدت تک روپوش رہنے کے بعد یزید بن مسلم کو لکھا کہ تم حجاج سے میری صفائی کرا دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھ میں اتنی جرأت

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۱)

قومی امراض اور مسیحا

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ واقعی ایک چٹان ہیں

از محترم جناب مولوی الٰہی بخش صاحب

آپ نے یکم جولائی کے اداریہ میں کیا ہی عمدہ تحریر کیا ہے خصوصاً مقالہ کے آخر پر جو جملے لکھے ہیں ان سے مجھے بہت لطف آیا۔ آپ نے تحریر کیا ہے کہ عقیدہ و مسلک کے اعتبار سے حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی حیثیت ایک چٹان کی ہے۔ اس میں ذرہ بھر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ قرآنی علوم کی ریسرچ میں کوئی اور شخص حضرت مولانا کے بلند پایہ کو نہیں پہنچ سکا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۹۱۷ء میں جب انگریزی ترجمۃ القرآن ابھی شائع ہی ہوا تھا تو حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اس کی نسبت یہ الفاظ فرمائے:۔

It is a gold mine

یعنی یہ ترجمہ سونے کی ایک کان ہے اس میں سے جس قدر چاہو اخلاقی و علمی نکات نکالتے چلے جاؤ۔

اس میں کیا شبہ ہے کہ آج اگر کسی دینی مسئلہ پر روشنی ڈالنی منظور ہو تو آپ کو جو مدد حضرت مولانا مرحوم کے ترجمہ سے ملنی ممکن ہے وہ اور کسی جگہ سے نہیں مل سکتی۔ اس کی وجہ بھی صاف ظاہر ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کو جو مواقع قرآنی علوم میں ریسرچ کے لئے میسر آئے وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکے۔ مولانا مرحوم نے ترجمہ سے قبل جملہ تفاسیر و احادیث کا گہرا مطالعہ کیا۔ پھر موجودہ زمانہ کے اعتراضات پر آپ کو پورا عبور حاصل تھا۔ آپ ریویو آف ریلیجنز ایسے بلند پایہ انگریزی رسالہ کے دس سال تک ایڈیٹر رہے حضرت مجدد زمان و مسیح دوران کے جاری کردہ چشمہ علوم سے آپ خوب سیراب ہوئے۔ جیسے کہ اس امر کا اعتراف آپ نے ترجمہ کے دیباچہ میں کیا ہے۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کے وسیع مطالعہ و تبحر علمی سے متمتع ہوئے۔ پس ان جملہ خصوصیات کو اپنے اندر جمع کر لینے کے باعث آپ کی نظر علوم فرقانیہ پر بہت گہری اور پختہ ہو گئی تھی اس پختگی کی نظیر اس زمانہ میں ملنی مشکل ہے چنانچہ حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ دینی مسائل میں حضرت مولانا کی نظر نہایت صحیح اور صائب واقع ہوئی ہے جس میں کوئی دوسرا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

باطل عقاید کا مقابلہ

یہی وجہ ہے کہ جب ۱۹۱۱ء میں قادیان سے بعض اصحاب نے تکفیر کا فتویٰ جاری کیا تو حضرت مولانا مرحوم نے اسے ایک منٹ کے لئے قبول نہ کیا اور فوراً اس کی تردید پر کمربستہ ہو گئے اور آپ کے اس علمی تبحر کو حضرت مولانا نورالدین بھی خوب سمجھتے تھے چنانچہ مؤخرالذکر صاحب نے حضرت مولانا کو ہی مسئلہ کفر و اسلام کی حقیقت واضح کرنے کے لئے منتخب فرمایا۔ اسی طرح جب اسی زمانہ میں بعض اصحاب نے حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا محمد علی صاحب انگریزی ترجمہ کر رہے ہیں ہمیں اجازت ہو تو ہم اردو میں ترجمہ شروع کریں تو حضرت مولانا نورالدین نے فرمایا کہ اردو ترجمہ بھی مولانا محمد علی صاحب ہی کریں گے۔

ان مسائل کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں اگر دل صاف اور نیت نیک ہو۔ حضرت اقدس کا دعویٰ تجدید دین اسلام ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ آنحضرت صلعم کی نبوت کا ڈنکا بجانا اور قرآن کریم کی تعلیم پھیلانا نیز مسلمان قوم کی اندرونی امراض کی اصلاح اس تجدید کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ اب کیا کسی مخالف و موافق کو ان بنیادی امور میں کچھ شک ہو سکتا ہے؟ سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ آپ نے اپنی ذات و دعاوی کو کیوں پیش کیا؟ مخالف مولویوں کے برخلاف سخت رویہ کس لئے اختیار کیا؟ اور اپنی جماعت کو جمہور سے علیحدہ کرنے کے کیا وجوہ ہوئے؟

ان سوالات کا جواب دینے سے پیشتر پھر یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ کیا کسی وقت بھی حضرت مرزا صاحب نے قرآن کریم یا شریعت کے کسی ادنےٰ حکم کے ماننے سے انکار کیا؟ کیا کبھی آپ کا یہ عقیدہ ہوا کہ آپ کی ذات یا دعاوی موجب نجات ہیں؟ اگر ان سوالات کے جواب یقیناً نفی میں ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ نہ آپ اجرائے نبوت کے قائل تھے نہ تکفیر مسلمانان کے۔ اس لئے کہ ان کا قائل تو وہی شخص ہو گا جو دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کے لانے کا مدعی ہو یا مدعی وحی رسالت ہو اور جو اپنی ذات پر ایمان لانا جزو ایمانیات میں سے یقین کرتا ہو مگر آپ نے تو اپنی دس شرائط بیعت میں بھی اپنے ساتھ عقد اخوت باندھنے کا اقرار لیا۔ کیا عقد اخوت کا اقرار لینے والا کسی نبوت کا مدعی ہو سکتا ہے اور کیا وہ اپنے بھائی کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے سکتا ہے؟ شروع سے آخر تک آپ کے عقاید یہی رہے اور جن کی متعدد تحریریں و تقریریں گواہ ہیں۔

"میرے نہ ماننے سے کوئی شخص
کافر یا دجال یا دائرہ اسلام سے
خارج نہیں ہوتا"

نبوت کے بارہ میں ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں۔

"وحی نبوت آدم صفی اللہ سے
شروع ہوئی اور آنحضرت صلعم
پر ختم ہو گئی"

آخری کتاب میں تحریر فرما گئے:۔

"وعلیہ انقطعت
سلسلة المرسلین"

اب یہ امور بنیادی و اصل الاصول ہیں ان کے تسلیم و اقرار سے کبھی کسی وقت بھی حضرت اقدس نے انکار نہیں کیا۔ تو پھر الجھاؤ کیوں پیدا ہوا؟ اور مخالفوں و موافقوں کو غلطی کیسے لگ گئی؟ اس کے جواب میں ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے یعنی یہ کہ حضرت اقدس محض مسائل و اصول کو واضح کرنے نہ آئے تھے بلکہ مسلمان قوم کی عملی زندگی کی اصلاح کیلئے بھی مبعوث ہوئے تھے اس لئے جو باتیں بظاہر اختلافات کا باعث معلوم دیتی ہیں ان سب کے پیچھے صرف یہ حقیقت ہے کہ مقصد ان سے قوم کی عملی زندگی کی اصلاح ہے مثلاً اپنی ذات و دعاوی کو پیش کرنا اور ان پر تحدی۔ مطلب اس سے یہ نہیں ہے کہ خود آپ کی ذات موجب نجات بن گئی بلکہ مقصد یہ ہے کہ چونکہ قوم کی حالت آنحضرت صلعم سے دوری و مہجوری کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ آنحضرت صلعم پر وہ ایمان و یقین جو عملی زندگی میں تبدیلی پیدا کر دے ممکن نہیں جب تک آنحضور صلعم کے سچے خادم سے تعلق نہ لگایا جائے۔ اب غور کرو کہ کیا یہ ایک حقیقت نہیں؟ کیا یہ تاریخ نہیں کہ مجدد وقت سے تعلق پیدا کرنے والے نہ صرف خود یقین و ایمان اور عملی تبدیلی کا نمونہ ہو گئے بلکہ دوسری قوموں میں دین اسلام پر یقین پیدا کر گئے ویسا ہی کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ تعلق نہ پیدا کرنے والے یقین و ایمان اور عملی زندگی میں تبدیلی کے اس اعلیٰ درجہ سے محروم رہے؟

تکفیر کے مسئلہ کو لے لیجئے۔ حضرت اقدس نے ہمیشہ یہ فرمایا کہ ننانوے وجوہ کفر کی ہوں مگر صرف ایک وجہ اسلام کی ہو تو انسان دائرہ اسلام کے اندر ہوتا ہے اور ہر دم مکفر مولویوں کو ملعون کیا تکفیر کی مرض سے ہمیشہ بیزاری ظاہر فرمائی۔ جب ان امور کی وضاحت کے باوجود مکفرین تکفیر سے باز نہ آئے تو اس مرض کی روک تھام کے لئے یہ کہا کہ مکفر پر کفر بروئے حدیث لوٹ کر ڈالا جاتا ہے۔ اب خدارا غور کرو کہ یہ مسلک تکفیر کو روکتا اور قوم کی سب سے بڑی مرض کا مداوا ہے یا کہ خود تکفیر کا ارتکاب؟

اگر قوم نے مصلح وقت کے علاج کو آزمایا ہوتا اور مکفرین سے بیزاری و علیحدگی اختیار کی ہوتی تو آج پاکستان کی مملکت کو مصائب پیش نہ آتیں۔

نوائے وقت کا اعتراض

اخبار نوائے وقت نے بجا طور پر یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ جماعت احمدیہ اگر دوسروں کو مسلمان گردانتی ہے تو ان سے اسلامی تعلقات کیوں نہیں لگاتی؟ یہ امر بالکل صحیح و جائز ہے۔ حضرت اقدس نے کبھی غیر از جماعت سے اسلامی تعلقات پیدا کرنے سے منع نہیں فرمایا۔ نہ ہی کبھی فتویٰ دیا کہ جو مجھے نہیں مانتا دین کے دائرہ سے خارج ہو جانے کے باعث اسلامی تعلقات اس سے رکھنا حرام و ناجائز ہیں۔ مکفر مولویوں کے برخلاف بیزاری کی حکمت بتلائی جا چکی ہے کہ اس سے مراد قوم کے اندر سے مرض تکفیر کو روکنا تھا نہ کچھ اور۔ اور یہ بھی خود حدود شریعت کے اندر رہ کر۔ لیکن تکفیر کی مرض کے علاوہ ایک اور خطرناک مرض قوم میں موجود ہے۔ اور وہ ہے بزدلی و نفاق، اور اعلان حق سے گریز کی مرض۔

آج پاکستان میں سب سے بڑی مشکل کیا نظر آتی ہے؟ یہی کہ چند اشخاص تو قوم کی بربادی و تباہی کے مرتکب ہوتے ہیں لیکن جو لوگ ان سے متفق نہیں ہوتے وہ بھی یا دبے دل میں تنہا سمجھتے ہیں

خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ بد دیانتی، بد اخلاقی، رشوت ستانی کے امراض کے ترقی پذیر ہونے کا صرف یہی ایک بنیادی سبب ہے۔ یہ وہ بات ہے جس کا رونا "نوائے وقت" نے بار بار رویا ہے۔

جب کچھ عرصہ تک جماعت احمدیہ پر بے جا ظلم و تعدی سے مخالفت باز نہ آئے اور وہ لوگ خاموش رہے جو اس بات کو دل سے برا سمجھتے تھے کہ ایسا کرنا ناروا و ناواجب ہے تو اس وقت حضرت اقدس نے یہ کہا کہ میں تو ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتا ہوں اور اس سے اسلامی تعلقات قائم کرنا جائز قرار دیتا ہوں لیکن مکفرین کو چھوڑ باقی فہمیدہ و سنجیدہ طبقہ پر کیا یہ فرض نہیں کہ وہ بھی ہماری جماعت کو مسلمان سمجھیں؟ پس اگر ایسے لوگ ہوں جو ہمیں مسلمان سمجھنے کا اعلان کریں تو بعد اس کے مجھ پر حرام ہوگا کہ میری جماعت ان سے جملہ اسلامی تعلقات نہ قائم کرے۔

اب جائے غور ہے کہ کیا یہ تعلقات کی علیحدگی اسی لئے بادل نخواستہ گوارا نہیں کی گئی تاکسی طرح قوم میں ہمت و جرأت اور حق گوئی پیدا ہو؟ ظلم و تعدی سے بیزاری کا اعلان ہوتا اس کے مرتکب ختم ہوں؟ بھلا سوچو کہ اگر مسیح وقت کے علاج پر مسلمان عمل پیرا ہوتے تو یہ مصیبت کبھی پیش آتی کہ ایک بھائی پر صریح ظلم ہوتے دیکھ کر باقی لوگ اپنی عافیت اسی میں دیکھتے کہ ظلم کو ظلم یقین کر لینے کے باوجود اس پر سے خاموشی سے گذر جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی مہلک مرض یہی بات ہے کہ وہ اپنوں میں ناحق و ناجائز بات کو دیکھ کر ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

"نوائے وقت" نے اگر واقعی مصالحانہ قدم اٹھانا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ طرفین سے مخاطب ہو اور یہ کہے کہ جہاں قادیانی اصحاب اجرائے نبوت و تکفیر سے باز آئیں تو وہاں دوسری طرف مولانا حضرات بھی حضرت اقدسؑ و جماعت احمدیہ کی تکفیر سے توبہ کریں۔ اس کے بعد وہ فضا پیدا ہوگی جس سے آپس میں تعلقات قائم کرنے میں کسی کو کوئی عذر نہیں ہوگا۔ لیکن اغلباً "نوائے وقت" بھی اسی میں اپنی عافیت دیکھتا ہے کہ وہ یکطرفہ خطاب کرے۔

ذہنی و روحانی غلامی کی لعنت

موجودہ زمانہ میں مسلمان قوم کی امراض دو گونہ ہیں مثلاً ایک طرف تو یہ انتہا ہے کہ نہ مامور وقت کو شناخت کریں گے نہ اسے تسلیم کر کے اس کی سچی اطاعت کا دم بھریں گے مگر دوسری انتہا یہ ہے کہ غیر مامور پیروں کی ایسی اطاعت بجا لائیں گے کہ واقعی انہیں خدائی کا درجہ دے دیں گے، پیر صاحب کیسی ہی ناجائز و ناحق کارروائی کے مرتکب ہوں اور کیسے ہی واضح خلاف شرع امور کرنے والے ہوں، کوئی ان سے نہ پوچھے گا نہ بیزاری ظاہر کرے گا۔

ایسا ہی حال باقی لیڈروں و علماء کا۔۔۔۔۔ ہے جب کسی لیڈر کو ماننے پر آئیں گے تو اسے آسمان پر چڑھا دیں گے، معصوم عن الخطا یقین کر لیں گے اور اگر کوئی شخص لیڈر میں کسی کمزوری کو تسلیم کرے تو اسے گردن زدنی و لعنتی قرار دیں گے کہ اس نے کیوں ان کے محبوب لیڈر کو بشری کمزوری کا مرتکب سمجھا۔ لیکن دوسری جانب جب انتہا کو جائیں گے تو اسی لیڈر کو شیطان، ملعون سے کم نہ جانیں گے۔

جب قوم کے توازن و اعتدال میں ایسی خرابی ہو اس وقت ان میں صالح اجتماعی نظام پیدا نہیں ہو سکتا۔ نظام کا محوری نقطہ امر معروف میں اطاعت ہے اور انفرادیت کو ترک کر دینا ہے لیکن اگر لیڈر و علماء جمہور کی غیر مشروط اطاعت کا ناجائز استعمال یعنی خود غرضی پر آتر آئیں تو وہی اطاعت پیر پرستی کی گندی سے گندی اور بھیانک سے بھیانک صورت اختیار کر جاتی ہے

اسلامی نظام کی روح رواں

یہ نہ ہو سکتا تھا کہ ایک مصلح ربانی حضرت مسیح موعودؑ ایسی عظمت کا مبعوث ہو اور وہ مسلمان قوم کی اس سب سے بڑی ضرورت یعنی صحیح اسلامی نظام کے قائم کرنے کی طرف توجہ نہ دے۔ چنانچہ عین خلافت اسلامیہ کی اتباع کرتے ہوئے حضرت اقدسؑ نے جماعت احمدیہ کے انضباط کے لئے اپنی "الوصیت" میں ایک نظام قائم کیا اور فرمایا:-

> "انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے"

پھر فرمایا کہ:-

> "چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اسے دنیاداری کے طریقوں سے پاک رہنا ہوگا"

اپنی زندگی کے بعد جس نظام کو جماعت کے لئے پسند فرمایا اسے اپنی حیات میں ہی قائم کر دیا۔ چودہ چیدہ ممبروں کو جماعت میں سے منتخب کر کے ان کے سپرد جماعت کا سارا کاروبار کر دیا۔ ایک موقعہ پر جب کسی معاملہ میں صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں کے مابین اختلاف ہوا اور معاملہ حضرت اقدسؑ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے اس پر یہ رولنگ دیا:-

> "میری تو یہی رائے ہے کہ جس امر پر اتفاق ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہئے اور کثرت رائے ہو جائے تو وہی قطعی اور صحیح سمجھی جانی چاہئے"

> "میرے بعد ہر امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا"

گویا جماعت کے جس نظام کو آپ نے قائم کرنا چاہا تھا اسے اپنی زندگی میں ہی ہر پہلو سے مکمل کر دیا اور کوئی گنجائش شک و شبہ کی نہ چھوڑی۔

موجودہ مسلمان قوم کی امراض میں سے ایک بڑی مرض کا یہ ایک قطعی و حتمی علاج ہے کیونکہ یا تو جمہور کسی نظام کے پابند نہیں ہوتے اور اگر اطاعت کرتے ہیں تو غیر ماموروں کو خدا کا درجہ دے دیتے ہیں اور جب لیڈر مسئول پوزیشن اختیار کر لیتے ہیں تو اپنے پیروؤں پر ایسی غلامی و ذلت وارد کرتے ہیں کہ یہود یوں کے علماء اور عیسائیوں کے پاپاؤں کے کان کترتے ہیں جن کی نسبت قرآن کریم میں یہ ارشاد وارد ہوا:-

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ اپنے احبار و علماء کو انہوں نے خدا کے سوا اپنا رب مان لیا۔

سیاسی غلامی کی لعنت سے بڑھ کر روحانی غلامی کی لعنت ہے جس سے انسان نہ صرف اپنا جسم بلکہ اپنا ذہن و روح بھی بیچ ڈالتا ہے اور عبودیت کا وہ حق جو صرف خدائے واحد کو سزاوار ہے غیر اللہ کو سونپ دیتا ہے، ایسے ماحول میں نہ آزادی و علم پنپ سکتے ہیں نہ اخلاق و روحانیت ترقی پذیر ہو سکتے ہیں — توہم پرستی، جہالت، خوش اعتقادی اندھا دھند تقلید جیسے مصائب پیدا ہو جاتے ہیں انسان حیوان لایعقل ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ جہاں قرآن کریم اور آنحضرت صلعم نے انسان کو ایسی لعنتی غلامی سے آزادی بخشی وہاں خلفاء راشدین نے باوجود طاقت و جبروت کے آزادی کے اس حق کو قائم رکھا اور خود ہی اعلان کیا کہ ہم تم پر حاکم تو ہیں اور تمہیں ہماری اطاعت واجب تو ہے مگر یہ صرف اس وقت تک ہے جب تک ہم خدا و رسول کے مطیع ہوں۔ اگر ہم خدا اور رسول کی اطاعت سے باہر جائیں تو تمہیں ہماری اطاعت واجب نہیں۔ گویا اسلام میں خلیفہ جو دینی و دنیاوی امور کا حاکم ہے خود مسئول بھی ہے۔ جن پر وہ حاکم ہے انہی کے سامنے وہ جوابدہ بھی ہے، جمہور کی رائے سے اگر وہ حاکم منتخب کیا جاتا ہے تو انہی کی اتفاق رائے سے اسلام کے بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی کرنے میں معزول بھی ہو سکتا ہے۔

یہ ایک ایسا محکم اصول جماعتی نظام کا ہے کہ جس سے ایک صالح و مستقل ادارہ معرض وجود میں آتا ہے اسی زرین اسلامی اصول کو حضرت اقدسؑ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں صدر انجمن احمدیہ کی شکل میں زندہ کیا۔ مگر افسوس کہ اسی کو ۱۹۱۴ء میں قادیان میں دفن کر دیا گیا۔

دراصل تکفیر و اجرائے نبوت کے عقائد بھی جماعت میں اختلاف کی اصل بنیاد نہیں نہ اصل تفریق کا باعث۔ بلکہ اصل بنائے تنازع و فساد احمدیہ جماعت میں یہی نظام کا سوال ہوا۔ ایک گروہ کا دلی مدعا یہ تھا کہ آمرانہ و غیر مسئول قیادت قائم کی جائے مگر حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی بالغ نظر اور اصول اسلام کی صحیح صحیح شناخت عقل نے بھانپ لیا کہ اس خطرناک رجحان کے نتائج ہرگز صحیح نہ ہوں گے۔ چنانچہ ۱۹۰۹ء میں ہی جب غیر ذمہ دارانہ قیادت کی نداء بلند ہوئی اسی وقت حضرت مولانا مرحوم نے اس کے خلاف آواز اٹھائی گو اس بات میں حضرت مولانا نورالدینؓ سے بھی آپ کو اختلاف کرنا پڑا لیکن اس کی بھی مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے پروا نہ کی، اجرائے نبوت کا عقیدہ گھڑا گیا اور ۱۹۱۵ء میں حضرت اقدس کی طرف تبدیلی عقیدہ کا ناپاک باطل افتراء کھڑا کیا گیا۔ حالانکہ اگر محض اعتقادات میں غلو کا سوال ہوتا تو اس کی ترتیب عین برعکس ہونا چاہیئے تھی یعنی یوں کہ پہلے یہ عقیدہ بنتا کہ حضرت اقدسؑ نے نبوت میں تبدیلی کر کے اجراء نبوت کو مانا پھر اس کے نتیجہ میں تکفیر کا مسئلہ وجود میں آتا اور پھر آخر ایک نبی کا جانشین ایک خلیفہ بنایا جاتا۔ اگرچہ یہ بات کسی بھی پہلو ثابت نہیں کی جا سکتی کہ بالغرض حضرت اقدس نبی ہی سہی اور آپ کے جانشین خلیفہ ہی سہی تب بھی ان خلفاء کا غیر مسئول و غیر جوابدہ ہونا کیونکر درست ہو گیا جبکہ خود آنحضرت صلعم کے خلفاء حقیقی بھی غیر مسئول نہ تھے۔

باطل عقائد کی ترویج اور آمرانہ قیادت

تکفیر و اجرائے نبوت اور حضرت اقدسؑ کی جانب تبدیلی عقیدہ کے عقاید بھی کبھی جماعت احمدیہ قادیان میں قبولیت حاصل نہ کرتے اگر نظام جماعت کی اصل بنیاد برقرار رہتی یعنی یہ کہ قاید کی اندھا دھند تقلید خلاف اسلام و خلاف "الوصیت" ٹھہرتی۔ کون احمدی ہے جو حضرت اقدس کی طرف تبدیلی عقیدہ ایسا گھناؤنا مسئلہ منسوب کرنے کو تیار ہے؟ کون یہ تسلیم کرنا چاہتا ہے کہ کلمہ گوؤں کی تکفیر کے گناہ کبیرہ سے اپنے ضمیر کو داغدار کرے؟ کون یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ جبکہ دین وہی، قبلہ و کعبہ و جملہ احکام وہی ہیں، حضرت اقدسؑ صرف مدعی وحی ولایت ہیں نہ کہ وحی رسالت، اقرار بیعت میں ۔۔۔۔۔ صرف عقد اخوت کا ہے تو یہ تو صرف لفظ نبی کا استعارۃً و مجازاً

(باقی پر صفحہ ۱۲ کالم ۱)

خلافِ قانون

حکومت پنجاب نے "مجلس احرار اسلام" کو قانونِ فوجداری (ترمیم شدہ) کی دفعہ ۱۶ کے تحت خلافِ قانون قرار دے دیا ہے۔ اگرچہ حکومت نے یہ قدم بہت دیر سے اُٹھایا ہے تاہم اس کے معقول اور صحیح ہونے میں شبہ نہیں ہو سکتا "مجلسِ احرار اسلام" کے پیشِ نظر مسلمانوں کی مذہبی اور قومی خدمت کسی زمانے میں بھی نہیں رہی۔ وہ خالص کاروباری اغراض کے ماتحت معرضِ وجود میں آئی تھی۔ اور یہی جذبہ آخر دم تک اس کی سرگرمیوں میں کارفرما رہا۔ چنانچہ ہمیں تو یاد ہے کہ سر فضل حسین کے زمانے میں کانگرس کے چند پٹے ہوئے مہرے مولانا ظفر علی خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہنے لگے کہ ہندوستان کی اسلامی زندگی میں تو ہمارے لئے کوئی گنجائش نہیں رہی۔ اس لئے کوئی ایسا طریقہ بتائیے کہ ہم کانگریس سے بھی پوری طرح فائدہ اُٹھا سکیں اور مسلمان بھی ہم سے برگشتہ نہ ہوں۔ مولانا ظفر علی خاں کو ان دنوں خود بعض ایسے آدمیوں کی تلاش تھی جو کانگریس میں گھستے ہوئے ان کے وقار کو سنبھالا دے سکیں۔ چنانچہ انہوں نے فوراً مشورہ دیا کہ ایک ایسی ٹولی بناؤ جو ایک مخصوص فرقہ کے خلاف ہنگامہ برپا کر سکے اس طرح نہ صرف مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کر کے ان کو مسلم لیگ اور یونینسٹ پارٹی سے بدظن کیا جا سکے گا۔ بلکہ پانچوں گھی میں بھی رہیں گی۔ چنانچہ چودھری افضل حق، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مظہر علی اظہر مولوی حبیب الرحمان اور اسی قسم کے کانگرسی نیشنلسٹوں کی امداد سے "مجلس احرار اسلام" کی بنیاد رکھ دی گئی اس جماعت نے ایک طرف تو کانگریس کو یقین دلایا کہ وہ مسلمانوں میں "مذہبی منافرت" کی آگ بھڑکا کر ان کو مسلم لیگ میں شامل ہونے سے روکے گی دوسری طرف مسلمانوں میں پروپیگنڈا کیا کہ وہ ایک خالص "تبلیغی جماعت" ہے جس کا مقصد "رشد و ہدایت" کے سوا کچھ نہیں۔ مسلمان ہمیشہ سادہ دل رہے ہیں وہ اس دام ہم رنگ زمین میں بہت جلد گرفتار ہو گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جن کو کوئی منہ لگانے کو تیار نہ تھا اب "نیشنلسٹ لیڈر" کہلانے لگے۔

ادھر مجلس احرار کے چہرے پر چونکہ "تبلیغ اسلام" کا دلفریب پردہ پڑا ہوا ہے اس لئے عوام ان کے گھناؤنے عزائم سے آگاہ نہ ہو سکے لیکن جب مسلم لیگ نے تحریک پاکستان کا آغاز کیا تو احراری خود بخود بے نقاب ہو گئے۔ وہ ہندو کانگریس کے اشارے پر لنگوٹی میں پھاگ کھیلنے لگے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ جب تک ان کے دم میں دم ہے وہ قائد اعظم کو پاکستان کی "پ" بھی بنانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو اپنے نقطہ نگاہ پر اس درجہ اعتماد تھا کہ انہوں نے ایک تقریر میں کہا کہ اگر پاکستان بن گیا اور میں اس وقت تک زندہ رہا تو میری لاش کو بے شک قبر سے اکھاڑ کر میری داڑھی گدھے کے پیشاب سے مونڈ دینا ــــــ یہی حال دوسرے احراری کلے بازوں کا تھا وہ خضر حیات اور گوپی چند بھارگو کی سرپرستی میں مسلم لیگ کو برابر للکارتے رہے، اور انہوں نے پاکستان کے خلاف اتنا زہر اُگلا کہ اگر مسلمان عوام کا سیاسی شعور بلند نہ ہو چکا ہوتا تو شاید ان میں سے اکثر کی ذہنیت مسموم ہوئے بغیر نہ رہتی لیکن ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ احراریوں نے پاکستان کے قیام کے بعد بھی اپنے آپ کو نئے تقاضوں کے مطابق نہ ڈھالا اور پگڑی بچانے کے لئے زیادہ سے زیادہ یہ کیا کہ اپنا چولہ بدل لیا ان میں سے بعض تو مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ اور بعض نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ اپنے سیاسی موقف سے دستبردار ہو کر اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے وقف کرتے ہیں لیکن جب پاکستان میں زیادہ تر مسلمان ہی آباد تھے تو ان کو "تبلیغ" کہاں اور کس کو کرنا تھی؟ اس کا جواب اس وقت تک نہ مل سکا جب تک عوام کی آنکھیں خود بخود نہ کھل گئیں ادھر بدقسمتی سے مسلم لیگ میں بعض اقتدار پسند لوگ بھی گھس آئے تھے جن کی قیادت کے فرائض میاں ممتاز دولتانہ نے ادا کئے جب انہوں نے دیکھا کہ خان ممدوٹ کی موجودگی میں پنجاب میں کسی اور لیڈر کی دال نہیں گل سکتی تو انہوں نے غیر ملکی عناصر سے پینگیں بڑھانا شروع کر دیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جو دہلی دروازہ کے سامنے سرکلر روڈ پر جوتے چٹخارتے پھرتے تھے یکایک اہمیت اختیار کرنے لگے۔ آخر جب میاں ممتاز دولتانہ برسرِ اقتدار آئے تو احرار کو بھی پر پرزے نکالنے کا موقع ملا اور انہوں نے ایک روزنامے کی امداد سے ان تمام جماعتوں کو اپنے ساتھ ملا لیا جن کو عوام تحریک پاکستان ہی کے زمانے میں دھتکار چکے تھے اگر پنجاب میں کوئی فرض شناس حکومت ہوتی تو وہ خطرے کو بروقت بھانپ کر اس فتنے کا سر اُسی وقت کچل دیتی لیکن جہاں اقتدار طلبی کی جنگ جاری ہو وہاں تخریب پسند عناصر کی حوصلہ افزائی کیوں نہ کی جائے؟ میاں ممتاز دولتانہ کی بزدلانہ رواداری کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی فتنہ جس کی چنگاریاں تحریک پاکستان کے زمانہ میں خاکستر ہو کر دب چکی تھیں قیامت بن کر دوبارہ بھڑک اُٹھا۔ ملک فیروز خان نون کی وزارت مستحقِ مبارکباد ہے، کہ اس نے مجلسِ احرار کو خلافِ قانون قرار دے دیا ہے۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس "احراری ذہنیت" کا بھی خاتمہ کیا جائے جو گذشتہ دو تین برس کے مسلسل پروپیگنڈے نے سادہ دل عوام کے ایک حصہ میں پیدا کر دی ہے۔ اس غرض کے لئے مسلم لیگ کو آگے بڑھنا چاہیئے اس کا فرض ہے کہ وہ عوام کے ذہن سے "انتہا پسندی" کے عناصر کو خارج کر کے ان کو سیدھی سادی اسلامی زندگی بسر کرنے کی ترغیب دے ورنہ اندیشہ ہے کہ جن چنگاریوں کو وقتی طور پر خاموش سمجھ لیا گیا ہے وہ موقع پاتے ہی از سرِ نو شعلہ زن ہو جائیں گی، اور اس کے بعد معاملہ محض ہنگامہ تک محدود نہیں رہے گا۔ بلکہ اس کی آندھی "اسلامی جمہوریت" کے اس چراغ کو بھی گل کر دے گی جس کو روشن رکھنے کا فرض پاکستان نے اپنے ذمہ لیا ہے ٭ (ملت) ۸ جولائی ۵۳ء

ایورسٹ کی مہم

کوہ ایورسٹ کی مہم سر ہو گئی۔ اور ترقی یافتہ انسان کے قدم بالآخر سالہا سال کی جدوجہد کے بعد دنیا کی سب سے اونچی برفانی چوٹی تک پہنچ گئے۔ مغربی سلاسل پریس اس خوشخبری اور اس کی تفصیلات سے ملکہ برطانیہ کے جشنِ تاجپوشی کی تفصیلات سے گونجتا رہا۔ گویا ان دونوں دنیا کے اہم ترین واقعات یہی دو تھے یہاں اس بحث میں نہ پڑیئے کہ انسانیت کے کونسے مسائل کا حل اس مہم کی سرانجامی پر معلق تھا اور ان سوالات میں نہ جایئے کہ اگر اس چوٹی تک رسائی نہ ہوتی تو انسان کے کون سے رُوحانی، اخلاقی، معاشری فرائض نامکمل رہے جاتے تھے؟ یا اس دریافت سے اس کی کونسی معاشری، مادی، جسمانی مشکلات ختم ہوئی جاتی ہیں۔ کام کی چیز اور رشک کے قابل ان "پہاڑیوں" کی صرف ہمت، عزم، ولولہ و جذبہ عمل ہے۔ بڑی سے بڑی سختیاں اُٹھائیں، کڑی سے کڑی مصیبتیں جھیلیں، راحت و آرام کیا معنی جان تک کو خطرہ میں بار ہا ڈالا۔ اور آخر اپنے مقصود کو پہنچ کر ہی دم لیا ــــــ نفس عزم و استقلال بھی، بشرطیکہ کسی جائز مقصد کے لئے ہو، قابل عزت و لائق تحسین ہوتا ہے۔ (صدق جدید)

(بقیہ صفحہ ۱)

استعمال ہے تو کچھ اور ؟ لیکن کیا کیا جائے جب بیعت خلافت ہو چکی اور قائد سے اختلاف ناجائز ہو۔

غرضیکہ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کا اصل کارنامہ جو باطل عقاید تکفیر و اجراء نبوت سے بڑھکر ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے مسلمان قوم کی سب سے مہلک مرض پیر پرستی و انسان پرستی کو جو دوبارہ جماعت احمدیہ میں عود کر آئی تھی اُکھاڑ پھینکا۔ آپ ہے تو یہ فرمایا ہے کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی مثال لوطرس سے ہے کہ جس پر حضرت عیسےٰ نے اپنے کلیسا کی بنیاد ڈالی کو کھڑا کیا تھا مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑھکر ایک مقام حضرت مولانا کو حاصل ہے اور وہ یہ کہ عیسائیت میں مارٹن لوتھر نے انسانی حقوق کی آزادی اور کلام الٰہی سے استفادہ کے حق کی جو تحریک صدیوں بعد جاری کی تھی جسکو پاپائیت کی تاریک گھٹاؤں نے مغربی ذہنوں اور روحوں کو صدیوں تک ماؤف بنائے رکھا تھا اس سے بڑھکر ایک تحریک کی قیادت جماعت احمدیہ لاہور کی شکل میں حضرت مولانا مرحوم کو نصیب ہوئی۔ اور اس میں کچھ بھی شبہ نہیں کہ جس طرح قادیانی عقاید خدا تعالےٰ کے زبردست حملوں سے پاش پاش ہو چکے ہیں اسی طرح ان کا باطل نظام بھی قائم نہیں رہے گا۔ بلکہ اس ایک وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ مسیح محمدی۔ مسیح موسوی سے افضل ہے کہ وہاں جو تحریک ذہنوں اور روحوں کی آزادی اور کلام اللہ کے حق ترجمہ کی صدیوں بعد وجود میں آئی وہ تحریک اسلام میں جلدی نمودار ہو گئی اور اس کی قیادت کا سہرا حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے سر باندھا گیا۔ بس میں آپ سے بکلی متفق ہوں کہ حضرت محمد علی صاحب مرحوم عقائد و مسائل میں ایک چٹان تھے جو ان سے ٹکرائے گا وہ یقیناً پاش پاش کیا جائے گا۔

عامر بن شراحیل الشعبی

(بقیہ از صفحہ ۵)

نہیں ہے البتہ میرا یہ مشورہ ہے کہ تم چلے آؤ اور بار عام کے وقت امیر کے سامنے دفعۃً جا کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے معذرت پیش کرو۔ اس کا میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم مجھے جس چیز کا شاہد بناؤ گے میں تمہاری صفائی میں گواہی دوں گا۔

شعبی نے اس مشورہ پر عمل کر کے اپنے آپ کو حجاج کے سامنے پیش کیا حجاج نے دیکھتے ہی کہا اخاہ شعبی ہیں! پھر ان کے سامنے اپنے تمام احسانات جو ان پر کئے گئے تھے گنائے۔ شعبی ہر احسان کا اقرار کرتے جاتے تھے بالآخر شعبی کے اعتراف انفعال پر حجاج نے ان کی خطا معاف کر دی۔ (ابن سعد)

عمر بن عبد العزیز نے انہیں قضاء کے عہدہ پر مامور کیا تھا۔

وفات

ستر سال کی عمر پاکر سنہ ۱۰۴ھ میں انتقال فرمائے۔

ضروری اعلان

مانسہرہ سے ایک بزرگ نے اطلاع دی ہے کہ ایک شخص خادم حسین نام جو اپنے آپ کو ۸۔۷۔۰ ۔ کا لفٹننٹ بتاتا ہے، مولانا محمد یار صاحب کے حوالہ سے اور اپنے آپ کو احمدی ظاہر کر کے احباب جماعت سے چندہ مانگتا ہے۔

احباب سے درخواست ہے کہ وہ اسے ہرگز ہرگز چندہ نہ دیں۔ حلیہ یہ ہے:۔ چہرہ پر چیچک کے داغ اور لمبا قد۔

تحقیقاتی عدالت نے انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کو فریق نامزد کر دیا

مولانا مودودی کو میانوالی جیل سے لاہور لایا جائے گا۔

لاہور ۸ جولائی۔ احمدیوں کے خلاف تحریک اور پنجاب کے فسادات کی تحقیقات کرنیوالی عدالت نے پنجاب کے ایڈووکیٹ جنرل کو ہدایت کی ہے کہ جماعت اسلامی کے جو کاغذات اس وقت مارشل لاء کے حکام یا پولیس کی تحویل میں ہیں انہیں عدالت میں پیش کرنے کے انتظامات کئے جائیں۔

عدالت نے جو لاہور ہائیکورٹ کے جسٹس مسٹر محمد منیر اور مسٹر جسٹس کیانی پر مشتمل ہے فیصلہ کیا کہ جونہی یہ کاغذات عدالت کے پاس آئیں انکے معائنہ کے احکام جاری کر دیئے جائیں گے۔ یہ فیصلہ مولانا مودودی کے وکیل مسٹر غیاث محمد کی طرف سے درخواست کی سماعت کے بعد کیا گیا۔

عدالت نے امیر جماعت اسلامی مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کے میانوالی جیل سے لاہور سنٹرل جیل میں منتقل کئے جانے کا حکم بھی دیا ہے۔ حکومت پنجاب کو ہدایت کی گئی ہے کہ مولانا موصوف کی لاہور میں آمد پر عدالت کو مطلع کیا جائے۔ مسٹر غیاث محمد کو اختیار دیا گیا کہ وہ عدالت سے مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کے انٹرویو کے لئے درخواست کر سکتے ہیں تاکہ مولانا موصوف احمدیوں کے خلاف ایجی ٹیشن کے متعلق اپنا نقطۂ نگاہ کی وضاحت کے لئے تحریری بیان تیار کر سکیں، واضح رہے کہ غیاث محمد نے عدالت سے درخواست کی تھی کہ مولانا مودودی کو میانوالی جیل سے لاہور منتقل کیا جائے اور انہیں اس ریکارڈ کو دیکھنے کی اجازت دی جائے جو مارشل لاء کے حکام یا پولیس کے قبضہ میں ہے۔

عدالت نے یہ تجویز بھی منظور کر لی کہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کو بھی فریق بنا لیا جائے اور اسے ۱۳ جولائی تک تحریری بیان داخل کر دینے کا حکم دیا جائے انجمن کی شمولیت سے ان جماعتوں کی تعداد جو کارروائی میں فریق بنائی گئی ہیں نو تک پہنچ گئی ہے ان فریقوں کے نام یہ ہیں۔ پنجاب کی صوبائی حکومت۔ مسٹر تاج الدین صدر مجلس احرار اسلام لاہور۔ مرکزی انجمن احمدیہ ربوہ۔ پنجاب صوبائی مسلم لیگ لاہور۔ جماعت اسلامی لاہور۔ مجلس تحفظ ختم نبوت۔ مجلس عمل مسجد وزیر خان کی انتظامیہ کمیٹی یا متولی۔ مولانا محمد خلیل خطیب مسجد وزیر خان۔ اور انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۴۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم — تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

لوائے ماپنہر سعید خواہد بود — بندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے — چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے — ۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے — ۱۲ شلنگ

ایڈیٹر: محمد آصف بی اے

جلد ۴۱ — یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۱ ذیقعد ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۵۳ء — نمبر ۲۶

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ختمِ نبوّت

(۱) ماکان محمد ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا، یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ — ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۴

(۲) ایسا ہی آپ نے لانبی بعدی کہکر کسی نئے نبی یا دوبارہ آنے والے نبی کا قطعاً دروازہ بند کر دیا ہے۔ — ایام الصلح صفحہ ۱۵۲

(۳) ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی موت کو ہی چاہتا ہے کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے — ایام الصلح صفحہ ۱۴۶

(۴) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس اُمّت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا ہو۔ — نشان آسمانی صفحہ ۳۰

خدا تعالیٰ نے اللہ کے نام کی قرآن شریف میں یہ تعریف کی ہے کہ اللہ وہ ذات ہے جو ربّ العالمین اور رحمٰن اور رحیم ہے جس نے زمین اور آسمان کو چھ دن میں پیدا کیا اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔ — حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۱

آنحضرت نے بار بار فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لانبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلعم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔

(حاشیہ کتاب البریہ صفحہ ۱۸۴)

ہماری ڈاک

مکتوبِ امریکہ

محبی و شفقی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

اٹھارہ جون کو محی الدین صاحب آف فجی طالبعلم سان فرانسسکو سٹی کالج کی معیت میں دس بجے شب بذریعہ گرے ہاونڈ بس لاس اینجلس روانہ ہو گیا اور دوسرے دن ساڑھے نو بجے منزل مقصود پر پہنچ گیا ہمارے نومسلم بھائی محمد شریف بس ڈپو پر خوش آمدید کہنے کے لئے موجود تھے۔ انہی کے ساتھ ہم اپنی نومسلم بہن نصیرہ عمر کے مکان پر گئے۔ یہیں ہمارے قیام کا انتظام تھا اور یہیں مجھے محمد شریف اور نصیرہ عمر کو عقد نکاح میں منسلک کرنا تھا۔ اسی شب کو یہ سنت بھی بخیر و خوبی سر انجام پا گئی۔ دولہا اور دلہن دونو کے والدین اور دوسرے اقربا ابھی تک مشرف باسلام نہیں ہوئے۔ حسب معمول حاضرین میں اسلامی لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

بیس جون کو محمد بشیر لہر اپنی کار لے کر ہماری قیامگاہ پر آ گئے، محی الدین صاحب کی لاس اینجلس آنے کی یہ پہلی فو بتھی اس لئے قدرتاً ان کی خواہش تھی کہ وہ اس شہر سے جہاں تک ممکن ہو واقفیت حاصل کریں، محمد بشیر صاحب نے ان کی یہ خواہش پوری کر دی اور یہاں کے ضروری مقامات اور تفریح کی جگہیں انہیں دکھا دیں۔

اسی دن ہم مسٹر [illegible] سے ملنے گئے۔ انہیں مشرف باسلام ہوئے ابھی پانچ چھ مہینے ہوئے تھے مگر ان کی باتیں ایسی ہیں جیسے کسی ایسے مسلمان کی جس نے اپنی تمام عمر اسلامی ماحول میں گذار دی ہو آج کل بیچارے ذرا پریشان خاطر ہیں ان کی اہلیہ محترمہ کی صحت بہت خراب ہے اور انہیں اپنا تمام وقت ان ہی کی تیمار داری میں صرف کرنا پڑتا ہے۔ جہاں تک لفظی ہمدردی کا تعلق ہے میں نے ہر طرح انہیں تسلی دینے کی کوشش کی، انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ انہیں اللہ تعالےٰ پر پورا پورا بھروسہ ہے درگاہ الٰہی سے جو کچھ بھی انہیں ملے گا وہ اسے ردلی اطمینان سے قبول کریں گے اور کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لائیں گے۔ اللہ تعالےٰ اپنی حکمتوں سے خوب واقف ہے اس کا فیصلہ ہی بہترین فیصلہ ہے۔ ان کی باتیں میرے ایمان کی تقویت کا باعث ہوئیں، میں مسٹر [illegible] اور ان کی اہلیہ محترمہ کے لئے دعائیں کرتا رہتا ہوں اور میری درخواست ہے کہ ہماری جماعت کے تمام اہل درد بھائی اور بہنیں بھی ہمارے اس نومسلم بھائی اور ان کی اہلیہ کے لئے درد دل سے دعائیں کریں۔

شام کے وقت میں اپنے نومسلم بھائی رحمت جمال سے ملنے چلا گیا، محی الدین صاحب میرے ساتھ نہ جا سکے، وہ ابھی شہر دیکھنے میں مصروف تھے۔ مغرب کی نماز میں نے اور جمال صاحب نے مل کر ادا کی، بعد میں ان کی اہلیہ صاحبہ جمیلہ اور دولہا اور دلہن شریف اور نصیرہ بھی ہماری مجلس میں شامل ہو گئے دیر تک تبادلہ خیالات ہوتا رہا اور طے ہوا کہ لاس اینجلس میں مسلم سوسائٹی کی ایک شاخ قائم کر دی جائے۔

اکیس جون کی صبح کو ایک یوگوسلاویہ کے مسلمان فاضل محمد صاحب میری ملاقات کو تشریف لائے ان سے ایک مدت سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا مگر ملنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔

لاس اینجلس پہنچکر میں نے انہیں فون پر اپنے آنے کی اطلاع دی اور ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی وہ خود ہی تکلیف گوارا فرما کر میرے مکان پر آ گئے۔ ان سے مل کر بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ بھی مسلم سوسائٹی میں شامل ہو جائیں گے اور اپنی ہمت کے مطابق ہماری مدد کریں گے۔

دوپہر کے بعد نومسلم بہن انیسہ مور کے مکان پر اجتماع ہوا دس گیارہ آدمی جمع ہو گئے تھے، مختصراً اسلامی تعلیم سے حاضرین کو واقف کیا اور بعض سوالوں کے جوابات دیئے۔ عصر کے وقت مسٹر ایلے، اپنی کار میں مجھے ہسپتال لے گئے۔ رحمت جمال صاحب بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ مسٹر ایڈورڈ ملٹن وائیٹ کا تیسرا اپریشن ہوا تھا اور ضروری تھا کہ میں ان کی خیریت دریافت کروں اور چند تسلی کے الفاظ کہوں، وہ مجھے دیکھ کر بیحد خوش ہوئے اور بے ساختہ کہنے لگے:

"بھائی منٹو، بھائی منٹو، میں مسلمان ہوں
میں مسلمان ہوں مجھے قرآن مجید
پڑھکر سناؤ"

افسوس میں ان کی خواہش جیسی چاہیے تھی پوری نہ کر سکا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کے کمرے میں اور بھی بہت سے مریض تھے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ میں کوئی ایسی بات کروں جس سے دوسرے مریضوں کو تکلیف ہو یا ہسپتال کے عہدیداروں کو شکایت کا موقع ملے البتہ میں نے ان کے لئے دعا کی، اور تسکین دی اللہ تعالےٰ انہیں صحت عطا فرمائے اور ان کا وجود ہمارے لئے مفید بنائے۔

گیارہ بجے شب کو بذریعہ بس سان فرانسسکو روانہ ہوا اور بائیس جون کو سوا گیارہ بجے منزل مقصود پر بخیریت پہنچ گیا۔

مسٹر اے سلیم خاں پاکستان قونصل جنرل کی تبدیلی جاپان ہو گئی ہے۔ ۲۲ر جون کو ان کی اہلیہ محترمہ اور بچے رخصت ہو رہے تھے۔ ان کو الوداع کہنے کے لئے خاکسار صاحب ان کے مکان پر گئے۔ سلیم خاں صاحب کی جگہ اب سید طاعت حسین صاحب یہاں پاکستان کی نمایندگی کریں گے جو بیس جون کو وہ نیویارک سے یہاں تشریف لے آئے تھے۔ یکم جولائی کو مجھے ان کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ امید ہے ان کا وجود پاکستانیوں اور مسلمانوں کے لئے بابرکت ثابت ہوگا میں نے انہیں یقین دلایا کہ جب کبھی بھی مسلمانوں کے فائدے کے لئے انہیں میری خدمات کی ضرورت ہو وہ مجھے مطلع فرمائیں۔ انشاء اللہ وہ ہمیشہ مجھے مستعد پائیں گے۔

یکم جولائی کی شب کو چراغ محمد صاحب، وائس پریذیڈنٹ محمڈن ماسک ایسوسی ایشن سیکرمینٹو نے قونصل صاحب کے اعزاز میں ایک ضیافت کا انتظام کیا ہوا تھا، میں بھی مدعو تھا۔ یہیں اطلاع ملی کہ حافظ غلام محمد صاحب ابھی ابھی مکان پر پہنچے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں، ہاتھ اور پاؤں ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔ انہیں ان کے دوستوں نے بستر پر لٹا دیا مگر ان کی بے چینی بجائے کم ہونے کے بڑھتی ہی گئی، ایک ڈاکٹر صاحب نے معاینہ کیا اور دوائی تجویز کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پھر انہیں ہسپتال پہنچا دیا گیا، رات بھر بیچارے کرب کی حالت میں رہے۔ صبح کے وقت غشی طاری ہو گئی اور اسی حالت میں گیارہ بجے کے قریب اس جہان فانی کو الوداع کہہ گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حافظ غلام محمد صاحب بیالیس تینتالیس سال سے سان فرانسسکو میں مقیم تھے جالندھر کے رہنے والے تھے۔ پاکستان کے وجود میں آنے پر ان کے اقربا ہجرت کر کے ملتان اور میاں چنوں میں آباد ہو گئے۔ اپنے رشتہ داروں کے علاوہ نالیعبرل کی بھی ہمیشہ مالی امداد کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالےٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ ان کی لاش لاس اینجلس پہنچا دی گئی ہے۔ پانچ یا چھ جولائی کو ان کے جنازہ کی نماز ہوگی اور انہیں دفن کیا جائے گا۔ میں بھی انشاء اللہ اس موقعہ پر سیکرمینٹو جاؤں گا۔

خاکسار۔ بشیر احمد منٹو

خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
مینیجر

پیغام صلح کے متعلق ایک تجویز

محترم و مکرم جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

اخبار پیغام صلح مورخہ یکم جولائی نمبر ۲۲ کے پرچہ میں ہماری ڈاک کے تحت ملک فضل الٰہی صاحب سیکرٹری جماعت جہلم کا خط نظر سے گذرا۔ موصوف نے اپنے خط میں اپنے قومی اخبار پیغام صلح کے معیار کو علمی اور ادبی قابلیت سے بڑھانے کی امید ظاہر کی ہے۔

ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اخبار کے علمی و ادبی معیار کو بلند کرنے کے ساتھ ہی اس کی ظاہری شان کی طرف بھی توجہ دینی چاہیئے۔ کیونکہ آجکل اخبار کی ظاہری جاذب نظری مضامین کو توجہ سے پڑھنے اور اس کی اشاعت میں ترقی کا باعث ہوتی ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ اخبار پیغام صلح کو حتی تعلیق میں شائع کریں اور اسے ایک مصور ہفتہ واری آرگن میں تبدیل کریں۔ ہمارا اخبار ٹھیک اسی طرح آن بان اور ظاہری شان و شوکت سے شائع ہونا چاہیئے جس طرح مولانا ابو الکلام آزاد صاحب اپنے پرچہ "الہلال" کو کلکتہ سے شائع کیا کرتے تھے۔

امید ہے آپ مندرجہ بالا تجویز پر ضرور غور کریں گے۔

آپ کا مخلص
اے۔ ایل۔ منیار
شولاپور۔ بھارت

شیخ انعام الحق صاحب کا مکتوب

مکرم و محترم جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ اخبار کو مفید و بہتر بنانے کے لئے جو کوشش کر رہے ہیں وہ قابل قدر ہے۔ اللہ تعالےٰ اس میں آپ کو کامیابی دے۔ امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

نیاز کیش
محمد انعام الحق

موجودہ حالات اور موجودہ
مسائل کے متعلق مکتوبات
ارسال فرمائیں

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۱ ذیقعد ۱۳۷۲ھ | نمبر ۲۶

اسلام کا تبلیغی نظام

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر

آج سے قریباً نصف صدی قبل جب حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اعلائے کلمۃ الاسلام کے لئے ایک خالص اسلامی اجتماع کی بنیاد رکھی تو مولویوں نے شور اور غوغا بلند کرنا شروع کر دیا تھا کہ یہ ایک بدعت ہے جس کے جواب میں حضرت بانیٔ سلسلہ نے فرمایا تھا۔

"یہ نادان یہی نہیں جانتے کہ تدبیر اور انتظام کو بدعات کی مد میں داخل نہیں کر سکتے، ہر ایک وقت اور زمانہ انتظام جدید کو چاہتا ہے اگر مشکلات کی جدید صورتیں پیش آویں تو بجز جدید طور کی تدبیروں کے اور ہم کیا کر سکتے ہیں۔ پس کیا یہ تدبیریں بدعات میں داخل ہو جائیں گی"۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عام مولوی صاحبان اسلام کی ترقی، احیاء اور اعلائے کلمۃ الحق کیلئے تبلیغی نظام اور تدبر کو بدعت سمجھتے تھے اور ان کی سمجھ میں ہی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ احیائے اسلام کے لئے ایک جمعیۃ اسلام کا قیام اشد ضروری ہے اور یہ قرآن مجید کے ارشاد کیمطابق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

لیکن حضرت بانیٔ سلسلہ کو ہی عالم اسلام میں سب سے پہلے اس امر کا شعور ہوا کہ حالات بالکل بدل چکے ہیں اس لئے ان کے مطابق ہمیں دین اسلام کی ترقی اور نصرت کیلئے کوشش کرنا چاہیئے کیونکہ اسی سے وہ جمود ٹوٹ سکتا ہے جو مسلمانوں کے انحطاط کی علامت ہے اور اسلام کے تبلیغی نظام میں حرکت پیدا کی جا سکتی ہے سو آج سے بہت عرصہ پہلے جمعیۃ اسلامیہ کا قیام معرض وجود میں آیا اور اشاعت اسلام کیلئے ایک جماعت کی بنیاد رکھی گئی اور یہ وہی جماعت ہے جسکے متعلق ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم بھی ۱۹۱۱ء کے خطبہ میں یہ کہنے پہ مجبور ہو گئے کہ "اگر ٹھیٹھ اسلامی اخلاق اور سیرت کا نمونہ دیکھنا ہو تو قادیان میں جا کر دیکھو"

آج صرف یہی جمعیۃ اسلامیہ ہے جو کہ دنیا میں جماعت احمدیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اسلامی تعلیمات کی حامل ہے اور اسلامی تمدنی رُوح سے لبریز ہے اور اسکے خضر راہ کارل مارکس، نطشہ اور مکیاولی نہیں بلکہ خدا اور خدا کے برگزیدہ رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ اکناف عالم میں اشاعت اسلام کے عظیم الشان پروگرام کو بروئے کار لانے کیلئے ہر وقت کوشاں ہے اور یہ جماعت کسی فلاسفر اور مفکر کی قائم کردہ نہیں اور نہ ان مذاہب میں جن کی بنیاد وحی اور تنزیل پر ہوا کرتی ہے کوئی عمرانی مفکر احیاء کا کام کر سکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (۱۵:۹) اس دین کا احیاء قیامت تک کیلئے خدا تعالیٰ کے اپنے ہاتھ میں ہے جب بھی مسلمانوں پر مُردنی چھائیگی تو اس امت کے سواد سے ہی اللہ تعالیٰ ایسے مرد کامل کو کھڑا کر دیگا جو قرآن مجید اور اسلام کے محاسن کو اجاگر کر دے اور اسلامی تمدن اور سیرت کی حقیقی رُوح کو از سر نو زندہ کرے گا جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ان اللّٰہ تعالیٰ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا اللہ تعالیٰ اس اُمت ہر صدی پر ایک مجدّد پیدا کرے گا جو دین اسلام میں اپنی رُوح صداقت سے ایک تازگی اور نئی زندگی پیدا کریگا چنانچہ اس زمانہ میں بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ایک مرد کامل کو احیاء دین اسلام کے لئے مبعوث فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اعلاء کلمۃ الحق کیلئے سلسلہ احمدیہ کی بنیاد رکھی یہ سلسلہ حضرت ایک تبلیغی نظام ہے جو دنیا میں غلبۂ اسلام کیلئے معرض وجود میں آیا۔ یہ امت محمدیہ کا جزو ہے۔ اس تبلیغی جماعت کے کارنامے تبلیغ اسلام کی تاریخ میں جلی حروف سے لکھے جائیں گے اس جماعت نے جہاں غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کی ہے اور اسلام اور آنحضرت صلعم کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دُور کیا ہے وہاں مُمالک میں نہایت وسیع پیمانہ پر مذہب کے متعلق ایک زندگی، شعور، بیداری اور روشن خیالی پیدا کی ہے۔ جماعت احمدیہ عالم اسلام کی زندہ، فعال اور متحرک جماعت ہے۔ مسلمان مدبر اور مفکر سارے اسلامی سواد میں نگاہ دوڑا کر دیکھ لیں تو انہیں سوائے جماعت احمدیہ کے کوئی اور جمعیۃ اسلامیہ ایسی نظر نہ آئیگی جو اسلامی تعلیمات کی حامل ہو اور اسلامی تمدنی رُوح سے لبریز ہو کر اس کی نشر و اشاعت کے لئے کوشاں ہو اور ہر وقت اس جہاد میں منہمک ہو اور جو کام دین کی نصرت اور خدمت کا خدا تعالےٰ نے اس جماعت سے لیا ہے وہ کسی اور جماعت کو کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ یہ امر واقعہ ہے۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت صاحب، صدر مری میں خیریت سے ہیں۔

—— حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب مری میں خیریت سے ہیں۔

—— محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب کے متعلق کوئٹہ سے پچھلے دنوں اطلاع موصول ہوئی تھی کہ اُن کی طبیعت پھر علیل ہو گئی ہے۔ احباب سلسلہ جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

—— محترم معظم جناب ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب میڈیکل سپرنٹنڈنٹ سول ہسپتال ملتان سے اطلاع دیتے ہیں۔

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج انور۔

اطلاعاً عرض خدمت ہے کہ میرے حقیقی برادر معظم جو کہ جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام ووکنگ مسجد کے بھی حقیقی بڑے بھائی ہیں آج کل سیالکوٹ میں بخار اور دل کی تکلیف سے بیمار ہیں لہذا گذارش ہے کہ اخبار پیغام صلح کے ذریعہ ان کی صحت عاجلہ اور کاملہ کے لئے دعا کی تحریک کرتا ہوں، احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ برادر گرامی کی شفاء کامل کیلئے دعا فرمائیں۔

—— مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور اور مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور ۲۱ جولائی ۱۹۵۳ء سے ۲۰ ستمبر ۱۹۵۳ء تک تعطیلات موسم گرما کے لئے بند رہیں گے۔

—— مرکز کے نہایت صالح اور قابل نوجوان میاں محمد اقبال صاحب جو اخویم محترم مولنا آفتاب الدین احمد صاحب کے فرزند رشید ہیں کو پچھلے دنوں گھٹنے پر شدید چوٹیں آ گئی ہیں جن کے باعث خون بہت زیادہ مقدار میں بہہ گیا ہے لیکن خدا کے فضل سے ہڈی محفوظ رہی۔ مولنا آفتاب الدین صاحب کی اپنی طبیعت بھی نو لگنے کے باعث پچھلے دنوں بہت علیل رہی اور اب یہ واقعہ پیش آ گیا۔ احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مولنا موصوف اور ان کے فرزند رشید میاں محمد اقبال کو صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

—— احباب سلسلہ کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کو لوکل محصل مقرر کیا گیا ہے احباب ان سے رسید لیکر انہیں چندہ ادا کر دیا کریں۔

سانحۂ ارتحال

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سُنی جائے گی کہ حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب جالندھری سابق صدر جماعت احمدیہ حیدر آباد دکن بمقام کراچی بعارضہ فالج انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مولنا مرحوم عاشق دین، دلی مصنف اور نہایت بلند اخلاق بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے ہمیں اس صدمہ میں حضرت مرحوم کے پسماندگان سے گہری ہمدردی ہے۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ مولنا مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھیں۔

ہندوستانی احباب اور جماعتوں کو

ضروری اطلاع

میں بعض جماعتی اور تبلیغی فرائض کے سلسلہ میں کچھ دنوں کے لئے اپنے مستقر حیدر آباد دکن سے باہر رہوں گا۔ میری غیر حاضری میں ممکن ہے خطوط کے جوابات اور ارشادات و فرمائشات کی تعمیل میں کچھ تاخیر ہو۔ احباب و معاونین براہ کرم اس کا لحاظ رکھیں۔

محمد انعام الحق (انچارج حیدر آباد دکن مشن)
مکان نمبر ۱ (اے کلاس) محلہ اعظم پورہ
ملک پیٹھ حیدر آباد دکن (انڈیا)

رسول کریم صلعم کے قلب کی بصیرت

تعجب ہے کیوں لوگ اس زمانہ کے مجدد کو نہیں مانتے؟

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

> قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ قف علی بصیرۃ انا و من اتبعنی و سبحن اللہ وما انا من المشرکین -
> سورۃ یوسف ۱۰۸

رسول کریم کا رستہ اور مسلمان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اپنے رسول کو کہ کہہ دو لوگوں کو سنا دو ۔ ھذہ سبیلی میرا راستہ یہ ہے وہ رستہ کیا ہے؟ ادعوا الی اللہ میں دنیا کو خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں تو معلوم ہوا محمد رسول اللہ صلعم کا اصل رستہ خدا تعالےٰ کی طرف دعوت دینا ہے، اور جو مسلمان آج اس رستے پر گامزن نہیں ہے وہ فی الحقیقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رستے سے الگ جا رہے ہیں ۔ اس رستہ سے منحرف ہو رہے ہیں۔ یہی تمام انبیاء کا کام تھا، اور یہی حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا کام تھا ادعوا الی اللہ خدا تعالےٰ کی طرف دنیا کو دعوت دینا۔ کس طرح پر علی بصیرت ۔ یہ میری دعوت کوئی سنی سنائی بات نہیں علی البصیرت کامل یقین کے ساتھ خدا کی ہستی کو دیکھ کر تجربہ کر کے یہ دعوت دیتا ہوں۔

رسول کی بصیرت

رسول پر تو خدا تعالےٰ کا کلام نازل ہوتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں خدا کی ہستی کو رسول ایسے رنگ میں محسوس کرتا ہے کہ دوسرے لوگ اس رنگ میں محسوس نہیں کر سکتے ۔ خدا تعالےٰ رسول کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے اور کلام سے اس کی ہستی مشہود ہو جاتی ہے گویا آنکھوں سے دیکھ لی جاتی ہے اور یقیناً خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے رسول کے قلب میں ایک زبردست بصیرت پیدا ہو جاتی ہے جس طرح ہم اپنی آنکھوں سے اشیا کو دیکھتے ہیں اسی طرح رسول دل کی آنکھوں سے خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہے

رسول کے پاس بیٹھنے والے علی بصیرت ہیں

لیکن فرماتا ہے میں تو علی بصیرت ہوں مگر وہ بھی علی البصیرت ہیں جو میری پیروی کرتے ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں اگر خدا تعالےٰ کی ہستی ایک امر واقعہ ہے تو وہ شخص جس کے ساتھ خدا تعالےٰ کا تعلق پیدا ہوتا ہے اور جس کو اس نے اپنا رسول بنایا ہے تو اس کے پاس بیٹھنے والوں پر بھی اس کا اثر یقیناً پڑے گا، اگر ایک چراغ کے جلنے پر ارد گرد روشنی ہو جاتی ہے تو رسول کے پاس بیٹھنے والوں پر بھی رسول کے قلب کی روشنی کا اثر پڑتا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ ایک وہ لوگ ہیں جو اس روشنی کو لینا چاہتے ہیں، اور ایک وہ لوگ ہیں جو اس روشنی کو رد کر دیتے ہیں، آپ دیکھیں گے کہ ہر رسول کے ساتھ وہ لوگ ہوتے ہیں، جو اس روشنی کو لیتے ہیں، اور ایک وہ بھی ہوتے ہیں جو رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔

تاریخی واقعہ

یہ تو ایک تاریخی واقعہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے ساتھی کس قدر علی بصیرت تھے خدا تعالیٰ کی ہستی پر ان کو اس قدر یقین تھا کہ دنیا کے تمام مصائب اس یقین کے سامنے ہیچ تھے خدا کی خاطر انہوں نے تمام مشکلات کو برداشت کیا جب تک یقین کامل نہ ہوتا وہ کس طرح پر ان تکالیف کو برداشت کرتے اگر آپ ان کے حالات کو پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کس طرح پر وہ اس دعوت کو لیکر تمام ممالک میں پہنچ گئے۔ ایران میں پہنچے چین میں پہنچے، ہندوستان میں پہنچے اس دعوت الی اللہ کو لیکر وہ ہر جگہ پہنچے یہ تو حضرت رسول خدا کا زمانہ تھا اور آپ کے صحابہ کا زمانہ تھا مگر خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کے اتباع کو تا قیامت رکھا ہے، اور آپ دیکھیں کہ محمد رسول اللہ صلعم کے اتباع اس کے بعد بھی ملکوں کے اندر چلے گئے اور انہوں نے قوموں کی قوموں کو اور ملکوں کے ملکوں مسلمان کر لیا، یہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہے اور حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ یہ لوگ کیا تھے؟ یہ سب کے سب دعوت الی اللہ کا جذبہ اپنے اندر رکھتے تھے ۔ اور دعوت الی اللہ مبنی تھی . . . . یقین کے اوپر۔

اس زمانہ کے مجدد کی آواز

اس زمانہ میں ایک اور صرف ایک آواز ہے جو علی البصیرت اس دعوت الی اللہ کی مصداق ہے اور وہ اس زمانہ کے مجدد کی آواز ہے، اس زمانہ میں جب لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شبہات پیدا ہو چکے تھے کہیں آریہ ان شکوک کے پیدا کرنے والے تھے اور کہیں اس زمانہ کی تعلیم اور زہریلی ہوا ان شکوک کو پیدا کرنے والی تھی، ایسے زمانہ میں صرف ایک ہی آواز ہے جو

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا

یہ نہیں کہ میں مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہوں اسلئے اسلام کو مانتا ہوں بلکہ یہ کہ ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا۔ یہ آواز اس شخص کی ہو سکتی ہے جس کے قلب میں پوری بصیرت ہو۔ یہ خدا کی ہمکلامی کی آواز ہے ~~

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

اے لوگوں میں نے ان باتوں کا خود تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے اور میں علی بصیرت تمہیں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔

یہ آواز آپ کہیں نہیں سنیں گے

اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا وجود اس آیت کی تفسیر ہے اور صرف ایک ہی تفسیر ہے۔ یہ آواز آپ کہیں نہیں سنیں گے نہ عیسائیوں میں نہ آریوں میں حتیٰ کہ مسلمانوں میں بھی یہ آواز آپ نہیں سنیں گے جو یہ کہے کہ خدا مجھ سے ہمکلام ہوا لوگ یقیناً اس سے تنفر پیدا کرتے چلے جائیں گے، یہ ان کی بد قسمتی ہے نتائج کو دیکھیں تو معلوم ہوگا علی البصیرت دعوت الی اللہ کی آواز دینے والا صرف ایک شخص ہے۔

تعجب ہے لوگ اس زمانے کے امام کو کیوں نہیں مانتے

یہ کوئی فرضی بات نہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ کہ دعوت الی الاسلام کے لئے اور بھی انجمنیں بنتی ہیں مگر کسی کو کامیابی نہیں ہوتی، لیکن جس نے علی بصیرت آواز بلند کی اس کو باوجود عالمگیر مخالفت کے اتنی زبردست کامیابی ہوتی ہے کہ اس کی شہادت ساری دنیا دے رہی ہے، اسلامی ملکوں کے اندر چلے جائیں نہیں آپ کو دعوت الی اللہ کی اور کہیں پر دعوت الی اللہ علی بصیرت کی آواز سنائی نہ دے گی تعجب ہے کہ لوگ اس طرف توجہ نہیں دیتے اور اس زمانہ کے مجدد کو نہیں مانتے ۔

خدا کی ہمکلامی کیا ہے؟

مجدد اور عام عالم میں فرق یہ ہوتا ہے کہ مجدد خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہوتا ہے اور عام عالم نہیں ہوتا اور اس لئے اسے وہ بصیرت حاصل نہیں ہوتی جو ایک مجدد کو ہوتی ہے اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ اگر مجدد اکیلا ہی علی بصیرت ہو تو یہ خدا کی ہمکلامی، خدا کی ہمکلامی وہ چیز ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے والوں میں بھی وہ بصیرت پیدا کر دیتی ہے ۔

حضرت مسیح موعودؑ کے پاس بیٹھنے والے

وہ لوگ جو حضرت مسیح موعودؑ کے پاس بیٹھے ایک مشترک چیز ان میں نظر آتی ہے وہ ہے دعوت الی اللہ کا جذبہ اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر محکم یقین اگر خدا تعالیٰ کی ہستی پر محکم یقین نہ ہوتا تو جماعت کوئی کام نہ کر سکتی تھی وہ جماعت جس کی اپنی قوم بھی مخالف ہو وہ کام کس طرح کرے گی ۔ یہ صحیح بات ہے کہ جو لوگ حضرت مرزا صاحب کے پاس بیٹھے انہوں نے بھی وہ روشنی حاصل کی جو حضرت مرزا صاحب کے قلب پر نازل ہوئی اور ابھی ہم میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے براہ راست حضرت مرزا صاحب سے اس روشنی کو حاصل کیا ہے ہم نہیں جانتے کہ ان کے بعد یہ کام اللہ تعالےٰ کس طرح چلائے گا۔ لیکن وہ لوگ جو ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھے ہیں ان کے قلوب میں بھی یہ روشنی ضرور پیدا ہوتی ہے ~~

دولت اور دنیا کے لئے لوگ محنت کرتے ہیں اور کچھ لوگ اس لئے بھی محنت کرتے ہیں کہ انکی قوم اور ملک بڑا بن جائے ۔ مگر دعوت الی اللہ کا کام وہی کر سکتے ہیں جن کے دلوں میں خدا تعالےٰ کی ہستی پر یقین کامل ہو۔

سچی خوابوں اور الہام کا سلسلہ

یہ بصیرت اگر ایک طرف زبردست ایمان والے کے پاس بیٹھنے سے حاصل ہوتی ہے اور ایک قلب سے دوسرے قلب کو نور ملتا ہے تو اس کے دلائل بھی اس کے ساتھ ہی روشن ہو جاتے ہیں اور پھر کم و بیش سچی خوابوں اور الہام کا سلسلہ بھی اس بصیرت کو زیادہ کرتا ہے مگر اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے لوگ اس بارہ میں مکمل نہیں ہوتے۔

مولوی برہان الدین صاحب کا سوال

ایک دفعہ مولوی برہان الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سوال کیا کہ حضرت میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی کشف ہو مگر وہ ہوتا نہیں آپ نے فرمایا انسان کا کام یہ نہیں کہ اس کی خواہش ہو کہ میں خدا سے ہمکلام ہوں خدا سے ہمکلامی موہبت ہے، مگر باایں ہماری جماعت میں بہت سے لوگ ہیں جن کو تعلق باللہ حاصل ہے اور انہیں سچی خوابیں آتی ہیں ۔

خدا کے حضور رکرو

ایک بات میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کیونکہ انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اور میں ایک لمبے عرصے کے لئے آپ سے جدا ہوتا ہوں، یہ ایمان کی دولت ہے جو اللہ تعالےٰ نے آپ کو دی ہے اس دولت سے اپنے آپ کو بھی اور مخلوق کو بھی فائدہ پہنچائیے، آپ لوگوں کے دلوں میں یہ ایمان ایسا مضبوط ہونا چاہیئے جس طرح پر یہ حضرت مسیح

موعود کے دل میں تھا تا کہ آپ لوگوں پر اثر ڈال سکیں۔ راتوں کو اُٹھ کر خدا کے حضور گرگڑاو اور اسلام کی نصرت کے لئے دعا کرو۔

طویل عرصہ

اس طویل عرصہ میں جو مجھے قادیان سے الگ ہوئے ہوا ہے، اس عرصہ میں شاید کوئی غفلت کی رات آگئی ہو، بہت بڑا حصہ اس عرصہ کا گریہ وزاری میں گذرا ہے کہ خدا کا نام دنیا میں بلند ہو جائے ایک میں کیا سینکڑوں کا گذرا ہے یہی میری زندگی کا مقصد رہا اور یہی میرے دوستوں کی زندگی کا مقصد ہے ہماری جماعت میں بہت سے لوگ ہیں جو راتوں کو اُٹھ کر دُعا کرتے ہیں اور گریہ وزاری کرتے ہیں کہ اے خدا تو اس دین کو دُنیا پر غالب کر۔

وہ مالک ہے تم سائل ہو

خدا کے آگے جب دُعا کرو تو اس بات پر تمہارے دل میں زبردست ایمان ہو کہ وہ تمہاری آواز کو سنتا ہے اور تمہاری دعا کو قبول کرتا ہے بعض وقت ہم اپنے عزیز کے لئے دُعا کرتے ہیں شفا نہیں ہوتی اس سے یہ مت سمجھو کہ خدا تعالےٰ تمہاری آواز کو نہیں سُنتا بلکہ اس بات پر یقین رکھو کہ خدا تعالیٰ سنتا ہے اور اس چیز کے دینے پر قادر بھی ہے اور اس بات کو یاد رکھو کہ وہ مالک ہے اور تم سائل ہو، وہ اپنی مصلحت سے جس قدر چاہتا ہے دیتا ہے سائل کے دل میں یہ یقین ہونا چاہیئے کہ میرا آقا ہر چیز مجھے دے سکتا ہے، مگر ساتھ ہی یہ بھی ہونا چاہیئے کہ اگر وہ نہیں دیتا تو میرا ایمان اس کی ہستی پر متزلزل نہیں ہونا چاہیئے۔

نوجوانوں کو نصیحت

میں بطور نصیحت تمہارے اندر اس بات کو چھوڑتا ہوں اور بوڑھے اور جوانوں کو نصیحت کرتا ہوں اور شاید نوجوانوں کو خاص طور پر اس بات کی ضرورت ہے کہ اگر اس جماعت کو زندہ رکھنا چاہتے ہو تو خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین کو قلوب میں اتنا مضبوط کرو کہ جب رات کو خدا تعالےٰ کے حضور گرنے کا وقت آئے تو اس وقت تمہاری آنکھوں سے نیند اُڑ جائے تتجافیٰ جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم خوفاً وطمعاً ان کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے پکارتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے

یہ وہ چیز ہے جو ہم نے حضرت مرزا صاحب سے سیکھی، ہم بھی اس وقت جوان تھے ان کے فیض سے ہم میں یہ بات پیدا ہو گئی، اس دولت کو اب جوان بوڑھوں سے حاصل کریں، حدیث میں آتا ہے کہ پچھلی رات اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من السائل کوئی سوال کرنے والا ہے۔ سویہ آواز تمہارے لئے ایک حقیقت بن جائے اور تم اسکو سُن کر خدا کے سامنے گر جاؤ۔ خدا کے حضور گرگڑا کر یہ مانگو کہ اے خدا تیرے وعدے سچے ہیں ہم کو اپنی نصرت عطا فرما کہ ہم تیرے دین کو دنیا پر غالب کرنے میں کامیاب ہو جائیں اس بات کو اپنے قلوب میں اس قدر بلند کرو کہ باقی سب باتیں بھُول جائیں، عزیز بھُول جائیں، دولت بھُول جائے اپنی مصائب بھُول جائیں مگر یہ بات نہ بھُولے یاد رکھو یہ چیز یقیناً تمہیں کامیاب کر دے گی۔

میرے دو مبشر خواب

۲۴ر مئی کو میں نے ایک نظارہ دیکھا سال گذشتہ بھی میں نے ایک نظارہ دیکھا تھا گذشتہ سال میرے دل پر بہت بوجھ تھا چنانچہ میں دو تین دفعہ آٹھ آٹھ دس دس دن کے لئے سردیوں کے موسم میں اکیلا ڈلہوزی جا کر رہا تاکہ اور بھی زیادہ تنہائی میں خدا تعالیٰ کے حضور گرگڑا کر اس بوجھ کو ہلکا کر لوں وہاں میں نے رویا میں دیکھا کہ میں ایک میدان میں جا رہا ہوں کہ اتنے میں میرے سامنے مدینہ منورہ آگیا اور میرا دل خوشی سے بھر گیا کہ میں کامیابی کی منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ میں نے رویا میں ایک نظارہ دیکھا میں اپنے مکان سے باہر نکلا اور مجھے مغرب کی طرف ایک روشنی نظر آئی جیسے وہ کسی فتح کی خوشی میں چراغاں کا نظارہ ہے، میں آگے بڑھتا ہوں تو میں نے دیکھا کہ وہ روشنی زمین سے لے کر آسمان تک پہنچ گئی، اور سارا اُفق نور ہی نور ہو گیا، پھر میں نے دیکھا اس روشنی کی دیوار کے ساتھ سمندر ہے اور اس سمندر سے جتنی لہریں اُٹھتی ہیں وہ بھی اس روشنی کو اپنے اندر لئے ہوئے ہوتی ہیں، خدا تعالےٰ نے میرے دل میں یہ ڈالا یہ روشنی اسلام کی فتح ہے اور وہ وقت آنے والا ہے کہ دنیا اسلام کے نور سے منور ہو جائے گی۔ عجیب بات ہے کہ وہ سمندر میرے پاس آ پہنچا، میرے ساتھ میرا ایک رفیق ہے میں نے اسے کہا اس پانی میں یہ خوبی ہے کہ جو چیز اس میں ڈال دو وہ بھی روشن ہو جاتی ہے۔ چنانچہ میں نے کچھ گھاس پھونس کا تودہ سا لے کر اس میں ڈال دیا تو اس سے بھی اسی طرح روشنی کی شعاعیں نکلنے لگیں، یہ نظارے بعض دفعہ اللہ تعالےٰ دکھا دیتا ہے تاکہ ہمارے قلوب میں اس کام کے متعلق یعنی دعوت الی الخیر کے متعلق مزید قوت پیدا ہو، اور بہت سے لوگ ہیں جنہیں ایسے نظارے وہ دکھاتا ہے، سو محکم یقین کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے حضور گر جاؤ اور یقین رکھو کہ خدا تعالےٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا اگر آج تمہاری آنکھوں کے سامنے پورا نہیں ہوتا تو بعد میں آنے والی نسلوں کے سامنے پورا ہو گا اور ہو کر رہے گا۔

سچی باتیں

فساد کی جڑ

سر جان ہنٹ، سردار تھم اور ایورسٹ سے
"۲۹ر جون کو پریس کانفرنس کے سامنے نئی دلی میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ اس افسوسناک بحث و مباحثہ کی ذمہ داری اخبارات ہی پر ہے کہ ایورسٹ پر پہلے قدم کس کے پہنچے، تین سنگ کے یا ہیلری کے اور جب سوال کیا گیا کہ بحث چھڑی کیسے؟ تو اس کے جواب میں فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ اس کا جواب تو اپنے ساتھی اخبار والوں ہی سے لیجئے۔"
(انڈین ایکسپریس، دہلی یکم جولائی)

اور بالکل سچ کہا ──── لیکن یہیں کیوں رکئے۔ کونسا مسئلہ ایسا ہے جو زیادہ تر اخبارات ہی کا اُلجھایا ہوا نہیں؟ اور کون مفسدہ ملک میں بلکہ دنیا کے اکثر حصوں میں ایسا ہے۔ جس کے پھیلانے میں بڑا حصہ انہیں اخباری حضرات کا نہیں؟ خود ہندوستان پاکستان کے درمیان آج سے مدتوں قبل اتحاد پیدا ہو گیا ہوتا اگر یہی بزرگان صحافت اپنے قلمی ہتھیاروں سے روزانہ ایک نیا نقشۂ جنگ جما کے نہ رہتے۔ پھر ادھر پاکستان کے اندر اور ادھر ہندوستان کے اندر جو شدید خانہ جنگیاں برپا ہیں ان کی بھی بڑی ذمہ داری بجز ہمارے اخبارات کے اور کس پر ہے؟ یقیناً ہر کلیہ کی طرح یہاں بھی معزز مستثنیات ہیں، ذکر معدودے چند کا نہیں بڑی اکثریت کا ہے۔

مہاتما کے قلم سے

گاندھی جی کے قلم سے :۔
"اسلام ایک شریفانہ مذہب ہے اس کے پیروؤں پر اعتماد کیجئے"
ینگ انڈیا ۲۴ اگست ۱۹۲۱ء

"میں اگر اسلام کے مفہوم کو صحیح سمجھا ہوں، تو وہ صحیح اور اصلی معنی میں ہمدردی ہے۔"
(ینگ انڈیا ۱۸ اگست ۱۹۲۱ء)

حیدر آباد دکن سے ایک صاحب نے یہ دونوں تراشے اصل انگریزی میں بھیجکر سوال کیا ہے کہ جس ہندوستان کو مہاتما جی کے نقش قدم پر چلنے پر فخر و ناز ہے۔ اس کا کیا برتاؤ اور کیا عمل مسلمانوں کے ساتھ ہے؟ ──── جواب میں، کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

ازبکستان سے خبر

نئی دہلی۔ ۲۶ر جولائی۔ وزیر صحت، راجکماری امرت کور نے ایک پریس کانفرنس میں اپنے تازہ دورۂ روس کے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ ازبکستان میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے پردہ بالکل ختم ہو چکا ہے، اور مرد قانوناً صرف ایک ہی شادی کر سکتا ہے...... اور جہاں تک عبادت کا تعلق ہے۔ حکومت کی طرف سے کوئی پابندی عائد نہیں ہے" (خبر)

اور یہ ازبکستان اس آزادی پرست روس کا ایک علاقہ ہے جس کی مذہبی رواداری اور مذہبی معاملات میں عدم مداخلت کے اتنے چرچے سننے میں آ رہے ہیں! ──── مسلمان عورت حجاب و تستر کے قاعدوں ضابطوں سے گھر کے اندر رہنے پائے۔ اور مسلمان مرد اگر دوسرا اور تیسرا اور چوتھا عقد کرنا چاہے تو اپنے کو بے بس پائے اور صرف نماز روزہ وغیرہ کی حد تک مسلمان آزاد و خود مختار رہے، یہ ہے کل کائنات مذہب میں عدم مداخلت اور مذہبی آزادی کی!

ایک تماشہ پسند قوم

کراچی کے ایک اردو روزنامہ سے :۔
"کراچی۔ ۱۸ر جون۔ کل نکل روڈ پر ایک شخص بارش کی پہلی پھوار سے پہلے بادلوں کے گھر آنے کے وقت اُچھل اُچھل کر حق حق کے نعرے لگاتا ہوا دیکھا گیا۔ اس کے نعروں کی آواز سے اچھا خاصا ہجوم جمع ہو گیا جس سے ٹریفک میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ کچھ لوگوں کے نزدیک یہ شخص پاگل تھا لیکن بعض لوگ اسے قطب وقت کہہ رہے تھے بعض کہتے تھے کہ غریبوں کو بارش کی مصیبت سے بچانے کے لئے یہ شخص بادلوں کو نہ برسنے کا حکم دے رہا ہے بعض کا اصرار تھا کہ یہ بارش ہونے کا حکم ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں موسلا دھار بارش شروع ہونے پر مخالف گروہ ایک دوسرے کو جھوٹا کہنے لگے۔ اور نوبت تُو تُو مَیں مَیں پر پہنچ گئی۔"

خبر دل لگی کی نہیں۔ عبرت کی ہے۔ نمونہ ہے ملت کی عام ذہنیت کا۔ قوم کی قوم انہی لا یعنی مشغلوں کو حاصل زندگی سمجھے ہوئے ہے اور انہیں پر جدال بلکہ قتال تک برپا ہو جاتا ہے! ──── اور منقولات کی صحت کا تو پوچھنا ہی کیا۔ قطب ہونے کے لئے ..... ضرورت نہ زہد و تقوٰے کی، نہ علم و فضل کی، بس سر میدان ذرا اچھل اچھل کر نعرے لگانا بالکل کافی ہے بلکہ قطب صاحب اگر برہنہ ہوتے تو شاید قطبیت در زیادہ مسلم ہو جاتی۔ (صدق جدید)

بچوں کے لئے

اسلامی عدل

حضرت علیؓ خلیفہ چہارم کا عہد تھا مسلمانوں میں بعض اختلافات پید ہو چکے تھے - اختلافات کے باوجود اسلام کا رنگ موجود تھا - اسلامی عدل و انصاف کی جھلک بھی موجود تھی -

واقعہ یوں ہوا کہ حضرت علی رض کی ایک ڈھال کہیں کھو گئی - ایک دن وہ بازار میں جا رہے تھے کہ انہوں نے وہ ڈھال ایک یہودی کے پاس دیکھی - حضرت علی رض نے عدالت میں جا کر اس یہودی کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا - مقررہ دن پر یہودی اور حضرت علی عدالت میں حاضر ہوئے - قاضی نے حضرت علیؓ کی کوئی عزت و تکریم نہ کی بلکہ انہیں مدعیوں کے کٹہرے میں عام آدمیوں کے ساتھ کھڑا کر دیا -

جب حضرت علی رض اور یہودی کا مقدمہ پیش ہوا تو قاضی نے اُن سے سوال کیا کہ آپ کے پاس اس چیز کا کوئی گواہ ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میرا غلام اور میرے بیٹے گواہ ہیں -

قاضی نے کہا کہ آپ کے بیٹے اور غلام کی گواہی مستند نہیں کیونکہ آپ ان پر دباؤ ڈال کر اُن سے اپنے حق میں کہلوا سکتے ہیں - اس لئے آپ کا مقدمہ خارج کیا جاتا ہے - جب یہودی نے یہ سُنا تو وہ سکتہ میں آ گیا - کیونکہ یہ بات اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی کہ قاضی خلیفۂ وقت کے خلاف فیصلہ دے گا -

اس واقعہ نے اس کے دل پر گہرا نقش چھوڑا - اس نے ڈھال واپس کر دی اور حضرت علی رض کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا -

میاں محمد اقبال
احمدیہ بلڈنگس لاہور

درخت کی کہانی

سُنو مجھ سے میری کہانی سُنو ؛ کہانی یہ، میری زبانی سُنو
ہے معلوم اپنا مجھے سارا حال ؛ کہ حاصل ہُوا مجھ کو کیسے کمال
مجھے آج تم دیکھتے ہو جہاں ؛ کبھی تھا میں نیچے زمیں کے نہاں
مَیں پہلے تھا صرف ایک ننھا سا بیج ؛ مری شکل صورت بھی چھوٹا سا بیج
بہت دن مری جب یہ حالت رہی ؛ تو گھبرا گیا قید سے میرا جی
یہ حالت نہ جب دم مجھے آئی راس ؛ کیا مَیں نے تبدیل اپنا لباس
اُٹھا زور سے جب مرا نرم ہاتھ ؛ نکل آئیں دو پتیاں اسکے ساتھ
جڑیں اس طرح نرم تھیں جیسے بال ؛ لگیں دُور تک اپنا پھیلانے جال
جڑوں سے جو خوراک ملتی گئی ؛ کلی میرے جیون کی کھلتی گئی
اسی طرح دن رات بڑھتا گیا ؛ ترقی کے زینے پہ چڑھتا گیا
بڑھیں ٹہنیاں لہلہانے لگیں ؛ پھلوں سے مرا سر جھکانے لگیں

یہ ہے مختصر سی مری داستاں
مَیں بچہ تھا پہلے اور اب ہُوں جواں

صفائی

بچو! جسمانی صفائی کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے - کیونکہ جو آدمی اپنے بدن، کپڑے اور رہنے سہنے کی جگہ کو صاف نہیں رکھتا وہ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے - قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے صاف ستھرا رہنے کا حکم دیا ہے - اور ہمارے نبی کریم صلعم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے :-

یا ایھا المدثرہ قم فانذرہ وربک فکبرہ وثیابک فطھرہ والرجز فاھجر -

اے کمبل اوڑھ کر لیٹنے والے اُٹھ اور لوگوں کو ڈرا اور اپنے خدا کو یاد کر اور اپنے کپڑوں کو پاک و صاف رکھ اور ناپاکی سے دُور رہ -

نماز پڑھنے میں بھی جسمانی صفائی بڑی ضروری ہے - حضرت نبی کریم صلعم نے اخلاق و عادات کو پاکیزہ بنانے کے علاوہ بدن اور کپڑے کو صاف و ستھرا رکھنے کی تاکید فرمائی ہے - آپ نے فرمایا مسجد میں بدبودار چیزیں کھا کر نہ آیا کرو - اور نماز پڑھنے سے پہلے جسمانی طہارت ضرور کرو - جو آدمی اپنے کپڑے صاف نہیں رکھتا اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی -

ہر روز غسل کرنا صحت کے لئے نہایت مفید ہے - جو آدمی ہر روز نہاتا ہے وہ بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے - اور غسل کرنے سے دل میں سکون اور راحت پیدا ہوتی ہے -

اسی طرح حضرت نبی کریم نے دانت صاف رکھنے کے لئے مسواک کرنے کا حکم فرمایا ہے - دانت گندے رکھنے سے بھی کئی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں - اس لئے دانتوں کی صفائی کا خیال رکھنا چاہیئے اور مسواک یا برش کرنا چاہیئے -

ناخنوں کی صفائی بھی ضروری ہے اگر ناخن صاف نہ رکھے جائیں تو کھانا کھاتے وقت ناخنوں کی میل کھانے میں مل کر پیٹ میں چلی جاتی ہے جس سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں -

ہمیشہ پاک و صاف رہنے سے انسان کا دل بہت خوش و خرم رہتا ہے - اسی لئے جب صاف ستھرا کپڑا پہنا جائے تو دل کو خوشی ہوتی ہے -

بچوں کو جسمانی صفائی کے علاوہ اپنی کتابیں، قلم، دوات، بھی صاف رکھنے چاہئیں - صاف بچوں سے والدین اُستاد اور ہر کوئی محبت کرتا ہے - اور خدا تعالےٰ کو بھی صفائی پسند ہے - ہمارے نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ :-

خدا پاک ہے اور وہ پاک و صاف انسان کو پسند فرماتا ہے ؛

سلطان محمد
احمدیہ بلڈنگس لاہور

خواتین کیلئے

"طلاق اور یہ مفتی!"

از بیگم محمد عبد الرؤف لودھی - راولپنڈی

ایک لمبے عرصے سے میں "آستانہ دہلی" کے مفتی ناصرالقادری صاحب کے فتوے دیکھتی چلی آ رہی ہوں۔ باقی چھوٹی چھوٹی باتوں میں پڑنے کا تو وقت ہی نہیں ہے البتہ طلاق اور حلالہ کے مسئلہ کو میں مسلمان عورتوں کی زندگی کے لئے نہایت اہم سمجھتی ہوں۔ مفتی موصوف جیسے سینکڑوں دوسرے مفتیوں سے میرا ہی نہیں ہر صاحب دماغ اور باغیرت مسلمان کو شدید اختلاف ہے۔۔۔۔۔ آخر کیوں نہ ہو جبکہ یہ تمام فتوے صحیفۂ الٰہی اور ارشادات نبویؐ کے سراسر خلاف جا رہے ہیں اگر میرا یہ مضمون ایسے مفتیوں کی نظروں سے گذرے تو انہیں میں خدا اور رسول کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ وہ اطمینان قلب کے ساتھ پڑھیں اور اپنی مسلمان بہو بیٹیوں کی زندگی پر رحم کریں میں خصوصاً حلالہ جیسے مسئلہ کو نیوگ کی قسم کا مسئلہ تصور کرتی ہوں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ فتوے مفتیوں کے اپنے ذہنوں کا نتیجہ تو نہیں ہوتے۔ ان میں سے ایک نمونہ پیش کرتی ہوں۔ اس وقت جون ۱۹۵۳ء کا "آستانہ" دہلی میرے سامنے ہے۔ جس کے باب الاستفسار کے صفحہ ۱۲ پر کسی نے سوال کیا ہے:۔

"میری زوجہ سے جھگڑا ہوا میں نے غصہ کی حالت میں یہ کہدیا۔ تجھ ایکؔ طلاق۔ دوؔ طلاق، تینؔ طلاق۔ اس کے بعد میری زوجہ اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟"

ملاحظہ ہو مفتی موصوف کا فتویٰ ۔۔۔۔ بڑے مزے سے اور تحکمانہ انداز میں شریعت کی حدود پھلانگتے ہوئے صحیفۂ الٰہی کا مذاق اڑاتے ہیں اور کالم نمبر۲ میں جواباً لکھتے ہیں:۔

"صورت مسئولہ میں تین طلاق کے واقع ہونے میں کوئی شبہ نہیں اب ۔۔۔ اس کے سوا کوئی راہِ عمل نہیں کہ بعد گذارنے عدت تین حیض کے کسی اور شخص سے نکاح کر دیا جائے جب وہ اپنی مرضی سے بعد جماع کرنے کے طلاق دیدے تو پھر اسکی عدت گذار کر عورت پہلے خاوند کے نکاح میں آ سکتی ہے۔"

اب بہتر ہوگا کہ ہم اس فتوے کو اللہ تعالیٰ عزّ و جلّ کے احکام کی کسوٹی پر پرکھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"الطلاق مرّتٰن فامساکٌ بمعروفٍ او تسریحٌ باحسانٍ ط ولا یحلّ لکم ان تاخذوا مما اٰتیتموھنّ شیئًا الّآ ان یخافا الّا یقیما حدود اللہ ط فان خفتم الّا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہٖ ط تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ج ومن یتعدّ حدود اللہ فاولٰئک ھم الظّٰلمون ہ فان طلّقھا فلا تحلّ لہٗ من بعد حتّٰی تنکح زوجًا غیرہٗ ط فان طلّقھا فلا جناح علیھما ان یتراجعا ان ظنّا ان یقیما حدود اللہ ط وتلک حدود اللہ یبیّنھا لقوم یعلمون ہ و اذا طلّقتم النّساء فبلغن اجلھنّ فامسکوھنّ بمعروفٍ او سرّحوھنّ بمعروفٍ ص ولا تمسکوھنّ ضرارًا لّتعتدوا ج ومن یفعل ذالک فقد ظلم نفسہٗ ط ولا تتّخذوا اٰیٰت اللہ ھزوًا ز واذکروا نعمت اللہ علیکم و ما انزل علیکم من الکتاب والحکمۃ یعظکم بہٖ ط واتّقوا اللہ و اعلموا انّ اللہ بکلّ شیءٍ علیم ہ"

(البقرۃ)

ترجمہ:۔ طلاق دو بار ہے پھر پسندیدہ طور سے رکھنا یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کرنا ہے۔ اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم اس سے کچھ لو جو تم نے انہیں دیا ہے سوائے اس کے کہ دونو کو ڈر ہو کہ اللہ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے پس اگر تمہیں یہ ڈر ہو کہ وہ دونو اللہ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو پھر ان پر اس کے بارے میں کچھ گناہ نہیں جو عورت فدیہ دیدے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ پس ان سے آگے نہ بڑھو (خلاف ورزی کریں) اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھتے ہیں وہی ظالم ہیں پھر اگر وہ اسے (تیسری بار) طلاق دیدے تو وہ اس کے بعد اس کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ اس کے سوائے کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرے پھر اگر وہ اسے طلاق دیدے۔ تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں اگر وہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کرلیں اگر ان کو یقین ہو کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھیں گے۔ اور یہ حدیں ہیں وہ انہیں لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو پھر وہ اپنی میعاد کو پہنچنے لگیں تو انہیں اچھی طرح رکھو یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کردو اور ان کو دکھ دینے کے لئے نہ روک رکھو تاکہ تم زیادتی کرو اور جو ایسا کرتا ہے وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ اور اللہ کی باتوں سے ہنسی نہ کرو۔ اور اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے۔ یاد کرو اور اس کو بھی جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری جس کے ساتھ تمہیں نصیحت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

خیال رہے میں نے اپنے مطلب کا کوئی خاص ٹکڑا حوالے میں نہیں دیا۔ بلکہ یہ آیات کریمہ شروع سے لے کر آخر تک پورے ایک ہی رکوع میں ہیں۔ للّٰہ یہ مفتی بتائیں کہ

(الف) یہ کہاں ارشاد ہے کہ ایک دم ہی ایک طلاق۔ دو طلاق تین طلاق کہنے سے تینوں طلاقوں کے واقع ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(ب) یہ کہاں ارشاد ہے کہ کسی اور شخص سے نکاح کر دیا جائے۔۔۔۔ کیا ان الفاظ سے یہ مراد نہیں کہ حلالہ قصداً اور کسی مقررہ وقت کے لئے مفتی لوگ کرانے کی اجازت دیتے ہیں؟

طلاق رجعی و طلاق بائن

"الطلاق مرتٰن" میں صرف عرب کی اس بیماری کا علاج ہے جو بار بار طلاق دیکر رجوع کرتے تھے۔ لیکن اس سے لوگوں نے ہر دو مندرجہ بالا طلاقوں کی تفریق پیدا کی ہے۔ اور وہ یوں کہ دو مرتبہ طلاق کے بعد رجوع کی جو اجازت اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ اس کو باطل کرنے کے لئے عورت پر اکٹھی تین طلاق داغ دیتے ہیں۔ اور اس کو طلاق بائن قرار دیا ہے۔ فقہا کے ایک گروہ نے اس قسم کی طلاق کو بائن تو قرار دیا ہے لیکن فی الواقع یہ بتانے کو کہ یہ اسلامی شعار کے قطعی خلاف ہے۔ جسے طلاق بدعی کہتے تھے۔ صد حیف ان مفتیوں پر! اس بدعت کو دور کرنے کی بجائے اسے تسلیم کر لیا ہے۔ حالانکہ ہمارے سرور کائنات نے اسے تسلیم نہیں کیا بلکہ مذمت فرمائی۔ ابوداؤد ترمذی و ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ رکانہ نبی کریم صلعم کے پاس آئے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے تو آپ نے فرمایا کہ تیرا ارادہ کیا تھا تو کہا کہ میرا ارادہ ایک ہی طلاق دینے کا تھا جس پر آپ نے

رجوع کی اجازت دی۔ اور نسائی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلعم کو کسی شخص کے متعلق خبر دی گئی۔ کہ اس نے اپنی بیوی کو تین مرتبہ اکٹھی طلاق دی ہے۔ (مشکوٰۃ) فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب اللہ عز وجل وانا بین اظہرکم" یعنی آپ سخت ناراض ہو کر اٹھے اور کہا کہ کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ ہنسی کی جاتی ہے اور میں تمہارے درمیان ہوں۔ مگر آج ہمارے مفتیان پارسا کتنی غیر ذمہ داری کے ساتھ اس بات کے قائل ہیں کہ جب کوئی طلاق دیتا ہے تو اس کا پہلا لفظ تین طلاق بھی ہو تو طلاق ہو گئی۔ مفتی صاحبان اوپر دی ہوئی آیات کریمہ ذرا غور سے پڑھیں۔

پہلی دو طلاقیں عارضی علیحدگی ہے

دراصل پہلی دو طلاقیں عارضی علیحدگی ہوتی ہیں، کیونکہ میاں بیوی ان کے بعد پھر پہلی صورت پر رہ سکتے ہیں لیکن اس عارضی علیحدگی کا قاعدہ محض دو بار دیا ہے۔ اگر عارضی جدائی پر حد بندی نہ کی جاتی تو یہ ایک بیماری بن جاتی۔ اسی لئے فرمایا کہ تیسری بار انسان خوب سوچ سمجھ کر طلاق کا لفظ منہ سے نکالے، اور یہ خیال رہے کہ طلاق ہمیشہ حالت طہر میں ہوا کرتی ہے۔ اس سے تو کسی کو بھی اختلاف نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ ارشاد الٰہی ہے

والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء۔

ترجمہ:- "اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں۔"

یہ محض اسی غرض کے لئے ہے کہ اتنا عرصہ خوب سوچ سمجھ لیا جائے تب جا کر تیسری طلاق ہونے پر طلاق مطلق وقوع پذیر ہوتی ہے۔ ورنہ خاوند بیوی مجاز ہیں کہ اس دوران میں رجوع کر لیں۔ تیسری طلاق کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے اس تعلق کو دوبارہ قائم کرنے سے محروم کر دیئے جاتے ہیں، سوائے ایک صورت کے کہ وہ عورت کسی اور خاوند سے نکاح کرے (نہ کہ اس کا نکاح بقول مفتی آستانہ کر دیا جائے) پھر وہ خاوند بھی اسے طلاق دیدے۔ (محض اتفاقیہ صورت میں) ان الفاظ سے جو حلالہ کا مسئلہ نکالا گیا ہے۔ وہ مسلمانوں کی کم علمی کی وجہ سے اسلام پر ایک بدنما داغ ہو رہا ہے۔ یہ رواج تو آج کل ہمارے خود سر مولویوں کے صدقے میں عام ہو چکا ہے۔ جہاں کوئی شخص بیوی پر ناراض ہوا جھٹ تین طلاق، کہہ دی بعد میں پچھتاوا ہوا تو جھٹ سے حلالہ کا مشورہ پیش کر دیا۔ یعنی خواہ ایک ہی رات کے لئے کسی دوسرے شخص سے ایک فرضی نکاح ہو جائے اور صبح کو وہ طلاق دیدے۔ یہ ایک لعنت ہے۔ جو مسلمانوں کے گلے پڑی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ وہ صریحًا خلاف قرآن چلتے ہیں۔ واضح رہے کہ حلالہ کی رسم بھی دراصل ایک جاہلیت کی رسم تھی۔ حدیث شریف میں صاف آتا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا:-

"میرے پاس حلالہ کرنے والا
اور کرانے والا لایا جائے گا
تو میں دونوں کو سنگسار کرونگا۔"

دیکھئے۔ غور کیجئے یہ کتنا بڑا اور سنگین جرم ہے، جس کی سزا سنگسار ہے ——— تو کیا یہ کتنا گناہ ہوگا کہ حلالہ کرنے والے اور کرانے والے زناکاری کے مجرم ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت عثمان سے یہی مروی ہے کہ ایک مقدمہ آپ کے سامنے لایا گیا۔ کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔ تاکہ اس کے خاوند کے لئے حلالہ کرے۔ تو آپ نے نکاح کو فسخ کر کے دونوں کو الگ الگ کر دیا۔ اور فرمایا کہ پہلے خاوند کے پاس نہیں جا سکتی جب تک کہ خوشی سے نکاح نہ کرے۔ اور اس نکاح میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہو (روح المعانی)

دوسری بات یہ ہے کہ اعمال ہمیشہ نیت پر انحصار رکھتے ہیں۔ "الاعمال بالنیات" اگر حلالہ کی نیت یہی ہو کہ کچھ مقررہ وقت کے لئے کسی اور کے نکاح میں کوئی عورت دے کر واپس لے لی جائے گی تو یقینًا یہ خلاف شرع ہوگا۔ حرام کاری ہوگی۔ غرضیکہ جس لعنت کبیرہ کو رسول اللہ صلعم اور صحابہؓ نے دور کیا تھا۔ اسے آج یہ مفتی مسلمانوں کے گلے مڑھ رہے ہیں، بیٹھے ہوئے فتوؤں کے انبار لگا رہے ہیں، انہیں اس بات کا کوئی قلق یا رنج نہیں۔ خواہ ہماری عزت دار بہو بیٹیاں اس مسئلہ کا برا اثر لے کر لعنتی راہ اختیار کر لیں۔ میں تو کہوں گی کہ ۹۰ فیصدی طوائفیں انہی مفتیوں کی مرہون منت ہونگی۔ جو آج ان کی جان کو رو رہی ہیں اور روتی رہینگی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہاں یہ بھی بعید از موضوع نہ ہوگا کہ اگر حکومت پاکستان ان ہر دو مسائل پر پوری قرآنی تحقیق کے مطابق نگاہ رکھے اور اپنے اسلامی قوانین میں ایسی طلاقوں اور حلالہ جیسی بدرسومات کی مذمت کرے۔ تاکہ آنے والی نسلیں ہمیں مطعون نہ کریں۔ لہذا حکومت خداداد پاکستان سے پرزور استدعا ہے کہ اس لعنت کو احکام الٰہیہ کی روشنی میں جلد سے جلد ختم کرے۔

(حلالہ) عارضی نکاح حرام ہے

ممکن ہے کسی کو خیال ہو کہ قرآن شریف کے اس رکوع سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے تو اصول احکام الٰہی سے قطعی بے بہرہ ہے۔ قرآن حکیم ایک رات یا کسی مقررہ وقت کے نکاح کے لئے جائز ہی نہیں رکھتا۔ نکاح کی قرآنی اصطلاح تو دوامی ہے جو زندگی بھر کے لئے ہو۔ پھر مرد و عورت کی رضامندی نکاح کے لئے اشد ضروری ہے۔ وہ حلالہ کے لعنتی طریق میں کہاں پائی جاتی ہے۔ کیا یہ صریح زناکاری نہیں اور کیا یہ مفتی لوگ زناکاری کے سب سے بڑے ذمہ دار نہیں ٹھہرتے۔ یقینًا خدا ان سے پوچھے گا۔ کیونکہ میں سچ کہتی ہوں، ان لوگوں نے کئی بہو بیٹیوں کے گھر اسی طرح برباد کئے ہیں۔ خلاف قرآن احکام صادر کر کے مسلمان عورتوں کو زندہ درگور کرتے رہے ہیں۔

میں نے تو مفتی آستانہ کے ایسے فتوے بھی پڑھے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ طلاق ہوتی ہی غصے کی حالت میں ہے۔ خواہ طلاق دینے والے کی نیت نہ ہی ہو۔ کیا یہ مفتی یہ کہتے ہیں کیا انہیں معلوم نہیں کہ شراب کی طرح غصہ بھی حرام ہے اگر شراب کے نشہ کی حالت میں کوئی بات قابل اعتماد نہیں سمجھی جاسکتی تو غصہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق کیونکر قابل اعتماد ہوگی۔ میں سمجھتی ہوں کہ محض وہم ہے۔ کہ اکٹھی تین طلاق کہہ دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اور غصہ کی حالت میں بھی طلاق کہہ دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ان مسائل کو سمجھنے کے لئے چشم کور نہیں چشم بینا درکار ہے۔

آخر میں میری ہر سمجھدار پڑھی لکھی اور شریف بہو بیٹیوں سے خصوصًا اور مرد مسلمانوں سے عمومًا استدعا ہے کہ وہ اس مسئلہ کو کم فہم مولویوں اور نام نہاد علماء کے ہاتھوں میں نہ دیں، خدا کے لئے اسلام کی لاج رکھیں۔ حلالہ جیسے مسئلہ کی تائید نیوگ کی تائید سے کسی طرح کم نہیں ہے، اپنی عزتوں کو محفوظ کریں۔ ہندوؤں اور عیسائی مذہب کے طعن تشنیع کا باعث نہ بنیں، دیکھئے آخری آیت کے الفاظ کس طرح پکار پکار کر ہمیں بتا رہے ہیں۔ قرآن کریم کے نزدیک طلاق ایک ہی ہے، اور وہ بھی تیسری بار نہ یہ نہیں کہ اکٹھی یک وقت تین طلاقیں کہہ دی جائیں کیونکہ اس میں رجوع کا اختیار باقی ہے۔ ورنہ عدت گذرنے کو ہو تو روک رکھنے کے کیا معنی؟

سیرت نبوی

قرآن و حدیث کی روشنی میں

شیخ غلام قادر صاحب رضا احمد بلڈنگس لاہور

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے جواہر پارے قرآن و حدیث کے طلائی صفحات پر جابجا بکھرے پڑے ہیں۔ رضائے حق کے لئے اس مادی زندگی کے طوفان انگیز دھارے سے بسلامت عبور کرنے اور ساحل امن (قرب الی اللہ) تک پہنچنے کا واحد ذریعہ ہیں کسی نے کیا اور خوب کہا ہے۔

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

سیرت طیبہ میں ادائیگی حقوق العباد اور حقوق اللہ کا ایسا گہرا امتزاج نظر آتا ہے کہ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کر سکتے۔ آج دنیا میں جو ہر چہار طرف فساد و نفاق برپا ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ اہل دنیا نے آج حقوق العباد کو اپنے پاؤں کے نیچے مسل کر رکھ دیا ہے۔ حقوق العباد کی رعایت کو حقوق اللہ کی ادائیگی سے پیش پیش رکھ کر بتا دیا گیا ہے کہ حق العباد وصول الی اللہ کے لئے ایک زینہ ہے جس کے بغیر انسان اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا جو کہ نہ صرف جنت یا حیات ابدی کے قرات سے بہت بڑھ کر ہے ورضوان من اللہ اکبر (قرآن) نہیں پا سکتا اور نہ دنیا میں امن قائم کر سکتا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انبیاء کے بعد ایک ہی جماعت قدسیہ سقف آسمان کے نیچے نظر آتی ہے جو تکمیل انسانیت اور اخلاق و اعمال الٰہیہ کا مکمل ترین نمونہ و اسوہ ہیں کیونکہ نقش لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ان کا دستور العمل و نمونہ جمیع اعمال و افعال تھا اور بدیں وجہ وہ سرچشمہ مقام محمدی کے فیضان سے سیراب ہوتے۔

الغرض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اہل دنیا کی رہنمائی کے لئے ہر شعبہ زندگی میں کامیابی، سلامتی اور پرہیزگاری سے چلنے کے لئے اسباق و اشارات بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔

چنانچہ اس بحث زیر آپ کے مکارم اخلاق ... کے چند ملفوظ بطور پیش کئے جاتے ہیں۔

والدین سے از روئے قرآن آپ سے حسن سلوک :-

وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا۔

ترجمہ:- اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوائے کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ سے نیکی کرو۔ اگر تیرے سامنے دونوں میں سے ایک یا دونوں ہی بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف تک نہ کہہ اور نہ ان کو ڈانٹ۔ اور ان دونوں سے ادب سے بات کر اور ان دونوں کے آگے رحم کے ساتھ عاجزی کا بازو جھکا اور کہہ اے میرے رب تو ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے مجھے جب میں چھوٹا تھا تو پرورش کیا

از روئے حدیث :-

ان رجلا قال یا رسول اللہ ان لی مالا وولدا وان ابی یحتاج مالی فقال انت ومالک لابیک۔ ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من کسب اولادکم۔ ابو داؤد

یعنی ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مالدار بھی ہوں اور صاحب اولاد بھی اور میرے باپ کا یہ حال ہے کہ میری دولت بغیر گذارہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم خود اور تمہاری دولت تمہارے باپ کا مال ہے۔ تمہاری اولاد تمہاری بہت اچھی کمائی ہے (بلا تکلف) اس کی کمائی کھاؤ۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور نے ماں کے متعلق فرمایا۔

فان الجنۃ تحت رجلیھا۔ (نسائی)

یعنی جنت اس (ماں) کے قدموں کے پاس ہے۔

اولاد کی تکریم و تربیت از روئے قرآن :-

لا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم (الانعام) یعنی اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو ہم تم کو رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی۔ قتل اولاد سے منشاء اولاد کو علم سے مفلسی کی وجہ سے محروم رکھنا ہے جیسا کہ امام راغب قرآن کے سلسلہ میں لکھتے ہیں... قیل ان ذالک نھی عن شغل الاولاد بما یصدھم عن العلم۔ یعنی اولاد کو جاہل رکھنا قتل کے مترادف ہے۔

از روئے حدیث :-

ما نحل والد ولدا من نحل افضل من ادب حسن (الترمذی)

ترجمہ:- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- باپ کی طرف سے بیٹے کے لئے اس عطیہ سے بڑھ کر نہیں کہ اس کی تعلیم و تربیت اچھی کرے دوسری روایت میں ہے کہ بیٹے کی تعلیم صدقہ اور خیرات سے بہتر ہے۔

ایک اور روایت میں فرمایا:-

من عال ثلاث بنات او ثلاث اخوات او اختین او ابنتین فادبھن واحسن الیھن وزوجھن فلہ الجنۃ (ابو داؤد و ترمذی)

ترجمہ:- جس شخص نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو بہنوں یا دو بیٹیوں کی پرورش کی انہیں پڑھایا (سلیقہ) سکھایا ان کے ساتھ نیک سلوک کیا اور پھر ان کی شادی کر دی وہ جنتی ہو گیا۔

دیگر رشتہ داروں، پڑوسیوں، یتیموں مسکینوں وغیرہ سے حسن سلوک :-

وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتمی والمسکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا (النساء)

ترجمہ:- ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، اور قریبیوں کے ساتھ بھی اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی پڑوسیوں اور دور کے پڑوسی اور پاس والے ساتھی اور مسافر (یعنی ہم سفر) اور ان کے ساتھ بھی جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا جو تکبر کرنے والا فخر کرنے والا ہے۔

احادیث

یتیموں کی پرداخت :-

(۱) انا وکافل الیتیم فی الجنۃ ھکذا واشار بالسبابۃ والوسطی وفرج بینھما۔ البخاری۔ ابو داؤد والترمذی۔

ترجمہ:- میں اور یتیم کا خبر گیر جنت میں ایسے قریب ہوں گے جیسے انگوٹھے کے پاس کی انگلی اور ذرا سے تفاوت کے ساتھ اس کے پاس والی۔

بیوہ عورت اور مسکین کی مدد :-

الساعی علی الارملۃ والمسکین کالمجاھد فی سبیل اللہ او کالذی یصوم النھار ویقوم اللیل۔ مسلم۔ مالک۔ ابو داؤد

ترجمہ:- فرمایا بیوہ عورت اور مسکین کی مدد کرنے والے کی مثال اس شخص کی ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے یا دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے۔

بنی نوع انسان سے ہمدردی :-

لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ الخمسۃ الا ابو داؤد۔

ترجمہ:- فرمایا۔ کوئی شخص تم میں سے مومن کہلانے کا مستحق نہیں یا مقام مومن نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی (بلا امتیاز رنگ و ملت) کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (باقی دارد)

مجلس معتمدین کے متعلق ایک نہایت ضروری اعلان

جملہ ممبران مجلس معتمدین کی خدمت میں اطلاع دی جاتی کہ مجلس معتمدین کا اجلاس 9/3/53 کو بروز اتوار ہونا قرار پایا ہے 8/3/53 کو بروز ہفتہ مجلس مشاورت کا اجلاس ہوگا۔ چونکہ اجلاس اہم ہے اسلئے جملہ احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ ضرور اس میں شامل ہو کر اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرماویں۔

دونوں ایجنڈے شائع کئے جا رہے ہیں جو احباب کو تاریخ انعقاد اجلاس سے دو ہفتہ قبل پہنچ جاویں۔

احمد یار۔ اسسٹنٹ سیکرٹری
29 6/53

پنجاب میں پیر پرستی

ایک مبصّر کے قلم سے

تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد

یوں تو پیر پرستی کا دجل و فریب ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا ہے۔ مگر پنجاب میں یہ فتنہ ایک دائمی اور مستقل صورت اختیار کر گیا ہے اور مسلمان کو قعر ذلت کی طرف لئے جا رہا ہے۔ پیری کا یہ ڈھونگ کچھ اس طرح سے رچایا جا رہا ہے کہ آپ پنجاب کے کسی گوشہ میں چلے جائیے وہاں یقیناً کسی پیر جی نے اڈا ضرور جمایا ہوگا۔ کیونکہ پنجاب کے عام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ بغیر پیر کی بیعت کے نہ تو خدا کی عبادت ضروری اور نہ رسول کی اطاعت لازمی ہے۔ اور یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ پیروں کے اس "طلسم ہوشربا" سے آزاد ہیں ان کے لئے "بے پیرا" کا لفظ طعن و تشنیع کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

اگر پنجاب کی اس پیری کا بنظر تعمق مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح طور پر آشکارا ہو جاتی ہے کہ پیری کا یہ سلسلہ درحقیقت ایک "معزز دوکانداری" ہے جو پیر جی کے لئے نہ صرف عزت کا باعث ہے بلکہ عزت کے ساتھ دولت، حکومت، شہرت کے ذرائع بھی بہم پہنچاتا ہے جو ہر قسم کی ذمہ داری سے بے نیاز ہے۔ دنیا کے حوادث، مصائب و آلام، تفکرات اس کے لئے حرف مہمل کی حیثیت رکھتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اس فرعونی پیشے نے پنجاب کے مسلمانوں کی حالت خصوصاً اس قدر دگرگوں کر دی ہے کہ جس کو دیکھ کر ایک سچا مسلمان خون کے آنسو روتا ہے، پنجاب کا یہ پیر پرست مسلمان اس حالت کو پیش کرتا ہے جو رسول کریم صلعم کی تشریف آوری سے پہلے عرب کی حالت تھی۔

عرب آپ کی آمد سے پہلے بے جان بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ مگر موجودہ زمانے کا مسلمان جاندار بتوں کی پوجا کر رہا ہے۔ وہ کافر تھے اسلام کی تعلیم سے روشناس نہ ہوتے تھے اس لئے ان کی جاہلیت پر ہم اتنے شاکی نہیں جتنے موجودہ زمانے کے مسلمان سے وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے لیکن اس کے باوجود اسلام کی صحیح تعلیم سے سراسر بیگانہ ہے توحید کی حقیقت سے وہ بالکل بے خبر ہے۔ اسکو یہ معلوم نہیں کہ خدا کے بغیر کسی کے آگے جھکنا یا کسی کو وسیلہ ٹھہرانا سراسر کفر ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ پنجاب کا یہ "مرید" اپنے پیر کے ہاتھوں پاؤں اور گھٹنوں کو بے اختیار چومتا ہے اور وہ پیر جو اپنے آپ کو اسلام کا ٹھیکیدار سمجھتا ہے کتنا خوش ہو ہو کر اپنے ہاتھ کو بوسہ دلوانے کے لئے مرید کی جانب بڑھاتا ہے۔

پنجابی مسلمان اس پیری کے طلسم میں بری طرح سے یوں پھنسا ہوا ہے کہ جس سے رہائی پانا اس کے لئے ایک امر محال کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ وہ مریدی کے نشہ میں یوں کھو گیا ہے کہ خدا اور رسول کا اسے دھیان ہی نہیں رہا۔ خدا کو کوئی کچھ کہتا رہے لیکن اس پیر پرست مسلمان کو پرواہ تک نہیں ہوتی۔ رسول اکرمؐ کی کوئی ہتک کرے تو اس کے بدن پر جوں تک نہیں رینگتی لیکن اگر پیر جی کے خلاف چند جملے زبان سے نکل جائیں تو اس شخص کو کافر، وہابی، ملحد اور نہ جانے کن کن الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

پنجاب میں یہ حالت جاہل مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ خود کو پڑھا لکھا کہنے والے مسلمان بھی اس دام میں گرفتار ہیں اور جو یہ جانتے ہوئے بھی کہ پیر پرستی اسلام کے سراسر خلاف ہے اس دام سے آزاد نہیں ہوتے۔

پنجاب کے یہ پیر مسلمانوں کو پست خیال ذلیل اور مذہب سے دور لے جا رہے ہیں۔ جاہل مریدوں سے روپیہ بٹور کر اپنا اُلو سیدھا کر رہے ہیں۔ مرید بیچارے کے گھر میں کھانے تک کو بھی نہ ہو۔ لیکن اگر پیر جی اس کے گھر جائیں تو ان کے لئے مرغ، حلوا، پراٹھے، اور پلاؤ چاہئے۔ وہ شخص جو لوگوں کی کمائی کھانا باعث فخر سمجھتا ہو، اس سے نیکی، خودداری اور عزت کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ یہ پیر تو لوگوں کی کمائی کھانے والے ہیں، جو پرلے درجے کی بے غیرتی اور بے بسی ہے پیری کا مزا تو تب ہے کہ پیر جی مریدوں سے پیسہ دھیلا لینا چھوڑ دیں۔ بازاری پیروں نے جو حزب بنائے ہوئے ہیں دیگر راہ مطلب شخص اصلاحی طور پر جو روپیہ جمع کرتا ہے اس کو توڑ دیا جائے اور پیر جی خود کما کر کھائیں۔ بلکہ اپنے غریب مریدوں کی امداد کریں۔ لیکن یہ چیزیں کہاں، ان پیروں کے لئے تو عالیشان محل چاہئیں۔ دونوں وقت دستر خوان پر مرغ پلاؤ اور حلوا لگا ہوا ہونا چاہئے۔ موٹریں ہونی چاہئیں۔ ریشمی کپڑے اور قیمتی گھڑیاں پیر جی کے ہاتھ پر لگانے کے لئے ہو تو ضروری ہیں۔ بلکہ یہ پیر اپنی اولاد تک کو انگریزی سکولوں میں تعلیم دلوائیں اور مریدوں کو یہ تلقین کریں کہ انگریزی پڑھنا گناہ ہے خفیہ طور پر خود تو حکومت کا دم بھریں اور مریدوں کو یہ کہیں کہ وہ آزاد ہیں ——— بالکل آزاد۔

یہ پیر نہیں بلکہ کوتاہ اندیش مسلمانوں کے پھنسانے کے لئے ایک جال ہے۔ جس میں غریب اور سادہ مسلمان بری طرح سے پھنسا ہوا ہے مسلمان فطرتاً سادہ واقع ہوا ہے۔ وہ پیر کی چکنی چپڑی باتوں میں فوراً آ جاتا ہے اور اس کی داڑھی و تسبیح کو دیکھ کر غلطی کھا جاتا ہے، اس کے فرضی مریدوں کی تعداد دیکھ کر فوراً مرید بن جاتا ہے عرس کو نیکی کی مجلس جان کر اپنی گاڑھے پسینے کی کمائی مفت میں ضائع کر دیتا ہے۔ مگر اسکو معلوم نہیں کہ یہ عرس تو پیر جی کی آمدنی کا ایک ذریعہ ہوتے ہیں۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ پیری کی ایک کلیرنگ سیل ہوتے ہیں۔ ہر سال ہندوستان میں تو کیا پنجاب میں ہی ہزاروں عرس منائے جاتے ہیں۔ لیکن کیا کبھی کسی گدی نشین پیر نے مسلمانوں کو کوئی پیغام دیا ہے۔ روپے کی فراہمی کا پیغام نہیں، بیداری کا پیغام، کیا کبھی کسی پیر نے یہ بھی کہا ہے کہ سوائے اللہ کے کسی کے آگے نہ جھکو، اور اس کے سوائے کسی کو اپنا وسیلہ نہ بناؤ؟ کیا کبھی کسی سجادہ نشین نے یہ فرمانے کی بھی تکلیف گوارا کی کہ وطن کی خدمت کرو کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے حب الوطن من الایمان وطن سے صحیح معنوں میں محبت کرو .... کیا کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ فرقہ بندی چھوڑ دو اور سچے مسلمان ہو۔ عمل کو اپنی حیات کا اہم پہلو سمجھو کیونکہ اگر تم عمل نہ کرو گے تو تمہاری نمازیں اور عبادتیں سب فضول ہیں۔ لیکن یہ باتیں، یہ سچی باتیں، بھلا یہ پیر کیوں کہیں۔ اگر وہ ان باتوں کا پرچار کریں تو پھر ان کا مرید کون بنے، ان کو پیسے کہاں سے آئیں۔ عرس منائے جاتے ہیں اور پیر جی کا خزانہ مریدوں کے ٹکوں سے بھر جاتا ہے اور ایک ... کیا خوب کہا ہے۔ ... ملیح آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔

تبرک پہ مریدوں کو کٹاتے رہیئے
ڈھولک پہ سفیہوں کو نچاتے رہیئے
اللہ اگر روٹھ رہا ہے روٹھے
بے خوف و خطر عرس مناتے رہیئے

پنجاب میں پیر پرستی کا زور کیوں ہے؟ اس کی دو بڑی وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ پنجابی مسلمانوں کی مذہب سے بیگانگی ہے۔ پنجاب میں اس وقت مسلمان دو طبقوں میں منقسم ہیں۔ ایک طبقہ وہ ہے جو محض نام کے مسلمان ہیں اور جن کو مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ دوسرا وہ طبقہ ہے جس کو مذہب سے شغف ہے اور جو پیروں کے دام میں پھنسا ہوا ہے جن کے خیال میں پیر کی بیعت کرنا اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول ہے اس چیز کو توہم پرستی نے اور بھی مضبوط کر دیا ہے، کسی کے ہاں اولاد نہ ہوئی یا کوئی ایسی ویسی بیماری ہو گئی تو پیر جی کی بیعت ہونا ضروری سمجھا گیا اور ان کی بیعت کرنا ان مصائب سے خلاصی پانا خیال کیا گیا ہے۔

دوسری وجہ ایک غلط عقیدے کی نشر و اشاعت ہے۔ یعنی بغیر وسیلے کے خدا یا رسول تک رسائی ناممکن ہے مطلب یہ ہے کہ اگر ہم خدا یا رسول سے لو لگانا چاہتے ہیں تو ہمیں پیر جی کی غلامی اختیار کرنی چاہیئے۔ یہ غلط عقیدہ عوام میں اس قدر سرایت کر گیا ہے کہ اس عقیدے کے رد میں آپ کچھ دلائل دیتے رہیں وہ ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں گے لیکن ان کو معلوم نہیں کہ خدا اور رسول کو ان وسیلوں کی ضرورت نہیں ہے۔

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

توحید اسلام کا سب سے بڑا بنیادی اصول ہے۔ خدا تو کہتا ہے کہ اگر تم مجھ کو پانا چاہتے ہو یا مجھ سے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو تو براہ راست مجھ سے مانگو۔ کسی کی سفارش کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ میں تمہارے دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہوں، میں حاضر و ناظر ہوں اور تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہوں، خدا تو کھلے لفظوں میں کہتا ہے کہ مجھ سے اور صرف مجھ سے براہ راست مانگو لیکن پیر پرستوں کا یہ ایمان ہے کہ بغیر وسیلے کے ہم کچھ نہیں کر سکتے اور سہارا بھی ان شخصوں کا لیا جاتا ہے جن کی کیفیت بقول حضرت علام ہے

داڑھیوں میں معصیت کی تیرگی گوندھی ہوئی
راہبانہ شکل و صورت حسرتوں میں ڈوبی ہوئی
پنڈلیوں تک خرقۂ زہد و ورع آیا ہوا
اور آنکھوں میں رعونت کا نشہ چھایا ہوا
معصیت کوشی کے پیکر نفس سرکش کے مرید
خلد کے تاجر خدا کو بیچنے والے پلید

پنجاب کے مسلمانوں کے لئے ضرورت ہے کہ وہ جلد از جلد پیری کے اس دجل و فریب سے آزاد ہونے کی کوشش کریں...!

تدفین اور تیمم کے مسائل سائنس کی روشنی میں

(از ناصر احمد صاحب متعلم بی اے)

سائنس نے موجودہ دور میں مختلف علوم میں حیرت انگیز انکشافات کیں ہیں۔ خاص طور پر علم طب و جراحی میں ایجادات و انکشافات کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم ہو چکا ہے۔ سائنس کے اس ترقی پذیر شعبہ نے ایسی ایسی بیماریوں کے جراثیم کا انکشاف کیا ہے جن کو ہم اپنی ان قدرتی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ جوں جوں سائنس ترقی کرتی جاتی ہے توں توں نیچر کے متعلق حیرت انگیز انکشافات ہوتے جاتے ہیں۔ اور خدا کی ہستی پر زیادہ سے زیادہ ایمان پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح ایک ذرہ میں ایک نئی دنیا بسی ہوئی نظر آتی ہے۔ سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ جوں جوں ہم ایک چیز کی گہرائیوں میں پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں توں توں دائرہ عمل بڑھتا جاتا ہے اور عقل حیرت میں آتی ہے کہ آخر اس کی انتہاء کہاں ہوگی۔

قرآن جو مذہب اسلام کے پیروؤں کے لئے ایک مکمل لائحہ عمل پیش کرتا ہے۔ قرآن کے اس دعوے کا ثبوت ہم کو اس طرح ملتا ہے کہ آج اس کے نزول کو ساڑھے تیرہ سو سال ہو چکے ہیں لیکن اس کے بنیادی اصولوں کو اس زمانے میں جبکہ سائنس اتنی ترقی کر رہی ہے کوئی نہ رد کر سکا بنیادی اصول تو ایک طرف رہے اسلام میں جو چیزیں جزوی حیثیت رکھتی ہیں جن کا تعلق ارکان اسلامی سے جزوی ہے، اگر ان کا ہی تجزیہ سائنس کی روشنی میں کیا جائے تو موجودہ سائنس کے انکشافات اور ان جزوی احکامات میں ایک حد تک مطابقت پائی جاتی ہے۔ اس زمانے میں جبکہ مہذب انسان نے دنیا کی تقریباً تمام قوتوں کو مسخر کر لیا ہے۔ اس وقت یعنی قرآن اپنی یکتائی کو برقرار رکھے تو اس کے قیامت تک زندہ رہنے والی کتاب ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔

طب کی چند نئی ایجادات میں سے اسپرٹو مائسین کا ٹیکہ ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس ایجاد سے طب کے ماہروں کو ایک نئے میدان عمل میں کام کرنے کا موقعہ مل گیا۔ یہ نئے تجربات زمین کے اندرونی جراثیم سے بیماریوں کے لئے علاج تلاش کرنے سے متعلق ہیں۔ ان تجربات میں اتنی کامیابی ہوئی ہے کہ یہ امید کی جا سکتی ہے کہ طب مستقبل قریب میں ترقی کی بلند سے بلند منزلیں طے کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

اسپرٹو مائسین کا ٹیکہ ڈاکٹر واکس مین کی طویل اور ان تھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ڈاکٹر موصوف روس میں پیدا ہوئے بعد ازاں امریکہ میں آکر آباد ہو گئے۔ آج کل آپ "یونیورسٹی" میں زراعتی تجربہ گاہ میں پروفیسر ہیں۔ ڈاکٹر مذکور نے اس بات کی تہ لگانی شروع کی کہ جب آدمی کسی بیماری سے مر جاتا ہے پھر اس کو زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے تو آیا اس کو زمین میں دفن کرنے کے بعد اسکے جسم کے اندر جو بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں وہ مر جاتے ہیں یا زندہ رہتے ہیں؟ اگر مر جاتے ہیں تو ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اور اگر زندہ رہتے ہیں تو پھر زمین کے اندر ان کا کیا عمل ہوتا ہے؟ چنانچہ اس کے لئے وہ ایک لمبے عرصہ تک قبرستانوں میں جاتے اور مردوں کو نکال کر ان کے جسم چیرتے پھاڑتے اور دیکھتے کہ ان مردہ اجسام کے اندر کسی قسم کے جراثیم موجود ہیں یا نہیں، ان کی اس ان تھک کوشش نے ان کو اس حیران کن نتیجہ پر پہنچایا کہ دفن کرنے کے بعد مُردے کے اندرونی جراثیم مر جاتے ہیں۔

بعد ازاں ان کو یہ تجسس ہوا کہ آخر یہ جراثیم کیوں مر جاتے ہیں؟ آخر کار وہ یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ زمین میں فضا کی ہر بیماری کے جراثیم کے مخالف جراثیم پائے جاتے ہیں ان جراثیم کو Actinomyces griseus کہتے ہیں۔

جب مُردے کو زمین میں دفن کیا جاتا ہے تو جس بیماری میں وہ مرتا ہے زمین کے اندرونی جراثیم جو کہ اس کے مخالف ہوتے ہیں وہ ان کو مار دیتے ہیں اور اس طرح جراثیم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتے ہیں۔ ان Actinomyces griseus ایک قسم ہوتی ہے Streptomyces griseus جس سے اسپرٹو مائسین کا ٹیکہ ایجاد ہوا ہے۔ یہ ٹیکہ ٹائیفائڈ، ملیریا اور دوسری بیماریوں کے لئے مفید ثابت ہوا ہے۔

اس انکشاف کی روشنی میں اگر ہم اسلام کے مسئلہ تیمم اور دفن کو لیں اور ان کا تجزیہ کریں تو ان کی صداقت ہم پر عیاں ہو جاتی ہے۔ پہلے تو ہم مذہبی اعتبار سے اس کی صحت کے قائل تھے لیکن آج اس انکشاف نے سائنٹیفک طور پر بھی ان کی تصدیق کر دی ہے۔

پس مسلمانوں کا مُردے کو دفن کرنا نہ صرف مذہبی رُو سے صحیح ہے بلکہ آج سائنس نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے۔ اگر مذہب اسلام کو ان سائنٹیفک انکشافات کی روشنی میں پرکھا جائے جن کو بین الاقوامی طور پر مان لیا گیا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب کے بھیجنے والی کوئی ایسی ہستی ہے جو دنیا کی ہر چیز کے فطری قانون کی بھی خالق ہے۔ اور اگر وہ واقعی خالق ہے تو اس میں اس صفت کا موجود ہونا نہ صرف ضروری بلکہ لازمی امر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام جو بھی طریق زندگی بتاتا ہے وہ ہمیشہ پیدا ہونے والے حالات میں بھی قابل عمل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ عین انسان کی فطرت کے مطابق ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسکو کوئی بھی رد نہیں کر سکتا۔ ان تمام حقائق کی روشنی میں ہم مسلمان یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ مُردے کو زمین میں ہی دفن کرنا چاہئے کیونکہ بقول ڈاکٹر واکس مین کے اس طرح جراثیم مر جاتے ہیں اور مزید افزائش کا خطرہ نہیں رہتا۔ نہ اسکو ہندوؤں کی طرح جلانا چاہئے کیونکہ انسان کے اندر کئی ایسے قسم کے بکٹیریا ہوتے ہیں جو جلانے سے بھی نہیں مرتے، اور نہ ہی پارسیوں کی طرح ایک اونچی جگہ پر مُردے کو رکھ دیا جائے تاکہ اس کو چیل کوّے اور گدھ وغیرہ کھا لیں (کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ انسان کو اپنے آپ کو مر کر بھی خیرات کرنا چاہئے اور وہ خیرات اسی طرح ہو سکتی ہے کہ وہ مُردے کو ایک مقررہ اونچی جگہ پر جس کو وہ "خاموشی کا مینار" کہتے ہیں رکھ دیا جائے اور پرندے اسکو کھا لیں) کیونکہ اس طرح ڈاکٹر مذکور کے قول کے مطابق جراثیم نہیں مرتے بلکہ وہ ہوا کے ساتھ فضا میں پھیل جاتے ہیں اور مزید افزائش کا ذریعہ بن جاتے ہیں پس مُردے کا زمین میں دفن کرنا دوسرے تمام طریق سے بہتر ہے کیونکہ اس طرح جراثیم کی مزید افزائش کو روکا جا سکتا ہے۔

اب مسئلہ تیمم کو لیجئے۔ جب ہم مٹی کو مس کرتے ہیں اور اس کے بعد بازوؤں اور منہ پر پھیرتے ہیں تو اس عمل سے ان پر جو گندے جراثیم ہوتے وہ مٹی میں مخالف جراثیم کی وجہ سے مر جاتے ہیں اور اس طرح اس انکشاف نے اس مسئلہ پر سائنٹیفک اعتبار سے حقیقت کی مہر ثبت کر دی۔

صدیوں سے یہ مسئلہ زیر بحث چلا آ رہا ہے کہ مذہب اور سائنس میں اختلاف ہے، اور ان کو یکجا نہیں کیا جا سکتا۔ اس اختلاف کا اگر کھوج لگایا جائے تو اس کا پتہ ہمیں مذہب عیسائیت میں ملتا ہے جہاں مذہب کا تعلق محض رُوحانی اور فوق الفطرت باتوں سے ہے اور جسمانی اور دنیاوی چیزوں کو شیطانی حرکات قرار دیا جاتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس بات کے محرک خود بانیٔ عیسائیت تھے یا نہیں۔ ہم مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اس کے ذمہ دار وہ نہ تھے بلکہ سائنس اور مذہب میں تفاوت اس مذہب کے پادریوں کا خودساختہ نظریہ ہے۔ یہاں آکر اصل مذہب اور ملّا کے مذہب میں فرق واقع ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اگر اسلامی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو سائنس اور مذہب میں کسی قسم کا تفاوت تو دُور رہا، قرآن مجید جو اسلام کی الہامی کتاب ہے علم طبیعات کے حصول پر بہت زور دیتی ہے

میں اپنے نوجوان دوستوں کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ اگر ان کا یہ ایمان ہے کہ اسلام دنیا میں غالب آئے گا تو اس کو علوم جدیدہ کی روشنی میں مطالعہ کریں اور اسکو موجودہ رنگ میں رنگین کر کے دُنیا کے سامنے پیش کریں تاکہ دُنیا پر اسلام کی سچائی ثابت ہو اور ان پر واضح ہو کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ہر آنے والے زمانے اور ہر دَور میں یکتا ہے اور ہر دَور کے مسائل کا اس میں حل موجود ہے۔

ضروری اعلان

مانسہرہ سے ایک بزرگ نے اطلاع دی ہے کہ ایک شخص خادم حسین نام جو اپنے آپ کو A.N.L کا لفٹننٹ بتاتا ہے۔ مولانا احمد یار صاحب کے حوالہ سے اپنے آپ کو احمدی ظاہر کر کے احباب جماعت سے چندہ مانگتا ہے۔

احباب سے درخواست ہے کہ وہ اسے ہرگز ہرگز چندہ نہ دیں حلیہ یہ ہے:۔ چہرہ پر چیچک کے داغ اور لمبا قد۔

ہفتہ وار پیغام صلح ۔ مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۵۳ء ۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ضروری اعلان

جملہ سیکرٹری صاحبان جماعتہائے سے درخواست کی جاتی ہے۔ کہ اراضی انجمن واقعہ چک ۶/۴-L اسلام آباد متصل اوکاڑہ میں محافظان اراضی کی دو مستقل جگہیں خالی ہوئی ہیں۔ مجموعی تنخواہ مبلغ -/۵۷ روپے ماہوار فی کس ہے۔

سیکرٹری صاحب ایسے نوجوانوں کی درخواستہائے ارسال کریں جو تندرست، محنتی، جفاکش، ایماندار اور معمولی خواندہ بھی ہوں۔ اور دیہاتی زندگی بسر کرنے کے عادی بھی ہوں۔

تمام درخواستیں افسر اراضیات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کے نام تاریخ اشاعت سے دو ہفتوں کے اندر اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہئیں۔

سید مصطفٰے حسین ۔ افسر اراضیات

صرف تین ماہ کیلئے نصف قیمت پر

اَحَادِیثُ العمل

تیس سال گذرے حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور علیہ الرحمۃ نے ایک کتاب بنام "مقام حدیث" شائع کی تھی، جس میں وضاحت سے بیان کیا گیا تھا کہ شریعت اسلام میں حدیث کا مقام کیا ہے۔ احادیث کس طرح جمع ہوئیں اور ان شبہات کا ازالہ کیا گیا تھا جو حدیث کے ناقابل اعتماد ہونے کے متعلق پھیلائے جاتے ہیں۔ ہر مسلمان کیلئے جہاں قرآن کریم کا مطالعہ ضروری ہے وہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ شریعت اسلام میں حدیث کا مقام کیا ہے۔ احادیث کی کتب اپنی ضخامت کی وجہ سے متوسط طبقہ کے ہر شخص کو میسر نہیں اس لئے ایسے بہت سے لوگ ہیں جو احادیث میں دینی تفصیلات اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل جاننے سے تشنہ رہے ۱۹۴۶ء میں بعض انگریز نومسلموں کے توجہ دلانے پر حضرت مولانا صاحب نے ایک انتخاب جو ۔۔۔ احادیث پر مشتمل تھا، بنام "مینول آف حدیث" شائع کیا جس میں روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والی احادیث درج کی گئیں۔ دینی کتب کی مانگ حوصلہ افزا نہیں، مگر اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ پانچ سال کے عرصہ میں یہ کتاب دس ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی اور اب اس کا اردو ترجمہ بنام "احادیث العمل" شائع ہوا۔ ہماری زبان اردو ہے ہم اخبارات میں اسے ہر دلعزیز بنانے کا پرچار کرتے ہیں۔ اس لئے اردو دان پبلک کا فرض ہے کہ انگریزی سے بڑھکر اس کی سرپرستی کریں اور اردو ترجمہ کو مقبول تر بنانے کی کوشش کریں۔ کتاب بہترین قسم کے سفید ولایتی ۱۴ پونڈ وزنی کاغذ پر چھپی ہے اور ۲۹×۲۲/۱۶ کے ۔۔۔ صفحات پر مشتمل ہے۔ کاغذ اور جلد کی گرانی کے پیش نظر کتاب کی قیمت دس روپیہ تھی مگر احباب کے پیہم اصرار پر اسے پانچ روپیہ کر دیا گیا ہے محصولڈاک علاوہ ہوگا۔

مینجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس ۔ لاہور

انتہائی رعائت سے

موٹر بیمہ کروانے کیلئے تمام دستاویز ہم سے رجوع کریں

پریمیم شرح میں غیر معمولی رعائتیں

بیمہ کے ساتھ آپ ٹیکس بھی ہماری معرفت ادا کرکے تکلیف اور اپنا وقت بچائیں۔ اس سلسلہ میں ہماری خدمات آپ کے لئے بیحد مفید ثابت ہوں گی۔ ایک خط لکھ کر اس سلسلہ کی جملہ معلومات حاصل فرماویں۔

اورینٹل سکیورٹی سروس لمیٹڈ ۱۶۶ انارکلی لاہور

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

امراء اور حکمرانوں سے خطاب

اے امیرو اور بادشاہو! اور دولتمندو!! آپ لوگوں میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اس کی تمام راہوں میں راستباز ہیں۔ اکثر ایسے ہیں کہ دنیا سے اور دنیا کے املاک سے دل لگاتے ہیں اور پھر اسی میں عمر بسر کر لیتے ہیں اور موت کو یاد نہیں رکھتے ہر ایک امیر جو نماز نہیں پڑھتا اور خدا سے لاپرواہ ہے اس کے تمام نوکروں چاکروں کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔ ہر ایک امیر جو شراب پیتا ہے اسکی گردن پر ان لوگوں کا بھی گناہ ہے جو اس کے ماتحت ہو کر شراب میں شریک ہیں۔ عقلمندو یہ دنیا ہمیشہ کی جگہ نہیں تم سنبھل جاؤ تم اپنی بے اعتدالی کو چھوڑ دو۔ ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو۔ انسان کو تباہ کرنے والی صرف شراب ہی نہیں بلکہ افیون، گانجا، چرس، بھنگ، تاڑی اور ہر ایک نشہ جو ہمیشہ کے لئے عادت کر جاتا ہے وہ دماغ کو خراب کرتا اور آخر ہلاک کرتا ہے۔ سو تم اس سے بچو۔ ہم نہیں سمجھتے کہ تم کیوں ان چیزوں کو استعمال کرتے ہو جن کی شامت سے ہر ایک سال ہزارہا تمہارے جیسے نشہ کے عادی اس دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں اور آخرت کا عذاب الگ ہے۔ پرہیزگار انسان بن جاؤ تا تمہاری عمریں زیادہ ہوں اور تم خدا سے برکت پاؤ۔ حد سے زیادہ عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ بد خلق اور بے مہر ہونا لعنتی زندگی ہے خدا یا اس کے بندوں کی ہمدردی سے لاپرواہ ہونا لعنتی زندگی ہے۔ ہر ایک امیر خدا کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا ہی پوچھا جائے گا جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ پس کیا بدقسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کر کے بکلی خدا سے منہ پھیر لیتا ہے اور خدا کے حرام کو ایسی بیباکی سے استعمال کرتا ہے کہ گویا وہ حرام اس کیلئے حلال ہے غصہ کی حالت میں دیوانوں کی طرح کسی کو گالی کسی کو زخمی اور کسی کو قتل کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے اور شہوات کے جوش میں بیحیائی کے طریقوں کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے سو وہ سچی خوشحالی نہیں پائے گا۔ (کشتی نوح)

مجلسِ معتمدین کا اجلاس

۹/۸/۵۳ کی بجائے ۱۶/۸/۵۳ کو منعقد ہوگا

(۱) معزز ممبرانِ مجلسِ معتمدین کی خدمت میں اطلاعاً عرض ہے کہ ووکنگ مشن (انگلستان) سے بعض حسابات کی تفصیلات منگوائی گئی تھیں جو ابھی تک موصول نہیں ہوئیں۔ ان کا مجلسِ معتمدین کے اجلاس میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ چونکہ حسابات لمبے ہیں اور خیال ہے کہ یہ حسابات ۹/۸/۵۳ تک یہاں نہیں پہنچ سکیں گے۔ اس لئے اب مجلسِ معتمدین کے اجلاس کی تاریخ ۱۶/۸/۵۳ مقرر کی گئی ہے اور مجلسِ مشاورت کے اجلاس کی تاریخ ۱۵/۸/۵۳ مقرر کی گئی ہے۔ لہٰذا جملہ احباب نوٹ فرما دیں کہ:-

۱۵/۸/۵۳ بروز ہفتہ ۸ بجے صبح مجلسِ مشاورت منعقد ہوگی۔

۱۶/۸/۵۳ بروز اتوار ۷ بجے صبح مجلسِ معتمدین ہوگی۔

(۲) ایجنڈا جملہ ممبران کی خدمت میں ارسال کر دیا گیا ہے۔

احمد یار۔ سیکرٹری

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت صاحب صدر مری میں بخیریت سے ہیں۔

—— حضرت امیر حضرت مولنا صدر الدین صاحب مری میں خیریت سے ہیں۔

—— جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر مسرت کے ساتھ سُنی جائے گی کہ اس سال لائل پور کالج کے ایف۔ ایس۔ سی کے امتحان میں اوّل اور دوم آنے والے دو احمدی نوجوان ہیں۔ اوّل آنے والے کا نام ناصر احمد ہے انہوں نے ۴۸۲ نمبر حاصل کئے اور دوئم آنے والے نوجوان کا نام صفدر رحیم ہے انہوں نے ۴۶۳ نمبر حاصل کئے۔

احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں نوجوانوں کو اسلام اور سلسلہ کے لئے مفید بنائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے اور اس کامیابی کو آئندہ شاندار کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین۔

—— فضل الرحمٰن صاحب سرگودھا سے اطلاع دیتے ہیں کہ وہ اس دفعہ پاکستان ملٹری اکیڈمی کا امتحان دے رہے ہیں وہ بزرگانِ سلسلہ کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس امتحان میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔

—— مرزا بشیر احمد صاحب کراکری مرچنٹ صدر بازار نوشہرہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ وہ قریباً ایک سال سے بعارضہ بواسیر بیمار ہیں۔ بواسیر سے تو اب نسبتاً آرام ہے لیکن کمزوری بہت ہے۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ صاحب موصوف کے لئے حضور قلب سے دعا فرمائیں۔

سانحۂ ارتحال

(الف) جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر رنج و ملال سے سُنی جائیگی کہ ہمارے نوجوان دوست مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب مولوی فاضل کی والدہ ماجدہ اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ نہایت نیک دل اور خدا ترس خاتون تھی۔ ہمیں اس صدمہ میں مولوی صاحب موصوف اور جملہ لواحقین سے گہری ہمدردی ہے۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے آمین۔

اس کے علاوہ احباب سلسلہ کی خدمت میں جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

(ب) چوہدری غفور احمد صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کا صاحبزادہ عزیز نسیم اختر مورخہ ۱۹ر جولائی ۱۹۵۳ء کو وفات پا گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ہم اس صدمہ میں چودھری صاحب کے غم میں شریک ہیں۔ اللہ تعالےٰ چودھری صاحب موصوف کو نعم البدل عطا فرمائے آمین

—— جماعت کے متعدد احباب بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات کا شکار ہیں۔ احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے اور ان کی مشکلات کو دور کرے۔ آمین۔

خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ منیجر۔

ہندوستانی احباب اور جماعتوں کو
ضروری اطلاع

میں بعض جماعتی اور تبلیغی فرائض کے سلسلہ میں کچھ دنوں کے لئے اپنے مستقر حیدرآباد دکن سے باہر رہوں گا۔ میری غیر حاضری میں ممکن ہے خطوط کے جوابات اور ارشادات فرمائشات کی تعمیل میں کچھ تاخیر ہو۔ احباب و معاونین براہ کرم لحاظ رکھیں۔

محمد انعام الحق (انچارج حیدرآباد دکن مشن)

مکان نمبر ۔۔۔ والے کلاس، محلہ اعظم پورہ۔ ملک پیٹھ۔ حیدرآباد دکن۔ (انڈیا)

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ ۔ مورخہ ۱۸ر ذیقعد ۱۳۷۳ھ | نمبر ۲۷

مغربی تہذیب اور اشاعتِ اسلام

احمدی نوجوان غور فرمائیں

موجودہ دور تاریخ انسانی میں مادیت کا دور ہے ۔ جس میں ہر چیز کو مادی نقطہ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ۔ پہلے معیار جن کی بنیاد اخلاق اور روحانیت پر تھی ۔ وہ دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے ہیں اور قریباً پسِ منظر میں جا چکے ہیں ۔ اس روحانی معیار کے رہنما اور علمبردار دنیا میں مسلمان تھے جن کے سینوں کو خداوند تعالےٰ نے آسمانی روشنی اور رشد و ہدایت سے منور کیا تھا اور انہیں ایک ایسا صحیفۂ حکمت عطا ہوا تھا جو دنیا کی سیاسی معاشی اور تمدنی مشکلات میں ان کا خضرِ راہ تھا ۔ لیکن مسلمانوں نے اس سرچشمۂ روحانیت سے روگردانی کی اور ایمان کے دیئے طوفانِ الحاد اور مادیت سے ٹمٹمانے لگے ۔ یہ دور اسلامی دنیا کے لئے نہایت خطرناک دور ہے اسلامی کلچر اور ثقافت کی روحِ رواں توحید باری تعالیٰ اور ہیئتِ اجتماعیہ انسانیہ تھے لیکن اس زمانہ میں مغربی فلسفہ اور نظریات باطلہ نے بہت حد تک اس روح کو کچل دیا ہے ۔ اب مسلمانوں کے پیش نظر توحید باری تعالیٰ اور وحدت نسلِ انسانی نہیں بلکہ نیچریت مادیت اور اشتراکیت کے بُت ہیں جن کی پرستش کی جا رہی ہے اور مغربی اثر اس حد تک سرایت کر چکا ہے کہ بجائے وحدت نسلِ انسانی کے بڑے بڑے لوگوں کے نزدیک قومیت اور رنگ نسل کے امتیازات زیادہ عزیز اور احسن ہیں اور یہ لوگ بجائے روحانی اور اخلاقی اقدار کے مادی اور زمینی اقتدار کے خواب دیکھتے ہیں ۔ اور بجائے قرآن مجید، خدا اور خدا کے رسول کو رہنما سمجھنے کے مغرب کے نقشِ قدم پر چلنا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں چنانچہ گزشتہ ربع صدی میں اسلامی ممالک میں جو معاشی اور سیاسی تغیرات رونما ہوئے ہیں وہ اس ذہنیت اور رجحان کو واضح کرتے ہیں ۔ ایسے نازک وقت میں جبکہ اسلام کو ایسے خطرات پیش تھے اللہ تعالےٰ نے ایک محدث اور مجدد کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ قرآن مجید کو اپنے ہاتھ میں لیکر اس ذہنیت کے خلاف جہاد کرے جبکہ مسلمان مادیت اور مغربیت سے اس قدر مرعوب ہو چکے ہوں اسلام کو جارحانہ طور پر پیش کرے اور اس کی سچائی کو براہین و دلائل سے ثابت کرے اور اپنے تعلق باللہ اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے اس امر کو روشن کرے کہ اسلام کا خدا ایک زندہ خدا ہے اور وہ اصول جو اس نے قرآن مجید کی شکل میں آنحضرت صلعم کے ذریعہ نازل فرمائے ہیں وہ زندہ اصول ہیں ۔ اور آج بھی اس مادیت کے دور میں اسی طرح زندہ ہیں جیسا کہ آج سے تیرہ سو برس پہلے زندہ تھے ۔ اور آج بھی ان میں اتنی قوت موجود ہے کہ وہ دنیا کو ایک ایسی تہذیب اور کلچر دیں جس کی بنیاد روحانیت اور اخلاق پر ہو کیونکہ بنی نوع انسان کی اسی میں عافیت اور رستگاری ہے ورنہ مغربی تہذیب اور نظریات نے جو مہلک نتائج پیدا کئے ہیں وہ آج دنیا کے سامنے ہیں ۔ اور دنیا کی سب قومیں ان کی تباہ کاریوں اور ہلاکت آفرینیوں سے تھر تھر کانپ رہی ہیں ۔

حضرت امام عصر حاضر نے اشاعتِ اسلام کے لئے ایک جماعت بنائی جس کا مقصد وحید اعلائے کلمۃ اللہ ہے لیکن اس جماعت کے راستوں میں اندرونی اور بیرونی اختلافات نے بہت سی رکاوٹیں پیدا کر دیں اور اس تحریک کے تعمیری اور تخلیقی پروگرام کو دنیا کے سامنے نہیں آنے دیا ۔ بلکہ اس تحریک کے حقیقی نصب العین کو معرضِ التوا میں ڈال دیا ۔ ہمارے جلیل القدر بزرگوں نے رجعت پسندانہ قوتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جس خوبی، محنت اور بہادری کے ساتھ اشاعت اسلام کے لئے عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں وہ کسی تشریح کی منت کش نہیں ۔ اب وہ کام اس جماعت کے بہادر اور محب بااثر نوجوانوں کی طرف منتقل ہو رہا ہے ۔ احمدی نوجوان اگر صمیم قلب سے چاہتے ہیں کہ وہ اس امانت کے امین ہوں تو انہیں یقیناً ان خصوصیات کو اپنے اندر جذب کرنا ہوگا جو ان کے بزرگوں کے اندر موجود ہیں ۔ سب سے پہلی خصوصیت اسلامی معتقدات پر کامل ایمان کا ہونا ہے ۔ دوسرے نیکی اور تقوےٰ کے اعلیٰ جذبات کو اپنے اندر پیدا کرنا ہے ۔ اور تیسرے ایمان و عمل کی قوت سے امامِ وقت کے بتائے ہوئے طریقے سے غلبۂ اسلام کے لئے سرتوڑ کوشش کرنا ہے اور سب سے بڑھ کر اس جمود کو توڑنا ہے جو واقعانہ کشمکش کے ردِ عمل سے ہمارے اندر پیدا ہو گیا ہے ۔ اور تحریکِ احمدیت کے تعمیری پہلو کو اپنے اس ماحول میں پیش کرنا ہے جس میں ہم رہتے ہیں ہمیں اپنے ماحول سے ایک زندہ تعلق پیدا کرنا ہے ۔ اس تعلق کو قائم کرنے کا احسن طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے ماحول کی تقاضوں کو معلوم کریں اور اس ماحول میں بسنے والے لوگوں کے مزاج کو سمجھیں ان کی تجربات کا مطالعہ کریں، ان کی معاشی پیچیدگیوں کا تجزیہ کریں اور موجودہ زمانہ کے اسلوب کے مطابق اسلام اور احمدیت کو انکے سامنے پیش کریں ۔ یہ رفیع اور بلند نصب العین اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اجتماعی طور پر اسے بروئے کار لانے کی کوشش نہ کی جائے کیونکہ جو کام نہایت آسانی کے ساتھ جماعت کر سکتی ہے وہ انفرادی کوششوں سے نہیں ہو سکتے ۔ اللہ تعالیٰ نے اجتماع اور جماعت میں بڑی برکت رکھی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت امامِ وقت نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ایک جماعت کے وجود کو ضروری سمجھا ۔ سو وہ لوگ جو ایک جماعت کے اندر رہ کر من حیث الجماعت کام کرنا چاہتے ہیں ان میں اجتماعیت بدرجۂ اتم موجود ہونی چاہئیے انفرادیت جماعت کے مقاصد کے لئے زہرِ قاتل ہے ۔ جماعت کے ہر فرد کو چاہئیے کہ وہ اپنے ذاتی عزائم اور رائے کو جماعت کی مجموعی رائے اور عزم میں جذب کر دے اور اپنی عملی قوتوں کو جماعت کی قوت عمل میں شامل کرے یعنی جماعت کے مقابلہ میں اس کا وجود کالعدم ہونا چاہئیے ورنہ اگر جماعت کا ہر فرد اپنی انفرادیت کو قائم رکھے تو اس سے اجتماعیت اور اجتماعی روح نہیں پیدا ہو سکتی اور جب تک یہ روح پیدا نہ ہو اس وقت تک کوئی عظیم الشان کام نہیں ہو سکتا جماعت لاہور کے نوجوانوں کا نصب العین پہلی اجتماعی قوت اور محنتِ شاقہ چاہتا ہے ۔ مغربی طاقتوں کے مقابلہ میں اسلام کی روحانی اور اخلاقی طاقتوں کو کامیاب کرنا اسلامی اصولِ حیات کا قلوب پر سکہ جمانا کوئی معمولی کام نہیں خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ اس نصب العین کے راستہ میں بڑی بڑی رکاوٹیں اور غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہوں ۔

ان الجھنوں کی وجہ سے اشاعت اسلام اور خدمتِ قرآن کا راستہ پہلے سے بھی کٹھن ہو چکا ہے ۔ سو ہماری جماعت کے نوجوانوں کو اپنی مشکلات اور ذمہ داریوں کا پوری طرح جائزہ لینا چاہیئے اور ان مشکلات کو دور کرنے اور ذمہ داریوں کو بروئے کار لانے کے لئے ایک ایسی متحدہ کوشش کرنا چاہئیے جس سے ساری دنیا میں ایک تموّج پیدا ہو جائے ساری دنیا کے نقطہ نگاہ اور نظریۂ حیات کو بدل دینا بہت بڑا کام ہے اس کے لئے لہو پانی ایک کرنیکی ضرورت ہے ۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے یعنی ہمارا اسی کی راہ میں مرنا ۔

امید ہے تمام احمدی نوجوان احمدیت کے پیغام کی روح کو سمجھیں گے اور اپنی مشکلات اور ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر جانی اور مالی قربانیوں کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کریں گے ۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنے فرائض کو سمجھنے اور غلبۂ اسلام کے شاندار پروگرام کو بروئے کار لانے کی توفیق عطا فرمائے ۔

آمین

ضروری درخواست

- ★ نوجوان پیغام صلح کے لئے مضمون بھجوائیں ۔
- ★ خواتین کے صفحہ کے لئے خواتین مضامین لکھیں ۔
- ★ بچوں کے صفحہ کے لئے بچے مضامین لکھیں ۔
- ★ سیکرٹری صاحبان اخبار احمدیہ کے کالم کیلئے خبریں بھجوائیں ۔

مدیر

اسلام کی دو کامیابیاں

صرف اسلام ہی دنیا کا آخری مذہب ہے

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

سورۃ الضحیٰ

ضحیٰ وہ وقت ہے جب آفتاب کی روشنی تیز ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس حالت کے وقت کو جب سورج کی روشنی تیز ہو جاتی ہے دیکھو۔ والیل اذا سجیٰ رات جب ساکن ہو جائے جب سخت تاریک ہو جائے اس کو بھی دیکھو۔ ما ودعک ربک وما قلیٰ تیرے رب نے تجھے چھوڑا نہیں اور نہ وہ ناراض ہوا۔ وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ اور پچھلی حالت یقیناً تیرے لئے پہلی حالت سے بہتر ہے۔ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ اور تیرا رب تجھے جلد دے گا اور اس قدر دے گا کہ تو خوش ہو جائے گا۔

سورج کی روشنی اور رات کا ذکر

یہ دو چیزیں ہیں جو ایک دوسرے کے بعد آتی ہیں پہلے سورج کی روشنی کا ذکر کیا ہے حالانکہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جبکہ مشکلات اور تاریکیوں کا زمانہ تھا، بظاہر اگر اس رات اور تاریکی میں حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ کی طرف اشارہ ہوتا تو اس کا ذکر پہلے چاہیئے تھا اور اس کے بعد ذکر ہوتا کہ اس کے بعد تم روشنی کا زمانہ دیکھو گے۔

پہلے مفسرین کا خیال

مفسرین جنہوں نے ان آیات پر غور کیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ للاخرۃ خیر لک من الاولیٰ میں آخرت سے مراد نہایت امر آنحضرت صلعم ہے اور اولیٰ سے مراد ابتدائے امر ہے۔ پہلے زمانہ کو تعبیر کیا ضحیٰ سے اور اس وقت اس کو نازل فرما کر جب بظاہر ہر طرف تاریکیاں اور مشکلات تھیں یہ اشارہ کیا کہ یہ تاریکیوں کا زمانہ گذر جائے گا اور آفتاب اسلام کی روشنی چمک اٹھے گی اور کمال درجہ کی جدوجہد کی وجہ سے اسلام اور مسلمان نصرت الٰہی سے مالا مال ہوں گے۔

سکون کا زمانہ

اس کے بعد فرمایا کہ ایک زمانہ اس کے بعد سکون کا ہے جب یہ جدوجہد نہ رہے گی اور پھر اسلام پر ایک رات کی کیفیت ہو گی یعنی تاریکیوں اور مشکلات کا زمانہ ہو گا اور بظاہر ایسا معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نصرت چھوڑ دی، مگر اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلعم کو کبھی نہ چھوڑے گا۔ اس زمانہ کو یہاں لیل کے سکون سے تعبیر کیا ہے، مگر اس زمانہ کے متعلق تشفی دی ہے کہ بیشک وہ رات ہے مگر اس میں یہ خیال نہ کرنا کہ تمہارے رب نے تمہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ اس کے بعد جو زمانہ آئے گا الآخرۃ وہ پہلی کامیابیوں سے بھی بہتر ہو گا، یہ معنی ہم نہیں کرتے بلکہ پہلے مفسرین نے بھی کئے ہیں، یعنی رسول کریم صلعم کا آخری زمانہ پہلے سے بھی بڑھ کر کامیابیوں کا زمانہ ہو گا اور آفتاب رسالت کی روشنی تمام عالم پر محیط ہو جائے گی، سو اسلام پر تاریکی کا آنا حقیقت میں اسلام کے دنیا میں پہنچنے اور دنیا کو فتح کرنے کی علامت ہے یہ علم الٰہی میں ایسی بات تھی جو کہ ان آیات میں کھولا گیا ہے۔

قرآن و حدیث میں اس کی وضاحت

اس کی وضاحت کے ساتھ بہت جگہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے اور احادیث میں بھی، اور احادیث سے ثابت ہے کہ اسلام پر زمانہ نبوت کے بعد ایک زمانہ غربت کا آنے والا ہے جیسا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا بدء الاسلام غریبًا وسیعود کما بدءا۔

اس سے اگلی سورت

قرآن میں جگہ جگہ آپ کو ایسی آیات ملیں گی جن سے آپ معلوم کر سکیں گے کہ کس طرح خدا نے اسے کھولا ہے۔ اس سے اگلی سورۃ دیکھئے فرمایا فان مع العسر یسرًا ان مع العسر یسرًا۔ یعنی تنگی کا زمانہ تم پر اس وقت ہے پھر آسانی کا زمانہ آئے گا پھر آسانی کا زمانہ آئے گا۔ یہ تنگی کا زمانہ کتنا لمبا ہو گا؟ ان سب چیزوں کو قرآن اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا ارشاد

حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم میری صدی سب سے بہتر ہے اور پھر اس کے بعد دوسری صدی جو اس کے ساتھ ملتی ہوئی آئے پھر اس کے ساتھ تیسری جو اس کے ساتھ ملتی ہوئی آئے۔ پس یہ تین قرن جنہیں حدیث اسلام کی مضبوطی کا زمانہ قرار دیتی ہے تین سو سال ہیں کیونکہ قرن کی سب سے بڑی میعاد ایک سو سال ہی مانی گئی ہے۔ پھر اس حدیث میں آتا ہے کہ اس کے بعد کذب وغیرہ ظاہر ہو جائے گا فیج اعوج مسلمان اس اعلیٰ حالت سے گر جائیں گے...... اور نتیجہ یہ ہو گا کہ اسلام کی ترقی رک جائے گا۔

تنزل کا ایک ہزار سال

اس تنزل کے ایک زمانہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے:۔ یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون وہ اس امر کی تدبیر آسمان کی طرف کرے گا یعنی زمین پر اسے مضبوط کرے گا پھر وہ اس کی طرف چڑھ جائیگا ایک دن میں جس کا اندازہ ایک ہزار سال ہے جو تم گنتے ہو۔ فی یوم کے لفظ صاف بتاتے ہیں کہ اسلام کی ترقی کی روکاوٹ کا زمانہ صرف ایک ہزار سال ہے پھر اس کے بعد وہی ترقی شروع ہو جائیگی اور پہلی کامیابیوں کے ساتھ نئی کامیابیاں اور نئی فتوحات شامل ہوں گی، قرآن مجید نے اس آیت میں امر اسلام کی روک اور تنزل کے لئے ایک ہزار سال کا زمانہ معین فرمایا ہے، حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ تین صدیاں بہترین ہیں پھر قرآن مجید نے فرمایا کہ اس کے بعد ایک ہزار سال کا زمانہ رکاوٹ کا زمانہ ہے۔ اسلام کی ترقی کا زمانہ علمی ترقیوں کا زمانہ بھی ہے ایک پادری نے اسلام کی علمی ترقی کے متعلق لکھا ہے کہ اسلام کی علمی ترقی کا زمانہ پہلی دوسری تیسری صدی تک ہے اور اس کے بعد علمی رنگ میں تنزل شروع ہو جاتا ہے۔

دو تکذیبیں

ان امور پر جس قدر زیادہ غور کیا جائے قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کے متعلق اشارات پائے جاتے ہیں اسلام کی ایک تکذیب تو اس وقت رسول کریم صلعم کے زمانہ میں ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے پاش پاش کر دیا اور ایک تکذیب پھر ایک دفعہ ہو گی۔ ایک تو وہ ہے جو کفار عرب نے حضور صلعم کی کی اور یہ بھی مقدر تھا کہ پھر ایک دفعہ تکذیب ہو اسلام پر ایک زمانہ آئے اور لوگ اسے کچلنے کی کوشش کریں یہ دنیا کی تکذیب ہے

دو طرح کے انذار

سورۃ الکہف میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے دو طرح کے انذار کا ذکر فرمایا لینذر باسًا شدیدًا من لدنہ تاکہ اس کی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے یہ نام انذار ہے اور آگے فرمایا وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدًا۔ اور انہیں ڈرائے جو کہتے ہیں اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے۔ یہ دوسرا انذار ہے اور یہ خاص ہے یہ مقدر ہے اس وقت کے لئے جبکہ عیسائی قومیں آنحضرت صلعم کی تکذیب کریں گی۔

سورہ الرحمٰن کے دو گروہ

میرے خیال میں جو سورہ الرحمٰن میں دو گروہوں کا ذکر ہے فبای الاء ربکما تکذبان تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یہ دو گروہ کون کون سے ہیں؟ ایک تو وہ گروہ ہے جس نے آنحضرت صلعم کے زمانہ میں تکذیب کی اور دوسرا گروہ اسلام کی تکذیب کرنے والا یہی عیسائی اقوام ہیں جو بعد میں آنے والی تھیں اس لئے فبای الاء ربکما تکذبان کو بار بار دھرایا ہے۔

دو تکذیبیں اور دو کامیابیاں

اس کے علاوہ بھی جگہ جگہ قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے مگر یہاں تفصیلات کا وقت نہیں، درحقیقت یہ بات اپنے دل میں بٹھلا لینے والی ہے کہ اسلام کے لئے یہ دو تکذیبیں مقدر تھیں اور دو کامیابیاں بھی مقدر تھیں اور پہلی کامیابی سے دوسری کامیابی شاندار ہے کیونکہ اس میں اسلام کی نئی فتوحات کا دروازہ کھل جائے گا۔ یہ دوسری کامیابی اولیائے امت ... یا بعض مجددین یا ان کی جماعت کی ذریعہ ہو گی یہ بھی آنحضرت صلعم کی ہی کامیابی ہے، جیسے کہ پہلے زمانہ کی کامیابیوں میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے ذریعہ سے جو فتوحات ہوئیں وہ آنحضرت صلعم کی کامیابی ہی تھی پہلی کامیابی عرب میں ہوئی پھر اسلام مشرق میں پھیلتا چلا گیا۔ اور دوسری تمام دنیا پر محیط ہے جب اسلام دنیا پر غالب آ جائے گی۔

مسلمانوں کی غفلت اور حضرت مسیح موعود

یہ اسلام کی مشکلات اور اسلام کا قدم رک جانا اور پھر اس کا ترقی کرنا یہ ایک ایسا امر ہے کہ آج مسلمان اس کی طرف سے غافل ہیں سب سے پہلے اس کی طرف توجہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دلائی۔ اسلام مذہبی اور سیاسی رنگ میں بالکل مغلوب ہو چکا تھا اسلام کو دنیا میں پہنچانے والا اور اس کی تبلیغ کرنے والا کوئی نہ تھا، ملکی رنگ میں اور معاشرت، تمدن اور علم کے لحاظ سے اسلام کی حالت بالکل گر گئی تھی اس وقت اللہ تعالیٰ نے ایک شخص پر منکشف

کیا کہ اسلام کے غلبہ کا وقت قریب ہے اور سب قوموں کی بہتری اور بہبودی اسلام میں ہی ہے۔

دُنیا کا آخری مذہب

واقعات تاریخی بھی صاف بتاتے ہیں کہ اسلام دنیا کا آخری مذہب ہے اور اس کے بعد کوئی مذہب ایسا نہیں ہوا جو لوگوں کو اپیل کر سکے اور دُنیا پر چھا جائے۔ محمد رسول اللہ صلعم پر نبوت ختم ہو گئی اور آج تیرہ سو سال گذر گئے اور کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جو دُنیا کی حالت بدل دے اور کایا پلٹ دے۔ کیوں ایسا شخص پیدا نہیں ہوتا؟ اس لئے کہ اسلام دنیا کا آخری اور مکمل ترین مذہب ہے، اور محمد رسول اللہ صلعم کے بعد کسی ایسے شخص کی ضرورت نہیں رہی۔

ہمارا مضبوط ایمان

ہم جو لوگ یہاں جمع ہیں اور اس شخص کے جھنڈے کے نیچے جمع ہیں جس کی غرض اسلام کو دنیا پر غالب کرنا ہے خدا کے فضل سے ہمارا اس بات پر مضبوط ایمان ہے کہ اسلام ہی دنیا کا آخری مذہب ہے۔

واقعات عالم کو جھٹلانے والا شخص

خوب یاد رکھو جو شخص یہ کہتا ہے کہ اسلام کے بعد کوئی مذہب ایسا ہے جو مذہبی پیاس کو بجھا سکے وہ صرف قرآن مجید اور محمد رسول اللہ صلعم کو ہی نہیں جھٹلاتا بلکہ واقعات تاریخی کو بھی جھٹلاتا ہے آخر کیا وجہ ہے آنحضرت صلعم کے بعد ویسے لوگ پیدا نہیں ہوتے جو حضور سے پہلے دُنیا کی اصلاح کے لئے آتے تھے جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اسلام کے بعد کوئی مذہب ایسا آسکتا ہے کہ وہ قرآن مجید اسلام اور واقعات عالم کو جھٹلاتا ہے۔

بہائیت کے متعلق ایک لیکچر

مجھے اخبار میں یہ پڑھ کر تکلیف ہوئی کہ کہیں ایک لیکچر ہوا جس میں بہائیت کے متعلق یہ بیان کیا گیا کہ بہائی شریعت کیا ہے، میں یہاں کھڑا ہوں کہ جو مجھے غلطی نظر آئے اسے درست کر دوں۔

ایک بات

میں ایک بات آپ کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اور آپ کی شریعت منسوخ ہے وہ جھوٹا اور کذاب ہے، ہمارے دل میں اگر قرآن کریم کی صداقت پر کامل یقین ہے اور اسلام کے لئے غیرت بھی ہے تو ہم کہیں گے کہ وہ جھوٹا ہے، ہمیں اس سے واسطہ نہیں کہ باب اور بہاء اللہ کیسے اشخاص تھے۔ ان کے اخلاق اچھے تھے یا نہیں۔ ان کی تعلیم کیا ہے۔ ہمیں جس بات سے غرض ہے وہ یہ ہے کہ جس بات کے اوپر انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے وہ کذب ہے اور انہوں نے جھوٹ کہا ہے۔

قادیانیوں کی مخالفت

ہم تو قادیانیوں کی بھی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کی نبوت کے بعد دوسری نبوت کو لاتے ہیں، جو شخص قرآن کی شریعت کاملہ کو جھٹلاتا ہے اور آپ اس کی جگہ لینا چاہتا ہے وہ یقیناً کذاب ہے، خدا تعالےٰ نے حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو اس لئے کھڑا کیا ہے کہ مسلمانوں کے کمزور ایمان کو مضبوط کریں اور اسلام کو دنیا میں پہنچائیں۔ سو پہلی بات جو ہمارے منہ سے نکلنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ آنحضرت صلعم کی شریعت منسوخ ہے وہ جھوٹا ہے تم اسلام کو پھیلانے کے لئے نکلے ہو تم میں غیرت ہونی چاہیئے۔

اسلام کا مقابلہ نہیں ہو سکتا

اسلام کا مقابلہ کوئی کیا کرے گا۔ کہاں اسلام کہ ایک مسلمان کھڑا ہو کر مسجد میں، آبادی میں، جنگل میں پانچ وقت اعلان کرتا ہے اور شرمندہ نہیں ہوتا یہ ہے خدا میرا یہ ہے رسول میرا یہ کامیابی کا راستہ ہے، اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں اور کہاں وہ جو اپنے مذہب کو چھپاتا پھرتا ہے اور چھپ کر حق پر حملہ کرنا چاہتا ہے اور اپنے کو مخفی رکھنے کے لئے جھوٹ بھی بولتا ہے۔

سنہ ۱۹۰۷ء کا ایک واقعہ

جب میں نے سنہ ۱۹۰۷ء میں حضرت صاحب کی زندگی میں باب اور بہاء اللہ کے متعلق مضامین کا سلسلہ شروع کیا اس وقت ایک اچھا بظاہر معزز آدمی چھ ماہ تک قادیان میں رہا ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتا رہا مگر تھا بابی اور مخفی رنگ میں اپنا باطل اثر پھیلانا چاہتا تھا۔

شیطانی وسوسہ اندازی

جو شیطان کی طرح چھپ چھپ کر تبلیغ کرنے جس کے اصولوں کا بھی پتہ نہ چلے سکھوں میں جائے تو سکھ ہے، عیسائیوں میں جائے تو عیسائی ہے۔ اور مسلمانوں میں جائے تو مسلمان ہے یہودیوں میں جائے تو یہودی ہے، یہ بھی کوئی مذہب ہے یہ کوئی مذہب نہیں، یہ محض ایک کھیل ہے اور ایک شرارت ہے۔

ہم ایک جہاد کیلئے اُٹھے ہیں

ہمیں اللہ تعالےٰ نے بہت مضبوط کیا ہے اور ہم اس وقت ایک جہاد کے لئے اُٹھے ہیں ہم انشاء اللہ تعالےٰ فتح کرتے چلے جائیں گے یہ وہ واقعات ہیں جنہیں قرآن مجید نے بیان (م)

— (بقیہ صفحہ) —

سیاست میں صحابیات کا حصہ

حضرت شفاء بنت عبداللہ اس قابلیت کی خاتون اور ایسی صائب الرائے تھیں کہ حضرت فاروق اعظم ان کی بہت تعریف کرتے اور ان سے مشورہ بھی لیتے تھے۔ (اسد الغابہ) آپ نے اکثر بازار کا انتظام بھی ان کے (شفاء) سپرد کیا ہے۔ (اصابہ)

رقیقہ بنت صیفی نے جو کہ عبد المطلب کی بھتیجی تھیں بہت بڑی خدمت سرانجام دی جس کا شکریہ مسلمانان عالم تا قیامت نہیں ادا کر سکتے یعنی انہوں نے کفار کے بد ارادوں سے سرور عالم کو عین وقت پر اطلاع دی جس کی بناء پر حضور علیہ التحیات والسلام حضرت علی رضہ کو اپنی خوابگاہ میں چھوڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (طبقات)

عورت کو اسلام نے اس قدر سیاسی اختیارات تفویض کئے ہیں کہ وہ دشمن کو پناہ دے سکتی ہے، چنانچہ فتح مکہ کے زمانہ میں ام ہانی رضہ بنت ابو طالب نے ایک مشرک کو پناہ دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

قد اجرنا من اجرت
وامنا من امنت۔

یعنی تم نے جس کو پناہ دی یا امان دی ہم نے بھی دیدی۔

علمی کارنامے

متعدد صحابیات علم التفسیر، حدیث، فقہ اور فرائض میں کافی دستگاہ رکھتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضہ حفصہ رضہ۔ ام سلمہ رضہ۔ اور ام ورقہ رضہ نے پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ (فتح الباری)

ہند بنت اسید رضہ۔ ام ہشام بنت حارثہ رضہ رائطہ بنت حیان۔ اور ام سعد بنت سعد بن ربیع رضہ قرآن کریم کے بعض حصوں کی حافظہ تھیں ام سعد رضہ نے تو قرآن شریف کا درس بھی جاری کر رکھا تھا۔ (اسد الغابہ)

علم حدیث میں عائشہ صدیقہ رضہ اور ام سلمہ رضہ ممتاز درجہ رکھتی تھیں، صدیقہ رضہ سے دو ہزار دو سو دس روایات مروی ہیں اور ام سلمہ رضہ نے ۳۷۸ حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان کے علاوہ ام عطیہ رضہ اسماء بنت ابو بکر رضہ۔ ام ہانی رضہ اور فاطمہ بنت قیس بھی کثیر الروایہ گذری ہیں۔

علم فقہ

حضرت عائشہ رضہ کے فتاوی اس قدر ہیں کہ ان سے متعدد ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ (ابن سعد)

حضرت ام سلمہ رضہ کے فتاوی سے بھی ایک چھوٹا سا رسالہ مرتب ہو سکتا ہے۔ حضرت صفیہ رضہ۔ حفصہ رضہ۔ ام حبیبہ رضہ۔ جویریہ رضہ (م)

بچوں کے لئے

دیانت داری

حضرت عمرؓ جب خلیفہ تھے تو آپ کی یہ عادت تھی کہ آپ رات کے وقت بھیس بدل کر مدینہ کی گلیوں گشت لگایا کرتے تھے تا کہ اپنی رعایا کا حال معلوم کریں۔

ایک مرتبہ حسب معمول حضرت عمرؓ اسی طرح مدینہ کی گلیوں میں چکر کاٹ رہے تھے کہ کسی گھر سے تکرار ہونے کی آواز آپ کے کانوں تک پہنچی آپ فوراً اس مکان کے نزدیک کھڑے ہوگئے اور سننا شروع کر دیا کہ کس بات پر تکرار ہو رہی ہے۔ یہ جھگڑا ماں بیٹی کے درمیان جاری تھا ماں بیٹی کو دودھ میں پانی ملانے کو کہہ رہی تھی اور دیانتدار بیٹی کا ضمیر اسے گوارا نہ کرتا تھا۔ اور وہ ایسا کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہہ رہی تھی اگر اس وقت ہمیں کوئی انسان یہ کام کرتے ہوئے نہیں دیکھ رہا تو وہ اللہ تو ہمیں دیکھ رہا ہے جو ہر وقت اپنی مخلوق کے کاموں پر نظر رکھتا ہے۔

یہ بات حضرت عمرؓ کے دل کو لگی۔ آپ جب گھر واپس لوٹے تو اپنے بیٹوں سے دریافت فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی شادی کرنے کا خواہشمند ہے؟

جب حضرت عمرؓ کے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ نے خواہش ظاہر کی تو آپ نے اپنے بیٹے کا نکاح اس دیانتدار لڑکی سے کر دیا جو پچھلی رات اپنی ماں سے دودھ میں پانی ملانے پر جھگڑ رہی تھی۔

ان حضرت عبداللہ اور ان کی بیوی کی اولاد سے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز جیسے نیک اور بہت شریف بادشاہ پیدا ہوئے۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی دیانتداری کا یہ عالم تھا کہ جب آپ رات کے وقت سلطنت کا کام اور حساب کتاب وغیرہ ختم کر چکتے تو اس چراغ کو بجھا دیتے جس کا تیل رعایا کے پیسوں سے منگایا ہوتا اور اپنی ضرورت کے لئے دوسرا چراغ جلا لیتے جس میں اپنے پیسوں سے منگوایا ہوا تیل ڈلوایا ہوتا۔

دیانت داری اس کا نام ہے لوگوں سے چھپ کر بھی بے ایمانی سے بچنا اور رعایا کے پیسے کو امانت سمجھ کر اسے خرچ نہ کرنا صحیح معنوں میں دیانت داری ہے۔ دیانت دار انسان کی ہر جگہ قدر کی جاتی ہے اور لوگ ضرورت کے وقت اپنا روپیہ پیسہ بھی اسکے پاس امانت کے طور پر رکھوا لیتے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب بھی اسی قسم کے دیانتدار انسان بننے کی کوشش کریں اگر ہماری ساری قوم ایسی ہی دیانتدار بن جائے تو یقین جانئے وہ دن دور نہیں جس دن پاکستان ہمارا آزاد وطن دنیا کے بہترین ممالک میں سے ایک ہو۔

دیانتدار بننا نہ صرف ہمارے ملک کی شہرت کا باعث ہوگا بلکہ اس سے دوسرے لوگوں کی نظروں میں ہماری عزت بڑھے گی اس نیک عادت کو اپنے اندر پیدا کرنا ہر سچے پاکستانی کا فرض ہے جو پاکستان کی شہرت اور عزت کے لئے اپنے دل میں سچا درد رکھتا ہو۔

میم۔ الف۔ ن
لاہور

★ احمدی بچو! ★
پیغام صلح کے لئے
مضمون لکھو

صبح

صبح نے پھر نور بکھیرا ✽ جاگا ہے ہر سمت سویرا
لمبی تان کے سونے والو ✽ وقت کو یونہی کھونے والو
نیند کو چھوڑو۔ نیند کو چھوڑو ✽ اب تو غفلت سے منہ موڑو
چڑیاں گیت سنانے آئیں ✽ صبح کا پھر پیغام ہیں لائیں
اُٹھ کے کر لو یاد خدا کی ✽ جس نے رحمت تم پہ سدا کی
مالک کا احسان نہ بھولو
اور خوشی کے جھولے جھولو

سوز

دلچسپ معلومات

گرمیوں میں برف کا استعمال عام ہو چکا ہے۔ مگر اس کا زیادہ استعمال مضر صحت ہوتا ہے۔ امریکہ اور یورپ میں زیادہ تر برف خوراک کو خراب ہونے سے بچانے کے لئے استعمال ہوتی ہے موجودہ زمانہ کی نئی تحقیقات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک قسم کے جراثیم خوراک کو خراب کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ جو کہ خوراک میں ایک قسم کا خمیر پیدا کر دیتے ہیں۔ ان جراثیم کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ گرمیوں کے موسم میں خوب پھیلتے ہیں اور اسی لئے گرمی کے دنوں میں خوراک جلدی خراب ہو جاتی ہے اور سردی میں اتنی جلدی نہیں ہوتی کیونکہ سردی کے موسم میں ان جراثیم کو پھیلنے کا موقع نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ مکھن پھل گوشت وغیرہ کو خراب ہونے سے بچانے کے لئے برف میں رکھ دیا جاتا ہے برف میں ایک نقص ہے کہ یہ پگھل کر پانی بن جاتی ہے۔ جس سے ارد گرد کی اشیاء گیلی ہو جاتی ہیں۔ اور اگر ان خوراک کی اشیاء کو برف میں رکھ کر پارسل کے ذریعہ باہر بھیجنا ہو تو نہیں بھیجی جا سکتیں۔

چنانچہ کچھ عرصہ سے دوسرے ممالک میں خشک برف کا استعمال اسی غرض سے ہو رہا ہے اور ہمارے ملک میں بھی یہ برف رائج ہو رہی ہے۔ یہ برف در اصل ایک گیس ہے۔ جسے کاربانک ایسڈ گیس کہتے ہیں۔ وہی گیس ہے جو سوڈا واٹر کی بوتلوں میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ اس گیس پر خوب دباؤ ڈال کر ٹھنڈا کر کے پھیلنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ جس سے کہ یہ مائع (یعنی پانی کی مانند) حالت میں بدل جاتی ہے اور پھر زیادہ ٹھنڈی ہو کر ٹھوس حالت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور اسی حالت میں اسے ڈبوں میں بند کر کے استعمال کرتے ہیں۔ مگر یہ ڈبے تھرموس بوتلوں کی شکل میں بنے ہوتے ہیں یہ ارد گرد کی اشیا کو گیلا بھی نہیں ہونے دیتی اور اس کا درجہ حرارت برف کے درجہ حرارت سے بھی کم ہوتا ہے یعنی صرف منفی چالیس۔ اس درجہ حرارت پر پارہ بھی جم جاتا ہے

(ابن چوہدری)

تاریخ اسلام میں صنفِ نازک کے شاندار کارنامے

از ــ بشیرہ عبدالقادر صاحب احمدی بلڈنگس لاہور

عورت کو اقوام عالم نے مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے دیکھا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر ایک قوم میں عورت کی سماجی حیثیت مختلف پائی جاتی ہے مشرق میں عورت مرد کے مقام تقدیس کو آلودہ کرنے کا ناپاک وجود سمجھا جاتا ہے۔ رھا ناثات البیت سے اس کی زیادہ قیمت نہیں ڈالتا یونان اسے شیطان کا آلۂ کار سمجھتا تھا ۔ تورات اسے لعنتِ ابدی کا مستحق قرار دیتی ہے، کلیسا اسے انسانیت سے خارج کرتا ہے۔ لیکن اسلام اسے اخلاقِ فاضلہ کا مرقع اور تکمیلِ انسانیت کا ایک زریں باب سمجھتا ہے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ عورت کے متعلق تین نظریئے بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم عورتوں کو ہیچ سمجھتے تھے۔ مدینہ میں ان کی نسبتاً قدر و قیمت تھی لیکن جب اسلام کا نور روشن ہوا اور اللہ تعالٰے نے ان کے متعلق جا بجا آیات نازل فرمائیں تو ہمیں ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی (بخاری ج ۱) ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انجشہ کو جو عورتوں کو اونٹ پر سوار کرکے لے جانے لگا تو فرمایا

یا انجشہ! رویدک بالقواریر

انجشہ! دیکھنا یہ آبگینے ہیں۔

صحابیات کے کارنامے

مذہبی خدمات کے سلسلہ میں سب سے اہم خدمت جہاد فی سبیل اللہ ہے خواہ جہادِ صغیر بالسیف حفاظتی جنگ کی شکل میں ہو یا جہادِ کبیر اعلائے کلمۃ اللہ یعنی جہاد بالقرآن ہو بہر حال جہاد بہت بڑی خدمت ہے اور صحابیات نے اس خدمت کی ادائیگی میں بڑے جوش، اخلاص اور عزم و استقلال کا مظاہرہ کیا، چنانچہ جنگ اُحد میں جب مسلمانوں پر ایک بہت بڑا نازک وقت آگیا جبکہ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ کے وجود باجود کو خطرہ پیدا ہوگیا اور آپ کے گرد چند جان نثار رہ گئے تھے تو حضرت ام عمارہ رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچکر سینہ سپر ہوگئیں۔ کفار جب آپ پر حملہ کرنے کے لئے بڑھتے تو انہیں تیر اور تلوار سے روک دیتی تھیں اگر اس دوران میں آپ زخمی بھی ہوگئیں مگر قدم پیچھے نہ ہٹایا (ابن ہشام) جنگ میسلمہ میں انہوں نے اس بہادری سے مقابلہ کیا کہ ۱۲ زخم کھائے اور ایک ہاتھ کٹ گیا۔

(ابن سعید)

صفیہ رضؓ

غزوۂ خندق میں حضرت صفیہ رضؓ نے ایک حملہ آور یہودی کا بڑی بہادری سے مقابلہ کرکے اس کا کام تمام کیا اور یہودیوں کے حملہ کا سدِباب کرنے کے لئے جو تدابیر اختیار کیں وہ بجائے خود نہایت اہم اور حیرت انگیز ہیں۔

(زرقانی)

جنگِ یرموک

جنگ یرموک میں جو خلافت فاروقی میں پیش آئی، حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ، حضرت ام ابان رضؓ۔ ام حکیم رضؓ۔ خولہ رضؓ۔ ہندہ رضؓ اور ام المومنین جویریہ رضؓ نے بڑی بہادری سے جنگ کی۔ اور اسماء بنت یزید نے جو قبیلۂ انصار سے تھیں خیمہ کی چوب سے نو رومیوں کو قتل کیا (اصابہ)

غزوۂ حنین میں حضرت ام سلیم رضؓ کا خنجر لے کر دشمنوں کے مقابلہ پر نکلنا ایک مشہور واقعہ ہے۔ (مسلم)

بحری لڑائیاں

صحابیات نے بحری لڑائیوں میں بھی پوری جاں فروشی سے حصہ لیا چنانچہ ۲۸ھ میں جزیرہ قبرص پر دشمنوں کے بدعزائم کو وہیں ناکام بنانے کی ضرورت پیش آئی تو حضرت ام حرام اس میں شامل ہوئیں (بخاری)

میدان جنگ میں صحابیات نے دیگر بڑی بڑی اہم خدمات انجام دیں مثلاً:۔

(۱) پانی پلانا (۲) زخمیوں کی مرہم پٹی (۳) مقتولوں اور زخمیوں کو اٹھا کر میدان جنگ سے لیجانا (۴) تیر اٹھا کر مجاہدین کو دینا (۵) خورد و نوش کا انتظام کرنا کھانا پکا کر تیار کرنا (۷) قبر کھودنا (۸) فوج کو ہمت دلانا ۔ چنانچہ عائشہ صدیقہ رضؓ ۔ اور ام سلیط نے غزوۂ احد میں مشک بھر بھر کر زخمیوں کو پانی پلایا (بخاری)

ام سلیم رضؓ اور انصار کی چند عورتیں زخمیوں کی تیمارداری کے لئے ہمیشہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا کرتی تھیں (ابو داؤد)

ربیع بنت معوذ رضؓ وغیرہ نے شہدا اور مجروحین کو میدان جنگ میں سے اٹھا کر مدینہ پہنچایا تھا (بخاری کتاب الطب)

ام زیاد اشجعیہ رضؓ اور دوسری پانچ عورتوں نے غزوۂ خیبر میں سوت کات کر مجاہدین کی مدد کی وہ تیر اٹھا کر لاتیں اور ستو پلاتی تھیں (ابو داؤد)

حضرت ام عطیہ رضؓ نے سات غزوات میں صحابہ کیلئے کھانا پکایا تھا (مسلم) اغوارث اور امارت وغیرہ کی جنگوں میں جو عہد فاروقی میں پیش آئیں عورتوں اور بچوں نے گورکنی کی خدمات انجام دیں (طبری)

جنگ یرموک میں جب مسلمانوں کے لشکر کا میمنہ ہٹتے ہٹتے حرم کے خیمہ گاہ تک پہنچ گیا تو ہندہ اور خولہ رضؓ وغیرہ نے پر جوش اشعار پڑھکر مردوں کو غیرت دلائی

اشاعت اسلام

صحابیات نے اس سلسلہ میں بھی مردوں کے ساتھ ساتھ نمایاں طور پر حصہ لیا اور شاندار خدمات انجام دیں۔ چنانچہ حضرت فاطمہ بنت خطاب کی دعوت پر حضرت عمرؓ جیسی عظیم المرتبت شخصیت مشرف بہ اسلام ہوئی (اسد الغابہ)

سعدیٰ بنت کریز کی کوشش سے حضرت عثمانؓ (خلیفہ سوم) ایمان لائے (اصابہ)

ام سلیمؓ کی ترغیب سے ابو طلحہ رضؓ (مجاہد احد) نے اسلام قبول کیا، عکرمہ بن ابو جہل اپنی بیوی ام حکیم رضؓ کے سمجھانے سے مسلمان ہوئے (موطا امام مالک)

ام شریک دوسیہ کی وجہ سے قریش کی عورتوں میں اسلام پھیلا تھا جو نہایت مخفی طور پر اس خدمتِ عظیمہ کو انجام دیتی تھیں (اسد الغابہ)

امامت نماز

اس اہم فریضہ کو متعدد صحابیات نے گاہے گاہے عورتوں کے مجمع میں انجام دیا ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضؓ ۔ ام سلیم رضؓ ورقہ بنت عبداللہ۔ اور سعید بنت قمامہ عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں، ام ورقہ کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ انہوں نے اپنے مکان کو ہی مسجد بنا لیا تھا جہاں وہ بیعت امامت کرتیں اور اذان دیتی تھیں (کتاب الام امام شافعی)

نوٹ:۔ عورت کی اقتدا عورت کے پیچھے حنفیوں کے نزدیک مکروہ ہے۔

(باقی بر صفحہ ۵ کالم ۳)

سائنس اور اسلام

ایک محقق کے قلم سے

سائنس اور اسلام گو دُو جداگانہ چیزیں ہیں لیکن وہ ایک دوسرے سے متضاد نہیں ہیں، دونوں کے اثر کے دائرے اور تحقیقات کے طریقے بالکل مختلف ہیں۔ لیکن کسی صورت میں متنازعہ فیہ نہیں ہیں۔ ابتدائی زمانہ اسلام کے مسلمان سائنس کے گرویدہ تھے۔ اور انہی سے جدید فنون اور علوم یورپ کی ابتدا ہوئی، یہ امر محض ہماری کم علمی اور سطحی معلومات پر مبنی ہے کہ ہم تعلیمات اسلام اور قوانین سائنس کو ایک دوسرے سے منافی سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ دونوں میں مصالحت نہیں ہو سکتی۔

تعریف الاسلام

اسلام ایک عقلی اور جمہوریت پسند مذہب ہے لیکن اس میں ایک جاہل کا گذارہ نہیں ہے کیونکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ علم حاصل کرے، یہ دوسری بات ہے کہ آج کل کے مسلمان تعلیم کے بہت شائق نہیں ہیں لیکن یہ خاصکر ان کے علم مذہبی سے بے توجہی اور بے پرواہی کا ثمرہ ہے۔ ان کی کمزوری اور غلطی کی بات ہے۔ یا تو انہوں نے اپنے مذہب کے اصل منشاء میں غلط فہمی کی ہے یا وہ قصداً جاہل بنے ہیں اسلام تو وہ مذہب ہے جس میں علوم اور سائنس کی تعلیم اس قدر ہے کہ غیر مسلم بھی اسکے مداح اور ثنا خواں ہیں پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ۔ نے اپنی کتاب "اشاعت اسلام" میں ایک فرانسیسی مصنف کے قول کا حوالہ دیا ہے وہ لکھتا ہے:۔

"اسلام عملی اور تاریخی ہر دو اعتبار سے ایک معقول پسند مذہب ہے اور عقلیت کی اصلاح جس کی بناء مذہبی اصول کے دلائل اور براہین پر قائم کی ہے اسلام پر یقین صادق ہے"

تعلیمات اسلامی کی سادگی اور صفائی

یقیناً تعلیمات اسلام کی سادگی اور صفائی مذہب کی اشاعت میں نمایاں ذرائع کامیابی میں سے ہے اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بہت سے اصول و بہتان اور نیز بہت سے توہمات جن میں پیروں اور مرشدوں کی پرستش سے لیکر تسبیح مالا اور تعویذ گنڈوں کے استعمال تک شامل ہوں ایسے ہیں جو مذہب اسلام میں داخل ہو گئے۔ لیکن اس کے اصلی جز نہیں ہیں۔ جس مذہب کے اصول اس قدر بدیہی اور پیچیدگیوں سے پاک ہوں کہ معمولی فہم کی بھی رسائی ہو سکے تو اس کی بابت ضرور یہ گمان کیا جا سکتا ہے اور درحقیقت یہ درست بھی ہے کہ اس کے اندر انسان کے دلوں کو مسخر کرنے کی تعجب انگیز طاقت ہے۔

علماء کی تعریف قرآن پاک سے

قرآن مجید کا جو کلام اللہ ہے علماء اور ان لوگوں کی تعریف سے پُر ہے جو اس کی مخلوق اور خلقت ارض و سما پر غور کرتے ہیں۔ وہ جو دائم ہیں اور الراسخون فی العلم خدا کی نعمتوں کی قدر بہ نسبت ان لوگوں کے جو جہالت کی تاریکی سے گھیرے ہوئے ہیں کہیں زیادہ احسن طریقہ سے کر سکتے ہیں۔ کلام پاک میں ایک آیت ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ یعنی درحقیقت علماء لوگ خدا سے خوف کھاتے ہیں۔ یہاں پر یہ بھی فرمایا ہے کہ راس الحکمۃ مخافۃ اللہ یعنی اللہ کا خوف فلسفہ کی ابتدا ہے، یہ بات بالکل صاف ہے کہ جس قدر انسان معجزانہ آفرینش کی کنہ کو پانے کی کوشش کرتا ہے اسی قدر زیادہ وہ نظام الٰہی کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے۔ خالق اکبر کا تصور جس قدر زیادہ بلندی پر پہنچتا ہے اسی قدر زیادہ اس کا دل صاف ہوتا جاتا ہے، بشرطیکہ "نیم حکیم خطرۂ جان، نیم ملا خطرہ ایمان" کی مثل کا مصداق بن کر اس کا سر نہ پھر گیا ہو۔

خدا کی عظمت کا اعتراف عظیم الشان منظروں میں

ایک عام مثال دینے کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دماغ انسانی ہموار میدانوں اور روزمرہ کی نظروں میں عبادت کرنے کی بہ نسبت بڑے عظیم الشان پہاڑوں اور جنگل ان کے اور رعب و داب والے قدرتی مناظر میں عبادت کرنا زیادہ پسند کرتا ہے، محض اس وجہ سے کہ قدرت باری تعالےٰ کی عظمت کا خیال ہماری ہستی کو اس کی مخلوق کے بڑے سمندر کے ایک ادنیٰ قطروں کی صورت میں دکھلا دیتا ہے، چنانچہ ایک سائنسدان جو ہر لمحہ اس جاہ و جلال الٰہی صنعتوں کے روبرو رہتا ہے اور ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں میں جس کا مشاہدہ کرتا ہے حتیٰ کہ خوردبین سے دیکھے جانے والے چھوٹے سے چھوٹے جانور اور دقیانات البرق سے لیکر بے تعداد نجمی دنیلوں تک میں اس کا جلوہ پاتا ہے۔ بغیر ایک خدا پرست اور خدا ترس انسان بنے نہیں رہ سکتا اور ہم یقین کرتے ہیں کہ یہی وہ راز ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم میں جو مسلمانوں کی رہبری کے دیا پنہاں ہے۔

تحصیل علم کی ہدایت

ہم کو علم سیکھنے کی نہ صرف تحصیل علم ہی کے واسطے ترغیب دی گئی ہے۔ بلکہ ہم سے یہ بھی وعدہ کیا گیا ہے کہ تحصیل علم خود ایک تعبد ہے اور زہد کا کام ہے اور تعلیم دینا ایک بڑی سخاوت ہے مسلمانوں کو بار بار اسرار الٰہی کے علم کے وسیلہ سے تحقیق کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ لفظ مجموعی طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ دراصل ایک مسلمان کی تعلیم کے ابتدائی مراحل علوم اسلامی کم از کم قرآن پاک اور احادیث شریف پر کامل دسترس حاصل کرنا ہیں۔ لیکن اس کا علم بہ حیثیت ایک دنیاوی آدمی ہونے کے اس وقت تک تکمیل کو پہنچے گا جب تک کہ وہ سائنس سیکھ کر قدرت سے شناسائی نہ پیدا کرے

مسلم عقیدہ

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے تمام کاموں کا نتیجہ خیر و شر کی نیک و بد نیت پر مبنی ہے "الاعمال بالنیات" اس لئے اگر ایک مسلمان سائنس اس غرض سے سیکھتا ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کی قدرت سے زیادہ واقفیت پیدا کرے تو اسکو اس کی نیت کے مطابق ہی انعام ملے گا اور یہی باعث ہے کہ ہم کو خدا اور رسول صلعم کے حقیقی طالب بننے کا حکم دیتے ہیں۔

حوالہ احادیث

ہم یہاں پر چند احادیث نقل کرتے ہیں جو سائنس کی عظمت پر دال ہیں اور طلب علم کو مسلمانوں کے لئے لازمی قرار دیتے ہیں۔ لاحسد الا فی اثنین رجل اتاہ اللہ مالا فسلطہ علیٰ ھلکتہ فی الحق و رجل اتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بھا و یعلمھا۔ یعنی دو شخص دراصل قابل رشک ہیں۔ ایک۔ تو وہ جو دولتمند ہے اور اپنی دولت کو نیک راستوں میں صرف کرتا ہے، اور دوسرا وہ جو جس کو خدا نے فیلسوفی کی نعمت ادا کی ہے اور وہ اسکے مطابق اپنے کام کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے۔ علم کی قلت اور نحوط قرب قیامت کے آثاروں میں بیان کئے گئے ہیں

عالم کی برتری ایک زاہد پر

فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علیٰ سائر الکواکب وان العلماء ورثۃ الانبیاء۔

یعنی ایک عالم کی زاہد پر برتری کی ایسی مثال ہے جیسے پورے چاند کی ستاروں پر اور عالم لوگ انبیاء کے وارث ہیں۔ تمام مسلمانوں پر تحصیل علم لازمی ہے۔ ابوہریرہ سے روایت ہے:۔

عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلثۃ من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کو تین چیزوں کے علاوہ اور ہر چیز کا صلہ ملنا بند ہو جاتا ہے اور تین چیزیں یہ ہیں:۔

ایک تو کوئی ایسی سخاوت جو قائم رہنے والی ہو۔ مثلاً مسجد، کنواں وغیرہ۔ دوئم وہ علم اور تجربات جو انسان کے واسطے مفید ہوں۔ مثلاً کوئی تصنیف یا کوئی ایجاد یا تحقیق اور تیسری چیز اولاد صالح ہے۔

ماسوا اس کے علم کے مفاد اور ضرورت پر زور دینے کے لئے یہ فرمایا گیا ہے کہ ایک طالب علم کی روشنائی ایک شہید کے خون سے زیادہ متبرک ہے اور نیز یہ کہ من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتیٰ ترجع۔ یعنی جو شخص اپنے وطن کو علم کی تلاش میں چھوڑتا ہے وہ تادم واپسی راہ خدا میں سفر کرتا ہے۔ خالق کے انتظام اور قدرت پر ایک گھنٹہ کا مراقبہ ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ مسلمانوں کو ان علوم کی تحصیل کی طرف بجد متوجہ ہونا چاہیئے جن سے تعلیمات اسلام کا کچھ بھی تعلق ہے، کیونکہ رسول مقبول صلعم کا فرمان ہے کہ جو شخص اسلام کی طرفداری کی غرض سے حصول علم میں فناہ ہو جاتا ہے اس کے اور پیغمبروں کے درمیان بہشت میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ من جاء الموت وھو یطلب العلم یحیی بہ الاسلام فبینہ و نبیین درجۃ واحدۃ فی الجنۃ۔

علم کے ناجائز استعمال سے پرہیز

اور آخر میں علم کے ناجائز استعمال سے پرہیز اور بچاؤ کرنے کے لئے رسول مقبول صلعم فرماتے ہیں۔ الا ان شر الشر شرار العلماء وان خیر الخیر خیار العلماء یعنی علماء بد ہونا ان کو بد سے بدتر بنا دیتا ہے اور ان کا با عمل اور نیک ہونا افضل سے افضل تر کر دیتا ہے۔

اصل منشاء اسلام

اوپر بیان شدہ حوالہ قرآن مجید و حدیث شریف سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اسلام کا خاص منشاء ہرگز حصول علم کے منافی نہیں۔ بلکہ سائنس کا مطالعہ مسلمانوں کے واسطے خاص طور پر مفید بتلایا گیا ہے

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا علمی شوق

آپ کوئی اسلامی تاریخ لے لیجئے اس میں آپ کو بہت سے ایسے لوگ نظر آئیں گے جنہوں نے تمام عمر سائنس کی تکمیل میں صرف کر دی۔ انہوں نے پیدل ہی ہزاروں میل کا سفر محض ان جڑی بوٹیوں کے خواص جاننے کی غرض سے کیا جو ان کے ملک میں نہیں پائی جاتی تھیں۔ فی الحقیقت انہی لوگوں میں علمی جوش تھا۔

ہماری جہالت کی وجہ

ہمارے موجودہ تنفر علمی کی وجہ محض ہماری قابل افسوس مذہبی بے توجہی ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمان اپنے مذہبی علوم و فنون میں کامل مہارت رکھتے تھے اور اس وجہ سے تحصیل علم میں بہت کوشاں تھے۔

خلیفہ منصور اور حقیقت میں چند اور مسلمان حکمران بھی سائنس کے بڑے شائق تھے ان کے یہاں ان کے ذاتی رصد خانے تھے۔ چنانچہ ایک روایت ہے کہ بادشاہ شارلیمین شاہ فرانس نے مسلمانوں سے ایک نادر تحفہ حاصل کیا تھا یہ تحفہ بارہ دروازوں کی گھڑی تھی جس میں ہر گھنٹہ گزرنے پر ایک سوار ہر دروازہ سے نکل آتا تھا جس سے دن کے اوقات کا اندازہ کیا جاتا تھا۔ فرانس کے درباری اس عجیب خیز گھڑی کی ساخت سمجھنے سے قاصر تھے۔

علم ہیئت

علم ہیئت کا مسلمانوں نے خاص طور پر مطالعہ کیا تھا اور زمین کے قطر کی پیمائش منصور کے عہد میں ایک نہایت آسان طریقہ سے کی گئی تھی یعنی ایک مقررہ فاصلہ میں مسافت طے کرنے کے بعد قطب ستارہ سے جانے مقام میں جو فرق ہو جاتا تھا اس کے فاصلہ کو ناپ لیا جاتا تھا۔

عربی اعداد

وہ اعداد جن کو عربی اعداد سے موسوم کرتے ہیں قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے علمی عروج کے قائم رہنے والی یادگار ہیں، ڈاکٹر الفریڈ رسل ویلیس کا خیال ہے کہ انسان نے تمام قرنوں میں صرف بیس معلومات اور اختراعات اوّل درجہ کی کی ہیں۔ وہ اس میں سے تیرہ کا شمار انیسویں صدی عیسوی میں کرتا ہے، اور صرف سات کی بابت لکھتا ہے کہ یہ وہ ہیں جن کی تحصیل انسان نے تمام پچھلے زمانوں میں کی ہے۔ ان سات میں میں سے عربی اعداد کو ایک ممتاز جگہ دی ہے۔ اگر ہم ایک لمحہ کے واسطے اس اعدادی پیمانہ کے فوائد پر غور کریں، اور زمانہ کے تکلیف دہ طریقہ شمار کے مقابلہ میں اس کی سادگی اور سہولت کا اندازہ لگائیں اور نیز اس واقعہ پر خیال کریں کہ عربی طریقہ کی ان ایام تبدیلی و ترقی تک میں بھی کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔ تو ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے علمی شوق کا دنیا پر ایک گرانبار احسان ہے اور ہم یقین کرتے ہیں کہ ڈاکٹر ویلیس نے جو اس کو تاریخ تہذیب میں انسان کی عظیم الشان کامیابیوں میں شمار کرتا ہے تو بالکل حق بجانب ہے۔ اگر عربوں کے ایجاد کردہ حروف تہجی و اعداد شمار نہ ہوتے تو دنیا کی ترقی میں بڑی رکاوٹ پیدا ہو جاتی۔

علم جبر و مقابلہ و کیمیا

نیز جیسا کہ خود لفظ الجبرا سے ظاہر ہوتا ہے جبر و مقابلہ مسلم ذہانت ہی کا نتیجہ ہے۔ موسیٰ ابن جابر کا کمال علم کیمیا میں کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس زمانہ میں چھاپہ خانہ کی قسم سے کوئی چیز نہ تھی۔ اس وجہ سے بہت افسوس ہے، کہ مسلمان ان خزانوں کو کھو بیٹھے جن کو ان کے آباؤ اجداد نے بڑی محنت و جانفشانی سے حاصل کیا تھا۔ ان کی طلب علم اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ان لوگوں کو جو علم ہیئت اور علم تشریح الابدان میں کامل دسترس نہ رکھتے تھے۔ ذات باری تعالےٰ کو اچھی طرح پہچاننے کے لائق نہ سمجھتے تھے۔ من لم یعرف الھیئت والتشریح فھو عنین فی معرفۃ اللہ۔

یورپ کا اخلاقی تنزل

جب یورپ کی مسیحی سلطنتیں اخلاقی طور پر تنزل پذیر حالت میں تھیں اور بدیہات سائنس کا معیار انجیل تھی تب یہ مسلمانوں ہی کا کام تھا کہ انہوں نے سائنس کا مطالعہ جاری رکھا تھا اور اس کو یورپ کے قرون مظلمہ کی حرام موت سے بچایا۔ ایک مشہور فاضل (شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی مرحوم سے مراد ہے) کا نہایت محققانہ قول ہے کہ یونانی فلسفہ اور جدید سائنس کے درمیان ایک ناقابل گزر دریا حائل ہے اور دونوں کے درمیان اگر کوئی رابطۂ اتصال ہے تو وہ فلسفۂ اسلام ہے۔ ڈاکٹر ہیرلی کے قول کے مطابق قرون وسطیٰ میں یورپ کے اوپر ایک جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ خیالات فاسد ہو گئے تھے اور جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے۔ اجتہادات مذہبی و مسائل سائل بلا دلیل قبول کرانے سے علمی روح بالکل مردہ ہو گئی تھی۔ قدرتی واقعات بجائے اس کے کہ طبیعی اسباب سے منسوب کئے جاتے تھے، اور قوت متخیلہ نے علمی غور و خوض کی جگہ لے لی تھی۔ چونکہ پاتال کے بسنے والوں کا انجیل میں کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ اس لئے ان کے وجود سے انکار کیا جاتا تھا۔ جب اس طرح رکاوٹیں پیدا کی گئیں تھیں تو سائنس کے ہونے کی کیا امید رہ جا سکتی تھی۔ بالآخر یورپ میں ایک مدت دراز تک علمی تحقیق کا مذاق قطعی بند رہا جس کا نتیجہ دماغی سستی اور بیکاری نکلا۔

اسلامی ادب اور تہذیب کا شباب

ایسے نازک موقعہ پر جبکہ تمام یورپ ہی ناشائستگی اور جہالت میں غرق تھا مسلمان ہی تھے جو علوم و فنون کا منبع ہو رہے تھے اور مشعل علم سے دنیا کی رہنمائی کر رہے تھے، اسلامی تہذیب اس وقت جبکہ یورپ کی تہذیب محض ابتدائی مدارج طے کر رہی تھی اپنے شباب پر تھی۔ یہ اسلام ہی کے اثرات کا ظہور تھا جس سے یورپ کی آنکھوں میں روشنی کی جھلک پڑی یہ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہم باوجود اس قدر شاندار ترقی حاصل کر لینے کے اب اپنے آپ کو ایسا بنائیں کہ ہمارا شاگرد یورپ اسلام کو وہ مذہب بتلائے جو ترقی، اور سائنس کے خلاف ہے۔

یونان و روم کا تنزل

جب یونان اور روم جہالت میں ڈوبے تو قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے علم کی شمع روشن کی اور یہاں تک عروج حاصل کیا کہ ایک نئی سائنس کے موجد بن گئے۔ مصر سے جہاں وہ ارسطو کے فلسفہ و علم کیمیا سے واقف ہوئے تھے شمالی افریقہ میں ہوتے ہوئے اسپین میں داخل ہوئے اور یہاں ادب اور علوم ان زیر حکومت سلطنتوں میں سرسبز و شاداب ہوئے۔

اسپین کے مدارس علوم

اسپین کے مدارس علوم تھوڑے سے عرصہ میں تمام اطراف و جوانب کی مسیحی سلطنتوں کے طلباء سے بھر گئے۔ تعلیم یورپ کے تمام مشہور ملکوں میں جاری ہو گئی اور تیرھویں صدی عیسوی میں عربی طرز کے تعلیمیافتہ فن کیمیا کے استاد مقرر کئے گئے۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ مسیحی قرون وسطےٰ کی خشک سالی میں عربی ذہانت اعلےٰ پیمانہ پر کام کر رہی تھی۔ اسپین میں مسلمانوں کے داخل ہوتے ہی نظم، علم اور حسن مذاق نے اپنا سکہ جمایا۔ جب ایک مسیحی کسان کسی مرض سے لاچار ہو کر گرجا کی طرف رخ کرتا تھا ایک مسلمان ایک طبیب حاذق سے رجوع کرتا تھا۔

عربی عنصر جدید سائنس میں

عربی عنصر جدید سائنس کی اصطلاحات میں بھی پایا جاتا ہے۔ یہ الحسن ایک عربی سائنسدان ہی تھا جس نے افلاطون کے اس بے ہودہ خیال کو کہ روشنی کی شعاعیں آنکھ سے نکلتی ہیں، جڑ و بنیاد سے کھود کر پھینک دیا الحسن نے انحراف کو بھی معلوم کیا اور بطور ایک نتیجہ کے ثابت کیا کہ ہم سورج اور چاند کو ان کے غروب ہونے کے بعد دیکھتے رہتے ہیں اس نے سورج اور چاند میں جو افق کے نزدیک بظاہر فراخی پیدا ہو جاتی ہے اس کی بھی تشریح اس نے کی، مرکز ثقل کے اصولوں کو بخوبی سمجھ لیا تھا اور اس کی امداد سے میزانوں اور دیہاتی پیمانوں کی تحقیقات میں کام لیا تھا،

اس نے ثقل کو محض ایک کشش قرار دیا، اور اس کی قوت کا انحصار (اگرچہ اپنی غلط فہمی سے) فاصلہ کی کمی و بیشی پر مبنی رکھا اور اس کا تعلق محض زمین سے بتلایا۔ الحسن نے مقیاس الماء کی اصلاح کے نسبتی اوزان جن کو الحسن نے معلوم کیا تھا وہ ہمارے موجودہ زمانہ کے اوزان سے ملتے جلتے ہیں اس امر کو دیکھتے ہوئے اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ ڈاکٹر ڈیپر اس طریق عمل اور ان تجویزوں پر اظہار افسوس کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے یورپ کے علم و ادب سے ان احسانات کو جو مسلمانوں نے یورپ پر کئے ہیں نظر انداز کرنے اور مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ڈاکٹر ڈریپر کا قول

امر مابعد کے ثبوت میں ڈاکٹر ڈریپر کے قول کا ایک ایک حوالہ دیتے ہیں:۔

عربوں کی سائنس ان کے علم و ادب کے ساتھ ساتھ ہی چل رہی تھی جو نصرانی سلطنتوں میں جنوبی فرانس اور سسلی کے راستوں سے داخل ہو رہے تھے۔ پوپس کا اوگنان کو جلاوطن کیا جانا اور مذہبی اختلاف کا پھیل جانا اس کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا۔ کیونکہ اس نے پھر اٹلی کے شمالی حصص میں اپنا قدم بڑے استقلال سے جما لیا جب اویروز (ابن رشد کا بگڑا ہوا انگریزی نام) نے ارسطو کے استقرائی فلسفہ کو عربی جامہ پہنا کر پیش کیا تو اس کے نہ صرف ظاہری بلکہ بہت سے خفیہ دوست پیدا ہو گئے اور بہت آدمیوں میں اس سے دلچسپی اور ان کے حصول کی قابلیت پائی گئی۔

منجملہ ان کے میفارڈ ڈیویس تھا جس نے ایک اصول بنیادی کا اس طرز پر اظہار کیا کہ صرف تجربہ اور مشاہدہ دلائل سائنس کے لئے قابل اعتماد بنیادیں ہیں اور یہ کہ صرف تجربہ ہی قوانین فطرت کا قابل اعتبار ترجمہ ہے اور وہی فطرتی قوانین کی تحقیقات میں لازم و ملزوم شئے ہے۔

سچی باتیں

سائنس نے زمانہ میں بے انتہا ترقی کرلی ہے اور اس کے حدود میں کہ بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ لیکن اس مقدمۂ صحیح سے نتیجہ آپ کیا نکالنا چاہتے ہیں؟ کیا یہ کہ مذہب کو لازماً شکست کھانا۔ بہت ہٹنا اور پسپا ہونا پڑا ہے؟ —— بہتر یہ ہوگا کہ پہلے زبان سے نکلے لفظ کے وزن و مفہوم کو سمجھ لیا جائے۔ اور جب آگے بڑھا جائے۔ لفظ سائنس کے معنی کیا ہوتے ہیں؟

کسی خاص صنف موجودات کا مرتب، منظم، باقاعدہ علم، محض متفرق اور ادھر اُدھر کے معلومات کا نام سائنس نہیں۔ بیالوجی (حیاتیات) یعنی حیات کے مختلف شعبوں، پہلوؤں اور مظاہر کا مرتب علم۔ زوالوجی (حیوانیات) یعنی جانوروں کے اقسام۔ اصناف اور ان کی ذات وصفات کا منظم علم، ارضیات، عضویات، نفسیات، فلکیات معاشیات وغیرہ سب کیا ہیں؟ اپنے اپنے موضوع سے متعلق منتشر ومتفرق معلومات نہیں، بلکہ ضابطوں قاعدوں، قانون کا مجموعہ۔ اور جس موضوع سے متعلق مشاہدہ اور تجربہ کی مدد سے ابھی تک قاعدے اور ضابطے نہ مرتب ہو سکے، وہی علم اب تک سائنس نہ بن سکا اور اپنی ابتدائی قدیم و قیانوسی حالت میں پڑا ہوا ہے —— تو گویا حاصل یہ ہوا کہ کائنات میں ہر روز نظم، انتظام ضابطہ وقاعدہ اور زیادہ مشاہدہ وتجربہ میں آتا جارہا ہے، یہاں تک کہ توقع یہ ہے کہ کوئی شئے بھی بغیر سائنس بنے نہ رہے گی۔ یعنی کوئی سی بھی صنف موجودات، اپنے نظم وانتظام، ضوابط وقواعد کو مشاہدہ وتجربہ میں لائے بغیر نہ رہے گی۔

اور وہ دن مذہب کی شکست ویاس کا نہیں حسرت وپسماندگی کا نہیں۔ ضعف واضمحلال کا نہیں عین فتح مبین اور فوز کامل کا ہوگا اور دین حق کا نمائندہ خوشی سے پکار اُٹھے گا کہ اب تو ہمارے۔

صنع اللہ الذی اتقن کل شیء وھو بکل شیء علیم۔ حکیم اعظم وصانع اکمل کی قدرت وکاریگری، یکتائی وخدائی کا یقین آیا! اس کی صناعت وحکمت کا موجودات کے ذرہ ذرہ میں تجربہ ومشاہدہ کرلیا! ان کے علم وقدرت، حکمت وصناعت کا کیا کہنا! ہم تو ایک امّی کے پڑھائے ہوئے سبق کی برکت سے شروع ہی سے قائل (مومن) تھے۔ تم ہی طرح کے شک وارتیاب میں پڑے ہوئے تھے، اب تو تم نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، اپنی عقلوں سے سمجھ لیا، اپنے آلات سے جانچ لیا، کہ ہر حقیر سی حقیر اور ادنےٰ سی ادنےٰ مخلوق بھی حکمت وصناعت کی بہترین شاہکار ہے صانع اعظم کے تصدیق کی شاہد ناطق ہے!

ایک آیت پر سوال

کراچی سے آیا ہوا ایک سوال ہے پ۱۲ سورہ ہود آیت ۷۔ وکان عرشہ علی الماء لیبلوکم ایکم احسن عملا ہے کسی فرصت میں اس پر کچھ لکھیئے۔

پوری آیت جو ذرا بڑی ہے، حسب ذیل ہے شبہ کی اصل بنیاد صحیح ترجمہ ہی سے انشاءاللہ کمزور پڑ جائے گی۔

ھو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام وکان عرشہ علی الماء لیبلوکم ایکم احسن عملا ولئن قلت انکم مبعوثون من بعد الموت لیقولن الذین کفروا ان ھذا الا سحر مبین۔ وہ اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا اور اس کا عرش (حکومت) پانی پر تھا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے بہترین کون ہے۔ اور اگر آپ (ان سے) کہیں کہ یقیناً مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو جو لوگ کافر ہیں وہ ضرور کہہ اٹھیں گے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

اصل مقصود کلام منکرین بعث وحشر کو آخرت فراموش کو جواب دینا ہے۔ اب دو لفظوں کے معنے سمجھ لئے جائیں۔

ستۃ ایام۔ یوم کا لفظ جہاں جہاں بھی قبل آفرینش کے سلسلہ میں آیا ہے وہاں ظاہر ہے کہ یوم کے یہ متعارف معنی تو مراد ہو ہی نہیں سکتے جس کا تعلق آفتاب کے طلوع وغروب سے ہے آفتاب تو اس وقت خلق ہی نہیں ہوا تھا۔ مراد اس سے مطلق چھ زمانے یا چھ حالتیں ہیں۔

عرش۔ العرش یا عرشہ سے مراد کوئی مادی بچھا ہوا تخت ہو ہی نہیں سکتا، بلکہ (جیسا دوسرے موقعوں پر وضاحت سے دکھایا جاچکا ہے) مراد تحت حکومت سے ہوتی ہے۔

اب ارشاد گویا یہ ہو رہا ہے کہ یہ آسمان وزمین اور سارا نظام کائنات سب حادثات ومخلوق ہیں ان کو قدیم یا معبود سمجھنے والے یا انہیں دیوی دیوتا فرض کرنے والے یا ان کی پوجا پاٹ میں لگے رہنے والے سن اور سمجھ لیں کہ یہ سب اسی ایک قادر مطلق کے پیدا کئے ہوئے ہیں جس نے انہیں چھ منزلوں میں

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

"حج بدل"

(حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم)

سوال:- ایک دوست دریافت فرماتے ہیں کہ جبکہ حج ایک فریضہ ہے اور استطاعت رکھنے والے پر فرض ہے۔ اس کے کچھ مقاصد ہیں جن میں ایک مقصد عالم اسلامی کا ایک جگہ ملنا ہے کیا یہ مقصد بدل بھیجنے سے یعنی اپنی جگہ یا متوفی کی جگہ کسی اور شخص کو حج بیت اللہ پر بھیج دینے سے پورا ہو سکتا ہے؟

جواب:- اگرچہ اس کا جواب تو فقط اس قدر بھی ہو سکتا ہے کہ کسی اجتماع میں معذوری کی حالت میں اپنا نمائندہ بھی بھیجا جاسکتا ہے اور یہ تمام دنیا کا دستور ہے۔ لیکن میں اس پر ذرا تفصیل سے بحث کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ حج ایک عبادت الٰہی ہے اور یہ مسئلہ مذہبی رنگ بھی اپنے اندر رکھتا ہے

اوّل تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں کوئی نیکی کرجائے تو جو ثواب اس نیکی پر مترتب ہوگا اس سے اس نیکی کے ثواب کو کوئی نسبت ہی نہیں جو اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے اس کے ورثاء کریں۔ مثلاً ایک شخص اپنی زندگی میں دسواں حصہ اپنا ترکہ کا خدا کی راہ میں دے جاتا ہے تو جو ثواب اسے ملے گا وہ ثواب اس حالت میں نہیں مل سکتا کہ اگر اس کے ورثاء اس کے مرنے کے بعد دسواں حصہ ترکہ کا اس کے نام خدا کی راہ میں دیدیں۔ میں مانتا ہوں کہ اس خیرات کا ثواب متوفی کی روح کو پہنچتا ہے۔ مگر یہ ثواب اس ثواب کے برابر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس ثواب سے کوئی نسبت ہی نہیں جو ثواب کسی شخص کو اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے خیرات کرنے میں مترتب ہوتا ہے۔ اسلام نے دو عبادتوں کا بدل رکھا ہے اور انہی لوگوں پر رکھا ہے جو لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا کے ماتحت ان کے مستحق ہیں۔ ایک روزہ۔ دوسرے حج۔ اس میں کیا شک ہے کہ اگر انسان مسافر ہو یا مریض اور روزہ رکھنے کے ناقابل ہو تو وہ طعام مسکین کا فدیہ دے سکتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس فدیہ سے ان روحانی برکات سے انسان کس طرح متمتع ہو سکتا ہے جو روزہ رکھنے سے انسان کو حاصل ہوتی ہیں۔ خدا کی رضا کے لئے بھوکا پیاسا رہنا تکلیف اور مشقت اُٹھانا ایک بڑی بھاری قربانی ہے جو ایک روزہ دار سے سرزد ہوتی ہے۔ پس جو ثواب اور روحانی ترقی روزہ رکھنے والے کو حاصل ہوگی وہ اس شخص کو کیسے ہو سکتی ہے جس نے روزہ نہیں رکھا۔ بلکہ صرف ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا مسکین کو کھانا کھلانا بجائے خود ثواب ہے، جسے شریعت نے روزہ کے فرض کے ترک ہوجانے کا فدیہ قرار دیا ہے۔ مگر فدیہ کے فقط یہ معنے ہیں کہ ترک فرض سے جو گناہ ہوا تھا اس کا بدل ہوگیا۔ اب اس کے روزہ نہ رکھنے میں گناہ کوئی نہیں لیکن وہ ثواب اور روحانی ترقی بھی تو نہیں جو ایک روزہ دار کو حاصل ہوتی ہے۔

اسی طرح حج کرنا اللہ تعالےٰ کی محبت اور رضا کے لئے ایک بڑی بھاری قربانی ہے گھربار وطن، اعزا واقربا چھوڑ کر دیار محبوب کو چل دینے اور بہت سا مال خرچ کرکے طرح طرح کی پابندیوں کے ساتھ مشقتیں جھیلنے میں اور بیت اللہ کا طواف اور عبادات اور عرفات کی حاضری وغیرہ میں نفس کو زبردست مجاہدہ سے سابقہ پڑتا ہے۔ ان تمام باتوں کے ثواب کو وہ ثواب کیسے پہنچ سکتا ہے جو حج بدل پر مترتب ہوتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ اس میں مال کی قربانی ہے اور اپنے ایک نادار بھائی کی روحانی ترقی اور ثواب کے لئے سامان مہیا کرنے کا بجائے خود بہت ثواب ہے لیکن جو ثواب خود اپنے مال خرچ کرکے اور طرح طرح کی مصیبتیں جھیل کر اور عبادتیں کرکے حاصل ہوتا ہے وہ اس صورت میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہاں حج بدل سے ترک فرض کے گناہ کا کفارہ ہوگیا۔ اب اس سے کوئی بازپرس نہیں ہوگی۔ یاد رہے کہ حج صرف اسی کے لئے فرض ہے جس کے پاس زاد راہ کے لئے روپیہ کافی ہو اور اس کے لئے مکہ معظمہ میں امن ہو اور اسکی صحت بھی درست ہو اگر یہ باتیں نہیں تو اس پر حج بھی فرض نہیں۔ ایسا شخص اگر حج بدل نہ بھی کرے۔ تب بھی کوئی حرج نہیں مثلاً ایک نادار شخص ہے وہ نہ حج کر سکتا ہے نہ حج بدل کروا سکتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اسی طرح اگر ایک شخص خرابی صحت یا امن نہ ہونے کی صورت میں حج نہیں کرسکا تو عنداللہ وہ بھی معذور ہے لیکن اگر وہ اپنی جگہ کسی نادار شخص کو حج کروا دے تو اس میں کیا شک ہے کہ وہ بڑے ثواب کا مستحق ہے۔

اسی طرح ایک شخص دولتمند ہے مگر اپاہج والدین کی خدمت میں لگا ہوا ہے اس لئے حج کو نہیں جا سکتا۔ اگر وہ اپنی جگہ حج بدل کروا دے تو ترک فرض کا گناہ معاف ہوگیا۔ ایک بھائی کو حج کروانے اور والدین کی خدمت کا ثواب مزید براں ہوگیا لیکن بایں ہمہ وہ روحانی ترقیات جو حج کرنے سے خود اسے حاصل ہوتیں۔ وہ اسے کس طرح مل سکتی ہیں۔ گویا حج بدل بجائے خود ایک بہت بڑی نیکی ہے جو حج فرض ہونے کی صورت میں کسی وجہ سے اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جانے کا کفارہ ہو جاتا ہے

البتہ ایک اور فریضہ ہے جو جہاد فی سبیل اللہ ہے یہ فریضہ ایسا ہے کہ اگر کوئی اس میں مشغول ہو تو جو ثواب......

دارالسلام کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ

کوئٹہ والا بلڈنگ۔ میرٹ روڈ۔ کراچی نمبر ۲

اعلان

دارالسلام کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کے تمام ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ سوسائٹی نے ہاؤسنگ سوسائٹی فنانس کارپوریشن کراچی کی شرائط کے ماتحت (approved Layout) منظور شدہ نقشہ اور پلاٹس کی حدبندی کا کام شروع کر دیا ہے۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ وسط اگست تک مکمل ہو جائے گا۔

منظور شدہ نقشہ تمام ممبران کو بھی ارسال کر دیا جائے گا۔ اور اخبار پیغام صلح میں شائع کرا دیا جائے گا۔ نقشہ مکمل ہونے پر جن ممبران کی رقوم پوری آچکی ہونگی ان کے نام زمین الاٹ کر دی جائے گی۔ زمین بذریعہ قرعہ الاٹ ہوگی۔

جن احباب کے نام ابھی تک بقایا رقوم ہیں ان کو علیحدہ علیحدہ اطلاع دی جا چکی ہے وہ فوراً بقایا رقوم روانہ کر دیں تاکہ رقم انجمن کو ادا کی جا سکے۔ بقایا رقوم

یا (۱) سندھ کوآپریٹو بنک لمیٹڈ۔ سرائے روڈ۔ کراچی۔ سوسائٹی کے حساب میں براہ راست جمع کرا سکتے ہیں۔
یا (۲) سوسائٹی کے نام چیک یا ڈرافٹ روانہ کر سکتے ہیں۔
یا (۳) انجمن کے خزانہ سوسائٹی کے حساب جمع کرا کر اطلاع دے سکتے ہیں۔

جو احباب سوسائٹی کا ممبر اب بھی بننا چاہتے ہیں اور زمین لینے کے خواہشمند ہوں وہ فوراً رقم ارسال کر دیں اور جو سوسائٹی سے الگ ہونا چاہتے ہیں ان کی رقوم بھی اسی الاٹمنٹ کے ساتھ واپس کر دی جائے گی۔ فقط۔

چوہدری امجد خان آنریری سیکرٹری

دارالسلام کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ کوئٹہ والا بلڈنگ میرٹ روڈ کراچی ۲

سچّی باتیں

(بقیہ از صفحہ ۸)

تکمیل کو پہنچا دیا۔ اور ایک زمانہ ایسا بھی گذرا ہے جب یہ کچھ بھی نہ تھے ـــــــــ جاہل دماغ پہنچ کر معاً سوال کر بیٹھے گا کہ جب کچھ تھا ہی نہیں تو آخر خدا کی خدائی اور حکومت کہاں اور کس پر تھی؟ جواب اسی سوال کی مناسبت سے معاً بعد ارشاد ہوتا ہے کہ بے شک اس کی حکومت قدیم ہے اور اس عالم خاک سے پہلے اس کی حکومت عالم آب پر تھی، جو اس وقت موجود تھا وکان عرشہ علی الماء۔ (اور قرآن نے ایک دوسری جگہ یہ بھی کہا ہے کہ جاندار مخلوق کا مادۂ حیات پانی ہی ہے)

یہ بطور جملہ معترضہ کے تھا۔ لیبلوکم (تاکہ تمہیں آزمائے) کا نحوی تعلق فعل خلق سے ہے جو آغاز آیت میں آیا ہے۔ یعنی آفرینش انسان کی غرض و غایت ہی امتحان، آزمائش اور جانچ ہے کہ دنیا میں کون عمل کیسے کرتا ہے۔ کشاف میں ہے اسے خلقھن لحکمۃ بالغۃ۔ اور روح المعانی میں ہے اللام التعلیل متعلقۃ بخلق۔

منکرین جب اس کلام خصوصاً اس پیام حشر و بعثت کو سنتے ہیں تو یوں بول اٹھتے ہیں کہ یہ تو بڑا موثر لیکن حقیقت سے خالی اور صداقت سے معریٰ۔ ان ھذا الا سحر مبین (صدق جدید)

ہفتہ وار پیغام صلح مورخہ ۲۹ جولائی سنہ ۱۹۵۳ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

صرف تین ماہ کیلئے نصف قیمت پر

اَحَادِیثُ العمل

تیس سال گذرے حضرت مولنا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور علیہ الرحمۃ نے ایک کتاب بنام "مقام حدیث" شائع کی تھی جس میں وضاحت سے بیان کیا گیا تھا کہ شریعت اسلام میں حدیث کا مقام کیا ہے۔ احادیث کس طرح جمع ہوئیں اور ان شبہات کا ازالہ کیا گیا تھا جو حدیث کے ناقابل اعتماد ہونے کے متعلق پھیلائے جاتے ہیں۔ ہر مسلمان کیلئے جہاں قرآن کریم کا مطالعہ ضروری ہے وہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ شریعت اسلام میں حدیث کا مقام کیا ہے۔ احادیث کی کتب اپنی ضخامت کی وجہ سے متوسط طبقہ کے ہر شخص کو میسّر نہیں اس لئے ایسے بہت سے لوگ ہیں جو احادیث میں دینی تفصیلات اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل جاننے سے تشنہ رہے ۱۹۲۶ء میں بعض انگریز نومسلموں کے توجہ دلانے پر حضرت مولنا صاحب نے ایک انتخاب جو ۷۰۰ احادیث پر مشتمل تھا بنام "مینول آف حدیث" شائع کیا، جس میں روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والی احادیث درج کی گئیں۔ دینی کتب کی مانگ حوصلہ افزا نہیں، مگر اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ پانچ سال کے عرصہ میں یہ کتاب دس ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی اور اب اس کا اردو ترجمہ بنام **اَحَادِیثُ العمل** شائع ہوا۔ ہماری زبان اردو ہے، ہم اخبارات میں اسے سرالعزیز بنانیکا پرچار کرتے ہیں۔ اسلئے اردو دان پبلک کا فرض ہے کہ انگریزی سے بڑھکر اسکی سرپرستی کریں اور اردو ترجمہ کو مقبول تر بنانے کی کوشش کریں۔ کتاب بہترین قسم کے سفید ولایتی ۲۴ پونڈ وزنی پر چھپی ہے اور ۲۲ × ۲۹ کے ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ کاغذ اور جلد کی گرانی کے پیش نظر کتاب کی قیمت **دس روپیہ** تھی مگر احباب کے پیہم اصرار پر اسے **پانچ روپیہ** کر دیا گیا ہے۔ محصولڈاک عہ علاوہ ہوگا۔

منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ضروری اعلان

مانسہرہ سے ایک بزرگ نے اطلاع دی ہے کہ ایک شخص خادم حسین نام جو اپنے آپ کو A-N-F کا لفٹننٹ بتاتا ہے مولنا احمد یار صاحب کے حوالے سے اپنے آپ کو احمدی ظاہر کرکے احباب جماعت سے چندہ مانگتا ہے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ ایسے ہرگز ہرگز چندہ نہ دیں۔ حلیہ یہ ہے:۔ چہرہ پر چیچک کے داغ اور لمبا قد۔

ضروری اعلان

جملہ سیکرٹری صاحبان جماعتہائے سے درخواست کی جاتی ہے کہ اراضی انجمن واقعہ چک ۲۴ اسلام آباد متصل اوکاڑہ میں محافظان اراضی کی دو مستقل جگہیں خالی ہوئی ہیں۔ مجموعی تنخواہ مبلغ ۴۵/۰/۰ روپے ماہوار فی کس ہے۔

سیکرٹری صاحب ایسے نوجوانوں کی درخواستہائے ارسال کریں جو تندرست، محنتی، جفاکش، ایماندار معمولی تعلیم یافتہ بھی ہوں اور دیہاتی زندگی بسر کرنے کے عادی بھی ہوں۔

تمام درخواستیں افسر اراضیات انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کے نام ۵ راگست ۱۹۵۳ء سے پہلے پہلے دفتر میں پہنچ جانی چاہئیں۔

سید مصطفےٰ الحسین افسر اراضیات

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فون نمبر ۳۷۴۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے ۔ چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۱۰-۱۲-۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۱۳ شلنگ

ایڈیٹر محمد آصف بی اے

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۵ ذیقعد ۱۳۷۲ھ مطابق ۵ اگست ۱۹۵۳ء | نمبر ۲۸

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت

یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقوے شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ برکت کلمۂ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں۔ اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں۔ اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نا اتفاقی کی وجہ سے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا ہے اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں، اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں، اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں۔ جبکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں، یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں، اور اسلامی کاموں کے سر انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان سے عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے۔

مجلس معتمدین کا اجلاس

۹-۸-۵۳ کی بجائے ۱۶-۸-۵۳ کو

منعقد ہوگا

۱۔ معزز ممبران مجلس معتمدین کی خدمت میں اطلاعاً عرض ہے کہ ووکنگ مشن (انگلستان) سے بعض حسابات کی تفصیلات منگوائی گئی تھیں جو ابھی تک موصول نہیں ہوئیں۔ ان کا مجلس معتمدین کے اجلاس میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ چونکہ حسابات لمبے ہیں اور خیال ہے کہ حسابات ۹-۸-۵۳ تک یہاں نہیں پہنچ سکیں گے۔ اس لئے اب مجلس معتمدین کے اجلاس کی تاریخ ۱۶-۸-۵۳ مقرر کی گئی ہے اور مجلس مشاورت کے اجلاس کی تاریخ ۱۵-۸-۵۳ مقرر کی گئی ہے۔ لہذا جملہ احباب نوٹ فرمالیں کہ ۱۵-۸-۵۳ بروز ہفتہ ۸ بجے صبح مجلس مشاورت منعقد ہوگی

۱۶-۸-۵۳ بروز اتوار ۷ بجے صبح مجلس معتمدین ہوگی

۲۔ ایجنڈا جملہ ممبران کی خدمت میں ارسال کر دیا گیا ہے۔

احمد یار۔ سیکرٹری

اخبار احمدیہ

—— حضرت صاحب صدر حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب مری میں خیریت سے ہیں۔

—— حضرت امیر حضرت مولنا صدرالدین صاحب مری میں خیریت سے ہیں۔

—— عزیزم میاں محمد اقبال صاحب کام خلف الرشید جناب مولنا آفتاب الدین احمد صاحب کو پہلے کی نسبت افاقہ ہے۔ احباب سلسلہ دعاؤں کو جاری رکھیں۔

—— محترم معظم جناب شیخ غلام حسین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ سیالکوٹ تحریر فرماتے ہیں:۔

"مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲۴ جولائی۔ بروز جمعہ ہمارے محترم بزرگ خواجہ محمد اعظم صاحب ٹھیکیدار کے ہاں اللہ تعالے نے پوتا عطا فرمایا ہے۔ خواجہ صاحب موصوف نے اس تقریب پر مبلغ یکصد روپیہ اشاعت اسلام کے لئے عطا فرمایا جو اس عریضہ کے ہمراہ مرکز میں ارسال ہے اس کے علاوہ ممدوح نے احباب جماعت کے گھروں میں شیرینی تقسیم کی ہے۔ خواجہ صاحب کے وجود کو بلحاظ تقوےٰ اور ایثار جماعت میں ممتاز شہرت حاصل ہے احباب جماعت سے استدعا ہے کہ وہ مولود مسعود کے حق میں درازی عمر اور صحت کے لئے دعا فرمائیں اور ان الفاظ کو اخبار میں جگہ دیکر ممنون فرمائیں والسلام"

—— چودھری محمد زکی صاحب سول ہسپتال شاہکوٹ سے تحریر فرماتے ہیں:۔

محترمی ایڈیٹر صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ کو انتہائی خوشی کے ساتھ اطلاع دیتا ہوں کہ:۔

۱۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے جو چوہدری سید احمد صاحب نمبردار بڈھلہی کا پوتا ہے

۲۔ میرا چھوٹا بھائی چوہدری امان اللہ خان بی۔ اے میں پاس ہوگیا ہے۔

۳۔ میرے دونوں ماموں زاد بھائی چوہدری نذر رب اور چوہدری ظہور رب جو الیف۔ ایس۔ سی میں پڑھتے تھے وہ بھی کامیاب ہو گئے ہیں۔

۴۔ چوہدری محمد صادق صاحب پروفیسر سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور (میرے بہنوئی) کے گھر بھی لڑکا ہوا ہے

بطور شکرانہ میں نے دس روپے کی حقیر رقم انجمن کو روانہ کر دی ہے۔ احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان خوشیوں کو ہمارے لئے بابرکت بنائے۔ آمین۔

—— اخویم محترم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب راولپنڈی کا چھوٹا صاحبزادہ بعارضہ ٹی۔ بی بیمار ہے۔ بچہ نہایت خوبصورت اور صحتور تھا۔ اچانک یہ انکشاف ہوا کہ بچہ کو ہڈی کی ٹی۔ بی ہوگئی ہے جس سے طبعی طور پر ماسٹر صاحب موصوف کو بہت تشویش ہے۔ بزرگان سلسلہ اس بچہ کو اپنی نیم شبی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالےٰ اس بچہ کو صحت کامل عطا فرمائے اور نیک اور صالح بنائے۔ آمین

—— مولوی عبدالوہاب مینیجر اخبار پیغام صلح چند دنوں سے علیل ہیں احباب سلسلہ ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

—— جماعت کے بعض احباب بیمار اور بعض مالی مشکلات کا شکار ہیں۔ احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں مشکلات سے نجات دے اور بیماری سے شفا عطا فرمائے۔ آمین

ثلاث لایغل علیھن قلب المومنین۔ اخلاص العمل للہ والنصیحۃ لاولی الامر ولزوم الجماعۃ۔ ان دعوتھم تکون من ورائہ

تین باتیں ایسی ہیں جو مسلمان کا سینہ پاک رکھتی ہیں۔ عمل میں خلوص (مسلمان) حاکم وقت کی خیر خواہی اور ہمیشہ جماعت کا ساتھ دینا کہ ان کی دعا اس کی پشت پر رہے گی۔

—— (حدیث)

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۷۲ھ | نمبر ۲۸

نظامِ اخلاق اور جماعت

اخلاق شخصیت اور جماعت

یہ عنوان اپنی علمی حیثیت سے بہت جامع ہے چند سطور میں اس کی وضاحت نہیں ہو سکتی تاہم وہ عناصر جن پر جماعتوں کی تعمیر کا انحصار ہے وہ بہت واضح ہیں، جہاں کہیں بھی ایک اجتماعی نظام اخلاق پیدا ہوتا ہے وہاں اس اخلاق کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک زبردست شخصیت اور جماعت بھی وجود میں آجاتی ہے چنانچہ اگر تمام مصلحین عظام کی زندگیوں کا نظر غائر سے مطالعہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ ایک خاص نظام اخلاق کو مدون کرتے ہیں۔ یا ایک ایسا نظام اخلاق دنیا تک پہنچاتے ہیں جس کی بنیاد وحی اور تنزیل پر ہوتی ہے، اور اس نظام اخلاق کے پہلو بہ پہلو ایک ایسی قوم بھی بنتی چلی جاتی ہے جو اس نظام اخلاق کو اپنی روزمرہ زندگی میں اپنے اوپر وارد کرتی ہے۔ چنانچہ بعد میں یہی اخلاق اس جماعت کی بقاء اور تعمیر کا باعث ہوتا ہے۔

مصلحین عظام اور آنحضرت صلعم کا مقام

دنیا میں جتنے عظیم الشان اور بلند مرتبت مصلحین گزرے ہیں ان میں آنحضرت صلعم کا درجہ سب سے بلند ہے۔ یہ محض حسن عقیدت کا نتیجہ نہیں، بلکہ تاریخ شاہد ہے اور آج مؤرخین بھی اس امر پر متفق ہیں کہ مذہبی پیشواؤں میں پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بہت بلند ہے۔ آنحضرت صلعم نے اقوام عالم کے سامنے اللہ تعالیٰ سے وحی نبوت پا کر ایک نہایت ہی بلند پایہ اجتماعی اخلاق پیش کیا۔ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس نظام اخلاق کو اپنی روزمرہ زندگی کا جزو بنایا۔ بلکہ آپ کی ساری زندگی اس صحیفۂ آسمانی کی ایک زندہ اور دھڑکتی ہوئی تفسیر ہے۔ صحابہ کرام نے اس نمونہ کو ہر وقت پیش نظر رکھا اور اپنے صبح و شام کو اسی رنگ میں رنگین کر لیا۔ یعنی ایک آسمانی نظام اخلاق، ایک صاحب سطوت شخصیت اور ایک امت۔ یہ ہے اسلام کی روئداد

قرآن مجید کی دو آیات

چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

(۱) لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر وذکر اللہ کثیرا

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے اس کے لئے جو اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

(۲) وکذالک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شھیدا

اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کا گروہ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیشرو ہو اور رسول تمہارا پیشرو ہو۔

قرآن مجید نے ان آیات میں کس قدر کامل کر دی ہے کہ امت مسلمہ کے عناصر ترکیبی کیا ہیں ایک عظیم الشان روحانی شخصیت کے کردار سے اثر پذیری، اور اس اثر پذیری سے ایک ملت کے شرکت کردار کی تعمیر اور پھر تسخیر امم

آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ کی نمایاں خصوصیات

آنحضرت صلعم کی زندگی کی نمایاں خصوصیات کیا ہیں دو ہی جذبے حضور کی زندگی میں نمایاں نظر آتے ہیں:-

(۱) قیام توحید

(۲) قیام وحدت نسل انسانی۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایک زندہ ایمان بلکہ عشق اور والہانہ محبت، اس کے ماسوا سب کچھ ہیچ، ضعیف اور معدوم! دوسرے خدا تعالیٰ کی مخلوق اور انسانوں سے گہری ہمدردی۔ چنانچہ ایک ایسی امت کی تشکیل جس کے افراد آپس میں اخوت سے مربوط ہوں اسی جذبہ کی بہترین آئینہ دار ہے۔ امت کا وجود ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کا پرتو ہے۔

آنحضرت صلعم کا قلب اور امت کا وجود

اس امت کی تشکیل اور تنظیم سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے قلب میں انسانوں کے لئے کتنے گہرے جذبات تھے یعنی ایک محبت کا بحر ناپیدا کنار جس میں اتنا تموج ہے کہ زمان و مکان کی پہنائیاں بھی اس طلاطم کی لہروں پر کشتیوں کی طرح متحرک ہیں۔ یہی محبت تھی جس نے مسلمانوں کے قلوب میں قربانی کے بے پناہ جذبات پیدا کر دیئے۔ اور جب ضرورت پیش آئی تو مسلمانوں نے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے اپنی جائداد، اپنی اولاد اور اپنی جان کو عزیز نہ رکھا۔ بلکہ اس متاع عزیز کو اپنے معتقدات اور اجتماعی نظام کے قدموں میں ڈال دیا۔

خلفاء کی بعثت

اس جذبۂ محبت اور ایمان کو برقرار رکھنے کے لئے امت کے بطن سے ہی اللہ تعالیٰ ایسے عظیم الشان رجال اور خلفاء پیدا کرتا رہا، جو آنحضرت صلعم کی غلامی اور نقش قدم پر ان خصوصیات کا احیاء کرتے رہے۔ اور اس دولت ایمان کی حفاظت کے لئے ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت معرض وجود میں آتی رہی، جو اپنے ایثار اور خلوص سے ان خصوصیات کا اعادہ کرے، اور اس ایمان کو از سر نو تازہ کرے اور اس اخلاق کو زندہ کرے جو اخلاق آنحضرت صلعم دنیا میں لائے جب کبھی ضرورت پیش آتی رہی اور جیسے جیسے حالات پیش آتے رہے ان کے مطابق ہی تحریک ہوتا رہا۔ مجددین۔۔۔ ایمانی احیاء کے لئے مبعوث ہوتے رہے۔

موجودہ دور کی نوعیت

موجودہ دور اپنی بد عنوانیوں اور ملحدانہ رجحانات کی وجہ سے تاریخ انسانی میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، اس دور میں امت مسلمہ کو بہت بڑی بڑی آفات اور ضلالت کا سامنا کرنا پڑا اور اس پر اندر اور باہر سے اتنی شدید اور تباہ کن یورشیں کی گئیں کہ قریب تھا کہ وہ محبت اور ایمان کا دریا خشک ہو کر مادیت کے لق و دق صحرا میں محض ایک نشان کے طور پر رہ جائے جس سے صرف اندازہ ہو سکے ہو سکے کہ کسی زمانہ میں یہاں ایک دریا رواں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جس کی وسعتوں کی کوئی انتہا نہیں جوش میں آئی اور عین اس وقت جبکہ ایمان دنیا سے اٹھ کر ثریا پر پہنچ چکا تھا۔

ارشاد نبوی

ارشاد نبوی کے مطابق کہ لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس۔ ایک مرد کامل کا ظہور ہوا اور آنحضرت صلعم کی قوت قدسی نے ایک امتی کے قلب میں جوش مارا اس نے اسلام اور اسلام کے ایک تبلیغی نظام کا احیا کیا اور اس ایمان کو زندہ کیا جس کو یہ امت فراموش کر چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ نے خداوند تعالیٰ کے حکم سے ایک جماعت کو قائم کیا تاکہ وہ خالص اسلامی جماعت اسی مذکورہ جذبۂ ایمان اور جذبۂ اخوت سے سرشار ہو کر اس نظام اخلاق کو زندہ کرے جس کے تباہ ہونے سے قومیں اور جماعتیں صفحۂ ہستی سے نابود ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ جس قوم کا اپنا ذاتی اخلاق اور کردار نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قوم اور جماعت کی دنیا میں کوئی ہستی نہیں، جماعت احمدیہ ایک زندہ ایمان کی حامل اور امین ہے اور جب تک یہ ان ایمانی اور اخلاقی خصوصیات کا ایک ریت سے اظہار نہیں کرتی اس وقت تک یہ اپنے مقاصد کو بروئے کار نہیں لا سکتی جو خداوند تعالیٰ اس جماعت کے ذریعہ بروئے کار لانا چاہتا ہے۔

حضرت بانی سلسلہ کا ارشاد

جیسا کہ حضرت بانئ سلسلہ خود ارشاد فرماتے ہیں:-

> لیکن وہ مراتب اور مقاصد عالیہ جن پر اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو پہنچانا چاہتا ہے۔ ابھی بہت دور ہیں اور وہ حاصل نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہماری جماعت میں وہ خصوصیت پیدا نہ ہو جو اس سلسلہ کے قیام سے اللہ تعالیٰ کا منشا ہے وغیرہ وغیرہ

اور جب تک ہماری جماعت کے اندر کردار کی پختگی نہ ہو گا اس وقت تک وہ اپنے مقاصد کو بروئے کار نہیں لا سکتی اور نہ اپنی ہستی کو دوسروں سے منوا سکتی ہے بہرصورت اخلاق ہی ہے جو ایک قوم اور جماعت کو زندہ رکھتا ہے اور اس کے قوام کو مضبوط کر کے قلوب میں فتوحات اور تسخیر کی جولانیاں پیدا کرتا ہے سو ہم پر سے ہر وہ شخص جس نے اس زمانہ کے امام کو پہچانا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے اندر ان خالص اسلامی اور اخلاقی خصوصیات کا نشوونما کرے جو امام زمانہ حاضر اس جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے اور تمام احباب سلسلہ پر یہ امر روشن ہونا چاہیئے کہ جب تک ان کے قلوب میں خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک زندہ ایمان، آپس میں محکم اخوت اور اپنے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے۔۔۔۔ قربانی اور ایثار کی حرارت پیدا نہیں ہوتی، اس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ آج تک ہو سکا ہے اس پر ہی قناعت نہیں کرنا چاہیئے اور یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے

جماعت احمدیہ کے نوجوانوں سے خطاب

آپ کے سامنے

دنیا کا بلند ترین مقصد ہے

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

مقصد کی بلندی

نوجوانوں کے لئے جو ابھی زندگی کی منزل میں داخل ہو رہے ہیں سب سے پہلے ضرورت یہ ہے کہ ان کے سامنے کوئی مقصد ہو اور وہ مقصد بلند ہونا چاہیئے۔ اصل میں اللہ تعالےٰ نے انسان کے اندر جو استعدادیں رکھی ہیں، وہ مقصد کی بلندی یا پستی کے مطابق ہی اچھا یا برا نشو و پاتی ہیں، اگر مقصد بلند اور اچھا ہو تو استعدادیں اچھا نشو و نما پاتی ہیں اور اگر مقصد پست ہو تو استعدادیں بھی دبی کی دبی رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ غور کر کے دیکھ لیجئے کہ جن لوگوں نے اپنے سامنے کوئی بلند مقصد رکھا ان کی استعدادیں بھی ترقی پا گئیں، اور جنہوں نے اپنے سامنے کوئی پست مقصد رکھا وہ کوئی ترقی نہ کر سکے اور پستی ہی میں پڑے رہے۔ نوجوان جو زندگی کی منزل میں داخل ہوتا ہے ضرورت ہے کہ اس کے سامنے کوئی بلند مقصد ہو۔

قرآن کریم کا پیش کردہ بلند مقصد

قرآن کریم نے وہ بلند مقصد ان الفاظ میں پیش کیا ہے وکذالک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا (اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک اعلےٰ درجہ کا گروہ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیش رو ہو اور رسول تمہارا پیشرو ہو) یعنی جس طرح رسول تمہارا پیشرو ہے اسی طرح تم تمام لوگوں، تمام اقوام عالم کے پیشرو بن جاؤ۔

امام وقت نے اسی بلند مقصد کی طرف بلایا ہے

یہ ایک بہت ہی بلند مقصد ہے اور یہی وہ مقصد ہے جس کی طرف امام وقت نے بھی ہمیں بلایا کہ تم صحیح رستہ دکھانے والے بن جاؤ۔ مسلموں اور غیر مسلموں سب میں اعلائے کلمۃ اللہ کرو۔ یہ اعلےٰ سے اعلےٰ مقصد ہے جو انسان اپنے سامنے رکھ سکتا ہے جن لوگوں کو دنیا اپنا مسلمہ پیش رو یعنی پیغمبر مانتی ہے اور جن کی سب سے زیادہ عزت کی جاتی ہے، وہ ایسی ہستیاں ہیں جنہوں نے اس کام کو اپنا مقصد بنایا۔ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو اپنا پیش رو مانتے ہیں۔ ہندو رام چندر جی کو، سکھ بابا نانک صاحب کو، اور مسلمان تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا سب سے بڑا انسان مانتے ہیں۔ ان تمام پاک ہستیوں کا کام لوگوں کو صحیح راستہ دکھانا اور اعلائے کلمۃ اللہ ہی تھا۔

دنیا کا بلند ترین مقصد

سو معلوم ہوا کہ یہی وہ بلند سے بلند مقصد ہے جو انسان اپنے لئے تجویز کر سکتا ہے، سو میں اپنے نوجوانوں کو خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ یہی بلند مقصد ان کے سامنے رکھا گیا ہے ضرورت ہے کہ وہ اس کے لئے پوری کوشش اور جد و جہد کریں آج کل دنیا میں ہر جگہ قومیت کی پرستش ہو رہی ہے اور یہی مقصد ہو کر رہ گیا ہے۔ لیکن یہ تمام مقاصد پست اور ادنےٰ ہیں اس بلند ترین مقصد کے مقابل جو قرآن۔ رسول اور پھر اس زمانہ میں امام وقت نے ہمارے سامنے رکھا۔ یہ کسی خاص ملک یا قوم کی بہتری یا فلاح تک محدود نہیں بلکہ اس میں دنیا کی تمام قومیں آجاتی ہیں۔

آپ راستہ پر پڑ چکے ہیں

دوسری بات میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ صرف یہی نہیں کہ آپ لوگوں کے سامنے ایک بلند مقصد رکھ دیا گیا ہے بلکہ اس کے لئے راستہ بھی صاف کر دیا ہے اور صرف راستہ ہی صاف نہیں کیا بلکہ اس کی کچھ منزلیں بھی طے کر لی گئی ہیں جس کی وجہ سے ہماری ہمتیں بلند ہوئی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی میں سمجھتا ہوں کہ اب تک جو کچھ ہم نے کیا ہے وہ سمندر میں سے ایک قطرہ کے برابر ہے —— ہمارے سامنے بہت بڑا مقصد اور نہایت عظیم الشان اور مشکل کام ہے ساری دنیا میں خدا کے نام اور اس کے [illegible] یعنی قرآن کریم کو پہنچانا۔ ساری دنیا میں [illegible] کرنا۔ خدا کے بندوں کو خدا کے آگے جھکانا [illegible] بہرحال آپ اس راستہ پر پڑ چکے ہیں اور کچھ [illegible] بھی اس کی طے ہو چکی ہیں۔ اس سے آپ لوگوں کی ہمت بلند ہونی چاہیئے کہ آئندہ ہم لوگ اس کام کو کرائیں گے۔

محنت کی ضرورت

تیسری بات اس سلسلہ میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ کوئی مقصد دنیا میں حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آپ کو اس کے ساتھ پوری طرح وابستہ اور وقف نہ کیا جائے اور اس مقصد کے ساتھ زبردست محنت نہ ہو۔

چوتھی ضرورت حصول مقصد کے لئے یہ ہے کہ انسان اس کے لئے محنت کرے اور وہ محنت بھی اس قدر زبردست ہو کہ محنت کرنے سے تھکے نہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی ضروریات ہیں وہ بھی میں ابھی بیان کروں گا۔

خدا کی فوج کا سپاہی

آپ نوجوان ہوں یا قوم کے دوسرے لوگ یہ سب دراصل فوج کے سپاہیوں کے طور پر ہیں۔ جو شخص بیعت میں داخل ہو جاتا ہے وہ اسی طرح پر ہے جس طرح فوج میں بھرتی ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو خیال ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کچھ چیزیں درمیان میں ایسی آجاتی ہیں جو اس جماعت کے خدمت دین کے کام میں رکاوٹ ڈالتی ہیں مثلاً حضرت مسیح موعود کا ماننا۔ یہ ان کی کم فہمی ہے، یہ رکاوٹ نہیں بلکہ نہایت ضروری چیزیں ہیں۔ خدا کے نام کو بلند کرنا جس ایمان اور محبت کو چاہتا ہے وہ ایمان و محبت وہی شخص پیدا کر سکتا ہے جس کو خدا نے کھڑا کیا ہو جس کے اپنے دل کے اندر ایک زبردست آگ مشتعل ہو جس کی چنگاریاں دوسروں کے سینوں میں بھی آگ بھڑکا دیں۔ سو دراصل آپ سب خدا کی فوج کے سپاہی ہیں۔

سپاہی کے لئے جرنیل کی فرمانبرداری

مگر کوئی فوج آگے قدم نہیں بڑھا سکتی جب تک کہ وہ ایک حکم کے ماتحت کام کرنے والی نہ ہو، آپ کی فوج کی اس کمانڈ میں اللہ تعالےٰ نے مجھ پر بھی ایک بڑی بھاری ذمہ داری ڈالی ہے اگر میں اس ذمہ داری کو ادا کروں تو یہ ایک بڑا بلند مقام ہے، یہ اس کی بہت بڑی مہربانی ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ کوئی شخص جرنیل نہیں بن سکتا جو پہلے سپاہی نہ بنے۔ اور سپاہی بننے کے لئے سب سے اول اور سب سے زیادہ ڈسپلن اور فرمانبرداری کی ضرورت ہے —— اپنے جرنیل کے اوپر پورے اعتماد کی ضرورت ہے اور جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ راستہ جس پر چلایا جا رہا ہے بالکل صحیح ہے، اور پھر چلنا بھی اس طرح پر ہو کہ پوری اطاعت اور فرمانبرداری کرنی ہوگی —— اس کے بغیر کوئی سپاہی نہیں بن سکتا۔

آپ لوگوں کیلئے میری دعا اور تمنا

میں سب کے ناموں سے تو واقف نہیں ہوں لیکن چہروں سے عموماً واقف ہوں —— بسا اوقات کیا بلکہ کوئی رات خالی نہیں جاتی جبکہ مجھے پچھلی رات میں خدا کے حضور گرنے کا موقعہ نہ ملے اور میرے دل میں یہ احساس نہ ہو کہ میں اپنی جماعت کے ساتھ خدا کے حضور کھڑا ہوں اور اس وقت میں دعا کرتا ہوں تو بسا اوقات جماعت کا ہی نقشہ —— ایک ایک چہرہ میرے سامنے آتا ہے اور میں سب کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تو ان کی ہمتوں کو بلند کر۔ ان کو دین کے لئے زیادہ سے زیادہ قربانیوں کی توفیق عطا فرما۔

پہلے اعتماد قائم کرو

تو میں آپ نوجوانوں کو خصوصیت کیساتھ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس راستہ میں چلنے کی کچھ شرطیں ہیں۔ راستہ آپ کے سامنے ہے منزل آپ کے سامنے ہے صرف کچھ ہمت اور قربانی کی ضرورت ہے۔ خوب یاد رکھو اگر فوج کا ہر ایک فرد جرنیل بننے کی کوشش کرے گا تو کام نہیں ہوگا آپ پہلے اعتماد قائم کریں۔ مجھ پر، اپنی انجمن پر، اگر آپ کو معلوم ہو کہ یہاں کوئی اچھا کام ہو رہا ہے اور اچھے اور بہترین مقصد کے لئے ہو رہا ہے۔ اور ہم لوگ دیانتداری سے اپنا فرض ادا کر رہے ہیں تو پھر آپ کا فرض ہے کہ پوری طاقت اور ہمت سے اس کام میں شرکت کریں اور اس کے معاون بنیں۔ باقی رہا کمزوریوں کا معاملہ، سو کمزوریاں میرے اندر بھی موجود ہیں اور میرے دوستوں کے اندر بھی موجود ہیں۔ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ بحیثیت مجموعی کام اچھا ہو رہا ہے اگر نظر آئے کہ کام اچھا ہو رہا ہے تو کمزوریوں کو نظر انداز کر دو سب انسانوں میں کمزوریاں ہوتی ہیں۔ کمزوریوں کا مجھے بھی اعتراف ہے، لیکن دیکھ لو کام نہایت ضروری اور بے نظیر ہو رہا ہے، شاید میری جگہ کوئی اچھا، لائق اور زبردست رہنما ہوتا تو ترقی کی منزلیں بہت تیزی کے ساتھ طے ہوتیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ میرے بعد آپ کو اچھا رہنما دے جس کی رہنمائی میں آپ کی قوم ترقی کی منازل جلد جلد طے کرے ساری دنیا میں اسلام کی روشنی پھیل جائے۔

نوجوانوں سے تین چار ضروری باتیں

اس وقت میں تین چار باتیں نوجوان دوستوں سے خاص طور پر کہنا چاہتا ہوں آپ انہیں غور سے سنیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے پڑھنے اور سمجھنے

مفہوم کے ساتھ پڑھنے کو اپنی زندگی کا ایک ضروری مقصد اور روزانہ پروگرام بنا لیں۔ خواہ آپ ایک رکوع یا ایک آیت ہی پڑھیں مگر اس میں ناغہ نہ ہونے دیں۔ ایک بچہ ایک سطر بھی روزانہ قرآن کریم کی پڑھے تو چار پانچ سال میں وہ قرآن کریم ختم کر سکتا ہے۔ اس کے بعد آپ اسی طرح حدیث، سیرت نبویؐ، تاریخ اسلام اور حضرت صاحب کی کتابوں کو پڑھیں۔

ترتیب اور باقاعدگی

ضرورت ہے کہ ہمارا ایک ایک نوجوان قرآن کریم سے واقف ہو، حدیث سے واقف ہو، سیرت نبویؐ سے واقف ہو اور تاریخ اسلام سے واقف ہو، اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں اور سلسلہ کے دوسرے لٹریچر سے واقف ہو۔ اس کے لئے آپ سب باقاعدہ کوشش کریں اور ایک پروگرام بنا لیں۔ میں بھی کوشش کروں گا کہ ان چیزوں کے خاص خاص ضروری حصے ترتیب اور باقاعدگی کے ساتھ اخبار میں بھی نکلتے رہیں۔

نماز اور تہجد کی پابندی

دوسری بات میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ سب نماز کے پابند ہو جائیں۔ ـــــ نماز خدا کے آگے جھکنا اور گرنا۔ اسلام کا ایک نہایت ضروری رکن اور ہم عاجز بندوں کا ایک بہت بڑا ہتھیار ہے۔ مجھے یہ دیکھ رنج ہوتا ہے کہ ہمارے نوجوانوں میں نماز کے متعلق وہ پابندی نظر نہیں آتی جو کہ ہونی چاہیئے ـــــ میں یہ نہیں کہتا کہ ہمارے سارے نوجوان نماز کے پوری طرح پابند نہیں۔ ان میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے بڑے بڑے پابند نماز اور تہجد خوان ہیں لیکن نوجوانوں کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جو دنیا کے زہریلے اثرات کی وجہ سے نماز کا پوری طرح پابند نہیں اور اس کی طرف سے غافل ہے۔ میں نوجوانوں سے درخواست کروں گا کہ وہ ابھی سے نماز اور تہجد کی پابندی کی عادت ڈالیں اور اس عادت کو اسی عمر میں راسخ کر لیں۔

بچوں کو نماز کا پابند بناؤ

سات سال کی عمر ہی سے بچوں کو نماز کا عادی بنانا چاہیئے۔ والدین اس کے لئے ذمہ دار ہیں۔ جو والدین شروع ہی سے اس طرف توجہ نہیں کرتے اور بچوں کو غلط لاڈ پیار میں رکھتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ بہت بعد جاکر جب بچہ جوان ہو جاتا ہے اور اس کی اصلاح مشکل ہو جاتی ہے اس وقت والدین کو سمجھ آتی ہے کہ یہ لاڈ پیار نہ تھا بلکہ بچے کے ساتھ دشمنی تھی۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ بچے کو سات سال کی عمر میں ہی نماز کی عادت ڈالو۔

نماز میں لذت تہجد سے پیدا ہوتی ہے

خوش نصیب ہیں وہ نوجوان جو تھوڑی سی عادت تہجد کی بھی ڈال لیں۔ دراصل نماز میں جو لذت پیدا ہوتی ہے وہ تہجد ہی سے ہوتی ہے۔ تہجد کا وقت ہی ایسا زمانہ ہے کہ خدا کے حضور کھڑے ہونے سے انسان کا دل پگھل جاتا ہے اور مالک اور بندے کے درمیان کوئی حجاب باقی نہیں رہتا۔ اگر ہمارے نوجوان نماز کی پوری پابندی کے علاوہ تہجد کی عادت بھی ابھی سے ڈال لیں تو بہت اچھا ہے اور وہ بہت فائدہ میں رہیں گے۔ سردی ہو یا گرمی پچھلی رات کو اٹھو، اور خدا کے حضور جھکو، بالخصوص لمبی راتوں میں یہ پابندی تمہارے دنیوی کاروبار میں بھی بہت مفید ثابت ہوگی۔

ہمیں کس قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہے

اس کے بعد میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ دینی کاروبار کو چلاتے کے لئے کس قسم کے آدمی درکار ہیں؟ ہمیں دو قسم کے آدمی درکار ہیں

(۱) وہ جو قرآن کا علم اور قرآن کی اشاعت خدمت کی خاطر دوسرے علوم حاصل کریں اور اس غرض کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں

(۲) دوسرے وہ جو دنیا کمائیں اور خوب کمائیں اور اپنے مالوں سے دین کی خدمت کریں۔

کوئی محنت کرنے والا محروم نہیں رہتا

جو کوئی محنت کرتا ہے اسکو ضرور اس کا پھل ملتا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر ایک کو اپنی استعداد کے مطابق ہی ملتا ہے اور مختلف آدمیوں کی استعدادیں مختلف ہوتی ہیں لیکن کوئی محنت کرنے والا محروم نہیں رہتا جو شخص اس لحاظ سے دین کے لئے اپنی زندگی وقف کرے وہ عبدالحق کے نمونہ کو اپنے سامنے رکھے۔

مال کمانے والے

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو مال کمائیں اور خوب کمائیں اور اپنے مالوں کو دین کے لئے دیں۔ ایک شخص خواہ وہ بہت بڑا تاجر ہو یا عہدیدار ہو اگر وہ مال سے دین کی خدمت کرتا ہے تو گویا اس نے بھی ایک طرح دین کے لئے زندگی وقف کی ہوئی ہے۔ شاید کوئی کہے کہ ہماری جماعت ایک دینی اور مذہبی جماعت ہے۔ ہمیں آئی۔سی۔ایس۔ والوں کی کیا ضرورت ہے۔ میں ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت میں ایک نہیں ہزار آئی۔سی۔ایس ہوں۔

عملی زندگی میں داخل ہونیوالے

وہ نوجوان جو عملی زندگی کے میدان میں داخل ہو رہے ہیں اور ملازمت و کاروبار کی تلاش میں ہیں۔ میں ان کو مشورہ دوں گا کہ وہ ابھی سے، اپنی آمدنیوں میں سے خدا کا حصہ نکالنے کا عہد کر لیں یہ کچھ بھی مشکل نہیں، اگر پہلے سے ہی ارادہ اور اپنے دل کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا جائے۔ جو شخص دس روپے کماتا ہے اس کا گذارہ دس کی بجائے ۹ میں بھی ہو سکتا ہے۔ جو ساٹھ روپے کماتا ہے اس کا گذارہ ساٹھ کی بجائے چوّن میں بھی ہو سکتا ہے اور جو چار سو کماتا ہے اس کا گذارہ چار سو کی بجائے تین سو ساٹھ میں بھی ہو سکتا ہے اگر شروع سے ہی اس کا خیال رکھا جائے تو قطعاً تکلیف نہیں ہوتی۔ لیکن اگر پہلے اخراجات بڑھا لئے جائیں تو بعد کو گھٹانے سے تکلیف ہو گی۔ میں نوجوانوں سے چاہتا ہوں کہ وہ دنیا کمائیں لیکن خدا کی راہ میں اپنی آمدنیوں کا کم ازکم دسواں حصہ ضرور دیں۔ ایسے نوجوان بھی دین کے لئے زندگیاں وقف کرنے والوں سے کم قابل قدر نہیں ہیں۔ ان کی بھی ہمیں بیحد ضرورت ہے۔

وصایا کی تحریک

دوسری بات جو میں اپنے بزرگ دستوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ وصایا کی تحریک کے متعلق ہے۔ اپنے مالوں کے ایک حصہ کی خدا کی راہ میں وصیت کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ

امام وقت نے اس حکم کو از سر نو زندہ کیا اور تجویز کیا کہ مالوں اور جائیدادوں کے کم ازکم دسواں حصہ کی وصیت خدا کی راہ میں کی جائے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ پہلے عرصہ تک اس کی طرف سے غفلت برتی لیکن اب کئی سال سے یہ تحریک احباب کے سامنے ہے اگر اس کی پابندی کی گئی تو تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کے لئے ایک بڑا بھاری مستقل فنڈ قائم ہو سکتا ہے۔

اسلام کو اپنی اولاد کی طرح عزیز سمجھو

یہ ذرا سمجھنے کی بات ہے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی شخص کے دو بیٹے ہوں تو وہ تیسرے پیدا ہونے پر افسوس کرنے بیٹھ جائے کہ ہائے اب میری جائداد دو کی بجائے تین حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ یا نو بیٹے ہوں اور دسواں بیٹا پیدا ہونے پر افسوس کرے کہ اب میرے بعد میری جائیداد کے نو نہیں بلکہ دس حصے ہو جائیں گے۔ سو اگر آپ لوگ اسلام کو بھی اپنے بیٹوں اور اولاد کی طرح ہی عزیز اور محبوب سمجھ لیں تو یہ مال کے دسواں حصہ کی وصیت کچھ بھی مشکل نہیں کسی کے پاس پچاس ہزار کی جائداد ہے وہ اس میں سے پانچہزار کی جائداد خدا کی راہ میں وقف کر جائے۔ کسی کے پاس ایک لاکھ ہے وہ اس میں سے دس ہزار کی وقف کر دے۔ کسی کے تین بیٹے ہیں وہ سمجھ لے چوتھا بیٹا بھی ہے۔ جس کے سات بیٹے ہیں وہ سمجھ لے آٹھواں بھی ہے۔ اولاد جتنی بھی ہو اس کے پیدا ہونے کی خوشی ہی کی جاتی ہے۔

وصایا کی بدولت عظیم الشان مستقل فنڈ

اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ رفتہ رفتہ تمہاری قوم کے پاس اتنا بڑا مستقل فنڈ جمع ہو جائیگا جس سے تم ساری دنیا میں تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کر سکو۔

اب تو جیتے جی دولت چھن رہی ہے

لوگ تو بالشویکوں ہی کو روتے ہیں لیکن یہاں بھی حکومت مال چھینتی چلی جا رہی ہے اور اس کے سامنے سب مجبور ہو کر گردن جھکا دیتے ہیں نئے سے نئے ٹیکس لگ رہے ہیں۔ اگر اب بھی تم نے خدا کی راہ میں نہ دیا اور اس ثواب عظیم اور صدقہ جاریہ سے محروم رہے تو یہ تمہاری ناشکری ہوگی، دولت ایک دفعہ تو مر کر چھنتی ہی ہے اور انسان اس سے محروم ہوتا ہی ہے۔ ادھر آنکھیں بند ہوئیں ادھر دوسرے لوگ قابض ہو گئے لیکن اب تو جیتے جی ہی چھن رہی ہے۔ یہی جو پنجاب میں پراپرٹی ٹیکس لگا ہے بہت سے لوگ ہیں جو جائدادوں کا ایک حصہ بیچ کر یہ ٹیکس ادا کریں گے سو قرآن کریم کے حکم پر اور حضرت مسیح موعود کے حکم پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ صرف اس کا ایک حصہ اسلام کے لئے وقف کر دو۔ دراصل یہی تمہارے کام آئیگا۔ باقی سب تو دوسروں ہی کے ہاتھ چلا جائیگا۔

خواتین اور اولاد

اس کے علاوہ میں ایک بات خواتین سے کہنا چاہتا ہوں۔ وہ بڑی محنت اور مشقت اٹھاتی ہیں۔ اولاد کی پرورش میں اور یہ بڑا ہی مشکل اور سب سے زیادہ تکلیف کا کام ہے۔ مرد بے شک کماتا ہے۔ لیکن ٹوکری ڈھو لینا۔ بیٹھ پر بوجھ اٹھا لینا یا اس سے بھی زیادہ مشقت کا کام اس محنت کے مقابلہ پر آسان ہے۔ جو کہ عورت اولاد کی پرورش میں برداشت کرتی ہے۔ مزدوری کے کاموں کے لئے جسمانی قوت درکار ہوتی ہے لیکن اولاد کی پرورش کے لئے دل کی قوت درکار ہے۔ سو میں خواتین کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ اگر وہ اپنی اولاد کو بہترین نمونہ بنانا چاہتی ہیں تو سب سے پہلے اپنے آپ کو بہترین نمونہ بنائیں۔ اس کے بغیر ان کی اولاد اچھے راستہ پر نہیں پڑ سکتی۔ اگر تمہارے اپنے دل کے اندر اسلام اور پابندی دین اور اعلائے کلمۃ الحق کا جذبہ ہے تو تمہاری اولاد کے دل میں بھی آسانی کے ساتھ یہ جذبہ پیدا ہو سکتا ہے اگر تم خود نماز کی پابند ہو گی اور خدا کے حضور جھکو گی تو تمہاری اولاد بھی

باقی برصفحہ ۱۱ کالم ۴

بچوں کے لئے

سبق آموز واقعات

انصاف

ایک دفعہ ایک عورت نے چوری کی۔ قریش اپنی عزت کے خیال سے اس بات کے خواہشمند تھے کہ وہ عورت سزا سے بچ جائے اور معاملہ دب جائے۔

حضرت اسامہؓ سے سفارش کرائی گئی کہ معافی دے دی جائے مگر حضرت رسول کریم صلعم نے ناراض ہو کر فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل اسی وجہ سے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں کو سزا دیتے تھے۔ خدا کی قسم اگر فاطمہ میری بیٹی بھی چوری کی مجرم ہوتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کٹوا دیتا۔

لغو رسوم کا خاتمہ

حضرت عمرؓ کے عہد میں مسلمانوں نے مصر فتح کر لیا۔ حضرت عمرو بن عاص مصر کے گورنر تھے ایک دن اہل مصر نے آ کر حضرت عمرو بن عاص سے عرض کہ ہماری کھیتی باڑی کا انحصار دریائے نیل پر ہے۔ جب یہ خشک ہو جاتا ہے تو ایک قدیم رسم کے ادا کئے بغیر دوبارہ جاری نہیں ہوتا۔ آپ نے پوچھا کہ وہ رسم کیا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ چاند کی گیارہویں تاریخ کو ایک کنواری نوجوان لڑکی کو اس کے والدین کو راضی کرنے کے بعد خوبصورت کپڑے اور زیور وغیرہ پہنا کر دریا میں ڈال دیا جاتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص نے فرمایا "اسلام ایسی لغو باتوں کو مٹانے کی خاطر آیا ہے"۔ چنانچہ رسم ادا نہ کی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دریائے نیل کا پانی خشک ہو گیا۔ اس پر لوگوں میں سخت بےچینی پھیل گئی اور بعض نے مصر کو خیرباد کہنے کا ارادہ کر لیا۔

حضرت عمرو بن عاصؓ نے جب یہ صورت دیکھی تو آپ نے خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کی تفصیل لکھ بھیجی اور ان کا مشورہ طلب کیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم نے بہت اچھا کیا کہ اس قدیم رسم کی ادائیگی کو روک دیا۔ اسلام واقعی اس قسم کی لغو باتوں کو مٹانے آیا ہے۔ میں اس خط کے ساتھ ایک اور رقعہ بھی بھیج رہا ہوں اسے دریائے نیل میں ڈال دینا۔

جب عمرو بن عاصؓ کے پاس یہ خط پہنچا تو انہوں نے اس رقعہ کو پڑھا جو حضرت عمرؓ نے دریائے نیل میں ڈالنے کو کہا تھا۔ اس میں لکھا تھا:-

"خدا کے بندے امیرالمومنین عمر کی طرف سے دریائے نیل کو معلوم ہو کہ اگر تو خود بخود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو۔ اور اگر تجھے اللہ تبارک و تعالےٰ جاری فرماتے ہیں تو میں اللہ واحد قہار سے سوال کرتا ہوں کہ تجھے جاری کر دیں"۔

یہ رقعہ عمرو بن عاصؓ نے ایک مقررہ دن دریائے نیل میں ڈلوا دیا۔ اگلے دن اہل مصر نے دیکھا کہ دریا کا پانی پہلے سے سولہ گز زیادہ چڑھ آیا اور اسی روز سے اہل مصر کی اس پرانی رسم کی ادائیگی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ چنانچہ اس وقت سے آج تک دریائے نیل برابر جاری ہے۔

حمد

ساری زمین تیری سب آسمان تیرے
یہ چاند اور سورج روشن نشان تیرے

اک دن کی روشنی ہے اک رات کی سیاہی
دونوں سے مل رہی ہے ہم کو تری گواہی

تو زندہ اور باقی تجھ کو فنا نہیں ہے
کس کی زباں پہ جاری تیری ثنا نہیں ہے

دریا، پہاڑ، جنگل جپتے ہیں نام تیرا
چلتا ہے کارخانہ گویا تمام تیرا

اک لطف ہم پہ کر دے اے دوجہاں کے والی
جھولی رہے نہ خالی ہم ہیں ترے سوالی

ہم ہیں غلام تیرے ہم کو نہ بھول جانا
تیرے سوا نہیں ہے اپنا کوئی ٹھکانا

اپنے کرم سے ہم کو تو شاد کام کر دے
ہم ہیچ ہیں ہمیں تو عالی مقام کر دے

—لطیف انور

مضمون بھیجیں

ہمیں امید ہے احمدی بچے اپنے اس صفحہ کو نہایت دلچسپی اور غور سے پڑھتے ہونگے۔ اس صفحہ کو پہلے سے بڑھکر دلچسپ بنانے کیلئے بچوں کو چاہیئے کہ اس صفحہ کی تزئین میں حصہ لیں یعنی مضامین لکھیں۔ —ایڈیٹر

خواتین کیلئے

نماز جمعہ اور سالانہ دستکاری

از جناب طلعت نسرین صاحبہ پرسرور

ہمارے مرکز میں خدا کے فضل وکرم سے عورتوں کی نماز جمعہ میں شرکت کے لئے بہت اعلےٰ انتظام ہے۔ مگر میرے خیال میں باہر کی جماعتوں میں بہت کم شہر ہونگے جہاں عورتیں بھی مل کر نماز جمعہ ادا کرتی ہوں ورنہ عام جگہوں پر کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں۔

جس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ مرد عورتوں کی شمولیت کو کوئی وقعت نہیں دیتے۔ اور خطبہ سُننے کی اہمیت کو بھول گئے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ عورتوں کا قوم کی تعمیر میں کتنا حصہ ہوتا ہے اور وہ یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ ہم میں سے بہت گھریلو کاموں میں اس طرح پھنسی ہوئی ہیں کہ لٹریچر دیکھنے کا بہت ہی کم وقت بچتا ہے یا بچتا ہی نہیں۔ پھر اگر ایک عورت لٹریچر بھی نہ دیکھ سکے اور خُطبہ جمعہ سے بھی محروم رہ جائے۔ تو کیا وہ آہستہ آہستہ اپنے مذہب سے دور اور عقیدہ سے بے خبر نہ رہ جائے گی؟ اس حالت میں وہ آئندہ بننے والی قوم کو کیا تربیت دے گی جب کہ وہ خود بھی اپنے مذہب سے بخوبی واقف نہیں؟

(۲) میں مرکز کے ارباب اختیار کی خدمت میں درخواست کرتی ہوں کہ جہاں انہوں نے مرکزی مسجد میں خواتین کے لئے نماز جمعہ میں شمولیت کا انتظام کیا ہے وہاں بیرونی جماعتوں میں بھی خواتین کے لئے ایسا انتظام کریں۔ اور اگر ہو سکے تو درس قرآن کے لئے بھی کوئی صورت پیدا کریں تاکہ ہم میں سے وہ جو قرآن کریم کا ترجمہ نہ جاننے کی وجہ سے آ ... اس پر فکر نہیں کرتیں اور اپنے فرائض سے ناواقف ہیں واقفیت حاصل کرتے ہوئے خدا کے حکم کی تعمیل کرنے کی کوشش کریں۔ اور خدا سے مدد مانگیں۔

(۳) کچھ ہم خود بھی اس طرف سے غافل ہوتی جا رہی ہیں بعض بہنیں اپنا فرض یہی سمجھتی ہیں کہ وقت پر کھانا تیار کر دیتی ہیں بچوں کو نہلا دھلا دیتی ہیں اور گھر کو صاف رکھتی ہیں۔ بلکہ ہمارا فرض تو یہ ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے احکام دین کی روشنی میں دنیوی امور کو سر انجام دیں۔

اگر ہم اپنی غفلت کو دیکھنا چاہیں تو ایک نظر جلسہ سالانہ پر دستکاری کی نمائش پر ڈالیں۔ اور پھر سوچیں کہ ہم میں سے کتنی ہیں جو کہ اشاعت اسلام کے لئے دستکاری بھیجتی ہیں ہم نجی طور پر سال بھر میں کتنی دستکاری تیار کر لیتی ہیں لیکن خدا کے لئے ہم یہ کام نہیں کر سکتیں۔

یہ مانا کہ موجودہ مہنگائی نے ہر ایک شخص کو پریشان کر رکھا ہے۔ لیکن کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جب ہم جمعہ کے روز نماز کے لئے اکٹھی ہوں۔ تو بعد میں بیٹھ کر آپس میں مشورہ کرکے ایک چھوٹی سی رقم ہر عورت ہر جمعہ کو ادا کرے۔ اگر یہ رقم ۱؎ فی ممبر بھی ہو اور ایک جماعت میں آٹھ عورتیں بھی ہوں تو ۲۶ روپے کی دستکاری ہر سال ایک چھوٹی سی جماعت بھی بھیج سکتی ہے۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ کوئی احمدی خاتون بھی اس کارخیر سے محروم نہ رہے گی۔ اور بار بھی محسوس نہ ہوگا۔ اور وہ بہنیں جو کہ دستکاری نہیں جانتیں یا وقت نہیں دے سکتیں اور اس نیکی کو نظر انداز کر دیتی ہیں وہ بھی رقم ادا کر دیں گی۔ دو گویا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ ہم جمعہ کے مبارک روز سب بہنیں خدا کے حضور میں جھکیں گی۔ اور درس قرآن جیسا نور حاصل کریں گی اور ساتھ ہی ساتھ اپنی سالانہ دستکاری کی نمائش کی رونق کو دو بالا کر دیں گی۔

حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا

ہمارے رسول مقبولؐ نے جب اسلام کی دعوت اور پیغام لوگوں تک پہنچایا تو سب سے پہلے جس نے اسلام قبول کیا، اور خدا کے آگے سر جھکایا وہ ایک قریشی خاتون تھی جس کا نام تھا خدیجہ جو عرب کی ایک مشہور مالدار عورت تھی جس کی تجارت اور کاروبار دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ آپ نے رسول مقبولؐ کی ایمانداری اور نیکی کی شہرت سُن کر نہ صرف ان کے ذریعہ اپنی تجارت کا مال بھیجنا شروع کیا ——— بلکہ شادی کرکے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کی خدمت میں آگئیں، اور باوجود مال و دولت ہونے کے اور ایک مدت تک امیرانہ زندگی بسر کرنے کے رسول مقبول کی خدمت گذاری کے لئے بڑی بڑی مشکلات کو خوشی سے قبول کیا۔

آپ بیوہ تھیں اور اپنے رشتہ داروں کو ہی معاوضہ دیکر تجارت کے کام کو اپنے ہاتھ میں لیا ہوا تھا، آپ کے مال و دولت اور شریفانہ برتاؤ نے تمام قریش کو گرویدہ بنا رکھا تھا اور ہر شخص ان سے نکاح کرنے کا خواہشمند تھا۔ بڑے بڑے امرا شادی کی خواہش رکھتے تھے۔ لیکن حضرت خدیجہ توجہ نہ فرماتی تھیں ——— یہ پارسا اور نیک دل خاتون جس ساتھی کی تلاش میں تھی وہ امیرانہ شان و شوکت، نہیں بلکہ دیانت، سچائی، اور پاکیزگی کے زیور سے آراستہ ہونا چاہیئے تھا۔ اس کی نیک نظر میں دنیا کے مال کی کوئی قدر نہ تھی، چنانچہ جب نبی کریم کی شہرت عام ہوئی تو باوجود اس کے کہ حضرت مالی لحاظ سے بڑے آدمی نہ تھے۔ آپ نے خود شادی کا پیغام پہنچایا۔ اور ایک ایسا ساتھی انتخاب کیا جو دنیا کی کسی عورت کو اس سے پہلے نہ ملا تھا۔

حضرت خدیجہ کا امیروں اور رئیسوں کے پیغامات شادی کو ٹھکرا کر نبی کریم سے شادی کرنا ثابت کرتا ہے کہ دنیا کے مال و دولت، اعلیٰ اخلاق اور نیک چال چلن کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اور اس انتخاب نے جہاں ان کی نیک دلی کو ثابت کیا وہاں دنیا پر یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ وہ شخص جسے خدیجہؓ محض بلند اخلاقی اور اعلیٰ چلن کی وجہ سے شوہر چنا تھا صرف دین ہی کا نہیں بلکہ دنیا کا بھی بادشاہ بنا۔

—(جناب محمد اعظم علوی)—

ووکنگ

جناب شیخ محمد طفیل صاحب

۲۰ رجولائی کو مسٹر رچرڈ نیوٹن تشریف لائے کہنے لگے تین سال ہوتے ہیں مسجد تک آکر لوٹ گیا تھا اور کسی سے ملنے کی ہمت نہیں پڑی تھی سوچتا تھا معلوم نہیں کیسے لوگ ہیں۔

"اب آپ کو کیسے ہمارا علم ہوا" میں نے پوچھا

"برمنگھم کی لائبریری میں اسلامک ریویو کے ذریعہ سے۔ میں اسلامک ریویو کو باقاعدہ پڑھتا ہوں اور وہاں کی لائبریری سے جس قدر کتب اسلام پر مل سکتی ہیں ان کو دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ وہ زیادہ تر عیسائیوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ کارڈوف میں آپ کے لیکچر کا حال پڑھا تو آپ کو ملنے کے لئے خط لکھا"

نیوٹن صاحب کوئی دو گھنٹہ مسجد میں ٹھہرے اور اسلام کے متعلق مختلف سوالات پوچھتے رہے اور پھر دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو گئے۔

مسٹر ایچ۔ ایس لیون نے لاہور دفتر میں ایک خط لکھا تھا جس کے جواب میں بابو غلام قادر صاحب نے انہیں مجھ سے خط وکتابت کرنے کے لئے کہا۔ یہ صاحب بہت عرصہ ملایا، مصر اور دیگر مشرقی ممالک میں رہ چکے ہیں۔ اور کچھ عرصہ سے صرف قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جب بھی وقت مل جائے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پہلے سیل کا ترجمہ پڑھتے تھے لیکن پھر حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کا ترجمہ ہاتھ میں آیا تو اسلام سے محبت زیادہ ہو گئی میں نے انہیں لندن آکر ملاقات کرنے کے لئے لکھا تھا۔

مولانا علاؤالدین صاحب صدیقی کا لیکچر

۱۵ رجولائی ہفتہ کے روز ووکنگ مشن کی طرف سے شام کے پانچ بجے مولانا علاؤالدین صدیقی صاحب صدر شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی کا لیکچر تھا۔ میٹنگ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ حازم سیرک نے قرآن مجید کی تلاوت کی مس فاطمہ بیگرڈیوس نے انگریزی میں ایک نظم پڑھی۔ اور اس کے بعد علاؤالدین صدیقی صاحب نے انگریزی میں اسلام پر ایک نہایت پُر اثر تقریر کی جسے حاضرین نے بہت پسند کیا۔ سفیر مصر نے بھی ان کی بہت تعریف کی۔ میڈیم سوبندریو (انڈونیشی سفیر کی بیوی) بھی اس جلسہ میں شریک تھیں۔

دو اشخاص کا قبول اسلام

لیکچر کے اختتام پر مس جینٹ ڈی ہل۔ اور مسٹر ایچ۔ ایس لیون نے میرے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

مسٹر لیون کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ یہ اس دن جب میٹنگ میں تشریف لائے تو کہنے لگے میں آج اسلام قبول کرنے کی نیت سے آیا ہوں۔ گو میری فیملی کے کیتھولک ہونے کی وجہ سے مجھے یہ اعلان ذرا دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن بہرحال میں نے فیصلہ کر لیا ہے

لندن کے اخبارات میں تذکرہ

مس جینٹ ڈی ہل جو لندن کے ایک ہسپتال میں نرس ہیں ان کے قبول اسلام کی خبر نے ان کے ہسپتال میں تین چار دن تک کافی ہنگامہ بپا رکھا۔ لندن کے اخبارات۔ سٹار۔ ڈیلی اسکیچ اور ایوننگ سٹینڈرڈ نے دو تین روز قبل ہی ان کے قبول اسلام کی خبر کو مع تصویر چھاپ دیا تھا۔

جب اخبارات کے نمائندے اور فوٹو گرافر بار بار مس ہل کو ہسپتال جا کر ملنے لگے تو ہسپتال کی دیگر نرسوں اور ڈاکٹروں کو بڑی حیرت ہوئی۔

ہفتہ کے روز صبح کو ہسپتال کی میٹرن نے مس ہل کو بلا کر تنبیہہ کی کہ تم تو بیشک مسلمان ہو جاؤ۔ لیکن کسی اور کو یہاں مسلمان کرنے کی کوشش نہ کرنا۔

صدیقی صاحب کے لیکچر کے بعد میں نے مختصراً ان کا تعارف حاضرین سے کرایا اور اس کے بعد انہوں نے کلمہ پڑھکر اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا، اور حاضرین نے .... اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ مس ہل کا اسلامی نام سلمیٰ رکھا گیا۔

دوسرے روز ہسپتال میں تمام نرسیں مس ہل کو "گڈ مارننگ سلمیٰ" کہہ کر بلا رہی تھیں۔

ارشاداتِ نبوی

جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدی بلڈنگس لاہور

مومن کا امتیاز خصوصی

ان الحلال بیّنٌ وانّ الحرام بیّنٌ وبینهما امورٌ مشتبهاتٌ لا یعلمهنّ کثیرٌ من الناس فمن اتقی الشبهات استبرأ لدینه وعرضه ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشك ان یقع فیه وان لکل ملك حمی و ان حمی الله محارمه الا وان فی الجسد مضغةً اذا صلحت صلح الجسد کلّه واذا فسدت فسد الجسد کلّه الا وهی القلب (الخمسة الا مالك)

انتخاب صحاح ستہ

ترجمہ:۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال ظاہر ہے اور حرام بھی (خود بخود) دکھائی دیتا ہے (یعنی انسان فطرتاً ایسی چیزیں جو سماج اور انسانیت کے لئے مضر ہیں بھانپ لیتا ہے) ہاں ان دونوں کے بیچ بیچ (حلال و حرام سرحدوں کے درمیان) ملتی جلتی مشتبہ اشیا ہیں جن سے اکثر لوگ (بوجہ قلت تدبیر کے) واقف نہیں ہوتے پس جو تمام ایسی چیزوں سے پرہیز کرتا ہے جو اس کے لئے مشتبہ ہیں (یعنی تمام مشبہات کو چھوڑنا بجائے خواہش نفسانی کی پیروی سے ان کی تاویلات کرنے کے) اُسے اپنے دین اور آبرو کو تہمت سے بچا لیا اور جس شخص نے مشتبہ چیز میں ہاتھ ڈال دیا اس نے (دراصل جان بوجھ کر) حرام میں ہاتھ ڈال دیا (آگے نہایت عمدہ اور عام فہم مثال سے اسے واضح فرماتے ہیں) اس چرواہے کی طرح جو رکھ (شاہی جنگل) کے اردگرد اپنا گلہ چراتا ہے اور قریب ہے کہ اس کا گلہ رکھ (یعنی ممنوعہ جنگل) میں جا پڑے اور ہر بادشاہ کی رکھ ہوتی ہے اور اللہ تعالے کی رکھ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔

اور سن لو کہ (تمہارے) جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے یاد رکھو وہ (پاک مطہر) قلب (سلیم) ہے۔

اشاعت و تعلیم قرآن

احق ما اخذتم علیه اجراً

کتاب اللہ تعالیٰ (البخاری)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن کاموں کے لئے تم اجرت لیتے ہو یا نفع تجارتوں کے ذریعہ کماتے ہو ان میں اللہ تعالے کی کتاب (یعنی قرآن پڑھانا۔ تعلیم قرآن کی نشر و اشاعت کر کے اندھیری دنیا کو روشنی دکھا کر صراط مستقیم پر چلانے) کا زیادہ حق ہے (یعنی قوم پر فرض ہے اپنے قاریوں۔ معلموں۔ مبلغوں کی معاش کا انتظام کریں کیونکہ وہ ایک قسم کے واقفان زندگی بن گئے ہیں)

تکبّر کی جامع تفسیر

لا یدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرّة من کبر فقال رجلٌ انّ الرجل یحب ان یکون ثوبه حسناً ونعله حسنةً فقال ان الله تعالیٰ جمیلٌ یحب الجمال الکبر بطر الحق وغمص الناس (مسلم۔ ابوداؤد والترمذی)

ترجمہ:۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں وہ شخص (ہرگز) داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہوگا۔ ایک شخص نے کہا کہ انسان چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور جوتا اچھا ہو۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ جمیل ہے یعنی آراستگی پسند فرماتا ہے۔

تکبر (سے مراد) حق بات کا جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

اے کرم خاک چھوڑ دے کبر و غرور کو
زیبا ہے کبر حضرت ربّ غفور کو
چھوڑو غرور و کبر کو تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولیٰ اسی میں ہے

مسیح موعودؑ

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں (منیجر)

میرے محسن

حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب رحمتہ اللہ علیہ

از جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی مبلغ اسلام

غالباً ۱۹۱۹ء کا ذکر ہے کہ بڈھلاڈہ ضلع حصار میں حضرت مولانا عبدالرزاق مرحوم اسٹیشن ماسٹر ہوا کرتے تھے۔ میں بھی اپنے قدیمی شہر سنام ریاست پٹیالہ چھوڑ کر بڈھلاڈہ میں آ کر آباد ہو گیا تھا۔ بڈھلاڈہ میں آریہ سماج کا پہلا سالانہ جلسہ ہوا جو غالباً پہلا اور آخری جلسہ تھا کیونکہ اس کے بعد کئی سال تک آریوں کا جلسہ وہاں نہیں ہوا۔ خیر۔ تو آریہ سماج نے اپنے جلسہ کو بارونق بنانے کے لئے سناتن دھرمیوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ عیسائیوں کے بڈھ اصغر علی صاحب وہاں رہا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنا ایک پنڈت ہرنند لال بلا لیا۔ جو پنڈت قادر بخش صاحب کے ٹائپ کا آدمی تھا یعنی کچھ زیادہ پڑھا لکھا نہ تھا اور سناتن دھرم والوں نے رہتک سے پنڈت نیکی راج صاحب کو بلا لیا۔ رہ گئے بیچارے مسلمان وہ مایوس ہو کر مجھے مجبور کرنے لگے کہ آپ آریوں سے مناظرہ کریں۔ چونکہ مجھے اسلام کے متعلق زیادہ واقفیت نہیں تھی۔ اس لئے میں نے مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کا نام پیش کیا کہ ان کو بلا لیا جائے۔ حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب (مرحوم) کو جب مسلمانوں کی حالت نازک دکھائی دی تو آپ نے فرمایا کہ ثناء اللہ ہندی بھی نہیں جانتے اور ہمیں چاہیئے کوئی سنسکرت کا عالم مسلمان مولوی ہو۔ مسلمانوں نے کہا کہ مسلمانوں میں اس وقت سنسکرت کا عالم کوئی ہمارے تو علم میں نہیں ہے۔ مولانا مرحوم نے فرمایا میں ایسا عالم بلا دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مولانا عبدالرزاق صاحب نے بڈھلاڈہ کے حالات لکھ بھیجے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کو بھیج دیا۔ حضرت مولانا صاحب کو اللہ تعالے نے مناظرہ اور تقریر میں غیر معمولی کامیابی عطا فرمائی

اور لیظہرہ علی الدین کلہ کا نظارہ صاف نظر آ گیا اور میں اس نظارہ سے بہت متاثر ہوا — میرے سپرد مہمانوں کی خورد و نوش کا انتظام تھا، میں رات کے وقت ودیارتھی صاحب کے پاؤں دباتا اور آپ سے مختلف مسائل کے متعلق استفسار کرتا جن کے جوابات حضرت مولانا صاحب نہایت تسلی بخش انداز میں دیتے۔ ایک دن ودیارتھی صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ لاہور آ جائیں تو میں آپ کو چند ہی روز میں تمام مشکل مسائل سمجھا دوں گا۔ میں نے عرض کی میری عین خواہش یہی ہے۔ چنانچہ ودیارتھی صاحب نے آ کر حضرت امیر رحمۃ اللہ سے ذکر کیا اور آپ نے مجھ کو لاہور بلا لیا۔ چھ ماہ تک میں نے بیعت نہیں کی کیونکہ مجھ کو یہ علم نہیں تھا کہ بیعت ضروری ہوتی ہے ایک روز ایک میرے ہمنام صاحب مسجد میں تشریف لائے اور بیعت کی حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے جب بیعت کنندہ صاحب سے نام پوچھا تو میری طرف دیکھ کر فرمایا ایک محمد یوسف یہاں بھی ہیں شاید انہیں ابھی کچھ شبہات ہوں جو بیعت نہیں کی۔ حضور آپ کے عقاید بالکل میری طبیعت کے مطابق ہیں اور رہا بیعت کا معاملہ چونکہ مجھے علم ہی نہیں کہ آیا بیعت ضروری ہے اس لئے میں اب تک خاموش رہا مگر اب میں بیعت کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں۔ چنانچہ میں نے بیعت کر لی اس طرح حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب مرحوم کا نہ صرف مجھ پر احسان ہے کہ مجھے آپ کے طفیل اسلام جیسی نعمت نصیب ہوئی بلکہ ان تمام مسلمانوں پر کہ جن کو آپ کے ذریعہ سے تمام ادیان پر فتح نصیب ہوئی ہے آپ کا بیحد احسان ہے۔ آپ کی نیکی کا ہی اثر تھا کہ سارا خاندان دینی رنگ میں رنگا گیا۔ آپ کے خاندان کے طفیل نہ صرف حیدرآباد دکن میں

حضرت ودیارتھی صاحب اور حضرت امیر رحمۃ اللہ کے ذریعہ اسلام کو فتح نصیب ہوئی بلکہ آپ کے خلف رشید جناب مولانا عبدالمجید۔ کے ذریعہ ووکنگ میں صدہا انگریز حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس خاندان پر اپنی برکتیں نازل کرے میں آپ کے پس ماندگان کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کامیاب زندگی کے بعد درجہ شہادت حاصل کر کے گئے ہیں۔ اس لئے مجھے آپ کی وفات سے غم نہیں اور دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر مسلم کو اور مجھ کو یہ سعادت بخشے کہ خدمت دین کرتا ہوا جان بحق ہوں۔ مولانا مرحوم کے یہ تینوں اصحاب بیٹے

خادم دین اور مخلص احمدی تھے یعنی مولانا عزالدین صاحب شملوی۔ مولانا عبدالرزاق صاحب اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب تینوں صاحبان نیکی میں تقویٰ میں اور طہارت میں قابل رشک نمونہ ہیں ❊

★ نوجوانوں کے لئے

اسلامی مساوات

★ شیخ محمد خالد اقبال ★

ہمارے آقا سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عمل اپنی امت کے لئے تجویز فرمایا اس پر پہلے خود عمل پیرا ہو کر ایک عملی نمونہ پیش کیا۔ اسی لحاظ سے کہ آپؐ وہ آفتاب ہدایت ہیں، جو کبھی غروب نہ ہوگا۔ دین اسلام قیامت تک آنے والے زمانوں، قوموں کے لئے قابل عمل ہے خداوند کریم نے جب آنحضرت صلعم کے ذریعہ یہ بشارت دی کہ:۔

"دین حقہ کو مکمل کر کے آج میں نے
بنی نوع انسان پر اپنی نعمت پوری
کر دی اور میں ان کے لئے دین اسلام
پر راضی ہوا"

تو آپ نے قوم کو مخاطب کرتے ہوئے اسلامی سیرت و کردار کے موٹے موٹے اصول بیان فرمائے۔ اور حاضرین کو تاکید فرمائی کہ ان باتوں کو ان لوگوں تک پہنچا دیں، جو اس وقت وہاں موجود نہ تھے۔ اسی خطاب میں آپ نے مساوات نسل انسانی کے متعلق فرمایا:۔

"عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور
نہ گورے کو کالے پر"

ان سادہ الفاظ کی اہمیت سمجھنی ہو تو عہد نبوی میں دنیا کی عام حالت پر غور کرنا کافی نہیں بلکہ بنی نوع انسان کی ترقی، بہبودی اور فلاح کے لئے یہ اصول ہر ملک اور ہر زمانہ میں اشد ضروری ہے۔

اس وقت غریب اور پسماندہ اقوام کے افراد کے ساتھ بھیڑ بکریوں کی طرح سلوک کیا جاتا تھا۔ ان کی تربیت کی طرف مطلق دھیان نہ دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ عرب اپنے آپ کو دوسری اقوام سے برتر خیال کرتے تھے۔ عجمی مہذب قوم تھے۔ وہ عرب پر اپنی برتری جتاتے۔ یہ امر بین الاقوامی تعلقات کی کشیدگی کا باعث ہوتا چنانچہ آپ نے اس تفریق کو مٹا دیا۔ صرف الفاظ سے نہیں بلکہ عملی رنگ میں بھی جس کی جھلک مندرجہ ذیل واقعات میں نظر آتی ہے۔ کہ نہ صرف عجمی اور عربی اور گورے اور کالے کی تفریق دور ہو گئی، بلکہ قبائل کی باہمی تمیز بھی اٹھ گئی۔ اور سب کے حقوق برابر ہو گئے۔

غزوہ بدر میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ آپ کے چچا (عباس) بھی گرفتار ہو کر آئے جب زر فدیہ کا سوال اٹھا تو صحابہ رضا نے حضور سے عرض کی۔ کہ ہم آپ کے چچا کا زر فدیہ معاف کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن حضور نے فرمایا:۔

"نہیں۔ ان سے پوری رقم وصول
کرو۔ اور ایک درہم بھی نہ چھوڑنا"

مدینہ میں ایک معزز خاندان کی عورت چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی۔ جب لوگوں کے کہنے پر حضرت اسامہ رضا نے سفارش کی تو آپ نے ناراض ہو کر فرمایا کہ:۔

"پہلی قومیں اسی وجہ سے تباہ
ہوئیں۔ کہ جب ان کا کوئی بڑا آدمی
جرم کرتا تو اسے کچھ نہ کہتے اور
جب وہی حرکت کسی معمولی آدمی سے
سرزد ہوتی تو اسے پکڑ لیتے مگر میں
ایسا نہیں کر سکتا۔ خدا کی قسم اگر محمدؐ
کی بیٹی فاطمہ رضا بھی ایسا کرتی تو میں
اسے بھی سزا دیتا"

حضرت زید بن حارثہ کو جو کہ ایک آزاد کردہ غلام تھے۔ حضور نے انہیں تین ہزار کی فوج کا کمانڈر بنایا۔ اور مساوات کا عملی ثبوت دیا۔ اس وقت عظیم الشان مہاجر، قریشی اور انصار ایک غلام کے ماتحت کئے گئے حالانکہ کمانڈ کے اہل ان میں بھی تھے۔ مگر حضور نے دنیا کو مساوات کا سبق سکھانا تھا کہ اسلام مساوات قائم کرنے آیا ہے۔ اسی طرح حضور نے بڑے بڑے سرداروں کو فرمانروائی کے ساتھ خدمت خلق کا سبق بھی سکھلا دیا۔

حضرت بلالؓ ایک حبشی غلام کو حضور نے یہ شرف عطا کیا۔ کہ حضرت بلال رضا نے مکہ معظمہ میں سب سے پہلے اذان دی اور وہاں کے مؤذن مقرر ہوئے اور حضور کی ہی مساوات کا نتیجہ ہے کہ آج ایک حبشی غلام کو حضرت بلالؓ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور آپ کو آنحضرت صلعم نے بشارت دی کہ

"میں جنت میں اپنے آگے آگے
بلال کو پاتا ہوں"

خطبہ حجۃ الوداع میں جب آپ نے منشور

حرام قرار دیا تو سب سے پہلے اپنے خاندان کا واجب الوصول سود معاف کیا۔

غلام خاندانوں کے افراد نے ہمارے ملک غیر منقسم ہندوستان اور افغانستان میں بھی سینکڑوں برس حکومت کی ہے۔

برعکس اس کے متمدن اور مہذب ہونے کے دعویدار غیر مسلم مغربی اقوام میں اب بھی رنگ اور نسل کا امتیاز موجود ہے۔ بہت ملکوں میں ایک مذہب کے کالے اور گورے پیروؤں کے لئے عبادتگاہوں میں جدا جدا نشستیں مخصوص ہیں۔ باہمی رشتہ داری اور میل جول تو در کنار ملکی قوانین میں بھی ان کے لئے جداگانہ قوانین اور اصول مقرر ہیں

مساوات انسانی کے داعی کمیونسٹ روس میں بعض خاص قسم کے امتیازات موجود ہیں جو وہاں کے لئے حالات نے پیدا کئے ہیں۔ اور یہ فخر صرف اسلام اور اسلامی شریعت کو حاصل ہے۔ کہ اس کے سامنے قوم، ملک، رنگ اور نسل کا کوئی امتیاز نہیں بلکہ سب آدم و حوا کی اولاد ہوتے ہوئے آزادی اور دوسری مراعات میں برابر کے شریک ہیں۔

مملکت پاکستان کے معمار حضرت قائد اعظمؒ نے بھی بنگالی۔ پنجابی۔ سندھی۔ بلوچی اور سرحدی کی تمیز دور کرنے کی بار بار تلقین کی ہے۔ کیونکہ یہ تمیز اور تفریق غیر اسلامی ہے۔

آج کل کے تمام نظریات مساوات کے برعکس پیغمبر خدا کی مساوات کا یہ عالم تھا کہ خود حضورؐ نے اپنے لئے مسلمانوں سے مختلف کوئی اور حقوق مقرر نہیں کئے کوئی چیز آپ کو دوسروں سے ممتاز کرنے والی نہ تھی۔ باہر سے لوگ آتے اور پیغمبر خدا اور بادشاہ عرب کو اپنی رعایا میں بیٹھا ہوا پا کر یہ دریافت کرتے کہ ان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟

عموماً ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک شخص غربت کے وقت نرمی سے کلام کرتا ہے۔ لیکن جب وہی شخص امیری کی حالت میں آ جاتا ہے۔ تو اس کا طرز گفتگو بدل جاتا ہے۔ اس چیز کے بالکل مخالف یہ کام بہت مشکل ہے۔ کہ آدمی امیری اور غریبی میں ایک جیسا رہے۔ لیکن جب ہم حضور کو مساوات سے متعلق ان دو حالتوں میں دیکھتے ہیں۔ تو آپ سب سے بڑھ کر عظیم الشان انسان نظر آتے ہیں جنہوں نے اگر غریبی آئی تو مساوات کو نہ چھوڑا۔ اور اگر آپ کے پاس بادشاہت آئی تو بھی مساوات کو پوری طرح سے نبھایا۔

آپ بادشاہ تھے۔ مگر آپ کے لئے کوئی تخت نہ تھا۔ کوئی بیٹھنے کی جگہ بھی نہ تھی۔ پہننے کو تاج تو ایک طرف رہا معمولی سادے پیوند لگے ہوئے کپڑے ہوتے جن کو خود ہی اپنے ہاتھ سے پیوند لگایا ہوتا۔

آپ کے لئے کوئی محل نہ تھا۔ آپ کے لئے کوئی پہریدار یا کوئی باڈی گارڈ مقرر نہ تھا۔ لوگ باہر سے آتے تو پیغمبر خدا کو خود ہی آواز دیتے۔ آپ کے مکان میں کوئی سامان آرائش نہ تھا۔ پانی کی ایک گھڑیا اور کھجور کے پٹھے کی ایک چٹائی جس پر لیٹنے سے آپ کے جسم پر نشان پڑ جاتے، بادشاہ عرب کے گھر کئی کئی دن تک چولھے میں آگ نہ جلتی۔ کیونکہ کوئی چیز پکانے والی نہ ہوتی تھی۔ اور صرف پانی اور کھجوروں پر گزارہ کرتے۔ آپ نے اپنے لئے عام لوگوں سے کوئی امتیاز نہیں رکھا ہوا تھا۔ جب آپ کے سپاہی مدینہ کی حفاظت کے لئے خندق کھود رہے تھے تو آپ بھی ان میں شامل ہو کر معمولی سپاہی کی طرح کام میں لگے ہوئے تھے۔

عزیز دوستو!

ان تمام واقعات اور دلائل کے بیان کرنے کے بعد میرا مطالبہ ہے کہ کیا اس سے بڑھ کر کوئی مساوات ہو سکتی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں ہمارے پیارے نبیؐ ہی سب سے بڑے اور عظیم الشان انسان ہیں جو دنیا میں سب سے بڑھ کر مساوات کے علمبردار تھے اور ہیں۔

ایہا الناس۔ حلّوا انفسکم بالطاعۃ والبسوا اقناعۃ المخافۃ واجعلوا اٰخرتکم لانفسکم وسعیکم لمستقرکم واعلموا انکم عن قلیل راحلون والی اللہ صائرون ولا یغنی عنکم ہنالک الا صالح عمل

لوگو! اطاعت کے زیور سے آراستہ ہو جاؤ۔ اور خوف کی اوڑھنی اوڑھ لو۔ آخرت کو اپنا بنا لو۔ اور اپنے ٹھکانے کے لئے کوشش کر لو۔ اور اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہیں عنقریب یہاں سے رحلت کر کے خدا کے سامنے پہنچنا ہے وہاں سوائے نیک اعمال کے یا صدقہ جاریہ کے کوئی چیز فائدہ نہیں دے گی۔

(حدیث)

خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ دیں
(مینیجر)

مقامات مقدسہ

پیپسو کے سابق وزیر اعلیٰ اور شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے ایک رکن سردار گیان سنگھ راڑیوالہ نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ نہ صرف ان کو یقین دلائے کہ سکھوں کے جو ۱۴۸ گوردوارے پاکستان میں رہ گئے ہیں وہ "غیر مذہبی اغراض" کے لئے استعمال نہیں ہو رہے، بلکہ اُن کی جائدادیں سکھوں کو لوٹا دے۔ اور ان کی دیکھ بھال اور حفاظت کے فرائض "سکھ سیوا داروں" کے سپرد کر دے۔ سکھوں کا یہ مطالبہ نیا نہیں ہے بلکہ جب سے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے وہ برابر دھمکی دے رہے ہیں کہ اگر اُن کے گوردوارے واپس نہ کئے گئے تو پاکستان پر حملہ کرنے سے بھی دریغ نہ کریں گے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ سکھوں کے ان "۱۴۸" گوردواروں کی تاریخ کیا ہے اور ان میں سے کتنے مسلمانوں ہی کی مسجدوں کو شہید کر کے سکھی عہد میں تعمیر کئے گئے تھے؟ لیکن جہاں تک مذہبی مقامات کی تقدیس و تحریم کے سوال کا تعلق ہے اس پر سکھوں اور مسلمانوں کے دونوں کے مذاہب متفق ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید نے مقامات مقدسہ کے تحفظ کی اہمیت بتاتے ہوئے فرمایا ہے:۔

"اگر اللہ تعالےٰ لوگوں کے شر کو
ایک دوسرے کے ذریعہ سے
دور نہ کرتا تو عیسائیوں، یہودیوں
اور مسلمانوں کے معابد جن میں اللہ
تعالیٰ کا نام اس کثرت سے لیا
ہے مسمار کئے جاتے" (سورہ حج)

اسی طرح بابا نانک نے مسجدوں کو گرانے کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

"انسان کا تن بہانا اسی طرح عذاب
کا مستحق ہے جس طرح مسجد کو گرانا"

پھر خالصہ دھرم شاستر نے سکھوں کو واضح طور پر ہدایت کی ہے کہ اگر کوئی مجرم بھی کسی دھرم استھان (مثلاً گوردوارہ، مسجد، مندر یا گرجا) میں پناہ لے تو اس پر ہاتھ نہ ڈالا جائے۔ جہاں تک پاکستان کے مسلمانوں کا تعلق ہے انہوں نے اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق سکھوں اور ہندوؤں کے معابد کی پوری حفاظت کی ہے۔ حتیٰ کہ ہنگامۂ تقسیم کے دوران میں جب آتش زنی کی وارداتیں ہو رہی تھیں تو مندروں اور گوردواروں کو جس احتیاط سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی گئی اس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ پاکستان کے تمام شہروں، قصبوں اور دیہات میں گوردوارے اور مندر اسی طرح ایستادہ ہیں جس طرح تقسیم سے پہلے تھے۔ البتہ ان میں عبادت کرنے والا چونکہ کوئی نہیں رہا۔ اس لئے ان کی حیثیت زیادہ سے زیادہ "تاریخی یادگاروں" کی سی رہ گئی ہے۔ اور ان کو بآسانی "محکمہ آثار قدیمہ" کے سپرد کیا جا سکتا ہے اس کے برعکس ہندوستان میں مسلمانوں کی مسجدوں اور زیارت گاہوں کی کیا حالت ہے؟ اس کا اندازہ اُن اطلاعات سے ہو سکتا ہے جو وقتاً فوقتاً بھارت کے اسلامی اخبارات کے صفحات پر دکھائی دیتی ہیں۔ ان اطلاعات کے مطابق ہندوؤں اور سکھوں نے اپنے مذاہب کی تعلیمات کو یکسر پس پشت ڈال کر یا تو مسجدوں کو شہید کر دیا ہے، یا ان کو گوردواروں اور مندروں میں بدل دیا ہے، اور اگر یہ دونوں قدم نہیں اٹھائے گئے تو ان کو غیر مذہبی مقاصد کے لئے وقف کر کے ان کی تقدیس و تطہیر پر ناپاک حملہ کیا ہے۔ ان حالات میں جب تک پاکستان کو یہ یقین نہ دلایا جائے کہ بھارت میں ان کے مقامات مقدسہ کا اسی طرح احترام کیا جائے گا جس طرح مسلمان خود کرتے رہے ہیں، سکھوں کے اس مطالبہ پر کس طرح ہو سکتا ہے کہ ان کے گوردواروں کا تحفظ کیا جائے؟ پھر اس سوال کے ایک خطرناک پہلو کو برابر نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ مسلمان تو صرف اتنا چاہتے ہیں کہ بھارت میں ان کے مقدس مقامات کی حفاظت کی جائے۔ اور ان کا یہ حق تسلیم کر لیا جائے کہ وہ خاص خاص مواقع پر ان کی زیارت کر سکتے ہیں۔ لیکن سکھوں کے ذہن میں کیا ہے؟ اس کا اندازہ اس میمورنڈم سے ہو سکتا ہے جو شیخ پچھلے دنوں شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے پنڈت نہرو کو کراچی روانہ ہونے سے پہلے نئی دہلی میں پیش کیا ہے کہ سکھوں کو گوردواروں کے "سکھی نگہبان" کی حفاظت پر مامور کیا جائے بلکہ متعدد مراعات طلب کرنے کے علاوہ اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ سکھوں کو ان گوردواروں میں اسلحہ رکھنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ اس سے پہلے انتہا پسند سکھ اور اکالی چونکہ یہ نعرہ بھی بلند کر چکے ہیں کہ پاکستان کو ختم کر دیا جائے۔ اور ان کے اخبارات یہاں تک لکھ چکے ہیں کہ جب تک ننکانہ صاحب واپس نہ مل جائے سکھ چین کی نیند نہیں سوئیں گے۔ اس لئے گوردواروں میں اسلحہ رکھنے کا مقصد واضح ہے۔ سکھ ان مقامات کو اپنے گڑھ کے طور پر استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی چونکہ یہ بھی خواہش ہے کہ زائرین کی نقل و حرکت اور تعداد پر پابندی عائد نہ کی جائے اس لئے ان کی نیت کا اندازہ کرنا دشوار نہیں ہے، ان حقائق کے پیش نظر کیا حکومت پاکستان شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے مطالبات تسلیم کر سکتی ہے؟ ہمارے نزدیک اس سوال پر انتہائی سنجیدگی سے غور ہونا چاہیئے مذہبی مقامات کے تحفظ کا سوال دونوں ملکوں کے وزرائے اعظم کی کانفرنس میں بھی پیش ہو چکا ہے۔ اور پنڈت نہرو نے بتایا ہے کہ جہاں تک حرمت و تقدیس کے اصول کا تعلق ہے اس پر دونوں حکومتیں متفق ہیں۔ لیکن اس کی عملی صورت کیا ہو؟ اس کا ابھی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ سکھوں کے نزدیک چونکہ "عملی صورت" یہی ہے کہ ان کو جائدادیں واپس کرنے کے علاوہ گوردواروں میں اسلحہ رکھنے کی اجازت دی جائے اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت پاکستان کو اس خطرہ سے آگاہ رہنا چاہیئے۔ اسے مقدس مقامات کے احترام کا اصول تسلیم کرنے میں قدرتی طور پر کوئی عذر نہ ہونا چاہیئے لیکن اگر اس نے سکھوں کو اپنے گوردواروں میں اسلحہ رکھنے کی اجازت دے دی تو پاکستان کے دفاع و استحکام کو جو خطرہ لاحق رہے گا اس کا بآسانی تصور کیا جا سکتا ہے۔ اس موقعہ پر اس بے حسی اور بے پروائی کا تذکرہ بھی بے محل نہیں ہے جس کا ثبوت پاکستان کی اسلامی انجمنوں نے دیا ہے۔ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی تو اپنے ناجائز مطالبات منوانے کے لئے اس حد تک بیقرار ہے کہ اس نے یہ مسئلہ وزرائے اعظم کی کانفرنس میں پیش کرا دیا ہے لیکن اسلامی انجمنوں نے بھارت کی مسجدوں، زیارت گاہوں، مقبروں اور خانقاہوں کی حفاظت کا مطالبہ کرنے کے لئے اب تک کیا کیا؟ اس کے جواب میں ان تمام عناصر کے سر ندامت کے بارے جھک جانے چاہئیں جو پاکستان میں تو "اسلامی آئین" کا مطالبہ کرتے نہیں تھکتے۔ لیکن ان مقدس مقامات کے تحفظ کے لئے آواز تک بلند نہیں کر سکتے جن سے کروڑوں مسلمانوں کی روحانی عقیدت کا دامن وابستہ ہے۔

(الملت۔ مورخہ ۲۳ جولائی ۶۳ء)

احمدی نوجوانوں سے خطاب

(بسلسلہ صفحہ ۵)

تو تمہاری اولاد بھی نماز کی پابند ہو گی۔ ورنہ نہیں مرد تو اپنے وقت کا زیادہ حصہ گھر سے باہر گذارتے ہیں۔ عورتیں زیادہ تر گھروں کے اندر رہتی ہیں۔ سو میں خواتین جماعت سے کہوں گا کہ وہ اپنے اچھے نمونہ سے اپنی اولادوں پر نیک اثر ڈالیں اور اپنے عمل کو خدا اور رسول کے احکام کے مطابق بنالیں۔ اس طرح وہ کسی خاص تکلیف کے بغیر محض اپنے عمل اور نمونہ سے اولاد کی اچھی تربیت کر سکتی ہیں۔

ان باتوں کو مضبوط ہاتھوں سے پکڑو

یہ باتیں جو میں نے نوجوانوں، اپنے بزرگ دوستوں اور اپنی جماعت کی خواتین سے کہی ہیں میں امید رکھتا ہوں کہ سب ان کو مضبوط ہاتھوں سے پکڑیں گے اور ان پر عمل کریں گے۔ اچھی بات کو یونہی پھینک دینا بڑی بدقسمتی ہے۔ کیا تم اچھی اور بیش قیمت چیزوں، سونے چاندی، جواہرات کو پھینک دیا کرتے ہو؟ ہرگز نہیں، اچھی باتیں تو سونے اور چاندی اور جواہرات سے بھی زیادہ قیمتی ہیں، ان کو پھینک دینا بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور آپ سب کو بھی ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

نضر اللہ عبداً سمع مقالتی فوعاها ثم اداها الی من لم یسمعها فرب حامل فقه لا فقه له ۔ ورب حامل فقه الی من هو افقه منه ۔

اللہ اس آدمی کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات سن کر یاد کی پھر اسے ان لوگوں تک پہنچا دیا۔ جنہوں نے سنی نہ تھی۔ کیونکہ بہت سے مسئلہ جاننے والے لوگ بھی ناسمجھ ہوتے ہیں اور بسا اوقات لوگ ایک مسئلہ کو ایسے شخص تک پہنچا دیتے ہیں جو ان سے بہت زیادہ سمجھدار ہوتا ہے (الحدیث)

خواجہ ناظم الدین کو بھی تحقیقات میں فریق بنایا جائے

تحقیقاتی عدالت سے مسٹر دولتانہ کے وکیل کی درخواست

مری - اگست حالیہ بدامنی کی تحقیقات کرنے والی عدالت میں آج میاں دولتانہ کے وکیل مسٹر یعقوب علی خاں نے یہ درخواست کی کہ پاکستان کے سابق وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین کو بھی تحقیقات میں فریق کی حیثیت سے شامل کیا جائے - یہ درخواست اس وقت کی گئی جب عدالت کے صدر مسٹر جسٹس منیر نے یہ فرمایا کہ پنجاب مسلم لیگ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ احرار قادیانی تنازعہ کے بارے میں مزید حقائق پیش کرے

مسٹر یعقوب علی خاں کی درخواست کے بارے میں چیف جسٹس نے انہیں تحریری درخواست پیش کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ عدالت سارے جھگڑے کی تہ تک پہنچنا چاہتی ہے تاکہ اسے معلوم ہو سکے کہ کون سے حالات مارشل لاء کے نفاذ کا باعث بنے۔ مسٹر جسٹس محمد منیر نے فرمایا کہ صوبائی مسلم لیگ کا سرگرم تعاون اشد ضروری ہے کیونکہ فسادات کے دوران میں وزارت اسی جماعت کی قائم کردہ تھی۔ مسٹر جسٹس محمد منیر نے بتایا عدالت جن تحریری بیانات کا مطالعہ کر رہی ہے ان میں سے ایک بیان میں یہ الزام عاید کیا گیا ہے کہ مختلف اضلاع میں مسلم لیگیوں نے قادیانیوں کے خلاف جلوسوں کی قیادت کی۔ یہ الزام بڑا سنگین ہے - حیرت ہے کہ جن لوگوں کی شخصیت حکومت کی مرہون منت تھی انہوں نے ہی اس حکومت کی بیخ کنی کی کوشش کی -

مسٹر جسٹس محمد منیر نے صوبائی مسلم لیگ کی طرف سے پیش کردہ بیان پر عدم اطمینان کا اظہار کیا - اس بیان میں تنازعہ کے متعلق جماعت کے دو بیانات شامل کئے گئے تھے -

مسٹر ممتاز محمد دولتانہ کے وکیل مسٹر یعقوب علی خاں نے یہ یقین دلایا کہ جس دن مسٹر ممتاز دولتانہ صوبائی لیگ کی صدارت سے مستعفی ہوئے وہ اس دن تک کی تمام اطلاعات عدالت کو مہیا کریں گے۔ مسٹر یعقوب علی نے کہا کہ پالیسی سے متعلقہ امور میں صوبائی وزارت اور مسلم لیگ کی صوبائی تنظیم مرکزی ہائی کمان کے تابع ہوتی ہے اس زمانہ میں آل پاکستان مسلم لیگ کے صدر وزیر اعظم بھی تھے

سرکاری کاغذات

آج تحقیقاتی عدالت نے حکومت پنجاب کو یہ حکم دیا کہ میاں ممتاز دولتانہ نے جن کاغذات کے معائنہ کی درخواست کی ہے انہیں فوراً پیش کیا جائے - جو کاغذات مرکزی حکومت کی تحویل میں ہیں ان کے بارے میں عدالت نے حکم دیا کہ حکومت پنجاب مرکزی حکومت سے کہے کہ یہ کاغذات عدالت کو بھجوا دیئے جائیں۔ عدالت نے یہ رولنگ جاری دیا کہ ان کاغذات کے بارے میں پریولیج کا مطالبہ نہیں کیا جا سکے گا عدالت نے یہ حکم دیا کہ میاں دولتانہ ۱۷ اگست تک اپنا تحریری بیان پیش کر دیں۔ انہیں اور ان کے وکیل کو کاغذات کے معائنہ کی اجازت دے دی گئی -

عدالت نے مرکزی انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل مسٹر بشیر احمد اور جماعت اسلامی کے وکیل مسٹر صفدر حسین صدیقی کو ان کاغذات کے معائنہ کی اجازت دے دی جن کے لئے انہوں نے درخواستیں دے رکھی تھیں " (نامکمل)

(نوائے وقت ۱۷ اگست ۵۳ء)

ضروری اعلان

مانسہرہ سے ایک بزرگ نے اطلاع دی ہے کہ ایک شخص خادم حسین نام جو اپنے آپ کو A-N-9 کا لفٹنٹ بتاتا ہے مولانا احمد یار صاحب کے حوالہ سے اپنے آپ کو احمدی ظاہر کر کے جماعت سے چندہ مانگتا ہے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اسے ہرگز چندہ نہ دیں -

حلیہ یہ ہے :- چہرہ پر چیچک کے داغ - قد لمبا -

زندہ نبی کی زندہ تعلیم

کا سستا ایڈیشن

اس کتاب میں حضور سرورِ کائنات محمد صلعم کی حیاتِ طیبہ اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو قرآن حدیث اور سنت کی روشنی میں جدید اسلوب اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا گیا ہے اس کتاب کے اسلوب اور جامعیت سے انگلستان کی ایک فرم کے کارپردازان اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اس کتاب کو بیک وقت انگریزی فرانسیسی اور ہسپانوی زبانوں میں شائع کر رہے ہیں اس کتاب کی اصل قیمت ۱/۱۲ روپے ہے لیکن بغرض اشاعت اس کا ایک سستا ایڈیشن حال ہی میں شائع کیا گیا ہے جس کی قیمت **ایک روپیہ** ہے خود مطالعہ فرمائیے اور حسب گنجائش پانچ پانچ دس دس کاپیاں خرید کر اپنے حلقۂ اثر میں تقسیم فرمائیے۔ بحالاتِ موجودہ اس کتاب کا خود پڑھنا اپنے اہل و عیال کو پڑھانا انتہائی ضروری ہے حضرت مولنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے انگریزی میں لکھکر خود ہی اردو زبان میں ترجمہ فرمایا۔ کتاب کی زبان اس قدر سلیس اور موثر ہے کہ دل میں اتر جاتی ہے آج ہی کارڈ لکھکر بذریعہ وی-پی منگوائیے -

ملنے کا پتہ **منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور**

ہفتہ وار پیغام صلح مورخہ ۵ اگست ۱۹۵۳ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تار کا پتہ ۔ تبلیغ ۔ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے ۱ چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۰-۱۲-۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۲ شلنگ

ایڈیٹر محمد آصف بی - اے

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ یکم ذی الحج ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۹۵۳ء | نمبر ۲۹

● ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ●

ہماری جماعت کو کیسی خصوصیت اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں!

قانونِ قدرت یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں تدریجی ترقی ہوا کرتی ہے اس لئے ہماری جماعت کی ترقی بھی تدریجی اور کزرع یعنی کھیتی کی طرح ہوگی اور وہ مقاصد اور مطالب اس بیج کی طرح ہیں جو زمین میں بویا جاتا ہے لیکن وہ مراتب اور مقاصد عالیہ جن پر اللہ تعالےٰ ہماری جماعت کو پہنچانا چاہتا ہے ابھی دور ہیں اور وہ حاصل نہیں ہو سکتے۔ جب تک ہماری جماعت میں وہ خصوصیت پیدا نہ ہو جو سلسلہ کے قیام سے اللہ تعالےٰ کا منشا ہے یعنی توحید کے اقرار میں خاص رنگ ہو۔ تبتل الی اللہ ایک خاص رنگ کا ہو ذکر الٰہی میں خاص رنگ ہو اور حقوق اخوان بھی ایک خاص رنگ رکھتا ہو۔ تمام انبیاء کی بعثت کی غرض مشترک ہی ہوتی ہے کہ خدا تعالےٰ کی حقیقی اور سچی محبت لوگوں کے دلوں میں قائم کی جائے اور بنی نوع انسان اور اخوان کے حقوق اور محبت میں ایک خاص امتیازی رنگ پیدا کیا جائے اور جب تک امور کامل طور پر ایک انسان میں نہ ہوں، وہ سب رسمی باتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ کی محبت کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن بعض اشیاء کا علم ہمیں بعض دیگر اشیاء سے بھی حاصل ہوتا ہے مثلاً ایک درخت کے نیچے اگر پھل گرے پڑے نظر آئیں تو کہہ سکتے ہیں کہ اس درخت پر بھی پھل لگے ہوئے ہوں گے لیکن اگر اسکے نیچے کوئی پھل نظر نہ آئے تو اوپر کے پھلوں کے بارے میں کوئی یقین نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح بنی نوع انسان اور اپنے بھائیوں کیساتھ جو یگانگت اور محبت کا رنگ ہو اور وہ اس اعتدال پر جو خدا تعالےٰ نے قائم کیا ہے تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ بھی ضرور محبت ہونی چاہیئے، پس بنی نوع انسان کے حقوق کی نگہداشت اور بھائیوں کے ساتھ اچھے تعلقات اس بات کی بشارت دیتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کی محبت کا رنگ بھی اس میں ضرور ہے۔

(۴ دسمبر ۱۹۰۱ء)

مجلسِ معتمدین کے اجلاس کے متعلق

ایک نہایت ضروری اعلان

جماعت کے تمام احباب کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ پنجاب کے حالیہ فسادات کی تحقیقات کرنے والی عدالت نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو بھی فریق نامزد کیا ہے۔ اس لئے ہمارے بزرگان اور کارکنان کی زیادہ تر توجہ اس اہم معاملہ کی پیروی پر صرف ہو رہی ہے۔ علاوہ ازیں بعض احباب اس اجلاس میں شریک نہیں ہو سکتے۔ ان حالات کے پیشِ نظر جماعت کے اکثر معزز احباب نے مختلف مقامات سے حضرت صاحب صدر کی خدمت میں تحریر کیا ہے کہ مجلس مشاورت اور مجلس معتمدین کے اجلاس ۱۵ ر اور ۱۶ ر اگست کو منعقد نہیں ہوتے چاہئیں۔ اس لئے ان دوستوں کے اصرار اور مشورہ کے پیشِ نظر مجلسِ مشاورت اور مجلس معتمدین کے اجلاس ملتوی کئے جاتے ہیں تاکہ تمام تر توجہ تحقیقاتی کمشن کی کارروائی پر دی جا سکے۔ آیندہ تاریخوں کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ اطلاعاً تحریر خدمت ہے۔

خاکسار۔ احمد یار۔ سیکرٹری

مورخہ ۹ ر اگست ۱۹۵۳ء

چندہ ماہوار کے متعلق

ضروری گذارش

حضرت امام وقت کی جماعت پر اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا احسان ہے ان میں سے امیر و غریب اپنی کمائی کا کچھ حصہ باقاعدگی کے ساتھ خدمت اسلام کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ تحدیث بالنعمت کے طور پر اس امر کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ محض اللہ تعالےٰ کی ذرہ نوازی ہے کہ اس نے اس مختصر سی جماعت کو جس میں زیادہ حصہ غربا کا ہے۔ اس نہایت ہی مشکل وقت میں اپنے دین کی خدمت کے لئے انتخاب کر لیا ہے۔

یہ نعمت حضرت امام وقت کے ساتھ تعلق قائم کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اس پر کسی بحث کی ضرورت نہیں ہے اس صدی کی ابتداء سے آج تک کے واقعات پر بغور نگاہ ڈالنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اشاعت اسلام کی اشد ضرورت کو محسوس کیا جاتا رہا ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان کی جماعت کے علاوہ کسی نے بھی اس سلسلہ میں کوئی قابلِ ذکر عملی قدم نہیں اٹھایا۔

ہمارے دوست اور بزرگ جو ماہوار چندہ دیتے ہیں وہ خدا اور رسول کے ساتھ عشق اور محبت کا اظہار ہے۔ ہر ایک مسلمان کے دل میں خدا اور رسول کی محبت موجود ہے، حضرت امام وقت نے بڑی بلند آواز سے پکارا۔ کہ آؤ مسلمانو! اپنے عشق کا اظہار کرو نیکوکاری کے ہیں۔ سجدات بجا لاتا ہوا یہ ضرور کہوں گا۔ کہ جس طرح ہم احمدیوں کو خدا تعالےٰ نے تسلسل اور باقاعدگی کے ساتھ اپنے عشق، محبت اور عقیدت کے اظہار کرنے کا موقعہ دے رکھا ہے وہ کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ کی اس بزرگ عنایت کا شکریہ ہم اسی طور سے ادا کر سکتے ہیں۔ کہ بڑی توجہ کے ساتھ اپنا ماہوار چندہ ادا کر دیا کریں چندہ جمع کرنے کا انتظام ہماری ہر ایک جماعت میں ہے۔ اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ کسی دوست کے پاس کسی ماہ میں کوئی بھی چندہ وصول کرنے کے لئے نہیں جا سکا۔ یا دو ایک بار مطالبہ کے وقت اس دوست نے مجبوری ظاہر کی۔ اور اس طرح دو چار ماہ کا چندہ اکٹھا ہو گیا۔ یہ ایک بوجھ بن جاتا ہے۔ اور بعض حالات میں یہ بقایا پھر کبھی بھی ادا نہیں ہوتا۔ جب یہ حقیقت ہے کہ ہم محض اللہ کی رضا کی خاطر اللہ تعالےٰ کے ساتھ جو ہمیں محبت ہے۔ اس کے دین کے لئے جو ہمارے دلوں میں عشق ہے۔ اس کے اظہار کے لئے ہم اپنی آمدنی سے باقاعدگی کے ساتھ ہر مہینہ کچھ حصہ ادا کرتے ہیں۔ تو پھر اس انتظار میں رہنا کہ کوئی دوست چندہ لینے آئیں گے تو دے دیں گے۔ کچھ مناسب سا معلوم نہیں دیتا۔

ہم میں سے ہر ایک صاحب کو بڑے شوق کے ساتھ ہر مہینہ یا ہر ششماہی جیسی بھی صورت ہو اپنی آمدنی سے چندہ کی رقم الگ کر دینی چاہیئے۔ تاکہ اگر کسی مہینہ میں وہ ادا نہیں ہو سکی تو دو یا تین ماہ کی رقم اکٹھی ہو کر ایک بوجھ نہ بن جائے۔ دفتر تحصیل نے یہ بھی اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ کہ وقتاً فوقتاً احباب کو مرکز سے بھی بذریعہ خطوط ادائیگی چندہ کے لئے یاد دہانی کرائی جاتی ہے۔ یہ ساری تجاویز جو اس وقت چندہ جمع کر کے انجمن کے خزانہ میں داخل کرنے کے لئے اختیار کی جا رہی ہیں۔ اس صورت میں کامیاب ہو سکتی ہیں کہ احباب خود باقاعدہ ادائیگی کا خاص خیال رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے آمین۔

(احمد حسن اسسٹنٹ افسر تحصیل)

چندہ ماہوار

نہایت باقاعدگی سے ادا کریں۔

پیغامِ صلح
جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ | نمبر ۲۹

۱۴ اگست

ہمارا یوم آزادی

یہ دن تاریخ اسلام میں ہمیشہ یادگار رہیگا کیونکہ اس دن ہمیں ایک غیر ملکی سامراج کے بندھنوں سے نجات ملی اور ایک مقتدر اسلامی ریاست پاکستان کے نام سے معرض وجود میں آئی جو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست ہے۔ یہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں پہ ایک بہت بڑا انعام ہے۔ اس غیر معمولی انعام پہ ہمیں خداوند تعالےٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے اور اس شکرِ نعمت کا اظہار اپنے انفرادی اور اجتماعی اعمال سے کرنا چاہیئے۔

حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۰ مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ میں تین لاکھ کے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:-

"آپ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہاں ایک سیاسی انقلاب واقع ہو چکا ہے۔ یہ حکومت ہماری اپنی ہے۔ ہم آزاد ہیں اور ایک آزاد اور خود مختار حکومت کے مالک ہیں۔ ہمیں آپ اپنے معاملات کو آزاد باشندوں کی طرح نپٹانا چاہیئے ہم اب کسی غیر ملکی طاقت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مظلوم نہیں ہیں ...."

ہمیں جائزہ لینا چاہیئے کہ قائد اعظم مرحوم مغفور کے اس ارشاد گرامی پہ ہم نے کہاں تک عمل کیا ہے اور اپنے معاملات کو آزاد باشندوں کی مانند کس حد تک نپٹایا ہے اور نپٹانے کی صحیح کوشش کی ہے آزادی کا حاصل کرنا واقعی بہت مشکل امر ہے لیکن آزادی کو حاصل کرکے اسے برقرار رکھنا، اس کے تقاضوں کو پورا کرنا اور آزادی کی تخلیقی قوتوں کو بیدار کرنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ بغیر اخلاق اور رُوحانی قوت کے آزادی برقرار نہیں رہ سکتی محض نام کی آزادی کوئی چیز نہیں جب تک ہمارے جسم، ہمارے ذہن ہمارے دل اور ہماری رُوح بھی غلامی کے بندھنوں سے آزاد نہ ہو، اگر ہم غیر انسانی افعال کے مرتکب ہیں اور غیر اجتماعی اعمال کے اعتبار سے مجرم ہیں تو اس صورت میں ہم کبھی آزاد نہیں کہلا سکتے۔

اسلام آزادی، مساوات اور صلح کا مذہب ہے اور اپنی ان نمایاں خصوصیات کی بنیاد اخلاق اور روحانی قوت پر رکھتا ہے، قرآن مجید کی اصطلاح میں اس قوت کو تقوےٰ کہا جاتا ہے قرآن مجید جو کتاب زندگی اور کتاب عمل ہے اس کا یہ فیصلہ ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اور کوئی نظام برقرار نہیں رہ سکتا جب تک اس کی بنیاد تقویٰ پر نہ ہو۔ قرآن مجید نے بیشمار قوموں کی مثالیں دی ہیں جو تقویٰ کے فقدان سے صفحہ ہستی سے نابود ہو گئیں۔ ہم مسلمان ہیں اور قرآن مجید ہماری کتاب ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان انعام ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی نعمت نہیں کر سکتی۔ ہمیں اس کتاب اللہ کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیئے کیونکہ اس تصوّر سے ہماری اخلاقی، روحانی، اجتماعی اور انفرادی بیماریاں دُور ہو سکتی ہیں اور ہم ایک صحتور اور طاقتور آزادی کے علمبردار ہو سکتے ہیں۔ آزادی وہ ہے جو زندہ ہو جس میں طاقت ہو، جس میں قوت تخلیق ہو ــــ ہمیں خدا تعالیٰ کے حضور میں گڑگڑا کر دُعا کرنی چاہیئے کہ ہمیں آزادی کی نعمت کے ساتھ اچھے اعمال کی وہ خوبیاں بھی عطا فرما جو آزادی کی فضا میں نشوونما حاصل کرتی ہیں ــــ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے لیکر آج تک جو چھ سال گذرے ہیں ان پر ہم اگر ذہن کو ہر قسم کی آلائش سے پاک کرکے غور کریں تو ہمیں صاف معلوم ہو جائیگا کہ ہم نے آزادی کے تقاضوں کو کس حد تک پورا کیا ہے اور ہمیں آیندہ کیا کرنا چاہیئے

اخبارِ احمدیہ

ــــ الحاج حضرت شیخ میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام مری میں خیریت سے ہیں اور خدمات دینی میں مصروف ہیں۔

ــــ حضرت امیر حضرت مولینا صدر الدین صاحب مری میں خیریت سے ہیں۔

ــــ حضرت سید عبدالجبار بادشاہ صاحب سابق والیٔ صوات اپنے مکتوب گرامی مورخہ ۵ر اگست میں تحریر فرماتے ہیں کہ اُن کے صاحبزادہ سید محمود حسین شاہ صاحب عرصہ دو ماہ سے بیمار ہیں، ایکسرے لینے پر معلوم ہوا ہے کہ ٹی بی کا اثر ہے۔ ایبٹ آباد میں جناب خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے زیر علاج ہیں۔ جناب بادشاہ صاحب احباب سے درخواست فرماتے ہیں کہ اُن کے صاحبزادہ کے لئے صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے درد دل سے دُعا فرماویں۔

ــــ اخویم محترم عبدالعزیز خاں صاحب مالک عزیز ہوٹل ملتان۔ اس سال حج کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ آپ نے کراچی سے مدیر پیغام صلح کو جو مکتوب لکھا وہ درج ذیل ہے۔ احباب سلسلہ خان صاحب کی حج سے بخیریت واپسی کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں:۔

"مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

بندہ بفضلہٖ تعالےٰ امسال حج کو جا رہا ہے چنانچہ جمعہ کے روز ملتان سے کراچی پہنچا مسجد میں گیا تو مرزا ولی احمد بیگ صاحب پر از معارف جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے بہت محظوظ ہوا۔ ان کے بعد جناب فاروقی صاحب نے نماز پڑھائی کل حج بکنگ آفیسر کے دفتر میں نوٹوں کے تبادلہ کے لئے اور ٹکٹ کے لئے رقم جمع کرائی گئی۔ امید ہے کہ کل ٹکٹ مل جاوے گی یہ آخری بحری جہاز ہے جو ۱۸ر اگست کو روانہ ہوگا۔ بندہ اسی میں جا رہا ہے۔ جملہ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ بندہ بخیریت واپس پہنچے۔ امسال گرمی کی شدت ہے جہاز میں اور مکہ شریف میں گرمی سے بچاؤ کی بہت احتیاط لازم ہے آپ کو علم ہوگا کہ حکومت نے حج کے لئے اس سال بہت تھوڑے آدمیوں کو اجازت نامے دیئے ہیں۔ بندہ اپنے آپ کو بہت ہی خوش نصیب سمجھتا ہے کہ اس قرعہ اندازی میں بندہ کا نام آگیا ہے۔ حرم پاک میں بندہ کی دُعا تو یہی ہوگی کہ ہمیں خدا تعالےٰ اپنا اور اپنے رسول کا نام بلند کرنے کی توفیق عطا کرے اور ہماری زندگی اشاعت اسلام کے لئے وقف ہو جاوے"

اس دعا کا خواستگار بندہ عبدالعزیز خان
عزیز ہوٹل ملتان۔ حال وارد کراچی

ــــ افسر صاحب تبلیغ پاکستان مولنا احمد یار صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

موضع دیب گراں ضلع ہزارہ میں مولوی محمد یوسف صاحب مسجد میں بالالتزام درس قرآن ماہ زیر رپورٹ میں دیتے رہے۔ احمدی و غیر احمدی طلباء اس میں باقاعدہ حاضر ہوتے ہیں اوسط حاضری ۲۴ طلباء سے زیادہ رہی۔

ادائیگی چندہ و خرید کتب انجمن و اخبارات کے متعلق احباب کو خاص طور پر توجہ دلائی جاتی رہی

. . . .

سب سے جمعہ میں احباب کی حاضری باقاعدہ ہوتی ہے۔

ــــ جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت مسرت سے سنی جائے گی کہ جناب میاں عبدالباری صاحب کے صاحبزادہ میاں عبدالحمید صاحب نے ایف۔ ایس۔ سی کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ اس کامیابی کو آیندہ کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے اور اور اسے دین اسلام کی خدمت کا ذریعہ بنائے آمین!

ــــ قاضی شیر محمد صاحب مبلغ علی پور سے اطلاع دیتے ہیں۔ کہ بہ سلسلہ تبلیغ بوجہ احمدیت ان کے لواحقین کو لوگوں کی مخالفت کے باعث بہت تکالیف پیش آتی ہیں۔ احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ جملہ تکالیف اور مصائب کو دور فرماوے اور ان کا خود محافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

ــــ مولوی عبدالقادر صاحب مبلغ ڈیرہ غازی خاں سے لکھتے ہیں کہ وہ خود اور ان کی اہلیہ محترمہ اور پروفیسر سعد اختر صاحب کا بھائی صغیر سخت بیمار رہیں۔

احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں شفا عطا فرمائے۔ آمین۔

ــــ جماعت کے بعض احباب بیمار اور بعض مالی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں مشکلات سے نجات دے، اور بیماریوں سے شفا عطا فرمائے۔ آمین۔

مذہب کی اصل غرض

اپنے اندر خدا تعالیٰ کی ہستی کا احساس پیدا کرو

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

یسبح للّٰہ ما فی السموات والارض...... واللّٰہ لا یھدی القوم الظالمین (سورۃ الجمعۃ)

آنحضرت صلعم کی بعثت

ان آیات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اور آپ کے منجانب اللہ ہونے کی شہادت کے طور پر فرمایا کہ ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے اندر جو امی ہیں علم سے محروم ہیں۔ ایک رسول وہ بھی انہی میں سے مبعوث فرمایا باہر سے نہیں بلکہ انہی میں سے لیکن امی رسول اٹھایا یتلوا علیھم اٰیاتہٖ وہ رسول خدا کی آیتیں ان پر پڑھتا ہے ویزکیھم اور ان کو پاک کرتا ہے۔ ان کو نشوونما کی راہ پر ڈالتا ہے ویعلمھم الکتاب والحکمۃ علم کتاب اور حکمت کی تعلیم ان کو دیتا ہے وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔ حالانکہ اس سے پہلے کھلی گمراہی کے اندر یہ لوگ تھے

انسانوں کا تزکیہ

یہ دعوے کہ آنحضرت صلی اللہ انسانوں کا تزکیہ کرتے ہیں نقصوں اور عیبوں سے ان کو پاک کرتے ہیں، نیکیوں، خیرات اور برکات کا رستہ ان کو بتاتے ہیں ان کے اچھے اخلاق کا نشوونما کرتے ہیں۔ اور پھر کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں۔ اس کو انہی الفاظ میں چار مرتبہ قرآن کریم میں دھرایا گیا ہے جیسا کہ میں نے کہا قرآن کریم اس بات کو بار بار دھراتا ہے جس پر زور دینا مقصود ہو۔ یہ تو ایک پیرایہ ہے جس کو یہاں اختیار کیا ہے۔ دوسری جگہ اور پیرایوں میں اس مضمون کو بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ رسول صلعم انسانوں کا تزکیہ کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور اس کو آپ کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے فرمایا۔ یہ انسان کا کلام نہیں بلکہ خدا کی آیتیں ہیں جو ان پر پڑھی جاتی ہیں۔ اس کی دلیل کیا ہے یزکیھم ان کو بدیوں سے پاک کر دے گا۔ نیکی کے رستہ پر انہیں لگا دیگا۔ ترقی کی راہ پر ڈال دے گا۔ ویعلمھم الکتاب والحکمۃ امیوں اور ناخواندوں کو حکمت سکھا دے گا۔

ابتدائی مدنی زمانہ کی آیات

یہ ابتدائی مدنی زمانہ کی آیتیں ہیں۔ ابھی چند لوگ مکہ سے بھاگ کر مدینہ پہنچے تھے۔ کیونکہ مکہ میں ان کا مال اور جان محفوظ نہ تھا۔ مدینہ میں بھی ابھی تھوڑے ہی لوگ مسلمان ہوئے ہیں، اور عرب سارے کا سارا کفر و ضلالت میں پڑا ہوا ہے اس وقت دعوے کیا جاتا ہے کہ یہ جو آیتیں ان امیوں پر پڑھی جاتی ہیں۔ ان کے ذریعہ سے ان کو ہر قسم کے گند سے پاک کر دیا جائے گا۔ بلند مقام پر پہنچا دیا جائے گا۔ اور انہیں کتاب و حکمت سکھا دی جائے گی۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ سکھاتے ہیں اس کے آیات الٰہی ہونے کا یہ ثبوت دیا ہے کہ امیوں کو کتاب و حکمت سکھا دی جائے گی اور انہیں پاک کر دیا جائے گا۔ ان قرآن پاک کے الفاظ پر غور کرو اور اس وقت کے حالات کو دیکھو۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں۔ آیات الٰہی کے سننے والے ابھی تک گنتی کے چند آدمی ہیں اور تمام کا تمام ملک مخالف پڑا ہے مگر فرماتا ہے کہ اس کے خدا کی طرف سے آنے کا یہ نشان ہے کہ اس ناپاکیوں کے اندر مبتلا قوم کو پاک کر کے ترقی کی راہ پر ڈال دیا جائیگا علم سے محروم لوگوں کو علم اور حکمت سکھا کر دنیا کے معلم بنا دیا جائے گا۔ وہ کس طرح علم و حکمت سکھائے گا۔ کوئی یونیورسٹی نہیں قائم کر رہا۔ کوئی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ نہیں لیکن باوجود اس کے فرماتا ہے علم اور حکمت سکھایا جائے گا۔

امت محمدیہ کی نمایاں خصوصیت

اب تاریخ کو اٹھا کر دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمایاں خصوصیت کیا نظر آتی ہے کوئی کہدے گا کہ بادشاہ اور فاتح بن گئے مگر یہاں اس کا ذکر نہیں کیا کیونکہ بادشاہ بننے کے اور بھی ذرائع ہو سکتے ہیں بعض وقت انسان ایک خاص قوت ارادی کا مالک ہوتا ہے اور اسی سے کام لیکر وہ بادشاہ اور فاتح بن جاتا ہے اس لئے اس چیز کا یہاں ذکر نہیں کیا۔ بلکہ اس بات کا ذکر کیا ہے۔ جو خدا کے سوا اور کہیں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ تزکیہ نفس اور علم و حکمت یہ وہ چیزیں ہیں جو خدا سے ہی مل سکتی ہیں کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ دوسروں کا تزکیہ کر دے یا انہیں علم و حکمت سکھا دے

علم و حکمت

تو مسلمانوں کی نمایاں خصوصیت جو ہمیں نظر آتی ہے وہ یہی ہے کہ یہ لوگ ایک طرف علم و حکمت کے علمبردار تھے اور دوسری طرف نیکی پاکیزگی حسن اخلاق اور بہترین صفات کے مالک تھے۔ جس پاکیزگی کے مقام پر محمد رسول اللہ صلعم نے اپنی قوم کو پہنچایا آج دنیا گواہی دیتی ہے کہ اس مقام پر آج تک کوئی قوم نہیں پہنچ سکی۔ اور پھر دیکھئے کن حالات میں اس نے یہ پاکیزگی ان میں پیدا کی۔ اسی دنیا میں رہتے ہوئے اور تمام معاملات دنیا میں حصہ لیتے ہوئے انہیں پاکیزگی کے مقام پر کھڑا کیا۔ ایک شخص تارک الدنیا ہو کر ہو سکتا ہے کہ پاکیزگی اپنے اندر پیدا کرنے یا دنیا سے کسی کو الگ کر کے نیکی اور پاکیزگی اس کے اندر پیدا کر دینا آسان ہے۔ لیکن اس کی نظیر نہیں ملے گی کہ ایک قوم کی قوم کو محمد رسول اللہ صلعم بادشاہ اور فاتح بھی بناتے ہیں حکومت کے تخت پر بٹھاتے ہیں اور پھر ہر قسم کے گناہوں سے بھی پاک کر دیتے ہیں بلکہ وہ اخلاق فاضلہ ان کے اندر پیدا کر دیتے ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ مقام جو ایک عابد و زاہد انسان کو کوٹھڑی میں بیٹھ کر حاصل ہونا مشکل ہوتا ہے وہ محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ حکومت کے تخت پر بیٹھنے والوں کو حاصل ہو جاتا ہے۔ بڑا مشکل مقام ہے۔

ایک بےنظیر قوم

بیشک دیکھ لیجئے بادشاہت کا تخت ہو ہر طرف فتح کا نقارہ بج رہا ہو ہر قسم کے عیش و آرام کے سامان موجود ہوں اس وقت نیکی اور پاکیزگی کی راہ اختیار کرنا بہت ہی دشوار بات ہوتی ہے یہ چیز فرعون اور متکبر بنانے والی ہے دولت بس وقت آتی ہے کہ ملک عرب جو ایک ہزار سے آٹے تک نہ جانتے تھے اس میں دولت کے انبار جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن کس قدر پاک قوم ہے کہ ساری کششوں کے باوجود اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی کے مقام پر کھڑی رہتی ہے اور اس سے ذرا قدم ادھر ادھر نہیں ڈگمگاتا بیشک فرد کے اندر کمزوری بھی ہوگی اور مال کے آ جانے سے کمزوری کسی قدر آ ہی جاتی ہے لیکن دنیا کی دوسری قوموں سے مقابلہ کر کے دیکھیں آئی بلند قوم نظر آتی ہے، کہ اس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔

امی دنیا کے رہنما بن گئے

پھر علم کتاب اور حکمت کی یہ حالت ہے کہ وہ امی تھے، علم و حکمت سے محروم تھے یہاں جاتے ہیں علم و حکمت میں دنیا کے رہنما بن جاتے ہیں۔ وہ علم و حکمت انہوں نے سکھایا کہ یورپ کے تاریک زمانہ کو روشن کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک بڑے دشمن کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ اسلام نے علم کو اس طرح زندہ کیا کہ اگر اسلام نہ آتا تو یورپ علم کی روشنی کبھی نہ دیکھ سکتا۔

دلائل کے پہاڑ

ویزکیھم اور یعلمھم الکتاب والحکمۃ ان دونوں چیزوں کو سامنے رکھیں تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی کہ یہ خدا کا کلام ہے یہ تو معمولی الفاظ لیکن ایک ایک لفظ ثبوت اور دلائل کا ایک پہاڑ نظر آتا ہے بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیاتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ان تمام چیزوں کو تاریخ نے ایسا صاف کر کے ہمارے سامنے رکھا ہے کہ واقعی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر خدا کا ہاتھ تھا اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے یہ سب کچھ ہوا۔ کیونکہ قبل از وقت اس انقلاب عظیم کی خبر دینا انسان کا کام نہ تھا بلکہ یہ خدائے عالم الغیب کا ہی کام تھا جس کے غیر محدود علم کے سامنے گزشتہ کے واقعات اور آئندہ کی تمام باتیں ایک کھلی کتاب کی طرح ہیں۔

مذہب کی غرض

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مذہب کی غرض تزکیہ نفوس ہے علم و حکمت کا پھیلانا ہے اور اس بات کے ماننے میں کسی کو انکار نہیں ہونا چاہیئے کہ اگر مذہب تزکیہ نفوس نہیں کرتا تو پھر دنیا میں اس کی ضرورت کوئی نہیں تزکیہ نفوس اور صحیح علم و حکمت بغیر اس کے نہیں ملتے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی شخص ان چیزوں کو دنیا میں لائے

اسی آیات کے اندر فرماتا ہے مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مذہب کا مبلغ اس لئے سمجھتا ہے کہ اس کے پاس چند کتابیں ہیں جن کو اس نے اٹھا کر رکھا ہے تو وہ یہودیوں کو دیکھ لے کہ وہ بھی ایک خدائی کتاب کے حامل ہیں لیکن وہ اس کی تعلیم پر عامل نہیں جس شخص کے پاس مذہب ہے اور مذہبی کتابیں ہیں لیکن تزکیہ نفوس نہیں اس کی مثال گدھے کی طرح ہے۔ جو شخص علم کو عمل میں نہیں لاتا وہ ایک گدھا ہے جس کے اوپر ایک بوجھ لدا ہوا ہے۔ جب تک تزکیہ نفوس نہ ہو خشک منطق اور علم کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اور نہ یہ مذہب کی غرض وغایت۔

اس زمانہ میں بھی ایک شخص مبعوث ہوا

ہمارے اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے ایک شخص کو محمد رسول اللہ صلعم کے نقش قدم پر کھڑا کیا۔ وہ آپ کا غلام ہے آپ کا خدمتگار ہے۔ آپ کے دین کو پھیلانے والا ہے اس کو بھی جو ہتھیار دنیا میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے دیئے گئے۔ وہ کیا ہیں ایک تو خدا پر ایمان پیدا کرنا اور دوسرے علم۔ فی الحقیقت یہی دو چیزیں ہیں جن سے انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔

ہستی باری تعالیٰ پر حقیقی ایمان

خدا پر ایمان کوئی کہے گا کہ کون ہے جو خدا پر ایمان نہ لاتا ہو کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو نہ مانتا ہو۔ مگر یاد رکھئے گا کہ خدا پر ایمان لانے سے جو مذہب کا منشا ہے وہ اس قدر نہیں کہ منہ سے کہہ دیا جائے کہ ہم خدا کو مانتے ہیں جو سب کو پیدا کرنے والا ہے۔ خدا کو ماننا دراصل اس احساس کا نام ہے جو انسان کے کاروبار میں موجود ہونا چاہیئے۔ جب اپنے کاروبار میں ہو تو جب دوسروں سے معاملہ کرتا ہو، جب گھر کی کوٹھڑی میں بیٹھا ہو جب باہر نکل کر لوگوں سے بات چیت کرتا ہو ان سب حالتوں میں اس کو یہ احساس ہو کہ خدا موجود ہے جو اس کی تمام حرکات وسکنات کو دیکھ رہا ہے۔ یہی احساس ہے یہی احساس ہی ایک چیز ہے، جو خدا کی عبادت کے ذریعہ سے پیدا کیا جاتا ہے نفس انسانی پاک نہیں ہوتا جب تک خدا کی ہستی کا زبردست احساس دل کے اوپر نہ ہو۔ اور سب کچھ ہو سکتا ہے مگر تزکیہ نہیں ہوتا جب تک خدا کی ہستی کا زبردست احساس نہ ہو۔ یہی احساس تھا جو محمد رسول اللہ صلعم نے پیدا کیا تھا۔ جس نے آپ کے ساتھیوں کو معتقد کر دیا تھا ہر چیز سے اور ان کے لئے محبوب کر دیا تھا خدا کی رضا کو اور خدا کے حکموں پر کاربند ہونے کو۔

حضرت مسیح موعود نے ایمان کو زندہ کیا

تو یہی خدا کی ہستی کا احساس ہے جس کو حضرت مسیح موعود نے دوبارہ زندہ کیا۔ لو کان الایمان معلقا بالثریا لناله رجل من ابناء فارس۔ ایسے وقت میں جبکہ مسلمان ایمان کو کھو چکے تھے خدا کی ہستی کا احساس دلوں سے نکل چکا تھا اس نے دوبارہ ایمان کو پیدا کیا۔ کونسا ایمان ہے وہ ایمان جو خدا کی ہستی کا احساس دلوں میں پیدا کر دے خدا کی ہستی کا احساس یہ ہے کہ اگر کسی نیک کام کی خاطر، انسانوں کے دکھ، تکلیف کی خاطر اگر تکلیف اٹھانی پڑے تو اسے خوشی سے اٹھائے اس لئے کہ جانتا ہے کہ میرا خدا اس کو پسند کرتا ہے۔ تو یہی خدا کی ہستی کا احساس پیدا کیا حضرت مسیح موعود نے، اور دوسرے وہ کتاب اور حکمت جس کو مسلمان بھول چکے تھے، اس کو از سرنو زندہ کر دیا۔ وہ چیزیں جو اجنبی اور اوپری معلوم ہوتی تھیں ان کو ایسا صاف کر کے پیش کیا کہ وہی انسانی طبائع کو مانوس اور محبوب معلوم ہونے لگیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس جماعت کو کھڑا کیا اس غرض کے لئے کہ وہ علم وحکمت میں لوگوں کی رہنمائی کریں۔ لوگوں کا تزکیہ کریں ان کو پاک راہ پر ڈالیں۔

نیکی کیلئے دو باتوں کی ضرورت

تزکیہ کے اندر کیا کیا چیزیں شامل ہیں اس پر آئندہ روشنی ڈالی جائے گی یہاں اصولی طور پر بتاتا ہوں کہ وہ چیز جس کو کہا جاتا ہے بدی سے بچنا اور نیکی کے راستہ پر گامزن ہونا اس کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے ایک یہی خدا کی ہستی کا احساس ہو جس سے طاقت پیدا ہوتی ہے نیکی کی اور دوسرے لوگوں کے سامنے ایک نمونہ ہو تو مسلمانوں کا تزکیہ منحصر ہے اسی بات پر کہ ایک تو خدا کی ہستی کا احساس ان کے اندر پیدا کیا جائے اور دوسرے ان کے سامنے نمونہ ہو جس کی وہ پیروی کریں۔ ہماری جماعت نے جہاں علم وحکمت کو دونوں میں لیا ہے ......

...... وہاں دوسروں کے لئے نمونہ بننا بھی ضروری ہے۔ جو علم پھیلانے اگر یہ اس کی مثال ایسی ہی ہو کہ جس طرح حضرت مرزا صاحب نے کہا تھا کہ:

> ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
> یک قطرۂ ز بحر زلال محمد است

حضرت مسیح موعود کا علم

اسی طرح اگر حضرت مرزا صاحب کے علم کو ایک سمندر قرار دیا جائے تو اس کے بالمقابل جو کچھ ہمیں دیا گیا ہے وہ ایک قطرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے جو صحیح علم مذہب اسلام کے متعلق اس جماعت نے پیدا کیا ہے وہ دوسروں کے اندر نہیں ملتا۔

علم کے ساتھ تزکیہ کی ضرورت

لیکن میں پھر کہوں گا کہ اس علم کے ساتھ اگر ہمارے اندر تزکیہ نہ ہوا اگر ہمارے اندر پاکیزگی نفس پیدا نہ ہو تو ڈر ہے کہ وہی مثال ہماری نہ ہو کہ حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا اس لئے اس دوسرے پہلو کی طرف ہماری جماعت کی توجہ ضروری ہے۔ دیکھئے ایک ہوتا ہے اپنے آپ کو بچانا۔ مگر جس تزکیہ کی ضرورت اس قوم کو ہے جس نے دوسروں کو نیکی کے رستہ پر لانا ہے وہ نہایت بلند مرتبہ رکھتا ہے، جب تک وہ ہمارے اندر پیدا نہ ہو اور ہمارا اپنا نمونہ نہایت اعلےٰ درجہ کا نہ ہو اس وقت تک دوسروں پر اثر نہیں ہو سکتا۔

ہر احمدی ایک نمونہ اور کشش کا موجب ہو

یہی چیز تھی جس نے ابتداء میں لوگوں کو اس سلسلہ کی طرف کھینچا ۱۸۹۱ء میں جب حضرت مسیح موعود کی مخالفت چاروں طرف پھیل گئی اور ہر طرف فساد اور ہر جگہ لوگ آپ کے دشمن ہو گئے۔ اس وقت ہر احمدی جہاں کہیں تھا دوسروں کے لئے ایک نمونہ اور کشش کا موجب ہو گیا۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی بڑے مناظر تھے۔ بلکہ وہ اپنی نیکی اپنے تقویٰ سے اپنے مذہب اور اپنے خلق کی وجہ سے دلوں کے اندر ایک محبت پیدا کر لیتے تھے ان کی طرف انگلیاں اٹھتی تھیں یوں بھی کہ میاں فلاں کے پیرو ہیں یوں بھی کہ یہ نیکی اور راستبازی میں ایک نمونہ ہیں تو جب تک تم نیکی کے لحاظ سے اس بلند مقام پر نہیں پہنچتے اس وقت تک دوسروں کے لئے کشش کا موجب نہیں ہو سکتے۔

دوست توجہ کریں

اس سلسلہ میں اپنے دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جہاں یہ خیال ہے کہ علم دین بڑھے وہیں اس طرف بھی توجہ ہونی چاہیئے کہ تزکیہ نفس بھی ہو جب تک یہ نہ ہو علم کام نہیں دے سکتا۔ اس علم کا فائدہ نہیں جس کے ساتھ پاکیزگی حاصل نہ ہو اور یہ پاکیزگی غالب تب ہی پیدا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ہستی کا احساس بڑا زبردست ہو اس احساس کے پیدا کرنے کا ذریعہ نماز ہے نبی کی نماز ہے، اس میں عادت پیدا کرو اور ایسا رنگ اختیار کرو کہ جب نماز میں کھڑے ہو تو تمہارے سامنے خدا موجود ہو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم اس سے اس کی جان سے بھی قریب ہیں مگر غافل انسان اسے دور سمجھتا ہے اور بسا اوقات اس کے دربار میں بیٹھ کر یعنی نماز میں کھڑا ہو کر سمجھتا ہے وہاں موجود نہیں سمجھتا۔ فرمایا نحن اقرب الیہ من حبل الورید ہم شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ پھر دوسری جگہ فرمایا نحن اقرب الیہ منکم۔ جس قدر تم اپنی جان سے قریب ہو خدا اس سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے

خدا کی ہستی کا احساس اپنے اندر پیدا کرو

اور یہ سچی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ ہماری ان باتوں کو بھی جانتا ہے جن کو ہم خود نہیں جانتے۔ انسان اپنے آپ کو دھوکا دے لیتا ہے لیکن اللہ تعالےٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتا یعلم السر واخفی وہ تمہارے رازوں کو جانتا ہے اور ان سے بھی پرے جو چھپی ہوئی باتیں ہوں ان سے بھی واقف ہے جس کو تم آج (. . . . .) یا تحت الشعور کا نام دیتے ہو۔ تو اس خدا کی ہستی کا احساس اپنے اندر پیدا کرو، اور دوسرے محمد رسول اللہ صلعم کو اپنا نمونہ بناؤ۔ آپ کی ہر ادا تمہیں ایسی پیاری لگے کہ خواہ مخواہ اس کی پیروی کرنے کو جی چاہے، صحابہ کو ..... آپ کی ہر حرکت، ہر ادا کی پیروی کا بہت شوق تھا۔ وہ لوگ فی الحقیقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو ہی خدا تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے تھے خدا ان کو محمد رسول اللہ کے اندر آپکے افعال میں نظر آتا تھا۔ حدیثوں میں ایسے واقعات آتے ہیں کہ سفروں میں فلاں مقام پر آپ ٹھہرے بعد میں جس صحابی کو ادھر سے جانے کا اتفاق ہوتا وہ بھی وہیں ٹھہرتے۔ یہ ظاہری امور میں پیروی محبت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

اصل چیز اخلاق ہیں

اصل چیز یہی اخلاق ہیں چاہیئے کہ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی خلق سامنے آ جائے اسکو اپنے اندر لے لیا جائے اور پورے طور پر اپنے آپ کو آپ کے رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کی جائے۔ تو ایک تو خدا کی ہستی کا احساس اپنے اندر پیدا کرو دوسرے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی پیروی کرو۔ اس طرح آپ کا نمونہ اپنے اندر پیدا کرو کہ آپ ہی کے رنگ میں رنگین ہو جاؤ۔ یہ دو چیزیں تزکیہ نفوس کی جڑ ہیں۔ اللہ تعالےٰ توفیق دے کہ یہ دونوں چیزیں جماعت کے اندر پیدا ہو جائیں یعنی یہ جماعت علم وحکمت کی بھی وارث ہو اور تزکیہ نفس کے لحاظ سے بھی بلند مقام پر پہنچ جائے۔

بچوں کے لئے

حضرت عمر فاروقؓ

حضرت عمرؓ کو فاروق اس لئے کہتے ہیں کہ آپ سچ اور جھوٹ میں بڑا فرق کرنے والے تھے۔ اس میں ان کی پکڑ بڑی سخت ہوا کرتی تھی۔ وہ نہ خود ٹیڑھے تھے اور نہ کسی دوسرے مسلمان کو ٹیڑھا چلنے دیتے تھے۔

ان کے مبارک عہد میں سچائی کا دَور دَورہ تھا۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ مسلمان دنیاوی ساز وسامان نہ ہونے کے باوجود زمین پر دور دور پھیل گئے تھے۔ اسلام کے دشمن کہتے ہیں۔ کہ اسلام محض تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ اس سے بڑھ کر سفید جھوٹ کیا ہو سکتا ہے اسلام کے پھیلاؤ میں مسلمانوں کے اچھے اخلاق کی قوت شامل تھی۔

حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ وہ اپنے لوگوں کا حال معلوم کرنے کے لئے راتوں کو شہر کے گلی کوچوں میں چکر لگایا کرتے تھے اور جہاں کسی بیمار، نادار اور مصیبت زدہ کو پاتے تھے اس کی ڈھارس بندھاتے تھے اور اس کی مناسب امداد کرتے تھے

آپ دکھاوے سے نفرت کرتے تھے۔ آپ کی زندگی بالکل سادہ تھی۔ انہیں پہلی مرتبہ دیکھ کر کسی اجنبی کو یقین نہیں آتا تھا آپ امیرالمومنین بھی ہیں۔

قادسیہ کی جنگ اسلام کی تاریخ میں بڑی خطرناک جنگ تھی۔ حضرت عمرؓ اس کے بارے میں ہر وقت سوچتے رہتے تھے۔ اس سوچ میں آپ ہر روز مدینہ سے باہر نکل جاتے تھے اور ادھر سے آنے والے قاصد کا انتظار کیا کرتے تھے تا کہ معلوم ہو وہاں سے کیا خبر آتی ہے۔

ایک دن مدینے کی طرف سے ایک قاصد آتا دکھائی دیا۔ جب وہ آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے اس سے جنگ کے حالات پوچھنے شروع کئے۔ وہ قاصد اونٹنی پر سوار امیرالمومنین کو جنگ کے حالات بتانے کے لئے مدینہ کی طرف روانہ ہو رہا تھا۔ حالانکہ امیرالمومنین خود اس کے ساتھ ساتھ بھاگتے جا رہے تھے۔

حضرت عمرؓ کے لباس اور گفتگو کی سادگی سے وہ قاصد انہیں پہچان نہ سکا۔ اسے معلوم نہ ہو سکا۔ کہ وہ جن کی طرف دوڑا جا رہا ہے وہ خود اس کے ساتھ پیدل دوڑے جا رہے ہیں۔

جب مدینے کے دروازے میں دونوں داخل ہوئے تو ہر طرف سے السلام علیکم! یا امیرالمومنین کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

امیرالمومنین کی صدا سے وہ قاصد بہت گھبرایا۔ وہ ڈرنے لگا کہ خدا جانے اب اس بے ادبی کی لئے کیا سزا بھگتنا پڑے گی لیکن جب قاصد نے امیرالمومنین سے معافی چاہی تو آپ نے اس کے جواب میں کہا:

"یہ کوئی برائی کی بات نہیں۔ جو کام مجھے کرنا تھا میں نے کر لیا۔ میں اس نمائشی ادب اور ظاہری تعظیم کو خود ہی مٹانا چاہتا ہوں۔"

کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپ اپنے تئیں وقت کا حاکم نہیں سمجھتے تھے بلکہ خدا کی مخلوق کا خادم گردانتے تھے آپ اس پر بڑی کڑی نگرانی رکھتے تھے۔ کہ کوئی افسر، کوئی حاکم یا کوئی عہدیدار اپنے ماتحت مسلمانوں یا ذمیوں پر ظلم نہ کرے اور جبر سے کوئی ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔ اس دیکھ بھال کے لئے آپ نے اپنے جلیل القدر صحابیوں میں سے بعض کو نگران کے طور پر مقرر کیا ہوا تھا۔

آپ نے گورنروں تک کے لئے یہ قاعدہ بنا رکھا تھا کہ ان میں سے کوئی اپنے مکان کے آگے ڈیوڑھی نہ بنائے اور نہ دربان بٹھائے۔

ڈیوڑھی اور دربان سے فریاد کرنے والوں کو حاکم کے کانوں تک اپنی فریاد پہنچانے میں بہت سی دل توڑ دینے والی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس کے علاوہ حج کے موقعہ پر عام اعلان کر دیا جاتا تھا کہ اگر کسی کو اپنے حاکم وقت کے خلاف کوئی شکایت ہو تو وہ بیان کرے۔ اگر کسی کو اپنے حاکم کے خلاف شکایت ہوتی تھی اور وہ چھان پھٹک کے بعد درست ثابت ہو جاتی تو اسی وقت اس کا بدلہ چکا دیا جاتا۔

ایک حج کے موقعہ پر ایک شخص نے شکایت کی کہ اس کے علاقے کے حاکم نے اسے ناحق کوڑے مارے ہیں۔ اس معاملہ کو جانچا گیا جب حاکم کی زیادتی ثابت ہو گئی تو تو حضرت عمرؓ نے کھلم کھلا سب کے سامنے کوڑے لگوائے تا کہ دوسرے حاکموں کو زیادتی کا عبرتناک انجام معلوم ہو جائے۔

انصاف کے معاملے میں حضرت عمرؓ کسی مصلحت یا کسی کے مرتبے کی ہرگز پروا نہیں کرتے تھے۔

اُن کی زندگی ایک بے عیب اسلامی نمونہ تھا۔ لیکن آپ کہا کرتے تھے۔ کہ جو شخص میرے عیبوں سے مجھے واقف کرتا ہے۔ خدا اس پر رحمت کرے۔

آپ کبھی کبھی مسلمانوں کی ایمانی قوت کا اندازہ لگانے کے لئے ان سے پوچھ لیا کرتے تھے کہ اگر میں بے راہ ہو جاؤں تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟

(باقی صفحہ ۷ پر)

دعا

الٰہی! میں آیا ہوں تیرے حضور ٭ کہ پہلو میں دل ہے بہت ناصبور

بچا تو برائی کی ترغیب سے ٭ مجھے نیک بننے کی توفیق دے

ترے حکم سے منہ نہ موڑوں کبھی ٭ ترے راستے کو نہ چھوڑوں کبھی

نہ شیطان کا مجھ پہ بس چل سکے ٭ یہ آفت مری جان سے ٹل سکے

ترا نام لیوا رہوں جیتے جی ٭ نہ ہو یاد دل میں کسی غیر کی

میں دُنیا میں اس طرح زندہ رہوں ٭ مصیبت میں ہر اک کے کام آسکوں

ہو سب کے لئے خیر میرا وجود ٭ یہی نام ہے اور یہی ہے نمود

نمونہ بنوں حُسنِ اخلاق کا ٭ مرے دم سے پھیلے جہاں میں ضیا

دلوں کے اندھیرے مٹاتا رہوں

محبت کی شمعیں جلاتا رہوں

(لطیف انور)

خواتین کیلئے

حضرت عائشہ صدیقہ رض

حضرت ابوبکر صدیق رض جو ہمارے سب سے پہلے خلیفہ ہوئے ہیں حضرت عائشہ ان کی لڑکی تھیں۔ حضرت نبی کریم صلعم نے جن عورتوں سے نکاح کیا ان میں کنواری صرف آپ ہی تھیں۔ آپ اپنی روشن طبیعت اور عقلمندی کی وجہ سے بڑی مشہور ہیں۔ قربانی، سخاوت، اور مہمان نوازی میں بھی آپ کا درجہ بڑا بلند ہے۔

ایک دن آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا، چونکہ نبی کریم زاہدانہ زندگی بسر فرماتے تھے، دو دو مہینہ گزر جاتے تھے گھر میں آگ نہ جلتی تھی، فاقے ہوتے تھے، اس روز بھی جب اس معصوم اور سرکار دوجہاں کی بیوی نے روزہ رکھا ہوا تھا گھر میں ایک روٹی کے سوا کھانے کا کوئی سامان نہ تھا، اتفاق سے ایک مسکین عورت آ گئی اور اس نے سوال کیا۔ حضرت عائشہ نے لونڈی سے کہا "وہ روٹی اسے دے دو"۔ لونڈی نے حیران ہو کر جواب دیا آپ روزہ کس چیز سے افطار فرمائیں گی" حضرت عائشہ نے فرمایا تم روٹی دیدو، لونڈی نے روٹی دیدی شام کا وقت ہوا تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوا دیا، آپ نے لونڈی کو بلا کر کہا "یہ تیری روٹی سے بہتر ہے"۔ لونڈی دوسروں کے لئے قربانی کرنے کا بدلہ دیکھ کر بہت حیران ہوئی۔ اور چپ ہو رہی۔

فیّاضی اور سخاوت

حضرت عائشہ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ ہاتھ آتا تھا صدقہ کر دیا کرتی تھیں، حضرت عبداللہ ابن زبیر نے آپ کو اس عادت کے ترک کر دینے کو کہا تو آپ نے بہت برا منایا اور یہاں تک خفا ہوئیں کہ ان سے آیندہ بات چیت نہ کرنے کی قسم کھا لی، آپ ایسا کرتی تھیں کہ روپیہ اکٹھا کرکے تقسیم کیا کرتی تھیں۔ اس سلسلہ میں حضرت اسماء کی فیاضی اور بھی بڑھ کر تھی جو روز کا روز تقسیم کر دیا کرتی تھیں اور کل کے لئے کچھ نہ چھوڑتی تھیں۔

خدا اور رسول سے سچی محبت

جب مسلمانوں کی فتح کا زمانہ شروع ہوا اور مال غنیمت آنے لگا تو نبی کریم کی بیویوں کے دل میں بھی خیال پیدا ہوا کہ وہ بھی کیوں نہ اس مال سے کچھ فائدہ اٹھائیں اور راحت اور آرام سے زندگی بسر کریں یہ تجویز اور صورت نبی کریم صلعم کو کب منظور ہو سکتی تھی۔ اس خیال کو جب انہوں نے نبی کریم کی خدمت میں پیش کیا تو آپکی طبیعت میں بے چینی پیدا ہو گئی اور آپ نے عہد کر لیا کہ ایک ماہ تک بیویوں سے نہ ملیں گے، ایک بالا خانہ پہ تنہا رہائش اختیار کر لی ایک ماہ کے بعد جب حضور بالا خانہ سے نیچے اترے بیویوں کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں اطلاع دے دوں۔ تمہارے سامنے دو چیزیں ہیں، دنیا اور آخرت، اگر دنیا چاہتی ہو تو آؤ آج تمہیں رخصتی جوڑے دے کر شان و شوکت اور عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر آخرت چاہتی ہو اور ہمیشہ کی زندگی کی طلبگار ہو تو خدا اور اس کا رسول کافی ہے" یہ سن کر حضرت عائشہ سے نہ رہا گیا، فرمایا

"میں سب کچھ چھوڑ کر
خدا اور اس کے رسول
کو لیتی ہوں"

دوسری بیویوں نے بھی اس کی پیروی کی، حضرت عائشہ کو نبی کریم سے بے انتہا محبت تھی۔ آپ مسواک کرتے تو حضرت عائشہ اسے بار بار دھو کر دیا کرتی تھیں۔

نبی کریم صلعم کی وفات کے وقت حضرت عائشہ کی عمر ۱۸ سال کی تھی اور آپ نے ۴۸ سال بیوگی کی حالت میں گزارے، اور اس دوران میں پیارے نبی کی پیاری باتوں کو دوسروں تک پہنچاتی رہیں۔

معاف کر دینا

اپنے دشمن یا مخالف کو معاف کر دینا بہت بڑے اخلاق والے انسان کا کام ہے، حضرت عائشہ کے عزیز بھائی محمد بن ابی بکر کو حضرت معاویہ نے قتل کر دیا تھا، ایک بہن کو بھائی کے قاتل سے کب انس ہو سکتا ہے، اور اس کے دل میں اس کی کب عزت ہو سکتی ہے۔ لیکن حضرت عائشہ اس اعلےٰ اخلاق کی مالک تھیں کہ جب انہوں نے یہ سنا کہ معاویہ کسی فوج کے سپہ سالار ہو کر گئے ہیں تو ان کی واپسی پر آپ نے ایک شخص سے پوچھا کہ اس جنگ میں امیر معاویہ کا فوج کے ساتھ کیسا برتاؤ تھا؟ اس شخص نے کہا اچھا تھا، سب لوگ اس کی تعریف کرتے رہے۔ اگر کسی کا اونٹ مر جاتا تو اس کی جگہ اونٹ اور گھوڑا مرتا تھا تو اس کی جگہ گھوڑا۔ اور اگر غلام بھاگ جاتا تھا تو دوسرا غلام دے دیتے تھے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ نے فرمایا، خدا کی پناہ اگر میں اس لئے ان سے دشمنی رکھوں کہ انھوں نے میرے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔ کیونکہ میں نے نبی کریم صلعم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ہے "کہ جو شخص میری امت کے ساتھ مہربانی کرے اس سے مہربانی کرو، اور جو سختی کرے اس سے سخت ہو جاؤ"

حضرت عمر فاروق رض

(بسلسلہ از صفحہ نمبر ۶)

چنانچہ ایک دفعہ حضرت سعد رض نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا اے عمر رض! اگر تم شریعت سے ذرا بھی ادھر ادھر ہوئے تو ہم تلوار سے تمہاری گردن اڑا دیں گے۔

امیرالمومنین یہ سخت جواب سن کر بالکل ناراض نہ ہوئے۔ بلکہ آپ نے حضرت سعد کی سچی بات پر خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ اس امت میں خیر اسی وقت تک رہے گی جب تک اس میں تم ایسے لوگ رہیں گے۔

امیرالمومنین کا وجود مسلمانوں کے لئے خیر اور برکت کا سبب تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ اللہ تعالےٰ سے اس قدر ڈرتے تھے کہ آپ نے ایک دفعہ کہا:۔

"کاش! میں گھاس
ہوتا اور مویشی مجھے
کھا جاتے اور میں
آخرت کے عذاب
سے چھوٹ جاتا"

(ل-س)

اسلام کا روحانی نظریۂ حیات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اسلام کے جمہوری نظام کا احیاء

از جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

دنیا میں اس وقت دو نظاموں کا باہمی ٹکراؤ ہے۔ ایک طرف اشتراکی نظریۂ حیات ہے۔ بظاہر یہ نظام اس لئے وجود میں آیا تا جمہور کو آزادی و خوشحالی نصیب ہو لیکن یہ بھی عجیب بات ہے کہ اسی کے باعث ایک ایسا نظام مملکت ظہور میں آ گیا ہے کہ جس سے بڑھکر آج تک دنیا میں زیادہ سخت گیر اور کوئی نظام پیدا نہیں ہوا۔ اس میں کسی فرد کو مملکت کے نظریہ کے مخالف نہ صرف کسی فعل کی اجازت نہیں بلکہ کوئی شخص اس کے متضاد کوئی رائے نہیں رکھ سکتا۔ اشتراکیت کی ابتدائی اپیل جمہور و عوام کو آزادی دینا ہے اور اس کی انتہاء ایسی متشدد و جابرانہ نظام پر جا کر ختم ہوتی ہے کہ جہاں کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہیں حد ہی نہیں کہ اشتراکی نظریہ سے اختلاف رکھنے والے کو برداشت نہیں کیا جاتا بلکہ یہ کہ وقت کی سب سے بڑی متقدر ہستی سے ادنیٰ اختلاف بھی گردن زدنی ہے چنانچہ روس میں تازہ ترین تطہیر اس کا زندہ ثبوت ہے۔ اس امر کے تسلیم کرنے میں قطعاً کلام نہیں کہ اشتراکی نظام کے قیام و بقا کا راز اس کے جبر و تشدد ہی میں پنہاں ہے دوسری طرف اس کے مد مقابل سرمایہ دارانہ یا جمہوری نظام ہے۔ جیسے کہ اس کے نام سے ہی ظاہر ہے یہ اپنی جگہ دعویدار ہے کہ عوام کی آزادی کا صحیح معنوں میں یہی نظام علمبردار ہے اس قدر تو صحیح ہے کہ مثل اشتراکیت کے یہاں پولیس اور پستول کی دھمکی موجود نہیں اور حکومت کے نمائندے بظاہر جمہور کی آزاد رائے شماری سے منتخب کئے جاتے ہیں۔ مگر سوال یہاں بھی یہی پیدا ہوتا ہے کہ جمہور اپنی رائے دہندگی میں حقیقتاً کہاں تک آزاد ہیں؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ برسراقتدار و مفاد پرست طبقہ کو وہ تمام ذرائع و مواقع میسر ہیں جس سے وہ عوام کے ذہنوں کو متواتر و مسلسل متاثر و مرعوب کرتے رہتے ہیں؟ نتیجہ بالآخر یہاں پر بھی وہی ہے کہ جمہور فی الواقع آزاد و بے خوف نہیں۔

بظاہر یہ دونوں نظام ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں جیسے دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہے ایسا ہی نتائج کی رو سے بھی دونوں اپنے دعوے کا ابطال کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ دراصل اس کا باعث یہ امر ہے کہ ان دونوں نظاموں کا وجود مادہ پرستی پر قائم ہے انسان کے سطحی علم و عقل کا تقاضا ہے کہ وہ ظاہرا شئے کو جلد تر دیکھ لیتا ہے اور اسی میں اپنی نجات کو مضمر سمجھنے لگتا ہے چنانچہ یہ دونوں نظام غایت پرستی [illegible] ہیں اور ان دونوں کے نزدیک مادیت میں انسانی فلاح و بہبود پنہاں ہے۔ دونوں مادیت کے سامنے سربسجود ہیں کیا مادہ سے اصل تعلق لگا کر اور اس پر سچی محبت کر کے کیا انسانی روح حقیقی ترقی و نجات حاصل کر سکتی ہے؟ جبکہ مادی علماء اور معبود مادیت کو بنا لیا جاوے تو ہم کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ روح نے سچی آزادی حاصل کر لی؟

اولاً تو یہ خیال ہی نہایت پست وادنیٰ معلوم ہوتا ہے کہ انسانی روح کی تسکین مادیت میں مضمر سمجھی جائے۔ دوم یہ بات وسیع تجربہ کے برخلاف ثابت ہوئی ہے اس لئے کہ اگر یہ امر صحیح ہوتا تو جس قدر مادی ترقی آج انسان نے حاصل کر لی ہے اس کی نظیر پہلے کبھی نہیں ملتی مگر ایسی ترقی کے باعث جس قدر اطمینان و تسلی انسانی قلب کو آج میسر آنی چاہئیے تھی اس کا عشر عشیر بھی اسے حاصل نہیں بلکہ برعکس ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ بے چینی و اضطراب کی ایک عالمگیر لہر اٹھی ہوئی ہے۔ پس اس بات کے ماننے کے بجز چارہ نہیں کہ مادیت پر مقدرت سے فتح پا لینا انسانی نجات کے لئے کافی نہیں۔ اگر یہ سوال ہو کہ کیوں انسانی قلوب مادیت کے حصول سے سچی تسلی نہیں پا سکتا تو اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ ایک مستعار عرضی و فانی شئے کیونکر اس کی تسکین کا موجب بن سکتی ہے؟ اسے تو ایک سرچشمہ کی تلاش ہے جو ابدی و دائمی ہونے کے علاوہ ہر خیر و نیکی اور صداقت کا منبع ہو۔ پس کوئی ایسا نظام جو مادیت پر بنا ہے کبھی سچے اطمینان کا باعث ہو سکتا ہے نہ وہ روح کو حقیقی آزادی بخش سکتا ہے۔ انسانی تہذیب میں یہ ایک بنیادی خلا ہے جسے صرف وہی نظام پُر کر سکتا ہے جو روحانی ہو۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہی سچ فرمایا ہے۔

[illegible]

جن مورکھوں کو کاموں پر اس کے یقین نہیں
پانی کو ڈھونڈتے ہیں بہ حسرت وہ سراب میں

یاد رہے اور رہے کہ آج سے تیرہ سو سال قبل اسلام اٹھا تمام دنیا اس وقت پستی و قعر مذلت میں غرق تھی مگر صرف پچیس سال کے قلیل ترین عرصہ میں اس نے بالکل ایک نئی روح پھونک دی کیونکہ انسان کی پوشیدہ صلاحیتوں کی نشو و نما ہوئی کہ جس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے۔ ارتقاء کی یہ عالمگیر لہر صرف کسی ایک پہلو پر مبنی نہ تھی بلکہ انسان کی جملہ ذہنی، اخلاقی اور روحانی استعدادوں پر مشتمل تھی۔ ملک عرب کا یہ معجزہ آج تک عقلمندوں کے لئے حیرت و استعجاب کا باعث بنا ہوا ہے۔ مستشرقین کا یہ تسلیم کرنا کہ کسی ایسے انقلاب کا تم پتہ نہیں دے سکتے آج تک اسی طرح قائم دائم ہے۔ جیسے پہلے روز تھا دیکھو [illegible] بے نظیر کا یہ دعویٰ ہے اگر ایک طرف قرآن کریم کی جامع کامل تعلیم کے متعلق ہے تو دوسری طرف اس انقلاب عظیم کے بارہ میں صادق ہے جو آنحضرت صلعم کی قوت قدسی سے دنیا میں انسانی زندگی میں ظہور میں آیا۔ موجودہ زمانہ میں علم و ہنر کی ارتقائی ترقی چمک دکھلا رہی ہے یہ بھی اسی دور کی ایک شعاع ہی ہے۔ مغربی دنیا میں جسے نشاۃ ثانیہ کا دور کہا جاتا ہے اب یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ کر مسلم ہو چکی ہے کہ اس علمی دور کی ابتداء مغربی دنیا کا اسلام سے (Contact) لگاؤ ہوا تھا۔ زمانہ وسطیٰ میں یورپ جہالت توہم پرستی اپنے علمی و ذہنی افلاس کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں جب [illegible] اٹھا اس وقت علم و آزادی کے نور کی کرنیں سب سے پہلے سپین کی اسلامی تہذیب سے پھوٹیں [illegible] جستجو اور تفتیش و تلاش علم کی روح مغربی دنیا میں اسلامی تہذیب سے مستعار لی گئی۔ جب تک مغرب میں باطل مذہبی نظام کی وحدت کا نعرہ بلند ہوتا رہا تب تک لوگوں کے ذہن ورثہ میں ماؤف رہیں۔ جب تک جھوٹے و خود ساختہ مذہبی خداؤں نے اپنے پیروؤں کے دل و دماغ پر قبضہ جمائے رکھا تب تک یورپ میں کوئی ترقی نہ ہو سکی، بلکہ اندھی عقیدت، خوش اعتقادی اور مذہبی اتحاد و نظام کے نام پر ان پیشواؤں نے اپنی حرص و ہوا کے رذیل جذبات کی پرورش کے تمام سامان مہیا کئے۔ مذہب کو جس کا مقصد جمہور کو آزادی بخشنا اور ان کی روحوں کو جلا دینا ہوتا ہے عوام کے کچلنے اور انہیں غلامی کی بدترین لعنت میں گرفتار کرنے کا ذریعہ بنایا گیا۔

اسلامی آزادی کا صحیح مفہوم

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام نے کیونکر جمہور کو آزادی کے علم و نور سے منور کیا؟ اس کا جواب ایک ہی جملہ میں دیا جا سکتا ہے کہ اسلام نے انسانوں کے قلوب میں کامل توحید کا سبق گاڑ دیا تھا۔ صرف ایک معبود حقیقی کی پرستش کرنا اور صرف ایک ہی ذات برتر سے قلبی لو لگانا انسان کی عملی زندگی میں ایک ایسا پیغام ہے کہ جس سے باقی تمام مقاصد ہیچ و ادنیٰ ہو کر رہ جاتے ہیں اس کے برخلاف نہ کسی چیز کی حرص و آرزو باقی رہ جاتی ہے اور نہ کسی انسان کا خوف و ڈر۔

جب عملی زندگی میں یہ قلبی کیفیت کامل توحید کے مقام پر قائم ہو جائے تو وہ حالت لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون کی اس قسم کی ہوتی ہے کہ جو اندرونی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں بہترین ممد و معاون ثابت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی حکیمانہ تعلیم نے توحید کو اول مقام پر رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا! واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا۔ صرف ایک ہی معبود کی پرستش بجا لاؤ اور یہ پرستش ایسی غالب ہو کہ اس میں کوئی دوسری چیز شریک نہ ہو۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء۔ خدا شرک کو معاف نہیں کرتا لیکن اس کے ماسوا جو چاہے وہ معاف کر دے اس میں بھی راز یہی مضمر ہے کہ انسانی صلاحیتوں کی بربادی اور ان کے کچلنے میں جس قدر مادی اشیاء کی حرص و تمنا یا دوسرے انسانوں کا خوف شامل ہوتے ہیں ویسی تباہی کسی اور طرح ممکن نہیں اور جو اطمینان و تسلی اس ذات سے سچا تعلق لگانے سے حاصل ہوتی ہے جو کہ جمیع صفات حسنہ کا مبدء و منبع ہے وہ کسی

دوسری طرح ممکن نہیں۔ اس لئے قرآن کریم نے کہا: الذین امنوا اشد حبًا للّٰہ۔ تمام دنیا اور ما فیہا سے بڑھ کر جذبہ محبت مومنوں کا خدا سے لگاؤ ہوتا ہے۔ قلبی تسلی کے حصول کا ذکر فرماتے ہوئے کہا الذین امنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللّٰہ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب خدا کے ذکر سے ہی مومنوں کے قلوب تسکین پاتے ہیں یقینًا یہ بات یاد رکھو کہ خدا کے ذکر کے سوا اور کسی چیز سے انسانی روح سچا اطمینان نہیں پا سکتی۔ جن نظاموں کی تگ و دو صرف مادی نظاموں تک محدود ہو وہ کہاں کب سچی تسلی و اطمینان دلا سکتے ہیں؟ کیونکر اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب انسانی روح اس سرچشمہ خیر و خوبی کے آستانہ پہ جھکنے والی ہو جو ابدی اور دائمی ہے۔

اسلام کا مغربی دنیا پر احسان عظیم

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مغربی دنیا میں علم و سائنس کو فروغ تب ملا جب اس نے اسلامی تہذیب سے آزادی و تحقیق کی روح کو حاصل کیا لیکن یہ وہ وقت تھا جب اسلامی تمدن اگرچہ دنیاوی رنگ میں اپنے نقطۂ عروج پہ پہنچ چکا تھا مگر اخلاقی و روحانی لحاظ سے رو بہ تنزل تھا نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب نے اسلامی تحقیق و جستجو کی سپرٹ کو مادی دنیا میں تو اپنا لیا لیکن اخلاق و روحانی میدان میں اس سے محروم ویسے نصیب رہا۔

بہرحال اس امر کے تسلیم کرنے میں قطعًا کوئی کلام نہیں کہ علم و سائنس کا موجودہ مغربی دور اسلامی آزادئ روح و تحقیق حق کا مرہون منت ہے لیکن یہ کس قدر تکلیف دہ امر ہے کہ جس مذہب کی بدولت مغربی دنیا نے جہالت و توہم پرستی کی غلامی سے نجات پائی اسی پر مغرب نے غلامی کو فروغ دینے کا الزام تھوپا! ازمنہ وسطیٰ میں سیاست کے میدان میں صلیبی جنگوں کے باعث یورپ کو جو دشمنی اسلام سے پیدا ہو گئی تھی بیشتر یہ اسی عداوت کا نتیجہ ہے۔

اسلام دنیا میں وہ پہلا مذہب ہے جس نے نہایت سختی سے اپنے پیروؤں کے اندر سے اس ذہنیت کو کچل کر رکھ دیا کہ ان کے اندر علماء پرستی یا پیر پرستی کا کوئی نظام کارفرما ہے۔ یہی باعث ہے کہ جہاں دوسرے مذاہب میں خاص خاص طبقے یا افراد مذہبی عبادت کرانے کے لئے مختص ہیں وہاں اسلام میں ہر شخص نماز دا صنہ کے فرائض بجا لانے اور اس میں دوسروں کی رہبری کرنے کا مستحق ہے بشرطیکہ وہ اس کی اہلیت رکھتا ہو۔

جملہ نسلی، لونی، لسانی اور جغرافیائی حدود کو مٹا کر اسلام نے یکسر مٹا کر رکھ دیا جب یہ فرمایا انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ و جعلناکم شعوبًا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم۔ دیکھو ہم نے تمہیں ایک ہی قسم کے مرد و عورت کے جوڑے سے پیدا کیا ہے بیشک تمہارے اندر مختلف قبائل قومیں موجود ہیں جن کا مقصد صرف اسی قدر ہے کہ باہمی ایک دوسرے سے تمیز کر سکو لیکن جہاں تک فضیلت و عزت کا سوال ہے اس کا انحصار صرف اس بات پر ہے کہ تم میں سے کون اپنے حقوق اور ذمہ داریوں کو احسن طور پر ادا کرتا ہے۔

اس آیت شریفہ نے کس وضاحت سے ایک طرف قوموں و قبائل کے اختلاف کے اصل مقصد کو بتلا دیا تو دوسری طرف تمام حقیقی انسانی شرف و فضیلت کا معیار سامنے بیان کر دیا ہے۔ اہلیت و قابلیت ہی قرآن کریم کے نزدیک ایسا معیار ہے جس پر عزت و شرف کا انحصار ہونا چاہیئے اور اسی کے مطابق فرائض و ذمہ داریوں کو سونپنا مناسب ہے جیسا کہ ارشاد ہوا:-

ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔

جس قدر ذمہ داریاں اور فرائض ہیں ان کی سپردگی کے وقت دیکھ لیا کرو کہ کون افراد اس کے بہترین اہل ہیں اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو تمہارا فیصلہ عین انصاف و عدل پر مبنی ہو۔ اس آیت شریفہ میں جس امر کے بارہ میں منصفانہ فیصلہ کرنے کا حکم ہے وہ در اصل یہی فرائض و ذمہ داریوں کی سپردگی کا معاملہ ہے کیونکہ دنیا میں اغلبًا سب سے بڑی بے انصافی اس وقت واقع ہوتی ہے جب اہلیت و قابلیت کے اصل معیار کو ترک کر کے کسی دوسرے دنیاوی معیار یعنی نسلی و قبائلی یا دولت و مرتبت کی بناء پر فرائض تفویض کر دیئے جاتے ہیں۔

تاریخ اسلام میں اعلیٰ سے اعلیٰ رتبہ و عہدہ ان افراد کو دیا گیا جو اس کی اہلیت رکھتے تھے گو نسلی و مالی لحاظ سے وہ ادنیٰ سمجھے جاتے تھے، ابتدائی دور میں قریشی النسل سرداروں پر غلاموں کو فوقیت دیکر ان کا جرنیل بنایا گیا عبادات و ارکان دین کی ادائیگی میں بھی امامت کا درجہ ایسے افراد کو عطا ہوا جو اس کے فی الواقع اہل تھے نہ کہ انہیں جو دولت و حکومت کے مالک تھے۔

اس میں شک نہیں کہ اسلامی سوسائٹی اشتراکی نظام سے اس امر میں مختلف ہے کہ اس میں مؤخر الذکر کی طرح دولتمندوں اور حاکموں سے نفرت و عداوت کی تعلیم دی گئی۔ لیکن اسلامی نظام میں صاحب ثروت و اقتدار اشخاص کے لئے محض ان کی دولت و حکومت کے باعث کوئی خاص عزت کی جگہ حاصل نہیں اسلامی سوسائٹی انہیں صرف برداشت کرتی ہے مگر انہیں ان کے مال و وجاہت کے باعث کوئی خاص اہمیت و وقعت نہیں دیتی۔ اہل عزت و شرف ان اصحاب کا حصہ ہے جو اخلاق عالیہ میں سبقت رکھنے والے ہوں، جو خدمت خلق کے جذبہ سے معمور ہوں، جو اہل علم و اہل حکمت ہوں، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے فرائض نبوت میں کہیں یہ نہیں فرمایا کہ آنحضور صلعم کا اصل مقصد اپنے کامل پیروؤں کو دولت و مال عطا کرنا یا ثروت و حکومت سے ہمکنار کرنا ہے بلکہ فرمایا یتلوا علیھم ایٰتہ و یعلمھم الکتٰب و الحکمۃ و یزکیھم۔ آنحضور کا انتہائی مقصد کامل متبعین کو پاک و صاف کرنا ہے دوسرے الفاظ میں انہیں اخلاق فاضلہ کے بلند درجات پر پہنچانا ہے اور یہ بات دو ذرائع سے تکمیل پذیر ہوتی ہے۔ خدائی آیات کی تلاوت اور علم و حکمت کی تعلیم سے۔

مسابقت خیر کا فطرتی جذبہ

سرمایہ دارانہ نظام نے اپنے نظریہ حیات میں مسابقت کے جذبہ کو مادیت سے منسلک کر رکھا ہے یہاں انسانی سعی و جہد کا سارا محرک بڑھ چڑھ کر مادیت پر قبضہ حاصل کرنا ہے۔ اس کے برخلاف اشتراکی نظام نے اس کے رد عمل میں مسابقت کے جذبہ کو ہی مٹا دینا چاہا ہے لیکن چونکہ یہ بات غیر فطرتی ہے کہ بغیر کسی تحریک کے انسان اپنی صلاحیتوں کے بروئے کار لانے میں پوری پوری جدوجہد کو کام میں لائے اس لئے اشتراکی نظام یہاں بھی بری طرح ناکام ہو رہا ہے۔ کس قدر کمال دین اسلام کا ہے کہ جس نے ایک طرف تو مادیت میں مسابقت کے جذبہ کو ترقی دینا پسند نہیں کیا نہ ہی اس راہ میں آگے نکل جانے والوں کو مقام عزت و شرف بخشا ہے لیکن دوسری طرف اس دین نے یہ بھی نہیں کیا کہ غیر فطرتی طور پر یہ حکم دے دیا ہو کہ تمہارے اندر مسابقت کا جذبہ ہی نہ رہے، بلکہ نہایت حکیمانہ رنگ میں یہ حکم دیا و لکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات اینما تکونوا یات بکم اللّٰہ جمیعًا۔

ہر قوم و ہر فرد کا اپنا اپنا مطمح نگاہ ہے جس مقصد کے حصول میں وہ ساری سعی و جہد لگا دیتے ہیں۔ تمہارے پیش نظر یہ جذبہ ہو کہ کون نیکی و خیر کی دوڑ میں آگے نکل جاتا ہے اگر فی الواقع تمہارے اندر مسابقت کا یہ فطرتی جذبہ کام کرے گا تو ہم تمہیں یہ بتلا دیتے ہیں کہ اس کا آخری نتیجہ یہ نکل کر رہے گا کہ تم سب باہمی عداوت و نفاق کی لڑائی میں پڑنے سے بچ جاؤ گے کیا ہی آب زر سے لکھنے کے قابل یہ آیت شریفہ ہے کس قدر اعلیٰ امور کو جمع کئے ہوئے ہے اولًا مسابقت کے فطرتی جذبہ کو کچلا نہیں گیا بلکہ اسے برقرار رکھا گیا ہے دوم اس جذبہ کو سفلی و مادی تو اہشات سے منسلک کرنے کی بجائے اسے علوی و آسمانی آرزوؤں سے وابستہ کر دیا ہے، سوم یہ بتلا دیا ہے کہ سفلی و مادی ہوا و حرص کا آخری نتیجہ سفلی جذبات حرص و حسد ہو کر باہمی عداوت و دشمنی ہوتا ہے وہاں مسابقت کو خیر و نیکی کی راہ میں لگا دینے کا بالآخر نتیجہ اخلاق عالیہ میں ترقی کے باعث باہمی اتحاد و اتفاق ہو جاتا ہے۔ قرآن نے ایک اور جگہ اسی مضمون کو دوسرے پیرایہ میں بیان فرمایا جہاں کہا:-

و لو شاء اللّٰہ لجعلکم امۃ واحدۃ و لکن لیبلوکم فی ما اتٰکم فاستبقوا الخیرات۔

اگر ہمارا منشاء ہوتا تو ہم تمہاری ایسی صورت بنا دیتے کہ تمہارے درمیان کسی قسم کا اختلاف رہنے ہی نہ دیتے لیکن یہ اختلاف (رتبہ، مال اور نسل و لون کے) ہم نے رکھے تو ضرور ہیں لیکن مقصد ان سے تمہاری اندرونی و اعلیٰ صلاحیتوں کا اجاگر کرنا ہے۔ پس لازم ہے کہ تم خیر و نیکی میں مسابقت کے جذبہ سے سرشار ہو جاؤ۔ پھر تم دیکھ لوگے کہ یہ تمہارے اختلاف ادنیٰ ہو کر رہ جاتے ہیں اور حقیقی محبت و اخوت گھر کر جاتی ہے۔ یہ محض تخیل ہی نہیں بلکہ ایک زندہ حقیقت ہے جو آج سرمایہ دارانہ نظام نے الم نشرح کر دی ہے یعنی یہ کہ مادی مسابقت رذیل اخلاق کے نشوونما میں بہترین ممد ہے اور اس لئے انسانی روح کی بے چینی و اضطراب اور عداوت و دشمنی لانے کی سہل ترین راہ۔

اسلامی سوسائٹی کا انحطاط و زوال

اہلیت و قابلیت کی بجائے نسل و حسب نسب اور مال و دولت سے ذمہ داریوں کو وابستہ کرنا اور عزت و شرف کو اخلاق عالیہ کی بجائے ثروت و مرتبت سے منسلک کر دینا جاہلی زمانہ کا تصور تھا جسے اسلام نے یکسر مٹا کر رکھ دیا چنانچہ حکومت اور دینی امامت کے فرائض ابتدائی ایام میں قابلیت، تقوے اور خدمت کے معیار پر تفویض کئے جاتے تھے یہاں تک کہ تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ نظر آتا ہے کہ بادشاہ رعایا کے انتخاب سے چنا گیا ہو، خلفاء اسلام نے اپنی عملی زندگی سے ثابت کر دیا کہ وہ سچے

معنوں میں ان کے خادم تھے نہ کہ ان کے مخدوم۔ اگر آزادی و جمہوریت کی روح عوام میں اس قدر سرایت کر چکی تھی کہ وہ بلا کسی رو رعایت کے محض اہلیت کی بنا پر اپنے میں سے کسی بہترین انسان کو حکومت کے لئے انتخاب کرتے اور اس طرح فرمانِ حکم

اِنَّ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَهْلِهَا

کی صحیح معنوں میں پیروی کرتے تو اس کے بالمقابل وہ اصحاب جن کے سپرد حکومت جیسی کڑی ذمہ داری کی جاتی اپنے عمل سے اس امانت کی ادائیگی کے اعلیٰ اہل اپنے آپ کو ثابت کر دکھلاتے تھے لیکن نورِ نبوت سے دوری کے باعث بعد میں حکومت خاندانی ورثہ میں منتقل ہو گئی خواہ وارث نہایت نااہل و نکما انسان ہی کیوں نہ ہو۔ یہ پہلی کاری ضرب تھی جو اسلامی آزادی و جمہوریت کی روح پر لگائی گئی۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے جیسے کہ اکثر لوگ غلطی کرتے ہیں کہ اسلامی سوسائٹی میں سے وہ روح ہی مفقود ہو گئی تھی بلکہ اس کا اثر صرف حکومت اور اس کے کارندوں تک محدود رہا۔ عام سوسائٹی میں عزت و شرف کا معیار اخلاقِ عالیہ، خدمتِ خلق کا جذبہ، اور تقویٰ شعاری ہی صدیوں بعد تک قائم رہے بلکہ یہ جذبہ خود حکومت کے بارہ میں بھی بار بار عود کرتا نظر آتا ہے چنانچہ تاریخ ہند میں خاندانِ غلاماں کا عروج دیکھتے ہیں جہاں بادشاہوں نے اپنے بعد اپنے غلاموں کو تاج و تخت سپرد کئے۔

مرورِ زمانہ سے آہستہ آہستہ نسلی و قبائلی استحقاق کا نظریہ سوسائٹی کے ہر شعبہ میں سرایت کرتا گیا حتیٰ کہ امامت، دینی پیشروی کے میدان میں بھی بجائے اہلیت کے یہی معیار تسلیم کر لئے گئے۔ چودھویں صدی میں مسلمانوں کے زوال کی حالت یہاں تک گر گئی کہ تقوےٰ، دینداری، خدمت وغیرہ اعلیٰ صفات کی بجائے صرف یہ دیکھا جاتا کہ کوئی شخص کسی بزرگ کی گدی پر متمکن ہے؟ کوئی آباؤ اجداد کے مسند پر بیٹھنے میں کیسے ہی ذرائع استعمال کر کے کامیاب ہو جائے تو پھر یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ اس کے ذاتی اعمال و اخلاق اور علم و قابلیت کیسے ہیں۔ پیر پرستی کا یہ خطرناک طوفان اس وقت تک مسلمان قوم میں ہلاکت و فلاکت کا موجب بن رہا ہے، جہلاء و توہم پرست طبقہ نے انسانوں کو وہ مرتبہ دے رکھا ہے جو خدا اور اس کے رسول صلعم کا حق ہے اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا پورا پورا نقشہ مسلمان اپنے عمل سے پیش کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے احکام کا پتہ ہے نہ سنت نبوی صلعم سے خبر مگر علماء و پیروں کے خلاف شرع و اخلاق احکامات کی بجا آوری کے لئے ایسا شور و ولولہ کہ اگر کوئی اس بارہ میں ذرہ بھر اختلاف کرے تو فوراً گردن زدنی قرار دیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود کا کارنامہ

خدا تعالیٰ نے جو دین اسلام کا خود محافظ و نگہبان ہے بمطابق اپنے وعدہ صادقہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کے عین وقت پر اپنے امام صادق و مسیح وقت کو مبعوث کیا۔ منجملہ دیگر امور کے حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمان قوم کو خدا و رسول صلعم کی تابعداری کی طرف بلایا اور بموجب ارشاد الٰہی اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ پر قائم کر دیا۔ آپ کا اپنا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا ہے جن پر قطعی وحی ولایت کا نزول ہوتا ہے۔ لیکن ایسے اہم دعوے کے باوجود اپنے بارہ میں بھی اطاعت کا اصول یہی قائم رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنے الہام و وحی کو خلاف قرآن و سنت پاؤں تو اسے ردی کی طرح پھینک دوں خود اپنے دعوے کو تسلیم کرانے پر بھی اسی لئے تاکید کی کہ اس سے خدا و رسول صلعم کے احکام کی متابعت لازم آتی ہے۔

جن امور میں آپ کا اپنا اجتہاد ہو ان میں اپنے ساتھ اختلاف کو جائز قرار دیا۔ شیخ قمردین صاحب مرحوم جہلم والے ــــ کی بابت مشہور ہے کہ آپ حضرت عیسےٰؑ کے باپ ہونے کے قائل تھے۔ کسی نے حضرت اقدسؑ سے ذکر کیا آپ نے شیخ صاحب سے وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ قرآن میں ان کے نزدیک ایسا ہی معلوم دیتا ہے۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ بہت اچھا اگر آپ کے نزدیک قرآن سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے تو آپ ایسا اعتقاد رکھنے میں حق بجانب ہیں۔

حضرت اقدسؑ نے روحوں کی حقیقی و صحیح آزادی برقرار رکھنے کے تمام وہ ذرائع جمع کر دیئے تھے جن سے اندرونی اعلیٰ صلاحیتوں کا نشوونما ممکن ہے۔ ایک طرف سچے مصلح وقت کی مانند آپ کی تاکید یہ تھی کہ جہاں دوسری تمام اقوام دنیا پرستی میں غرق ہیں وہاں آپ کی جماعت اس شرک سے اجتناب کر کے ایک خدائے لم یزل سے لو لگانے والی ہو تو دوسری طرف آپ نے جماعتی نظام کے بارہ میں ایسا جمہوری طریق کار قائم کر دیا کہ جس سے فرد واحد کی اطاعت اور پیر پرستی کا قلع قمع منظور تھا چنانچہ نظم و نسق کے جملہ اختیارات اپنے بعد صدر انجمن کو تفویض

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲-۳)

سچی باتیں

محشر سے پہلے

ایک سائنسی مقالہ سے :-

"یہ بات ظاہر ہے کہ مجرم ہونے کے بعد پہلے تو ملزم ہی کی حیثیت سے پیش ہوتا ہے اور حتی الامکان اپنی معصومیت کا اقرار اور ارتکاب جرم سے قطعی بے تعلقی ظاہر کرتا ہے۔ ملزم کے جھوٹ سچ کا یقین کرنے کے لئے اب ایک آلہ استعمال ہوتا ہے جس کا نام لیے ڈی گراف ہے۔ مجرم کے بازو پر باندھ کر اس سے چند سوالات کئے جاتے ہیں جن کی ابتداء نہایت سادہ سوالات سے ہوتی ہے۔ مثلاً آپ کا کیا نام ہے؟ کیا آپ سگریٹ پیتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ، رفتہ رفتہ ملزم کو ارتکاب جرم کی جانب لایا جاتا ہے۔ اور اس کے جرم کے متعلق سوالات شروع کئے جاتے ہیں جیسے ہی وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے دوران خون میں فوری اضافہ ہو جاتا ہے۔ جو ایک گراف کے ذریعہ ظاہر ہو جاتا ہے اچھے اچھے مجرم بھی اس آلہ کو دھوکہ دینے میں ناکام رہتے ہیں۔"

لیجئے۔ ایسا آلہ ٹھیک مادی ذریعوں سے ایسا نکل آیا، جس کے سامنے جھوٹ بولنا، جس کو دھوکا دینا ناممکن ہو گیا۔ پھر جو انسان کے لطیف سے لطیف تر حسیات سے پوری طرح باخبر ہے جس کے لئے گھر سے گھرا باطن بالکل ظاہر کی طرح مرئی ہے، اسے یا اس کے کارندوں کو دھوکا دینے کی۔ اس سے بات چرا جانے کی کیا صورت ممکن ہے؟ عقل سلیم اس امکان کو کس طرح تسلیم کرتی ہے؟ مادیات میں جتنی بھی ترقی ہوتی جاتی ہے، روحانیات کے لئے نظیریں کیسی کیسی فراہم ہوتی جاتی ہیں، اور نئی نئی ایجادیں حقائق ازلی کی تقریب فہم کے لئے کیسے کیسے مضمون پیدا کرتی جاتی ہیں!

بڑی خوشخبری

کراچی۔ ۱۰ر جولائی۔ آج وزیراعظم پاکستان مسٹر محمد علی نے ایک پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ پاکستان کو جمہوریہ بنانے کے سوال پر مسلم لیگ اسمبلی پارٹی اپنے آئندہ اجلاس میں غور کرے گی انہوں نے اعلان کیا کہ پاکستان کا آئین اسلامی سوشلزم، جمہوریت اور انصاف کے اصول پر بنایا جائے گا۔ انہوں نے واضح الفاظ میں کہا کہ پاکستان ایک اسلامی جمہوریہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے کبھی سیکولر (لادینی) کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ البتہ ہم پاکستان میں ملائیت کا اقتدار قائم نہیں ہونے دیں گے۔ اس لئے کہ اسلام ملائیت کو تسلیم نہیں کرتا"

اس سے بڑھ کر خوشخبری ایک مسلمان کے لئے کیا ہو سکتی ہے۔ کہ دستور کی بنیاد اسلامی جمہوریت پر رہے گی۔ لیکن لفظ ملائیت اب بھی تشریح طلب ہے اگر ملائیت کے معنی پاپائیت کے ہیں، تو بیشک اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور یہ چیز تمامتر باہر سے آئی ہوئی ہے۔ لیکن اگر مراد صرف یہ ہے کہ کتاب و سنت کی تشریح و ترجمانی کا حق اسی فن کے ماہرین کے سپرد رہے گا تو یہ تو ایک بالکل سیدھی اور معقول سی بات ہے۔

دشمن کی زبان سے

پنڈت الگورائے شاستری صدر یو۔ پی۔ کانگرس کمیٹی کے ایک تازہ بیان سے:-

"اردو عوام کی زبان نہیں، مسلمانوں کی زبان ہے، اور ہماری حکومت ایک سیکولر (نامذہبی) حکومت ہے وہ کیسے ایک فرقہ وار زبان کی سرپرستی کر سکتی ہے۔"

الحمدللہ کہ آپ نے اردو کو پبلک کی ایک زبان اور مسلمانوں کی زبان تو تسلیم کر لیا۔ اور مسلمانوں کی تعداد، آپ کو یاد ہے کہ آپ ہی کے محکمۂ مردم شماری نے کیا بتائی ہے؟ ساڑھے تین کروڑ! تو آپ کی حکومت ملک کے اندر ۳½ کروڑ بسنے والوں کی زبان کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں کرنا چاہتی! کیا اچھا اور کتنا دلآویز تخیل یہ سیکولرزم (نامذہبیت) کا ہے!

اردو کے بڑے سے بڑے دشمن یہ کیسی گواہیوں پر گواہیاں اردو کے حق میں دیتے چلے جاتے ہیں!

صدق جدید لکھنؤ
۳۱ جولائی ۱۹۵۳ء

فہرست چندہ دہندگان

برائے مرمت برلن مسجد

جن احباب نے برلن مسجد کی مرمت کے لئے حضرت بیگم صاحبہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی اپیل پر چندے عطا فرمائے ان کے اسمائے گرامی کی صحیح فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اگر کسی صاحب کا نام اس فہرست سے رہ گیا ہو تو وہ مجھے براہ راست اپنے چندہ کی رقم بمعہ رسید نمبر لکھ کر بھیجدیں۔

احمد حسن۔

نام	رقم
بیگم صاحبہ میاں بشیر احمد صاحب لاہور	۲۰۰
بیگم صاحبہ میاں رشید احمد صاحب لاہور	۱۰۰
آمنہ بیگم صاحبہ کہکشاں۔ کیمالپور	۲۰
بیگم صاحبہ مرزا مسعود بیگ صاحب لاہور	۱۰
بیگم صاحبہ میاں فضل احمد صاحب۔ لائل پور	۱۰۰
بیگم صاحبہ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور۔ لاہور	۲۵
بیگم صاحبہ پروفیسر عبدالرحمان صاحب چیفس کالج لاہور	۱۵
جماعت منڈی بہاؤالدین	۷ — ۸
بیگم صاحبہ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع لائل پور	۱۰
بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبید اللہ صاحب مرحوم	۱۰
بیگم صاحبہ پروفیسر اصغر حمید صاحب۔ لاہور	۱۰
بیگم میاں فضل احمد صاحب معرفت بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم	۱۲۰
بیگم میاں محمد احمد صاحب معرفت "	۱۷
بیگم صاحبہ چوہدری احسان الحق صاحب "	۱۵
بیگم صاحبہ ملک انعام اللہ صاحب "	۸۰
بیگم صاحبہ میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی لاہور	۱۰
بیگم صاحبہ میر مختار علی صاحب۔ لاہور	۱۰
بیگم صاحبہ آفتاب عالم خاں صاحب لاہور	۲
طلعت نسرین۔ الفردوس منڈی بہاؤالدین	۸ — ۵
بیگم صاحبہ چوہدری فضل حق صاحب۔ لاہور	۱۱
بیگم صاحبہ خواجہ محمد عبداللہ صاحب راولپنڈی	۵
جماعت وزیر آباد معرفت شیخ عبید اللہ صاحب	۹ — ۱۲
بیگم صاحبہ حضرت مولوی عزیز بخش صاحب۔ لاہور	۵
جماعت جھنگ معرفت مولوی محمد حسین صاحب	۲۴
والدہ صاحبہ چوہدری عزیز احمد صاحب جج۔ لائلپور	۲۵
صاحبزادہ عبدالرب صاحب نارخوست معہ اہلیہ	۸
جماعت ڈیرہ غازی خاں	۴ — ۱۳
بیگم صاحبہ چوہدری احمد علی صاحب چک نمبر ۵۶/۴ ایل اوکاڑہ	۵
محمد اقبال صاحب چک نمبر ۳۲۵ لائل پور	۱۵ — ۸
صاحبزادہ عبدالقدوس صاحب نارخوست	۴ — ۵
جماعت بدوملہی (نام شائع ہو چکے ہوئے ہیں)	۲۸ — ۶
بیگم صاحبہ مستری محمد حسین موگا والے۔ ملتان	۱۰
بیگم صاحبہ میاں نثار احمد صاحب۔ ملتان	۵
بیگم صاحبہ میاں مختار احمد صاحب۔ ملتان	۵
بیگم صاحبہ چوہدری غلام احمد صاحب ملتان	۶ — ۴
بیگم صاحبہ مولا بخش صاحب اوکاڑہ	۵
بیگم صاحبہ شیخ میاں فضل الرحمن صاحب ملتان	۲۰۰
بیگم صاحبہ شیخ محمد یوسف صاحب گرنھتی ملتان	۵
ماسٹر انعام اللہ خاں صاحب چمن	۳
ابراہیم صاحب سچواتی بصرہ	۲۰۴ — ۸
ڈاکٹر محمد زبیر صاحب پاراچنار	۴
بیگم صاحبہ چوہدری احمد خاں صاحب کراچی	۲
بیگم صاحبہ چوہدری خوشی محمد صاحب کراچی	۵
ذکر الرحمن صاحب کراچی	۱
محمد لطیف صاحب جھنگ	۳
بیگم صاحبہ میاں غلام عباس صاحب کراچی	۵۰
چوہدری ظہور احمد صاحب چک نمبر ۵۶/۲ ایل اوکاڑہ	۵
بیگم صاحبہ محمد اسلم خان صاحب مردان	۵۰
بیگم صاحبہ چوہدری محمد حسن صاحب گجرات	۱۱
بیگم صاحبہ چوہدری فتح محمد صاحب۔ گجرات	۱۲
بیگم صاحبہ حافظ حکیم محمد حسن صاحب گجرات	۲
بیگم صاحبہ غلام محمد صاحب بٹ گجرات	۲
اسم نامعلوم	۳
کل میزان	۱۵۰۹ — ۵

(بقیہ از صفحہ ۱۰)

کر دیئے۔ دنیائے اسلام میں اس وقت جو توجہ قرآن و سنتِ رسول کی طرف منعطف ہوئی ہے اور سنجیدہ و فہمیدہ طبقہ میں ملاؤں پیروں کی غیر مشروط اطاعت کے برخلاف جو تحریک پیدا ہوئی ہے اس کی بیشتر وجہ حضرت مسیح موعودؑ ہی کی تحریک ہوئی ہے۔ قرآن و سنت رسول صلعم کو اول مقام دینا اور باقی اماموں، و پیشرووں کو اولی الامر کے اندر رکھ کر ان سے اختلاف جائز قرار دینا اسلامی جمہوریت کی بنیادی اینٹ ہے جسے آج کل دنیا کے خود غرض اور مفاد پرست لیڈر تسلیم نہ کریں تو اور بات ہے وگرنہ آج دنیائے اسلام کا فہمیدہ اور سنجیدہ طبقہ اسی اصول کا قائل ہو رہا ہے، ایسا ہی مسلمان قوم کے اندر جو تشتت و انتشار ہے، اور جو انفرادیت ہے اس کا بھی علاج حضرت اقدس نے یہی تجویز کیا کہ اختیارات فرد واحد کی بجائے جمہوری نظام سے وابستہ کر دیئے جماعت احمدیہ لاہور اس امر میں مزید مبارکباد کی مستحق ہے کیونکہ اس کے محترم امیر مرحوم علیہ الرحمۃ نے آمرانہ نظام کے برخلاف علیحدگی کو منظور کیا۔ لیکن پیر پرستی کے اقتدار کو قبول نہ کیا۔

حضرت اقدسؑ نے حقیقی آزادی بخشی جس کے صحیح معنی یہی ہیں کہ جہاں دنیا پرستی سے توبہ کر کے خدا پرستی کا سبق دیا تو باہمی تعلقات کے بارہ میں بھی مساوات ، ازادی کی روح کو قائم کر دکھلایا یعنی آمرانہ و جابرانہ نظام کی بجائے اپنی جماعت کے نظم و نسق کو انجمن ..... کے سپرد مجموعی طور پر کر گئے۔

ایک ضروری اعلان

دس نسخے "النبوت فی الاسلام" کے درکار ہیں۔ جن جن احباب کے پاس ہوں وہ قیمتاً یا مفت مرحمت فرماویں یہ کتاب انجمن کے سٹاک میں ختم ہے۔

احمد یار۔ سیکرٹری

پیغام صلح مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۵۳ء۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ سیریز ۲۹

صرف تین ماہ کیلئے نصف قیمت پر

احادیث العمل

تیس سال گذرے حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور علیہ الرحمۃ نے ایک کتاب بنام مقام حدیث شائع کی تھی جس میں وضاحت سے بیان کیا گیا تھا کہ شریعت اسلام میں حدیث کا مقام کیا ہے۔ احادیث کس طرح جمع ہوئیں اور ان شبہات کا ازالہ کیا گیا تھا جو حدیث کے ناقابل اعتماد ہونیکے متعلق پھیلائے جاتے ہیں ہر مسلمان کیلئے جہاں قرآن کریم کا مطالعہ ضروری ہے وہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ شریعت اسلام میں حدیث کا مقام کیا ہے، احادیث کی کتب اپنی ضخامت کیوجہ سے متوسط طبقہ کے ہر شخص کو میسر نہیں۔ اسلئے ایسے بہت سے لوگ ہیں جو احادیث میں دینی تفصیلات اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل جاننے سے تشنہ لب ہے۔ سنہ ۱۹۴۶ء میں بعض انگریز نومسلموں کے توجہ دلانے پر حضرت مولانا صاحب نے ایک انتخاب جو ۷۰۰ احادیث پر مشتمل تھا بنام "مینول آف حدیث" شائع کیا جس میں روزمرہ کی زندگی میں پیش آنیوالی احادیث درج کی گئیں دینی کتب کی مانگ حوصلہ افزا نہیں، مگر اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ پانچ سال کے عرصہ میں یہ کتاب دس ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی اور اب اس کا اردو ترجمہ بنام **احادیث العمل** شائع ہوا ہماری زبان اردو ہے ہم اخبارات میں اسے ہر دلعزیز بنانے کا پرچار کرتے ہیں اسلئے اردو دان پبلک کا فرض ہے کہ انگریزی دان پبلک کا فرض کہ انگریزی پڑھکر اسکی سرپرستی کریں اور اردو ترجمہ کو مقبول تر بنانیکی کوشش کریں۔ کتاب بہترین قسم کے سفید ولایتی کاغذ ۲۴ پونڈ وزنی پر چھپی ہے اور $\frac{۲۹\times۲۲}{۱۶}$ کے ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ کاغذ اور جلد کی گرانی کے پیش نظر کتاب کی قیمت **دس روپیہ** تھی مگر احباب کے بہم اصرار پر اسے **پانچ روپیہ** کر دیا گیا ہے۔ محصولڈاک علاوہ ہوگا۔

مینجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

زندہ نبی کی زندہ تعلیم

کا

سستا ایڈیشن

اس کتاب میں حضور سرور کائنات محمد صلعم کی حیات طیبہ اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو قرآن حدیث اور سنت کی روشنی میں جدید اسلوب اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا گیا ہے اس کتاب کے اسلوب اور جامعیت سے انگلستان کی ایک فرم کے کارپردازان اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اس کتاب کو پیک ٹ فن انگریزی فرانسیسی اور ہسپانوی زبانوں میں شائع کر رہے ہیں۔ اس کتاب کی اصل قیمت ۱/۴/- روپے ہے لیکن بغرض اشاعت اسکا ایک سستا ایڈیشن حال ہی میں شائع کیا گیا ہے جس کی قیمت **ایک روپیہ** ہے خود مطالعہ فرمائیے اور حسب گنجائش پانچ پانچ دس دس کاپیاں خرید کر اپنے حلقہ اثر میں تقسیم فرمائیے بحالات موجودہ اس کتاب کا خود پڑھنا اپنے اہل و عیال کو پڑھانا انتہائی ضروری ہے حضرت مولانا **محمد علی** صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے انگریزی میں لکھ کر خود ہی اردو زبان میں ترجمہ فرمایا۔ کتاب کی زبان اسقدر سلیس اور موثر ہے کہ دل میں اتر جاتی ہے آج ہی کارڈ لکھ کر بذریعہ وی پی منگوائیے۔

ملنے کا پتہ:۔ **مینجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور**

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
تار کا پتہ: تبلیغ، لاہور
فون نمبر ۳۷۴۳۷

لوائے ما پنہہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے: چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے: ۸-۱۲ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۲ شلنگ

ایڈیٹر محمد آصف بی اے

جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۸ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ - ۱۹ اگست ۱۹۵۳ء | نمبر ۳۰

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جماعت احمدیہ کس طرح فتحمند ہو سکتی ہے

عزیزاں بے خلوص و صدق نکشایند راہ را ۔ مصفا قطرہ باید کہ تا گوہر شود پیدا

اے میرے دوستو جو میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے اسی سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے۔ ہر ایک طرف سے کوشش ہوگی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی۔ اور ہر ایک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دکھ دے گا وہ خیال کرے گا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے اور کچھ آسمانی ابتلا بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔ سو تم اس وقت سن رکھو کہ تمہارے فتحمند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل تمسخر کی باتیں کرو۔ یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔ کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہوں گی جن سے خدا تعالیٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کر لو ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی بھی۔

یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا تعالیٰ کی لعنت کے ساتھ نہ ہو کچھ بھی چیز نہیں اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا ہم کیونکر خدا تعالےٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے۔ سو اے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر عمل کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ سو تقوےٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچکر خدائے تعالےٰ کی طرف قدم اُٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔

(الحکم مؤرخہ ۳۰ جون ۱۸۹۹ء)

ہماری ڈاک

جناب عبدالعزیز خاں صاحب کا مکتوب

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ہمارا جہاز ... وقت عدن پہنچنے والا ہے امید ہے کہ انشاء اللہ ١٢ راگست تک جدہ پہنچ جائے گا۔ میں اس موقعہ پر احباب کی خدمت میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ خانہ کعبہ قبولیت دعا کا مقام ہے جہاں ہر شخص اپنے لئے اپنے عزیز واقارب اور دوست احباب کے لئے درد دل سے دعا کرتا ہے اور اپنی دلی خواہش کی بھی دعائیں کرتا ہے لہذا بندہ جماعت کے استحکام اور ترقی دین اسلام کے لئے ضرور دعا کرے گا۔ ساتھ ہی میں چاہتا ہوں۔ کہ جماعت کے احباب اگر اپنی اپنی دعاؤں کے لئے مجھے خود تحریر کریں تو میں ہر صاحب کی ہر دعا منفرداً و مجتمعاً مانگوں گا خصوصاً اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے جس کا غالباً مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے لئے جب دعا کرتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے ہاتھ اٹھا کر آمین کہتا ہے اور دعا کرنے والے کی بہتری کے لئے بھی وہ فرشتہ دعا کرتا ہے جس کو خدا تعالےٰ قبول فرماتا ہے اس وجہ سے میرا خیال ہے کہ میری اپنی دعاؤں کو قبولیت کا شرف احباب کی امداد پر ہی منحصر ہے کہ وہ اگر اپنی دعاؤں کے لئے مجھے لکھیں اور میں خانہ کعبہ میں ان سب کے لئے دعا کروں تو یقین ہے کہ خدا تعالےٰ میری اپنی بہتری کے لئے دعا بھی ان کے طفیل قبول فرما دے۔ اس لئے استدعا ہے کہ جو صاحب مجھے خط تحریر کرنا چاہیں۔ تو میرے معلم کی معرفت لکھیں۔ پتہ یہ ہے :-

بمقام مکہ مکرمہ۔ عبدالعزیز خاں ملتانی
معرفت ہاشم عبدالقادر محمد حسین برسد

چونکہ میں آخری جہاز میں جا رہا ہوں لہذا میری واپسی غالباً ستمبر کے آخر میں ہوگی میں بعد ادائیگی حج جلد از جلد مدینہ شریف جانے کی کوشش کروں گا اور پھر دوبارہ خانہ کعبہ میں حاضر ہو سکوں گا لہذا تمام خطوط مکہ معظمہ کے پتہ پر ارسال کئے جائیں میری بخیریت واپسی کے لئے احباب کی دعاؤں کا بھی خواستگار رہوں۔ میں بہت مشکور رہوں گا اگر

مینیجر صاحب اخبار پیغام صلح یکم اگست سے آخر ستمبر تک اخبار پیغام صلح کے تمام پرچے بذریعہ ہوائی ڈاک میرے پاس پتہ بالا پر ارسال کرتے رہیں میں بل وہاں پہنچکر ادا کر دوں گا۔ اگر ہو سکے تو چند پرچے روزانہ نوائے وقت کے بھی یکجا بھیجدیں تو مزید مشکوری کا موجب ہوگا۔

فقط والسلام

خاکسار۔ عبدالعزیز خاں

تبلیغی دورہ

افسر صاحب تبلیغ پاکستان تحریر فرماتے ہیں :-

(١) مولوی محمد حسین صاحب مبلغ نے ماہ جولائی میں بذریعہ سائیکل منڈی شاہ جیونہ۔ منڈی شاہ نکدر۔ چنڈ ڈناہلی۔ چار دیہات کا دورہ کیا جس میں چند ایک غیر از جماعت دوستوں سے بھی ملاقات ہوئی۔ اور جو احمدی دوست ان مقامات میں تھے ان سے بھی ملاقات ہوئی سلانوالی میں کچھ لوگ بھلوال کے ملنگ ہیں ان سے بھی مل کر بات چیت ہوئی۔

پانچ روپیہ اشاعت اسلام میں وصول ہوئے۔ جو ارسال مرکز کر دیئے گئے

(٢) میاں محمد دین صاحب مبلغ نے ماہ جولائی میں ضلع سیالکوٹ کے ٦٢ دیہات میں پیدل دورہ کرکے تبلیغ کی اور اس دورہ میں ہر جگہ حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کو پیش کیا جہاں اس پر اعتراضات ہوتے رہے۔ ان کے جوابات تسلی بخش صورت میں دئیے گئے

احمد یار
افسر تبلیغ پاکستان

اخبار احمدیہ

— الحاج حضرت شیخ میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور چند دن کے لئے مری سے پشاور تشریف لے گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت ممدوح کی صحت پہلے کی نسبت بہت اچھی ہے۔

— حضرت امیر حضرت مولنا صدرالدین صاحب چند دن کے لئے مری سے لاہور تشریف لائے۔ گذشتہ خطبہ جمعہ آپ نے ہی ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ بھی پڑھائی۔ چند دن کے قیام کے بعد حضرت مولنا پھر مری تشریف لے جائیں گے۔

— حضرت قبلہ سید عبدالجبار بادشاہ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی اہلیہ محترمہ عرصہ دو ماہ سے اور ان کا صاحبزادہ سید محمود حسین شاہ صاحب بیمار ہیں۔ اور جناب خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب کے ...... زیر علاج ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ درد دل سے شفائے عاجلہ کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

— جناب کرنل سید بشیر حسین صاحب کی بڑی سے چھوٹی صاحبزادی عرصہ ایک ماہ سے بیمار ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ صاحبزادی موصوفہ کی صحت عاجلہ وکاملہ کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

— منشی محمد حیات صاحب قاضی احمد سندھ کی اہلیہ صاحبہ مورخہ ٢ راگست ٥٣ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ اپنی یادگار ایک ننھی بچی چھوڑ گئی ہیں۔ وفات کے وقت بچی کی عمر دو گھنٹہ تھی۔ دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ مرحومہ کو جو کہ بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ اور اس بے ماں کی بچی کا مددگار و ناصر ہو۔ اور منشی محمد حیات کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور مشکلات کو دور فرمائے۔

— محترم خادم رحمانی نوری صاحب (بھارت) ہماری جماعت کے نہایت مخلص آنریری کارکن ہیں پچھلے دنوں ان کی صاحبزادی اور نواسہ ہسپتال میں بیمار تھے اللہ تعالےٰ نے ان کو صحت عطا فرمائی ہے۔ اس کے لئے اور اپنی دوسری صاحبزادی اور صاحبزادہ جو میڈیکل کالج میں تعلیم پا رہے ہیں کیلئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنے اس دور افتادہ بھائی اور اس کے بچوں کی صحت اور سلامتی کے لئے حضور قلب سے دعا فرمائیں۔

— مولوی محمد حسین صاحب مبلغ اسلام جھنگ تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ محمد منیف صاحب کا ایک مقدمہ تین ماہ سے چل رہا ہے جس کے باعث بہت پریشان ہیں، نیز ان کا بچہ عزیز شمشاد ظفر کچھ عرصہ سے بیمار ہے۔ احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ان کی پریشانی دور کرے اور بچہ کو صحت عطا فرمائے۔ آمین

— قاضی شبیر محمد صاحب مبلغ علی پور کی اطلاع ہے کہ :-

ماہ زیر رپورٹ میں نو مسلمین کی دو بستیوں میں تعلیم وتربیت کا کام کیا۔ تقریباً آٹھ دس افراد کو مختلف مقامات پر جاکر تبلیغ کی۔ خدا تعالےٰ نے ہماری تائید اور نصرت کے سامان اس رنگ میں پیدا کئے کہ ایک مولوی صدیق احمد صاحب شیعہ خیال نے ایک میلہ کے موقعہ پر لوگوں کو ہماری صداقت کے متعلق تلقین کی۔ اور حضرت صاحب کے متعلق خوش اعتقادی پیدا کرنے کی خود کوشش کی۔

کارپردازان "پیغام صلح" کی طرف سے

قارئین پیغام صلح کو

عید مبارک

بیرونی جماعتوں کے صدر اور سیکرٹری صاحبان

اخبار احمدیہ کے لئے سلسلہ کی خبریں بھجوائیں اور اسطرف خاص توجہ مبذول کریں

(مدیر)

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۸ ذی الحج ۱۳۷۲ھ | نمبر ۳۰

عید الاضحےٰ

اسلام میں قربانی کا تصور

ہر قوم کے اندر چند ایک روایات پائی جاتی ہیں۔ اور ان روایات میں زندگی ہی اس قوم کی زندگی کی علامت ہوا کرتی ہے۔ جب وہ روایات جو اس کی بقا کا باعث ہوتی ہیں مر جاتی ہیں تو وہ قوم بھی مر جاتی ہے۔ آخر چند ایک تصورات ہی ہیں جو ایک قوم کو زندہ رکھتے ہیں۔ بغیر تصورات اور روایات کے قوم کا وجود کالعدم سمجھنا چاہیئے۔

ہر قوم کے تہوار اور خوشی کے مواقع اس کی روایات ہیں جب تک ان میں حقیقی روح اور زندگی باقی رہتی ہے وہ قوم کی تر و تازگی اور رونق کا باعث رہتے ہیں۔ ان کے مردہ ہونے اور بگڑ جانے سے قوم پر مردنی چھا جاتی ہے۔

ہم مسلمانوں کے ہاں جو ایسے تہوار کے مواقع آتے ہیں ان میں سے ایک عید الاضحےٰ بھی ہے۔ یہ موقع اور تہوار ایک بڑے واقع کی یادگار ہے جس نے قوموں کی تہذیب اور تمدن پر ایک گہرا اثر ڈالا ہے۔ آنحضرت صلعم کی بعثت سے قریباً دو ہزار سال پہلے سرزمین عرب کی ایک بے آب و گیاہ وادی میں اللہ تعالےٰ کے ایک نہایت فرمانبردار بندے ابراہیمؑ نے اپنے معبود حقیقی کے حضور اپنے بیٹے کی قربانی کو پیش کیا تھا اور اس سعادت مند بیٹے اسمٰعیل نے جس جرأت کے ساتھ اپنی قربانی کو قال یابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین کہتے ہوئے پیش کیا وہ بھی اپنی نوعیت میں ایک عظیم الشان واقعہ ہے اور اس واقعہ میں ہی ایک مسلمان کی عملی سرگزشت سمٹ کے آ رہتی ہے یعنی مسلمان ہمیشہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ جو شخص بھی مسلمان کے مذہبی کردار کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شاندار قربانی اور ایثار میں تلاش کرے۔

دنیا کے جلیل القدر واقعات تحریر کے ذریعہ سے محفوظ کئے جا سکتے ہیں مسلمان بھی ہر سال ایک اس شاندار روایت کو چھری اور خون کے ذریعہ سے معرض تحریر میں لاتا ہے۔ عید کے موقع پر جو جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے وہ قربانی نہیں بلکہ چھری اور خون کی تحریر ہے جس کے ذریعہ سے ایک پرانے واقعہ کو از سر نو زندہ کیا جاتا ہے۔ سو اس روایت اور اس کی تجدید کے اندر مسلمان کی بقا پوشیدہ ہے جس دن اس روایت کی تجدید نہ ہوگی یا اس کی حقیقی روح مسخ ہو جائے گی۔ اس دن مسلمان بھی دنیا میں باقی نہ رہے گا۔ کیونکہ یہ روایت ہی مسلمان کے مذہب کی حقیقی مظہر ہے کافی عرصہ ہوا عید الاضحےٰ کے موقعہ پر خواجہ حسن نظامی صاحب نے دہلی کے ریڈیو اسٹیشن سے ایک مکالمہ نشر کیا۔ جس میں آپ نے جانوروں کی قربانی کے متعلق بھی کچھ ارشاد کیا۔ یعنی یہ کہ وہ جانوروں کی قربانی درست نہیں سمجھتے بلکہ جانوروں کی قیمت کے برابر روپے غریبوں اور یتیموں میں تقسیم کر دیا کرتے ہیں۔ یہ سراسر روایات اسلامی کے خلاف ہے اور ایسا کرنا سنت نبویؐ اور ایک اسلامی ادارہ کی عملی رنگ میں نفی کرنا ہے۔ عید الاضحےٰ کے موقعہ پر قربانی کو اس سے نکال لینا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی زندہ اور جاندار قالب میں سے روح کو نکال لیا جائے۔ حقیقت میں اس قربانی کی رسم کے پس پردہ ایک بہت بڑی حکمت پوشیدہ ہے اور وہ حکمت ایسی حکمت ہے جو کہ مسلمان کے زمان و مکان پر چھائی ہوئی ہے۔

عید اضحےٰ کے موقعہ پر اکناف عالم سے مسلمان حج کے لئے ایک خاص مقدس مقام پر جمع ہوتے ہیں اور اس فریضہ حج کا آخری عمل قربانی ہے۔ جس وقت ہر ایک رنگ و نسل کے مسلمان اپنے جغرافیائی اور نسلی امتیازات کو پس پشت پھینک کر ایک عالمگیر برادری کو عملی صورت میں تشکیل دیتے ہیں اور اپنی ہیئت مجموعی میں جانوروں کی قربانی پیش کرتے ہیں۔ اور اس قربانی کو پیش کرتے ہوئے اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور اس قربانی سے ایک درس لیتے ہیں۔ والصابرین علیٰ ما اصابھم یعنی جس طرح اس جانور نے تکلیف اٹھائی ہم بھی خدا تعالیٰ کے راستہ میں ہر قسم کی تکلیف برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ جس طرح یہ جانور چھری کے نیچے صید زبوں بن کر پھڑک رہا ہے ہماری گردنیں بھی آستانہ خداوندی پر اسی طرح حاضر ہیں کہ وہ بار بار اس کی خاطر کٹیں اور قربان ہوتی رہیں اور اس وقت جبکہ مسلمان کی اس ہیئت اجتماعیہ کا دل خدا تعالےٰ کے حضور میں دھڑک رہا ہوتا ہے تو عین اسی وقت عالم اسلامی میں جہاں جہاں جانوروں کی قربانیاں دی جاتی ہیں مسلمانوں کے سواد اعظم کا دل دھڑک کر ان لوگوں سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے جو کہ بیت اللہ میں جمع ہوتے ہیں اور یہ عالمگیر دھڑکن جسے قرآنی اصطلاح میں خشیت اللہ کہتے ہیں زمانے کی قیود کو توڑتی ہوئی اس وقت سے جا ملتی ہے جبکہ خدا تعالیٰ کے ایک برگزیدہ بندے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کیلئے اپنے بیٹے کی قربانی کو پیش کیا تھا اور اس قربانی کو پیش کرتے ہوئے اس کے آفاق گیر قلب میں ایک پاک دھڑکن پیدا ہوئی تھی سو یہ قربانی ایک حکمت پر مبنی ہے اور وہ حکمت مسلمان کے زمان و مکان پر حاوی ہے باقی اقوام کے بھی تہوار ہیں اور تعداد میں مسلمانوں کے تہواروں سے بہت زیادہ ہیں۔ عیسائیوں کے ہاں کرسمس ہے۔ ہندوؤں میں دیوالی اور ہولی کے تہوار ہیں۔ مگر ان تہواروں پر ان قوموں کے حیوانی جذبات جوش میں آتے ہیں۔ اور ان دنوں میں ان کی اخلاقی پابندیاں ٹوٹ جاتی ہیں اور وہ ان دنوں کو دنیوی مسرتوں میں صرف کرتے ہیں۔ مگر اسلامی تہواروں میں اخلاقی بلندی پائی جاتی ہے جانوروں کی قربانی میں بھی مطلب یہ نہیں کہ خواہ مخواہ ایک جانور کا خون بہایا جائے اور اس کے گوشت سے زبان کا ایک لپکا پورا کیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ جانوروں کی قربانی کے متعلق قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دماؤھا ولٰکن ینالہ التقویٰ منکم ترجمہ۔ "ان کے گوشت اللہ کو نہیں پہنچتے اور نہ ان کے خون لیکن اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے"۔ سو جانوروں کا تعلق براہ راست تقوےٰ اور نیکی کے ساتھ ہے اور اگر یہ قربانی اس غرض کو پورا نہیں کرتی تو یہ قربانی قربانی نہیں بلکہ خونِ ناحق ہے۔

حقیقی اور مومن مسلمان جب یہ قربانی پیش کرتے ہیں اور اللہ کا نام بلند کرتے ہیں تو اس جانور کو ذبح کرتے ہوئے ان کے قلوب پر ایک کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان کے دل ہل جاتے ہیں اور ان کے اندر بہیمیت کے جذبات پیدا نہیں ہوتے بلکہ خوف خدا پیدا ہوتا ہے اور ان کو اس جانور کی قربانی اپنی حالتوں کی آئینہ دار نظر آتی ہے۔ یعنی وہ بھی صداقت کے لئے اسی طرح سر کٹانے کو تیار ہوتے ہیں۔ سو اس جانور کی قربانی میں ایک عظیم الشان اخلاقی درس ہے دنیا کی تمام متمدن اور غیر متمدن اقوام کے ہاں قربانی کی رسومات موجود ہیں۔ مگر اسلام میں آ کر قربانی کا مفہوم سرے سے بدل جاتا ہے اس کی حیثیت خالص اخلاقی اور تقویٰ کی رہ جاتی ہے بیرونی ہیئت وہی ہے جو پہلے تھی یا اب بھی بعض اقوام میں موجود ہے۔ لیکن اسلام نے اس مادیت کی روح کو بدل کر اپنا لیا ہے اس کا مقصد کسی برافروختہ دیوتا کو خوش کرنا نہیں بلکہ جانور کی قربانی میں اپنی قربانی کو محسوس کرنا ہے ــــ سو عید الاضحےٰ کے تہوار کی حیثیت محض ایک رسم کی نہیں بلکہ اس کے اندر ایک عظیم الشان اخلاقی اور مذہبی ادارہ پوشیدہ ہے اور یہ روایات اور مذہبی ادارے ہی ہماری زندگی ہیں جب تک انکے اندر حقیقی روح موجود رہتی ہے ہم بھی زندہ رہتے ہیں لیکن جس دن یہ ادارے اور روایات مضمحل ہو جاتی ہیں اسی دن قوم کے قوائے حیات بھی مضمحل ہو جاتے ہیں۔ گو آج عالم اسلام پر ایک پژمردگی چھا رہی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس نیم مردہ قالب میں زندگی کی تھرتھراہٹ پیدا کرنے کے لئے ایک امام اور مسیحا کو مامور کیا جس نے دنیا کے اندر ایک خالص اسلامی جماعت پیدا کی جو اسلام کی حقیقی روح کی حامل ہے اور ان خالص اسلامی اور اخلاقی اداروں کی روح سے اچھی طرح واقف ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے آستانہ پہ ہر وقت اپنی نقد زیست قربان کرنے کو تیار ہے۔

عید الاضحیٰ

ذبح عظیم کی یادگار ہے

صرف جماعت احمدیہ ہی قربانی کے اس عظیم الشان اصول پر قائم ہے!

از حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

وان من شیعتہ لابراھیم۔ اذ جاء ربہ بقلب سلیم .... سلم علی ابراھیم ——— (الصفت رکوع ۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کچھ واقعات

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کچھ واقعات بیان فرماتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ وہ انسان ہیں کہ جن کا نام دو جگہ بڑے جلی حروف میں لکھا ہوا نظر آتا ہے ایک قرآن کریم کے اوراق میں، اور دوسرے واقعات عالم میں، قرآن کریم میں تو حضرت ابراہیمؑ کے کیرکٹر یا سیرت کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان فرمایا اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا فرمانبرداری اختیار کرو، سر جھکا دو اس کے حکموں کے آگے تو انہوں نے کہا کہ میں نے فرمانبرداری اختیار کی اور رضائے الٰہی کے آگے سر جھکا دیا۔ یہ گویا خلاصہ ہے ان کی سیرت کا۔ کمال درجہ کی فرمانبرداری اور اطاعت آپ کے اندر نظر آتی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا وابراھیم الذی وفی ابراہیم جو کامل درجہ کا راستباز انسان تھا جس نے کمال درجہ کی وفا دکھائی، راستبازی، صدق، وفا اور اطاعت و فرمانبرداری آپ کی سیرت کے نمایاں پہلو ہیں۔

قرآن کریم کو اگر آپ پڑھیں گے تو حضرت ابراہیمؑ کا ایک طرف خدا کے ساتھ کمال درجہ کی فرمانبرداری کا تعلق نظر آئے گا، اور دوسری طرف مخلوق کے ساتھ کمال درجہ کی شفقت اور ہمدردی کا رنگ دکھائی دے گا۔ انہی جذبات سے معمور وہ دعائیں ہیں جو آپ نے اللہ تعالیٰ سے کی ہیں کوئی پیغمبر نہیں جس کی دعاؤں پر قرآن کریم نے اتنا زور دیا ہو جتنا ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں پر زور دیا ہے، بڑی ہی لطیف ہیں آپ کی دعائیں، جو شخص ان کو سمجھ کر خدا کے آگے گرتا ہے وہ روح کی وہی غذا حاصل کرتا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حاصل کی شرک سے دشمنی اور خدا کی اعلیٰ درجہ کی توحید حضرت ابراہیم کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، یہاں پر ان آیات میں فرمایا اذ جاء ربہ بقلب سلیم ابراہیم اپنے رب کے حضور آیا ایسے دل کو لیکر جو سلیم تھا سلامتی اس کے اندر بھری ہوئی تھی، صحیح فطرت انسانی اس کے اندر پائی جاتی تھی۔

آنحضرت صلعم کا ایک رؤیاء

بعض وقت ایک حدیث کو پڑھکر بڑا لطف آتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا ایک رویاء بیان کیا ہے جس میں آپ کو کچھ دوزخ اور جنت کے نظارے دکھائے گئے ہیں۔ اس رویاء کے اندر آپ فرماتے ہیں کہ دو فرشتے مجھے لئے جا رہے ہیں، اور مختلف مقامات کی سیر کراتے تھے، تو کوئی وہاں میں ایک بڑا عظیم الشان درخت مجھے دکھایا جس کے نیچے ایک بوڑھا آدمی بیٹھا تھا۔ اس کے اردگرد اولاد لناس لوگوں کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ آپ نے بتایا کہ یہ بوڑھا آدمی حضرت ابراہیم تھے۔ اور ان کے اردگرد تمام وہ بچے تھے جو بلوغت کی عمر کو پہنچنے سے پہلے فطرت صحیح پر فوت ہو گئے۔ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اولاد المشرکین بھی ان بچوں میں ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اولاد المشرکین بھی ان میں شامل ہے۔

تو حضرت ابراہیم کی فطرت تھا اور آپ کے قلب سلیم کا یہ نظارہ ہے کہ تمام دنیا کے بچے جو صحیح فطرت پر فوت ہو گئے، وہ اس عقبیٰ میں آپ کے اردگرد جمع ہیں۔

واقعات عالم میں حضرت ابراہیمؑ

اور دیکھو عجیب بات ہے کہ واقعات عالم میں بھی آپ کا نام نہایت جلی حروف میں لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ ایک طرف قرآن کریم نے ان کی کامل راستبازی اور صدق و وفا کی شہادت دی ہے اور دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف میں ان رحمتوں اور برکتوں کا آپ کو نمونہ قرار دیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوئیں اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ اے اللہ جس طرح تو نے ابراہیم اور اس کی اولاد پر رحمتیں نازل کیں اسی طرح محمد اور اس کی آل پر بھی نازل فرما۔ اللھم بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ اے اللہ جس طرح تو نے ابراہیم اور اس کی آل پر برکتیں نازل کی ہیں محمد اور اس کی آل پر بھی برکتیں نازل فرما۔ گویا حضرت ابراہیم کو رحمتوں اور برکتوں کا ایک نمونہ منتخب کر لیا۔ اب واقعات عالم کو دیکھ لو، کیا کوئی حضرت ابراہیم سے بڑھ کر مقبولیت والا انسان نظر آتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا مباحثہ

کیا مباحثہ کرتے ہیں اس قدر زبردست اور سادہ الفاظ میں کہ انسان کی فطرت جھک جاتی ہے اور ماذا تعبدون کس چیز کو تم معبود بناتے ہو۔ ائفکا آلھۃ دون اللہ تریدون جھوٹ ہے کہ خدا کے سوائے معبود تجویز کرتے ہیں فما ظنکم برب العالمین اگر چھوٹی چھوٹی چیزوں کو معبود بنا لیا۔ تو رب العالمین کے متعلق کیا خیال ہے۔ پھر بتوں کو توڑا تو پہلے انہیں مخاطب کر کے کہتے ہیں مالکم لا تنطقون۔ کیا بات ہے کہ تم بولتے نہیں۔ پھر ان کو توڑ دیا اور اپنے عمل سے دکھا دیا کہ یہ بت بڑا بت شکن انسان حضرت ابراہیمؑ کتنے بہادر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا وہ بے شک اس سے بھی بڑھکر تھا لیکن حضرت ابراہیم کے اندر جو توحید کا رنگ نظر آتا ہے وہ بھی اپنی نظیر آپ ہے۔ صرف بتوں کو ہی نہیں توڑا بلکہ ان کا اپنا دل خدا کا اس قدر فرمانبردار ہے کہ دنیا کا مشکل ترین حکم ان کو ملتا ہے اور اس کو بھی بلا تأمل اس طرح بجا لاتے ہیں کہ گویا وہ ایک سہل ترین چیز ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں رب ھب لی من الصالحین اے اللہ صالح اولاد عطا فرما فبشرناہ بغلام حلیم ہم نے ایک حلیم بیٹے کی بشارت دی۔ چنانچہ بیٹا ہوا، بڑھاپے کا سہارا۔ اس کو پالا پرورش کیا۔

ایک بے نظیر قربانی

فلما بلغ معہ السعی، جب جوان ہوا اس کے ساتھ کام کاج کرنے کے قابل ہوا تو کیا نظارہ دیکھا یابنی انی اری فی المنام انی اذبحک اے میرے پیارے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں فانظر ماذا تری۔ پس تیری کیا منشا ہے، کمال درجہ کی فرمانبرداری باپ کی ہے اور کمال درجہ کی فرمانبرداری بیٹے کی ہے جس نے کہا یابت افعل ما تؤمر اے باپ کر گزریئے جو خدا کا حکم ہے ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین جس طرح تو اپنے بیٹے کی گردن کاٹ کر صبر کر سکتا ہے۔ اسی طرح تیرا بیٹا بھی صبر و سکون سے اپنی گردن چھری کے نیچے رکھ سکتا ہے فلما اسلما جب دونوں نے اس درجہ اطاعت دکھائی وتلہ للجبین اور اسمٰعیل کو لٹا دیا وناد ینہ ان یا ابراھیم ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم قد صدقت الرؤیاء تو نے رویاء پورا کر دیا حکم الٰہی کا منشاء پورا ہو گیا انا کذلک نجزی المحسنین اسی طرح ہم محسنوں کو جزا دیا کرتے ہیں ان ھذا لھو البلؤ المبین یہ ایک کھلا امتحان تھا جس میں تم دونو پورے اترے۔

ذبح عظیم کی یادگار

کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ محض ایک قصہ ہے ایک واقعہ ہے جو ہو چکا لیکن قرآن اس کو یونہی نہیں چھوڑتا فرمایا وفدینہ بذبح عظیم ہم نے اس واقعہ کی یادگار تمام دنیا میں ایک ذبح عظیم کے رنگ میں قائم کر دی۔ چنانچہ آج تک دنیا جہان میں جہاں کہیں کوئی خدا کا نام لیوا ہے وہ ہر سال حیوانی قربانی کے ذریعہ اس یاد کو تازہ کرتا ہے۔ گویا وہ قربانی کی بنیاد جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ رکھی گئی تھی وہ ایک ذبح عظیم بن گئی۔

تاریخ اسلام

تابعین

عطاء بن ابی رباح

از جناب شیخ [illegible] [illegible] لاہور

عطاء یمن کے مردم خیز قصبہ جند میں حضرت عثمانؓ کے آغاز خلافت میں پیدا ہوئے اور مکہ معظمہ میں پرورش پائی۔ آل میسرہ بن ابی خثیم فہری کے غلام تھے۔

فضل و کمال اور زہد و ورع

فضل و کمال اور زہد و ورع کے لحاظ سے آپ بڑے جلیل القدر تابعی تھے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ عطاء ثقہ۔ علم و ورع اور نفس میں سادات تابعین کی صف میں شمار ہوتے تھے۔ حجت امام۔ اور کثیر الشان تھے (تہذیب التہذیب) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ وہ مکہ کے مفتی اور مشہور ائمہ میں تھے۔ بڑے بڑے ائمہ ان کے علمی کمالات کے معترف تھے (تہذیب الاسماء) امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ علم و خزانہ اللہ اسی کو عنایت فرماتا ہے جس سے محبت رکھتا ہے۔ اگر علم کسی نسب کے لحاظ سے مخصوص ہوتا تو عالی نسب لوگ زیادہ حقدار تھے۔ لیکن عطاء حبشی غلام تھے یزید بن حبیب نوبی تھے۔ حسن بصری اور ابن سیرین غلام تھے (مختصر صفوۃ الصفوۃ)

امام اوزاعی کہتے ہیں کہ عطاء کے انتقال کے وقت وہ لوگوں میں روئے زمین کے سب سے پسندیدہ شخص تھے (تذکرۃ الحفاظ)

قرآن و حدیث، فقہ اور جملہ مذہبی علوم میں کمال دستگاہ رکھتے تھے۔ کان ثقۃ فقیہا عالما کثیر الحدیث ... کان [illegible] القرآن (ابن سعد) قرآن کا مستقل طور پر درس دیا کرتے تھے۔

حدیث کے مشہور حافظ تھے۔ حافظ ذہبی نے ان کو حفاظ حدیث کے [illegible] میں لکھا ہے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ بہت سے صحابہ سے انہوں نے حدیث سنی۔ معظم ذیل صحابہ سے [illegible] کیا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضؓ - ابن عمر رضؓ - ابن عمرو بن العاص رضؓ - ابن زبیر رضؓ - معاویہ رضؓ - اسامہ بن زید رضؓ - جابر بن عبداللہ رضؓ - زید بن ارقم رضؓ - عبداللہ بن سائب - عقیل بن ابی طالب رضؓ - عمرو بن ابی سلمہ رضؓ - رافع بن خدیج رضؓ - ابو درداء رضؓ - ابو سعید خدری رضؓ - ابو ہریرہ رضؓ - ام المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ - اور ام ہانی رضؓ -

دیگر علماء مثلاً ابو صالح السمان - سالم بن شوال - صفوان بن یعلیٰ بن امیہ - عبید بن عمیر - عروہ بن زبیر - ابن ابی ملیکہ - عماد بن ابی عمار - ابو زبیر - موسیٰ بن انس - حبیب بن ابی ثابت وغیرہم سے بھی سماع حدیث کیا (تہذیب التہذیب)

احترام حدیث

حدیث رسولؐ کا بہت بڑا احترام کرتے تھے یہاں تک کہ اگر کوئی درس حدیث کے درمیان بولتا تو اسے بہت ناپسند کرتے تھے۔ اور سخت ناراضگی کا اظہار فرماتے تھے۔ معاذ بن سعید الاعور کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ عطاء کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ مجلس میں سے ایک شخص نے حدیث بیان کی دوسرا شخص درمیان میں کچھ بول پڑا آپ سخت ناراض ہوئے اور کہا یہ کیسا اخلاق ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قسم آدمی اس سے حدیث بیان کرتا ہے کو اس سے بہتر علم حاصل ہو۔ اگر کوئی حدیث بیان کرتا ہے تو خواہ وہ حدیث پہلی سے سنی ہوئی ہو میں اسے خاموشی سے سنتا ہوں تاکہ بیان کرنے والے کو یہ محسوس ہو کہ میں نے اس سے پہلے نہیں سنی تھی۔ عمرو بن عاصم کا قول ہے کہ میں نے عطاء کی یہ باتیں عبداللہ بن مبارک سے نقل کیں تو انہوں نے سن کر کہا کہ میرا اس وقت تک یقین نہیں آتا ہوں گا جب تک خود جاکر اس بہتری سے نہ سنوں گا (ابن سعد)

امام باقرؒ کی رائے

امام باقرؒ لوگوں کو عطاء سے [illegible] دیا کرتے تھے کہ جہاں تک ہوسکے عطاء سے احادیث لیا کرو

(تہذیب التہذیب)

فقہ

آپ کا خاص امتیازی فن فقہ تھا اس فن میں آپ یدطولیٰ رکھتے تھے آپ کے تفقہ پر تمام فقہاء محدثین اور ائمہ فن کا اتفاق ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ فقہ میں سادات تابعین میں تھے (تہذیب التہذیب) ربیعہ جو خود بہت بڑے فقیہ تھے کہتے تھے کہ عطاء فتاوے میں اہل مکہ پر فائق تھے۔ محمد بن عبداللہ الدیباج کا قول ہے کہ میں نے عطاء سے بہتر کوئی مفتی نہیں دیکھا (تہذیب التہذیب) امام الفقہاء امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے تھے کہ میں نے عطاء سے افضل کسی کو نہیں پایا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

اکابر صحابہ تک ان کے تفقہ کے معترف تھے عبداللہ بن عباس اور ابن عمرؓ جب مکہ تشریف لاتے اور سائلین ان کی خدمت میں پہنچتے تو ابن عباس ان سے کہتے کہ عطاء تمہارے درمیان موجود ہیں اور تم لوگ میرے پاس آتے ہو۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ جبکہ تم میں ابن رباح (عطاء) موجود ہیں پھر مجھ سے پوچھنے کے لئے مسائل کیوں اٹھا رکھتے ہو۔

(تہذیب الاسماء نووی)

اس زمانہ میں صرف دو شخص مکہ کی مسند افتاء کی زیب و زینت تھے ایک عطاء اور دوسرے مجاہد لیکن زیادہ امتیاز عطاء کو حاصل تھا (ابن سعد)

فتاوی میں غیر معمولی احتیاط

باوجود اس فضل و کمال کے اتنے محتاط تھے کہ روایت مسائل میں اپنی رائے کو کبھی دخل نہ دیتے تھے۔ اگر اس کے متعلق ان کے پاس کوئی سند نہ ہوتی تو صاف کہہ دیتے کہ مجھے معلوم نہیں۔ عبدالعزیز ابن رفیع کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عطاء سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا انہوں نے جواباً کہا مجھے معلوم نہیں لوگوں نے کہا اپنی رائے سے کیوں جواب نہیں دیتے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ اس کی زمین میں میری رائے کی اطاعت کی جائے۔

(تہذیب التہذیب)

مناسک حج کا علم

امام باقرؒ اور قتادہ کی عطاء کے متعلق یہ رائے تھی کہ ان سے زیادہ مناسک حج کا جاننے والا کوئی نہیں (ابن سعد) امویوں کے زمانہ میں حج کے زمانہ میں منادی کی جاتی تھی کہ حج کے مسائل عطاء کے علاوہ دوسرا شخص فتویٰ نہ دے۔

(تہذیب الاسماء)

علم برائے للہیت

عطاء اپنے علم کی وجہ سے کوئی دنیاوی منفعت نہ چاہتے تھے بلکہ ان کا علم خالصۃً لوجہ اللہ تھا اسلم کا بیان ہے کہ میں نے عطاء۔ طاؤس اور مجاہد کو دیکھا ہے کہ ان کا مقصد علم سے خالص لوجہ اللہ تھا (ابن سعد)

اتباع حدیث

امام شعبی کا بیان ہے کہ تابعین میں عطاء سے زیادہ کوئی متبع حدیث نہ تھا۔

(تہذیب الاسماء)

عزلت پسندی

لوگوں سے زیادہ ملنا جلنا پسند نہ فرماتے تھے۔ دروازہ بند کئے گھر میں بیٹھے رہتے تھے جب کبھی کوئی اندر آنے کی اجازت چاہتے تو پوچھتے کس نیت سے آئے ہو۔ اگر آنے والا کہتا کہ آپ کی زیارت کے لئے تو جواب دیتے کہ میرے جیسے شخص کی زیارت نہیں کی جاتی پھر فرماتے وہ زمانہ کیسا عجیب ہے جس میں میرے جیسے شخص کی زیارت کی جائے۔ (مختصر صفوۃ الصفوۃ)

فرمایا کرتے تھے کہ جس مجلس میں ذکر الٰہی ہو اس میں بیٹھنا دس باطل مجلسوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (ایضاً)

خاموشی کو پسند فرماتے تھے۔ اسمٰعیل بن امیہ کا بیان ہے کہ عطاء عموماً خاموش رہتے تھے جب کچھ بولتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ان پر الہام ہو رہا ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ)

بروایت صحیح آپ نے ۱۱۴ھ میں انتقال فرمایا۔

نوٹ:۔ یاد رہے عطاء ایک حبشی غلام تھے لیکن ان کے علم۔ فضل و کمال۔ زہد و ورع اور اعمال حسنہ نے انہیں بلند و بالا بنا دیا تاریخ اسلام میں ہماری قوم کے لئے بہت بڑا سبق ہے اور ہمیشہ ہمارا راہنما ہے۔

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
اس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہوگیا
وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہوگیا
اس نے درخت دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا

(مسیح موعودؑ)

سچی باتیں

"کلکتہ ۲ جولائی - ایک دن نسبتاً پرسکون گذرنے کے بعد آج شام کو کلکتہ میں پھر فسادات کی فضا پیدا ہو گئی - طلبہ نے حکومت کے خلاف نعرے لگا کر اور اس کے حکم امتناعی کو توڑ کر جلسہ منعقد کرنے کی کوشش کی - پولیس نے کچھ طلباء کو حراست میں لے لیا - اس پر ہجوم میں اشتعال اور بڑھا اور پولیس پر آتشگیر پستولوں کی بارش شروع ہو گئی - پولیس نے اشک آور گیس کا استعمال کیا - ہجوم نے سڑکوں پر پتھر رکھ دیئے - سڑکوں پر روشنی کی سوئچ بند کر دی جس سے سارا علاقہ تاریکی میں ڈوب گیا - شہر کے عرصہ میں نصف درجن گرفتاریاں ہوئیں اور ایک بم پھٹنے کا واقعہ پیش آیا - پولیس نے لاٹھی چارج کیا .... شہر میں پولیس کے بجائے مسلح فوج جابجا تعینات تھیں - جن کے ساتھ لاسلکی کے سٹ تھے - فوجیوں نے مکانات پر اچانک چھاپے مار مار کر ایسوں کو گرفتار کر لیا جو رات کے ہنگاموں کے ذمہ دار بتائے جاتے ہیں - شرودھانند پارک کے قریب ایک ہجوم پر اشک آور گیس اور لاٹھی چارج کے بعد فوج نے گولیاں چلائیں جن میں ۲ - آدمی زخمی ہوئے"

یہ اخباری رپورٹ صرف ایک دن کی ہے - اور یہ میدان کارزار، ایک دن نہیں، ایک ہفتہ نہیں ہفتوں، ملک کے ایک متمدن ترین شہر کلکتہ میں برپا رہا - ایک طرف رعایا خصوصاً اسکولوں کالجوں کے طلبا، ایک طرف گورنمنٹ - رعایا نے ٹریم کی پٹڑیاں اکھاڑ ڈالیں - بسوں، ٹرامواروں پر حملہ کر دیئے، مسافروں تک کی جانیں خطرہ میں پڑ گئیں - بسوں اور ٹریموں پر مٹی کا تیل چھڑک چھڑک کر آگ لگا دی - اور لاکھوں کاہیں کروڑوں کا سرمایہ دم کے دم میں برباد کر دیا - بے تحاشہ بم پھینکنے شروع کر دیئے گویا کوئی بیرونی غنیم ملک پر چڑھ آیا ہے اور قوم بدحواس ہو کر اس سے مقابلہ و مقاتلہ کے لئے اپنی جان کی بازی لگا رہی ہے - پولیس نے اپنی والی ساری تدبیریں کر ڈالیں - لاٹھی چارج، آنسو گیس چھوڑی گرفتاریاں کیں - خیر کئے اور جب یہ سب چیزیں ناکام رہیں، تو فوج میدان میں آئی اور اس سب کی بنیاد یہ کہ ٹریم کے کرایہ میں ایک پیسہ کا اضافہ کر دیا گیا تھا! ــــــ جس ملک و قوم کا یہ مزاج بنا ہوا ہے "آزادی" کی نعمت ذرا سوچئے کہ کہیں اسے قبل از وقت تو نہیں مل گئی ہے! سوچئے اور خود گاندھیائی اصول کی روشنی میں سوچیئے -

ہندی خاتون کی آپ بیتی

ایک "امریکہ پلٹ" مدراسی تعلیم یافتہ خاتون لیلا بھا شکریہ کے قلم سے مضمون زیر عنوان "تعلیم نسواں کو بدلئے" میں :-

"......... ہماری تعلیم نے کیا ہمیں بہتر مائیں اور بہتر بیویاں بنا دیا ہے؟ ہم اپنی ماؤں اور دادیوں سے کچھ بہتر ہو گئی ہیں؟ اس کا جواب زوردار نفی میں ہے - میری بات کا یقین نہ ہو، تو مردوں سے پوچھ دیکھئے میرا ایک رشتہ کا بھائی، جو بڑا اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ٹیا فیشن ایبل ہے، اس کی زبان سے ایک بار میں یہ سن کر دنگ رہ گئی کہ بیوی میں پڑھی لکھی تو چاہتا ہوں لیکن ڈگری پائی ہوئی کالج کی تعلیم یافتہ ہرگز نہیں - اور آگے اس نے یہی کہا کہ فزکس یا کیمسٹری یا ریاضیات میں بی اس سی کی ڈگری لے لینے سے کوئی عورت اچھی بیوی یا اچھی ماں تو بن نہیں جاتی - بلکہ میں تو یہ دیکھتا ہوں ہمارے ملک میں لڑکیاں ڈگریاں پا کر اپنے کو نا معلوم کیا کچھ سمجھنے لگتی ہیں اور بجائے گھریلو کام کاج میں پڑنے کے چاہتی ہیں کہ انہیں رانیاں سمجھا جائے ...."

ماہرین تعلیم نے خود اس ضرورت کا احساس کر کے "ڈومیسٹک سائنس" (علم خانہ داری) کا ایک مضمون زنانہ کالجوں میں بڑھا دیا ہے (اب اس کا حال سنئے) ایک ہوم سائنس ادارہ کی طالبہ ایک بار اپنی چھٹیوں کے زمانہ میں اپنی پھوپھی کے ہاں ٹھہری ہوئی تھی - ایک دن نوکر چاکر سب چھٹی پر تھے - اس لڑکی نے خود ہی کہا کہ چائے بنا لاؤں گی - اور یہ کہہ کر باورچی خانہ میں جو گئی، تو پورے دو گھنٹہ ہو گئے! اس کے بعد برآمد ہوئیں تو اس شان سے کہ چائے دان میں چائے بالکل کالی کلوٹی لئے ہوئے اور اس کے ساتھ چند پکوڑے ایسے کہ ان کی شکل ہی سے بھوک بھاگ جائے! اسی کے ساتھ یہ بڑبڑاتی تھی کہ یہ عجب لغو باورچی خانہ ہے جس میں کانٹا تک نہیں جس سے میں مسالہ کا وزن کرتی اور چولھا اتنا خراب کہ اس کے جلانے میں میرے ہاتھ انگلیاں جل گئے"

(دکن ٹائمز، بہ حوالہ دکن ہیرالڈ)

کاش ہماری بہنیں اور بیٹیاں سوچیں اور بار بار سوچیں، کہ جس دو طرفہ نازاں ہوا دیا گیا رہی ہیں - کہیں وہ محض سراب تو نہیں؟ ــــــ ایک لفظ "تعلیم" کے اندر کتنے دھوکے پوشیدہ ہیں! کتنے دھوکے کھا دیئے گئے ہیں!

فلمی مشاہدات

باہر کے تین ملکوں، امریکا، برطانیہ، مغربی جرمنی کو بطور نمونہ و تہذیب و تمدن کے نمائندہ کی حیثیت سے لے کر، ماہنامہ اسلامک ریویو (ووکنگ لندن) بابت ماہ جولائی لکھتا ہے، کہ

امریکا کے پروفیسر ہنٹے بیرا (کیلیفورنیا یونیورسٹی) کہتے ہیں، کہ میں نے اپنے ملک کی تازہ ۱۱۵ فلموں کا تجزیہ کیا، تو معلوم ہوا کہ ان میں ۱۰۹ مختلف جرم مصور کئے گئے ہیں!

مغربی جرمنی کے پروفیسر اسٹوک اشتھ (ہیمبرگ یونیورسٹی) کا بیان ہے کہ مغربی جرمنی میں حال میں ... ۵۰ فلم دکھائے گئے ان میں سے

۳۱ میں قتل عمد کی

۱۵۶ میں سرقہ کی

۲۴ میں دغابازی کی

۲۰۰ میں متفرق جرائم کی

تصویریں دکھائی گئیں -

برٹش سینما ٹو گرافک انسٹیٹیوٹ کے دفتر کی اطلاع ہے کہ سنہ ۱۹۵۰ء میں برطانیہ میں جو فلمیں تیار ہوئیں ان میں سے ۷۰ فی صدی جرائم یا شہوانیات سے متعلق تھیں (ص ۱۵)

اس کے بعد ماہنامہ مذکورہ ایک نوجوان انگریزی اخبار نویس کا قول نقل کرتا ہے کہ

"۱۴ مہینہ برابر میں کم سن مجرموں کی عدالت میں حاضری دیتا رہا، اور مجسٹریٹ نے جب یہ سوال کیا کہ تم نے یہ جرم کیوں کیا؟ تو مجرم کی زبان سے جواب ہمیشہ یہی سنا کہ جو کچھ میں نے فلموں میں دیکھا بس وہی خود بھی کیا"

حقائق کی زبان کب تک جھٹلایا جائے گا اور جو چیز بیا اس وقت عملاً محض شیطانی لہو و لعب کی ہے، اس پر ایک اخلاقیت کا نقاب ڈالے رکھنا اور دلوں میں اس کی اعلیٰ فنکاری کا رعب بٹھائے رکھنا کہاں کی حقیقت پسندی ہے؟

اردو غیروں کی نظریں

مہم ایورسٹ کے سرخیل کرنل ہنٹ کی الوداعی تقریر کے آخری فقرے - دہلی میونسپل بورڈ کے خیر مقدمی جلسہ کے موقع پر، انگریزی تقریر کے بعد :-

"اب ہم آپ لوگوں کا شکریہ اردو میں ادا کرنا چاہتے ہیں - ہم لوگوں کا زندگی کے درمیان آپ لوگوں، آپ کے دوستوں کا مہربانی کا یہ دن یاد رہے گا - آپ کی مہربانی کا بہت بہت شکریہ - دھنیاد"

بڑے ہی ہٹ دھرم ہیں اور ہندی پر مغربی باشندے بھی ہوتے ہیں، سر پیٹا دیکھتے جاتے ہیں کہ اردو اب نہ ملک کی سرکاری زبان نہ کسی صوبہ کی اور اسے علاقائی زبانوں میں جگہ بھی جو چودھویں نمبر پر ملی ہے اس پر عملی عمل کہیں نہیں ہو رہا ہے، اس کے باوجود یہ انگریز سیاح و ایک اسی پرانی بات پر قائم، اب تک ملک کی عام و مشترک زبان اردو ہی سمجھے جا رہا ہے؟

یہ تنگی تہذیب

امریکی سینٹ (ایوان نمایندگان) کے ایک ری پبلکن ممبر مسٹر بولش کے پیش کردہ اعداد امریکی سینٹ میں :-

امریکی سپاہیوں کے ناجائز بچے برطانیہ میں ۷ ہزار ہیں

" " " " جرمنی میں ۵۰ " "

" " " " جاپان میں ایک لاکھ ہیں

روسی " " " جو جرمنی سے ۱۲ ہزار روس واپس منگائے گئے -

تاریخ کے راوی کا بیان ہے کہ مسلمانوں نے بھی اپنے عہد میں عرب سے نکل کر عراق، ایران، مصر و شام، فلسطین وغیرہ کے علاقوں میں مدتوں قیام کیا تھا، یہ سپاہی تھے، فاتح تھے، اور صاحب کی لکھی ہوئی تاریخوں کے مطابق غیر مہذب تھے اور ایک بدنام نفس پرست مذہب کے پیرو تھے یہ بھی اپنی سیہ کاریوں کی کوئی ایسی یادگاریں اتنی نہ سہی اس کے ہزارویں دس ہزارویں، لاکھویں حصہ کے برابر ان ملکوں میں چھوڑ آئے تھے؟

ــــــ دوستوں اور ہمدردوں کا نہیں دشمنوں اور معاندوں کا بھی آخر کیا بیان ہے؟

صدق جدید - ۷ اگست ۱۹۵۳ء

قربانی فی الحقیقت زندگی کا ایک اصول ہے۔ جان کا دینا زندگی قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ نسل انسانی کا تجربہ یہ ہے کہ قربانی نسل انسانی کے لئے، نوع انسان کو زندہ رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ تمام تاریخیں اٹھا کر دیکھ لو، ہمیشہ سے قاعدہ چلا آتا ہے کہ ادنے اعلیٰ کے لئے قربان ہوتا ہے۔ فرد واحد کی کوئی حقیقت نہیں، قوم کے بالمقابل قوم کو زندہ رکھنے کے لئے افراد قربانیاں دیتے چلے آئے ہیں اور افراد کی قربانیاں قوم کے احیاء کا موجب ہوتی ہیں۔ اسی اصول کی تعلیم ہمیں بھی دی گئی ہے، حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا یا ذبح ہونے کے لئے پیش کر دیا ایک ہی بات ہے، جب اس کی گردن پر چھری رکھ دی تو گویا اس کو قربان کر دیا۔ کس چیز کے لئے محض خدا کے لئے۔

قربانی اور اسلامی کمال

اب دیکھو اسلام نے مذاہب کے مقابلہ میں ہر بات کو کمال تک پہنچایا ہے۔ قربانی کے اصول کو بھی اس نے کمال تک پہنچا دیا ہے اس نے تعلیم دی ہے کہ قربانی ہو تو محض خدا کے لئے ہو، حضرت ابراہیمؑ نے خدا کے لئے قربانی کی اگر ہم بھی قربانی کریں تو خدا کے لئے ہی کریں۔ قوموں اور وطنوں کے لئے جو قربانیاں ہوتی ہیں وہ اتنا بلند مرتبہ نہیں رکھتیں جتنا خدا کے لئے قربانی بلند مرتبہ رکھتی ہے۔

یہ حیوانی قربانی جو ہم آج کے دن کرتے ہیں نہ صرف یہی کہ یہ اس عظیم الشان قربانی کی یادگار ہے جو حضرت ابراہیم نے کی بلکہ جو سبق اس کے اندر ہمیں دیا گیا ہے وہ بہت ہی بلند مرتبہ ہے، انسان کے اندر ایک بہیمیت کا حصہ رکھا گیا ہے اور ایک ملکوتی، حیوانی قربانی یہ سبق ہمیں سکھاتی ہے کہ ہم اپنی حیوانی خواہشات کو ملکی حصہ کے لئے قربان کر دیں۔ قربانی اس لئے نہیں کہ آج خوشی کا دن ہے اس لئے خوب گوشت کھاؤ، یہ بھی منع نہیں، لیکن یہ یاد رکھو کہ جس وقت ضرورت پیش آئے حیوانی حصہ کو ملکی حصہ کے لئے قربان کرنے کی تو اس قربانی کا یہ سبق ہے کہ اپنے حیوانی حصہ کو قربان کرنے سے دریغ نہ کرو۔

اصول قربانی اور ہماری جماعت

آج اگر کوئی جماعت صحیح طور پر اس قربانی کے سبق کو لے سکتی ہے تو وہی جماعت ہے جس کی بنیاد قربانی پر ہے، دین حق لوگوں کو پہنچانے پر ہے آپ کو معلوم ہے کہ مادی دنیا ترقی کرتے کرتے اب یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اب سوائے مادیت کے ان کی نظر اور کہیں نہیں جاتی۔

تاریخ اسلامی کے نظارے

جن لوگوں نے تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا ہے انہیں معلوم ہے کہ اسلامی جنگوں میں ایسے کئی واقعات دیکھنے میں آتے ہیں کہ جنگ ہو رہی ہے اور دشمن غالب ہوتا جا رہا ہے، اسلامی فوج کے پاؤں اکھڑ رہے ہیں اس وقت مسلمان بادشاہ گھوڑے سے اتر کر سر زمین پر رکھ دیتا ہے اور کچھ ایسی روح کی گہرائی سے اس کے اندر سے دعا نکلتی ہے کہ فوراً میدان جنگ کا نقشہ بدل جاتا ہے اور ایک آن کی آن میں دشمن کو شکست ہو جاتی ہے اور مسلمان غالب ہو جاتے ہیں اس کی بیسیوں مثالیں آپ تاریخ اسلام میں پائیں گے، ہماری آنکھوں کے سامنے بھی ایسے واقعات موجود ہیں، ہمارے شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم کی دوکان مال روڈ پر تھی ساتھ کی دوکان کو آگ لگ گئی، ہوا کا رخ ایسا تھا کہ شیخ صاحب کی دکان بھی آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آنے والی تھی اس وقت شیخ صاحب سجدے میں گر گئے اور دعا کرنی شروع کی اسی وقت ہوا کا رخ پلٹا اور شیخ صاحب کی دکان بچ گئی۔

روحانیت اور مادیت کا تقابل

یہ صحیح واقعات ہیں، روحانیت کوئی قصہ کہانی نہیں بلکہ مادہ سے زیادہ زبردست واقعات اس میں نظر آتے ہیں۔ آج دنیا ان باتوں کو بھلا چکی ہے اور مادہ پرستی انتہا پر پہنچ چکی ہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ لوگ جو تہذیب کی چوٹی پر پہنچے ہوئے سمجھے جاتے ہیں اپنی تمام طاقت مادی ساز و سامان میں ہی سمجھتے ہیں۔ ایک طرف جہازوں اور ٹینکوں وغیرہ کو اپنی طاقت کا معیار سمجھا جاتا ہے اور دوسری طرف امریکہ کو ایک آرسنل بنایا جا رہا ہے اسلحہ سازی کے لئے، کیا اس قوم کے اندر یہ ایمان پیدا ہو سکتا ہے کہ خدا کے آگے جھکنے سے بھی فتح حاصل ہو سکتی ہے۔ ایک مسلمان جانتا ہے کہ خدا کے آگے جھکنے سے شکستیں فتح میں تبدیل ہو سکتی ہیں، لیکن مادہ پرست کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہے جب تک خدا پر ایمان پیدا نہ ہو۔

جماعت احمدیہ میں مشیت ایزدی کارفرما ہے

اس لئے خدا اب چاہتا ہے کہ ان قوموں کی گردنیں اپنے آگے جھکائے۔ اس جماعت کو اسی لئے کھڑا کیا گیا ہے ان قوموں کو خدا کے آگے جھکا دو، اگر تمہارے اندر وہ نمونے ہیں جو ابراہیم نے دکھائے تو یقیناً اس کام کو کر سکتے ہو، یہ دہریت اور مادہ پرستی کوئی نئی چیز نہیں پہلے بھی دنیا میں اس کا زور ہوتا رہا ہے۔ لیکن خدا کے نیک بندے اور ابراہیم صفت انسان اپنی قربانیوں اور نیک نمونوں سے اس پر فتح پاتے رہے ہیں، یقین جانو کہ آج بھی دنیا خدا کے آگے جھک سکتی ہے، کسر ہے تو ہمارے اپنے نمونوں کی ہے، ہر ایک باپ ابراہیم بن سکتا ہے نہ کسی بیٹے کے گلے پر چھری رکھنے سے نہیں بلکہ اپنی اولاد کو اس رستہ پر لا کر کہ وہ دین کے لئے اور خدا کی خاطر زندگیاں دینے کے لئے تیار ہوں بہت سے باپ ہیں جو اپنے اس فرض سے غافل ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ بیٹوں کو بی اے اور ایم اے کرا لینا کافی ہے اسلئے دین کی طرف انہیں نہیں لاتے خدا پرستی نہیں سکھاتے اور پھر بعد میں ہاتھ ملتے ہیں کہ ان کے دلوں میں خدا اور رسول کی محبت کوئی نہیں ہوتی۔

دین کے لئے قربانی کی ضرورت

ضرورت ہے کہ ہماری جماعت کے اندر ایسے نمونہ پیدا ہوں جو دین کے لئے قربانی دینے کے لئے تیار ہوں۔ ہر ایک باپ خدا کی رضا کو مقدم کرنے والا ہو اور اپنی اولاد کو محض دنیا کے لئے نہیں بلکہ دین کے لئے تیار کرے، آج قومیں اس لئے تیار ہو رہی ہیں کہ زیادہ سے زیادہ اسلحہ فراہم کریں تم کوشش کرو کہ زیادہ سے زیادہ ہدایت کا پانی انہیں پہنچایا جائے جو اس آگ کو ٹھنڈا کر دے۔

یہ عید حج کا ایک رکن ہے

اصل میں تو یہ عید حج کا ایک رکن ہے ہم لوگ جنہوں نے وہ نظارہ نہیں دیکھا کہ کس طرح وہ ہزاروں انسان جو مکہ معظمہ میں جمع ہیں ایک لباس کے اندر خدائے واحد کے آگے اس طرح گر رہے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا خود وہاں موجود ہو گیا۔ انہی کی تبتع میں ہم ایک ادنےٰ پیمانہ پر اس عید کو مناتے ہیں اور قربانی سے اسی روح کو زندہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو حج کے اندر مضمر ہے۔ آؤ دعا کریں اور ان لوگوں کے نظارے کو مدنظر رکھکر دعا کریں کہ اے خدا ہمارے اندر بھی یہ تڑپ پیدا ہو کہ تیرے در پر حاضر ہوں اور اس قربانی کی روح اپنے اندر پیدا کریں جو حضرت ابراہیم نے کی تا کہ موجودہ مادہ پرست دنیا کو تیرے آستانہ پر جھکایا جا سکے۔

ارشادات نبوی صلعم

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

آخری زمانہ میں دین پر قائم رہنا

وعن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی علی الناس زمان الصابر فیھم علی دینہ کالقابض علی الجمر رواہ الترمذی (مشکوٰۃ کتاب الرقاق تغیر الناس)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ ان میں سے اپنے دین پر قائم رہنے والے کی مثال ایسی ہوگی جیسے کہ مٹھی میں آگ کا انگارہ پکڑ لینا ہے۔

دین وہ راستہ ہے جسے اختیار کرنے کا حکم اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور آپ کے توسط سے ساری امت کو ملا۔ قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی وسبحن اللہ وما انا من المشرکین۔ سورہ یوسف ۱۰۸

جو مسلمان اس راستہ پر گامزن نہیں ہے، وہ فی الحقیقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ سے الگ جا رہا ہے اور جو جماعت (احمدیہ جماعت) اس راستہ پر گامزن ہے اسے مصائب اور مشکلات میں ڈالا جا رہا ہے۔

آخری زمانہ میں تاویلات رکیکہ

وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اول ما یکفأ قال زید بن یحییٰ الراوی یعنی الاسلام کما یکفأ الاناء یعنی الخمر قیل فکیف یا رسول اللہ وقد بین اللہ فیھا ما بین قال یسمونھا بغیر اسمھا فیستحلونھا رواہ الدارمی۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق الانذار والتحذیر)

ترجمہ:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے سنا۔ تحقیق اول اس چیز کا کہ الٹا جاوے گا۔ زید بن یحییٰ راوی نے کہا جیسے الٹا جاتا ہے برتن جس میں شراب ہو، لوگوں نے کہا کس طرح لی جائے گی شراب اور تغیر کیا جاوے گا۔ اس کے متعلق حکم (امتناعی) یا رسول اللہ حالانکہ بیان کی اللہ تعالےٰ نے اس کے متعلق وہ چیز (رجس من عمل الشیطان) جو بیان کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیلہ تاویل کریں گے اس کے پینے میں بایں طریق کہ اس کا نام سوائے شراب کے کچھ اور

باقی بر صفحہ کالم ۲

بچوں کیلئے

حضرت ابوبکر صدیقؓ

جب عرب کے رہنے والے سچے خدا سے منہ موڑ کر اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کے آگے سر جھکانے لگے۔ تو ان میں خدا کے آخری نبی کا ظہور ہوا۔ تا کہ وہ ان کو غلط راستے پر چلنے سے روکیں اور ٹھیک راستے پر چلنے کی ہدایت کریں۔

جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب والوں کو خدا کے ایک ہونے کا پیغام دیا۔ تو عرب والوں نے اسے اپنے باپ دادا کے مذہب پر چوٹ سمجھا۔ اور سچائی کی راہ اختیار کرنے کی بجائے حضورؐ کو آزار پہنچانے کی ٹھان لی۔

لیکن حضرت ابوبکرؓ اسلام کی دعوت کو بغیر کسی تکرار کے قبول کر لیا۔ اسی لئے انہیں صدیق کہتے ہیں۔ گویا عرب والوں کے سامنے آپ نے یہ تصدیق کر دی۔ کہ خدا اصل میں ایک ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے اور آخری نبی ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کا نام عبداللہ اور پرانا لقب عتیق تھا۔ لیکن اسلام کی صداقت پر گواہی دینے سے آپ کا لقب صدیق ہو گیا۔

اسلام کے حلقے میں شامل ہونے سے پہلے بھی حضرت ابوبکر ایک نیک دل انسان تھے اسلام نے ان کی نیک دلی کو اور اُجاگر کر دیا۔

اسلام کی محبت میں آپ نے اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ دیا۔ اور حضور کے ساتھ ہجرت کی۔ اور جب تک حضور غار میں رہے ان کی خدمت میں اپنی جان تک چھڑکتے رہے۔

بہت سے خداؤں کو پوجنے والے عربوں نے ایک روز محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخانہ لہجہ میں پوچھا کہ تم ہمارے خداؤں کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان گستاخ لوگوں کو عبرتناک سزا دی۔

حضرت ابوبکرؓ کا شمار اپنے عہد کے دولتمند لوگوں میں ہوتا تھا۔ جب آپ نے اسلام قبول کیا۔ اس وقت آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے۔ لیکن اس دولت کو آپ نے اپنی ذات کو آرام پہنچانے کی بجائے اسلام کی خدمت میں صرف کیا۔ جب آپ سے کسی نے کہا کہ آپ دولت کو اس طرح صرف نہ کریں۔ تو آپ نے جواب یہ کہا کہ میرے بیوی بچوں کے لئے خدا اور اس کا رسول کافی ہیں۔ آپ خدا کی مرضی اور رسولؐ کے ارشاد کے سامنے ہر شئے کو ہیچ سمجھتے تھے

حضرت ابوبکر صدیق کا دستور تھا کہ وہ مکہ کی بوڑھی عورتوں کو اسلام قبولنے کے بعد خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ کے والد نے آپ سے کہا۔ کہ اے ابوبکرؓ اگر تو بوڑھی عورتوں کے علاوہ جوانوں کو آزاد کرایا کرے تو وہ وقت پڑنے پہ تیرے کام آئیں۔

آپ نے جواب دیا۔ میں خدا کو راضی کرنا چاہتا ہوں۔ دنیا کا فائدہ میرے سامنے نہیں ہے۔

اسلام کے پہلے مؤذن حضرت بلالؓ کو بھی آپ ہی نے کافروں کے ہاتھ سے چھٹکارا دلایا تھا۔

جب آپ کو مسلمانوں کا امیر چُنا گیا تو آپ نے مسلمانوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا میں اس لائق نہیں تھا۔ لیکن تم نے مجھے اپنا امیر بنایا۔ اگر میں بھلائی کروں تو میرا ساتھ دینا۔ اور اگر مجھ میں کوئی برائی پاؤ تو مجھے سیدھا کرو۔ بیشک سچ امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں سے کمزور لوگ میرے لئے طاقت والے ہیں۔ جب تک میں ان کو ان کا حق نہ دلوا دوں اور جو لوگ طاقت والے ہیں وہ میرے لئے اس وقت تک کمزور ہیں جب تک میں ان کا حق دوسروں سے نہ لے دوں۔ جس قوم نے خدا کی راہ میں جان پر کھیلنے سے دریغ کیا وہ ذلت کے حوالے ہو گئی۔ جس قوم میں بدکاری پھیلی۔ خدا نے اسے مصیبت میں پھنسا دیا۔ جب تک میں خدا کا حکم مانوں تم میرے ساتھ رہو۔ جب میں اس سے پھر جاؤں تم میرا ساتھ چھوڑ دو۔

حضرت ابوبکرؓ سب سے پہلے خلیفہ تھے جو اپنے والد کی زندگی میں ہی چُنے گئے۔ اگرچہ آپ بڑے رعب داب والے خلیفہ تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ تمام مسلمانوں سے اس طرح ملتے جلتے تھے۔ کہ پہلی نظر میں اجنبی لوگوں کو یہ سمجھنے میں دقت ہوتی تھی کہ آپ خلیفہ ہیں۔

کسی دشمن نے آپ کو پکایا ہوا گوشت بھیجا اس گوشت میں زہر ملا ہوا تھا۔ اس زہر کے اثر نے آپ کی زندگی کا ایک سال کے اندر اندر خاتمہ کر دیا۔

جب آپ کا وقت پورا ہو گیا۔ تو اس خیال سے کہ کہیں آپ کے کفن اور دفن میں غیر اسلامی نمائش نہ کی جائے۔ آپ نے لوگوں سے کہا مجھے انہی دونوں کپڑوں میں دفن کر دیا جائے جو میرے تن پہ ہیں۔ کیونکہ مردہ سے زندہ کو کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے۔

(ا-س)

عید

خوشی کا زمانے میں پیغام لے کر
نئی زندگی اور نئے کام لے کر
نئی شمع جلنے لگی انجمن میں
کھلے جاتے ہیں پھول تازہ چمن میں
نئی عید کا یہ اثر دیکھتا ہوں
خوشی چھا گئی ہے جدھر دیکھتا ہوں
ہے دن عید کا بھی یہ کیسا سہانا
زباں پہ ہے سب کی خوشی کا ترانہ
مسرت میں سرشار ہیں سارے بچے
امیدوں کی دنیا یہ ہیں پیارے بچے
اُٹھو اور نئے دن کی خوشیاں مناؤ
غم و رنج و کلفت کو آنکھیں دکھاؤ

ریاض احمد میر

احمدی بچے
اپنے صفحہ کے لئے
مضامین لکھیں

جناب عبدالعظیم علوی صاحب

حضرت فاطمہؓ

نبی کریمؐ کی پیاری بیٹی، حضرت فاطمہ زہرہؓ [illegible] حضرت علیؓ کی بیوی تھیں، اتنے بزرگ اور عظیم الشان باپ کی بیٹی اور ایسے جلیل القدر انسان کی بیوی کے متعلق آپ سمجھتے ہوں گے کہ ہر دن روز عید اور ہر رات شب برات ہوگی۔ نہیں ایسا نہیں۔ حضرت فاطمہؓ کے دل میں دنیا کی نعمت اور آرام کے لئے کوئی جگہ نہ تھی وہ ایک خدا سے ڈرنے والی اور صابر خاتون تھیں، چکیاں پیس پیس کر اس خاتون جنت کے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے۔ پانی کے لئے مشکیں اٹھاتے اٹھاتے سینہ پر داغ اور کمر دوہری ہو جاتی تھی، لیکن زبان سے کبھی ناشکری کا کلمہ نہ نکلتا تھا۔ پیوند لگے موٹے کپڑے پہنتیں۔ فاقے بھی سہہ لیتی تھیں، لیکن پیارے باپ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے کبھی بھی حضرت علیؓ سے شکوہ شکایت نہ کرتی تھیں، انہوں نے کبھی بھی حضرت علیؓ کو تنگ نہیں کیا کہ فلاں چیز مجھے ضرور لاکر دو۔ بلکہ حضرت علیؓ کی یہ خواہش رہتی تھی کہ وہ کوئی مطالبہ کریں۔ اکثر انہیں کہتے تھے کہ کبھی کوئی چیز مانگا کرو۔ لیکن وہ صبر اور خدا کی رضا پر راضی خاتون خاموش ہو کر ٹال دیا کرتی تھیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت فاطمہؓ بیمار ہو گئیں، گھر میں تو کھانے پینے کا دھندا ہی مشکل سے چلتا تھا علاج معالجہ اچھی طرح کیسے ہو سکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ روز بروز کمزور ہوتی جا رہی تھیں اور یہ صورت حضرت علیؓ کو بہت پریشان کر رہی تھی۔ آپ دنیا کی ہر مشکل کا مقابلہ کر سکتے تھے ہر مصیبت برداشت کر سکتے تھے۔ لیکن حضرت فاطمہ کی یہ حالت انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھی، آخر حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے اور دل کا دکھ سنایا اور کہنے لگے فاطمہ اگر اپنے لئے نہیں تو میرے لئے خدا کے واسطے بتاؤ جس چیز کو دل چاہتا ہے حاضر کروں۔ حضرت فاطمہ نے شوہر کی اس دلی تڑپ کا اندازہ کرتے ہوئے مسکرا کر فرمایا اچھا اگر ممکن ہو سکے تو ایک انار لا دو۔ حضرت علیؓ نے جب سنا تو خوشی میں پھولے نہ سمائے اور گھر سے چل پڑے۔

اب حضرت علیؓ کو ایک طرف تو بیوی کی خواہش پوری کرنے کی خوشی تھی اور دوسری طرف جیب میں پیسہ نہ ہونے کی فکر تھا۔ ادھار مزدوری کرنے کی ٹھانی اور اتفاق سے مزدوری بھی مل گئی آپ نے مزدوری کی اجرت لے کر انار کی تلاش شروع کی بڑی مشکل سے ایک شخص کے پاس انار کا پتہ چلا اور اس سے ایک انار خرید کر گھر کا رستہ لیا۔ ابھی کچھ فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ راستہ میں ایک فقیر کو دیکھا جو مٹی میں پڑا ہوا کراہ رہا تھا۔ حضرت علیؓ سے نہ رہا گیا اس کے پاس جا کر اسے اٹھایا گرد جھاڑی۔ پوچھا کیا بات ہے، کیا تکلیف ہے۔ فقیر نے آنکھیں کھولیں اور کہا کہ آپ کے پاس جو انار ہے اس میں سے آدھا دیدو۔ حضرت علیؓ نے آدھا انار اسے دیدیا اور گھر کو چلے، لیکن فقیر نے [illegible] دفعہ باقی آدھے انار کا مطالبہ بھی کر دیا آپ نے وہ بھی اس کے حوالہ کیا اور خالی ہاتھ گھر کو چل پڑے۔ دل میں رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ فاطمہ کو کیا جواب دوں گا۔

حضرت فاطمہؓ دیر سے شوہر کا انتظار کر رہی تھیں کہ اتنے میں آپ تشریف لے آئے اور تمام واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت فاطمہ کو اس واقعہ سے کوئی غصہ نہیں آیا اس خدا ترس خاتون نے جواب میں جو کچھ کہا وہ ہمارے لئے بہت بڑا سبق اپنے اندر رکھتا ہے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا "میرے سرتاج خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہم سے ایک بندہ خدا کی خدمت ہو سکی"

ایک اور واقعہ

ایک دفعہ حضرت علیؓ کے لڑکے یعنی حضرت فاطمہؓ زہرہ کے لال امام حسن اور امام حسین بیمار ہو گئے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو ان کی بیماری سے بڑی بے چینی تھی آپ دن رات ان کے لئے دعائیں مانگتے تھے کہ خدا اپنے محبوب کے نواسوں کو صحت عطا فرمائے۔ انہوں نے خدا سے یہ وعدہ بھی کیا کہ جب بچے تندرست ہو جائیں گے تو وہ شکرانہ کے طور پر تین دن کے روزے بھی رکھیں گے۔

اللہ تعالےٰ کی مہربانی سے کچھ دنوں کے بعد بچوں کو صحت ہو گئی ماں باپ کا دل باغ باغ ہو گیا اور ساتھ ہی اپنا وعدہ بھی یاد آیا۔ دونوں نے روزہ رکھ لیا۔ شام ہوئی تو حضرت فاطمہؓ نے افطار کی تیاری شروع کی روٹیاں پکائیں۔ پانی لا کر رکھا اذان ہوئی تو دونوں نے پانی سے روزہ کھول لیا اور ابھی کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ دروازہ پر کسی نے صدا دی اور کھانے کیلئے سوال کیا۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ سے پوچھا کہ کیا گھر میں اور کھانا ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا نہیں صرف اتنا ہی آٹا تھا جس کی روٹیاں پکا لیں۔ فکر کی کوئی بات نہیں [illegible] میں اپنا حصہ فقیر کو دے دیتی ہوں۔ آپ اپنا حصہ کھا لیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا فاطمہ تمہارا حصہ تو بہت تھوڑا ہے یہ فقیر صرف [illegible] ہارا ہوا معلوم ہوتا ہے ان روٹیوں سے اس کا کچھ نہ بنے گا۔ میرا حصہ بھی اسے دے دو۔ حضرت فاطمہؓ نے وہ سب روٹیاں فقیر کو بھجوا دیں۔ اور خود بھوکے سو گئے۔ دوسرے دن بھی روزہ رکھنا تھا۔ اور وہ روزہ کی نیت کر لیتے ہیں۔ یہ دوسرا دن تھا کہ پیٹ میں سوائے چند گھونٹ پانی کے کچھ نہ گیا تھا لیکن وہ شکایت کا حرف منہ پہ نہیں لاتے خوشی خوشی دن بھر تمام کام کرتے رہتے ہیں، شام ہوتی ہے، تو دن بھر کی محنت مشقت سے جو کمایا تھا، اس کا آٹا لا کر روٹی پکائی جاتی ہے۔ حضرت فاطمہ روٹی اور سالن لے کر افطار کے انتظار میں بیٹھی ہوئی ہیں۔

مغرب کی اذان ہوئی دونوں پانی سے روزہ افطار کرتے ہیں، عین اس وقت یتیم بچے آ جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم کل سے بھوکے ہیں حضرت علیؓ کو ان معصوم بچوں پر بےحد رحم آتا ہے۔ روٹیاں اور سالن ان کے آگے کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں پیٹ بھر کر کھا لو بچے بھوکے تھے سب روٹیاں کھا جاتے ہیں، اور یہ نیک دل میاں بیوی اس رات بھی بھوکے ہی سو جاتے ہیں۔ اب تیسرا روزہ بھی اسی حالت میں رکھ لیتے ہیں اور وہ دن بھی صبر و شکر سے گزار دیتے ہیں اور شام کو افطار کے بعد انتظار کرتے ہیں شاید کوئی مسکین فقیر آ جائے جب کوئی نہیں آتا تو کھانا کھا لیتے ہیں۔ حضرت نبی کریمؐ کو جب اس واقعہ کا علم ہوتا ہے تو بیٹی اور داماد کے اس نیک نمونہ کی بہت بہت تعریف فرماتے ہیں۔ اور دعا فرماتے ہیں

خواتین کی خدمت میں

التماس ہے کہ وہ پیغام صلح کے لئے مضامین لکھیں

مسائل عید الاضحی

(۱) — خدا کی راہ میں قربانی ہر دو جانور اعلیٰ درجہ کی ہو اتنی ہی افضل ہے۔ خصّی یا ناقص قربانی قابل قدر نہیں ہوا کرتی اس لئے بکرا یا بھیڑ یا دنبہ عمدہ اور تندرست ہونا چاہیئے کوئی عیب نہ ہو، لولا، لنگڑا، کانا یا سینگ جڑ سے کٹا ہوا نہ ہو۔ خصّی ہونے کا کوئی حرج نہیں۔ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

(۲) — قربانی کا وقت دس ذی الحجہ یعنی عید کے دن نماز عید و خطبہ کے بعد سے لے کر ۱۲ ذی الحجہ عصر تک ہے۔ ایک کنبہ کی طرف سے ایک بکرا یا بھیڑ کافی ہے۔

(۳) — قربانی کرتے وقت خدا کا نام لینا اور تکبیر کہنا چاہیئے بعض قصاب پیر کا نام لیا کرتے ہیں جن سے بچنے کا اہتمام پہلے سے ہی کر لینا چاہیئے۔

(۴) — قربانی کا خون اور گوشت خدا کو نہیں پہنچتا بلکہ دلوں کا تقویٰ خدا تک پہنچتا ہے۔ پس قربانی کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ در اصل وہ خدا کے حکم کے آگے اپنی حیوانیت کو ذبح کر رہا ہے۔ یعنی اپنے تمام جذبات حیوانی کو خدا کی رضا کے آگے وہ قربان کرنے کا اقرار کر رہا ہے۔ جب تک یہ تقویٰ مدنظر نہ ہو قربانی کے مقبول ہونے کی صورت نظر نہیں آتی۔

(۵) — عید کے دن نہانا صاف کپڑے پہننا خوشبو لگانا، نماز عید پڑھنا، خطبہ سننا مسنون ہے۔ عید الفطر میں نماز سے پہلے کھانا سنت ہے لیکن عید الاضحیٰ میں نماز عید کے بعد کھانا سنت ہے۔

(۶) — عید کی نماز دو رکعتیں ہیں۔ پہلی رکعت میں سات تکبیریں ہیں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ یاد رہے دونوں رکعتوں میں سورۃ فاتحہ سے قبل یہ تکبیریں کہنی چاہئیں اور تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑنے چاہئیں۔ قرات جہری ہوتی ہے اور نماز کے بعد خطبہ ہوتا ہے جس کے درمیان امام بیٹھتا نہیں۔ خطبہ سننا نہایت ضروری چیز ہے خطبہ کے درمیان میں لوگ ملنا جلنا اور بغلگیر ہونا شروع کر دیتے ہیں یہ جائز نہیں۔

(۷) — نماز عید کے لئے ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا مسنون ہے نماز کے بعد جماعت کی شکل میں راستوں سے گذرنا اسلام کی شوکت کا موجب ہے۔

(۸) — قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مسنون ہے، ایک حصہ خود کھائے اور اس کے اہل و عیال کھائیں، دوسرا حصہ دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرے، تیسرا حصہ مساکین اور یتامیٰ کو دے۔

(۹) — عید کے دن باہم ملنا جلنا کھانا پینا خوشی کرنا منشائے اسلام ہے، نماز پڑھکر گھروں میں گھس رہنا، یا سو کر دن کاٹ لینا، اس گوشہ نشینی کا نام دینداری رکھنا غلط ہے۔

(۱۰) — ۹ تاریخ ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے شروع کرکے ۱۲ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہنے کا حکم ہے اور وہ یہ ہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔ ان کلمات کو تین مرتبہ کہنے کا حکم ہے۔

(۱۱) — عید کی خوشی کے موقعہ پر بہت سے لوگ کپڑوں، کھانوں اور بچوں پر خرچ کرتے ہیں۔ ایسے موقع پر اشاعت اسلام کے لئے بھی کچھ خرچ کرنا چاہیئے۔ آج وقت کا تقاضا ہے پس ایک روپیہ فی کس عید فنڈ میں دینا اسلام کی محبت پر دلالت کرتا ہے۔

(۱۲) — قربانی کی کھال خدا کی راہ میں دینی چاہیئے اشاعت اسلام اس کا بہترین مصرف ہے۔ قصاب کو اجرت میں دے دینا جائز نہیں۔

پاکیزہ ارشادات

(بقیہ از صفحہ ۵)

دکھیں نے اور پھر حلال جانیں گے اس کو آج مذہب کے بہترین اصول تاویلات رکیکہ کرکے فتنہ و فساد کا باعث بنائے جاتے ہیں)

وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی
وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی
وہ درد وہ گداز وہ رقت نہیں رہی
خلق خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی

(مسیح موعود)

چندہ ماہوار کے متعلق

ضروری گذارش

حضرت امام وقت کی جماعت پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے ان میں سے امیر و غریب اپنی کمائی کا کچھ حصہ باقاعدگی کے ساتھ خدمت اسلام کیلئے خرچ کرتے ہیں۔ تحدیث بالنعمت کے طور پر اس امر کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی ذرہ نوازی ہے کہ اس نے اس مختصر سی جماعت کو جس میں زیادہ حصہ غربا کا ہے۔ اس نہایت ہی مشکل وقت میں اپنے دین کی خدمت کے لئے انتخاب کر لیا ہے۔

یہ نعمت حضرت امام وقت کے ساتھ تعلق قائم کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اس پر کسی بحث کی ضرورت نہیں اس صدی کی ابتدا سے آج تک کے واقعات پر سرسری نگاہ ڈالنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اشاعت اسلام کی اشد ضرورت کو محسوس کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان کی جماعت کے علاوہ کسی نے بھی اس سلسلہ میں کوئی قابل ذکر عملی قدم نہیں اٹھایا۔

ہمارے دوست اور بزرگ جو ماہوار چندہ دیتے ہیں وہ خدا اور رسول کے ساتھ عشق اور محبت کا اظہار ہے۔ ہر ایک مسلمان کے دل میں خدا اور رسول کی محبت موجود ہے حضرت امام وقت نے بڑی بلند آواز سے پکارا کہ آؤ مسلمانو! اپنے عشق کا اظہار کرو۔ شکر گذاری کے بیں سجدات بجا لاتا ہوا یہ ضرور کہوں گا۔ کہ جس طرح ہم احمدیوں کو خدا تعالیٰ نے تسلسل اور باقاعدگی کے ساتھ اپنے عشق، محبت اور عقیدت کے اظہار کرنے کا موقعہ دے دکھا ہے وہ کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس بزرگ عنایت کا شکریہ ہم اسی طور سے ادا کر سکتے ہیں۔ کہ بڑی توجہ کے ساتھ اپنا ماہوار چندہ ادا کر دیا کریں۔ چندہ جمع کرنے کا انتظام ہماری ہر ایک جماعت میں ہے۔ اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ کسی دوست کے پاس کسی ماہ میں کوئی بھی چندہ وصول کرنے کے لئے نہیں جا سکا۔ یا دو ایک بار مطالبہ کے وقت اس دوست نے مجبوری ظاہر کی۔ اور اس طرح دو چار ماہ کا چندہ اکٹھا ہو گیا۔ یہ ایک بوجھ بن جاتا ہے۔ اور بعض حالات میں یہ بقایا پھر کبھی بھی ادا نہیں ہوتا۔ جب یہ حقیقت ہے کہ ہم محض اللہ کی رضا کی خاطر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو ہمیں محبت ہے۔ اس کے دین کے لئے جو ہمارے دلوں میں عشق ہے۔ اس کے لئے ہم اپنی آمدنی سے باقاعدگی کے ساتھ ہر مہینہ کچھ حصہ ادا کرتے ہیں۔ تو پھر اس انتظار میں رہنا کہ کوئی دوست چندہ لینے آئیں گے تو دے دیں گے۔ کچھ مناسب سا معلوم نہیں دیتا۔

ہم میں سے ہر ایک صاحب کو بڑے شوق کے ساتھ ہر مہینہ یا ہر ششماہی جیسی بھی صورت ہو اپنی آمدنی سے چندہ کی رقم الگ کر دینی چاہیئے تاکہ اگر کسی مہینہ میں ادا نہیں ہو سکی تو دو یا تین ماہ کی رقم اکٹھی ہو کر ایک بوجھ نہ بن جائے۔ دفتر تحصیل نے یہ بھی اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ کہ وقتاً فوقتاً احباب۔ کو مرکز سے بھی بذریعہ خطوط ادائیگی چندہ کے لئے یاد دہانی کرائی جاتی ہے۔ یہ ساری تجاویز جو اس وقت چندہ جمع کرکے انجمن کے خزانہ میں داخل کرنے کے لئے اختیار کی جا رہی ہیں۔ اس صورت میں کامیاب ہو سکتی ہیں کہ احباب خود باقاعدہ ادائیگی کا خاص خیال رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

احمد حسن — اسسٹنٹ افسر تحصیل

چندہ ماہوار نہایت باقاعدگی سے ادا کریں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تار کا پتہ: تبلیغ۔ لاہور

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بود ✽ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے: چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے: ۱۲-۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے: ۲۲ شلنگ

ایڈیٹر: محمد آصف بی اے

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ – ۲۶ اگست ۱۹۵۳ء | نمبر ۳۱

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدمتِ اسلام کیلئے احسن تدابیر اختیار کرنا بدعت و معصیت نہیں ہے

بمطابق حدیث نبویؐ کہ انما الاعمال بالنیات کوئی احسن انتظام اسلام کی خدمت کیلئے سوچنا بدعت اور ضلالت میں داخل نہیں ہے جیسے جیسے بوجہ تبدیل زمانہ اسلام کو نئی نئی مشکلات پیش آتی ہیں یا نئے نئے طور پر ہم لوگوں پر مخالفوں کے حملے ہوتے ہیں، ویسی ہی ہمیں نئی تدبیریں کرنی پڑتی ہیں۔ پس اگر حالت موجودہ کے موافق ان حملوں کے روکنے کی کوئی تدبیر اور تدارک سوچیں تو وہ ایک تدبیر ہے۔ بدعات سے اسکو کوئی تعلق نہیں اور ممکن ہے کہ بباعث انقلاب زمانہ کے ہمیں بعض ایسی نئی مشکلات پیش آجائیں جو ہمارے سید و مولانی کریمؐ کو کبھی اس رنگ اور طرز کی مشکلات پیش نہ آئی ہوں۔ مثلاً ہم اس وقت کی لڑائیوں میں پہلی طرز کو جو مسنون ہے اختیار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس زمانہ میں طریق جنگ جدل بالکل بدل گیا ہے اور پہلے ہتھیار بیکار ہو گئے اور نئے نئے ہتھیار لڑائیوں کے پیدا ہوئے۔ اب اگر ان ہتھیاروں کو پکڑنا اٹھانا اور ان سے کام لینا ملوکِ اسلام بدعت سمجھیں اور مولوی کی بات پر کان دھر کے ان اسلحہ جدیدہ کا استعمال کرنا ضلالت اور معصیت خیال کریں اور یہ کہیں کہ یہ وہ طریق جنگ ہے کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا نہ صحابہ و تابعین نے تو فرمایئے کہ بجز اس کے کہ ایک ذلت کے ساتھ اپنی ٹوٹی پھوٹی سلطنتوں سے الگ کئے جائیں اور دشمن فتحیاب ہو جائے کوئی بھی اس کا نتیجہ ہوگا؟ پس ایسے مقامات تدبیر اور انتظام میں خواہ وہ مثلاً جنگ و جدل ظاہری ہو یا باطنی اور خواہ تلوار کی لڑائی ہو یا قلم کی ہماری ہدایت پانے کے لئے یہ آیت کریمہ موصوفہ بالا کافی ہے یعنی یہ کہ اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ۔ اللہ جلشانہ نے اس آیت میں ہمیں عام اختیار دیا ہے کہ دشمن کے مقابل پر جو احسن تدبیر تمہیں معلوم ہو اور جو طرز تمہیں مؤثر اور بہترین دکھائی دے وہی طریق اختیار کرو پس اب ظاہر ہے کہ اس احسن انتظام کا نام بدعت اور معصیت رکھنا اور انصار دین کو جو دن رات اعلاء کلمۂ اسلام کے فکر میں ہیں جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حب الانصار من الایمان ان کو مردود ٹھہرانا نیک طینت انسانوں کا کام نہیں بلکہ درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کی روحانی صورتیں مسخ شدہ ہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام)

حضرت صاحب صدر کا مکتوب

"برادرانِ ملت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مزاج شریف۔ بعض احباب سلسلہ نے میری توجہ دو پمفلٹوں کی طرف مبذول کرائی ہے۔ جو انہی دنوں میں جماعتوں میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ ایک پمفلٹ تو محترم مولوی عبداللہ جان پشاوری کے نام سے اور دوسرا محترم پروفیسر عنایت علی خان صاحب کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اوّل الذکر پمفلٹ کو میں نے خود پڑھا ہے۔ کسی بھائی کی نیت پر نکتہ چینی کرنا میرا مقصد نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک جماعت کی بہبودی کا تعلق ہے ایسے پمفلٹ جس سے جماعت کے اندر انتشار اور بدظنی پھیلنے کا اندیشہ ہو کسی بھی صورت میں مفید نہیں ہو سکتے۔ اگر انسان کوئی مضمون لکھنے سے پہلے خدا کا خوف دل میں رکھے تو وہ دوسرے بھائی پر الزام لگانے کی جرأت پیدا نہیں ہو سکتی۔ جماعتیں افراد سے بنتی ہیں اور جب تک افراد کے دلوں میں اپنی اپنی ذمہ داری کا احساس پیدا نہ ہو تب تک قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ اگر حصولِ رضاءِ الٰہی سامنے ہو تو ان تمام باتوں کا علاج بجائے پمفلٹوں اور ٹریکٹوں کے شائع کرنے کے اور کئی اَحسن اور خوبصورت طریق موجود ہیں۔ اور وہ طریقے خط و کتابت و روبرو بیٹھ کر بالمشافہ گفتگو ہیں۔

ارادے نیک ہوں تو غلط فہمیاں دُور ہو سکتی ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ معاملات کو موڑ توڑ کر اپنے نظریئے بنا لینا اور پھر اپنے خیال کے مطابق نتائج مرتب کر لینا کوئی مستحسن فعل نہیں۔ جماعت کے اکثر احباب خوب جانتے ہیں کہ جب کبھی بھی مجھے کسی کونہ سے کوئی خط کسی معاملہ کے متعلق ملتا ہے تو میں اس کا واضح جواب بہت جلد بھجوا دیتا ہوں۔ اور جہاں تک مجھے یاد ہے۔ میں نے اس معاملہ میں کبھی بھی دیری نہیں کی۔ پمفلٹ مذکور میں جو جو اعتراضات محترمی مولوی صاحب نے کئے ہیں ان میں سے اکثر بے بنیاد اور بالکل بے جا ہیں۔ اور ایک خاص واقعہ جس میں انہوں نے میری تقریر کا جو میں نے احمدیہ مسجد پشاور میں ستمبر ۱۹۵۱ء میں کی تھی کا حوالہ دیا ہے۔ اور جو بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم کے متعلق ہے۔ قطعاً صحیح نہیں سیاق و سباق کو دیکھنے سے اس کی صحت یا عدم صحت کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔

میں بحیثیت صدر محض جماعت کی بہتری اور حفاظت کے لئے ہر ایک فردِ جماعت کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ وہ پمفلٹ بازی کو بند کر دے۔ کیونکہ صرف اسی میں جماعت کی بہتری ہے۔ میں اپنی طرف سے کسی شخص کو اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ میری طرف سے ان پمفلٹوں کے جواب میں کوئی پمفلٹ جاری کریں۔ چنانچہ میں نے بعض احباب کو جو ان پمفلٹوں کا جواب شائع کرنا چاہتے تھے ایسا کرنے سے روک دیا ہے۔ جماعت کا نظام اس سے درہم برہم ہو سکتا ہے۔ ہم نے مل کر جہاں تک ہماری طاقت تھی خدا کے مشن کو زندہ رکھنے کے لئے انتہائی کوششیں کی ہیں۔ اور یہ مشن ہماری جماعت کے ہر ایک فرد کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ ہر ایک فرد نے اپنے اپنے رنگ میں بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ اور پھر یہ مشن ہمارے ہاتھوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی امانت ہے۔ اگر ہم ان طور طریقوں سے جماعت کے اندر انتشار پیدا کرنے کے درپے رہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس عظیم الشان مشن کو ہم اپنے ہی ہاتھوں مٹانا چاہتے ہیں۔

پیارے بھائیو! یہ ایک خدائی سلسلہ ہے۔ یہ انشاء اللہ تعالےٰ پھلے گا اور پھولے گا۔ اور اگر ہم نے فرائض منصبی میں کوتاہی کی تو خدا تعالےٰ کسی دوسری قوم کو ہماری جگہ لا کھڑا کرے گا۔ ہم جس نازک دَور سے گذر رہے ہیں اس کا تقاضا یہی ہے کہ ہم جو مسیح موعودؑ کی جماعت کہلا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملنے کی آرزو رکھتے ہیں اپنے اندر ان جیسا رنگ پیدا کریں باہم محبت اور اخوت ایسی ہو کہ ہمارے اندر کوئی رخنہ پیدا نہ ہو سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:-

> "حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلیفہ ہوئے اور ان میں سلطنت آئی اور انہوں نے جس خوبی اور انتظام سے سلطنت کے بارِ گراں کو سنبھالا ہے اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی۔ مگر رسول کریم صلعم کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپؐ نے کچھ فرمایا۔ اپنی تمام رائوں اور دانشوں کو حقیر سمجھا۔ ان کی اطاعت میں گمشدگی کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کے وضو کے باقی پانی میں برکت ڈھونڈھتے تھے۔ آپؐ کے لبِ مبارک کو متبرک سمجھتے تھے۔ اگر ان میں یہ اطاعت اور تسلیم کا مادہ نہ ہوتا بلکہ ہر ایک اپنی رائے کو مقدم سمجھتا اور پھوٹ پڑ جاتی تو وہ اس قدر مراتبِ عالیہ کو نہ پاتے۔ ان میں باہم کسی قسم کی پھوٹ اور عداوت نہ تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ ان کو بڑی بڑی کامیابیاں اور ترقیاں نصیب ہوئیں"۔

اس لئے میں گذارش کرتا ہوں کہ ہم بھی اپنے دلوں کے اندر عاجزی اور انکساری پیدا کریں۔ باہم جب بھی کوئی غلط فہمی ہو تو فوراً اس کی صفائی کر لیا کریں ——— میں اپنے آپ میں آپ پر کوئی برتری نہیں پاتا۔ میں ایک عاجز و گنہگار انسان ہوں۔ ایک کام آپ نے میرے سپرد کیا۔ اگر میں اپنے فرضِ منصبی میں کوتاہی کروں گا یا اس مقدس جماعت کے دلوں کے اندر آپس میں کدورت یا نفرت پیدا کروں گا تو میں خدا کے آگے اس کا جواب دہ ہوں گا۔ میں اپنی ذمہ داری کو خوب سمجھتا ہوں۔ اور نہ ہی اس سے غافل ہوں۔ میرے اندر نقائص موجود ہیں۔ خدا تعالیٰ ستّار ہے۔ آپ بھی میری پردہ پوشی کریں۔ اور جہاں بھی کوئی غلطی کا احتمال ہو وہاں آپ لوگ براہِ راست میرے ساتھ خط و کتابت کے ذریعہ یا بالمشافہ گفتگو کے ذریعہ حل کریں۔ اس سے ایک قوت پیدا ہوتی ہے اور آپس میں اعتماد بڑھتا ہے۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر آپ کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ مجھے آپ میں سے کسی کے ساتھ خواہ خلاف لکھنے والے ہوں یا موافق کوئی رنج نہیں۔ میں ہر ایک فرد کا خادم ہوں اور اسی میں فخر سمجھتا ہوں۔

مجلس معتمدین کا جلسہ جو میں نے ملتوی کیا تو وہ اکثر احباب کے مشورہ اور رائے سے کیا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ یہ جلسہ ستمبر کے اخیر یا اکتوبر کے پہلے ہفتہ میں منعقد ہوگا۔ اور میں بڑی وضاحت اور تحریری حوالجات کے ساتھ ان تمام اعتراضات جو محترمی مولوی عبداللہ جان صاحب نے کئے ہیں اور ان اعتراضوں کا جواب جو کسی دوست کے دل میں ہوں اپنی طرف سے حتی الوسع شرافت اور دیانت سے آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ اور فیصلہ جماعت پر چھوڑ دوں گا۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ ہماری جماعت فرشتوں کی جماعت ہے۔ اور ہر ایک فرد کے سینہ کے اندر وہ چنگاری موجود ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے سینہ کے اندر موجود تھی۔ خدا اسے کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ ہم نے اپنی طاقت سے بڑھ کر اشاعتِ اسلام کے مرکز کھول رکھے ہیں۔ اور یہ حضرت مسیح موعودؑ کے باغ کے پودے ہیں۔ میں ہرگز گوارا نہیں کر سکتا کہ ان میں سے کسی کو کسی قسم کا نقصان پہنچے۔

اس لئے میں آپ صاحبان کی خدمت میں ادب سے اپیل کرتا ہوں کہ باہم ایک ہو جاؤ۔ اور تمام مل کر ان تمام بوجھوں کو مضبوطی سے اُٹھا لو۔ اب خدا کے فضل سے کامیابی کے دن بہت قریب ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ پر جو الزامات دشمنوں نے لگائے تھے وہ آہستہ آہستہ مٹ رہے ہیں۔ اور تمام دُنیا اب ایک ایسے لائحہ عمل کی جستجو میں ہے جس سے دُنیا میں امن قائم ہو۔ اور یہ چیز صرف اور صرف اسلام کے اندر ہے۔ ہم نے اپنی ساری زندگیاں اس کے لئے وقف کر دیں۔ اور اب آپس میں پھوٹ پیدا کر کے اس اصل کام کو ضائع کرنا بڑی بدقسمتی کا باعث ہوگا۔ میں اس بات پر آمادہ ہوں کہ اگر مجلس معتمدین یہ فیصلہ کرے کہ میرے وجود سے جماعت کو کچھ فائدہ نہیں تو میں یہ امانت آپ کے سپرد کرنے کو تیار رہوں۔ اس لئے نہیں کہ میں اس کی اہمیت کو نہیں جانتا یا اس کو معمولی چیز سمجھتا ہوں۔ نہیں نہیں میں اس کو بڑا بلند مقام دیتا ہوں اور میں اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت پاتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے دینِ متین کا کچھ کام مجھ سے لے اور میری عاقبت سنور جائے۔ باوجود اس کے اگر قوم مجھ میں غلطی پائے تو مجھے سبکدوش کر دے۔

میں آخر میں خدائے برتر کے سامنے دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری محنتوں کو بارآور کرے اور قوم کے اندر محض اپنے فضل و کرم سے تقوےٰ، بلند ہمتی، اور خدمتِ دین کے بلند جذبات پیدا فرمائے۔ اور ہمارے سینوں میں اگر کچھ کدورت ہو تو اس کو اپنی شانِ کریمی سے دُور فرمائے۔ ہمارے دلوں کو ایک کر دے۔ اور پھر وہی اخوت کا نظارہ ہو جو حضرت مسیح موعودؑ کے وقت ہم نے قادیان میں دیکھا تھا۔

آمین۔ والسلام

مری - ۱۷ راگست سنہ ۱۹۵۳ء

میاں محمد
صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ | نمبر ۳۱

لمحۂ فکریہ

حضرت صاحب صدر کا مکتوبِ گرامی

اس پرچہ کے صفحہ ۵ پر صاحب صدر حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب کا ایک مکتوب جو احباب سلسلہ کے نام ہے درج کیا جا رہا ہے۔ مذکورہ مکتوب خلوص قلب غیر معمولی ہمدردی اور محبت سے لکھا گیا ہے یہ مکتوب ہمارے سلسلہ کے تاریخی مکتوبات میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے کیونکہ باوجود انتہائی سادگی کے اس مکتوب میں قلوب کو متاثر کرنے کی قوت موجود ہے کیونکہ یہ مکتوب اخلاق اور روحانی قوت جو ہمارے سلسلہ کی نمایاں خصوصیت ہے کا آئینہ دار ہے۔

یہ موقعہ ہمارے سلسلہ اور جماعت کے لئے کتنا نازک ہے اس پر روشنی ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں یہ صرف نازک موقعہ ہی نہیں بلکہ زندگی اور موت کی کشمکش ہے۔ سلسلہ کا ہر ایک فرد اس کشمکش کی کیفیت سے بخوبی واقف ہے۔ یہ ایک بہت مختصر جماعت ہے اور اپنے اس اختصار کے باوجود تبلیغ اسلام کا نہایت شاندار کام کر رہی ہے تبلیغی میدان میں آج تک اس نے جو کام کیا ہے۔ اس کام کی وجہ سے اس جماعت کا ایک رعب ہے اور اپنے ان تبلیغی کارناموں کے باعث حضرت امام عصر حاضر کی سچی جانشین ہے اور ابھی بہت بڑے بڑے فرائض باقی ہیں جو اس نے سرانجام دینے ہیں۔ اس جماعت نے آج تک کبھی ہنگامی اور تخریبی مشاغل میں حصہ نہیں لیا۔ اس نے ہمیشہ تعمیر اور اصلاح کا کام کیا ہے۔ ایسی جماعت کو (جو عالم اسلام میں بینظیر ہے) شعوری یا غیر شعوری طور پر انتشار میں مبتلا کر دینا ایک قومی اور اجتماعی گناہ ہے۔ ایسے طور طریقوں کو جن سے جماعت میں انتشار پھیلے اور اس کا شیرازہ بکھر جائے حضرت نبی کریم صلعم نے ممنوع قرار دیا ہے اور حضرت بانیٔ سلسلہ نے بھی اسے کسی صورت میں پسند نہیں فرمایا۔ اُمتِ محمدیہ کی تاریخ پہلے ہی ایسے تخریب اور انتشار کے فتنوں سے داغدار ہے اور اس انتشار، خانہ جنگی اور دو عملی کے جو نتائج نکلے ہیں ان کے مہلک اثر سے ابھی تک اسلامی دنیا آزاد نہیں ہوئی بلکہ ان کے خمیازے بھگت رہی ہے کیا اس میں ہمارے لئے سبق موجود نہیں۔ اختلاف باعث رحمت ہے لیکن انتشار کسی صورت میں باعث رحمت نہیں ہو سکتا اس انتشار سے جماعت کو بچانے کے لئے حضرت صاحب صدر نے یہ مکتوب لکھا ہے اور اس کے بُرے نتائج سے بچنے کے لئے جماعت کو خطاب کیا ہے کسی عمارت کو تعمیر کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ ایک عمارت برسوں میں محنت شاقہ اور زر کثیر سے تیار ہوتی ہے لیکن صرف ایک دن میں اسے منہدم کیا جا سکتا ہے۔ اس انہدام سے جماعت کو بچانے کے لئے حضرت صاحب صدر نے اپنے مکتوب گرامی میں اپنی بلند قیادت کا اظہار فرمایا ہے۔ جب تک ہماری جماعت میں ایسے صاحبانِ تدبر اور متوازن دماغ کے بزرگ موجود ہیں انشاء اللہ تعالےٰ یہ جماعت تباہ نہیں ہو سکتی اور نہ اللہ تعالےٰ اس سلسلہ کو تباہ کرنا چاہتا ہے کیونکہ ابھی اس کی دنیا کو بہت ضرورت ہے اور جو چیز انسانوں کو نفع پہنچانے والی ہوتی ہے، اسے باقی رکھا جاتا ہے۔

انتشار کے متعلق ہم نے نہایت اجمال کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اب اختلاف کے متعلق بھی کچھ عرض ہے۔ وہ جمہوری اور دستوری اختلافات جو ضابطہ اور حدود کے اندر کیا جائے اور نیک نیتی اور وسعت قلبی سے کیا جائے، جذبات، دھڑے بندی اور ذاتی اختلافات سے بلند ہو کر کیا جائے وہ باعث رحمت ہے اور مفید بھی ہے۔ اس سے قوموں کے اندر داخلی اور اخلاقی قوت پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں مقتدر اعلیٰ انجمن ہے اور اس کا ایک ضابطہ ہے۔ جو اختلاف اس انجمن کے اقتدار کے تابع ہو کر اور ضابطہ کے حدود کے اندر رہ کر کیا جائے گا وہ درست اور مفید ہے وہ جمہوری ہے اور سلسلہ کی روایات کے مطابق ہے اور جس اختلاف میں ان حدود سے تجاوز کیا جائے گا وہ انتشار پسندی اور انارکی ہے اور دانستہ اور نادانستہ طور پر جماعت کو تباہ کرنے کی کوشش ہے مغربی پروپیگنڈا کے تمام طریقے اختیار کر کے جماعت کے دوستوں کو پریشان کرنا۔ انہیں شکوک میں مبتلا کرنا ان کے اتحاد اور استحکام کو تباہ کرنا دانشمندی نہیں۔ حضرت صاحب صدر کو جو اختیارات حاصل ہیں وہ انجمن کے تفویض کردہ ہیں انجمن جب چاہے انہیں واپس لے سکتی ہے کیونکہ اصل مقتدر انجمن ہے۔ وہ بزرگ موجود ہیں جنہوں نے مجلس معتمدین (انجمن) کے اجلاس میں زور دار تقریریں کر کے یہ اختیارات حضرت صاحب صدر کو دلائے تھے آج پمفلٹ بازی میں ان کا حصہ لینا اور انکی حوصلہ افزائی کرنا تعجب خیز امر ہے۔ پمفلٹ تو بہت لکھے جا سکتے ہیں لیکن گھر پھونک کے تماشہ دیکھنا کھلنڈرے بچوں کا کام تو ضرور ہے عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ جب تک انجمن کی اکثریت حضرت صاحب صدر کو انتظامی امور میں اپنا نمائندہ سمجھتی ہے اور ان پر اعتماد رکھتی ہے۔ اس وقت تک حضرت صاحب صدر کے خلاف پروپیگنڈا کرنا درحقیقت انجمن کے خلاف پروپیگنڈا کرنا ہے اور اس کے وقار کو صدمہ پہنچانا ہے وہ انجمن جو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔ جس کی حفاظت ہر ایک احمدی کا فرض ہے کیونکہ وہ سلسلہ کی روح رواں ہے اور سلسلہ کی عمارت کا بنیادی پتھر ہے۔ اس انتشار سے جو فضاء پیدا ہو سکتی ہے اس سے بعض مفاد پرست اور موقعہ پرست فائدہ اُٹھانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ جماعت سلسلہ کا ہر ایک فرد اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ انتشار پسند رجحانات کس طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ گنتی کے چند لوگ ہیں جو ان رجحانات کے علمبردار ہیں جماعتی نقطہ نگاہ سے ان کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے اس پر مزید لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اخبار احمدیہ

— حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب صاحب صدر مری میں خیریت سے ہیں۔

— حضرت امیر حضرت مولنا صدرالدین صاحب مری تشریف لے گئے ہیں اور خیریت سے ہیں۔

— محترم معظم میاں غلام حید رصاحب ایس ڈی او خلف الرشید حضرت میاں غلام رسول صاحب تمیم مرحوم نے پچھلے دنوں اینڈکس کا میو ہسپتال لاہور میں اپریشن کروایا ہے۔ اپریشن خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے کامیاب ہے۔ احباب سلسلہ میاں صاحب موصوف کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

— گذشتہ شیوع میں قارئین کرام پڑھ چکے ہیں کہ حضرت قبلہ سید عبدالجبار بادشاہ صاحب کی اہلیہ محترمہ اور ان کی صاحبزادہ سید محمود حسین شاہ صاحب بیمار ہیں اور جناب خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب کے زیر علاج ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ دردِ دل سے ان کی شفائے عاجلہ کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

— کوئٹہ سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ "ماسٹر نور حسن صاحب (ممبر جماعت کوئٹہ) پر گذشتہ جمعہ یعنی (۱۴-۸-۵۳) کو اچانک فالج کا ایک شدید حملہ ہوا جس سے جسم کا آدھا حصہ معطل ہو گیا ہے، زبان بھی بند ہے۔ سول ہسپتال کوئٹہ میں داخل کئے گئے ہیں۔ احباب جماعت سے پرخلوص عاجزانہ درخواست ہے"

— جناب محمد یحییٰ بٹ صاحب کے والد مکرم دو ماہ سے بعارضہ تبخیر معدہ و اختلاج قلب بیمار ہیں احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ حضور قلب سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے آمین۔

— جناب ماسٹر عبدالغنی صاحب مسلم ہائی سکول بدوملہی تحریر فرماتے ہیں "میری بیوی اکثر بیمار رہتی ہے احباب سے درخواست ہے کہ وہ ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ ان کی طرف سے مبلغ پانچ روپے بابت مرمت برلن مسجد ارسال خدمت ہیں"

حضرت بانئ سلسلہ کا حقیقی مقام

اولیاء اللہ میں آپکی نمایاں حیثیت

اور

آپ کا عظیم الشان کام

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

وکاین من ایۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وھم عنہا معرضون - یوسف - رکوع ۱۲

حق کی تجلی دنیا میں جب ہوتی ہے تو بصیرت والوں کے لئے وہ ایسی ہی روشن ہوتی ہے جیسا کہ آنکھوں والوں کے لئے آفتاب روشن ہے - فرمایا وکاین من ایۃ فی السموات والارض - کتنی ہی آیتیں یا نشان آسمانوں اور زمین میں ہیں - آیت کہتے ہیں ظاہر کھلی علامت کو - تو بتایا کہ حق کی تجلی جو دنیا پر ہوتی ہے اس کی صداقت کے نشانات بہت ہوتے ہیں - یمرون علیہا لوگ ان کے اوپر سے گذر جاتے ہیں وھم عنہا معرضون لیکن جب آنکھیں بند ہوں دیکھنا ہی نہ ہو تو کیا فائدہ ہو سکتا ہے - منہ پھیر کر گذر جاتے ہیں -

حق کی سب سے بڑی تجلی

سب سے بڑی حق کی تجلی جو دنیا پر ہوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے - یہ محض دعوےٰ نہیں جیسا کہ اور پیشواؤں کے متعلق لوگ دعوے کر دیتے ہیں - بلکہ یہ امر واقعہ ہے ایک محسوس و مشہود اور یقینی بات ہے کہ جتنی بڑی تجلی محمد رسول اللہ صلعم کے وجود میں ظاہر ہوئی اور کسی وجود میں ظاہر نہیں ہوئی - یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے جو موافق اور مخالف دونوں کو تسلیم ہے کہ جتنا بڑا انقلاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا اور کسی شخص نے پیدا نہیں کیا -

محمد رسول اللہ کا پیدا کردہ انقلاب

خوب یاد رکھو کہ کسی شخصیت کا اندازہ ہمیشہ اس انقلاب سے ہوتا ہے جو وہ دنیا میں پیدا کرتی ہے - یوں تو کئی لوگ دنیا میں آئے جو معمولی اصلاحی تحریکات پیدا کر کے چلے گئے - وہ اتنی بڑی شخصیت کے مالک نہیں ہو سکتے جتنی بڑی شخصیت وہ شخص رکھتا ہے جو دنیا کو پلٹ دیتا ہے - اس کے رسم و رواج کو بدل دیتا ہے - اس کے اخلاق کو بدل دیتا ہے ، اس کی تاریخ کو بدل دیتا ہے ، مردہ انسانوں کو اتنی بڑی قوت کا مالک بنا دیتا ہے کہ وہ دوسروں کو زندہ کر دیتے ہیں ، یہ شخص بڑی عظیم الشان شخصیت کا مالک ہے -

آنحضرت صلعم کا وجود انبیاء میں

دنیا میں بڑے بڑے انبیاء ہوئے مگر ان کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ایسا ہے جیسے ظاہر رنگ میں ستاروں کے اندر آفتاب کا وجود - جس طرح وہ واضح اور روشن نظر آتا ہے اسی طرح محمد رسول اللہ صلعم کی شخصیت واضح اور روشن ہے مگر یمرون علیہا وھم عنہا معرضون - اب بھی آنکھیں پھیر کر لوگ گذر جاتے ہیں - اور اس واضح اور روشن وجود کو نہیں دیکھتے -

آنحضرت کے بعد حق کی تجلیاں

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی حق کی تجلیاں مختلف وجودوں میں ظاہر ہوتی رہیں صحابہؓ کے ذریعہ سے بھی حق کی تجلی ظاہر ہوئی اور ان کے بعد اولیاء اللہ مجددین اور محدثین کے ذریعہ سے مختلف زمانوں میں اسی تجلی کا ظہور ہوتا رہا -

حق کی ایک عظیم الشان تجلی ہمارے زمانہ میں

ہمارے اس زمانے میں بھی ایک عظیم الشان حق کی تجلی ہوئی ہے جو اولیا اور محدثین میں وہی شان رکھتی ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کی شان دوسرے انبیاء میں ہے - یہ محض دعوےٰ نہیں جو شخص چاہے دیکھ لے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب میں جو حق کی تجلی ہوئی وہ دوسرے اولیاء میں نہیں ہوئی ، شروع سے ارادۂ الٰہی یہی تھا کہ ایک بڑی عظیم الشان حق کی تجلی آخری زمانہ میں ظاہر ہو -

ایام جوانی میں حضرت مرزا صاحب کا کام

حضرت مرزا غلام احمد صاحب جوانی کے ایام میں بھی اسلام کے ایک بڑے زبردست پہلوان تھے اس قدر زبردست کہ کوئی مخالف ان کے سامنے نہیں ٹھیر سکتا تھا اس زمانہ کے حالات کو دیکھا جائے تو عیسائیت بہت زور سے مسلمانوں پر غالب ہوتی جا رہی تھی - حضرت مرزا صاحب نے جس جوش اور قابلیت کے ساتھ قبل اس کے کہ آپ کو کسی مقام پر کھڑا کیا جائے اس کا مقابلہ کیا اس کی نظیر نہیں ملتی - اس کے بعد آریہ سماج پیدا ہوئی جس نے اسلام پر ایک اور زبردست حملہ کیا - لیکن حضرت مرزا صاحب نے دندان شکن جوابات سے اس کو بھی نیچا دکھا دیا -

آپکا دعوی مجددیت اور اسکی عام قبولیت

اسی زمانہ میں آپ کو مجدد کے مقام پر کھڑا کیا گیا - اور عین صدی کے سر پر کھڑا کیا گیا - یہ بھی ہو سکتا تھا کہ صدی کے دس بیس سال ادھر یا ادھر آپ کو کھڑا کیا جاتا کیونکہ ایسے معاملہ میں اس قدر گنجائش ہوتی ہے - لیکن اللہ تعالےٰ نے ایسا سامان پیدا کر دیا کہ ایک تو صدی کے سر پر آپ کو مامور کیا گیا ، اور دوسرے ایسا عظیم الشان کام آپ کر چکے تھے کہ کسی کو مخالفت کی جرأت نہ ہوئی ، ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آپ کی مجددیت کو تسلیم کیا گیا اس زمانہ میں بھی حق کی حمایت اور اسلام کی خدمت کا بڑا عظیم الشان کام آپ نے کیا - اور مخالفین کے حملوں سے اسلام کو بچانے اور اسلام کی صداقت کو واضح کرنے میں پورا زور لگایا -

دعوی مسیحیت و مہدویت کا انقلاب انگیز واقعہ

اس زمانہ میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے تاریخ اسلام میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا - یہ آپ کا وہ دعوےٰ تھا کہ میں وہ مسیح ہوں وہ مہدی ہوں جس کے آنے کا انتظار مسلمانوں کو لگا ہوا تھا - اس میں شک نہیں کہ مہدویت کے دعویدار پہلے بھی ہوتے رہے ہیں ، مگر نزول ابن مریم کی پیشگوئیوں کا مصداق ہو تا اس کا دعوےٰ پہلی مرتبہ حضرت مرزا صاحب نے ہی کیا - یوں اپنے آپ کو کسی نے مسیح کہہ دیا ہو تو وہ الگ بات ہے -

دعوی مسیحیت انسانی اختیار کی بات نہیں

کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جس طرح مہدویت کے دعویدار ہوتے رہے حضرت مرزا صاحب نے مسیحیت کا بھی دعوےٰ کر دیا لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے تو اس کیساتھ ایسے واقعات لگے ہوئے ہیں جو تمام کے تمام یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ ایک انسان کے اختیار کی بات نہ تھی بلکہ یہ وہ علم تھا جو خدا کی طرف سے آپ کو دیا گیا - اور اس نے پیشگوئیوں کے تمام پہلوؤں کو آفتاب کی طرح روشن کر دیا -

دعوی مسیحیت میں سب سے بڑی روک - حیات مسیح

مسیحیت کے دعوے کے لئے سب سے بڑی روک یہ عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر بیٹھے ہیں - اور آخری زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے نازل ہوں گے -

دوسری بڑی روک - مہدی اور تلوار

مگر یہ صرف اکیلی روک نہ تھی کہ حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت کر دینے سے آپ کا رستہ صاف ہو جاتا بلکہ دوسرے درجہ پر یہ روک بھی آپ کے رستہ میں تھی کہ مسیح کے نام کے ساتھ اسلام کا غلبہ وابستہ تھا اور ایک دوسرے وجود مہدی کا آنا بھی اس کے ساتھ شامل تھا ، اور یہ خیال عام طور پر پایا جاتا تھا کہ مہدی کے آنے پر اسلام کا غلبہ ہو جائے گا اور کوئی کافر دنیا میں باقی نہ رہے گا - اور تلوار کے ساتھ سب کو مسلمان کر لیا جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا یہ دوسری روک تھی کہ مسیح اور مہدی کے آنے سے اسلام کا غلبہ ہو گا اور وہ بھی تلوار کے ساتھ جب تک یہ دو باتیں صاف نہ ہوں اس وقت تک آپ کا دعوےٰ کون مان سکتا تھا -

تیسری روک - دجال

تیسری روک جو آپ کے رستہ میں تھی وہ یہ تھی کہ نزول مسیح کے ساتھ بعض ایسی پیشگوئیاں شامل تھیں جن کو پورا کرنا آپ کے بس کی بات نہ تھی ، دجال آئے گا جو ایک آنکھ سے کانا - اس کے ماتھے پر ک - ف - ر لکھا ہو گا - ایک عجیب الخلقت گدھا اس کے ساتھ ہو گا - جو اس کے ماننے والے ہیں ان کو جنت میں رکھے گا - اور جو اس کے کافر ہوں گے ان کو دوزخ میں ڈال دے گا - یہ اچھی بڑی روک تھی کہ اس کا اٹھانا بہت ہی مشکل کام تھا -

چوتھی روک - یاجوج ماجوج

پھر چوتھی بات اس دجال کے ساتھ ایک عجیب مخلوق کا ہونا ہے ، جن میں تو انسان ہی مگر انہیں معمولی انسان نہ سمجھا جاتا تھا یعنی یاجوج ماجوج

جن کے متعلق پیشگوئی ہے کہ وہ تمام روئے زمین پر غلبہ حاصل کر لیں گے اور کسی کو ان سے لڑنے کی طاقت نہ ہوگی۔

پانچویں روک۔ مغرب سے طلوع آفتاب

پھر ایک پانچویں بات یہ تھی کہ مسیح کے زمانہ میں آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا۔ یہ اور بھی زیادہ خطرناک روک تھی۔ اگر باقی چیزوں کو انسان منطق سے، دلائل سے حل بھی کرلے تو بھی آفتاب کے مغرب سے طلوع کا معاملہ ایسا نہ تھا کہ وہ آسانی سے حل ہوسکتا۔ یہ پانچ باتیں ایسی زبردست رکاوٹیں تھیں کہ کسی کو دعوے کی جرأت نہ ہوسکتی تھی۔

پہلا انقلاب

وفات مسیح کو منوایا

غور کیجئے وہ عیسیٰ جو تیرہ سو سال سے آسمان پر زندہ چلا آتا تھا اس کو زمین میں مدفون بتانا یہ تو خیر کہہ سکتے ہیں کہ ایک انسان کرسکتا ہے لیکن یہ کسی کے اختیار میں نہ تھا کہ اس کو دنیا سے منوا بھی لیا جاتا۔ مسلمان اور عیسائی دونوں قومیں مسیح کو زندہ مانتی چلی آتی تھیں، اس خیال کو دماغوں سے نکال دینا یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ لیکن دیکھئے وہ خیال آپ کے سامنے ہی مسلمانوں میں سے بھی اور عیسائیوں میں سے بھی نکل گیا، بیشک اس زمانہ کو دیکھ لیجئے۔ اس وقت وفات مسیح کا نام بھی لینا کفر سمجھا جاتا تھا۔ لیکن کتنا عظیم الشان انقلاب حضرت مرزا صاحب نے پیدا کیا کہ آج حضرت عیسیٰ کی زندگی کے خیال کو بھی مٹا دیا۔ ابھی تھوڑے اور زمانہ میں آپ دیکھ لیں گے کہ لوگ تعجب کریں گے اس بات پر کہ مسیح کو زندہ آسمان پر سمجھا جاتا تھا۔

دوسرا بڑا انقلاب

تلوار سے اشاعت کا عقیدہ مٹ گیا

تلوار کے ساتھ غلبۂ اسلام دوسری روک تھی آپ کے رستے میں جو یہاں تک اہمیت حاصل کر چکی تھی کہ نیچاروں نے بھی اس بات کو ایک نہ ایک رنگ میں تسلیم کر لیا تھا۔ اور قرآن کی اس آیت کے ہوتے ہوئے کہ لا اکراہ فی الدین پھر بھی تلوار سے مسلمان کرنے کا عقیدہ عام طور پر رائج تھا۔ لیکن اس انقلاب کو دیکھئے کہ اس خیال کو بھی کہ تلوار کے ذریعہ دوسروں کو مسلمان کیا جاسکتا ہے یا پہلے مسلمان کیا جاتا رہا۔ اور آئندہ بھی کیا جائے گا۔ اس طرح مٹا دیا کہ اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ یہ خیال بھی مٹ گیا کہ اسلام کو گذشتہ زمانہ میں تلوار کے زور سے پھیلایا گیا اور یہ خیال بھی باقی نہ رہا کہ آئندہ کبھی اسلام کو پھیلانے کے لئے تلوار کی ضرورت پیش آئے گی یہ دوسرا بڑا انقلاب ہے جو حضرت مرزا صاحب نے پیدا کیا کہ مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ اسلام اپنی معقولیت اور خوبیوں کی وجہ سے پھیل سکتا ہے تلوار کے ذریعہ سے نہیں۔

حقیقت دجّال کی وضاحت اور اسلامی دنیا کا تمسخر

تیسری بات جیسا کہ میں نے کہی دجّال کے متعلق عام خیال تھا۔ تیرہ سو سال سے حدیثوں کے اندر ایسا لکھا ہوا تھا اسکو کوئی نکال نہیں سکتا تھا۔ بھلا اتنے بڑے خیال کو مٹانا کتنا بڑا انقلاب ہے۔ اور جب حضرت مرزا صاحب نے اس خیال کو پیش کیا کہ دجّال سے مراد یہی عیسائی قومیں ہیں اور اس کا کانا ہونا جسمانی نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی دین کی آنکھ بند ہے اور دنیا کی روشن اور اس کے گدھے سے مراد ریل ہے۔ تو آپ کو معلوم ہے کہ جب اس خیال کو پیش کیا گیا تو بچہ بچہ اس خیال پر ہنستا تھا اور طرح طرح کی باتیں کی جاتی تھیں کہ یہ تو خوب ہے کہ گدھا ریل بن گیا۔ اور بہشت یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ ہو جائے اس کو وہ آرام کے سامان دیتا ہے اور دوزخ یہ ہے کہ جو مخالف ہو اس کو عذاب دیتا ہے۔

تیسرا انقلاب

حضرت مرزا صاحب کی پیش کردہ حقیقت دجّال مان لی گئی

مگر غور کیجئے آج سے ساٹھ سال پیشتر ۱۸۹۱ء میں جو خیال حضرت مرزا صاحب نے پیش کیا اور اس وقت اس پر تمسخر کیا جاتا تھا آج بڑا ہے کہ سخت سے سخت مخالف بھی اسی خیال کا حامی ہے کہ کس انسان کے بس کی بات تھی کہ دماغوں کو اس طرح بدل دے اور جس چیز پر آج سے پچاس سال پیشتر ہنسی کی جاتی تھی اس کو سب کے سب ماننے لگ جائیں۔

چوتھا انقلاب

یاجوج ماجوج کے متعلق حضرت مرزا صاحب کے خیال کا اثر

اسی طرح یاجوج ماجوج کے متعلق آپ نے بتایا کہ یہ یوروپین اقوام ہی ہیں لیکن اس وقت کون مانتا تھا۔ مگر آج سب اس کے قائل ہیں؟ کیا یہ کسی انسان کا کام ہے؟

دماغوں کو بدلنا خدا کا کام ہے

خوب یاد رکھو کوئی انسان ایسا نہیں کرسکتا کہ اس طرح خیالات کو بدل دے کبھی کوئی تاریخ نویس ان باتوں پر غور کرے گا تو وہ یہ اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے گا کہ خدائی کام تھا اوّل تو یہی ناممکن تھا کہ انسان کے دماغ میں یہ بات آسکے کہ دجّال کیا ہے اور یاجوج ماجوج کون ہے اور پھر یہ کس طرح ممکن تھا کہ دوسرے لوگوں کے اندر بھی وہ بات جاگزین ہوجاتی۔ یہ حضرت مرزا صاحب کا کام نہ تھا یہ خدائی فعل ہے کہ اس نے وہ بات جو اپنے بندہ کے منہ سے نکلوائی سخت سے سخت مخالفین سے بھی منوائی۔

دجّال کی حقیقت بتانے والے کا ذکر حدیثوں میں

عجیب بات ہے کہ دجّال کی علامات حدیث میں جہاں بیان ہوئی ہیں وہیں ساتھ ہی یہ فرمایا ہے کہ ایک شخص میری اُمت میں سے اُٹھے گا اور وہ کہے گا ھذا الدجال الذی ذکرہ رسول اللہ صلعم: وہ دجّال ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ اگر دجّال وہی ہوتا جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا تھا کہ وہ ایک آنکھ سے کانا، اس کے ساتھ ستر ہاتھ لمبا گدھا اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ اور اس کے ماتھے پر ک۔ ف۔ ر۔ لکھا ہوگا تو کون ہے جو اسکو پہچان نہ سکے۔ پھر اس کی کیا ضرورت تھی کہ کوئی شخص لوگوں کو بتائے کہ یہ وہ دجّال ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلعم نے کیا ہے۔ یہ کس نے لوگوں کو بتایا؟ سوائے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کون ہے جس نے دجّال کی حقیقت کو دنیا پر واضح کیا اور ایسا واضح کیا کہ چار و ناچار دنیا کو ماننا پڑا۔

یاجوج ماجوج اور علامہ اقبال

میں کہتا ہوں اوّل تو یہ خیال ہی انسانی دماغ میں آنا مشکل ہے کہ دجّال سے یہ مراد ہے مگر یہ کس طرح ممکن تھا کہ جس خیال پر آج سے پچاس سال پیشتر لوگ ہنستے تھے۔ اسی کو ان کے دماغوں میں ایسا راسخ کر دیا جائے کہ اس سے سوائے پہلے خیال کو قابل مضحکہ سمجھنے لگیں۔ حتیٰ کہ یاجوج ماجوج کے متعلق علامہ اقبال جیسا آدمی بھی پکار اُٹھے۔

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

یہ تمام انقلابات اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوّت کا نتیجہ ہیں

تو یہ چار پرانے خیال مٹا کر چار نئے خیال پیدا کرنا اور اس قوت سے پیدا کر دینا کہ بڑے بڑے مخالف اس کو روک نہ سکے بلکہ خود انہی کے قائل ہوگئے یہ کسی انسان کا کام نہ تھا۔ جس طرح سے تیر کمان میں سے جس قدر زیادہ قوت کے ساتھ پھینکا جائے اسی قدر تیزی سے اور اسی قدر دور وہ جاکر پڑتا ہے۔ اسی طرح جس قوت کے ساتھ ایک خیال کو پیش کیا جائے اسی قدر وہ مؤثر ہوتا ہے اور یہ قوت پیدا کرنا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی یہ قوت ملتی ہے۔ دیکھ لو ان چاروں خیالات کا مقابلہ بڑی قوت کے ساتھ علماء نے کیا لیکن آج یہ چاروں خیالات دنیا میں کامیاب نظر آتے ہیں، یہ خدائی اقتدار کا نتیجہ ہے جس نے حضرت مرزا صاحب کا ساتھ دیا۔

مغرب سے طلوع آفتاب کا حل بھی حضرت مرزا صاحب کو ہی بتایا گیا

میں نے کہا تھا کہ ایک اور پانچویں روک آپ کے رستہ میں بڑی زبردست تھی وہ یہ کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا اسکو حل کرنا بڑا مشکل کام تھا لیکن روشنی کی ایک شعاع پڑنے سے ساری چیزیں اس طرح روشن ہو جاتی اور ایک دوسری کی مؤید نظر آتی ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والے نے اسی خیال کے ماتحت یہ بات کہی تھی۔ جس انسان کو یہ بتایا گیا کہ دجّال عیسائی اقوام ہیں، جس کو یہ علم دیا گیا کہ یوروپین اقوام ہی یاجوج ماجوج ہیں اسی کو یہ بھی بتایا گیا کہ جس طرح آفتاب اسلام پہلے مشرق میں طلوع ہوا اور اس کی ترقی مشرق میں ہی زیادہ تر ہوتی چلی گئی اسی طرح آخری زمانہ میں مغرب سے آفتاب اسلام طلوع کرے گا۔ اور مغرب کی سرزمین کو اپنی نورانی شعاعوں سے روشن کردے گا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ گذشتہ تیرہ سو سال کے عرصہ میں اسلام کا قدم مشرق میں ہی زیادہ تر پھیلا باوجودیکہ مغرب میں مسلمانوں کی بادشاہتیں قائم ہوئیں مگر دیکھ لیجئے مغرب سے آفتاب اسلام طلوع نہ ہوا۔ یہ اس آخری زمانہ کے لئے ہی مقدر تھا۔

تبلیغ اسلام کا خیال مسلمانوں میں مٹ چکا ہے

اگر کبھی تاریخ اسلام کو ٹٹولیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تبلیغ اسلام کا خیال آہستہ آہستہ مسلمانوں میں سے مٹتا چلا گیا یہاں تک ہوا ہے اس زمانہ میں بالکل ہی یہ خیال دماغوں سے نکل چکا ہے، اگر مزید ثبوت کی ضرورت ہو تو اسی سے دیکھ لیجئے کہ آج خواہ کتنے بھی دلائل آپ تبلیغ اسلام کی ضرورت کے حق میں دیں، اپنا کام اور اس کے عملی نتائج بھی پیش کریں تاہم مسلمانوں کے اندر تبلیغ کا ولولہ پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت مرزا صاحب نے اس خیال کو دوبارہ زندہ کیا

ایسی حالت میں بڑا مشکل تھا کہ ایک معمولی ولولہ بھی اس کے لئے پیدا کیا جاسکتا۔ مگر وہ شخص جس کو کھڑا کیا گیا اس نے نہ صرف تبلیغ اسلام کے

خیال کو دوبارہ قوت دی بلکہ اسے ایک نیا رخ بھی دیا اور ان مغربی ممالک کی طرف اس کا رُخ پھیر دیا۔ جن کو یہ خیال ہے کہ وہ تبلیغ کے دائرہ سے باہر ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کا وجود اولیائے اُمت میں

اسی لئے میں نے کہا کہ حضرت مرزا صاحب کا وجود اولیائے امت کے اندر اتنا ہی نمایاں ہے جتنا محمد رسول اللہ صلعم کا وجود انبیاء میں روشن اور نمایاں ہے۔

تبلیغ اسلام کا عملی کام

پھر نری یہی بات نہیں کہ تبلیغ کا خیال ہی پیش کر دیا ہو بلکہ عملی رنگ میں بھی اسکو کر دکھایا۔ اتنا زور سے کر دکھایا کہ باوجودیکہ قوم کا ایک بڑا حصہ اس اصل مقصد سے ہٹ بھی چکا ہے وہ کام بفضلہ تعالےٰ جاری ہے۔ اور یورپ میں جگہ جگہ تبلیغ اسلام کے مرکز اور مسجدیں بن گئی ہیں اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔

تبلیغ اسلام کے کام کو اپنا ذاتی کام سمجھو

لیکن اگر اس کام کی عظمت تمہارے دلوں میں ہے تو میں کہتا ہوں کہ اسکو اپنا لو۔ اس کو اپنا کام بنا لو۔ انسان جس کام کو اپنا سمجھتا ہے اس میں اس کی قوت کم نہیں ہوتی بلکہ ہر حال میں اسکو پورے زور کے ساتھ جاری رکھتا ہے، ایک تاجر خواہ کچھ ہو جائے اپنی توجہ کو تجارت سے ہٹنے نہیں دیتا۔ جو کام انسان کا اپنا ہوتا ہے اس کو کرتا چلا جاتا ہے، خواہ کتنی بھی مجبوریاں اور رکاوٹیں پیش آئیں کوئی شکایت کسی کی اسکو اس کے کام میں ڈھیلا نہیں کر سکتی۔

خدا کے کام کو سب ضروریات پر ترجیح دو

یہ روح میں چاہتا ہوں کہ قوم کے اندر پیدا ہو، اپنے کاموں کی اہمیت اتنی نہیں بڑھانی چاہیئے کہ خدا کے کام پر ان کو ترجیح دے دی جائے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ جب کسی کو چندہ کے لئے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں آپ کو ہمارے اخراجات کا علم نہیں۔ میں کہتا ہوں کیوں تم اپنے اخراجات کو اس قدر بڑھاتے ہو کہ خدا کے کام کے لئے کچھ نہیں نکل سکتا جس کو آٹھ سو روپیہ ماہوار آتا ہے کیوں وہ ساڑھے سات سو میں گزارہ نہیں کر سکتا اور پچاس روپیہ خدا کے رستہ میں خرچ نہیں کر سکتا اگر اس کی تنخواہ آٹھ سو کی بجائے ساڑھے سات سو ہوتی تو پھر کس طرح گذارہ کرتا۔ اگر سو روپیہ کمانے والے کی تنخواہ پچانوے روپے ہوتی اگر پچاس روپے آمد رکھنے والے کی تنخواہ پینتالیس روپیہ ہوتی کیا اس کا گزارہ اس میں نہ چلتا۔ بات یہ ہے کہ خدا کے کام کی اہمیت دلوں میں نہیں۔ اگر خدا کے کام کو اہمیت دے لو۔ جہاں کمی آسکتی ہے کمی کر لو جہاں بڑھا سکتے ہو بڑھا لو تو آسانی سے سب کچھ ہو جائے گا جب تک اس کام کی اہمیت تمہارے دلوں میں موجود ہے تم مٹ نہیں سکتے۔ لیکن جب اہمیت باقی نہ رہے تو تم بھی مٹ جاؤ گے۔

پہلے نتائج کی قدر کرو

خدا تعالےٰ توفیق دے کہ ہم ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو ما قدروا اللّٰہ حق قدرہ کے مصداق بنے۔ اللہ تعالےٰ نے ہمارے تھوڑے سے کام کے بہت بڑے نتائج دیئے ہیں جو اس قدر عظیم الشان ہیں کہ جو شخص باہر سے آکر دیکھتا ہے وہ سمجھ نہیں سکتا کہ تم وہی ہو جنہوں نے اس قدر عظیم الشان کام کیا ہے۔ اس کی قدر کرو اور اس کو اور زیادہ ترقی دو۔ تعداد کے لحاظ سے تم تھوڑے ہو۔ لیکن چاہیے کہ تمہارا کام بہت ہو، اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ تمہارے دلوں میں جوش زیادہ ہو۔

ہماری ڈاک

(بقیہ از صفحہ)

M. A. Foster ہے میرے میرے زیر تبلیغ ہیں۔ وہ بین سان فرانسسکو میں رہتے ہیں اور بڑھئی کا کام کرتے ہیں۔

سترہ جولائی کو سیکرامنٹو میں پاکستان قونصل جنرل اور بریگیڈیر غلام جیلانی کے اعزاز میں دعوت طعام ہوئی اور بعد میں ان کی تقریریں بھی ہوئیں، میں بھی شریک جلسہ تھا۔

۲۰ جولائی کو ایک فرنچ جرنلسٹ لیڈی *Miss Yoonne Levy* جو الجیریا کی رہنے والی ہیں ملاقات کو آئیں، ان سے تبادلہ خیالات ہوا۔ مراد کیواں صاحب کا انہیں پتہ دیا اور درخواست کی کہ ان سے ضرور ملیں اپنا کچھ لٹریچر بھی ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

خاکسار
بشیر احمد منٹو

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں
(مینیجر)

ارشاداتِ نبوی

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

الامن والعافیۃ نعمتان مغبونٌ فیہما کثیرٌ من الناس (عن ابن عباس للطبرانی فی الکبیر)

حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امن اور سلامتی دو بڑی نعمتیں ہیں لیکن اکثر ان کی قدر و قیمت نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ کے شکر گزار نہیں بنتے (مسلمان جو دنیا میں امن و عافیت کے قیام کے ذمہ دار ہیں ان کے لئے اس میں لمحۂ فکریہ ہے)

اصلاح حال ایمان و عمل سے وابستہ ہے

الایمان والعمل قرینان لا یصلح کل واحد منہما الا مع صاحبہ (ابن شاہین عن محمد بن علی مرسل جامع الصغیر)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان اور عمل دو ساتھی (لازم و ملزوم) ہیں ان میں سے ہر ایک الگ الگ اصلاح حال نہیں کر سکتا جب تک دونوں کو۔۔۔ کو بیک وقت اختیار نہ کیا جائے (جماعت احمدیہ جو کہ اصلاح خلق کے لئے مبعوث کی گئی ہے اس سے سبق حاصل کرے)

نیکی سے اطمینان قلب

البرّ ما سکنت الیہ النفس واطمأنّ الیہ القلب والاثم مالم تسکن الیہ النفس ولم یطمئنّ الیہ القلب والاثم مالم تسکن الیہ النفس ولم یطمئنّ الیہ القلب وان افتاک المفتون (عن ابی امامۃ الحارثی مسند احمد ابن ماجہ وغیرہ)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی یعنی نیک کردار کی پہچان یہ ہے کہ جس سے تسکین نفس (یعنی نفس ھل من مزید نہ پکارے) اور اطمینان قلب حاصل ہو یعنی تنگی اور فراخی میں مطمئن اور راضی برضا الٰہی رہے۔ اور کردار بد کی علامت یہ ہے کہ اس سے تسکین نفس نہ رہے (یعنی آتش ہوا و ہوس میں جلتا رہے) اور نہ اطمینان قلب حاصل ہو۔ اگرچہ مفتی تمہیں حصول خواہشات نفسانی کے لئے بتاویل رکیک فتویٰ دیں۔ (سب سے بہتر مفتی قلب مومن ہے)

اذا اراد اللّٰہ بالامیر خیراً جعل لہ وزیر صدقٍ ان نسی ذکرہ وان ذکر اعانہ واذا اراد بہ غیر ذالک جعل لہ وزیر سوءٍ ان نسی لم یذکرہ وان ذکر لم یعنہ (ابن عساکر عن علیؓ و مالک عن کعب جامع الصغیر)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالےٰ کسی امیر کے حق میں (بمطابق اس کے نیک ارادوں کے) نیک ارادہ کرے تو اسے مشیر بھی صادق القول بخشتا ہے اگر امیر کسی نیک کام کا کرنا بھول جائے تو وہ یاد دہانی کرا دیتا ہے اور اگر امیر کے سامنے نیک پروگرام ہو تو وہ (مشیر) اس کی تکمیل کے لئے اس کی (امیر کی) مدد کرتا ہے اور اگر اللہ تعالےٰ کسی امیر (کی پست ذہنیت کے سبب) اس کے حق میں برا ارادہ کرتا ہے تو اسے جھوٹے مکار مشیر کے سپرد کر دیتا ہے جو اس کی نظر سے بھولے ہوئے اصلاحی کام (فریب کاری اور عیاری سے) اوجھل رکھتا ہے اگر اسے (یعنی امیر کو اتفاقاً) یاد آ جائیں تو ان کے حصول میں اس کے (امیر کے) راستہ میں قانونی اور غیر قانونی۔۔۔ ۔۔۔ موشگافیوں سے مشکلات حائل کر دیتا ہے اور اسے کبھی مدد نہیں دیتا ۔ ۔ ۔

اے حب جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں
اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں
(مسیح موعود)

حضرت عثمان غنیؓ

حضرت عثمانؓ عفان کے بیٹے تھے۔ اسلام سے پہلے آپ کی کنیت ابو عمر تھی۔ لیکن اسلام کے زمانے میں ابو عبداللہ ہو گئی۔

نبوت سے پہلے حضرت رقیہ رسُولِ خدا کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی تھی۔ جب وہ فوت ہو گئیں تو دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم آپ کے نکاح میں آئیں۔ اس لئے آپ کو ذوالنورین (دو نور والے) کہتے ہیں۔

حکم بن ابوالعاص آپ کا پھوپھا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے پرانے مذہب کو چھوڑ دیا ہے اور ایک نئے مذہب کو قبول کر لیا ہے تو وہ بہت بگڑا یہاں تک کہ آپ کو پکڑ کر ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔

حکم بن ابوالعاص نے ہر چند زور مارا کہ آپ اس نئے مذہب سے توبہ کر لیں۔ اور پھر اپنے پرانے مذہب میں لوٹ آئیں۔ لیکن آپ نے ہر بار اسے یہی جواب دیا کہ اب میں مرتے دم تک اسی مذہب کی خدمت کرتا رہوں گا۔ اب مجھے کوئی اس سے باز نہیں رکھ سکتا۔

آپ کو غنی اس لئے کہتے ہیں کہ آپ نے ہر اُڑے وقت پر اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی ہے۔ آپ نے خدا کی راہ میں کئی سو اونٹ اور کئی ہزار دینار صرف کئے۔

ہجرت کے بعد جب مسلمان مدینے میں آئے تو انہیں پینے کے لئے میٹھا پانی نہیں ملتا تھا۔ میٹھا پانی مدینہ سے بہت دُور تھا۔ مدینے میں میٹھے پانی کا ایک کنواں تھا۔ لیکن وہ ایک یہودی کی ملک تھا۔ اور مسلمانوں کو وہاں سے پانی نہیں لینے دیتے تھے۔

حضرت عثمان نے مہاجرین کی خاطر ایک بہت بڑی رقم دے کر اس یہودی سے یہ کنواں خرید لیا۔ اسی طرح مسجد حرام میں کافی نمازیوں کے لئے جگہ نہیں تھی۔

اس لئے آپ نے اس آس پاس کے مکان خرید کر وسیع کر دیا۔ آپ کے عہد میں جب خراسان وغیرہ کا علاقہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا تو اتنا مال ملا کہ اس کی حفاظت کے لئے خزانے کھولے گئے۔ حضرت عثمانؓ نے لوگوں پر مال کا مینہہ برسا دیا۔ کہتے ہیں کہ ہر شخص کو ایک ایک لاکھ روپے ملے تھے۔

آپ سخاوت کے علاوہ بڑے حیا دار تھے۔ حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ اگر کبھی حضرت عثمان نہانا چاہتے تھے تو دروازہ کو بند کر کے بھی کپڑے اتارنے میں اس قدر شرماتے تھے کہ کمر سیدھی نہ کر سکتے۔

آپ بارہ برس تک خلیفہ رہے۔ پہلے چھ سات برس تو بڑے امن سے گذرے۔ لیکن اس کے بعد حالات نے پلٹا کھایا اور بعض لوگوں کو آپ کے خلاف شکایات پیدا ہو گئیں۔

عبداللہ ابن سرح آپ کے چچا کا بیٹا تھا۔ آپ نے اسے مصر کا حاکم بنا دیا۔ وہ اپنے ظلم کی وجہ سے لوگوں میں بہت جلد بدنام ہو گیا۔ مصر کے لوگوں نے حضرت عثمان سے کہا کہ وہ مصر میں عبداللہ بن سرح کی بجائے کسی اور کو حاکم مقرر کر دیں۔

آپ نے اس کی جگہ محمد بن ابو بکر کو مصر کا حاکم مقرر کر دیا۔ لیکن فسادیوں نے ایک بناوٹی خط سے لوگوں پر یہ ظاہر کیا کہ حضرت عثمان حقیقت میں عبداللہ ابن سرح کو الگ نہیں کرنا چاہتے۔ یہ جو کچھ کیا جا رہا ہے محض دکھاوا ہے۔

جب لوگوں میں یہ بدگمانی پھیلی تو انہوں نے حضرت عثمان کے مکان پر دھاوا بول دیا۔

جب حضرت عثمان نے لوگوں کو بپھرے ہوئے دیکھا تو قرآن اپنی گود میں رکھ لیا اور تلاوت میں مشغول ہو گئے۔

اتنے میں آپ کے سر پر ایک چوٹ پڑی۔ اس کے بعد ایک دوسرے ہاتھ نے آپ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

اس وقت آپ کی بیوی نائلہ آپ کے پاس تھیں۔ جب انہوں نے دشمن کا وار روکنا چاہا۔ تو اس میں ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔

حضرت عثمان کی شہادت کے بعد نائلہ اپنی کٹی ہوئی انگلیاں دکھا دکھا کر فریاد کرتی تھیں کہ اے مسلمانو! امیرالمومنین عثمان شہید ہو گئے ہیں۔

(ل۔ ص)

اے نونہالو!

پھلو پھولو یہاں اے نونہالو ٭ کہ پاکستان کو جنت بناؤ
تمہیں موقع دیا لطف خدا نے ٭ الاپے جائیں خوشیوں کے ترانے
یہاں پھیلے محبت کا اُجالا ٭ یہاں انصاف کا ہو بول بالا
یہاں کا ذرہ ذرہ جگمگائے ٭ کوئی ٹھوکر اندھیرے میں نہ کھائے
کسی کے چین کو کوئی نہ لوٹے ٭ کسی کے پاؤں میں کانٹا نہ ٹوٹے
تمہارا فرض جب تم کو پکارے ٭ بڑھاؤ تم قدم اپنے سہارے
تمہیں معلوم کیا اب تک نہیں ہے
تمہیں کل سونپ دی جائیگی ہر شے

(ل۔ا۔)

احمدی بچے
توجہ کریں

پیغام صلح کا ایک صفحہ بچوں کے مضامین کے لئے مخصوص ہے احمدی بچوں کو چاہیئے کہ وہ اس صفحہ کیلئے مضامین بھجوائیں۔ مضامین اسلامی ہوں۔

— مدیر —

خواتین کیلئے

جناب محمد اعظم علوی صاحب

حضرت سمیّہ رضؓ

اسلام کے شروع میں اسلام قبول کر لینے کی نسبت اس کا اعلان کرنا بڑا مشکل تھا اور بغیر ہمت اور شجاعت کے کسی کی جرأت نہ پڑتی تھی کہ ملک بھر کی دشمنی مول لے، چنانچہ شروع میں جن سات بزرگوں نے اسلام کا اعلان کیا ان میں چھ مرد اور ایک عورت تھی اور وہ عورت ایک غریب صحابیہ حضرت سمیّہؓ تھیں، جنہوں نے اسلام کی خاطر بڑے بڑے دکھ برداشت کئے۔ جب آپ نے مسلمان ہونے کا اعلان کیا تو کافروں نے آپ پر طرح طرح کی سختیاں شروع کر دیں۔ مکہ کی جلتی ہوئی ریت پر لوہے کی زرہ پہنا کر اس باہمت خاتون کو کھڑا کر دیتے تھے۔ لیکن یہ سچائی پر فدا ہونے والی اُف نہ کرتی تھی۔ ایک دفعہ اسی حالت میں جبکہ وہ گرم ریت پر لٹائی ہوئی تھیں، نبی کریمؐ کا گزر ادھر سے ہوا، فرمانے لگے سمیّہ صبر کرو، جنت تمہارا ٹھکانا ہے۔ جب کافروں کو اس تکلیف دینے سے بھی تسکین نہ ہوئی اور حضرت سمیّہ نے اسلام سے منہ نہ موڑا تو وہ اور بھی سختیاں کرنے لگے۔ آخر ایک دن ابوجہل نے تنگ آ کر انکی ران میں برچھی ماری اور انہیں شہید کر دیا۔

چنانچہ اسلام میں شہادت کی بزرگی جس کو سب سے پہلے نصیب ہوئی وہ حضرت سمیّہ ہیں جنہوں نے جان جیسی پیاری چیز کی بھی پروا نہ کی اور سچائی پر قائم رہیں۔ اور نبی کریمؐ کے ارشاد کے موجب خدا کی راہ میں شہید ہو کر جنت میں اپنا ٹھکانا بنا لیا۔

اُمِ سلیم رضؓ

اصل نام سہلہ یا رملہ تھا۔ ام سلیم کنیت تھی اور اسی نام سے مشہور ہیں۔ آپ شروع اسلام ہی میں مسلمان ہو گئی تھیں۔ لیکن خاوند نے اسلام قبول نہ کیا آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔ ابوطلحہ نے جو ابھی مشرک تھے شادی کا پیغام دیا تو آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ اور ان کے اسلام قبول کر لینے پر شادی کر لی۔ حق مہر معاف کر دیا اور کہا کہ "میرا مہر اسلام ہے" اسلام کی خاطر جن خواتین نے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں اور نیک نمونے چھوڑے آپ کو ان میں اعلیٰ درجہ حاصل ہے۔ جنگ احد میں شریک ہوئیں اور جب مسلمانوں کے پاؤں میدانِ جنگ سے اُکھڑ رہے تھے تو یہ بڑی مستعدی کے ساتھ کام کر رہی تھیں اور مشکیں اٹھائے ہوئے زخمیوں کو پانی پلاتی ہوئی پھر رہی تھیں۔ مشک میں پانی ختم ہو جاتا تھا تو دوڑ کر اور بھر لاتی تھیں، صبر اور استقلال ان میں کوٹ کوٹ بھرا ہوا تھا۔ ایک دفعہ ان کا جان سے عزیز بیٹا ابوعمیر بیمار ہو گیا، اس کی حالت خراب ہی ہوتی گئی۔ آپ نے علاج معالجہ کے لئے بڑی دوڑ دھوپ کی لیکن بیماری میں کوئی فرق نہ آیا۔ ایک دن حضرت ابوطلحہ اپنے کام کاج کے لئے باہر گئے ہوئے تھے کہ ان کے بعد لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ ام سلیمؓ کے جگر کا ٹکڑا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ تو اس صابر خاتون نے جو بچے کی بیماری کے وقت بےچین اور فکرمند نظر آ رہی تھی۔ لیکن جب خدا نے اپنی امانت واپس لے لی بغیر کسی رونے دھونے کے اطمینان سے بچے کی تجہیز و تکفین کی۔ خاوند کو اس کا علم بھی نہ ہوا۔ بلکہ گھر والوں کو اس کا ذکر تک کرنے سے منع کر دیا۔ شام کو ابوطلحہ تھکے ہارے کام سے آئے تو بچے کا حال دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اب پہلے سے زیادہ پرسکون حالت میں ہے۔ جب وہ کھانا کھا چکے، تو آپ نے عجب انداز سے اس دردناک واقعہ کا ذکر کیا۔ فرمانے لگیں

ام سلیم:۔ اگر آپ کے پاس کوئی شخص امانت رکھے یا عاریتہ کوئی چیز دے اور پھر اس کو چند روز کے بعد واپس مانگے، تو آپ کیا کریں گے، انکار کر دیں گے یا اس کی چیز اس کو واپس لوٹا دیں گے۔

ابوطلحہ:۔ (بغیر کسی تردّد اور فکر کے) فوراً واپس کر دوں گا۔

ام سلیم:۔ اچھا تو پھر اپنے بیٹے پر بھی صبر کرو۔ خدا نے اپنی امانت واپس لے لی ہے۔

ابوطلحہ یہ سُن کر حیران و پریشان ہو گئے اور غصہ ہوئے کہ آپ نے پہلے کیوں نہ اس واقعہ کا ذکر کیا۔ نبی کریمؐ کی خدمت میں گئے اور یہ واقعہ بیان کیا، حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات تم دونوں پر بہت بڑی برکت نازل فرمائی ہے۔

عرب جو مُردوں پر رونے پیٹنے کے لئے مشہور تھے۔ اسلام کی تعلیم نے ان کی کایا پلٹ دی۔ ام سلیم کا یہ واقعہ اس کا ایک بہترین نمونہ ہے۔

حضرت خنساء رضؓ

قبیلہ قیس کے خاندان سلیم کی وہ عالم فاضلہ خاتون، جس کے متعلق ایک مشہور شاعر نے یہ الفاظ کہے تھے کہ "تیرے شعر سننے سے پہلے اگر میں نے ابو بصیر کا کلام نہ سنا ہوتا تو میں تجھ کو دنیا کا سب سے بڑا شاعر تسلیم کر لیتا"۔

جب نبی کریمؐ نے دعوٰے نبوت کیا اور آپ کو اس کا علم ہوا تو باوجود بوڑھی ہونے کے اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ نجد سے مدینہ تشریف لائیں اور مسلمان ہو گئیں حضرت نبی کریم ان کے شعر سنتے تھے اور تعجب کرتے تھے، آپ کو مرثیہ لکھنے میں کمال حاصل تھا۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ تھا کہ مسلمانوں کو جنگ قادسیہ پیش آئی حضرت خنساء بھی اپنے چاروں بیٹوں کو ہمراہ لے کر میدان میں آئیں اور انہیں جو پُرزور نصیحت کی وہ ہر مسلمان عورت کے لئے ایک بہترین مثال ہے۔ فرمایا اے جان سے عزیز بیٹو! تم نے اسلام اپنی مرضی سے قبول کیا۔ تم اپنی خوشی سے ہجرت کر کے آئے ہو۔ تمہارے لئے تمہارا اپنا ملک تنگ نہ تھا۔ وہاں کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہ تھی۔ ان سب کے باوجود تم اپنی بوڑھی ماں کو یہاں لائے ——— میں نے تمہارے باپ سے کبھی خیانت نہیں کی اور نہ ہی تمہارے ماموں کو رسوا کیا ہے دنیا باقی رہنے والی نہیں ہے۔ کافروں سے جہاد کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ صبح اُٹھ کر جنگ کی تیاری کرو۔ اور آخر وقت تک لڑو۔ اور یہی میری دلی خوشی ہے۔

ایسی حق پرست ماں کی گود میں پلے ہوئے بچوں پر جوشیلی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ ادھر صبح کی سپیدی نمودار ہوتی ہے جنگ کا نقارہ بجتا ہے ادھر یہ چاروں بھائی ایک ساتھ گھوڑوں کی باگیں تھامے ہوئے میدان کا رُخ کرتے ہیں۔ وہ ماں جس نے اپنے خون سے ان بچوں کی پرورش کی تھی، یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ ایک ایسی جگہ جا رہے ہیں جہاں سے واپسی کی کم امید ہے مسکرا رہی تھی اسے علم تھا کہ جس نیک مقصد کے لئے وہ جا رہے ہیں وہ دنیا کی اس چند روزہ زندگی سے کہیں بڑھ کر ہے۔ چنانچہ جب یہ چاروں بھائی ایک ایک کر کے جنگ میں شہید ہو گئے اور حضرت خنساءؓ کو اس کی خبر ہوئی تو بجائے اس کے کہ کوئی ماتم کرتیں آپ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ گویا اسی دن کیلئے ان کو پرورش کیا تھا اس واقعہ کے دس سال بعد یہ سچائی کے لئے

سرزمین صقلیہ پر آفتاب اسلام کی ضیا باریاں

از جناب شیخ غلام فرید صاحب
احمدیہ بلڈنگس لاہور

سسلی کی تاریخ تمدن اسلام سے مستفیض تمدن آفرین قوم کے وہ شاندار کارنامے اپنے سینہ میں چھپائے ہوئی ہے جو اس زمین کے ذرہ ذرہ سے آج بھی درخشاں نظر آتے ہیں۔ ہاں وہ شاندار مسلم قوم جس کی تمدنی ترقیاں یورپ کی جدید تمدنی ترقیوں کی اساس و بنیاد ہیں ان کے متعلق موسیو لیبان لکھتے ہیں

"عربوں کا اثر سرزمین مغرب پر بھی اتنا ہی ہوا جتنا مشرق میں ہوا۔ اور انہی کی بدولت یورپ نے تمدن حاصل کیا ان کا اثر یورپ پر مشرق سے کم نہ ہوا...... یورپ میں عربوں کے علوم جنگ صلیبی کے ذریعہ نہیں۔ بلکہ اندلس اور جزیرہ صقلیہ اور اطالیہ کے ذریعہ شائع ہوئے ...... موسیو برتی لکھتے ہیں کہ اگر عربوں کا نام تاریخ میں سے نکال دیا جاتا تو یورپ کی علمی نشاۃ ثانیہ کئی صدیاں پیچھے ہٹ جاتی۔"
(تمدن عرب)

مسٹر سکاٹ نارمن لکھتے ہیں :-

قوم عرب کی روایات نارمنوں کو میراث میں ملیں اور ان سے جرمنوں میں پہنچکر اس قوم کو فائز المرام کر دیا فریڈرک ثانی کے جوہر ذاتی کا اثر ...... تمام ٹیوٹانک قوم پر پڑا یہ امر فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ ———— وہ مقام جہاں سب سے پہلے یورپ کے ظلم و ستم اور بدوضعی پر بغاوت ہوئی وہ سکینی تھا جدید سلطنت جرمنی کی یورپ میں جو عظمت ہے اور تہذیب میں جو اس نے ترقی کی ہے اس کے لئے اس سلطنت کو قرون وسطی کے اس سب سے بڑے بادشاہ کی ذہانت قوت اور غیر معمولی عقل کا شکر گذار ہونا چاہیئے اور خود ذکر (یعنی فریڈرک) کو عربوں کا (معرکہ مذہب و سائنس)

صقلیہ کے مسلمانوں کا جو یورپ کی تخلیق نو میں حصہ ہے اور جو گہرے تمدنی نقوش و اثرات انہوں نے یورپ کے اخلاقیات و معاشیات وغیرہ پر ثبت کئے مختصر طور پر مفصلہ ذیل سطور میں بیان کئے جاتے ہیں۔

یورپ کے عقائد پر اثر

موسیو لیبان مشرق و مغرب پر اسلام کے اثرات کا فرق دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کا اثر یورپ پر مشرق سے کم نہیں ہوا لیکن البتہ اس اثر کی نوعیت میں فرق ہے۔ مشرق میں یہ اثر زیادہ تر مذہب زبان اور فنون و حرفت پر پڑا بر خلاف اس کے مغرب میں مذہبی اثر بالکل نہیں ہوا۔ اور فنون و حرفت کا اثر بہت کم لیکن علوم و ادب کا اثر بے انتہا ہوا۔ (تمدن عرب)

موسیو لیبان کا بیان کلیتہً صحیح نہیں کیونکہ صقلیہ کے اسلامی عہد حکومت میں صرف ایک شہر پالرمو میں بیس لاکھ مسلمان آباد تھے لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمانوں نے فریضہ تبلیغ میں غفلت برتی باوجود اس بات کے اسلام نے یورپ میں مذہبی اثرات کا گہرا نقش چھوڑا ہے چنانچہ مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں :-

"فریڈرک ثانی کے اثر و نفوذ سے جرمنی کے باشندوں میں تحقیقات کا اصلی مادہ صحیح علم اور اس فلسفیانہ وسیع الخیالی کی بنیاد پڑ گئی جو صقلیہ کے تعلیم یافتہ مسلمانوں میں عموماً نظر آتی تھی اس روشن خیالی کا آخری نتیجہ اگرچہ ابتدا میں معلوم نہ ہوا۔ مگر صدیاں گذر جانے پر یہ ہوا کہ لوتھر جیسا صاحب الرائے شخص پیدا ہوا جس نے یہ ثابت کر کے کہ اناجیل کا ترجمہ و تفسیر ہر شخص کر سکتا ہے پاپائے روما کے تخت کی بنیادیں ہلا دیں"
(معرکہ مذہب و سائنس)

یورپین عورتوں کے حقوق و مراتب میں اسلامی تہذیب کے اثرات موسیو لیبان لکھتے ہیں :-

"تمدن اسلام میں عورتوں کو بالکل وہی مرتبہ دیا گیا تھا جو نہیں بہت دنوں بعد یورپ میں حاصل ہونے والا تھا...... وہ عیسائی مذہب نہ تھا جیسا کہ عموماً سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ اسلام تھا جس نے عورتوں کو ان کی اس وقت کی گری ہوئی حالت سے ترقی دی ...... قبل اس کے کہ عربوں نے عیسائی عورتوں کی قدر و منزلت سے آگاہ کیا۔ ہمارے زمانہ قدیم کے امرا اور جنگجو ان سے (عورتوں سے) بہت ہی بری طرح سے پیش آتے تھے۔" (تمدن عرب)

"انہی مسلمانوں کی طفیل میں .... فرقہ نسواں کی وہ عزت ہونے لگی جو گویا پرستش کی حد تک جا پہنچی۔ اسی سے ننگ و ناموس کی عزت بڑھی۔ اسی سے خودداری پیدا ہوئی اور اسی سے طرز تمدن میں لطافت پیدا ہوئی"

دوسرے موقعہ پر یہی صاحب لکھتے ہیں :-

"دسویں صدی عیسوی سے پندرھویں صدی تک تمام مسیحی یورپ میں عورتوں کو تعلیم نہیں دی جاتی تھی اور ان کے ساتھ وہ عزت اور ملاطفت روا نہ رکھی جاتی تھی جو مسلمانوں کا خاصہ تھا۔ اس کلیہ سے وہ ممالک مستثنیٰ تھے جن پر مسلمانوں کی تہذیب و اخلاق کا اثر پڑ چکا تھا جنوبی فرانس (جہاں اندلس کا اثر پہنچا) اور اٹلی (جہاں صقلیہ کے اثرات پہنچے) میں عورتوں سے رواداری کا سلوک کیا جاتا تھا .... باقی تمام ممالک میں ان کی حالت اس سے بہت ہی مختلف تھی۔ ان پر ناقابل بیان سختیاں کی جاتی تھیں، وحشیوں کی صحبت اور وحشیانہ گروہ پیش ان کو ذلیل کئے ہوئے تھا۔ اگر وہ کسی بڑے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں تو اپنے بزرگوں اور آقاؤں کا کھلونا ہوتی تھیں۔ اگر کمتر درجہ کی ہوتی تھیں تو تحقیر و تذلیل اور ہر قسم کی تکلیف و رنج اٹھانے والی کنیزوں کی حالت میں تھیں اور یہ سب باتیں دیندار عیسائی دنیا کی عورتوں کی قسمت میں لکھی ہوئی تھیں یہ اخلاقی ذلت اور طبعی ملامت مدتوں تک قائم رہی۔ اس کلیہ سے وہ مقامات مستثنیٰ تھے جہاں عربوں کی تہذیب کے تعلقات نے دماغی و اخلاقی تبدیلی بالاستقلال پیدا کر دی تھی"۔ (اخبار الاندلس)

معاشرت و عادات پر اثر

اخبار الاندلس کے حوالے سے بر درج ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپ والوں کے معاشرت و عادات پر بھی مسلمانوں نے گہرا اثر ڈالا :-

"اسلامی تہذیب کے اثرات یورپ والوں کی معاشرت و عادات پر بھی ہوئے آج یہ حیرت سے سنا جائے گا کہ مکانوں کو صاف رکھنا۔ ان میں پائیں باغ لگانا روزانہ نہانے کی عادت ڈالنا اور غسلخانوں کا رواج عام ہونا وغیرہ یورپ میں مسلمانان صقلیہ و اندلس کی ہی تہذیب کے برکات ہیں یا ہی نے جو موسیقی کے قواعد میں تمام یورپین ممالک میں شہرت رکھتا ہے عربوں سے ہی اس فن کے قواعد سیکھے تھے"۔

صقلیہ کے نظام اسلامی کا یورپ پر اثر

مسٹر سکاٹ لکھتے ہیں :-

"وضع قوانین اور اقتصادی معاملات میں سلطنت صقلیہ اپنی ہمعصر سلطنتوں سے بہت بڑھی ہوئی تھی۔ انگلستان کے تمام ملکی نظام خصوصاً ایوان عام کا تخیل صقلیہ ہی سے لیا گیا۔ اور پارلیمنٹ بھی صقلیہ ہی کی پارلیمنٹ کی نقل ہے" (اخبار الاندلس)

مسٹر سکاٹ صقلیہ کی زرعی ترقیات کے متعلق لکھتے ہیں :-

"ابن العوام (اشبیلی) کی تصنیف سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی اس کتاب کا مواد صقلیہ سے لیا تھا کیونکہ وہاں زراعت اور اس کے متعلقات کو ویسی ہی ترقی ہو چکی تھی جیسی کہ جزیرہ نما اندلس میں اس سیر حاصل جزیرہ (صقلیہ) میں زعفران اور بہت سی بوٹیاں وہیں کی پیداوار تھیں اور وہاں سے دوسری ترکاریوں اور پھلوں کے ساتھ اندلس پہنچیں" (اخبار الاندلس)

یہی صاحب دوسرے مقام پر مسلمانان صقلیہ کی صنعت و حرفت اور تعمیری ترقیوں کے متعلق لکھتے ہیں :-

"کپڑا بننے میں مسلمانان اندلس کو وہ کمال حاصل تھا کہ ان کی کوئی ہمعصر قوم ان کی ہمسری نہیں کر سکتی تھی۔ یورپ کے تمام ممالک میں ریشم کا استعمال صرف بادشاہ ہی کر سکتا تھا...... اصل میں یہ حرفت صقلیہ سے اندلس میں آئی تھی۔ ان دونوں ملکوں میں گیارہویں صدی عیسوی کے بعد عام طور پر لوگ ریشمی کپڑا پہنتے تھے حالانکہ اس زمانہ تک یورپ کے دوسرے ممالک میں یہ بیش قیمت سمجھا جاتا تھا...... نارمن خاندان کے محافظ تن سپاہیوں کی وردیاں بھی ریشم کی ہوتی تھیں یہ ریشمی کپڑے وزن میں ہلکے اور استعمال میں مضبوط ہوتے تھے...... زمانہ حال کی سائنس باوجود اس قدر ترقی کے ایسا مضبوط نازک اور خوبصورت کپڑا نہیں بنا سکی...... نہ معلوم وہ رنگ کیسے

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲)

ہماری ڈاک

مکتوب امریکہ

مجی و مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سان فرانسسکو کے ساحل پر جب میں نے پہلی بار قدم رکھا تو جن لوگوں نے مجھے خوش آمدید کہی تھی ان میں سے ایک حافظ غلام محمد صاحب بھی تھے طالب علموں کے علاوہ باقی مسلمان جتنے بھی یہاں مقیم ہیں خواہ وہ پاکستانی ہوں یا کسی اور ملک سے تعلق رکھتے ہوں عام طور پر لکھنا پڑھنا نہیں جانتے حافظ صاحب کی حالت مستثنےٰ تھی۔ وہ صرف قرآن مجید کے حافظ ہی نہ تھے بلکہ مسلمانوں کے حلقے میں بھی ان کی حیثیت ایک عالم کی تھی، شروع شروع میں انہیں مجھ سے مختلف مسائل پر بحث کرنے کا شوق تھا مگر بعد میں معلوم نہیں انہیں کیا خیال آیا کہ انہوں نے یہ عادت ترک کر دی مجھ سے تعلقات ان کے ہمیشہ دوستانہ رہے جب کبھی بھی ان سے ملنے کا اتفاق ہوا وہ بڑے تپاک اور خندہ پیشانی سے ملے۔ ۶ جولائی کو ہمارے ایک دوست چراغ محمد صاحب نے سید اطاعت حسین صاحب پاکستانی قونصل جنرل کے اعزاز میں ایک ضیافت کا انتظام کیا ہوا تھا۔ حافظ صاحب بھی مدعو تھے جب ان کے آنے میں دیر ہو گئی تو ان کے مکان پر دریافت حال کے لئے فون کیا گیا، معلوم ہوا کہ اچانک بیمار ہو گئے ہیں اور اس لئے دعوت میں شریک نہ ہو سکیں گے کسی کو بھی اس وقت خیال نہ آیا کہ ان کی یہ بیماری پیغام اجل لیکر آئی ہے اور اب یہ اس دنیا میں محض چند گھنٹوں کے مہمان ہیں مگر دوسرے ہی دن گیارہ بجے اطلاع ملی کہ وہ دوسرے جہان کو سدھار گئے۔ اللہ مغفرت فرمائے۔ ان کی لاش میکہ کو منتقو پہنچائی گئی اور ۸ جولائی کو انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

میں بھی ان کے نماز جنازہ میں شریک ہوا تھا۔ فاتحہ خوانی کے موقعہ پر حاضرین نے اصرار کیا کہ میں انہیں قرآن حکیم سناؤں اور وعظ بھی کروں میں نے ان کی خواہش کے مطابق قرآن کریم سنایا اپنے وعظ میں انہیں یہ بات کہی کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میرے قرآن حکیم کے سنانے اور میرے وعظ سے فائدہ اٹھائیں تو لازمی ہے کہ آپ اپنے دماغ سے تعصب کے خیالات کو دور کر دیں کیونکہ جب تک یہ خیالات آپ کے دماغوں میں جاگزیں ہیں اور آپ ان سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے میری اچھی سے اچھی بات بھی آپ کو فائدہ نہ پہنچا سکے گی۔ تعصب کی وجہ میں نے کہا جہالت ہے اور جب تک ایک آدمی اس اندھیرے میں چلتا رہتا ہے وہ معمولی سے معمولی چیز کو بھی شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ہر چیز اسے خطرناک معلوم ہوتی ہے۔ بعض لوگ چاہتے ہیں کہ آپ اندھیرے ہی میں بھٹکتے رہیں غالباً اسی میں ان کا فائدہ ہے۔ اگر آپ دوست اور دشمن کی تمیز کرنا چاہتے ہیں تو چاہیئے کہ آپ خود حالات کا جائزہ لیں اور سوچیں کہ کونسی بات ہم میں اتحاد اور محبت کے جذبات پیدا کرنے والی ہے اور کونسی بات ہم میں نفاق اور دشمنی پیدا کرتی ہے آپ خود جانتے ہیں کہ جو آدمی خواہ وہ اپنے آپ کو عالم ہی کیوں نہ کہے ہم میں نفاق پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور ہمیں ایک دوسرے کو تباہ کرنے پر اُبھارتا ہے ہمارا یقیناً دوست نہیں ہو سکتا ایسی دوست نما دشمن ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائے رکھے۔

Elijah Muhammad

کا میں نے اپنے ایک گزشتہ خط میں ذکر کیا تھا ان کے پیرو صرف حبشی لوگ ہیں اور ...... بعض سفید فام لوگ انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یہ بھی انہی کی طرح ان سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کے عقیدہ کے مطابق کوئی سفید فام آدمی جنت میں نہیں جا سکتا اور ان کا خیال ہے کہ سفید امریکن بہت جلد تباہ ہو جائیں گے اور پھر ان کی حکومت قائم ہو جائے گی، بدقسمتی سے یہ لوگ اپنے آپ کو **Moslem** کہتے ہیں اور اپنا مذہب اسلام بتاتے ہیں۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کی ضرورت ہے اور میں اپنی استطاعت کے مطابق اپنا فرض ادا کرتا رہتا ہوں، حال ہی میں اس گروہ میں سے ایک شریف آدمی مشرف باسلام ہوئے ہیں ان کا نام **Milton. E. X.** (مِلٹن ای ایکس) تھا ان کا اسلامی نام صالح عبداللہ رکھا گیا۔ ان کے دو صاحبزادے ہیں۔ ان کے بھی اسلامی نام تجویز کئے گئے۔ امید ہے کہ ان کے بھائی، اہلیہ اور والدہ محترمہ بھی عنقریب مشرف باسلام ہو جائیں گے۔ اسی گروہ کے ایک اور آدمی بھی جن کا نام (باقی پر صفحہ ۶ کالم ۳)

اخباروں کی رسوائی

اس سے پہلے بھی بعض اخباروں کے متعلق اسی قسم کی شکایات سننے میں آئی ہیں اور یقیناً ایسے اخبارات موجود ہیں جن کے مالکوں نے اپنے اخبارات کو بلیک میلنگ کا وسیلہ بنا رکھا ہے یہ کوئی سربستہ راز نہیں بلکہ ایک کھلا راز ہے اور راعیان حکومت کے علم میں ہے کہ کونسا اخبار کس طرح چھپتا ہے اور اس کے مالک کی حیثیت عرفی کیا ہے؟ یہی نہیں بلکہ ان کے نفع و نقصان کی حدیں عوام و خواص کے ایک حصہ کو معلوم ہیں۔

لیکن اس کے باوجود ان اخباروں کو محض اس لئے بے نقاب نہیں کیا جاتا کہ چور چور کو للکارتے ہوئے ڈرتے ہیں اور شرفا کو اپنی عزت عزیز ہوتی ہے۔ اگر ہماری یہ بات قصر حکومت میں گراں نہ گزرے تو ہم یہ کہنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں خواجہ ناظم الدین کی سبکدوشی تک مرکزی اور صوبائی وزارتوں کی عنان رہی ہے انہوں نے (بہ استثنائے چند) اپنی بدعنوانیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے بعض اخبارات کے ضمیر و ایمان کو خریدا۔ انہیں مختلف اصلی رشوتیں دیں اور اس طرح صحافت کو خراب کیا۔

کسی اخبار کو سرکاری خزانہ میں سے اٹھا کر ایک لاکھ، پچاس ہزار، تیس ہزار یا اس سے کم و بیش روپیہ دے دینا نہ صرف اسراف ہے بلکہ ایک بہت بڑی خیانت ہے جس سے نہ صرف قوم کا سیاسی مزاج مختل ہوتا ہے۔ بلکہ صحافت کا پیشہ بھی ذلیل ہوتا اور اس کی رسوائی عام ہوتی ہے۔ ایک راشی افسر کی لغزش کے خلاف تو اخبارات نہ صرف آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں بلکہ ایسی بدعنوانیوں کی مذمت میں کالم پر کالم سیاہ کئے جاتے ہیں۔

لیکن خود بعض اخبار نویس، چور بازاری، رشوت خوری، قلم فروشی، اور زراندوزی کے لئے جو پاپڑ بیلتے ہیں اس پر ان کا ضمیر انہیں کبھی ملامت نہیں کرتا۔ حالانکہ یہ سب کچھ بدرجہا خوفناک ہی نہیں بلکہ شرمناک بھی ہے اور کسی طرح بھی ایک غاصب انسان کی حرکات شنیعہ سے کمتر نہیں۔

عرصہ ہوا یہ خبر سننے میں آئی تھی کہ مرکزی حکومت اخبارات کے معاملات کی چھان پھٹک کے لئے ایک پریس کمیشن کا تقرر کر رہی ہے۔

ہم نے اس تجویز کا نہ صرف خیر مقدم کیا تھا بلکہ یہ بھی عرض کیا تھا کہ پریس کمیشن کے حدود وسیع ہونے چاہئیں اور اس کو اخبارات کی زندگی کے ہر دائرے کا جائزہ لینا چاہیئے تاکہ معلوم ہو کہ مختلف اخبارات نے اب تک اپنی زندگی کا سرو سامان کس طرح فراہم کیا ہے؟

لیکن یہ تجویز وزارت داخلہ کے نہاں خانہ دماغ ہی میں الجھا اور بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔

اب جو واقعات عامۃ الناس کے سامنے لائے ہیں اس سے ایک بار پھر یہ بات واضح ہو گئی ہے۔ کہ اخبارات کے حدود متعین ہونے چاہئیں۔ اور جن لوگوں کے ہاتھ میں اخبارات کی باگ ڈور ہے۔ ان کے متعلق عامۃ الناس یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان کا آدرش کیا ہے؟ کیونکہ اس حقیقت کو جھٹلانا شاید ناممکن ہو کہ بعض لوگوں نے اخبارات کو محض تجارتی مقاصد کے لئے نکال رکھا ہے۔ ان کے پیش نظر قوم و ملک کی حیثیت ثانوی ہے بلکہ ہے ہی نہیں اور اگر کوئی مقصد ہے تو وہ محض جلب منفعت ہے مثلاً۔

(۱)۔ ہماری صفوں میں ایسے اخبار نویس موجود ہیں جو اخبار نویس نہ ہوتے تو بستہ ب میں ہوتے، یعنی جیب تراش کی حیثیت سے جیل جا سکتے ہیں۔

(۲) بعض اخبارات وزارتی بستہ دار کی حیثیت سے نفع اندوزی کرتے رہے ہیں۔ ان کا کام صرف یہ رہا ہے۔ کہ ان دیانت دار اخبارات کو گالیاں دیں جو حکومت کے حسن و قبح پر ایمانداری سے اظہار رائے کرتے اور اس کی غلطیوں پر اسے ٹوکتے ہیں۔ ان اخباروں نے نہ صرف حکومت کے متعلقہ محکموں سے خفیہ روپیہ وصول کیا۔ بلکہ ہزارہا روپیہ کا اشتہار صرف کاسہ لیسی کے صلہ میں حاصل کیا ہے

(۳)۔ بعض اخبارات کے مالک محض گنوار ہیں۔ خود ایک لفظ بھی نہیں لکھ سکتے۔ لیکن اخبار کو اپنی تجارت و معیشت کا وسیلہ بنا رکھا ہے۔

(۴)۔ ان خوشامدی اخباروں کو جنہوں نے ملک و ملت کو شدید نقصان پہنچایا ہے نہ صرف سرکاری طور پر کاغذ مہیا کیا گیا اور مخصوص مدوں سے روپیہ دلوایا گیا ہے بلکہ انہی میں ایسے اخبار نویس بھی موجود ہیں جنہوں نے برف خانے الاٹ کرائے فیکٹریوں میں حصے رکھوائے۔ مسلم لیگ کا فنڈ کھایا۔ کوٹھیاں الاٹ کرائیں۔ گڑ اور آلو کے پرمٹ حاصل کئے۔ محکمہ تعلیم سے نصاب کی کتابیں منظور کرائیں اور انہیں وزارتی اعانت سے مختلف ڈویژنوں میں لگوایا۔ کاغذ کا بیش قیمت لائسنس حاصل کیا اشاعت کے غلط سلط اندراج کئے اور اخبار کا کاغذ بلیک میں فروخت کیا۔

(۵)۔ مختلف فرموں اور مختلف اداروں کو مرعوب کر کے ان سے اشتہار حاصل کئے ان سے بڑی بڑی رقمیں وصول کیں۔ بعض فلمی اداروں کے مالکوں کو دھمکا کر ان سے روپیہ اینٹھا کئی پکچروں کو حق اسرار بند

(باقی پر صفحہ ۱۱ کالم ۱)

تحقیقاتی عدالت کی طرف سے

پانچ پارٹیوں کو اپنے الزامات ثابت کرنے کا حکم

مری ۔ ۲۴ راگست ۔ حالیہ بدامنی کی تحقیقات کرنے والی عدالت نے آج مقدمہ کی کارروائی کی پانچ پارٹیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے الزامات کی تائید میں ثبوت پیش کریں۔ آج جن پارٹیوں کو ثبوت پیش کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ وہ پنجاب مسلم لیگ، مجلس احرار، مجلس عمل، جماعت اسلامی اور صدر انجمن احمدیہ ربوہ ہیں۔ آج مری ٹاؤن ہال لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، ہال میں تحقیقاتی عدالت کا اجلاس ساڑھے تین گھنٹے جاری رہا۔

عدالت نے مسلم لیگ کو یہ بیان کرنے کا حکم دیا ہے کہ آیا ڈائرکٹ ایکشن کا نوٹس جاری ہونے کے بعد پنجاب میں مسلم لیگ کی شاخوں کے نام یہ ہدایات جاری کی گئی تھیں، کہ وہ ڈائرکٹ ایکشن کی تحریک میں حصہ نہ لیں؟ مسلم لیگ سے اس سوال کو دریافت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بعض تحریری بیانات میں الزام عائد کیا گیا تھا کہ مسلم لیگ کے بعض عہدیداروں اور کونسلروں نے ڈائرکٹ ایکشن کی تحریک میں حصہ لیا۔

عدالت نے مسلم لیگ سے مزید دریافت کیا ہے کہ آیا اس نے اس معاملہ کی تحقیقات کی تھی کہ اس کے کسی عہدیدار کونسلر نے تحریک میں حصہ لیا تھا یا نہیں؟ اگر مسلم لیگ نے واقعی کوئی ایسی تحقیقات کی تو کسی عہدیدار یا کونسلر کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی؟

صوبائی مسلم لیگ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ختم نبوت کے موضوع پر سٹی مسلم لیگ لاہور، گوجرانوالہ سٹی مسلم لیگ، سرگودھا ڈسٹرکٹ مسلم لیگ اور سرگودھا سٹی مسلم لیگ کی منظور کردہ قراردادوں کی نقول پیش کرے۔

مجلس احرار

مجلس احرار سے سترہ نکات کے بارے میں ثبوت طلب کئے گئے ہیں، احرار کے تحریری بیان میں درج شدہ مجوزہ الزامات میں سے ایک یہ الزام ثابت کرنا ہوگا کہ سابق وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین نے مولانا اختر علی خاں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ۱۴ راگست ۱۹۵۲ء سے پہلے پہلے قادیانیوں کے خلاف مطالبات تسلیم کر لئے جائیں گے۔"

عدالت نے اس سلسلہ میں مولانا اختر علی خان کا بیان لینا بھی ضروری خیال کیا ہے۔

مجلس احرار سے یہ الزام ثابت کرنے کے لئے بھی کہا گیا ہے کہ "قادیانیوں کے نمایندوں نے باونڈری کمیشن کے سامنے یہ کہا تھا کہ جو شخص مرزا غلام احمد صاحب کو پیغمبر اور رسول تسلیم نہیں کرتا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔

مجلس احرار کو اپنا یہ الزام بھی ثابت کرنا ہوگا کہ "وزیر خارجہ پاکستان چوہدری ظفر اللہ خاں نے بتایا تھا کہ ان کی حیثیت ایک کافر حکومت کے مسلمان ملازم یا ایک مسلمان حکومت کے کافر ملازم کی سی ہے"۔

مجلس احرار سے کہا گیا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں ۱۸ رمئی ۱۹۵۲ء کو کراچی میں چوہدری ظفر اللہ خاں کی تقریر کی رپورٹ پیش کرے۔ احرار کو یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ انہوں نے ۱۹۳۹ء میں یہ مطالبہ کیا تھا کہ وائسرائے کی اگزیکٹو کونسل میں مسلمانوں کی نشست چوہدری ظفر اللہ خان کے حوالہ نہ کی جائے۔

عدالت نے آج مولانا مظہر علی اظہر کا بیان قلمبند کیا جنہوں نے اعتراف کیا کہ انہوں نے ہی یہ شعر موزوں کیا تھا۔

اک کافر کے واسطے اسلام کو چھوڑا
یہ کافر اعظم ہے کہ قائد اعظم

مرکزی انجمن احمدیہ ربوہ کے بیان میں اس شعر کا حوالہ دیا گیا تھا۔ ساتھ ہی آپ نے کہا کہ انجمن احمدیہ ربوہ کے بیان میں ان (مظہر علی اظہر) کے متعلق جو دو خطوط شامل کئے گئے ہیں وہ جعلی ہیں

مجلس عمل

مجلس عمل سے یہ ثابت کرنے کو کہا گیا ہے کہ ڈیفنس فورسز میں احمدیوں کو نمایاں حیثیت حاصل ہے اور پاکستانی فضائیہ میں پچاس فی صدی سے زاید احمدی ہیں اس سلسلہ میں عدالت نے مطلوبہ معلومات حاصل کرنے کے لئے ڈیفنس سیکرٹری کے نام ایک خط بھیجنے کا بھی فیصلہ کیا۔

مجلس عمل کو یہ بھی ثابت کرنا ہوگا۔ کہ میجر جنرل اعظم الدین نے مسجد وزیر خان میں جمع شدہ لوگوں کو منتشر کرنے کے بارے میں بعض فوجی افسروں کو بعض ہدایات دی تھیں۔ عدالت نے مجلس عمل سے کہا کہ میجر جنرل اعظم الدین کا حکم یہ ثابت کرنے کی ذمہ داری اس پر عائد ہوگی۔ مجلس عمل سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ۲۶ رفروری ۱۹۵۳ء کو وزیر اعظم پاکستان سے ملنے والے مجلس عمل کے وفد کی ملاقات کی تفاصیل کے سلسلہ میں بھی ثبوت پیش کرے۔

مجلس سے مزید کہا گیا کہ آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن نے کراچی میں جو مجلس عمل قائم کی تھی اس کے ارکان کے نام بتائے جائیں۔ نیز اس مجلس عمل کی منظور کردہ قرارداد بھی پیش کی جائے۔

جماعت اسلامی

جماعت اسلامی سے اپنا یہ الزام ثابت کرنے کو کہا گیا ہے کہ قادیانی لیڈر تقسیم ہند و پاکستان کی تقسیم کے مخالف تھے؟ عدالت نے مرکزی انجمن احمدیہ سے یہ الزام ثابت کرنے کو کہا ہے کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی قیام پاکستان کے خلاف تھے۔ اور وہ جہاد کشمیر کو غیر اسلامی سمجھتے تھے۔ جماعت اسلامی اپنا یہ الزام بھی ثابت کرے گی کہ مسلم لیگ اور حکومت کے ترجمان نے کھلے بندوں ان مطالبات کی منوائی کی ایجی ٹیشن کا باعث بنے۔ جماعت اسلامی کو ثابت کرنا ہوگا کہ صوبائی اور مرکزی حکومتوں کے بعض ارکان نے مسلمانوں کے موقف سے اعلانیہ ہمدردی کا اظہار کیا۔ انہوں نے بعض ایسے لیڈروں کی حوصلہ افزائی کی جنہوں نے بعد میں ڈائرکٹ ایکشن کا آغاز کیا۔ اور بعض حکام کو ہار پہنائے گئے اور انہوں نے جلوسوں کی قیادت کی۔ جماعت اسلامی کو ایک یہ الزام بھی ثابت کرنا ہوگا۔ وزارت پنجاب نے نہ صرف ایجی ٹیشن چلانے والوں کی سرگرمیوں کی حمایت کی۔ بلکہ سرکاری کارروائی سے ان سرگرمیوں میں ہمت بندھایا۔

انجمن احمدیہ ربوہ

مرکزی انجمن احمدیہ ربوہ سے اپنا یہ الزام ثابت کرنے کو کہا گیا ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خاں نے بین الاقوامی سیاسیات میں جو شہرت حاصل کی اس سے بعض ذمہ دار جماعتوں میں ان کے راسخ حریف پیدا ہو گئے۔ اور ان حریفوں نے ان کے فرقہ کے خلاف سب وشتم کی مہم میں احرار کو مدد دی۔

مرکزی انجمن احمدیہ ربوہ کو یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ فرقہ احمدیہ کے ایک وفد نے ۲۴ رفروری ۱۹۵۳ء کو وزیر اعلیٰ پنجاب سے ملاقات کی۔ جنہوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ وہ کسی مسجد میں کہی گئی یا کی گئی کسی چیز کے بارے میں کوئی کارروائی نہیں کریں گے کیونکہ وہ مرکز کی ملامت کا سامنا کرنے کو تیار نہیں۔

میڈیکل سپرنٹنڈنٹ

عدالت نے ایک حکم جاری کیا ہے جس کے مطابق میو ہسپتال کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، گنگا رام ہسپتال کے میڈیکل آفیسر اور سول ڈسپنسری لاہور کے انچارج یہ بتائیں گے کہ ۴ مارچ سے ۱۹۵۳ء تک ان کے اداروں میں گولیوں سے ہلاک ہونیوالے کتنے اشخاص پہنچے۔ اسی طرح اسی عرصہ میں گولیوں سے زخمی ہونیوالے کتنے اشخاص بغرض علاج لائے گئے۔ ان تینوں میڈیکل افسروں کا بیان تحقیقاتی عدالت کے سامنے لاہور ہائی کورٹ میں پیش کیا جائیگا۔ تحقیقاتی عدالت نے حکم دیا ہے کہ سیکریٹریٹ سے باونڈری کمیشن کا سارا ریکارڈ حاصل کر کے عدالت کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس کے بعد عدالت کا اجلاس کل تک ملتوی ہو گیا۔ کل تین گواہوں کی شہادت ہوگی۔

(بقیہ از صفحہ ۹)

غیر معمولی تھے جن سے ان کپڑوں کے سوت رنگے جاتے تھے...... انقلاب دہر نے جو چند نمونے اب تک باقی رہنے دیئے ہیں ان کے رنگوں کی خوشی میں اب تک بہت ہی تھوڑی کمی آئی ہے صنعت و حرفت کے اس شعبہ میں بھی ایشیائی اثر بیزنطین اور صقلیہ کے راستہ سے (یوروپ) پہنچا۔ اسی طرح صقلیہ کی تعمیری ترقیوں کے نشانات یورپین طرز تعمیر میں آج بھی موجود ہے"

(تاریخ صقلیہ ص۲)

آہ ـــــ باقی

جب تک مسلمانوں میں ایمان کی چنگاری شعلہ زن رہی وہ خود بھی علم، تہذیب و اخلاق کے نور سے منور رہے اور دنیا کو بھی روشن کر دیا اور ہر قوم نے جوان کے مقابل پر آئی اپنی تہذیب، تمدن، اخلاق و ذہنیات میں اسلامی رنگ بھر دیا۔ افسوس جوں جوں زمانہ گذرتا گیا، چنگاری مدھم پڑتی گئی، حتیٰ کہ نوبت بایں جا رسید کہ

وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی
وہ فکر وہ قیاس وہ حکمت نہیں رہی
دنیا و دین میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی
اب تم کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی
ہر وقت جھوٹ سچ کی تو عادت نہیں رہی
نور خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی

ـــــ(مسیح موعود)ـــــ

(بقیہ از صفحہ ۱)

کرا دیا کہ ان کے مالک حسب دلخواہ اشتہارات اور نرخ نہیں دیتے تھے۔

(۶)- بعض اشتہارات حصہ پتی کی شرط پر حاصل کئے۔ بل کچھ بنائے اور وصول کچھ اور کئے بعض اشتہارات اپنی قلیل الاشاعتی کے باوجود اپنے نام مخصوص کروا لئے اور مدتوں برادری کی حیثیت کو استعمال کیں۔

الغرض اخبارات کی سیرت اتنی مکروہ ہے کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا کہ ہم حکومت سے ایک دفعہ پریس کمیشن کے قیام کا مطالبہ کریں تاکہ کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہو سکے۔ اور دنیا کو معلوم ہو کہ خود ان پیغمبران اخلاق کی حالت کیا ہے؟ ہمیں امید ہے کہ:۔

دیانت دار صحافی ہمارے اس مطالبہ کی تائید کریں گے۔ یہی ایک صورت ہے جس سے صحافت کا وقار بچ سکتا ہے۔ اور ملک میں سیاسیات کے وہ صحتمند آثار پیدا ہو سکتے ہیں جن کی نئی زمانہ شدید ضرورت ہے۔ اور جس کے بغیر ہم تعمیر و ترقی کی کوئی منزل طے نہیں کر سکتے ہیں۔

(چٹان)

جناب حاجی شیخ الہ دین صاحب

کو ستمبر ۱۹۴۴ء کے پہلے ہفتہ کے پیغام صلح کے ایک پرچہ کی اشد ضرورت ہے۔ جماعت کے جس دوست کے پاس یہ مذکورہ پرچہ موجود ہو وہ مندرجہ ذیل پتہ پر قیمتاً یا مفت جیسے مناسب سمجھیں بھیجکر شکریہ کا موقعہ دیں۔

پتہ یہ ہے:۔
جناب حاجی الہ دین صاحب
معرفت ایڈیٹر صاحب پیغام صلح
احمدیہ بلڈنگس لاہور

پیغام صلح مورخہ ۲۶ اگست ۱۹۵۳ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳۱

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

جلد ۴۱ — یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ — ۲ ستمبر ۱۹۵۳ء — نمبر ۳۲

ایڈیٹر محمد آصف

فون نمبر ۳۷۳۷

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بہترین وظیفہ

سوال۔ بہترین وظیفہ کیا ہے؟

جواب۔ نماز سے بڑھ کر اور کوئی وظیفہ نہیں ہے۔ کیونکہ اسی میں حمد الٰہی ہے استغفار ہے اور درود شریف ہے۔ تمام وظائف اور اوراد کا مجموعہ یہی نماز ہے اور اس سے ہر ایک قسم کے ہم و غم دور ہوتے ہیں اور مشکلات حل ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ذرہ بھی غم پہنچتا تو آپ نماز کیلئے کھڑے ہو جاتے اور اسی لئے فرمایا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اطمینان سکینت قلب کیلئے نماز سے بڑھکر کوئی ذریعہ نہیں۔ لوگوں نے قسم قسم کے ورد اور وظیفے اپنی طرف سے بنا کر لوگوں کو گمراہی میں ڈال رکھا ہے اور ایک نئی شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں بنا رکھی ہے۔ مجھ پر تو الزام لگایا جاتا ہے کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے مگر میں دیکھتا ہوں اور حیرت سے دیکھتا ہوں کہ انہوں نے خود شریعت بنائی ہے اور نبی بنے ہوئے ہیں اور دنیا کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ان وظائف اور اوراد میں دنیا کو ایسا ڈالا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی شریعت اور احکام کو بھی چھوڑ بیٹھے ہیں۔ بعض لوگ دیکھے جاتے ہیں کہ اپنے معمول اور اوراد میں ایسے منہمک ہو رہے ہیں کہ نمازوں کا بھی لحاظ نہیں رکھتے۔ میں نے مولوی صاحب سے سنا ہے کہ بعض گدی نشین شاکت مت والوں کے منتر اپنے وظیفوں میں پڑھتے ہیں۔ میرے نزدیک سب وظیفوں سے بہتر وظیفہ نماز ہی ہے۔ نماز ہی کو سنوار سنوار کر پڑھنا چاہیئے اور سمجھ سمجھ کر پڑھو اور مسنون دعاؤں کے بعد اپنے لئے اپنی زبان میں بھی دعائیں کرو۔ اس سے تمہیں اطمینان قلب حاصل ہوگا۔ اور سب مشکلات خدا چاہے تو اسی سے حل ہو جائیں گی۔ نماز یاد الٰہی کا ذریعہ ہے اس لئے فرمایا ہے۔ اقم الصلوٰۃ لذکری۔

(الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۳)

ہماری ڈاک

مکتوب برلن

برلن مسجد جرمنی - ۱۷ راگست ۱۹۵۳ء

محترمی ایڈیٹر صاحب تسلیم -

پیغام صلح کے تین نمبر اکٹھے ملے ان میں تحریک چندہ برائے برلن مسجد پڑھ کر از حد خوشی ہوئی کہ ہمارے بہن بھائیوں کے دلوں میں اس دور افتادہ یورپ کے ایک وسیع حصے کی واحد مسجد کے لئے کس قدر قربانی کا جذبہ ہے - اس ضمن میں محترمہ بیگم صاحبہ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور جو کہ اس تحریک کی بانی ہیں کا بالخصوص اور دیگر بہن بھائیوں کا جنہوں نے اس تحریک میں دل کھول کر چندہ دیا دل سے شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتی ہوں - درحقیقت ہماری یہ واحد مسجد اپنے بہن بھائیوں کی اس خلوص کی مستحق ہے - چونکہ اس مسجد کے ذریعہ سے نہ صرف مذہبی خدمت و اشاعت اسلام ہی کا فرض ادا ہو رہا ہے بلکہ آپ کی ...... قومی خدمت آپ کے پیارے پاکستان کی خدمت بھی اس کے ذریعہ ہو رہی ہے - سو ضرورت ہے کہ ن بھائی اس کار آمد مسجد کے لئے دل کھول کر .... چندہ دیں - نیز اگر آپ مناسب سمجھیں تو خواتین کے حصہ کے لئے مضامین مثلاً جرمنی کے متعلق میرے پہلے تاثرات - اجرمنی میں پہلی عید یا برلن مسجد اور پاکستان کے نام سے چند ایک مضامین لکھ کر بھیج سکتی ہوں - فقط - شمیم امان

جناب شیخ نثار احمد صاحب کا مکتوب

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف - ان چند سطور کو اخبار میں شائع فرما کر شکر گزاری کا موقع دیں اپنا نام[1] دینے کی میں چنداں ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ غرض نام سے نہیں -

میں احباب کو امیر مرحوم کی ایک تحریک کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جس میں انہوں نے ۱۰۰ - آدمیوں کے نام طلب کئے تھے کہ وہ اپنے اوپر حتی الوسع لازم قرار دے لیں کہ ہر روز دو رکعت نفل ادا کریں گے اور ان میں دعائیں خاصۃً غلبۂ اسلام ترقی جماعت اور دنیا میں نیکی کے پھیلنے کے متعلق ہوں گی - میرے خیال میں مطلوبہ تعداد سے کہیں زیادہ ناموں کی پیشکش ہوئی تھی - اور ایسی فہرست میں جتنے بھی ناموں کا اضافہ ہو اتنا ہی اچھا ہے بشرطیکہ اس پر مداومت اختیار کی جائے - اور جماعت کی غرض ہی یہ ہے - مجھے امید واثق ہے کہ دوست اس عہد کی پابندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس پر عامل ہوں گے - میں نے یاد دہانی کے طور پر یہ لکھنا ضروری سمجھا ہے "

" اس فہرست میں سے ایک "

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے - احباب کو السلام علیکم - مخلص - نثار احمد

محترم جناب ڈاکٹر فضل دین صاحب افریقہ کا مکتوب حضرت صاحب صدر کی خدمت میں

مکرم و محترم جناب صدر صاحب

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام - لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

میں کچھ سالوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے متعلقہ چند عقاید کے متعلق تذبذب میں رہا ہوں - اور اس سلسلہ میں حضور کی کتب کا بغور مطالعہ کرتا رہا ہوں - چنانچہ اب میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو عقائد آپ کی جماعت نے پیش کئے ہیں وہ درست ہیں ، اور وہی حضرت مسیح موعودؑ کی صحیح تعلیم کے مطابق ہیں - اس لئے میں انتہائی مسرت اور صدق دل سے آپ کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ مجھے آج سے اپنی جماعت کا ایک ادنیٰ خادم تصور کریں - اور اسلام اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے اس ناچیز کو جس خدمت کے لئے مناسب تصور فرماویں اس سے آگاہ کریں - اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس معاملہ میں میری رہنمائی فرمائی - اور توفیق دی کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح تعلیم کو سمجھنے کے قابل ہوا - الحمد للہ ثم الحمد للہ -

میرے لئے دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ میری کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور مجھے توفیق دے کہ سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ کے سلسلہ میں جو مجھ سے سستی ہوئی ہے اس کی تلافی کر سکوں ، اور میرا انجام بخیر ہو - والسلام مع الاکرام

آپ کا ادنیٰ خادم

فضل دین احمدی - کمپالا - یوگنڈا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاکیزہ ارشادات

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اجرائے حدود میں احتیاط

ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان وجدتم للمسلم مخرجا فخلوا سبیلہ فان الامام لان یخطئ فی العفو خیر من ان یخطئ فی العقوبۃ - عن عائشۃ رض لابن ابی شیبہ - للترمذی للحاکم - للبیہقی فی السنن -

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بروایت حضرت عائشہ رض فرمایا جہاں تک ہو سکے مسلمانوں پر اجرائے حدود کو روکو اگر ان کے لئے حدود سے بچانے کا کوئی راستہ نکل آئے تو اسے بچاؤ - اگر امام - قاضی یا امیر کسی مسلمان کو معافی دینے میں غلطی کرے (یعنی بجائے سزا دینے کے اسے غلطی سے معاف کر دے) تو یہ بہتر ہے بجائے اس کے کہ اسے سزا دینے میں غلطی کرے (یعنی کسی بے گناہ کو غلطی سے سزا دینے والا قابل مواخذہ اور مجرم ہے) مسلم قوم کو اپنے بھائیوں کے معاملہ میں حسن ظن اور رواداری سے کام لیکر ان کی پردہ پوشی کرنی چاہیئے -

اصلاح مسلمین کے لئے سلسلۂ مجددین کا اجرا

ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا - عن ابی ہریرۃ - لابی داؤد - للحاکم والبیہقی فی المعرفۃ -

بروایت حضرت ابو ہریرۃ رض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالےٰ مبعوث فرمائے گا اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایسا شخص (مجدد) جو تجدید دین کریگا واسطے اس کے (امت کے) یعنی مرور زمانہ سے جس قسم کی بدعات یا غلطیاں دین میں پیدا ہو جایا کریں گی ان کی اصلاح کر دیا کرے گا -

قلب سلیم وصول الی اللہ کا واحد ذریعہ ہے

ان اللہ تعالیٰ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن انما ینظر الی قلوبکم واعمالکم - عن ابی ہریرۃ - للمسلم لابن ماجہ -

بروایت حضرت ابو ہریرۃ رض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو درخور اعتنا نہیں سمجھتا (یعنی تمہاری مقدسانہ شکل و شباہت اور صوفیانہ لباس تمہارے ریاکاری سے جاری کئے ہوئے صدقات وخیرات اللہ تعالےٰ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتے) ہاں اس کے نزدیک تمہارے دلوں کی پاکیزگی اور قلب مطہرہ سے نکلے ہوئے صالحہ اعمال قابل توجہ اور جاذب نصرت ہیں - کیونکہ

(۱) صادقاں را مے شناسد چشم یار ٭ کید و مکر اینجا نے آید بکار

(۲) صدق ورزاں راہمیں باشد نشاں ٭ کز پئے جاناں بکف دارند جاں

(۱) یار کی نظر نکتہ بیں عاشقان صادق کو پہچان جاتی ہے - مکر و فریب اور دجل کے کھوٹے سکے اس بازار میں نہیں چل سکتے -

(۲) عاشقان سرمدی کی یہ نشانی ہے کہ اپنے محبوب حقیقی (اللہ تعالےٰ) کی خاطر جان ہتھیلی پر رکھکر چلتے ہیں ٭٭٭٭

---

[1] چونکہ یہ نیک خیال آپ کے دل میں پیدا ہوا ہے اسلئے آپ کے نام کا آنا ضروری ہے (مدیر)

پیغام صلح
جلد ۴۲ | یوم چہارشنبہ۔ مورخہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ | نمبر ۳۲

الہام کی ضرورت

دہریت کا مقابلہ کس طرح ہو سکتا ہے

صرف عقلیت اور اجتہاد سے مسلمانوں کا دینی جمود نہیں ٹوٹ سکتا کیونکہ مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ کی بنیاد وحی اور تنزیل پر ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے اندر قوت فعال اور اسلام کے حرکی پہلو کو پیش کرنے کے لئے الہام کی ضرورت ہے۔ یہی وہ الہام ہے جسے اسلامی اصطلاح میں "وحی ولایت" کہتے ہیں۔ وحی نبوت" آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی۔ اس لئے وحی نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہے۔ البتہ امت محمدیہ میں وحی ولایت اور مبشرات جاری ہیں اور یہی وہ روحانی قوت ہے جس سے ہمیشہ مسلمانوں کا جمود ٹوٹتا رہیگا اور ان مبشرات کا امت محمدیہ کیساتھ وعدہ بھی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ نبوت سے کچھ بھی باقی نہیں رہا مگر مبشرات، اس امت کے برگزیدہ انسانوں کو خداوند تعالےٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے لقد کان فی من کان قبلکم رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد فعمر۔ تم میں سے پہلے لوگوں میں ایسے ہوتے تھے کہ جن سے اللہ تعالےٰ ہمکلام ہوتا تھا مگر وہ نبی نہ ہوتے تھے میری امت میں اگر کوئی شخص ایسا ہے تو عمرؓ ہے اس ارشاد نبوی سے ثابت ہوتا ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جو نبی نہ ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ ان سے ہمکلام ہو۔

تاریخ انسانی میں موجودہ زمانہ عقلیت پرستی کا زمانہ ہے، یونان، روم اور ہندوستان کے علمی عروج میں عقلیت پرستی اس مقام تک نہیں پہنچی، جیسا کہ آجکل دور حاضر میں صرف عقلیت ہی زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کی رہنما ہے اور سب معتقدات عقلیت کی زد میں ہیں، اور مذہب کو سب سے زبردست مقابلہ اسی عقلیت سے ہے۔ دنیا میں دہریت اور الحاد اسی عقلیت کی بدولت پھیلے ہیں۔ اسی سے ہستی باری تعالیٰ کے متعلق مختلف شکوک دماغوں میں پیدا ہوتے ہیں اور ان تشکیک سے مسلمان بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تعلیمیافتہ مسلمان اس دولت ایمان سے محروم ہو گیا جس سے قرون اولیٰ کے مسلمان مالا مال تھے۔ بعض اسلامی مفکرین نے عقلیت سے عقلیت کا ابطال کر کے اس ایمان کو پیدا کرنے کی کوشش کی ہے صرف عقل اور مطالعہ فطرت سے ہستی باری تعالےٰ پر وہ ایمان پیدا نہیں ہو سکتا جس کی آج مسلمان کو ضرورت ہے اور قرون اولیٰ کا مثبت ایمان صرف الہام سے پیدا ہو سکتا ہے لیکن آج وہ الہام اور مبشرات کہاں ہیں جس کا امت محمدیہ کو وعدہ تھا؟

خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون یقیناً ہم نے ہی اس نصیحت کو اتارا۔ اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہی زمانہ ہے۔ جبکہ اس حفاظت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے لیکن کیا سمجھ لیا جائے کہ نعوذ باللہ آج وہ خدا گنگ ہے جس نے اپنی ایک معمولی سی جنبش تخلیق سے اس اشرف المخلوقات کو دولت نطق سے سرفراز کیا! یہ وہ چیلنج ہے جو اکناف عالم کی ہر ایک ملحد تحریک اسلام اور مسلمانوں کو دے رہی ہے، دنیا کے چپہ چپہ پر اس خدائے قدیر کو للکارا جا رہا ہے۔ جس نے فرمایا ہے ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ آج اس حی اور قیوم خدا کے متعلق کہا جا رہا ہے

"خدا یا روح کل ایک مفروضہ ہے جو انسان کی جہالت کا کرشمہ ہے۔" (ایم۔ این۔ رائے) نعوذ باللہ

دنیائے اسلام اس وقت۔۔ الہام کیلئے تشنہ ہے! اور خود منکرین زندہ خدا پر ایک تازہ شہادت چاہتے ہیں اور خود مسلمان بھی اشاعت اسلام کے لئے اس شہادت کا متلاشی ہے۔ پیغام صلح کی آیندہ اشاعتوں میں دو یا تین مقالات کے ذریعہ ہم اس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ موجودہ اصلاحی تحریکات میں تحریک احمدیت اور حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو کتنا بلند مقام حاصل ہے "وحی ولایت" حضرت بانئے سلسلہ کی نمایاں خصوصیت ہے اور یہ وہ خصوصیت ہے جس کے بغیر مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی کا کام ممکن ہی نہیں ہے

اخبار احمدیہ!

—— حضرت صاحب صدر لاہور میں چند دن قیام کرنے کے بعد لائل پور تشریف لے گئے ہیں کیونکہ ڈاکٹروں نے آپ کو پہاڑ پر جانے سے روک دیا ہے۔ حضرت ممدوح کا آیندہ پتہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے احباب سلسلہ مطلع رہیں۔

پتہ:— پریمیئر فلور ملز
لائل پور

—— حضرت امیر حضرت مولانا صدر الدین صاحب مری میں خیریت سے ہیں۔

—— اقبال احمد صاحب خلف الرشید مولانا آفتاب الدین احمد صاحب حنفی امسال بی کام کا امتحان ۴۷۲ نمبر حاصل کر کے سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا ہے۔ اقبال احمد صاحب نہایت سعید اور ہونہار نوجوان ہیں۔

—— حضرت شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کی صاحبزادی امۃ الحی صاحبہ نے عربی کا ایم اے کیا ہے اور اول نمبر حاصل کئے ہیں۔

—— میاں نور حسین صاحب احمدی طالب علم ہیں ٹرینیڈاڈ سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے پاکستان آئے ہیں۔ امسال آپ نے بی اے آنرز کا امتحان پاس کیا ہے۔ میاں نور حسین صاحب نہایت قابل محنتی اور مخلص نوجوان ہیں۔

بزرگان سلسلہ اور احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کامیابی کو ان طلباء کے لئے آیندہ کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

—— عبدالعزیز خان صاحب مکہ معظمہ سے بابت تحریر فرماتے ہیں:—

"مکہ معظمہ ایک نہایت ہی مبارک مقام ہے جہاں قبولیت دعا کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جملہ احباب کے لئے دعا کروں خصوصاً اس لئے کہ حدیث کے رو سے جو شخص کسی دوسرے کے لئے دعا کرتا ہے ایک فرشتہ اس کے پیچھے ہاتھ اٹھا کر کھڑا ہو جاتا ہے جو دعا کرتا ہے کہ یا الٰہ العالمین اس کی دعا قبول فرما اور اس کا بھی بھلا کر۔ اس بنا پر بندہ ملتمس ہے کہ جو صاحب اپنی دعا کے لئے خط بھیجے تو بندہ کعبہ شریف میں اس کے لئے علیحدہ علیحدہ دعا کرے گا۔ یہ محض اس لئے کہ شاید اس کی طفیل بندہ پر فضل الٰہی ہو جائے۔ بندہ چونکہ آخری جہاز میں آیا ہے اس لئے قانوناً آخری جہاز میں جانا ہو گا۔ میری واپسی غالباً شروع اکتوبر میں ہو گی۔

(۲) مستدعی ہوں کہ اپنی جماعت کے جو اصحاب اس دفعہ حج پر آئے ہوں ان کے ناموں اور معلموں کے ناموں سے آگاہ کریں تاکہ بندہ ان کو مل سکے۔

(۳) یہ بھی عرض ہے کہ اگر ہمارے ہمخیال اصحاب مکہ اور مدینہ شریف میں ہوں تو ان کے ناموں اور پتہ جات سے بندہ کو آگاہ کریں تاکہ بندہ ان سے ملاقات کر سکے۔" فقط

عبدالعزیز
پروپرائٹر عزیز ہوٹل ملتان۔
حال وارد مکہ شریف بمعرفت معلم محمد ہاشم عبدالقادر محمد حسین سندھی

سندھ میں تبلیغ

حافظ عبدالرشید صاحب مبلغ نے دتو بھیری و گوٹھ لقمان وغیرہ کا دورہ کیا۔ قربانی کی کھالوں کے متعلق اپیل کی گئی جس پر دوستوں نے حتی الوسع امداد بھی کی۔

آیندہ یعنی ماہ ستمبر میں ان کا دورہ بخشاپور کندہ کوٹ (اپر سندھ) کا دس روز کے لئے ہو گا۔

احمد یار
افسر تبلیغ پاکستان

مضمون نگار حضرات

جماعت احمدیہ کے مضمون نگاروں کی خدمت میں کئی دفعہ گذارش کی گئی ہے کہ وہ اپنے قومی اخبار "پیغام صلح" کے لئے موجودہ مسائل پر مضامین بھجوائیں لیکن ابھی تک ہماری یہ گذارش صدا بصحرا ہے۔ اب پھر یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ ہمارے دوست اس طرف توجہ کریں —— جماعتیں اور قومیں افکار تازہ سے زندہ رہتی ہیں ذہنی جمود سے ان کے قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں جماعت احمدیہ کے سوچنے والے دوستوں پر یہ حقیقت اظہر ہے اس لئے امید ہے وہ ہماری اس گذارش پر فوری توجہ مبذول فرمائیں گے۔

مدیر

علم و حکمت کی اشاعت

قرآن کا علم سیکھو

اور

اسے دوسروں تک پہنچاؤ

از حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفا...... وقل رب زدنی علما۔

(طٰہٰ - رکوع ۶)

ازدیاد علم کی دعا

آخری الفاظ ان آیات کے ایک دعا پر مشتمل ہیں۔ جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائی گئی ہے اور اس کے ساتھ ہی آپ کی ساری امت کو بھی سکھائی گئی ہے۔ رب زدنی علما دعا کرتے رہو۔ اور تمہارے دلوں کے اندر یہ تڑپ رہے کہ اے رب میرا علم زیادہ کر۔

تعلیمیافتہ مسلمانوں کی قرآن سے بے تعلقی

قرآن کو اگر ذرا غور و فکر سے پڑھا جائے تو آج کل کی مادہ پرستی کی وجہ سے جو شکوک و شبہات دلوں میں پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کا ازالہ خود قرآن کے پڑھنے سے ہی ہو جاتا ہے۔ افسوس ہے تو یہی ہے کہ مسلمانوں میں قرآن کو پڑھنے اور سمجھکر پڑھنے کی طرف توجہ نہیں رہی ہے۔ مسلمانوں سے مراد وہ حصہ قوم کا ہے جن کو اللہ تعالٰے نے فہم دیا ہے اور کچھ حصہ علم کا عطا کیا گیا ہے۔ وہ ہمارے نوجوان جو سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں۔ اور پھر دنیا میں اپنے اپنے کاموں میں لگ جاتے ہیں۔ وہ قرآن کی تعلیم سے محروم ہونے جا رہے ہیں۔ عوام میں شاید اس حد تک قرآن کی طرف توجہ کم ہے کہ اگر کچھ کرتے نہیں تو تلاوت کے طور پر ہی ثواب کے لئے تھوڑا بہت کچھ قرآن کا حصہ روزانہ پڑھ لیتے ہیں لیکن جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں سے یہ خیال نکلتا جا رہا ہے کہ قرآن کو بھی کسی وقت پڑھا جائے۔

علم دین سے دلوں کی اصلاح

رب زدنی علما میں علم تو ہر قسم کا آ جاتا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہاں بالخصوص قرآن کے ہی علم کا ذکر ہے۔ کیونکہ لوگوں کی اصلاح اسی علم سے ہو سکتی ہے، کوئی اور علم علم دین کے سوائے نہیں جسکے ذریعہ سے لوگوں کے دلوں کی اصلاح ہو سکے۔

امی اور ازدیاد علم کی دعا

دعائیں اور بھی بہت سی قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ اور اگر ہر ایک کو غور سے دیکھا جائے تو ان دعاؤں کا عملی رنگ اللہ تعالٰے نے ظاہر بھی فرما دیا ہے۔ اسی دعا کو لے لیجئے رب زدنی علما۔ آپ جانتے ہیں یہ دعا کس ملک میں کس پر نازل ہوئی ایک امی ملک جہاں کوئی لکھنا پڑھنا نہیں جانتا، فلسفہ اور حکمت کا وہاں نام تک نہیں۔ ہر طرف جہالت ہی جہالت ہے۔ اس ملک میں ایک امی پر جو خود بھی لکھنا پڑھنا نہیں جانتا یہ آیت نازل ہوتی ہے، جس میں علم کی زیادتی کی دعا سکھائی گئی۔ اور یہی نہیں اس تمام وحی میں جو آپ پر نازل ہوئی اس قدر علم پر زور دیا ہے کہ حیرانی ہوتی ہے۔ ایک امی کو علم سے کیا واسطہ کہ اسے اس کے دل کا خیال سمجھا جائے۔

علوم کا انکشاف محمد رسول اللہ صلعم پر

سب سے پہلی وحی میں جو محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی یہ ارشاد ہوتا ہے اقرأ و ربک الاکرم الذی علم بالقلم۔ اگر کوئی صاحب علم ہوتا اور اس کو یہ وحی ہوتی الذی علم بالقلم تو چنداں تعجب کی بات نہ تھی۔ لیکن ایک ان پڑھ پر یہ انکشاف کہ قلم کے ذریعہ سے علوم سکھائے گئے۔ قابل غور ہے۔ اور پھر یہاں فرماتا ہے کہ دعا کرو رب زدنی علما۔ اے میرے رب میرے علم کو بڑھاتا چلا جا۔ یہ صرف لفظی بات نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی تڑپ بھی یہی ہے۔

تاریک ماحول میں علم کی روشنی محمد رسول اللہ صلعم سے

اللہ تعالٰے نے آپ کے ذریعہ سے علم کو یہاں تک بڑھایا۔ کہ اگر محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے ساتھی پیدا نہ ہوتے تو دنیا میں آج تاریکی کا دور دورہ ہوتا۔ اس زمانہ میں جب یورپ میں ظلمت اور تاریکی چاروں طرف چھائی ہوئی تھی مسلمان مشعل علم لے کر یورپ میں گئے اور تمام تاریکیوں کو دور کر کے علم کی روشنی پھیلا دی۔

علوم کی اشاعت مسلمانوں کے ذریعہ سے

یوں تو رب زدنی علما ایک تین لفظوں کی دعا ہے لیکن اس دعا کا اثر کسقدر صدیوں پر اور کس قدر ملکوں پر پڑا تاریخ کو اٹھا کر دیکھو تو اس قدر علم مسلمانوں کے ذریعہ سے پھیلا ہوا اور کسی قوم کے ذریعہ سے نہیں پھیلا۔ کسی قسم کا علم نہیں جس میں انہوں نے کمال نہ حاصل کیا ہو۔ قرآن کریم میں علم و تدبر سے کام لینے کی بار بار ہدایت کی گئی ہے تمام قرآن بھرا پڑا ہے ان ہدایات سے کہ عقل سے کام لو۔ یہ چیزیں ہیں۔ جن پر قرآن میں زور دیا گیا ہے اور مسلمانوں کی تاریخ میں بھی یہ چیزیں اسی طرح لکھی چلی آ رہی ہیں علم کی اہمیت مسلمانوں کے دلوں میں اس قدر تھی کہ اس کے لئے ہر قسم کے دکھ اٹھا کر طویل طویل سفر کر کے علم کی ایک ایک بات کے لئے سالہا سال خرچ کر کے انہوں نے اس کو ترقی دی۔

امام بخاری کی فقاہت

بخاری حدیث کی کتاب ہے کبھی کوئی اس کی ابتدائی دو تین کتابوں کو دیکھ لے تو ان سے ہی امام بخاری کی فقاہت اس قدر زبردست نظر آتی ہے کہ حیرانی ہوتی ہے۔ ان کے دل اور دماغ کس قدر روشن تھے۔ اور باتوں کو چھوڑیئے کہ امام بخاری نے حدیث کو جمع کرنے میں کس قدر تحقیق و تدقیق سے کام لیا اور اس کے لئے کس قدر سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ان کی ترتیب کتب پر بھی حیرت ہوتی ہے۔ سب سے پہلی کتاب ہے کیف کان بدء الوحی الی الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسری کتاب ہے کتاب الایمان۔ تیسری کتاب ہے کتاب العلم۔

اللہ تعالٰی پر حقیقی ایمان وحی الٰہی سے

اب غور کیجئے کس قدر علم اس ترتیب میں نظر آتا ہے وحی کی ابتدا اس لئے کی کہ اللہ تعالٰی کی ہستی پر زندہ ایمان خدا کی وحی سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ کسی فلاسفر کی باتوں سے ایمان پیدا نہیں ہوتا۔ نظام عالم پر غور کرنے سے بھی وہ ایمان پیدا نہیں ہوتا جو اللہ تعالٰے کی ہستی پر دل کو یقین کامل سے بھر دے بلکہ حقیقی ایمان اسی سے پیدا ہوتا ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو دنیا پر ظاہر کرے اور اپنے برگزیدہ اور پاک دل بندوں سے خود کلام کرے۔ اس لئے امام بخاری نے اپنی کتاب کو شروع وحی سے کیا اور اس کے بعد فوراً کتاب الایمان لائے ہیں کیونکہ وحی سے ہی ایمان پیدا ہوتا ہے۔

ایمان کے بعد علم کی اہمیت

کتاب ایمان کے بعد کتاب العلم کو لائے ہیں، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے بعد علم ہی مسلمان کی سب سے بڑی دولت ہے اور جس طرح ایمان سے ایک زبردست قوت انسان کے دل کے اندر پیدا ہوتی ہے اسی طرح علم سے بھی قوت پیدا ہوتی ہے۔

تعلیم بالغاں کی بنیاد محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے

حدیثیں تو علم کی فضیلت پر بیشمار ہیں۔ دو تین حدیثوں کا میں اس وقت ذکر کرتا ہوں۔ یہ جو آج تعلیم بالغاں پر زور دیا جا رہا ہے۔ اس کی بنیاد بھی اسلام نے رکھی محمد رسول اللہ نے رکھی۔ ایک امی انسان سے جو امیوں میں پیدا ہوا تھا۔ تحصیل علم اور تعلیم بالغاں پر وہ زور دیا۔ جو آج قانونی پابندیوں کے باوجود نظر نہیں آتا ایک حدیث میں ہے تین آدمی ہیں جن کو دوہرا اجر ملتا ہے ایک ان میں سے وہ ہے کانت عندہ امۃ ایک اس کی لونڈی ہے، جانتے ہو لونڈی کی حیثیت اس ملک میں اور اس سوسائٹی کے اندر جس میں رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے کیا تھی۔ اس زمانہ کے غلام جو تھے آج کل کے نوکروں کی طرح نہیں بلکہ وہ زرخرید جائداد تھے اور پست ترین حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ان سے بھی پست حالت میں لونڈیاں تھیں تو فرمایا جس شخص کے پاس ایک لونڈی ہو فادبھا فاحسن تادیبھا اس نے اس کی تربیت کی اور نہایت اعلےٰ درجہ کی تربیت کی۔ وعلمھا فاحسن تعلیمھا پھر اس کو علم سکھایا اور اس کی تعلیم کو نہایت اعلےٰ درجہ پر پہنچایا۔ ثم اعتقھا فتزوجھا پھر اسے آزاد کیا اور اس سے نکاح کر لیا فلہ اجران اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔

ذلیل سے ذلیل انسان کو بلند سے بلند مرتبہ پر پہنچانے کی تعلیم

اس میں تعلیم یہ دی ہے کہ صحیح تربیت اور تعلیم سے ذلیل سے ذلیل انسان کو بلند سے بلند مرتبہ پر پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس زمانہ میں تو مردوں میں بھی علم حاصل کرنے کا خیال موجود نہ تھا چہ جائیکہ ایک عورت اور عورت بھی لونڈی۔ فرمایا اسے بھی اچھی تعلیم د

تربیت دے کر بلند مقام پر پہنچا دو۔

لازمی تعلیم کی بنیاد

کس قدر علم کی قدر ہے کہ لونڈیوں کو بھی تعلیم دینے اور نہایت اعلیٰ درجہ کی تعلیم دینے کی تحریص دلائی ہے۔ ہمارے ہاں تو ابھی تک یہی بحث چل رہی ہے کہ عورتوں کو آزادی اور اعلیٰ خاندان کی عورتوں کو تعلیم دلانا کہاں تک پسندیدہ ہے چہ جائیکہ لونڈیوں اور غلاموں کو تعلیم دلانے کا خیال ہو مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لونڈیوں اور غلاموں کو بھی تعلیم دلاؤ۔ یہ ہے لازمی تعلیم کی بنیاد یا عوام الناس کی تعلیم کی بنیاد۔ جب پست ترین طبقہ کو لے لیا تو اعلیٰ طبقہ کے لوگ تو بدرجہ اولیٰ اس کے مستحق ہوئے کہ انہیں اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی جائے یہ تھا محمد رسول اللہ صلعم کا علمی جوش۔

حق کیلئے مال خرچ کرنیوالے پر رشک

ایک حدیث میں فرمایا لاحسد الا فی اثنین۔ حسد کہتے ہیں کسی دولت اور مال یا رتبہ کا زوال چاہنا لیکن ایک دوسرا لفظ ہے غبطہ یعنی رشک کہ دوسرے کی دولت، مال اور مرتبہ کو دیکھ کر خود بھی ویسا بننے کی خواہش کرنا۔ حسد تو کسی حالت میں بھی جائز نہیں، رشک کرنا جائز ہے بلکہ اچھا ہے۔ لیکن فرمایا لاحسد الا فی اثنین۔ حسد تو کسی صورت میں جائز نہیں۔ لیکن دو باتوں میں رشک کرنا چاہیئے۔ یہاں استثنائے منقطع ہے۔ فرمایا حسد تو جائز نہیں۔ ہاں دو چیزوں میں رشک کرو۔ رجل اتاہ اللہ المال۔ اس شخص پر رشک کرو جس کو اللہ تعالےٰ نے مال دیا۔ مگر نرا اسی بات پر رشک نہیں ہونا چاہیئے کہ اس کو مال دیا گیا۔ یوں تو ایک بنئے کو بھی دیکھتے ہو کہ اس کے پاس مال ہوتا ہے اور وہ اس کے ذریعہ سے خوب لوگوں کا خون چوستا ہے۔ یا ایک سرمایہ دار ہے جو اپنے سرمایہ کو مختلف ذرائع سے بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ مگر مسلمان کو یہ تعلیم کہ کسی کے مال پر رشک نہ کرو۔ سوائے اس شخص کے جسے اللہ تعالےٰ نے مال دے کر اسے حق کے لئے خرچ کرنے کی قدرت بھی دی ہے فسلطہ علیٰ ھلکتہ فی الحق۔ حق پر مال خرچ کرنے میں اسے تسلط ملا ہوا ہو۔ بہت سے مالدار ہیں کہ مال ان کا محبوب بن جاتا ہے اور ان کی تباہی کا موجب بن جاتا ہے۔ ایسے لوگوں پر رشک نہ کرو، ہاں جس کو مال ملتا ہے اور وہ اسے ضرورت حقہ کے موقعہ پر خرچ بھی کر سکتا ہے اس پر رشک کرو یعنی ایسا بننے کی کوشش کرو۔

صاحب علم پر رشک جو دوسروں کو علم سکھاتے

دوسرا شخص جس پر رشک کرنے کا حکم دیا۔ وہ کون ہے۔ فرمایا ورجل اتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بھا ویعلمھا وہ شخص جس کو خدا نے علم دیا۔ وہ خود بھی اس کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم بھی لوگوں کو دیتا ہے۔ گویا بتایا کہ مال اور علم دونوں انسان کی فطری خواہشیں ہیں۔ ان دونوں کے حصول کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور جن لوگوں کو یہ حاصل ہوں ان پر رشک ہو لیکن ضروری ہے کہ صاحب مال ہو تو قادر ہو اس کے خرچ کرنے پر اور صاحب علم ہو تو اسے دوسرے لوگوں کو بھی سکھائے۔ یہ دو باتیں تو قوم بنانے کے لئے بتائیں قوم کی تعمیر کے لئے ان دو باتوں کا ہونا ضروری ہے مالدار بننے کی کوشش کرنا۔ اور اس مال کو خدا کے رستہ میں خرچ کرنے پر قادر ہونا اور دوسرے علم حاصل کرنا اور اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچانا

علم کا جاتے رہنا قومی بربادی ہے

ایک اور حدیث میں یہ بھی بتایا ہے کہ جب علم نہ رہے تو قوم برباد ہو جائے گی فرمایا ان من اشراط الساعۃ قبض العلم۔ ساعت کا لفظ قیامت پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور ایک قوم کی تباہی پر بھی تو بربادی کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ علم جاتا رہے گویا مسلمانوں کو سمجھایا تھا کہ جب تک علم کے حصول میں لگے رہو گے ترقی کرو گے اور جب جہالت آجائے گی تو تباہ ہو جاؤ گے یہ آج کل کا نقشہ ہے۔

حق کے مقابلہ میں کھڑے ہونیوالے پہاڑ

یہاں قرآن شریف کی آیات میں جو شروع میں میں نے پڑھی تھیں فرمایا ہے ویسئلونک عن الجبال۔ لوگ تجھ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ فقل ینسفھا ربی نسفا۔ اس سے میرا رب ان کو اڑا دے گا یہاں ظاہری پہاڑوں کا اڑانا مراد معلوم نہیں ہوتا بلکہ ان لوگوں کا ذکر معلوم ہوتا ہے جو پیغام حق کے مقابلے میں پہاڑوں کی طرح نظر آتے تھے۔ تو سوال تھا کہ اتنے اتنے بڑے سرکش لوگ جو محمد رسول اللہ صلعم کی مخالفت پر کھڑے ہیں اور کلام الٰہی کوئی اثر ان پر نہیں ہوتا۔ ان کے مقابل پر کس طرح کامیابی ہوگی۔ تو فرمایا تیرا رب ان کو صاف کر دے گا اگلی آیت میں اس کو صاف کیا ہے یومئذ یتبعون الداعی لاعوج لہ وخشعت الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الا ھمسا۔ اس دن وہ اس بلانے والے کی پیروی کریں گے۔ جس میں ٹیڑھا پن کوئی نہیں وہ کون ہے جس میں ٹیڑھا پن نہیں۔ سورہ کہف میں فرمایا الحمد للہ الذی انزل علیٰ عبدہ الکتب ولم یجعل لہ عوجا یہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں جن کے اندر کوئی ٹیڑھا پن نہیں۔ فرمایا کہ وہ اس کی پیروی کریں گے وخشعت الاصوات اور آوازیں پست ہو جائیں گی فلا تسمع الا ھمسا صرف ہلکی آواز سنائی دے گی۔

مقابلہ میں کھڑے ہونیوالے سب اڑا دیئے جائینگے

مطلب یہ ہے کہ یہ جو ان بڑے بڑے لوگوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ ہم اس کو اڑا دیں گے اور نیست و نابود کر دیں گے۔ یہ سب آوازیں پست ہو جائیں گی۔ سورہ طٰہٰ ابتدائی زمانہ کی ہے اس وقت بتایا ہے کہ یہ تمام بڑے بڑے مخالفین آخر درمیان سے ہٹ جائیں گے، اور انہیں حق کے آگے جھک جانا پڑے گا۔ اس کے بعد فرمایا وکذٰلک انزلنہ قراٰنا عربیا وصرفنا فیہ من الوعید لعلھم یتقون او یحدث لھم ذکرا ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا اور اس میں طرح طرح سے ڈرانے کی باتوں کو بیان کیا۔ تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔

تقوےٰ سے شرف وعزت

بس ایک چیز ہے جس سے کوئی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ بدی کی راہ پر چلنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بدی کی سزا مل کر رہتی ہے اس لئے اس سزا سے انہیں بار بار ڈرایا تاکہ وہ بچ جائیں او یحدث لھم ذکرا۔ تاکہ یہ ان کے لئے شرف اور مجد کا موجب ہوگا۔ وہ عرب جن کو کوئی جانتا بھی نہ تھا وہ دنیا میں ایک معزز قوم بن جائے گی اور بن گئی۔

قرآن میں مسلمانوں کی کامیابی اور عزت

اس لئے میں کہتا ہوں کہ قرآن کو پڑھنا اور غور سے پڑھنا کہ اس کے مضامین کی سمجھ آجائے اور اسے دنیا میں پہنچانا ہی تمہارے لئے عزت شرف کا موجب ہوگا۔ یہ شکوک وشبہات جو انسان کے دل میں پیدا ہوتے رہتے ہیں یہ سب اس قرآن کے سامنے اس طرح اڑ جاتے ہیں جس طرح آندھی کے سامنے خس وخاشاک لیکن جب سے مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑا ہے۔ اس وقت سے گر گئے ہیں۔ آج جتنی بڑی بڑی درسگاہیں ہیں وہاں سب قسم کے علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ لیکن قرآن نہیں پڑھایا جاتا

مجدد وقت کا علم قرآن

تو جب قرآن کو زندگیوں سے نکال دیا تو اللہ تعالےٰ نے ایک مجدد کو کھڑا کر دیا۔ جو اس زمانہ میں دوبارہ قرآن کا علم دنیا میں پھیلانے کے لئے آیا ہے۔ اس شخص نے دوبارہ قرآن کی عزت دنیا کے اندر قائم کی۔ اور قرآن کا وہ زبردست علم خدا نے اس کو دیا کہ لوگوں کی گردنیں اس کے سامنے جھک گئیں۔ یہاں تک کہ مخالف سے مخالف بھی مانتے تھے اور مانتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے بہت بڑا علم دیا ہے۔ چنانچہ حضرت صاحب کی وفات کے موقع پر لوگوں نے محسوس کیا کہ ایک بہت بڑا عالم اور خادم اسلام دنیا سے اٹھ گیا۔

مجدد کی جماعت کا کام

لیکن آپ دنیا سے اٹھے تو اپنے پیچھے ایک کام کرنے والی جماعت چھوڑ گئے اور فرمایا کہ جو کام میری زندگی میں نہ ہو گا وہ، وہ لوگ کریں گے جو مجھ سے ہیں اور میری شاخ ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ آج بھی ہمارے سامنے بڑے بڑے جبال ہیں۔ جو اس خدائی کام میں رکاوٹ کا موجب ہیں۔ مگر خوب یاد رکھو کہ جس طرح وہ پہاڑ اڑ گئے یہ بھی اڑ جائیں گے۔ تمہارا کام صرف سنا دینا ہے گردنیں جھکانے والا اللہ تعالےٰ ہے۔ تم اپنا کام کرتے چلے جاؤ۔ اور اللہ تعالےٰ ان تمام پہاڑوں کو اڑا دے گا۔

حصول علم دین کی تڑپ نہیں رہی

مگر آج مسلمانوں کے دلوں میں حصول علم کی اور بالخصوص علم دین کے حصول کی تڑپ نہیں رہی۔ ایک بزرگ نے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہم تم کو مفت دیتے ہیں۔ اور کبھی وہ وقت تھا کہ ایسی ایک حدیث کے لئے دو دو مہینہ کا سفر کرنا پڑتا تھا۔ میں بھی آج یہی کہتا ہوں کہ ایک زمانہ تھا کہ مسلمانوں نے علم دین حاصل کرنے کے لئے بڑی بڑی محنت اور مشقتیں برداشت کیں۔ اور آج نہایت آسان طریقہ سے ...... علم دین سکھایا جاتا ہے اور تمہیں اس کی قدر نہیں۔

مجدد وقت کی جماعت کسطرح کہلا سکتے ہو

خوب یاد رکھو جب تک تم اس کی قدر نہیں کرتے اور قرآن کے علم کو نہیں پڑھاتے تمہارے بچے اور بیویاں قرآن کا علم نہیں سیکھتے۔ اس وقت تک تم کوئی کامیابی نہیں حاصل کر سکتے۔ دنیا اسلام کے سامنے سر جھکانے کی اور ضرور جھکانے گی۔ مگر پہلے تمہارے سر جھکنے چاہئیں۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ جو لوگ باوجود ان سہولتوں کے قرآن کے علم کو حاصل نہیں کرتے انہوں نے اسکو پیٹھ کے پیچھے پھینک رکھا ہے۔ مجدد وقت نے اس جماعت کو کھڑا کیا تھا کہ قرآن کو دنیا میں پہنچائے جس حد تک تم نے اس علم کو لیا اس حد تک تم مجدد کی جماعت کہلا سکتے اور جہاں اس علم کو چھوڑ دو گے اس کی جماعت نہیں کہلا سکتے۔

خط وکتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (منیجر)

بچوں کیلئے

حضرت ابو الحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

تم نے حضرت داتا گنج بخش کا نام ضرور سنا ہوگا۔ لیکن کیا تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ یہ کون بزرگ تھے اور کہاں پیدا ہوئے۔ لو سنو آپ غزنی میں پیدا ہوئے لیکن غزنوی کہلانے کی بجائے آپ نے ہجویری کہلانا پسند کیا۔ کیونکہ غزنی کے جس محلے میں آپ کی پیدائش ہوئی تھی۔ اس محلے کا نام ہجویر تھا۔ آپ بچے ہی تھے کہ علم کا شوق پیدا ہوا۔ آپ کو فضول کھیلنے اور وقت ضائع کرنے سے بہت نفرت تھی۔ گھر میں اتنی دولت نہ تھی کہ کوئی استاد رکھ لیا جاتا یا کوئی دوسرا تعلیم کا انتظام ہو جاتا مگر آپ نے ہمت نہ ہاری اور ایک پیدل قافلے کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے آپ نے بہت جلدی تعلیم حاصل کر لی اور بڑے بڑے عالموں سے علمی گفتگو کرنے لگے۔ جب آپ کو علم میں کمال حاصل ہو گیا تو واپس گھر لوٹے۔

کچھ مدت کے بعد آپ کو معلوم ہوا کہ افغانستان کے جنوب میں ایک ملک ہے جس میں ابھی تک جاہل لوگ ہیں اور خدا کو کوئی بھی نہیں جانتا۔ جب آپ نے یہ سنا تو آپ اسلام پھیلانے کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ راستہ دشوار تھا مگر آپ نے ہمت نہ ہاری۔ اور پیدل کافی عرصہ کے بعد لاہور پہنچے تو شام ہو چکی تھی۔ مگر آپ نے شہر کے باہر ہی جنوب مغرب کی طرف میدان میں ڈیرا ڈال دیا۔ لاہور پہنچنے کے بعد سب سے پہلے آپ نے ایک چھوٹی سی کچی مسجد کی بنیاد رکھی اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری کیا دور دراز سے لوگ تعلیم حاصل کرنے کے لئے لاہور کی طرف دوڑے چند ہی سال میں آپ نے وہ کام کیا کہ سارے پنجاب میں اسلام کا نام چمک اٹھا کفر کی جگہ اسلام نے لے لی۔ اور مندروں کے گھنٹوں کی بجائے مسجدوں میں اذانوں کی آوازیں آنے لگیں۔

صرف پنجاب میں نہیں بلکہ صوبہ سرحد اور سندھ تک میں بھی آپ نے اسلام پھیلایا۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں آپ کی سب سے زیادہ مشہور کتاب کا نام کشف المحجوب ہے۔

بشریٰ اقبال

احمدی بچے
اپنے صفحہ کیلئے مضمون لکھیں

کیا آپ جانتے ہیں؟

- نیوزی لینڈ سے چھ سو میل کے فاصلے پر شمال کی طرف جزیرہ فلیکن ہے۔ جسے اکثر غائب ہو جانے کی عادت ہے۔ یہ جزیرہ ۵۴ سالوں میں تین مرتبہ ڈوب چکا ہے۔
- سورج کی سطح پر آگ کی زبردست آندھیوں کی وجہ سے گڑ بڑ رہتی ہے چاروں طرف شعلے اڑتے رہتے ہیں یہ اتنے خوفناک ہوتے ہیں کہ زمین کو ذرہ کی طرح جھلس دیں بعض کی لمبائی زمین سے دس گنا تک ہوتی ہے۔
- دنیا میں سب سے چھوٹا پرندہ جنوبی امریکہ میں ایکوڈیر کے علاقہ میں پایا جاتا ہے۔ پروں کے علاوہ اس کا جسم شہد کی مکھی کی ملکہ سے بڑا نہیں ہوتا۔ وزن اس سے کچھ ہی زیادہ ہوتا ہے یہ پرندہ اڑنے میں بہت ہوشیار ہوتا ہے۔
- برطانیہ کے ہر بڑے اخبار پر تقریباً چار سو ٹن کاغذ روزانہ خرچ ہوتا ہے۔
- اسلامی دنیا میں سب سے پرانی یونیورسٹی جامعہ ازہر ہے۔
- دنیا کی سب سے بڑی عمارتیں اہرام مصر ہیں۔

میرا وطن

جنت سے پیاری اس کی زمیں ہے
میرے وطن میں کیا کچھ نہیں ہے
سرسبز جنگل بھرپور دریا
فطرت یہاں خود جاں آفریں ہے
پھول اور پھل ہیں ہر سمت بکھرے
ہر ایک منظر اس کا حسیں ہے
اس سرزمیں کا ہر بسنے والا
تابندہ دل ہے روشن جبیں ہے
اس کے نظارے آنکھوں کی ٹھنڈک
اس کی محبت کا قفل امین ہے
ہم اہلِ حق ہیں دنیا کے وارث
تجھ کو یقیں ہے مجھ کو یقیں ہے

انور! زمانہ خود کہہ رہا ہے
کیا اس زمیں کا ثانی کہیں ہے

(لطیف انور)

انمول موتی

(۱) غصے پر قابو پانا سب سے بڑی دانائی ہے۔
(۲) سچ بولنا بہادری اور جھوٹ بولنا بزدلی کی علامت ہے۔
(۳) پیدا ہونا اس کا مبارک ہے جو خدا کا فرمانبردار اور انسانیت کی خدمت کرے۔
(۴) انسان کے نیک کام ہی اس کے لئے آب حیات ہوتے ہیں۔
(۵) انسان کو مصیبتوں سے گھبرانے کی بجائے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔

خواتین کیلئے

از جناب احمد کاظم علوی صاحب

حضرت اسماءؓ

آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھیں۔ بہت نڈر اور حق گو تھیں۔ مشکل سے مشکل وقت پر بھی سچی بات کہنے سے نہ رکتی تھیں۔ ان کی نیکی اور پاکیزگی کا چرچا عام تھا۔ لوگ اکثر ان سے دعائیں کرواتے تھے، آپ کا لڑکا عبداللہ بن زبیر جب جوان ہوا تو علم و فضل میں کمال رکھتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ہر شخص اس کے رعب و داب کا قائل تھا جب حضرت اسماء کو زبیرؓ نے طلاق دیدی تو آپ اپنے بیٹے کے پاس آ گئیں۔

یہ وہ وقت تھا کہ سلطنت بنو امیہ کی باگ ڈور یزید کے ہاتھ میں تھی۔ یزید فسق و فجور میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس لئے حضرت عبداللہ نے اس کی پیروی نہ کی۔ مکہ میں آ کر اپنی خلافت قائم کر لی۔ چونکہ انکی نیکی اور بزرگی کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اس لئے کم و بیش ہر مسلمان ان کے ساتھ ہو گیا اور ملک کا ایک بہت بڑا حصہ ان کے قبضہ میں آگیا، لیکن جب عبدالملک تخت نشین ہوا تو اس نے ہوشیاری سے کچھ علاقہ پر قبضہ کرکے حضرت عبداللہ کے خلاف جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور خانہ کعبہ کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عبداللہ اپنی ماں حضرت اسماء کے پاس آئے جو بیمار تھیں فرمانے لگے "زندگی میں چین کہاں وہ تو موت کے بعد ہی ملتا ہے"۔ حضرت اسماء نے جواب دیا کہ میں ابھی مرنا پسند نہیں کرتی میری تمنا ہے کہ تم لڑ کر شہید ہو جاؤ۔ اور میں صبر کروں یا پھر کامیاب ہو کر آؤ تا کہ مجھے تسکین ملے، حضرت عبداللہ چلے گئے۔ جنگ کا میدان گرم ہوا اور آخر وہ وقت آ پہنچا جبکہ لڑ کر مر جانے کے سوا چارہ نہ تھا یا صلح کا راستہ کھلا تھا پھر ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ بیباک ماں بولی بیٹا اگر تم حق پر ہو مرنے سے ڈر کر ایسی صلح کرنا جو ذلت اور رسوائی کا موجب ہو کسی طرح بہتر نہیں۔ حضرت عبداللہ واپس ہو گئے بہادری کے جوہر دکھا کر شہید ہو گئے ظالم حجاج بن یوسف نے جو مخالفین کا سردار لشکر تھا آپ کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔ تین دن گزرنے کے بعد حضرت اسماء بیٹے کی لاش دیکھنے کے لئے آئیں جو پھانسی پر الٹی لٹکی ہوئی تھی۔ مگر بڑے صبر سے اس مستقل مزاج ماں نے یہ منظر دیکھا اور کہا کیا ابھی اس سوار نے گھوڑے سے نیچے پاؤں نہیں رکھا۔ حجاج کو معلوم ہوا تو ان کو بلایا۔ مگر حضرت اسماء نے بیخوف ہو کر جواب دید دیا۔ پھر بلایا اور دھمکی دی کہ اب انکار کیا تو کھینچ کر بلا لیا جائے گا۔ لیکن یہ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرنے والی خاتون کب ایسی دھمکیوں کی پروا کرنے والی تھی۔ جواب دے دیا کہ ہرگز نہیں جاؤں گی۔ آخر حجاج خود آیا اور کہنے لگا کہ میں نے خدا کے دشمن یعنی حضرت عبداللہ سے کیسا سلوک کیا ہے۔ فرمانے لگیں تو نے اس کی دنیا بگاڑی ہے مگر وہ تیری آخرت کو خراب کر گیا۔ حجاج شرمندہ ہو کر واپس ہو گیا۔

چند دنوں کے بعد جب عبدالملک کے حکم سے حجاج نے لاش کو اتروا کر پھینک دیا تو حضرت اسماء بیٹے ...ٹے کی لاش کو اٹھا کر گھر لے آئیں وہ ماں جس نے بیٹے کو اپنا خون پلا پلا کر جوان کیا تھا۔ اب اس کو نہلا رہی تھی تو جہاں ہاتھ پڑتا تھا گوشت کا ٹکڑا بدن سے ٹوٹ کر ساتھ آ جاتا، اور یہ صابر خاتون اس پر بھی یہی کہتی تھی کہ خدا کی رحمت کا نزول ان ٹکڑوں پر ہی ہوتا ہے۔

اس واقعہ کے چند روز بعد حضرت اسماء بھی خدا سے جا ملیں اور اس طرح ان کی یہ دعا بھی پوری ہو گئی کہ جب تک میں عبداللہ کی لاش نہ دیکھ لوں میرے مولےٰ مجھے موت نہ دینا۔

حضرت فاطمہ بنت خطابؓ

آپ حضرت عمرؓ کی جو ...... دوسرے خلیفہ ہوئے بہن تھیں آپ اس وقت اسلام میں داخل ہو چکی تھیں جبکہ حضرت عمر فاروق بھی ایمان نہیں لائے تھے۔ بلکہ اس پاک خاتون کی بدولت ہی حضرت عمرؓ کو اسلام کی دولت ہاتھ آئی۔ یہ قصہ اس طرح پر ہے۔ کہ جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت حمزہؓ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ تو وہ نبی کریم کے گھر کی طرف چل پڑے راستہ میں ایک صحابی سے ملاقات ہو گئی اُن سے پوچھا کہ تم نے اپنا پرانا مذہب چھوڑ کر محمدؐ کا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا میں نے حق کو قبول کر لیا ہے۔ بس سے پہلے کہ تم کہیں اور کا رُخ کرو۔ گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی بھی محمدؐ کا مذہب قبول کر چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ پر غصہ کے مارے لرزہ طاری ہو گیا اور وہ سیدھے بہن کے گھر کی طرف روانہ ہو لئے۔ گھر کا دروازہ بند تھا اور وہ قرآن پڑھ رہی تھیں جب ان کی آواز سنی تو چپ ہو رہیں۔ اور قرآن مجید کے اجزا کو ادھر ادھر چھپا دیا تا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ کلام خدا کی بے عزتی کریں، دروازہ کھول دیا۔ حضرت عمرؓ اندر آئے اور بولے۔

حضرت عمرؓ۔ یہ کیا آواز تھی جو میں نے سُنی۔

فاطمہؓ۔ کچھ نہیں۔

حضرت عمرؓ۔ اب مجھ سے چھپانے کی ضرورت نہیں۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم دونوں اپنے دین سے پھر چکے ہو۔ مرتد ہو گئے ہو۔

اتنا کہہ کر بہنوئی پر ٹوٹ پڑے اور اسے خوب پیٹا۔ بہن نے یہ حالت دیکھ کر بچانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اسے بھی مارنا شروع کر دیا اس پر فاطمہ نے اتنا کہا کہ عمرؓ خواہ بدن سے کھال اتار دو، ذبح کر ڈالو۔ لیکن اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔ بہن کے ان بیباکانہ اور جرأت آمیز الفاظ نے حضرت عمرؓ پر بھی بجلی کا اثر کیا۔ وہ سوچ میں پڑ گئے۔ گردن جھکائے سوچتے رہے۔ پھر آنکھیں اُٹھائیں بہن کی طرف دیکھا اور رقت آمیز انداز سے بولے:۔

فاطمہ جو کچھ تم پڑھ رہی تھیں مجھے بھی سناؤ۔

فاطمہ نے بھائی کی یہ بدلی ہوئی حالت بھانپ لی ان کی آواز میں نرمی آ چکی تھی، خوشی خوشی اُٹھیں اور قرآن مجید کے جن اوراق کو چھپایا تھا لا کر حضرت عمر کے سامنے رکھ دیئے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں پڑھا تو دل پر کلام خداوندی کا وہ رعب چھایا کہ سب غصہ اور تیزی کافور ہو گئی۔ آپ پڑھتے گئے یہاں تک کہ ایک آیت پر پہنچ کر بے ساختہ بول اٹھے:۔

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و
اشہد ان محمداً رسول اللہ

(میں گواہی دیتا ہوں خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے سچے رسول ہیں)

اس پاک دل خاتون نے اپنی جان پہ مصیبت اُٹھا کر وہ خدمت سر انجام دی کہ حضرت عمرؓ جیسا بہادر انسان اسلام کی صداقت کا شکار ہو گیا۔ اور اسلام کو جو تقویت ان کے وجود سے پہنچی اس پر تاریخ اسلام ہی نہیں، دنیا کی تاریخ گواہ ہے

سرزمین صقلیہ پر

آفتاب اسلام کی ضیا باریاں

از محترم جناب شیخ محمد حسین صاحب بیلڈنگ لاہور

مسلمانانِ صقلیہ کے تجارتی تعلقات

مسلمانان صقلیہ کے تجارتی تعلقات اس قدر وسیع تھے کہ یورپ کے بندرگاہوں پر صقلیہ کے تجارتی جہاز لنگر انداز بکثرت نظر آتے تھے۔ صقلیہ کی منڈیاں ہر قسم کے قیمتی مال تجارت سے لبریز رہتی تھیں۔

(اخبار الاندلس)

پھر طریق مبادلہ میں مسلمانوں کے زر، ناپ تول اور لین دین کے طریقوں سے بھی یورپ مستفید ہوا۔ سکے

اسلامی سکوں کے نمونے اس قدر رائج تھے کہ مسلمانوں کے بعد حکومت صقلیہ کے عیسائی تاجدار نارمنوں نے بھی اپنے سکے اسلامی سکوں کے نمونہ پر ڈھالے، یہاں تک کہ کلمہ توحید و رسالت تک ان عربی حروف میں برقرار رکھے گئے۔

فریڈرک نے اسلامی علوم و فلسفہ کو یورپ میں رائج کرنے کی ...... بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اس کے متعلق سائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں ہے کہ :-

" اس کا دربار جو پلرمو میں تھا، وہ یورپ کے شاندار درباروں میں سے تھا اور اس وقت کی تمام معلوم دنیا کے علماء اس میں آتے تھے .... اس نے مدرسے اور یونیورسٹیاں قائم کی تھیں تو بھی سلیس عربی زبان میں شاعری کرتا تھا۔" (برٹینیکا)

مسٹر سکاٹ لکھتے ہیں کہ :-

" فریڈرک نے جو اصلاحات نافذ کیں وہ نہایت وسیع اور اہم تھیں اس کے ہمہ گیر الطاف خسروانہ سے علم و سائنس بھی محروم نہ رہ سکا۔ آیندہ نسل انسانی پر اس کا یہ دوامی احسان ہے اور رہے گا اور اس کے مسلمان اتالیقوں نے جو اثر اس کے قلب پر ڈال دیا اور جو مذاق اس میں پیدا کیا وہ کبھی اس سے الگ نہ ہوا۔"

(اخبار الاندلس)

رابرٹ بزالٹ لکھتا ہے :-

" تمدن اسلام کا اثر یورپ پر سب سے زیادہ فریڈرک دوم کے زمانہ میں پڑا جو درحقیقت از منہ وسطے کا سب سے بڑا عیسائی حکمران تھا۔ اگر یورپ کے براعظم کو وحشت و جہالت کے لق و دق صحرا سے نکال کر شاہراہ ترقی و تمدن پر لانے کا فخر کسے حاصل ہے تو وہ فریڈرک ہے جس نے اسلامی تمدن کو اختیار کیا اور پھر اس کو پھیلانے کی انتھک کوشش کی۔ فریڈرک کے دربار میں مسلمان ماہرین علوم کا اجتماع رہتا تھا۔ وہ لوگ ریاضی اور علم نباتات کے متعلق ضروری معلومات پر بحث کرتے تھے .... فریڈرک نے نیپلز۔ میسنا اور پیڈوا میں یونیورسٹیاں قائم کیں اور سلرنو میں ایک طبی مدرسہ قائم کیا جس میں مسلمانوں کے طریق علاج کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس نے یورپ میں ریاضی معلّمین کی حوصلہ افزائی کی۔ مسلمان اور یہود علماء کو جمع کر کے ہر دستیاب ہونے والی عربی کتاب کا ترجمہ کرنے کا انتظام کیا۔ قرطبہ سے ابن رشد کی کتابیں مہیا کر کے ان کی نقلیں کروا کر اپنے ملک کے ہر مدرسہ میں درس و تدریس کے لئے بھیج دیں ...... اسلامی تمدن کو اختیار کر لینے کی بنا پر اس وسیع النظر بادشاہ کو عیسائیوں کی طرف سے پیدا کردہ بہت سے مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا"

(تاریخ ارتقائے انسانی)

گبن لکھتا ہے :-

" فن طب میں عربوں کی تعریف کی گئی ...... سلرنو کے مدرسہ نے جسے انہوں نے قائم کیا تھا اٹلی اور یورپ میں طب کو زندہ کیا۔"

(ڈیکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر)

ڈریپر لکھتا ہے :-

" یورپ کا پہلا طبی مدرسہ وہ تھا جسے عربوں نے اٹلی کے شہر سلرنو میں قائم کیا"

(معرکۂ مذہب و سائنس)

مارگولیتھ لکھتا ہے :-

" طبی حیثیت سے یورپ پر عربوں کا اثر سب سے زیادہ دنوں تک قائم رہا، اور اس علم کے لئے عربی زبان کی تحصیل سترھویں صدی تک نہایت اہم سمجھی جاتی تھی۔"

(محمدزم)

چنانچہ عیسائی مؤرخین معترف ہیں کہ بہت سے اصول و نظریات ایسے ہیں جو سلرنو کالج کی تحقیقاتی کاوشوں سے عالم وجود میں آئے اور آج تک اسی طرح مسلم ہیں۔"

موسیو لیبان لکھتے ہیں :-

" سلرنو کے مدرسہ طبیہ کے ملفوظات میں نہایت عمدہ اصول حفظ صحت بیان کئے گئے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ اس مدرسہ کی شہرت جو یورپ میں اوّل درجہ کا سمجھا جاتا تھا، عربوں ہی کے سبب سے تھی۔ ذیں صدی عیسوی کے وسط میں جس وقت نارمنوں نے جزیرہ صقلیہ اور اطالیہ کے اس حصہ کو جو عربوں کے قبضہ میں تھا لے لیا تو انہوں نے ان کے مدرسہ طبیہ کی بھی ویسی ہی حمایت کی جیسی کل دوسر اسلامی نظامات کی۔ ایک نہایت عالم عرب قرطاجنہ کا رہنے والا جس کا نام قسطنطین افریقی تھا اس مدرسہ کا منتظم مقرر ہوا۔ اس نے عربی تصنیف طبیہ کا ترجمہ لاطینی میں کیا اور اس کی کتابوں سے وہ ملفوظات لئے گئے جن کی وجہ سے سلرنو کے مدرسہ کی اس قدر شہرت ہوئی۔"

(تمدن عرب)

مسٹر سکاٹ لکھتے ہیں کہ :-

" تمام یورپ مسلمانان اندلس و صقلیہ کا شکرگذار ہے کہ انہوں نے مفردات میں کچلا۔ املتاس، حب الملوک۔ الی۔ صندل۔ کباب چینی۔ جدوار۔ ریوند چینی اور کافور اور مرکبات میں جلاب اکسیر۔ شربت اور معجون۔ خوشبو و مصالحوں میں قرنفل جوزبوا۔ زنجبیل اور الائچی سے آشنا کیا۔ یہ تمام اشیا اب بھی یورپ کے بازاروں میں عربی ناموں ہی سے موسوم چلی آتی ہیں .... صقلیہ کے قوانین دواخانوں کی دیکھ بھال اور دوا سازی میں احتیاطی تدابیر عمل میں لانے میں اور بھی سخت تھے۔ ہر دواساز کو اپنی دوا سازی کی قابلیت کا سخت امتحان دینا پڑتا تھا۔ اطبا کے سامنے حاضر ہو کر اسے قسمیں کھا کر یہ اقرار کرنا پڑتا۔ اگر کوئی دوا فروش مقرر درجہ سے کمتر درجہ کی دوائیں فروخت کرے گا تو وہ اس کی اطلاع اطباء اور حکومت کو دے گا۔ بد دیانتی اور فریب کے روک تھام کے لئے جو تدابیر اختیار کی جاتی تھیں اور عوام فائدہ کے لئے دواؤں کا نرخ مہر دکان پر رکھا رہتا تھا کہ وہ دکاندار زیادہ قیمت نہ لے سکیں۔ ان قواعد کی جو کوئی خلاف ورزی کرتا تھا۔ اسے سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ انہی قواعد کو شہنشاہ فریڈرک دوم نے اپنے ملک میں نافذ رکھا اور انہی قوانین کی وجہ سے سلرنو نیپلس کے مدارس طبیہ کو کامیابی ہوئی اور صقلیہ نے تمام دنیا میں فن طب میں شہرت تامہ حاصل کی۔"

(اخبار الاندلس)

اسی طرح موسیو لیبان لکھتے ہیں :-

" عربوں کی طبی ترقیاں زیادہ تر فن جراحی۔ علامات امراض۔ قرابادین اور ادویات میں ہیں۔ انہوں نے بہت سے طریق علاج ایجاد کئے .... قرابادین میں انہوں نے بہت سی دوائیں ایزاد کیں .... دواؤں کے استعمال کے وہ طریقے بھی انہی نے نکالے ہیں جو اب اتنے زمانہ کے بعد نئی ایجادوں کے نام سے مشہور کئے جاتے ہیں .... فن جراحی کی بھی ابتدائی ترقی عربوں ہی سے ہوئی اور زمانہ حال تک انہی کی تصنیفات پر یورپ کے مدارس طبیہ کا دار و مدار رہا ہے۔"

(تمدن عرب) (تاریخ صقلیہ)

—(باقی دارد)—

قرون اولے اور وسطے کے مسلمانوں کے علمی کارناموں کا ماخذ وہ علم و حکمت کے خزانے ہیں جو قرآن حکیم اور ارشادات نبوی کی گہرائیوں میں اہل علم و نظر کو دکھائی دے سکتے ہیں۔ آج بھی مسلمان اگر چشم بصیرت وا کریں تو ان جواہر پاروں سے اپنی جھولیاں بھر لیں مگر

شرطِ فیضِ حق بود عجز و نیاز

کس ندیدہ آب بر بالائے فراز

—(مسیح موعودؑ)—

اللہ تعالے کے فیضان (علم و حکمت و فتح روحانی) کے لئے عجز و نیاز شرط ہے۔ کسی نے پانی کو اونچی جگہ ٹھہرتے نہیں دیکھا۔

سچی باتیں

بچوں کو تو چھوڑئیے۔ باقی بوڑھوں، ادھیڑوں، جوانوں، غرض بڑوں میں سے کون ایسا ہے جسے قبرستان جانے کا اتفاق نہیں ہوا ہے؟ سیر و تماشہ کے لئے نہیں بلکہ باپ کی، ماں کی، بھائی کی، بہن کی، بیوی کی۔ لڑکے کی۔ لڑکی کی، مرشد کی، جگری دوست کی، میت کو لے کر اور کسی نہ کسی عزیز ترین ہستی کو دفنانے اور قبر میں اتارنے کے لئے ــــــ یاد کر لیجئے کہ اتارتے وقت دل پر کیا گذر کر رہتی ہے! کیفیت زبان سے ادا کرنے کی نہیں، بس اندر ہی اندر محسوس کرنے اور دل مسوس کر رہ جانے کی ہوتی ہے ــــــ لیکن یہ بھی تو تازہ کر لیجئے، کہ آپ کے سراپا شفقت و کرم اور سراپا حکمت و دانش پیمبر نے کن الفاظ کے دہرانے کی آپ کو ہدایت کی ہے؟ الفاظ بھی آپ کے نہیں۔ خود ان کے بھی نہیں۔ سب کے پیدا کرنے والے۔ پالنے والے۔ اور دوبارہ جلا اٹھانے والے کے۔

منها خلقناكم۔ اسی جنس سے تو تم پیدا ہوئے تھے۔ تمہارا گوشت پوست تمہارا جسم اسی مٹی ہی سے تو بنا تھا۔ تم اس سے کچھ نامانوس اور غیر مالوف تھوڑے ہی تھے۔ وفيها نعيدكم اب جبکہ روح کو ہم نے اپنی طرف واپس بلا لیا۔ تو پھر مٹی مٹی سے اور جنس جنس سے مل رہی ہے۔ تمہارا جسم اپنی اصل کی طرف رجوع کر رہا ہے۔ وہیں واپس آ رہا ہے جہاں سے چلا تھا۔ جزو اپنے کل میں جذب ہو رہا ہے۔ قطرہ سمندر میں وصل حاصل کر رہا ہے۔ اور میت کے وارثو، اس کی تدفین پر آنسو بہانے والو، اسکو ہمیشہ کے لئے اپنے سے جدا سمجھنے والو خوش ہو، اور خوشخبری سنو کہ ومنها نخرجكم تارة اخرى۔ یہ جدائی کوئی دائمی تھوڑے ہی ہے، یہ تو محض وقتی ہنگامی، عارضی ہے۔ اسی سے ایک بار پھر تمہیں نکالیں گے۔ آپس میں تم کو ملائیں گے۔ وہ وصل نصیب کرائیں گے جس کے بعد کوئی فراق نہیں اور سب سے بڑھکر یہ کہ اپنے حضور میں حاضری سے نوازیں گے جس سے بڑھکر نہ کوئی لذت ہے نہ کوئی راحت۔

ــــــ نخرجكم تارة اخرى کتنی بڑی بشارت، کیسی دلنواز خوشخبری ہے!

آخری گھڑی

مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے آنریری ٹریژرر قاضی عزیز الدین احمد بلگرامی مرحوم کے حالات وفات مسلم یونیورسٹی گزٹ سے :۔

"آپ نے ۱۲ر جولائی کو حسب معمول اپنے دفتر میں پورے وقت کام کیا ...... ½ ۷ بجے شام کو گھر پہنچے تو دفعۃً کچھ گھبراہٹ محسوس فرمائی فوراً یونیورسٹی میڈیکل افسر کو بلایا گیا آپ نے سول سرجن و دیگر مقامی مشہور ڈاکٹروں کو اکٹھا کر کے سب کے مشورے سے علاج شروع کیا جس کا سلسلہ بڑی احتیاط اور کافی دوڑ دھوپ کے ساتھ آخری وقت تک جاری رہا .... ۱۰ بجے رات تک آپ کی حالت بدستور رہی۔ مرض میں کوئی کمی یا زیادتی نہ ہوئی۔ مرحوم خود اس درجہ مطمئن تھے کہ اپنے متعدد ڈاکٹروں سے اکثر رات میں فرمایا کہ میں اچھا ہوں، آپ لوگ بھی کچھ آرام کر لیں۔ دفعۃً ½ ۲ بجے رات قلبی تکلیفوں کا ایک سخت دورہ پڑا جو پندرہ منٹ تک جاری رہا۔ اس دورہ کے بعد آپ کو ناامیدی ہو گئی تھی۔ اب توبہ و استغفار کا برابر ورد تھا، اور زبان پر کلمۂ طیبہ مسلسل جاری تھا۔ یکایک ٹھیک ۳ بجے صبح آپ کلمہ پڑھتے پڑھتے ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے"

توجہ کے قابل خبر کا وہ حصہ ہے جسے زیر خط کر دیا گیا ہے۔ مرحوم دنیوی اعتبار سے بڑے جاہ و مرتبہ کے آدمی تھے۔ گورنمنٹ میں اور ریاستوں میں اونچے اونچے عہدوں پر رہے۔ اور قانون لگان کے تو بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ اور انگریز حکام اور عدالتیں اس باب میں ان کا لوہا مانے ہوئے تھیں ــــــ

ــــــ آخر میں کام کونسی چیز آئی؟ وہی توبہ و استغفار اور کلمۂ شہادت۔ کیسے مبارک ہیں وہ زندگی بھر ہر گھڑی کو آخری ہی گھڑی سمجھتے رہتے ہیں۔ اور ہر لمحہ زبان پر اسی مبارک ذکر کو جاری رکھے رہتے ہیں!

امریکی اسلامی کانفرنس

روزنامہ ڈان (کراچی) میں اس کے امریکی وقائع نگار ایم۔ اے۔ اعظم صاحب کے قلم سے:۔

خبر شائع ہوئی ہے کہ پرنسٹن یونیورسٹی (نیوجرسی) اور یو۔ ایس لائبریری آف کانگرس (واشنگٹن) کے زیر اہتمام بڑے پیمانہ پر ایک اسلامی کانفرنس یونیورسٹی مذکور میں ۱۷ر ۱۸ر ۱۹ر ستمبر کو منعقد ہوگی جس کا مقصد مسلمانوں کے علوم سے متعلق مزید تحقیق و تفتیش ہے۔ اہم شعبے یہ تین ہوں گے۔

(۱) اسلامی ثقافت میں قدیم اجزاء

(۲) اسلامی قانون و معاشرہ۔

(۳) اسلام جدید میں ذہنی و روحانی تحریکات

ان میں سے ہر شعبہ سے متعلق مضمون اور مقالے پڑھے جائیں گے، اور اس کے لئے دعوت نامہ مصر، ہندوستان، انڈونیشیا، ایران، عراق، یردن، لبنان، ملایا، پاکستان، سعودی عرب، شام، ترکی اور یمن کو بھیجے جا چکے ہیں ــــــ دیکھئے ان ملکوں سے کتنے اور کون کون سے نمایندے امریکا جاتے ہیں خصوصاً ہند اور پاکستان سے۔

آج سے ۶۰ سال پیشتر (وقائع نگار موصوف ہی کا مضمون چل رہا ہے) ۱۸۹۳ء میں بھی امریکا ہی کے شہر شکاگو میں ایک عظیم الشان "موتمر مذاہب" پارلیمنٹ آف ریلیجنس کے نام سے منعقد ہوئی تھی۔ جس میں مختلف مذاہب کے نامی گرامی علماء شریک ہوئے تھے۔ چنانچہ ہندوستان سے ہندومت اور برہمو سماج کی نمایندگی کرنے سوامی وویکانند۔ پرتاپ چند رموزمدار۔ منی لال دویدی۔ بی۔ پی۔ ناگارکر۔ ویرچند گاندھی وغیرہ ہندوستان سے سفر کر کے گئے تھے۔ اور سوامی وویکانند کے لکچروں نے تو بڑا ہی نام پیدا کیا ــــــ آپ مشتاق و منتظر ہونگے کہ عالم اسلامی کی نمایندگی کا شرف کتنوں اور کن کن بزرگوں کے حصہ میں آیا تھا؟

سنئے اور دل پر پتھر رکھ کر سنئے۔ کہ یہ شرف ساری دنیائے اسلام سے تین بزرگوں کے نصیب میں آیا تھا!

(۱) ترکی سے نو مسلم انگریز الگزنڈر وب جس کی تقریر کچھ یونہی سی رہی تھی اور

(۲) ہندوستان سے۔ علاقہ بمبئی کے سید صوام اور زندہ رام، جو ریشمی لباس اور زرق برق پگڑیوں کے ساتھ ڈایس پر شروع سے آخر تک خاموش بیٹھے رہے! ــــــ یہ دونوں ہندو سیٹھ امریکا میں کاروباری سلسلہ میں پہلے سے موجود تھے۔ اور جب مسلمان نمایندہ کوئی اور نہ ملا تو زبردستی انہیں کے سر پر شرف منڈھ دیا گیا۔

اس تسخر پر آج جی چاہے تو خفت و شرمندگی کی ہنسی ہنس لیجئے اور چاہے تو غصہ گرمی کر لیجئے بہرحال نتیجہ اس سے کچھ نہیں۔ کام کی بات صرف یہ ہے کہ اور ملکوں سے نہ سہی۔ تو کم از کم ہندوستان اور پاکستان سے تو بہترین نمایندے اسلام کے اب کی بار روانہ ہوں!

(صدق جدید۔ ۲۸ر اگست ۵۳ء)

بقیہ از صفحہ ۱۱

مسئلہ یہ تھا کہ جو ممبر گر پڑے ہیں انہیں کس طرح بچایا جائے۔ گلگی کے مشورہ سے ہم نے اسے کچھ عرصہ کے لئے ڈھلوان میں چھوڑ دیا۔ آپ برف کاٹنے والے بیلچوں کے ساتھ بندھے ہوئے تھے گلگی اس وقت تک اس حالت میں رہے جب تک ہم اپنے دوسرے ساتھیوں کو ملبہ سے نکال نہ لائے جب ہم گلگی کے پاس واپس پہنچے تو خوف سے ہماری چیخیں نکل گئیں گلگی وہاں موجود نہیں تھا۔

ہم نے کافی دیر تک گلگی کو تلاش کیا لیکن اس کا اور اس کے سامان کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ ہو سکتا ہے کہ جب پارٹی اپنے ممبروں کو ملبہ سے نکالنے میں مصروف تھی برف کا تودہ گر پڑنے سے گلگی نیچے لڑھک گیا ہو۔

ڈاکٹر ہوسٹن نے اس خیال کو غلط قرار دیا کہ شاید گلگی نے اپنے آپ کو پارٹی پر ایک بوجھ سمجھتے ہوئے خودکشی کر لی ہو۔ آپ نے کہا گلگی اس قسم کا آدمی نہیں تھا۔

اس وقت بڑی بے رحمی سے آندھی چل رہی تھی میں نے دنیا میں حتیٰ کہ ہمالیہ میں بھی ایسی شدید آندھی کبھی نہیں دیکھی اس کی شدت پر یقین کرنے کے لئے مشاہدہ کی ضرورت ہے۔ تیز اور تند ہوائیں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک اتنے زور و شور سے چل رہی تھیں کہ دو گز کے فاصلے سے آگے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا تھا۔ اور ہم ایک دوسرے کی آواز تک نہیں سن سکتے تھے۔

کیمپ کا ایک خیمہ آندھی کی وجہ سے بالکل پھٹ گیا۔ اور ایک کیمپ میں تین تین کوہ پیماؤں کو پناہ لینی پڑی۔ دوسرے خیمے بھی دن رات اکھڑتے رہتے اور چند گھنٹوں کا آرام تک ناممکن تھا۔ ہم پینے کے لئے پانی بھی تیار نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ برفانی خیموں کے اندر ٹپک کر آگ بجھا دیتی تھی۔ آپ نے بتایا کہ آندھی کی شدت بالکل غیر متوقع تھی۔ اور اس کی طوالت اس سے بھی زیادہ غیر متوقع ثابت ہوئی۔

ڈاکٹر ہوسٹن نے بتایا کہ آندھی تیرہ دن جاری رہی پہلے دس دن اس کی شدت انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ آپ نے بتایا کہ آج تک کوئی مہم اتنا عرصہ اتنی بلندی پر نہیں ٹھہر سکی ہے۔

ڈاکٹر ہوسٹن نے انکشاف کیا کہ ہم اور جارج بیل اپنی ڈائریاں۔ کپڑے، سونے والے تھیلے۔ کیمرے، فلمیں اور پلیٹیں سب کچھ کھو آئے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ گلگی نے

نہایت مفید معلومات جمع کر لی تھیں اور یہ سب کچھ اس کی نوٹ بک میں درج تھا۔ جو اس کے ساتھ ہی غائب ہو گئی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ گلگی کے دائیں پاؤں پر پہلے ہی زخم پہل چکا تھا۔ جب وہ راولپنڈی میں تھا تو اس نے پیرا کی سے تالاب میں اسی وجہ سے جانے سے انکار کر دیا تھا۔ گلگی خوب تنومند تھا اور آخری حملہ کرنے والے قلعہ دل ممبروں میں شامل کا بھی نام تھا۔

رسید بکیں رکھنے والے احباب توجہ فرماویں

دفتر تحصیل سے جن جن احباب نے رسید بکیں بغرض وصولی چندہ حاصل کی ہوئی ہیں۔ ان کے نام ذیل کی فہرست میں درج کئے جاتے ہیں۔ مہربانی فرما کر مندرجہ ذیل نمبروں کی رسید بکیں دفتر تحصیل میں واپس ارسال فرما کر ممنون فرماویں۔ جو رسید بکیں آخر میں جاری ہوئی ہیں ان کا ذکر فہرست ہذا میں اس واسطے نہیں کیا گیا۔ کہ ان پر بدستور چندہ وصول کیا جائے ؛

احمد حسن۔ اسسٹنٹ افسر تحصیل۔ 53-8-25

فہرست بقایا رسید بک ہائے بغرض مطالبہ واپسی

نام	نمبر رسید بک	قسم رسید بک
مولوی احمد گل صاحب	۴۳۵ - ۴۷۷ - ۵ - ۶	فراہمی چندہ
دلاور خاں صاحب پشاور	۲۷۵ - ۴۱	″ ″
″ ″ ″	۳۲	مرمت برلن مسجد
مولوی عطاء الرحمن صاحب ڈھاکہ	۴۸۱	فراہمی چندہ
مولوی عبد الرؤف صاحب منڈی بہاؤالدین	۱۹	″ ″
سردار خاں صاحب پشاور	۲۸۳ - ۳۱۹ - ۴۱۷ - ۲۵۰ - ۲۵۱	″ ″
شیخ اللہ بخش صاحب ایڈووکیٹ پشاور	۲۷ تا ۳۱	مرمت برلن مسجد
قاضی شیر محمد صاحب مبلغ مقیم علی پور	۴۷۲	فراہمی چندہ
مولوی نذیر محمد صاحب مبلغ چک ملاے جنوبی	۴۷۳	″ ″
خواجہ محمد عبد اللہ صاحب راولپنڈی	۴۴۶ - ۴۹۰ - ۴۹۶ - ۲۹۶	فراہمی چندہ۔ بذریعہ بابو نظام الدین صاحب
محمد عبد اللطیف صاحب پشاور	۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۱۹ - ۲۱۸	فراہمی چندہ
″ ″ ″	از ۱۷ تا ۲۰	مرمت برلن مسجد
ڈاکٹر عبد المجید صاحب پشاور	۴ - ۶ - ۱۱ - ۱۲	″ ″
حافظ عبد الرشید صاحب نواب شاہ	۴۸۷	فراہمی چندہ
شیخ عبد الستار صاحب بیلی (جنوبی ہند)	۲۱۲	″ ″
ماسٹر محمد لطیف صاحب راولپنڈی	۳ - ۳۶ - ۴۴ - ۴۵	فراہمی چندہ (ملک فضل کریم صاحب کے نام پر جاری ہوئیں)
مولوی عبد العزیز صاحب شورہ سری نگر کشمیر	۳۱۸ (حسب اطلاع شیخ محمد انعام الحق صاحب)	فراہمی چندہ
عبد الشکور صاحب بٹ لاہور	۲۶	″ ″
مولوی عبد الاحد صاحب مانسہرہ	۲۷۸	″ ″
شیخ عظمت اللہ صاحب سیالکوٹ چھاؤنی	۲۹۰	″ ″
مولوی عبد الباقی صاحب بنوں	۴۴۲	″ ″
″ ″ ″	از ۱۲ تا ۱۶	مرمت برلن مسجد
عبد العلی صاحب کلرک ڈاڈر سینیٹوریم	۴۵۷ - ۴۵۸	فراہمی چندہ
فضل علی صاحب بازید خیل	۴۴۲، ۳۲۰، ۴۴۷ - ۴۹۸ - ۲۹۴	″ ″
مولوی عبد القادر صاحب مبلغ ڈیرہ غازیخان	۴۵۲ - ۳۳	″ ″
مولوی مرتضیٰ خاں صاحب مسلم ٹاؤن لاہور	۴۰	″ ″
سید محمد حسین شاہ صاحب نقیب شہر سیالکوٹ	۲۹۱ - ۴۲۵ - ۴۴۸ - ۴۹۱	″ ″
مرزا ولی احمد بیگ صاحب مبلغ کراچی	۴۴۶ - ۴۵۵ - ۴۵۶	″ ″
مولوی محمد بدھن صاحب مبلغ بیلی (جنوبی ہند)	۱۲ - ۲۴	فراہمی چندہ
محمد صادق صاحب مردان	۳۰۱	″ ″
شیخ نثار احمد صاحب وزیر آباد	۴۴۴	″ ″
شیخ رسول بخش صاحب سبی (بلوچستان)	۴۸۵	″ ″
محمد امین صاحب ٹھیکیدار مظفر آباد	۴۴۹	″ ″
چوہدری احمد دین صاحب	۳۴ (بذریعہ مولوی نذیر محمد صاحب مبلغ)	فراہمی چندہ
مرزا ولی احمد بیگ صاحب مبلغ کراچی	۳ عدد رسید بک ملے	مرمت برلن مسجد

ایک بزرگ مجاہدے کا مصمم ارادہ

ایک قابل تقلید مثال

کل بروز جمعۃ المبارک اطلاع ملی ہے کہ جماعت لاہور کی شاخ صدریہ میں احمدی خواتین نے اس امر کا پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ وہ ہر ماہ انجمن کو چندہ دیا کریں گی۔ اس سلسلہ میں وہ ایک فہرست تیار کر رہی ہیں جس میں چھوٹی چھوٹی بچیوں کا نام بھی ہوگا۔ جو جذبہ ان بہنوں کے دلوں میں پیدا ہوا ہے اس کی وضاحت تو وہ خود وقتاً فوقتاً اخبار پیغام صلح میں کرتی رہیں گی۔ مجھے اس قدر معلوم ہوا ہے کہ وہ قوم میں زندگی دیکھنا چاہتی ہیں جسے صرف مسلسل قربانیاں ہی پیدا کر سکتی ہیں۔ اللہ تعالے بہنوں کے اس پاک ارادے میں استقامت اور برکت دے۔ آمین۔ میں تمام بھائیوں اور بزرگوں سے درخواست کروں گا کہ وہ جماعت کی ہر ایک خاتون اور چھوٹی چھوٹی لڑکیوں تک بھی اس اطلاع کو پہنچا دیں۔ اسی طرح دیگر بہنیں اپنی اپنی جگہ کوشش میں لگ جائیں۔ اللہ تعالے ہماری سب بہنوں کی مدد اور رہنمائی فرمائے اور ان کی قربانیوں پر شاندار نتائج مرتب فرمائے۔

ہر ایک احمدی گھر میں پیغام صلح کا کم از کم ایک پرچہ ضرور پہنچنا چاہیئے۔ جو بہنیں پڑھ نہیں سکتیں وہ بھی ہر جمعہ کے دن یا دیگر فرصت کے اوقات میں اپنے پرچہ پیغام صلح کے مضامین ضرور کسی سے پڑھوا کر سن لیا کریں۔

احمد حسن۔ اسسٹنٹ افسر تحصیل

فہرست چندہ دہندگان برائے مرمت برلن مسجد

قسط دوم

فہرست اول شائع شدہ پیغام صلح مورخہ مورخہ ۱۲ اگست کے بعد جن احباب نے چندہ ارسال فرمایا ہوا اور ان کے اسماء گرامی ذیل میں درج نہ ہوں تو مجھے رسید کے نمبر و تاریخ کے حوالے سے اطلاع بخشیں۔

نام	رقم
۱۔ شیخ مختار احمد صاحب ملتان	۱۵ —— ۰ —— ۰
۲۔ شیخ میاں مسعود احمد صاحب ملتان	۱۵ —— ۰ —— ۰
۳۔ جماعت جھنگ معرفت مولوی محمد حسین صاحب	۱ —— ۰ —— ۰
۴۔ مستری عبد العزیز صاحب باغبانپورہ لاہور	۵ —— ۰ —— ۰
۵۔ ماسٹر عبد الغنی صاحب بدوملہی	۵ —— ۰ —— ۰
۶۔ جماعت بدوملہی معرفت شیخ اللہ بخش صاحب	۷ —— ۲ —— ۰
۷۔ جماعت وزیر آباد معرفت شیخ عبد اللہ صاحب	۳ —— ۰ —— ۰
۸۔ میاں محمد علی صاحب معرفت ملک فضل کریم صاحب راولپنڈی	۱۰ —— ۰ —— ۰
۹۔ بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبد الرحمان صاحب معرفت ملک فضل کریم صاحب راولپنڈی	۲۹۹ —— ۱۲ —— ۰
میزان	۳۶۰ —— ۱۴ —— ۰
سابقہ میزان	۱۵۰۹ —— ۵ —— ۰
کل میزان	۱۸۷۰ —— ۳ —— ۰

گذارش

★ جماعت کے سیکرٹری صاحبان اخبار احمدیہ کے لئے جماعتی خبریں بھجوائیں۔

★ خواتین اپنے صفحہ کے لئے مضامین لکھیں۔

★ احمدی بچے اپنے صفحہ کے لئے مضمون بھجوائیں۔

★ پیغام صلح کے معیار کو بلند کرنے میں مدد دینا ہر ایک احمدی دوست کا جماعتی فرض ہے۔

—— مدیر ——

تحریک راست اقدام کا ذمہ دار ناظم الدین کو قرار دینے کا الزام ثابت کیا جائے

مری - ۲۹ اگست - پنجاب کے حالیہ فسادات کی تحقیقاتی عدالت نے غازی سراج الدین منیر کو حکم دیا ہے کہ وہ ان پندرہ الزامات کو ثابت کریں جو انہوں نے اپنے تحریری بیان میں لگائے ہیں۔ غازی سراج الدین تحریک اسلام اور مجاہد مسلمین کے بانی ہیں۔ انہیں اپنے اس دعوے کو بھی ثابت کرنا ہے کہ پاکستان میں تحریک ختم نبوت کی بنیاد انہیں نے ڈالی تھی۔

غازی سراج الدین نے اپنے بیان میں الزام لگایا ہے کہ احمدیوں کے موجودہ خلیفہ اور چوہدری محمد ظفر اللہ نے ایرانی تیل کو قومی ملکیت بنانے اور نہر سویز سے برطانوی افواج کے انخلا کے مسائل میں فی الحقیقت برطانوی سامراج کے حق میں مداخلت کی تھی۔

انہوں نے یہ الزام بھی لگایا ہے کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کے اثرات کی وجہ سے دو درجن احمدیوں کو ضمانتوں سے بری کر دیا گیا تھا - اور مسٹر محمد علی کی عدم موجودگی میں قائم مقام وزیر اعظم اور وزیر دفاع کی حیثیت سے انہوں نے سزا پانے والے ایک درجن افراد کو رہا کر دیا تھا۔

چوہدری محمد ظفر اللہ کے خلاف اپنے الزامات ثابت کرنے کے علاوہ غازی سراج الدین کو سابق وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین کے خلاف بھی تین الزامات کا ثبوت پیش کرنا ہے۔ انہوں نے خواجہ ناظم الدین پر الزام لگایا ہے کہ وہ بنگالی کو پاکستان کی ایک سرکاری زبان بنا کر پاکستان پر اپنی قیادت قائم کرنا چاہتے تھے۔

غازی سراج الدین کو یہ الزامات بھی ثابت کرنا ہیں کہ خواجہ ناظم الدین راست اقدام تحریک کے ذمہ دار ہیں اور خواجہ ناظم الدین سے جب چند لوگوں نے یہ درخواست کی کہ وہ چوہدری محمد ظفر اللہ کو وزیر خارجہ کے عہدے سے برطرف کر دیں تو خواجہ ناظم الدین نے جواب دیا کہ میں ختم نبوت کے مذہب کو نہیں مانتا اور چوہدری محمد ظفر اللہ کو برطرف کرنے کے بجائے مسلمانوں کو گولی مار دینے کو ترجیح دوں گا"

غازی سراج الدین کو دوسرے الزامات کے علاوہ یہ الزام بھی ثابت کرنے ہیں۔ احرار کو پنجاب کی سیاست میں میاں ممتاز دولتانہ واپس لائے تھے تاکہ وہ اپنے حریف خان ممدوٹ کو شکست دے سکیں اور صوبے میں اپنی قیادت قائم کر سکیں، اور یہ کہ دولتانہ اور احرار میں سمجھوتہ ہو گیا تھا۔

غازی سراج الدین نے اپنے تحریری بیان میں یہ الزام بھی لگایا ہے کہ میاں دولتانہ، چوہدری محمد ظفر اللہ خاں اور موجودہ امیر جماعت احمدیہ نے اپنے اغراض کے لئے خواجہ ناظم الدین کو شکست دینے کی غرض سے آپس میں سمجھوتہ کر لیا تھا۔

انہیں یہ الزام بھی ثابت کرنا ہے کہ خواجہ ناظم الدین کی برطرفی پر گورنر جنرل پاکستان کو برطانوی حکومت نے مطلع کیا تھا۔ کہ پاکستان کی نئی وزارت برطانوی حکومت کے لئے اس وقت قابل قبول ہو گی جب چوہدری محمد ظفر اللہ اس میں شامل کئے جائیں گے۔

غازی سراج الدین کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ یہ الزام ثابت کریں کہ امیر جماعت احمدیہ کے اکتوبر ۵۲ء سے اپریل ۱۹۵۳ء تک کے خطبات جمعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ فسادات کی محرک وہی تھے۔

انہیں یہ الزام بھی ثابت کرنا ہے کہ امیر جماعت احمدیہ کے حکم پر پولیس کی وردیوں میں ملبوس احمدیوں سے بھری ہوئی دو جیپ موٹروں نے لاہور بھر میں چکر لگا کر ختم نبوت کے جلوسوں پر اندھا دھند فائرنگ کی۔

انہوں نے یہ الزام بھی لگایا ہے کہ جیل کے انسپکٹر جنرل کی ہدایت پر ختم نبوت کے قیدیوں سے خراب سلوک کیا گیا اور انہوں نے منٹگمری کے متعدد اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹوں کو اس الزام میں معطل کر دیا کہ انہوں نے ختم نبوت کے قیدیوں کی طرفداری کی تھی۔

انہیں یہ الزام بھی ثابت کرنا ہے کہ اگر وہ مارچ اپریل ۱۹۵۳ء میں جیل کے باہر ہوتے تو یہ تمام واقعات پیش نہ آتے اور وہ صورت حال کو قابو میں کر لیتے۔ انہیں یہ بھی ثابت کرنا ہے کہ افغانستان کی طرح کمال اتاترک کے ترکیہ میں بھی احمدیوں کو پھانسی دی گئی تھی۔

عدالت کا آئندہ اجلاس ۳۱ اگست کو لاہور میں ہو گا۔

"اگر موسم قدرے سازگار ہوتا تو ہماری کامیابی یقینی تھی"

راولپنڈی - ۳۱ اگست - آج ماؤنٹ گوڈون آسٹن سر کرنے میں ناکام رہنے والی امریکی مہم کے لیڈر ڈاکٹر چارلس ہوسٹن نے کہا کہ ہم خرابی موسم کی وجہ سے ناکام رہی ہے اور اگر موسم تھوڑا بہت بھی ہمارا ساتھ دیتا تو ہماری کامیابی یقینی تھی۔ آپ نے بتایا کہ اس سے پہلے کوہ پیمائی کی جماعتیں ماؤنٹ گوڈون آسٹن سر کرنے میں اس لئے ناکام رہی ہیں کہ ان کے خوراک کے ذخائر کم تھے۔ ان کی سپلائی لائن غیر محفوظ تھی یا ان کی نقل و حرکت کے انتظامات خاطر خواہ نہیں تھے لیکن ہماری بدقسمت پہلی مہم ہے جسے موسم کی خرابی کی وجہ سے ناکامی سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ آپ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ چوٹی ناقابل تسخیر نہیں۔

ڈاکٹر ہوسٹن نے بتایا کہ قراقرم کی کوہ پیمائی میں جو مشکلات پیش آتی ہیں وہ ان مشکلات سے بالکل مختلف اور سخت ہیں۔ جو ایورسٹ یا ہمالیہ کی دوسری چوٹیاں سر کرنے میں پیش آتی ہیں۔ یہ چوٹی عام زندگی کے مرکز کی آخری حد سے بے حد دور ہے۔ اس کی ابتدا ایسے مقام سے ہوتی ہے جو بڑی لائن سے چھ دنوں کے اور گرامر لائن سے تین دنوں کے انتہائی کٹھن راستہ پر واقع ہے۔ یہ پہاڑ ایسا سیدھا ڈھلوان ہے کہ دنیا کا کوئی پہاڑ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

انشاء اللہ

اس سوال کے جواب میں کہ کیا وہ اگلے سال اس چوٹی کو سر کرنے کی ایک اور کوشش کریں گے ڈاکٹر ہوسٹن نے کہا۔ "انشاء اللہ" لیکن آپ نے کوئی تاریخ نہیں بتائی۔ آپ نے بتایا کہ اس مہم میں ہم نے نہایت مفید تجربے اور معلومات حاصل کی ہیں - اور مستقبل میں جو مہم بھی اس "دیو" پر غالب آنے کی کوشش کرے گی - اس کی کامیابی میں ان معلومات کو بے حد دخل ہو گا۔ ڈاکٹر ہوسٹن نے اس اطلاع کو غلط قرار دیا کہ ہم اس پہاڑ پر سب سے زیادہ بلندی پر پہنچ گئے تھے اور کہا کہ ۱۹۳۹ء میں جس امریکی مہم نے اسے سر کرنے کی کوشش کی تھی وہ ۲۷ ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ چکی تھی لیکن ان کی سپلائی لائن کا سلسلہ خراب ہو گیا اور ان کے پاس خوراک کی کمی ہو گئی۔

تردید

ڈاکٹر ہوسٹن نے اخبارات کی اس خبر کی بھی تردید کی کہ کے ٹو پر ان کا پہلا حملہ ناکام رہا تھا اور وہ آخری حملہ کے لئے وقت کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے کہا یہ بالکل غلط ہے۔ پہلے یا آخری حملے کا ذکر ہی کیا ہم کوئی حملہ کر ہی نہیں سکے۔ جس دن ہم نے ابتدائی کیمپ قائم کیا تھا۔ اس کے دوسرے روز ہی ہمیں خرابی موسم نے آ لیا اور طوفان باد و باراں کا زور کم ہونے کا انتظار کرنے میں آٹھ دن لگ گئے لیکن طوفان کی شدت میں کوئی کمی نہیں ہوئی - اس لئے ہم نے چڑھائی کرنے کی نسبت نیچے چلے آنا مناسب سمجھا، اور شدید طوفان میں ہم نیچے چلے آئے۔ ہمارے لئے دو ہی راستے تھے۔ یا تو ہم کیمپ میں بھوک سے مر جاتے یا نیچے اترنے کا خطرہ مول لیتے۔

ڈاکٹر ہوسٹن کے ساتھ بیٹھے ہوئے مہم کے ایک رکن نے بتایا کہ ایک روز پیشتر دو کوہ پیما گلگی کے ہمراہ پچاس گز نیچے گئے لیکن فوراً ہی انہوں نے محسوس کر لیا کہ ایک قدم آگے بڑھنے کا مطلب تینوں کی ہلاکت ہے۔ چنانچہ انہیں پچاس گز اوپر واپس آنے میں چھ گھنٹے لگے۔

ڈاکٹر ہوسٹن نے ہنزہ قلیوں کی بیحد تعریف کی اور کہا کہ وہ شرپا قلیوں کی طرح کوہ پیمائی میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ ان پر ہر طرح کا بھروسہ کیا جا سکتا ہے اور ان کا سلوک بے حد قابل تعریف ہے۔ ہمیں ان پر فخر ہے۔ انہوں نے ہماری جو خدمات انجام دی ہیں ان کے اعتراف کے طور پر ہم امریکہ سے انہیں میڈل بھیجیں گے۔

ڈاکٹر ہوسٹن نے خطہ قراقرم کی دلکشی اور خوبصورتی کو سراہتے ہوئے کہا کہ یہ خطہ دنیا کے خوبصورت ترین خطوں میں سے ایک ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ اس خطہ کی دلکشی کو بڑھایا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ امریکی سیاحت کی غرض سے یہاں آئیں۔

ڈاکٹر ہوسٹن نے مہم کے ۲۷ سالہ رکن گلگی کی موت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اس کی موت گر کر یا انجماد خون کی بیماری سے واقع نہیں ہوئی بلکہ وہ دس اگست کی صبح کو برف کے ایک بھاری تودہ کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ آپ نے بتایا کہ گلگی کی شریانوں میں انجماد خون نے انہیں مفلوج بنا دیا تھا اور وہ چلنے پھرنے سے بالکل معذور ہو گئے تھے۔ ایک روز پیشتر انہوں نے چلنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ بیہوش ہو کر گر پڑے تھے۔ گلگی کو لے جانا ہمارے لئے ایک مسئلہ بن گیا تھا آخر باہمی مشورہ کے بعد ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ اسے سونے والے تھیلے میں لپیٹ کر رسی کے ساتھ نیچے لٹکایا جائے۔ جونہی ہم ایسا کر رہے تھے پارٹی کے تمام ممبر ایک سو پچاس فٹ نیچے گر پڑے لیکن خوش قسمتی سے ہم رسے کا سرا مضبوطی سے پکڑے رہے۔ اور اس طرح پارٹی موت سے بچ نکلی۔

اس طرح گرنے سے ہم سب کو چوٹیں آئیں میں سب سے زیادہ زخمی ہوا اور مجھے بے ہوشی کے عالم میں نچلے کیمپ میں پہنچایا گیا۔ بیٹس۔ مسٹر بیتھر اور کریگ زیادہ زخمی ہونے سے بچ گئے۔

اس کے بعد ہمارے سامنے سب سے اہم

(باقی بر صفحہ ۹ کالم نمبر ۲)

صِرف تین ماہ کیلئے نصف قیمت پر

احادیث العمل

تیس سال گذرے حضرت مولٰنا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور علیہ الرحمۃ نے ایک کتاب بنام مقام حدیث شائع کی تھی جسمیں وضاحت سے بیان کیا گیا تھا کہ شریعت اسلام میں حدیث کا مقام کیا ہے۔ احادیث کس طرح جمع ہوئیں اور ان شبہات کا ازالہ کیا گیا تھا جو حدیث کے ناقابل اعتماد ہونیکے متعلق پھیلائے جاتے ہیں ہر مسلمان کیلئے جہاں قرآن کریم کا مطالعہ ضروری ہے وہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ شریعت اسلام میں حدیث کا مقام کیا ہے احادیث کی کتب اپنی ضخامت کیوجہ سے متوسط طبقہ کے ہر شخص کو میسر نہیں اسلئے ایسے بہت سے لوگ جو احادیث میں دینی تفصیلات اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل جاننے سے تشنہ رہے ۱۹۴۶ء میں بعض انگریز نومسلموں کے توجہ دلانے پر حضرت مولٰنا صاحب نے ایک انتخاب جو ۷۰۰ احادیث پر مشتمل تھا بنام منول آف حدیث شائع کیا جسمیں روزمرہ کی زندگی میں پیش آنیوالی احادیث درج کی گئی ہیں دینی کتب کی مانگ حوصلہ افزا نہیں مگر اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ پانچ سال کے عرصہ میں یہ کتاب دس کی تعداد میں شائع ہوئی اور اب اس کا اردو ترجمہ بنام احادیث العمل شائع ہوا ہماری زبان اردو ہے ہم اخبارات میں اسے ہر لعزیز بنانے کا پرچار کرتے ہیں اس لئے اردو دان پبلک کا فرض ہے کہ انگریزی سے بڑھکر اس کی سرپرستی کریں اور اردو ترجمہ کو مقبول تر بنانیکی کوشش کریں۔ کتاب بہترین قسم کے سفید ولایتی ۲۴ پونڈ وزنی کاغذ پر چھپی ہے اور $\frac{22 \times 29}{16}$ کے ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ کاغذ اور جلد کی گرانی کے پیش نظر کتاب کی قیمت دس روپیہ تھی مگر احباب کے پیہم اصرار پر اسے پانچ روپیہ کر دیا گیا ہے۔

محصولڈاک علاوہ ہوگا

ملنے کا پتہ: منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

پیغام صلح مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۳ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۲

ضرورت ہے

اراضی انجمن واقعہ چک ۱/۶ اسلام آباد تحصیل اوکاڑہ میں ایک ماہر کاریگر اور تجربہ کار ڈرائیور کی ضرورت ہے۔ تنخواہ بمعہ الاؤنس ۱۰۰-۱۵۰ روپے ماہوار دی جائے گی اراضی مذکور پر نہر کا پانی اٹھانے کے لئے دو آئیل انجن ۲۵ ہارس پاور کے نصب ہیں یہ انجن ۲۴ گھنٹے کام کرتے ہیں۔ خواہشمند احباب اپنی درخواستہائے معہ نقول سرٹیفکیٹ ایک ہفتہ کے اندر اندر جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کے نام ارسال فرمائیں۔ مقامی جماعت کے سیکرٹری صاحب سے تصدیق کرائی ہوئی درخواستوں کو ترجیح دی جائے گی۔

سید مصطفٰے امین۔ افسر اراضیات
۱/۹/۵۳

Star Brand
سٹار برانڈ
وناسپتی
عوام کا پسندیدہ گھی
STAR BRAND VANASPATI
دی پنجاب ویجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ ۲۳ دی مال لاہور

زندہ نبی کی زندہ تعلیم

کا سستا ایڈیشن

اس کتاب میں حضور سرور کائنات محمد صلعم کی حیات طیبہ اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو قرآن، حدیث اور سنت کی روشنی میں جدید اسلوب اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا گیا ہے اس کتاب کے اسلوب اور جامعیت سے انگلستان کی ایک فرم کے کارپردازان اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اس کتاب کو پاکٹ فٹ انگریزی، فرانسیسی اور سپینی زبانوں میں شائع کر رہے ہیں۔ اس کتاب کی اصل قیمت چار روپے (-/4/) ہے لیکن بغرض اشاعت ایک سستا ایڈیشن حال ہی میں شائع کیا گیا ہے جس کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ خود مطالعہ فرمائیے اور حسب گنجائش پانچ پانچ دس دس کاپیاں خرید کر اپنے حلقہ اثر میں تقسیم فرمائیے بحالات موجودہ اس کتاب کا خود پڑھنا اپنے اہل و عیال کو پڑھانا انتہائی ضروری ہے حضرت مولٰنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے انگریزی میں لکھ کر خود ہی اردو زبان میں ترجمہ فرمایا۔ کتاب کی زبان اس قدر سلیس اور موثر ہے کہ دل میں اتر جاتی ہے آج ہی کارڈ لکھ کر بذریعہ وی پی منگوائیے

ملنے کا پتہ

منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مخالف گالی بھی دے تو اس کا جواب گالی سے نہ دیا جائے

تقویٰ کے بہت سے اجزاء ہیں عُجب، خود پسندی، مال حرام سے پرہیز اور بد اخلاقی سے بچنا بھی تقویٰ ہے جو شخص اچھے اخلاق ظاہر کرتا ہے اسکے دشمن بھی دوست ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادفع بالتی ھی احسن (پارہ ۲۴) اب خیال کرو کہ یہ ہدایت کیا تعلیم دیتی ہے؟ اس ہدایت میں اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہے کہ اگر مخالف گالی بھی دے تو اسکا جواب گالی سے نہ دیا جائے بلکہ اس پر صبر کیا جائے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ مخالف تمہاری فضیلت کا قائل ہو کر خود ہی نادم اور شرمندہ ہوگا اور یہ سزا اس سزا سے بہت بڑھکر ہوگی جو انتقامی طور پر تم اسکو دے سکتے ہو یوں تو ایک ذرا سا آدمی اقدام قتل تک نوبت پہنچا سکتا ہے لیکن انسانیت کا تقاضا اور تقویٰ کا منشا یہ نہیں ہے خوش اخلاقی ایک ایسا جوہر ہے کہ موذی سے موذی انسان پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ ع لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش۔ فاسق آدمی جو انبیاء کے مقابلہ پر تھے خصوصاً وہ لوگ جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر تھے ان کا ایمان معجزات پر منحصر نہ تھا ورنہ معجزات اور خوارق ان کی تسلی کا باعث نہ تھے بلکہ وہ لوگ آنحضرت صلعم کے اخلاق فاضلہ ہی کو دیکھ کر آپ کی صداقت کے قائل ہو گئے تھے اخلاقی معجزات وہ کام کر سکتے ہیں جو اقتداری معجزات نہیں کر سکتے الاستقامت فوق الکرامت کا یہی مفہوم ہے اور تجربہ کر کے دیکھ لو کہ استقامت کیسے کرشمے دکھاتی ہے۔ کرامت کی طرف تو چنداں التفات ہی نہیں ہوتا خصوصاً آج کل کے زمانہ میں لیکن اگر پتہ لگ جائے کہ فلاں شخص با اخلاق آدمی ہے تو اس کی طرف جس قدر رجوع ہوتا ہے وہ کوئی مخفی امر نہیں۔ اخلاق حمیدہ کی زد ان لوگوں پر بھی پڑتی ہے جو کسی قسم کے نشانات کو دیکھ کر بھی اطمینان اور تسلی نہیں پا سکتے۔

تقریر ۱۸ دسمبر ۱۸۹۷ء

فرمانِ نبویؐ

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

قوم میں بددلی پھیلانا قوم دشمنی ہے

اذا سمعت الرجل یقول هلك الناس فهو اهلكهم. عن ابی هریرة - مالك - لاحمد فی مسندہ - للبخاری فی الادب - للمسلم، لابی داود -

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو کسی شخص کو یہ کہتا ہوا سنے کہ قوم ہلاک ہو گئی تو سمجھ لو کہ وہ خود (دانستہ یا نادانستہ) قاتل قوم ہے۔

نوٹ:- اس میں امراء قوم علماء اور لیڈران کے لئے جو کہ اصلاح قوم کے ذمہ دار ہیں لمحۂ فکریہ ہے - قوم کے ذمہ دار آدمیوں کو سر جوڑ کر اصلاح حال کے لئے سوچنا چاہیئے۔ تخریبی کارروائیاں قوم کی ہلاکت کا موجب ہیں ایسے اشخاص قرآن شریف کی اس آیت کو ہمیشہ اپنے دل پر آویزاں رکھیں:

ولا تکونوا کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انکاثا (۱۶: ۹۲)

یعنی اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جو طاقت خرچ کر کے کاتا ہوا سوت ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔

اس آیت میں جہاں عام معاہدات کی پابندی پر زور دیا گیا ہے وہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے ایک جماعت بنا دی ہے اور ایک نظام قائم کر دیا ہے اور تم نے اس نظام کی پابندی کی قسمیں کھائی ہیں، اب اس کی پابندی کرتے رہنا ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری قربانیوں سے جو رعب اسلام کا قائم ہوا ہے وہ جاتا رہے گا اور پھر نئے سرے سے محنت کرنی پڑے گی یہ ایک بہت بڑا سیاسی نکتہ بتایا ہے۔ چند آدمیوں کے تفرقہ سے سب نظام برباد ہو جاتا ہے اور قوم کی محنت اکارت جاتی ہے اور نئے سرے سے محنت اور قربانی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مگر ادھڑی ہوئی چیز پھر اس طرح نہیں جڑتی جیسے کہ نئی اور پھٹے ہوئے دل پھر اس طرح نہیں ملتے جس طرح کہ وہ ہمیشہ متصل رہے اس لئے اس عہد کے قیام کے لئے (جیسے ہماری قوم نے حضرت امام الزمان کے ہاتھ پر کیا ہوا ہے) نہایت سخت اور متفقہ کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔

علمائے حقہ اللہ تعالیٰ کے امین ہیں

العلماء امناء الله علی خلقه - عن انس - القضاعی و عن ابن عساکر (جامع الصغیر)

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علمائے حقہ لوگوں کے لئے اللہ تعالےٰ کے امین ہیں -

نوٹ:- علماء کے پاس اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی امانت قرآن مجید ہے۔ انہیں چاہیئے کہ ظلمت زدہ قوموں کو قرآن مجید کی روشنی سے منور کر دیں۔ آج مغربی دنیا کو جو مادہ پرستی کی ظلمت میں گھری ہوئی ہے آفتاب قرآن کی ضیا باریوں سے منور کر دینا ان کا فرض اولین ہے۔

(۱) از نورِ پاک قرآں صبح صفا دمیدہ ÷ بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ

(۲) ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد ÷ ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ

(مسیح موعودؑ)

ترجمہ (۱) قرآن پاک کی مصفا ضیا باریوں سے اس ظلمت کدہ میں صبح صفا نمودار ہو گئی اور بادِ صبائے علم و حکمت نے ہر غنچۂ قلبِ سلیم پر اٹکھیلیاں لیں -

(۲) اس روشن و ضیا بار نور کے سامنے آفتاب باوجود اپنے پورے جوبن کے سرنگوں ہے اس کی (قرآن کی) ٹھنڈی ٹھنڈی خوشگوار اور سہانی روشنی کے بالمقابل چودھویں کے چاند کی روشنی ماند پڑ گئی۔

عظیم مجاہدے کا مصمم ارادہ

ایک قابلِ تقلید مثال

خواتین جماعت صدر لاہور نے ایک طویل فہرست اپنے اور اپنے بچوں کے ماہوار چندہ کی تیار کر لی ہے۔ ان سارے بچوں کے اسماء کی فہرست جلد پیش کی جائے گی۔

ان معزز خواتین کا خیال ہے کہ بچپن سے ہی ہر ایک بچے کے دل میں دین کے لئے خرچ کرنے کا پاک جذبہ بیدار کرنا چاہیئے۔ اور انہوں نے ذاتی اخراجات کی پڑتال کے بعد تمام تکلفات اور ایسے اخراجات جن سے بچوں کی صحت اور عادات پر ناخوشگوار اثر ہوتا ہے جلد از جلد ختم کر دینے کا تہیہ کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہنوں کے اس نیک ارادے میں برکت دے۔ وہ ایک پاکیزہ اور سادہ زندگی کا عملی نمونہ پیش کرنا چاہتی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ سادگی اختیار کئے بغیر کسی بھی متوسط الحال گھر میں بچوں اور بڑوں کیلئے صحت ور ماحول پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ بہنیں عملی نمونہ سے ثابت کرنا چاہتی ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے احکام کے مطابق خرچ کرنے سے ہر گھر میں بچت کی صورت نکل آتی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جب بچے اپنا اپنا چندہ شوق سے ہر ماہ ادا کریں گے تو پروان چڑھنے تک ایثار اور قربانی ان کی زندگی کا ایک ضروری جزو بن چکا ہوگا۔

فرد کی قربانی اور ایثار کے بغیر قوم کے شیرازہ میں مضبوطی نہیں آسکتی۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ جماعت کی ساری خواتین کے قلوب میں یہی جذبہ پیدا ہو۔ آمین۔

اللہ تعالےٰ کے فضل و احسان سے ہم زندہ اور فعال جماعت کے افراد ہیں اور خواتین جماعت کی یہ قربانیاں اور کوششیں ساری جماعت کو اعلےٰ مقام پر لے جانے کا باعث بنیں گی۔

احمد حسن
اسسٹنٹ افسر تحصیل
۸ ۹/۵۳

نہایت ضروری اعلان

جنرل کونسل کا اجلاس ۲۷ ۹/۵۳ کو احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہوگا۔ ممبرانِ جنرل کونسل سے التماس ہے کہ شمولیت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

احمد یار - سکرٹری
۴ ۹/۵۳

سانحۂ ارتحال

اخویم محترم سعد اختر صاحب بیزہ ادی خاں سے تحریر فرماتے ہیں:- "میرے دوست یہ خبر سن کر صدمہ محسوس کریں گے کہ سعید احمد میرے چھوٹے بھائی نے ۱۶ اگست کو ۹½ بجے اپنی جان عزیز اللہ میاں کو دیدی۔ اللہ تعالیٰ اسے غریق رحمت کرے اور اس قدر جوان سال موت کسی کی نہ ہو۔ بھائی کی موت سے میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔ احباب سلسلہ سے استدعا ہے کہ مرحوم کا نماز جنازہ غائبانہ ادا کریں اور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے جوار رحمت میں جگہ دے اور ہمیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام - آپ کا مخلص - سعد اختر بلاک ڈی ڈیرہ غازیخان۔"

ہمیں اس صدمہ میں سعد اختر صاحب اور انکے خاندان سے گہری ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس صدمہ میں صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

سمجھنا کہ پیغمبر خدا کی ہی ہوں نکج جاؤں گی یعمل کرو۔ عمل کرو۔ اس کے بغیر نجات نہیں۔ دیکھئے کس قدر زبردست نمونہ آپ کی زندگی میں نظر آتا ہے جس کی نظیر دنیا میں کوئی نہیں۔

مسلمانوں کی ترقی کے دو ذرائع

دو چیزوں کو دنیا کی کوئی چیز نہیں توڑ سکتی ایک قرآن کریم کی تعلیم اور ایک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ۔ اگر ان دو چیزوں کو مسلمان ہاتھ میں لے لیں قرآن کو علم کے رنگ میں اور محمد رسول اللہ صلعم کو عمل کے رنگ میں تو سب کی تمام کامیابیاں ان کے قدموں میں ہوں گی۔ مگر مسلمان اس بلند مقام سے کیوں گر گئے۔ اس لئے کہ اپنے اپنے اماموں اور پیروں کے اس قدر پیچھے لگ گئے کہ قرآن کریم کی تعلیم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کو بھول گئے۔ قرآن کریم کی تفسیر اس کا بیان کرنا بڑی خوبی کا کام ہے محمد رسول اللہ صلعم کے نمونہ پر چلنا انسان کو بڑے بلند مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ مگر نہ کوئی تفسیر یا تعلیم قرآن کی جگہ لے سکتی ہے، نہ کوئی دوسرا شخص ہمت کے لئے قابل نمونہ ہو سکتا ہے۔

پیشواؤں کے خیالات اور اجتہاد

کیا تنگ خیال لوگ ہیں جو اپنے پیشواؤں کے خیالات اور اجتہادات کو خدا اور رسول کے فیصلوں کے سامنے چھوڑنا نہیں چاہتے امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔ "اترکوا قولی بقول اللہ اترکوا قولی بقول رسول اللہ۔ اگر میرے قول کو اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے خلاف پاؤ۔ تو میری بات کو چھوڑ دو۔ اگر میرے قول کو رسول اللہ صلعم کے قول کے خلاف پاؤ تو میرے قول کو چھوڑ دو اور رسول اللہ صلعم کے قول کو مانو۔ مگر آج ان کے پیرو اتنے تنگ خیال واقع ہوئے ہیں۔ کہ امام ابو حنیفہ کی فقہ ہی ان کے نزدیک سب کچھ ہے اور قرآن کی کوئی ضرورت نہیں

محمد رسول اللہ صلعم کے سوائے کامل نمونہ کوئی نہیں

اسی طرح اس بات کو بھولنا نہیں چاہیئے کہ ہمارے لئے کامل نمونہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کوئی کتنا بھی بڑا انسان ہو بیشک تم اس سے اچھی باتوں کو لیں مگر جس طرح کسی اچھی تعلیم کے لئے اچھی کتاب کے لئے قرآن کریم کو چھوڑ جانا غلطی ہے اسی طرح کسی بڑے انسان کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے کو چھوڑ جانا غلطی ہے کسی بڑے انسان سے اچھی تعلیم لے لو، مگر یہ نہ بھولو کہ کامل تعلیم صرف قرآن کریم کی ہے۔ کسی بڑے انسان سے اچھے نمونے لو، اچھی باتوں کو سیکھو مگر یہ نہ بھولو کہ کامل نمونہ صرف محمد رسول اللہ صلعم کا ہے۔ نہ کوئی تعلیم کامل ہے سوائے قرآن کے اور نہ کوئی نمونہ کامل ہے سوائے محمد رسول اللہ صلعم کے۔ جب تم نے علم میں کمال کو دیکھنا ہو تو قرآن کریم کی طرف رجوع کرو۔ اور جب عمل میں کمال کو دیکھنا ہو تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کو دیکھو۔ یہ دو چیزیں اسی اعلیٰ درجہ کی ہمیں دی گئی ہیں کہ دنیا میں ہمیں اور کہیں نہیں مل سکتیں۔

ہر حیثیت میں محمد رسول اللہ صلعم کامل نمونہ

کونسا نمونہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر نہیں۔ خاوند ہونے کی حیثیت سے محمد رسول اللہ نمونہ ہیں۔ باپ ہونے کی حیثیت سے محمد رسول اللہ نمونہ ہیں۔ ہمسایہ ہونے کی حیثیت سے محمد رسول اللہ صلعم نمونہ ہیں۔ دوست ہونے کی حیثیت سے محمد رسول اللہ صلعم نمونہ ہیں۔ ایک بچہ، ایک باپ، ایک دوست، ایک خاوند محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی کو پڑھے۔ تو اس سے بہترین نمونہ اخذ کر سکتا ہے۔

قرآن سے علم لو اور محمد رسول اللہ کی سیرت

پس دو باتوں کو اپنے سامنے رکھو۔ ایک تو قرآن کو پڑھتے چلے جاؤ۔ اس کے معنوں کو سمجھو اس پر سوچ بچار کرو۔ دوسری بات مل ہو۔ گھروں کے اندر بیٹھ رہنے اور بلا سمجھے قرآن پڑھنے کا اتنا فائدہ نہیں۔ آج سے سو پچاس سال پہلے جو عجائبات قرآن کے اندر نظر آتے تھے۔ آج ان سے بہت بڑھ چڑھ کر عجائبات نظر آتے ہیں۔ جو ایمان کو تازہ اور مضبوط کرنے کا موجب ہیں۔ ایک طرف علم قرآن سے حاصل کرو۔ دوسری طرف نمونہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ سامنے رکھو۔ آپ کی سیرت کو پڑھو اور بار بار پڑھو۔ اور ہر ایک رنگ میں آپ کی پیروی کرو۔ اللہ تعالےٰ توفیق دے کہ ہم ان دونوں سے اپنے علم اور عمل کی بلندی حاصل کریں۔

گذارش

- جماعت کے سیکرٹری صاحبان احمدیہ کے لئے جماعتی خبریں بھجوائیں۔
- خواتین اپنے صفحہ کے لئے مضامین بھجوائیں
- احمدی بچے اپنے صفحہ کے لئے مضامین بھجوائیں
- پیغام صلح کے معیار کو بلند کرنے میں مدد دینا ہر احمدی دوست کا جماعتی فرض ہے۔

بلین بدکار مردوں اور عورتوں کے اعداد کے درمیان یا ۹۵ اور ۸۵ کا تناسب کیسا؟ کیا عورت اتنی بلند بانگ آزادی، بے باکی اور بیشتر قدوں کے باوجود حرام کاری میں ابھی مرد سے کچھ پیچھے ہی ہے؟ یقین کیسے کیا جائے؟

سچی باتیں

بے عصمتی کے جھنڈے کے نیچے

ڈیلی ایکسپریس (لندن) اور ڈان (کراچی) کے وقائع نگار کے قلم سے:-

"نیویارک ۲۸ جولائی۔ پولیس نے ابھی سال سے ۱۹ سال تک کی عمر کی ۴۲ لڑکیوں کی ایک ٹولی کو گرفتار کر کے جیل بھجوایا ہے، جو ہر وقت چاقوؤں اور تیز نوکدار سوئیوں سے مسلح رہتی تھیں، تاکہ جو کوئی بھی ان کے آشناؤں سے الگ کرنے کی کوشش کرے۔ اسے وہ یہ آلات چبھو چبھو کر آدھ مرا کریں۔ ان کی سرغنائیں ۱۹ سے ۱۸ سال کی تھیں۔ اور ٹولی میں بعض لڑکیاں ۱۲ سال تک کی بھی۔ جرائم پیشہ لڑکوں کی اسی طرح کی ٹولیاں پہلے سے قائم تھیں۔ اور اب انہیں کے نمونہ پر سینہ زور لڑکیوں کی یہ ٹولی قائم ہوئی ہے۔ جس نے پولیس اور قانونی مجسٹریٹوں کو بھی سخت پریشانی میں ڈال رکھا ہے"

عصمت کے تحفظ میں اپنی جانیں دے دینے اور اپنے خراب کرنے والے پر حملہ کر دینے کی مثالیں آپ نے اپنی مشرقی بہنوں کی بہت سی سنی ہوں گی، یہ جدت "صاحب" زادیوں کے لئے اٹھا رکھی تھی کہ اپنی بے عصمتی کی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے ہتھیار ہاتھ میں لیں گی۔ اور آشنائی کی راہ میں جو کوئی بھی حائل ہوگا۔ (خواہ وہ اپنا بزرگ خاندان ہی کیوں نہ ہو۔) اس کی اور اپنی جان ایک کر دیں گی! ——— مقام تو ہنسنے کا ہے نہ رونے کا۔ صرف یہ سوچنے کا ہے کہ جو رخ آج کی تہذیب، خصوصاً جدید تعلیم اختیار کئے ہوئے ہے۔ اس کا نتیجہ اس کے سوا اور نکل ہی کیا سکتا تھا؟ جو کچھ ہو رہا ہے تعجب اس پر نہ کیجئے، تعجب اس پر کیجئے کہ یہ اس سے قبل ہی ہوتا کیوں نہیں شروع ہو گیا تھا؟

ٹریننگ کالجوں کے دور میں

وائس چانسلر الہ آباد یونیورسٹی کے بیان مجریہ ۸ راگست سے:-

"الہ آباد یونیورسٹی کے بہت سے طلبہ اسٹرائک کئے ہوئے اور دو لڑکے ۸ راگست سے بھوک ہڑتال پر ہیں۔ لڑکوں کی ایک بڑی تعداد کو ہڑتالیوں نے پھاٹک بند کر کے حدود یونیورسٹی میں داخلہ سے روک دیا ہے۔ ایک لڑکا جو کلاس میں آ گیا تھا، اسے ہڑتالی زبردستی گھسیٹ کر باہر لے گئے۔ ہڑتالیوں کے جلوسوں میں صرف نعرے ہی نہیں لگائے جاتے بلکہ حکام یونیورسٹی کے نام لے لے کر بھی ان کی توہین کی جاتی ہے۔ جمعرات کی رات کو ریڈ کراس کی ایمبولینس موٹر (بیمار دل کی گاڑی) پر بھی حملہ کر کے اسے نقصان پہنچایا گیا۔ ایگزیکٹو کونسل کو ساری صورت حال پر غور کرنے کے بعد کوئی چارہ اس کے سوا نظر نہیں آتا کہ یونیورسٹی ہی تین ہفتہ کے لئے بند کر دی جائے"!

یہ گرانقدر مشاہرہ پانے والے استادوں کا ناطقہ بند کر دینے والی کورٹ اور کونسل کے عالی قدر ارکان کو نیچا دکھا دینے والی پولیس اور حکام کو عاجز کر دینے والی اسٹرائکیں کبھی اس ملک میں کسی کے خیال میں بھی آ سکتی تھیں: جہاں گرو جی پرستش دیوتاؤں کی طرح ہوتی تھی۔ جہاں استاد کا مرتبہ باپ اور مرشد کے برابر سمجھا جاتا، اور سعادت مند شاگرد جھڑکیاں اور گھرکیاں قمچیاں اور ڈنڈے کھاتے جاتے، اور پھر فخر انہیں استادوں کی چلمیں بھرنے اور پیر دابنے میں محسوس کرتے۔! ٹریننگ کالجوں کے دور سے پہلے اور بہت پہلے!

سو فیصدی بدچلن

انڈیانا یونیورسٹی (امریکہ) کے ماہر جنسیات ڈاکٹر کنسی کا بیان شکاگو سے ۲۰ راگست کی ایک پریس کانفرنس میں:-

"ہمارے ملک میں جنسی رویہ سے متعلق جو قانون مقرر ہیں۔ ان کی خلاف ورزی ہماری آبادی میں ۹۵ فیصدی مرد اپنی عمر کے کسی نہ کسی حصہ میں اور ۸۵ فیصدی عورتیں کرتی رہتی ہیں۔ ہمارے قانون اصل زندگی سے اس قدر ہٹے ہوئے ہیں کہ ان کی خلاف ورزی کا ہر روز ایک بہت بڑی حد تک ہوتی رہتی ہے" (یو۔پی، اے)

روس میں جو کچھ ہو چکا یا ہو رہا ہے اسے چھوڑیئے۔ اب یہ مستند بیان امریکہ سے متعلق امریکہ ہی کی زبان سے تو آ رہا ہے: آبادی میں ۹۵ فیصدی مرد اور ۸۵ فیصدی عورتیں بدچلن اپنے ہی معیار کے مطابق اور خود وہ معیار بھی معلوم ہے کہ کتنا ڈھیلا اور کتنی گنجائش ہے! گویا اسلامی معیار سے وہ ۵ فیصدی اور ۱۵ فیصدی کا استثناء بھی غائب! ——— اسکولوں اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کی "تعلیم" اگر عصمت و عفت کے تحفظ میں کچھ بھی معین ہو سکتی، تو آج اتنے "تعلیم یافتہ" ملک میں بدچلنی اور شہوت پرستی کی یہ نوبت ہوتی؟

بچوں کیلئے

حضرت سرور کائنات محمد صلعم کی خوش طبعی

یوں تو حضرت نبی کریم صلعم بات کرنے کے وقت بات کرتے - اور چپ رہنے کے وقت خاموش رہنے کے عادی تھے - لیکن صحابہؓ کو خوش کرنے کے لئے کبھی کبھی لطیف مذاق بھی فرمایا کرتے تھے -

ایک بار ایک صحابی حاضر ہوئے اور سواری کے لئے اونٹ مانگا - حضور مسکرائے اور فرمایا "میں تمہیں ایک اونٹنی کا بچہ دوں گا" صحابیؓ نے عرض کیا - حضور اونٹنی کا بچہ تو سواری کے کام نہیں آئے گا - اسے لے کر کیا کروں گا - ارشاد فرمایا - بتاؤ تو کوئی اونٹ ایسا بھی ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو -

اسی طرح ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا - حضور میرے لئے جنت کی دعا فرمائیے - حضور مسکرائے اور فرمایا بوڑھی عورتیں تو جنت میں نہیں جائیں گی - یہ سن کر وہ صحابیہ غمگین صورت واپس ہوئی تو حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا - اس سے کہو کہ "بوڑھی عورتیں جنت میں جوان ہو کر جائیں گی" اس سے صحابیہؓ خوش ہو گئی -

حضرت انسؓ مشہور صحابی کے چھوٹے بھائی حضرت ابو عمیرؓ نے ممولا پال رکھا تھا - وہ مرگیا - تو حضورؐ نے مسکرا کر ابو عمیر سے پوچھا - بھئی یہ تمہارے ممولے نے کیا کیا کہ مر گیا -

حضورؐ کی عادت تھی کہ روزانہ صبح کی نماز کے بعد مسجد میں تشریف فرما ہوتے - صحابہ رضؓ آس پاس بیٹھ جاتے - کوئی شعر سناتا کوئی جاہلیت کے زمانہ کا قصہ کہتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضؓ کی ان باتوں کو بڑی دلچسپی سے سنتے ☆

تین عجیب و غریب بستیاں

اندھوں کی دنیا

یوگوسلاویہ میں فرینک نام کا ایک گاؤں ہے - جو وہاں کے بادشاہ نے بیس سال پہلے اپنی فوج کے ان سپاہیوں کے لئے بسایا تھا - جو جنگ عظیم کے دوران میں آنکھوں جیسی نعمت سے محروم ہو چکے تھے - حکومت نے ان جوان سپاہیوں کو ایک دیہاتی وضع کے آرام دہ اور سادہ مکان بنوا دیئے - ایک وسیع قطعہ زمین ان کے لئے وقف کر دیا تھا اور مویشی اور آلاتِ زراعت وغیرہ تمام ضروریات مہیا کر دیں -

بادشاہ نے ان لوگوں کی مزید آسائش و سکون کے خیال سے یہ انتظام بھی کیا کہ ان میں سے جو بن بیاہے ہوں ان کی شادی کر دی جائے اس مقصد کے لئے اخبارات میں لڑکیوں کی ضرورت ظاہر کی گئی - علم ہوتے ہی یوگوسلاویہ کی سینکڑوں لڑکیاں آمادہ ہو گئیں اور گاؤں کے بڑے بوڑھوں نے انہیں انتخاب کرکے ان اندھے جوان سپاہیوں سے بیاہ دیا - اس گاؤں کے مرد اور عورتیں سب متفقہ طور پر زمین جوتنے اور جانوروں اور پرندوں کو دیکھنے بھالنے کا کام بڑی دلچسپی سے انجام دیتے ہیں - حکومت نے ان لوگوں کے لئے خاص بازار بھی قائم کر دیا ہے - جس میں صرف اسی گاؤں کا غلہ اور دوسری اشیاء فروخت ہوتی ہیں - یہ اندھے بڑی خوشحالی اور آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں ان میں کوئی لڑائی جھگڑا اور فساد نہیں ہوتا - آج تک ان میں سے کسی کو اپنی بیوی کو طلاق دینے کی فکر نہیں ہوئی - نہ کسی بیوی نے اپنے میاں کے خلاف غم و غصہ اور بیزاری کا اظہار کیا -

گاؤں کو آباد ہوئے بیس سال ہو چکے ہیں اور اس مدت میں اس گاؤں کے باشندوں کے سو بچے بھی پیدا ہو چکے ہیں - جو اپنے والدین کے ساتھ امن چین کے ساتھ پروان چڑھ رہے ہیں -

جہاں عورت کا وجود نہیں

کوہ اتھوس کے بلند حصے پر جہاں یونانیوں کی دیوی کا مسکن تھا - تقریباً سات ہزار کاہن آباد ہیں جن کی معاشرت نہایت عجیب و غریب ہے - یہ مقام چودھویں صدی کے وسط سے کاہنوں اور راہبوں کا مسکن بنا ہوا ہے - اور اس وقت سے سوائے الزبتھ ملکہ رومانیہ کے اب تک کسی عورت کے قدم اس مقام پر نہیں پہنچے - ملکہ کو بھی صرف پندرہ منٹ کے لئے اس جگہ کے دیکھنے کی اجازت دی گئی تھی - اس علاقے پر جو راہب مقرر ہیں ان کا فرض ہے کہ حدود کی دیکھ بھال نہایت احتیاط سے کرتے رہیں ایسا نہ ہو کہ ان میں بھیڑیئے یا عورتیں داخل ہو جائیں نہ صرف عورتوں کو کوہ اتھوس پر آنا منع ہے بلکہ مادہ جانوروں اور پرندوں کے داخلے کی بھی اجازت نہیں - مثال کے طور پر وہاں دو بیل ہیں گائے ایک بھی نہیں - مرغے تو ہیں مگر مرغی کا کوئی نام نشان نہیں - دامن کوہ اتھوس میں کئی عبادتگاہیں اور گرجے ہیں جو نہایت نادر قدیم کتب کا مخزن ہیں - ان میں نہایت اعلےٰ قسم کی مزین گراں قیمت کتابیں محفوظ ہیں اور پرانے زمانہ کی دقیق اور نازک صناعیوں کے اعلےٰ نمونے بھی موجود ہیں -

چھوٹی سی جنت

جاپان کے جزائر میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس کا نام "میاجیما" ہے اس چھوٹے سے خوشنما جزیرے میں گنتی کے چند گھر ہیں جو نہایت خوش وضع اور خوبصورت قطع کے بنے ہوئے ہیں -

جزیرہ کے باشندے ایک عجیب قانون کے پابند ہیں - وہاں کسی شخص کو کسی حیوان یا پرندے کے ذبح کرنے کی اجازت نہیں ہے اور نہ کوئی درخت اور پودے توڑنے اور اکھاڑنے کا مجاز ہے - اس بھی زیادہ عجیب قانون یہ ہے کہ اس جزیرہ کے اندر کسی کے پیدا ہونے یا مرنے کی اجازت نہیں ہے ☆

نہیں اچھا

بچو! ذرا سن لو مری کچھ کام کی باتیں ☆ ماں باپ کو بیہودہ ستانا نہیں اچھا
اسکول میں جو تم کو پڑھاتا ہے معلم ☆ اس چیز کو گھر آکے بھلانا نہیں اچھا
تعظیم ہمیشہ کرو تم اپنے بڑوں کی ☆ چھوٹوں کو بھی ہر وقت رلانا نہیں اچھا
اللہ کی مخلوق پہ سختی نہ کرو تم ☆ حیوان پہ بھی ظلم کا ڈھانا نہیں اچھا
کہتے ہیں جسے وقت وہی عمر بشر ہے ☆ بیہودہ یونہی وقت گنوانا نہیں اچھا
دن بھر نہ کرو کھیل میں تم وقت اکارت ☆ کنکوے کا ہر وقت اڑانا نہیں اچھا
جو کام ملے آج کرو آج ہی آکر ☆ یہ ٹال مٹول اور بہانا نہیں اچھا
بستر سے اٹھو صبح کہ صحت ہے اسی میں ☆ سوتے میں ہی آٹھ بجانا نہیں اچھا

(م - ج)

خواتین کیلئے

دُختران اِسلام

حضرت آسیہ خانم رحؐ

عابدہ اور زاہدہ خاتون طائفہ بخاری
یابش کی محترم عورتوں میں سے ہیں۔ ان کے
والد بزرگوار کا نام محمد خان عزالدین تھا۔
خاقان فتح علی شاہ ایران انہیں کے بطن
مبارک سے پیدا ہوئے تھے۔ وہ ہمدردی
اور خیرات میں بہت مشہور تھیں۔ اور
انہوں نے اپنی ساری عمر عبادت الہٰی اور
اعمال حسنہ میں گذاری تھی۔ ذی الحج
۱۲۴۳ھ میں وہ زیارت خانہ کعبہ سے مشرف
ہوئیں۔ اور اسی سال بعد سفر خراسان
انہوں نے طہران میں وفات پائی۔ انکی نعش
نجف اشرف دفن ہوئی۔

حضرت آمنہ رملیہ رحؐ

عارفہ اور ولی اللہ خاتون تقریباً
۲۰۰ھ میں موجود تھیں۔ لوگ ان کو صاحب
مقامات اور کرامات جانتے تھے۔ کبھی
کبھی وہ بشر بن حارث کی زیارت کو
جایا کرتی تھیں۔ جو اس زمانہ کے مشہور
اولیاء میں سے تھے۔ ایک تذکرہ میں
لکھا ہے کہ جب احمد بن حنبل بشر بن
حارث کی زیارت کو تشریف لے گئے تو وہاں
انہوں نے آمنہ سے ملاقات کی اور ان
سے دعاء خیر کی آرزو کی۔

حضرت اَمتہُ الجلیل

طبقات شعرانی میں مذکور ہے کہ
امتہ الجلیل عرب کی صالح اور پارسا عورتوں
میں سے تھیں اور مقام ولایت پر پہنچ
چکی تھیں۔ ایک مرتبہ جب ان کے زمانہ
میں ارباب سلوک اور صلحاء میں ولایت
کے معنی اور تعریف کی نسبت اختلاف
ہوا اور ہر شخص نے اس مسئلہ میں اپنی
ایک جداگانہ رائے ظاہر کی۔ تو آخرالامر
یہ قرار پایا کہ امتہ الجلیل سے اس کے
معنی پوچھے جائیں۔ اس سوال کے
جواب میں انہوں نے کہا کہ ولی وہ ہے
جو ہر وقت یاد خدا میں مشغول رہے
اور دنیا اور اس کے مزخرفات سے
کوئی تعلق نہ رکھے اور بجز خدا کے ایک
دم بھی کسی شئے کی طرف متوجہ نہ ہو۔
ولی کے معنی سمجھانے کے بعد
امتہ الجلیل نے جماعت میں ارباب سلوک
کی جانب مخاطب ہو کر کہا جب کوئی
تم سے کہے کہ فلاں شخص ولی ہے اور
وہ یاد حق سے سوا اپنے اور کسی کام
میں مشغول ہے تو اس کی ولایت کو
باور نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اس کو آلودہ
جاننا چاہیئے۔

حضرت ام حسان

یہ عارفہ اور ولی اللہ بیوی کوفہ
کی رہنے والی اور صلاح و زہد مقامات
اور درجہ ایقان میں مشہور و معروف
تھیں۔ کتاب نفحات الانس میں لکھا ہے
کہ وہ مقام ولایت پر پہنچ گئی تھیں۔
سفیان ثوری ولی اللہ انہیں کے زمانہ میں
تھے۔ جو اکثر ان کی زیارت کے لئے
ان کے مکان پر جایا کرتے تھے۔ ایک
روز جب سفیان ثوری ام حسان کی
اثاث البیت میں داخل ہوئے تو وہاں
انہوں نے ایک پرانے بورے کے سوائے
اور کوئی چیز نہ پائی۔ اس وقت انہوں
نے اس مقدس بی بی سے کہا تم اپنے
چچا کے بیٹے کو کسی چیز کے لئے
کیوں نہیں لکھتیں۔ وہ تمہاری رعایت
کرے گا۔ اس کے جواب میں ام حسان
نے کہا تمہاری قدر اس کلمہ نے میری
نظروں میں کم کر دی۔ جب میں عالم کے
مالک حقیقی سے طلب دنیا نہیں کرتی
تو کسی مخلوق ضعیف سے کیونکر کر
سکتی ہوں میں نہیں چاہتی کہ ایک آن
بھی خدا سے غافل رہوں۔

حضرت ام علی

اس عارفہ باللہ عورت کا حال
جس کی ولایت کو سب نے تسلیم
کیا ہے۔ کتاب نفحات الانس میں
شرح و بسط کے ساتھ درج ہے۔ وہ
احمد حضرویہ متقی کی بیوی تھیں۔ شیخ
ابو حفص کہتے ہیں کہ جب تک میں
نے ام علی زوجہ احمد حضرویہ کو نہ
دیکھا تھا اس وقت تک میں عورتوں کا
جنس کو حقیر سمجھتا تھا۔ اور ان سے
باتیں کرنا مکروہ جانتا تھا۔ مگر جب اس
پارسا عورت سے ملاقات ہوئی تو
مجھے معلوم ہوا کہ خداوند تعالیٰ اپنی
نعمت معرفت جسے چاہتا ہے عطا
فرماتا ہے۔

حضرت ام مروان

طبقات شعرانی میں لکھا ہے کہ یہ
مقدس بیوی اولیاء اللہ خائفین اور عابدین
میں سے تھیں۔ وہ فقط روکھی روٹی ہی
پر قناعت کرتی تھیں۔ اور دنیا کے ساز و
سامان سے غرض نہ رکھتی تھیں۔ انہوں
نے اپنے سر میں بیس برس تک کنگھی
نہیں کی تھی۔ اس پر بھی ان کے بال
اور عورتوں کے بالوں سے خوشنما تر
معلوم ہوتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک
مرتبہ جنگل میں انہیں ایک بھوکا شیر
ملا۔ انہوں نے کہا کہ آ مجھے۔ گوشت
میں سے روزی لے اسے تیرے کھا
یہ سن کر شیر نے اپنا منہ ان کی
طرف سے پھیر لیا اور وہ دوسری
سمت چلا گیا۔

حضرت بریرہ

یہ مقدس بیوی حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔
جن کا نکاح قبل از آزادی مغیث نامی
ایک غلام سے ہوا تھا۔ جب وہ آزاد
ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان سے فرمایا کہ اب تم خود مختار
ہو۔ چاہو غلام کے نکاح میں رہو یا اس
سے خارج ہو جاؤ۔ کہتے ہیں حضرت
بریرہ صاحب کرامات تھیں۔ انکی کرامت
اس واقعہ سے ثابت ہے جس کو
خود عبدالملک مروانی نے حسب ذیل
بیان کیا ہے۔
جب میں خلیفہ نہ ہوا تھا اس
وقت مدینہ میں بریرہ کے پاس اکثر
آیا جایا کرتا تھا۔ وہ مجھ سے کہا کرتی
تھیں کہ اے عبدالملک میں تجھ میں عمدہ
خصلتیں دیکھتی ہوں۔ اگر تو خلیفہ ہوا
اور زمام امور خلائق تیرے ہاتھ میں آئے
تو اچھا ہے۔ جب تو اس مرتبہ پر پہنچے
تو چاہیئے کہ تو انسان کا خون نہ بہائے
اور خونریزی سے پرہیز کرے۔ کیونکہ میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
زبان مبارک سے سنا ہے کہ جس
شخص نے ایک سنگی بھر بھی خون ناحق
بہایا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ عبدالملک
بن مروان نے حضرت بریرہ کی نصیحت
کے خلاف تخت حکومت پر بیٹھتے ہی
خونریزی شروع کی۔ اور حجاج وغیرہ نے
بندگان خدا پر ظلم کیا۔ اس وقت حضرت
بریرہ نے وہی اپنی ہدایت یاد دلا کر اس
کو ظلم اور خونریزی سے منع کیا۔

حضرت بلقیس

یہ ولی اللہ بیوی محمد بنا بدرالدین
بن سراج الدین بلقینی کی دختر نیک اختر
تھیں۔ ان کے پردادا سراج الدین بن حجر
عسقلانی کے استاد تھے۔ گو ان کے تمام
خاندان کے تمام لوگ اہل علم و فضل تھے
مگر ان سب کی شہرت اور افتخار کا باعث
یہی لائق عورت تھیں۔ وہ علم و دانش
زہد و صلاح میں مشہور تھیں۔ اس دور
ناپائدار میں ساٹھ سال سے زیادہ رہ
کر وہ ماہ ذیقعد ۸۴۱ھ کو راہی جہان
جاودانی ہوئیں۔ اپنی عمر کے آخری سال
انہوں نے راہ سلوک و ایقان و طریق و
عرفان طے کرنے میں صرف کئے تھے۔
جیسا کہ ابن حجر نے کہا ہے یہ مقدس
بی بی مشائخ طریقت میں شمار کی جاتی تھیں۔

حضرت تحفہ عربیہ

نفحات الانس میں مذکور ہے کہ
یہ عارفہ باللہ عورت جن کو مقام ولایت
حاصل تھا ایک آدمی کی لونڈی تھیں اور
وہ خود بجاتی اور گاتی تھیں۔ وہ اس قدر
عشق حقیقی میں بیخود تھیں کہ انہیں اپنے
کھانے پینے کا ہوش نہ تھا۔ دن رات
وہ آہ و زاری اور نالہ و بیقراری میں
مشغول رہتی تھیں۔ جب اہل خانہ انکے
اس شور و فغاں سے تنگ ہوئے تو
انہوں نے اس کو پاگل خانہ میں بھجوا دیا
یہ حال دیکھ کر ایک شخص سقطی نامی نے
انہیں ان کے مالک سے کچھ روپیہ دے
دلا کر خرید لیا اور مجنون خانہ سے رہائی
دلائی۔ تحفہ عربیہ عارفانہ اشعار بہت
کہتی تھیں۔

حضرت حکیمہ دمشقیہ

یہ ولی اور عارفہ بی بی ملک شام
کی بزرگ عورتوں میں سے تھیں حضرت
رابعہ شامیہ انہی کی شاگرد رشید تھیں۔

(باقی بر صفحہ … کالم …)

سرزمین صقلیہ پر آفتابِ اسلام کی ضیاباریاں

(۳)

از ـــ جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

علم جغرافیہ

شریف ادریسی جو کہ افریقہ کے شاہی خاندان ادریسیہ میں سے تھا۔ (در خاندانِ علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب) بہ پشتم بچہارم تاریخ تھا سنہ ۴۹۳ھ میں .... پیدا ہوا۔ قرطبہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہو کر سیر و سیاحت اختیار کی۔ رفتہ رفتہ اس کے علم و فضل کے چرچے راجر دوم تک پہنچے جس نے اسے صقلیہ آنے کی دعوت دی اور اس کے علم و فضل اور خاندانی اعزاز کے لحاظ سے اس کا بیحد اعزاز و اکرام کیا۔ صفدی راجر دوم کے متعلق لکھتا ہے:۔

"وہ فلسفیوں سے محبت رکھتا تھا اور اس نے شریف ادریسی کو طلب کیا۔ اور جب وہ اس کی خدمت میں پہنچا تو نہایت عزت کے ساتھ اس کی مہمانداری اور تعظیم و توقیر کی۔" (الوافی بالوفیات)

دنیا کا نقرئی کرہ

راجر نے ادریسی کے علم و ہنر سے کافی فائدہ اٹھایا۔

اس نے ادریسی کو ایک کرہ تیار کرنے کے لئے کہا جس سے زمین کی ہیئت کا اندازہ ہو سکے اس غرض کے حصول کے لئے راجر نے چار لاکھ درہم کے وزن کی ایک نقرئی اینٹ اس کے حوالہ کر دی۔

ادریسی نے چاندی پگھلا کر قدیم اصولِ ہیئت کے مطابق آسمان کی شکل کے لئے چند دائرے بنائے اور انہیں طبق در طبق پیوست کر کے کرہ کی شکل میں تیار کر دیا جو ایک قسم کے مختلف طبقات افلاک تھے۔ پھر زمین کے لئے ایک دوسرا مدور کرہ تیار کیا گیا۔ اس کے بعد آسمان کے دوائر میں مختلف افلاک ـ ستارے اور سیارے دکھائے گئے اور زمین کے عظیم الشان ساچے پر دنیا کے تمام شہروں پہاڑوں، سمندروں، دریاؤں، وادیوں اور ان کے نشیب و فراز کی تصویر اتار دی گئی۔ اس کے بنانے والے مستقل اہل علم ادریسی کے دست راست تھے۔ (نزہۃ المشتاق)

اس کا قطر تقریباً چھ فٹ اور وزن تقریباً ساڑھے پانچ من تھا۔ (اخبار الاندلس)

صلہ

جب یہ عظیم الشان کرہ تیار ہو کر راجر کی خدمت میں پیش کیا گیا تو وہ ادریسی کی صناعی کا کمال دیکھ کر محو حیرت ہو گیا اور اسے دل کھول کر اس کا صلہ دیا۔

صقلیہ میں مستقل رہائش

راجر کے سمجھانے بجھانے اور حوصلہ افزائی پر ادریسی نے صقلیہ میں مستقل بود و باش اختیار کر لی تھی۔

علمی سفر

راجر نے اس نقرئی کرہ کی تشریح لکھنے کے لئے ادریسی سے ایسی کتاب تالیف کرنے کی خواہش ظاہر کی جس کے سارے بیانات چشم دید حالات پر مبنی ہوں۔ چنانچہ ادریسی اس کام کی تکمیل کے لئے صاحب علم جغرافیہ دانوں اور باکمال مصوروں کی ایک جماعت ساتھ لیکر سیاحت کے لئے روانہ ہوا مشرق مغرب اور شمال و جنوب کی خاک چھان ماری جن جن مقامات سے گذرا ان کے نام اپنے خریطے میں ثبت کرتا چلا گیا اور اہم عمارات و مناظر اور اشیاء کی تصویریں اتروا تا چلا گیا۔ یہاں تک کہ یہ علمی سفر کامل پندرہ برس میں ختم کر کے صقلیہ واپس آیا۔

نزہۃ المشتاق

انہی حاصل شدہ معلومات کی بناء پر اپنی شہرہ آفاق کتاب نزہۃ المشتاق فی اختراق الآفاق لکھ کر راجر کے نام معنون کر کے اس کے سامنے پیش کر دی (کتاب الوافی بالوفیات) اور یہ ادریسی کا ایسا اہم علمی کارنامہ انجام پایا جو علم جغرافیہ میں ہمیشہ بطور یادگار باقی رہ گیا۔

نزہۃ المشتاق کا دیباچہ درج ذیل ہے جس سے اس کتاب کی تالیف اور اس کے مباحث کا اندازہ ہو سکتا ہے:۔

"شاہ راجر المعتز باللہ المقتدر۔ شاہ صقلیہ، اٹالیہ، انکبردہ و قلوریہ کی حکومت کو جب وسعت حاصل ہوئی تو اس نے اپنے ممالک کی کیفیت ان کے اشکال و حدود اور خشکی و تری کے مقامات کو معلوم کرنا چاہا اس غرض سے اس نے وہ کتابیں منگوائیں جو جغرافیہ اور اقلیم پر لکھی گئی تھیں (ان کتابوں کے نام بھی لکھے گئے مگر ہم بخوف طوالت چھوڑتے ہیں) لیکن ان میں اسکو یہ معلومات تشریح و تفصیل کے ساتھ نہیں ملے۔ اس لئے اس نے اس فن کے علماء کو طلب کیا اور ان سے بحث کی۔ لیکن جو کچھ کتابوں میں تھا اس سے زیادہ علم ان کے پاس بھی نہ تھا۔ اب اس نے تمام ملکوں کے علماء کو بلوایا۔ ان سے سوالات کئے اور بحثیں کیں اور جس چیز پر ان سب نے اتفاق کیا اور وہ اس کو صحیح معلوم ہوئی اسے انہیں قائم رکھا اور جس چیز میں علماء نے اختلاف کیا اسے پندرہ سال تک زیر غور رکھا۔ جب ہر چیز پوری ہو گئی تو یہ حکم دیا کہ اس کے لئے خالص چاندی کا ایک بڑا کرہ ڈھالا جائے جس کا وزن چار سو رطل رومی ہو اور اس کے ہر رطل میں ایک سو بارہ درہم ہوں۔ پھر کاریگروں کو حکم دیا کہ ان پر بہت احتیاط کی طرح ان کے ملکوں، ان کے صوبوں، شہروں، راستوں، کھیتوں، خلیجوں، سمندروں، نالوں، چشمے، بڑے دریاؤں، بنجر اور آباد زمینوں کے نقشے اور ہر شہر کے درمیان جو راستے مسافتیں، میل اور مشہور بندرگاہیں ہوں ان کو بھی نہ چھوڑیں۔ پھر حکم دیا کہ ان کے اشکال و صور کے مطابق ایک کتاب تالیف کریں جس کو اس دائرہ پر یہ فوقیت حاصل ہو کہ اس میں ملکوں اور زمینوں کی پیدائش و تکوین ان کے مقامات، سمندروں، پہاڑوں، مسافتوں، ان کے پیشے، ان کے بیانات کے اقسام اور ان کی حرفتوں کی جو وہاں لوگوں میں رائج ہیں اور ان صنعتوں کی جو وہاں خوبی کے ساتھ بنائی جاتی ہیں اور ان تجارتی سامانوں کی جو وہاں سے بھیجے جاتے ہیں اور ان نوادر و عجائبات کی جو وہاں قابل ذکر ہیں مفصل تشریح ہو۔ اسی کے ساتھ ان باشندوں کے طور طریق ان کے مذاہب، وضع و لباس اور زبان کا بھی تذکرہ ہو۔ اور اس کا نام نزہۃ المشتاق فی اختراق الآفاق رکھا جائے۔ یہ واقعہ دسمبر مطابق شوال ۵۴۸ھ کے پہلے عشرہ میں ہوا۔ میں نے ان احکام کی تعمیل کی۔ اور نقشہ بنایا اور زمین کی صورت جس کا نام جغرافیہ ہے ابتداء کی۔ (نزہۃ المشتاق)

نزہۃ المشتاق ادریسی کے متعلق مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:۔

"نزہۃ المشتاق ادریسی نے اپنی قابل قدر کتاب راجر ثانی کے زمانہ میں لکھی تھی .... یہ کتاب مصنف کے روشن دماغ مصنف کے تجربات۔ مصنف کی محنت اور مصنف کی تدبر کی غیر فانی شہادت ہے اس نے جو کچھ لکھا اس میں سے زیادہ حصہ خود دیکھ کر اور جانچ کر لکھا۔ اس کی اس کتاب کی صحت کے لئے یہ امر کافی ضمانت ہے کہ مصنف سائنس کا بہت بڑا ماہر ہے۔ اس کتاب نے اس کے بادشاہ کا نام بھی روشن کر دیا جس کی درخواست پر یہ کتاب لکھی شروع ہوئی اور کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی .... قرون متوسط کے جغرافیہ دان ہزار شہرت پاتے ہوں مگر کسی کا چراغ ادریسی کی شہرت کے آفتاب کے سامنے نہ جل سکا .... وضاحت بیان صحت تفصیلات اور صحیح تخمینہ مسافت میں اس کتاب کو قرون وسطیٰ کی تصانیف میں درجہ اولیت حاصل ہے .... ادریسی کی تصانیف نے دنیائے سائنس میں ایک جدید دور کی بنیاد ڈالی۔" (اخبار الاندلس)

(تاریخ صقلیہ ص۱)

باقی ـــــ باقی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاکیزہ تعلیمات سے فطرت انسانی کو جلا دی اور یہ ارشاد فرما کر طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و کل مسلمۃ انسانیت کا بول بالا کر دیا کیونکہ

شد عیاں از وے علیٰ وجہ الاتم
جوہر انسان کہ بود آں مضمرے
آفتاب ہر زمین و ہر زماں
رہبر ہر اسود و ہر احمرے
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

مسیح موعودؑ

(۱) انسان کا جوہر مخفی اس کے (حضرت نبی کریم صلعم کے) باعث پورے طور پر عیاں ہو گیا

(۲) وہ ہر ملک اور ہر زمانے کے لئے آفتاب ہدایت ہے اور ہر اسود و ہر احمر کا رہبر ـــ (رحمۃ للعالمین)

(۳) اس کے نفس پاک پر ہر کمال ختم ہو گیا (جوہر انسانیت اپنے کمال کو پہنچ گیا) اس لئے اس کے وجود باجود پر پیغمبروں کا خاتمہ ہو گیا ۞ ۞ ۞

تحقیقاتی عدالت میں

حافظ محمد بخش صاحب اور دوسرے چار گواہوں کے بیانات

لاہور ۔ ۸ر ستمبر ۔ پنجاب کے حالیہ فسادات کی تحقیقاتی عدالت نے آج پانچ مزید گواہوں کے بیانات قلمبند کئے جنہیں عدالت نے طلب کیا تھا۔

عدالت نے آج عبدالاحد کلرک ۔ آئی ۔ سیکشن نی سے برانچ نارتھ ویسٹرن ریلوے، مسٹر چراغ دین ایڈووکیٹ لاہور، ڈاکٹر عنایت اللہ سلیمی سابق سرکاری ویٹرنری اسسٹنٹ سرجن شیخوپورہ، مسٹر فضل الرحمٰن ساکن سرگودھا حکیم جناب دین عرائض و وثیقہ نویس ننکانہ صاحب اور حافظ محمد بخش صاحب سیکرٹری احمدیہ جماعت چک نمبر ۱۱/۴ ۔ ایل متصل اوکاڑہ کے بیانات قلمبند کئے۔

مسٹر عبدالاحد کلرک نارتھ ویسٹرن ریلوے نے حلفیہ بیان دیتے ہوئے کہا کہ اگزیبٹ ۔ ڈی ای ۵ جس پر اس کے دستخط ہیں اس کا بیان ہے جسے اس نے عدالت میں داخل کیا تھا اور جو کچھ اس میں کہا گیا ہے درست ہے۔

سوال :- کیا آپ کام سے غیر حاضر تھے، اور غیر حاضر تھے تو کتنے دنوں کے لئے۔

جواب :- میں چھ اور سات مارچ کو اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر تھا۔ اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ میں نے ہڑتال میں حصہ لیا تھا ۔ بلکہ اس وجہ سے کہ ان دنوں میں فساد کی وجہ سے میرے لئے دفتر میں حاضری دینا ناممکن تھا۔

سوال :- کیا آپ کی برانچ نے ہڑتال کی تھی۔

جواب :- میرا خیال ہے کہ چھ اور سات کو میری برانچ میں کوئی شخص کام پر نہیں گیا تھا آپ اسے ہڑتال تصور کر سکتے ہیں۔ میں نے صرف دو عام جلسوں میں شرکت کی تھی ۔ پہلا یکم مارچ ۱۹۵۳ء کو دہلی دروازہ کے باہر ہوا دوسرا ۸ر مارچ ۱۹۵۳ء کو مسجد وزیر خان میں ہوا تھا۔

سوال :- آپ کتنی دیر مسجد وزیر خان میں رہے۔

جواب :- میں مسجد میں نماز کے لئے ٹھہرا اس کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ اور رہا۔

سوال :- کیا آپ کو وہاں معلوم تھا کہ کس طرح فردوس شاہ ہلاک کئے گئے تھے۔

جواب :- جی نہیں اس کے متعلق کسی نے بات نہیں کی۔

سوال :- کیا ۴ تاریخ کو مولانا عبدالستار نیازی مسجد میں تھے۔

جواب :- مجھے یہ نہیں معلوم کہ وہ چار کو مسجد میں تھے یا نہیں۔ میں نے صرف ۶ر مارچ کو مسجد میں گیا تھا۔ مولانا احمد علی نے اپنے پندرہ پیرو رضاکاروں کے طور پر منتخب کئے تھے جنہیں اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کرنا تھا ۔ وہ ان آدمیوں کو اپنی راہنمائی میں لے کر گورنمنٹ ہاؤس جا رہے تھے۔

سوال :- کیا آپ نے ۶ر مارچ کو مسجد وزیر خان میں کسی سرکاری دفتر کا کوئی کلرک دیکھا تھا۔

جواب :- جی ہاں مسجد میں اس روز کئی کلرک موجود تھے ۔ مولانا احمد علی اور ان کے پیرو دہلی دروازے کے عین باہر گرفتار کئے گئے تھے۔

سوال :- پھر آپ نے مولانا عبدالستار نیازی کا یہ مشورہ کیوں نہیں قبول کیا کہ کام دوبارہ شروع کر دیا جائے۔

جواب :- عام افراتفری کی وجہ سے دفتر تک پہنچنا ناممکن تھا۔

سوال :- کیا آپ کو معلوم ہے کہ ۶ر اور ۷ر مارچ کو ہائی کورٹ کا کوئی کلرک غیر حاضر نہیں تھا۔

جواب :- مجھے نہیں معلوم۔

سوال :- کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہائیکورٹ کے متعدد کلرک شہر میں رہتے ہیں۔

جواب :- مجھے اس کے متعلق کوئی خاص واقفیت نہیں ہے لیکن میرا خیال ہے کہ متعدد کلرک شہر میں ضرور رہتے ہوں گے۔

سوال :- لاہور کی تحریک میں ریلوے ملازموں نے کیا حصہ لیا تھا۔

جواب :- مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں مجھے نہیں معلوم کہ فسادیوں نے ریلوے اسٹیشن اور انجن شیڈ پر قبضہ کر لیا تھا اور نہ ہی یہ معلوم ہے کہ ان دنوں کوئی ٹرین روانہ کی گئی تھی۔

مولانا احمد علی کی گرفتاری پر کوئی فساد نہیں ہوا تھا ۔ ان کی گرفتاری کے بعد لوگ پر امن طور پر منتشر ہو گئے تھے۔

اس کے بعد مسٹر چراغ دین ایڈووکیٹ لاہور نے بیان دیا ۔ انہوں نے حلفیہ کہا کہ اگزیبٹ ڈی ۔ ای ۔ ۶ انہیں کا بیان ہے جو انہوں نے عدالت میں داخل کیا ہے ۔ اور فسادات کے متعلق اس میں ان کی رائے صحیح صحیح بیان کی گئی ہے۔

گواہ نے عدالت سے کہا کہ ۶ر مارچ کو دس اور گیارہ بجے دن کے درمیان میں فنانشل کے دفتر میں موجود تھا جو سیکرٹریٹ میں واقع ہے۔ میں نے سیکرٹریٹ کے باہر ایک شور سنا اور قریب آنے پر میں نے دیکھا کہ ایک شخص سیکرٹریٹ کے باہر مجمع کو اپنا زخمی ہاتھ دکھا کر کہہ رہا تھا کہ وہ گولی سے زخمی ہوا ہے۔ سیکرٹریٹ کے اندر کلرک اکٹھے ہو گئے اور سیکرٹریٹ کا پھاٹک اندر سے مقفل کر دیا گیا تھا۔

باہر مسٹر احمد شفیع مجسٹریٹ کے چارج میں فوج کھڑی تھی مسٹر احمد شفیع اور دوسرے افسروں نے دریافت کیا کہ اس روز سیکرٹریٹ کا انچارج کون ہے اور انہیں بتایا گیا کہ فی الحال ایک ڈپٹی سیکرٹری اس کے انچارج ہیں مسٹر احمد شفیع نے ڈپٹی سیکرٹری سے کہا کہ وہ پھاٹک کے اندر جمع ہونے والے مجمع کو منتشر کر دیں ۔ ورنہ انہیں گولی چلانی پڑے گی۔ لیکن ڈپٹی سیکرٹری نے مسٹر احمد شفیع سے کہا کہ وہ اگر لوگوں پر گولی چلائیں گے تو وہ قتل کا ارتکاب کریں گے ۔ میں نے جس ڈپٹی سیکرٹری کا ذکر کیا وہ خود سیکرٹریٹ کے مسٹر مجید شیخ ہیں۔

میں ۲۰ر مارچ ۱۹۵۳ء کا نام (اگزیبٹ ڈی ۔ ای ۷) پیش کر رہا ہوں جس کے ۲۲ویں صفحہ پر "پاگل ملاں" کے عنوان کے تحت لکھا گیا ہے کہ انقلاب کو روکنے کے لئے فوج نے دو گھنٹے کے اندر ایک ہزار سے زائد آدمی مار ڈالے۔

مسٹر فضل الٰہی کی جرح پر گواہ نے کہا کہ میں تو برڈ وڈ روڈ پر رہتا ہوں ۔ میں جب اپنے گھر سے فنانشل کمشنر کے دفتر جا رہا تھا تو راستے میں میں نے گولی چلتے نہیں دیکھی میں سیدھے راستے سے نہیں گیا تھا۔

سوال :- کیا آپ کو معلوم ہے کہ نو یا دس بجے صبح وزیر اعلیٰ نے ایک اپیل جاری کی تھی، کہ پتھر اور فوج کو گولی چلانے سے روک دیا گیا ہے۔

جواب :- جی نہیں۔

سوال :- کیا آپ کو معلوم ہے کہ ۶ر مارچ کو مارشل لاء کب نافذ کیا گیا تھا

جواب :- [illegible]

[illegible]

سوال :- کیا آپ نے [illegible]

[illegible]

جواب :- [illegible]

سوال :- کیا آپ نے باؤنڈری کمیشن کی رپورٹ پڑھی ہے؟

جواب :- میں نے باؤنڈری کمیشن کی رپورٹ پڑھی ہے۔

عدالت کے اس سوال پر کہ یہ رپورٹ انہیں کس نے دی گواہ نے کہا کہ اس کا جواب میں نہیں [illegible]

سوال :- کیا آپ کو معلوم ہے ۔ کہ باؤنڈری کمیشن کی رپورٹ ابھی تک ایک سرکاری راز ہے۔

جواب :- مجھے نہیں معلوم ۔ درحقیقت میں نے رپورٹ نہیں بلکہ صرف اس کا اوارڈ پڑھا تھا جو اخباروں میں شائع ہوا تھا۔

ڈاکٹر عنایت اللہ سلیمی (ضلع شیخوپورہ) نے بیان کیا کہ میں نے وہ بیان پڑھ لیا ہے جو میں نے عدالت میں پیش کیا تھا یہ بیان درست ہے ۔ اس کی بنیاد میری ذاتی معلومات اور اطلاعات ہیں جو مجھے ملی ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب نے سابقہ وزارت کے وکیل کی جرح کے جواب میں اعتراف کیا کہ وہ ہومیوپیتھک ڈاکٹر ہیں آپ نے کہا کہ میں سرکاری ملازمت میں ویٹرنری اسسٹنٹ سرجن تھا ۔ گواہ نے کہا کہ میں سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو گیا تھا ۔ یہ اطلاع بالکل غلط ہے کہ مجھے اس وجہ سے شیخوپورہ سے تبدیل کر دیا گیا تھا کہ میں نے اہل سنت الجماعت اور اہل حدیث میں تفرقہ پیدا کیا ہے ۔ مجھے تبدیل کر دیا گیا تھا لیکن چونکہ میں شیخوپورہ سے باہر جانا نہیں چاہتا تھا اس لئے میں نے اس امر کو ترجیح دی کہ مجھے پنشن دے کر ریٹائر کر دیا جائے۔

سوال :- کیا آپ مسلم لیگ کے مخالف تھے۔

جواب :- نہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے شیخوپورہ میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی تھی ۔ میں نے فروری ۱۹۳۸ء میں صوبہ مسلم لیگ سے شیخوپورہ مسلم لیگ کو ملحق کر دیا تھا۔

سوال :- کیا یہ درست ہے کہ پنجاب کے مرحوم وزیر شیخ کرامت علی بلدیہ شیخوپورہ کے انتخابات میں امیدوار کھڑے ہوئے تھے، اور آپ ان کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے تھے۔

جواب :- بالکل غلط ہے حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۳۷ء میں جو انتخابات لڑے گئے ہیں ان میں کوئی امیدوار کسی خاص ٹکٹ پر کھڑا نہیں ہوا تھا میں نے انتخابات میں ان کا مقابلہ ضرور کیا تھا لیکن میں ناکام ہو گیا تھا ۔ اس وقت میں مسلم لیگ میں تھا لیکن وہ مسلم لیگ میں نہ تھے ۔ مسلم لیگ شیخوپورہ کا الحاق فروری ۱۹۳۸ء میں صوبہ لیگ سے ہوا تھا لیکن اس سے پیشتر بھی شیخوپورہ میں اس کا وجود تھا شیخوپورہ مسلم لیگ کی بنیاد ۱۹۳۷ء کے آخر میں رکھی گئی تھی۔

سوال :- کیا آپ زمیندارہ لیگ کے دشمن تھے جسے چودھری [illegible] نے قائم کیا تھا۔

جواب :- ہاں ! لیکن اس واقعہ کا تعلق مسلم لیگ کے قیام سے بہت پہلے کا ہے یہ غلط ہے کہ میں ملک خضر حیات خاں ٹوانہ کے لئے جو خدمات انجام دی تھیں ان کے بدلے مجھے ایک مربع زمین ملی تھی ۔ یہ مربع مجھے ۱۹۴۷ء میں فوجی خدمات کے عوض ملا تھا جب مسلم لیگ نے فیصلہ کیا تھا کہ مسلم لیگ

کا کوئی رکن جنگ سے تعلق رکھنے والے کسی ادارے کا رکن نہ تھے۔ اس وقت میں شیخوپورہ میں جنگ لیگ کا سیکرٹری تھا۔

سوال:- کیا یہ درست ہے کہ اگست ۱۹۴۷ء میں آپ کانگریس سے ملے ہوئے تھے اور قیام پاکستان کے مخالف تھے۔

جواب:- یہ بالکل غلط ہے۔

سوال:- کیا قیام پاکستان سے پہلے قائداعظم اور ملک خضر حیات ٹوانہ میں اختلافات پیدا ہو گیا تھا تو کیا اس وقت آپ مسلم لیگ کے وفادار رہے تھے؟ کیا آپ اس کے لئے کوئی دستاویز پیش کر سکتے ہیں؟

جواب:- یہ بہت تھوڑا عرصہ تھا لیکن میں آپ کو وہ نظم دے سکتا ہوں جو میں نے ۱۹۴۳ء میں مسلم لیگ شیخوپورہ کے اجلاس میں پڑھی تھی۔ مسٹر کرامت علی نے مسلم لیگ ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی کا انتخاب لڑا تھا۔ مسٹر مظہر علی اظہر آپ کے مقابلہ میں تھے۔ یہ اطلاع بالکل غلط ہے کہ میں نے مسٹر مظہر علی کی حمایت کی تھی۔ میں ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۷ء تک مسلسل مسلم لیگ شیخوپورہ کا سیکرٹری رہا ہوں۔ ۱۹۴۱ء میں میری تجویز پر مسٹر محمد انور صدر اور مسٹر چٹھہ ڈسٹرکٹ مسلم لیگ شیخوپورہ کے سیکرٹری منتخب ہوئے تھے۔

۱۹۴۶ء کے انتخابات مسلم لیگ، اور زمیندارہ لیگ کے درمیان لڑے گئے تھے۔ اس وقت زمیندارہ لیگ سے میرا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ ۱۹۳۹ء میں میں نے زمیندارہ لیگ سے اپنا تعلق منقطع کر لیا تھا۔ میں زمیندارہ لیگ، انجمن ارائیاں اور مسلم لیگ کا سیکرٹری رہ چکا ہوں۔

سوال:- کیا ۱۹۴۵ء کے بعد آپ کسی سرکاری جماعت کے بھی رکن تھے۔

جواب:- مجھے ضرور ہونا چاہیئے تھا کیونکہ میں عوام کو فائدہ پہنچانے والے اداروں سے دلچسپی لیتا رہا ہوں یہ غلط ہے کہ میں ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۹ء تک حکومت سے تنخواہ لیتا رہا ہوں۔

سوال:- کیا یہ درست ہے کہ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء میں مسٹر [illegible] نے (جو اس وقت ضلع شیخوپورہ کے ڈپٹی کمشنر تھے) آپ کو سیفٹی ایکٹ کے ماتحت حکم دیا تھا کہ آپ پاکستان یا قائداعظم کے خلاف کوئی تقریر نہ کریں۔

جواب:- یہ الزام بے بنیاد ہے۔ مجھ پر پابندی عاید کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ایک اجلاس میں مولانا ابن الحق نے صدارت کے فرائض انجام دیئے تھے اور میں نے اس اجلاس میں تقریر کی تھی۔ اس جلسے میں اس مفہوم کے الزامات عاید کئے گئے تھے کہ بعض مسلم لیگی لیڈروں نے متروکہ جائیدادوں کو لوٹا ہے۔ مولانا ابن الحق پر بھی پابندی عاید کر دی گئی تھی۔

سوال:- کیا آپ کے فرزند نے صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ ٹکٹ کے لئے درخواست کی تھی۔

جواب:- ہاں لیکن ٹکٹ عبداللطیف کو دے دیا گیا تھا۔ میرے لڑکے نے جناح عوامی لیگ کے ٹکٹ کے لئے بھی درخواست کی تھی۔ چنانچہ انتخابات میں اسے جناح عوامی لیگ کا ٹکٹ مل گیا تھا مسلم لیگی لیڈروں سے میرے تعلقات بڑے اچھے ہیں۔ میں نے فسادات کے دنوں میں مسٹر چٹھہ کے نام کئی خط لکھے جن کے ذریعے میں نے انہیں مقامی حالات سے آگاہ کیا۔ مسٹر چٹھہ نے ان کے جو جوابات بھیجے ہیں ان سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ مسلم لیگی لیڈروں سے میرے تعلقات کیسے رہے ہیں۔ یہ درست ہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ شیخوپورہ نے ۲ دسمبر ۱۹۵۲ء کو ایک جلسہ بلایا تھا جس میں انہوں نے علماء اور عوام کو تخریبی اقدامات سے باز رہنے کی تلقین کی تھی۔

سوال:- کیا یہ درست ہے کہ آپ نے بڑی زور دار تقریر میں الزام لگایا تھا کہ ڈپٹی کمشنر نے علماء پر الزامات عائد کر کے ان کی توہین کی ہے۔

جواب:- میں نے ڈپٹی کمشنر کی تقریر کی مخالفت کی تھی۔ کیونکہ ان کے الفاظ غیر مذہبی تھے۔ وہ علماء کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور چند تاریخی ہستیوں کو [illegible] ظاہر کر رہے تھے۔ انہوں نے ہمارے روحانی پیشواؤں کے بارے میں جو الفاظ استعمال کئے میں نے ان کی بڑی سخت مخالفت کی تھی۔

سوال:- آپ نے اپنے بیان میں بعض مسلم لیگی ایم۔ ایل۔ اے حضرات کے نام دے کر کہا ہے کہ وہ جلوسوں میں شرکت کر رہے تھے۔ کیا آپ نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

جواب:- ہاں یقیناً۔ یکم مارچ سے یہ لوگ جلوسوں کی قیادت کر رہے تھے۔ یہ جلوس اس بازار سے گزرتے تھے جس میں میرا گھر واقع ہے۔ جلوس کئی ہزار افراد پر مشتمل ہوتا تھا۔ میرے گھر سے دو تین فرلانگ کے فاصلے پر تقریریں ہوتی تھیں۔ جو لاؤڈ سپیکر کی وجہ سے سنی جاتی تھیں۔

سوال:- کیا یہ درست ہے کہ پانچ مارچ سے پہلے جماعت اسلامی اور جناح عوامی لیگ کے ارکان مسلم لیگی کارکنوں کو تحریک میں شامل نہ ہونے کا ملزم گردانتے تھے۔

جواب:- نہیں چودھری محمد ابراہیم صدر سٹی مسلم لیگ، مولانا ابن الحسن، خطیب جامع مسجد اور مولوی غلام حیدر نے تحریک میں حصہ نہیں لیا تھا چنانچہ جو لوگ تحریک میں زبردست حصہ لے رہے تھے وہ انہیں برا بھلا کہتے تھے۔ دوران میں مسلم لیگ والے بھی شامل تھے۔ مسٹر عبدالقیوم سیکرٹری سٹی مسلم لیگ، مسٹر امین جیلانی اور مسٹر ناصر قریشی (کونسلر صوبہ مسلم لیگ) اور چودھری عبدالحمید نائب صدر سٹی مسلم لیگ (کونسلر صوبہ لیگ) کو تحریک میں حصہ لینے کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا تھا۔

سوال:- کیا شیخوپورہ میں فسادیوں نے کوئی جائیداد لوٹی یا کسی شخص کو جسمانی طور پر اذیت پہنچائی۔

جواب:- انہوں نے میرے (ڈاکٹر عنایت اللہ سیٹھی) گھر کو آگ لگانے کی کوشش کی۔ اور کئی لوگوں نے میرے پاس شکایت کی کہ انہیں ایجی ٹیشن میں حصہ لینے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ میں ایک مسلم لیگی ہوں ختم نبوت میرے عقیدہ کا جزو ہے۔ احمدیوں کے [illegible] لوٹ لئے گئے ہیں ان کا حامی [illegible] مسلم لیگ یا علماء میں سے کسی نے قیام امن یا تحریک کو آئینی حدود میں رکھنے کی اپیل نہیں کی۔ ہجوم [illegible] طور پر جارحانہ اور متشددانہ تھا۔

سوال:- کیا شیخوپورہ کے [illegible] احمدیوں سے نفرت کرتے ہیں؟

جواب:- نہیں

سوال:- پھر جلوس والے آپ کے مکان کے سامنے سے گزرتے وقت آپ کے خلاف نعرے کیوں لگاتے تھے؟

جواب:- اس کی وجہ یہ ہے کہ انجمن اسلامیہ جس کے صدر حاجی محمد علی ایم ایل اے ہیں کا اجلاس ۱۹۵۳ء میں بلایا گیا۔ اور یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ انجمن کو جماعتی حیثیت میں تحریک ختم نبوت سے تعاون کرنا چاہیئے اور خطیب جامع مسجد مولوی ابن الحسن کو تحریک میں حصہ لینے کی ہدایت کرنی چاہیئے۔ میں نے اس تجویز کی مخالفت اس بنا پر کی کہ تحریک سیاسی پہلو رکھتی ہے جس کے ساتھ انجمن جیسی مذہبی تنظیم کو سروکار نہیں ہونا چاہیئے۔ میری اس مخالفت کے باعث شیخوپورہ کے غنڈے جو تحریک کے حامی تھے میرے خلاف ہو گئے۔ اور وہ میرے مکان کے سامنے سے گزرتے وقت میرے خلاف نعرے لگایا کرتے تھے۔

سوال:- کیا تحریک نے جو شکل اختیار کی آپ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔

جواب:- ہاں میں نے انجمن کے اجلاس میں ایسا کہا تھا۔ اس کے بعد ڈپٹی کمشنر کے طلب کردہ اجلاس اور انجمن کی کمیٹی میں بھی میں نے ایسا کہا۔

سوال:- کیا آپ نے موجودہ وزیر اعظم سے ملاقات کے بعد یہ بیان دیا ہے۔

جواب:- بالکل نہیں۔ اس اگست کو عبدالغنی شیر ایم ایل اے۔ [illegible] صدر ضلع لیگ چودھری ابراہیم صدر سٹی مسلم لیگ، برکت علی ایڈووکیٹ اور دوسرے لوگ ایک وفد کی صورت میں مجھ سے ملے اور انہوں نے کہا کہ مجھے مسٹر محمد [illegible] چٹھہ نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ میں تحقیقاتی عدالت کے سامنے بیان نہ دوں۔ میں نے یہ درخواست ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ میں جرح کے دوران میں ہر سوال پر "نہیں" کہتا چلا جاؤں۔ میں نے یہ بات ماننے سے بھی انکار کر دیا

اس کمرہ عدالت میں داخل ہونے سے پہلے آج مجھے ایک دوست ملا جس نے مجھے مسٹر دولتانہ اور [illegible] عبدالحمید کا یہ پیغام دیا۔ کہ مجھے آج عدالت میں بیان نہیں دینا چاہیئے جس ایم۔ ایل۔ اے نے یہ پیغام پہنچایا وہ اس وقت کمرہ عدالت میں موجود ہے۔

غازی سراج الدین منیر کی جرح پر گواہ نے بتایا کہ احمدیوں کے ساتھ میرا میل جول ہے۔ میں ان کے ساتھ اسی طرح ملتا جلتا ہوں جس طرح غیر مسلموں سے۔

سوال:- کیا آپ نے مجلس احرار شیخوپورہ سے کئی بار یہ درخواست نہیں کی تھی کہ آپ کو ان کے پلیٹ فارم سے تقریر کرنے کی اجازت دی جائے۔

جواب:- کبھی نہیں۔

مجلس عمل کے وکیل مسٹر حسین شہید سہروردی کی جرح پر گواہ نے کہا میرا مکان جلانے کی کوشش کی گئی تھی۔ میں نے اس کے متعلق پولیس کو کوئی باضابطہ رپورٹ درج نہیں کرائی تھی۔ لیکن میں نے شیخ فخرالدین ایس آئی سیکورٹی سٹاف اور محمد ذکی ایس آئی انچارج تھانہ سٹی کو اس واقعہ کی اطلاع دی تھی۔ ضلع میں جو واقعات پیش آ رہے تھے ان کے پیش نظر ان واقعات کا پیش آنا قدرتی امر تھا۔

سوال:- کیا تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں منعقدہ پبلک جلسوں میں مقررین نے تشدد کا پرچار بھی کیا تھا۔

جواب:- تقریروں کا مطلب یہ ہوا کرتا تھا کہ اگر لوگ تحریک میں حصہ نہ لیں تو انہیں بزور حصہ لینے پر مجبور کیا جائے۔ میں نے خود کسی پبلک جلسہ میں شرکت نہیں کی۔ لہذا ان الفاظ کو میں پیش نہیں کر سکتا جو تقریروں میں استعمال کئے گئے۔

سوال:- کیا آپ نے لاؤڈ سپیکر پر کوئی ایسی تقریر بھی سنی جس میں عوام سے تشدد نہ کرنے اور تحریک کو آئینی حدود کا پابند رکھنے کے لئے کہا گیا ہو؟

جواب:- میں نے کوئی ایسی تقریر نہیں سنی۔

مسٹر فضل الرحمن

سرگودھا کے ڈاکٹر فضل الرحمن نے کہا، میری رائے میں ۵ مارچ ۱۹۵۳ء کے فسادات کی ذمہ داری قادیانیوں پر عاید ہوتی ہے۔ میں بس پر سرگودھا سے چنیوٹ جا رہا تھا۔ جب میری بس ربوہ سے گزری تو میں نے ربوہ کی طرف سے ایک جیپ آتے دیکھی جسے ایک ایسا شخص چلا رہا تھا جس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ جیپ میں اور تین اشخاص کے پاس رائفلیں تھیں بس میں لوگ کہہ رہے تھے کہ یہی وہ جیپ تھی جس نے لاہور میں غیر احمدیوں پر گولیاں چلائیں۔

جرح پر گواہ نے کہا کہ جیپ میں تیرہ اشخاص سوار تھے یہ جیپ چنیوٹ کے قریب پل کی طرف آ رہی تھی۔

حکیم مہتاب دین

حکیم جناب دین ولد حکیم نور دین عرائض نویس ننکانہ صاحب نے بتایا کہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے۔ کہ جو احمدی سرکاری ملازم ہوتے ہیں۔ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں۔ چنانچہ تحصیل ننکانہ کے سیاہ نویس محمد شفیع اس جگہ کے امیر جماعت بھی ہیں۔ اسی طرح ننکانہ سول ہسپتال کے ڈاکٹر انچارج ہیں۔ یہ دونوں تبلیغ بھی کرتے ہیں۔

آخر میں حافظ محمد بخش سیکرٹری جماعت احمدیہ چک نمبر ۲/۴۔ ایل نزد اوکاڑہ کو پیش کیا گیا۔ انہوں نے کہا میں نے اپنا وہ بیان جو میں نے عدالت کو دیا تھا۔ پڑھا ہے۔ اس میں ان واقعات کی ترجمانی ہے جو مجھ سے اور میرے چک کے دوسرے احمدیوں سے پیش آئے۔

واقعات بیان کرتے ہوئے گواہ نے کہا کہ ہجوم نے ہمیں گھیر لیا اور ہمیں اپنے مذہب سے پھر جانے پر مجبور کرنے کے بعد مولوی نذیر اور جامع ملیہ کے دوسرے افراد کے پاس پھولوں کے ہار ڈال کر لے جایا گیا۔ میرا لڑکا گریجوایٹ ہے اور میرے بھائی کا لڑکا بی اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ان دونوں کو ہماری تحریک کے بانی کو گالیاں دینے پر مجبور کیا گیا گاؤں میں ہمارے گھروں کے گرد گھیرا ڈالنے والا جلوس چار سے پانچ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ انہوں نے ہم کو اوکاڑہ جانے پر بھی مجبور کیا۔ اوکاڑہ ہمارے گاؤں سے چار پانچ فرلانگ کے فاصلہ پر ہے۔ جو کچھ ہمیں کہا گیا تھا اگر ہم وہ نہ کرتے تو ہماری بے عزتی کی جاتی اور بات کو ہمیں قتل کرنے کے علاوہ ہماری ساری جائیداد لوٹ لی جاتی۔ یہ واقعہ آٹھ مارچ کو ہوا ہے۔ گواہ نے کہا میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے تعلق رکھتا ہوں اور مرزا غلام احمد صاحب کو نبی نہیں سمجھتا۔ جس ہجوم نے ہمیں گاؤں میں گھیرا وہ اوکاڑہ سے آیا تھا۔ جب جامع ملیہ میں ہمیں مولویوں کے پاس لے جایا گیا۔ تو ان مولویوں کا انداز جارحانہ تھا۔ ان میں مولوی ضیاء الدین جو آجکل بلدیہ اوکاڑہ کے رکن ہیں۔ اور مولوی معین الدین جو اوکاڑہ سے ہی تعلق رکھتے ہیں شامل تھے۔ غازی سراج الدین کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ اوکاڑہ میں ختم نبوت کی تحریک مارچ ۱۹۵۳ء سے پہلے بھی سرگرمی سے جاری تھی۔ ہماری طرف ختم نبوت کی تحریک صرف مارچ ۱۹۵۲ء سے چار پانچ ماہ قبل شروع ہوئی تھی۔ اس نے احمدیوں کے سوشل بائیکاٹ کی شکل اختیار کر لی۔ ہمارے خاندان کی گاؤں میں ... زمین ہے۔ شریف میرا بھانجا ہے۔ وہ اوکاڑہ میں شریعت برادرز دکان کا مالک ہے۔ یہ غلے کی دکان ہے۔ اور بد امنی کے دنوں میں دکان کے باہر پڑا ہوا سب غلہ انہوں نے لوٹ لیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ نقصان کی پولیس رپورٹ کی گئی تھی یا نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ کو علم ہے کہ مولوی ضیاء الدین اور مولوی معین الدین کو کب گرفتار کیا گیا ہے۔

جواب:۔ مجھے ان کے گرفتار ہونے کی تاریخوں کا علم نہیں ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ جب ہمیں جامع ملیہ میں لے جایا گیا تو مولوی ضیاء الدین جامع کی گیلری میں موجود تھے۔

سوال:۔ کیا اوکاڑہ میں کسی آدمی یا جائیداد کو لوٹا گیا تھا۔

جواب:۔ نہیں لیکن ہماری بیل گاڑیوں اور دروازوں کو توڑنے کی کوشش کی گئی تھی۔

ہم نے بار بار ڈپٹی کمشنر کو رپورٹ کی لیکن انہوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی۔ ہم نے کہا کہ ہماری جانیں خطرے میں ہیں۔ لیکن ڈپٹی کمشنر نے کہا انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ گواہ نے مزید کہا کہ ہمارے پاس آتشیں اسلحہ موجود تھا لیکن ہم نے اس کو ذاتی حفاظت کے لئے بھی استعمال نہیں کیا۔ مصلحت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ ہم اپنے مذہب کی طرف واپس آنے کا اعلان کرتے اور جو کچھ ہجوم کہتا وہی کہتے۔ مزید کارروائی جمعرات کو ہو گی۔

(ا۔ پ۔ پ)

سانحہ ارتحال

جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و الم سے سنی جائیگی کہ اخویم شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے (ووکنگ) کی دادی اماں اور جناب شیخ محمد لطیف صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ کی والدہ محترمہ گذشتہ جمعہ کی رات کو اس عالم فانی سے رحلت فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

• مرحومہ نہایت پاکباز خاتون تھیں حج بھی کر چکی تھیں ویسے بھی نماز روزہ کی پوری طرح پابند تھیں۔ وفات کے وقت مرحومہ کی عمر ۱۰۱ سال کی تھی۔ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود بغیر عینک کے قرآن مجید تلاوت کر لیتی تھیں۔ ویسے بھی مرحومہ کو کافی سورتیں اور آیتیں یاد تھیں۔ جمعہ کے دن ۲½ بجے مرحومہ کا جنازہ اٹھایا گیا۔

احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ مرحومہ کا جنازہ غائبانہ پڑھیں۔ ہمیں اس صدمہ میں اخویم شیخ محمد طفیل صاحب اور محترم شیخ محمد لطیف صاحب سے گہری ہمدردی ہے۔

دختران اسلام

(بقیہ از صفحہ ۸)

کتاب نفحات الانس میں رابعہ سے منقول ہے کہ ایک دن وہ حکیمہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھیں۔ حکیمہ نے رابعہ سے مخاطب ہو کر کہا سنتی ہوں تمہارا خاوند احمد بن الحواری کسی دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ رابعہ نے جواب دیا کہ ہاں۔ حکیمہ نے کہا کہ کوئی عاقل آدمی تو یہ قبول نہ کریگا کہ اپنا دل خدا سے پھیر کے دو عورتوں میں لگائے۔ پھر انہوں نے قلب سلیم کی شرح شروع کی جس کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔

حضرت حدیجہ

یہ مقدس اور پارسا بیوی عبد الوہاب بن ہبستہ اللہ صوفی کی صاحبزادی تھیں۔ وہ حقیقت اور معرفت میں صاحب مقام ہوئی ہیں۔ شیخ محی الدین نے مسامرات میں ان سے بہت روایتیں نقل کی ہیں۔

حضرت رابعہ عدویہ یا بصریہ

یہ ام خیر بی بی پہلی صدی ہجری کی مشہور و معروف عورتوں میں سے تھیں۔ اسمٰعیل عدویہ کی دختر نیک اختر تھیں۔ وہ شہر بصرہ میں رہتی تھیں۔ حقائق و عرفان اور کشف و شہود میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ امام ابوالقاسم القشیری اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ اکثر رابعہ اپنی مناجات میں یہ کہا کرتی تھیں کہ اے خدا جو دل تجھ کو دوست رکھتا ہے کیا تو اس کو آگ میں جلائے گا۔ ایک مرتبہ غیب سے آواز دی۔ کہ بدظنی نہ کر۔ پروردگار رحیم یہ کام نہیں کرتا۔ چونکہ یہ عورت صفائی قلب اور کمالات نفسانی میں اکثر مردوں سے بڑھی ہوئی تھیں۔ اس لئے ان کا لقب تاج الرجال مردوں کی سرتاج ہے۔ وہ زہد اور تقویٰ میں ضرب المثل ہیں جس عورت کی پرہیزگاری اور تقدس کی تعریف کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس کو اپنے زمانہ کی رابعہ بصری کہتے ہیں۔ ان کے مشہور و معروف ہمعصروں میں سے ایک حسن بصری تھے۔ جنہوں نے ان کے شوہر کی وفات کے بعد ان سے عقد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اس درخواست پر رابعہ نے بطور امتحان ان سے حقائق و معارف کے چند مسائل دریافت کئے بعد ازاں انہیں اپنے نکاح میں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

سفیان ثوری بھی انہی کے زمانہ میں تھے۔ وہ ان کی بزرگی اور جلالت کو خوب جانتے تھے اور اکثر ان کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے عقیدت اور معرفت کی جو منزلیں سفیان ثوری کو درپیش ہوتی تھیں۔ وہ رابعہ ہی سے پوچھتے تھے۔ جن کو وہ باآسانی حل کر دیتی تھیں۔ ایک روز سفیان نے رابعہ سے پوچھا کہ خدا کے ساتھ جو تمہارا عقیدہ ہے۔ اس کو تم مجھ سے بیان کرو۔ رابعہ نے کہا میں خدا کو بہشت کے شوق اور دوزخ کے خوف سے نہیں پوجتی ہوں۔ بلکہ کمال عشق اور شرائط عبودیت کی وجہ سے اس کی عبادت کرتی ہوں۔

تمام ارباب سلوک رابعہ کو اہل کرامات سے جانتے ہیں اور ان سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ علاوہ کشف و کرامات کے ان کو علم عروض میں بھی کمال تھا اور وہ حقانی اشعار فرماتی تھیں۔ ۱۳۵ھ اور بقول بعض ۱۸۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اور ان کا مزار شریف اب تک اہل سلوک و عرفان کا زیارت گاہ ہے۔

رابعہ شامیہ

نفحات الانس میں لکھا ہے کہ یہ پاک اور پارسا بی بی بھی طریق و عرفان کے اعلیٰ مدارج پر پہنچی ہوئی تھیں اور ان سے کشف و کرامت بھی ظاہر ہوتے تھے احیاء العلوم اور دوسری کتابوں میں درج ہے کہ رابعہ کو احمد بن ابی الحواری سے نکاح کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ جو اس زمانہ کے اکابرین سے تھے۔ اور اس میلان کو انہوں نے احمد پر ظاہر کیا۔ اس کے جواب میں احمد نے کہا میرے اشغال اہل و عیال کرنے سے مانع ہیں اس کا جواب رابعہ نے یہ دیا کہ خدا کی قسم میں تم سے زیادہ اشغال میں مشغول ہوں اور اس عقد سے پیروی نفس مجھے مقصود نہیں بلکہ اس سے غایت یہ ہے کہ پہلے خاوند کا جو مال مجھے ملا ہے اس کو تم لو اور صالحین اور فقرا کو بانٹ دو۔ اور میں تمہاری وجہ سے اولیاء اللہ اور دوستان خدا سے ملاقات پیدا کروں۔ جب ابن ابی الحواری نے یہ کلام سنا تو انہوں نے اپنے شیخ ابوسلیمان الدارانی سے اس بات کی اجازت لی اور رابعہ کے ساتھ نکاح کیا۔

حضرت رابعہ جیلانیہ

یہ مشہور و معروف عارف باللہ بیوی عہد سلطنت محمد شاہ آجار میں موجود تھیں۔ ان کا اصلی نام ہاجیہ ام سلمہ خانم ہے۔ ان کے والد ماجد حاجی مرزا محمد رشتی وزیر گیلان اور ان کے شوہر حاجی میر اسمٰعیل رشتی تھے۔ جو اس ملک کے مشاہیر اعیان میں سے تھے جب مرشد کامل و سالک واصل حاجی محمد جعفر کبودر اہنگی گیلان میں پہنچے تو انہوں نے وعظ و پند کی مجلسیں گرم کیں۔ ایک مجلس میں رابعہ بھی موجود تھیں ان پر جعفر کے وعظ کا اتنا اثر ہوا کہ پھر تا زیست وہ تصفیہ قلب اور تہذیب اخلاق ہی میں مشغول رہیں۔ عارف ربانی عظم صمدانی حاجی مولانا رضا ہمدانی جو ان کے زمانہ کے ایک مشہور بزرگ تھے انہوں نے استفادہ حاصل کیا تھا اور انہی کی صحبت میں وہ رہتی تھیں جب بادشاہ مرحوم کو رابعہ کے کشف و ☆

☆ کرامات کا حال معلوم ہوا۔ تو انہوں نے ان کو رابعہ ثانی کا خطاب عطا فرمایا اور ہزار تومان اخراجات کے لیے اور انہیں کرمان جانے کی اجازت دے دی۔ ان کے آثار اور باقیات صالحات سے اب تک کرمان میں ایک عمارت ہے جس میں بڑے بڑے مشاہیر مشائخ اور اولیاء کرام کی قبریں ہیں ۱۲۷۰ھ میں مقام قم ان کی وفات شریفہ واقع ہوئی اور وہیں وہ مدفون ہیں۔

صرف تین ماہ کیلئے نصف قیمت پر

احادیث العمل

تیس سال گذرے حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور علیہ الرحمت نے ایک کتاب بنام مقام حدیث شائع کی تھی جس میں وضاحت سے بیان کیا گیا تھا کہ شریعت اسلام میں حدیث کا مقام کیا ہے۔ احادیث کس طرح جمع ہوئیں اور ان شبہات کا ازالہ کیا گیا تھا جو حدیث کے ناقابل اعتماد ہونیکے متعلق پھیلائے جاتے ہیں۔ ہر مسلمان کیلئے جہاں قرآن کریم کا مطالعہ ضروری ہے وہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ شریعت اسلام میں حدیث کا مقام کیا ہے۔ احادیث کی کتب اپنی ضخامت کی وجہ سے متوسط طبقہ کے ہر شخص کو میسر نہیں اس لئے ایسے بہت سے لوگ جو احادیث میں دینی تفصیلات اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل جاننے سے تشنہ رہے ۱۹۴۶ء میں بعض انگریز نومسلموں کے توجہ دلانے پر حضرت مولانا صاحب نے ایک انتخاب جو ۷۰۰ سو احادیث پر مشتمل تھا بنام منیول آف حدیث شائع کیا جس میں روزمرہ کی زندگی میں پیش آنیوالی احادیث درج ہیں دینی کتب کی مانگ حوصلہ افزا نہیں مگر اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ پانچ سال کے عرصہ میں یہ کتاب دس ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی اور اب اس کا اردو ترجمہ بنام **احادیث العمل** شائع ہوا۔ ہماری زبان اردو ہی ہم اخبارات میں اسے ہر لعزیز بنانیکا پرچار کرتے ہیں۔ اس لئے اردو دان پبلک کا فرض ہے کہ انگریزی سے بڑھکر اس کی سرپرستی کریں، اور اردو ترجمہ کو مقبول تر بنانے کی کوشش کریں۔ کتاب بہترین قسم کے سفید ولایتی ۲۴ پونڈ وزنی کاغذ پر چھپی ہے اور ۲۹×۲۲/۱۶ کے ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے کاغذ اور جلد کی گرانی کے پیش نظر کتاب کی قیمت دس روپیہ تھی مگر احباب کے پیہم اصرار پر اسے پانچ روپیہ کر دیا گیا ہے۔

محصول ڈاک علاوہ ہوگا۔

ملنے کا پتہ: **مینیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور**

زندگی کی زندہ تعلیم

کا

سستا ایڈیشن

اس کتاب میں حضور سرور کائنات محمد صلعم کی حیات طیبہ اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو قرآن و حدیث اور سنت کی روشنی میں جدید اسلوب اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا گیا ہے اس کتاب کے اسلوب اور جامعیت سے انگلستان کی ایک فرم کے کارپردازان اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اس کتاب کو بیک وقت انگریزی، فرانسیسی اور ہسپانوی زبانوں میں شائع کر رہے ہیں۔ اس کتاب کی اصل قیمت **چار روپے** (-/4/-) ہے لیکن بغرض اشاعت ایک سستا ایڈیشن حال ہی میں شائع کیا گیا ہے جس کی قیمت **ایک روپیہ** ہے۔ خود مطالعہ فرمائیے اور حسب گنجائش پانچ پانچ دس دس کاپیاں خرید کر اپنے حلقہ اثر میں تقسیم فرمائیے بحالات موجودہ اس کتاب کا خود پڑھنا اپنے اہل و عیال کو پڑھانا انتہائی ضروری ہے حضرت مولانا **محمد علی صاحب** رحمۃ اللہ علیہ نے اسے انگریزی میں خود لکھکر خود ہی اردو زبان میں ترجمہ فرمایا کتاب کی زبان اس قدر سلیس اور موثر ہے کہ دل میں اتر جاتی ہے۔ آج ہی کارڈ لکھکر بذریعہ وی۔پی منگوائیے۔

ملنے کا پتہ: **مینیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور**

پیغام صلح میں

اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

Star Brand

سٹار برانڈ

وناسپتی

عوام کا پسندیدہ گھی

دی پنجاب ویجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ ۲۳ دی مال لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تار کا پتہ "تبلیغ" لاہور

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فون نمبر ۳۷۴۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفت روزہ ارگن

سالانہ چندہ پاکستان سے ۶ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان ۸-۱۲-۰ روپے

سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر

محمد آصف (بی۔اے)

جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۷ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۵۳ء | نمبر ۳۴

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا نہ پرانا۔

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں، سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تعظیم امام حسین رضی اللہ عنہ

حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر ہے، اور بلاشبہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالےٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجبِ سلبِ ایمان ہے اور اس امام کا تقویٰ اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اُسوہ ہی اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتدا کرنیوالے ہیں جو اس کو ملی تھی، تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہی اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اسکی محبت ظاہر کرتا ہی اور اسکے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہی جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو انہی میں سے ہے دنیا کی آنکھ انہیں شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دُور ہیں یہی وجہ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسین رضی اللہ عنہ سے بھی محبت کیجاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہی کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسین رضی اللہ عنہ یا کسی اور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف اسکی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے۔

(فتاویٰ احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۷۸)

اخبار احمدیہ

— الحاج شیخ میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، لائل پور میں خیریت سے ہیں۔

— حضرت امیر مولنا صدر الدین صاحب مری سے لاہور تشریف لے آئے ہیں۔

— جماعت کے تمام حلقوں کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ حضرت مولنا عبد الحق صاحب ودیارتھی مورخہ ۲۹ ستمبر کو ڈچ گائنا تشریف لے جا رہے ہیں حضرت مولنا صاحب پاکستان میل سے تشریف لے جائیں گے، صرف اعلائے کلمۃ الحق کیلئے اس عمر میں ایک دور افتادہ مقام تک جانا اور گھر کے آرام کو چھوڑنا ایک بہت بڑی قربانی ہے۔ اس زمانہ میں صرف تحریک احمدیت نے ایسے مجاہدین پیدا کئے ہیں جو صحیح معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہیں اور اکناف عالم میں خدا اور اس کے رسول کا نام بلند کرتے ہیں، اور اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں — احباب سلسلہ کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ حضرت مولنا کو الوداع کہنے کے لئے ۲۹ ستمبر کو پاکستان میل پر تشریف لائیں، اور دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ مولانا صاحب کے اس تبلیغی سفر کو اسلام اور سلسلہ کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔ آمین۔

— ملک غلام سرور صاحب کی بیماری کی خبر پیغام صلح کے کسی پہلے پرچہ میں شائع ہو چکی ہے اب ملک صاحب موصوف کو پہلے کی نسبت افاقہ ہے، البتہ کمزوری بہت زیادہ ہے، احباب سلسلہ ان کی کامل صحت کے دعا فرمائیں۔

— جماعت کے کچھ دوست بیمار اور بعض مالی مشکلات میں مبتلا ہیں، احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ ان کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات دور فرمائے اور صحت کاملہ عطا فرمائے ؎

ایک نہایت ضروری

اعلان

جیسا کہ اس سے قبل اعلان کیا جا چکا ہے مجلس معتمدین کا اجلاس مؤرخہ ۲۷/۹/۵۳ بروز اتوار بوقت ۷ بجے صبح احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہو گا جملہ ممبران کی خدمت میں درخواست ہے کہ شمولیت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ چونکہ مجلس معتمدین کا ایجنڈا بہت طویل اور اہم ہے ممکن ہے ایک دن میں ختم نہ ہو سکے اسلئے مجلس مشاورت کا اجلاس اس وقت نہیں ہو گا اس کیلئے تاریخوں کا اعلان بعد میں کیا جائیگا۔

احمدیہ سیکرٹری
15.9.53

ارشادات نبوی

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگز لاہور

یقین کامل کے ساتھ دعا کرنی چاہیئے

ادعوا الله وانتم موقنون بالاجابة واعلموا ان الله لا يستجيب دعاءً من قلب غافلٍ لاهٍ عن ابی هریرة رض للترمذی الحاکم فان کان فی مسدرکه۔

حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ سے یقین کامل کے ساتھ دعا کرنی چاہیئے، تحقیق اللہ تعالےٰ غافل اور بے پرواہ دل سے نکلی ہوئی دعا ہرگز قبول نہیں فرماتا۔

نوٹ :- اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

واذا سالك عبادی عنی فانی قریب ط اجیب دعوة الداع اذا دعان۔

(۱۸۶ : ۲) یعنی (اے رسول) جب میرے (مخلصین) بندے (دل کی تڑپ سے) میرے متعلق (یعنی میری ہستی اور میرے مقام کی بابت) تجھ سے پوچھیں (تو انُ سے کہدے) بلاشبہ میں ان کے قریب ترین ہوں (اس بات کا ثبوت یہ ہے) کہ میں (بہ مضطربانہ) دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ (یقین کامل اور ایمان محکم کے ساتھ) کرتا ہے تو (ایسی دعا کو) میں شرف قبولیت بخشتا ہوں (اور اسے روح القدس کی مدد سے نوازتا ہوں) ؎

گر حجاب از جانہا بر خاستے
گفت ہر جانے مسیح آساستے　(رومیؒ)

اگر جانوں سے پردے اٹھ جائیں (اور کانك تراہ کا مقام حاصل ہو جائے) تو ہر ایسی جان کا (منہ سے نکلا ہوا لفظ دم عیسیٰ کا حکم رکھتا ہے (مثیل مسیح ہو جاتا ہے)

مظاہر قدرت کا مطالعہ تکمیل ایمان کا باعث ہے

اعبد الله ولا تشرك به شيئًا واعمل لله كانك تراه واعدد نفسك فی الموتیٰ واذكر الله عند كل حجرٍ وشجرٍ واذا عملت سيئة فاعمل بجنبها حسنة السر بالسر والعلانية بالعلانيه۔ عن معاذ بن جبل للطبرانی فی الکبیر۔ للبیهقی فی شعب الایمان۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ ہی کی صرف عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو (کیونکہ تخلیق فطرت انسانی تقویم احسن پر ہوئی ہے) اور حصول رضاء الٰہی کے لئے اس طرح سرگرم عمل ہو جا گویا کہ تو اللہ تعالےٰ سے بالمشافہ احکام برائے تعمیل لے رہا ہے۔ اپنے نفس کو فانیوں میں شمار کر ؎

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ　؛　خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ　(رومیؒ)

یعنی موسم بہار بھی سنگلاخ زمین کو سبزہ زار نہیں بنا سکتا۔ خاک سرمہ سا بن جا تاکہ اس نرم مٹی سے رنگ برنگ پھولوں اور پھلوں کا گلستان سدا بہار پھوٹ نکلے"

پہاڑوں اور جنگلوں میں جا (مظاہر قدرت کا مطالعہ کر یہ سب کچھ تیری خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے) اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے کرشموں پر غور و فکر میں محو ہو جا۔ (ایک بات یاد رکھ) اگر تجھ سے گناہ سرزد ہوئے ہوں تو اس کے ساتھ ہی اعمال نیک بھی بجالا ؎

سالہا تو سنگ بودی دلخراش　؛　آزموں رایک زمانے خاک باش　(رومیؒ)

یعنی مدت مدید تو دلخراش پتھر بنا رہا۔ آزمائش کے طور پر تھوڑی دیر کے لئے مٹی بن کے بھی دیکھ لے۔

پوشیدہ گناہ کے بدلے پوشیدہ نیکی اور علانیہ گناہ کے بدلے علانیہ نیکی کر اور دل کو گرد و غبار سے دھو ڈال ؎

(۱) خاکساریم و سخن از رہ غربت گوئیم　؛　یعلم اللہ کہ بکس نیست غبارے ما را
(۲) لمنہ بیہودہ پئے ایں سرو کا رسے بودیم　؛　جلوہ حسن کشد جانب یارے ما را
(مسیح موعودؑ)

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۸ محرم ۱۳۷۳ھ | نمبر ۳۴

کربلا کا المناک واقعہ

اس واقعہ کی رُوحِ صداقت اور رُوحِ شہادت

واقعۂ کربلا

محرم کے مہینہ سے ایک ایسا تاریخی واقعہ وابستہ ہے کہ جس کی یاد خون آلود تصورات سے معمور ہے اور تاریخ اسلامی کا وہ صفحہ جس پر شہید کربلا حضرت امام حسین کی خونین داستان ثبت ہے اس پر خون کے ایسے دھبے ہیں جو کبھی چھوٹ نہیں سکیں۔ اس میں شک نہیں کہ واقعہ ہر مسلمان کو خون کے آنسو رلاتا ہے لیکن داستان کربلا کا حاصل صرف نالہ و شیون نہیں ہے بلکہ اس حزنیہ کے اندر ہر مسلمان کے لئے ایک عظیم الشان درس ہے اور وہ درس درس حیات ہے کہ اہل ایمان اور اہل حق دنیا میں کس معیار پر زندہ رہتے ہیں، اور وہ لوگ جو سچائی، ہدایت اور حریت اسلامی کے لئے اپنی نقد زیست پیش کرتے ہیں حقیقت میں وہی زندہ ہیں اور ابد الآباد تک ان کا نام صحیفہ فطرت سے مٹ نہیں سکتا۔ جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون۔

وہ لوگ جو اس خونچکاں واقعہ کی یاد میں آہ و بکا کرتے ہیں وہ راز حیات کو نہیں سمجھتے کہ شہداء پر کبھی موت وارد نہیں ہوتی، بلکہ وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں اور جو ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اس پر نوحہ کرنا دراصل ان شہداء کی پائندہ حیات کا انکار ہے۔ مسلمان کی شان نوحہ اور ماتم سے بہت بلند ہے، جب شہیدان کربلا نے ان خون آشام اور ہولناک لمحات میں نوحہ ماتم پسند نہیں کیا تو آج ان کی یاد میں ماتم کرنا کہاں تک روا ہے، اس کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ مسلمان کو تو بڑے سے بڑے زہرہ گداز واقعہ پر انا للہ و انا الیہ راجعون کہنے کا حکم ہے اور بس!

پہلا عظیم الشان درس

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر رنج و قلق کا ہونا تو ایک لازمی امر ہے لیکن حقیقی چیز جو اس واقعہ سے اخذ کرنے کے قابل ہے وہ اس واقعہ کی رُوحِ شہادت اور رُوحِ صداقت ہے۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے انتہائی مشکلات اور مصائب میں بھی صداقت کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا، اور جس بہادری کے ساتھ اپنی اور اپنے خاندان کی قربانی پیش کی، وہ قابل تقلید ہی نہیں بلکہ وہ اہل حق کے لئے بطور معیار ہے کہ اعلائے کلمۃ الحق کرنے والی جماعتوں کو قربانی اور شہادت کے اس بلند معیار پر زندہ رہنا چاہیئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جبر، استبداد اور مطلق العنانیت کے خلاف اپنی قربانی سے کتنا زبردست جہاد کیا اور اس قربانی کو پیش کرنے وقت انہیں دنیا کی کوئی طاقت مرعوب اور خائف نہ کر سکی۔ اور نہ یزید کی عارضی جبروت اور شوکت انہیں کلمہ صداقت کہنے سے روک سکی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"و من یعمل من الصلحت و ھو مومن فلا یخاف ظلما و لا ھضما (طٰہٰ)

اور جو نیکو کار اور باایمان ہے اس کو کسی ظلم اور ناانصافی سے ڈرنا نہیں چاہیئے۔

و تخشی الناس و اللہ احق ان تخشاہ (احزاب)

کیا انسانوں سے ڈرتے ہو حالانکہ سب سے زیادہ خدا کو اس کا حق حاصل ہے۔"

حضرت امام حسین کی زندگی اور شہادت ان آیات کی تفسیر ہے اور انہیں پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔

دوسرا رفیع الشان درس

دوسرا رفیع الشان درس جو ہمیں امر شہادت سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ جسمانی مغلوبیت درحقیقت مغلوبیت نہیں اور ضروری نہیں کہ حق ہمیشہ جسمانی لحاظ سے ہی غالب آئے اور حق کا اندازہ ظاہری شان و شوکت سے نہیں کرنا چاہیئے، حق اگر جسمانی اور عسکری لحاظ سے مغلوب بھی ہو جائے تو وہ حق ہی رہتا ہے اور سطوت باطل میں خواہ ظاہری طور پر کتنی ہی قوت ہو، وہ ہمیشہ باطل ہی رہے گی۔ وہ جماعتیں اور افراد جو اعلائے کلمۃ الحق کرتی ہیں انہیں باطل کے کر و فر کو دیکھ کر مرعوب نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ اپنے پیغام کو نہایت بہادری اور جرأت سے پیش کرنا چاہیئے خواہ اس کو پیش کرنے میں انہیں کیسی ہی بڑی قربانی کرنا پڑے جسم اور دنیوی شان و شوکت، تو ایک عارضی شے ہے جو آج بھی نہیں اور کل بھی نہیں، اور اصل چیز جسے بقا ہے وہ صداقت ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے صاحب جبروت بادشاہ پیدا ہوئے لیکن ان کی طاقت اور عظمت کیا ہوئی؟ ان کے عصائے شاہی کہاں ہیں؟ ان کی ہڈیاں تک کرم خوردہ ہو کر صفحہ ہستی سے ناپید ہو گئیں۔ لیکن اس امام شہید کا نام رہتی دنیا تک دنیا میں قائم ہے۔ حتیٰ کہ آج اس پر ظلم کرنے والے کو دنیا اس کے ذریعہ سے جانتی ہے۔ امام کے گرد نورانی اور درخشاں ہالہ ہے اور اس تیرہ بخت انسان کے ماتھے پر ظلم و عدوان کا ایسا ٹیکہ ہے جسے بحر نا پیدا کنار کا پانی بھی دھو نہیں سکتا۔ اگر یزید کو آنے والی نسلوں کی نفرین اور خدا تعالیٰ کے اٹل قوانین کی مکافات کا علم ہوتا تو شاید اس کے تصور سے ہی اس کا دل بیٹھ کر شل ہو جاتا۔ لیکن جب انسانی آنکھوں کے سامنے دنیوی جاہ و جلال کی دھند چھا جاتی ہے تو انجام اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی شان

مسلمانوں کو عموماً اور جماعت احمدیہ کو خصوصاً اس واقعہ کو اپنی مساعی میں بطور معیار کے سمجھنا چاہیئے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ بھی اپنے اندر ایک مظلومیت کا رنگ اور حسینی شان رکھتا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک ہی غرض ہے کہ وہ مشرق و مغرب میں اعلائے کلمۃ الحق کرے اور اس راستہ میں خواہ کیسی ہی مشکلات پیش آئیں انہیں برداشت کرے کیونکہ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارا اسی راہ میں مرنا، ہم ایک مٹھی بھر جماعت ہیں، ہمارے گرد و پیش باطل کی قاہر قوتیں خیمہ زن ہیں، سلسلہ کے اندر بھی ایک ایسا گروہ موجود ہے جو کہ اپنی کثرت سے ہمیں مرعوب کرنا چاہتا ہے لیکن ہمیں کبھی کثرت اور دنیوی شان و شوکت کو معیار صداقت نہیں سمجھنا چاہیئے، کیونکہ کثرت محض ایک فریب ہی اور فریب نگاہ ہے، اور وہ چیز جو کہ ابد الآباد تک زندہ ہے وہ صرف شہادت اور رُوحِ صداقت ہے اگر کثرت ہی صداقت کا معیار ہے۔ تو پھر ٹڈی دل سب سے زیادہ صادق ہے۔ اور اگر جسمانی اور عسکری غلبہ ہی صداقت کا سنگ امتحان ہے تو پھر تاتاری یورشوں سے بڑھ کر آج تک دنیا میں صداقت کا قیام نہیں ہوا۔ صداقت کو پھیلانے کے لئے آج تیر و تفنگ کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کے لئے شوکت کردار چاہیئے اس کے لئے ایسے کوہ وقار رجال چاہئیں جو دنیا کی تمام مادی طاقتوں کا مقابلہ کریں۔ جن پر جسمانی اور دنیوی لحاظ سے سنگ باری ہو اور وہ اُف تک نہ کریں کیونکہ ع

نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شان درویشی

جماعت احمدیہ کے افراد پر یہ امر اچھی طرح روشن ہونا چاہیئے کہ اس سلسلہ کے ذریعہ سے خداوند تعالیٰ دنیا میں ایک زبردست انقلاب چاہتا ہے۔ ایسا انقلاب جس سے دنیا کا موجودہ زمین و آسمان بدل دیا جائے۔ معیار اشیاء بدل دیا جائے۔ غرضیکہ موجودہ مادی کلچر میں ایک تغیر عظیم پیدا ہو جائے۔ یہ دنیا جل کر راکھ ہو جائے! بڑے بڑے عالیشان محلات کھنڈرات ہو جائیں، اور ان کی جگہ بطن گیتی سے ایک جہان تازہ پیدا ہو۔ جس پر قانون محمد کا تسلط ہو، جہاں قدیم اسلامی روایات کی فراوانی ہو، جہاں ہر ایک شخص اور چیز کی قدر و قیمت اخلاق اور روحانیت کی کسوٹی پر پرکھی جائے اور اس تغیر عظیم کو دنیا میں پیدا کرنے کے لئے زبردست قربانیوں کی ضرورت پڑے گی۔ اور شاید اس سلسلہ کو اتنی دشواریوں میں گذرنا پڑے گا۔ کہ جس کا ابھی تصور بھی قائم نہیں ہو سکتا اور ہم خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتے ہیں کہ یہ خدا کے مامور کی ایثار پیشہ جماعت خدا کی راہ میں یہ قربانی پیش کرے گی۔ اور اس وقت تک پیش کرتی جائے گی حتیٰ کہ خدا کی مشیت پوری ہو، اور اپنی پیہم قربانیوں سے اس تعلق کو واضح ... کرے گی، جو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہے۔

دعا

اے خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرے راستہ میں ایسی قربانیاں پیش کریں اور تیرے دین کی حفاظت اور سطوت کے لئے وہ مشکلات برداشت کریں جس سے ساری دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جائے اور ہم ہی وہ تیرے منتخب شدہ لوگ ہوں جن کی کاوشوں سے اسلام کا دنیا میں غلبہ ہو۔ اور جب ہم اس فرض سے سبکدوش ہوں اور اس کو اپنے بعد دوسروں کے سپرد کریں تو ہمارے دل کی گہرائیوں سے یہ آواز آ رہی ہو ع

زعشاقِ فرقان و پیغمبریم
بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

گذارش

- جماعت کے سیکرٹری صاحبان اخبار احمدیہ کے لئے خبریں بھجوائیں۔
- خواتین اپنے صفحہ کے لئے مضامین بھجوائیں
- احمدی بچے اپنے صفحہ کیلئے مضامین بھجوائیں
- پیغام صلح کے معیار کو بلند کرنے میں مدد دینا ہر احمدی دوست کا جماعتی فرض ہے

قومی تربیت اور نمازِ جمعہ

از حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

یاایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ ...... واللہ خیر الرازقین (سورۃ الجمعہ رکوع ۲)

نماز جمعہ کے لئے تاکید

یہ آیات جمعہ کے متعلق قرآن کریم میں آئی ہیں۔ نماز کا حکم تو قرآن میں بار بار آتا ہے۔ تمام قرآن بھرا پڑا ہے۔ لیکن جمعہ کا ذکر خصوصیت سے فرمایا اور اس میں تاکید بھی زیادہ فرمائی اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ جب نماز جمعہ کے لئے بلایا جائے یا نماز کا وقت آ جائے۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ اس وقت نماز کے لئے ندا ہوتی ہے۔ پھر پوری کوشش، زبردست جدوجہد کرو، اللہ کے ذکر کی طرف آنے کے لئے وذروا البیع۔ اس سے روکنے والی چیز تمہارے کاروبار ہیں، تجارتیں ہیں، ملازمتیں ہیں، اس وقت ان سب کو چھوڑ دو۔ تمہارا خیال ہے کہ تجارت کے ذریعہ سے یا اور کاروبار سے جو کچھ کما لو۔ بہتر ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ بہتر یہی ہے کہ اس وقت چھوڑ دو اور نماز کے لئے آ جاؤ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔ جب نماز ادا کر لو تو زمین میں پھیل جاؤ اور پھر اپنے کاروبار کے ذریعہ سے اللہ کا فضل تلاش کرو۔ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ کاروبار میں بیشک لگ جاؤ۔ لیکن اللہ کو بھولو نہیں اس کو ہر وقت یاد رکھو۔

عام لوگوں کی حالت

پھر عام لوگوں کی حالت کو بیان کرتا ہے واذا راوا تجارۃ او لھوا ن انفضوا الیھا وترکوک قائما۔ جب کوئی کاروبار ہو۔ کوئی تجارت ہو، کوئی کھیل اور تماشہ ہو۔ تو اس کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اور آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں قل ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ۔ کہو اللہ کے ہاں جو کچھ تمہارے اجتماع جمعہ کے اندر اکٹھا ہونے سے ملے گا وہ لہو اور تجارت سے بہتر ہے واللہ خیر الرازقین۔ اور رزق دینے والا تو اللہ ہی ہے۔

پنجوقتہ نمازوں میں اجتماع کی ضرورت

یوں تو پانچ وقت کی نماز اسلام میں ہے۔ گو اس میں شک نہیں کہ اس میں بھی اجتماع اور جمعیت کا رنگ موجود ہے کیونکہ نماز اس کا نام نہیں کہ گھر میں دو سجدے کر لئے۔ نماز کیلئے جمع ہونا ضروری ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ بات آج مسلمانوں کی ذہنیت سے نکلتی جا رہی ہے کہ نماز اجتماع کو، اکٹھے ہونے کو چاہتی ہے۔ شارع علیہ السلام نے نماز کی جو صورت قرار دی تھی وہ اب باقی نہیں رہی۔ گھروں میں شاید بہت لوگ نماز پڑھ لیتے ہیں لیکن مسجدوں میں کم آتے ہیں۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے لوگ مسجدوں میں آنا اپنی سبکی سمجھتے ہیں، حالانکہ اسلام کا پنجوقتہ اجتماع بہت سی برکات اپنے اندر رکھتا ہے۔

جمعہ میں اجتماع کی وسعت

لیکن جمعہ میں اس اجتماع کو اور وسیع کر دیا۔ یہاں تک بھی جس سے لوگوں کو غلطی لگی کہ حکم تھا کہ جو لوگ پہنچ سکتے ہوں وہ ایک جامع مسجد میں جمعہ کے دن پہنچ جایا کریں چنانچہ مسجد نبوی میں تین تین چار چار میل دور سے چل کر لوگ آتے تھے۔ قریب کے دیہات کے لوگ بھی مسجد نبوی میں جمع ہو جاتے تھے۔

جمعہ اور احتیاطی

اس سے آہستہ آہستہ غلطی لگ گئی جس میں مسلمانوں کا ایک کثیر حصہ مبتلا ہے کہ جمعہ کی نماز شہر کے سوائے نہیں ہوتی اور اس کے ساتھ یہ شرط لگائی ہے کہ جہاں اسلامی حکومت ہو وہاں ہی جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے لوگ جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی نماز پڑھتے ہیں۔ اور اس کو احتیاطی کہتے ہیں یعنی اگر جمعہ نہ ہوا ہو تو ظہر تو ہو جائے۔

گاؤں میں نمازِ جمعہ

اصل میں شہر کے علاوہ دیہات سے بھی لوگوں کے آنے میں یہ غرض مد نظر تھی کہ جمعہ میں زیادہ لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ ورنہ جمعہ کی نماز تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ایک گاؤں میں بھی ہوئی۔ بحرین کے اندر ایک گاؤں تھا جس کا نام تھا جواثی۔ بخاری میں ہے کہ مدینہ میں مسجد نبوی میں جمعہ کے بعد پہلا جمعہ جواثی میں ہوا۔ پھر حضرت انسؓ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا مکان بصرہ سے چند میل کے فاصلہ پر تھا۔ تو وہ جمعہ کے لئے کبھی شہر میں آتے جاتے تھے اور کبھی اپنے مکان میں ہی نماز جمعہ ادا کر لیتے تھے۔ اسی طرح بخاری میں ہے کہ رزیق ایک عامل یا حاکم تھے۔ وہ کچھ زمین آباد کرانے کے لئے شہر سے دور رہتے تھے۔ انہوں نے ابن شہاب سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ کیا یہاں جمعہ ہو سکتا ہے؟ تو ان کو جواب دیا گیا کہ وہ اپنے ملازموں مزدوروں وغیرہ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ لیا کریں۔

جمعہ کو ترک کرنا بہت بڑا جرم ہے

تو بہرحال جمعہ جماعت کا نام ہے۔ اگر دو آدمی بھی ہوں تو جمعہ ہو جاتا ہے۔ لیکن آج ہماری جماعت کے لوگ بھی جمعہ میں آنے سے غفلت کرنے لگے ہیں حالانکہ جمعہ کو ترک کرنا اتنا بڑا جرم قرار دیا ہے کہ فرمایا کہ جو جمعہ کو ترک کر دے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ جمعہ کو ترک کرنے کے معنی یہ ہیں۔ کہ ایک شخص اسلامی رنگ میں تربیت حاصل کرنے کا واحد موقعہ سے اپنے آپ کو محروم کر دیتا ہے۔ کیونکہ جمعہ فی الحقیقت مسلمانوں کی تربیت کا ایک بڑا بھاری ذریعہ ہے۔

جمعہ کی اہمیت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ

میں ان دوستوں کو جن کے ہاں اولاد ہے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ان کی اولاد کی بھی ان پر ذمہ داری ہے ان کو بھی دین کی طرف راغب کرنا اور جمعہ میں لانا ان کا فرض ہے۔ قرآن شریف میں جمعہ کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ حدیث میں جمعہ کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ پھر حیرت ہے کہ اس سے کیوں غفلت ہوتی جا رہی ہے۔ کس چیز کے لئے لوگ نماز جمعہ میں آنے سے رک جاتے ہیں۔ کوئی تو کاروبار میں مصروف رہتا ہے، کسی کے لئے ملازمت، کسی کے لئے تعلیم روک بن جاتی ہے۔ مگر بہت سے لوگ ایسے ہیں جو یونہی گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اور جمعہ کو ضائع کر دیتے ہیں۔ یہ صرف جمعہ کی اہمیت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔

جمعہ میں قوم کی تربیت کا سامان

عام نمازوں میں تو صرف عبادت کا رنگ ہے لیکن جمعہ میں آپ دیکھتے ہیں کہ قوم کی تربیت کیلئے خطبہ بھی رکھا ہے۔ یعنی نماز کو چار رکعت کی بجائے دو رکعت کر دیا۔ مگر اس کے ساتھ خطبہ ضروری ٹھہرایا ہے۔ ایسا نہیں کہ دوسری قوموں کی طرح ست دن تو کوئی عبادت نہ ہو خدا کو بھولے رہیں اور ساتویں دن خدا یاد آ جائے۔ اسلام میں چھ دن ویسے نماز پڑھنے کا حکم ہے اور ساتویں دن اکٹھے ہونے اور نماز کے ساتھ خطبہ بھی سننے کا حکم ہے۔

خطبہ اپنی زبان میں ہونا چاہیئے

مسلمانوں نے غلطی سے خطبہ کو بھی نماز کی طرح عبادت سمجھ کر عربی میں پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ ٹھیک نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھ کر ان پر وعظ فرماتے اور نصیحت کرتے تھے۔ چونکہ آپؐ اور آپؐ کے مخاطب عربی بولنے والے تھے۔ اس لئے آپ زبان عربی میں وعظ فرماتے۔ لیکن مسلمانوں نے اس کو غلط رنگ میں لے کر صرف عربی خطبات ہی کافی سمجھ لئے۔ حالانکہ ضروریات قومی کے متعلق جو امور ہوں ان پر اپنی زبان میں خطبہ ہونا چاہیئے۔

چھپے ہوئے خطبے

خطبہ کا منشاء یہ ہے کہ ہر جماعت، ہر قریہ، ہر شہر کے لوگوں کی ضرورت کے مطابق انہیں سمجھا دیا جائے۔ چھپے ہوئے خطبے خواہ وہ عربی زبان میں ہوں یا اپنی زبان میں اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے چھپے ہوئے خطبہ کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا اس تقریر کرنے والے کی تقریر کا اثر ہوتا ہے، جس کے دل سے ایک بات نکلتی ہے۔ اور وہ دوسروں کے دلوں پر بیٹھ جاتی ہے۔ پھر ایک خطیب کی تقریر سے یہ فائدہ بھی ہے کہ اس طرح مسلمانوں کی جماعت کے اندر اعلیٰ درجہ کی تقریر کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے۔

خطبہ پیش آمدہ ضروریات پر ہو

تو جمعہ میں نرا عبادت کا رنگ نہیں بلکہ وعظ اور نصیحت کا رنگ بھی رکھا ہے کہ پیش آمدہ ضروریات کو قوم کے سامنے رکھا جائے۔ اس کے متعلق وعظ و نصیحت ہونی چاہیئے اور خطیب کو اپنی زبان میں اس پر تقریر کرنی چاہیئے۔ ہاں اگر خطیب بالکل معمولی قابلیت رکھتا ہو تو ہو سکتا ہے کہ ابتدا میں وہ ایسا بیان نہ کر سکے۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ ترقی کرتا جائے گا۔ جو کچھ کوئی شخص بیان کرنا چاہے اسے قرآن سے لے۔ حدیث سے لے۔ کسی بزرگ کی

تحریر سے لے۔ مگر خود ان چیزوں کو سنے کہ دوسروں کو پہنچانے کا ذریعہ بنے۔

جمعہ ضائع نہ کرو۔ خواہ دو ہی آدمی ہوں

یہ آپ کو معلوم ہے کہ جمعہ کی نماز مدینہ میں فرض ہوئی۔ یعنی جمعہ اس وقت شروع ہوا جب ایک قوم بن گئی۔ اس کی تربیت کے لئے جمعہ اور اس کا خطبہ رکھا گیا۔ اس لئے میں سارے دوستوں کو جہاں جہاں رہتے ہوں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ جمعہ کی اہمیت کو سمجھیں اور جہاں کہیں دو دوست بھی ہوں وہ نماز جمعہ کو قائم کریں جمعہ کو ترک نہ کریں۔ اگر کہیں ایک ہی آدمی ہوگا اور اس کے دل میں تڑپ ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسے دوسرا بھی ملا دے گا۔

خطبہ ضرور سننا چاہیئے

کوشش کرنی چاہیئے کہ جمعہ ضائع نہ ہو اور خطبہ ضرور سننا چاہیئے۔ دیکھئے ہمیں دوسروں سے الگ ہونے کا کیا فائدہ ہے، اگر ہم نے ضرورت کی چیزیں بیان نہ کیں اور قوم کی تربیت کا جو سامان خدا نے جمعہ میں رکھا ہے اس سے کام نہ لیا۔ پھر جمعہ جیسی اہم اور ضروری چیز سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

اولاد کی صحیح تربیت

ضرورت ہے اس بات کی کہ اپنے بچوں اور عورتوں کو بھی جمعہ میں شامل کریں۔ بہت لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بچوں کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، وہ اپنی جگہ پر آزاد ہیں۔ جو چاہیں کریں۔ یہ صحیح نہیں۔ اولاد کی صحیح طور پر تربیت کرنا والدین کا اہم ترین فرض ہے۔ اور صحیح تربیت کے لئے ذرائع اور سامانوں سے کام لینا ضروری ہے۔ جمعہ انہی ذرائع میں سے ایک ہے۔ دیکھو ایک باغ کا مالی جب تک پودوں اور درختوں کو کاٹتا چھانٹتا نہ رہے اس وقت تک ان کی نشو و نما اور خوبصورتی قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح جب تم بچوں کی تربیت نہ کرو گے تو وہ اخلاقی طور پر سدھر نہیں سکتے۔

جمعہ میں اولاد کی صحیح تربیت

اس لئے دوستوں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو جمعہ میں لانے کی کوشش کریں، تاکہ ان کے بچے اس تربیت سے جو جمعہ کے ذریعہ سے ہوتی ہے فائدہ اٹھاتے رہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک بچہ باپ کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کا کس قدر صدمہ باپ کو پہنچتا ہے۔ کیا خدا کے احکام کی خلاف ورزی پر تمہیں کوئی صدمہ نہیں پہنچتا۔ اس لئے انہیں نمازوں کا پابند بناؤ۔ جمعہ میں لاؤ تاکہ وہ سنیں اسلام کو کس کس طرح عمل پیرا ہو سکیں۔ بہتیری اچھی باتیں ہیں جو آپ براہ راست اپنی اولاد کو نہیں کہہ سکتے۔ پر کسی جمعہ کے خطبہ میں انہیں ایسی باتیں سننے کا موقعہ ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو بعض وقت یہ باتیں دل پر گہرا اثر کر جاتی ہیں اور انسان کی زندگی بنا دیتی ہیں۔

جمعہ کے لوازمات

پھر جمعہ کے لئے بعض لوازمات ہیں۔ جن پر کاربند ہونا ضروری ہے جیسا کہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے جب آئے تو نہا دھو کر مسواک کر کے آئے ہو سکے تو خوشبو بھی لگا کر آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ جب آتے تھے تو گرمی کے اثر اور بدبو سے بچانے کے لئے آپ نے حکم دے دیا تھا کہ سب لوگ نہا کر آیا کریں، اور اگر ممکن ہو تو خوشبو بھی لگایا کریں۔ ویسے تو غسل کے متعلق حدیثوں میں بڑی تاکید پائی جاتی ہے لیکن لکھا ہے کہ جمعہ کے دن غسل واجب ہے ہر بالغ پر تا کہ جمعہ میں ایسی بدبو پیدا نہ ہو جو دوسرے لوگوں کے لئے نفرت کا موجب ہو۔ اسی لئے بعض چیزیں کھا کر مسجد میں آنے سے بھی آپ نے منع فرمایا ہے۔ مثلاً پیاز اور لہسن وغیرہ۔ نماز روحانی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ مگر جسمانی پاکیزگی اس کے لئے بطور ایک تمہید کے ہے۔ اس لئے جمعہ میں جہاں اجتماع بھی بڑا ہوتا ہے نہا کے دھو کے صاف کپڑے پہن کر آنے کا حکم ہے۔

اپنی اولاد اور عورتوں کو جمعہ میں ضرور لاؤ

اس سے بڑھ کر ضروری ہے کہ اپنی عورتوں کو جمعہ میں لایا کرو۔ بعض باتیں انسان براہ راست اپنی اولاد سے نہیں کر سکتا، لیکن خطیب عام رنگ میں کہہ سکتا اور سمجھا سکتا ہے۔ اس لئے تمہاری اولاد کا، تمہاری عورتوں کا اس میں فائدہ ہے کہ جمعہ میں آیا کریں۔ اس میں شک نہیں کہ جمعہ عورتوں پر اس طرح فرض نہیں جس طرح مردوں پر ہے، کیونکہ ان کے لئے بعض قدرتی موانع بھی ہوتے ہیں۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمعہ تو ایک طرف پانچوں نمازوں میں عورتیں آیا کرتی تھیں۔ مگر یہاں میں نے دیکھا ہے کہ سالہا سال تک عورتیں محروم رہتی ہیں۔ اس بات سے کہ کوئی قرآن کا کلمہ، کوئی حدیث ان کے کان میں پڑے۔ اس لئے ان کو جمعہ میں لانے کی کوشش کرو تاکہ وہ بھی دین سے واقف ہو کر تمہاری اولاد کی صحیح تربیت کریں۔ ــ ــ ــ

تبلیغی رپورٹ

(۱)

مولوی محمد تسلین صاحب مبلغ نے ضلع جھنگ کے چار دیہات کا سائیکل پر دورہ کر کے تبلیغ کی۔ ۱۴ ماہ اگست میں ہر روز درس قرآن کریم دیا۔ ۲۰ ٹریکٹ تقسیم کئے۔ ہر ممبر کو ادائیگی چندہ کی طرف خاص طور سے توجہ دلائی۔ اور ۲۲/۷/- روپے چندہ فراہم کر کے ارسال مرکز کیا۔

ان کی بیٹی جو کہ کثیر العیال ہے، کا دماغ کچھ خراب ہو گیا ہے۔ احباب اس کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

(۲)

شیخ محمد یوسف صاحب گرنتی مبلغ ملتان ماہ اگست کی رپورٹ میں اطلاع دیتے ہیں کہ قرآن کریم کا ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ اس کے ۲۶ پارے معہ تفسیر کے مکمل ہو چکے ہیں۔ اس ماہ میں گرنتی صاحب نے ۴۸۵/- روپے وصول کر کے مرکز میں بھیجے ہیں۔ الہم زد فزد

(۳)

ماہ اگست میں مولوی عبدالرحمن صاحب مبلغ نے ضلع ہزارہ کے ایک سو زاید غیر از جماعت دوستوں سے تبادلہ خیالات کیا۔ ۲۵ افراد کو لٹریچر تقسیم کیا۔

تین دوستوں کو حضرت صاحب کی کتب مطالعہ کے لئے دیں ۱۷ بیماروں کی تیمارداری کی ان کے لواحقین کو تبلیغ کی ۳ مقامات پر درس دیا ۴ مقامات پر خطبہ دیا۔ ماہ زیر رپورٹ میں تبلیغ کے لئے ۶۰ میل پیدل سفر کیا ۸۷ میل بذریعہ لاری۔ مہمانوں کی مہمان نوازی کی۔

(۴)

ضلع سیالکوٹ کے ۵ دیہات میں میاں محمد دین صاحب مبلغ نے پیدل دورہ کر کے دعوے حضرت مسیح موعود "حضرت رسول کریم کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود کے متعلق"، "وفات مسیح" اور "نشانات مسیح موعود" وغیرہ مسائل پر لوگوں سے بات چیت کی۔ اگر کہیں پر لوگوں کی طرف سے اعتراضات ہوئے تو ان کا جواب دیا گیا۔

(۵)

مولوی عبدالغفار صاحب مبلغ ڈیرہ غازیخان ماہ اگست کی رپورٹ میں اطلاع دیتے ہیں کہ اسلامی جماعت کے دوستوں سے تبادلہ خیالات ہوتا رہا لٹریچر تقسیم کیا، لائبریری سے کتب مطالعہ کے لئے دیں۔ پھر دین دوستوں سے مل کر مختلف مسائل پر گفتگو ہوئی۔ یارو۔ باطل۔ جابری۔ کالا۔ ان چار دیہات کا سائیکل پر تبلیغی دورہ کیا۔ ایک مولوی کے بیہودہ اعتراضات کے سنجیدگی کے ساتھ جوابات دیئے گئے۔ اور اس صدی کے مجدد کی حقیقت سے ان لوگوں کو آگاہ کیا۔ چندہ بھی وصول کر کے ارسال مرکز کیا۔

(۶)

چوہدری محمد سعید صاحب بھنڈ ضلع سیالکوٹ نے ماہ اگست میں ۲۱ افراد کو باقاعدہ تبلیغ کی۔ درس دیا۔ اور احباب کو ادائیگی چندہ کی طرف توجہ دلائی۔

احباب جماعت کو بدظنی اور نکتہ چینی سے اعراض کرنے کے متعلق تلقین کی جاتی رہی۔

اسلامک ریویو اور پیغام صلح کا خریدار بنایا گیا، اور جماعت کو تعمیری کام کی طرف توجہ دلائی گئی۔

(باقی کالم ملا کے نیچے)

تبلیغی رپورٹ

(بقیہ از کالم ۴)

ماہ اگست میں قاضی بشیر محمد صاحب مبلغ نے تقریباً ۳۰ غیر از جماعت دوستوں کو تبلیغ کی۔

تو مسلمین کی قریبی دو بستیوں میں جا کر تلقین کی گئی جس کے نتیجہ میں وہ لوگ جماعت کے اس کام سے بہت خوش ہیں۔ کچھ ٹریکٹ بھی تقسیم کئے۔

چندہ کے لئے چند ایک دوستوں کو ادائیگی کے لئے تیار کیا جنہوں نے کچھ دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔

(احمد یار افسر تبلیغ)

سیکرٹری صاحبان توجہ فرمائیں

حضرت صاحب صدر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ارشاد ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن ادائیگی نماز سے قبل احباب سے ہر مقام پر آنہ فنڈ جمع کرنے کا حسب سابق انتظام ہو۔ مبلغین حضرات اپنے اپنے حلقہ میں اس فنڈ کی ادائیگی کے متعلق احباب کو توجہ دلائیں۔

ابتداء میں جب حضرت امیر قوم مرحوم و مغفور نے اس فنڈ کی تحریک فرمائی تھی تو مرکز سے صندوقچیاں جماعتہائے میں بھیجی گئی تھیں، جو اکثر مقامات پر دوستوں کے پاس ہوں گی کسی جگہ پر نہ ہوں تو لکڑی کی چھوٹی صندوقچی وہاں کے دوست بنوا لیں۔

تحصیلین حضرات، سیکرٹری صاحبان اور جماعت کے دوسرے احباب باقاعدگی سے چندہ ماہوار مرکزی دفتر میں ارسال فرمائیں اور آنہ فنڈ کی جمع شدہ رقم بھی ہر ماہ ساتھ ہی بھجوایا کریں۔

احمد حسن اسسٹنٹ افسر تحصیل

خواتین کیلئے

دختران اسلام

(۲)

آج غیر اسلامی رسم و رواج کی پابندیوں اور تہذیب جدید کی فتنہ انگیزیوں نے مسلم خواتین کے دل و دماغ میں یہ تاثرات پیدا کر دیئے ہیں کہ ان کی زندگی کے فرائض صرف یہ ہیں۔ کہ گھر کے کاموں سے فارغ ہو کر اپنے وقت کا بیشتر حصہ اپنی تزئین و آرائش اور دلچسپ رنگین تفریحی مشاغل میں صرف کریں۔ اس کے سوائے ان کو کسی کام سے دلچسپی نہیں ہے۔ آج ایثار و قربانی جانبازی و سرفروشی کے واقعات ان کی نظر میں کچھ بھولے ہوئے افسانے ہیں۔ لیکن تاریخی شواہد سے یہ ثابت ہے کہ عہد رسالت کی مسلم خواتین نے مردوں کے دوش بدوش قربانی کی ہر منزل اور ایثار کے ہر مرحلے پر بیتابانہ اپنے آپ کو پیش کیا اور کلمۂ حق کو بلند کرنے اور باطل کو مٹانے کے لئے انہوں نے جو حیرت انگیز کارنامے سر انجام دیئے ان کی نظیر کسی قوم میں کہیں نہیں مل سکتی۔ یہ وہ جانباز خواتین تھیں جن کی گردنیں بارہا تلواروں کی امتحان گاہ بنیں جن کے پہلو تیروں سے آشنا ہوتے جو اکثر خاک و خون میں تڑپنے کے لئے بیقرار ہوتیں۔ ان کی صدائے حق سے ظلم و ستم کے ایوانوں میں تہلکہ مچ گیا۔ ان کے نازک ہاتھوں کی ایک جنبش نے قصرِ باطل کا تختہ اُلٹ کر رکھ دیا۔ آج ہم چند محترم خواتین کے کارنامے بیان کرتے ہیں تا کہ عہد حاضر کی مسلم خواتین ایثار و قربانی کے واقعات کو پڑھ کر خود اپنی حالت پر نظر ڈالیں اور اپنے اندر مجاہدانہ جذبات پیدا کریں۔

حضرت فاطمہؓ بنت ولید

حضرت فاطمہ بنت ولید حضرت خالد بن ولید کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔ استیعاب میں ان کی نسبت لکھا ہے کہ کانت فاطمة فاضلة عاقلة (حضرت فاطمہ بنت ولید نہایت ہی عاقل و فاضل خاتون تھی) حضرت خالد کو شروع سے فن سپہ گری سے دلچسپی تھی۔ اسی ذوق کی بنا پر انہوں نے گھوڑے کی سواری تیر اندازی اور تلوار کے کمالات حاصل کئے۔ قدرت نے ان کو ایک ایسا دل عطا کیا تھا جو عزم و استقلال اور جرأت و شجاعت کے جذبات سے معمور تھا۔

تاریخ ابن اثیر میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت ولید ۳ھ تک اسلام کی سخت مخالف تھیں۔ جنگ اُحد میں انہوں نے بت پرست زخمیوں کی تیمارداری کی۔ مجروحین کو میدان جنگ سے اٹھا کر لائیں اور کھانے کا اہتمام و انتظام کیا ۵ ذیقعد ۳ھ کو وہ بت پرستی سے بیزار ہو گئیں اور اسلام کی طرف مائل ہو گئیں۔ اسی تاریخ کو صبح کے وقت وہ حضور سرور عالم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ یا رسول اللہ! میں اپنی باطل پرستی پر بہت نادم ہوں۔ میرا یہ عقیدہ تھا کہ یہ بُت قابل پرستش ہیں اور قضاء قدر کے مالک ہیں اور ان کی مرضی سے نفع و ضرر پہنچتا ہے۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا یہ عقیدہ بالکل غلط ہے۔ ان پتھروں کی پرستش کو کوئی فائدہ نہیں۔ میں اس بات کو مانتی ہوں کہ عبادت کا مستحق صرف خدائے قدوس ہے جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے یہ چیز اسی نے پیدا کی ہے اور وہی تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔ میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتی ہوں اور یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میرے یہ گناہ معاف ہو سکتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا اللہ کا رحم و کرم وسیع ہے۔ اس کے بعد حضرت فاطمہؓ نے سچے دل سے اسلام قبول کیا۔

محبتِ رسول

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت فاطمہؓ نے اپنی زندگی کو اشاعت اسلام کے لئے وقف کر دیا۔ ان کو حضور سرور عالم سے بیحد محبت تھی اور وہ حضور کے احکام کی تعمیل کو اپنے لئے بہترین سعادت سمجھتی تھیں

امتیازی خصوصیت

حضرت فاطمہؓ نہایت خلیق شیریں زبان اور انکسار پسند تھیں۔ غریبوں کی خدمت اور بیماروں کی عیادت سے ان کو انتہائی دلچسپی تھی۔ جرأت و شجاعت ان میں بدرجۂ کمال موجود تھی۔ میدانِ جنگ میں وہ ہمیشہ بیتاب رہتی تھیں۔ اور خطرناک مواقع پر بھی ان کے استقلال میں فرق نہیں آتا تھا۔ ارادہ کی مضبوط تھیں۔ کامل غور و فکر کے بعد جو فیصلہ کرتیں اس پر آخر دم تک قائم رہتیں اور اپنے ارادوں کو پورا کرنے میں جان تک کی پروا نہ کرتی تھیں۔

مجاہدانہ کارنامے

اسلام میں داخل ہونے کے بعد حضرت فاطمہؓ ہر جہاد میں شریک ہوئیں اور ہر جنگ میں انہوں نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ ۶۲۹ء میں جب رومیوں سے مقابلہ ہوا تو حضرت خالد بن ولید نے زخمیوں کی مرہم پٹی اور مجاہدین کے کھانے کا انتظام ان کے سپرد کیا تھا۔ ۳۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت عاصمہ بنت عبداللہ ابن مسعود

حضرت عاصمہ رضی اللہ عنہا بھی ان مقدس خواتین میں ہیں جنہوں نے جنگ یرموک میں شرفِ جاں نثاری حاصل کیا جس وقت جنگ شروع ہوئی تو حضرت عاصمہ بیتابانہ قلب لشکر میں گھس گئیں اور انہوں نے اس قدر حزم اور استقلال سے تلوار چلائی کہ صفیں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ اختتام جنگ سے پہلے ان کے سینے میں ایک کاری زخم لگا اور اس کی تکلیف سے بیہوش ہو کر گر پڑیں۔ مگر بیہوشی کے عالم میں بھی تلوار کو جنبش ہوتی رہی۔ جب ان کو ہوش آیا تو بہت سا خون بہہ چکا تھا۔ اس جنگ کے بعد وہ کسی معرکہ میں شریک نہیں ہوئیں۔ ۱۳ھ میں ان کی شادی حضرت سہیلؓ ابن عمروؓ کے ساتھ ہوئی۔ شادی کے گیارہ سال کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت ناجیہ بنت سہیل

حضرت ناجیہ انصار کے بہترین خاندان قبیلہ بنو اسلم کی خاتون تھیں۔ ان کے والد حضرت سہیلؓ عرب کے مشہور تاجر اور قبیلہ بنو اسلم کے سردار تھے ہجرت کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ ان کا قبیلہ مدینہ سے کچھ فاصلے پر رہتا تھا۔ مگر یہ خود مدینہ میں رہا کرتی تھیں۔ حضرت ام المومنین ریحانہ بنت شمعون ان کی خاص سہیلی تھی۔ حضرت ریحانہ ارشاد فرماتی ہیں ناجیہ نہایت سنجیدہ خوبصورت اور ذہین لڑکی تھی۔ جو باتیں ایک سراپا حسین عورت میں ہونی چاہئیں وہ سب اس میں بدرجہ کمال موجود تھیں۔ طبع سلیم ذہن رسا فکر بلیغ اور عقل نکتہ سنج کے لحاظ سے بھی آپ سے بہتر قبیلہ بنو اسلم میں کوئی عورت نہ تھی۔

حضرت ناجیہؓ کو اشاعتِ اسلام سے بیحد دلچسپی تھی۔ ان کا یہ معمول تھا کہ مہینہ میں دو مرتبہ مختلف قبائل کی عورتوں کے پاس جایا کرتی تھیں۔ اور ان کے سامنے اسلام کے فضائل و محاسن بیان کرتی تھیں۔ ان کی تقریر نہایت دلچسپ ہوتی تھی۔ جب وہ عورتوں کی مجلس میں تقریر کرتیں تو ایک سکوت طاری ہو جاتا اور جب تک تقریر ختم نہ ہوتی عورتیں ہمہ تن متوجہ رہتی تھیں۔ اس کمال خطابت کے ساتھ ہی ان کا طرز عمل ہر امیر غریب عورت کے ساتھ نہایت درد آمیز تھا۔ جب ان کو یہ معلوم ہوتا کہ فلاں قبیلہ کی عورت بیمار ہے۔ اور اس کا کوئی ہمدرد نہیں تو وہ بیتابانہ اس کے پاس پہنچ جاتی تھیں۔ اور جب تک اسے آرام نہ ہوتا روزانہ اس کے لئے کھانا بھیجتیں اور اسکی تیمارداری کا فرض انجام دیتی تھیں۔ انکی یہ ہمدردی صرف مسلمان عورتوں تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ وہ ہر قوم کی غریب عورتوں کی خدمت اپنا فرض سمجھتی تھیں اور انکی اسی ہمدردی کی وجہ سے ہر قبیلہ کی عورتیں ان کی عزت کرتی تھیں۔

بچوں کیلئے

دانتوں کی صفائی

خدا کی کس کس نعمت کا شکریہ ادا کیجئے۔ ہاتھ پاؤں آنکھیں۔ ناک۔ زبان۔ غرضیکہ ہر عضو انسانی زندگی کی جان ہے۔ اگر کوئی عضو بدقسمتی سے زمانہ کے ہاتھوں کٹ جائے یا اپنی طاقت سے محروم ہو جائے تو جان جوکھوں میں پڑ جاتی ہے۔ اور زندہ مردہ کے برابر ہو جاتا ہے۔ زندگی کا لطف خاک میں مل جاتا ہے۔

دانتوں کو ہی لیجئے! کس قدر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہم مسلمان ان کو کسی شمار و قطار میں ہی نہیں سمجھتے دانتوں کی دیکھ بھال اور صفائی کو ہمارے روز مرّہ کے کاموں سے دور کا واسطہ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ حالانکہ ہم اس رسُول کی امت میں ہونے کا دم بھرتے ہیں جو پانچ وقت باقاعدہ مسواک کرتے تھے۔ اور علاوہ ازیں کھانے کے بعد بھی منہ اور دانتوں کو خوب صاف فرماتے تھے۔ اکثر آپؐ فرماتے کہ میں مسواک کو اتنی اہمیت دیتا ہوں کہ کبھی کبھی یہ خیال گذرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسں کو کہیں میری امت پر فرض نہ کر دے۔ لیکن ہم ہیں کہ اپنے پیارے رسول کی محبت و پیروی کا دم بھرتے ہیں لیکن آپ کے ایسے کام نہیں کرتے۔ باوجودیکہ ہم خوب جانتے بوجھتے ہیں کہ اس میں ہماری ہی بھلائی ہے۔

مسلمان شہریوں کے دانت کسی قدر صاف ہوتے ہیں۔ لیکن دیہاتیوں کے دانتوں کو دیکھ کر گھن آتی ہے۔ گویا جب سے پیدا ہوئے کبھی دانتوں کو صاف ہی نہیں کیا۔ پیلی پیلی میل کی تہ جمی ہوئی ہوتی ہے۔ منہ میں پانی بھر بھر کر لاتے ہیں۔ اور دانتوں کی بجائے ایک نہایت بدبودار سی دیوار نظر آتی ہے۔ جس پر پلستر کر دیا گیا ہو۔ اکثر لوگوں کے دانتوں میں کافی فاصلہ ہوتا ہے کھلے کھلے دانت۔ مگر اس خالی جگہ کو کھانے کے ذرات نے رفتہ رفتہ بھر دیا ہے۔ حتیٰ کہ دانتوں کے برابر اونچی جگہ ہو گئی ہے۔ ان کے پاس بیٹھ کر دیکھئے۔ اگر کہیں اتفاق سے ان کے منہ سے ہوا کا بھپکا آپ کی طرف آیا یقین ہو جائے گا کہ مردار کی سڑاند ہے۔ تعجب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو جب کہیں ان کی اس بھول کی طرف توجہ دلائی جاتی تو ہمیشہ یہی جواب ملا۔ کہ بابا وقت ہی نہیں ملتا ورنہ دانت صاف کر لیتے۔

آج ڈاکٹروں نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ یہ لوگ بڑے ہی بدنصیب ہیں۔ طرح طرح کی بیماریوں کا شکار رہتے ہیں۔ کبھی پیٹ کی شکایت ہے تو کبھی دانت کا درد۔ ہاضمہ درست نہیں رہتا۔ کچھ کھا نہیں سکتے۔ اور حکیموں، ڈاکٹروں کے پیچھے بھاگے پھرتے ہیں لیکن اتنا نہیں کر سکتے کہ ہمت کرکے ذرا دانت ہی صاف کر لیں۔ اور اگر پوری طرح دانتوں کی خبر گیری کریں تو لطف زندگی دوبالا ہو جائے۔ شہری لوگ عام طور پر برش کرتے ہیں۔ یہ بہت اچھی چیز ہے۔ لیکن برش زیادہ سخت نہیں ہونا چاہیئے۔ سخت برش مسوڑوں کو زخمی کر دیتا ہے۔ اور دانتوں کو چمکانے والے انیمل کا دشمن ہے۔ دانتوں کو کم از کم دن میں دو بار ضرور صاف کرنا چاہیئے۔ یعنی صبح اور شام کے کھانے کے بعد۔ سونے سے پہلے بھی صفائی نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ رات کو منہ میں کھانے کے ذرات رہے تو رات بھر سڑتے رہیں گے۔ اور بدبُو کا موجب ہونگے۔ صاف کرتے وقت برش کو اوپر سے نیچے لانے سے دانتوں کے درمیان درازوں میں ذرات نہیں رہنے پاتے۔ نمک سے بھی صاف کرتے ہیں۔ لیکن نمک زیادہ استعمال کرنا اچھا نہیں۔ اکثر دانتوں پر میل جم جاتا ہے۔ یہ پُر خوری اور دانتوں سے لاپرواہی کا نتیجہ ہے۔ اگر آپ کے دانتوں پر میل جم جائے تو تھوڑا سا مگنیشیا لے کر برش سے مل لو میل کی تہ اتر جائے گی۔

اگر دانتوں پر بدنما داغ پڑ جائیں تو کوئلے . . . .
. . . . . . کو خوب کوٹ پیس لو اور سرسوں کی ٹہنی سے مسواک بنا کر خوب ملو۔ ازاں بعد برش کر لو۔ اور خوب زور زور سے کلی کرکے منہ کو صاف کر لو یہ داغ جاتے رہیں گے۔

دانت صاف کرنے کے لئے پوڈروں اور پیسٹوں کے اشتہار اکثر اخبارات میں تمہاری نظروں سے گذرے ہوں گے۔ ان سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ بس اس کے سوا کوئی اچھی چیز نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مسواک سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ غور کیا جائے تو شہروں میں بھی جو لوگ مسواک کرتے ہیں ان کے دانت برش کرنے والوں سے اچھے رہتے ہیں۔ اس بارے میں دیہاتوں میں رہنے والے بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں ان کو چاہیئے کہ صبح سویرے اٹھیں اور تازہ مسواک کاٹ کر دانت اور منہ صاف کریں۔

مسواک کو خوب چبانا چاہیئے تاکہ مسوڑھے زخمی نہ ہوں۔ کیکر اور پھلاہی کی مسواکیں بہت مفید ہیں۔ اور ہر جگہ مل سکتی ہیں۔

کاش ہم دانتوں کی صفائی پر توجہ دیں۔ یقیناً بہت سی بیماریاں ہمارے پاس تک نہ پھٹکنے پائیں۔ اور ہم ایسے صحت مند رہیں گے کہ لوگ رشک کریں گے۔

(ق-ب)

بچے
اپنے صفحہ کے لئے مضامین بھجوائیں

بخش دے

اے خدا اب بخش دے پہلی سی طاقت پھر ہمیں
بھائیوں کی طرح ہو جائے محبت پھر ہمیں
تاکہ پھر اس عزم سے ہو کارواں اپنا رواں
تاکہ پھر اسلام کا دریا دنیا میں ہو رواں
ہر طرف اسلام کے چشمے اُبلتے ہوں یہاں
ہر طرف اسلام کا پرچم ہو لہراتا نشاں
دے ہمیں طاقت کہ پھر اسلام کے گلشن میں ہم
پائیں ہر اک پھول اور پھل میں تیرا ابرِ کرم
تیری رحمت سے ہوں یارب اس قدر مسرور ہم
ساری دنیا ہی کی بے چینی کو کر دیں دور ہم

(ش-خ)

بنگال میں اسلام

عہد مغلیہ سے قبل

مسلمانوں کی فتح بنگالہ سے کہیں پہلے اسلام اس سرزمین میں داخل ہو چکا تھا۔ اس سلسلہ میں مسلمان مشائخ مبلغین اور صوفیائے کرام کی مساعی جمیلہ کو بہت دخل ہے جنہوں نے عوام کے دلوں میں تبدیلی پیدا کی۔ اگرچہ اس وقت معاشری اور مذہبی حالات نے اسلام کی ترویج میں کافی مدد دی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کے تدبر نے بھی اسے مقبول عام بنانے اور لوگوں کے دل اس طرف راغب کرنے میں مدد کی۔ پھر بھی بلاشبہ اشاعت اسلام کا سہرا زیادہ تر ان مسلمان درویشوں کے سر ہے جنہوں نے ہمت و جرأت سے کام لیکر شمع ہدایت روشن کرنے کے لئے سب سے پہلے اس اجنبی سے ناآشنا سرزمین پر قدم رکھا۔ مخالف مذاہب کے پیشواؤں سے ملاقات کی اور انہیں بحث و مباحثہ اور زہد و تقویٰ میں شکست دے کر بالآخر ان کی جگہ خود لے لی اور اپنے گرد و پیش کے عوام کے قلوب کو اپنے کشف و کرامات اور فیوض باطنی سے مسخر کر لیا۔

زمانہ قدیم سے یہ بات مشہور ہے کہ عرب لوگ تجارت کی غرض سے بنگال کے ساحلی علاقوں میں آتے تھے اور اس زمانے میں ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ جس ملک میں جاتے اپنے تجارتی کاموں کے ساتھ ساتھ اسلام کا پیغام بھی لے جاتے۔ اس امر کی تحریری شہادت موجود ہے کہ نویں صدی عیسوی میں ایک مرتبہ ان عربوں کے جہاز رنبی کے ساحل سے پرے ایک حادثے کا شکار ہو گئے تھے۔ جو عرب اس حادثہ سے بچ گئے تھے انہیں اراکان کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ بادشاہ ان کے مذہب سے بہت متاثر ہوا اور انہیں مواضعات میں آباد کرا دیا۔ مسٹر جی۔ ای ہاروی نے اپنی "تاریخ برما" میں ان عربوں کے مذہبی مقامات کی تصریح کی ہے۔ بعض روایتوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس صدی کے لگ بھگ اور اس کے بعد بھی بنگال میں کچھ بزرگوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ ان میں شاہ سلطان بلخی ماہی سوار، بابا آدم شہید اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے نام خاص طور پر مشہور ہیں۔ ان حضرات کے متعلق جو روایات بیان کی جاتی ہیں وہ کس حد تک درست ہیں، اور انہوں نے بنگال میں کیا اثر چھوڑا۔ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب شاید کبھی نہ مل سکے۔ کیونکہ کسی مستند تاریخ میں ان کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔ بہرحال ایک بات واضح ہے اور وہ یہ کہ محمد بختیار خلجی کی فتح سے پہلے بنگال میں مسلمان بزرگوں کی آمد کا راستہ جاری رہا ہے۔ محمد خان کی تصنیف "مقتل حسین" میں جو بعد کے زمانے کی تصنیف ہے۔ اس علاقے میں مسلمانوں کی پہلی فتح اور مسلمان بزرگوں کی آمد کے متعلق کچھ روایات درج ہیں۔

ان صدیوں میں بنگالی معاشرہ عمرانی و مذہبی لحاظ سے ایک انقلابی دور سے گزر رہا تھا۔ یہاں کی آبادی جس میں غیر آریائی لوگوں کی اکثریت تھی، خاص طور پر جنوب اور مشرق میں، بدھ مت کی اخلاقی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس کی پیرو بن چکی تھی۔ اور گو رامائن، مہابھارت اور پورانوں کے ہر دلعزیز قصے کہانیاں ان کے دل و دماغ پر چھائے ہوئے تھے۔ پھر بھی ان کے مذہبی عقائد میں تنتر (یعنی سنسکرت کی قدیم مقدس کتابوں کی طلسمی عبارت) کو بہت دخل تھا۔ وہ اپنے تنتروں کے گیانی پُراسرار گرو سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ اور اس کا بیحد احترام اور پرستش کرتے تھے۔ بدھ مت اور ہندو مذہب میں کوئی کشمکش نہ تھی۔ کیونکہ گوتم بدھ کو وشنو کا اوتار خیال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس قسم کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ بدھ مت والے ہندو دیوتاؤں اور ہندو مذہب والے بدھ مت والوں کے دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے لیکن جہاں تک ذاتوں کی تقسیم کا تعلق ہے ہم ان کے بارہ میں قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے اگر قدیم روایات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ سینا دور میں ذات پات کے اصولوں کی تہذیب و اصلاح کی گئی اور نئے سرے سے ذاتوں کی تقسیم عمل میں لائی گئی۔ ممکن ہے کہ بعض علاقوں میں لوگوں کا رجحان پھر سے ہندو مذہب کی طرف ہو گیا جس کی وجہ سے ہم بدھوں کے کھنڈرات پر ہندو مندروں کو کھڑا پاتے ہیں۔ مثلاً مہاستھان میں۔ لیکن اگر ان چیزوں سے قطع نظر کر لی جائے تو ہمیں قطعاً معلوم نہیں کہ اس سلسلہ میں عوام کا کتنا دخل کیا تھا۔

اس زمانے میں ہم نایاب بختیار خلجی کے حملے اور لکھنوتی میں مسلمانوں کی سلطنت قائم ہو جانے کا حال پڑھتے ہیں۔ لیکن ان سورماؤں کے ہاتھوں غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کرنے کے متعلق کوئی بات معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ مسجدوں کی تعمیر اور مدرسوں کے قیام کی بابت ضرور معلومات فراہم ہوتی ہیں۔ طبقات ناصری میں صرف ایک شخص علی میچا کا نام ملتا ہے، جسے خود بختیار خلجی نے مسلمان بنایا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ اس جیسے اور کئی بہت سے آدمی مسلمان ہوئے ہوں۔ لیکن ان کا مقصد تمام تر مادی ہو گا۔ ایسی مثالیں صریحاً مستثنیات کے ضمن میں ہوتی ہیں۔ غیاث الدین خلجی کے متعلق سننے میں آتا ہے کہ وہ اہل علم و اہل سنت کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا اور ان کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرتا تھا۔ ایک دفعہ فیروزکوہ کا ایک امام زادہ اس کے دربار میں آیا اور اس نے ذکر امام علیہ السلام بیان فرمایا جس کے صلہ میں بیش بہا تحائف پیش کئے گئے۔ اسی تیرہویں صدی عیسوی میں لکھنوتی اور دہلی کے مابین گہرے تعلقات تھے اور گمان غالب ہے کہ نئے نئے صوبیداروں کی آمد کے ساتھ ساتھ بنگال میں نئے مسلمان پہنچتے رہے اور مشہور مشائخ کے مریدوں نے بھی اس علاقے میں اپنے پاؤں جما لئے۔ حضرت اشرف جہانگیر سمنانی کے ایک خط مرقومہ ۱۴۱۵ء سے ہمیں ان بزرگان دین کے مختلف سلسلوں کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ "سرزمین بنگال بھی کتنی عمدہ سرزمین ہے، جہاں مختلف مقامات سے بیشمار مشائخ اور فقرا آئے جنہوں نے اسے اپنا وطن بنا لیا ہے۔ مثال کے طور پر دیوگاؤں کو لیجئے جہاں شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی کے ستر ممتاز مرید ابدی نیند سو رہے ہیں، سلسلہ سہروردیہ کے کئی اور ممتاز بزرگ جہیں میں مدفون ہیں یہی حال دیوتلہ میں سلسلہ جلیلہ کے بزرگوں کا ہے۔ نارکوٹی کے مقام پر بھی شیخ المشائخ اور شیخ احمد دمشقی کے بعض بہترین رفقاء کے مزاروں کا پتہ چلا ہے سلسلہ قادر خانی کے بارہ بزرگوں میں سے ایک حضرت شیخ شرف الدین طوامہ کا مزار سنارگاؤں میں ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین منیری آپ کے خاص مریدین میں سے تھے۔ ان کے بعد حضرت بادعالم اور حضرت بدرعالم زاہدی گزرے ہیں۔ مختصر یہ کہ بنگال کے شہروں کا تو کیا ذکر کوئی قصبہ اور قریہ ایسا نہ تھا جہاں بزرگان دین نہ پہنچے ہوں اور آباد نہ ہوئے ہوں"۔

ان بزرگوں میں حضرت شیخ جلال الدین تبریزی اور حضرت بدرعالم کے نام خاص طور پر مشہور ہیں۔ موخر الذکر غالباً وہی بزرگ ہیں جنہیں بنگالی روایات کے مطابق شیخ بدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور آج تک بنگالی ملاحوں کے دل و دماغ پر ان کا قبضہ ہے۔ شیخ جلال الدین کے متعلق وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ شیخ جلال الدین تبریزی کے بارے میں یہ معلوم ہے کہ ان سے ابن بطوطہ نے کامرو میں ملاقات کی تھی۔ شیخ جلال کے نام کے ایک اور بزرگ سلہٹ کی درگاہ میں مدفون ہیں۔ ۱۲۱۵ء کے بعد کتبوں میں ان کا نام درج ہے جلال الدین شاہ نامی ایک اور بزرگ کا تذکرہ سنسکرت کی کتاب سکس سیکھودوا میں ملتا ہے۔ ممکن ہے یہ تمام ایک ہی شخص کے مختلف نام ہوں لیکن سنسکرت کی اس کتاب میں جو کہانیاں درج ہیں ان سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان مسلمان بزرگان دین نے غیر مسلم آبادی کو کس حد تک متاثر کر لیا تھا۔ ان حضرات نے اپنے کشف و کرامات، اپنی پرہیزگاری دانشمندی اور سب سے بڑھکر اپنی سادہ و بے لوث زندگی سے لوگوں کو بیش از بیش تعداد میں ان سے فیضان حاصل کرنے پر آمادہ کیا۔ کم از کم اس کتاب سے یہی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔

چودھویں اور پندرھویں صدی عیسوی میں اور بہت سے بزرگان دین بنگال آئے جن کا مسلمان بادشاہوں کے دربار میں بیحد احترام کیا جاتا تھا۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ سلطان فخر الدین کو فقراء سے اس قدر محبت و عقیدت تھی کہ اس نے ایک بزرگ کو سدکاواں میں اپنا صوبیدار مقرر کیا تھا.... سلطان فخر الدین نے حکم جاری کر دیا تھا کہ دریائی سفر میں فقراء سے سامان کا محصول نہ لیا جائے۔ اور جن کے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ نہ ہو ان کے کھانے پینے کا سامان کیا جائے جب کبھی کوئی فقیر کسی گاؤں میں پہنچے تو اسے نصف دینار دیا جائے"۔

الیاس شاہ کے کتبوں (۱۳۴۲ء) میں ایک اور بزرگ علاء الحق کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اخی سراج الدین کے جانشین تھے جن کا مزار گور کے مقام پر ہے۔ علاء الحق کے فرزند حضرت نور قطب عالم اس لئے مشہور ہیں کہ انہوں نے راجہ گنیش کے زمانہ عشرت میں سیاسی معاملات میں دخل دیا تھا۔ راجہ گنیش کے بیٹے نے جس کا اسلامی نام جلال الدین تھا۔ انہی کے اثر سے اسلام قبول کیا تھا یا نہیں یہ کہنا مشکل ہے۔ لیکن یہ بات یقینی معلوم ہوتی ہے کہ آزاد خیال ہندو تخت حاصل کرنے کے لئے اپنا مذہب تبدیل کرنے میں کوئی تردد محسوس نہیں کرتے تھے۔ اس زمانے میں اس قسم کی آزاد خیالی کی کافی شہادت ملتی ہے۔ پورنیہ کے شیخ حسین

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۳)

تحقیقاتی عدالت کی کارروائی

غازی سراج الدین منیر کا بیان

لاہور۔ ۵ ستمبر: تحقیقاتی عدالت کی بقیہ کارروائی درج ذیل ہے:

سوال۔ مقننہ کے متعلق یہ نظریہ کیا کہتا ہے؟

جواب :- میں نے اس کے متعلق کچھ زیادہ مطالعہ نہیں کیا۔

سوال :- کیا ریاست کا افادی نظریہ "لیسے فیئر" یعنی آزادیٔ عمل کے اصول پر مبنی نہیں؟

جواب :- جی ہاں۔

سوال :- شہریوں کی بہبود کے لئے سوچنا کس کا فرض ہے ریاست کا یا شہری کا؟

جواب :- ریاست کا۔

سوال :- کیا یہ ریاست کے افادی کا بالکل عکس نہیں؟

جواب :- بالکل نہیں۔

سوال :- تھامس ہابز نے "لیویاتھن" نام کی تصنیف میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے کیا آپ کو ان سے اتفاق ہے؟

جواب :- جی ہاں۔

سوال :- آپ جرمنی میں کب تھے؟

جواب :- میں وہاں ۱۹۲۶ء سے ۱۹۲۹ء تک رہا۔

سوال :- کیا آپ وہاں ہٹلر سے ملے؟

جواب :- میں نے اسے وہاں متعدد بار دیکھا۔

سوال :- اور اس کے وزیر نشر و اشاعت ڈاکٹر گوئبلز بھی؟

جواب :- جی ہاں۔

سوال :- اور اس کی بیٹی بولا کو؟

جواب :- جی ہاں میں اس سے بھی ملا۔

سوال :- کیا وہ آپ کی محبت میں گرفتار ہو گئی یا آپ اس سے محبت کرنے لگے؟

جواب :- دونوں میں سے ایک بھی بات نہیں۔

سوال :- کیا آپ نے اسے مسلمان کیا؟

جواب :- جی ہاں۔

سوال :- اب وہ کہاں ہے؟

جواب :- جرمنی میں۔

سوال :- اب اس کی طرف سے آپ کو کوئی خط آیا ہے؟

جواب :- جی نہیں۔ مجھے اس کا آخری خط ۱۹۴۶ء میں ملا تھا۔

سوال :- کیا آپ جمال الدین افغانی کے بہت مداح ہیں؟

جواب :- مجھے ان کے نظریات کی پیروی کا فخر حاصل ہے۔

سوال :- کیا انھوں نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ کوئی قول خواہ کتنا ہی صاف کیوں نہ ہو اگر اس میں دلیل سے تضاد پایا جاتا ہے تو فیصلہ دلیل کے مطابق ہونا چاہیئے کیا آپ کو اس سے اتفاق ہے؟

جواب :- جی نہیں۔ مجھے کسی ایسی دلیل سے اتفاق نہیں ہو سکتا جو قرآن کریم کی آیات محکمات بیّنات کے خلاف ہو۔

سوال :- کیا آپ حدیث کو مانتے ہیں؟

جواب :- جی ہاں۔ لیکن حدیث کو قرآن کریم کے تحت خیال کرتا ہوں۔

سوال :- حدیث کا پہلا مجموعہ کب مرتب ہوا۔

جواب :- رسول کریم کے تین سو سال بعد۔

سوال :- اگر میں یہ کہوں کہ رسول کریمؐ کی وفات کے بعد دو سو سال کے اندر یہ مجموعے مدوّن ہو گئے ——؟

جواب :- ہاں یہ صحیح ہے کہ یہ مجموعے رسول کریم صلعم کی وفات کے بعد دو سو سال کے اندر اندر مدوّن ہو گئے تھے۔

سوال :- جمال الدین افغانی کے نظریات کی پیروی کے باوجود آپ نے اپنے آپ کو احمدی اور غیر احمدی کی بحث میں الجھا کر کیوں گرا لیا؟

جواب :- میں سیاسی نظریات کی وجہ سے احمدیوں کے خلاف ہوں، وہ ریاست کو ختم کرتے اور اپنی ریاست قائم کرنے کی کوشش میں ہیں۔ اس لئے میں اس سیاسی تحریک کا مخالف ہوں۔ میں قادیانی تحریک کو صیہونی تحریک جیسا سمجھتا ہوں۔ میری رائے یہ ہے کہ اس تحریک کو قانونی طور پر بند کر دیا جائے جیسا کہ ٹراٹسکی کی تحریک روس میں اور کمیونزم امریکہ میں خلاف قانون قرار دی گئی ہیں۔

اس کے بعد گواہ سے کہا گیا کہ وہ اس قسم کی کم از کم اور ناقابل تردید شرائط بیان کرے جن کا کسی انسان میں ہونا مسلمان کہلانے کے لئے لابدی ہو۔ عدالت نے گواہ سے لفظ مسلمان کی صحیح تعریف کرنے کو کہا۔

جواب :- میرا خیال ہے کہ ہر وہ شخص مسلمان ہے جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر یقین رکھتا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتا ہے۔

سوال :- کیا آپ کا یہ مطالبہ کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے بعض مذہبی عقاید پر مبنی ہے؟

جواب :- جی ہاں۔

سوال :- اگر آپ پاکستان کے صدر بن جائیں تو آپ ان سے کیا سلوک کریں؟

جواب :- میں انسان ہونے کی حیثیت سے انہیں برداشت کروں گا۔ لیکن میں انہیں مذہبی تبلیغ کی اجازت نہیں دوں گا۔

سوال :- کیا آپ پاکستان میں اسلام کی تبلیغ کا حق اپنے لئے باقی رکھیں گے؟

جواب :- جی ہاں۔

سوال :- آپ پاکستان کے دوسرے کفار سے کیا سلوک کریں گے۔ کیا آپ انہیں مجلس مقننہ میں بیٹھنے کا حق دیں گے، کیا آپ انہیں نظم و نسق میں حصہ لینے دیں گے کیا آپ انہیں کسی سرکاری عہدے پر مقرر کریں گے؟

جواب :- میں انہیں مجلس قانون ساز میں بیٹھنے اور سرکاری عہدوں پر بھی فائز ہونے دوں گا اور قانون کے مطابق نظم و نسق چلانے کا حق یقیناً دوں گا۔

سوال :- کیا اسلامی قانون کے نفاذ کا کام بھی کفار کے ہاتھ میں دیا گیا ہے؟

جواب :- قانون اسلامی ہونا چاہیئے۔ اگر کارکن غیر مسلم ہوں تو پروا نہیں۔ وہ قانون کو مسلمانوں کی طرح نافذ کرائیں گے۔ اسلامی ملک میں جج بالکل انتظامیہ سے الگ ہوں گے غازی سراج الدین منیر نے کہا کہ مجھے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کے اس بیان سے پورا اتفاق ہے کہ اسلام میں مذہب اور سیاست میں کوئی تفرق نہیں۔ میں علامہ اقبال کے اس نظریہ کا بھی حامی ہوں کہ اسلام ایسی تحریک ہے جس میں سیاست اور مذہب کا امتزاج ہے۔

سوال :- کیا آپ نے کبھی اسلام کا عالمی تحریک کے نقطہ نظر سے مطالعہ کیا ہے؟

جواب :- میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کا پیغام اور نظریات عالمگیر ہیں۔

سوال :- آپ سیاسیات کے طالبعلم رہے ہیں اور آپ نے پی۔ایچ۔ڈی اور ایم اے (سیاسیات) کی ڈگریاں بھی حاصل کی ہیں۔ کیا آپ اس خیال سے متفق ہیں کہ سیاسیات ایک سائنس ہے؟

جواب :- یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ سیاسیات ایک سائنس ہے۔

سوال :- کیا ہر سائنس عقلیت پر مبنی ہوتی ہے،

جواب :- سائنس میں وحی یا الہام بھی اسی قدر اہم ہے جس قدر عقلیت۔

سوال :- مذہبی اصطلاح کی حیثیت سے الہام یا وحی سے جو کچھ مراد ہے کیا ان معنوں میں انہیں سیاسیات کی بنیاد بنایا جا سکتا ہے؟

جواب :- جی ہاں۔

سوال :- کیا آپ کسی کتاب کا حوالہ دے سکتے ہیں جس میں وحی یا الہام کو سیاسیات کی بنیاد بنایا گیا ہو؟

جواب :- میں کوئی حوالہ پیش نہیں کر سکتا۔ اور اس لئے آپ کو کوئی سند بھی پیش نہیں کر سکتا۔ میری ریاست قرآن مجید پر مبنی ہے۔

سوال :- کیا کسی مسلمان مفکر نے کبھی سیاست پر ایک سائنسدان کی حیثیت سے نظر ڈالی ہے اور اس میں اضافہ کیا؟

جواب :- میں اس کے جواب میں علامہ جمال الدین افغانی اور اقبال کے نام پیش کرتا ہوں۔

سوال :- کیا آپ کے خیال میں ان دونوں کی تحریریں باقاعدہ طور پر اس علم کے دائرے میں آتی ہیں جس کو سیاست کا نام دیا جاتا ہے؟

جواب :- جی ہاں۔

سوال :- سیاسیات کا بانی کون ہے؟

جواب :- میکاولی

سوال :- ارسطو کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب :- ارسطو نے اس مضمون پر لکھا ضرور ہے۔ لیکن نامکمل طور پر۔

سوال :- کیا ارسطو کے فلسفۂ سیاسیات کا کسی مسلمان مفکر نے بھی مطالعہ کیا ہے؟

جواب :- ابن خلدون نے اس پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

سوال :- آپ کا ابن رشد کے متعلق کیا خیال ہے؟

جواب :- وہ بہت بڑا متکلم تھا۔

سوال :- اس نے سائنس کی حیثیت سے سیاسیات پر کیا لکھا؟

جواب :- اس نے یونانی فلسفہ سیاست پر بہت کچھ لکھا ہے۔

سوال :- کیا یہ کہنا درست نہ ہو گا کہ سیاست کے متعلق ابن رشد ہی کے نظریات یورپ تک پہنچے، اور فلسفۂ سیاست کے متعلق یورپ کے ابتدائی اور عصری نظریات کی بنیاد ارسطو کی اسی تشریح پر ہے جو ابن رشد نے کی تھی۔

جواب :- جی ہاں۔

سوال :- اس نے اپنے فلسفہ سیاست میں عقلیت کو کیا مقام دیا؟

جواب :- سیاسیات میں عقلیت کو اوّلین جگہ ملنی چاہیئے۔

سوال :- کیا سیاسیات کا اسلامی نظریہ الہام پر مبنی ہے یا عقلیت پر یا دونوں پر؟

جواب :- دونوں پر -

تحقیقاتی عدالت میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا بیان

لاہور - ۶ ستمبر - حافظ کفایت حسین (ادارہ حقوق تحفظ شیعاں) نے پنجاب کے عرصہ لیت فسادات کی تحقیقات کرنے والی دو رکنی عدالت کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا کہ آل پارٹیز میں احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ مذہبی حیثیت رکھتا تھا۔

حافظ کفایت حسین نے عدالت کے سامنے جمعہ کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ اس مطالبہ کو سیاسی مطالبہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس مطالبے کے صرف اس حد تک حامی تھے جہاں تک اس کا مذہب سے تعلق تھا۔ انہوں نے عدالت سے یہ بھی کہا کہ مسجدوں میں سیاست کی تبلیغ کے حق کو وہ بالکل غلط تصور کرتے ہیں۔

عدالت کے ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایسے معاملات اگر فیصلے کے لئے حکومت کے سامنے پیش کر دیئے جائیں تو ان میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

گواہ نے جو صوبائی مجلس عمل کے رکن تھے کہا کہ مجلس عمل کی قرارداد میں پیش کئے جانے والے اس مطالبے کو ان کی ذاتی تائید حاصل تھی کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ چودھری ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے اور دوسری کلیدی اسامیوں سے احمدیوں کو ہٹانے کے مطالبے کے متعلق ان کی کوئی خاص رائے نہیں تھی۔ انہوں نے کہا کہ پہلا مطالبہ مذہبی تھا اور دوسرے دو مطالبے سیاسی تھے۔

سوال :- آپ کی کیا رائے ہے، پاکستان کی موجودہ حکومت سیکولر حکومت ہے یا اسلامی۔

جواب :- میں اسے مسلمانوں کی حکومت کہونگا میرے خیال میں پاکستان کی موجودہ حکومت ایک ایسی حکومت نہیں ہے جو مکمل طور پر مذہبی اصولوں کے مطابق چلائی جاتی ہے۔ پاکستان کا مطالبہ مذہبی اسباب پر مبنی تھا۔ میں موجودہ حکومت کو مسلمانوں کی حکومت سمجھتا ہوں اس لئے میں ایسے مطالبے کی حمایت بھی درست سمجھتا ہوں جس کی بنیاد مذہب پر ہو۔

سوال - راست اقدام کے متعلق قرارداد کے سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے -

جواب :- میں اس کا حامی نہیں تھا درحقیقت اس پر عمل درآمد کے لئے بھی جو کچھ ہوا اس سے مجھے صدمہ پہنچا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا بیان

ایک اور عالم عطاء اللہ شاہ بخاری نے بھی جمعہ کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ انہوں نے مذہب کو سیاست سے علیحدہ نہیں کیا تھا۔ یہ جواب انہوں نے عدالت کے اس سوال پر دیا تھا کہ وہ مسجد کو سیاسی سرگرمیوں کے لئے استعمال کرنا مناسب سمجھتے ہیں یا نہیں۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا کہ وہ مجلس احرار کے رکن تھے اور وہ اس تحریک میں ۱۹۳۰ء میں شامل ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ احرار جماعتی حیثیت سے پاکستان کے قیام کے حامی تھے۔

سوال :- کیا کسی احرار رہنما نے قائد اعظم کو جو پاکستان کے قیام کے لئے جدوجہد کر رہے تھے "کافر اعظم" کہا تھا۔

جواب :- میں نے سنا ہے کہ مولوی مظہر علی اظہر نے قائد اعظم کے متعلق یہ الفاظ نعماں کہے تھے۔

سوال :- پاکستان کے قیام کے بعد کیا کسی احرار لیڈر نے اسے پلیدستان کہا تھا۔

جواب :- جی نہیں۔

سوال :- کیا کسی احرار لیڈر نے اس کے قیام کے سلسلے میں پاکستان کے لئے یہ لفظ استعمال کیا تھا۔

جواب :- مجھے نہیں معلوم۔

سوال :- "تبلیغ" سرگودھا مورخہ یکم اپریل ۵۲ء کے مطابق ایک احرار مقرر نے مبینہ طور پر کہا تھا کہ چودھری افضل حق نے پاکستان کو پلیدستان ٹھیک کہا تھا میں پھر کہتا ہوں کہ انہوں نے جو کچھ کہا تھا وہ ٹھیک تھا۔ اور آپ کو بھی جلد معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ پلیدستان ہے۔ آپ ہی بتلائے جس ملک میں غریب فاقے کریں، مزدوروں کی حالت قابل رحم ہو، رشوت ستانی کا دور دورہ ہو۔ کسی شخص کی کسی شکایت کی طرف توجہ نہ کی جاتی ہو، وہ پاکستان ہے یا پلیدستان؟ کیا آپ کو اس کے متعلق کچھ معلوم ہے؟

جواب :- جی نہیں - یہ بالکل غلط ہے۔ کہ میں نے قائد اعظم کے لئے کبھی کافر اعظم کے الفاظ استعمال کئے تھے، اور نہ میں نے یہ کہا تھا کہ پاکستان بن گیا تو میں اپنی ڈاڑھی مونچھیں پیشاب سے تر کر کے منڈا دوں گا۔ درحقیقت میں نے جامع مسجد دہلی میں نماز جمعہ کے بعد نہایت منت و سماجت سے کہا تھا کہ میں قائد اعظم سے ملنا چاہتا ہوں تاکہ ان کے سامنے اپنا نقطہ نظر بیان کر سکوں۔

(اے پی پی)

بنگال میں اسلام

(بقیہ از صفحہ ۸)

دھکر پکشش جو مخدوم شاہ حسین اور بی بی کمال کے صاحبزادے تھے حضرت شاہ نور قطب کے ہمعصر تھے۔ ایک اور مشہور بزرگ مولانا عطا گذرے ہیں جن کا مزار سکندر شاہ نے دیوی کوٹ میں تعمیر کرایا تھا۔

یہ بتانا بہت مشکل ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے اشاعت اسلام میں کیا خدمات انجام دیں۔ البتہ شاہی سلاطین اور حبشی شاہی حکمران فطرتاً بڑے فراخ حوصلہ تھے اور ان کے زمانے میں ہندوؤں کو مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل تھے۔ اس زمانے میں ہمیں بنگال کی تاریخ میں ہندوؤں پر جزیہ یا اسی قسم کے کسی اور ٹیکس کا ذکر دکھائی نہیں دیتا۔ اس کے برخلاف ہم ہندوؤں کو اعلیٰ عہدوں اور فوجی منصب پر فائز پاتے ہیں۔ مگر تعلق یقیناً باہمی اختلاط و ارتباط کا باعث ہوا ہوگا۔ بعض ایسے واقعات بھی سننے میں آتے ہیں کہ رتن فا جیسے غیر ملکی حکمرانوں کو مسلمان بادشاہوں نے "تنکیا" کے ہندوانہ خطاب سے نوازا۔ سرکاری افسروں اور دستوروں کو مسلم خطابات دینے کا رواج عام تھا۔ اس سلسلے میں استثنا بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ جب اراکان کے جلا وطن راجہ کو اغلباً نصیر الدین محمود نے اس کی گدی واپس دلائی تو اسے اپنے سکہ پر کلمہ ثبت کرنے اور اسلامی نام اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا۔ یہ بتانا مشکل ہے کہ ایسا جبراً ہوتا تھا یا رضامندی سے۔ علاوہ ازیں کافی شہادت موجود ہے کہ مسلمان بادشاہ فقراء کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ان کے لئے خانقاہیں تعمیر کرتے تھے۔ گذارے کے لئے اراضیات عطا کرتے تھے۔ اور روزمرہ کی زندگی کے لئے ہر قسم کی سہولتیں مہیا کرتے تھے۔

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی ان بزرگوں کو غیر مسلم راجاؤں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ تو مسلمان بادشاہ ان کی امداد کے لئے فوجی کمک بھیجتے تھے۔ چنانچہ یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ کس طرح فیروز شاہ نے سلہٹ کے بزرگ شاہ جلال کو گور گوبند کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے امداد دی تھی، لیکن اس کی صداقت کے بارہ میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔

اس سے قطع نظر ایک اور قسم کے سورما بھی ہیں جنہوں نے اشاعت اسلام میں عملی طور پر امداد کی ہے۔ مسلمان سلاطین نے اپنے سپہ سالاروں خان جہان (جو باگیرہاٹ میں مدفون ہیں) ظفر خاں غازی اور کنتدار کے شاہ اسمٰعیل غازی کو اپنے اپنے علاقے فتح کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ جب یہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے تو ان کا اثر اس قدر پھیلا کہ لوگوں نے انہیں بزرگ تصور کرنا شروع کر دیا اور بیعت سے مقامی باشندے ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ پیر علی مسلمان کا واقعہ جو خان جہان کے سامنے ایمان لایا تھا اس قدر مشہور ہے کہ اس کا اعادہ تحصیل حاصل ہے۔

ان مسلمان بزرگوں کی خانقاہیں بالعموم ایسی جگہوں پر ہیں جو مقامی باشندوں کی نظر میں پہلے ہی سے اس لئے مقدس تھیں کہ ان کا تعلق ان کے پرانے گروؤں، مندروں اور پاٹھ شالوں سے تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب لوگوں کے جوق در جوق آنے سے ان بزرگوں کی پرہیزگاری، دانائی اور کشف و کرامات کا چرچا ہوا تو یہاں کے باشندوں کو ان سے اور بھی محبت و عقیدت ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے جوق در جوق ان کی خدمت میں آ کر فیضان حاصل کرنا اپنے لئے سعادت کا باعث سمجھا۔ بلکہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسلمان کہنے میں مطلقاً کوئی پس و پیش محسوس نہ کی۔ اگرچہ وہ اپنے بعض پرانے عقیدوں اور طریقوں پر قائم رہے۔ البتہ قدیم پیشواؤں کے ناموں میں تغیر و تبدل ضرور ہوا۔ چنانچہ سنیا پوران میں نرنجن رسا کا ایک واقعہ درج ہے جس کے مطابق برہما نے حضرت محمد اور وشنو نے پیغمبر کی حیثیت سے جنم لیا۔ ایسے واقعات سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس طرح پرانے خیالات نئے سانچے میں ڈھل رہے تھے۔

یہ عام تبدیلی جو اکا دکا لوگوں کے قبول اسلام کی بجائے ایک ہمہ گیر اثر کا نتیجہ تھی۔ یہ بنگال میں سیتا پیر نامی نئے مسلک کی غیر معمولی شہرت و مقبولیت کا باعث بنی، سیتا پیر نہ تو کوئی پیغمبر تھا۔ اور نہ کوئی بزرگ۔ بلکہ وہ محض ایک خیالی شخصیت تھی جس کے گرد دیو مالائی تصورات کا تانا بانا تیار کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں مختلف مقامات پر سیتا پیر کی درگاہیں نظر آتی ہیں اور اس کا نام بنگال کی عوامی کہانیوں میں عام طور پر سننے میں آتا ہے۔

غرض ان چھوٹی چھوٹی متفرق معلومات سے یہ پتہ چل جاتا ہے کہ ابتدائی بادشاہوں کے زمانے میں جب رواداری اور وسیع المشربی کا دور دورہ تھا بنگال کے لوگ مسلمان بزرگوں سے اثر پذیر ہو رہے تھے!

(ماخوذ)

بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا۔ کہ امریکہ میں بہت سے مسلمان آباد ہیں۔ ان کو ہر طرح کی مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ان کی عبادت کے طریقوں پر کوئی پابندی نہیں۔ مسلمان مبلغین کو بھی ملک میں آزادی کے ساتھ داخل ہونے اور تبلیغ کا کام کرنے کی اجازت ہے۔

امریکہ میں تین طرح کے مسلمان ہیں، ایک وہ جو مختلف مشرقی ممالک سے ترک وطن کر کے اپنے خاندان سمیت یہاں آ گئے۔ اور یہاں کاشتکاری۔ تجارت اور دوسرے کاروبار میں لگ گئے۔ یہ لوگ سالہا سال سے یہاں آباد ہیں اور ان کو امریکی رعایا کے تمام حقوق حاصل ہیں۔

دوسرا گروہ ان امریکنوں کا ہے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اور تیسرا وہ جو پیدائشی امریکی رعایا ہیں۔ مثلاً فلپائن کے دو اہم جزیروں کے باشندوں اور ملایا کے مسلمانوں کی اولاد ہیں۔ ان کی رگوں میں عرب خون ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے مشرقی اہل علم بھی ہیں۔ جو مختلف وجوہ سے امریکہ کے بڑے بڑے شہروں مثلاً نیویارک شکاگو بوسٹن اور کیلیفورنیا کے ساحلی شہروں میں مقیم اور آباد ہیں۔

خاص امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ آخری مردم شماری کی بناء پر اس تعداد میں جزائر فلپائن کی چار لاکھ ۳۷ ہزار کی آبادی بھی شامل کرنا چاہیئے۔

عام طور پر یہ تمام امریکی مسلمان خوشحال ہیں۔ جمہوریہ امریکہ میں انفرادی آزادی ہر شخص کو حاصل ہے۔ اور امریکہ کا باشندہ ہونے کی وجہ سے وہاں کا ہر مسلمان مکمل آزادی سے بہرہ اندوز ہے۔

بلند معیارِ شرافت

ان کی اقتصادی حالت بھی بہتر ہے۔ بحرالکاہل کے ساحل پر زرخیز قطعات اراضی اور باغات کے مالک ہیں۔ عرب درآمد برآمد کی تجارت کرتے ہیں۔ شامیوں نے سٹور قائم کئے ہوئے ہیں۔ اور ترکی اور ہندوستان کے بہت سے افراد یہاں کی یونیورسٹیوں میں پروفیسر ہیں۔ ان کے مکانات اتنے ہی شاندار ہیں۔ سلیقہ کہ دوسرے اہل امریکہ کے۔ یہ لوگ امریکہ کی سوسائٹی کے معزز اور خوشحال عنصر ہیں ان لوگوں کے خلاف رنگ و نسل اور مذہب کے سلسلہ میں کوئی تعصب نہیں برتا جاتا۔ اس کی دو خاص وجہیں ہیں اوّل یہ ہے کہ امریکی سوسائٹی میں بین الاقوامی عنصر بہت زیادہ ہے جس کی وجہ سے نسلی حدود وغیرہ سب ختم ہو گئے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک متوسط امریکی کے پاس اتنا فضل وقت نہیں ہوتا کہ وہ اسکو تعصب میں ضائع کرے وہ صرف کام کی تکمیل چاہتا ہے۔ بعض حصوں میں منگولوں یا حبشیوں کی مخالفت کی جو وبا کبھی کبھی موسمی بخار کی طرح کچھ عرصہ کے لئے پھیل جاتی ہے وہ اور ہی بات ہے اور مسلمانوں پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

کیلیفورنیا میں مسلمانوں کی بہت کم تعداد ہے مسلمانوں کا زیادہ منتشر امریکہ کے حرفتی اور تجارتی علاقوں میں یعنی شرقی اور شمالی ریاستوں میں آباد ہے اسی طرح ڈالراٹین میں دس ہزار، نیویارک میں پانچ ہزار۔ کلیولینڈ میں تین ہزار اور مساچوسٹ نیو جرسی پنسلوانیا کی ریاستوں میں دو ہزار مسلمان ہیں۔ اسی طرح جزیرہ رہوڈ میں پانچ ہزار ہیں۔ باقی ملک کے پورے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں

نشانِ ہلال

اس مسلم آبادی کی سب سے قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ ہلال شکل میں پھیلی ہوئی ہے (ہلال اسلام کا مذہبی نشان ہے) چنانچہ اگر ڈیٹرائیٹ ہلال کا بایاں ابتدائی نقطہ فرض کر لیا جائے تو یہ کلیولینڈ کی طرف مڑتا ہے۔ اور پٹسبرگ کی طرف جھکتا ہوا نیویارک کی طرف بلندی میں مڑتا ہے۔ اور نصف دائرہ کی شکل میں اوپر اٹھتا ہوا مساچوسٹس پر ختم ہوتا ہے۔

بروکلین میں مسلمانوں کی ایک عبادتگاہ ہے یہ ایک سہ منزلہ عمارت ہے اور اس کا انتظام وغیرہ سب کچھ اینگلو مسلم ایسوسی ایشن کے ہاتھ میں ہے اس انجمن کے بہت سے ممبر تاتاری ہیں۔ اور زبان بولنے والی دنیا کے بھی بہت سے باشندے ہیں اس کے علاوہ عرب، شامی اور فلسطینیوں کا ایک معاشرتی مرکز نیویارک میں بھی ہے۔ نیویارک کے مسلمان عربی زبان میں البیان نامی ایک اخبار نیویارک سے نکالتے ہیں نیویارک میں ہر سال کلام مجید کی دو تین سو جلدیں فروخت ہو جاتی ہیں۔

قبولِ اسلام

امریکہ میں اسلام کی تبلیغ پر کوئی پابندی نہیں پہلی جنگ عظیم کے بعد بہت سے ہندوستانی مبلغ امریکہ پہنچ گئے تھے۔ ۱۹۳۳ء تک تبلیغ اسلام کے چھ مرکز بن گئے تھے۔ یہ شکاگو، پٹسبرگ، سنسناٹی، انڈیاناپولس، ڈیٹرائیٹ، کنساس میں تھے امریکہ میں اب تک دس ہزار لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ احمدی مبلغین کے علاوہ مراقش کے مسلمانوں کا ایک تبلیغی ادارہ بھی کام کر رہا ہے۔ یہ ادارہ خاص کر امریکی حبشیوں میں تبلیغ کرتا ہے تاکہ اس نسل کو دوبارہ عروج حاصل ہو۔ ان کوششوں کا نتیجہ حبشیوں کے اسلام قبول کرنے کے علاوہ یہ بھی ہوا کہ یہ لوگ اپنے آپ کو اسپین کے مسلمانوں کی اولاد سمجھنے لگے ہیں۔ اس طرح ایک قسم کی نفسیاتی بلندی ان کو حاصل ہو گئی ہے۔

امریکہ کی نوآبادیوں میں بھی مسلمان کافی تعداد میں موجود ہیں۔ مثلاً جزائر فلپائن کو لیجئے۔ ان جزیروں میں سے ایک جزیرہ منڈاناؤ ہے۔ آب و ہوا اور وہاں کے رسم و رواج ملایا سے بہت ملتے جلتے ہیں جزیرہ سولو میں بھی مسلمان آباد ہیں اور یہ جزیرہ منذکرہ بالا جزیرہ کے قریب ہی ہے۔

مغربی دنیا کے مسلمان

اس علاقہ میں مذہب اسلام چودھویں صدی عیسوی میں پہنچا۔ ان جزائر کی ملکیت کئی مرتبہ تبدیل ہوئی۔ مگر یہاں مسلمانوں کے مذہب اور مسلمانوں کے املاک کو جو تحفظ حاصل تھا اس میں کوئی خلل نہیں پڑا۔ اس طرح ان دور دراز علاقوں کا حکمران طبقہ مذہب اسلام سے تعلق رکھتا ہے اور اپنے مذہب کا پابند ہے۔

یہاں اسلام ملایا، سماٹرا اور جاوا سے آیا تقریباً ہر سڑک پر ایک نہ ایک مسجد ہے اور شاید ہی کوئی ایسا قریہ یا گاؤں ہو جس میں ایک نہ ایک حاجی موجود نہ ہو۔ ہر سال سینکڑوں لوگ یہاں سے حج کے لئے مکہ معظمہ جاتے ہیں۔ ان کے اس جوش اسلامی کی قدر آپ کی نظر میں اس وقت ہوگی جب آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ یہ لوگ جدہ میں پچاس دن کے سفر کے بعد پہنچتے ہیں۔

یہ باشندے مورو مس کہلاتے ہیں۔ کیونکہ ۱۵۶۵ء میں جب اہل اسپین فاتحانہ حیثیت سے یہاں آئے۔ تو ان کو یہاں بہت اچھی طرح منظم مسلمان ملے جن کو وہ زیر نہ کر سکے۔ ان اسپین والوں نے ان مسلمانوں کو موروس کا نام دیا اور تمام مسلمانوں کو اسپین کے ساتویں صدی والے مسلمانوں سے متعلق کر دیا۔

یہ نام آج تک رائج ہے۔ منڈاناؤ کے مشرقی ساحل پر جو سمندر ہے۔ وہ بھی اسلامی نام سے موسوم ہے اور خلیج مورو کہلاتا ہے۔ ان لوگوں کی تعزیرات ملک عرب کی زبان میں ہے۔ اور اختلاف کی صورت میں زبان عربی والا ترجمہ زیادہ مستند سمجھا جاتا ہے۔

مضمون نگار حضرات سے

جماعت احمدیہ کے مضمون نگاروں کی خدمت میں کئی دفعہ گذارش کی گئی ہے کہ وہ اپنے قومی اخبار "پیغام صلح" کے لئے موجودہ مسائل پر مضامین بھجوائیں لیکن ابھی تک ہماری یہ گذارش صدا بصحرا ہے۔ اب پھر یاد دہانی کرائی جاتی ہے۔ کہ ہمارے دوست اس طرف توجہ کریں۔ — جماعتیں اور قومیں افکار تازہ سے زندہ رہتی ہیں، ذہنی جمود سے ان کے قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے سوچنے والے دوستوں پر یہ حقیقت واضح ہے اس لئے امید ہے وہ ہماری اس گذارش پر فوری توجہ مبذول فرمائیں گے۔

— مدیر —

خط و کتابت
کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
منیجر

صرف تین ماہ کیلئے نصف قیمت پر

اَحَادِیثُ العمل

تین سال گذرے حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور علیہ الرحمۃ نے ایک کتاب بنام مقام حدیث شائع کی تھی جس میں وضاحت سے بیان کیا گیا تھا کہ شریعت اسلام میں حدیث کا مقام کیا ہے۔ احادیث کس طرح جمع ہوئیں اور ان شبہات کا ازالہ کیا گیا تھا جو حدیث کے ناقابل اعتماد ہونیکے متعلق پھیلائے جاتے ہیں۔ ہر مسلمان کیلئے جہاں قرآن کریم کا مطالعہ ضروری ہے وہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ شریعت اسلام میں حدیث کا مقام کیا ہے۔ احادیث کی کتب اپنی ضخامت کی وجہ سے متوسط طبقہ کے ہر شخص کو میسر نہیں اسلئے ایسے بہت سے لوگ ہیں جو احادیث میں دینی تفصیلات اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل جاننے سے تشنہ رہے۔ ۱۹۴۶ء میں بعض انگریز نومسلموں کے توجہ دلانے پر حضرت مولانا صاحب نے ایک انتخاب جو ۷۰۰ احادیث پر مشتمل تھا بنام مینول آف حدیث شائع کیا جس میں روزمرہ کی زندگی میں پیش آنیوالی احادیث درج ہیں۔ دینی کتب کی مانگ حوصلہ افزا نہیں مگر اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ پانچ سال کے میں یہ کتاب دس ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی اور اب اس کا اردو ترجمہ بنام **اَحَادِیثُ العمل** شائع ہوا۔ ہماری زبان اردو ہی ہم اخبارات میں اسے ہر دلعزیز بنانے کا پرچار کرتے ہیں۔ اس لئے اردو دان پبلک کا فرض ہے کہ انگریزی سے بڑھکر اس کی سرپرستی کریں، اور اردو ترجمہ کو مقبول تر بنانے کی کوشش کریں۔ کتاب بہترین قسم کے سفید ولایتی ۲۴ پونڈ وزنی کاغذ پر چھپی ہے اور ۲۲ × ۲۹/۱۶ کے ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ کاغذ اور جلد کی گرانی کے پیش نظر کتاب کی قیمت **دس روپیہ** تھی مگر احباب کے پیہم اصرار پر اسے **پانچ روپیہ** کر دیا گیا ہے۔

محصول ڈاک علاوہ ہوگا۔

منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

پیغام صلح مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۵۳ء - رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ - شمارہ نمبر ۳۴

زندہ نبی کی زندہ تعلیم

کا سستا ایڈیشن

اس کتاب میں حضور سرور کائنات محمد صلعم کی حیات طیبہ اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو قرآن و حدیث اور سنت کی روشنی میں جدید اسلوب اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا گیا ہے اس کتاب کے اسلوب اور جامعیت سے انگلستان کی ایک فرم کے کارپردازان اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اس کتاب کو بیک وقت انگریزی، فرانسیسی اور سپینی زبانوں میں شائع کر رہے ہیں۔ اس کتاب کی اصل قیمت **چار روپے** (-/۴/-) ہے لیکن بغرض اشاعت ایک سستا ایڈیشن حال ہی میں شائع کیا گیا ہے جس کی قیمت **ایک روپیہ** ہے۔ خود مطالعہ فرمایئے اور حسب گنجائش پانچ پانچ دس دس کاپیاں خرید کر اپنے حلقہ اثر میں تقسیم فرمایئے بحالات موجودہ اس کتاب کا خود پڑھنا اپنے اہل و عیال کو پڑھانا انتہائی ضروری ہے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے انگریزی میں خود لکھکر خود ہی اردو زبان میں ترجمہ فرمایا کتاب کی زبان اس قدر سلیس اور موثر ہے کہ دل میں اتر جاتی ہے۔ آج ہی کارڈ لکھکر بذریعہ وی۔پی۔ منگوایئے۔

ملنے کا پتہ **منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور**

ہفت روزہ پیغام صلح میں اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

منیجر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تار کا پتہ پیغام لاہور

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ❊ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے - چھ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان کے ۔ ۱۲ ۔ ۸ روپے

سالانہ چندہ ممالک غیر ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر محمد آصف بی اے

جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نیا نہ پرانا۔

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

۴۔ صحابہؓ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے

۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ ۲۳ ستمبر ۱۹۵۳ء | نمبر ۳۵

حضرت صاحب صدر کا مکتوبِ گرامی

کنونشن کا بلانا صرف انجمن کے اختیار میں ہے

بخدمت شریف حضرت مولنا صدرالدین صاحب سلمہ اللہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔

آپ کا ایک طبع شدہ سرکلر مجھے آج روز موصول ہوا۔ مجلس مشاورت یا کنونشن کا بلانا آپکے فرائض منصبی سے نہیں ہے۔ آپ انجمن کی ہدایت کے مطابق ایسا کام کر سکتے ہیں۔ مجلسِ مشاورت یا CONVENTION کا بلانا صرف انجمن کے اختیار میں ہے۔ اور ایسے اجلاس مجلسِ منتظمہ کی منظوری سے بلائے جا سکتے ہیں۔ مجلسِ مشاورت کے لئے جسقدر تجاویز پیش کرنیکے لئے مختلف احبابِ سلسلہ نے انجمن کو بھیجی تھیں وہ قواعد و ضوابط کی رو سے مجلسِ مشاورت کے اختیار سے باہر تھیں۔ اسلئے مجلس مشاورت کو نہیں بلایا گیا۔ مجلس معتمدین کا اجلاس انشاء اللہ ۲۰ ستمبر کیلئے نہیں بلکہ ۲۷ ستمبر کیلئے بلایا گیا ہے۔ آپ ایک ایسا قدم اٹھا رہے ہیں جو نہ تو آپکے فرض منصبی میں سے ہے۔ اور نہ ہی آپکے اختیار میں ہے۔ لہذا بذریعہ اس عریضہ کے آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ قواعد و ضوابط انجمن کے توڑنے کی پیش قدمی نہ کریں جبکہ مجلسِ معتمدین کا اجلاس ۲۷ ستمبر کو ہو رہا ہے۔ تو پھر آپ کو اخلاقاً چاہیئے تھا کہ اس اجلاس کے فیصلہ جات کا انتظار کرتے۔ مجلسِ معتمدین اصل اور حقیقی طور سے SOVEREIGN باڈی ہے۔ مجلسِ مشاورت یا کنونشن میں بھی وہی امر پیش ہو سکتے ہیں جن کی انجمن اجازت دے۔ ایسی صورت میں آپ کا یہ فعل کسی طرح بھی مستحسن نہیں ہو سکتا۔ احبابِ جماعت کے متعدد افراد کے مشورہ سے یہ کہاں سے جواز ملتا ہے کہ کنونشن یا مجلسِ مشاورت بلائی جائے۔ آپ نوٹ کر لیں کہ اگر آپ اس کو CANCEL نہ کریں گے تو ہر قسم کے اخراجات جو اس پر ہونگے اسکے آپ ذمہ دار ہونگے۔ اور انجمن آپکے کسی فیصلہ کی پابند نہ ہوگی۔ اور آپکے اس رویہ سے جو نقصان انجمن یا قوم کو پہنچے گا اس کا معاملہ مجلسِ معتمدین میں پیش کیا جائیگا۔

نیازمند۔ میاں محمد

صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مورخہ ۲۱/۱۲ ستمبر ۵۳ء

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کا مکتوب گرامی

کنونشن کا بلانا غیر آئینی ہے

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ انعقاد کنونشن کے فیصلہ پر نظر ثانی کے لئے میں نے حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب کی خدمت میں چند معروضات پیش کی ہیں۔ میری خواہش ہے کہ آپ مہربانی فرماکر پیغام صلح کے ذریعہ انہیں احباب جماعت تک پہنچا کر مشکور فرمائیں۔

مولانا المکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ نے جو کنونشن ۲۷ ستمبر کو بلائی ہے اس میں شمولیت کے لئے دعوت نامہ خاکسار کو بھی موصول ہوا ہے۔ مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس کنونشن کے انعقاد کے لئے وجہ جواز میری سمجھ میں نہیں آئی۔ میری تحقیق میں جہاں تک اس کی حقیقت کا تعلق ہے، انگریزی زبان میں کنونشن پارلیمنٹ کے اس اجتماع کا نام ہے جس کا انعقاد شاہی حکم کے بغیر کیا جاتا ہے۔ گزشتہ زمانہ میں انگریزوں کے ہاں یہ رواج تھا کہ پارلیمنٹ کے کل یا بعض ممبر اگر کسی اہم قومی معاملہ کے جلد تصفیہ کے خواہاں ہوتے اور بادشاہ جس کے اختیار میں پارلیمنٹ کے اجلاس کو بلانا ہوتا تھا اسے بلانے سے انکار کرتا یا اس کے راستہ میں روک بن کر کھڑا ہو جاتا تو بعض ممبر اپنے طور پر پارلیمنٹ کے ممبران کو جمع کر لیتے جس سے ان کی غرض ایک تو یہ ہوتی کہ اس خاص معاملہ کے متعلق ممبران پارلیمنٹ کی رائے معلوم کر لی جائے اور دوسرے خود بادشاہ پر دباؤ ڈال کر اسے اپنے مطالبات منوانے پر مجبور کیا جائے لیکن یہاں تو یہ صورت نہیں ہماری پارلیمنٹ تو مجلس معتمدین ہے اور مجلس معتمدین کا اجلاس خود صاحب صدر نے بلایا ہوا ہے جو ۲۷ ستمبر کو نہیں جیسا کہ آپ کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ آپ کی کنونشن کے دوسرے دن یعنی ۲۸ ستمبر کو منعقد ہونے والا ہے پس آپ خود ہی غور فرمالیں کہ مجلس معتمدین کے اجلاس کی موجودگی میں کیا کنونشن کا بلانا بلا ضرورت نہیں باقی رہی مجلس مشاورت سو اول تو جو اہمیت اس کو دی جاتی رہی ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ کئی سالوں سے اس کا اجلاس کبھی بلایا ہی نہیں گیا اور نہ ہی اس کے نہ بلائے جانے پر جناب نے کبھی احتجاج کیا جب سے میں لاہور میں آیا ہوں اس کا پہلا اجلاس میں نے یہی دیکھا ہے جو صاحب صدر نے بلایا تھا سوائے مجلس کو جس کی حیثیت ہمارے بزرگوں کے دلوں میں یہ رہی ہو تو بلاتے کی وجہ سے آپ کا کنونشن منعقد کرنا بھی بظاہر سمجھ سے باہر ہے لیکن یہاں تو یہ بات بھی نہیں کہ صاحب صدر نے مجلس مشاورت کو بالکل نظر انداز ہی کر دیا ہو اور جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے اس کے حذف کا اعلان کر دیا ہو بلکہ جو اعلان سیکرٹری صاحب کی طرف سے ہوا ہے اس میں توصاف لکھا ہے کہ مجلس مشاورت کا اجلاس مجلس معتمدین کے اجلاس کے بعد کسی اور وقت بلایا جائے گا۔ یہ امر تو جناب سے بھی مخفی نہیں کہ ہمارے آئین میں تو کہیں نہیں لکھا کہ مجلس مشاورت کا اجلاس مجلس معتمدین کے ساتھ ہی منعقد ہوا کرے۔ جبکہ ایسا نہیں تو اگر سیکرٹری صاحب یا صاحب صدر نے کسی وجہ سے مجلس مشاورت کو اس وقت بلانا قرین مصلحت نہ سمجھا ہو تو اس میں کونسی قباحت لازم آتی ہے جس کی وجہ سے کنونشن کا فوری بلانا ضروری ہو جائے اور وہ بھی مجلس معتمدین کے اجلاس کی موجودگی میں۔ جو وجہ مجلس مشاورت کو نہ بلانے کی سیکرٹری صاحب کے اعلان میں بتلائی گئی ہے وہ بذات خود معقول اور کافی وزنی ہے لیکن اس کے علاوہ بھی میری رائے میں موجودہ مکدر فضا میں دانشمندی کا تقاضا یہی تھا کہ مجلس مشاورت کا اجلاس اس موقعہ پر ہرگز نہ بلایا جاتا اور فضا کا مکدر ہونا آپ سے مخفی نہیں فضا کو مکدر کس نے کیا ہے اس پر اس وقت بحث کی ضرورت نہیں لیکن جس کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ ایسے اجتماعوں میں ان خطرناک نتائج کے پیدا ہونے کا احتمال ہے جس سے آپ جیسے زیرک انسان بے خبر نہیں ہو سکتے۔

کنونشن کی عدم افادیت

اس امر کو بیان کرنے کے بعد کہ اس وقت کنونشن کا بلانا بلا ضرورت ہے میں جناب کی توجہ اس کی افادیت یا عدم افادیت والے پہلو کی طرف بھی منعطف کرانا چاہتا ہوں۔

پہلی بات

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جناب نے اپنی تحریر میں ان حالات کا قطعاً ذکر نہیں کیا جن میں سے قوم گذر رہی ہے اور جو آپ کے لئے کنونشن بلانے کا محرک ہوئے ہیں بلکہ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ وہ قوم پر بخوبی روشن ہیں۔ اب جبکہ قوم کو ان حالات کا صحیح اور یقینی علم ہی نہیں جن کی اصلاح کے لئے آپ نے کنونشن بلائی ہے تو احباب کس طرح ان کے متعلق غور کر کے آ سکتے ہیں۔ ایسے اہم قومی معاملات کے بارے میں فوری طور پر رائے قائم کرنے یا دینے میں جو خطرات ہیں وہ جناب سے مخفی نہیں۔ باقی رہا سنا سنایا علم سو وہ جیسا کہ آپ بخوبی جانتے ہیں صحیح اور یقینی علم نہیں کہلا سکتا۔

دوسری بات

دوسری بات جو اس سلسلہ میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ کی کنونشن میں نہ تو صاحب صدر ہوں گے اور نہ ہی سیکرٹری صاحب اور جن حالات کی آپ اصلاح چاہتے ہیں وہ آپ کے نزدیک یا تو انہی اشخاص کے پیدا کردہ ہیں اس لئے جو کچھ قوم کے سامنے پیش کیا جائے گا وہ انہی کے خلاف ہوگا تو جب یہ بزرگ مجلس میں موجود ہی نہ ہوں گے تو ان کا جواب کون دیگا اور بغیر ان سے جواب لئے اور ان کے دفاع کو سنے ان کے خلاف فیصلہ دے دینا کس طرح عدل و انصاف کے تقاضا کو پورا کر سکتا ہے آپ اس پر خود ہی غور فرمالیں مجھے اس پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اگر جناب کے نزدیک اس کنونشن کو بلانے سے آپ کے مدنظر کوئی آئینی اصلاح ہے تو اس کی ضرورت بھی اس لئے پیش آتی ہے کہ آپ کے نزدیک موجودہ خرابیاں موجودہ آئین کے غلط استعمال سے ہی پیدا ہوتی ہیں اس صورت میں بھی ان بزرگوں کو موقعہ دینا چاہیئے کہ وہ اپنے اوپر سے آئین کو غلط استعمال کرنے کے الزام کو دور کر سکیں بہرحال ان کی عدم موجودگی کنونشن کی غرض کو نہ صرف یہ کہ پورا نہیں ہونے دے گی بلکہ اس کو بیکار بھی بنادے گی۔

تیسری بات

تیسری بات جو میرے نزدیک بڑی اہم اور خاص طور پر قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح آپ کے نزدیک وہ حالات جن میں سے قوم گذر رہی ہے صاحب صدر یا ان کے ہم خیال لوگوں کے پیدا کردہ ہیں اسی طرح ان کے نزدیک وہ حالات آپ کے پیدا کردہ ہیں اور یہ امر اس خط و کتابت سے روشن ہے جو محترمی عبداللہ جان صاحب پشاوری نے اپنے ٹریکٹ "اپیل" میں شائع کی ہے۔ باوجود اس تمام احترام کے جو آپ کا میرے دل میں ہے میں نہایت ادب سے یہ عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اس مقدمہ میں جو قوم کے سامنے پیش ہونے والا ہے آپ کی حیثیت فریق مقدمہ کی ہے اور از روئے انصاف کسی فریق مقدمہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ جج کے سامنے تنہا پیش ہو کر اسے اپنے حق میں اور فریق ثانی کے خلاف کرنے کی کوشش کرے قوم اس وقت جج ہے اور آپ اور صاحب صدر فریقین کی حیثیت رکھتے ہیں جب تک آپ دونوں قوم کے سامنے موجود نہ ہوں یہ مقدمہ پیش ہو ہی نہیں سکتا اور آپ دونوں کی موجودگی صرف مجلس معتمدین میں ہی ہو سکتی ہے کنونشن میں صرف ایک فریق ہی موجود ہوگا اس لئے کنونشن صحیح اور منصفانہ فیصلہ صادر کرنے کے قابل ہی نہیں ہو سکتا پس اس لحاظ سے بھی اس کے انعقاد کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔

چوتھی بات

اس سلسلہ میں چوتھی بات جس کی طرف میں آپ کی توجہ پھیرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مجلس معتمدین کے جو ممبر آپ کے بلائے ہوئے کنونشن میں شریک ہوں گے اگر وہ یکطرفہ خیالات کو سن کر کسی رائے پر قائم ہو جائیں گے یا اس کا اظہار کر دیں گے تو مجلس معتمدین کے اجلاس میں جو رائے وہ دیں گے یہاں ممکن ہے کہ وہ تعصب سے خالی نہ ہو اس صورت میں مجلس معتمدین کی جو غرض ہے اسکے فوت ہو جانے کا بھی اندیشہ ہے۔

میں نے یہ معروضات آپکی اور سلسلہ کی خیرخواہی کو مدنظر رکھکر درد اور اخلاص سے بھرے ہوئے دل کیساتھ پیش کی ہیں امید کرتا ہوں کہ آپ بھی ان پر اسی مخلصانہ جذبہ کے ساتھ غور فرمائیں گے جس مخلصانہ جذبہ کے ساتھ یہ پیش کی گئی ہیں اسکے ساتھ میں یہ بھی امید کرتا ہوں کہ ان پر غور کرتے وقت اس قسم کی بدظنی کو کام میں نہیں لایا جائیگا کہ یہ عریضہ کسی کے ایما سے لکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ صواب کی طرف رہنمائی فرمائے اور ہمارے دلوں سے نفسانیت نکال کر انہیں للّٰہیت اور روحانیت سے بھر دے اور ہمیں تشتت و افتراق سے بچائے اور ہمیں کالبنیان مرصوص کا مصداق بنا کر ہماری توجہ خالص خدمت دین اور اسکے کلمہ کو بلند کرنے کی طرف پھیر دے جسکی اس وقت شدید ضرورت ہے وماذالک علی اللہ بعزیز۔ امید ہے کہ آپ ان گذارشات پر ٹھنڈے دل سے غور فرما کر کنونشن کی منسوخی کا اعلان کر کے مشکور فرمائیں گے۔

پیغام صلح

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۴ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ | نمبر ۳۵

قوم بنانے والے اور قوم کو تباہ کرنے والے

ایک اجتماعی مفکر کہتا ہے:-
"کیریکٹر اور سیرت والے لوگ قوم کو مضبوط اور شاندار بناتے ہیں۔ وہ ایسی خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں جو باقی لوگوں سے انہیں ممتاز کرتی ہیں۔ وہ صداقت اور قومی عزت ووقار کی خاطر مصائب کو برداشت کرتے ہیں اور نہایت قوت اور استقلال کے ساتھ اپنے موقف پر قائم رہتے ہیں۔ وہ بہادر اور بلند حوصلہ لوگ ہوتے ہیں وہ محنت شاقہ سے کام کرتے ہیں عام لوگ سوتے ہیں اور وہ جاگتے ہیں وہ جگر داری سے مخالف قوتوں اور دشمنوں پر فتح پاتے ہیں۔ وہ قوم اور جماعت کی عمارت کے ستونوں کو گہری بنیادوں سے تعمیر کرنا شروع کرتے ہیں اور انتہائی بلندیوں تک لے جاتے ہیں ان کی تحریر و تقریر سادہ مگر موثر اور جامع ہوتی ہے ان کا دماغ ساری انسانیت کے دماغ کا خلاصہ ہوتا ہے یہ لوگ انسانیت کی مثبت قوتوں کے علمبردار ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک دوسرا طبقہ بھی ہے۔ یہ لوگ منفی قوتوں کے ترجمان ہوتے ہیں۔ یہ قومی عمارت کی بنیادوں کو کھوکھلا کرتے اور بلندیوں کو پستیوں میں تبدیل کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ جس درخت کے شاخ پر بیٹھتے اور ساری عمر اس کے پھل کھاتے ہیں۔ احسان فراموشی کا ثبوت دیتے ہوئے مرنے سے قبل اس شاخ کو کاٹنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں یہ حرام خور دوسروں کی محنت پر زندہ رہتے اور کام سے بچنے کے لئے انتشار اور بشہ دوانی کو اپنی زندگی کا مستقل مسلک بناتے ہیں۔ یہ بہادر مردوں کی فتوحات اور کارناموں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن ساری عمر فتنہ گری سے اپنے محسنوں کو دکھ دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی زندگی مصنوعی اور سطحی ہوتی ہے ان کا انداز زعیمانہ ہوتا ہے لیکن ان کا دماغ ان کے حلق اور پیٹ میں ہوتا ہے۔ ذاتی اغراض کے لئے قوم اور جماعت کا اخلاقی معیار گرا دیتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو اقتدار کے لئے شرفا کو ذلیل کرتے اور کم ظرف لوگوں سے انکی پگڑیاں اچھلواتے ہیں —— پہلی قسم کے لوگ انسانیت کے محسن اور دوسری قسم کے لوگ انسانیت کے دشمن اور زمین کا بوجھ ہیں"۔

یہ اقتباس آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ہمیں کائنات میں اور اس زمین پر جو اس وسیع کائنات کا ایک معمولی گوشہ ہے روشنی اور تاریکی، نیکی اور بدی، مثبت اور منفی دو قوتیں ہی نظر آتی ہیں۔ انسانی اجتماع میں بھی یہی دو قوتیں کار فرما ہیں قوموں کا عروج وزوال بھی انہی دو قوتوں کی کشمکش کی داستان ہے۔ مسلمان نیکی کی قوت سے ابھرے اور سازش، تفرقہ اور انتشار کی ابلیسی قوتوں سے تباہ ہوئے قرطبہ، بغداد اور دہلی کے کھنڈرات اس تاریخی حقیقت پر خاموش گواہ ہیں مسلمانوں کی ہر ایک جماعت کے ہر ایک فرد کے لئے؎

؎ اس میں غور وفکر اور عبرت کا سامان موجود ہے قرآن مجید میں تاریخ اور رجال کی سوانح کو مطالعہ کرنے کا یہی اصول بیان کیا گیا ہے۔

میں نے صاحب صدر کی دعوت پر

کیوں لبیک کہا؟

حضرت مولانا شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری

گذشتہ دنوں صاحب صدر نے مجھے ایک دینی خدمت کے سرانجام دینے کی دعوت دی جس پر میں نے فوراً لبیک کہا میرے اس فعل کو بعض احباب نے تو صرف حیرت اور استعجاب کی نظر سے دیکھنے پر ہی کفایت کی اور بعض نے مختلف قسم کی قیاس آرائیوں سے کام لیتے ہوئے جو سب کی سب بدظنی پر مشتمل تھیں اپنی طرف سے اس پر رنگا رنگ کے حاشیے چڑھائے اور میری طرف وہ موٹو منسوب کئے جو محض خدا کے فضل اور اسی کی توفیق سے میرے جیسے انسان کے وہم گمان میں بھی نہیں آ سکتے تھے اس کے علاوہ بعض نے مجھے صاحب صدر کے ساتھ دینی کاموں میں بھی تعاون کرنے سے روکنے کی کوشش کی اور میری ہمت کو گرانے اور میرے حوصلہ کو پست کرنے کی انتہائی سعی کی لیکن چونکہ اس دعوت کو قبول کرنے کی بناء کسی دنیاوی منفعت کے حصول کی طمع اور امید پر نہ تھی بلکہ اس سے مقصود محض رضا الٰہی تھا اور اس کی محرک درحقیقت چند خوابیں تھیں جنہوں نے مجھے باوجود صاحب صدر سے شدید اختلاف کے اور بعض لوگوں کے ذریعہ ان کی طرف سے متواتر رنجیدہ کلمات کے پہنچتے رہنے کے ان کی طرف مائل ہونے اور ان کی آواز پر لبیک کہنے پر مجبور کر دیا اس لئے میرے عزم میں کوئی فرق نہیں آیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میں اپنی ان خوابوں کو پبلک میں لاؤں کیونکہ مامور من اللہ کے سوا کسی شخص کی خوابیں دوسروں کے لئے حجت نہیں ہوتیں لیکن چونکہ آجکل میں مختلف قسم کی بدظنیوں کا شکار ہو رہا ہوں یہاں تک کہ میرے عزیز ترین دوست بھی اس میں مبتلا ہو گئے ہیں اس لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ میں اپنے دوستوں اور احباب پر اپنی پوزیشن کو واضح کر دوں تا اگر وہ ان خوابوں سے فائدہ نہ بھی اٹھائیں تب بھی وہ کم از کم مجھے تو اس معاملہ میں معذور قرار دیکر اپنے ایک بھائی پر بدظنی کے گناہ سے تو محفوظ ہو جائیں۔

اب ذیل میں میں ان خوابوں کو لکھتا ہوں جو میرے لئے جناب صاحب صدر کی طرف مائل کرنے کی موجب ہوئیں۔

پہلی خواب ان میں سے پہلی خواب میری نہیں بلکہ میری اہلیہ محترمہ کی ہے جو انہوں نے حضرت امیر مرحوم کی زندگی میں انکی وفات سے بہت قبل دیکھی تھی میں چونکہ بسا اوقات ان کی خوابوں کی صداقت کو مشاہدہ کر چکا ہوں اس لئے اس خواب کی صداقت بھی میرے نزدیک یقینی ہے اور واقعات نے بھی اس کی صداقت پر مہر لگا دی ہے، وہ خواب یہ ہے انہوں نے دیکھا کہ کوئی بڑا آدمی قتل ہو گیا ہے اور پولیس نے ہمارے گھر کو گھیرا ہوا ہے اور لوگ جماعت کے ایک بزرگ کا نام لیکر (اس بزرگ کا نام لکھنا میں پسند نہیں کرتا) کہہ رہے ہیں کہ قتل تو انہوں نے کیا ہے لیکن نام ان کا لگا دیا گیا ہے یعنی خاکسار کا یہ خواب چونکہ حضرت امیر کی وفات سے بہت قبل دیکھی گئی تھی اس لئے اس کی طرف سے کافی عرصہ تک ذہول رہا اور اس وقت یاد آئی جبکہ دوسری خوابیں دیکھی گئیں میں اس خواب پر کچھ زیادہ لکھنا نہیں چاہتا اگر احباب کرام بنظر امعان اس کا مطالعہ کریں گے تو اس میں ان کو نہایت باریک باتیں نظر آئیں گی جو حضرت امیر مرحوم کی وفات سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ میں نے اس کا ذکر اس لئے کر دیا ہے کہ بعد میں جو خوابیں میں نے دیکھیں ان کے ساتھ اس کا ربط معلوم ہوتا ہے۔

دوسری خواب حضرت امیر مرحوم کے ٹرسٹ کے خلاف جو اپیل قوم کے نام شائع ہوئی اس پر چونکہ میرے بھی دستخط تھے اس لئے حضرت امیر مرحوم نے اپنے جواب میں میرے خلاف بھی سخت ریمارکس لکھے جن کے متعلق میں نے ایک تحریر ان کی خدمت میں بھیجی جو غالباً ان کے سامنے پیش نہیں ہوئی جماعت کے بعض احباب نے اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اس کا اظہار بھی مجھ سے کیا بہرحال پیشتر اس کے کہ اس تحریر کا جواب مجھے ملتا حضرت امیر مرحوم اپنے مولا حقیقی سے جا ملے، میرے دل میں یہ خلش رہی کہ ان کی زندگی میں میں اپنے دلی خیالات کا ان کے سامنے اظہار نہیں کر سکا اور نہ اپنے متعلق ان کی غلط فہمیوں کو دور کر سکا میں ان کی دینی خدمات کی دل سے قدر

(باقی بر صفحہ ۱۲)

ارشادات نبوی

جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

نیک لوگوں کی قلت سے قوم برباد ہو جاتی ہے

اُمّ سلمۃ قالت یارسول اللہ انہلک وفینا الصالحون قال نعم اذا کثر الخبث الخبث الزّنا - مالک

ترجمہ:- حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ نیک بخت لوگ بھی ہمارے درمیان ہوں گے؟ حضور نے فرمایا ہاں جب ناپاک، زانی لوگوں کی کثرت ہو جائیگی (اور انہیں روکنے والا کوئی نہ ہوگا یہ آیندہ زمانہ کے متعلق ہے)

شنیدم کہ ہر مرغ و مور و دواں
شود تنگ روزی ز فعل بداں

میں نے سُنا ہے کہ پرندوں کیڑوں اور چوپائے حیوانات کی روزی بھی بُرے آدمیوں کے بُرے کاموں کی وجہ سے تنگ ہو جاتی ہے۔

کسی کو حقیر نہ جانو

ان اللہ تعالیٰ اوحیٰ الیّ انّ تواضعوا حتّیٰ لایبغی احدٌ علیٰ احدٍ ولا یفتخر احدٌ - ابوداؤد -

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بذریعہ وحی (خفی) فرمایا ہے (کہ آپس میں تواضع سے پیش آؤ- یہ نہ ہو کہ ایک دوسرے پر زیادتی کرو- اور ایک دوسرے کی حقارت کے واسطے فخر کرو)

(۱) اے گل شوخ کہ مغرور بہاراں شدۂ
خبرت نیست کہ درپے چہ خزانے دارد صائب

(۲) خوش آں کساں کہ گذشتند پاک چوں خورشید ؛ کہ سایہ نیز بسوئے جہاں نیفگندند امیر خسرو

ترجمہ:- (۱) اے گُلِ نوخیز (خوش بخت آدمی) اپنے رنگ و بُو پر نہ اِترا (اپنے علم و ثروت پر فخر نہ کر) جو تجھے موسم بہار کی طفیل ملے ہیں (جو محض فضل الٰہی کی طفیل تجھے حاصل ہوا ہے)۔ کیا تجھے معلوم نہیں؟ کہ موسم خزاں تیرے پیچھے لگا ہوا ہے (حالت عُسر کو مدنظر رکھ) (۲) وہ لوگ بڑے ہی خوش قسمت ہیں جو حبط افعال الٰہی میں اور آفتاب جہان تاب کی طرح پاک و صاف گذر جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ مثل آفتاب اپنا سایہ بھی (خفیف سے خفیف لغزش اور بُرا نمونہ) جہان پر نہیں ڈالتے (صفحات تاریخ عالم پر نہیں چھوڑتے)

کامل ترین مومن مرقع حسن و اخلاق ہے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا و خیارکم خیارکم لنسائھم (الترمذی)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درجات ایمان میں کامل ترین مومن وہ ہے جو حُسنِ اخلاق میں بلند ترین مقام رکھتا ہے۔

خلل پذیر بود ہر بنا کہ مے بینی ؛ مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل است حافظ

ترجمہ:- ہر بنیاد جو کہ تو دیکھ رہا ہے برباد ہونے والی ہے۔ مگر محبت و مکارم اخلاق کی بنیاد بے خلل اور پائیدار ہے۔ اور بہترین انسان تم میں سے وہ ہے جو اپنی عورتوں (یعنی صنف نازک) کے ساتھ نہایت نیک مشفقانہ اور ہمدردانہ سلوک روا رکھتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کامل طور پر مظہر صفاتِ الٰہی تھے۔

(۱) مصطفےٰ آئینہ روئے خدا است ؛ منعکس در وے ہمہ خوئے خدا است

(۲) گر نہ دیدستی خدا - او را ببیں ؛ من رآنی قد رأی الحق ایں یقین (مسیح موعود)

مصطفیٰ تو اللہ تعالیٰ کے چہرہ کا آئینہ ہی اس میں خدا تعالیٰ کی تمام صفات منعکس ہیں (۲) اگر تو دیدار الٰہی سے مشرف نہیں ہوا تو اسے (آنحضرت صلعم) دیکھ - یہ حدیث یقینی ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق تعالیٰ کو دیکھ لیا۔

اخبار احمدیہ

الحاج حضرت شیخ میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، لائل پور میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

حضرت امیر مولنا صدرالدین صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور میں خیریت سے ہیں۔

گذشتہ پرچہ میں اطلاع درج ہوئی تھی کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۵۳ء کو پاکستان میل سے تبلیغی اغراض و مقاصد کے لئے ڈچ گائنا تشریف لے جا رہے ہیں۔ احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولنا کا اس سفر میں حامی و ناصر ہو، اور آپ کو ایسی شاندار کامیابی عنایت فرمائے جو اسلام اور سلسلہ کے لئے باعث برکت ہو، احباب سلسلہ کو چاہیئے کہ حضرت مولنا صاحب کو رخصت کرنے کے لئے لاہور ریلوے اسٹیشن پر ضرور تشریف لائیں۔

سانحۂ ارتحال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں انتہائی ملال سے سنی جائے گی کہ حضرت ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب لائل پور میں وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم نو مسلم تھے اور حضرت مسیح موعود کے دوستوں میں سے تھے۔ نہایت نیک اور معزز انسان تھے۔ اس صدمہ میں ہمیں ان کے خاندان سے گہری ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

ایک نہایت ضروری

اعلان

جیسا کہ اس سے قبل اعلان کیا جا چکا ہے مجلس معتمدین کا اجلاس مؤرخہ $\frac{9}{53}$ 27 بروز اتوار بوقت ۷ بجے صبح احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوگا۔ جملہ ممبران کی خدمت میں درخواست ہے کہ شمولیت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ چونکہ مجلس معتمدین کا ایجنڈا بہت طویل اور اہم ہے ممکن ہی ایک دن میں ختم نہ ہو سکے اس لئے مجلس مشاورت کا اجلاس اس وقت نہیں ہوگا۔ اس کیلئے تاریخوں کا اعلان بعد میں کیا جائیگا۔

احمد یار سیکرٹری $\frac{9}{53}$/۱۵

جماعت احمدیہ لاہور کی روحانیت

ہمارے

تبلیغی کاموں کی تاریخ

از حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

یسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی............ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا

دنیا میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ انسان ان آنکھوں سے ان مشاہدہ و بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہیں کر سکتا۔ لیکن اپنے اثرات اور نتائج کے لحاظ سے ان واقعات کے متعلق جو عام طور پر مشہور اور محسوس سمجھے جاتے ہیں۔ وہ باتیں زیادہ زبردست مشاہدہ سے دیکھی جا سکتی ہیں۔ فرمایا یسئلونك عن الروح۔ روح کے متعلق سوال کرتے ہیں کونسی روح؟ ایک تو انسانی زندگی کی روح ہے۔

روح کے معنی قرآن میں

لیکن قرآن نے مخصوص طور پر کلام الٰہی کے متعلق اس لفظ کو استعمال کیا ہے وکذلك اوحینا الیك روحا من امرنا۔ اور اس کلام کے لانے والے جبرئیل کو بھی روح الامین کہا ہے نزل به الروح الامین تو فرماتا ہے قل الروح من امر ربی یہ کلام یہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔ کیا مطلب؟ رب تو اس کو کہتے ہیں جو انسانوں کو اس کے کمال تک پہنچاتا ہے۔ رب کا لفظ عربی میں مخصوص ہے ان معنوں کے لئے گویا یہ توجہ دلانا مقصود ہے کہ وہ چیز۔ یہ کلام الٰہی جس کو تم محسوس نہیں کر سکتے۔ وہ میری ربوبیت کرنے والے سامانوں میں سے ایک بڑا سامان ہے۔

قل الروح من امر ربی میں قرآن مراد ہے

قرآن کریم کی کسی آیت کے معنے سمجھنے کے لئے ہمیشہ اس کے مقدم اور مؤخر سیاق و سباق کو دیکھنا چاہیئے۔ اور اگر بے جوڑ کر کے اسے پڑھنے لگو تو پھر کوئی ٹھکانا ہی نہیں رہتا۔ تو اس آیت کے سیاق و سباق کو اگر دیکھا جائے تو پہلے بھی قرآن ہی کا ذکر ہے۔ فرمایا۔ وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمة للمؤمنین پھر اس کے ایک دو آیتوں کے بعد یہ ذکر آتا ہے ویسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا پھر اس کے بعد آتا ہے ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیك ثم لا تجد لك به علینا وکیلا۔ جس طرح پہلی وحیوں کے زمانے ختم ہو گئے اس کو بھی لے جاتا کیوں نہ لے گیا؟ الا رحمة من ربك تیرے رب کی رحمت نے نہیں مانا کہ اسے لے جائے ان فضله کان علیك کبیرا اس کا فضل تیرے پر بہت بڑا ہے۔

قرآن کی زبردست طاقت

اس کے بعد فرمایا قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثله ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا لفظ جن مخفی طاقتوں پر بولا گیا ہے۔ بڑے لوگوں پر بھی بول دیتے تھے۔ تو فرمایا یہ جو تمام چھوٹے اور بڑے لوگ یہ ظاہر مخالف اور جو مخفی ہیں سب اکٹھے ہو جائیں۔ اور اس قرآن کی نظیر (بنا) چاہیں تو ہرگز نہیں بنا سکتے۔ اگرچہ ایک دوسرے کے معاون و مدد ہو جائیں۔ کیا سمجھتے ہو کہ یہ یونہی ایک دعوےٰ کر دیا ہے؟ نہیں بلکہ دنیا کو تسلیم کرنا پڑا ہے کہ قرآن وہ زبردست طاقت ہے جس نے دنیا کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہلا دیا۔ ملکوں کی حالت پلٹ دی، لوگوں کی ذہنیتیں بدل دیں، زمانوں کی حالت تبدیل کر دی۔ ایک صدی میں نہیں، ایک بیس سال کے عرصہ میں کچھ کا کچھ بنا دیا یہ ہے قرآن کی طاقت، روح نظر نہ آئے، ملائکہ نظر نہ آئیں، اس کو تم نہ دیکھ سکو جو تمہارے اندر ہے لیکن نتائج سے تم ان کو دیکھ سکتے ہو۔

روحانیت کس طرح نظر آ سکتی ہے؟

لوگ سوال کرتے ہیں روحانیت کیا چیز ہے یہ کچھ بھی چیز کوئی حقیقت اس کے اندر نہیں۔ یہ صحیح نہیں۔ روحانیت ایک قوت ہے، ایک طاقت ہے۔ قوت اور طاقت کو تم کس طرح دیکھ سکتے ہو۔ اسی طرح اگر تم چاہو کہ روحانیت کو ان آنکھوں سے دیکھ سکو تو نہیں دیکھ سکتے لیکن اس کے اثرات اور نتائج سے تم روحانیت کا روحانی طاقت کا مشاہدہ کر سکتے ہو۔ ایسا مشاہدہ جو آنکھ سے دیکھنے سے کسی طرح کم نہیں۔

روحانیت کیا چیز ہے؟

روحانیت اصل میں کیا چیز ہے خدا پر ایمان کی طاقت وہ طاقت جو خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ یہ کوئی معمولی چیز نہیں۔ یوں تو ایک فلسفی بھی جب اس نظام عالم کو دیکھتا ہے تو اسے خیال ہوتا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ خدا ہونا چاہیئے لیکن ایمان اور چیز ہے۔ وہ ایمان جو انبیاء پیدا کرتے ہیں وہ کیا چیز ہے۔ وہ ہے خدا سے تعلق پیدا کر دینا۔ اسی ایمان سے ایک قوت پیدا ہوتی ہے۔ جو بڑی کا بڑی قوتوں پر غالب آ جاتی ہے۔ دیکھتے ہو انبیاء کے مقابلہ میں ساری دنیا ایک طرف ہوتی ہے لیکن ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ ایک شخص سے ٹکر کھا کر ساری مادی طاقت فنا ہو جاتی ہے۔ ایک موسےٰ کے مقابلے میں فرعون کے تمام لشکر کوئی حقیقت نہیں رکھتے وہ اتنا ہی پیغام لاتا ہے ایک خدا کو مان لو۔ اس کا انکار کیا اور اپنی پوری طاقت اور ساز و سامان سے موسےٰ کو تباہ کرنا چاہا لیکن وہ ایک اکیلا انسان تباہ نہ ہو سکا۔ اور آخر کار وہی غالب آیا۔

نبی کریمؐ اور امت محمدیہ کی روحانیت

تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہی حالت آپ دیکھیں گے۔ ایک خدا پر اتنا ایمان آپؐ نے پیدا کیا کہ وہ تمام کامیابیاں جو امت محمدیہ کو حاصل ہوئیں وہ دلی ایمان کا نتیجہ نہیں، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ مسلمان جو بڑے فاتح اور بڑی خدمت خلق کرنے والے ہوئے ہیں۔ یہ کسی مادی طاقت کا نتیجہ تھا؟ نہیں یہ اس ایمان اور روحانیت کا نتیجہ تھا جو ان کے اندر پیدا کی گئی۔

صرف خشوع و خضوع روحانیت نہیں

لوگوں کو بعض وقت مغالطہ ہو جاتا ہے۔ یہ جو بعض وقت انسان نمازوں میں رو لیتا ہے، یہ جو جذبہ بعض وقت پیدا ہوتا ہے اس کو لوگ روحانیت سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ اس قسم کا جذبہ ایک بت پرست کے اندر بھی جب وہ بتوں کے آگے جھکتا ہے پایا جاتا ہے، ایک پیر پرست کے اندر بھی یہ جذبہ بہت بڑھ کر پایا جاتا ہے۔ ایک قبر پرست کے اندر بھی یہ جذبہ دیکھنے میں آتا ہے، ظاہری امد پیر میں مثالیں مل جاتی ہیں۔ کہ جس طرح خدا کے سامنے ایک انسان اپنے آپ کو عاجز بنا لیتا ہے، ایک پیر پرست قبر پرست اور بت پرست بھی پیروں، قبروں اور بتوں کے سامنے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اس کو روحانیت نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت مسیح موعود نے اس کو براہین احمدیہ حصہ پنجم میں حل کیا ہے جہاں ان آیات کی تفسیر کی ہے قد افلح المؤمنون الذین فی صلاتھم خاشعون۔ تو ظاہری طور پر خشوع و خضوع بت پرست میں بت کے سامنے۔ ایک پیر پرست میں پیر کے سامنے بھی پیدا ہوتا ہے لیکن ایک پیر پرست کو جس قدر جذبہ پیر کے سامنے پیدا ہوتا ہے وہ بعض نمازیوں کے جذبہ سے بھی بڑھ جاتا ہے کیونکہ وہ پیر کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتا ہے اس کی خوشی اور اس کی ناراضگی کو محسوس کرتا ہے، حضرت صاحب نے اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ یہ تمام جھوٹی چیزیں ہیں۔ جس طرح سونا ایک پائیدار چیز ہے اور گلٹ زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتا یہی فرق ہے اس غلط جذبہ میں جو پیر پرستی اور قبر پرستی میں پیدا ہوتا ہے وہ گلٹ ہے جو جلدی اتر جاتا ہے اور خدا پرست کا اثر زبردست اور مستقل ہوتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر نظر آتا ہے کہ ایک ملک، ایک قوم اور ایک زمانہ کے اندر نہیں بلکہ تمام ملکوں اور تمام قوموں اور سب زمانوں میں آپؐ کا اثر چلتا ہے، تو یہ مت خیال کرو، کہ ایک مسلمان پیر پرست، ہندو بت پرست سے بہتر ہے۔ پیر پرست اور قبر پرست اور بت پرست سب ایک ہیں، ان کے جذبات کوئی ایسی روحانیت پیدا نہیں کرتے جس کا کوئی مستقل اور دیرپا اثر ہو۔ خدا پرست کی روحانیت ہی دنیا میں دیرپا اثر پیدا کرتی ہے۔

جماعت احمدیہ لاہور کی روحانیت

شروع شروع میں جب ہمارا قادیانیوں سے اختلاف ہوا تو خدا کے فضل سے دلائل میں ہمارا پہلو ہمیشہ غالب رہا ہے تو بعض لوگ کہتے تھے کہ دلائل لاہور والوں کے ساتھ ہیں لیکن روحانیت قادیان میں ہے یہ اسی پیر پرستی کو دیکھ کر کہا جاتا تھا جو قادیان میں پائی جاتی ہے لیکن اس کا نتیجہ کیا ہے؟ یہ میں مانتا ہوں کہ پیر پرستی میں بھی بڑی بڑی قربانیاں ہوتی ہیں لیکن یہ جذبہ دیرپا نہیں ہوتا۔ اگر آپ اس روحانیت کو جو اس جماعت میں پائی جاتی ہے صحیح طور پر معلوم کرنا چاہیں تو ان نتائج و اثرات کو دیکھنا چاہیئے جو اس جماعت نے

دنیا میں پیدا کئے ہیں، جماعت کے اندر کمزور بھی ہوں گے لیکن مجموعی طور پر آج بھی جماعت لاہور روحانیت سے بہت بلند ہے۔ میں نے کہا تھا کہ روحانیت خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے ہوتی ہے۔ وہ تعلق کس طرح سے معلوم ہو۔ وہ ان نتائج اور اثرات سے معلوم ہو سکتا ہے جو اس جماعت نے پیدا کئے۔

جماعت لاہور کے کاموں کی تاریخ

مجھے کچھ تھوڑا سا غور کرنا پڑا اپنی جماعت کی حالت پر کہ کس حالت سے کس حالت پر وہ پہنچی ہے تو واقعات سے کیا معلوم ہوتا ہے۔ پہلے پہل جب باہر سے ان لوگوں کو بلایا جو خیالات میں ہمارے ساتھ متفق تھے۔ تو ان کی تعداد ۳۵ سے زیادہ نہ تھی۔ اس جماعت کی تاریخ کو اگر آپ پڑھیں گے تو حیران ہو جائیں گے اس وقت ابتدا میں یہ تو نہیں کہ کوئی خزانہ ہاتھ آ گیا تھا، ایک پیسہ تک ہمارے پاس موجود نہ تھا، نہ کوئی مکان تھا نہ کوئی مبلغ تھے۔ مگر اب ذرا دیکھئے ایک سرسری نظر ڈال کر۔ ۱۹۱۴ء میں یہ جماعت کھڑی ہوتی ہے۔ ۱۹۱۷ء میں مسلم ہائی سکول لاہور قائم ہوتا ہے۔ ۱۹۱۸ء میں قرآن شریف کا ترجمہ انگریزی چھپ کر آ جاتا ہے، اور وہ ایسی چیز ہے جس نے سینکڑوں لوگوں کے ایمانوں کو زندہ کر دیا اور جس کی قبولیت خدا کے فضل سے یہاں تک پہنچی کہ اس کی ۳۵ ہزار کاپی دنیا میں شائع ہو چکی ہے۔ ۱۹۲۰ء میں بدوملہی سکول کھلتا ہے۔ ۱۹۲۱ء میں برلن مشن قائم ہوتا ہے۔ ۱۹۲۳ء بدوملہی کا سکول ہائی سکول بن جاتا ہے۔ ۱۹۲۳ء میں ہی آنحضرت صلعم کی سیرت بزبان انگریزی شائع ہوتی ہے جس کے تراجم گیارہ ایشیائی اور چھ یورپین زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۹۲۴ء جاوا مسلم مشن قائم ہوتا ہے، جہاں سے جاوی اور ڈچ زبانوں میں بے شمار اسلامی لٹریچر شائع ہوتا ہے۔ ۱۹۲۵ء میں مسلم ہائی سکول لاہور کی عمارت لاکھ سوا لاکھ روپے کے خرچ سے تیار ہوئی۔ ۱۹۲۸ء میں برلن دار الخلافہ جرمنی میں ڈیڑھ لاکھ کے خرچ سے مسجد مکمل ہوئی۔ ۱۹۳۱ء میں قرآن شریف کا ترجمہ بزبان ڈچ شائع ہوا۔ ۱۹۳۶ء میں مسلم ہائی سکول کے بورڈنگ ہاؤس کی عمارت بنائی گئی ۱۹۳۶ء ہی میں ریلیجن آف اسلام شائع ہوئی۔ ۱۹۳۸ء میں ریلیجن آف اسلام کا ڈچ زبان میں ترجمہ شائع ہوا۔ ۱۹۳۹ء میں ہالینڈ مشن قائم ہوا۔ ۱۹۴۰ء میں قرآن شریف کا ترجمہ زبان میں شائع ہوا۔

یہ سب جماعت لاہور کی روحانیت کے نتائج ہیں

اب خدا کے لئے غور کرو اور اس تاریخ کو غور سے دیکھو کہ کس طرح یکے بعد دیگرے ایک سال چھوڑ کر کوئی نہ کوئی خدمت اسلام کا عظیم الشان مہم سر انجام پا جاتی ہے۔ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۴۰ء تک پندرہ سولہ عظیم الشان کام ہیں۔ جن میں سے ایک ایک پر کوئی قوم فخر کر سکتی ہے۔ تین ترجمے قرآن کے۔ تین مشن۔ دو ہائی اسکول، ایک نو سو صفحہ کی انگریزی کتاب جو بیش قیمت اسلامی معلومات سے پُر ہے۔ آنحضرت صلعم کی سیرت اور بے شمار چھوٹے چھوٹے رسائل جن میں علم کے خزانے جمع ہیں کیا کوئی مادی سامان تھا جس سے یہ سب کام ہو گئے کیا کوئی بیش قیمت خزانہ ہمارے ساتھ تھا؟ کچھ بھی نہیں۔ وہی روحانیت تھی۔ جو مجموعی طور پر اس جماعت میں پائی جاتی ہے، میں کمزور ہوں کوئی اور کمزور ہے یہ الگ چیز ہے۔ جماعت کی مجموعی حالت کو دیکھنا چاہیئے کہ کیا کیفیت ان کے اندر پائی جاتی ہے اور کیا اثر اس نے پیدا کیا ہے۔ ایک تعداد تھوڑی، کوئی مالی طاقت بھی ساتھ نہیں۔ اس کے برخلاف مخالفت کرنے والے بہت جو ہر قسم کی رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ قادیانی بھی ہمیں برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں، عام مسلمان بھی مخالف ہیں سوائے اس کے کہ ان فضل کان علیك کبیرا خدا کا فضل ہی ساتھ تھا جس نے یہ کام کرا دیئے اور کیا چیز تھی جس سے یہ سب کچھ ہو گیا۔

دوسری تبلیغی انجمنیں اور جماعت احمدیہ

آپ کے سامنے اس عرصہ میں اور بھی تبلیغی انجمنیں قائم ہوئیں۔ تصور کی انجمن دعوت و تبلیغ بڑے اہتمام اور زور و شور سے اٹھی، شدھی کی تحریک پر کئی انجمنیں برساتی کیڑوں کی طرح پیدا ہو گئیں لیکن آج وہ کہاں گیا۔ ایک اور بڑی انجمن جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ اسلام کے نام سے انبالہ میں قائم ہوئی جس کے ساتھ تمام مسلمان قوم کی ہمدردیاں شامل تھیں، لیکن آج بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ ایک طرف اس کو رکھئے جس کی پیٹھ پر تمام مسلمانوں کی طاقت ہے اور دوسری طرف یہ چھوٹی سی جماعت ہے جس کے خلاف تمام مسلمانوں کی طاقت ہے۔ مجھے افسوس ہوتا ہے ان بھائیوں پر جو روتے ہیں کہ ہمارا کام ٹھیک نہیں تبلیغ اسلام مسلمانوں پر فرض کی گئی لیکن اس کو ہاتھ ڈالنا بہت ہی مشکل تھا۔ جب کسی کے سامنے تبلیغ کا نام لو وہ اس سے گھبراتا ہے لیکن اس چھوٹی سی جماعت نے بے سروسامانی کی حالت میں اس کام کو ہاتھ میں لیا اور خدا کے فضل سے کتنی کامیابی اس کو ہوئی۔ آخر مسلمان کیوں تبلیغ اسلام نہیں کرتے۔ ان کے بڑے بڑے لیڈر اس بات کو روتے ہوئے گذر گئے۔ مولانا شبلی اسی بات کو روتے رہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد آج تو سیاسی میدان میں چلے گئے ہیں لیکن الہلال میں کبھی وہ اسی بات کو روتے رہے کہ کیوں مسلمان تبلیغ اسلام کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ لیکن کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ میں آج بھی کہتا ہوں اگر کسی میں ہمت ہے تو اٹھے اور اس کام کو ہاتھ میں لے۔ آخر خدا اور رسول کے ساتھ محبت کا دعوے ان کو بھی ہے۔ جیسے ہم کو۔ پھر کیوں وہ اس کام کو نہیں کر سکتے۔ ایک کمزور جماعت خدا کے فضل سے اور مجدد وقت کی پیدا کی ہوئی روحانیت سے، اس کام کو کامیابی کے ساتھ سر انجام دے رہی ہے۔

خوب یاد رکھئے۔ میں اپنے دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ تم زبردست طاقت کے مالک ہو۔ اس طاقت کو ضائع نہ کرو اس کو کام میں لاؤ۔ اکثر لوگ بے خبر ہیں ہمارے کام سے، ان کو خبردار کر دینا یہ تو آپ کے اختیار میں ہے۔

پونا سے ایک خط

پڑھے لکھے لوگوں کو ہمارے کاموں کا علم نہیں۔ جن کو علم ہو جاتا ہے وہ کھنچے ہوئے آ جاتے ہیں کل ہی ایک خط پونا سے آیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ جو کام جماعت احمدیہ لاہور کر رہی ہے دوسری کوئی جماعت نہیں کر رہی اس لئے میں اس جماعت میں شامل ہوتا ہوں۔ وہاں کوئی ہمارا مبلغ نہ تھا۔

جماعت کی ترقی تبلیغ اسلام کی تقویت ہے

پس یہ بات میں اپنے دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں۔ یہاں رہنے والوں سے بھی اور باہر کے لوگوں سے بھی کہتا ہوں کہ وہ دوسروں کو اپنے ساتھ لائیں۔ ہر ایک دوست دو دو چار چار کو لائے۔ اس سے جماعت کو ترقی ہو گی، اور جماعت کی ترقی سے مقصود کیا ہے، تبلیغ اسلام کی تقویت۔ اب وقت آ گیا ہے کہ حق کا غلبہ ہو۔ اس کے لئے کچھ تحریک کریں اور دوسروں کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کریں تاکہ یہ غلبہ جلد آ جائے اور اسلام کو ہمارے ذریعہ سے غلبہ حاصل ہو۔

(بقیہ از صفحہ ۹)

دلفریبیوں نے اپنی طرف مائل نہ کیا ہو۔ البنزان" دامن کبھی دنیا سے آلودہ نہ ہوا۔ (تہذیب التہذیب)

سعدیاں جملہ علمہائے دین است این
که بدانی من کیم در یوم دین — رومیؒ

ترجمہ:۔ تمام علوم کی جان یہ ہے کہ تجھے معلوم ہو کہ قیامت کے دن تیرا مقام کیا ہو گا۔

اس سے بڑھ کر ان کے زہد و تقوے کی کیا سند ہو سکتی ہے کہ خود زبان رسالت نے ان کو "رجل صالح" کی سند عطا فرمائی۔ (صحیح بخاری-۲)

یہ بہت بڑا مقام ہے اور یہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے ؎

(۱) تا نہ خاکت شود بسان غبار
تا نہ گرد د غبار تو خونبار

(۲) چوں وہندت بکوئے جاناں راہ
خود کن از راہ صدق و سوز نگاہ

(مسیح موعودؑ)

(۱) جب تک تیری خاک غبار کی طرح نہ ہو جائیگی

آپ کی برلن مسجد

(بقیہ از صفحہ ۔)

جس پر جس قدر بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ پھر یہ لیکچر کچھ لوگوں کو اس قدر پسند آئے کہ امام صاحب سے فرمائش کی گئی کہ اب وہ پاکستان اور مشاہیر اسلام پر بھی تقریریں کریں۔ اس طرح آپ کے پیارے پاکستان کو لوگوں میں مقبول کیا۔ آئندہ یہ کوشش برابر جاری رکھنے کا وعدہ کیا۔

آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا ہو گا کہ عام لوگ، حکام اور عمائدین شہر ہماری اس مسجد کو کس نظر سے دیکھتے ہیں، یہ ہی کا کوئی ایسا سرکاری و مذہبی اجتماع نہیں جہاں برلن مسجد کے امام کو نمایندگی کا حق حاصل نہ ہو۔

عیدین کے موقعہ پر تمام سفارتوں عمائدین شہر و حکام کو بلا قید مذہب و ملت دعوت نامے بھیجے جاتے ہیں۔ مسجد کو دلہن کی طرح سجایا جاتا ہے لوگ ایک ہجوم کی شکل میں وقت پر آتے ہیں۔ نماز ادا کرتے ہیں اور غیر مسلم حضرات پچھلے بنچوں پر بیٹھتے ہیں۔ عید کا خطبہ سن کر عید کی مبارکباد پیش کر کے اپنے اپنے گھروں کی راہ لیتے ہیں۔

سو اب آپ نے اپنی مسجد کو ہر زاویے سے دیکھ لیا۔ اب دیکھئے ان تمام سرگرمیوں کے نتائج بروز عید الفطر تین آدمیوں نے قبول اسلام کیا۔ یہ تعداد ہماری نظروں میں تھی اور عید کے بعد پوری ہمت سے یہ کام پھر شروع کیا، شکر ہے کہ خدائے باری تعالیٰ کا کہ عید الفطر کے بعد اور عید الضحیٰ کے دن ۱۲ آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ اور عید الضحیٰ کے بعد اب تک پانچ مزید اسلام قبول کر چکے ہیں۔ یعنی اس قلیل عرصہ چھ ماہ میں ہماری انتھک کوششوں کا خدا نے اس شکل میں بدلہ دیا کہ اکیس انسانوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ آپ حیران ہوں گے کہ ان نو مسلم بھائیوں میں ایک (نیو یارک) امریکہ کے باشندے ہیں، ایک سویڈن کے، اور کئی بھائی پی۔ ایچ۔ ڈی یعنی ڈاکٹر ہیں۔ شکر الحمد للہ۔

تو آیئے آپ بھی میرے ساتھ صدق دل سے خدائے برتر کے حضور میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیں۔

"اے خدا اس برلن مسجد پر کامیابی کے بادل برسا۔ اسے دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرما۔ ہمیں توفیق دے کہ اسی طرح صدق دل سے اسلام کی خدمت اس مسجد میں کریں، اور تو ہمیں کامیابیوں اور کامرانیوں سے سرفراز فرما، اسلام کا بول بالا کر۔ آمین"

خواتین کیلئے

مکتوب برلن ——— جناب شمیم امان صاحبہ ———

آپ کی برلن مسجد اور اس کی سرگرمیاں

اپنے محترم بہن بھائیوں کی دلچسپی کے لئے کہ ان کے غیر معمولی ایثار سے بنائی ہوئی مسجد کے ذریعہ سے یہاں کیا گرانبہا تبلیغی خدمات سرانجام دی جا رہی ہیں، میں نے یہ قلم اُٹھایا ہے۔

آپ کی یہ مسجد نہ صرف مسجد ہی ہے بلکہ ایک مکتب۔ ایک لیکچر ہال۔ اور ایک پروپیگنڈا مرکز بھی ہے جب میں یہاں آئی تو میرا خیال تھا کہ یہ بھی اور مساجد کی طرح ایک مسجد ہوگی جہاں نماز اور درس ہوتے ہونگے پر یہ خیال خیالِ خام تھا۔ اس مسجد میں اور دیگر مساجد میں زمین و آسمان کا فرق نکلا۔ نماز جمعہ اور تلاوت قرآن مجید تو ہر مسجد میں ہوتی ہے سو اس کا تو ذکر ہی کیا مجھے تو آپ کو اس مسجد کی خصوصیات پر روشنی ڈالنی ہے۔ اس کو اس کے مختلف زاویوں سے آپ کو دکھانا ہے۔

تو پہلے دیکھئے اسے ایک اسکول کی شکل میں۔ اتوار کو صبح ۱۱ بجے سے لے کر ۱ بجے تک مسلمان بچے یہاں جمع ہوتے ہیں۔ باقاعدہ حاضری کے بعد بچوں کو قرآنی تعلیم دی جاتی ہے۔ نماز سکھائی جاتی ہے۔ اسلام کے بنیادی اُصول سمجھائے جاتے ہیں۔ اور اسلامی تاریخ سے دلچسپ پیرائے میں قصے اخذ کرکے بتائے جاتے ہیں۔ بچے اس جماعت سے بہت فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ میرے خیال میں اگر اسی طرح کی جماعتیں پاکستان میں کھول جائیں تو کئی اخلاقی خامیاں جو ہمارے نوجوانوں میں پائی جاتی ہیں۔ وہ از خود ختم ہو جائیں۔

بروز پیر مسجد میں عربی زبان سکھانے کے لئے ایک خاص جماعت ہوتی ہے۔ یہ جماعت چونکہ بالغوں کے لئے ہے اس لئے ضروری ہے کہ شام کے وقت جب وہ کام سے فارغ ہوں اس وقت ان کو تعلیم دی جائے۔ چنانچہ یہ جماعت شام کے وقت شروع ہوتی ہے۔ اس جماعت سے مطلوب عربی زبان کو مقبولِ عام کرنا ہے۔ اس لئے یہ جماعت بھی بچوں کی طرح بلا کسی فیس کے ہے۔
منگل کو ایک جماعت برائے بالغان (ہر مذہب و ملت) شام کو سات بجے سے لیکر رات کے نو بجے تک ہوتی ہے شمولیت میں اکثریت غیر مسلموں یا عیسائیوں کی ہوتی ہے۔ اس میں تلاوت قرآن پاک، ترجمہ اور تفسیر بتائی جاتی ہے ازاں بعد ایک مباحثہ ہوتا ہے جسمیں حاضرین اپنے اپنے شکوک مذہب اسلام کے بارے میں بتا کر اپنی قلبی تسلی حاصل کرتے ہیں۔ یہ سوالات کئی دفعہ مذہبی حدود سے نکل کر اخلاقی، معاشرتی، تمدنی حد تک جا پہنچتے ہیں۔ دوسری طرف اسلامی تاریخ و موجودہ اسلامی ممالک اور ان کے نظام پر تنقید کرتے ہیں۔ کئی دفعہ اسلام کا مقابلہ دوسرے مذاہب بالخصوص عیسائیت سے کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات تو یہ سوال اس قدر اُلجھے ہوئے ہوتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے ظاہر ہے کہ ایسے سوالات کے جوابات کے لئے موجودہ زمانے کے ہر علم میں دسترس رکھنا یہاں کے امام کے لئے ضروری ہے۔ ورنہ اگر وہ لوگوں کو خاطر خواہ جواب نہ دے سکے تو لوگ دلچسپی لینا چھوڑ دینگے اور مسجد کی عزت پر حرف آئیگا۔

جمعہ کی نماز تو جیسا کہ میں پہلے گوش گذار کر چکی ہوں ہر مسجد میں ہوتی ہے پر یہاں آپ کو یہ بتانا ہے کہ جرمن مسلم کس قدر پختگی ایمان کے مالک ہیں۔ یہ مسلم برادران و خواہران کئی کئی میلوں کی مسافت طے کرکے نماز جمعہ کیلئے مسجد میں پہنچتے ہیں اندازہ اس سے لگائیں کہ سائیکل، ٹرام، بس اور لوکل ریلوے کے باوجود بعض اوقات گھنٹوں کا سفر ہوتا ہے۔ ہر جمعہ کو ان لمبے سفروں کا کرایہ دینا ہوتا ہے۔ اس دن تمام نمازی صحیح وقت پر باوضو ہو کر مسجد میں موجود ہوتے ہیں۔ شاذ ہی کوئی نمازی دیر سے آتا ہے۔

یہ تو ہے برلن مسجد ایک کتب کے رُوپ میں، اب آپ دیکھئے اس کا دوسرا رُوپ یعنی لیکچر ہال۔ مہینے میں ایک بار اور بعض اوقات دو بار بڑے پیمانے پر اسلام کے متعلق کسی موضوع پر لیکچر کا انتظام کیا جاتا ہے۔ لوگوں کو اس لیکچر کے لئے باقاعدہ دعوت نامے بھیجے جاتے ہیں۔ حاضرین میں جیسے پہلے عرض کیا جا چکا ہے ہر رنگ و نسل کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد کم از کم سو اور بعض دفعہ کئی سو ہوتی ہے۔ ہال میں سوائے آپ کے امام کے جو لیکچرار کی حیثیت سے بول رہا ہوتا ہے مکمل سکوت کا عالم ہوتا ہے۔ لوگوں کے تاثرات اور ان کی لیکچر میں دلچسپی کا یہ واضح ثبوت ہے لیکچر کے بعد سوال و جوابات مباحثے کی شکل میں ہوتے ہیں بلکہ ان کے لئے کم از کم ہفتے میں دو یا تین بار باہر بھی جانا پڑتا ہے کئی دفعہ میلوں کی مسافت طے کرنی پڑتی ہے ان لیکچروں کا موضوع بالعموم مذہب اسلام، تاریخ اسلام۔ پاکستان اخلاقیات اسلام و دیگر مذاہب۔ موجودہ دَور میں اسلام کی حیثیت کیا ہے۔ اس ضمن میں ایک لطیفہ بھی سُن لیجئے۔ میری موجودگی میں ایک پادری صاحب ۱۲ سے پندرہ سال کی عمر کے لڑکوں کی ایک پوری جماعت لیکر آئے اور کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا ایک عیسائی کس طرح مسلمان ہو سکتا ہے"۔ امام صاحب نے فرمایا" محترم اس کا زندہ ثبوت ... یہ امام مسجد برلن آپ کے سامنے ہے"۔ پادری صاحب۔ یہی تو میں سمجھنا چاہتا ہوں۔ اچھا تم دو روز تک ان کے سامنے اسلام پر لیکچر دو۔ تا کہ میں ان لڑکوں کا ردّ عمل دیکھوں۔ یہ کبھی عیسائیت کو نہ چھوڑیں گے۔ دو روز مسجد میں لیکچر ہو رہا ہے پادری صاحب بمع اپنے طالب علموں کے بیٹھے ہیں از حد غور و تنقیدی نظر سے لیکچر سُن رہے ہیں۔ لیکچر کے دوران میں دو لڑکے یکدم کھڑے ہوتے ہیں۔" امام صاحب امام صاحب ہم آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں جلد از جلد مسلمان بنا لیں"۔ پادری صاحب کھڑے ہوتے ہیں۔ پشیمانی کے باعث ایک رنگ آ رہا ہے ایک جا رہا ہے اسلام کی فتح کا سکہ ان پر جم چکا ہے لیکچر ختم ہونے سے پہلے ہی بمع اپنی جماعت کے واپس چلے جاتے ہیں۔

اب دیکھئے مسجد کی تیسری جھلک بحیثیت تبلیغی مرکز کے پروپیگنڈا سنٹر۔ جرمن ریڈیو جرمنی کی تاریخ میں پہلی بار برلن مسجد کے موجودہ امام نے بڑی کاوش سے ریڈیو پر اسلامیات کے موضوع پر تقاریر کا سلسلہ شروع کیا۔ پہلی بار ایک نصرانی ملک کے گھر گھر میں اسلام کی آواز کو پہنچایا۔ عیدالفطر اور عید الضحیٰ کو ملت کے نام پیام نشر کئے۔ یہ ایک ایسی کامیابی ہے

بچّوں کیلئے

گمشدہ برّاعظم

بچو! کیا تمہیں معلوم ہے کہ بعض مؤرخوں اور جغرافیہ دانوں کا خیال ہے۔ کہ جہاں بحر اوقیانوس جسے بحر ظلمات بھی کہتے ہیں۔ واقع ہے کسی زمانہ میں وہاں ایک برّاعظم تھا جسے اٹلانٹس کہا جاتا تھا۔ زمین کی بناوٹ میں ایک بہت بڑا تغیر ہوا۔ ایک طوفان آیا جس سے یہ برّاعظم غرق ہو گیا چنانچہ تمام مذہبی کتب میں جس طوفان کا ذکر ہے شاید یہی حادثہ ہے جس کی ہولناک یاد ابھی تک انسان کے حافظہ میں موجود ہے ——

لیکن حال ہی میں کولمبیا یونیورسٹی کے ڈاکٹر مورس یوئنگ جو ایک مشہور سائنس دان ہیں انہوں نے یہ انکشاف کیا ہے۔ کہ برّاعظم اٹلانٹس کبھی موجود ہی نہ تھا۔ کیونکہ انہوں نے متواتر ۱۳ سال تک بحر اوقیانوس کی گہرائیوں کا مشاہدہ کیا ہے اور وہاں پر کسی ایسے برّاعظم کے آثار نہیں پائے جاتے۔ ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ وہ تیرہ سال سے بحر ظلمات کی انتہائی گہرائیوں میں گھوم کر ان کا اچھی طرح سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ فوٹو بھی لئے گئے ہیں۔ اور ان کا تفصیل سے مطالعہ کیا گیا ہے۔ لیکن انہیں وہاں کسی ایسے غرق شدہ برّاعظم کی ادنیٰ[illegible] معمولی سی علامت بھی دکھائی نہیں دی۔ اس لئے یہ خیال ہی سرے سے غلط ہے کہ یہاں کبھی کوئی ایسا برّاعظم موجود تھا۔

انہوں نے کہا کہ اٹھارہ ہزار فٹ کی گہرائی میں جا کر فوٹو لئے ہیں لیکن وہاں دبے ہوئے مندروں اور شہروں کے کوئی آثار بھی نہیں ملے البتہ وہاں تنگ گھاٹیاں ہیں۔ عمیق درّے ہیں۔ بڑے بڑے میدان ہیں۔ سمندری دریا ہیں۔ جو بحر اوقیانوس کے نیچے بہتے ہیں۔ اونچے اونچے پہاڑ ہیں۔ جن کی بلندی دس ہزار فٹ تک ہے اور یہ بلندی سمندر کی سطح سے ایک میل نیچے ختم ہو جاتی ہے۔

وہ کہتے ہیں وہاں ایک بات بھی تو ایسی نظر نہیں آتی جس سے معلوم ہو سکے کہ کبھی یہاں کوئی برّاعظم غرق ہوا تھا ٭

دوستی

ایک مشہور تاریخ نویس لکھتا ہے۔ کہ میرے دو اور جگری دوست تھے۔ ان میں سے ایک بنو ہاشم کے خاندان سے تھا۔ ہم تینوں یک جان اور سہ قالب تھے۔

ایک دن میری بیوی نے کہا عید آ رہی ہے اور گھر میں کچھ بھی نہیں۔ ہم تو خیر گزارہ کر ہی لیں گے۔ لیکن ان ننھے بچوں کی خوشی کا خون ہوتے دیکھ کر میرا جی جلتا ہے۔ ہمسائے کے بچے کتنے خوشحال ہیں۔ بچوں کو کیا معلوم کہ ہم کس حال میں ہیں۔ کہیں سے کچھ بندوبست کر لو۔

میں نے فوراً اپنے ہاشمی دوست کو رقعہ لکھا اور اس سے امداد طلب کی۔ اس نے مجھے فوراً ایک ہزار درہم کی سربمہر تھیلی بھجوا دی۔ میں اس قدر رقم پا کر خوش ہو رہا تھا کہ اتنے میں تیسرے دوست کا رقعہ ملا اور اس نے اپنی حالتِ زار لکھ کر امداد طلب کی تھی۔ میں نے وہی سربمہر تھیلی قاصد کے ہاتھ اُسے بھجوا دی اور خود مسجد میں چلا گیا اور رات وہاں بسر کی۔ مجھے بیوی کا سامنا کرتے شرم آتی تھی وہ کیا کہے گی۔ دوسرے دن صبح گھر پہنچا اور سارا حال بیوی سے بیان کیا۔ اس نے یہ سُن کر مسرت کا اظہار کیا کہ ہمارے دوسرے بھائی کو تو اس سے فائدہ پہنچے گا۔

ہم دونوں میاں بیوی یہی باتیں کر رہے تھے۔ کہ میرا ہاشمی دوست آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں وہی سربمہر تھیلی تھی اور اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ دوست یہ کیا ماجرا ہے" تم نے مجھے جب خط لکھا تو اس وقت میرے پاس یہی سارا اندوختہ تھا۔ جسے میں نے تمہیں بھجوا دیا میں بالکل قلاش ہو چکا تھا اس لئے میں نے اپنے تیسرے دوست کو رقعہ لکھ کر امداد چاہی جواب میں میری سربمہر تھیلی مجھے بھجوا دی گئی ہے"

یوں ہم تینوں دوستوں نے ایک دوسرے کی مدد کرنا چاہی یہ واقعہ دوستی کی قابل قدر مثال تھی اور اس کی خبر خلیفہ مامون الرشید تک پہنچی تو اس نے ہم کو سات ہزار دینار بھیجے۔ ہم تینوں دوستوں کے لئے دو دو ہزار اور میری بیوی کے لئے ایک ہزار ٭

دُعا

اے دو جہاں کے والی — رُتبہ ترا ہے عالی
آیا ہُوں تیرے در پر — رحمت کی اِک نظر کر
سب دُور کر بلائیں — کر عفو سب خطائیں
عِلم و ہنر میں درجہ — کر میرا سب سے اُونچا
میں نیک نام پاؤں — دُنیا کے کام آؤں
ہر امتحاں میں میرے — تو کامیاب کر دے
اے دو جہاں کے مولا
رحمت ہے کام تیرا

حضرت عبداللہ رضؓ بن عمرؓ

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدی بلال نگر لاہور

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کو بوجہ صغر سنی باوجود ان کی درخواست کے جنگ بدر اور جنگ اُحد میں شرکت کی اجازت نہ ملی۔

البتہ جنگ خندق میں جو کہ ۵ھ کو واقع ہوا جبکہ آپ اپنی عمر کی پندرہ منزلیں طے کر چکے تھے آپ کو شرکت کی اجازت دی گئی (بخاری کتاب المغازی)

بیعت رضوان

صلح حدیبیہ میں بیعت رضوان کے موقع پر جو کہ ٦ھ میں واقع ہوئی ابن عمر رضؓ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے اور آپ کو بیعت رضوان کا شرف حاصل ہوا۔

خیبر

غزوہ خیبر میں مجاہدانہ رنگ میں شریک کارزار تھے۔ اس سفر میں آنحضرت صلعم نے حلال و حرام کے متعلق جو خاص احکام جاری فرمائے آپ (ابن عمرؓ) ان کے راوی ہیں۔ (صحیح بخاری)

فتح مکہ

فتح مکہ کے موقعہ پر آپ کی عمر ۲۰ سال کی تھی وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار مکہ کے بالائی حصہ کی طرف داخل ہوئے۔ اسامہ بن زید ان کے ساتھ سوار تھے۔ عثمان بن طلحہ رضؓ اور بلال رضؓ جلو میں تھے۔ حضور پُر نور نے صحن کعبہ میں اونٹ بٹھا کر کنجیاں منگائیں اور در کعبہ کھول کر تینوں ایک ساتھ داخل ہوئے ان بزرگوں کے بعد سب سے پہلے داخل ہونے والوں میں تھے۔

غزوۂ حنین

غزوہ حنین میں بھی مجاہدین کے ساتھ صف آرا نظر آتے ہیں۔

محاصرۂ طائف

محاصرۂ طائف میں بھی عبداللہ ابن عمر رضؓ پیش پیش تھے۔

حجۃ الوداع

حجۃ الوداع میں بھی شرکت کا انہیں فخر حاصل ہے۔

غزوہ تبوک

غزوہ تبوک میں بھی جو کہ ۹ھ کو پیش آیا شریک کار تھے چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم حجر کی طرف سے گذرے (یہ قدیم اقوام عاد و ثمود کی آبادیاں تھیں) تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کے مسکن میں داخل نہ ہو جنہوں نے (اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کر کے) اپنے اوپر ظلم کیا کہ مبادا تم بھی اس عذاب میں مبتلا ہو جاؤ جس میں وہ مبتلا ہوئے۔ اگر گذرنا ہے تو خشیت الٰہی سے روتے ہوئے گذر جاؤ۔ (بخاری کتاب المغازی)

عہد فاروقی

عہد فاروقی کی بعض فتوحات میں ابن عمرؓ نے شرکت فرمائی۔ لیکن ان فتوحات میں ان کا کوئی کارنامہ قابل ذکر نہیں۔ سلطنت کے انتظامی امور میں بھی ان کا کوئی حصہ نہیں جس کا غالب سبب یہ ہے کہ فاروق اعظم نے اپنے عزیزوں کو ان امور میں حصہ لینے سے روک دیا تھا۔ تاہم جہاں قوم کے نفع و نقصان کا سوال پیش آتا تھا تو باوجود حضرت عمر رضؓ کی سخت گیری کے رائے دینے سے نہ رکتے تھے۔

جب آپ کا (عمر رضؓ) یوم وصال قریب آیا اور ابن عمر رضؓ کو اپنی ہمشیرہ ام المومنین حفصہؓ کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت رضؓ کسی شخص کو اپنا جانشین نامزد کرنے کا خیال نہیں رکھتے تو موقع کی نزاکت اور آیندہ مشکلات پیش آنے کا خطرہ محسوس کر کے ڈرتے ڈرتے فاروق اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ نے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کسی کو اپنا جانشین منتخب فرمانے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ فرض کیجئے کہ وہ چرواہا جو آپ کی بکریوں اور اونٹوں کو چراتا ہے۔ اگر وہ گلہ چھوڑ کر آپکے پاس سے چلا جائے تو گلہ کا کیا حشر ہوگا؟ انسانوں کی گلہ بانی کا فرض تو اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔

- - - - - - - - حضرت عمر رضؓ نے اس معقول استدلال کو پسند فرمایا پھر سوچ کر بولے اللہ تعالےٰ خود اس گلہ کا نگہبان ہے اگر میں کسی کو اپنا جانشین نامزد نہ کروں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا جانشین نامزد نہیں فرمایا تھا اور اگر کر جاؤں تو بھی کوئی حرج نہیں کہ ابابکر صدیقؓ اپنا جانشین نامزد کر گئے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے بعد اپنی جانشینی کا مسئلہ مسلمانوں کی ایک جماعت جو کہ اکابر صحابہ پر مشتمل تھی سپرد کر دیا۔ تا کہ وہ ان کی جگہ جانشین نامزد کریں۔ (مسلم ۲)

عہد عثمانی

عہد عثمانی میں اگرچہ انہوں نے کوئی عہدہ قبول نہ کیا تاہم جہاد فی سبیل اللہ میں برابر شریک ہوتے رہے۔ شہادت عثمانؓ کے بعد لوگوں نے درخواست کی کہ آپ امیر ابن امیر ہیں ہم سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو آمادہ ہیں۔ فرمایا جہاں تک میرے امکان میں ہے اپنے لئے ایک پچھنے کے برابر مسلمان کا خون نہ بہنے دوں گا۔ لوگوں نے دھمکی دی کہ اگر آپ نے اس بارگراں کو اٹھانے سے ایسے نازک موقع پر پہلو تہی کی اور قوم کو خانہ جنگی میں مبتلا ہونے سے نہ بچایا تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے۔ لیکن انہوں نے اس دھمکی کی پروا نہ کی اور خلافت جیسے رفیع اعزاز سے جو اس وقت فتنوں کا مرکز بن گیا تھا اپنے کو بچایا (ابن سعد ۴) ؎

(۱) تلخ نبود پیش ایشاں مرگ تن
چوں روند از چاہ و زنداں در چمن (رومی)

(۲) جہان و کار جہان جملہ ہیچ در ہیچ است
ہزار بار من این نکتہ کردہ ام تحقیق (حافظ)

(۱) اللہ والوں کے نزدیک جسمانی موت تلخ نہیں ہوتی کیونکہ وہ مر کر گویا قید اور کنوئیں سے نکل کر باغ جناں میں جا پہنچتے ہیں۔
(۲) دنیا اور دنیا کا کاروبار تمام ہیچ در ہیچ ہے میں نے یہ نکتہ ہزار بار تحقیق کیا ہے۔“

بیعت علی رضؓ

مستدرک نے غسان بن عبدالحمید کی روایت نقل کی ہے کہ ابن عمر رضؓ نے اس شرط پر حضرت علی رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی کہ وہ ان کے ساتھ خانہ جنگی میں شریک نہ ہوں گے چنانچہ انہوں نے جنگ جمل اور صفین میں کسی کا ساتھ نہ دیا۔

خلافت یزید

ابن عمر رضؓ نے محض اختلاف امت کے فتنہ سے بچنے کے لئے یزید کی بیعت کر لی اور فرمایا اگر یہ خیر ہے تو ہم اس سے راضی ہیں اور اگر شر ہے تو ہم نے صبر کیا۔ (ابن سعد)

مروانؓ بن حکم اور ابن زبیر رضؓ

جب ان دونوں کے درمیان جھگڑے نے طول پکڑ کر جنگ کی صورت اختیار کر لی تو لوگوں نے ابن عمر رضؓ کو آ کر کہا کہ آپ کیوں کسی طرف حصہ نہیں لیتے خدا فرماتا ہے کہ فتنہ کو روکنے کے لئے لڑو تو انہوں نے فرمایا کہ جب فتنہ تھا تو ہم لڑے۔ فتنہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو کفار یہ امان نہیں دیتے تھے کہ وہ اپنے خدا کی عبادت کر سکیں۔ اب یہ خانہ جنگی جہاد نہیں ہے بلکہ جنگ اقتدار یا سلطنت کے لئے لڑائی ہے۔ (صحیح بخاری باب التفسیر)

خلافت عبدالملک

جب مروان کے بعد عبدالملک کی خلافت پر بیعت ہوئی تو آپ نے بھی تحریری بیعت نامہ بھیجدیا جس کا مضمون یہ تھا کہ:۔

”اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلعم کی سنت پر میں اور میرے لڑکے امیر المومنین عبداللہ عبدالملک کی سمع و طاعت کا بقدر استطاعت عہد کرتے ہیں“۔ (بخاری۔ ۲)

عبدالملک حضرت ابن عمر رضؓ کا بڑا احترام کرتا تھا اور مذہبی معاملات میں ہمیشہ انکی اقتداء کرتا تھا چنانچہ حج کے موقعہ پر ارکان حج میں آپکی اقتداء کا فرمان جاری کر دیتا تھا۔ (بخاری)

وفات

سنہ ۷۳ھ میں چوراسی برس کی عمر میں وفات پائی۔

ابن سعد کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حجاج خطبہ دے رہا تھا، دوران خطبہ میں اس نے ابن زبیرؓ پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے کلام اللہ میں تحریف کی ہے اس پر حضرت ابن عمر رضؓ نے اس کی تردید کی اور فرمایا تو جھوٹ بولتا ہے نہ ابن زبیر رضؓ میں اتنی طاقت ہے نہ تجھ میں یہ مجال ہے۔ مجمع عام میں ان کی یہ ڈانٹ اس کو بہت ناگوار ہوئی۔ لیکن ابن عمر رضؓ کے ساتھ علانیہ کوئی برا برتاؤ نہیں کر سکتا تھا انہیں زخمی کروا کر خفیہ انتقام لے لیا۔ چنانچہ یہ زخم ہی آپکی موت کا باعث ہوا۔

فضل و کمال

ابن عمر رضؓ کو صحبت نبویؐ کے دائمی فیض نے اور فاروق اعظم کی تعلیم و تربیت نے اور خود انکی اپنی تلاش و جستجو نے مذہبی علوم کا دریا بنا دیا تھا۔ قرآن۔ تفسیر۔ حدیث فقہ وغیرہ تمام مذہبی علوم کے بحر بے پایاں تھے۔ آپ کا شمار علمائے مدینہ کے اس زمرہ میں تھا جو علم و عمل کے مجمع البحرین سمجھے جاتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ) ؎

کیمیا ئیست عجب بندگئے پیرِ مغاں
خاکِ او گشتم و چندیں درجاتم دادند

پیر مغاں (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت عجیب کیمیا ہے۔ میں اس کے پاؤں کی خاک بن گیا اور اس قدر درجات میں نے حاصل کئے“

زہد و ورع

حضرت جابر رضؓ فرماتے ہیں کہ ہم میں سوائے ابن عمر کے کوئی ایسا شخص نہ تھا جس کو دنیا و دین

(باقی برصفحہ ۱۱ کالم ۳)

دعوت الی الحق

از جناب ماسٹر صادق علی صاحب گوجرانوالہ

بعثت مجددین

مذہب کا مقصد

مذہب کا مرکزی نقطہ ایک غیب در غیب نہاں در نہاں اور وراء الوریٰ ہستی ہے، جو ہمارا خدا ہے، اور مذہب کا مقصد قلب انسانی کا جو کہ انسان کے وجود میں ہے۔ مگر بجائے خود غیب اور نہاں در نہاں ہے۔ اپنے خدا سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ جب انسان اتنا کمزور ہے۔ کہ وہ خارجی مدد کے بغیر اپنے ہی جسم کے اندر کی ایک چیز کے متعلق کوئی بصیرت یا معرفت نہیں رکھتا۔ تو وہ اس پاک ہستی کا جو جسم اور زمان و مکان کی قیود سے بالاتر ہے کس طرح ادراک کر سکتا ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ مظاہر قدرت اور ان میں ایک منظم و ترتیب دیکھ کر اتنا قیاس تو کیا جا سکتا ہے۔ کہ اس کائنات کا کوئی خالق ضرور ہے۔ لیکن یہ ایک سطحی واقفیت ہے۔ اور مذہب کے مقاصد سے اس کو دُور کی بھی نسبت نہیں۔ کیونکہ مذہب کا منشاء صرف یہی نہیں کہ انسان یہ سمجھ لے کہ کوئی اس کا خالق ہے۔ اور وہ ایک طاقتور ہستی ہے۔ بلکہ مذہب کا مدعا یہ ہے کہ انسانی قلب کے کان اس وراء الوریٰ ہستی کی شیریں آواز کو سن لیں۔ اور قلب کی آنکھیں اس کے لازوال حسن و جمال کو دیکھ لیں۔ اور قلب جو خود غیب در غیب تھا۔ اس غیب در غیب ہستی کے نور سے منور ہو جائے۔ اور وہ نور غیب سے نکل کر مشہود ہو جائے۔ اور قلب انسانی میں اپنے تمام جاہ و جلال اور اپنی تمام عظمت و جبروت کے ساتھ متمکن ہو جائے۔ یہاں تک کہ عبد خاکی اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہو جائے۔

سلسلۂ انبیاء و رسل

اس لئے اللہ تعالیٰ کی رحمانیت نے تقاضا فرمایا۔ کہ اس کنز مخفی سے جو اس کی اپنی ذات تھی۔ انسان کو جو اپنے غیب در غیب قلب کی وجہ سے اشرف المخلوقات تھی۔ اطلاع دے، تاکہ انسانی قلب اس ذات مستجمع جمیع صفات کے انوار کی تجلی سے روشن ہو جائے۔ اور اس کی مخفی طاقتیں ظہور پذیر ہو کر انسان کے شرف انسانیت کو بلند کر سکیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحمانیت سے انبیاء اور رسولوں کا سلسلہ برپا کیا۔ جو اس دنیا میں اس کی صفات کے مظہر ہوئے۔ اور ان میں اللہ تعالیٰ کا نور منعکس ہوا۔ ہر ایک نبی اور رسول کو اپنی اپنی قوم کی طرف انکی استعداد کے مطابق ہدایت دے کر بھیجا۔ انبیاء اور رسول اس ہدایت الٰہی کے ذریعہ اپنے خالق و مالک کا پیغام لوگوں کو پہنچاتے۔ ان کا تزکیہ نفس کرتے اور ان کو کتاب و حکمت سکھلاتے رہے۔ اور مستعد طبائع اپنی استعدادوں اور جد و جہد کے مطابق ان مرسلین کی اطاعت میں روحانیت کی منزلیں طے کر کے اپنے مقصد زندگی کو پاتی رہیں۔ ابتدائے آفرینش سے یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔

رحمۃ للعالمین

یہاں تک کہ وہ جو زمین و آسمان کی پیدائش کا مقصود۔ اپنے ربّ کا محبوب اور تمام نبیوں کا موعود تھا۔ عرب کی سرزمین میں ظاہر ہوا۔ یہ وہ رسول اُمّی تھا۔ جو ملکوں اور قوموں کی حد بندیوں کو توڑ کر تمام بنی نوع انسان کیلئے رحمت بن کر آیا۔ ایک طرف وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور محبت میں اس درجہ فنا ہوا۔ کہ اسکی عبادت اس کی قربانی، اس کا مرنا، اس کا جینا غرضیکہ اس کی ہر حرکت اپنے ربّ کے لئے تھی، تو دوسری طرف اس کے پاک اور مطہر دل میں نہ صرف انسانوں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کے اٹھارہ ہزار عالمین کی مخلوق کی محبت۔ ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات موجزن تھے۔ اس سلئے پہلے دستور سے الگ ہو کر اس کی کتاب کی ابتداء ہی الحمد للہ ربّ العالمین سے ہوئی۔ عقل انسانی اس عظیم الشان نبی کے قلب کی وسعت کا اندازہ نہیں کر سکتی۔ اسی لئے دین جو ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق ارتقائی منازل طے کر رہا تھا۔ آپ صلعم کے ذریعہ تکمیل پذیر ہوا۔ اور دنیا پر آپ کے ذریعہ اتمام نعمت ہوا۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (اے امت محمدیہ) آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوا۔ عرفان الٰہی کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچنے کی تڑپ جو صراط مستقیم پر چلنے کی دعا سکھلا کر ایک مسلمان کے دل میں پیدا کی۔ اسے قرآن جیسی نعمت دے کر پورا کر دیا۔ اور بتلا دیا۔ کہ دین اسلام پر کاربند ہونے سے ایک مسلمان معرفت الٰہی کے وہ کمالات حاصل کر سکتا ہے جو پہلے برگزیدگان الٰہی نے حاصل کئے۔[1]

ختم نبوت

جب نبوت اپنے انتہائی کمال کو پہنچ گئی اور وہ تمام کمالات جو گذشتہ انبیاء کرام میں متفرق طریق پر پائے جاتے تھے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامع صفات میں یکجا جمع ہو گئے۔ اور وہ تمام صداقتیں جو پہلے صحیفوں میں پائی جاتی تھیں۔ اور وہ تمام نئی صداقتیں جو قیامت تک تکمیل نفس انسانی کے لئے علم الٰہی میں ضروری تھیں۔ آپ کی کتاب قرآن کریم میں جمع کر دی گئیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت نے چاہا کہ تمام آیندہ زمانوں کے لئے ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب تمام انسانوں کیلئے رہنما ہو۔ اس لئے نبوت ختم ہو گئی لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں، کہ اللہ تعالیٰ کا وہ انعام جو نبوت کے رنگ میں بنی نوع انسان کو عطا ہوتا تھا۔ اس پر مہر لگ گئی۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ نبوت مستقل طور سے امت محمدیہ کے حصہ میں آگئی۔ اور قیامت تک ان کے ساتھ رہے۔ ہدایت کا لانا انبیاء کا امتیازی نشان تھا۔ ہدایت اپنے کمال کو پہنچ کر بند ہو گئی۔ کیونکہ اس کی مزید ضرورت نہ رہی۔ باقی ضروریات دینی نہ کبھی ختم ہوئی ہیں، نہ ختم ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھنا۔ تزکیہ نفوس۔ کتاب و حکمت کا سکھانا۔ یہ بھی انبیاء کے فرائض کا ایک حصہ تھا۔ اس کی ہمیشہ ضرورت رہی ہے اور قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ ضرورت رہے گی۔

ایک زبردست پیشگوئی

چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنی پاک کتاب قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم ایٰتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین۔ ملک القدوس العزیز الحکیم۔ خدا وہی ہے جس نے اُمیوں کے اندر انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو ان پر اسکی آیتیں پڑھتا ہے۔ اور انہیں پاک کرتا ہے، اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے ہر قسم کی ضلالت میں پھنسے ہوئے تھے (مگر اس رسول کی تربیت سے وہ بادشاہ بنیں گے۔ قدسی بنیں گے اور صاحب حکمت بنیں گے) و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم و ھو العزیز الحکیم ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم۔ اور ان میں سے اوروں کو بھی جو ابھی ان کو نہیں ملے۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

قرآن کریم کا بے نظیر طرز بیان

کس قدر مختصر سی آیت ہے و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ لیکن عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے۔ کہ اس چھوٹے سے فقرہ میں معرفت کے کس قدر دقیق اصول بیان فرما دیئے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ زبان نبویؐ سے اس آیت کی تفسیر میں اس آخری زمانہ میں جس میں سے ہم گذر رہے ہیں۔ ایک عظیم الشان فارسی النسل انسان کے ظہور کی پیشگوئی مروی ہے جو ایمان کو ثریا سے لائے گا۔ لیکن آپ صلعم نے یہ صرف ایک خصوصیت بیان فرمائی ہے۔ اور خصوصیت میں عمومیت تو بخود شامل ہو جاتی ہے۔ پہلی حقیقت جو اس آیت سے مستنبط ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا لوگوں پر تلاوت کرنا۔ ان کا تزکیہ کرنا اور انہیں کتاب و حکمت سکھانا منصب نبوت کے فرائض کا ایک حصہ ہے۔ دوسری حقیقت یہ بیان فرمائی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح صحابہ کی تربیت روحانی کی۔ اسی طرح اپنی وفات کے بعد کے بعد بھی قیامت تک آپ صلعم ہی امت مسلمہ کی تربیت روحانی فرمائیں گے، اس لئے آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں۔ تیسری حقیقت

---

[1] میرا منہ کہتا اور بات تو یہی ہے لیکن میں اسکے کہنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ میرا مذہب ہے اور میں اس پر علی وجہ البصیرت قائم ہوں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام عرفان الٰہی کے اس بلند تر مقام پر پہنچ سکتا ہے، جس پر پہلے انبیاء کرام پہنچے۔ کیونکہ ان کی وحی روشن چراغ تھی اور قرآن نیّر عالمتاب ہے۔ مگر عرفان ایک کمال ہے۔ اور نبوت ایک منصب ہے۔ قادیانیوں کو اسی فرق کے نہ سمجھنے سے غلطی لگی۔

یہ ہے کہ جن کامل الایمان افراد امت محمدیہ کے ذریعہ یہ کام سرانجام پاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کا علیحدہ ذکر کرنا پسند نہیں فرمایا۔ تاکہ آنحضرت صلعم اور ان پاک وجودوں میں کسی دوئی یا غیریت کا احتمال نہ ہو۔ کیونکہ علم الٰہی میں یہ وہ لوگ ہوں گے۔ جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی محبت اور اطاعت میں اس درجہ فنا ہوں گے۔ کہ ان کا اپنا کچھ بھی نہ ہوگا۔ بلکہ وہ نبوت محمدیہ کی چادر اوڑھ کر خود مجدد و محدث کر یہ عظیم الشان کام سرانجام دیں گے۔ چوتھی حقیقت یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی کامل اطاعت میں فنا ہو جانا صرف حق عبودیت ادا کرنا ہے۔ مدارج اللہ تعالےٰ کے فضل سے ملتے ہیں۔ پانچویں حقیقت ایک پیشگوئی کے رنگ میں بیان فرمائی ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت و حکومت اور ارشاد و ہدایت خلق کے کام کے رنگ میں صرف صحابہ رسول تک محدود رہے گی۔ اس کے بعد امت کے کامل افراد کے ذریعہ اسلام اپنی علم و حکمت کی وجہ سے ہی ہمیشہ غالب رہے گا۔

خلیفۃ الرسول

ان کامل الایمان افراد۔ ان پاک وجودوں کو اصطلاح اسلام میں خلیفۃ الرسول۔ مجدد و محدث کہتے ہیں۔ اور صوفیائے کرام کی اصطلاح میں غیر تشریعی۔ جزوی اور بالقوۃ نبی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہدایت نہیں لاتے لیکن کام نبوت کا کرتے ہیں۔ اور ظلی اور بروزی نبی کہتے ہیں۔ کیونکہ نور نبوت محمدیہ ان کی استعداد اور ہمت اور ضرورت زمانہ کے مطابق ان کے آئینہ قلب پر منعکس ہوتا رہتا ہے۔

صوفیائے کرام کی اصطلاحات

ہمیں کچھ ضرورت نہ تھی۔ کہ صوفیائے کرام کی اصطلاحوں کا ذکر کرتے۔ کیونکہ اس زمانہ میں جبکہ ریاکار لوگ تھوڑے لمبی داڑھی رکھ کر صوفی جی کہلانے لگے ہیں۔ تو قدرتی طریق پر لوگوں کے دلوں میں صوفیوں سے تنفر پیدا ہو گیا ہے۔ مگر ان نام نہاد صوفیوں پر صوفیائے کرام کو قیاس کرنا بہت بڑی غلطی ہے صوفیائے کرام اسلام میں نہایت بلند پایہ ہستیاں ہوئی ہیں۔ اور اسلام ان پر بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ وہ پاکباز اور روشن دماغ انسان تھے۔ جن پر اسرار و معارف قرآن کھولے جاتے تھے۔ اور جو مغز شریعت سے خوب خوب واقف تھے۔ اگر احادیث میں خلیفۃ الرسول کی تشریح مجدد و محدث سے کی گئی ہے۔ تو صوفیائے کرام نے مجدد و محدث کی تشریح جزوی ظلی بروزی نبی کر دی ہے۔ اور یہ بلا مقصد نہیں۔ کیونکہ اس سے مدعا اگر ایک طرف آنحضرت صلعم کے بعد حقیقی نبوت کی نفی اور ختم نبوت کی توثیق ہے۔ تو دوسری طرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی طرف جو اللہ تعالےٰ

کی صفت رحمانیت کا تقاضا ہے۔ پر زور طور پر توجہ دلانا ہے۔

وحی الٰہی سے روحانی زندگی پیدا ہوتی ہے

کیونکہ یہ صرف وحی الٰہی ہی ہے جس سے روحانیت کا انتشار ہوتا ہے۔ اور مردہ قلوب میں زندگی کی لہر پیدا ہوتی ہے۔ اور وحی کی کیفیت و کمیت اور کثرت و قلت کی نسبت سے ہی قلوب میں روحانی بیداری پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار وحی الٰہی کو بارش سے مشابہت دی ہے۔ جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جس طرح بارش سے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے اور اس کی مخفی قوتیں کام کرنے لگتی ہیں۔ اور اس میں روئیدگی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح وحی الٰہی کی بارش سے قلوب انسانی کی مخفی طاقتیں بیدار ہوتی ہیں جن سے عمل کی طاقت نشو و نما پاتی ہے اور ان سے نیکی کے اثمار پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا وفی السماء رزقکم۔ تمہارا جسمانی اور روحانی رزق آسمان سے نازل ہوتے ہیں جس طرح پانی انسانی جسم کے لئے زندگی کا باعث ہے اسی طرح وحی الٰہی روح انسانی کے لئے مایہ حیات ہے آسمان میں اثر ڈالنے کی طاقت ہے اور زمین میں اثر قبول کرنے کا مادہ ہے۔ یہی تعلق ہے اللہ تعالیٰ اور انسان کے قلب کے درمیان ہے۔ اور وحی الٰہی اس تعلق کا ذریعہ ہے۔ اس تعلق کے بغیر انسان اپنے کمال کو حاصل نہیں کر سکتا۔ البتہ یہ اثر انسانوں کے اپنے اپنے قلوب کی حالت اور استعداد کے مطابق ہوتا ہے۔ جن لوگوں کے قلوب میں رشد کا مادہ ہوتا ہے۔ وہاں اس کا اثر بھی تناسب سے زیادہ ہوتا ہے۔

تیرہ درون لوگ

اور جن انسانوں کے قلوب تاریک ہوتے ہیں۔ ان کا مرض اور بڑھ جاتا ہے، اور وہ اور زیادہ تاریک ہو جاتے ہیں، کیونکہ تاریکی کے فرزند کبھی بھی روشنی کو پسند نہیں کرتے۔ او من کان میتًا فاحییناہ وجعلنا لہٗ نورًا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منہا۔ اور کیا وہ جو مردہ ہو۔ پھر ہم اسے زندہ کر دیں۔ اور اس کے لئے روشنی کر دیں جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلے۔ اس شخص کی مانند ہے جس کی مثال یہ ہے کہ وہ اندھیرے میں ہے۔ اور اس سے نکلتا نہیں۔ یہ ظلمت پسند لوگ جو اپنا فائدہ گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ہی سمجھتے ہیں جن کا تمام کاروبار اندھیرے میں چلتا ہے جب بھی کہیں وحی الٰہی کا نور نازل ہوتا ہے اس سے روشنی حاصل کرنا تو درکنار۔ یہ اس روشنی کو بجھانے اس نور کی مخالفت کرنے کے لئے

اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ وحی الٰہی قلب انسانی کے لئے مایہ حیات ہے۔ اس لئے تکمیل نفس انسانی کے لئے ضروری ہے کہ یا تو انسان خود وحی الٰہی سے مشرف ہو۔ اور اگر یہ سعادت میسر نہ ہو۔ تو خدا کے کسی برگزیدہ بندے سے جسے اللہ تعالےٰ نے ہمکلامی کا شرف حاصل ہو۔ شدید تعلق ہو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی تازہ بتازہ وحی سے جو انتشار روحانیت ہو۔ اس سے بدرجہ اتم مستفیض ہو سکے۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے۔ من لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ۔ جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتا وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

صرف ایک اُصول کا فرق

بحث کو مختصر کرنے کے لئے میں یہاں یہ عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید۔ آنحضرت صلعم کی ختم نبوت اور قرآن کریم کے خاتم الکتب ہونے پر محکم ایمان رکھتے ہیں۔ اسلام کے بنیادی عقاید میں ہمارا اپنے غیر از جماعت مسلمان بھائیوں سے کسی قسم کا اختلاف اور جھگڑا نہیں۔ فروعی مسائل پر صحابہ کرام تک میں اختلاف رکھتے ہیں۔ اور ہم نے فروعی اختلافات کو کبھی اہمیت نہیں دی۔ ہمارے اور مسلمانوں کے تمام دوسرے فرقوں میں

اختلاف صرف ایک اصول کا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہر ایک چیز روح ہو یا مادہ۔ امتداد زمانہ سے اثر پذیر ہوتی ہے۔ ہمارے مخالفین کا یہ کہنا ہے کہ امتداد زمانہ کوئی شئے نہیں۔ اور اس کا کوئی اثر نہیں۔ وہ ہم سے بجبر یہ منوانا چاہتے ہیں۔ کہ

(۱) ان کے خیال میں حضرت مسیح ابن مریم دو ہزار سال سے آسمان پر ہیں۔ اور شاید اتنا ہی یا اس سے بھی زیادہ اور عرصہ کے لئے وہیں تشریف رکھیں۔ لیکن ان کی عمر دو ہزار سال قبل بھی تیس سال کی تھی۔ اور دو ہزار سال بعد بھی تیس سال کی رہے گی۔

(۲) ان کا خیال ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم کے جسم میں دو ہزار سال کھائے پیئے بغیر کسی قسم کا ضعف یا لاغری پیدا نہیں ہوئی۔ اور آئندہ دو تین ہزار سال تک بھی وہ کھائے پیئے بغیر ویسے کے ویسے رہیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق۔ افلا یعقلون۔ اور جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں۔ اسے بناوٹ میں اوندھا کر دیتے ہیں۔ تو کیا یہ عقل سے کام نہیں لیتے۔

(باقی دارد)

سُورج کی ۹۵، ۹۶ فی صد طاقت ضائع جارہی ہے

نیویارک ۲۹ اگست۔ امریکی میٹریلز پالیسی کمیشن کے سابق رکن مسٹر ایرک ہڈگنز نے امریکی جریدہ فارچون میں ایک مضمون میں بتایا ہے کہ نوع انسانی سورج کی ۹۵، ۹۶ فی صد طاقت ضائع کر دیتی ہے۔ مسٹر ہڈگنز نے لکھا ہے کہ اس بات کا امکان ہے کہ زمین میں تیل، کوئلہ، گیس کے ذخائر بیس سال کے اندر اندر ختم ہو جائیں گے۔ لیکن انسان نے ابھی تک سورج کی بے پایاں طاقت کو بروئے کار لانے کے لئے کچھ نہیں کیا۔

مضمون میں بتایا گیا ہے سورج ہر سال زمین کو بے حد و حساب طاقت کا عطیہ دیتا ہے۔ اس عطیہ کا ۳۰ فی صد حصہ زمین مسترد کر دیتی ہے۔ زمین سورج کی جو شعاعیں منعکس ہوتی ہیں۔ وہ بادل کی شکل اختیار کر کے خلا میں واپس چلی جاتی ہیں۔ جو شعاعیں زمین اور سمندر پر پڑتی ہیں، ان کا بیشتر حصہ منعکس ہو کر ضائع ہو جاتا ہے اور اس کا قلیل حصہ نباتات کی نشو و نما میں حصہ لیتا ہے۔

امریکی سائنسدانوں کا خیال ہے کہ اگر سورج کی طاقت کو بروئے کار لانے کی مناسب تدابیر اختیار کی جائیں تو یہ ایٹمی طاقت سے زیادہ انسانیت کے لئے کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن اس احساس و اعتراف کے باوجود سورج کی بے پایاں طاقت کا فطری عطیہ ضائع جا رہا ہے۔ اور جہاں تک ایندھن کے ذرائع کا تعلق ہے۔ اس میدان میں قدامت پسندی نے اپنا پرچم گاڑ رکھا ہے۔

اگرچہ سورج کی طاقت فطرت کی طرف سے ایک عطیہ ہے۔ لیکن اس کو بروئے کار لانے کے لئے انسان کو کافی وقت اور سرمایہ صرف کرنا پڑیگا

گزارش

- جماعت کے سیکرٹری صاحبان اخبار احمدیہ کے لئے خبریں بھجوائیں۔
- خواتین اپنے صفحہ کے لئے مضامین بھجوائیں۔
- احمدی بچے اپنے صفحہ کے لئے مضامین بھجوائیں۔
- پیغام صلح کے معیار کو بلند کرنے میں مدد دینا ہر احمدی دوست کا جماعتی فرض ہے۔

کرتا تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہاموں کا انہیں مصداق یقین کرتا تھا اور میں نے ان کے متعلق یہ کبھی بدظنی نہیں کی کہ اسلام کی تائید میں جو تصنیفات انہوں نے لکھی ہیں وہ کسی دنیوی غرض کے ماتحت لکھی ہیں بہر حال میرے دل میں چونکہ [illegible] اس امر کی تکلیف تھی کہ ایسا خادم دین میرے متعلق اپنے دل میں رنج لیکر اس دنیا سے جدا ہوا ہے اس لئے میں نے اپنے مولا کے حضور جو دلوں کے بھیدوں سے کما حقہ واقف ہے دعا کرنی شروع کی کہ اے مولا تو میری دلی کیفیت بہتر جانتا ہے امیر مرحوم کے متعلق جو میرے خیالات تھے ان سے بھی تو بخوبی واقف ہے تیرا بندہ محمد علی اب تیرے پاس پہنچ چکا ہے وہ دنیا میں موجود نہیں کہ میں اس وقت اپنی آواز ان تک پہنچا سکوں اب وہ تیرے پاس ہے اب صرف تیرے واسطہ سے ہی میری آواز ان تک پہنچ سکتی ہے تو حقیقت حال سے انہیں آگاہ کر دے۔ قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ فوت شدگان کو دنیا کے لوگوں کے حالات سے بعض اوقات اطلاع دے دیتا ہے اور ان کے حالات سے دنیا کے لوگوں کو بھی آگاہ کرتا رہتا ہے۔ اس لئے میں یہ دعا متواتر کرتا رہا یہاں تک کہ ایک رات میں نے امیر مرحوم کو خواب میں دیکھا کہ آپ سادہ لیکن عمدہ ستھرے لباس میں ملبوس ہیں ایک شخص عبدالعزیز نامی کو مخاطب کر کے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے دوست ہیں اور پھر آپ میرے ساتھ ایک طرف چل پڑے اور راستہ میں فرمانے لگے کہ کیا آپ گڑ کھائیں گے گو مجھے گڑ کھانے کی عادت نہیں لیکن خواب میں میں نے کہا کہ ہاں چنانچہ آپ نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹی سی ڈلی گڑ کی نکالی جو بہت ہی صاف تھی اور اس میں سے تھوڑا سا گڑ مجھے دیا جو میں نے اسی وقت کھا لیا۔ جب میں بیدار ہوا تو میری طبیعت بشاش تھی ایک تو اس لئے کہ الحمد للہ اس دنیا میں نہیں تو اگلے جہان میں پہنچکر ان کا دل میری طرف سے بالکل صاف ہو گیا اور یہ گڑ کا دینا ہمارے ملک میں درحقیقت تعلق پیدا کرنے کا ایک نشان سمجھا جاتا ہے، دوسری خوشی اس خواب سے مجھے یہ ہوئی کہ قرآن کریم کے بیان کی صداقت کا ایک عملی ثبوت مجھے مل گیا اور اگلے جہان کے وجود کی بھی یقینی دلیل مجھے میسر آ گئی۔

اس خواب کے ایک دو دن بعد ہی مکرمی مولوی آفتاب الدین احمد صاحب کے مکان پر ملی

آصف صاحب کی معرفت صاحب صدر کا مجھے یہ پیغام ملتا ہے کہ میں آئین پر کچھ لکھوں فوراً میرا ذہن اس خواب کی طرف گیا اور میرے دل میں یہ اثر ہوا کہ حضرت امیر مرحوم اور جناب صاحب صدر کے درمیان روحانی رشتہ ہے اور ان دونوں کی روحوں کے درمیان بھی گہرا تعلق ہے، میں نے مندرجہ بالا خواب دونوں صاحبوں کو شادی اور کام کرنے پر آمادگی بھی ظاہر کر دی لیکن اس کے بعد صاحب صدر کی طرف سے بھی بالکل خاموشی رہی اور میں نے بھی اس کے متعلق کوئی مزید کارروائی نہیں کی اور خواب کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا، خوابوں میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دو واقعے یکے بعد دیگرے دکھلائے جاتے ہیں لیکن عالم مادی میں دوسرا واقعہ بعض اوقات پہلے واقعہ کے کافی عرصہ کے بعد وقوع پذیر ہوتا ہے اس خواب میں بھی چونکہ دو دفعہ تھا اس لئے پہلے امر کے وقوع میں آ جانے کے بعد بالکل خاموشی ہو گئی اور اس پر مزید کوئی کارروائی نہ ہوئی جب دوسرے امر کے وقوع کا وقت آیا تو اس کے بھی اسباب پیدا ہو گئے جن کے ماتحت وہ اب وقوع میں آیا ہے اور وہ اسباب بھی عجیب طریقہ سے پیدا ہوئے جس کی تفصیل بقیہ خوابوں سے معلوم ہو گی۔

تیسری خواب مندرجہ بالا خوابوں سے میرے قلب میں ایک عجیب کشمکش شروع ہو گئی، اور اس کو ختم کرنے کی ایک ہی صورت میری سمجھ میں آئی کہ اپنی عقل و فہم پر بھروسہ نہ کیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ سے بذریعہ استخارہ راہ صواب کی طرف رہنمائی طلب کی جائے چنانچہ اس خیال کے آتے ہی میں نے استخارہ شروع کر دیا جہانتک مجھے یاد ہے جس رات میں نے اس امر کے متعلق استخارہ کیا اسی رات خواب میں میری زبان پر قرآن کریم کے یہ الفاظ جاری ہوئے ستغلبون وتحشرون الی جہنم جس کے معنی یہ ہیں کہ تم مغلوب ہو گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی میں بیدار ہو گیا۔ لیکن ان الفاظ سے میری روح کانپ اٹھی اور میں سخت ڈرا جہنم کے لفظ سے مجھے یہی سمجھ آیا کہ تکالیف کا سامنا ہو گا۔

اس خواب کے سچا ہونے پر مجھے اس لئے بھی یقین ہے کہ اس امر کے ساتھ ہی میں نے اسی رات اپنے ایک خانگی امر کے متعلق بھی دعا کی تھی اور اس کے متعلق جو الفاظ میری زبان پر جاری ہوئے تھے وہ اسی طرح پورے ہو گئے۔

(باقی آئندہ)

پیغام صلح مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۵۳ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۴ شمارہ نمبر ۳۵

پیغام صلح
جلد ۴۱ { بروز چہارشنبہ مورخہ محرم ۱۳۷۴ھ } نمبر ۳۶

الحاج حضرت شیخ میاں محمد صاحب

صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی تقریر کا خلاصہ

حضرت صاحب صدر نے حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی الوداعی پارٹی کے موقعہ پر تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں کھڑا نہیں ہو سکتا کیونکہ مجبور ہوں - میں آپ سب کا جو حاضر ہیں اور غائب ہیں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ سب دوستوں نے میری بیماری کے ایام میں دعائیں فرمائیں - یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک مرتبہ پھر مجھے اپنے دوستوں کے سامنے بیٹھنے اور خیالات کے اظہار کرنے کا موقعہ عنایت فرمایا -

خدا تعالے فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کونسی بات ہو سکتی ہے کہ کوئی خدا کی طرف بلائے اور عمل صالح رکھتا ہو اور ثابت کر دے کہ وہ فرمانبردار ہے - مبلغ کا مقام بڑا ذمہ داری کا مقام ہے - اس مقام پر کھڑا ہونے والا انسان عجز، انکسار اور خشوع کا حامل ہوتا ہے - اس سے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتی جو کچھ انسان عمل کرتا ہے وہ اس کے گلے کا طوق بن جاتا ہے ——— مبلغ کو بعض اوقات گالیاں سننی پڑتی ہیں - اس کے حلم کو پرکھا جاتا ہے ایسے نازک موقعہ پر اسے قرآن مجید کے حکم کے مطابق نہایت احسن طریق پر عمل کرنا چاہیئے بدی کا جواب بدی سے نہیں دینا چاہیئے - بلکہ نیکی سے دشمن کو سرنگوں کرنا چاہیئے - کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ مبلغ کی تقریر بڑی فصیح ہوتی ہے اس پر اسے تکبر پیدا ہوتا ہے انسان بڑا کمزور ہے - شیطان ساتھ ساتھ ہے لیکن مبلغ بڑے مقام کا آدمی ہوتا ہے ہماری جماعت بھی ایک تبلیغی جماعت ہے سیاست سے ہمارا کوئی تعلق نہیں - ہمارا دینی کام ہے جو قرآن مجید کے قوانین اور ضوابط کا پابند ہے - حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کشتی نوح میں موجود ہے - میں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا - خواہ کیسے بھی واقعات اور حالات پیش آئیں میں تبلیغ اسلام کے فریضہ کے متعلق جو کام میرے سپرد ہے اسے کرتا رہوں گا میرے دل میں کسی سے کوئی کدورت نہیں خدا تعالیٰ میرے حال کو دیکھتا ہے - اگر دنیا کی ملونی اس میں ہوتی تو خدا تعالے اس میں برکت نہیں ڈالیگا - جماعت زندہ رہے گی - تنہائی میں دعا کیجئے - حضرت صاحب نے یہی فرمایا ہے - خدا تعالے کے آگے جھکیں کیونکہ وہی کامیابی عطا کرتا ہے ——— حضرت خواجہ صاحب جب ولایت تشریف لے گئے - تو اس وقت مسلمانوں میں احساس کمتری موجود تھا بعض لوگوں نے اپنی رائے کا اظہار کیا کہ خواجہ صاحب انگلستان میں اپنے مشن میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے - لیکن حضرت امام وقت کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر انہیں جو زندہ ایمان حاصل ہوا اس نے خواجہ صاحب کے دل میں یقین محکم پیدا کیا کہ وہ اپنے مشن میں ضرور کامیاب ہونگے اپنی حاکم قوم میں اسلام پھیلانے کا ان میں حوصلہ پیدا ہو گیا اور اس میں اللہ تعالے نے انہیں کامیابی عطا فرمائی - یہ بزرگ مولنا عبدالحق صاحب آخری عمر میں باہر تبلیغ کے لئے جا رہے ہیں - خدا [2] تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اگر یہ تبلیغ اسلام کا نیک کام ہے تو خدا تعالیٰ انہیں ضرور کامیاب کرے گا - باوجود مختلف مشکلات کے اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی عطا فرما رہا ہے - یہ اس کا فضل اور احسان ہے

ضروری اعلان [1]

احباب جماعت کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے - کہ حضرت صاحب صدر نے مؤرخہ $\frac{9}{53}$ ۲۹ سے جناب عبدالعزیز خان صاحب کو بطور آنریری جنرل سیکرٹری مقرر فرمایا ہے - خانصاحب موصوف ہماری جماعت کے مرحوم بزرگ خان محمد عجب خان صاحب کے بھانجے اور جماعت کے لئے درد رکھنے والے اصحاب میں سے ہیں - اس سے قبل آپ پولیس میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر فائز تھے - کئی سال ہوئے ریٹائر ہو کر اپنے گاؤں زیدہ ضلع مردان میں مقیم ہیں - حال ہی میں جو احباب جماعت کا اجتماع ہوا اس میں حضرت صاحب صدر نے انہیں جنرل سیکرٹری کے عہدہ کی پیشکش کی ہے جسے انہوں نے گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود لوجہ اللہ اس خدمت کو اپنے ذمہ لیا ہے - جن نیک ارادوں کو لیکر خانصاحب موصوف یہاں تشریف لائے ہیں احباب سے درخواست ہے کہ وہ ان کے ساتھ ان امور کی تکمیل کیلئے پورا پورا تعاون فرماویں اور دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان نیک عزائم میں کامیابی عطا فرمائے - آمین

احمد یار - اسسٹنٹ سیکرٹری $\frac{9}{53}$-۳۰

ضروری اعلان [2]

حضرت صاحب صدر نے مؤرخہ $\frac{9}{53}$-۳۰ سے حضرت شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کو حضرت مولنا عبدالحق صاحب کی جگہ سینئر وائس پریذیڈنٹ مقرر فرمایا ہے جناب مصری صاحب کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں سلسلہ عالیہ کی آپ نے جو خدمات جلیلہ سر انجام دی ہیں وہ محتاج تبصرہ نہیں - اس بڑھاپے کی عمر میں آپ نے محض لوجہ اللہ اس بوجھ کو اٹھانے کی ذمہ داری لی ہے - جن نیک عزائم کے ساتھ حضرت شیخ صاحب موصوف نے اس خدمت کو اپنے ذمہ لیا ہے اللہ ان میں انہیں کامیابی عطا فرمائے اور آپکے اس عہدہ کو سلسلہ و جماعت دونوں کیلئے مفید بنائے - آمین -

عبدالعزیز خان
آنریری جنرل سیکرٹری

احمد یار
اسسٹنٹ سیکرٹری

مَیں نے صاحب صدر کی دعوت پر لبیک کیوں کہا؟

(۲)

حضرت مولانا شیخ عبد الرحمن صاحب مصری

جلسہ کے موقعہ پر ایک اعلان

اس خواب کے بعد میں دعاؤں میں مصروف رہا یہاں تک کہ گذشتہ جلسہ سالانہ کا موقعہ آگیا اس موقعہ پر مکرمی مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے ایک اعلان کیا جس میں انہوں نے بتلایا کہ ایک احمدی بھائی نے جنہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ حادثہ کار میں جناب میاں محمد صاحب محترم کی کس ٹانگ کو چوٹ آئی ہے خواب میں دیکھا کہ ان کی بائیں ٹانگ کی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہے اور حضرت مسیح موعود اور حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب تشریف لائے ہیں حضرت مسیح موعود نے جناب میاں صاحب کو دیکھکر حضرت مولوی نورالدین صاحب کو فرمایا کہ یہ ہمارے پیارے ہیں آپ ان کی ہڈی کو جوڑیں اور میں پانی ڈالتا ہوں چنانچہ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے ہڈی کو جوڑنا شروع کیا اور حضرت اقدس نے پانی ڈالنا شروع کیا۔ اس خواب کے منجانب اللہ ہونے پر ایک تو یہ دلیل ہے کہ خواب میں جس ٹانگ کی ہڈی ٹوٹی ہوئی دکھلائی گئی واقع میں بھی اسی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹی تھی اور دوسری دلیل اس کے منجانب اللہ ہونے پر یہ ہے کہ یہ خواب بالبداہت اس بات پر دلالت کر رہی تھی کہ جناب میاں صاحب محترم شفایاب ہوجائیں گے چنانچہ واقعات نے اس امر پر بھی مہر تصدیق ثبت کر دی ہے یعنی ان کی ہڈی درست ہوگئی ہے اور آہستہ آہستہ ٹانگ میں طاقت آنی بھی شروع ہوگئی ہے۔ اس اعلان کا میرے دل پر گہرا اثر ہوا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ شخص حضرت مسیح موعود کو پیارا ہے اور اس کی روح کو حضرت مسیح موعود اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کی روح سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ اس کی تکلیف پر حضرت مسیح موعود اور حضرت مولوی نورالدین صاحب جیسے بزرگوں کی روحیں تڑپ اٹھتی ہیں تو کیا ایسے شخص کی مخالفت ہمارے لئے مناسب ہے اب میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا شروع کی کہ الٰہی اگر یہ شخص تیرے مسیح کو پیارا ہے تو تو جانتا ہے کہ میں تیرے مسیح کے

- - - - - - - - - - - - -

پیاروں کی مخالفت کو برداشت نہیں کرسکتا لیکن اس کے ساتھ ہی تو اس امر کو بھی بخوبی جانتا ہے کہ جو کچھ میرے متعلق ان کے خیالات لوگوں کی معرفت مجھے پہنچ رہے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو مجھ پر سخت بدظنی ہے اس لئے میں خود تو اس کے پاس جا نہیں سکتا اور نہ میرا جانا کوئی مفید نتیجہ پیدا کرسکتا ہے۔ اگر یہ درست ہے کہ یہ شخص تیرے مسیح کو پیارا ہے تو خود ہی اس کے ساتھ میرے تعلق کا سامان پیدا کر دے میں اس دعا میں مصروف رہا۔ یہاں تک کہ خدا نے وہ سامان پیدا کر دیا یعنی وہ دن آگیا کہ مکرمی آصف صاحب کی معرفت ان کا وہ پیغام مجھے ملا جس میں انہوں نے مجھ سے خدمت دین لینی چاہی جس پر میں نے فوراً لبیک کہہ دیا اور جس جواب کے نتیجہ میں ان کا دل میری طرف سے بالکل صاف ہوگیا اور انہوں نے مجھے اپنی قیام گاہ پر بلا کر کہا کہ میرا دل بے شک آپ کی طرف سے صاف نہ تھا جو کچھ میرے دل میں آپ کے خلاف تھا میں نے نکال دیا ہے آپ بھی اپنے دل سے نکال دیں میں نے بھی کہا کہ میں نے بھی نکال دیا ہے اور ہم دونوں بھائی ایک منٹ میں صاف ہوگئے اور جو کچھ شیطان نے ہمارے درمیان نا اتفاقی کا بیج بویا ہوا تھا بیشتر اس کے کہ وہ درخت کی شکل اختیار کرتا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے احسان سے اُکھڑ کر خس و خاشاک کی طرح اڑ گیا کاش ہمارے بزرگ بھی اسی طریق پر عمل کر کے دلوں کو صاف کرلیں اور ساتھ ہی جماعت کو بھی پھوٹ اور اس کے بد نتائج سے بچالیں آمین

اب میرے وہ دوست جو مجھ پر بدظنی کر رہے ہیں اور مجھے مورد عتاب ٹھہرا رہے ہیں وہ خدارا غور کریں کہ کیا اس معاملہ میں میرے نفس کا کوئی دخل ہے یا اس سارے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ کام کرتا ہوا نظر آتا ہے میں نے جناب صاحب صدر سے تعلق پیدا کرنے کیلئے کوئی ظاہری کوشش نہیں کی اور نہ ہی کسی کو واسطہ بنایا بلکہ سارا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا ہاں صرف دعا میں مشغول رہا اب جب خدا نے خود ان کے دل پر تصرف کر کے اس کو ان کو اس طرف مائل کیا کہ وہ میری طرف دوستی اور مودۃ کا ہاتھ بڑھائیں اور اختلافات کو دور کرنے کی دعوت دیں تو میں اپنی دعا کو قبول ہوتے ہوئے دیکھکر خدا کے مسیح کے پیارے کی پیشکش کو کس طرح ٹھکرا سکتا تھا اور کس طرح کسی سے مشورہ لینے کا انتظار کرسکتا تھا مندرجہ بالا بیان اس امر پر شاہد ہے کہ میرے خیالات کی رو میاں صاحب کے خلاف جاری تھی میں ان کے انتخاب کا بھی مخالف تھا انکو انتخاب نتیجہ کیا ہی میں نے مخالفت کی ان کی طرف سے جو باتیں مجھ تک پہنچیں وہ میرے لئے سخت رنجدہ تھیں لیکن خوابیں مجھے بالکل میرے خیالات کے خلاف آتی ہیں اور یہ بین ثبوت ہے اس امر کا کہ یہ خوابیں نفسانی خواہشات یا نفسانی تجربوں کا نتیجہ نہیں بلکہ محض خدا کے فضل سے موجودہ تنازع میں مجھے صحیح راہ دکھانے کے لئے آئیں ہیں۔ میں نے تمام واقعات من و عن اپنے احباب کے سامنے رکھ دیئے ہیں اگر کوئی سعید روح ان سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہے تو اٹھالے ورنہ ہر ایک کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کو جناب میاں صاحب کی کونسی ادا پسند ہے کہ اس نے اپنے دین کی خدمت کے لئے انہیں چن لیا ہے ہمیں اپنی ناقص عقلوں پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے اب قوم کی نظر انتخاب جس شخص پر پڑ گئی ہے اس کے ساتھ پوری طرح تعاون کرنا چاہیئے اسی میں برکت ہے اگر سمجھ نہیں آتا تو خدا سے مدد چاہو اللہ تعالیٰ خود آپ کو روشنی عطا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو اور ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھے اور یک جان ہوکر اس مشن کو جو صرف اعلائے کلمۃ اللہ کا مشن ہے کامیاب بنانے کی توفیق عطا فرمائے جس کے ساتھ خدا نے اپنے مسیح کو بھیجا اور جس کی کامیابی میں ہی اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور سب مسلمانوں کی زندگی کا راز مضمر ہے آمین۔

خاکسار۔ قوم کا سچا خیر خواہ اور خادم

شیخ عبد الرحمان مصری

حضرت مولانا صدر الدین صاحب ہرگز مشار الیہ نہیں

ایک غلط فہمی کی تردید

آج مورخہ ۲۹ ستمبر کو صبح قریباً ۱/۲ ۹ بجے دو دوست میرے مکان پر تشریف لائے اور مجھ سے دریافت کیا کہ آپ نے جو خوابیں شایع کی ہیں ان میں سے ایک خواب میں جو نام ظاہر کرنے سے انکار کیا گیا ہے اس کے متعلق بعض لوگ یہ مشہور کر رہے ہیں کہ اس سے مراد مولوی صدر الدین صاحب ہیں مجھے یہ سن کر سخت افسوس ہوا اور میں نے ان سے کہا کہ یہ بالکل غلط ہے اس حصہ خواب کا مشار الیہ مکرمی مولانا صدر الدین صاحب ہرگز نہیں۔ میرے اس بیان سے ان دونوں دوستوں کی تسلی ہوگئی لیکن اس خیال سے کہ شاید کچھ اور دوست بھی اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیئے گئے ہوں میں اپنے اس اعلان کے ذریعہ یہی بات اپنے تمام دوستوں تک پہنچانا چاہتا ہوں تاکہ وہ دوست جو اس امر کی اشاعت کر رہے ہیں وہ آئیندہ اس فعل سے رک جائیں اور تا وہ دوست جو اس غلط فہمی کا شکار ہوگئے ہیں ان کے دلوں سے یہ غلط فہمی دور ہوجائے میں حیران ہوں کہ جب میں نے نام ظاہر نہیں کیا اور نہ ہی ظاہر کرنا پسند کیا ہے تو دوسرے لوگوں کو تجسس اور قیاس آرائی کی کیوں ضرورت پیش آئی اور پھر صرف قیاس آرائی پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اپنے دماغ سے ہی ایک نام اختراع کر کے اس کی اس طریق سے تشہیر کی گئی کہ گویا وہ عین حقیقت ہے اس ذہنیت پر جتنا بھی ماتم کیا جائے تھوڑا ہے نام نہ ظاہر کرنے کی غرض تو یہی تھی کہ احباب کے دل میں کسی قسم کی نفرت وغیرہ کا جذبہ پیدا نہ ہو لیکن غلط نام فرض کر کے اسکی اشاعت کرنے والے احباب نے نہ صرف اس غرض کو ہی ملیا میٹ کر دیا بلکہ ایک فتنہ کا دروازہ بھی کھول دیا۔ میں اپنے ایسے تمام احباب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خوابیں بعض اوقات تعبیر طلب ہوتی ہیں اور ان میں جو نام دکھلائے جاتے ہیں ضروری نہیں کہ ان سے مراد ان کے اصل مسمی ہی ہوں بلکہ وہ بھی تعبیر طلب ہوتے ہیں اور بعض اوقات مسمی کی بجائے ان سے مراد وہ معنی ہوتے ہیں جن کے حامل اس نام کے الفاظ ہوتے ہیں چونکہ عام طور پر لوگ خواب کی اس حقیقت سے واقف نہیں ہوتے اس لئے نام کا اظہار مناسب نہیں سمجھا گیا اس کے ساتھ ہی میں اپنے احباب کی خدمت میں یہ عرض ۴ص

ص۴ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ خواہ نخواہ اس تجسس میں پڑ کر گناہ بے لذت کے مرتکب نہ ہوں میں اس امر کو بھی کھول کر بیان کر دیتا ہوں کہ آئیندہ اگر کسی دوست نے اس قسم کی جسارت قیاس آرائی سے کام لیکر کسی اور دوست کے نام کی تشہیر کی تو خدا اور بندوں کے نزدیک وہی ذمہ دار ہوگا میں نہ اسکی تردید کرونگا نہ تصدیق بلکہ مکمل خاموشی اختیار کروں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ کسی شخص کا پتہ لگانے کی سعی کرنیوالوں کا ایک طریق یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ متعدد ناموں کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں تا جس نام پر بھی خاموشی اختیار کی گئی اسی کو مشار الیہ قرار دیدیا جائے اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے فتنہ اور شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ والسلام

خاکسار شیخ عبد الرحمن مصری۔

جماعتی زندگی کے متعلق

حضرت مسیح موعودؑ کا تصوّر

وکاین من نبی قٰتل معه ربیّون کثیر فما وهنوا لما اصابهم فی سبیل الله وما ضعفوا وما استکانوا والله یحب الصابرین -

(آل عمران ۱۴۵)

حزب الله و حزب الشیطان

جماعت کیا ہے؟ کسی امر جامع پر یا کسی مقصد کے لئے جب کچھ لوگ جمع ہو کر اس مقصد کے حصول کے لئے جد و جہد کرتے ہیں تو انسانوں کے اس گروہ کو جماعت کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں جماعت کو عصابہ اور عصابہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان دو ناموں میں اس اتحاد اور قوت کی طرف اشارہ ہے جو جماعت کا لازمہ ہے۔ جماعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں اور بری بھی۔ یہ فرق ان کے مقصد کی اچھائی یا برائی پر موقوف ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے ایسی جماعت کو جو اعلیٰ درجے کے روحانی اور اخلاقی مقاصد پر مبنی اور کاربند ہوتی ہے حزب الله یعنی الله کی جماعت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور اس کو اپنی نصرت اپنی تائید اپنی رضا اور اس کی آخری کامیابی کی بشارت دی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:-

کتب الله لاغلبن انا ورسلی ان الله قوی عزیز لا تجد قوما یؤمنون بالله والیوم الآخر یوادون من حاد الله ورسوله ولو کانوا آباءهم او ابناءهم او اخوانهم او عشیرتهم اولئك کتب فی قلوبهم الایمان وایدهم بروح منه ویدخلهم جنٰت تجری من تحتها الانهٰر خالدین فیها رضی الله عنهم ورضوا عنه اولئك حزب الله الا ان حزب الله هم المفلحون -

اس کے بالمقابل وہ جماعت جس کی بنیاد تقویٰ اللہ پر نہ ہو اور جس کے اغراض و مقاصد شیطانی ہوں اور وہ خدا کی رہنمائی راہوں سے دور پڑی ہو اسے حزب الشیطان کے نام سے موسوم کیا ہے چنانچہ فرمایا:-

استحوذ علیهم الشیطان فانسٰهم ذکر الله - اولئك حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون -

دونوں جماعتوں کا وجود ابتدائے آفرینش سے ثابت چلا آتا ہے۔

بہترین جماعت

سب سے بلند مقصد جس کے لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت بنانے کا ارشاد فرمایا ہے وہ ہے دنیا میں نیکی کا قیام اور دعوت الی الخیر چنانچہ فرمایا:-

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئك هم المفلحون

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون بالله -

جماعت کی اہمیت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کی اہمیت پر بڑا زور دیا ہے فرمایا:-

علیکم بالجماعة والسمع والطاعة پھر فرمایا ید الله علی الجماعة من شذ شذ فی النار

دین کو دیکھئے اس کی جملہ عبادات نماز، حج زکوٰۃ کو بھی جماعتی رنگ دیا ہے۔ قرآن کریم کی اکثر دعائیں بھی جمع کے صیغے میں ہیں اور وہ ربنا کے لفظ سے شروع ہوتی ہیں۔ حضور صلعم سے پیشتر بھی تمام انبیاء علیہم السلام اپنی ابتدائی عہد میں ایک جماعت ہی کے قیام پر صرف فرماتے رہے آنحضرت صلعم نے بھی تیرہ چودہ سال کی مسلسل کوشش اور کاوشوں کے بعد ایک جماعت تیار فرمائی جو بڑی مضبوط تھی اور جو اخلاق کے لحاظ سے ایسی بلند اور ارفع تھی کہ دنیا کی جماعتوں میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ یہی وہ جماعت تھی جو بمشکل تین سو تیرہ بے سروسامان افراد پر مشتمل تھی، جسے لیکر آنحضرت صلعم میدان بدر میں ایک ہزار مسلح اور طاقتور دشمن کے مقابلے میں نکلے اسلام کے استیصال کا ارادہ لئے ہوئے بڑے یقین اور گھمنڈ کے ساتھ مکے سے چل کر آیا تھا۔ اس جماعت کی شان کا اندازہ آنحضرت صلعم کی اس مشہور دعا سے ہو سکتا ہے، جو آپ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے ایک چھپر کے نیچے کی تھی:-

اللهم رب ان اهلکت هذه العصابة فلن تعبد فی الارض ابدا

یعنی اے اللہ اے میرے رب اگر آج اس چھوٹی سی جماعت کو تو نے ہلاک کر دیا تو دنیا میں تیری عبادت کبھی بھی نہیں کی جائے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابد الآباد تک خدا کے نام کا زندہ رہنا اس جماعت کی زندگی کے ساتھ وابستہ کر دیا۔

مجددین کی جماعتیں

آنحضرت صلعم کے بعد مجددین نے بھی اپنے اپنے زمانے میں تجدید دین کے لئے جماعتیں بنائیں۔ جیسا کہ ان میں سے شاہ ولی اللہ صاحب کی جماعت ولی اللّٰهی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت احمدی اور حضرت سید احمد صاحب بریلوی رح کی جماعت مجاہدین مشہور ہیں اور سب سے آخر اس صدی کے مجدد اعظم حضرت مسیح موعود نے بھی دنیا میں حق کو غالب کرنے کے لئے ایک جماعت بنائی جس کا نام جماعت احمدیہ رکھا اور جس کی نمائندگی کا فخر آپ لوگوں کو حاصل ہے یہی وہ جماعت ہے جس کے متعلق میں اس وقت آپ کے سامنے کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کروں گا۔

جماعت کی مضبوطی کا راز

حضرت مسیح موعودؑ کا اپنی جماعت کے متعلق تصور کیا تھا؟ اس کے بیان کی بڑی غرض یہ ہے کہ ہم غور کر سکیں کہ آیا وہ مقصد جس پر کہ اس جماعت کو قائم کیا گیا تھا اور جس مقصد پر یہ جماعت امام زمان کی زندگی میں چلتی رہی اس مقصد سے ہم کہیں ہٹ تو نہیں گئے۔ کہیں ہم نے اس بلند پایہ مقصد یا آئیڈیل . . . . . کا معیار پست تو نہیں کر دیا۔ یہ اس لئے بھی اہم ہے کہ قانون الٰہی اسی طرح پر ہے کہ جب تک کوئی جماعت ان مقاصد کی تکمیل کرتی رہتی ہے جس کے لئے کہ اس کا قیام عمل میں لایا گیا ہو، تو اس وقت تک وہ جماعت قائم رہتی ہے فاما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض اور اگر اس مقصد کو وہ جماعت کھو بیٹھے یا اس میں کھوٹ مل جائے تو وہ جماعت مٹ جاتی ہے فیذهب جفاء یا اگر کسی ظاہری شکل میں اس کا ڈھانچہ قائم بھی رہ جائے تو وہ ایک بے حقیقت ڈھانچے کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔ وہ ایک ایسے جسم کی مانند ہو جاتی ہے جس کی روح نکل چکی ہو، اور پھر اس مردہ جسم پر آنے والا دن اس کی عفونت اور بگاڑ کو بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بالآخر وہ ڈھانچہ بھی فنا ہو جاتا ہے، اس لحاظ سے یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ یہ سوال ہمارے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے اور تمام مسائل، جو اس وقت ہمارے سامنے پیش ہیں ان سب سے زیادہ اہم ہے۔

جماعت کا احمدی نام کیوں رکھا

حضرت مرزا صاحب نے اس جماعت کو کیوں قائم فرمایا اور اس کا نام احمدی کیوں رکھا؟ اور اس کے سامنے کیا مقصد رکھا۔ یہ وہ چند امور ہیں جن پر ہمیں غور کرنا ہے۔ جیسا کہ آپ پر روشن ہے جماعت احمدیہ کا نام احمدیہ آنحضرت صلعم کے نام احمد کی مناسبت سے رکھا گیا۔ جو کہ آنحضرت صلعم کی مکی زندگی اور آپؐ کے جمال کا مظہر ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ:-

" احمدی کے نام میں اسلام اور اسلام کے بانی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتصال ہے۔ اور یہ اتصال دوسرے ناموں میں نہیں، احمد آنحضرت صلعم کا نام ہے اسلام احمدی ہے اور احمدی اسلام ہے"

پھر آپ نے فرمایا:-

"ہم مسلمان ہیں اور احمدی ایک امتیازی نام ہے"

قیام کی غرض

اس سوال کا جواب مختصراً حضرت صاحب کے اپنے الفاظ میں سنئے:-

" انجمن ہذا کی غرض اشاعت اسلام اور ان تجاویز کو سوچنا اور عمل میں لانا ہے کہ جن کے ذریعے اشاعت اسلام ہو سکے اور ایسے افراد پیدا کرنا ہے جن سے تبلیغ اسلام ہو"

جماعت کو بلند کرنے والی خصوصیات

آپ عملی طور پر اپنی جماعت میں ایسی امتیازی خصوصیات پیدا کرنا چاہتے تھے جو اس کا مقام بلند کر دے اور وہ زمین پر خدا کی پسندیدہ ترین جماعت ثابت ہو۔ وہ خصوصیات یہ ہیں:

یقین کی ضرورت

(۱) آپ چاہتے تھے کہ جماعت کے اندر یقین کی صفت بدرجہ اتم پیدا ہو جائے کیونکہ یقین کے بغیر انسان کے اندر فعالیت اور افادیت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا اور ایسا ہی اپنے مقصد کی کامیابی میں جب یقین محکم نہ ہو کامیابی نہیں ہو سکتی چنانچہ اس بارہ میں آپ کا یہ بیان قابل غور ہے:-

"اے خدا کے طالب بندو! کان کھولو اور سنو کہ یقین جیسی کوئی چیز نہیں یقین ہی ہے جو گناہ سے چھڑاتا ہے۔ یقین ہی ہے جو نیکی کرنے کی قوت دیتا ہے یقین ہی ہے جو خدا کا عاشق صادق بناتا ہے کیا تم گناہ کو بغیر یقین کے چھوڑ سکتے ہو، کیا تم جذبات نفس سے بغیر یقینی تجلّی کے رُک سکتے ہو۔ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی تبدیلی پیدا کر سکتے ہو، کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی خوشحالی حاصل کر سکتے ہو؟"

پھر فرمایا:-

"اے وے لوگو جو نیکی اور راستبازی کے لئے بلائے گئے ہو تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش اس وقت تم میں پیدا ہو گی اور اسی وقت تم گناہ کے مکروہ داغ سے پاک کئے جاؤ گے جبکہ تمہارے دل یقین سے بھر جائیں گے"

تعلق باللہ

(۲) دوسری بات جو آپ جماعت کے اندر پیدا کرنا چاہتے تھے وہ ہے تعلق باللہ اس کے حصول کے لئے آپ نے دعا پر بڑا زور دیا ہے آپ نے فرمایا:-

"مبارک تم جبکہ تم دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے، اور تمہاری رُوح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینے میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اُٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بیتاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جائے گا وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم حیا والا صادق وفادار اور عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا"

پاک نمونہ

(۳) خصوصیت جو آپ جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے وہ ہے جماعت کا مجموعی طور پر پاک نمونہ آپ کی خواہش اور کوشش یہی تھی کہ آپ کی جماعت احمدی صفات کا مظہر ہو اور تقوے اور دینداری اور اعلیٰ اخلاق میں بے مثل ہو اور ظاہر ہے کہ ایک داعی الی الخیر جماعت بجز پاک نمونے کے دوسروں کے لئے کبھی کشش کا موجب نہیں ہو سکتی اس مضمون سے آپ کی تحریریں بھری پڑی ہیں میں صرف ایک حوالہ سناتا ہوں:-

"ہماری جماعت کو جس سے لوگ بغض رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ جماعت ہلاک اور تباہ ہو جائے) یاد رکھنا چاہیئے کہ میں اپنے مخالفوں سے باوجود ان کے بغض کے ایک بات میں اتفاق رکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے چاہا ہے کہ یہ جماعت گناہوں سے پاک ہو اور اپنے چال چلن کا عمدہ نمونہ دکھاوے، وہ قرآن شریف کی سچی تعلیم پر عامل ہو اور آنحضرت صلعم کے اتباع میں فنا ہو جاوے ان میں باہم کسی قسم کا بغض کینہ نہ رہے، وہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ پوری اور سچی محبت کرنے والی جماعت ہو- لیکن اگر کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر اس غرض کو پورا نہیں کرتا اور سچی تبدیلی اپنے اعمال سے نہیں دکھاتا وہ یاد رکھے کہ دشمنوں کی اس مراد کو پورا کر دیگا وہ ان کے سامنے تباہ ہو جائیگا اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کا رشتہ نہیں اور وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ اولاد جو انبیاء کی اولاد کہلاتی تھی یعنی بنی اسرائیل جن میں کثرت سے نبی اور رسول آئے اور اللہ تعالےٰ کے عظیم الشان فضلوں کے وارث اور حقدار ٹھہرائے گئے تھے۔ لیکن جب اس کی روحانی حالت بگڑی اور اس نے صراط مستقیم کو چھوڑ دیا، سرکشی، فسق و فجور کو اختیار کیا نتیجہ کیا ہوا؟ وہ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کی مصداق ہوئی - اللہ تعالےٰ کا غضب ان پر ٹوٹ پڑا، اور ان کا نام بندر اور سئور رکھا گیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ اور انسانیت سے بھی انکو خارج کر دیا گیا - یہ کس قدر عبرت کا مقام ہے بنی اسرائیل کی حالت ہر وقت ایک مفید سبق ہے اسی طرح یہ قوم جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ وہ قوم ہے کہ اللہ تعالےٰ اس پر بڑے بڑے فضل کرے گا لیکن اگر کوئی اس جماعت میں داخل ہو کر اللہ تعالےٰ سے سچی محبت اور رسول کی سچی اور کامل اتباع نہیں کرتا، وہ چھوٹا ہو یا بڑا کاٹ ڈالا جائے گا۔ اور اللہ تعالےٰ کے غضب کا نشانہ ہو گا پس تمہیں چاہیئے کہ کامل تبدیلی کرو اور جماعت کو بدنام کرنے والے نہ ٹھہرو"۔

احمدی اخلاق کا نمونہ

آپ اپنی جماعت کو جس قسم کا نمونہ بننے کی تعلیم فرماتے تھے اس کی تفصیلات آپ نے خود بیان فرما دی ہیں اور وہ ہمارے لئے اس وقت خصوصیت کے ساتھ قابل غور ہیں ان کی اہمیت کے پیش نظر میں حضرت مرزا صاحب کے اپنے ہی الفاظ میں ایک حصہ پڑھ کر آپ کو سُنانا ضروری خیال کرتا ہوں:-

"اور اس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو- اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبّر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو، اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو، غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑیے ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو- بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو- نہ خود پسندی سے ان پر تکبّر- ہلاکت کی راہوں سے ڈرو- خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو، اور مخلوق کی پرستش نہ کرو، اور اپنے مولے کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اسی کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقوے سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا- دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی- اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔ تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے کیا تم اسکو دھوکہ دے سکتے ہو، پس تم سیدھے ہو جاؤ، اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ- اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے۔ تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دُور کر دیگی اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبّر ہے یا ریا ہے - یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو جو قبول کے لائق ہو- ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لیکر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو - کیونکہ شریر ہے وہ انسان جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں ہوتا وہ کاٹا جائے جائیگا۔ کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت

ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو۔ کہ جس دروازہ کیلئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا، کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں، خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اس کے نام کے لئے غیرتمند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا، وہ جو دنیا پر کتوں اور چیونٹیوں کی طرح گرتے ہیں اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے وہ جو اس کے لئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات پا جائے گا وہ جو اس کے لئے روتا ہے وہ ہنسے گا وہ جو اس کے لئے دنیا توڑتا ہے وہ اسکو ملے گا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست ہو۔ تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جائے"

ظاہری بیعت کچھ چیز نہیں

اور پھر فرمایا:۔

"ان سب باتوں کے بعد پھر میں کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ زہر ہے اور اسکو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو۔ دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص دنیا کی لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص دعا میں نہیں لگا رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے، جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنےٰ ادنےٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے، جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے"

اپنے اندر ایک انقلاب پیدا کریں

حضرت مسیح موعود کو اس بات کا سب سے بڑا فکر تھا کہ آپکی جماعت کے تقویٰ کا معیار بہت بلند ہو اور جب کبھی آپ دیکھتے کہ آپ کی مساعی کا خاطر خواہ نتیجہ پیدا نہیں ہوا تو آپ کو انتہائی رنج پہنچتا تھا۔ چنانچہ آپ نے جب بعض افراد کی غلطیوں کی بناء پر یہ محسوس کیا کہ جلسہ سالانہ کے مقلوں کا کوئی مفید اثر نہیں ہوا تو ایک سال جلسہ سالانہ ہی ملتوی کر دیا اور اس کے التواء کی ایک وجہ کو ان دردمندانہ الفاظ میں بیان فرمایا جو میں آپ کو ابھی پڑھ کر سناتا ہوں اور میں اس بیان پر ہی اپنی تقریر کو ختم کروں گا۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے آپ کے سامنے کافی باتیں ایسی رکھ دی ہیں جن سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہمارے امام کا تصور ہماری جماعتی زندگی کے متعلق کیا تھا۔

" پس اے نادانو! خوب سمجھو اے غافلو خوب سوچ لو۔ کہ بغیر سچی پاکیزگی ایمانداری اور اخلاقی زندگی اور اعمال صالحہ کے کسی طرح رہائی نہیں اور جو شخص ہر طرح سے گندہ رہ کر پھر اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے وہ خدا تعالےٰ کو نہیں بلکہ وہ اپنے تئیں دھوکہ دیتا ہے اور مجھے ان لوگوں سے کیا کام جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر نہیں اُٹھا لیتے اور رسول کریم صلعم کے پاک جوئے کے نیچے صدق دل سے اپنی گردنیں نہیں دیتے اور راستبازی کو اختیار نہیں کرتے اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار ہونا نہیں چاہتے اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے اور ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے۔ بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے ہیں اور تکبر سے کرسیوں پر بیٹھتے ہیں اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں، اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے۔ مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے ہیں اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے ہیں اور کبھی شرارت اور تکبر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور اپنے رب کریم کو یاد رکھتے ہیں اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں۔ سو میں بار بار کہتا ہوں ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے نجات تیار کی گئی ہے۔ جو شخص شرارت اور تکبر اور خود پسندی اور غرور اور دنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کی دوزخ سے اس جہان میں باہر نہیں وہ اس جہان میں کبھی باہر نہیں ہوگا۔ میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں۔ خدایا مجھے ایسے الفاظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنا نور ڈالیں اور اپنی تریاقی خاصیت سے ان کی زہر کو دور کریں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا ہو اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا ہو، کہ وہ ہر ایک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں۔ ہاں نماز پڑھتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ نماز کیا شے ہے۔ جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہری سجدوں پر امید رکھنا طمع خام ہے۔ جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا صرف تقویٰ پہنچتا ہے۔ ایسا ہی جسمانی رکوع و سجود بھی ہیچ ہے جب تک دل کا رکوع و سجود و قیام نہ ہو۔ دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم رہو۔ اور رکوع یہ کہ اس کی طرف جھکے۔ اور سجود یہ کہ اس کے لئے اپنے وجود سے دستبردار ہو۔ سو افسوس، ہزار افسوس کہ ان باتوں کا کچھ بھی اثر میں ان میں نہیں دیکھتا مگر دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کئے جاؤں گا اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ ہاں میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالےٰ کے علم اور ارادہ میں بدبخت ازلی ہے جس کے لئے یہ مقدر ہی نہیں کہ سچی پاکیزگی اور خداترسی اسکو حاصل ہو تو اس کو اے قادر خدا میری طرف سے بھی منحرف کر دے جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اور لا جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو۔ اب میری یہ حالت ہے کہ بیعت کرنے والے سے میں ایسا ڈرتا ہوں جیسا کہ کوئی شیر سے اسی وجہ سے کہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی دنیا کا کیڑا ہو کر میرے ساتھ پیوند کرے پس التوائے جلسہ کا ایک یہ سبب ہے جو میں نے بیان کیا۔

(باقی برصفحہ ۱۲ کالم ۴)

صحابہ کرامؓ کی علمی خدمات

از جناب شیخ عبدالقادر صاحب احمدیؒ مبلغ تبلیغی لاہور

صحابہ کرام رضؓ نے تعلیم قرآن کا سلسلہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام مکہ کے زمانہ سے شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت مصعب رضؓ بن عمیرؓ اور حضرت ابن ام مکتوم رضؓ نے قبل از ہجرت مدینہ پہنچکر لوگوں میں قرآن کی تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

(مسند ۴-۱ اور بخاری کتاب التفسیر)

ہجرت کے بعد تو مسجد نبوی میں قرآن مجید کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ مستقل طور پر بشکل حلقۂ درس شروع ہو گیا۔ اس حلقۂ درس القرآن کو اس قدر اہمیت حاصل تھی کہ بروایت ابن ماجہ ایک روز آنحضرت صلعم جبکہ کاشانہ نبوت سے برآمد ہو کر مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوئے تو حضور کو اس میں دو حلقے نظر پڑے ایک حلقہ تو ذکر و اذکار اور دعا میں مشغول تھا اور دوسرے حلقہ میں قرآن مجید کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع تھا۔ فرمایا دونوں نیک کام میں مشغول ہیں میں صرف معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور پھر حضور خود بھی حلقۂ درس القرآن میں بیٹھ گئے

(۱) ستارۂ بدرخشید و ماہ مجلس شد
دل رمیدۂ ما را انیس و مونس شد

(۲) نگار من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

(حافظ رح)

(۱) ایک ستارہ چمکا اور مجلس کا چاند بن گیا اور میرے آوارہ دل کا دوست و غمخوار ہو گیا۔

(۲) میرا معشوق جو نہ مکتب گیا اور نہ لکھنا پڑھنا سیکھا مگر ایک اشارہ سے بڑے بڑے مسائل اخلاق و خداداری کے سینکڑوں علماء و فضلا پر کھول دیئے۔

اصحاب صفہ نہایت نادار و مفلس تھے اس لئے ان میں سے کچھ لوگ جن کو فراغ کہا جاتا تھا دن کو پانی بھر کر لاتے اور مسجد میں رکھ دیتے۔ جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے اور ان کو بیچکر جو آمدنی ہوتی ان کو اصحاب صفہ کی معاش پر صرف کرتے لہذا یہ عاشقان کلام الٰہی قرآن شریف کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہو جاتے۔

در راہ عشق مرحلۂ قرب و بعد نیست
مے بینمت عیاں و دعا میفرستمت

(حافظ رح)

(ترجمہ) عشق کے راستہ میں قرب اور بُعد (نسیر اور عُسر) کی منزلیں نہیں ہیں میں تجھے ظاہر دیکھتا ہوں اور دعا ئے خیر کرتا ہوں۔

بیرونِ جات میں مسلمانوں کو تعلیم قرآن دینے کے لئے انہی میں سے قراء بھیجے جاتے تھے۔

باہر سے جو مہاجرین آتے انہیں انصار قرآن مجید کی تعلیم بھی دیتے اور ان کی بود و باش اور خورد و نوش کا بھی انتظام فرماتے تھے۔ چنانچہ مسند حضرت عبادہ رضؓ بن الصامت مذکور ہے:-

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يشغل فاذا قدم رجل مهاجر على رسول الله صلى الله عليه وسلم دفعه الى رجل منا يعلمه القرآن - الخ

یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے کام رہتے تھے اس لئے جب آپ کی خدمت میں کوئی مہاجر آتا تو آپ اس کو ہم میں سے کسی کے سپرد کر دیتے تھے کہ اسے قرآن مجید کی تعلیم دے۔

خود مہاجرین نے انصار کے اس احسان کا اعتراف کیا ہے چنانچہ وفد عبدالقیس سے حضرت نبی کریم صلعم نے انصار کی مہمان نوازی کا حال دریافت کیا تو اس نے ان الفاظ میں اس کا منت شناسانہ اعتراف کیا:-

"نہایت اچھے بھائی ہیں ہمارے لئے نرم بچھونے بچھائے اچھے کھانے کھلائے اور صبح و شام قرآن و حدیث کی تعلیم دی"

وفد جو نعیم آیا تو مدت تک مدینہ طیبہ میں رہ کر قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتا رہا۔

(اسد الغابہ)

نظام حکومت قائم ہونے کے بعد حضرت صلعم نے جو امراء اعمال مقرر فرمائے ان کا سب سے مقدم فرض کتاب اور سنت کی تعلیم دینا قرار دیا چنانچہ استیعاب تذکرہ معاذ بن جبل میں ہے:-

"آپ نے ان کو یمن کے ایک حصہ کا قاضی مقرر فرما کر بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو قرآن مجید اور احکام اسلام کی تعلیم دیں"

شام فتح ہوا تو حضرت عمر رضؓ نے عبادہ رضؓ بن صامت کو ان لوگوں کی تعلیم کے لئے منتخب فرمایا اور ان کے ساتھ معاذ رضؓ بن جبل اور ابو درداء رضؓ کو بھی کر دیا۔ ان میں سے عبادہ بن صامت نے حمص میں قیام کیا، ابو درداءؓ دمشق کو گئے اور معاذؓ نے فلسطین میں سکونت اختیار کی، اس کے بعد عبادہ بن صامت بھی فلسطین چلے گئے۔

(اسد الغابہ)

ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا تو ان کے ساتھ عمران رضؓ بن حصین کو بھی کر دیا کہ لوگوں کو فقہ اور قرآن کی تعلیم دیں۔

(فتوح البلدان)

(۱) معنئ قرآن ز قرآں پرس و بس
وز کسے کاتش ز دست اندر ہوس

(۲) پیش قرآں گشت قربانی و پست
تا کہ عین روح او قرآں شدہ است

(رومی رح)

ترجمہ (۱) یعنی قرآن کے معنے قرآن سے تلاش کرنے چاہئیں یا اس شخص سے جس نے حرص و ہوا کو آگ لگا دی ہو۔

(۲) جو قرآن کے سامنے قربان ہو گیا ہو اور جس کی روح عین قرآن بن گئی ہو۔

حضرت عمر رضؓ نے تعلیم قرآن کے لئے مختلف ذرائع اختیار فرمائے۔ چنانچہ سورۂ البقرہ، نساء، مائدہ، حج اور نور کی نسبت حکم فرمایا کہ تمام مسلمانوں کو ان کا سیکھنا لازمی ہے کیونکہ ان میں احکام و فرائض مذکور ہیں۔ چونکہ سورۂ نور میں زیادہ تر احکام عورتوں کے متعلق ہیں اس لئے فرمایا کہ "اپنی عورتوں کو سورہ نور کی تعلیم دو" (کنز العمال)

ایک بار جب فاروق اعظم رضؓ نے فوجی افسروں کو لکھا کہ میرے پاس حفاظ قرآن کو بھیجدو کہ ان کو جا بجا معلم قرآن بنا کر بھیجوں تو حضرت ابو موسیٰ اشعری نے لکھا کہ صرف میری فوج میں ہی تین سے زائد حافظ موجود ہیں

(کنز العمال)

اسوۂ صحابہ

(۱) آں چراغ ہدیٰ است دنیا را
رہبر و رہنما است دنیا را

(۲) رحمتے از خدا است دنیا را
نعمتے از سما است دنیا را

(۳) مخزن رازہائے ربانی
از خدا آلۂ خداد دانی

مسیح موعودؑ

ترجمہ (۱) وہ (قرآن) تمام دنیا کے لئے ہدایت کا چراغ ہے اور جہان بھر کے لئے رہبر و رہنما ہے۔

(۲) وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا کے لئے ایک رحمت ہے اور آسمان سے اہل جہان کے لئے ایک نعمت ہے۔

(۳) اسرار الٰہی کا ایک خزانہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خداشناسی کا ایک آلہ ہے

سیکرٹری صاحبان توجہ فرمائیں

حضرت صاحب صدر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ارشاد ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن ادائیگی نماز سے قبل احباب سے ہر مقام پر آنہ فنڈ جمع کرنے کا حسب سابق انتظام ہو مبلغین حضرات اپنے اپنے حلقہ میں فنڈ کی ادائیگی کے متعلق احباب کو توجہ دلائیں۔

ابتدا میں جب حضرت امیر قوم مرحوم و مغفور نے اس فنڈ کی تحریک فرمائی تھی تو مرکز سے فنڈ تھیلیاں جماعتہائے میں بھیجی گئی تھیں جو اکثر مقامات پر دوستوں کے پاس ہوں گی کسی جگہ پر نہ ہوں تو لکڑی کی چھوٹی فنڈ تھیلی وہاں کے دوست بنوالیں۔

محصلین حضرات، سیکرٹری صاحبان اور جماعت کے دوسرے احباب باقاعدگی سے چندہ امداد مرکزی دفتر میں ارسال فرمائیں اور آنہ فنڈ کی جمع شدہ رقم بھی ہر ماہ ساتھ ہی ساتھ بھجوایا کریں۔

احمد حسن
اسسٹنٹ افسر تحصیل

تحقیقاتی عدالت کے روبرو مولانا اختر علی خاں ایڈیٹر زمیندار کا بیان

احراریوں نے احمدیوں کے خلاف اپنے مذہبی اختلافات کو سیاسی مقاصد کیلئے استعمال کیا

مرزا محمود کے ۱۲ جون کے اعلان سے احمدیوں اور غیر احمدیوں کی بحث ختم ہو جانی چاہیئے

(سٹاف رپورٹر اسلم)

لاہور - ۲۸ ستمبر - روزنامہ زمیندار کے ایڈیٹر مولانا اختر علی خاں نے آج یہاں تحقیقاتی عدالت کے روبرو بیان دیتے ہوئے کہا کہ اگر مجھے سزا دی جاسکتی ہے - تو پنجاب کے حالیہ واقعات کے ذمہ دار اس وقت کے صوبائی وزیر اعلیٰ میاں ممتاز محمد دولتانہ اور سابق وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین ہیں - مولانا اختر علی خاں نے کہا کہ ان دونوں حضرات نے جو کچھ کیا ہے انہیں اس کے ذمہ دار ٹھہرایا جائے - اور ان کے افعال منظر عام پر آنے چاہئیں - گواہ نے کہا کہ میاں ممتاز دولتانہ نے خواجہ ناظم الدین کو خوش کرنے کے لئے مجھے جیل بھیجا تھا -

انہوں نے روزنامہ "آثار" مورخہ ۱۲ جون ۱۹۵۲ء کا ایک پرچہ پیش کیا اور عدالت کی توجہ "ادھند" کے ایک مقالہ کی جانب مبذول کرائی جس کا عنوان "میرزا بشیر الدین محمود کا اعلان تھا" انہوں نے کہا کہ اس اعلان سے عام مسلمانوں اور احمدیوں کی بحث ختم ہو جانی چاہیئے - کیونکہ احمدیہ فرقہ کے رہنما نے اس اعلان میں اپنے فرقہ کے خلاف عام مسلمانوں کی بیشتر شکایات ختم کر دی ہیں -

مولانا اختر علی خان جنہیں فوجی عدالت نے چودہ سال کی سزائے قید دی تھی آج کل پیرول پر ہیں - کراچی سے ممتاز محمد خاں دولتانہ کی واپسی کے بعد انہیں عدالت میں دوبارہ پیش کیا جائے گا - یہ پیشی مسٹر دولتانہ کے وکیل مسٹر یعقوب علی خاں کی درخواست پر ہو گی جنہوں نے اپنے مؤکل کی ہدایات کی عدم موجودگی میں آج جرح سے معذوری ظاہر کی - عدالت نے وکیل کو جرح کا حق محفوظ رکھنے کی اجازت دیدی -

سوال :- زمیندار کا ایڈیٹر کون ہے -

جواب :- میں خود ہی ایڈیٹر ہوں -

سوال :- آپ کس سیاسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں ؟

جواب :- میں مسلم لیگی ہوں - اور پنجاب صوبائی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا ممبر ہوں -

سوال :- کیا آپ نے ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء کو برکت علی محمڈن ہال میں منعقدہ آل مسلم پارٹیز کنونشن میں شرکت کی تھی ؟

جواب :- جی نہیں -

سوال :- کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ کنونشن کس نے بلائی تھی ؟

جواب :- مولانا ابوالحسنات محمد احمد نے -

سوال :- کیا وہ ایک احراری ہیں ؟

جواب :- جی نہیں -

سوال :- کیا جون ۱۹۵۲ء میں کوئی کنونشن منعقد ہوئی تھی ؟

جواب :- مجھے معلوم نہیں -

سوال :- کیا آپ نے ایک خصوصی فوجی عدالت کے روبرو بیان دیا تھا ؟

جواب :- جی ہاں -

سوال :- کیا آپ نے وہاں حسب ذیل بیان دیا تھا ؟ " جون ۱۹۵۲ء میں ایک کنونشن منعقد کی گئی تھی جس میں یہ حضرات موجود تھے ، مولانا ابوالحسنات ، ماسٹر تاج الدین - مظفر علی شمسی ، مولانا داؤد غزنوی اور مولانا داؤد غزنوی اور مولانا غلام دین -

اس اجلاس میں جن اہم نکات پر بحث ہوئی تھی وہ یہ تھے ،-

(الف) :- احمدیوں کو ایک اقلیت قرار دیا جائے

(ب) :- چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں کو وزارت سے علیحدہ کر دیا جائے -

جواب :- جی ہاں - لیکن اس سے میری مراد یہ تھی کہ محمڈن ہال میں منعقدہ جولائی والی کنونشن تھی اور غلطی سے میں نے کنونشن کا مہینہ جون ۱۹۵۲ء دے دیا -

سوال :- کیا آپ نے اس کنونشن میں شرکت کی تھی ؟

جواب :- جی نہیں -

سوال :- کیا آپ کو ایک خصوصی عدالت نے مجرم قرار دیا تھا ؟

جواب :- جی ہاں -

سوال :- آپ کو کیا سزا دی گئی ؟

جواب :- چودہ سال -

سوال :- آپ کے خلاف الزام کیا تھا ؟

جواب :- میرے خلاف الزامات یہ تھے کہ میں نے ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۴۴ کے تحت ایک حکم کی خلاف ورزی کی تھی - اور تقریر بھی کی تھی جس میں ایک طرف عام مسلمانوں اور دوسری طرف احمدیوں کے درمیان منافرت پھیلانے کی کوشش کی گئی تھی - یہ دونوں الزامات بے بنیاد تھے -

جہاں تک میں جانتا ہوں ، مولانا داؤد غزنوی مظفر علی شمسی اور مولانا غلام دین جماعت احرار سے تعلق نہیں رکھتے - ماسٹر تاج الدین جماعت احرار سے تعلق رکھتے ہیں - جہاں تک مجھے یاد ہے ۱۳ جولائی کو لاہور میں جو آل مسلم پارٹیز کنونشن منعقد ہوئی تھی اس کا اشتہار نہیں دیا گیا تھا -

سوال :- کیا آپ جانتے ہیں کہ ۱۶ ، ۱۷ اور ۱۸ جنوری کے درمیان کسی تاریخ کو کراچی میں علماء کا جو اجتماع منعقد ہوا تھا اور جس میں مرکزی مجلس عمل کا قیام عمل میں لایا گیا تھا کس نے طلب کیا تھا ؟

جواب :- جی نہیں -

سوال :- کیا آپ کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت موصول ہوئی تھی ؟

جواب :- جی نہیں -

سوال :- کیا آپ ۱۳ جولائی کو لاہور میں منعقدہ کنونشن کی مقرر کردہ صوبائی مجلس عمل کے ممبر تھے ؟

جواب :- جی ہاں میں اسی کے ممبران میں شامل تھا - اس مجلس کے دوسرے ممبر مولانا داؤد غزنوی ، مولانا ابوالحسنات محمد احمد مولانا مظفر علی شمسی - ماسٹر تاج الدین اور صاحبزادہ فیض الحسن -

سوال :- ان حضرات میں مسلم لیگی کون ہے ؟

جواب :- کوئی نہیں سوائے میرے

سوال :- تقسیم سے قبل مولانا داؤد غزنوی کس سیاسی جماعت سے تعلق رکھتے تھے ؟

جواب :- وہ جماعت احرار سے تعلق رکھتے تھے -

سوال :- قیام پاکستان سے پہلے احرار کا سیاسی عقیدہ کیا تھا ؟

جواب :- مجلس احرار کے رہنما پاکستان کے قیام کے مخالف تھے - وہ دو قوموں کے نظریہ اور ملک کی تقسیم کے مخالف تھے

جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ مولانا مظفر علی شمسی گورداسپور کے رہنے والے تھے اور تقسیم کے بعد پاکستان میں آ گئے تھے -

سوال :- کیا آپ جانتے ہیں کہ تقسیم سے قبل وہ کس سیاسی جماعت سے تعلق رکھتے تھے ؟

جواب :- مجھے ان کے گذشتہ حالات کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ، اور نہ ہی مجھے مولانا غلام دین کے ماضی کے متعلق کچھ معلوم ہے میری ان سے پہلی دفعہ اس وقت یاد اللہ ہوئی جب مجلس عمل قائم کی گئی تھی -

سوال :- ۱۶ ، ۱۷ اور ۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء کے درمیان کراچی میں منعقدہ آل مسلم پارٹیز کنونشن کی طرف سے جو مرکزی مجلس عمل مقرر کی گئی تھی - کیا آپ اس کے ارکان کے نام بتا سکتے ہیں ؟

جواب :- مولانا عبدالحامد بدایونی ، ماسٹر تاج الدین مولانا محمد شفیع ، مولانا احتشام الحق ، صاحبزادہ فیض الحسن ، مولانا احمد اور مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری -

سوال :- آپ مولانا عبدالحامد بدایونی کو کب سے جانتے ہیں ؟

جواب :- میں انہیں خلافت کے زمانہ سے جانتا ہوں -

سوال :- خلافت کی تحریک کس مقصد کے لئے شروع کی گئی تھی ؟

جواب :- یہ تحریک ٹریپولی اور بلقان پر یورپی طاقتوں کے حملہ کے بعد شروع ہوئی تھی - اس کا مقصد ترکیہ کے خلاف یورپی طاقتوں کی جارحیت کو روکنا تھا - کیونکہ خلافت کا صدر مقام ترکیہ میں تھا -

سوال :- کیا یہ تحریک ترکیہ میں خلافت کے خاتمہ کے بعد بھی جاری رہی ؟

جواب :- ہندوستان میں خلافت کی تحریک اس وقت ختم کر دی گئی جب ترکوں نے خلافت کو ختم کر دیا اور ترکیہ نے ایک لا مذہبی مملکت ہونے کا اعلان کر دیا -

سوال :- تقسیم سے قبل مولانا عبدالحامد بدایونی کس سیاسی جماعت سے تعلق رکھتے تھے ؟

جواب :- وہ کانگرسی تھے

سوال :- تقسیم اور پاکستان کے قیام کے متعلق کانگرس کا نظریہ کیا تھا ؟

جواب :- وہ نئی مملکت کے قیام اور دو قوموں کے نظریہ کی مخالف تھی - (باقی آئندہ)

دعوت الی الحق

بعثت مجددین

مذہب کا مقصد

از جناب ماسٹر صادق علی صاحب پٹیالوی

رُوحانیت پر امتداد زمانہ کا اثر

ہمارے مخالفین کہتے ہیں۔ کہ دین کی عمارت اور دین کے باغ پر بھی امتداد زمانہ کا اثر نہیں پڑتا۔ خدا نے اپنا رسول مبعوث فرمایا۔ اور اس پر کتاب نازل فرما دی۔ جس پر اس نے عمل کر کے دکھا دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو دین سے سروکار نہیں رہتا۔ دین کی عمارت بغیر کسی دیکھ بھال اور صفائی کے قیامت تک نئی کی نئی رہے گی۔ اور دین کا باغ بغیر کسی صفائی اور آبپاشی کے ابد تک سرسبز و شاداب اور بارآور رہے گا۔ ہمارے دماغ ان محیرالعقول باتوں کے ماننے سے قاصر ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ جس طرح اینٹ اور سیمنٹ کی مضبوط سے مضبوط عمارت بغیر مناسب خبرگیری کے تھوڑے ہی عرصہ میں کھنڈر بن جاتی ہے۔ اور خوشنما سے خوشنما باغ آبپاشی اور نگرانی کے بغیر پھل دینا تو درکنار رہتے ہی ویران اور تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دین بھی بغیر مناسب خبرگیری کے اپنی اصلیت کھو بیٹھتا اور قلوب پر اثر انداز ہونا چھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ و ما نزل من الحق ولا تکونوا کالذین اوتوا الکتٰب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فٰسقون اعلموا ان اللّٰہ یحی الارض بعد موتھا۔ قد بینا لکم الاٰیٰت لعلکم تعقلون۔ (کیا اس قدر مصائب اور تکالیف اور ذلتیں اُٹھا کر بھی) ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے وقت نہیں آیا۔ کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے نرم ہو جائیں۔ اور اس کے لئے جو حق سے اترا ہے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی۔ پھر ان پر لمبا زمانہ گذر گیا۔ تو ان کے دل سخت ہو گئے۔ اور ان میں اکثر بہت نافرمانوں کی ہے۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ[1] (قلوب کو ان کی موت کے بعد اسی طرح زندہ کر دے گا جس طرح) زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ ہم نے تمہارے لئے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں۔ تاکہ تم عقل سے کام لو۔

[1] یہ آیات سورۃ الحدید کی ہیں۔ اور یہ پوری کی پوری سورۃ اسی زمانہ کے متعلق ہے۔ وجہ کی جو عظمت اس زمانہ میں شائع ہوئی ہے۔ ... جس کا نام الحدید ہے۔ پہلے زمانوں میں لوگوں کے دل پتھر کے ہو جاتے تھے۔ لیکن پتھروں سے چشمے پھوٹ نکلنے کی توقع ہو سکتی تھی۔ اس زمانہ میں شقاوت اس درجہ بڑھ گئی ہے۔ کہ لوگوں کے دل بھی لوہے کے ہو گئے ہیں۔ اور خشوع و خضوع باقی نہیں رہا۔ اسی آیت کی تفسیر میں ابن جریر نے قتادہ کی روایت بیان کی ہے۔ اول ما یرفع من الناس الخشوع سب سے پہلے لوگوں سے خشوع اُٹھایا جائے گا۔ اسی صورت کی آیت ما اصاب من مصیبۃ کی تفسیر میں دیلمی میں ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا سیفتح علی امتی باب من القدر فی اٰخر الزمان لا یسدہ شیٔ میری امت پر ایک مصائب کا دروازہ آخری زمانہ میں کھولا جائیگا جسے کوئی چیز نہ روک سکے گی۔

انعامی چیلنج

احمدی اور غیر احمدی میں بنائے اختلاف صرف یہی ہے کہ جماعت احمدیہ امتداد زمانہ کے اثر کو مانتی ہے۔ اور مخالف علماء اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے منکر ہیں۔ اور اس اختلاف کی بناء پر پورے باسٹھ سال سے جماعت احمدیہ کے خلاف یہ ہنگامہ آرائی ہو رہی ہے۔ اور جس نے اس وقت اپنی انتہا کو پہنچ کر تمام مخالفین کو ننگا کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے اس اصول کو منوانے کے لئے پاکستان جیسی نعمت عظمیٰ کو قربان کرنے اور تمام مسلم قوم کو درگور کرنے کے لئے بھی تیار ہیں اور اگر مولوی صاحبان کے خیال میں بنائے مخالفت کوئی اور ہے جس کا کم از کم ہمیں علم نہیں۔ تو وہ ازراہ مہربانی اس پر روشنی ڈالیں۔ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور اگر اس وجہ اختلاف کو قبول کر لے گی۔ تو میں یکصد روپیہ بلا توقف ان مولوی صاحب یا مولوی صاحبان کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ ورنہ میرے نظریہ کو تسلیم کرتے ہوئے اگر کوئی صاحب میرے دلائل کو رد کر کے دکھلا دیں گے۔ تو میں ایک ہزار روپیہ انہیں انعام دوں گا خواہ وہ خود لیلیں۔ یا جس فنڈ میں چاہیں۔ دلا دیں منصف بھی میں غیر از جماعت حضرت میں سے ہی قبول کر لوں گا۔

مسلمانوں کی رُوحانی تربیت کا کیا انتظام ہے

یہ باتیں ضمنی طور پر درمیان میں آ گئی تھیں اس لئے اب ہم پھر اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جب امتداد زمانہ کا اثر ایک حقیقت ہے۔ اور اس سے انکار کرنا اپنے دل و دماغ۔ اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں کو فریب دینا ہے۔ یا جن ذرائع سے مذہب کی روح انسان کے قلب تک پہنچتی ہے۔ ان کو بکلی بند کر لینا ہے۔ تو ختم نبوت کے بعد جس کا دامن قیامت تک دراز ہے۔ مسلمانوں کی روحانی ربوبیت کا کیا انتظام ہے۔ کیونکہ امت مسلمہ کو بہترین امت بنایا گیا ہے۔ اور اس کے کامل افراد کو انبیائے کرام کی طرح شہداء علی الناس قرار دیا گیا ہے۔ وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ تعلیم انسان کا کام صرف مولویوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ تو اول تو انہیں خود ان امر کا ادعا نہیں۔ دوسرے وہ نزول روح سے جو انتشار و وحشت اور قلب کی قساوت کو زور کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ کلیتہً منکر ہیں تیسرے مسلمانوں کے بہترین فرقوں میں سے کسی بھی فرقے کے مولویوں کو افضل الرسل خاتم النبیین کا مظہر اور نمائندہ سمجھا جائے۔ سعید الفطرت مولوی صاحبان کے وجود کا بھی کلیتہً انکار نہیں کرتے۔ مگر ان کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے امساک باراں کے ایام میں کنوؤں سے فصلوں کو پانی دینے کی سعی کی جاتی ہے۔

محض دو ہی صورتیں ہیں

یہ امر نہایت ٹھنڈے دل سے سوچنے کے لائق ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جو گذشتہ اور آئندہ کے حالات جاننے والا تھا۔ اسے خوب علم تھا کہ ابتدائے آفرینش سے ہر مذہب میں وہ لوگ جو مذہب کے اجارہ دار بنتے رہے ہیں ہمیشہ مذہب کی تخریب کا باعث ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ خود فرماتا ہے یاایھا الذین اٰمنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللّٰہ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ یقیناً بہت سے علماء اور درویش لوگوں کے مال جھوٹ کے ساتھ کھاتے ہیں۔ اور لوگوں کو (دین کا راستہ دکھانے کی بجائے) اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن پر آپ کی امت کی ذمہ داری ہے۔ آخری زمانہ کے علمائے امت کو خواہ وہ زمانہ کبھی ہو، بدترین اور تمام عالم میں سب سے شریر اور فتنہ پرداز اور تفقہ فی الدین سے عاری قرار دیتے ہیں ہم نہیں کہتے کہ سبھی علماء برے ہوتے ہیں۔ اور نہ ہی ہم یہ کہتے ہیں کہ سبھی علماء اچھے ہوتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ایک زمانہ میں تمام علماء نیک ہوں اور ہو سکتا ہے کہ ایک زمانہ میں سبھی علماء بُرے ہوں۔ اس میں خدا کا کیا دخل ہے۔ یہ ان کے اپنے اپنے اعمال کی بات ہے۔ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کی رُوحانی ربوبیت کا کیا انتظام فرمایا ہے۔ اس کے جواب میں یا تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلعم پر قرآن نازل فرما کر امت محمدیہ کو چھوڑ دیا۔ اور ختم نبوت کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کا تعلق منقطع ہو گیا۔ اور مسلمانوں کو چھوڑ دیا گیا کہ وہ جو چاہیں کریں جو چاہیں سمجھیں۔ ان کی دائمی روحانی ربوبیت کا اس کی جناب میں کوئی انتظام نہیں۔ نبوت ختم ہوئی تو کیا اس کی رحمانیت کے تقاضے بھی ختم ہو گئے؟ ورنہ یہ تسلیم کرنے کے بجز چارہ نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو اچھے یا بُرے علماء کے رحم پر نہیں چھوڑا۔ وہ مسلمانوں کی دینی رہنمائی کا خود انتظام فرماتا ہے۔ اور اپنے برگزیدہ بندوں کو حفاظت دین کے لئے مامور فرماتا رہتا ہے۔ ہر شخص جس صورت کو چاہے قبول کرے۔ ان دو صورتوں کے سوائے تیسری صورت اور کوئی نہیں۔

حفاظت اسلام کیلئے وعدہ الٰہی

احمدیت مؤخر الذکر صورت کو قبول کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون۔ ہم نے ہی یہ قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ یہ حفاظت صرف قرآن کے حروف کی نہیں۔ اگرچہ وہ بھی معجزانہ طریق سے ہو رہی ہے۔ اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔ بلکہ اس حق کی ہے۔ جو قرآن میں ہے۔ اس منشاء الٰہی کی ہے جو قرآن کے نزول سے ہے اور اس عملی تفسیر کی ہے جو آنحضرت صلعم کے عمل سے ظاہر ہوئی۔ یہ حفاظت ان راسخون

فی العلم کے ذریعہ ہوتی جنہیں خدا مامور فرماتا ہے۔ اور جو اس چھوٹی سی کتاب قرآن مجید سے ہر زمانہ کی ہدایت کے لئے سامان مہیا کرتے ہیں۔ اور مخالفین اسلام کے اعتراضوں اور جاہل مولویوں کے پیدا کردہ فتن کو دور کرکے اس پاک کتاب کا حسن و جمال اس کے عشاق کو دکھاتے اور ان کے مردہ قلوب میں زندگی پیدا کرتے ہیں۔ یہی وہ تائید یافتہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو قرآن کے علوم کے سمندر میں غوطہ لگاتے ہیں۔ اور ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق نیا نیا موتی نکال لاتے ہیں ؎

یاالٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقان
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا

وعدۂ خلافت

ان راسخون فی العلم کے ذریعہ سے جنہیں خدا اپنی رحمانیت سے خود قرآن سکھاتا ہے۔ احیاء دین ہوتا رہتا ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کو اور اسلام کو اور مسلمانوں کو مرور زمانہ کے اثر سے بچاتا رہتا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں، وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے۔ اور وہ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کر دے گا۔ اور ان کے لئے ان کے خوف کے بعد بدل کر امن (کی حالت) کر دے گا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ سے ایسی خلافت[1] کا وعدہ فرمایا ہے جیسی اس سے قبل بنی اسرائیل کو عطا فرمائی گئی تھی چنانچہ جہاں آنحضرت صلعم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں کامل مماثلت ہے۔ وہاں امت محمدیہ اور بنی اسرائیل میں بھی کامل مماثلت ہے۔ یہاں تک کہ قرآن کریم میں بنی اسرائیل کا جو ذکر بکثرت آتا ہے۔ وہ کسی قصہ کے رنگ میں نہیں بلکہ وہ درحقیقت امت محمدیہ کی تاریخ پیشگوئی کے رنگ میں بیان کی گئی ہے۔ اور آج تو مشابہت اس قدر ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی بگڑی ہوئی حالت کا کوئی ساذکر پڑھ لو۔ امت محمدیہ کی موجودہ حالت کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر وذرا بذراع قالوا الیھود والنصاری یا رسول اللہ قال فمن۔ اسی لئے عالم الغیب رحیم کریم خدا نے امت محمدیہ کو ہر نماز ہر رکعت میں مغضوب اور ضالین کے راستہ سے بچنے کی دعا سکھائی۔ تاکہ امت محمدیہ افراط و تفریط کے امراض سے بچے اور صراط مستقیم پر قائم رہے صراط مستقیم پر قائم رکھنے کے لئے ہی یہ وعدہ خلافت ہے۔

آنحضرت صلعم کی دو حیثیتیں

مسئلہ خلافت کو صحیح طریق پر سمجھنے کے لئے یہ امر مد نظر رکھنا چاہیئے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ کی دو حیثیتیں ہیں

(۱) نبوت جو کہ مستقل حقیقی اور دوامی حیثیت ہے۔

(۲) حکومت اور بادشاہت جو ایک عارضی اور وقتی حیثیت تھی۔

ان دونوں رنگوں میں ہی بنی اسرائیل میں خلافت چلتی رہی اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا (۱) تم میں نبی بنائے (۲) اور تمہیں بادشاہ (بادشاہی قوم) بنایا۔ یہی دو وعدے امت محمدیہ سے ہیں۔ لیکن چونکہ نبوت اپنے کمال کو پہنچکر ختم ہو گئی۔ اور کسی نئی نبوت کی ضرورت نہ رہی۔ کیونکہ نور نبوت محمدیہ ہمیشہ امت محمدیہ پر پرتو ڈالتا رہتا ہے۔ اس لئے امت محمدیہ میں آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کے آنے کا امکان نہ رہا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حدیث نبوی ہے۔ کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی سیکون خلفاء۔ بنی اسرائیل کی رہنمائی نبی کرتے تھے۔ جب ایک نبی فوت ہو جاتا۔ دوسرا اس کا جانشین ہو جاتا۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلفا ہوں گے۔

پس بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے انبیاء مبعوث فرمائے۔ تو امت محمدیہ میں انبیاء کے قائم مقام خلفاء بنائے۔ وہاں فرمایا اذ جعل فیکم انبیاء تو یہاں ارشاد ہوتا ہے لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم۔ اور وہ ان کے لئے ان کے دین کے لئے جو اس نے انکے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کر دیگا۔ آیت کے اسی حصہ سے ہمیں یہاں بحث ہے یہ تو ظاہر ہے کہ امت محمدیہ نبیوں کی بجائے خلفاء ہوں گے۔ یعنی سوائے نئی ہدایت لانے کے وہ تمام وہی کام سرانجام دیں گے۔ جو انبیاء علیہم السلام کرتے آئے ہیں۔ اس لئے وہ مامور من اللہ ہوں گے۔ دوسری بات جو اس آیت سے مستنبط ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دین میں ضعف اور کمزوری پیدا ہونا رہے گا۔ جو زمانہ نبوت سے بعد کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور قرآن کریم نے دین میں ضعف اور کمزوری پیدا ہونے کی صرف یہی ایک وجہ بیان فرمائی ہے۔ تیسری بات یہ بیان فرمائی۔ کہ ان خلفاء کے ذریعہ سے دین کے ضعف اور کمزوری کو دور کرکے حقیقی اسلام کو جو خدا کا پسندیدہ دین ہے مضبوطی سے قائم کر دیا جائے گا۔ یعنی جب دین کی تجدید ہو جائے گی اور اسلام کے خوبصورت چہرہ سے گرد و غبار دور ہو کر اس کی حقیقی اور اصلی شکل ظاہر ہو گی اور وہ اسی ہیئت پر آجائیگا جس ہیئت پر وہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں تھا تو وہ مضبوطی سے قائم ہو جائے گا۔

حدیث مجدد

آیت کے اسی حصہ کی تفسیر حدیث ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہیگا۔ جو اس کے دین کی اس کے لئے تجدید کرے۔ یہ حدیث ابو داؤد میں ہے۔ جو بخاری اور مسلم کے بعد صحاح ستہ کی سب سے زیادہ مستند کتاب ہے۔ امام سیوطی مرقات الصعود میں لکھتے ہیں۔ کہ حدیث کے حافظ حدیث مجدد کی صحت پر اتفاق رکھتے ہیں۔ اور متقدمین جیسے حاکم اور بیہقی اور متاخرین جیسے ابوالفضل عراقی اور ابن حجر اس کی صحت کے قائل ہیں۔ ابن عساکر نے بھی حدیث کی صحت کو تسلیم کرکے لکھا ہے کہ اس سے ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ثابت ہے۔ شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں اور پھر تفہیمات الٰہیہ میں اس حدیث کی صحت کو قبول کیا ہے۔ اس حدیث کی صحت پر کبھی شبہ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ یہ عقل اور قانون فطرت کے عین مطابق ہے۔ اور نہ صرف قرآن کریم کی وہ تمام آیات جو ہم نے اس مضمون میں درج کی ہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات اور صحیح احادیث اس حدیث کی تائید کرتی ہیں۔ کیونکہ حدیث مجدد کا اصل الاصول ہی یہ ہے۔ کہ ہر جسمانی و روحانی شئے پر امتداد زمانہ کا اثر پڑتا ہے۔ اور اس کی تجدید کے بعد وہ زندہ اور اپنی اصلی حالت پر نہیں آسکتی۔ تجدید دین اور تمکین دین ہم معنی الفاظ ہیں۔ کہ ہر دو کا منشاء بیک تو قرآن بیک تو محمد ہے اگر اس حدیث کا انکار کیا جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت روحانی اور رحمانیت کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ امت محمدیہ کے لئے جس کا وجود قیامت تک رہنا ہے۔ روحانی ربوبیت کا کوئی انتظام نہ فرمایا بالخصوص جبکہ عالم الغیب خدا کو علم تھا کہ اس پُر فتن دور میں ایسے نئے نئے فتنے پیدا ہوں گے۔ جو پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں اگر یہ حدیث صحیح نہیں تھی۔ تو مجدد کا تخیل اور مجدد کی اصطلاح اسلام میں کہاں سے آئی۔ حاصل کلام یہ کہ اس حدیث کی صحت پر روایت و درایت کی رو سے کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے تقاضوں کے مطابق ہے۔ یہ قرآن اور دوسری صحیح احادیث سے مؤید ہے۔ اس حدیث سے انکار کرکے عقل اور قانون قدرت دونوں کو رد کرنا پڑتا ہے۔

مجدد کے لئے دعویٰ کرنا ضروری ہے

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مجدد مامور من اللہ نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی برگزیدہ امت کی خدمات اسلام اور اس کے زہد و تقوے اور راستبازی اور تعلق باللہ سے متاثر ہو کر لوگ اس کی زندگی میں یا اس کی وفات کے بعد اسے مجدد کہنے لگ جاتے ہیں۔ ممکن ہے بعض حالات میں ایسا بھی ہوا ہو۔ کیونکہ لوگ کسی کی بے نظیر سخاوت کی وجہ سے اسے حاتم۔ اور کسی کے عدل کی وجہ سے اسے نوشیرواں اور کسی کی شجاعت کی وجہ سے اسے رستم کہنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن اس سے حاتم اور نوشیرواں اور رستم کی شخصیتوں سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ان کی ان صفات کا اثبات ہوتا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ کی اندرونی شہادت اس قسم کی ہے کہ یہ ماننے کے سوائے چارہ نہیں رہتا کہ مجدد مامور من اللہ ہوتا ہے۔ اور مامور من اللہ کے لئے اپنے دعوے کا اعلان کرنا ضروری ہے۔ پہلی شہادت لفظ یبعث میں ہے۔ اور بعثت کسی کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا جانا ہے اور یہ وہی لفظ ہے۔ جو رسولوں اور نبیوں کے بھیجا جانے پر بولا گیا ہے تو مجددین کرام کی بعثت سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے کلام سے مشرف فرما کر کسی خاص ضرورت دینی کے لئے مامور فرماتا ہے۔ دوسری شہادت علی راس کل مائۃ سنۃ میں ہے۔ یہ بعید از قیاس بات ہے کہ مسلمان ہر صدی کے سر پر اکٹھے ہوتے ہوں، اور کسی شخص کو مجدد کہنے لگتے ہوں۔ یہ زمانہ کا تعین بتاتا ہے۔ کہ مجدد مامور من اللہ ہوتا ہے اور خود دعویٰ کرتا ہے۔ راس کل مائۃ

---

[1] خلافت سے عام طور پر مراد حکومت یا بادشاہت لیجاتی رہی ہے۔

سنلیۃ اور لیلۃ القدر خیر من الف شھر ایک ہی حقیقت اور ایک ہی مفہوم کو ظاہر کرتے ہیں - کیونکہ دونوں میں نزول ملائکہ اور نزول وحی ہوتا ہے - اور ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ نزول ملائکہ اور نزول وحی کے بغیر نہ انتشار روحانیت ہو سکتا ہے نہ مردہ قلوب میں زندگی کی لہر پیدا ہو سکتی ہے - اسی لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ لیلۃ القدر جو ہر صدی میں بیس سال کے قریب ہوتی ہے - الف شھر یعنی ہزار مہینوں (یا تی کے اسی سالوں) سے بہتر ہوتی ہے - اس سے یہ بھی استنباط کیا جا سکتا ہے کہ نزول وحی سے جو انتشار روحانیت ہوتا ہے، وہ ایک صدی تک اثر رکھتا ہے لیکن دنیا کی روحانیت میں ضعف نزول وحی کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے - آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا ہے خیر القرون قرنی میری صدی سب صدیوں سے اچھی ہے - قرآن کریم کا نزول اگر لیلۃ القدر میں ہوا تو ضرورت زمانہ کے مطابق قرآن کریم کی پر حکمت باتیں بھی لیلۃ القدر میں ہی کھولی جاتی ہیں - فیھا یفرق کل امر حکیم - اس (مبارک رات) میں ہر ایک حکمت والا معاملہ بیان کر دیا جاتا ہے - علاوہ ازیں جب یہ اصول تسلیم کر لیا گیا - کہ وحی مایۂ حیات ہے - اور اللہ تعالےٰ غیر انبیاء سے بھی کلام فرماتا ہے رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء - ایسے مرد جن سے اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے - حالانکہ وہ نبی نہیں ہوتے - یہی رجال جن سے کثرت مکالمہ مخاطبہ الہٰیہ ہوتا ہے - مجدد ہوتے ہیں - اس حدیث میں رجال کا لفظ خصوصیت سے توجہ کا مستحق ہے - کیونکہ مکالمہ مخاطبہ الہٰیہ تو عورتوں سے بھی ہوتا ہے - لیکن جس طرح کوئی عورت نبیہ نہیں ہو سکتی - اسی طرح کوئی عورت مجددہ نہیں ہو سکتی -

گذشتہ مجددین کی فہرست

اکثر پہلے مجددین کے اسماء بھی دریافت کئے جاتے ہیں - لیکن ہمیں اس لغو بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں - ایک لاکھ سے زاید پیغمبر ہوئے ہیں - لیکن ہمیں صرف معدودے چند انبیاء کے نام معلوم ہیں - قرآن کریم نے ایک اصول بیان فرمایا ہے - ان میں آیت الا خلا فیھا نذیر - کوئی گروہ ایسا نہیں ہوا جس میں نبی نہ آیا ہو - ولکل قوم ھاد - ہر قوم میں ہادی ہوا ہے - اسی طرح آنحضرت صلعم نے پیشگوئی فرمائی کہ ہر صدی کے سر پر مجدد مامور ہوگا - جو گذر چکے ہمیں ان کے ناموں کے جاننے کی کیا ضرورت ہے - تاہم ہم اس سلسلہ میں ایک ایسی زبردست شہادت پیش کرتے ہیں جس سے زیادہ زبردست شہادت متصور نہیں - یہ شہادت حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے - جو مجدد الف ثانی کے نام سے مشہور ہیں - آپ فرماتے ہیں :-

بداند کہ بر سر ہر مایۃ مجددے گذشتہ است - جان لو کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد گذرا ہے -

یہ اس مسئلہ کے متعلق ایک قطعی اور فیصلہ کن شہادت ہے اور حضرت شیخ اپنی شہادت کو زیادہ مؤکد، زیادہ پُر اثر، زیادہ موثق اور زیادہ معتبر بنانے کے لئے فرماتے ہیں مجدد مایۃ دیگر است و مجدد الف دیگر - صدی کا مجدد اور ہے اور ہزار کا مجدد اور - حضرت مجدد الف ثانی دوسرے مجددین کرام پر اظہار تفاخر و برتری کے لئے یہ الفاظ نہیں فرماتے کیونکہ "بداند کہ بر ہر سر مایۃ مجددے گذشتہ است" ایک کھلی گواہی ہے اور ادائے شہادت کے سوائے اس کا اور کوئی مدعا نہیں ہو سکتا پھر فرماتے ہیں کہ مجدد اپنی صدی کا سب سے بڑا راستباز ہوتا ہے - تو ہزار کا مجدد پہلوں سے بڑھکر ہے - اس لئے اس کی شہادت ہر رنگ میں قابل قبول ہے - اب جو شخص اس شہادت کو جھٹلانے کی جرأت کرتا ہے اسے دعوےٰ کرنا چاہیئے کہ وہ گذشتہ بارہ صدیوں میں سب سے بڑا راستباز ہے -

کیا مجددین کا ماننا ضروری ہے

یہ سوال مذہب کی غرض و غایت سے عدم واقفیت کی بناء پر کیا جاتا ہے، دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر نہیں - ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ جس چیز میں اپنا فائدہ دیکھے اسے اپنا لے جس چیز کو نقصان رساں سمجھے اس کا انکار کر دے اسلام نے جو باتیں ایمانیات کے رنگ میں پیش کی ہیں یا جن اعمال کے بجا لانے کا حکم دیا ہے وہ سب فطرت انسانی کو ملحوظ رکھکر دیا گیا ہے کیونکہ انسان کے دل میں اپنے لئے فائدہ کی خواہش ودیعت کی گئی ہے - اللہ تعالےٰ، انبیاء - کتب اور آخرت پر ایمان انسان کے اپنے فائدہ کے لئے ہے - ان ایمانیات کا نتائج وہ صحیح اعمال ہیں، جو انسانی زندگی کو کامیاب بناتے ہیں، مجددین کرام استنجا کے مسائل یا وضو کے طریق سکھانے کے لئے یا رفع یدین اور آمین بالجہر کے جھگڑوں کو نپٹانے کے لئے مامور ہو کر نہیں آتے بلکہ وہ منادی للایمان ہوتے ہیں اور امنو بربکم کی صدا بلند کرتے ہیں - نہایت خفیف فرق کے ساتھ وہ، وہ کچھ کرتے ہیں جو انبیائے کرام کرتے ہیں - ان پر ایمان لانے کے بغیر اللہ تعالےٰ کی صحیح معرفت حاصل نہیں ہوتی - اسی لئے حدیث میں آیا ہے من لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ - اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی عبث فعل کرے - جب وہ اپنے کسی برگزیدہ بندے کو مبعوث فرماتا ہے تو وہ بلا مقصد نہیں ہو سکتا - اس سے تعاون کرنا اور اس کی برکات و فیوض سے حصہ لینا ہر مسلمان کا فرض ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا کونو مع الصادقین صادقین یہی مجددین کرام ہوتے ہیں - ان سے دوری اور ان کے فیوض و برکات سے محرومی انتہائی بدنصیبی اور بدقسمتی ہے اور ان سے دشمنی اور عداوت سلب ایمان کا موجب ہے جس کے نظارے آج کل تو کھلے کھلے طور پر دکھائی دیتے ہیں - ایک فائدہ تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے مجددین کی بعثت کی پیشگوئی فرمائی - مجددین پر ایمان لانے سے اس پیشگوئی کی تصدیق ہو جاتی اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان میں ترقی ہوتی ہے - بصورت دیگر اللہ تعالےٰ پر وعدہ خلافی اور صادقوں کے سردار حضرت رسول کریم پر غلط پیشگوئی کا الزام آتا ہے - اور اگر پیشگوئی کا سرے سے ہی انکار کر دیا جائے - تو اللہ تعالےٰ کی روحانی ربوبیت سے انکار کرنا پڑتا ہے اور ان بزرگیدگان الہٰی کو جنہوں نے تیرہ صدیوں میں مجددیت کے دعاوی کئے - مفتری قرار دینا پڑتا ہے - حالانکہ وہ امت محمدیہ کے بہترین افراد ہوئے ہیں - واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین -

---

جماعتی زندگی کے متعلق حضرت مسیح موعود کا تصور

(بقیہ از صـ)

اپنے نفسوں کا محاسبہ کرنیکی ضرورت

ان بیانات کے سننے کے بعد ہمیں اپنے نفسوں کا جائزہ لینا ہے ہماری جماعت ایک مجاہدین کی جماعت ہے یہ وہ جماعت ہے جس نے زمانہ کے امام کا ساتھ دیا اور لومۃ لائم کی پرواہ نہ کی - اب انبیاء تو دنیا میں نہیں آتے لیکن برکات نبوت جاری ہیں اور منہاج نبوت پر مجددین کی بعثت ابھی قائم ہے اور مجددین اور ان کی جماعتوں کو بھی اسی قسم کی مشکلات پیش آتی ہیں جیسا پہلے زمانوں میں انبیاء اور ان کے ساتھیوں کو پیش آتی تھیں - ایسی مشکلات کا ذکر اور اس طریق کا ذکر اور ان لوگوں کی کوششوں کے پھل کا ذکر ان آیات میں قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے جن کی تلاوت سے میں نے اپنی تقریر شروع کی تھی وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر الخ - ان لوگوں نے کمال صبر اور استقامت کا نمونہ دکھایا اور اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ دعا پر زور دیا اور خدا سے ثبات قدم اور اعداء پر نصرت کے لئے دعائیں مانگتے رہے یہاں تک کہ خدا کی نصرت آئی فاتٰھم اللہ ثواب الدنیا والاخرۃ واللہ یحب المحسنین - آپ بھی اپنی جدوجہد کو انتہا تک پہنچاؤ اور اپنی دعاؤں میں اپنی تڑپ پیدا کریں اور کفر کے اوپر فتحمندی حاصل کرنے کیلئے خدا سے راتوں کو اٹھکر دعائیں مانگیں یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اپنے وعدوں کو ہمارے سامنے پورا کر دے - اگر ہماری جماعت میں وہ رنگ پیدا ہو جائے جو حضرت مسیح موعود کا تصور تھا، تو پھر ہماری کامیابی اور مرادمندی یقینی ہے -

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین -

(سعید احمد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تار کا پتہ: تبلیغ - لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۷۲۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود * ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے - چھ روپے

ایڈیٹر محمد آصف (بی اے)

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۸ محرم ۱۳۷۴ھ مطابق ۷ اکتوبر ۱۹۵۳ء | نمبر ۳۷

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اشاعت مذہب کا طریق

سوال:- آپ کی رائے میں مذہب کے پھیلانے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟

جواب:- میرے نزدیک اشاعت مذہب کا بہترین طریق یہی ہے کہ وہ مذہب اپنی خوبیوں اور حسن کی وجہ سے خود ہی اندر چلا جاوے۔ اور اس کے لئے بیرونی کوشش نہ کرنی پڑے۔ مثلاً بعض چیزیں ایسی ہیں کہ وہ اپنی روشنی کی وجہ سے خود بخود نظر آتی ہیں جیسے سورج، چاند، ستارے وغیرہ، اور ایک وہ چیزیں ہیں جو ان روشنیوں کے بغیر نظر ہی نہیں آسکتی ہیں، مثلاً چرند، پرند وغیرہ کو ہم نہیں دیکھ سکتے جب تک روشنی نہ آوے۔ پس سچا مذہب اپنی روشنی اور حقانیت وصداقت کے نور سے خود بخود شناخت ہو کر دلوں میں اتر جاتا ہے اور دلوں کو اپنی طرف کھینچتا جاتا ہے اسی لئے میں نے کہا تھا کہ تعلیم ایک بڑا نشان ہے۔ جس مذہب کے ساتھ تعلیم کا نشان نہیں ہوتا اس کے دوسرے نشان کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ آسمانی تعلیم اپنے اندر ایک روشنی اور نور رکھتی ہے وہ انسانی طریقوں سے بالاتر ہوتی ہے، ایک انسان جب بکلی مرجاوے اور گندی زندگی سے نکل آوے اس وقت وہ خدا میں زندگی پاتا ہے اور سچے مذہب کا نشان محسوس کرتا ہے۔ مگر خدا کے فضل کے سوائے یہ کس کا کام ہے کہ گندی زندگی سے مر کر نئی زندگی پاوے۔ یہ اس خدا کے ہاتھ سے ہوتا ہے جس نے دنیا کو زندگی بخشی ہے۔ وہ جس انسان کو مبعوث کرتا ہے پہلے اس کو یہ زندگی عطا کرتا ہے۔ وہ بظاہر دنیا میں ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں وہ اس دنیا کا انسان نہیں ہوتا۔ وہ خدا تعالیٰ کی چادر کے نیچے ہوتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ اس کے مناسب حال اس کو تعلیم دیتا ہے جس کو اسی مناسبت کے لوگ سیکھتے ہیں۔ اس میں گند، نفس پرستی، ظلم، اور شہواتی خواہشات کو پورا نہیں کیا جاتا۔ بلکہ وہ پاک باتیں ہوتی ہیں جو انسان پر ایک موت وارد کر کے اسکو ایک نئی زندگی عطا کرتی ہیں جس سے اس کو گناہ سوز فطرت مل جاتی ہے۔ وہ ہر ایک قسم کی ناپاکی اور گند سے نفرت کرتا ہے اور خدا تعالیٰ میں زندگی بسر کرنے میں راحت اور لذت پاتا ہے۔ پس میرے نزدیک سچا مذہب اپنی اشاعت کا آپ ہی کفیل ہے۔ اس کے لئے کسی خارجی کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس کی صداقت کے اظہار کا ذریعہ وہ لوگ ہوتے ہیں، جو خدا کی طرف سے اسے لے کر آتے ہیں۔ مقابلہ کے وقت ان کو غلبہ ملتا ہے جو بطور نشان کے ہوتا ہے ان کی آمد اس وقت ہوتی ہے جب دنیا حق اور نور کے لئے پیاسی ہوتی ہے، غرض عمدہ تعلیم اور کامل نمونہ جو اس تعلیم کی عمدگی کا زندہ ثبوت ہوتا ہے وہی اشاعت کا بہترین طریق ہے۔

حضرت امام الزماں کا پیدا کردہ روحانی انقلاب

از حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وکاین من نبی قاتل معه ربیون کثیر فما وهنوا لما اصابهم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین ○ وما کان قولهم الا قالوا ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین ○

اور کتنے نبی ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے ربانی لوگ لڑے۔ پھر اس وجہ سے وہ سست نہ ہوئے جو ان کو اللہ کی راہ میں مصیبت پیش آئی۔ اور نہ کمزور ہوئے۔ اور نہ عاجز ہوئے اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور ان کی بات سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ انہوں نے کہا ہمارے رب ہمارے قصور اور ہمارے کام میں ہماری خطائیں معاف فرما اور ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ۔ اور ہم کو کافر لوگوں پر نصرت دے۔

تبلیغ دین کے لئے تعلق کی ضرورت

میں نے اپنی افتتاحی تقریر میں یہ کہا تھا کہ تبلیغ دین کے لئے پاک نفس لوگوں کی ضرورت ہے فی الحقیقت اس مضمون کو جاری رکھتے ہوئے میں نے یہ آیت پڑھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں تو جنگ کرنے والوں کا ذکر ہے سو پہلے تو اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ اگر دین کے دفاع کے لئے جنگ کرنے والے اسلام ایسے چاہتا ہے جو ربی ہوں، خدا تعالے سے تعلق رکھنے والے ہوں، تو دین کی تبلیغ کے لئے کسقدر خدا تعالے سے زبردست تعلق کی ضرورت ہے اور دوسری جگہ یوں بھی فرمایا:۔

فلیقاتل فی سبیل اللہ الذین یشرون الحیوۃ الدنیا بالاخرۃ

خدا کی راہ میں وہ لوگ جنگ کریں جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے عوض بیچ دیں تو کیا دین کی تبلیغ کے لئے ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں۔

حق اور باطل کی جنگ

مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ تلوار کی جنگ کے علاوہ بھی ایک جنگ ہے اور وہ حق اور باطل کی جنگ ہے جس میں ایک طرف وہ گروہ ہوتا ہے جو حق کو قائم کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے دوسری طرف ایک دنیا باطل پہ ہوتی ہے یہ جنگ ہمیشہ سے دنیا میں چلی آتی ہے، اور ہمیشہ رہے گی۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی اصل جنگ بھی دنیا میں یہی تھی۔ یعنی حق کو باطل پر غالب کرنا، اور دفاع کے لئے تلوار کی جنگ کی ایک قلیل عرصہ کے لئے ضرورت پیش آئی تھی۔

جماعت احمدیہ کی جانفروشی

آج اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت حق کو باطل پر غالب کرنیکی جنگ میں مصروف ہے تو وہ وہی جماعت ہے جسے اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے تیار کیا ہے۔ اسی لئے آپ نے یہ اقرار بھی سر بیعت کنندہ سے لیا۔ کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا یہ فی الحقیقت وہی یشرون الحیوۃ الدنیا بالاخرۃ کا ترجمہ ہے یعنی دنیا کی زندگی کو فروخت کر دینا، اور آخرت یعنی دائمی زندگی کو خرید لینا کسی نے اچھا کہا ہے

جانے چند دادم جان خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

میں نے چند کوڑیاں دیکر جان خرید لی الحمد للہ بہت ہی سستا سودا ہے۔ اور ربی یا خدا تعالے سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی وہی ہو سکتے ہیں جو اس دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں ایک کھیل سمجھیں۔ تو میں آپ کو صاف بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کی اصل حیثیت کیا ہے آپ صلعم نے جو جنگ حق کو باطل پر غالب کرنے کے لئے شروع کی تھی اور جسے آپ کے بعد آپ کی امت کے صلحاء نے جاری رکھا۔ آپ اس کے سپاہی ہیں۔

اگر آپ دین کو مقدم نہیں کرتے

میں شروع ہی میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ یشرون الحیوۃ الدنیا بالاخرۃ کے مصداق نہیں اگر آپ نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو ایک کھیل سمجھا ہوا ہے۔ اگر آپ اللہ تعالے سے تعلق بڑھا کر ربی بننے کی کوشش نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ اس کام کے لئے کسی دوسری قوم کو کھڑا کر دے گا۔ ان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔

قدرت اور طاقت کا مالک خدا فرماتا ہے اے لوگو جن کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ حق کو باطل پر غالب کرو اگر تم پھر جاؤ تو تمہاری جگہ دوسری قوم کو کھڑا کر دے گا اور وہ تمہاری طرح پھرنے والے نہ ہوں گے۔

حضرت امام سے مسلمانوں کی عداوت

کہا جاتا ہے کہ اگر ہماری غرض صرف اسی قدر ہے کہ اسلام کو دنیا میں پھیلایا جائے، تو خود مسلمان ہمارے امام کے دشمن کیوں ہیں؟ ہمارے امام نے الگ جماعت کیوں بنائی عام مسلمانوں سے یا ان کے علماء سے اختلاف کیوں کیا۔ سو بات یہ ہے کہ اول تو کونسا زمانہ ایسا گذرا ہے کہ لوگ صلحاء کے دشمن نہ ہوئے ہوں پیغمبروں اور ان کے منکروں کے ذکر کو چھوڑو۔ خود مسلمانوں میں بڑے بڑے آئمہ جیسے امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل بڑے بڑے محدثین جیسے امام بخاری بڑے بڑے اولیاء جیسے حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے ساتھ سلوک ہوا۔

حضرت امام کا دفاع اسلام ابتدائی زندگی میں

لیکن ہمارے امام کو جو حالات پیش آئے ان پر غور فرمایئے۔ آپ کی جوانی بعض دنیوی اشغال کے ساتھ دفاع اسلام میں گذری اسلام کی حمایت اور بعض عقائد باطلہ کی تردید آپ کا شغف تھا۔ پھر جب آپ کی عمر چالیس سال سے کچھ اوپر ہوئی تو آپ نے اسلام کی حقانیت اور قرآن کی صداقت پر وہ زبردست کتاب لکھی جس کے متعلق اس وقت کے سب سے بڑے عالم کی تقریظ ان الفاظ میں تھی کہ تیرہ صدیوں میں ایسی کتاب حمایت اسلام میں نہیں لکھی گئی۔

آپ کا دعوےٰ مجددیت

اسی کتاب میں آپ کا یہ دعوےٰ لیکن چودہویں صدی کے سر پر شائع ہوا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے چودہویں صدی کا مجدد بنایا ہے۔ ایسے ہی دعاوی اس سے پہلے بھی بہت سے بزرگ ہر صدی کے سر پر کر چکے تھے اس لئے اس دعوی کو نام لیکر پر علماء نے اور مسلمانوں نے قبول کیا، اور آپ بھی اسلام کی تائید میں عیسائیت کے خلاف، آریہ سماج کے خلاف اور دیگر عقاید باطلہ کے خلاف جنگ کرتے رہے اور اس پر دس سال کا عرصہ گذر گیا۔

حیات مسیح کے عقیدہ کی تردید

تب اللہ تعالے نے آپ پر یہ ظاہر فرمایا کہ حضرت عیسےٰ کے چوتھے آسمان پر زندہ بجسد عنصری ہونے کا خیال جو مسلمانوں میں عام ہے وہ خلاف قرآن و حدیث ہے اور اس غلط عقیدہ سے عیسائیت کے عقائد باطلہ کو قوت ملتی ہے۔ اور اسلام کی تبلیغ کے رستے میں یہ روک ہے اور کہ یہ غلطی نزول مسیح کے صحیح عقیدہ سے لگی ہے جس کا ذکر صحیح ترین کتب حدیث میں ہے۔

نزول مسیح سے مراد

آپ پر یہ بھی ظاہر کیا گیا۔ کہ نزول مسیح سے مراد خود حضرت عیسیٰ کا کہیں اوپر سے اترنا نہیں۔ کیونکہ آپ کے بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے جانے کی سند نہ قرآن سے ملتی ہے نہ حدیث سے اور کہ مسیح کے نزول سے مراد صرف اس امت میں کسی ایسے مجدد کا ظاہر ہونا ہے جو حضرت عیسیٰ سے مماثلت رکھتا ہو۔ جس طرح بائبل میں الیاس کی دوبارہ آمد سے جس کے متعلق یہود کا عقیدہ تھا کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں یہ مراد تھی کہ ان کا مثیل آئے گا اور اس عقیدہ کو خود حضرت عیسیٰ نے ہی صاف کیا یہ کہکر کہ یحییٰ ہی الیاس ہیں کیونکہ وہ الیاس کے مثیل ہو کر آئے ہیں۔

حضرت مجدد وقت کی مسیح سے مماثلت

اور پھر وہ مجدد ایسے ہی حالات میں ظاہر ہو جیسے حالات میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام امت موسوی میں ظاہر ہوئے تھے، یعنی جب یہود کی ظاہری حکومت ختم ہو چکی تھی، اور وہ غلامی کی حالت میں آگئے تھے، اور روحانی رنگ میں بھی وہ گر گئے تھے، اور قریب اسی قدر زمانہ اس کے اور آنحضرت صلعم کے درمیان ہوا جس قدر زمانہ حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے درمیان تھا۔

آنے والے مسیح کے متعلق پیشگوئیوں کا ظہور

تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ وہ پیشگوئیاں جو ایک مسیح کے اس امت میں آنے کے متعلق ہیں وہ اس چودہویں صدی میں آپ کے وجود میں پوری ہو گئی ہیں اور آپ ہی ان پیشگوئیوں کے مصداق ہیں جو اس امت میں ایک مسیح کے آنے کے متعلق ہیں۔

ختم نبوت اور اسرائیلی اور آنے والے مسیح میں تفاوت

اور کہ حضرت عیسیٰ اس لئے بھی نہیں آ سکتے کہ ہمارے نبی خاتم النبیین ہیں، اور خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا نہ پرانا اس کے علاوہ مسیح اسرائیلی اور اس امت میں آنے والے

(باقی برصہ ۸)

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۸ر محرم ۱۳۷۳ھ | نمبر ۳۷

احمدیت کی نمایاں خصوصیات

ہر مذہب جو مخلوق خدا کی اصلاح اور بہتری کے لئے دنیا میں آیا اس میں اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے اور خصوصاً اسلام نے تو ایسے اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی تعلیم دی ہے کہ جس کو بڑے بڑے ملحد فلاسفر اور اساتذہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ سو جو مذہب اور دین اخلاق لحاظ سے ایک بلند معیار پر قائم ہو اس کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے اعلیٰ اخلاق کی ضرورت ہے، جس کا وہ دین اور مذہب حامل ہے۔ جس مذہب کے اخلاق کو اس کے مبلغ اور پہنچانے والے خود اپنی تبلیغ اور زندگی میں ملحوظ نہیں رکھتے وہ مذہب دنیا میں پھیل نہیں سکتا۔

عام لوگوں کو تو دوسرے مذاہب کی تفصیلات اور جزئیات کا علم نہیں ہوتا۔ وہ تو اس کے پیروؤں، اور مبلغوں کے طرز عمل سے اس مذہب کی اخلاقی قوت کا اندازہ کرتے ہیں، کیونکہ دین اگر درخت ہے تو پیرو اس کے پھل ہیں۔ کسی درخت کی خوبی کا اندازہ اس کے پھلوں سے ہی ہو سکتا ہے۔

جماعت احمدیہ ایک ایسی اسلامی جماعت ہے جس نے اپنے آپ کو اسلامی تعلیمات کو انصائے عالم میں پھیلانے کے لئے وقف کیا ہے۔ یہ اپنے مزاج میں ایک خالص مشنری جماعت ہے یعنی ہر احمدی بچہ ایک مبلغ ہے، اور وہ امین ہے اسلامی تعلیم کا تاکہ اسے نہایت ذمہ داری کے ساتھ پہنچائے سو جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں اپنے فرائض کی وجہ سے بہت بڑھی ہوئی ہیں۔

ہماری جماعت مجدد وقت کی جماعت ہے جس کو خدا تعالےٰ نے اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کے اخلاقی معائب کو دور کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ایسے وقت میں جو مصلح اور مجدد آتے ہیں جبکہ کوئی عظیم الشان قوم ایک بہت بڑے عروج کے بعد زوال آمادہ ہو تو وہ ہمیشہ قوم کو اعلےٰ درجہ کے اخلاقی معیار پر قائم کرتے ہیں جس سے وہ قوم گری ہو کیونکہ وہ لوگ اپنی الہامی فراست کے ذریعہ نبض ملت کو سمجھتے ہیں۔ اگر ایک زوال پذیر قوم کو جلال اور عسکریت کی طرف راغب کیا جائے تو سوائے اس کے کہ وہ قوم قعر ذلت میں جا گرے اور نتیجہ کیا نکلے گا۔ مثلاً مشرقی اقوام آجکل زوال پذیر ہیں وہ اگر مغرب کا مقابلہ مادی شوکت اور جلال سے کریں تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں، سوایسی قوموں کو بیدار کرنے کے لئے ایمانی جذبہ اور اخلاقی قوت کی ضرورت ہوا کرتی ہے، کیونکہ ایک قالب جس کے اندر روح اور اخلاق کمزور ہو چکے ہوں، اس کے قوٰی کو مقویات اور غذا سے خواہ کتنا ہی مضبوط کر دیا جائے لیکن جب تک اس کی روح اخلاق میں ایک جولانی پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک" قالب کوئی کارہائے نمایاں نہیں کر سکتا ——

سو جماعت احمدیہ مسیح مہدی کی ماننے والی ہے، جو کہ ایمانی جذبہ اور رفق و ملائمت اور اخلاقی قوت کے علمبردار تھے اور دنیائے اسلام کے لئے محبت و خلوص کا پیغام تھے۔ وہ محبت جس کی چنگاری ابدی اور سرمدی ہے، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ہے ؎

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
تیرے منہ کی ہے قسم میرے پیارے احمد
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور میرا ہر ذرہ
اپنے سینے میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

احمدیت کیا ہے؟ احمدیت تبلیغ اسلام، خلوص و محبت اور رفق و ملائمت ہے، احمدیت رسولؐ سے عشق اور اس کے پیروؤں سے محبت کا دوسرا نام ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام محبت صلح و آشتی ہے، احمدی وہ ہے جو گالیاں سنے اور چپ رہے جو ظلم سہے اور اُف تک نہ کرے اور دنیا کے کونوں تک پہنچاتا چلا جائے جو کچھ اسے پہنچانا ہے۔

معذرت

پیغام صلح مؤرخہ ۲۰ر ستمبر ۱۹۵۳ء میں صفحہ ۵ پر محترم جناب خاں بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کا ایک مضمون "جماعتی زندگی کے متعلق حضرت مسیح موعود کا تصور" شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں عنوان کے نیچے محترم ڈاکٹر صاحب کا نام درج ہونے سے رہ گیا یہ محض کتابت کی غلطی ہے جس کے لئے ادارہ معذرت خواہ ہے خریداران پیغام صلح اس کی تصحیح فرمالیں

آنریری جنرل سیکرٹری صاحب کا مکتوب

اخویم مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں بڑے ہی درد بھرے دل سے کامل اعتماد کے ساتھ آپ کی خدمت میں بذریعہ عریضہ ہذا التماس کرتا ہوں۔

یہ تو آپ پر بخوبی روشن ہے کہ وہ عظیم الشان خدمت جو حضرت امام العصر سلطان الاولیاء مہدی معہود علیہ السلام نے آپ کو تفویض فرمائی ہے بغیر آپ کے تعاون و ایثار کے سرانجام نہیں پا سکتی اور یہ بات بھی آپ پر واضح ہے کہ حضرت امام الزمان نے فرمایا ہے کہ جو شخص متواتر تین ماہ بغیر کسی عذر معقول کے چندہ ماہوار ادا نہیں کرے گا جماعت سے کٹ جائے گا۔

جماعت سے وابستہ رہنے کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من فارق الجماعۃ شبراً فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ۔ ابوداؤد" یعنی جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر جدا ہو جائے سمجھو کہ (اخوت) اسلام کی رسی (تنظیم قومی) اس کے گلے سے نکل گئی" اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ایسے خطرناک اقدام سے محفوظ رکھے۔ اندریں حالات میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ حسب توفیق جماعت کی مالی امداد میں حصہ لیتے رہیں اور اپنا چندہ باقاعدہ طور پر ادا کرتے رہیں خواہ ایک آنہ ہی کیوں نہ ہو۔

میں امید کرتا ہوں کہ میری اس مختصر سی پرخلوص عرضداشت کو شرف قبولیت بخش کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔

عزیزاں بے خلوص و صدق نکشاید رہے را ؎ مصفا قطرہ باید کہ تا گوہر شود پیدا (مسیح موعود)

اے عزیزو بغیر اخلاص اور سچائی کسی راہ کو کھول نہیں سکتے۔ مصفا قطرہ چاہیئے تاکہ موتی پیدا ہو۔

خاکسار۔ عبدالعزیز۔ آنریری جنرل سیکرٹری

حضرت نبی کریم صلعم نے بے مثال انقلاب پیدا کیا

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب مورخہ ۲ اکتوبر ۱۹۵۳ء

ولئن قتلتم فی سبیل اللہ او متم لمغفرۃ من اللہ ورحمۃ خیر مما یجمعون ...... الیٰ ... وعلی اللہ فلیتوکل المومنون (سورۃ آل عمران رکوع ۱۶)

ناقابل فراموش

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا انقلاب پیدا کیا اور اس انقلاب کے بعض ایسے اہم پہلو ہیں کہ دنیا انہیں کبھی فراموش نہیں کر سکتی یہ تعلیم کہ تمام دنیا کا ایک ہی خالق و مالک ہے، جس رنگ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور جس کمال کے ساتھ توحید الٰہی کو آپ نے پیش کیا، اس سے پہلے اس کمال کے ساتھ توحید کو پیش نہیں کیا گیا، تمام دنیا کا ایک ہی خالق و مالک ہے، اور ساری انسانیت ایک ہی قوم ہے کان الناس امۃ واحدۃ یعنی توحید الٰہی باعث و موجب ہے وحدت انسانی کا۔ ورنہ خدا کو کوئی ڈر ہے کہ اگر بتوں کی پوجا ہو یا کسی اور کو خدا بنا لیا جائے تو اس کی خدائی میں کوئی فرق پڑ جائے گا؟ یا اس کی شان اور عظمت کم ہو جائے گی؟ نہیں اس کی ذات ان باتوں سے بہت بلند ہے توحید کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان کے اندر بلند کردار پیدا ہو۔ اور اس کے اندر یہ احساس پیدا کرے کہ خدا کے سوائے کسی دوسری مخلوق کے آگے اس کا سر نہ جھکے اور تمام انسانوں کو رب العالمین کی مخلوق پر یقین کرتے ہوئے ان سے ہر طرح کی ہمدردی کرنے کو تیار ہو جائے

توحید الٰہی کا قیام

توحید الٰہی کو چھوڑنے کا ایک خطرناک پہلو یہ تھا کہ مصر میں فرعون کے دست تظلم میں دنیا کچلی جا رہی تھی اس لئے حضرت موسٰے علیہ السلام کو حکم دیا فاذھب الی فرعون انہ طغیٰ، فرعون کی طرف جایئے اس نے سرکشی اور طغیان اختیار کر رکھا ہے اور انسانوں کو ایسا زیر نگین کیا کہ وہ اسی کے بندے اور غلام بن گئے ہیں، اس کے محلات، اس کے خدم و حشم، اس کی سواریاں اس کا جلو، اور شان کے ساتھ جلوس نکلنا، اور اس کے وزراء امراء یہ سب چیزیں ایک خدائی رعب رکھتی تھیں اور سب اس کے حضور جھکے رہتے تھے کوئی سر نہ اٹھا سکتا۔ یہی حال قیصر و کسرےٰ کا تھا، وہاں بھی بادشاہ کو خدائی کا رنگ دے دیا گیا اللہ تعالےٰ نے تو انسان کو بہت معزز ہستی بنایا تھا فرمایا ولقد کرمنا بنی آدم ہم نے انسان کو بہت عزت اور مرتبہ والا بنایا لیکن اس بنی آدم کی وہ گت بنائی گئی کہ شام، ایران، مصر میں رذیل ترین مخلوق اسے بنا دیا گیا، مصر میں کنعانی اچھوتوں سے بھی بدتر سمجھے جاتے تھے اور خود عرب کے اندر بڑے بڑے سردار اور قبیلوں کے شیوخ اس قدر متمرد لوگ تھے، کہ چھوٹے آدمیوں کے ساتھ ملنا ان کے ساتھ مل کر بیٹھنا اپنی ہتک سمجھتے تھے، جن لوگوں نے راجپوتوں کی زندگی دیکھی ہو وہ جانتے ہیں کہ کس قدر ان لوگوں کے اندر ایک فرعونیت اور تکبر پایا جاتا ہے۔

اسلامی مساوات

اس قسم کے تمام لوگوں کو خدائی کے مرتبہ سے اتارنے کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید الٰہی کے نہایت بلند مقام کی تعلیم دی، اور چھوٹے لوگوں کو بھی انسانیت کا حق عطا کیا، اسکو دیکھ کر عرب کے بڑے بڑے لوگ بہت بگڑے اور اعلان کیا کہ یہ شخص ہرگز ماننے کے قابل نہیں اس نے ہماری روایات کو ختم کر دیا ہے، ابو طالب کے پاس آئے اور اس سے شکایت کی کہ کیا ہم اس شخص کے پاس بیٹھیں، جو چھوٹے درجہ کے لوگوں کو اپنے پاس بٹھاتا ہے، ایسا کرتے سے اس شخص نے ملک کی روایات کو برباد کر دیا ہے، اس کو سمجھاؤ ورنہ ہم اس کے نزدیک تک نہ جائیں گے۔ اس نازک اور مشکل ترین موقعہ پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ ما علیک من حسابھم من شیء وما من حسابک علیھم من شیء فتطردھم فتکون من الظٰلمین۔ خدا کی رضا چاہنے کے لئے یہ غربا آپ کے پاس آتے ہیں، ان کو اپنی مجلس سے نہیں نکالنا، یہ عبادت الٰہی میں رہتے ہیں، ان کا کوئی حساب یا ذمہ داری تیرے اوپر نہیں نہ تیرا کوئی حساب ان کے اوپر ہے پس اگر تو ان کو اپنی مجلس سے علیحدہ کر دے گا تو ظالموں میں سے ہو جائیگا دوسری جگہ فرمایا واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عینٰک عنھم ترید زینۃ الحیٰوۃ الدنیا۔ یہ لوگ جو رات اور دن اللہ تعالےٰ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں اور اسی کو پکارتے اور اپنا ملجا و ماوےٰ سمجھتے اور اس کی رضا کو چاہتے ہیں، ان سے اپنی آنکھیں نہ پھیر لینا، آپ کی نگاہیں ان سے ہٹ کر امراء کی طرف نہ جھک جائیں، بڑا سخت حکم ہے، بڑا مشکل مقام ہے، ایک طرف قومی روایات ہیں، قوم کے بڑے بڑے سردار آپ کی مجلس میں اس واسطے نہیں آتے کہ یہ غریب لوگ آپ کے پاس بیٹھتے ہیں، دوسری طرف خدا تعالےٰ کا حکم ہے، کہ ان غریبوں کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیا جائے، یہی توحید الٰہی کا مقصد تھا کہ پامال شدہ انسانیت کو سرفراز کرے

آنحضرت صلعم کا عمل

یہ صرف زبانی ہی تعلیم نہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رات دن کا عمل اسی کے مطابق تھا اور وہ لوگ جن کے متعلق یہ حکم دیا گیا، فخر کرتے تھے کہ حضرت ہمارے ساتھ بیٹھا کرتے تھے، آپ کے گھٹنے ہمارے گھٹنوں سے ملے ہوتے تھے، آپ ہمارے ساتھ باتیں کرتے اور ہماری باتوں کو سنتے تھے، اور وہ فخر سے کہا کرتے تھے کہ یہ آیت کریمہ ہمارے حق میں اتری تھی اور حضور بھی فرماتے تھے معکم المحیا ومعکم الممات یعنی میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہوگا، کس قدر کمال کی بات ہے، ان کو ذلت کے گڑھے سے نکال کر اونچا کر دیا اور فرعون اور قیصر و کسرےٰ کی اصلاح کے لئے ان لوگوں سے کہا کہ تم ان لوگوں کے خزانوں کے مالک ہو جاؤ گے لیکن یہ دولت اور خزانے پا کر تم نے اپنی عمارت قائم نہیں کرنی لتنفقھا فی سبیل اللہ یہ مال اور خزانے تمہیں خدا کی راہ میں خرچ کرنے ہوں گے۔ ایک دفعہ آپ ایک بالاخانے میں کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت عمرؓ وہاں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ چٹائی کے نشانات آپ کے خوبصورت جسم پر پڑے ہوئے ہیں، رو پڑے اور کہا یا رسول اللہ قیصر اور کسرےٰ دنیا کے بادشاہ ہو کر بڑے بڑے محلات میں آرام دہ ساز و سامان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور آپ دین و دنیا کے بادشاہ ہو کر اس حالت میں ہیں اگر اجازت ہو تو میں کچھ ایسا سامان کر دوں کہ جسم مبارک کو تھوڑا سا آرام میسر آ جائے، آپ فرماتے ہیں ان لوگوں (قیصر و کسرےٰ) کا اجر تو ختم ہونے والا ہے اور ہمارا اجر تو ہمیشہ کے لئے ہے فرمایا اناکراحل استظل تحت الشجرۃ مالی وللدنیا انا کراحل استظل تحت الشجرۃ ثم راح، میں تو ایک مسافر کی طرح ہوں، جو چلتے چلتے ایک درخت کے سایہ میں تھوڑا سا آرام کر لیتا ہے اور پھر چل پڑتا ہے، قیصر اور کسرےٰ تو ختم ہونے والے ہیں اذا ھلک کسرےٰ فلا کسرےٰ بعدہ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ کسرےٰ ختم ہو جائے گا اور پھر کوئی کسرےٰ نہ ہوگا ایک خدا کے آگے جھکیں گے، کیونکہ اربابًا من دون اللہ ختم ہو جائیں گے۔

نمونہ

اس کا نمونہ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بادشاہت میں دکھایا، جب آپ بادشاہ ہوئے تو کوئی تخت و تاج آپ نے اپنے لئے نہ بنایا، کوئی فرق آپ کی زندگی میں نہ آیا۔ اسی طرح لوگوں میں مل جل کر بیٹھتے جیسے پہلے بیٹھا کرتے تھے، کوئی خدم و حشم آپ کا نہ تھا، کوئی محل کوئی باورچی آپ کے نہ تھے، تین تین مہینے اس بادشاہ کا کھانا چولھے پر نہ پکا کھجوریں کھا کر اور پانی پی کر گزارہ کر لیتے تھے، کوئی جائیداد آپ نے نہ بنائی اور نہ پیچھے چھوڑی، حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں ما ترک رسول اللہ عند موتہ شاۃ ولا بعیرا ولا درھما ولا دینارا ولا امۃ ولا عبدا آپ نے کوئی چیز ورثہ میں نہ چھوڑی، نہ کوئی بکری نہ درہم، نہ دینار، نہ غلام، نہ لونڈی، یہ بادشاہ ہے، کیا اس نے پیدا کیا، انسانیت پیدا کر دی خود فرمایا اجلس کما یجلس العبد میں اسی طرح بیٹھتا ہوں جیسے غلام اپنے آقا کے سامنے بیٹھتا ہے واکل کما یاکل العبد۔ میں اسی طرح کھانا کھاتا ہوں جس طرح ایک غلام کھانا کھاتا ہے۔

مشورہ ضروری ہے

یہ وہ حالات ہیں جن کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس آیت کا مزہ آجاتا ہے انما انا بشر مثلکم میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہوں، یہ حالات اگر نہ ہوتے تو اس آیت کا کوئی مطلب نہ ہوتا۔ حضور بشر تو تھے اور لوگ حضور کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور اس بات پر اعتراض بھی کرتے تھے کہ ماھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق یہ کیا رسول ہے کہ کھانا بھی کھاتا اور حاجات ان کو بازاروں میں لئے پھرتی ہیں۔ آپ نے قیصر و کسریٰ اور فرعون کے مقابلہ میں اپنی بشریت کا اعلان کرکے وہ انسانیت قائم کی جو پاؤں کے نیچے کچلی جا رہی تھی۔ اس انسانیت کو اس کے پورے حقوق عطا کئے اور فرمایا حکومت قوم کی ہے اس لئے حکم ہوا وشاورھم فی الامر حکومت کے معاملات میں لوگوں سے مشورہ کرنا ضروری ہے، اس حکم میں آپ نے حقیقی جمہوریت کی بنا رکھی، اور خود اس پر عمل کرکے دکھایا۔ جنگ احد کے موقعہ پر جب دشمن مدینہ سے تھوڑے فاصلہ پر رہ گیا تو آپ نے قوم کو بلا کر مشورہ کیا کہ آیا بہتر ہوگا کہ ہم مدینہ کے اندر جنگ کریں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے خواب آیا ہے جس کی یہ تعبیر ہے کہ اندر لڑنا چاہیئے لوگوں نے کہا نہیں ہم چوہوں کی طرح اندر رہنا نہیں چاہتے یہ ہماری غیرت و حمیت کے خلاف ہے کہ دشمن ہم پر بزدلی کا طعن کرے گا، ہم باہر نکل کر جنگ کریں گے، ان کا مشورہ حضرت صلعم نے مان لیا اپنی رائے ترک کر دی۔ اور اپنی خواب کی بھی پرواہ نہ کی۔ تاکہ شوریٰ کی اہمیت دلوں میں بیٹھ جائے اور شاورھم کے حکم کی تعمیل ہو جائے۔ اور دوہری زرہ بکتر پہن لی، جب لوگوں نے یہ دیکھا تو پھر کہا کہ ہم غلطی پر ہیں اندر ہی رہ کر لڑنا چاہیئے لیکن حضرت نے فرمایا نبی جب ہتھیار پہن لے تو پھر اتارا نہیں کرتا اس لئے پہلے مشورہ کو بحال رکھنا چاہیئے، یہ ہی حکومت کا طریق کہ مشورہ کیا تو دکھاوے کے لئے نہیں کہ بات اپنی ہی منوائی ہو بلکہ مشورہ سے جو کچھ طے ہوا اسی کو اہمیت دی۔

جنگ احد کا واقعہ

پھر احد کے میدان میں جا کر آپ نے خود لشکر کی مورچہ بندی کی، واذ غدوت من اھلک تبوی المومنین مقاعد للقتال۔ جب آپ اپنے اہل خانہ سے نکلے۔ اہل و عیال کے تعلقات انسان کو موت کے منہ میں جانے سے روکتے ہیں۔ حضور کے ساتھ بھی یہ تعلقات و موانع لگے ہوئے تھے۔ باوجود ان کے وہ میدان جنگ میں جہاد کے لئے نکلتے اور ایک مشکل نمونہ پیش کرتے تھے۔ (آپ اپنے اہل خانہ کو ساتھ لے کر گئے تھے) اور کیا کیا یہ نہیں فرمایا کہ ہم تمہیں تعویذ لکھ دیتے ہیں جس سے تم دشمنوں کی زد سے بچ جاؤ گے اور کافر خود بخود مر جائیں گے بلکہ فرمایا تبوی المومنین مقاعد للقتال جنگ کے لئے مومنوں کی مورچہ بندی کر رہے ہیں اور ہدایات دے رہے ہیں، ایک پہاڑی جس کے اوپر ایک مورچہ آپ نے بنایا اور پچاس تیر اندازوں کو وہاں بٹھا دیا جن کے سردار عبداللہ بن جبیر تھے اور انہیں ہدایت کی کہ فتح ہو یا شکست جب تک ہم حکم نہ دیں وہاں سے ہلنا نہیں، لیکن جب دشمن کو شکست ہو گئی، اور وہ بھاگنے لگے تو ان پہاڑی والے پچاس آدمیوں میں جھگڑا ہو گیا، بعض آدمیوں نے کہا الغنیمت الغنیمت اب جبکہ دشمن بھاگ رہا ہے ہم مال غنیمت کو کیوں چھوڑیں، اس خیال میں چالیس آدمی وہاں سے نیچے اتر گئے۔ حضرت خالد رض اس وقت مسلمان نہ تھے اور کفار کے لشکر میں شامل تھے، انہوں نے جب اس جگہ کو خالی دیکھا تو گھوڑے دوڑا کر اس پہاڑی پر چڑھ آئے، اور جو مسلمان تیر انداز اس پہاڑی پر باقی تھے ان کو قتل کر ڈالا۔ اور مسلمانوں پر تیروں کی برسات کرنے لگے جس سے جنگ کا رنگ بدل گیا چنانچہ مسلمان منتشر ہو گئے۔ حضرت نبی کریم صلعم کو بھی زخم آئے اور آپ بیہوش ہو کر گر گئے۔ یہ دیکھ کر کچھ لوگوں نے آپ کے گرد ایک حلقہ بنا دیا جس نے ایک دیوار کا کام دیا۔ اس حلقہ میں مصعب بن عمیر نے اپنا سر کٹوا لیا لیکن دشمن کو آپ تک پہنچنے نہ دیا طلحہ نے کفار کے حملوں کو روکنے میں اپنا ایک ہاتھ کٹوا لیا، ابو دجانہ نے تیروں کو روکنے کے لئے اپنی پیٹھ ان کی طرف کر دی اور جو تیر آتا ان کی پیٹھ میں پیوست ہو جاتا، سعد نے شجاعت اور تیر اندازی کے جوہر دکھا کر حضور کی حفاظت کی، اسی وجہ سے نبی کریم صلعم سعد کی اس قدر عزت کرتے تھے کہ لوگ تو نبی کریم صلعم کو آپ کے عشق کی وجہ سے کہتے ہیں بابی انت وامی یا رسول اللہ یا رسول اللہ میرے ماں اور باپ آپ پر قربان ہوں، اور آپ حضرت سعد سے کہتے تھے بابی انت وامی یا سعد، غرض صحابہ نے اس نازک موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان بچانے کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا اور جب آپ کو ہوش آیا تو اٹھے اور سوار ہو کر پھر اعلان کرنا شروع کر دیا انا النبی لاکذب انا ابن عبد المطلب، غرض ان تیر اندازوں کی نافرمانی کی وجہ سے مسلمانوں کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر شدید دکھ اٹھانے پڑے، لیکن ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے فرمایا ان کو کہنا کچھ نہیں، یہ مال دنیا پر جھک گئے اپنے فرض کو چھوڑ کر دنیا کی طرف پھسل گئے۔ یہ بہت بڑی غلطی ان سے ہوئی تاہم انہیں معتوب نہ کیا جائے، انہیں معاف کر دیا جائے سختی ان پر نہ کرنا، ان کے لئے استغفار کرنا، اور ان کے دلوں میں اعتماد پیدا کرنے کے لئے شاورھم فی الامر امور مملکت میں ان سے مشورہ لیتے رہنا۔ باوجودیکہ خود کی کڑی نبی کریم صلعم کی پیشانی میں گھس گئی تھی جس سے آپ کو سخت تکلیف پہنچی لیکن فرمایا پھر بھی ان سے مشورہ کرتے رہنا۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم نے مشورے کو کس قدر اہمیت دی ہے، دوسری جگہ فرمایا والذین استجابوا لربھم واقاموا الصلوٰۃ وامرھم شوریٰ بینھم ومما رزقنٰھم ینفقون (سورہ الشوریٰ رکوع ۵) مسلمان وہ ہیں جنہوں نے خدا کی تعلیم کو بدل و جان قبول کیا، اور نماز کو قائم کیا اور وہ باہم مشورے سے کام کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

مسلمانوں کا نقشہ

ایک طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاورھم فی الامر کا حکم دیا، اور دوسری طرف مسلمانوں کا یہ نقشہ بیان کیا، اس میں چار چیزوں کا ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کو ماننا، نماز قائم کرنا، باہم مشورے سے کام کرنا اور خدا کی مخلوق پر خرچ کرنا، یہ اہم امور ہیں جو قوم کو معزز و مضبوط بناتے ہیں۔ غرض مشورہ کو مومنوں کی خصوصیات میں سے قرار دیا ہے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا کا اصول بھی بیان کیا ہے، لیکن اس سے بہتر مقام یہ بتایا کہ فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ، جو معاف کر دے اور اس سے اصلاح ہو جائے تو اس کا اجر اللہ پر ہے یہ بھی فرمایا ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولٰئک ما علیھم من سبیل جو شخص مظلوم ہو، اگر ظالم سے بدلہ لیتا ہے، اسے برا کوئی الزام نہیں، لیکن اگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی تلقین کی ولمن صبر وغفر ان ذالک لمن عزم الامور جو شخص صبر سے کام لے اور معاف کر دے تو اس کا یہ فعل بہت بڑی ہمت کا کام ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں سے بھی درگذر سے کام لیا اور دوستوں سے بھی رحم اور عفو کا برتاؤ کیا، اور آج سے چودہ سو سال پہلے اس قسم کی جمہوریت قائم کی جس کی اولیت کا سہرا حضور کے سر ہے حضور نے ان مفاد کو قربان کر دیا جو بادشاہت سے میسر آتے ہیں تاکہ انسانیت کی عزت نفس قائم کی جائے۔

لکھا ہے کہ آپ کے عہد حکومت میں اس قدر امن قائم ہو گیا کہ ہر بچہ اور عورت اطمینان کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا تھا، اور اس قدر جمہوریت کا رنگ غالب تھا کہ مدینہ کی گلیوں میں ایک غلام عورت بھی اگر اسے ضرورت پیش آتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی اور آپ کو اپنے ساتھ کام کے لئے بازار لے جاتی ان امۃ من اماء المدینۃ لتاخذ بید رسول اللہ وتنطلق بہ الیٰ حیث شاءت

فتح مکہ کا نظارہ

آج اس بیسوی صدی کی مہذب دنیا میں بھی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق عمل کا کوئی منظر پیدا ہو جائے تو بہت بڑی بات ہے آپ نے اپنے عمل سے بتا دیا کہ ہم انسانوں کو ایک کرنے آئے ہیں لکھا ہے کہ جس وقت مکہ فتح ہوا آپ اونٹنی پر سجدہ میں گر گئے۔ اور اس عظیم الشان موقعہ پر اسامہ (ایک غلام زادہ) اپنے ساتھ اونٹنی پر بٹھایا، یہ گویا اعلان تھا کہ تمام انسانیت کے اندر مساوات حقیقی پیدا کر دی گئی ہے۔ حقوق تو برابر ہیں لیکن درجات برابر نہیں، درجات کا انحصار اعمال پر ہے۔ قرآن فرماتا ہے ھم درجٰت عند اللہ احکام سب کے لئے ایک ہیں لیکن درجات ایک نہیں اپنے اپنے عملوں کے لحاظ سے سب کے درجات ہیں، سعد رض کی لاش پر ستر زخم تھے، فرمایا اھتز عرش الرحمٰن من موت سعد۔ سعد کی موت سے رحمٰن خدا کا عرش کانپ اٹھا، اور ایک اور سعد تھا، سعد بن ابی وقاص اس نے اس قدر قربانیاں کیں کہ سارا مال خدا کے رستہ میں پیش کر دیا وہ مکہ میں بیمار ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا مجھے ڈر ہے ایسا نہ ہو کہ یہاں مر جاؤں اور میری ہجرت اکارت جائے کہ آخر کار اپنے گھر میں ہی آکر مرا۔ اس لئے دعا کیجئے کہ میں مدینہ میں جا کر مروں، وہ بہت بڑے مالدار تھے۔ ایک ہی بیٹی تھی عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنا سارا مال خدا کے رستے میں دیتا ہوں آپ نے نہیں مانا، نصف پیش کیا نہیں قبول کیا، تہائی مال لے لیا اور فرمایا کہ یہ بہتر ہے کہ تو اپنے رشتہ داروں کو غنی چھوڑے بہ نسبت اس کے کہ سارا مال خدا کے رستہ میں دے جائے۔

ایک جگہ آپ نے خیمہ لگایا ہوا تھا، دشمنوں کا خطرہ تھا، فرمایا کیا اچھا ہو کوئی آج یہاں پہرہ دے سعد رض ہتھیار پہن کر آگئے پوچھا کون ہے عرض کیا سعد پہرہ دینے آیا ہے بہت خوش ہوئے، یہ لوگ تھے جو آپ نے پیدا کئے، وہ کبھی ایسی جاں نثاری

(باقی بر صفحہ ۸ کالم ۲)

ارشادات نبوی صلعم

جناب شیخ غلام قادر صاحب احمد بلڈنگس لاہور

فضیلت علم

وعن ابی الدرداءؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سلک طریقاً یطلب بہ علماً سلک اللہ بہ طریقاً من طرق الجنۃ وان الملٰئکۃ لتضع اجنحتہا رضیً لطالب العلم وان العالم لیستغفر لہ من فی السموات ومن فی الارض والحیتان فی جوف الماء وان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دیناراً ولا درھماً ولکن ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظٍ وافرٍ اخرجہ ابوداؤد والترمذی۔

ترجمہ:۔ ابودرداءؓ سے روایت ہے کہا میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا جو شخص طلب علم کے لئے کسی راہ میں چلے اللہ تعالےٰ اسے جنت کی راہ پر چلا دے گا کیونکہ ؎

دلے کز معرفت نور و صفا دید ☆ زہر چیزے کہ دید اوّل خدا دید (صائب)

ترجمہ:۔ جس دل نے معرفت کے باعث نور اور صفائی کو دیکھا اس نے جس چیز کو دیکھا اول خدا تعالےٰ کو دیکھا"

اور فرشتے طالب علم کی رضامندی کے لئے اپنے بازو جھکا دیتے ہیں ؎

رُوح با علم است با عقل است یار ☆ روح را با تازی و ترکی چہ کار (رومیؒ)

ترجمہ:۔ روح القدس کو علم و معرفت اور عقل و حکمت سے تعلق ہے۔ اسے عربی اور ترکی سے اور رنگ و نسل سے کوئی واسطہ نہیں"

اور تمام آسمان اور زمین والے اور پانی میں مچھلیاں اہل علم کے لئے بخشش مانگتی ہیں ؎ ورنہ

(۱) جملہ ذراتِ عالم در نہاں ☆ با تو میگویند روزان و شبان

(۲) ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم ☆ با شما نامحرماں ما خامشیم (رومیؒ)

ترجمہ:۔ "یعنی اس مادی دنیا کا ایک ایک ذرہ تجھے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ہم سنتے ، دیکھتے اور خوش ہیں۔ لیکن چونکہ تم نامحرم ہو علم و حکمت سے تہی دست اس لئے تم سے نہیں بولتے"

اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو باقی ستاروں پر اور عالم لوگ پیغمبروں کے وارث ہیں۔ انبیاء کی میراث درہم و دینار نہیں ہوتی بلکہ اپنی میراث صرف علم چھوڑ دیتے ہیں پس جس نے علم حاصل کیا اس نے پورا پورا حصہ لیا ؎

در آ در وادیٔ ایمن کہ ناگاہ ☆ درختے گویدت اِنّی اَنَا اللّٰہ

یعنی وادیٔ ایمن ، معرفت تامہ ، فنائے نظری ، اور عشق سرمدی میں قدم رکھ کہ تجھے اِنّی اَنَا اللّٰہ کی درخت سے یہ آواز آئے"

علم و حکمت بہت بڑا خزانہ ہے

عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یشبع مومن من خیر یسمعہ حتی یکون منتہاہ الجنۃ۔ اخرجہ الترمذی۔

ترجمہ:۔ ابوسعیدؓ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایماندار بندہ خیر یعنی علم سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی انتہا بہشت ہو۔ علم کی خواہش و جستجو اہل علم کو کامیاب زندگی اور خاتمہ بالخیر بخشتی ہے ؎

اگر یک قطرہ را دل بر شگافی ☆ بروں آید از و صد بحر صافی (صائب)

یعنی اگر قطرہ کا دل شگاف کیا جائے اور اس سے تعین اور تقید کی کدورت کو رفع کیا جائے اس میں ہزاروں سمندر پاک و صاف ظاہر ہوں گے ، مگر

(۱) روئے یقین نہ بیند ہرگز کسے بدنیا ☆ الا کسے کہ باشد با روئیش آرمیدہ (مسیح موعودؑ)

(۲) آنکس کہ عالمش شد شد مخزن معارف ☆ واں بیخبر ز عالم کیں عالمے ندیدہ "

عظیم مجاہدے کی ابتداء

معزز خواتین جماعت صدر لاہور کا ماہوار چندہ اور ان کے بچوں کے اسماء (معہ چندہ) کی فہرست حسب ذیل ہے۔ اللہ تعالےٰ اس جماعت مجاہدین کے ایمان، عزت، مال اور جان میں برکت دے۔ آمین۔ احمد حسن۔ اسسٹنٹ افسر تحصیل۔

نمبر و نام	روپیہ	آنہ	پائی
۱- والدہ صاحبہ قاضی بشیر احمد صاحب	۱	-	-
۲- بیگم صاحبہ قاضی بشیر احمد صاحب (حرم اول)	۱	-	-
۳- بیگم صاحبہ قاضی بشیر احمد صاحب (حرم ثانی)	۱	-	-
۴- نسرین خالدہ صاحبہ بنت قاضی بشیر احمد صاحب	۱	-	-
۵- قیصر اقبال صاحب فرزند ارجمند قاضی بشیر احمد صاحب	۲	-	-
۶- بیگم صاحبہ قاضی عبدالعزیز صاحب	۲	-	-
۷- ارشاد بانو صاحبہ	-	۴	-
۸- نسیم بانو صاحبہ	-	۴	-
۹- بیگم صاحبہ سید سلطان علی شاہ صاحب	۲	-	-
۱۰- سید اطہر حسین شاہ صاحب	-	۴	-
۱۱- نسیم صاحبہ بنت سید سلطان علی شاہ صاحب	-	[illegible]	-
۱۲- شمیم صاحبہ	۱	۴	-
۱۳- فرحت صاحبہ	۱	۴	-
۱۴- بیگم صاحبہ ڈاکٹر احمد حسن	۱	-	-
۱۵- طلعت صاحبہ	-	۸	-
۱۶- عبدالمنان محمد خضر صاحب	-	۸	-
۱۷- عفت صاحبہ	۱	۸	-
۱۸- منصور احمد صاحب	-	۴	-
۱۹- بیگم صاحبہ قاضی غلام رسول صاحب	۱	-	-
۲۰- شفقت سلیم صاحب فرزند ارجمند قاضی غلام رسول صاحب	۱	-	-
۲۱- محمد احمد صاحب	-	۴	-
۲۲- بیگم صاحبہ قاضی عبدالحفیظ صاحب	۱	-	-
۲۳- پرویز حفیظ صاحب	-	۲	-
۲۴- گل ریز حفیظ صاحب	-	۲	-
۲۵- تبریز حفیظ صاحب	-	۲	-
۲۶- عفت آرا صاحبہ	-	۲	-
۲۷- رفعت آرا صاحبہ	-	۲	-
۲۸- بیگم صاحبہ قاضی عبدالواحد صاحب	-	۸	-
۲۹- بلقیس نازلی صاحبہ	-	۲	-
۳۰- عذرا نازلی صاحبہ	-	۲	-
۳۱- شمیم احمد صاحب	-	۲	-
۳۲- مسعود احمد صاحب	۱	۲	-
۳۳- بیگم صاحبہ قاضی عبدالجبار صاحب	-	۸	-
۳۴- ارشد احمد صاحب	-	۴	-
۳۵- فرزانہ کوکب صاحبہ	-	۴	-
۳۶- والدہ صاحبہ منیر اقبال صاحب	۱	-	-
۳۷- امتیاز بانو صاحبہ	-	۸	-
۳۸- بیگم صاحبہ قاضی محمد اسلم صاحب	[illegible]	-	-
۳۹- بیگم صاحبہ شیخ نذیر احمد صاحب	-	۴	-
۴۰- عزیز احمد صاحب	-	۲	-
۴۱- نصیر احمد صاحب	-	۲	-
میزان کل	۲۶	۶	۰

سقیفہ بنو ساعدہ اور ادارۂ خلافت کا قیام

از — جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین ابھی تکمیل کو نہ پائی تھی کہ صحابہؓ میں جانشینی کا سوال پیدا ہو گیا۔ اس امر کے متعلق صحابہ رضؓ تین گروہوں میں بٹ گئے تھے۔

(۱) اوّل انصار جو سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع تھے۔

(۲) حضرت علی رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ وغیرہ جو اپنے آپ کو مستحق خلافت سمجھتے تھے۔

(۳) مہاجرین جو حضرت ابوبکر رضؓ کی خلافت کے حامی تھے۔

سچ تو یہ ہے کہ ابوبکر رضؓ ہی خلافت کے اہل تھے جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جبکہ تمام صحابہ حتیٰ کہ حضرت عمر رضؓ جیسے قوی دل سے بھی دامن صبر چھوٹ چکا تھا ایک دل نشین تقریر کے ذریعہ تمام صحابہ کو ایک بہت بڑے فتنہ سے نجات دلائی وہ تقریر ایسی ہے جو ہر مسلمان ہر حالت میں ہر جگہ اپنے دل پر آویزاں رکھے۔ آپ نے فرمایا:۔

اما بعد فمن کان یعبد محمداً فانّ محمداً قد مات ومن کان یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ حیّ لا یموت۔ قال اللّٰہ تعالیٰ وما محمد الّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔

یعنی اگر لوگ محمدؐ کی پرستش کرتے تھے تو یقیناً وہ وفات پا گئے اور اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے تو بے شک وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ خدائے برتر فرماتا ہے محمدؐ صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے تمام رسول بلا استثنا (عیسیٰؑ بھی ان میں شامل ہیں) وفات پا چکے۔

بہرحال جب حضرت ابوبکر رضؓ کو جو کہ مسجد میں اجتماع سقیفہ کے متعلق اطلاع ملی تو آپ حضرت عمر رضؓ اور حضرت ابو عبیدہ رضؓ کو لے کر وہاں پہنچے۔ اگر خدانخواستہ حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کو اطلاع نہ پہنچتی اور وہاں تشریف نہ لے جاتے اور بگڑے ہوئے حالات پر قابو نہ پاتے تو مہاجرین اور انصار جو زمانہ نبوی میں بھائیوں کی طرح رہتے تھے باہم دست و گریباں ہو جاتے اور اس طرح شمع ہدایت (اسلام) ہمیشہ کے لئے گل ہو جاتی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ شمع اسلام کے پروانوں کے دلوں میں ابھی سوز عشق پوری تیزی میں طوفان خیز تھا ؎

(۱) شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما

(۲) اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما

(رومیؒ)

(۱) ترجمہ:۔ اے میرے ہوش آفرین اور جاں سوز عشق اے میری تمام بیماریوں کے حکیم حاذق۔

(۲) اے میری نخوت و ناموس کے چارہ ساز اور افلاطون و جالینوس سدا خوش رہ

تا ز دیوانہ شدم ہوش نیامد بسرم
اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احسان کردی

(مسیح موعودؑ)

جب تک میں نے کوچۂ عشق میں دیوانہ وار قدم نہیں رکھا مجھ پر ایوان (اللہ تعالیٰ کا دروازہ) نہیں کھلا۔ اے دار فتگی میں تیرے قربان تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔"

بہرحال یہ تینوں بزرگ سقیفہ میں پہنچے جہاں انصار کے خطیب نے مفصلہ ذیل تقریر شروع کی:۔

"ہم خدا تعالیٰ کے انصار ہیں اور اسلام کی فوج ہیں اور تم گروہ مہاجرین ایک قبیلہ ہو جو نہایت کم تعداد میں آئے لیکن تعجب ہے کہ اب یہ لوگ ہماری جڑ اکھوڑنا اور ہم کو حکومت سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔"

خطیب خاموش ہوا تو حضرت عمر رضؓ بولنا چاہتے تھے اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضؓ کے سامنے تقریر کرنے کے لئے چند جملے بھی انتخاب کر لئے تھے۔ لیکن جب بولنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا علیٰ رسلک (ٹھیرو) چونکہ حضرت عمر رضؓ انہیں ناراض کرنا پسند نہ کرتے تھے خاموش رہے اور صدیق اکبر رضؓ نے تقریر شروع کی،

"تم نے جو کچھ اپنے فضائل بیان کئے ہیں تم ان کے اہل ہو لیکن یہ امر (خلافت) قریش کے علاوہ دوسروں کے متعلق نہ ہوگا وہ نسب اور مسکن کے لحاظ سے تمام عرب سے افضل ہیں اور میں تمہارے لئے ان دو شخصوں میں سے ایک کو (خلیفہ) منتخب کرتا ہوں ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرو۔"

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نحن الامراء وانتم الوزراء یعنی ہم امیر اور تم وزیر ہو اس پر حباب بن منذر نے کہا خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا ہمارا امیر الگ اور تمہارا امیر الگ حضرت ابوبکر رضؓ نے جواب میں کہا:۔

"نہیں ہم امیر ہیں اور تم وزیر ہو وہ (قریش) مسکن کے لحاظ سے عرب میں سب سے افضل اور حسب کے لحاظ سے خالص ہیں تم عمر بن خطابؓ یا ابو عبیدہؓ ابن الجراح کے ہاتھ پر بیعت کرو۔"

حضرت ابوبکر رضؓ نے تقریر کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر چاہا کہ ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنائیں لیکن صدیق اکبر کی تواضع اور بے نفسی پر حضرت عمر رضؓ کا جذبہ حفظ مراتب اور دور اندیشی غالب آئی۔

حضرت عمر رضؓ کہتے تھے خدا تعالیٰ کی قسم! اگر میں اس جماعت کا امیر بنایا جاؤں جس میں ابوبکر رضؓ شامل ہوں تو مجھے یہ بات زیادہ محبوب ہے کہ میری گردن اڑا دی جائے۔

اس ہماہمی اور شور اشوری میں حضرت عمرؓ آگے بڑھے اور ابوبکر رضؓ سے کہا:۔

"بلکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے آپ ہمارے سردار ہم سے افضل ہیں اور آنحضرت صلعم کو ہم سے زیادہ محبوب تھے ؎

اللہ اللہ زد و بشد ورش و بحر
قطرۂ در بحر پر گوہر بسیر (رومیؒ)

یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اسی میں ہے کہ اپنے آپ کو جلد بیچ دے۔ ایک قطرہ دے اور موتیوں کا بھرا ہوا سمندر اس کے عوض لے لے۔

ان اللّٰہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم واموالہم بانّ لہم الجنۃ

الغرض حضرت عمر رضؓ نے ابوبکر رضؓ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی (بخاری) پھر اور لوگ بیعت کے لئے اٹھے یہ بیعت خاصہ تھی، بیعت عام دوسرے روز منبر پر ہوئی۔

ان مشکلات صعوبات اور خطرات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پیدا ہو گئے تھے اور جن کا مقابلہ صدیق اکبر رضؓ کو کرنا پڑا، یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس موقعہ پر آپ ہی مسند خلافت کو شرف بخشنے کے اہل تھے اور مشکلات و مصائب کو برداشت کرنے کا دل و گردہ رکھتے تھے ؎

چشمۂ حیوان و جام مستی است
کاں بلندیہا ہمہ در پستی است

(رومیؒ)

ترجمہ: مشکلات و مصائب آب حیات کا چشمہ اور مستی کا پیالہ ہیں۔ اور یہ سرفرازیاں ہمیشہ پستی میں ہوتی ہیں۔

صحابہ کرام کی بے نفسی، اتحاد و اتفاق، دور اندیشی، اور خداداری نے مشکلات کے پہاڑ کو خس و خاشاک کی طرح اڑا کر رکھ دیا۔

(۱) خود پسنداں بعقل خویش اسیر
فارغ از حضرت علیم و قدیر

(۲) تو ئے عشاق عجز و ہست و نیاز
نشنیدیم عشق و کبر انباز

(مسیح موعودؑ)

ترجمہ:۔ (۱) خود پسند اپنی عقل کے دام میں اسیر ہیں اور خدائے علیم و قدیر سے بیگانہ ہیں۔

(۲) عاشقاں سر دی زنجیر و نیاز میں رہتے ہیں۔ ہم نے کبھی عشق اور تکبر کو ساتھ ساتھ نہیں پایا۔

احمدی بچے
اپنے صفحہ کے لئے
مضامین بھجوائیں۔

مسیح کے دو الگ الگ شخص ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ان دونوں کے حلیئے الگ الگ موجود ہیں جو ایک دوسرے سے ملتے نہیں اور پھر آنے والے مسیح کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں امامکم منکم کہا گیا ہے یعنی وہ تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

تھوڑوں نے قبول کیا

ان تمام صاف اور واضح باتوں کی جن پہ قرآن کریم کی صریح شہادت تھی علماء نے اور ان کی اتباع میں عام مسلمانوں نے ردّ کر دیا اور وہی شخص آپ کی تکفیر کا لیڈر بنا جس نے اپنی قلم سے لکھا تھا کہ صداقت اسلام پہ جو کتاب حضرت مرزا صاحب نے لکھی ہے اس کی نظیر تیرہ صدیوں میں نہیں پائی جاتی - تھوڑے لوگوں نے آپ کو قبول کیا۔

ایک اور مماثلت

پھر ان قبول کرنے والوں کا بھی ایک قلیل حصہ آپ لوگ ہیں۔ جو یہاں جمع ہوئے ہیں - اور کثیر حصہ وہ ہے جنہوں نے غلو اختیار کیا، اور مجدّد کی بجائے آپ کو نبی قرار دیا - جس طرح یہودیوں نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو رد کر دیا تو اس کے بالمقابل عیسائیوں کے کثیر گروہ نے غلو کر کے انہیں پیغمبر کی بجائے خدا ٹھہرایا اور قلیل گروہ خدا کی توحید کا قائل رہا۔ سو ضروری تھا کہ مجدد وقت کی حضرت عیسٰے سے مماثلت کا یہ رنگ بھی پورا ہوتا -

چند باہمت اصحاب کی غلو سے علیحدگی

اس لئے جب قادیان میں اس غلو کی بنیاد رکھی گئی - تو چند باہمت اصحاب نے اس رَو کا مقابلہ کیا کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ تبلیغ اسلام کے کام میں جو اس سلسلہ کی اصل غرض ہے یہ ایک زبردست روک کھڑی کی جا رہی ہے اور اور مسلمانوں کی تکفیر سے ان کے اتحاد کو پاش پاش کیا جا رہا ہے - اور اپنے آپ کو الگ کر کے لاہور میں اس جماعت کی بنیاد ۱۹۱۴ء میں رکھی ہے یہ مختصر تاریخ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی -

سلسلہ احمدیہ تبلیغ کے رستے سے روکیں دور کرتا ہے

مجھے افسوس ہے کہ ان باتوں کو جن کا حقیقی تعلق تبلیغ اسلام سے تھا - اور جو درحقیقت تبلیغ اسلام کے رستے میں چند روکیں تھیں جن کا دور کرنا ضروری تھا اس قسم کا اختلاف سمجھ لیا گیا ہے جیسے اسلام کے اندر فرقی اختلافات ہیں -

بلکہ قادیانی جماعت کے رویہ نے اسے اور بھی سخت رنگ دے دیا ہے -

مسئلہ کفر و اسلام

اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں میں یہ ایک بیماری لمبے عرصہ سے پیدا ہو گئی ہے، اور اس کی بنیاد خوارج نے حضرت علی علیہ السلام کے زمانہ میں رکھی - جن کے متعلق احادیث میں آتا ہے شرار الخلق شر اعصا المسلمین انہوں نے مسلمانوں کی جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا - یہ پہلا گروہ اسلام میں تھا جنہوں نے اپنے بھائیوں کو کافر قرار دیا - اس کے بعد یہ بیماری ہماری قوم میں سخت سے سخت تر ہوتی چلی گئی - حالانکہ بڑے بڑے آئمہ نے یہ نصیحت مسلمانوں کو کی کہ کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر کے دیکھو اور ایک وجہ اسلام کی بھی ہو تو اسے کافر مت کہو، بلکہ مسلمان کہو - کسی بڑے امام کا قول نہیں دکھایا جا سکتا کہ کسی کلمہ گو کو کسی اہل قبلہ کو کافر کہو بلکہ اس کے خلاف بڑے بڑے آئمہ کے اقوال موجود ہیں کہ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہا جا سکتا -

مگر آج مسلمانوں کو کافر بنانے والے خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں اصل اسلام سے دور نکل گئے ہیں اور صرف اپنی ہوا و ہوس کے ماتحت یا اپنی نمبرداری قائم رکھنے کے لئے لوگوں کو کافر قرار دیئے جاتے ہیں - قرآن کریم کی ایسی کھلی تصریح کے سامنے کہ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا جو شخص یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ مسلمان ہے تمہیں السلام علیکم کہے تو تم مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے - یا حدیث کی واضح تصریح ہوتے ہوئے اور وہ بھی متفق علیہ حدیث

من صلی صلوتنا
و استقبل قبلتنا
و اکل ذبیحتنا
فذالک المسلم الذی
لہ ذمۃ اللہ و ذمۃ
الرسول اللہ فلا تخفروا اللہ
فی ذمتہ

جو کوئی ہماری طرح نماز پڑھتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے، یہ مسلمان ہے اس مسلم کے لئے اللہ کا عہد ہے - اور اس کے رسول کا عہد ہے، تو اللہ کے عہد کی تحقیرمت کرو -

ایسی صراحتیں ہوتے ہوئے آئمہ اسلام کس طرح کسی کلمہ گو کو کافر . . . . کہہ سکتے تھے -

آئمہ ضلالت

آج کے وہ علماء جو قرآن اور حدیث اور آئمہ کی صراحتوں کے باوجود کلمہ گوؤں کو کافر قرار دیتے ہیں اور اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں، یہ قرآن و حدیث کی پیروی نہیں کرتے - اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرتے ہیں - یہ آئمہ ضلالت ہیں - آئمہ ہدایت نہیں - یہ شرار اعصا المسلمین کے مصداق ہیں - بیشک کسی کی غلطی بیان کرو اور اس کی اصلاح کی کوشش کرو، لیکن ایک دوسرے کو کافر کہہ کر تم خدا کی بھی مخالفت کر رہے ہو -

جماعت احمدیہ لاہور تکفیر کی مخالف ہیں

آج جماعت احمدیہ لاہور ہی سارے عالم اسلامی میں ایک جماعت ہے جو مسلمانوں کو اس بات پر جمع کرنے کے لئے کھڑی ہوئی ہے کہ اہل قبلہ کو کافر مت کہو، کلمہ گوؤں کو کافر مت کہو - یہ اسلام کی عظیم الشان خدمت ہے اس کی صرف یہی ایک خدمت اتنی بڑی تھی کہ مسلمانوں کو چاہیئے تھا کہ گروہ در گروہ اس کی طرف جھک جاتے - آپ لوگ قطعاً مایوس نہ ہوں کہ ہم عالم اسلامی کو اس بات پر جس میں اسلام کی قوت مضمر ہے - کس طرح جمع کر سکتے ہیں - اگر اسلام نے زندہ رہنا ہے، اور یقیناً زندہ رہنا ہے بلکہ سارے عالم پر چھا جانا ہے تو یاد رکھو کہ مسلمانوں کی تکفیر کا عقیدہ مٹ جائیگا پیچھے آنے والے ان لوگوں کے لئے دعائیں کریں گے جنہوں نے اس کی بنیاد رکھی -

دنیا اسلام پہ جمع ہوگی

چھوٹی چھوٹی باتوں میں ہمیشہ اختلاف ہوتے رہیں گے - مگر جن عظیم الشان باتوں کو لے کر یہ جماعت کھڑی ہوئی - ہے - ان پر ساری اسلامی دنیا جمع ہوگی - اور خود اسلام پر ساری دنیا جمع ہوگی حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان سے نہیں اتریں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا صرف مجدد آئیں گے - قرآن کامل ہدایت نامہ ہے - اس میں کچھ منسوخ نہیں - یہ ایک زبردست طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور سب کو فتح کریگا ہمارا کام صرف اسے دنیا میں پہنچا دینا ہے -

امام زمانہ کا پیدا کردہ روحانی انقلاب

واقعات پر غور کیجئے وہ آگ جو ہمارے امام کے خلاف بھڑکائی گئی کیا ینار کونی برداً و سلاماً علی ابراھیم کا مصداق نہیں ہوئی - اسی مخالفت کے زبردست طوفان کے اندر ایک چھوٹی سی جماعت کھڑی ہو گئی - اور خدا تعالےٰ کی نصرت کو دیکھو کہ آپ کے جرأت دے تھے - اسلام دنیا میں غالب ہو اور قرآن کریم کا نور سارہ دنیا کو روشن کر دے اس کی تکمیل کے سامان اسی زبردست مخالفت کے اندر کر دیئے - اور اس کام کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا - اور نہ صرف روحانی رنگ میں اسلام کا غلبہ ہو گیا کہ وہ یورپ اور امریکہ جو اسلامی دنیا کو عیسائی بنانے کے لئے اربوں روپے خرچ کر رہے تھے اور جن کی حکومت ساری دنیا پر چھا گئی تھی اسی یورپ اور امریکہ میں امام زمان کے چند پیروؤں کی بدولت اسلام کی تبلیغ کے مرکز قائم ہو گئے اور سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں بڑے بڑے اہل علم لوگ اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے اور اسلام کے متعلق ایک بہت بڑی تعداد کا نقطۂ خیال بدل گیا - یہاں تک کہ وہ اسلام جسے آج سے پچاس سال پہلے دنوں کا مہمان سمجھا جاتا تھا ایک فاتح کی حیثیت میں قدم آگے بڑھاتا جا رہا ہے - بلکہ جسمانی رنگ میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا - گرتی ہوئی مسلمان حکومتیں سنبھل گئیں - یقیناً اس ظاہری انقلاب کا پیشرو وہی روحانی انقلاب تھا جسے امام زمان نے پیدا کیا -

---

(خطبہ جمعہ بقیہ صفحہ ۵)

نہ دکھاتے اگر یہ خیال اور احساس نہیں ہوتا کہ آپ خود پسند ہیں یا دوسروں کی قربانیوں کی اہمیت نہیں سمجھتے، یہ کتنا عظیم الشان انقلاب ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کر دکھایا اور جس میں ہزارہا برکات ہیں - آج دنیا اس انقلاب کی نمائش کرتی ہے اور اسکو اپناتی ہے آپ کا بھی فرض ہے کہ ان امور کو عملی جامہ پہنائیے جو اس انقلاب کا موجب ہوئے - آپ کے پاس بھی ایک امام آیا ہے، اس نے بھی ایک انقلاب پیدا کیا اور سنت نبوی صلعم کا احیا کیا، اس امام کے سا تصنیفوں میں عمل کی طرف زیادہ توجہ تھی اور دنیا ان کی طرف راغب تھی، آج بھی آپ کو عمل کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اور اپنے عملی نمونہ سے دنیا کو اسلام کا گرویدہ بنانا چاہیئے ⁂

تحقیقاتی عدالت کے روبرو مولانا اختر علی خان

ایڈیٹر "زمیندار" کا بیان

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

سوال :- ماسٹر تاج الدین کس جگہ کے رہنے والے ہیں ؟

جواب :- لدھیانہ کے

سوال :- تقسیم سے پیشتر ان کے سیاسی عقاید کیا تھے -

جواب :- شروع میں وہ بھی کانگرسی تھے - بعد میں وہ مجلس احرار میں شامل ہو گئے -

سوال :- مولانا احتشام الحق کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں ؟ تقسیم سے پہلے وہ کیا تھے ؟

جواب :- وہ یوپی کے رہنے والے ہیں اور تقسیم کے بعد پاکستان میں آئے ہیں - مجھے ان کے سیاسی عقاید کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے -

سوال :- کیا وہ جمعیت العلماء ہند کے ممبر تھے ؟

جواب :- جی ہاں -

سوال :- تقسیم سے قبل جمعیت العلماء ہند کا سیاسی نظریہ کیا تھا ؟

جواب :- ان کا نظریہ وہی تھا جو احرار اور کانگرس کا تھا، یعنی وہ دو قوموں کے نظریہ مسلم لیگ اور قیام پاکستان کے خلاف تھی -

سوال :- کیا آپ اب جمعیت العلمائے ہند کے متعلق کچھ جانتے ہیں ؟

جواب :- یہ جماعت اب بھی موجود ہے اور اس کا ہیڈ کوارٹر دہلی میں ہے -

سوال :- مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں ؟ وہ کہاں کے رہنے والے ہیں ؟

جواب :- وہ امرتسر کے رہنے والے ہیں - اور وقتاً فوقتاً لاہور آجایا کرتے تھے وہ احرار کے سرکردہ رکن ہیں اور بہت فصیح و بلیغ مقرر ہیں -

سوال :- میاں ممتاز دولتانہ کے ساتھ آپ کے کیا تعلقات تھے ؟

جواب :- میرے ان کے ساتھ تعلقات تھے جیسے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے ساتھ ہونے چاہئیں -

سوال :- کیا آپ ہفتہ میں ایک بار ان کے ہاں جاتے تھے ؟

جواب :- جی نہیں -

سوال :- کیا آپ نے خصوصی فوجی عدالت کے روبرو مندرجہ ذیل بیان دیا تھا ؟

" میں میاں ممتاز دولتانہ کو ان کے گھر پر ایک ہفتہ یا اتنے ہی وقفہ کے بعد ملا کرتا تھا "

جواب :- جی ہاں - یہ میں کہنا چاہتا تھا - وہ یہ نہیں تھا - کہ میں ان سے باقاعدہ ہر ہفتے ملاقات کیا کرتا تھا اس سے میرا مطلب صرف کبھی کبھار کی ملاقات تھا -

سوال :- کیا میاں ممتاز دولتانہ نے کبھی آپ سے کہا تھا کہ وہ چاہتے ہیں کہ اس تحریک کی جس کا مقصد احمدیوں کو اقلیت قرار دلانا اور چوہدری ظفر اللہ خان کو مرکزی کابینہ سے برطرف کرانا ہے - حمایت ہونی چاہیئے ؟

جواب :- جی نہیں -

سوال :- کیا آپ نے فوجی عدالت کے سامنے یہ بیان دیا تھا ؟

" اس بحث کے دوران میں میاں ممتاز محمد دولتانہ نے مجھ سے کہا - کہ اس تحریک کی (جس کا ذکر بیان کے پہلے حصہ میں کیا جا چکا ہے) تائید و حمایت ہونی چاہیئے "

جواب :- جی ہاں میں نے یہ بیان دیا تھا - میاں ممتاز دولتانہ نے مجھے بتایا تھا کہ وہ چاہتے ہیں - کہ اس تحریک کی حمایت ہونی چاہیئے -

سوال :- کیا آپ نے فوجی عدالت کے روبرو حسب ذیل بیان دیا تھا ؟

" اس دوران جبکہ میں میاں ممتاز دولتانہ کے ہاں آیا جایا کرتا تھا انہوں نے (میاں ممتاز دولتانہ) نے مجھے بتایا کہ مسلم لیگ نے ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں یہ مطالبات تسلیم کر لئے گئے ہیں - یعنی احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے اور چوہدری ظفر اللہ خان کو وزارت سے الگ کر دیا جائے - اس بات چیت کے دوران میاں ممتاز دولتانہ نے مجھے بتایا کہ وہ چاہتے ہیں کہ اس تحریک کی حمایت ہونی چاہیئے انہوں نے کہا کہ یہ تحریک زیادہ تر پاکستان کی مرکزی حکومت کے خلاف ہونی چاہیئے اور جہاں تک ممکن ہو سکے پنجاب میں کچھ نہیں ہونا چاہیئے -

جواب :- جی ہاں - میں نے یہ بیان دیا تھا - اور یہ درست ہے -

سوال :- تو کیا آپ کا وہ بیان غلط تھا - جو آپ نے ایک پہلے سوال کے جواب میں دیا - کہ میاں ممتاز دولتانہ نے آپ کو نہیں بتایا کہ اس تحریک کی حمایت ہونی چاہیئے -

جواب :- وہ ضرور غلط ہوگا -

سوال :- کیا آپ نے ۱۰ رمئی ۱۹۵۳ء کو سنٹرل جیل لاہور سے مارشل لاء کے ناظم اعلےٰ ایجر جنرل محمد اعظم خان کو کوئی درخواست دی تھی ؟

جواب :- جی ہاں میں نے متذکرہ تاریخ پر ان کے پاس ایک درخواست ارسال کی تھی -

سوال :- کیا آپ کے خیال میں مسٹر دولتانہ قادیانیوں کے خلاف حالیہ ہنگاموں کے لئے ذمہ دار تھے -

جواب :- جی نہیں -

سوال :- اس درخواست میں جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے - آپ نے حسب ذیل الزامات لگائے تھے ؟

" اصل واقعات یہ ہیں کہ قادیانیوں کے خلاف ہنگاموں کے ذمہ دار میاں ممتاز دولتانہ تھے "

جواب :- جی ہاں - صوبہ کے وزیر اعلےٰ کی حیثیت سے انہیں اس کا ضرور ذمہ دار ٹھہرایا جانا چاہیئے -

سوال :- کیا میاں ممتاز دولتانہ اس تحریک کے بانی تھے جس کا مقصد چوہدری ظفر اللہ خان کو ان کے عہدہ سے الگ کرانا تھا ؟

جواب :- میں یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے اس تحریک کو شروع کیا تھا -

سوال :- کیا آپ نے ۷ رمئی ۵۳ء کی درخواست میں یہ بیان دیا تھا ؟

" چوہدری ظفر اللہ خان کی برطرفی کی تحریک میاں ممتاز محمد دولتانہ کے مشورہ سے شروع کی گئی تھی "

جواب :- جی ہاں -

سوال :- کیا مسٹر دولتانہ نے کبھی اپنے گھر پر مجلس عمل کا اجلاس طلب کیا تھا ؟

جواب :- جی نہیں -

سوال :- کیا آپ نے اپنی درخواست مؤرخہ ۱۱ر جولائی ۱۹۵۳ء میں حسب ذیل بیان دیا تھا ؟

" تحریک ختم نبوت کے آغاز سے قبل میاں ممتاز دولتانہ نے اپنے مکان پر مجلس عمل کے ارکان کا اجلاس بلایا تھا جس میں مولانا ابوالحسنات سید احمد، ماسٹر تاج الدین، مظفر علی شمسی اور میں خود شامل تھا - اس اجلاس میں انہوں نے ہمیں واضح طور پر بتایا کہ اگر ہم نے ڈائرکٹ ایکشن شروع کر دیا تو ان کی ہمدردیاں ہمارے ساتھ ہوں گی لیکن یہ تحریک کراچی کے خلاف ہونی چاہیئے لاہور کے نہیں ان کا خیال یہ تھا کہ جب تحریک شروع ہوگی تو خواجہ ناظم الدین انہیں اسے روکنے کے لئے کہیں گے، اس طرح وہ عوام اور مرکز دونوں کو متاثر کر لیں گے - فسادات کے دوران میں میاں ممتاز دولتانہ نے جو متضاد بیانات دیئے وہ ان کی نیت ظاہر کرتے ہیں "

جواب :- میں نے یہ بیان دیا تھا اور یہ سچا ہے -

سوال :- کیا آپ نے سابق وزیر اعلےٰ سرحد خان عبدالقیوم خان کے ساتھ لاہور میں مسٹر دولتانہ کے متعلق بات چیت کی تھی ؟

جواب :- جی ہاں -

سوال :- مسٹر دولتانہ کے بارے میں خان عبدالقیوم خان نے کیا کہا ؟

جواب :- انہوں نے کہا کہ مساوی نمایندگی کے مسئلہ کے متعلق میاں ممتاز دولتانہ دوہری پالیسی پر عمل پیرا ہیں -

سوال :- لاہور میں غنڈوں کی سرگرمیوں کی ذمہ داری کس پر تھی ؟

جواب :- صوبہ کے وزیر اعلےٰ پر -

سوال :- کیا میاں ممتاز دولتانہ نے کبھی کسی غنڈے کو جیل سے رہا کرایا تھا ؟

جواب :- جی ہاں

سوال :- تو کیا آپ نے اپنی درخواست میں یہ کہا تھا کہ

" گذشتہ فسادات کے دوران خون خرابہ اور تباہی کی ذمہ داری غنڈہ عناصر پر عاید ہوتی ہے، صوبائی وزیر اعلےٰ بھی اس کے ذمہ دار ہیں کیونکہ جب کسی غنڈہ کو جیل بھیجا جاتا تو اسے سابق وزیر اعلےٰ کے اثر و رسوخ اور سفارش کی وجہ سے رہا کرا لیا جاتا تھا وہ لوگوں میں زیادہ مقبول بننے کے لئے ایسا کیا کرتے تھے "

جواب :- جی ہاں

سوال :- کیا انہوں نے کبھی اس مسئلہ پر مرکزی حکومت کی مخالفت کرنے اور ڈائرکٹ ایکشن شروع کرنے کی ہدایات جاری کی تھیں ؟

جواب :- جی نہیں -

سوال :- کیا آپ نے اپنی ۱۲ رمئی ۱۹۵۳ء کی درخواست میں حسب ذیل بیان دیا کہ

" انہوں نے (میاں ممتاز دولتانہ نے) مرکزی حکومت کی مخالفت کرنے اور ڈائرکٹ ایکشن شروع

کرنے کی ہدایات جاری کی تھیں"؟

جواب:۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے اس درخواست میں کوئی ایسی بات لکھی تھی یا کہ نہیں۔

سوال:۔ آپ کو کس نے مجرم قرار دلوایا اور جیل میں بھیجا؟

جواب:۔ میاں ممتاز دولتانہ نے۔

سوال:۔ کیا انہوں نے خواجہ ناظم الدین کو خوش کرنے کے لئے ایسا کیا تھا؟

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ کیا آپ نے فوجی عدالت کے سامنے حسب ذیل بیان دیا تھا؟

"وہ (مسٹر دولتانہ) مجھ سے اس بات پر متفق تھے کہ مسجدوں کے اندر گرفتاریاں عمل میں لانے کے متعلق حکومت پنجاب کی پالیسی غلط ہے"؟

جواب:۔ جی ہاں۔ یہی ہے جو انہوں نے اور خواجہ ناظم الدین نے واقعی کہا تھا۔

سوال:۔ آپ کب مجرم قرار دیئے گئے تھے؟

جواب:۔ ۱۴ اریا ۱۵ مئی ۱۹۵۳ء کو۔

سوال:۔ آپ نے ۱۷ مئی ۱۹۵۳ء کو ناظم اعلےٰ مارشل لاء کے نام درخواست کیوں بھیجی تھی؟

جواب:۔ میں نے سوچا کہ اگر مجھے مجرم قرار دیا جا سکتا ہے تو مسٹر دولتانہ اور خواجہ ناظم الدین کو بھی (ان واقعات کا مرتکب قرار دیا جانا چاہیئے) پاکستان کے وزیر اعظم اور پنجاب کے وزیر اعلےٰ اس کے ذمہ دار تھے جو کچھ انہوں نے کیا اور ان کے افعال کو منظر عام پر لانا ضروری ہے۔

احرار نے احمدیوں کے متعلق بحث کو اس لئے پکڑ لیا تاکہ وہ اپنا کھویا ہوا سیاسی اثر و رسوخ دوبارہ حاصل کر سکیں۔ تقسیم کے بعد احرار سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔

سوال:۔ کیا آپ نے کبھی میاں ممتاز دولتانہ سے ان احراریوں کی رہائی کے لئے بات چیت کی تھی۔ جنہیں قابل اعتراض تقریروں کی بناء پر قید کر دیا گیا تھا؟

جواب:۔ جی ہاں

سوال:۔ یہ کب ہوا؟

جواب:۔ جون یا جولائی ۱۹۵۲ء میں

سوال:۔ وہ کون اشخاص تھے جن کے خلاف اس وقت مقدمے چل رہے تھے یا جنہیں مجرم قرار دیدیا گیا تھا؟

جواب:۔ اس وقت تک کسی شخص کو مجرم قرار نہیں دیا گیا تھا۔ ماسٹر تاج الدین انصاری اور شیخ حسام الدین کے خلاف مقدموں کی سماعت جاری تھی۔

سوال:۔ یہ بات چیت کیا تھی؟

جواب:۔ میری رائے یہ تھی کہ مسلم لیگ کو مضبوط بنانے کے لئے احرار کا تعاون حاصل کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ میں نے مسٹر دولتانہ کو تجویز کیا کہ احرار کے خلاف زیر سماعت مقدمے واپس لے لئے جائیں۔

سوال:۔ کیا آپ ان کے پاس اپنی مرضی سے گئے تھے یا کسی نے آپ کو وہاں جانے کا مشورہ دیا تھا؟

جواب:۔ میں اپنی مرضی سے ان کے پاس گیا تھا۔

سوال:۔ ان گرفتاریوں کے متعلق مسٹر دولتانہ کی کیا رائے تھی؟

جواب:۔ مجھے معلوم نہیں۔

سوال:۔ کیا اسی ملاقات میں ان شرائط کے بارے میں بھی کچھ کہا گیا تھا۔ جن پر احرار کے خلاف مقدمے واپس لئے گئے تھے۔

جواب:۔ جی نہیں۔ کسی شرط پر بات چیت نہیں ہوئی تھی۔

سوال:۔ کیا ان گرفتاریوں کے متعلق آپ نے یکم جولائی یا ۳ جولائی ۱۹۵۲ء کو ہوم سیکرٹری مسٹر غیاث الدین احمد کے ساتھ کوئی بات چیت کی تھی؟

جواب:۔ ممکن ہے۔ میں نے ایسا کیا ہو لیکن اب مجھے یاد نہیں پڑتا۔

سوال:۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے۔ کہ ہوم سیکرٹری نے آپ کو ان گرفتاریوں کی وجوہات سمجھائی تھیں اور آپ پوری طرح مطمئن ہو گئے تھے۔ لیکن اگلے روز آپ نے ایک مضمون لکھا جس میں احرار کی حمایت کی گئی تھی۔

جواب:۔ مجھے اس قسم کی کوئی بات چیت یاد نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ ۵ جولائی ۱۹۵۲ء کو خان قربان علی خان انسپکٹر جنرل آف پولیس سے ملے تھے؟

جواب:۔ نہیں۔ میں صرف مسٹر انور علی ڈی۔ آئی۔ جی سی۔ آئی۔ ڈی سے ملا تھا۔

سوال:۔ کیا آپ کے خیال میں مساجد میں تقریریں کرنے کے لئے یہ مواقع مناسب تھے؟

جواب:۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ احراری احمدیوں کے ساتھ اپنے مذہبی اختلافات کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ اگر احراریوں نے مساجد میں اس مقصد کے لئے تقریریں کیں۔ تو میں اسے پسند نہیں کرتا۔

سوال:۔ کیا آپ نے یہ تجویز پیش کی تھی۔ کہ ختم نبوت تحریک کے لئے روپیہ فراہم کرنے کی غرض سے قربانی کی کھالیں اکٹھی کی جائیں۔

جواب:۔ جی ہاں۔ اسی طرح میں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ختم نبوت کے ایک روپے کے نوٹوں کے اجراء سے روپیہ جمع کیا جائے۔

سوال:۔ اس طریقے سے کتنا روپیہ جمع ہوا؟

جواب:۔ صرف تین چار ہزار۔

سوال:۔ کوئی حساب کتاب رکھا گیا؟

جواب:۔ جی ہاں۔ مولانا ابوالحسنات محمد احمد حساب کتاب رکھتے تھے۔

سوال:۔ آپ نے احمدیوں کے سلسلے میں مطالبات کے متعلق وزیر اعظم پاکستان سے کتنی مرتبہ بات چیت کی؟

جواب:۔ میں پہلی مرتبہ انہیں غالباً اگست ۱۹۵۲ء میں اکیلا ملا میں ایک پریس کانفرنس کے سلسلے میں کراچی گیا ہوا تھا۔ میں نے انہیں بتایا کہ یہ مطالبات صحیح ہیں ان سے پوچھا کہ اس مسئلہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

ان کا جواب یہ تھا:

(نوٹ۔ گواہ نے ۱۷ ر دسمبر کے ایک شمارے سے عبارت پڑھ کر سنائی اور اقرار کیا کہ وہ عین بعین خواجہ صاحب کے الفاظ پیش کر رہا ہے)

"مجھے ملک کے جذبات اور احساسات کا پورا علم ہے۔ میں جانتا ہوں کہ مسلمان کیا چاہتے ہیں۔ لیکن میں انہیں کہوں گا۔ کہ حکومت ان کے جذبات کا پورا پورا احترام کرتی ہے لیکن ان کے مطالبات کو پورا کرنے کے راستے میں کچھ ایسی دشواریاں ہیں۔ ان دشواریوں کو دور کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ اس لئے مسلمانوں کو توقف اور اطمینان سے کام لینا چاہیئے امن اور قانون کو برقرار رکھنے میں حکومت سے تعاون کرنا چاہیئے ہم جو فیصلہ کریں گے وہ مسلمانوں کو قابل قبول ہوگا۔ آپ نے کہا۔ کہ یہ فیصلہ علمائے کرام کی عین مرضی کے مطابق ہوگا۔ میری حکومت ۱۴ راگست کو بنیادی حکمت عمل کا اعلان کریگی مجھے امید ہے کہ یہ وضاحت ملک کی رائے عامہ کو مطمئن کر دے گی"

میں مطمئن ہو گیا اور لاہور پہنچکر وزیر اعظم کا جواب بالکل صحیح طور پر شائع کر دیا اس کے بعد خواجہ ناظم الدین کے ساتھ میری چار یا پانچ ملاقاتیں کراچی میں ہوئیں۔ اور ایک بعض علماء کی معیت میں لاہور میں ہوئی میرے ساتھ مولانا ابوالحسنات محمد احمد، مولانا مظفر علی شمسی اور ماسٹر تاج الدین انصاری تھے انہوں نے ہماری گزارشات سنیں لیکن کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا۔

سوال:۔ کیا مجلس عمل کا کوئی جلسہ ۱۸ ر فروری ۱۹۵۳ء کو وکٹوریہ ہوٹل میں ہوا تھا؟

جواب:۔ جی ہاں

سوال:۔ کیا آپ اس جلسے میں موجود تھے؟

جواب:۔ جی ہاں

سوال:۔ کیا جلسے میں اس مسئلہ پر بحث ہوئی اگر حکومت پنجاب رضا کاروں کو کراچی جاتے ہوئے گرفتار کرے تو مجلس عمل کیا کرے گی؟

جواب:۔ اس مسئلہ پر بحث ہوئی تھی مگر فیصلہ کوئی نہ ہوا۔

سوال:۔ کیا آپ نے یہ کہا تھا کہ پنجاب میں کوئی گرفتاریاں نہیں ہوں گی۔ اور اس کا بندوبست مجھ پر چھوڑ دیا جائے؟

جواب:۔ جی نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ نے ۱۷ ر فروری کو ڈپٹی جنرل مینیجر این ڈبلیو آر سے فون پر دریافت کیا تھا کہ آیا لاہور سے کراچی رضا کار پہنچانے کے لئے خاص گاڑی کا انتظام ہو سکتا ہے؟

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ آپ کو کیا جواب ملا۔

جواب:۔ میں نے دریافت ضرور کیا تھا لیکن مجھے کوئی جواب نہ ملا۔ وزیر اعظم سے میری آخری ملاقات فروری ۱۹۵۳ء کے آخری ہفتہ میں ہوئی۔ اس موقعہ پر میرے ساتھ مولانا سلیمان ندوی۔ مولانا محمد شفیع، مولانا عبدالحامد بدایونی، اور مولانا احتشام الحق تھے۔ اس ملاقات کے دوران میں میں نے خواجہ ناظم الدین کو تجویز پیش کی تھی کہ اس مسئلہ کے متعلق یا تو دنیا بھر کے علماء کی رائے معلوم کی جائے اور یا پھر اسے چیف جسٹس فیڈرل کورٹ آف پاکستان اور چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کے روبرو پیش کیا جائے۔ تمام مسلمانوں کی رائے معلوم کرنے کے لئے اور جن کا فیصلہ قطعی تصور کیا جائے انہوں نے اس تجویز کو منظور کر لیا۔ اور میں ایک پریس کانفرنس کے سلسلہ میں بہاولپور لوٹ آیا۔

پیغام ملا کہ خواجہ ناظم الدین نے مجھے کراچی بلایا ہے میں نے جواب دیا کہ اگر بذریعہ طیارہ میرے کراچی پہنچنے کا انتظامات ہو سکتے ہیں تو میں آسکتا ہوں۔ بہاولپور سے میں لاہور آیا۔ یہاں حالات کا جائزہ لینے کے بعد میں واپس کراچی گیا۔ وہاں نے ۲۶ ر فروری کو گورنمنٹ ہاؤس میں خواجہ ناظم الدین سے ملا۔ میرے ساتھ مولانا خادم حسین بھی تھے۔

سوال:۔ کیا آپ کبھی مولانا ابوالحسنات محمد احمد، مولانا مظفر علی شمسی اور ماسٹر تاج الدین کی معیت میں وزیر اعلےٰ پنجاب سے بھی ملے تھے؟

جواب:۔ جی ہاں اس جلسے میں وزیر اعلےٰ نے ہم سے پوچھا کہ ہم لاہور پر کیوں زور دے رہے ہیں۔

سوال:۔ آپ نے ختم نبوت، احمدیوں کے ساتھ اختلافات اور ان کے خلاف مطالبات کے متعلق کتنی مرتبہ تقریریں کیں۔

جواب:۔ میں نے متعدد تقریریں کیں۔ اور میرا طریقہ یہ تھا کہ جو کچھ مجھے کہنا ہوتا اسے لکھ

لیا۔ اور عوام کے سامنے پڑھ دیتا۔ میرے پاس ان تمام تقریروں کی نقلیں ہیں۔

سوال:۔ مجلس عمل کا دفتر کہاں تھا؟

جواب:۔ وزیر خاں کی مسجد میں۔

سوال:۔ کیا مجلس عمل کا دفتر کچھ عرصہ کے لئے زمیندار کے دفتر میں بھی رہا؟

جواب:۔ "زمیندار" کے دفتر میں مجلس عمل کا کوئی باقاعدہ دفتر نہیں تھا۔ اگرچہ کبھی کبھی مجلس کے اجلاس "زمیندار" کے دفتر میں ضرور ہوتے تھے۔ مجلس کی کارروائیوں کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جاتا تھا۔ یہ ریکارڈ یا تو مولانا داؤد غزنوی کے پاس ہوگا یا مولانا مظفر علی شمسی کے پاس۔

سوال:۔ ذرا "زمیندار" کا ۷ر نومبر ۱۹۵۲ء کا شمارہ دیکھئے اور بتائیے کہ اس میں "مرکزی مجلس عمل" آل پارٹیز مسلم کنونشن پاکستان لاہور کے زیر اہتمام "تحریک ختم نبوت" کے عنوان سے اشتہار آپ کی منظوری سے شائع ہوا تھا۔

جواب:۔ یہ خبر عام طریقے سے شائع ہوئی تھی اور میری منظوری نہیں لی گئی۔

سوال:۔ پہلے صفحے پر اور کسی قسم کے معاوضے کے بغیر؟

جواب:۔ یہ آپ کو منیجر بتا سکتا ہے۔

سوال:۔ ذرا اس کا نفس مضمون دیکھئے اور بتائیے کہ آیا یہ ٹھیک ہے؟

جواب:۔ جی ہاں اس اشتہار کا نفس مضمون درست ہے۔

سوال:۔ کیا پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ محکمہ اسلامیات تحریک ختم نبوت سے قریبی طور پر وابستہ تھا۔

جواب:۔ اس اشتہار سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔

سوال:۔ کیا اس تاریخ سے پہلے کبھی اس اشتہار کے متعلق آپ کو بتایا گیا؟

جواب:۔ جی نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ کو بالکل یقین ہے؟

جواب:۔ جی بالکل۔

سوال:۔ سابق ڈائرکٹر محکمہ تعلقات عامہ مسٹر زر احمد کا بیان ہے کہ اس اشتہار کے شائع ہونے کے دو روز بعد اس کے متعلق آپ سے تحقیقات کی گئی کیا یہ سچ ہے؟

جواب:۔ بالکل نہیں۔

سوال:۔ آپ کے دفتر سے اس کے متعلق کوئی تحقیقات ہوئی اور آپ کو اس کا علم ہوا؟

جواب:۔ جی نہیں۔

سوال:۔ ۲۸ر فروری کے لگ بھگ گورنمنٹ ہاؤس میں مصری اخبار نویسوں کے وفد کے اعزاز میں جو لنچ دیا گیا تھا، آپ اس میں شریک ہوئے تھے؟

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ آپ کو آپ کی گرفتاری کے متعلق وارنٹ پہلی مرتبہ کب دکھایا گیا تھا؟

جواب:۔ غالباً ۲۸ر فروری کو۔

سوال:۔ یہ وارنٹ کون لایا تھا؟

جواب:۔ میرے پاس نہ تو کوئی وارنٹ لایا گیا اور نہ مجھے دکھایا گیا۔ ہوا یوں کہ مسٹر دولتانہ کے پرسنل اسسٹنٹ مرزا حمت بیگ مسٹر ذوالقرنین ایس پی کی معیت میں میرے پاس آئے، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ڈائریکٹ ایکشن کے متعلق آپ کے کیا خیالات ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ میرے خیالات وہی ہیں جن کا اظہار میں نے خواجہ ناظم الدین کے پاس کیا تھا انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے خیالات کا اظہار اپنے اخبار میں کر دوں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد میں اپنے گاؤں کرم آباد چلا گیا۔ ادھر لاہور میں یہ مشہور ہو گیا کہ میں نے حکومت سے معافی مانگ لی ہے۔ اور میرے دفتر کے سامنے بہت بڑا ہجوم جمع ہو گیا۔ انہوں نے مجھے گالیاں دیں، اور عمارت پر پتھر پھینکے کرم آباد سے واپسی پر میں نے مسٹر نعیم الدین ایس۔ ایس۔ پی کو ٹیلیفون پر صورت حال سے مطلع کیا۔ اور ان سے پولیس کی امداد طلب کی انہوں نے مجھے چیرنگ کراس کے تھانے میں پہنچنے کی ہدایت کی، وہاں مجھے بتایا گیا کہ میرا اخبار ایک سال کے لئے بند کر دیا گیا ہے میں نے انہیں بتایا کہ حکومت بھی مجھ سے ناراض ہے۔ اور عوام بھی ناخوش۔ بہتر ہے مجھے جیل بھیج دیا جائے۔ میں اپنے گھر واپس آ گیا۔ وہاں سے میں عوام سے پُرامن رہنے کی اپیل کرنے کے لئے وزیر خاں کی مسجد میں گیا۔ چنانچہ ۱ر مارچ کو میں نے اس مسجد میں تقریر کی۔ مسجد وزیر خاں کے جلسے میں اپنی تقریر کے دوران میں میں نے حاضرین سے اپیل کی۔ کہ وہ تمام تخریبی اور غیر قانونی سرگرمیوں سے احتراز کریں کیونکہ پاکستان ہمارا اپنا ملک ہے اور پولیس و فوج جن پر امن و امان قائم رکھنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ہمارے اپنے ہی بھائی بند ہیں۔ ہم سب کا فرض ہے کہ اپنے ملک کی حفاظت کریں۔ اور یہاں انتشار نہ پیدا ہونے دیں۔ میں نے حاضرین کو صراحت سے یہ مشورہ دیا کہ اگر کوئی با اختیار دفعہ ۱۴۴ نافذ کرے تو اس کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔ تقریر کے بعد مسجد سے ایک جلوس نکلا۔ میں بھی جلوس میں شامل ہو گیا۔ جلوس بالکل پُرامن تھا اور یہ اسمبلی ہال کے قریب جا کر رک گیا۔ وہاں مرزا نعیم الدین میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں جلوس سے کہوں کہ وہ پُرامن طور پر منتشر ہو جائیں۔ چنانچہ میں نے یہاں بھی بالکل اسی انداز سے تقریر کی جس طرح میں نے وزیر خاں کی مسجد میں کی تھی۔ اس کے بعد مرزا نعیم الدین نے مجھے حراست میں لے لیا اور پنجاب سیفٹی ایکٹ کے ماتحت مجھے چھ ماہ قید کے لئے سنٹرل جیل میں نظر بند کرنے کا حکم دے دیا۔

سوال:۔ کیا ایکس۔ ڈی۔ ای/۱۸ (EX.D.E/18) کی دستاویز آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے؟

جواب:۔ جی ہاں

سوال:۔ آپ نے یہ دستاویز کب لکھی تھی۔

جواب:۔ میں نے یہ دستاویز کرم آباد جانے سے پہلے چیرنگ کراس تھانے میں لکھی تھی یہ وہی دستاویز ہے جسے بعد میں لوگوں نے معافی نامہ سمجھ لیا۔

سوال:۔ یہ دستاویز (EX-D/۱۸) اس کاغذ پر لکھی گئی ہے جس پر آپ کا پتہ چھپا ہوا ہے کیا آپ یہ کاغذ تھانے میں لے گئے تھے؟

جواب:۔ مجھے اب یاد نہیں۔

سوال:۔ مصری اخبار نویسوں کے اعزاز میں لنچ کے موقعہ پر آپ نے گورنمنٹ ہاؤس میں وزیر اعلیٰ سے کوئی بات چیت کی؟

جواب:۔ نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ جلوس کے ساتھ اپنی مرضی سے گئے تھے یا ہجوم نے آپ کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کیا تھا؟

جواب:۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

سوال:۔ مرکزی اور صوبائی حکومتوں سے آپ کے تعلقات خوشگوار رہے۔

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ کیا مرکزی حکومت نے بھارت کے لئے اخبار نویسوں کے خیر سگالی کے وفد کا رکن آپ کو منتخب کیا تھا؟

جواب:۔ جی ہاں

سوال:۔ کیا مرکزی حکومت نے آپ کو پچاس ہزار کے لگ بھگ اخباری کاغذ کا سپیشل کوٹہ دیا تھا؟

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ کیا حکومت پنجاب نے تعلیم بالغاں کے فنڈ سے "زمیندار" کے تیس ہزار روپے کے پرچے خریدے؟

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ کیا یہ تمام پرچے چھپا کئے گئے تھے؟

جواب:۔ معاہدہ ہو چکا تھا لیکن ابھی کچھ پرچے باقی تھے کہ زمیندار بند کر دیا گیا۔

سوال:۔ آپ کو کوئی الاٹمنٹ ہوئی؟

جواب:۔ جی ہاں۔ ممدوٹ وزارت نے مجھے ویر ملاپ پریس الاٹ کیا تھا بعد میں یہ پریس میں نے خرید لیا۔ اور جزوی ادائیگی بھی کر دی تھی۔

سوال:۔ حکومت کی نظروں میں اتنے مقبول ہونے کے باوجود آپ نے راست اقدام (ڈائریکٹ ایکشن) میں کیوں حصہ لیا؟

جواب:۔ میں نے حکومت کے خلاف کچھ نہیں کیا۔

سوال:۔ پھر ڈائرکٹ ایکشن سے کیا مطلب ہے؟

جواب:۔ ہمارا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ احمدیوں کے سلسلے میں اپنے مطالبات کو پُرامن طریقے سے منوانے کے لئے حکومت کو مجبور کیا جائے۔

سوال:۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ ڈائریکٹ ایکشن کا جملہ پہلے پہلے امریکہ کی خانہ جنگی کے دوران میں سیاسی سرگرمیوں کے سلسلے میں استعمال ہوا تھا۔؟

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ آپ کو معلوم ہے کہ جنوبی امریکہ والوں نے اس جملے کو کن معنوں میں استعمال کیا تھا؟

جواب:۔ جی ہاں

مجلس عمل نے جو پروگرام اختیار کیا تھا ڈائرکٹ ایکشن اس کا غلط ترجمہ ہے۔

سوال:۔ کراچی رضاکار بھیجنے کا کیا مقصد تھا؟

جواب:۔ حکومت کو بتانا کہ عوام کے مطالبات کیا ہیں؟ میں سمجھتا ہوں۔ کہ راست اقدام کا نتیجہ اگر وہی تھا۔ جو کہ حقیقتاً ظہور پذیر ہوا۔ تو پھر راست اقدام غلط تھا۔

سوال:۔ کیا آپ نے جولائی ۱۹۵۲ء میں گوجرانوالہ میں ختم نبوت کانفرنس میں تقریر کی؟

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ کیا اس جلسے میں تقریر کرنے والوں میں صاحبزادہ فیض الحسن بھی شامل تھے۔

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ کیا صاحبزادہ نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ کسی احمدی کو ہلاک کرنا خداوند تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے؟

جواب:۔ مجھے یاد نہیں کہ آیا انہوں نے فی الواقعہ یہ کہا تھا یا نہیں۔ لیکن اگر انہوں نے کہا تو غلط کہا۔

سوال:۔ کیا آپ کو یہ واقعہ یاد ہے کہ ایک مقرر کی تقریر سننے پر حاضرین میں سے ایک شخص نے اٹھ کر سوال کیا کہ کیا آپ احمدیہ جماعت کے سربراہ کا سر کاٹ کر لا سکتے ہیں؟

جواب:۔ مجھے اس قسم کا کوئی واقعہ یاد نہیں۔

سوال:۔ کیا اس کانفرنس کے بعد آپ کو گوجرانوالہ میں ایک چائے پارٹی دی گئی۔

جواب:۔ جی ہاں

سوال:۔ کیا ڈپٹی کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی اس پارٹی میں شریک ہوئے؟

جواب :۔ جی ہاں

سوال:۔ کیا سرکردہ مسلم لیگی بھی اس پارٹی میں موجود تھے؟

جواب :۔ جی ہاں

سوال:۔ سی۔ آئی۔ ڈی نے اطلاع دی تھی کہ اس کانفرنس میں احمدیوں کے خلاف نفرت پھیلانے کے لئے مشتعل بیان تقریریں کی گئی تھیں۔ اور اور لوگوں کو تشدد پر اُبھارا گیا تھا۔ کیا یہ ٹھیک ہے ؟

جواب:۔ میں نے اس کانفرنس کے صرف ایک اجلاس کی صدارت کی تھی۔ اور میری صدارت کے دوران میں اس قسم کی کوئی تقریر نہیں ہوئی۔ اگر میری موجودگی میں اس قسم کی تقریر ہوتی تو میرا فرض تھا کہ میں مقرر کو بولنے سے روک دیتا۔

سوال:۔ آپ نے خصوصی فوجی عدالت میں جو بیان دیا تھا۔ کیا یہ 19/E X.D.E/1 اس کی صحیح نقل ہے ؟

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ آپ نے ۱۰ مئی ۱۹۵۳ء کو جیل سے جو درخواست بھیجی تھی کیا 15/E X.D.E اس درخواست کی کاربن کاپی ہے۔ جو آپ نے ۱۲ اپریل ۱۹۵۳ء کو موجودہ وزیر اعلےٰ کو بھیجی تھی ؟

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ آپ کو ۲ مارچ ۱۹۵۳ء کو جیل بھیجا گیا کیا آپ کو جیل سے باہر لے جا کر کبھی کسی افسر نے پوچھ گچھ کی ؟

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ جیل سے آپ کو کون باہر لے کر گیا اور کب ؟

جواب:۔ تین مختلف مواقع پر تین مختلف فوجی افسر مجھے جیل سے باہر افسروں کے میس MESS میں لے گئے۔

سوال:۔ کیا ان فوجی افسروں نے آپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا ؟

جواب:۔ پہلے موقعہ پر میرے ساتھ اچھا سلوک کیا گیا۔ دوسری مرتبہ وہ بدسلوکی سے پیش آئے۔ اور تیسری مرتبہ وہ پھر میرے ساتھ عزت سے پیش آئے۔

سوال:۔ کہا جا رہا ہے کہ فوج نے آپ کو تنگ کیا؟

جواب:۔ سمجھ لیجئے کہ فوج نے مجھے تنگ کیا۔ کیونکہ میری عمر اکسٹھ سال کی ہے اور دوسری مرتبہ انہوں نے مجھے میس میں لے جا کر تمام رات بیدار رکھا اور پورے اٹھارہ گھنٹے مجھے ایک کمرے میں نظر بند رکھا۔ اس عرصہ مجھ سے مسلسل پوچھ گچھ کی گئی۔

سوال:۔ فوج کے سامنے آپ نے جو بیان دیا کیا وہ ٹھیک ہے یا غلط ؟

جواب:۔ پوچھ گچھ کرنے والا افسر مسلسل مجھے مجبور کرتا رہا کہ میں اس چیز کی پروا کئے بغیر کہ جو کچھ میں کہتا ہوں ٹھیک ہے یا غلط، مسٹر دولتانہ کے خلاف جو کچھ بتا سکتا ہوں، بتاؤں۔ لیکن اس کا مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور میں نے اور میں نے صرف وہی کہا جو میرے خیال میں سچ تھا۔

سوال:۔ وہ فوجی افسر کون تھا ؟

جواب:۔ مجھ سے پوچھ گچھ کرنے والے افسر کا نام کرنل نواز تھا۔

جس وقت مجھے جیل سے باہر لے جایا جاتا تھا۔ اس وقت میری گرفتاری اور نظر بندی کا پنجاب سیفٹی ایکٹ کے ماتحت ہوئی تھی۔ مارشل لاء کے خلاف کسی جرم میں میری گرفتاری نہیں ہوئی تھی۔

گواہ نے روزنامہ "آثار" کا ۱۲ جون کا شمارہ پیش کیا اور عدالت کی توجہ "ذرد مند" کے ایک مضمون کی طرف دلائی جو مرزا بشیر الدین محمود کے "اعلان" کے عنوان کے تحت شائع ہوا تھا۔ اور کہا کہ اس اعلان سے احمدیہ اور غیر احمدیہ کی بحث ہمیشہ کے لئے ختم ہو جانی چاہیئے۔ کیونکہ احمدیہ فرقہ کے سربراہ نے اس اعلان میں متعدد شکایات کو عملی طور پر دور کر دیا ہے جو کہ عام مسلمانوں کو اس فرقہ کے خلاف تھیں یہ اعلان اس تحریری بیان سے پوری مطابقت رکھتا ہے۔ جو کہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے اس عدالت کے سامنے پیش کیا تھا اور جس کے عام معلومات کی اجازت ہے۔

مسٹر دولتانہ کے وکیل مسٹر یعقوب علیخاں نے اپنے موکل سے ہدایات نہ ملنے کی وجہ سے گواہ پر جرح کرنے سے معذوری کا اظہار کیا۔ ان کا موکل کراچی میں ہے۔ اور سات اکتوبر سے پہلے اس کے لاہور پہنچنے کی توقع نہیں۔ عدالت نے مسٹر یعقوب علی خان کو جرح محفوظ رکھنے کی اجازت دے دی اور کہا کہ مسٹر دولتانہ کے کراچی سے واپس آنے کے بعد گواہ کو عدالت میں دوبارہ طلب کرنے کی تاریخ مقرر کی جائے گی :

(نشاف رپورٹر۔ آثار)

احباب سلسلہ و سیکرٹری صاحبان جماعتہائے توجہ فرمائیں

عرض خدمت ہے کہ گذشتہ دو تین سال میں جو وعدے جماعت کے صاحب ثروت صحاب اور جماعت ہائے نے عطیہ جات دینے کے لئے فرمائے تھے اگر انہیں پورا کرنے کی طرف احباب جماعت توجہ فرمائیں تو اندازاً ایک لاکھ کے قریب رقم داخل خزانہ انجمن ہو کر انجمن کی بہت سی مالی مشکلات کا حل بن سکتی ہے۔ میں نے رجسٹر متعلقہ دیکھا ہے احباب کے لئے ان وعدوں کا پورا کر دینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو توفیق دے اس کی محبت ہمارے دلوں میں اس کے دیئے ہوئے اموال سے زیادہ ہو۔ آمین

احمد حسن

اسسٹنٹ افسر تحصیل

مضمون نگار حضرات جماعت احمدیہ کے مضمون نگاروں کی خدمت میں کئی دفعہ گذارش کی گئی ہے کہ وہ اپنے قومی اخبار "پیغام صلح" کے لئے موجودہ مسائل پر مضامین بھجوائیں لیکن ابھی تک ہماری یہ گذارش صدا بصحرا ہے۔ اب پھر یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ ہمارے دوست اس طرف توجہ کریں ——— جماعتیں اور قومیں افکار تازہ سے زندہ رہتی ہیں اور جمود سے ان کے قوےٰ مضمحل ہو جاتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے سوچنے والے دوستوں پر یہ حقیقت اظہر ہے اس لئے امید ہے وہ ہماری اس گذارش پر فوری توجہ مبذول فرمائیں گے۔

——— مدیر ———

پیغام صلح مورخہ ۷ اکتوبر ۱۹۵۳ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۴۳

م باری صاحب
ہمدردی ہے
محمد الٰہی خان
جگہ دے
بائے۔

جلد | یوم چہارشنبہ ۔ مؤرخہ ۴ صفر ۱۹۵۳ء | نمبر ۳۸

نظام اور جماعتی زندگی

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں ایک موقعہ پر فرمایا تھا:۔

"جس قدر لوگ اس جماعت میں داخل ہوں۔ وہ صرف اس نیت سے داخل ہوں کہ ہم نے ایک نظام کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے۔ دنیا میں بغیر نظام کے کوئی جماعت نہیں رہ سکتی۔ اس ضمن میں میں تو بھی کوشش کروں گا اور آپ سے بھی تعاون طلب کروں گا کہ کس طرح یہ ساری جماعت ایک نظام کے ماتحت آجائے اور جو لوگ نظام کے نیچے نہ رہیں وہ حضرت مسیح موعود کے پیرو ہونے کی حیثیت سے ہماری سر آنکھوں پر مگر کام کے لحاظ سے ایک ہی جماعت ہونی چاہیئے خوب یاد رکھیے جب تک آپ نظام کو مضبوط نہ کریں گے اس وقت تک آپ کے قدم مضبوط نہیں ہو سکتے کسی شخص کو جرأت نہ ہو کہ اس نظام کے خلاف چلے .... دنیا میں انسان بلند ہوتا ہے عمل اور انکساری کے ساتھ یہ مت خیال کرو کہ کوئی شخص اس مذہبی جماعت میں صرف منہ کی باتوں سے بڑا بن سکتا ہے۔ اگر آپ کو کوئی شکایت پیدا ہوتی ہے تو اسے انجمن کے سامنے پیش کرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ کہیں تمہاری باتوں سے جماعت کی عمارت کو نقصان پہنچ جائے۔ اس عمارت پر تمہاری جماعت اس وقت تک پچاس لاکھ سے بھی اوپر روپیہ صرف کر چکی ہے۔ عمارت کو بنانے کے لئے بڑا وقت درکار ہوتا ہے مگر اس کو تباہ کرنے کے لئے صرف ایک دیا سلائی کافی ہوتی ہے اگر تمہیں کوئی امر اچھا معلوم نہیں ہوتا تو اس کے لئے کوئی علیحدہ مجلس قائم نہ کرو اور باہر سے آنے والوں کے لئے ٹھوکر کا موجب نہ ہو۔"

(پیغام صلح ۱۹۴۴ء)

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے مسلسل سینتیس ۳۷ سال تک اس جماعت کی قیادت کی اور اس وقت تک جو کچھ بھی تھوڑا بہت ہو رہا ہے وہ حضرت مرحوم کی مسلسل محنت، نیکی اور دانشمندانہ قیادت کا ہی نتیجہ ہے۔ جماعت کے ہر ایک فرد کو خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا حضرت مرحوم کے مذکورہ بالا اقتباس کو غور سے پڑھنا چاہیئے یہ اقتباس آپ کے طویل تجربہ کا نچوڑ ہے یہ اس شخص کا قول ہے جو سلسلہ کے مزاج سے واقف تھا۔ اتنی سمجھ بوجھ کا انسان حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سلسلہ کے اندر پیدا نہیں ہوا۔ وہ شخص اپنے کردار اور اسلوب تحریر کے اعتبار سے وحید العصر اور حضرت مسیح موعود کی صداقت کی دلیل تھا اور اپنے کارناموں کے اعتبار سے انکی شارح تھا، اور ان میں ہی شامل تھا ——— زندگی کا یہ ایک اٹل اصول ہے کہ حقیقی خوشی اور کامیابی ایک نظام کے ماتحت کام کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ پراگندہ خیالی نکتہ چینی اور منتقمانہ جذبات کے اظہار سے کبھی اجتماعی آسودگی حاصل نہیں ہو سکتی ذہنی اور عملی انارکی سے ہمیشہ افسردگی پژمردگی اور انتشار پیدا ہوتا ہے جس سے جماعت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے ؎ دہر میں عیش دوام آئین کی پابندی سے ہے موج کو آزادیاں سامان شیون ہو گئیں۔

وہ قوم جو منظم ہو کر ایک بلند نصب العین کو بروئے کار لاتی ہے اور جس قوم میں اپنے ذہنی اور عملی قوتوں کو بروئے کار لانے کی صلاحیت ہوا کرتی ہے وہ داخلی جھگڑوں میں نہیں الجھتی۔

جماعت احمدیہ کی بنیاد حضرت امام عصر نے خدا تعالیٰ کے حکم سے رکھی ہے یہ خالص اسلامی جماعت اقوام عالم کے لئے اپنے پاس ایک پیغام رکھتی ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک بار گراں اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی طرف سے ایک امانت کی حامل ہے، یہ جماعت اس زمانہ کے سب سے بڑے فتنہ یعنی دجال کے مقابلہ کے لئے قائم کی گئی ہے اس جماعت کا قیام کسی انسان کی مساعی کا رہین احسان نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ نے اس جماعت کو اپنی ایک زبردست مشیت کے ماتحت قائم کیا ہے ان ذمہ داریوں کے ہوتے ہوئے اس جماعت پر دنیا کی سب جماعتوں سے بڑھکر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ ایک نظام کے ماتحت زندگی بسر کرے۔

مسائل، نظریہ اور نصب العین کے علاوہ صرف داخلی باتوں پر جھگڑنا جماعت میں انتشار پیدا کرنا ہے یہ اسلام اور سلسلہ کی خدمت نہیں بلکہ صرف اقتدار پرستی اور تخریب ہے۔ ان تخریبی کارروائیوں کے افسوسناک نتائج بھی مرتب ہو جایا کرتے ہیں مگر کچھ عرصہ گذر نے کے بعد لیکن اس وقت افسوس کرنا بیفائدہ ہوتا ہے ——— کیا ہم اس بات کو بھی سمجھ نہیں سکتے کہ ہمیں اس وقت کیا کرنا چاہیئے اور کیا نہیں کرنا چاہیئے۔ ہمیں اس وقت دنیا کے مسائل پر غور کرنا چاہیئے، سلسلہ کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنا چاہیئے۔ اپنی ساری قوت کو مجتمع کر کے اسلام کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا چاہیئے۔

ارشاداتِ نبویؐ

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگز لاہور

خدا اور ہوائے نفس ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے

عن شداد بن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ رواہ الترمذی وابن ماجہ۔

(مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

ترجمہ:۔ شداد بن اوس سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دانا اور توانا وہ شخص ہے جو احکام الٰہی کے آگے اپنے نفس اور اس کی خواہشات کو حقیر سمجھے اور حیات جاودانی کے لئے نیک اعمال کا ذخیرہ کرے۔ احمق اور نادان وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو نفسانی خواہشات کا تابع کر دے اور اللہ تعالےٰ سے اجر خیر کا متمنی ہو ؎

(۱) ہیا چوں موسیٰ عمراں دریں راہ ÷ بروتا بشنوی انی انا اللہ

(۲) ترا تا کوہ ہستی پیش باقیست ÷ جواب لفظ ارنی لن ترانی است (صائب)

ترجمہ (۱) یعنی یا موسیٰ عمران کی طرح راہ حق میں سیر کر تا کہ مظاہر حسیہ میں حق کا مشاہدہ کرے اور درخت سے انی انا اللہ سنے۔

(۲) جب تک کہ نفسانی خواہشات کا پہاڑ تیرے راستہ میں حائل ہے تو پھر ارنی کا جواب لن ترانی ہی ملے گا۔

نیک اعمال کی توفیق فضلِ الٰہی سے ملتی ہے

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تعالیٰ اذا اراد بعبد خیرًا استعملہ فقیل وکیف یستعملہ یا رسول اللہ قال یوفقہ لعمل صالح قبل الموت رواہ الترمذی (ایضًا)

ترجمہ:۔ انس رضؓ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ کسی بندہ سے (بسبب اس کی پاک خواہشات کے) بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے نیکی کے کام کرواتا ہے ؎

(۱) ایمن آباد ست دل اے مرد ماں
حصن محکم موضع امن و اماں

(۲) گلشن خرم بکام دوستاں
چشمہ ہا و گلستاں در گلستاں (رومی رح)

ترجمہ:۔ (۱) اے لوگو (پاکیزہ) دل ایمن آباد ہے ایک مضبوط قلعہ ہے اور امن وامان کی جگہ ہے ہاں ایسا اور صرف ایسا ہی (خشیت اللہ سے لبریز) دل یاران طریقت کی کامرانی کے لئے ایک شگفتہ باغ ہے جس میں چشمے ہیں اور اس کا ہر تختہ گلشن زار ہے"۔

لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کس طرح اللہ تعالےٰ اس سے نیکی کے کام کرواتا ہے فرمایا کہ اسے مرتے دم تک نیک اعمال کی توفیق بخشتا ہے ؎ بشرطیکہ

(۱) سینہ می باید تہی از غیر یار
دل ہمے باید پر از یاد نگار

(۲) جاں ہمیں باید براہ او فدا
سر ہمیں باید بپائے او نثار (مسیح موعود)

(۱) یار (اللہ تعالیٰ) کے سوا ہر چیز سے سینہ خالی ہو اور دل معشوق کی یاد سے بھرا ہے۔
(۲) جان اس کی راہ میں قربان ہو اور سر اس کے قدموں پہ نثار۔

تبلیغی رپورٹ

(۱)

مولوی عبدالصمد صاحب جمال مبلغ ڈھاکہ کی رپورٹ ماہ ستمبر سے معلوم ہوا ہے کہ اس ماہ میں انہوں نے اعلیٰ افسران کے سامنے ایک کامیاب لیکچر دیا۔ اس وقت خدا کے فضل سے ہمارے سلسلہ کی عظمت بلند شان کے ساتھ قائم ہو رہی ہے پانچ افراد داخل سلسلہ ہوئے۔ بارہویں پارہ کا ترجمہ بنگالی میں مکمل کیا۔ اس وقت . . . . اس بات کی سخت ضرورت ظاہر کی گئی ہے کہ ہمارے بزرگان میں سے کسی ایک کے لیکچر کا یہاں پر ہونے کا انتظام اگر ہو جائے تو بڑی کامیابی کی امید ہے۔

(۲)

چوہدری محمد سعید کھتہ مبلغ سیالکوٹ بذریعہ رپورٹ ماہ ستمبر اطلاع دیتے ہیں کہ اس ماہ میں ۱۱۴ افراد کو پیغام حق پہنچایا، درس قرآن میں قرآن مجید کے کمالات اور ختم نبوت کی اہمیت پر زور دیا گیا، اخلاق نبوی کی طرف توجہ دلائی گئی، مریضوں کی عیادت کی اور دوائی دی۔ ۱۰ جلدیں احادیث العمل خرید کر ایک سکول کی لائبریری میں رکھی گئیں۔ ۱۰ جلدیں زندہ نبی کی زندہ تعلیم کی تقسیم کی گئیں۔ نااتفاقی کے نتائج سے آگاہ کیا۔ دوستوں پر اس کا اچھا اثر ہوا۔ جمعہ پڑھائے۔ چندہ کی طرف بھی توجہ دلائی۔

(۳)

مولوی عبدالغفار صاحب مبلغ ڈیرہ غازی خاں نے ماہ ستمبر میں کوٹ مٹھن۔ ادجھاں۔ راجن پور کا دورہ کیا۔ اس سلسلہ میں بہت سے آدمیوں کو تبلیغ ہوئی۔ اندازاً چالیس کے قریب ٹریکٹ تقسیم ہوئے ایک قادیانی دوست سے تبادلہ خیالات ہوا جس میں میاں صاحب کے بیان متعلقہ کفر و اسلام پر بات چیت ہوئی۔ سوائے تاویل کے ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا ہمارے چالیس سالہ عقیدے کی صورت ان پر ثابت ہوگئی۔

(۴)

قاضی شبیر محمد صاحب مبلغ علی پور کی اطلاع کے مطابق ماہ ستمبر میں ۲۸ افراد کو ان کے گھروں پر جا کر تبلیغ کی۔

۴۔ بیرونی مقامات پر پیدل سفر کر کے تبلیغ کی گئی اور نومسلمین کو اسلامی مسائل سمجھائے جمعہ میں خطبات دیئے گئے۔

۳۔ افراد کو درس قرآن کریم دینے کا سلسلہ جاری ہے ان کو قرآن کریم کا ترجمہ بھی پڑھایا جا رہا ہے۔ قاضی صاحب کے بڑے بھائی جو علیپور جماعت کے پیش امام تھے ! ذکر ید ہونے کی وجہ سے اچانک فوت ہو گئے۔ اس وجہ سے قاضی صاحب ایک بڑے ابتلاء میں ہیں احباب ان کے لئے دعا فرمادیں۔

(۵)

مولوی محمد یوسف صاحب امام الصلوٰۃ مسجد دیب گراں ماہ ستمبر کی رپورٹ میں اطلاع دیتے ہیں۔ کہ اس ماہ جمعہ کی نماز احباب باقاعدگی سے ادا کی جس میں خطبات دیئے گئے۔ خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب نے دونوں فرائض انجام دیئے امامت (نماز اور خطبہ) درس قرآن باقاعدہ جاری ہے۔ اس ماہ میں اوسطاً ۱۹ طلبا روزانہ شامل درس ہوتے رہے۔ چندہ کی ادائیگی کے لئے لوگوں کو توجہ دلائی جا رہی ہے ابھی فصل جمع کرنے کا موقع ہے۔

ملازمت پیشہ لوگ احباب اپنا چندہ بابو محمد دین صاحب کے پاس باقاعدگی سے ادا کر رہے ہیں۔

ہماری ڈاک (بقیہ از ص۵)

ایک مضمون بیگم عبدالرؤف کا "طلاق اور مغنی" کے عنوان سے پڑھا۔ ہماری بہن صاحبہ جو کچھ لکھتی ہیں وہ بالکل درست ہے۔

میں اپنی بہن بیگم عبدالرؤف کی ازحد مشکور رہوں کہ انھوں نے ایسا قیمتی مضمون ہم عورتوں کے لئے اس اخبار میں شائع کرایا ہے۔ اب ایسے مغنیوں کا خاتمہ ہی ہونے والا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم کو پاکستان جیسی اسلامی حکومت عطا کی جو کہ ناممکن تھا اسے خدا نے ممکن کر کے دکھا دیا۔

شکریہ

آپکی شکر گذار، بیگم محمد رمضان خاں

نانڈی۔ فیجی

آنریری جنرل سیکرٹری صاحب کا مکتوب

اخویم مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ

السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

میں بڑے ہی درد بھرے دل سے کامل اعتماد کے ساتھ آپ کی خدمت میں بذریعہ عریضہ ہذا التماس کرتا ہوں۔

یہ آپ پر بخوبی روشن ہے کہ وہ عظیم الشان خدمت جو حضرت امام العصر سلطان الاولیاء مہدی معہود علیہ السلام نے آپ کو تفویض فرمائی ہے بغیر آپ کے تعاون و ایثار کے سرانجام نہیں پا سکتی اور یہ بات بھی آپ پر واضح ہے کہ حضرت امام الزمان نے فرمایا ہے کہ جو شخص متواتر تین ماہ بغیر کسی عذر معقول کے چندہ ماہوار ادا نہیں کرے گا جماعت سے کٹ جائے گا۔

جماعت سے وابستہ رہنے کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ - ابوداؤد - یعنی جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر جدا ہو جائے سمجھو کہ (اخوت) اسلام کی رسّی (تنظیم قومی) اس کے گلے سے نکل گئی"، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ایسے خطرناک اقدام سے محفوظ رکھے۔ اندریں حالات میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ حسب توفیق جماعت کی مالی امداد میں حصہ لیتے رہیں اور اپنا چندہ باقاعدہ طور پر ادا کرتے رہیں خواہ ایک آنہ ہی کیوں نہ ہو۔

میں امید کرتا ہوں کہ میری اس مختصر سی پُر خلوص عرضداشت کو شرف قبولیت بخشیں گے عند اللہ ماجور ہوں گے جزاک اللہ احسن الجزاء

عزیزاں بے خلوص و صدق نکشایند راہے را
مصفّا قطرہ باید کہ تا گوہر شود پیدا (مسیح موعودؑ)

اے عزیزو بغیر اخلاص اور سچائی کسی راہ کو کھول نہیں سکتے مصفّا قطرہ چاہیئے تاکہ موتی پیدا ہو۔

خاکسار۔ عبدالعزیز
آنریری جنرل سیکرٹری

آہ! حضرت ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب مرحوم

از حضرت مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

حضرت ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب دیوان چند ۴ ستمبر ۱۹۵۳ء بروز جمعۃ المبارک وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور نومسلم تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا۔ راقم الحروف پر شفقت پدری سے کام لیتے اور اپنے اکثر حالات مزے لے لے کر بیان فرماتے۔ حضرت مرحوم سے وقتاً فوقتاً جو کچھ میں نے سنا اور جو کچھ حافظہ میں محفوظ رہ سکا احباب کے ازدیاد ایمان کی غرض سے درج ذیل کرتا ہوں۔

حضرت مرحوم و مغفور نے فرمایا! مسلمانوں عیسائیوں۔ ہندوؤں کے مناظرے سن سن کر حیرت ہوتی تھی کہ ہر فریق صداقت کا دعویدار ہے اور اپنی صداقت پر زوردار دلائل پیش کرتا ہے کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ ان میں کونسا فریق صداقت اور راستی پر ہے اور مذاہب حاضرہ میں سے کونسا مذہب ہے جس پر چل کر انسان نجات حاصل کر سکتا ہے۔ بالآخر میں نے خدا کے حضور گڑگڑا کر دعا شروع کی کہ اے خدا میں ایک ہندو خاندان سے تعلق رکھتا ہوں مجھ پر انکشاف فرما کہ تیرے نزدیک کونسا مذہب سچا ہے جس کو اختیار کر کے میں تیری خوشنودی حاصل کر سکتا ہوں۔ میری یہ دعا جاری تھی کہ ان ہی ایام میں خبر آئی کہ قادیان ضلع گورداسپور میں ایک شخص مرزا غلام احمد نے مجددیت اور مہدویت کا دعوےٰ کیا ہے اور تمام مذاہب کے مقابلہ میں یہ شخص اسلام کی سچائی کا دعویدار ہے۔ خدا سے ہمکلام اور ملہم ہونے کا مدعی ہے اور اپنے اس مقام کو اسلام کی سچائی پر بطور دلیل پیش کرتا ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا اور میں اپنی دعا میں لگا رہا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں قادیان گیا (حالانکہ میں نے پہلے کبھی قادیان نہیں دیکھا تھا) ایک گلی میں داخل ہوا تو وہاں ایک مکان میں کچھ لوگ بیٹھے بھنگ رگڑ رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ مرزا غلام احمد صاحب کا مکان کدھر ہے؟ وہ لوگ سخت برہم ہوئے اور غصہ میں کہنے لگے کہ لوگوں کی مت ماری گئی ہے جو آتا ہے مرزا غلام احمد کا پتہ پوچھتا ہے مرزا غلام احمد ایک بڑا آدمی ہے۔ ٹھگ ہے۔ لوگ ہیں کہ [illegible] دوڑے چلے آرہے ہیں جاؤ بابا جاؤ

کیوں اس بڑے آدمی کے پیچھے اپنے ایمان کو خراب کرتے ہو۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ مرزا صاحب بڑے ہیں کہ نہیں یہ تو ان سے ملاقات پر پتہ چلے گا لیکن تم لوگ تو فی الواقعہ بڑے ہو کر بھنگ رگڑ رہے ہو۔ ان لوگوں نے لاجواب ہو کر مجھے مرزا صاحب کے مکان کا پتہ بتا دیا اور میں مکان کے آگے جا کھڑا ہوا۔ اوپر دیکھا تو ایک کھڑکی تھی جس پر روشنی کے حروف سے لکھا تھا:۔

"یہاں خدا کا نور رہتا ہے"

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں خوشی سے بھر گیا کہ خدا نے مجھے بتلا دیا کہ اسلام سچا مذہب ہے اور حضرت مرزا غلام احمد خدا کے نور اور اپنے دعاوی میں حق پر ہیں، میں نے خفیہ طور پر نماز سیکھی اور پوشیدہ طور پر نمازیں ادا کرنے لگا۔ میرے والدین اور اقربا کو اس کی اطلاع ملی تو آریوں کے مشہور مناظر پنڈت لیکھرام کو بلوا کر مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ پنڈت لیکھرام نے اسلام کے خلاف جس قدر دلائل دیئے میں آسانی سے ان کا جواب دیتا رہا اور پنڈت لیکھرام کے دلائل کا میرے دل پر کوئی اثر نہ ہوا اور اسلام سے میری عقیدت بدستور قائم رہی۔ یہ حالات چل رہے تھے کہ قادیان سے حضرت مرزا صاحب نے پنڈت لیکھرام کے قتل کی پیشگوئی شائع کی کہ پنڈت لیکھرام عید کے دوسرے روز مارا جائے گا۔ میرے شفاخانے میں ایک پادری صاحب اکثر میرے پاس آیا کرتے تھے۔ میں نے پادری صاحب سے کہا کہ اگر مرزا غلام احمد صاحب کی یہ پیشگوئی درست نکلی تو میں مذہب اسلام کو قبول کر لوں گا۔ پادری صاحب نے کہا کہ اگر آپ اپنے مذہب کو چھوڑیں تو پھر عیسائیت کو قبول کریں۔ میں نے جواب دیا کہ ایک مسلمان بزرگ کی پیشگوئی کے مطابق لیکھرام کا قتل ہونا اسلام کی صداقت کی دلیل ہوگا نہ کہ عیسائیت کی، لہٰذا میں مسلمان ہونگا۔ وقت گذرتا چلا گیا کہ پیشگوئی کے مطابق وہی پنڈت لیکھرام جو مجھے اسلام سے نفرت دلانے کے لئے آیا تھا عید کے دوسرے روز قتل ہو گیا۔ میں اپنے شفاخانے میں گیا تو میز پر ایک بڑا اشتہار پڑا تھا جس میں لیکھرام کے قتل کے حالات لکھے تھے نہ جانے یہ اشتہار کون رکھ گیا تھا۔ اس اشتہار سے مجھے لیکھرام کے قتل کا علم ہوا۔ اس واقعہ نے مسلمانوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے دلوں پر ایک ہیبت طاری کر دی اور میں فرصت نکال کر سیدھا قادیان روانہ ہو گیا۔ قادیان کا جو نقشہ میں نے بہت عرصہ پہلے خواب میں دیکھا تھا بالکل وہی پایا۔ گلی میں داخل ہوا تو اسی مکان میں چند آدمی بھنگ رگڑ رہے ہیں (یہ حضرت مرزا صاحب کے مخالف مرزا امام دین کا خاندان تھا) میں نے ان لوگوں سے جب حضرت مرزا صاحب کے گھر کا پتہ دریافت کیا تو انہوں نے غصہ میں آ کر وہی کچھ کہا جو میں نے خواب میں سنا تھا اور میں نے بھی انہیں وہی جواب دیا جو میں نے انہیں خواب میں دیا تھا۔ اس پر انھوں نے مجھے حضرت مرزا صاحب کے مکان کا پتہ بتا دیا اور میں آگے بڑھ گیا۔ حضرت مرزا صاحب کے مکان کے نیچے کھڑے ہو کر آواز جو دی تو جس کھڑکی کو خواب میں دیکھا تھا کہ اس پر روشنی کے حروف میں لکھا ہے "یہاں خدا کا نور رہتا ہے"۔ وہی کھڑکی کھلی اور حضرت مرزا صاحب سامنے نظر آئے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہی وہ خدا کا نور ہے جو یہاں رہتا ہے۔ مجھے دیکھ کر حضرت نے فرمایا ٹھہریئے میں نیچے آتا ہوں۔ حضرت نیچے تشریف لائے اور مجھے کمرے میں بٹھایا۔ میں نے اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی آپ نے مطلق دیر نہ کی اور فوراً مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا اور دیوان چند کی جگہ محمد عبداللہ نام رکھا اور دعا فرمائی۔ ایسا معلوم دیتا تھا کہ جیسے حضرت باخبر ہیں اور میرا انتظار ہی فرما رہے ہیں۔ ورنہ مجھے یہ گمان تھا کہ حضرت مجھے فرمائیں گے کہ ابھی آپ مزید تحقیقات کریں۔ اسلام کے متعلق کتب کا مطالعہ کر کے پھر یہ قدم اٹھائیں۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ حضرت نے اپنے نور سینہ سے معلوم کر لیا کہ مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں اور اسلام کا کشتہ بن چکا ہوں۔ حضرت کی اس ادا نے کہ مجھے فوراً اسلام میں داخل فرما لیا مجھے بہت لذت دی۔ کوئی تجسس نہیں کوئی تحقیقات نہیں کہ آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں، یہ کیا ہے وہ کیا ہے، نہ اٹ سنٹ سوالات و شبہات کا کوئی تخیل جیسے کہ حضرت صاحب کا بلایا ہوا ہی آ رہا ہوں، ایمان کی یہ عظیم الشان دولت پا کر میں شاداں و فرحاں قادیان سے رخصت ہوا۔ اب مجھے دنیا میں کسی کا خوف نہ تھا اور اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ محکمہ صحت کے ایک متعصب آریہ افسر کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے مجھے بلا کر کہا کہ تم استعفا داخل کر دو ورنہ ہم تمہیں بہت خراب کریں گے۔ میں نے ملازمت سے استعفا دے دیا اور سرکاری نوکری سے علیحدہ ہو گیا۔ تھوڑا ہی عرصہ گذرا کہ بفضل خدا انجمن حمایت اسلام لاہور کے شفاخانہ میں مجھے ملازمت مل گئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو میرے رشتہ کے متعلق فکر پیدا ہوا۔ ایک احمدی نے کہا کہ میں اس نومسلم کے نکاح میں اپنی بیٹی دیتا ہوں۔ ایک مکان اور کافی جہیز اور زیورات بھی دوں گا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہم اس رشتہ کو پسند نہیں کرتے جب حضرت صاحب سے دریافت کیا گیا کہ ناپسندیدگی کی وجہ کیا ہے تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ لڑکی کا رشتہ دینے والا شخص عدالت میں ایک معمولی تنخواہ پانے والا محرر ہے پھر یہ مکان اور زیورات وغیرہ کہاں سے آ گئے۔ ہم یہ ناپاک مال ایک پاک نومسلم کے لئے پسند نہیں کرتے حضرت صاحب کے اس جواب پر ہم سب خاموش ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک اور احمدی نے اپنی صاحبزادی کا رشتہ پیش کیا جو حضرت نے میرے لئے قبول فرمایا۔ وہاں سے ایک مکان ایک دکان جہیز اور زیورات بھی مل گئے۔ یہ خدائی تصرفات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ تھا۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کے شفاخانے میں بڑی محنت اور دیانت سے میں اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا کہ حاسدین نے پروپیگنڈا شروع کیا کہ یہ شخص مرزا غلام احمد کا مرید ہے ایسا نہ ہو کہ کالج کے لڑکوں پر برا اثر ڈال کر انہیں مرزائیت کی طرف متوجہ کر دے۔ یہ پروپیگنڈا زور پکڑتا گیا حتیٰ کہ انجمن کے ممبران میں بھی چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور ملازمت سے میری علیحدگی کے منصوبے سوچے جانے لگے۔ میں ایک نومسلم تھا مسلمانوں کی اس ذہنیت پر مجھے سخت حیرانی اور روحانی اذیت ہوئی۔ ان ہی ایام میں افریقہ گولڈ کوسٹ کے لئے ہر پیشہ اور ہر طبقہ کے لوگوں کی بھرتی ہو رہی تھی اور بڑی معقول تنخواہیں دی جا رہی تھیں میں نے بھی ملازمت کی درخواست دے دی جو منظور ہو گئی۔ میں نے انجمن حمایت اسلام میں اپنا استعفیٰ داخل کر دیا اور افریقہ جانے سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دعا کے لئے قادیان پہنچ گیا۔ اپنے حالات سے حضرت کو اطلاع دی کہ انجمن حمایت اسلام والے مجھے جواب دینے ہی والے تھے کہ میں نے خود باعزت طور پر استعفا داخل کر دیا ہے مجھے افریقہ میں ملازمت مل گئی ہے۔ میرے حق میں بھی دعا فرمایئے اور مجھے افریقہ کے لئے اجازت دیجئے۔ اس پر حضرت صاحب نے سر جھکا دیا اور پھر فرمایا آپ افریقہ نہ جائیں۔ میں نے عرض کیا حضرت میں نے تو ہر طرح کی تیاری کر لی ہے صرف دعا اور آخری ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اس پر پھر حضرت صاحب نے فرمایا آپ افریقہ نہ جائیں۔ میں نے پھر عرض کیا کہ حضرت میں نے مجبور ہو کر انجمن حمایت اسلام کی ملازمت ترک کر دی اور اب افریقہ بھی نہ جاؤں تو کیا کروں؟ اس پر حضرت

صاحب نے نہایت جلال اور بلند آواز سے فرمایا کہ "ہم آپ پر رحم کر کے کہتے ہیں کہ آپ افریقہ نہ جائیں"۔ حضرت صاحب کے یہ الفاظ سن کر میں کانپ گیا اور دل میں خیال آیا کہ اس اللہ والے کو معلوم افریقہ میں میرے لئے کیا بلائیں نظر آ رہی ہیں کہ مجھے سختی سے روک دیا ہے۔ میں نے فوراً عرض کی کہ حضرت میں افریقہ نہیں جاتا۔ ارشاد فرمائیے میں اب کیا کروں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ جاؤ انجمن حمایت اسلام کو ایک درخواست دو اور اس میں لکھو کہ اگر میری تنخواہ میں دس روپے کا اضافہ کر دیا جائے تو میں ملازمت کرنے کو تیار ہوں ورنہ نہیں۔ حضرت صاحب کے یہ الفاظ سن کر مجھے دل میں سخت خفت ہوئی کہ بھلا انجمن حمایت اسلام والے میری کب منت سماجت کر رہے ہیں کہ تم ضرور ملازمت کرو کہ میں دس روپے کے اضافہ کی درخواست دوں۔ دل پر یہ خفت طاری تھی کہ یکایک یہ خیال آیا یہ اللہ والے کے الفاظ ہیں میں اپنی درخواست میں یہی الفاظ لکھوں گا۔ میں لاہور چلا آیا اور حضرت صاحب کے فرمائے ہوئے الفاظ ہی لکھ کر انجمن حمایت اسلام میں درخواست پیش کر دی۔ انجمن کے ممبران کی میٹنگ میں اس درخواست پر خوب پھبتیاں اڑائی گئیں۔ یہ پھبتیاں اور قہقہے ہو ہی رہے تھے کہ یک بیک دور میں انقلاب آیا اور نصرت الٰہی کے تحت مجلس میں یہ آوازیں آنے لگیں کہ ایک نومسلم نے کس لاڈ سے یہ درخواست لکھی ہے کہ دس روپے میری تنخواہ میں اضافہ کر دو ورنہ میں ملازمت نہیں کروں گا۔ کیا حیف ہے ہم پر کہ ہم اس نومسلم کے لاڈ کو نہ مانیں دس روپیہ کا اضافہ منظور۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب اپنے کام کا چارج لے لیں۔ میں نے دوبارہ لاہور میں کام کرنا شروع کر دیا۔ اس دوران میں جب بھی قادیان گیا حضرت صاحب کو بیحد خوشی ہوتی اور بیحد عزت سے پیش آتے۔ لاہور کی کوئی خدمت ہوتی تو بلا تکلف اس خادم کو لکھ بھیجتے اور میں اپنے مسیحا کی فرمائشوں کی تعمیل عین سعادت سمجھتا۔ اور پھر وہ وقت آ گیا کہ قادیان میں نور ہسپتال کا مجھے انچارج بنا دیا گیا اور مجھے اپنے محبوب امام کے قدموں میں رہ کر خدمت خلق کا موقعہ ملا۔ حضرت صاحب میرے کام سے بہت خوش تھے اور میری اکثر تعریف فرمایا کرتے۔

ایک بار مکرم نواب محمد علی صاحب مرحوم نے کسی غلط فہمی کی وجہ سے میری شکایت حضرت صاحب سے کر دی تو حضرت صاحب نے نواب صاحب مرحوم (جو کہ حضرت صاحب کے داماد بھی تھے) کو سخت ڈانٹا اور میری دلجوئی فرمائی۔ یہ حالات سناتے تو آبدیدہ ہو جاتے اور فرماتے ہم نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو عرش سے اترا ہوا ایک معصوم فرشتہ پایا اور اس مقدس ہستی میں دنیا داری کا کوئی رنگ نہ تھا۔ مگر آج حالات مختلف ہیں، حضرت کے صاحبزادے جناب میاں محمود احمد صاحب نے مجھے بال بچہ سمیت قادیان سے نکل جانے پر مجبور کیا تو چشم تر میرے سامنے وہ سارا نقشہ پھر گیا جو مجھے حضرت اقدس کے زمانہ میں پیش آیا تھا، اسی محمود کو بچپن میں نعازبہ کی تکلیف تھی کس طرح حضرت اقدس کی فرمائشوں پر میں لاہور سے ادویات مہیا کرتا تھا حضرت اقدس کے وہ تمام فرمائشی خطوط میرے پاس محفوظ پڑے ہیں۔ آج اسی محمود نے مجھے اس بڑھاپے میں بال بچہ سمیت دربدر کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میرا خدا میرے ساتھ تھا۔ مجھے اسلام یا احمدیت کے متعلق ابتلا نہیں آیا اور میں ضائع ہونے سے بچ گیا۔ ورنہ بہتیرے ایسے نومسلمین ہوتے کہ خدا ابتلا آیا یا مسلمانوں کی طرف سے کوئی بدسلوکی ہوئی وہ مرتد ہو کر اپنے آبائی دین میں چلے جاتے ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں مجھے ایک خط لکھا تھا کہ اگر ڈاکٹر عبداللہ ضائع ہو جائے تو میں جھوٹا اور میرا کاروبار جھوٹا، سو الحمدللہ کہ حضرت اقدس کی یہ پیشگوئی صحیح نکلی۔ اگرچہ قادیان سے نکلنے کے بعد مصائب نے مجھے پیس ڈالا۔ مگر میں ضائع نہیں ہوا اسلام اور احمدیت سے میرا تعلق پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا گیا، آخر یہ مصائب بھی دور ہو گئے۔ میرے چھ بیٹے ہیں۔ عبدالرحیم، عبداللطیف، عبدالسلام، عبدالرزاق، عبدالرشید، عبدالعزیز، یہ سب اپنے اپنے گھروں میں آباد اور خوش ہیں اور میں ان کی خوشی دیکھ کر خوش ہوں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم مزاج کے بہت سادے تھے۔ لباس اور خوراک میں کوئی تکلف نہ تھا۔ لذت تھی تو نمازوں میں اور کیف تھا تو حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے ذکر میں، کوئی دوست ملنے آیا یا کسی کو خود ملنے گئے تو حضرت اقدس کے حالات سنانے شروع کر دیتے اور پھر سناتے چلے جاتے گویا اپنے محبوب کی یاد میں حلاوت اندوز ہو رہے ہیں حضرت مرحوم و مغفور بہت عابد اور زاہد تھے۔ پنجگانہ نمازوں کے علاوہ اشراق اور تہجد کی نمازیں بھی بالالتزام ادا فرماتے چنانچہ جس رات آپ کی وفات ہوئی اس آخری رات بھی پہلے تہجد کی نماز ادا فرمائی اور پھر اپنے مولا کی طرف پرواز کر گئے کوئی چیخ، کوئی آواز کوئی اضطراب نہ تھا۔ اس خوگر پرواز نے پر تولے اور سیدھا عرش کی طرف پرواز کر گیا ؎

خوگر پرواز کو پرواز میں ڈر کچھ نہیں
موت اس گلشن میں جز سنجیدن پر کچھ نہیں

حضرت مرحوم نے نوے سال کے قریب عمر پائی۔ آپ کی وفات آپ کے بڑے بیٹے کیپٹن عبدالرحیم صاحب کے مکان میں ہوئی۔

حضرت مرحوم کس مقام کے بزرگ تھے ذیل میں دو خوابیں درج کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں

چند سال گذرے مرحوم کی زندگی میں راقم الحروف نے ایک خواب دیکھا کہ میں اور کوئی دوسرا آدمی ایک سڑک پر جا رہے ہیں۔ اور ہمارے آگے اسی سڑک پر کچھ فاصلہ پر سرکار دو جہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے ہیں۔ ہم دونوں آپس میں کہہ رہے ہیں کہ حضور صلعم تشریف لے جا رہے ہیں۔ میرا ساتھی کہتا ہے کہ حضور سے آگے بڑھنا تو سوء ادبی ہے۔ کاش حضور اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف پھیر دیں تو ہم دیدار کا شرف حاصل کر سکیں۔ میں اپنے ساتھی کو کہتا ہوں یہ بات آسان ہے دیکھئے ابھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری طرف اپنا رخ مبارک پھیریں گے اس کے بعد میں نے پڑھنا شروع کر دیا اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد و بارک وسلم یکایک حضور صلعم نے ہماری طرف گھوم دیکھا اور ہم نے شرف دیدار حاصل کیا اور پھر یکایک وہ چہرہ منتقل ہو کر حضرت ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کا چہرہ ہو گیا۔ یہ خواب میں نے اسی زمانہ میں حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم۔ حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب و دیگر کئی بزرگوں اور احباب کو سنا دیا تھا، اس خواب میں دکھایا گیا کہ حضرت ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب حضرت سرکار دو جہاں حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی تصویر ہیں۔ ایک نومسلم کے اس مقام پر آ جانے پر مسلمان جس قدر رشک کریں تھوڑا ہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی وفات کے بعد آپ کی ایک عزیزہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان محل ہے جس کی نظیر اس دنیا میں نہیں اس محل میں حضرت ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب مرحوم ایک پلنگ پر تشریف فرما ہیں پلنگ پر ایک نہایت خوبصورت بیش قیمت اور اعلیٰ درجہ کی ایک سبز چادر حضرت ڈاکٹر صاحب نے اپنے اوپر لپیٹ رکھی ہے بہت خوش اور بڑی شان سے بیٹھے ہیں ؎

یہ اگر آئین ہستی ہے کہ ہو ہر شام صبح
مرقد انساں کی شب کا کیوں نہ ہو انجام صبح

مضمون نگار حضرات

جماعت احمدیہ کے مضمون نگاروں کی خدمت میں کئی دفعہ گذارش کی گئی ہے کہ وہ اپنے قومی اخبار پیغام صلح کے لئے موجودہ مسائل پر مضامین بھجوائیں لیکن ابھی تک ہماری یہ گذارش صدا بصحرا ہے۔ اب پھر یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ ہمارے دوست اس طرف توجہ کریں — جماعتیں اور قومیں افکار تازہ سے زندہ رہتی ہیں، ذہنی جمود سے ان کے قوے مضمحل ہو جاتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے سوچنے والے دوستوں پر یہ حقیقت واضح ہے اس لئے امید ہے وہ ہماری اس گذارش پر فوری توجہ مبذول فرمائیں گے۔ (مدیر)

شکریہ

میری لڑکی جو دماغی عارضہ کے سبب مینٹل ہسپتال لاہور میں داخل کی گئی تھی وہ جماعت کے دوستوں کی دعا اور خدا کے فضل سے صحتیاب ہو کر میرے سپرد ہو گئی ہے جس کو میں گھر لے جا رہا ہوں، جماعت کے دوستوں کا جنہوں نے مریضہ کی صحت کے لئے دعاء کی شکریہ ادا کرتا ہوں اور مبلغ دو روپیہ ضلعیہ اشاعت اسلام میں داخل کرتا ہوں۔

محمد حسین مبلغ انجمن احمدیہ
جنگ لکھیانہ امام مسجد

سانحہ ارتحال

اللہ رکھا صاحب ولد چوہدری خیر الدین صاحب گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ کا بھتیجا محمد بشیر الدین اس ہفتہ فوت ہو گیا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

دعا ہے اللہ تعالے مرحوم کو جنت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر عطا فرمائے۔ احباب سلسلہ دعائے مغفرت فرمائیں۔

صحابہ کرامؓ کے بلند اخلاق

شیخ غلام قادر صاحب احمدی بلڈنگز لاہور

وہ بادیہ نشین قوم جو کہ اخلاقی پستی کی انتہائی گہرائیوں میں گل سڑ رہی تھی جو انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ تھی اللہ تعالیٰ کی شان کریمی دیکھئے کہ اس قوم سے وہ بچہ پیدا ہوتا ہے جسے آگے چل کر اقوام عالم کی اصلاح کا کام تفویض کیا جاتا تھا۔

الغرض وہ لوگ جنہوں نے دعوت رسالت پر لبیک کہا وہ فیوض نبوی سے زمین سے اُٹھے اور افق عالم پر ستارے بن کر چمکے ؎

بہر جزوے زخاک او بنگری راست
ہزاراں آدم اندر وے ہویداست
(صائبؒ)

یعنی اگر تو ہر ذرہ خاک کا تجزیہ کرے اور غور سے دیکھے تو (کامل تربیت سے) ہزاروں آدم تجھے نظر آئیں۔

صحابہ کرام زیر سقف آسمان کے نیچے ایک واحد جماعت ہے جو انبیاء کرام کے بعد تکمیل انسانیت اور اخلاق و اعمال الٰہیہ کا کامل۔ اکمل و اجمل ترین نمونہ و اسوہ تھی نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ ازمنہ ماضیہ کی تاریخ کے صفحات بھی ان کے مکارم اخلاق اور انسانیت کے اعلیٰ و اکمل ظہور کے مقابل پر کسی دوسری قوم کو پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ ہاں انہی میں سے وہ نفوس زکیہ و عظیمہ تھے جو اپنے اعمال حسنہ کے لحاظ سے بعض اولوالعزم انبیاء بنی اسرائیل سے زیادہ ظہور صفات الٰہیہ کے تشبہ و تخلق کے مظہر تھے اور جن کی زبان حال جئنا بحراً وقف الانبیاء علی ساحلہ یعنی ہم فیض رحمانی کے ایسے سمندر میں غوطہ زن ہیں جس میں سے ہم نے اپنے دامن موتیوں سے بھر لئے ہیں، جبکہ تمام انبیاءؑ (ماسوائے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے کنارے پر کھڑے ہیں" کی صدائے حقیقت آشکار شعلہ انداز عالم ملکوت تھی کیونکہ لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ان کا دستور العمل و محور جمیع اعمال و افعال تھا اور وہ سرچشمہ فیض محمدی سے کامل طور پر سیر کام تھے ؎

دیدن روئے ترا دیدۂ جاں مے باید
ویں کجا مرتبہ چشم جہاں بین من است
(حافظ رح)

یعنی تیرا چہرہ (چہرۂ اقدس نبویؐ) دیکھنے کے لئے روحانی آنکھ درکار ہے۔ یہ مرتبہ میری آنکھ کو کہاں نصیب ہے جس کی مادیت پر نظر ہے"۔ پس اس مقام اور مقامات انبیاء گذشتہ میں جو فرق تھا وہ ان کے اندر بھی نمایاں تھا ؎

گرچہ شیریں دہناں پادشہانند ولے
آں سلیمان زمانست کہ خاتم با اوست
(حافظ رح)

یعنی اگرچہ شیریں دہن بادشاہ (انبیاء کرام) بہت گذرے ہیں لیکن وہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) وقت کا سلیمان ہے کہ خاتم اس کے پاس ہے یعنی ختم الانبیاء ہے"

یہی وہ لوگ تھے یحبہم ویحبونہ ان کا مرتبہ خصوصی تھا اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے مقام عشق و محبت کے طائران قدس تھے ؎

برامید سے زندہ کن اجتہاد
کو نگردد بعد ر وتے دو چہار (رومیؒ)

یعنی تو اس حق و قدم معشوق کے کوچہ کی رسائی کے لئے مجنوں وار سرگرم عمل رہ جو تھوڑی مدت کے بعد بے جان نہ ہو جائے اور ریسے فنا نہ ہو"

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے شمع رسالت سے اقتباس نور کیا جو خلوت و جلوت میں صحبت نبوی سے مستفیض ہوئے یہ وہ خوش بخت تھے جو ایسے آب حیواں کے چشمہ تک پہنچے جس کا ایک ایک قطرہ ہزاروں مردہ دلوں کو زندگی بخشنے کے لئے کافی تھا۔

اس آب زلال کی بارش ان پر برسی جس کے ایک ایک جرعہ کے لئے تشنگان عالم مضطر تھے اس علم و معرفت کے دریائے بیکراں کے کنارے پر زندگیاں بسر کرنے تھے جس کا ٹھنڈا اور میٹھا پانی چشمہ وحدت سے پھوٹتا تھا۔ اور وہ اس وجود باجود کے جلیس تھے جو خلوت آبیت عند ربی ھو یطعمنی و یسقینی" کا شب گذار اور درسگاہ ادبنی ربی فاحسن تادیبی کا درس آموز تھا ؎

منگر از چشم خودت آں خوب را
بیں بچشم طالباں مطلوب را (رومیؒ)

یعنی اس سراپا خوبصورت اور خوش سیرت معشوق کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ بلکہ مطلوب و محبوب کو طالب اور عاشق کی آنکھ سے دیکھ"

اللہ اللہ یہ قدسی جماعت صرف غزا و جہاد فی سبیل اللہ اور دعوت حق و اعلان معرفت میں شریک کار نہ تھے بلکہ اس مخاطب نداء محبت یا ایھا المزمل کی شب گذاریوں۔ خود فراموشانہ سجدوں اور عاشقانہ و والہانہ اعمال مخصوصہ میں بھی شریک خلوت تھے ؎

(۱) خواب را بگذار امشب اے پسر
یک شبے در کوئے بیخواباں گذر
(۲) بنگر آنہا را کہ مجنوں گشتہ اند
ہمچو پروانہ بوصلش کشتہ اند (رومیؒ)

یعنی اے بیٹا ایک رات نیند کو چھوڑ اور شب بیداروں کے کوچہ میں آ اور ان لوگوں کو دیکھ جو مجنوں ہو گئے، اور پروانے کی طرح وصل میں جان دیتے ہیں"

صحابہ کرام کی بلند اخلاقی اور قوت ایمانی نے دنیا میں عظیم الشان روحانی اور اخلاقی انقلاب پیدا کر دیا ان کی فتوحات کے متعلق فرانس کا مشہور مؤرخ لیبان اپنی مشہور فلسفیانہ کتاب سر تطور الامم میں لکھتا ہے:-

" اگر ہم عرب کی ابتدائی فتوحات کے زمانہ کی تاریخ پر غور کریں تو ہم کو معلوم ہوگا کہ ان کا مقابلہ ان حریفوں سے ہوا جن کا نظام فوج اگرچہ نہایت مستحکم تھا تاہم ان کی اخلاقی طاقت ضعیف ہو گئی تھی، عرب کی فوج نے اول اول شام کی طرف پیشقدمی کی جہاں ان کو بیزنٹائن کی فوج سے سابقہ پڑا جو ان افراد سے مرکب تھی جو کسی مقصد کے لئے اپنے اندر جانفروشی کا جذبہ نہیں رکھتی تھی لیکن عرب کی قوت ایمانیہ ان کی تعداد کو کئی گنا بڑھا دیتی تھی۔ اس لئے ان کو ایسی کھلی کھلی فوج کے منتشر کرنے اور پراگندہ کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی" ؎

آنکہ مرد ان بیش اوشد فتح باب
سالہا نوآمد مرا ورا در خطاب (رومیؒ)

یعنی جو شخص مرنے کو آیندہ زندگی کا دروازہ سمجھے اس کے کانوں میں سارعوا الی مغفرۃ کی آواز آتی ہے۔

غزوہ بدر میں جبکہ مسلمان کفار کے مقابلہ میں نہایت قلیل تھے تو ان فدایان اسلام کے تاثرات کی نمایندگی کرتے ہوئے حضرت مقداد رضہ نے کہا کہ ہم وہ نہیں ہیں جو موسےٰ کی قوم کی طرح یہ کہکر الگ ہو جائیں گے اذھب انت و ربک فقاتلا۔

بلکہ ہم آپ کے دائیں سے۔ بائیں سے آگے سے پیچھے سے لڑیں گے۔ چنانچہ یہ جاں نثارانہ فقرہ سنکر فرط مسرت سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دمک اُٹھا۔
(بخاری کتاب المغازی)

صحابہ کرام نے دفاعی جنگوں میں جس قدر مصائب اور مشکلات کا مقابلہ جوانمردی بے نفسی اور جذبہ عشق و محبت سے کیا اس کی مثال پیش کرنے سے صفحات تاریخ عالم عاجز ہیں۔ موسےٰ کی قوم جنہیں آسمان سے من و سلویٰ اُترتا تھا اور جن کے لئے زمین نے اپنے چشمے اُگل دیئے امتحان میں پوری نہ اُتری، اور پکار اُٹھی

لن نصبر علی طعام واحد

لیکن صحابہ کرام کو بعض اوقات غزوہ میں فی کس صرف ایک کھجور ملتی تھی جس کو وہ بچوں کی طرح چوس چوس کر پانی پی لیتے تھے اور درخت سے پتے جھاڑ کر پانی میں بھگو کر پی لیتے تھے۔
(ابوداؤد کتاب الاطعمہ) ؎

طریق عشق طریقے عجب خطرناک است
نعوذ باللہ اگر راہ بسا مقصد نبری
(حافظ رح)

یعنی عشق کا راستہ سخت خطرناک ہے اگر تو منزل کی جگہ تک نہ پہنچے گا تو خدا کی پناہ۔

اس عدیم المثال روحانی انقلاب کا سرچشمہ اسوۂ رسول تھا جس کی پیروی سے ؎

اتباعش ولفروز دحیاں دہد
جلوۂ از طاقت یزداں دہد
(مسیح موعودؑ)

یعنی آپ کی پیروی دل کو روشن کر دیتی ہے اور نئی زندگی بخشتی ہے اور خدائی طاقتوں کی تجلی دکھاتی ہے۔

ہماری ڈاک

مدینہ منورہ سے مکتوب

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح - لاہور - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -
مجھے مفصلہ ذیل اصحاب کے خطوط مکہ مکرمہ میں دعا کے لئے موصول ہوئے -

۱ - ایس عبید اللہ صاحب مالک شہزادہ بوٹ وزیر آباد -
۲ - والدہ صاحبہ داود الرحمٰن - ڈاک خانہ جوالا نگر اسٹیشن روڈ، محمد حسن بلڈنگ یو - پی - بھارت
۳ - محمد خالد صاحب بٹ رسٹینو ایڈمن آفس ناظم الدین ہاؤس پاکستان آرڈیننس فیکٹریز - واہ کینٹ - کیمبل پور
۴ - ایم اے - باری صاحب کسان سٹور - ظفر وال ضلع سیالکوٹ -
۵ - رحیم الدین صاحب - ایل - ڈی - سی - ایڈمن آفس ناظم الدین آفس پاکستان آرڈیننس فیکٹریز واہ کینٹ ضلع کیمبل پور -
۶ - سید اقدس حسین صاحب زیدی گھر گھاؤں [illegible] ضلع سلہٹ مشرقی پاکستان -
۷ - سید تصدق حسین صاحب قادری ریکٹر کنٹریکٹر باب الآغا رشید سٹریٹ بغداد -
۸ - محمد قاسم صاحب نظام آباد تحصیل وزیر آباد -
۹ - احمد حسن خاں صاحب - پروپرائٹر اورینٹ ہاؤس نیپئیر روڈ، کراچی -
۱۰ - جمعدار عبد الجلیل موضع حیدر آباد نزد بجلی گھر مردان صوبہ سرحد -
۱۱ - واجد علی شاہ صاحب ترجمان ۲۵۴ انگل روڈ - کراچی -

ان اصحاب کے لئے حسب وعدہ کعبہ شریف میں فرداً دعا کی گئی اور ان کو بذریعہ خط اطلاع بھی دی گئی - اگر کسی صاحب کو خط نہ ملا ہو - تو اسی کو اطلاع تصور کریں - یہ دعائیں اسی لئے کی گئی ہیں کہ مبادا ان کے طفیل خداوند کریم میری اپنی دعا کو بھی قبولیت بخشے - چونکہ بندہ ۲۱ر ستمبر کو روانہ مدینہ شریف ہو گیا ہے اس تاریخ کے بعد جن اصحاب کے خطوط میرے معلم کے پاس آئے ہوں گے وہ چونکہ مجھے نہیں مل سکتے لہذا وہ بندہ کو معذور سمجھیں - بندہ ۵ر اکتوبر کو مدینہ شریف سے روانہ جدہ ہو گا - پھر وہاں سے رضوانی جہاز میں ۸ر اکتوبر کو روانہ کراچی ہو گا - جو تقریباً ۸ - ۹ یوم میں کراچی پہنچے گا - احباب دعا کریں کہ بندہ بخیریت پہنچے - مدینہ شریف میں حکومت لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے کے خرچ سے مسجد نبوی کی توسیع کر رہی ہے کام تیزی سے جاری ہے بعض ستون اور دیواریں ۱۰ - ۱۲ فٹ کی بلندی تک پہنچ چکے ہیں - اور بعض ابھی بنیادوں میں ہیں - اگر کام اسی تیزی سے جاری رہا تو اگلے سال تک ختم ہو جاوے گا - جدہ سے مدینہ کی طرف پختہ سڑک زیر تعمیر ہے - نصف کے قریب تیار ہو چکی ہے یعنی رابغ کی منزل تک پہنچنے والی ہے کام تیزی سے جاری ہے اگر اسی تیزی سے ہوتا رہا تو دو تین سال کے اندر مدینہ تک مکمل ہو جاوے گی - بہرحال اس وقت بھی اس سڑک پر حجاج کو موٹروں میں کچھ تکلیف نہیں ہوتی - البتہ کرایہ کی زیادتی قابل اعتراض ہے یعنی حجاج سے واپسی کرایہ یعنی مکہ سے مدینہ اور مدینہ سے جدہ تک ۱۰۱ ½ ریال لیا جاتا ہے - مگر لوکل - ۳۰/ یا - ۳۵/ ریال میں آ جا سکتے ہیں - حکومت کا انتظام بہت ہی اچھا ہے - حجاج کو ہر قسم کی سہولت دی جاتی ہے اور کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی - صاحب استطاعت اس فریضہ سے محروم نہ رہیں - فقط

خاکسار عبد العزیز خاں مالک عزیز ہوٹل ملتان - حال مدینہ منورہ

مکتوب امریکہ

محبی و مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عید الاضحیٰ یہاں بیس اگست کو ہوئی - نماز کے لئے میں سیکرامینٹو چلا گیا، محمد علی میر داد، دانیال حنیف، بشیر احمد پانی آگوا - میرزا احمد - مجاہدہ اور نذیر سے میرے ہمراہ آئے تھے - نماز کے بعد مجاہدہ نے قرآن مجید کی تلاوت کی، میری اور پانی آگوا کی تقریریں ہوئیں - ملک خضر حیات خاں ٹوانہ اور سید اطاعت حسین اور ان کی بیگم صاحبہ نے بھی اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا -

۲۴ر اگست کو مجاہدہ کے قرآن مجید شروع کرنے کی خوشی میں ہم نے ایک ضیافت کا انتظام کیا ہوا تھا، ملک خضر حیات خاں ٹوانہ اور ان کے صاحبزادے نذر حیات صبح کے وقت ہمارے مکان پر تشریف لائے اور دعوت میں شریک نہ ہونے کی معذوری ظاہر کی کیونکہ انہوں نے یہاں سے دور ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر دوسرے شہر کو جانا تھا جہاں وہ پہلے ہی سے مدعو تھے اور دعوت قبول بھی کر چکے تھے - سید اطاعت حسین ان کی بیگم صاحبہ اور بچے حسب الوعدہ شریک محفل ہوئے - ان کے علاوہ سیکرامینٹو مسجد کمیٹی کے وائس پریذیڈنٹ اور دوسرے ارکان اور ہمارے بعض مسلم اور غیر مسلم احباب بھی جو ہمارے ہفتہ واری جلسوں میں اکثر آتے رہتے ہیں اور ہمارے دوسرے معاملات میں بھی دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں -

۲۹ر اگست کو ڈاکٹر لطفی صدر کونسل آف چرچز سے ملاقات ہوئی - دیر تک تبادلہ خیالات ہوتا رہا میں نے چند تجویزیں ان کے سامنے پیش کیں اور انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ انہیں اپنے بورڈ آف ڈائرکٹر کے سامنے رکھ دیں گے - اور لونگ تھاٹس کا ایک نسخہ انہیں ہدیتہً دیا -

۴ر ستمبر کو ہمارے نو مسلم بھائی محمد بشیر لہر لاس اینجلیس سے تشریف لائے - دوسرے دن ہم بغرض تبلیغ الامیڈا اور گئے - پانی آگوا بھی ہمارے ہمراہ تھے - مختلف لوگوں سے زبانی باتیں بھی ہوئیں اور اپنا لٹریچر بھی انہیں دیا گیا -

چھ ستمبر کو جناب عبد الستار ستار لیزی جو سان فرانسسکو میں حکومت افغانستان کے نمائندہ ہیں - ہماری دعوت پر ہمارے ہفتہ واری جلسہ میں شریک ہوئے، افغانستان کی جو کچھ موجودہ حالت ہے اسے مختصراً بیان کیا اور اس کی ترقی کے لئے جو تدبیریں عمل میں لائی جا رہی ہیں ان کا بھی ذکر کیا، اپنے لیکچر کو زیادہ موثر اور واضح اور مفید بنا سکیں انہوں نے ہمیں ایک فلم بھی دکھلائی ——— رات کو لہر صاحب ہمارے پاس تین دن قیام کرنے کے بعد لاس اینجلس روانہ ہو گئے -

۹ر ستمبر کو جناب محمد بشیر صاحب، رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی، پانی آگوا کی معیت میں ہمارے مکان پر تشریف لائے - پانی آگوا سان فرانسسکو سٹیٹ کالج کے گریجویٹ ہیں - آج کل بی اے میں کام کرتے ہیں - چار سال ہوئے جب وہ مشرف باسلام ہوئے تھے محمد بشیر صاحب نے ان کی بہت تعریف کی اور کہا کہ انجمن بہت مبارکباد کی مستحق ہے کہ اس کے ذریعے ایسے ایسے فاضل اور تعلیم یافتہ نوجوان دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں، ان کی خواہش کے مطابق ان کا تعارف یہاں کے بعض پاکستانیوں سے بھی کرا دیا گیا بلکہ چراغ محمد وائس پریذیڈنٹ سیکرامینٹو مسجد کمیٹی نے انہیں لنچ پر بھی مدعو کیا اور پاکستانی کھانوں سے ان کی تواضع کی گئی - بارہ ستمبر کو وہ ٹوکیو کی طرف پرواز کر گئے - ہمارے ایک دوست اور مسلم سوسائٹی کے ممبر لیاس ہودا فلسطینی انہیں اپنی کار میں ہوائی اڈے تک لے گئے - اسحاق اور پانی آگوا بھی الوداع کے لئے ان کے ہمراہ گئے -

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کی ہم نے ابھی سے تیاریاں شروع کر دی ہیں، اس دفعہ ہمارا ارادہ اسے بڑی شان سے منانے کا ہے - سان فرانسسکو مرکزی پبلک لائبریری نے ہمیں اجازت دے دی ہے کہ ۱۸ر نومبر سے دو دسمبر تک ہم اسلامی لٹریچر کی وہاں نمائش کریں - ہمارے نو مسلم بھائی خلیل احمد منصور کوشش کر رہے ہیں کہ اسی قسم کی اجازت اوک لینڈ پبلک لائبریری والے بھی دے دیں - ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بھی انشاء اللہ ہمارا پروگرام نشر کیا جائیگا -

۱۹ر ستمبر کو طلباء مجی اور پانی آگوا نے مل کر سید اطاعت حسین پاکستانی قونصل جنرل کے اعزاز میں ایک پرتکلف ضیافت طعام کا انتظام کیا ہوا تھا - محمد علی، میر داد صاحب حسب معمول کھانا پکانے پر مامور رہے - اس دفعہ انہوں نے غیر معمولی طور پر عمدہ اور لذیذ کھانے تیار کئے - انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ میلاد النبی صلعم کے موقع پر اپنے پورے کمال کا اظہار کریں گے - انشاء اللہ

۲۰ر اگست کو رابرٹ ایکس - وائٹ مشرف باسلام ہوئے اس سے قبل ان کے بھائی ہلبرٹ وائٹ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا شرف حاصل کر چکے تھے - امید ہے کہ یہ دونوں بھائی ہمارے لئے بہت مفید ثابت ہوں گے -

خاکسار: بشیر احمد منٹو

مکتوب فیجی

محترم مکرم جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے ۲۲ر جولائی کے اخبار پیغام صلح میں

(باقی بر صفحہ ۱۴ کالم ۲)

تحقیقاتی عدالت میں ماسٹر تاج الدین انصاری کا بیان

میں اب بھی قائد اعظم کو کافر اعظم سمجھتا ہوں (مظہر علی اظہر)

لاہور ۲یکم اکتوبر، حالیہ فسادات کی تحقیقات کرنے والی عدالت نے آج سابق مجلس احرار کے صدر ماسٹر تاج الدین انصاری کا بیان قلمبند کیا۔ ماسٹر تاج الدین انصاری اس وقت لاہور سنٹرل جیل میں ہیں اور انہیں مجلس احرار کی درخواست پر عدالت میں طلب کیا گیا تھا، بعد میں مجلس عمل، صدر انجمن احمدیہ ربوہ اور حکومت پنجاب کے وکلا نے ماسٹر تاج الدین پر جرح کی۔

ماسٹر تاج الدین نے عدالت میں کہا کہ جہاں تک مجلس احرار کا تعلق ہے وہ احمدیوں کے متعلق تینوں مطالبات کو مذہبی مطالبات تصور کرتی ہے، اور انہیں کوئی سیاسی اور غیر مذہبی اہمیت حاصل نہیں، آپ نے کہا مذہب کی بناء پر پاکستان کے ہر شہری کو راست اقدام کرنے کا حق نہیں دیا جا سکتا ہے اور جماعت کو بھی علماء کی باقاعدہ فتویٰ حاصل کرنے کے بعد ہی یہ حق مل سکتا ہے

فتویٰ مفتی ہی دے سکتا ہے

گواہ سے پوچھا گیا "کیا آپ اس امر سے متفق ہیں کہ اسلام میں ایک عام شخص بھی مطالعہ کے بعد ایک بہت بڑے عالم کی طرح مذہبی مسائل پر نظریات قائم رکھنے کا اختیار رکھتا ہے"۔ گواہ نے جواب دیا کہ اصولی طور پر ایک مفتی ہی فتوے دے سکتا ہے۔ ایک اور سوال کے جواب میں ماسٹر تاج الدین نے کہا کہ وہ مذہبی امور پر اظہار رائے کے لئے پاکستان کی انتظامی مشینری میں مفتیوں کے تقرر کو بھی ضروری خیال کرتے ہیں ماسٹر تاج الدین نے بتایا کہ "میں ۱۹۲۹ء تک کانگریس کا رکن اور ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی لدھیانہ کا صدر تھا اور آج بھی میرے مذہبی عقاید وہی ہیں جو اس زمانہ میں تھے۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں لدھیانہ مجلس احرار میں شامل ہوا لدھیانہ میں میرا کاروبار تھا، میں نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی مجھے ماسٹر اس لئے کہا جاتا ہے کہ میں ایک ہوزری فیکٹری کا منتظم تھا، میں تحریک خلافت میں بھی رہ چکا ہوں جو ۱۹۲۳ء میں اس وقت تک جاری رہی جب ترکوں نے اپنے ہاں غیر مذہبی مملکت کا اعلان کیا۔

سوال:۔ آپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ ۱۹۲۸ء تک تحریک خلافت میں رہے اور آپ نے تقریریں بھی کیں کیا یہ درست ہے؟

جواب:۔ یہ درست نہیں ہو سکتا۔

لوگوں نے بتایا کہ کانگرس کو خلافت میں دلچسپی ضرور تھی۔ اسے مسٹر گاندھی کی بھی حمایت حاصل تھی، میرے نزدیک یہ تحریک سیاسی نہیں بلکہ مذہبی تھی۔

سوال:۔ تحریک خلافت کا مقصد کیا تھا؟

جواب:۔ انگریز ترکیہ میں خلافت کے موقف کو نقصان پہنچا رہا تھا اور مسلمان انگریز کے اس رویہ سے نالاں تھے۔

سوال:۔ کیا اس تحریک کا مقصد مسلمانوں میں دوبارہ خلافت کو زندہ کرنا نہیں تھا؟

جواب:۔ جی ہاں۔

گواہ نے کہا کہ ان کے نزدیک خلافت اسلامی حکومت کا ایک ضروری جزو ہے اس لئے وہ پاکستان میں بھی قیام خلافت کے حق میں ہیں۔

سوال:۔ کیا مسلمانوں کا ایک سے زیادہ خلیفہ بھی ہو سکتا ہے۔

جواب:۔ جی نہیں

سوال:۔ کیا پاکستان کا خلیفہ تمام مسلمانان عالم کا خلیفہ ہو سکتا ہے؟

جواب:۔ اسے ہونا تو چاہیئے لیکن ایسا ہونا ممکن نہیں۔

سوال:۔ آپ نے کانگریس کیوں چھوڑی؟

جواب:۔ کیونکہ کانگریس کے ہاتھوں مسلمانوں کے حقوق محفوظ نہیں تھے۔

سوال:۔ آپ نظریہ پاکستان کے حامی کب ہوئے؟

جواب:۔ جب کانگریس نے ۱۹۴۶ء میں مسلمانوں کے مطالبات مسترد کر دیئے۔

سوال:۔ کیا آپ کانگریس میں رہتے ہوئے بھی ایک اسلامی مملکت کے قیام کے حامی تھے؟

جواب:۔ اس وقت میرا خیال یہ تھا کہ ایک اسلامی نظام حکومت قائم نہیں ہو سکتا۔

گواہ نے کہا علامہ اقبال نے ہمیں پاکستان کا تخیل دیا۔ یہ تخیل انہوں نے کب دیا؟ مجھے صحیح تاریخ یاد نہیں"۔ تاہم گواہ کو یہ علم تھا کہ قیام پاکستان سے بہت پہلے انہوں نے پاکستان کا تخیل پیش کیا تھا۔ اور بعد میں قائد اعظم نے اس تخیل کو اپنا لیا۔

سوال:۔ کیا آپ نے کبھی یہ بھی محسوس کیا کہ قائد اعظم کے نظریہ پاکستان اور علامہ اقبال کے تصور پاکستان میں کوئی فرق تھا؟

جواب:۔ مجھے دونوں کے تصورات میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

سوال:۔ کیا قائد اعظم نے کبھی اپنی تقریر میں یہ کہا کہ وہ پاکستان میں خالص اسلامی نظام حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

جواب:۔ انہوں نے اتنے کھلے الفاظ میں تو یہ نہیں فرمایا۔ لیکن انہوں نے یہ ضرور فرمایا تھا کہ وہ پاکستان کی بنیاد قرآن حکیم کی تعلیمات پر استوار کرنا چاہتے ہیں۔

سوال:۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ جہاں علامہ اقبال نے ملت کی اساس پر مملکت قائم کرنے کا تخیل پیش کیا وہاں قائد اعظم نے ہمیں "ایک نیشنل یا ماڈرن سٹیٹ" کا نظریہ پیش کیا تھا؟

جواب:۔ جی نہیں۔

سوال:۔ کیا قائد اعظم نے کبھی اسلامی سوشلزم کا بھی ذکر کیا تھا؟

جواب:۔ جی ہاں۔ انہوں نے ایسا ضرور فرمایا تھا

سوال:۔ آپ ایک خالصۃً اسلامی نظام حکومت میں غیر مسلموں کو کیا پوزیشن دیں گے؟

جواب:۔ اسلامی آئین میں غیر مسلموں کو قطعی اور واضح حقوق حاصل ہوں گے اور اقلیتوں کو مسلمانوں کے سے حقوق حاصل ہونگے۔

سوال:۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ ایک مسلمان کی ساری زندگی کفر کے خلاف مرکوز رہتی ہے؟

جواب:۔ جی ہاں۔

گواہ نے بتایا کہ احرار اور جمعیت العلماء ہند نیشنلسٹ مسلمانوں کی جماعتیں تھیں، اور ان کے نظریات وہی تھے جو کانگریس کے تھے۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آیا کانگریس اور احرار کے پیش نظر ملک کا جو آیندہ دستور تھا اس میں کوئی مسلمان بطور مسلمان زندگی بسر کر سکتا تھا، تو گواہ نے اس سوال کا جواب "ہاں" میں دیا۔ لیکن آپ نے کہا کہ اب وہ نظریہ ترک کر چکے ہیں ماسٹر تاج الدین انصاری نے کہا کہ کانگریس اور احرار کی آئیڈیالوجی میں وطن کو فوقیت حاصل تھی اور وہ اس سلسلہ میں کانگریس سے متفق تھے۔ جب آپ سے یہ پوچھا گیا کہ آیا وہ پاکستانی عوام کے لئے بھی وہی آئیڈیالوجی پسند کریں گے جو وہ کانگریس سے اپنے رابطہ کے دور میں پسند کرتے تھے تو گواہ نے اس سوال کا جواب نفی میں دیا۔ ماسٹر تاج الدین نے یہ رائے ظاہر کی کہ کسی غیر ملک میں ایک مسلمان اپنے مذہب کے مطابق زندگی بسر کرتے ہوئے بھی اس غیر ملک کا وفادار شہری رہ سکتا ہے۔

گواہ کو یہ یاد نہیں تھا کہ علامہ اقبال نے اپنا خطبہ الہ آباد میں پڑھا تھا، اسے یہ بھی یاد نہیں تھا کہ اس نے علامہ اقبال کی ایسی تحریر دیکھی جس میں علامہ نے اسلامی مملکت کے نظریاتی پہلو اور اس مملکت میں غیر مسلموں کی پوزیشن پر بحث کی ہو۔ گواہ نے اس رائے سے اتفاق کیا کہ وطن اور ملت دو مختلف تصورات ہیں۔ گواہ کو یہ یاد نہیں تھا کہ آیا قائد اعظم نے کبھی اس سوال پر کوئی رائے ظاہر کی ہو۔

سوال:۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستانی نیشنلزم کے بارے میں قائد اعظم کا ایک ایسا واضح تصور تھا جس میں غیر مسلم بھی شامل تھے، کیا آپ اتفاق کرتے ہیں؟

جواب:۔ ان کا نظریہ ایک ملت کا تھا۔

سوال:۔ آپ نے اپنا نظریہ کیوں تبدیل کر لیا؟

جواب:۔ لوگ اپنا نظریہ تبدیل کرتے ہی آئے ہیں۔

گواہ نے بتایا کہ احرار نے مطالبہ پاکستان کی ہمنوائی نہیں اور اس کے نزدیک قائد اعظم ایک فرقہ پرست تھے۔

سوال:۔ کیا احرار نے قائد اعظم کو کافر اعظم کہا تھا؟

جواب:۔ میں نے سنا ہے کہ مولانا مظہر علی اظہر نے قائد اعظم کے بارہ میں ایسا کہا تھا؟

سوال:۔ کیا آپ نے یہ شعر سنا ہے۔

اک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا
یہ قائد اعظم ہے کہ کافر اعظم

جواب:۔ میں نے پہلی بار یہ شعر ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں سنا تھا۔ اس شعر کو بھی غلط طور پر مظہر علی اظہر سے ہی منسوب کیا گیا ہے۔

سوال:۔ کیا احرار نے پاکستان کو پلیدستان کا نام دیا تھا؟

جواب:۔ غالباً ۱۹۳۹ء میں ایک احرار کانفرنس سے چودھری افضل حق نے خطاب کیا تھا۔ آپ نے کہا تھا کہ پاکستان دکھے دلوں کی آواز ہے۔ لہذا اس کی مخالفت نہیں کرنی چاہیئے۔ اس کے ساتھ آپ نے یہ بھی

کہا تھا کہ اگر یہ ملک صرف چند سرمایہ داروں کے لئے ہی بنتا ہے اور اس میں غریبوں کے لئے کوئی جگہ نہیں رہتی تو اسے پاکستان کی بجائے پلیدستان کہنا بہتر ہوگا۔

گواہ نے کہا کہ انہوں نے یکم دسمبر ۱۹۴۱ء کو قصور کے پبلک جلسہ میں چوہدری افضل حق کا خطبہ صدارت پڑھا تھا لیکن چوہدری صاحب نے غیر مشروط طور پر پاکستان کو پلیدستان کا نام نہیں دیا تھا۔ آپ نے اعتراف کیا کہ "خطبات احرار" مجلس احرار کی ہی کتاب ہے لیکن آپ کو یہ یاد نہیں تھا کہ مولانا محمد علی جالندھری نے سرگودھا میں تقریر کرتے ہوئے پاکستان کو پلیدستان کہا تھا۔ گواہ کو یہ بھی یاد نہیں کہ ضلع شیخوپورہ کے موضع کھلر میں ۱۹۴۸ء میں مجلس احرار کا کوئی جلسہ ہوا تھا۔ آپ نے کہا کم از کم انہوں نے اس جلسہ میں شرکت نہیں کی تھی۔

سوال:۔ کہا جاتا ہے کہ اگست ۴۸ء میں منعقدہ اس جلسہ میں ایک ممتاز احرار لیڈر صاحبزادہ فیض الحسن نے کہا تھا کہ تقسیم کے بعد مسلمانوں کے قتل عام اور مسلم خواتین کی بے حرمتی اور تذلیل کی ذمہ داری حضرت قائد اعظم پر عائد ہوتی ہے؟

جواب:۔ مجھے یاد نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ نے اپریل ۴۸ء میں امرتسر کے مقام پر ینگ مینز کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کی تھی؟

جواب:۔ مجھے یاد نہیں۔

سوال:۔ کہا جاتا ہے کہ اس اجلاس میں آپ نے ایک قرارداد پیش کی تھی جس میں سٹڈول مسلمانوں اور سکھوں سے یہ اپیل کی گئی تھی کہ وہ مذہب کو اپنا ذاتی معاملہ تصور کریں اور نوجوان بھارت سبھا میں شامل ہو جائیں۔

جواب:۔ مجھے یاد نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ نہرو رپورٹ کے حامی تھے؟

جواب:۔ جی ہاں

سوال:۔ اس رپورٹ کے بارے میں علامہ اقبال کی کیا رائے تھی۔

جواب:۔ وہ اس کے خلاف تھے۔

سوال:۔ آپ نہرو رپورٹ میں پیش کردہ آئیڈیالوجی اور علامہ اقبال کی آئیڈیالوجی میں سے کس کے پابند ہیں۔

جواب:۔ اب میں علامہ اقبال کی آئیڈیالوجی پر یقین رکھتا ہوں۔

سوال:۔ کیا آپ لدھیانہ سوشلسٹ پرچارک سبھا کے متعلق کچھ جانتے ہیں۔

جواب:۔ میں اس سبھا کے متعلق کچھ نہیں جانتا

سوال:۔ کیا آپ کسی کمپنی کے ڈائرکٹر بھی تھے؟

جواب:۔ جی نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ ضلع کانگڑہ کے ڈاکٹر نعمت خان کو جانتے ہیں؟

جواب:۔ مجھے ایسے کسی ڈاکٹر کا نام یاد نہیں

سوال:۔ کہا جاتا ہے کہ اس ڈاکٹر نعمت خان نے تعزیرات ہند کی دفعات نمبر ۴۰۸، ۴۱۰ اور ۴۲۰ کے تحت آپ پر اس الزام میں مقدمہ چلایا تھا کہ آپ نے ایک جعلی قرضہ دینے والی کمپنی کا ڈائرکٹر بن کر دھوکہ دے کر لوگوں سے لاکھوں روپے حاصل کئے۔

جواب:۔ ہاں ایسا مقدمہ تھا لیکن یہ واپس لے لیا گیا تھا۔

سوال:۔ کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ نے تقریر کی تھی کہ یونینسٹ پارٹی اور مسلم لیگ کا تنازعہ قائد اعظم کی خود غرضی کا نتیجہ ہے۔

جواب:۔ میں نے ایسی کوئی تقریر نہیں کی۔

سوال:۔ کیا آپ نے جامع مسجد گوجرانوالہ میں کوئی ایسی تقریر کی جس کی بنا پر آپ پر مقدمہ چلایا گیا۔

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ کیا یہ تقریر مذہبی رنگ میں تھی؟

جواب:۔ مجھے اب اچھی طرح یاد نہیں، میں نے سرگودھا میں بھی تقریر کی تھی، جس کی بنا پر مقدمہ چلایا گیا، اور مجھے چھ ماہ قید کا حکم سنایا گیا۔

سوال:۔ کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ نے یہ تقریر کس تاریخ کو کی تھی۔

جواب:۔ ماہ رمضان میں جمعہ کا دن تھا مجھے قطعی تاریخ یاد نہیں رہی۔

گواہ نے کہا کہ انہیں ۲۹ جولائی ۱۹۵۲ء کو غیر مشروط طور پر رہا کر دیا گیا۔

سوال:۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت آپ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ آپ پھر وہ سوال نہیں اٹھائیں گے جس میں آپ بعد ازاں الجھے رہے چنانچہ اسی شرط کی بناء پر آپ کی سزا معاف کر دی گئی تھی۔

جواب:۔ یہ بالکل غلط ہے۔

سوال:۔ کیا آپ نے اپنی رہائی کے بعد کسی احراری کا بیان دیکھا؟

جواب:۔ میں نے ایسا کوئی بیان نہیں دیکھا۔

سوال:۔ کیا ساجد میں قابل اعتراض تقریریں کرنے کی بنا پر کسی اور احراری لیڈر کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔

جواب:۔ شیخ حسام الدین اور صاحبزادہ فیض الحسن بھی گرفتار ہوئے تھے، جن تقریروں کی بنا پر انہیں گرفتار کیا گیا وہ مختلف وقفوں کے بعد کی گئیں۔

سوال:۔ کیا صاحبزادہ فیض الحسن اور شیخ حسام الدین بھی رہا کر دیئے گئے تھے۔

جواب:۔ جی ہاں۔ وہ بھی اسی دن رہا کئے گئے تھے جس دن میں رہا کیا گیا تھا۔

سوال:۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ حکومت نے آپ کی رہائی کا فیصلہ کیوں کیا؟

جواب:۔ کیونکہ ہمیں ناجائز طور پر گرفتار کیا گیا تھا۔

سوال:۔ ترکوں نے خلافت کب ختم کی؟

جواب:۔ پہلی جنگ عظیم ختم ہو جانے کے جلد ہی بعد۔

سوال:۔ اگر یہ واقعہ ہے تو ترکوں نے ۲۰ء یا ۱۹۲۱ء میں خلافت ختم کی ہوگی؟

آپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ نے نومبر ۱۹۲۷ء میں لدھیانہ میں خلافت کمیٹی کے اجلاس کی صدارت کی تھی۔

جواب:۔ مجھے یہ علم نہیں کہ تحریک خلافت اتنی دیر تک جاری رہی۔

سوال:۔ کیا آپ کو اس مقدمہ کا علم ہے جس کا تعلق خلافت فنڈ کے غبن سے تھا۔

جواب:۔ ہاں مجھے ایسا مقدمہ یاد ہے لیکن میں آپ کو اس کی پوری تفصیلات نہیں بتا سکتا

سوال:۔ کیا کانگرس اور خلافت آئیڈیالوجی میں کوئی اختلاف تھا؟

جواب:۔ خلافت سراسر ایک مذہبی تحریک تھی، لیکن اسے کانگرس کی حمایت حاصل تھی۔

سوال:۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ تحریک خلافت کا مقصد اس خلافت کو دوبارہ زندہ کرنا تھا جسے ترک ختم کر چکے تھے۔

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ کیا آپ نے کبھی یہ غور بھی کیا کہ ترکوں نے خلافت کو ختم کرنا کیوں ضروری خیال کیا؟

جواب:۔ کیونکہ ترکوں کو مسلسل برے خلیفوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

سوال:۔ کیا اب ہندوستان میں کوئی احرار جماعت ہے؟

جواب:۔ جی نہیں۔

اس مرحلہ پر مولانا مظہر علی اظہر سے پوچھا گیا کہ آیا وہ اب بھی قائد اعظم کو کافر اعظم خیال کرتے ہیں۔

جواب:۔ جی ہاں۔ میں نے جن وجوہ کی بناء پر قائد اعظم کو کافر اعظم کہا تھا اگر قائد اعظم کی طرف سے ان کی تردید ہو جاتی تو میں انتہائی عاجزی سے معافی مانگ لیتا۔

جب عدالت نے ماسٹر تاج الدین سے یہ پوچھا کہ کیا وہ اپنی جماعت کے سیکرٹری شیخ حسام الدین کے بیان کے پابند ہیں؟ تو ماسٹر تاج الدین نے جواب دیا کہ اس کا دارومدار اس پر ہوگا کہ آیا بیان درست ہے یا نہیں۔

سوال:۔ انہوں نے گذشتہ فروری میں اپنی اپنی گرفتاری کے موقعہ پر یہ بیان دیا تھا کہ تقسیم کو روکنے کے لئے احرار نے ۱۹۴۷ء میں کانگریس کے سامنے ایک مخلوط فارمولا پیش کیا تھا لیکن صورت حال بے قابو ہوگئی اور سردار پٹیل سکھوں سے علیحدہ وطن کا وعدہ کر کے انہیں اپنا حامی بنانے میں کامیاب ہوگئے۔

جواب:۔ ایسا نہیں ہوا۔

سوال:۔ کیا ہندوستان کے علماء کی طرف سے ایسے فتوے جاری کئے گئے تھے کہ ہندوستان کے مسلمان سپاہیوں کو ترکوں اور عربوں کے خلاف لڑنا چاہیئے۔

جواب:۔ ہاں ایسے فتوے جاری کئے گئے تھے لیکن انہیں انگریز نے برطانیہ نواز علماء سے حاصل کیا تھا۔

جب گواہ سے یہ پوچھا گیا کہ آیا احمدیوں کے بارے میں مطالبات قرارداد مقاصد کے مطابق اور اس کا نتیجہ ہیں تو گواہ نے اس کا جواب ہاں میں دیا۔

جماعت اسلامی کے وکیل مسٹر نذیر احمد خان ایڈووکیٹ نے پوچھا کہ برطانیہ کے ماتحت عراق اور ترکیہ میں عربوں کے خلاف لڑنے والے ہندوستانی سپاہیوں کے بارے میں احمدیوں کا رویہ کیا تھا۔ اس پر گواہ نے کہا "ایسی لڑائی احمدیوں کے عقائد کے عین مطابق تھی"۔

نامکمل

ایک تحقیقی مقالہ

چرواہے کا گاؤں

از عزیز کاشمیری ایڈیٹر روشنی سری نگر کشمیر

مقدس چرواہا

اناجیل کا مطالعہ کرنیوالے اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی پیدائش ناصرہ کے علاقے میں ہوئی جو چرواہوں کا علاقہ تھا خدا نے چرواہوں کو فرشتہ کے ذریعہ آپ کے پیدا ہونے کی بشارت دی تھی۔ چرنی میں ہی آپ پیدا ہوئے اور چرواہوں نے ہی پہلے آپ کو دیکھ لیا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"اسی علاقہ میں چرواہے تھے۔ جو رات کو میدان [illegible]
اور خداوند کا فرشتہ ان کے پاس آکھڑا ہوا اور خداوند کا جلال ان کے چوگرد چمکا۔ اور وہ نہایت ڈر گئے۔ مگر فرشتہ نے ان سے کہا ڈرو مت کیونکہ میں تمہیں بڑی خوشخبری کی بشارت دیتا ہوں۔ جو ساری امت کے واسطے ہوگی کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوئے"

(لوقا ۲: ۸-۱۱)

"چرواہوں نے آپس میں کہا۔ کہ آؤ ہم بیت لحم تک چلیں۔ اور یہ بات جو ہوئی ہے۔ اور جس کی خبر خداوند نے ہم کو دی ہے۔ دیکھیں پس انہوں نے جلدی سے جا کر مریم اور یوسف کو دیکھا۔ اور اس بچہ کو چرنی میں پڑا پایا"۔ (لوقا ۲ $\frac{15}{16}$)

مسیح ناصری علیہ السلام کو جب یوحنا دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں۔ کہ:۔

"اچھا چرواہا میں ہوں"

(یوحنا ۱۰: ۱۴ و ۱۰: ۱۱)

پس ثابت ہوا۔ کہ حضرت مسیح کی پیدائش چرواہوں کے ماحول میں ہوئی ہے۔ وہ خود بھی ایک چرواہے تھے۔ اپنے وقت کے لوگوں کو بھی یاد کرتے تھے یا ان سے مخاطب ہوتے وقت آپ انہیں بھیڑیں کہہ کر پکارتے تھے۔ مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

"میری بھیڑیں میری آواز سنتی ہیں اور میں انہیں جانتا ہوں اور وہ میرے پیچھے پیچھے چلتی ہیں" (یوحنا ۱۰: ۲۷)

اسی طرح اکثر تمثیلی بھیڑوں کا ذکر کرکے ہی بیان کرتے ہیں مثلاً دیکھئے یوحنا ۱۰: ۱۱ و ۱۰: ۸ وغیرہ۔

انجیل میں مسیح علیہ السلام کے مبعوث ہونے کے متعلق جس پیشگوئی کا تذکرہ ہے اس کے یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں کہ:۔

"تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا۔ جو میری امت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا"

(متی ۲: ۶)

اس لئے جس طرح دو جمع دو چار ہوتے ہیں اسی طرح از روئے اناجیل آپ ایک چرواہے ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسیح علیہ السلام کی جتنی تصویریں مسیحیوں کی طرف سے شائع ہوئی ہیں۔ ان میں بھی اکثر ایسی ہیں جن میں آپ چرواہا نظر آتے ہیں۔ اس لئے انگریزی ادب میں .... PASTORAL ELEGIES کا نمایاں مقصد ہے۔ اور مسیحی لوگ چرواہوں کو عزت و وقار کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ حال ہی میں ملکہ الزبتھ ثانی کی تاجپوشی کے موقعہ پر ایک باتصویر پمفلٹ MOST EXCELLENT MAJESTY حکومت برطانیہ کی طرف سے شائع ہوا جس کے صفحہ ۳۲ پر ملکہ کو بڑی شان کے ساتھ ایک چرواہے کا عصا اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

کھوئی ہوئی بھیڑیں

الغرض! مقدس چرواہا یعنی حضرت مسیح نے انجیل میں اپنے متعلق فرمایا ہے کہ:۔

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوائے اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" (متی ۱۵: ۲۴)

قرآن پاک میں بھی اس کی تائید میں الفاظ ہیں کہ:۔

"آپ بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے"

(۳: ۴۸)

اور یہ مسلمہ ہے کہ بنی اسرائیل کے کل بارہ قبیلے تھے (لوقا ۲۲: ۳۰) جن میں حضرت مسیح کے وقت یروشلم میں صرف دو قبیلے موجود تھے۔ اور باقی دس قبیلے ظالم بادشاہوں کے ظلم و ستم کی تاب نہ لاکر دور دراز کے علاقہ جات یعنی افغانستان۔ بلخ۔ بخارا خراسان۔ سمرقند۔ تبت۔ صوبہ سرحد اور کشمیر میں پناہ گزین ہوئے۔ چنانچہ جارج مور اپنی کتاب THE LOST TRIBES میں لکھتے ہیں:۔

"سر ولیم جونز، سر جان میکالم اور گمشدہ چمبرلین پوری تحقیقات کرنے کے بعد اس رائے پر متفق ہیں۔ کہ دس قبیلے افغانستان سے ہوتے ہوئے ہندوستان اور تبت و کشمیر کے علاقہ جات میں ہجرت کر گئے تھے بلکہ افغانوں کے ایک قبیلہ کا نام ہی خیبر ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر برنیئر بھی اپنی تحقیقات سے اسی نتیجے پر پہنچے ہیں۔ کہ کشمیری لوگ بنی اسرائیل کی اولاد ہیں۔ ان کا لباس، خد و خال اور ان کے رسم و رواج ثابت کرتے ہیں کہ وہ اصل میں اسرائیلی ہیں"

(سفرنامہ ڈاکٹر برنیئر جلد دوم)

کشمیریوں کے معتقدات آج بھی اسرائیلی ہیں تخت سلیمان، مٹن کریوہ میں نام نہاد فرشتوں ہاروت و ماروت کا فرضی چاہ اس پر تجویز شاہد ہیں۔ کشمیریوں کی شکل و صورت، لباس و ذہنیت بھی بنی اسرائیل جیسی ہے سرتی اور لاتہ کے الفاظ بھی عبرانی ہیں۔ بلکہ اناجیل میں لفظ گلگتا بمعنی "کھوپڑی کی جگہ" آیا ہے (دیکھئے متی ۲۷: ۳۳ مرقس ۱۵: ۲۲) اور گلگت کشمیر کے سرے پر مشہور و معروف علاقہ اب بھی موجود ہے۔

چرواہے کا سفر

لہذا خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے "مقدس چرواہے" یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کا ان علاقوں میں جانا از بس ضروری تھا یروشلم کے یہودیوں نے آپ کے پیغام کو ٹھکرا دیا تو آپ نے فرمایا کہ:۔

"اے یروشلم! اے یروشلم! تو جو نبیوں کو قتل کرتا ہے اور جو تیرے پاس بھیجے گئے ان کو سنگسار کرتا ہے کتنی بار میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے اسی طرح میں بھی تیرے لڑکوں کو جمع کر لوں۔ مگر تم نے نہ چاہا۔ دیکھو تمہارا گھر تمہارے لئے ویران چھوڑا جاتا ہے کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اب مجھے پھر ہرگز نہ دیکھو گے"۔ (متی ۲۳: ۳۷-۳۹)

اور:—

"میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑخانہ کی نہیں۔ مجھے ان کو بھی لانا ضرور ہے اور وہ میری آواز سنیں گی۔ پھر ایک ہی گلہ اور ایک ہی چرواہا ہوگا" (یوحنا ۱۰: ۱۶)

چنانچہ مسلمہ تاریخی ثبوت موجود ہیں۔ کہ حضرت مسیح یعنی مقدس چرواہا مختلف علاقوں کا سفر کرنے کے بعد کشمیر بھی پہنچتے ہیں۔ کشمیر کی سرحدیں روس، چین افغانستان اور تبت کے ساتھ ملتی ہیں۔ یہ ملک گذشتہ قریباً چھ سال سے الحاق کے مسئلہ پر ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں کے درمیان نزاع کا باعث بنا ہوا ہے۔ اور دنیا کی نظریں اس پر لگی ہوئی ہیں۔

چرواہے کا گاؤں

کشمیر کے پایہ تخت سرینگر سے ۵۸ میل کے فاصلہ پر ایک صحت بخش مقام پہلگام ہے۔ یہ سطح سمندر سے سات ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ موسم گرما میں دنیا کے اطراف و اکناف سے سیاح لوگ آکر یہاں خیموں اور ہوٹلوں میں رہتے ہیں۔ اور زندگی کے فرحت بخش لمحے گذارتے ہیں۔ لدر کے نام سے یہاں ایک برفانی ندی بہتی ہے جس کا شفاف پانی خنک اور میٹھا ہے۔ کشمیر کے متمول لوگوں نے یہاں عالیشان بنگلے تعمیر کئے ہیں۔ پہلگام خاص اہمیت اور عالمگیر شہرت کا مالک ہے۔ یہاں سے پہاڑی راستہ روس، چین، افغانستان اور دیگر علاقہ جات کو جاتا ہے۔ جو معروف و مشہور راستہ ہے۔

پہلگام کے لفظی معنی کشمیری زبان میں "چرواہے کا گاؤں" (پہل کے معنی چرواہے کا اور گام کے معنی گاؤں) جاننے کے قابل ہے۔ کہ یوں تو دنیا میں لاکھوں اور کروڑوں چرواہے ہوں گے۔ مگر شاید ہی کسی جگہ یا علاقہ کا نام کسی چرواہے کی وجہ سے مشہور ہوا ہوگا۔ لیکن پہلگام کا وجود تو ببانگ دہل اور ڈنکے کی چوٹ دنیا والوں پر ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے۔ کہ یہاں کوئی مقدس چرواہا آکر رہا ہے، جو دنیا بھر کے دوسرے چرواہوں سے انوکھا، نرالا اور خاص خصوصیت کا مالک تھا۔ یہاں تک کہ اس جگہ کا نام ہی "چرواہے کا گاؤں" یعنی پہلگام مشہور ہوا جو اب بھی دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اور وہ مقدس چرواہا ماسوائے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے اور کوئی نہ تھا جس نے خود انجیل میں فرمایا کہ:۔ "اچھا چرواہا میں ہوں" (یوحنا ۱۰: ۱۱)

اور جس نے یروشلم میں یہودیوں سے دکھ و ستم جھیل کر ہجرت کی اور اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں چرواہا بن کر نکلے، اور پہاڑی راستوں سے کشمیر آگئے۔ پہلگام میں کچھ عرصہ

چرواہے کا گاؤں

(بقیہ از صفحہ ۱۱)

رہے - یہاں تک کہ علاقے کا نام ہی "چرواہے کا گاؤں" پڑ گیا -

چرواہے کا قیام

پہلگام سے بارہ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی "عیش مقام" کے نام سے موسوم ہے - یہ علاقہ سری نگر سے ۴۴ میل دور ہے اور سطح سمندر سے ۷۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے - وہاں کے ایک شخص نے تاریخ و روایات کی بناء پر ریشی نامہ کے نام سے ایک منظوم کتاب تالیف کی ہے جس میں "داستان گشتہ شدن دیو از دست یوزسن که در عہد عیسٰے بہلوانے بود" کے معنی خیز عنوان کے تحت عیش مقام کی وجہ تسمیہ اس طرح بیان کی گئی ہے کہ:-

" پرانے وقتوں میں ایک بادشاہ تھا - جس کا نام عشوکش تھا - اس نے اس جگہ شان و شوکت کے ساتھ قیام کیا تھا - اسی کے مکان کو عشق وڈر کہا جاتا ہے "

(ریشی نامہ مصنفہ مولوی غلام مصطفٰے بابا مرحوم)

یعنی بادشاہ عشوکش کے وہاں قیام کرنے کی جگہ کا نام عشوکش مقام پڑ گیا ہے - جسے بگڑ کر آج عیش مقام کہا جاتا ہے - عشوکس اور عیسٰے کے نام میں بہت مطابقت ہے - اور صاف ظاہر ہوتا ہے - کہ پہلگام سے چل کر مقدس چرواہے نے یہاں تھوڑے وقت کے لئے قیام فرمایا - اور اسی ابتو پر اس جگہ کا نام عیش مقام مشہور ہے - آجکل اس جگہ حضرت زین الدین ولی رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ ہے جہاں ایک عجیب و غریب عصا بھی موجود ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کا بتایا جاتا ہے -

چرواہے کی آخری آرامگاہ

اس مقدس چرواہے کی آخری آرامگاہ روضہ بل خانیار سرینگر میں اب بھی موجود ہے جس کے ثبوت میں کشمیر کی قدیم تواریخ موجود ہیں - مغل حاکم کی ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۹۴ ہجری کی وہ سند جس میں ایک شخص رحمان خاں کو اس مقبرے کا مجاور مقرر کیا گیا ہے - اس میں بھی درج ہے کہ یہ یوز آصف پیغمبر علیہ السلام کا مقبرہ ہے جو گوپانند کے عہد حکومت میں کشمیر میں آیا تھا - یہ بڑا بھاری ثبوت ہے - اور سب سے بڑھکر قرآن مجید کے یہ تصدیقی الفاظ بہت اہم ہیں کہ:-

وجعلنا ابن مریم وامہ ایة واوینھما الی ربوۃ ذات قرار و معین

یعنی " اور ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو ایک نشان بنایا ہے اور ان دونوں کو ایک بلند جگہ پر پناہ دی - جو ہموار اور چشموں والی تھی " (القرآن ۲۳ : ۵۰)

مولانا محمد علی صاحب مرحوم ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں - کہ:-

" ربوۃ چاہتا ہے کہ بلند زمین ہو - ذات قرار چاہتا ہے کہ ہموار ہو پہاڑ نہ ہو - یا بہت پھلوں والی ہو - ذات معین چاہتا ہے کہ اس میں سطح زمین پر چشمے اور نہریں بہہ رہی ہوں - ان تمام صفات میں اگر کوئی یکتا قطعہ زمین ہے تو وہ کشمیر ہے - (بیان القرآن صفحہ ۱۳۲۳)

خلاصہ کلام

حضرت مسیح ایک اچھے چرواہے تھے - بنی اسرائیل کی طرف بطور رسول مبعوث ہوئے تھے - اس وقت بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے - جن میں سے صرف دو یروشلم میں اور باقی دس قبیلے دوسرے علاقہ جات میں بالخصوص افغانستان اور کشمیر میں پناہ گزین ہوئے تھے - مقدس چرواہا ان کھوئی ہوئی "بھیڑوں" کی تلاش میں پہاڑی سفر کر کے اس جگہ بھی آ پہنچا - جسے آج پہلگام یا "چرواہے کا گاؤں" کہا جاتا ہے - یہ نام آپ ہی کی وجہ سے مشہور ہوا ہے -

کاش! لوگ اس مقدس چرواہے کو جاننے کی کوشش کرتے - جسے جہالت اور غلو کے زیر اثر مسیحوں اور بعض نادان مسلمانوں نے بجسد عنصری چرخ چہارم پر بٹھایا ہے حالانکہ آپ اپنا فرض ادا کر کے بتقاضائے الٰہی مطابق فرمان نبویؐ ایک سو بیس سال کی عمر میں فوت ہوئے - اور آپ کا روضہ خانیار سرینگر میں اب بھی موجود ہے -

روشنی سرینگر

اسلام انسانیت کے امراض کیلئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے

(مولوی تمیز الدین)

کراچی - ۱۲ اکتوبر - آج یہاں جمعیت الفلاح کی سالانہ کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے جمعیت کے صدر مولوی تمیز الدین خان نے اعلان کیا کہ اسلام انسانیت کے موجودہ امراض کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے -

انہوں نے کہا کہ دنیا کے بعض دوسرے حصوں میں بعض دوسرے نسخے بھی آزمائے گئے ہیں انسانیت خطرناک ادویہ سے تجربات کر رہی ہے لیکن رو بصحت ہونے کی بجائے حالت اور بھی بگڑتی جا رہی ہے اسلام نے ایک مجرب اور کارگر علاج تجویز کیا ہے - لیکن مخصوص علاقوں اور مختصر مدتوں کے علاوہ اسے باقاعدگی اور تسلسل کے ساتھ استعمال نہیں کیا گیا - انہوں نے دنیا بھر کے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے عمل اور تبلیغ سے دنیا پر یہ ثابت کر دیں - کہ انسانیت صرف اسلام پر عمل پیرا ہونے میں ہے جو کہ عالمگیر انسانی خدمت کا علمبردار ہے -

جمعیت کی سالانہ کانفرنس میں مختلف صوبوں کے مندوبین شریک ہوئے مسٹر عبدالرب نشتر نے اس کی صدارت کی انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ اسلام کو سب سے بڑا خطرہ خود مسلمانوں سے ہے - اس لئے بیرونی دنیا کو اسلام کی طرف راغب کرنے سے قبل اس اندرونی خطرے سے آزاد کرانا ضروری ہے -

(آثار - ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۳ء)

سیکرٹری صاحبان توجہ فرمائیں

حضرت صاحب صدر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ارشاد ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن ادائیگی نماز سے قبل احباب سے ہر مقام پر آنہ فنڈ جمع کرنے کا حسب سابق انتظام ہو مبلغین حضرات اپنے اپنے حلقہ میں فنڈ کی ادائیگی کے متعلق احباب کو توجہ دلائیں -

ابتداء میں جب حضرت امیر قوم مرحوم و مغفور نے اس فنڈ کی تحریک فرمائی تھی تو مرکز سے صندوقچیاں جماعتہا میں بھیجی گئی تھیں جو اکثر مقامات میں دوستوں کے پاس ہوں گی اگر کسی جگہ پر نہ ہوں تو لکڑی کی چھوٹی صندوقچی وہاں کے دوست بنوا لیں - تحصیلیں حضرات سیکرٹری صاحبان اور جماعت کے دوسرے احباب باقاعدگی سے چندہ ماہوار مرکزی دفتر میں ارسال فرمائیں اور آنہ فنڈ کی جمع شدہ رقم ہر ماہ ساتھ ہی ساتھ بھجوایا کریں -

احمد حسن - اسسٹنٹ افسر تحصیل -

اعلان جملہ احباب جماعت کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ جماعت احمدیہ کے محترم بزرگ جناب ملک فضل کریم صاحب گورنمنٹ کنٹریکٹر و منیجر جناح گرلز ہائی سکول راولپنڈی نے اپنے اسکول میں ٹیلیفون لگوالیا ہے جس کا نمبر ۱۵۱/۹ ہے -

احمد یار اسسٹنٹ سیکرٹری

۱۳/۱۱/۵۲

پیغام صلح - مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۵۳ء - رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ - شمارہ ۳۶

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۷۴۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — تار کا پتہ: تبلیغ، لاہور — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ٭ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے: چھ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان سے: ۱۲-۰-۰ ۸ روپے

سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر محمد آصف بی اے

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی ٭

۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے

۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جلد ۴۱ — یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۱ صفر ۱۳۷۴ھ - ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۳ء — نمبر ۳۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مجددین ہی امتِ محمدیہ کے مصلح ہیں

"جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں۔ وہ نرے استخوان فروش نہیں ہوتے بلکہ وہ واقعی طور پر نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور روحانی طور پر آنجناب کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں ان تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں"۔ (فتح اسلام ص)

"ہر ایک صدی کے سر پر اور خاص کر ایسی صدی کے سر پر جو ایمان اور دیانت سے دور پڑ گئی ہے اور بہت سی تاریکیاں اپنے اندر رکھتی ہے ایک قائم مقام نبی کا پیدا کر دیتا ہے جس کے آئینہ فطرت میں نبی کی شکل ظاہر ہوتی ہے اور وہ قائم مقام نبی متبوع کے کمالات کو اپنے وجود کے توسط سے لوگوں کو دکھاتا ہے"۔ آئینہ کمالات اسلام ص ۲۴۷

"ماسوا اسکے امت کو ہر ایک زمانہ میں نئی مشکلات بھی پیش آتی ہیں اور قرآن جامع جمیع علوم ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی زمانہ میں اس کے تمام علوم ظاہر ہو جاویں بلکہ جیسی جیسی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے ویسے ویسے قرآنی علوم کھلتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کے مناسب حال ان مشکلات کو حل کرنیوالے روحانی معلم بھیجے جاتے ہیں جو وارث رسل ہوتے ہیں اور ظلی طور پر رسولوں کے کمالات کو پاتے ہیں اور جس مجدد کی کارروائیاں کسی ایک رسول کی منصبی کارروائیوں سے شدید مشابہت رکھتی ہیں وہ عنداللہ اسی رسول کے نام سے پکارا جاتا ہے"۔ (شہادۃ القرآن ص ۵۰)

"جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام الزمان کی ضرورت ہر ایک صدی کے لئے قائم کی ہے اور صاف فرما دیا ہے کہ جو شخص اس حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف آئیگا کہ اس نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا وہ اندھا آئیگا اور جاہلیت کی موت مریگا"۔

(ضرورۃ الامام ص ۴)

قوموں کا عروج و زوال

اور

خدا کا قانون

از حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

خدا کا قانون

قرآن کریم زندگی کے بڑے اعلیٰ اصولوں سے بھرا پڑا ہے جو انسانوں اور قوموں کی حالت پر ہمیشہ صادق آتے رہیں گے، ان میں سے ایک یہ بھی خدا کا قانون ہے جو بعض آیات میں اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا ہے اعمال انسانی کا ذکر کیا اور ان اعمال کا ذکر کر کے یہ بھی فرمایا کہ ہر فعل اور کام جو انسان کرتا ہے لہ معقبت من بین یدیہ و من خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔ اس کے لئے اس کے آگے اور پیچھے اعمال کا پیچھا کرنے والے ہیں جو اللہ کے حکم سے محفوظ کر لیتے ہیں۔ یعنی ہر عمل کو محفوظ کر لیا جاتا ہے، وہ ضائع نہیں جاتا، کوئی نہ کوئی اس کا نتیجہ ہوتا ہے۔

قوم اور اعمال

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم یقیناً اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے نفسوں کی حالت کو نہ بدلیں۔ یہ زبردست قانون ہے خدا کا جو اس دنیا پر حاوی ہے کہ قوموں کی حالت تبدیل نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے افراد کے کیریکٹر تبدیل نہ ہوں، اچھی قوم بُری نہیں بنتی جب تک اس کے افراد کے اعمال نہ بدلیں، اور بُری قوم اچھی بنتی ہے جب تک اس کے عمل میں کوئی اعلیٰ درجہ کی تبدیلی نہ ہو۔

مسلمان قوم کی موجودہ حالت

مسلمان ایک قوم ہے جس کی تربیت نہایت اعلیٰ درجہ کے اصولوں پر مبنی ہے لیکن آج مسلمان قوم کسی ملک میں جو حکومت اور بادشاہت رکھتی ہو، ان کی حالت اور کیریکٹر وہ نہیں جو اس مسلمان قوم کی حالت ابتدا میں تھی، قوم کے افراد کے اعمال بدل گئے، کیریکٹر بدل گئے، بگڑ گئے لوگ، اس لئے قوم بھی گر گئی، اس لئے کہ خدا کا قانون یہ ہے کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم جب تک مسلمان قوم کے افراد کے کیریکٹر اور نفسوں کی اصلاح نہ ہوگی اس وقت تک یہ قوم بدل نہیں سکتی اور نہ ترقی کر سکتی ہے۔

مسلمان اور پاکستان

کئی رنگوں میں قوم کے سامنے بڑے بڑے بلند مقاصد آتے ہیں اور شاید اس وقت ہندوستان میں مسلمان قوم کے سامنے جو مقصد ہے اس کے لئے ایک لفظ خاص بن گیا ہے وہ مقصد "پاکستان" کے نام سے موسوم ہے وہ "پاکستان" اس لحاظ سے ہے کہ مسلمان قوم کے ایک حصہ کو اس ملک کے بعض حصوں میں حکومت مل جائے، اس لحاظ سے اسے پاکستان کہہ سکتے ہیں، لیکن دراصل وہ ان کے کیریکٹر کو بلند کرنے والی چیز نہیں۔

مسلمان مصلحین نے نفسوں کی اصلاح نہیں کی

سچی بات یہ ہے کہ اس وقت جتنے عالی دماغ لوگ مسلمانوں کی اصلاح کے لئے اُٹھے اور انہوں نے قوم کی بڑی بڑی خدمات کیں مگر ان خدمات کے اندر نفسوں کی اصلاح کرنے والی چیز مفقود ہے۔ نفسوں کو بدلنے والی چیز صرف ایک جگہ آپ کو نظر آئے گی وہ جس کی طرف حضرت مجدد وقت نے توجہ دلائی ہے۔

تعلیم اور حکومت سے اخلاق بلند نہیں ہوتے

بعضوں نے کہا تعلیم حاصل کرو۔ بیشک تعلیم اچھی چیز ہے مگر صرف تعلیم سے اخلاق بلند نہیں ہوتے بعضوں نے کہا حکومت حاصل کرو، بلاشبہ حکومت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے مگر صرف حکومت سے اخلاق بلند نہیں ہوتے۔ آج جہاں مسلمانوں کی حکومت ہے وہاں بھی مسلمانوں کی حالت گری ہوئی ہے، میں اس سے انکار نہیں کرتا پاکستان کا نظریہ مسلمانوں کو اُٹھانے کے لئے اچھی چیز ہے مگر اس سے مسلمانوں کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

اصلاح حضرت مجدد وقت کے ذریعہ ہوگی

اگر کبھی اصلاح ہوئی تو ان ذرائع سے ہوگی جن کی طرف حضرت مجدد وقت نے توجہ دلائی ہے، صرف روحانیت سے مسلمانوں کی اصلاح ہو سکتی ہے اور یہ تمام ذرائع مادی ہیں، روحانیت یعنی خدا کے آگے جھکنا اور خدا کے کلام کو دنیا میں پہنچانا اس ذریعہ سے مسلمان قوم کی اصلاح کرنے والا صرف مجدد وقت اور اس کی جماعت ہے گویا ان تمام مصلحین کے اندر جو اس وقت یہ کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، موجودہ نسل کے اندر یا اس سے چند سال پیشتر حضرت مرزا صاحب ہی کی یہ خصوصیت نظر آتی ہے کہ روحانیت کے ذریعہ قوم کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں اور تمام تر زور آپ کا اس بات پر ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ ایک ایسا ذریعہ ہے کہ جلدی دنیا میں مقبول نہیں ہوتا اور دنیا اس کو رد کرتی ہے اور لوگ طرح طرح کی اغراض میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس طرف توجہ نہیں کرتے مگر اصل چیز یہی ہے اور دیرپا چیز یہی ہے۔

کام کو جاری رکھیں

یہ روحانیت جس کی طرف حضرت مجدد وقت نے توجہ دلائی ہے اس کے ذریعہ سے اصلاح کرنا صرف اس جماعت کا کام ہے جو حضرت مجدد وقت نے بنائی اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اس کام کو جاری رکھیں یہ پھیلتا پھیلتا بالآخر کامیاب ہوگا اور اس میں شک نہیں کہ یہ کامیابی بتدریج ہوگی۔

امتیازی رنگ کی ضرورت

ہم لوگوں کو خود بھی اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اگر ہمارے اندر وہی باتیں موجود ہیں جو عام طور پر مسلمانوں میں موجود ہیں تو ہمیں وہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر وہ پست اغراض ہمارے اندر بھی موجود ہیں جو مسلمانوں کے اندر موجود ہیں تو ہم اس بلند مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہماری جماعت میں بڑے اور چھوٹوں میں مردوں اور عورتوں میں ایک امتیازی رنگ پیدا ہو جائے

مسلمانوں سے علیحدگی سے اصلاح نہیں ہوگی

اس بات کو یاد رکھئے کہ بعض وقت لوگ اس امتیاز کو صرف ظاہری رنگ دینا چاہتے ہیں اور باقی مسلمانوں سے علیحدگی کو اپنا امتیاز سمجھتے ہیں، کوئی جماعت جس کے اندر اس قسم کا امتیازی رنگ ہے وہ مسلمانوں کی اصلاح نہیں کر سکتی۔ مسلمانوں کے اندر رہ کر تو اصلاح ممکن ہے مگر علیحدہ ہو کر اصلاح نہیں ہو سکتی اگر ہمارا علیحدہ اڈہ بن جائے کہ مسلمان ہم ہی ہیں اور باقی مسلمان نہیں ہیں تو یاد رکھئے اس طرح اصلاح نہیں ہو سکتی، بیشک مجددین اصلاح کے لئے آتے ہیں۔ مگر وہ اصلاح اس طرح نہیں ہو سکتی کہ ہم اسلام کے ٹھیکیدار بن جائیں اور باقیوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھیں، وہ اصلاح ہو سکتی ہے مسلمانوں کے اندر رہ کر۔ اگر ہم اعمال کی وجہ سے اپنے آپ کو ممتاز پاتے ہیں تو بلاشبہ ہم مسلمانوں کی اصلاح کر سکتے ہیں، اس کفر و اسلام کے جھگڑے سے اصلاح نہیں ہو سکتی۔

نفسوں کے اندر تبدیلی پیدا کرو

یہ تو مجھے کبھی سمجھ نہیں آتا کہ ایک شخص مسلمان قوم کی اصلاح کے لئے اُٹھے، اور اپنے آپ کو مسلمان قوم سے علیحدہ کر دے ہم کو اپنے نفسوں اور کیریکٹر کے اندر تبدیلی پیدا کر کے اپنے آپ کو ممتاز کرنا چاہیئے۔ خوب یاد رکھو اس مقصد کے لئے بڑی جد و جہد درکار ہے ہم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنا چاہیئے اور خود اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ آیا ہم میں اصلاح ہو گئی ہے اور ہم میں سے وہ کمزوریاں بالکل نکل گئی ہیں جو مسلمانوں میں ہیں۔

نماز میں امتیازی رنگ

اگر ہم نماز پڑھتے ہیں اور ہماری نمازوں کے اندر خشوع اور خضوع نہیں تو خوب یاد رکھیئے وہ امتیازی چیز ابھی ہمارے اندر پیدا نہیں ہوئی، نماز کا ایسے رنگ میں پڑھنا کہ ہمارے دلوں کی حالت ایسی ہو جائے کہ ہم واقعی یہ سمجھیں کہ ہم خدا کے حضور میں کھڑے ہیں اور یہ ایک چیز ہے جو ہماری امتیازی خصوصیت ہونی چاہیئے۔

قرآن پڑھنے میں امتیازی رنگ

ہم قرآن مجید کو سوچ سمجھ کر اور غور سے پڑھیں یہ اس سے بھی زیادہ ضروری چیز ہے

(باقی بر صفحہ [illegible] کالم [illegible])

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۱ر صفر ۱۳۷۳ھ : نمبر

حضرت صاحب صدر کا مکتوب گرامی

عزیز القدر شیخ محمد اسمٰعیل صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مزاج شریف۔

امید کہ آپ بخیریت ہونگے اخبار پیغام صلح ۱۴ر اکتوبر ۵۳ء پڑھا۔ مضامین کو پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ملفوظات حضرت امیر مرحوم مغفور کے ملفوظات روحانیت سے بھرے ہوئے پڑھکر روح کو غذا ملتی ہے۔ مولنا عبدالحق صاحب کا مکتوب گرامی بہت ہی دل کش ہے۔ میں خوش ہوں گا اگر آپ آیندہ بھی اس ترتیب سے اخبار کو دل کش بنائے رکھیں گے ہم بدی کا مقابلہ بدی سے اگر کریں گے۔ تو پھر ہمارے اور ان کے درمیان کیا فرق رہ جاوے گا۔ "نظام اور جماعتی زندگی" کے متعلق آپ کے ریمارکس بے حد سلجھے ہوئے تھے۔ جماعتی تہذیب اور انسانی شرافت کو کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ "ادفع بالتی ھی احسن" پر ہمیشہ عمل کریں اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ دشمن بھی آخر دوستی کا دم بھرنے پر مجبور ہو جاوے گا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم مندرجہ کشتی نوح کو بار بار پڑھا کریں۔ اور عمل کی کوشش کریں مخالف کے عناد یا اس کے حملہ سے انسان بے نیاز ہو جاتا ہے دل کو ایک تسکین اور ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے دشمن ہی آگ میں جلتا رہتا ہے۔ جو راستہ ہم نے اختیار کیا ہے وہ راستہ بڑا SAFE ہے۔ ہم اپنے خلاف دُکھ دینے والی باتیں سنیں گے۔ اور خوش ہوں گے۔ کہ ہم برداشت کرنے کے قابل ہیں جیسا کہ حضرت نے فرمایا۔ کہ فطرت انسانی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ تکالیف کو بھی چاہتی ہے۔ تا کہ اس کے جملہ قوٰی کی تکمیل ہو جاوے اسی وجہ سے یہ اللہ تعالےٰ کا فضل واحسان ہوتا ہے۔ جبکہ وہ انسان کو بعض وقت ابتلا میں ڈال دیتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے انسان کی رضا بالقضا اور صبر کی قوتیں بڑھتی ہیں اور جو لوگ ابتلاؤں کی حالت میں استقامت سے کام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے انکو ایمان اور یقین کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے ــــ ہماری جماعت ایک بڑے نازک دور سے گذر رہی ہے۔ ایسے اوقات میں خدائے برتر نے اپنے پاک کلام میں کامیابی کا گر بتلایا ہے۔

واصبر لحکم ربک فانک باعیننا ۝ وسبح بحمد ربک حین تقوم ۝ ومن الیل فسبحہ وادبار النجوم۔

فرماتے ہیں :-

لوگ اگر نہیں مانتے تو نہ مانیں تو اپنے رب کے حکم یعنی فیصلہ کی انتظار کر۔ اگر مخالفت کرتے ہیں۔ تو کرنے دو۔ یہ لوگ تجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ تو ہماری حفاظت میں ہے۔ تیرا کام یہ ہے۔ کہ اپنے رب کی تسبیح اور حمد کئے جا دن میں بھی اور رات میں بھی۔ توحید گم ہو کر شرک پھیل گیا ہے پس خدا کی صفات کو بے عیب اور ہر ایک نقص سے پاک ثابت کرنے کے لئے اس بات کی اشد ضرورت ہے۔ کہ اس کی توحید اور معرفت اور صفات کا علم دنیا کو تبلیغ کے ذریعہ سے پہنچایا جائے۔ اور اس کے لئے بڑی محنت اور جہاد کی ضرورت ہے۔ پس جب بھی اُٹھے۔ تو اسی ایک دھن کے لئے اُٹھے ــــ ہم بھی ایک تبلیغی جماعت ہیں۔ تبلیغ کرنے کے لئے مبلغ کو بڑے پاک نمونہ کی ضرورت ہے۔ خدا کے حضور عجز و انکساری کی ضرورت ہے۔

یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جب تک ہمارا اپنا کردار بہت بلند نہ ہو۔ سو اس جہاد کے لئے ضروری ہے۔ کہ رات کا ایک حصہ جاگو اور نماز تہجد سے فجر تک رو رو کر اس انقلاب کے لئے دعائیں مانگو اور اس توحید کا جس کی تبلیغ دن میں کرتے ہو رات کی نمازوں میں جناب الہٰی کے آستانہ پر گر کر دل اور زبان سے اقرار کرو۔ کیونکہ زبان سے دعوےٰ کر لینا بڑا آسان ہے لیکن اپنے دل میں بھی اس کا نقش جمانا مشکل ہے۔ دن رات انسان پریس و پلیٹ فارم پر دعوےٰ توحید کا کرتا ہے۔ لیکن ایک دفعہ مصیبت آ جاوے تو شکایت کرنے لگتا ہے۔ اگر ایک دفعہ امتحان کا رگڑا لگ جاوے۔ تو خدا کا دروازہ چھوڑ ہزاروں دروازے ڈھونڈنے لگتا ہے۔ ایسے بدبخت کی وعظ و نصیحت کا نہ اپنے پر اثر ہوتا ہے اور نہ دوسرے پر۔ لہذا بلند کردار بلند ارادوں بلند ہمت اور خدا کے حضور بار بار گرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ محض قیل و قال سے ہم اس مقصد و مراد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ جس کا عہد ہم نے حضرت کے ہاتھ پر کیا ہوا ہے، لہذا ہماری تقریر و تحریر میں ایک تغیر کی ضرورت ہے ــــ دعا ہے اللہ تعالےٰ ہم کو توفیق بخشے کہ ہم اپنے نیک نمونہ سے لوگوں کی کشش کا باعث بن سکیں۔

خیراندیش

میاں محمد

۱۵ر اکتوبر ۱۹۵۳ء

مکتوبِ گرامی

حضرت صاحب صدر الحاج شیخ میاں محمد صاحب نے خاکسار ایڈیٹر پیغام صلح کو خطاب کرکے یہ مکتوب لکھا ہے۔ یہ مکتوب بلند سطح سے لکھا گیا ہے اور روحانیت سے بھرپور ہے۔ اس میں نہایت قیمتی ہدایات دی گئی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت صاحب صدر احباب سلسلہ کو روحانیت اور اخلاق کے خالص قرآنی معیار پر دیکھنے کے متمنی ہیں۔ دوستوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ اس مکتوب کو غور سے پڑھیں اور اس سے استفادہ کریں۔ ہمارا سلسلہ بنیادی طور پر ایک روحانی سلسلہ ہے۔ ہماری تحریر اور تقریر کو واقعی دنیا کی ملونی اور سازش سے پاک ہونا چاہیئے۔ ہمارے قول اور فعل میں مطابقت ہونی چاہیئے۔ ہمیں کوئی ایسا طریق اور سلوک نہیں اختیار کرنا چاہیئے جس سے سلسلہ بدنام ہو اور جو سلسلہ کے وقار اور روایات کے منافی ہو۔

صحابہ کرام کے بلند اخلاق

جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

(۲)

مشکلات کا مقابلہ کرو

ایک دفعہ رومیوں نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے ایک کثیر فوج جمع کر کے جو کہ رائج الوقت بہترین ہتھیاروں سے مسلح تھی میدان جنگ میں جھونک دی جس کی اطلاع حضرت ابو عبیدہ رضہ نے حضرت عمر رضہ کی خدمت میں بھیجدی جواباً آپ نے لکھا کہ مسلمان بندے پر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو اس کے بعد اللہ تعالےٰ اسے اطمینان وسکون بخشتا ہے ایک مشکل دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی جیسا وہ فرماتا ہے:-

یا ایھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون -

یعنی- اے مسلمانو (ان تمام مشکلات اور تکلیفوں کو جو اللہ تعالےٰ کی راہ میں تمہیں پیش آئیں) ثابت قدم رہو، اور دوسروں کو صبر یعنی ثابت قدمی کی تلقین کرتے رہو (دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار رہو) اللہ تعالےٰ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم انجام کار کامیاب ہو جاؤ ؎

دریں چمن گل بیخار کس نچید آرے
چراغ مصطفوی با شرار بولہبیت
(حافظ رح)

یعنی اس گلستان دہر میں کسی شخص نے بغیر کانٹا لگے گلچینی نہیں کی - مصطفےٰ کے چراغ کے ساتھ ابولہب کا شعلہ موجود ہے -

یہ سرفروشی اور عشق ومحبت میں وارفتہ قوم دنیا اور اس کی آرائشوں اور زیبائشوں سے بے نیاز تھی - اس کی فوج کے معمولی سپاہی کی نظر میں مال و دولت ایک حقیر چیز دکھائی دیتی تھی- اگرچہ دنیا نے ان کے سامنے خزانے اُگل کر رکھ دیئے- ان کے سامنے زر وجواہر کے انبار لگ گئے تاہم ان میں سے کوئی چیز ان کے دیانت امانت کو صدمہ نہ پہنچا سکی - کیونکہ وہ مقدس گروہ اللہ تعالیٰ کی صفت بے نیازی کا مظہر کامل تھا جن کے سامنے ملائک سرنیاز خم کئے کھڑے رہتے تھے ؎

تو بودی عکس معبود ملائک
ازاں گشتی تو مسجود ملائک
(گلشن راز)

یعنی" تو اللہ تعالےٰ کا عکس تھا اس لئے ملائک نے تجھے سجدہ کیا"

کسریٰ کی مرصع تلوار اور زرین کمربند آیا تو حضرت عمر رضہ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ جس قوم نے ان چیزوں کو ہاتھ نہیں لگایا وہ ایک ایسی قوم ہے جن کے دلوں میں غیر اللہ کے لئے کوئی جگہ نہیں ہاں دین اللہ کی چلتی پھرتی عملی تصویریں ہیں (طبری) ؎

آشنایان رہ عشق دریں بحر عمیق
غرقہ گشتند ونگشتند بآب آلودہ
(حافظ رح)

یعنی طریق عشق کے واقفکار (اس گہرے سمندر (دنیا) میں اگرچہ غرق ہو گئے (دنیا کے کاروبار میں مصروف ہونے کے باوجود) لیکن پانی سے تر نہ ہوئے (تر دامنی یعنی عصیاں سے محفوظ رہے)

ایک جنگ میں جب تمام فوج نے لوٹ مار سے اجتناب کیا اور سامانِ دنیا کو حقیر سمجھ کر مال غنیمت کو نہایت دیانتداری کے ساتھ سپہ سالار کے حوالہ کر دیا تو اس نے تمام فوج کو جمع کر کے ایک تقریر کی جس کا ماحصل یہ تھا کہ اسلام اس وقت تک ترقی کرتا چلا جائے گا اور اہل اسلام اس وقت تک بڑھتے چلے جائیں گے جب تک کہ وہ خیانت کو نفرت کی نگاہ سے ٹھکراتے رہیں گے۔ خدانخواستہ اگر خائن بن گئے تو ان کے لئے ناگفتہ بہ نتائج کا ظہور ہو کر رہے گا۔

(طبری)

برو تو خانہ دل را فرو روب
مہیا کن مقام و جائے محبوب
(گلشن راز)

جا اپنے خانۂ دل کو (ہوا وہوس کے خس وخاشاک) سے صاف کر اور محبوب حقیقی کے لئے جگہ تیار کر -

اس قدسی جماعت کی بے نفسی ان کی مؤدت واتحاد کا سرچشمہ تھی۔ ایک موقع پر چند ایرانی رئیسوں نے جب سپہ سالار اسلام حضرت ابو عبیدہ رضہ کی خدمت میں لذیذ کھانے پیش کئے تو انہوں نے پوچھا کیا تم لوگوں نے اس طرح کے کھانوں سے ہماری فوج کی ضیافت کی ہے؟ بولے نہیں۔ فرمایا "ابو عبیدہ بدترین شخص ہوگا اگر ایک قوم کو ساتھ لے کر آئے جو اس کے آگے اپنا خون بہائے اور پھر وہ اپنے آپ کو ان پر ترجیح دے وہ وہی کھائے گا جسے تمام قوم کھاتی ہے -

(طبری)

مومناں معدود لیک ایماں یکے
جسم شاں معدود لیکن جاں یکے
(رومی رح)

یعنی مومن لاکھ ہیں لیکن ایمان ایک ہے ان کے جسم لاکھ ہیں مگر جان ایک ہے"

جنگ یرموک میں جب صحابہ رضہ نے سمجھا کہ ہم ذمیوں کی حفاظت نہیں کر سکتے جزیہ خراج کی کل رقم ان کو واپس کر دی تو اہل حمص نے کہا" تمہاری عادلانہ حکومت ہمیں اپنی قدیم ظالمانہ حکومت سے زیادہ پسند ہے ہم تمہارے نصب شدہ عامل کے ساتھ ہرقل کی فوج کے ساتھ لڑیں گے"-

یہودیوں نے تورات کی قسم کھا کر کہا "جب تک ہم مغلوب نہ ہو جائیں ہرقل کا عامل حمص میں داخل نہیں ہو سکتا"

(فتوح البلدان)

یہ جذبہ اطاعت غیر مسلموں کے دل میں اس لئے پیدا ہوا کہ صحابہ کرام صحیح معنوں میں مسلمان تھے جن کے پاس دنیا کے امن و سلامتی کا پیغام تھا مگر آج ہمارا یہ حال ہے ؎

بباطن نفس ما چو ہست کافر
مشو راضی بدیں اسلام ظاہر
ز نو ہر لحظہ ایمان تازہ گرداں
مسلماں شو مسلماں شو مسلماں
(گلشن راز)

یعنی- چونکہ باطن میں ہمارا نفس کافر ہے، تو اس اسلام ظاہری پر راضی نہ ہو- نئے سرے سے ہر دم اپنا ایمان تازہ کر- مسلمان بن مسلمان بن حقیقی رنگ میں مسلمان بن"

صحابہ کرام کے متعلق ایک کافر اپنے تاثرات کی ترجمانی ہرقل کے دربار میں مسلمانوں کی قید سے بھاگ کر ان الفاظ میں کرتا ہے جن میں ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

چنانچہ جب ہرقل اس سے مسلمانوں کے حالات دریافت کرتا ہے تو وہ کہتا ہے:-

"کہ وہ دن کو شہسوار اور رات کو راہب ہوتے ہیں جس قوم سے معاہدہ کرتے ہیں اس سے ہر چیز خرید کر کھاتے ہیں اور جس شہر میں داخل ہوتے ہیں امن و امان کے ساتھ داخل ہوتے ہیں"

ہرقل نے یہ سن کر کہا کہ:-

"اگر یہ سچ ہے تو وہ میرے ان دونوں قدموں کے نیچے کی زمین کے مالک ہو جائیں گے" (طبری)

یہ صحبت نبوی اور اس پاک تعلیم کا اثر تھا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس لبوں سے ہاں اس چشمۂ صافی سے جاری ہوئی جو دنیا کا ہادی و رہنما بنا کر بھیجا گیا جو دنیا کی آتش حرص وسوز کے ٹھنڈا کرنے کے لئے نہر کوثر تھا ؎

زندہ آں شخصے کہ نوشد جرعۂ از چشمات
زیرک آں مردیکہ کرد است اتباعت اختیار
عارفاں را منتہائے معرفت علم رخت
صادقاں را منتہائے صدق بر عشقت قرار
(مسیح موعودؑ)

یعنی- وہ شخص حیات جاودانی پا گیا جس نے تیرے چشمۂ حیواں سے ایک چلو بھر پانی پی لیا- وہ شخص عقل و دانش کا مالک ہے جس نے تیری پاک تعلیم کے آگے سر تسلیم رکھ دیا-

عارفوں کی معرفت کا آخری نکتہ ہر وجہ تیرے رخ زیبا کا علم ہے (کیونکہ تیرے خد وخال سے انوار الٰہی کی روشنی پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہے)

اور صادقوں کے صدق کا منتہا تیرے عشق پر قائم ہے (کیونکہ تو سراپا صداقت ہے اور تیرے کوچہ و بازار سے صداقت کی خوشبو پھیل کر عاشقوں کے دل و دماغ کو معطر کر رہی ہے) ٭

کچھ اپنی بہنوں سے......!

مریم عبدالرؤف لودھی۔ راولپنڈی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ اللہ ــــــ الخ (النساء)

ایک دفعہ حضرت زبیرؓ کی بیوی حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ گھر میں تھیں کہ ایک غریب الحال سوداگر آیا اور اس نے ان کی دیوار کے نیچے بیٹھ کر سودا بیچنے کی اجازت مانگی۔ حضرت اسماءؓ چونکہ طبعاً فیاض اور کشادہ دل واقع ہوئی تھیں۔ اجازت دینا تو چاہتی تھیں مگر اپنے شوہر کی اجازت کا خیال رکھتے ہوئے بولیں "ممکن ہے میں اجازت دے دوں اور زبیرؓ انکار کر دیں تو بڑی مشکل ہوگی بہتر ہو کہ تم ان کی موجودگی میں ہی آ کر مجھ سے سوال کرو" غرضیکہ حضرت زبیر کی موجودگی میں ہی وہ سوداگر آیا اور اپنی وہی حاجت بیان کی تو حضرت اسماء بولیں "کیا تمہیں مدینہ میں میرا ہی گھر ملتا ہے" اس پر حضرت زبیرؓ نے کہا تمہارا کیا بگڑتا ہے جو ایک حاجت مند کو بیع و شراء سے روکتی ہو"

دیکھئے اس واقعہ سے حضرت اسماءؓ کتنے بلند مقام کی عورت دکھائی دیتی ہیں کہ اپنے شوہر کی اجازت کے سوا کوئی بے ضرر بات بھی اپنی مرضی سے نہیں کرتیں۔ چاہیئے کہ ہم سب بہنیں ایسی ہی باتوں کی طرف دھیان دیا کریں نہ یہ کہ اس کے کہ شوہر کے جابر ہو جائیں اور ہر چھوٹے بڑے معاملے میں خود ہی دخل انداز ہو جایا کریں یا مردوں تک پہنچانے والی باتوں کو اپنے تک ہی محدود رکھا کریں۔ اور نتیجہ کے طور پر اپنی حماقتوں کو اجاگر کرتی رہیں۔ ویسے تو اس قسم کے اوصاف عام طور پر تمام صحابیات میں ہوا ہی کرتے تھے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی عورتوں کی خصوصیت بیان فرماتے ہیں :۔
"القلھم النساء قریش اصناھن علی الولد دار ماھن علی الزوج"
قریش کی عورتیں کس قدر اچھی ہیں کہ بچوں سے محبت رکھتی ہیں۔ اور شوہر کے مال و اسباب کی نگرانی کرتی ہیں۔

اکھڑ سے اکھڑ قسم کے خاوند بھی متواتر اطاعت سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ لیکن نہیں! آج ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی بہنیں خاوند کے گھر میں گھستے ہی یوں لپک کر کوسنے لگتی ہیں کہ اک واویلا مچ جاتا ہے۔ حیرت ہے کہ جس عادت کو مردوں سے منسوب کیا جانا چاہیئے تھا۔ وہ عادت آج ہماری بہنوں نے اختیار کر لی ہے لیکن یاد رہے کہ خاوند کو..... اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے مسلسل اطاعت، قناعت اور خلوص دل کی بڑی ضرورت ہے۔ بنے بنائے کام کو بگاڑنا کچھ مشکل نہیں البتہ بگڑی سنوار لینا بہادری ہیں خیال ہے۔ میری دانست میں بیوی اور شوہر دونو اپنے معاملات کی کج راستی کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ لیکن میں تو اپنی بہنوں کو ہی زیادہ نصیحت کروں گی کہ وہ زیادہ صبر و سکون اور عقلمندی سے کام لیں۔

ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمۃ الزہرا پر کچھ ایسی سختی کی کہ وہ آنحضرت صلعم کے پاس شکایت لے کر پہنچیں۔ تو پیچھے پیچھے حضرت علیؓ بھی آ گئے۔ حضرت فاطمہ نے شکایت کی تو آپ نے فرمایا "بیٹی! تمہیں خود سمجھنا چاہیئے کہ کون شوہر اپنی بیوی کے پاس خاموش چلا آتا ہے" حضرت فاطمہؓ کی نسبت حضرت علی پر اس بات کا اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے کہا کہ "اب میں تمہارے خلاف مزاج کوئی بات نہ کروں گا۔"

لگے ہاتھوں کچھ پردے کے بارے میں بھی عرض کر دوں کیونکہ آجکل ہماری اکثر بہنیں پردے کے صحیح مفہوم اور اصل مقصد کو سمجھ نہیں پائیں۔ اور اس کی خصوصیات کو خاک میں ملاتی چلی جا رہی ہیں (معاف کیجئے۔ میں ان لوگوں کے خیال کی بھی تائید ہرگز نہیں کرتی جو اپنی بیویوں کو ہوا تک نہیں دکھاتے اور اپنے آپ میں خواہ کتنی خامیاں ہوں اپنی بیوی کی ذرا سی خلاف مزاج بات کو بھی برداشت نہیں کرتے) جہاں تک شرم و حیا کا تعلق ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک صحابیہ کا بیٹا شہید ہو گیا تو نقاب پہن کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ صحابہ کرام نے انہیں دیکھکر کہہ دیا کہ بیٹے کی شہادت کا حال پوچھنے آئی ہو اور نقاب پوش ہو کر ــــــ؟ (حالانکہ غم و اندوہ کی حالت میں ایک ماں کا اکثر بے نقاب ہو جانا فطری امر ہوتا ہے) ــــــ وہ بولیں "میں نے اپنے بیٹے کو کھو دیا ہے شرم و حیا کو تو نہیں کھویا (ابو داود کتاب الجہاد)

اسی ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا واقعہ یاد آیا ہے۔ کہ وہ غلاموں سے اکثر پردہ نہیں کیا کرتی تھیں اس لئے ابو عبداللہ سالمؓ کے سامنے جو نہایت متدین غلام تھے آتی تھیں اور ان سے بے تکلف باتیں کرتی تھیں۔ ایک دن وہ آئے اور کہا "آج خدا نے مجھے آزاد کر دیا" تو حضرت عائشہؓ نے پردہ گرا دیا۔ اور پھر عمر بھر ان کے سامنے نہ ہوئیں۔

حیرت کی بات ہے کہ آج ہماری بہنوں نے نقاب اور پردے کے خلاف اک شور برپا کر رکھا ہے۔ بعض بہنیں تو یہ کہتی بھی سنی جاتی ہیں کہ پردہ تو دل کا چاہیئے۔ آنکھوں کے پردہ سے کیا بنتا ہے۔ میں ان بہنوں سے التماس کرتی ہوں کہ وہ ذرا اپنے اسی دل سے پوچھیں کہ وہ اندھا کیوں ہے۔ جب اپنی آئی پر آتا ہے تو اپنے تمام پردے چاک کر کے معیار شرم و حیا کو چیلنج کرنے لگتا ہے۔ لہذا میری عزیز بہنو! ایسے اندھے کا کیا بھروسہ کہ کب اس کے پیچھے چلتے چلتے ٹھوکر لگ جائے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس پر تکیہ کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

کیا ہی اچھا ہو کہ بہنیں اپنے حقوق زوجگی کو پوری طرح ادا کریں۔ اور بجائے کسی معاملے کو سلجھانے کے الجھاتی رہیں۔ الغرض خاص طور پر ہر بیوی کو ہر الجھاؤ کی بات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ الجھاؤ بالآخر وبال جان بن جاتے ہیں۔ صرف اپنے لئے ہی نہیں بلکہ ہر شوہر کے لئے اپنے بال بچوں کیلئے بھی جبکہ وہ اپنے والدین کے اطوار سیکھیں گے یقیناً آپ ان کے جوان ہونے تک ان کی کسی ایسی بات کو برداشت نہ کر سکیں گی۔ یہ ایک فطری چیز ہے...

حج کے متعلق تاثرات

جناب عبدالعزیز خان صاحب پروپرائٹر عزیز ہوٹل ملتان

از جدّہ - ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۳ء

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب -
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

براہ نوازش مفصلہ ذیل مضمون اپنے قارئین کے اضافہ معلومات کے لئے درج اخبار فرما کر مشکور فرما دیں -

اس سال بھی حکومت پاکستان نے بہت تھوڑی تعداد میں حج کے لئے پرمٹ دیئے البتہ حاجیوں کے مفاد میں جو حج نوٹ جاری کئے اس سے انہیں فائدہ رہا - کیونکہ -/۱۰۰ کے حج نوٹ کے بدلہ میں یہاں پر -/۱۰۴ ریال ملے (ریال ایک روپے کے برابر ہوتا ہے)

موسم اچھا ہونے کی وجہ سے سمندر میں تلاطم کم رہا - جہاز میں کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوئی - جہاز میں غذا بھی اچھی ملتی رہی - جدّہ پہنچنے پر حکومت سعودیہ کا انتظام حجاج کے لئے بہت عمدہ پایا - حجاج کے لئے وسیع ہوا دار شیڈ اور کمرے بنے ہوئے تھے نہانے دھونے کے لئے فری پانی بہ افراط روشنی و صفائی کا انتظام بھی اچھا تھا - مختلف ممالک سے جب حجاج جہازوں سے اترتے ہیں، یا سوار ہونے لگتے ہیں تو جدہ میں آرام کر لیتے ہیں - مصری، جاوی، سوڈانی، پاکستانی ہندوستانی وغیرہ وغیرہ سب یکجا ہوتے ہیں ایک روز آرام کرنے کے بعد بذریعہ موٹر حجاج کو باری باری سے مکہ بھیجا جاتا ہے جدّہ سے مکہ تک جرنیلی سڑک ہے جو پختہ تک کی بنی ہوئی ہے - سفر بوجہ گرمی عموماً رات کو ہی کیا جاتا ہے، مکہ کے قریب چند میل میں نئے درخت سڑک کے دونوں طرف لگا دیئے گئے ہیں جو امید ہے کہ دو تین سال میں خوب سایہ دار ہو جائیں گے - مکہ پہنچنے پر معلمین کا سلوک حجاج سے نہایت ہی اچھا پایا، رہائش پانی وغیرہ کا انتظام انہوں نے ہمارے لئے پہلے ہی کر رکھا تھا -

جہاز میں یلملم کے مقام سے جو لوگ عمرہ کا احرام باندھتے ہیں ان کو مکہ پہنچتے ہی معلمین خانہ کعبہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کرا دیتے ہیں - اس لئے شرعاً احرام اتار دیا جاتا ہے اور نہا دھو کر سفر کی تکان اتر جاتی ہے مسجد الحرام اس قدر وسیع ہے کہ اس میں تقریباً ایک لاکھ آدمی بیک وقت بہ آسانی نماز ادا کر سکتا ہے - مسجد میں نہایت قیمتی قالین بچھے ہوئے ہیں - روشنی، صفائی، پولیس کا انتظام خاطر خواہ ہے - حاجی دن رات بخوبی طواف کرتے رہتے ہیں، ہر نماز باجماعت ایک ہی امام کے پیچھے ہوتی ہے جس میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، غیر مقلد وغیرہ یکجا پڑھتے ہیں، علیحدہ علیحدہ جماعت کرنے کی حکومت کی طرف سے ممانعت ہے، تمام نمازیں اور خطبہ جمعہ بذریعہ لاؤڈ سپیکر پڑھا جاتا ہے - حالانکہ ہمارے پاکستان کے .... بعض علماء اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں حجاج میں مصری، جاوی، سوڈانی لوگوں کی کثرت ہوتی ہے، شامی، ہندوستانی، پاکستانی، افغانی روسی، ترکستانی، ترکی وغیرہ نسبتاً کم ہوتے ہیں - مکہ میں یکدم لاکھوں غیر ملکی آدمیوں کے داخلہ سے حکومت پر بہت بوجھ پڑ جاتا ہے مگر اس کے باوجود حکومت کا انتظام قابل تعریف ہوتا ہے - خصوصاً صفائی کا - مکہ کے بازاروں اور گلیوں میں رات دن صفائی بار بار ہوتی ہے ڈی ڈی ٹی کی موٹریں بازاروں میں ہر وقت دھوئیں کے مرغولے چھوڑتی رہتی ہیں مکھیاں مچھر غائب رہے، سڑکوں پر باقاعدہ موٹروں کے ذریعہ چھڑکاؤ ہوتا رہا - تازہ پھل اور برف بہ آسانی ملتی رہی - حجاز بھر میں موٹروں کی اس قدر کثرت ہے جس کا شمار نہیں، وجہ یہ کہ پٹرول بہت سستا ہے پانچ گیلن پٹرول کا ٹین -/۴ ریال میں ملتا ہے ہر کام میں ہر جگہ موٹریں چلتی ہیں -

حج کے مقام پر جو تقریباً ۹ میل کے فاصلہ پر ہے جاتے ہوئے راستہ میں منی میں ٹھہرنا پڑتا ہے وہاں پر حکومت نے حجاج کے لئے جو گرمی برداشت نہیں کر سکتے اور سفر میں بے ہوش ہو جاتے ہیں - ان کے لئے بہت بڑا ہسپتال کھولا ہوا ہے جس میں تقریباً دو سو ٹب ہیں اور ہر ٹب میں پانی کی ٹونٹی ہے اور برف کے بلاک موجود ہوتے ہیں - اگر کوئی شخص گرمی کی شدت سے بیہوش ہو جائے تو ایمبولینس کار اس کو فوراً اٹھا کر ہسپتال میں لاتی ہے ڈاکٹری ملاحظہ کے بعد بیمار کو فوراً ٹب میں ڈال دیا جاتا ہے - پانی کھول کر ٹب برف کے بلاکوں سے بھر دیئے جاتے ہیں بیمار فوراً ہوش میں آ جاتا ہے - اس سال بمقابلہ پچھلے سالوں کے گرمی کی شدت قدرے کم تھی - منیٰ میں راولپنڈی حج ٹرانسپورٹ کی ایمبولینس کار بھی اچھا کام کرتی رہی - مکہ میں پاکستانی ہسپتال ہے، حج کے موقعہ پر اس کی شاخ منیٰ میں کھول دی جاتی ہے - حکومت سعودیہ نے اپنے جنرل ہسپتال میں، جو حرم شریف کے قریب ہے چند ڈاکٹر ہندوستانی و پاکستانی حجاج کے لئے اردو دان مقرر کئے ہوئے ہیں - حج کے روز عرفات کے میدان میں چار پانچ لاکھ آدمیوں کا ایک ہی وقت میں جاتے ہوئے جس میں ہزاروں موٹریں اور بسیں چل رہی ہوں اس رش میں حکومت کی طرف سے ٹریفک پر کنٹرول قابل تعریف تھا - ہماری نظر میں تو ایک حادثہ بھی نہیں ہوا - جب ٹریفک خراب ہوتی ٹریفک کنسٹیبل حسب ضرورت موٹروں کو روکنے کے لئے ہاتھ کھڑا کرتا - تو ۷ - ۸ قطاریں موٹروں کی چلتی ہوئی یکدم رک جاتیں تو ہر قطار میں تقریباً ڈیڑھ دو سو موٹریں رکی ہوئی نظر پڑتیں ہر موٹر تقریباً ۲۵ سے ۴۵ تک سواریاں لئے ہوئے ہوتی یعنی ایک ہی وقت میں لاکھوں آدمی میدان عرفات میں بذریعہ موٹر پہنچتے رہتے - اور اتنی تعداد میں خالی موٹریں دوسرے قافلہ کو منیٰ میں لانے کے لئے آتی رہیں - علاوہ ازیں کئی لوگ پیدل، گدھوں، گھوڑوں اور اونٹوں پر بھی آتے رہے - اس سے قارئین ٹریفک کنٹرول اور حکومت کے حسن انتظام کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں - موٹریں قام کی تمام نہایت عمدہ سیلف سٹارٹ اور اشارہ پر چلنے والی تھیں - سواریوں کی تعداد جو حکومت کی طرف سے مقرر تھی کوئی ڈرائیور اس سے زاید سواری نہ لیتا تھا خواہ اسے -/۱۰ ریال بھی بخشیش دیا جائے یہ موٹریں تین چار منظور شدہ کمپنیوں کی ہیں جو حج کے ایام میں چلتی ہیں - محمد علی مغربی شرکت عربیہ کی کمپنیاں بہت مشہور ہیں - میدان عرفات میں معلمین نے حجاج کے لئے ہزاروں خیمے لگائے ہوتے تھے اور حکومت نے سڑک پر مفت پانی کی کئی سبیلیں پاس پاس لگائی ہوئی تھیں - ان سبیلوں پر کئی کئی ٹونٹیاں لگی ہوئی تھیں جہاں سے بہت زور سے بکثرت پانی نکل رہا تھا - ایسے میدان میں جس کو حشر کے میدان سے تشبیہ دی جاتی ہے - ....

حکومت کی طرف سے پانی کا اعلیٰ انتظام قابل داد ہے - برف کے بے شمار بلاک میدان عرفات میں موٹروں کے ذریعہ برابر پہنچتے رہے - مخیر اصحاب نے کئی سبیلیں برف کے پانی کی اپنی طرف سے لگائی ہوئی تھیں معلمین نے حجاج کے لئے عرفات میں کھانے کا انتظام اپنی طرف سے کیا ہوا تھا - حکومت کی طرف سے شفا خانے بھی قائم تھے - غرضیکہ حجاج کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی - حج کے خاتمہ سے قبل مسجد میں ظہر و عصر کی نمازیں یکجا پڑھی گئیں - جس میں علاوہ سعودی شہزادگان کے جنرل محمد نجیب آف مصر بھی تھے - عجیب نظارہ تھا شاہ و گدا ایک ہی لباس میں ملبوس تھے - مصری جاوی، سوڈانی، شامی، ایرانی، افغانی ہندوستانی اور پاکستانی، عرب کے بدو وغیرہ شانہ بشانہ خدا تعالیٰ کے حضور میں کھڑے تھے خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس سال بھی حج کا فریضہ بخیر و خوبی ادا ہوا - حجاج منیٰ میں تین روز قیام کرنے کے بعد بخیریت مکہ پہنچے - جو حاجی قبل از وقت آئے ہوئے تھے اور حرم شریف نبویؐ کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے ان کو حکومت

نے اپنے اپنے ملکوں میں واپس جانے کا انتظام کر دیا۔ اور جنھوں نے مدینہ جانا تھا۔ ان کو باری باری بھیجا گیا۔ مکہ سے مدینہ کا سفر بذریعہ موٹر براستہ جدہ ہوتا ہے جو تین سو میل سے کچھ کم ہے سخت دھوپ میں سفر کرنا حکومت کی طرف سے ممنوع ہے یہ سفر عموماً دو رات اور ایک دن میں ہوتا ہے۔ راستہ میں کئی پڑاؤ ہیں جہاں پر کھانے پینے، رہائش و پولیس کا انتظام ہے درمیان میں رابغ ایک بہت بڑا پڑاؤ ہے۔ یہاں پر پڑاؤ کو منزل کہتے ہیں۔ جدہ سے اس بڑے پڑاؤ تک پہنچنے میں ۲۵ - ۳۰ میل تک سڑک ..... پختہ ہو چکی ہے، سڑک کا کام تیزی سے ہو رہا ہے جو امید ہے کہ چند سالوں تک مکمل ہو جاوے گی۔ مکہ سے روانگی کے وقت حجاج تحفہ تحائف خریدتے ہیں کیونکہ یہاں ہر چیز مدینہ سے ارزاں ہوتی ہے۔ مکہ ایک بڑی منڈی ہے مثال کے طور پر بعض اشیاء نرخ ذیل میں درج ہیں جو اُگہ (اوقیہ) کے حساب سے ملتے ہیں۔ اُگہ ہمارے ½ ۵ پاؤ کے برابر ہے اور ریال تقریباً ایک روپے کے برابر۔ ایک ریال کے ۲۲ قرش ہوتے ہیں۔

چینی در ۲۰ قرش یعنی ۲۔ آنے کم ایک روپیہ میں ایک اُگہ یعنی ½ ۵ پاؤ۔

مرچ سیاہ در ۱۶ ریال ۱۱ قرش فی اُگہ۔

الائچی خورد۔ در ۲۱ ریال فی اُگہ

لٹھا۔ ...۱۰ ہزار۔ در ۴۰ ریال فی تھان ۴۲ گز۔

لٹھا۔ ...۴۰۔ در ۴۰ ریال فی تھان ۴۲ گز۔

ململ جاپانی عمدہ درجہ اوّل ۱۵ ریال فی تھان ۲۰ گز۔

ریشمی کپڑا بھی بہت سستا ہے۔

مکہ اور مدینہ میں دودھ اکثر ہالینڈ کا چلتا ہے۔ جو بند ڈبوں میں ہوتا ہے۔ جس میں پانی ملا دیا جاتا ہے، دہی بھی اسی سے تیار ہوتی ہے۔ پاکستان کے پرائیویٹ ڈائری فارم اگر دودھ ٹینوں میں مشین کے ذریعہ بند کر کے بھیجیں تو بہت چلے گا۔ ہالینڈ کے مقابلہ میں ہم نصف قیمت پر دیکر بھی لاکھوں روپے بچا سکتے ہیں۔ جہانگیر آباد ضلع ملتان کا کیٹل فارم خصوصاً اس موقعہ سے بہت فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

حجاج لوگ یہاں سے بہت سامان خریدتے ہیں۔ گھڑیاں، خالص دینی کتب وغیرہ۔ حکومت کے ملازمین کا سلوک حجاج سے بہت اچھا ہے، مگر دوکاندار ہندوستانی اور پاکستانی لوگوں سے ترش روئی سے پیش آتے ہیں۔ اس کے دو وجوہ ہیں۔ ایک تو ایک دوسرے کی زبان سے ناواقفیت دوسرے ہم لوگوں کا ہر چیز میں کمی نرخ کا مطالبہ، جب ایک بار عرب دوکاندار "واحد کلام" کا جملہ استعمال کرتا ہے تو پھر اس سے کم ہرگز نہیں لیتا۔ مگر پاکستانی و ہندوستانی چونکہ ایک بات کے عادی نہیں ہوتے ہیں وہ اور بھی قیمت کم کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ تو عرب دوکاندار جھلا کر ان سے سخت کلامی کرتا ہے جس کو ہم لوگ بہت محسوس کرتے ہیں حالانکہ قصور ہمارا اپنا ہی ہوتا ہے۔ یہاں پر کتابی عربی جاننے والے بھی آسانی سے اُن سے کلام نہیں کر سکتے کیونکہ ان کی زبان کتابی عربی سے بھی مختلف ہوتی ہے مثلاً لفظ "قم" جس کے معنی "کھڑا ہو جا" ہے اس کو وہ "گم" بولتے ہیں۔ "اوقیہ" جس کے معنی سیر وزن ہے، اس کو "اُگہ" بولتے ہیں۔ ایسا ہی "قرش" جو ایک آنہ کے سکہ کے برابر ہوتا ہے اس کو وہ "گرش" بولتے ہیں۔ اسی طرح پر اکثر الفاظ بگڑی ہوئی عربی میں بولتے ہیں۔ جو سمجھ میں نہیں آتے

مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں بعد نماز مغرب مختلف گروہوں میں مختلف ممالک کے علماء حکومت کی اجازت سے عربی۔ اُردو اور جاوی زبانوں میں وعظ کرتے ہیں، مصری علماء داڑھی منڈے وعظ کرتے ہوئے حرم شریف میں دیکھے گئے، مگر ان پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ تبلیغی جماعت کے علماء اردو زبان میں باقاعدہ وعظ کرتے

ارشاداتِ نبوی

جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

قلت کلامی اور دنیا سے بے رغبتی علم و حکمت کا سرچشمہ ہیں

عن ابی ھریرۃ رضؓ وابی خلادؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رایتم العبد یعطی زھداً فی الدنیا وقلۃ منطق فاقتربوا منہ فانہ یلقی الحکمۃ، رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ اور ابی خلاد رضؓ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو ایسے شخص کو پائے کہ جسے دنیا سے بے رغبتی اور قلت کلامی (ایجاز کلام) بخشی گئی ہے تو اس کی صحبت اختیار کر (کیونکہ وہ قابل صحبت ہے) ایسا شخص علم و حکمت کا سرچشمہ ہے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسے عطا ہوا ہے ؎

"ہر کہ آئینہ صافی نشد از زنگِ ہوا ÷ دیدہ اش قابل رخسارۂ حکمت نبود (حافظؒ)

یعنی۔ جو کوئی دنیا کے حرص و ہوا کے زنگ سے صاف آئینہ کی طرح نہ بنا اس کی آنکھ علم و حکمت کا منہ دیکھنے کے قابل ہی نہیں

دور بر آں حکمت شومت زمن ÷ نطق تو شوم است بر اہل زمن (رومیؒ)

یعنی:۔ اپنی منحوس فلسفیانہ لمبی چوڑی گفتگو کو مجھ سے دُور لیجا۔ یہ تیری فلسفیانہ موشگافیاں دنیا کے لئے نحوست کا سامان ہیں۔

اکثر خدا رسیدہ لوگ مستور الحال ہوتے ہیں

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربّ اشعث اغبر مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرّہ رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ ایضاً۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اکثر پراگندہ بال غبار آلودہ (رہروان طریق عشق) لوگوں پر اُمرا کے دروازے (نفرت و حقارت سے) بند کئے جاتے ہیں (وہ نہیں جانتے) کہ اگر یہ عاشقان سرمدی کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ تعالےٰ ان کی قسم کو سچا کر دکھاتا ہے ؎

در کوئے عشق شوکت و شاہی نمے خرند ÷ اقرار بندگی کن و دعوئے چاکری

آنکس کہ افتادہ خدا اش گرفت دست ÷ پس بر تو باد تا غم افتادگاں خوری (حافظؒ)

یعنی۔ بازار عشق و محبت میں عاشقان الہیٰ شوکت شاہی کے خریدار نہیں ہوتے (وہ تو سرفروشی کی جنس دیکر وصل و قرب کا سودا کرتے ہیں) پس یہاں بندگی و بیچارگی کا اقرار کر اور سر تسلیم جھکا دے۔

تو نے نہیں دیکھا (جس نے بھی عاجزی سے اللہ تعالےٰ کے آگے سر جھکایا وہ) نصرت پا گیا اور اس کی دستگیری نے اس گرنے ہوئے کو سنبھال لیا تجھے بھی چاہیئے کہ تو متخلق باخلاق اللہ ہو جائے اور ان سجدہ ریز دل کی غمخواری کر تاکہ تجھے بھی ان کے فیض صحبت سے کچھ حصہ ملے کیونکہ یہ لوگ کاشانہ نبوی کے بوساطت عاشقان صف اوّل فیض یافتہ ہیں ؎

شیوہ اش شد فدا گشتن ÷ بہر حق ہم ز جاں جدا گشتن

دل نہادن در آنچہ مرضی یار ÷ صبر زیر مجاریئے اقدار (مسیح موعودؑ)

یعنی۔ عاشق صادق کا شیوہ تو یار پر قربان ہو جانا اور معشوق حقیقی کے لیے اپنی جان سے جدا ہونا ہے۔ جو کچھ بھی یار کی مرضی ہو اس پر راضی ہونا اور جاری شدہ قضا و قدر پر صبر کرنا ÷

تحقیقاتی عدالت میں مسٹر مظفر علی شمسی کا بیان

لاہور ۲۰ اکتوبر - لاہور میں ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء کو جو آل مسلم پارٹیز کنونشن ہوا تھا اس کے سیکرٹری سید مظفر علی شمسی نے آج فسادات کی تحقیقات کرنے والی عدالت کو بتایا کہ پاکستان کے سابق وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے قادیانیوں کے بارے میں مطالبات تسلیم نہیں کئے تھے کیونکہ ان کی طرف سے کوئی ایسا اقدام بین الاقوامی حلقوں میں بے اطمینانی پیدا کرنے کا موجب ہوتا۔

سید مظفر علی شمسی، کو مجلس احرار کی درخواست پر عدالت میں طلب کیا گیا۔ مسٹر حسین شہید سہروردی نے آج دو گھنٹے دس منٹ تک سید مظفر علی شمسی پر جرح کی۔ حکومت پنجاب کی طرف سے چوہدری فضل الٰہی نے، میاں ممتاز دولتانہ کی طرف سے چوہدری یعقوب علی خاں نے صدر انجمن ربوہ کی طرف سے چوہدری اسد اللہ خاں نے اور قاضی سراج الدین منیر نے بھی شمسی صاحب پر جرح کی۔

کمیشن ایجنٹ

عدالت کے سوال پر مسٹر شمسی سیکرٹری ادارہ تحفظ حقوق شیعہ نے بتایا "میں تقسیم سے قبل دینا نگر (گورداسپور) کی چاول مارکیٹ میں کمیشن ایجنٹ تھا۔ میری بعض ہندوؤں سے شراکت تھی۔ اور ہماری فرم کچھ انکم ٹیکس بھی ادا کرتی تھی۔ اس فرم کا نام "دیوراج اینڈ برادرز" تھا۔ اور اس کے تین حصہ دار تھے، جن میں سے دو حصہ دار ہندو تھے۔

پیری مریدی

گواہ نے کہا کہ وہ مزار حضرت سبتے شاہ کا سجادہ نشین تھا۔ کاروبار کے علاوہ اس کی کچھ پیری مریدی بھی تھی لیکن مزار کے ساتھ کوئی اراضی ملحق نہ تھی گواہ نے عدالت کے استفسار پر بتایا کہ اس کے مرید کئی ہزار کی تعداد میں تھے اور یہ مرید مزار پر سالانہ عرس کے موقعہ پر نذرانے پیش کیا کرتے تھے۔ مسٹر شمسی نے بتایا "میں پہلے کی طرح اب بھی ذاکر ہوں اور ذاکر کی حیثیت سے کسی جگہ جاؤں تو روپیہ بھی وصول کرتا ہوں" گواہ نے کہا کہ وہ واعظ بھی ہیں۔

جب عدالت کی طرف سے پوچھا گیا کہ تبرا سے کیا مراد ہے۔ تو مسٹر شمسی نے جواب دیا کہ "کسی چیز سے اجتناب کرنے کا نام تبرا ہے۔

اہل بیت اور امام

جب مسٹر شمسی سے پوچھا گیا۔ کہ وہ احادیث جانتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ "میں حدیث کا معمولی علم رکھتا ہوں، اہل بیت سے مراد نبی اکرم کے خاندان سے ہے۔ اور ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو رسول اکرم کی بیویوں میں سے تھیں شامل نہیں"

مسٹر شمسی نے کہا کہ وہ بارہ اماموں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور امام مہدی آخرالزمان کے منتظر ہیں جن پر الہام ہوا کرے گا۔ یہ بارہ امام "معصومین" اور "منصوص من اللہ" ہیں۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت سے قبل بھی موجود تھا۔ رسول اکرم کے افعال و اقوال کا نام "سنت" ہے

اقدام

عدالت کے استفسار پر مسٹر شمسی نے کہا کہ اقدام سے مراد کسی جائز حق کا مطالبہ ہے۔ اور ایسے مطالبات منوانے کے لئے آئینی طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔ جب گواہ سے یہ پوچھا گیا کہ کسی مطالبہ کو منوانے کے لئے آئینی طریقہ کونسا ہوتا ہے۔ تو گواہ نے جواب دیا "تشدد نہ کرنا اور مطالبہ پر زور دینا۔

سوال:- کیا خواجہ ناظم الدین دیانت داری سے یہ محسوس کرتے تھے۔ کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کے اثر و رسوخ کے بغیر پاکستان کو کسی ملک سے گندم نہیں مل سکتی؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں ایسی گندم لینے سے انکار کر دینا چاہیئے تھا۔ اور پاکستان کے ہزاروں اشخاص کو بھوکوں مرنے دینا چاہیئے تھا؟

جواب:- اگر کسی کا مذہب بیچنے سے ہی یہ گندم حاصل کی جا سکتی تھی۔ تو بہتر ہی تھا۔ کہ اس ملک کے لوگ بھوکوں مر جاتے۔

ایک سوال پر گواہ نے بتایا کہ دینا نگر کی میونسپل حدود میں ان کی تھوڑی سی زمین بھی تھی۔

سوال:- کیا پاکستان میں آپ کو اراضی کی کوئی الاٹمنٹ ہوئی؟

جواب:- جی ہاں! مجھے آٹھ گھماؤں کا آموں کا ایک باغ الاٹ ہوا ہے۔

سوال:- اس باغ سے سالانہ آمدنی کیا ہے؟

جواب:- بارہ یا تیرہ سو روپے۔

گواہ نے یہ بھی بتایا کہ وہ ایک پندرہ روزہ پرچہ "شیعہ" بھی نکال رہے ہیں۔

سوال:- اس سے قبل حضرت مولانا ابوالحسنات نے اس عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا ——— پبلک جلسہ میں یہ اعلان کیا گیا تھا۔ کہ آئندہ جو رضا کار وزیر اعظم اور گورنر جنرل کی کوٹھیوں پر پکٹنگ کریں گے کیا مولانا ابوالحسنات نے یہ درست کہا ہے؟

جواب:- اس بیان کو غلط سمجھنا چاہیئے کیونکہ وہ اس جلسہ میں موجود نہیں تھے جس میں یہ اعلان کیا گیا تھا۔

سوال:- مولانا ابوالحسنات نے اس پبلک جلسہ کی کارروائی کی مزید تفصیلات بھی بیان کی ہیں۔ کیا ان سب کو غلط تصور کیا جائے؟

جواب:- وہ ان چیزوں کا ذکر کر رہے ہوں گے جو انہوں نے سنی تھیں۔ مجھے قطعی طور پر علم ہے کہ وہ اس پبلک جلسہ میں موجود نہیں تھے۔

امام کا درجہ

صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل مسٹر بشیر احمد کی تجویز پر عدالت نے مسٹر شمسی سے پوچھا——— کیا شیعوں کے بارہ اماموں کا درجہ رسول اکرم کے علاوہ باقی تمام نبیوں سے بلند ہے؟

جواب:- جی نہیں نبی اور امام میں فرق ہے۔ امام نبی سے کبھی بلند رتبہ نہیں رکھتا۔ سوائے اس کے کہ وہ خود نبی بن جائے۔

اس سے قبل مسٹر حسین شہید سہروردی کی طویل جرح کے جواب میں مسٹر شمسی نے کہا "میں ۱۳ جولائی کو لاہور میں منعقدہ آل پارٹیز کنونشن میں موجود تھا۔ بلکہ میں اس کا ایک کنوینر بھی تھا۔ کنونشن میں مجلس عمل کی تشکیل ہوئی جس میں مختلف مذہبی تنظیموں کے نمائندے شامل کئے گئے۔ مولانا داؤد غزنوی اس کے جنرل سیکرٹری تھے۔ مولانا ابوالحسنات اور جماعت اسلامی کے مولانا امین احسن اصلاحی علی الترتیب اس کے صدر اور نائب صدر تھے، میں کنونشن کا سیکرٹری تھا"

گواہ نے بتایا "میرا آبائی وطن دینا نگر ضلع گورداسپور ہے۔ جہاں میں شیعہ لیگ کا جنرل سیکرٹری تھا۔ ۱۹۳۹ء سے قبل قادیان میں کوئی شیعہ مجالس نہیں ہوا کرتی تھی۔ اس سال میں نے پہلی دفعہ شیعہ مجالس کی تنظیم کی اور اس کے بعد ہر سال ۱۹۴۷ء تک اس تنظیم کے ماتحت مجالس منعقد ہوا کرتی تھی

سوال:- آپ نے قادیان میں حضرت امام حسین کا چہلم منانے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟

جواب:- کیونکہ مرزا غلام احمد آف قادیان اور بعد میں ان کے خلفاء قادیان کے باہر پبلک جلسوں میں اہل بیت کے متعلق شرمناک باتیں کرتے تھے چنانچہ میں نے یہ ضروری خیال کیا کہ خاص قادیان میں شیعہ مجلس کا انعقاد کروں۔

سوال:- قادیانیوں نے یہ شرمناک باتیں کب کیں؟

جواب:- وہ آریہ سماج سے مناظرہ کرنے کے لئے دینا نگر آیا کرتے تھے۔ مناظروں کے بعد وہ پبلک جلسے منعقد کرتے جن میں وہ کہا کرتے کہ دوسرے مسلمان گمراہ ہیں اور وہی حقیقی اسلام کی ترجمانی اور نمائندگی کرتے ہیں، وہ اہل بیت کے متعلق بھی شرمناک باتیں کرتے تھے۔

مسٹر شہید سہروردی کی جرح کا جواب دیتے ہوئے مسٹر شمسی نے بتایا

"قادیان میں مجلس شیعہ کی طرف سے غیر منقسم ہندوستان کے تمام شیعہ علماء کو دعوت نامے بھیجے جاتے تھے دو مواقع پر مسٹر مظفر علی شمسی قزلباش نے بھی مجلس کی صدارت کی۔ لاہور کارپوریشن کے میئر سید ہادی علی شاہ نے بھی ایک اجلاس کی صدارت کی بعض اور معتقد شیعہ بھی مجلس میں شامل ہوئے اور انھوں نے مجالس کی صدارت کی"۔

گواہ نے اس امر کی تردید کی کہ وہ کبھی مجلس احرار کے بھی رکن رہے۔ آپ نے بتایا کہ میں شمسی خاندان کا رکن ہوں اور حضرت پیر سبتے شاہ کا پوتا ہوں، تقسیم سے قبل میں دینا نگر میں حضرت پیر سبتے شاہ شمسی کی درگاہ کا سجادہ نشین تھا، اس درگاہ کے ہزاروں مرید ہیں۔ آج سے ۸۰ سال قبل سب سے پہلے میرے والد نے پنجاب میں مجلس چہلم کا آغاز کیا۔

سوال:- ہندوستان کے دوسرے حصوں میں مجالس چہلم کب سے جاری ہیں؟

جواب:- ہندوستان کے دوسرے حصوں میں ایسی مجالس شاہان اودھ کے زمانہ میں بھی ہوا کرتی تھیں۔ دبیر اور انیس نے واجد علی شاہ کے زمانہ میں مرثیے لکھے تھے۔

شیعہ حقوق

جب گواہ نے یہ بتایا کہ وہ ادارہ "تحفظ حقوق شیعہ" کے سیکرٹری ہیں تو عدالت نے پوچھا کہ وہ پاکستان میں شیعوں کے کن حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں اس پر مسٹر شمسی نے کہا:-

"بعض ایسی مذہبی رسوم ہیں جن کا تعلق صرف شیعوں سے ہے اور بلا روک ٹوک ان مذہبی فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں یہ ضروری ہے، کہ حکومت سے بات چیت کے لئے ایک تنظیم موجود ہو"

وزیر اعلیٰ پنجاب سے ملاقات

مسٹر سہروردی کے سوال پر گواہ نے بتایا کہ غالباً ۱۶ اگست کو میں نے ایک وفد کے ہمراہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ سے ملاقات کی، اس وفد میں مولانا داؤد غزنوی، مولانا ابوالحسنات، مولانا مرتضیٰ، محمد خالد سیکشن، مولانا شیخ حسام الدین اور ایک دو اور صاحب بھی شامل تھے، ہم نے احمدیوں کے خلاف ہیں

بعض شکایات پر مشتمل ایک تحریری میمورنڈم پیش کیا۔ ان شکایات کا تعلق پنجاب میں احمدیوں کے ناجائز الاٹمنٹوں، سرکاری دفاتر میں احمدیوں کے جارحانہ رویہ وغیرہ سے تھا۔ اس میمورنڈم میں بعض مطالبات بھی تھے جن کا تعلق مرکز سے تھا۔ مثال کے طور پر قادیانیوں کو اقلیت قرار دینا اور مرکزی کابینہ سے چوہدری ظفراللہ خاں کی علیحدگی، وزیر اعلےٰ نے ارکان وفد کو بتایا کہ ان مطالبات سے ان کا کوئی سروکار نہیں کیونکہ مرکز ہی ان کے بارے میں فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے تاہم انہوں نے صوبہ سے تعلق رکھنے والی شکایات پر غور کرنے کا یقین دلایا۔

گواہ نے بتایا کہ "پنجاب میں احمدیوں کے خلاف کئی جلسے ہوئے جن میں سے انہوں نے بعض میں خود بھی شرکت کی میں کراچی میں بھی آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن میں شریک ہوا تھا۔ یہ کنونشن ۱۶ر ۱۷ر اور ۱۸ر جنوری کو حاجی مولا بخش ایم۔ ایل۔ اے کے مکان پر ہوا تھا اور اس میں تقریباً تین سو علماء نے شرکت کی تھی۔ حاجی مولا بخش کے مکان میں کنونشن منعقد کرنے کی وجہ یہ تھی کہ چیف کمشنر کراچی نے پبلک جلسوں پر پابندی عائد کر دی تھی۔ اس کنونشن میں قرارداد کا مسودہ تیار کرنے کے لئے ایک کمیٹی قائم کی گئی، میں اس سب کمیٹی کا ایک رکن تھا، سب کمیٹی کے دوسرے ارکان کے نام یہ تھے:۔

جماعت اسلامی کے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مولانا احتشام الحق، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا حافظ کفایت حسین، مولانا داؤد غزنوی، مشرقی بنگال کے مولانا شمس الحق اور پیر آف سرسینہ شریف، مولانا محمد یوسف کلکتوی، مشرقی بنگال کے مولانا اطہر علی اور ماسٹر تاج الدین انصاری۔

مولانا مودودی کی تجویز

مسٹر شمسی نے کہا اس سب کمیٹی کا پہلا اور آخری اجلاس حاجی مولا بخش کی زیر صدارت ۱۷، اور ۱۸ر جنوری کی رات کو ساڑھے سات بجے منعقد ہوا جس میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے یہ فرمایا کہ بی پی سی رپورٹ میں ترمیم پر اتفاق ہو گیا ہے لہٰذا احمدیوں سے متعلقہ مسئلہ بھی علماء کے سپرد کر دیا جائے تاکہ اسے بھی ترامیم میں شامل کر لیا جائے۔ لیکن سب کمیٹی کے ارکان کی اکثریت اس تجویز کے خلاف تھی۔ چنانچہ یہ طے پایا گیا کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا نظریہ ۱۸ر جنوری کی صبح کو ہونے والے عام اجلاس میں پیش کر دیا جائے۔ سب کمیٹی نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ وزیر اعظم کو ایک کا نوٹس دیا جائے کیونکہ ان سے مطالبات منوانے کے لئے تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں، عام اجلاس ۱۸ر جنوری کی صبح کو حاجی مولا بخش کے مکان پر منعقد ہوا، اجلاس میں مولانا مودودی کی تجویز کا بھی ذکر آیا لیکن کوئی شخص یہ تجویز ماننے کو تیار نہیں تھا کیونکہ مطالبات میں احمدیوں کے متعلق جو سوال اٹھایا گیا تھا وہ ایک علیحدہ اور بڑا اہم مسئلہ تھا۔ اس کے بعد یہ طے پایا کہ ایک رسمی قرارداد کا مسودہ تیار کر لیا جائے۔ اس لئے قرارداد کو وزیر اعظم کے نام الٹی میٹم کی صورت میں پیش کرنا مقصود تھا۔ میں نے اس قرارداد کو لکھا اور مجھے یہ قرارداد حافظ کفایت حسین، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، ماسٹر تاج الدین انصاری، اور مولانا عبدالحامد بدایونی نے لکھائی۔ یہ قرارداد جلسہ میں متفقہ طور پر منظور کر لی۔

مسٹر شمسی نے بتایا کہ ایک اور سب کمیٹی بھی قائم کی گئی جس کے آٹھ ارکان وہیں منتخب کر لئے گئے اور باقی سات ارکان شام کو منتخب ممبروں نے شامل کرنے تھے۔ شام کو بقیہ سات ارکان کی شمولیت کے وقت میں موجود تھا۔ درحقیقت میں اس سب کمیٹی کے سیکرٹری کی حیثیت سے کام کر رہا تھا کیونکہ سیکرٹری مقرر نہیں کیا گیا تھا۔ سب کمیٹی کا اجلاس بندر روڈ کراچی پر تحریک ختم نبوت کے دفتر میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مولانا مودودی شریک نہیں ہوئے، ان کی نمائندگی امیر جماعت سندھ و کراچی مولانا سلطان احمد نے کی اس سے قبل ایک کھانے پر مولانا مودودی نے شام کو ہونے والے اجلاس میں شرکت سے اظہار معذوری کرتے ہوئے یہ بتا دیا تھا کہ ان کی طرف سے اجلاس میں مولانا سلطان احمد شریک ہوں گے۔

وزیر اعظم سے ملاقات

گواہ نے بتایا سب کمیٹی کے فیصلے کے بموجب ۲۲ر جنوری کو وزیر اعظم سے ملاقات کے لئے ایک وفد کی تشکیل کی گئی۔ اس وفد کا رکن تھا اور دوسرے ارکان، ماسٹر تاج الدین، مولانا اختر علی، مولانا عبدالحامد بدایونی، اور مولانا لال حسین اختر تھے۔ ہم نے وزیر اعظم سے ملاقات کی انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم الٹی میٹم پیش کرنے سے احتراز کریں کیونکہ وہ خود مسلمان ہیں اور دینی زندگی میں مسلمانوں کو کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں وزیر اعظم نے کہا کہ یہ وقت مطالبات پیش کرنے کے لئے مناسب نہیں اس کے علاوہ چونکہ ہم نے ایک ماہ کا نوٹس دیا ہے اس لئے وہ اس عرصہ میں مطالبات پر غور کریں گے ہمیں صورت حال پر غور کرنے کا مشورہ دیا گیا۔

سوال:۔ کیا اس ملاقات میں اجماع امت کے بارے میں بھی کچھ کہا گیا؟

جواب:۔ جی نہیں۔

مسٹر شمسی نے جرح کے جواب میں مزید کہا:۔

اس کے بعد میں لاہور واپس آ گیا اور یہاں کئی جلسوں میں شرکت کی۔ وزیر اعظم سے ۱۷ر فروری کو ایک اور ملاقات ہوئی اس موقعہ پر میرے ہمراہ مولانا ابوالحسنات، مولانا اختر علی خاں، ماسٹر تاج الدین انصاری مولانا خادم حسین اور مولانا اختر علی گروپ کے چوہدری شہاب الدین بھی تھے۔

مسٹر شمسی نے بتایا۔ ہم نے وزیر اعظم کو یاد دلایا کہ الٹی میٹم کا وقت گذر رہا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ تحریک سے پوری طرح متفق ہیں، لیکن اگر چوہدری ظفراللہ خان کو کابینہ سے نکال دیا گیا تو امریکہ پاکستان کو گندم دینے سے انکار کر دے گا اور برطانیہ بھی ناراض ہو جائے گا۔

وزیر اعظم نے یہ بھی بتایا کہ انڈونیشی سفیر کی وساطت سے ایک پیغام ملا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ پاکستان سے انڈونیشیا کی معیت کی وجہ یہ ہے کہ چوہدری ظفراللہ خاں مرکزی کابینہ میں ہیں لیکن پاکستان میں چوہدری ظفراللہ خان کے خلاف جو پراپیگنڈا جاری ہے اسے انڈونیشیا پسند نہیں کرتا جب ہم نے وزیر اعظم سے کہا کہ وہ جانتے ہیں کہ پاکستان میں انڈونیشیا کے سفیر بھی احمدی ہیں تو وزیر اعظم نے اس بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا۔

سوال:۔ کیا آپ انڈونیشی سفیر کا نام جانتے ہیں؟

جواب:۔ میں نام نہیں جانتا وہ حال ہی میں فوت پا گئے ہیں۔

جرح کے جواب میں گواہ نے کہا ہم نے خواجہ ناظم الدین سے کہا کہ انڈونیشیا کا مبینہ رویہ صرف قادیانی سفیر کی وجہ سے ہو گا۔ خواجہ ناظم الدین نے یہ بھی کہا کہ جنرل نجیب چوہدری ظفراللہ خاں کو اتنا پسند کرتے ہیں کہ وہ خود چوہدری صاحب کے استقبال کے لئے فضائی اڈہ پر پہنچے تھے۔ ہم نے کہا اس محبت کی وجہ پاکستان سے ان کی محبت ہے اگر پاکستان کا دوسرا شخص وزیر خارجہ ہوتا تو جنرل نجیب اس صورت میں بھی فضائی اڈہ پر آتے۔ وزیر اعظم نے ہمیں انتظار کرنے کا مشورہ دیا انہوں نے یہ بھی بتایا کہ چوہدری ظفراللہ خان کے بارے میں پاکستان کے رویہ پر ہالینڈ میں بھی ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ ہم نے وزیر اعظم سے کہا کہ اس کی وجہ ہالینڈ میں پاکستان کے وزیر مختار سید لال شاہ بخاری ہوں گے جنہیں چوہدری ظفراللہ خاں نے اس وقت ہالینڈ بھیجا جب وہ احمدی بن گئے۔

سوال:۔ آپ کو یہ علم کیسے ہوا کہ سید لال شاہ بخاری احمدی ہو گئے ہیں؟

جواب:۔ مجھے اس کا ذاتی علم تو نہیں لیکن کراچی میں افواہ گرم تھی کہ وہ احمدی ہو گئے ہیں۔

انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل مسٹر بشیر احمد نے عدالت سے درخواست کی کہ وہ گواہ کو متنبہ کر دے کہ وہ حلفی بیان دے رہے ہیں لہٰذا انہیں عدالت میں وہی بات کہنی چاہیئے جس کا انہیں ذاتی علم ہو۔

گواہ نے جرح پر بتایا:۔ آخر میں وزیر اعظم نے کہا کہ وہ مطالبات منظور نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو بین الاقوامی حلقوں میں بے اطمینانی پیدا ہو گی۔ انہوں نے مولانا ابوالحسنات سے مزید بات چیت کے لئے کراچی آنے کو کہا ہے۔ چنانچہ وزیر اعظم کی درخواست پر ماسٹر تاج الدین، مولانا ابوالحسنات اور میں ۲۰ر فروری کی رات کو کراچی روانہ ہوئے۔ کراچی میں مولانا عبدالحامد بدایونی ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔

وزیر اعظم سے نئی ملاقات

گواہ نے بتایا "ہم نے ۲۲ر فروری کو وزیر اعظم سے پھر ملاقات کی۔ وزیر اعظم نے سردار عبدالرب نشتر کو بھی بات چیت میں شرکت کے لئے بلایا ہم نے پھر مطالبات پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر مطالبات مان لئے گئے تو ہم کیا کریں گے ہم نے جواب دیا کہ ہم ان کا شکریہ ادا کریں گے اور ان کی درازی عمر کے لئے دعا کریں گے۔ ہم نے کہا کہ یہ ایک اسلامی حکومت ہے اور یہ اللہ اور رسول کے نام پر حاصل کردہ وطن کی بنیاد پر قائم ہوئی ہے ہم نے پھر ان سے مطالبات منظور کرنے کے لئے اپیل کی انہوں نے جواب دیا کہ وہ معذور ہیں اور مطالبات منظور نہیں کر سکتے ہم نے کہا کہ آئندہ آئین میں احمدیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم یہ مطالبات دستور ساز اسمبلی میں پیش کریں گے۔ ہم نے کہا کہ پارٹی لیڈر وہ ہیں اس لئے دستور ساز اسمبلی میں یہ مطالبہ پیش کرنا ان کا فرض ہے، آخر میں انہوں نے پھر مطالبات منظور کرنے سے معذوری ظاہر کی، اور کہا کہ اگر انہوں نے یہ مطالبات منظور کر لئے، تو امریکہ پاکستان کو گندم کا ایک دانہ بھی نہیں دے گا وزیر اعظم نے ۲۴ر فروری کو پھر مجھے بلایا اور انہوں نے کہا کہ قرارداد مقاصد کی منظوری اور علماء بورڈ کی تشکیل کی ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے، یہ چار مطالبات قرارداد مقاصد کا نتیجہ ہیں۔ ۔۔۔۔۔۔

اس کے علاوہ وہ ہمیں ملا کہ کہ ہماری توہین کر رہے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ وہ کب سے شیعوں کے محافظ بنے ہیں۔

سوال:۔ کیا آپ ایران کے علاقوں کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟

جواب:۔ ایران میں ملاؤں کے کئی دور آئے جرح پر مسٹر شمسی نے بتایا۔ "مجھے خواجہ ناظم الدین نے کہا تھا کہ میں تحریک سے علیحدہ ہو جاؤں۔ اس پر میں نے کہا کہ شیعہ ہونے کی حیثیت میں ختم نبوت کا عقیدہ مجھے دوسرے مسلمانوں سے کہیں زیادہ عزیز ہے۔ اور اگر میں اس عقیدہ سے دستبردار ہو جاؤں تو میں مسلمان ہی نہیں رہ سکتا خواجہ ناظم الدین نے کہا۔ کہ اگر میں تحریک سے علیحدگی کا اعلان کر دوں تو وہ شیعوں کے حقوق کی حفاظت کریں گے خواجہ صاحب نے یہ بھی بتایا کہ وہ اپنی کابینہ میں ایک شیعہ وزیر بھی لینے کے خواہاں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کسی نام کی سفارش کی۔ اس پر میں نے مسٹر جمیل حسین رضوی کا نام تجویز کیا۔ خواجہ ناظم الدین نے پھر کہا۔ اگر میں تحریک سے علیحدگی کا اعلان کر دوں تو وہ شیعوں کے مطالبات منظور کر لیں گے۔ میں نے جواب دیا کہ ختم نبوت کے مسئلہ پر میں دوسرے مسلمانوں کی جوتیاں اٹھانا تو گوارا کر لوں گا لیکن میں اس عقیدہ سے دستبردار نہیں ہوں گا۔ خواہ مجھے کتنی ہی مشکلات کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔ میں نے خواجہ ناظم الدین سے کہا۔ کہ وہ علماء کو پھر بلائیں اور ان کے سامنے اپنی بیچارگی کی وضاحت کر دیں علماء پاکستان میں "شر" کی بجائے "خیر" چاہتے ہیں چنانچہ خواجہ ناظم الدین نے علماء کو بلانے کا وعدہ کیا۔

رضاکار بھیجنے کا فیصلہ

مسٹر شمسی نے بتایا۔ کہ کنونشن کی مقرر کردہ سب کمیٹی کے پندرہ ارکان کا اجلاس ۲۶ر تاریخ کی صبح کو منعقد ہوا۔ سب کمیٹی کا دوسرا اجلاس ۲ بجے ہوا۔ دوپہر کے اجلاس میں یہ طے پایا کہ پانچ پانچ رضاکاروں کے مطالبات کے نشان اٹھائے کم آبادی والے علاقوں کے راستے گورنر جنرل اور وزیر اعظم کی کوٹھیوں کا رخ کریں۔ صبح کے اجلاس میں جماعت اسلامی کی طرف سے مولانا سلطان احمد نے شرکت کی جنہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ رضاکار کراچی کے پُر رونق بازاروں میں سے گذریں۔ لیکن یہ تجویز منظور نہ کی گئی۔ رات کو ساڑھے آٹھ بجے آرام باغ کراچی میں ایک پبلک جلسہ منعقد ہوا۔ جس کا اہتمام مجلس عمل نے کیا۔ جلسہ کی صدارت مولانا ابوالحسنات نے کرنا تھی۔ لیکن ہم نے مولانا کو کہا۔ کہ وہ جلسہ میں شریک نہ ہوں۔ ہم نے یہ محسوس کیا کہ اگر مولانا ابوالحسنات نے جلسہ میں ہمارے فیصلوں کا اعلان کر دیا۔ تو عوام مشتعل ہو جائیں گے۔ ہمیں توقع تھی۔ کہ شاید وزیر اعظم سے مزید بات چیت میں کوئی نہ کوئی سمجھوتا ہو جائے۔

سوال:۔ کیا پبلک جلسہ میں یہ اعلان کیا گیا تھا۔ کہ دوسرے دن رضاکاروں کے دستے گورنر جنرل اور وزیر اعظم کی کوٹھیوں پر جائیں گے؟

جواب:۔ جی نہیں۔ اعلان صرف یہ کیا گیا۔ کہ دوسری صبح کو اسی جگہ ایک اور پبلک جلسہ ہوگا جس میں آئندہ پروگرام کا اعلان کیا جائے گا۔

مسٹر سہروردی نے پوچھا۔ کیا اس پبلک جلسہ میں آپ نے اپنے صبح کے فیصلہ کا اعلان کیا تھا؟

جواب:۔ میں نے اس جلسہ میں یہ اعلان کیا تھا۔ کہ ہم مجلس عمل کے جلسہ میں ایک فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کی وضاحت کر دی۔

سوال:۔ کن فیصلوں کا اعلان کیا گیا؟

جواب:۔ اس فیصلہ کا اعلان کیا گیا کہ اگلی صبح سے پانچ پانچ رضاکاروں کے جتھے گورنر جنرل اور وزیر اعظم کے مکانوں کی طرف جائیں گے۔ ہم نے سامعین کو یہ بھی بتایا کہ صاحب صدر نہیں آسکے۔ اس لئے وہ اگلے دن پھر اسی جگہ جمع ہوں۔ جب کہ آئندہ اقدام کا اعلان کیا جائے گا۔ دریں اثناء ہمیں توقع ہے کہ حکومت سے کوئی نہ کوئی مفاہمت ہو جائیگی میں نے لوگوں کو یہ بھی بتایا۔ کہ نگران اعلیٰ مولانا ابوالحسنات ہی کوئی اعلان کرنے کے مجاز ہیں وہ آج موجود نہیں۔ وہ کل جلسہ میں شریک ہو کر آئندہ اقدام کا اعلان کریں گے۔ اس کے بعد مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے تقریر کی۔ جلسہ دعا پر منتشر ہو گیا۔ میں تقریباً ساڑھے تین بجے دفتر ختم نبوت میں پہنچا۔ جہاں پولیس نے آکر مجھے گرفتار کر لیا۔

سوال:۔ کیا آپ نے جلسہ میں تشدد کی بھی تلقین کی تھی؟

جواب:۔ بالکل نہیں۔

چوہدری فضل الٰہی ایڈووکیٹ کی جرح پر گواہ نے اعتراف کیا کہ انہوں نے جلسوں میں یہ کہا کہ مسلمانوں کو اپنی زندگیاں اسی طرح قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے جس طرح انہوں نے کربلا میں قربان کی تھیں۔ اور یہ تحریک ایک جنگ کی حیثیت رکھتی ہے لیکن گواہ نے اس امر کی تردید کی کہ انہوں نے لاہور میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اب اس مسئلہ کو حل کرنا ہوگا خواہ یہ تشدد سے حل ہو یا کسی دوسرے طریقہ سے۔

جب گواہ کو ایک تقریر کی رپورٹ دکھائی گئی جو انہوں نے اس موقعہ پر کی تھی تو گواہ نے کہا کہ یہ رپورٹ درست ہے، لیکن اس تقریر میں جس طرف اشارہ ہے، وہ درست نہیں۔ گواہ نے اعتراف کیا کہ انہوں واقعہ کپ کے بارے میں ملتان میں تقریر کی تھی لیکن گواہ نے کہا کہ تقریر میں مرزا غلام احمد کے بارے میں ان سے جو الفاظ منسوب کئے گئے ہیں وہ درست ہیں۔ (نامکمل)

(نوائے وقت)

(بقیہ صفحہ ۲)

ہے کہ ہمیں دیکھیں کہ کیا قرآن مجید ہمارے دلوں پر حاکم ہے یا اسی طرح پر ہم رسم و رواج میں جکڑے ہوئے ہیں جس طرح پر عام مسلمان جکڑے ہوتے ہیں۔ قرآن تو وہ بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید ان کے قلوب پر حاکم نہیں۔ اگر اسی طرح ہمارے قلوب پر بھی قرآن مجید حاکم نہیں تو ہم نے کوئی امتیاز اپنے اندر پیدا نہیں کیا یہ دو بڑی موٹی باتیں ہیں جو ہمیں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔

خدا کے رستہ میں خرچ کرو

تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے قلوب میں تڑپ ہونی چاہیئے کہ ہم خدا کے راستہ میں خرچ کریں اور محض رسم کے طور پر خرچ نہ کریں۔ آپ کسی برادری میں چلے جائیں اس کے اندر خرچ کرنے کے کوئی نہ کوئی رسم و رواج ہوں گے کہ فلاں فلاں موقعہ پر روپیہ خرچ کیا جائے۔ ان مخصوص مواقع پر وہ بے دریغ روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ اگر اسی طرح ہم نے خیال کر لیا کہ ہماری برادری میں رواج یہ ہے کہ ہم نے تبلیغ کے لئے خرچ کرنا ہے تو ہمارے اندر ابھی یہ امتیاز پیدا نہیں ہوا، محض رسم کے طور پر خرچ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ تمہارے قلوب میں تڑپ ہونی چاہیئے کہ ہم نے اپنی آمدنیوں کا ایک حصہ خدا کے راستہ میں خرچ کرنا ہے۔ اور اس کے لئے بھی خود موقعہ تلاش کرنا چاہیئے کہ کس طرح ہمارے مال کا کچھ حصہ خدا کی راہ میں نکلتا رہے

دو گروہ خدا کے راستہ میں خرچ کریں

اس جنگ کے زمانہ میں بیشمار لوگ مالی مشکلات میں مبتلا ہیں اور بہت سے ایسے بھی ہیں جو خوب کماتے ہیں ایک گروہ ہے زمینداروں کا اور ایک گروہ ہے تاجروں کا اور ان تاجروں میں ٹھیکیدار بھی شامل ہیں یہ لوگ خوب روپیہ کما رہے ہیں۔ اگر دلوں میں تڑپ موجود ہو تو یہ دو گروہ ہماری جماعت کو اور اعلائے کلمۃ الحق کے مقصد کو تقویت پہنچا سکتے ہیں۔

ہماری جماعت میں امتیاز ہونا چاہیئے

یہ مثال کے طور پر میں نے کہا گو میں کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت میں جہاں نماز اور قرآن پڑھنے میں ایک امتیاز ہونا چاہیئے۔ اسی طرح ان میں یہ امتیاز ہونا چاہیئے کہ اگر خدا نے تھوڑا دیا ہے تو بھی ہم خدا کے راستہ میں خرچ کریں اور اگر زیادہ دیا ہے تو ہم اس کے راستہ میں زیادہ خرچ کریں ان تینوں باتوں کو یاد رکھئے۔

اعمال کا امتیاز و رہنمائی

یہ مثال کے طور پر میں نے بیان کی ہیں انہیں پیش نظر رکھئے کہ وہ قوم جس کی رہنمائی کے لئے آپ کھڑے ہوتے ہیں اگر آپ میں ان کے مقابل اعمال میں امتیاز پیدا ہو گیا ہے تو پھر آپ رہنمائی کے قابل ہیں اور اگر نہیں تو پھر ظاہر طور پر اپنے آپ کو ممتاز خیال کرنا کچھ نہیں ہے ہر ایک شخص تم میں سے اعمال کی اصلاح میں لگ جائے۔

خدا کے انتخاب کو باطل نہ کرو

صرف دعا سے بھی کام نہیں چلتا ہم میں جب تک دیوانہ وار ایک جد وجہد پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک وہ امتیاز حاصل نہیں ہو سکتا، اگر تم وہ حقیقی امتیاز پیدا کر لو جس کی طرف میں نے ابھی توجہ دلائی ہے تو تم اس صورت میں مسلمانوں کی اصلاح کر سکتے ہو۔ اس وقت تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے چن لیا ہے، اب خدا کے انتخاب کو باطل نہ کرو۔ قرآن کی حکومت کے سامنے اپنے قلوب کو جھکا دو۔ اور اپنے اعمال کو قرآن مجید کے مطابق کرو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس کام میں برکت ڈال دے۔

سیکرٹری صاحبان توجہ فرمائیں

حضرت صاحب صدر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ارشاد ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن ابتدائی نماز سے قبل احباب ہر مقام پر آنہ فنڈ جمع کرنے کا حسب سابق انتظام ہو۔ مبلغین حضرات اپنے اپنے حلقہ میں فنڈ کی ادائیگی کے متعلق احباب کو توجہ دلائیں۔

ابتدا میں جب حضرت امیر قوم مرحوم و مغفور نے اس فنڈ کی تحریک فرمائی تھی تو مرکز سے صندوقچیاں جماعتہائے میں بھیجی گئی تھیں جو اکثر مقامات میں دوستوں کے پاس ہونگی اگر کسی جگہ یہ نہ ہوں تو لکڑی کی چھوٹی صندوقچی وہاں کے دوست بنوا لیں۔ تحصیلیں حضرات سیکرٹری صاحبان اور جماعت کے دوسرے احباب باقاعدگی سے چندہ ماہوار مرکزی دفتر میں ارسال فرمائیں اور آنہ فنڈ کی جمع شدہ رقم ہمراہ ساتھ ہی ساتھ بھجوایا کریں۔

احمد حسن اسسٹنٹ افسر تحصیل

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

تحقیقاتی عدالت میں جماعت اسلامی کے

میاں طفیل احمد کا بیان

لاہور ۱۴؍ اکتوبر۔ جماعت اسلامی کے سابق جنرل سیکرٹری میاں طفیل احمد نے آج تحقیقاتی عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ ان کی آئیڈیالوجی کے مطابق توقع ہے کہ پاکستان کے غیر مسلم مسٹر نہرو سے زیادہ پاکستان کے وفادار ہوں گے، جب عدالت نے اس دعوے کی وجہ دریافت کی تو میاں طفیل احمد نے کہا "کیونکہ غیر مسلموں سے ہمارا سلوک فراخدلانہ ہوگا۔

عدالت کے مزید استفسار پر جماعت اسلامی کے لیڈر نے یہ رائے ظاہر کی کہ غیر مسلم پاکستان میں مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل کرنے کی بجائے یہاں اپنے ساتھ فراخدلانہ سلوک کو ترجیح دیں گے، یہ رائے گواہ نے عدالت کے اس سوال کے جواب میں ظاہر کی کہ کیا غیر مسلم ایک ماڈرن مملکت میں مسلمانوں کے مساوی حقوق شہریت کو ترجیح دیں گے یا وہ فراخدلانہ سلوک کو پسند کریں گے۔

آج عدالت کی جرح سے قبل صدر انجمن ربوہ اور مجلس احرار کے وکلاء نے گواہ میاں طفیل احمد پر جرح کی۔ گواہ نے بتایا "میں لاگریجویٹ ہوں اور کپورتھلہ میں ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۳ء تک پریکٹس کرتا رہا ہوں مجھے جماعت کی طرف سے گزارہ الاؤنس کے طور پر دوسو بیس ۲۲۰ روپے ماہوار ملتے ہیں رہائش کے لئے بھی مجھے کچھ ادا نہیں کرنا پڑتا۔

مذہبی مطالبات

میاں طفیل احمد نے کہا، "جہاں تک جماعت کا تعلق ہے وہ قادیانیوں کے بارے میں تینوں مطالبات کو محض اپنے مذہبی نظریات پر مبنی خیال کرتے ہیں"۔

عدالت کے ایک سوال کے جواب میں گواہ نے کہا "مجھے اہل قرآن کے مذہبی نظریات کا علم نہیں لیکن اگر وہ سنت نبوی اور حدیث پر ایمان نہیں رکھتے تو میں انہیں مسلمان نہیں کہوں گا"۔

گواہ نے کہا "میں نے چکڑالویوں کے بارے میں بھی سنا ہے، لیکن میں ان کے اصولوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ گواہ نے کہا پاکستان میں احمدیوں کی تعداد چالیس ہزار کے لگ بھگ ہے۔

سوال:۔ فرض کیجئے کہ پاکستان میں اہل قرآن کی بھی تعداد بہت زیادہ ہو کیا اس صورت میں آپ اسے اپنا مذہبی فریضہ تصور کریں گے کہ ان کے بارے میں بھی آپ وہی مطالبات کریں جو آپ احمدیوں کے بارے میں کر رہے ہیں۔

جواب:۔ اگر وہ بھی احمدیوں کی طرح متشدد ہوں اور پاکستان میں علیحدہ مملکت قائم کرنا چاہیں تو ہم ان کے خلاف بھی وہی مطالبات کریں گے۔

سوال:۔ اگر احمدی جارحانہ۔ متشددانہ رویہ ترک کر دیں اور پاکستان میں علیحدہ مملکت قائم کرنے کی کوشش (اگر واقعی ہو) چھوڑ دیں تو کیا آپ اس صورت میں بھی انہیں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کریں گے۔

جواب:۔ جی ہاں۔ جب تک وہ عقیدہ ختم نبوت پر ہمارے ساتھ متفق نہیں ہو جاتے ہم ان کے ساتھ ذمیوں کا سا سلوک کریں گے انہیں ذمیوں کے حقوق دیں گے اور اسلامی قانون کے تحت ذمیوں کے سب فرائض کا انہیں پابند بنائیں گے۔

عدالت کے ایک سوال کے جواب میں گواہ نے کہا "میں ذمیوں کو یہ اجازت دوں گا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہوں، زرہ پہنیں، مسلمانوں کے سے کپڑے زیب تن کریں اور انکی خواتین مسلم خواتین سے ملیں، انہوں نے کہا کہ ذمیوں سے "زنار" پہننے کو نہیں کہا جائے گا، گواہ کی توجہ کتاب "ہدایہ" کے صفحات ۲۱۹/ ۲۲ پر مبذول کرائی گئی۔ ان صفحات میں کہا گیا ہے کہ امام کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ذمیوں پر مذکورہ بالا پابندیاں عائد کرے۔

جب گواہ سے پوچھا گیا کہ آیا وہ ہدایہ میں بیان کردہ مذکورہ بالا چیزوں سے متفق ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ انہوں نے فقہ نہیں پڑھی لہٰذا وہ اس بارے میں کوئی رائے ظاہر نہیں کر سکتے تاہم گواہ نے کہا "ہدایہ" میں جن پابندیوں کا ذکر ہے ان کا اطلاق بعض خاص حالات میں ہونا تھا، یہ حالات جہاں کہیں ہوں وہاں ان پابندیوں کا بھی اطلاق ہوگا۔ امام مجلس شوریٰ کے مشورہ سے ان پابندیوں میں ردوبدل بھی کر سکتا ہے"۔

ذمی اور کلیدی آسامیاں

گواہ نے کہا:۔ "تمام غیر مسلم ذمی ہوں گے اور انہیں کلیدی آسامیوں پر فائز نہیں کیا جائیگا کلیدی آسامیوں سے مراد ایسی آسامیاں ہیں جن کا پالیسی کی ترتیب و تدوین میں دخل ہو۔ میری رائے میں جن آسامیوں کا تعلق پالیسی پر عمل کرانے سے ہو انہیں کلیدی آسامیاں قرار دیا جا سکتا ہے"۔

جب گواہ سے یہ پوچھا گیا کہ کلیدی آسامیوں اور اہم آسامیوں میں کیا فرق ہے تو آپ نے جواب دیا کہ تمام اہم آسامیوں کا کلیدی آسامیاں ہونا ضروری نہیں گواہ چوہدری ظفر اللہ خاں کے سوا کسی ایسے احمدی کا نام نہ بتا سکا جو احمدیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹانے کا مطالبہ شروع ہوتے وقت پاکستان میں کسی ایسی آسامی پر متعین ہو۔

سوال:۔ کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ آیا کسی آسامی پر کوئی احمدی واقعی متعین تھا؟

جواب:۔ وزیر خارجہ کے سوا کسی ایسی آسامی کا نام نہیں لے سکتا۔

سوال:۔ پھر آپ نے اپنے مطالبات میں تیسرا مطالبہ کیوں شامل کیا جبکہ اس کا تعلق چودھری ظفر اللہ خاں سے نہیں ہے؟

جواب:۔ کیونکہ یہ مطالبہ چودھری محمد ظفر اللہ خاں کے متعلق پہلے اور اہم ترین مطالبہ کا قدرتی نتیجہ تھا۔

سوال:۔ اگر آپ کا مطالبہ تسلیم کر لیا جائے تو کیا آپ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا کہ غیر مسلموں کی رعایا تیس کروڑ مسلمانوں ان مملکتوں میں کوئی کلیدی آسامی نہ دی جائے۔

جواب:۔ ہمیں اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ گواہ نے کہا کہ مسلمان محب وطن ہو سکتا ہے۔ گواہ سے پوچھا گیا کہ آیا یہ صرف خاص طور پر جماعت اسلامی کی آئیڈیالوجی ہے یا اسے تمام مسلمان بھی قبول کرتے ہیں۔ گواہ نے جواب دیا: "یہ خالصتہً اسلامی آئیڈیالوجی ہے۔ جس کا درس نبی اکرم اور ان کے خلفاء نے دیا اور پھر خود اس پر عمل بھی کیا۔ میاں طفیل احمد نے کہا کہ علمائے ہند اصولی طور پر اس آئیڈیالوجی سے متفق تھے لیکن وہ اسے ہندوستان میں قابل عمل نہیں سمجھتے تھے۔

سوال:۔ کیا انہوں نے یہ نہیں کہا کہ مسلمان ہندوستان کی وفادار رعایا ہو سکتے ہیں۔

جواب:۔ ممکن ہے انہوں نے یہ کہا ہو۔ لیکن مجھے اس کا علم نہیں۔

گواہ نے اعتراف کیا کہ ہندوستانی علماء نیشنلزم پر یقین رکھتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مذہب پر قوم کو مقدم تصور کرتے ہیں۔ گواہ کو یہ علم نہیں تھا کہ آیا اس نظریہ کا اظہار مصر اور دوسرے مسلم ممالک کے علماء نے بھی کیا ہے یا نہیں۔ گواہ نے بتایا کہ چین میں تقریباً چار یا پانچ کروڑ مسلمان ہیں لیکن انہوں نے روس میں رہنے والے مسلمانوں کی تعداد کے بارے میں اظہار لاعلمی کیا۔ گواہ نے بتایا کہ ہندوستان میں بھی جماعت اسلامی موجود ہے جس کی آئیڈیالوجی وہی ہے جو پاکستان میں جماعت اسلامی کی ہے۔

اسلامی قانون جنگ

گواہ نے کہا: "اسلامی قانون میں بھی جنگ کا قانون موجود ہے اور اگر یہ قانون بین الاقوامی قانون سے متصادم ہو جائے تو میں اسلامی قانون پر عمل کروں گا"۔

گواہ سے پوچھا گیا۔ کہ اگر ایک غیر اسلامی
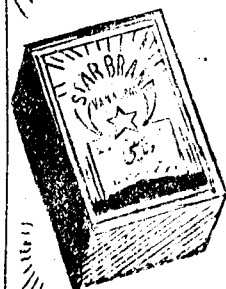
جماعت اسلامی کے میاں طفیل احمد کا بیان

—(بقیہ از صفحہ)—

مملکت کی فوجیں جنگی قیدی گرفتار کر لیں تو ان قیدیوں کی حیثیت کیا ہوگی۔ گواہ نے باقاعدہ مطالعہ کے بغیر اس سوال کا جواب دینے سے اظہار معذوری کیا۔

سوال:۔ فاتح اسلامی ملک مسلمان جنگی قیدیوں سے کیا سلوک کرتے چلے آئے ہیں

جواب:۔ میں نے دسویں جماعت تک تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اس کے بعد میں نے کالج میں سائنس لے لی تھی چنانچہ میں تاریخ کا مطالعہ جاری نہ رکھ سکا لہذا میں اس سوال کا کوئی قطعی جواب نہیں دے سکتا۔

گواہ نے یہ رائے ظاہر کی کہ سعودی عرب افغانستان اور ایران کی مملکتیں جماعت اسلامی کی آئیڈیالوجی پر مبنی نہیں۔ آپ نے کہا کہ کوئی مسلم مملکت بھی اس وقت جماعت کی آئیڈیالوجی پر گامزن ہے۔

سوال:۔ کیا آپ اس ملک میں محض مسلم اکثریت کی بنا پر اسلامی حکومت قائم کرنے کے داعی ہیں؟

جواب:۔ اس کی دو وجوہات ہیں:۔
(۱) مسلم اکثریت اور (۲) ہمارا مذہب اس کا مطالبہ کرتا ہے۔

سوال:۔ فرض کیجئے کسی مملکت میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا تناسب علی الترتیب اکاون اور انچاس (۵۱ ، ۴۹) فیصد ہو کیا ایسی صورت میں بھی آپ اس مملکت میں اپنی طرز کا نظام حکومت نافذ کریں گے جیسا کہ آپ پاکستان میں رائج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

جواب:۔ جی ہاں۔ اگر ان حالات میں اسلامی مملکت کا قیام ممکن ہو تو ہم یقیناً ایسا کریں گے لیکن یہ خیال رکھیں گے کہ ہماری قائم کردہ حکومت مضبوط و مستحکم ہو۔

سوال اس مملکت میں ۴۹ فی صدی غیر مسلموں کی حیثیت ذمیوں کی سی ہوگی۔ کیا یہ لوگ اپنی زندگی کے حالات سے مطمئن ہوں گے؟

جواب:۔ میں نے اس امکانی صورت حال پر غور نہیں کیا۔ کیونکہ ہم سردست ایسی پوزیشن سے دوچار نہیں ہیں۔ گواہ نے بتایا کہ دنیا بھر میں مسلمانوں کی تعداد پچاس کروڑ ہے۔

سوال:۔ اگر مسلمان عالم کی تعداد پچاس کروڑ ہے، اور پاکستان، سعودی عرب، یمن، انڈونیشیا، مصر، ایران، شام، لبنان، شرق اردن، ترکیہ اور ایران میں رہنے والے مسلمانوں کی تعداد بیس کروڑ سے متجاوز نہیں تو کیا آپ کی آئیڈیالوجی کے باعث دنیا کے باقی ماندہ تیس کروڑ مسلمانوں کی حالت سخت ناقابل رحم نہیں ہو جائیگی؟

جواب:۔ میری آئیڈیالوجی ان تیس کروڑ مسلمانوں کی پوزیشن پر اثر انداز نہیں ہوگی۔

سوال:۔ خواہ وہ مذہبی امتیاز و تفریق کے شکار بنائے جائیں اور انہیں عام حقوق شہریت سے محروم کر دیا جائے؟

جواب:۔ جی ہاں۔

گواہ نے کہا کہ قائد اعظم نے ۱۱ اگست ۴۷ء کو دستور ساز اسمبلی میں جو تقریر کی تھی، اس کی رپورٹ انہوں نے پڑھی ہے۔ لیکن گواہ نے اس تقریر کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی۔ — "اس موقعہ پر قائد اعظم صرف یہ بتانا چاہتے تھے۔ کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کو ایک نظر سے دیکھا جائے گا"۔ — گواہ سے کہا گیا کہ وہ اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۳ء کا سول اینڈ ملٹری گزٹ کا مقالہ پڑھ کر بتلائیں کہ آیا یہ ایک مملکت کے نظریات کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ گواہ نے یہ مقالہ پڑھنے کے بعد کہا "اگر مملکت کی بنیاد جماعت کی آئیڈیالوجی پر رکھی جائے، تو پاکستان میں عیسائیوں اور دوسرے غیر مسلموں کو ایسے حقوق نہیں دیئے جا سکتے۔

جہاد کشمیر

اس سے پہلے صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل مسٹر عبدالرحمان کی جرح پر گواہ نے کہا مولانا مودودی نے ایک بیان جاری کیا تھا۔ جس میں انہوں نے جہاد کشمیر کے متعلق ظاہر کردہ اپنے نظریہ کے بارے میں پوزیشن واضح کی تھی — گواہ نے کہا اس مسئلہ پر مولانا شبیر احمد عثمانی اور دوسرے علماء نے مولانا مودودی سے اختلاف کیا تھا، اور انہوں نے مولانا مودودی کو اپنا ہم خیال بنانے کی غرض سے مولانا کے ساتھ خط و کتابت بھی کی تھی، لیکن مولانا مودودی نے جواب میں لکھا تھا کہ ان کے نظریہ کے خلاف جو دلیل پیش کی گئی ہے، وہ انہیں قائل نہیں کر سکی۔

سوال:۔ مولانا مودودی نے ۱۹۳۸ء ۱۹۳۷ء میں اپنی تصنیف "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوئم" میں صفحات ۱۹۹ سے لیکر ۲۱۶ تک اس مسئلہ پر اپنے نظریات کی وضاحت کر دی تھی مسلم لیگ نے سرکاری طور پر سب سے پہلے سنہ ۱۹۴۰ء میں نظریہ پاکستان کو اپنایا ۱۹۴۰ء سے لیکر تقسیم تک مولانا مودودی نے مسلم لیگ کی آئیڈیالوجی کے بارے میں ایک بار ۱۹۴۵ء ۱۹۴۶ء کے انتخابات کے موقعہ پر لب کشائی کی۔

عدالت کے فاضل ججوں نے گواہ کو بتایا مولانا نے آئندہ آئین کے بارے میں جو تین مقالے لکھے ہیں ہم نے ان کا مطالعہ کیا ہے لیکن ان میں مسلمانوں کے لئے مطلوبہ مملکت کے بارے میں کوئی چیز دکھائی نہیں دی جب گواہ سے پوچھا گیا کہ آیا وہ آئین کے بارے میں مولانا مودودی کے نظریات سے متفق ہیں تو گواہ نے کہا آپ ان مضامین کو پڑھ کر اپنی رائے خود قائم کر سکتے ہیں — گواہ نے بتایا کہ "مسلمان اور موجودہ

پیغام صلح مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۳ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳۹

پیغام صلح

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۲۵ر صفر ۱۳۷۳ھ | نمبر

ہمارا سالانہ جلسہ

دوست اور دشمن سب کو اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ موجودہ دَور کی سب سے بڑی روحانی شخصیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں جو آنحضرت صلعم کے عظیم المرتبت خلیفہ ہیں انہوں نے اجتماعی قوت کی اہمیت کو محسوس کر کے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ایک جماعت تیار کی اور سال میں تین دن ایسے مقرر کئے جن میں یہ جماعت ایک جگہ جمع ہو، جیسا کہ حضرت صاحب ارشاد فرماتے ہیں :۔

"چونکہ ہر ایک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اُٹھا کر ملاقات کے لئے آوے لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں جن میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرطِ صحت و فرصت و عدم موانع تاریخ مقررہ پر حاضر ہوسکیں .... اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ ان کو اپنی طرف کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہیگا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اُٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلشانہ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور کفایت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ سفر خرچ کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایہ سفر میسر آجائے گا اور یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا۔"

اس ارشاد میں تین باتیں قابل غور ہیں، پہلے حقائق و معارف سنانے کا شغل جو ایمان اور یقین کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہے دوسرے دعائیں اور توجہ جس سے روحانی قوت پیدا ہو تاکہ خدا تعالےٰ کی کشش اس اجتماع کے قلوب میں پیدا ہو، تیسرے جماعت میں نئے شامل ہونے والے احباب ایک دوسرے کو دیکھ لیں اور رشتۂ اخوت مضبوط ہو۔ یعنی خلاصہ یہ ہوا علم، روحانیت اور اخوت، یہی تین اس سلسلہ حقہ کی خصوصیات ہیں اور انہی کی قوت سے یہ سلسلہ دنیا میں غلبۂ اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے اور اسلام کے لئے ایک نیا دور اور ایک نئی کشور تسخیر کرنا چاہتا ہے۔ وہ دوست جو اس سلسلہ کے افراد ہیں اور صدق دل اور خلوص نیت سے اس میں شامل ہوتے ہیں ان کا فرض ہے کہ ان خصوصیات کو روشن کریں اور دور حاضر کی مادہ پرستیوں میں عرفان اور معرفت کا نور پیدا کریں۔ تاکہ وہ اقوام جو دنیا کی طرف زیادہ راغب ہونے کی وجہ سے جادۂ اعتدال سے بھٹک چکی ہیں اور ان کی وجہ سے تمام دنیا کا دماغی، روحانی اور معاشی توازن بگڑ چکا ہے راہ راست پر آجائیں اور خالق کائنات کے آستانہ پر جھک جائیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قیادت کو تسلیم کر کے موجودہ آشوب اور دکھ سے نجات حاصل کریں۔ لیکن یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس اجتماعی ادارہ کو مضبوط نہ کیا جائے جو جماعت کے اندر علم، معرفت اور اخوت پیدا کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ احباب سلسلہ اپنے امام کے اس حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور اس موقعہ پر سب دوست آنے کی کوشش کریں دسمبر کے اس عشرہ میں جس میں ہمارا سالانہ جلسہ منعقد ہوتا ہے بڑے دنوں کی تعطیلات کی وجہ سے تمام سرکاری دفاتر، سکول اور کالج وغیرہ بند ہوتے ہیں اور ریلوے کے واپسی رعایتی ٹکٹ بھی ایک لمبے عرصے کے لئے مل جاتے ہیں۔ یعنی قریباً وہ تمام سہولتیں میسر ہوتی ہیں، جو کہ اس زمانہ میں ایک اجتماع کو کامیاب بنا سکتی ہیں سو جبکہ یہ سہولتیں بھی مہیا ہیں اور اس اجتماع سے ہمارے کام اور ہمارے مقصد کو ایک بہت بڑی تقویت بھی پہنچتی ہے تو نہایت ضروری ہے کہ ہر احمدی اس جلسہ میں شریک ہو اور نہ صرف خود شریک ہو بلکہ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو بھی لانے کی کوشش کرے اور اس کو کامیاب بنانے کے لئے ابھی سے جماعت کے تمام حلقوں میں ایک حرکت پیدا ہو جانی چاہیئے اور ہماری جماعت کے ہر بچے سے لیکر بوڑھے تک کو شامل ہونے کی کوشش کرنا چاہیئے، تاکہ دنیا میں ہماری جماعت زندہ رہے اور وہ بلند مقاصد زندہ رہیں جو اس جماعت سے وابستہ ہیں۔ ابھی دو ماہ باقی ہیں اگر ہم سب مل کر کوشش کریں تو اس اجتماع کو نہایت اعلیٰ پیمانے پر کامیاب بنایا جاسکتا ہے اور اس کے لئے کوئی بڑی جد و جہد کی ضرورت بھی نہیں ہے خدا تعالےٰ ہم سب کو اپنے فرائض کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اور حضرت امام عصر حاضر کے ارشادات کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی سعادت بخشے،

آمین

سانحہ ارتحال

(۱) نہایت افسوس کے ساتھ مطلع کیا جاتا ہے کہ بھیرہ میں میاں امام الدین صاحب پنشنر مورخہ ۱۳ ماہ اکتوبر کو رات کے بارہ بجے کے قریب اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے راہی ملک عدم ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم حضرت مسیح موعود کے دست مبارک پر ۱۹۰۰ کے قریب بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے تھے آپ سلسلہ کے مخلص خادم تھے پیغام صلح آخری دم تک منگاتے اور پڑھتے رہے اور سلسلہ کے ہر کام میں خاص دلچسپی لیتے تھے آپ سروے آف انڈیا میں ملازم تھے اور ۱۹۳۱ء میں سب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ ریٹائرڈ ہو کر بھیرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور یہیں قریباً ۷۷ سال کی عمر پا کر اپنے مولائے حقیقی کو پیارے ہو گئے۔ مرحوم نہایت نیک خصلت۔ ہمدرد اور خوش خلق واقع ہوئے تھے اور ہر خاص و عام ان سے حسب توفیق مستفیض ہوتے تھے۔ غریبوں کے خاص ہمدرد تھے اور سوالی کو حتی الوسع اپنے در سے خالی نہیں جانے دیتے تھے آپ جس مجلس میں بیٹھتے اس کی رونق کو دوبالا کر دیتے تھے۔

ہمیں اس صدمہ میں میاں بشیر احمد صاحب اور دوسرے افراد خاندان سے گہری ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے احباب سلسلہ سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

(۲) پیغام صلح کا پرچہ شائع ہو چکا تھا کہ یہ خبر موصول ہوئی کہ ہمارے نہایت محترم بزرگ حضرت بابو شکر دین صاحب پنشنر راولپنڈی کا پوتا جو بابو قمر دین صاحب کا لڑکا ہے قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا ہے ہمیں اس صدمہ میں حضرت بابو شکر دین صاحب اور دوسرے افراد خاندان سے گہری ہمدردی ہے

مسلمانوں کیلئے قوّتِ محرکہ

صرف قرآن مجید ہونا چاہیئے

از حضرت امیر رحمتہ اللہ علیہ

الٓمّٓ - ذالک الکتب لاریب فیہ ھدی للمتقین (البقرہ)

سورۃ البقرہ کی پہلی آیت

سورۃ البقرہ جو ویسے شمار میں دوسری سورت ہے لیکن فی الحقیقت یہ قرآن کی پہلی سورت ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے سورہ فاتحہ ہے۔ جو قرآن کریم کا خلاصہ ہونے کے لحاظ سے ایک رنگ میں قرآن مجید کی تمہید ہے۔ یہ آیت جو میں نے ابھی پڑھی ہے یہ سورۃ البقرہ کی پہلی آیت ہے۔ یوں سمجھنا چاہیئے کہ یہ قرآن مجید کی پہلی آیت ہے۔ اس آیت کا مضمون کیا ہے؟ مذہبی کتابوں میں کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں اس جامعیت کے ساتھ اس کتاب کی غرض وغایت کو بیان کر دیا ہو جس طرح قرآن کریم نے اس سب سے پہلی آیت میں اپنی غرض وغایت کو جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔۔۔

ذالک اور کتاب کے معنے

ذالک عربی زبان میں دو طرح استعمال ہوتا ہے ایک تو اشارہ بعید کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ہم اپنی زبان میں "وہ" کہتے ہیں اور دوسرے عظمت کے ظاہر کرنے کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ یہ کتاب تو سامنے تھی ذالک الکتاب میں یہ بتایا کہ یہ عظیم الشان کتاب ہے۔ کتاب کیا چیز ہے؟ کتاب اصل میں لکھنے کو کہتے ہیں۔ کتاب اس تحریر کو کہا جاتا ہے جس میں کسی ایک مضمون کو جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہو، اور اس مضمون کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہو۔ ایک معمولی چٹھی کو بھی کتاب کہہ دیتے ہیں کیونکہ اس میں بھی اس سارے مضمون کو جو آدمی کے دل میں ہوتا ہے سارا بیان کر دیا جاتا ہے، قرآن کریم کی ہر ایک سورت کو بھی کتاب کہتے ہیں، کیونکہ ہر سورۃ میں جامعیت کے ساتھ ایک مضمون کو بیان کر دیا ہے اور سارے قرآن مجید کو بھی کتاب کہتے ہیں۔ فرمایا ذالک الکتاب، جب کتاب کہا تو یہ ضروری تھا کہ بتایا جائے کہ کسی مضمون کو جامعیت کے ساتھ اپنے اندر رکھتی ہے (لاریب فیہ اس میں شک کی نفی ہے یعنی جو کچھ اس کے متعلق کہا جا رہا ہے وہ یقینی اور قطعی ہے کوئی شک نہیں) یہ ھدی للمتقین ہے۔

ہدایت کے معنی

ھدیً مصدر استعمال کیا گیا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ زبان عربی میں کسی کمال کو بیان کرنا ہو تو مصدر استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً کسی کی سخاوت کی تعریف کرنا ہو تو کہیں گے انہ جودٌ کہ وہ سخاوت ہے۔ اور یہاں بجائے ھادٍ کے ھدیً کو استعمال کر کے بتایا ہے کہ اس نے ہدایت کو کمال کو پہنچا دیا ہے، ہدایت کیا چیز ہے۔ ہدایت کے معنی ہیں الرشاد والدلالۃ بلطف الی ما یوصل الی المطلوب۔ یعنی لطف کے ساتھ لے جانا اور رہنمائی کرنا اس کی طرف جو مطلوب یعنی منزل مقصود تک پہنچا دے۔

اس آیت کا حقیقی مفہوم

یہ کتاب راہ دکھانے والی ہے نا قص معنی ہیں صحیح معنی یہ ہیں کہ یہ کتاب متقیوں کو اس رستے پر چلانے والی ہے۔ جو ان کو اصل مقصود تک پہنچا دے یعنی اس مقام تک پہنچا دے جو انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا کہ قرآن مجید کیا چیز ہے؟ ایک کتاب ہے جس میں اس مضمون کو جامع رنگ میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کس راہ پر چل کر اپنی زندگی کے اصل مقصود کو حاصل کر سکتا ہے۔

سورۃ فاتحہ کی ایک آیت

لوگ اھدنا الصراط المستقیم کے معنی کرتے ہوئے بھی بعض وقت غلطی کرتے ہیں۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ ہم کو سیدھا راستہ دکھا بلکہ یہ معنی ہیں کہ ہم کو سیدھے رستہ پر چلا۔ دکھانا صرف ایک حصہ ہے۔ سو یہ کتاب چلانے والی ہے سیدھے راستہ پر۔

قرآن شریف کے نام

قرآن شریف کے بہت سے نام آئے ہیں۔ مثلاً اسکو کتاب بھی کہا گیا ہے ھدی بھی کہا گیا ہے نور بھی کہا گیا ہے۔ ذکر بھی کہا گیا ہے۔ قرآن بھی کہا گیا ہے۔ اور ابھی بہت سے نام ہیں مگر ان ناموں میں دو نام بڑے نمایاں ہیں ایک کتاب اور ایک ھدیٰ یہی دو نام بہت کثرت کے ساتھ آئے ہیں اور پھر اس کے نام ھدی کو یہ خصوصیت دی ہے کہ اس کے ساتھ دوسرے ناموں کو جمع کیا ہے۔ مثلاً کہیں فرمایا ھدی ونور کہیں فرمایا ھدی وشفاء کہیں فرمایا ھدیً ورحمۃ کہیں فرمایا ھدی وذکریٰ کہیں فرمایا ھدی وموعظۃ یہاں تک کہ آتا ہے کہ ھدی ونور۔ سو ھدیٰ کا لفظ بڑی کثرت کے ساتھ دہرایا گیا ہے۔ اور اس کو قرآن کے دوسرے تمام ناموں میں ایک خاص امتیاز دیا گیا ہے بتانا یہ مقصود ہے کہ یہ کتاب ...... انسانوں کو کسی رستہ پر چلانے والی ہے۔

کونسی چیز چلا سکتی ہے

آپ جانتے کہ کونسی چیز چلا سکتی ہے مثلاً انجن گاڑیوں کو آگے چلاتا ہے کیونکہ اس میں طاقت ہے آگے چلانے کی، قرآن مجید آگے چلاتا ہے اور منزل مقصود تک پہنچاتا ہے کیونکہ اس میں طاقت ہے آگے چلانے کی۔ مگر مسلمان اس بات کو نہیں سمجھے اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں نے قرآن مجید کا احترام بڑا کیا ہے۔

ابتدائی دور کے مسلمان اور آج کے مسلمان

ایک بات میں آج کے مسلمانوں اور ابتدائی دور کے مسلمانوں میں فرق نمایاں ہے۔ وہ لوگ قرآن مجید کو ایک چلانے والی اور محرک کتاب سمجھتے تھے۔ اگر ان کو چلاتا تھا تو قرآن چلاتا تھا اور ٹھہراتا تو قرآن ٹھہراتا تھا۔ لیکن آج مسلمان قرآن کریم کا احترام تو کرتے ہیں لیکن قرآن کو حرکت میں لانے والی طاقت، چلانے والی طاقت نہیں مانتے۔ بعض وقت نفس کی خواہش سے حرکت میں اور بعض وقت قانون اور رسم و رواج کے ماتحت حرکت کرتے ہیں حالانکہ ایک مسلمان کو چلانے والی چیز جو ہونی چاہیئے وہ قرآن مجید ہونا چاہیئے۔ یہ فرق ہے آج کے مسلمانوں میں اور پہلے مسلمانوں میں، ان کو قرآن چلاتا تھا لیکن آج کے مسلمانوں کے لئے قرآن حرکت پیدا کرنے والی چیز نہیں رہی اور نہ لوگ اس غرض سے قرآن مجید پڑھتے ہیں ابتدائی دور کے مسلمانوں میں حرکت پیدا کرنے والی چیز قرآن تھا، قرآن مجید ان کے لئے قوت متحرکہ تھی۔ وہ جدھر قرآن لے جاتا ادھر چلتے تھے۔

حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ

حضرت عمرؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ اے لوگو تم کتنا اپنی عورتوں کے مہر کو بڑھاتے ہو حالانکہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ایسا نہیں تھا۔ یہ سن کر ایک عورت سامنے آئی، اور اس نے کہا اے خطاب کے بیٹے تم ہم کو روکتا ہے اور اللہ ہم کو دیتا ہے اور اس نے یہ آیت پڑھی واٰتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا جس میں عورتوں کو سونے کے ڈھیر دینے کا ذکر ہے یعنی سونے کا ڈھیر بھی مہر میں دیدو تو اس میں سے کچھ نہیں لے سکتے۔ تو آپ نے اس عورت کے جواب میں فرمایا نساء المدینۃ افقہ من عمر مدینہ کی عورتیں عمر سے زیادہ سمجھدار ہیں۔

ہر ایک فعل قرآن کے مطابق ہونا چاہیئے

سو قرآن مجید ہی انہیں حرکت میں لانے والی چیز تھی اور قرآن کی آیت ہی انہیں خاموش کر دیتی تھی۔ یہ چیز ہے جسے پیدا کرنے کی آج ...... ضرورت ہے۔ جب تک کہ قرآن مجید کو چلانے والی طاقت نہ مانیں اس وقت

تک صحیح ایمان نہیں پیدا ہو سکتا۔ ہمارا ہر ایک قول اور ہر ایک فعل قرآن مجید کے مطابق ہونا چاہیئے اس ارادہ کو لیکر انسان کو قرآن مجید کو پڑھنا چاہیئے کہ جو چیز یہ کرنے کو کہے گا وہی کروں گا، اور جس چیز سے یہ منع کرے گا اس سے رُک جاؤں گا۔ جب تک اس نیت سے نہ پڑھے اس وقت تک، قرآن ہدایت نہیں بن سکتا جس طرح انجن گاڑیوں میں چلنے کی قوت پیدا کرتا ہے اسی طرح چلنے کی قوت قرآن مجید سے پیدا ہونی چاہیئے یہ ہے اصل ایمان جس کو لیکر ہمیں دنیا میں جانا چاہیئے کہ قرآن مجید ایک قوت محرکہ کا کام دینے والا ہے۔

ایمان اور دلائل

خوب یاد رکھئے بڑے بڑے دلائل ایمان کے سامنے ہیچ ہوتے ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ مبلغ وہ بیکار ہیں جن کے پاس علم زیادہ ہو، مگر صحیح بات یہ ہے کہ ایک مبلغ کے لئے ایک زبردست ایمانی قوت سب سے پہلے بکار ہے جو شخص کے پاس یہ چیز ہے اگر اس کو دلائل بھی نہ آتے ہوں تب بھی وہ کامیاب ہو گا۔

حضرت موسیٰؑ کا واقعہ

حضرت موسےٰ کا واقعہ ہے جب انہیں حکم ہوا کہ فرعون کی طرف جائیں تو کہتے ہیں و یضیق صدری ولا ینطلق لسانی میرا سینہ تنگ ہے یعنی دلائل نہیں ملتے اور میری زبان چلتی نہیں یعنی جو دلائل ہیں بھی ان کو موثر الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا حضرت موسےٰ علیہ السلام جیسا عظیم الشان پیغمبر اور وہ کہتے ہیں کہ دلائل نہیں ہیں لیکن حکم ہوتا ہے کہ فرعون کی ہدایت کے لئے جاؤ سو وہ کیا چیز تھی ان کے اندر ایمان موجود تھا کہ یہ حق ہے اور اسے پہنچانا ہے لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ حق ایک زبردست قوت ہے جو بالآخر کامیاب ہوگا۔

آتش فشاں پہاڑ

آپ جانتے ہیں کہ آتش فشاں پہاڑ پہلے بالکل خاموش ہوتا ہے اس کے اندر لاوا ہوتا ہے جب اس لاوے کو نکلنے کے لئے راستہ نہیں ملتا تو وہ سوراخ بنا کر نکل جاتا ہے بعینہ یہی حالت ایمان کی ہے۔ ایمان آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھوٹ کر نکلتا ہے۔ آج کل لوگوں نے ہدایت کے کام کو مذاق بنایا ہوا ہے۔ حالانکہ جب بھی کسی پیغمبر پر ہدایت کا بوجھ ڈالا گیا تو وہ کانپ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ آیت میں نے ابھی پڑھی ہے جب انہیں یہ حکم ہوتا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کی ہدایت کرو تو آپ ڈر جاتے ہیں اور ان کے منہ سے نکل جاتا ہے ویضیق صدری ولا ینطلق لسانی۔ پھر ایک جگہ ان کی دعا ہے قال رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی۔ میرے رب میرا سینہ کھول دے اور میرا کام میرے لئے آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات کو سمجھ لیں۔ خوب یاد رکھو جس مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ یہ حق ہے وہ ضرور کامیاب ہوگا۔ زبان خود آجاتی ہے اور دلائل بھی مل جاتے ہیں، ایمان ہو تو سب سامان مل جاتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کی حالت

میں نے کہا کہ آج دنیا نے لوگوں کی ہدایت کو مذاق بنا لیا ہے لیکن وہ عظیم المرتبت انسان جس کے سپرد خدا نے یہ کام کیا ان کو جب یہ پیغام آیا کہ تمہیں ہدایت کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے، تو آپ کانپ اُٹھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ پیغام آیا تو آپ ڈر جاتے ہیں، اور کانپتے ہوئے گھر آتے ہیں اور فرماتے ہیں زملونی زملونی۔ مجھے اُڑھاؤ۔

آج ہدایت کے کام کو ایک مذاق بنا لیا ہے

کہاں آج یہ تماشہ ہے کہ ایک شخص کہتا ہے، کہ میرے سپرد ہدایت کا کام کیا گیا ہے تو خوشیاں منائی جاتی ہیں اور مبارکبادیں دی جاتی ہیں جلسے کئے جاتے ہیں۔ ہدایت کا کام جس کے سپرد کیا جائے وہ کانپ اُٹھتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے

ہاں ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم میں سے بھی جو کوئی شخص یہ کام کرتا ہے اس کی سب سے پہلی ضرورت یہ ایمان ہے کہ یہ حق ہے جو میں نے دنیا میں پہنچانا ہے اور یہ کام میرے سپرد کیا گیا ہے اور میں اس کام کو کر کے چھوڑوں گا اور ساتھ ہی وہ اس کام کی نوعیت اور ذمہ داری سے ڈر کر بھی لرزے۔

حدیث میں آتا ہے

حدیث میں آتا ہے کہ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ تم میں سے ہر ایک بادشاہ ہے اور جو کچھ اس کے سپرد کیا گیا ہے اس کے متعلق اس سے بازپرس ہوگی حاکم وقت بادشاہ ہے اور رعایا کی بہبودی کے متعلق اس سے بازپرس ہوگی شوہر بھی ایک بادشاہ ہے اور اس سے بازپرس ہوگی کہ اس نے اپنی بیوی کو کس حال میں رکھا۔ عورت بھی ایک بادشاہ ہے اور اس سے بھی بازپرس ہوگی کہ اس نے اولاد کی تربیت کس طرح کی اور خاوند کے مال کو کس طرح خرچ کیا، یہاں تک کہ آخر پر فرمایا غلام بھی ایک بادشاہ ہے اس سے بھی بازپرس ہوگی کہ جو کام اس کے سپرد کیا گیا ہے اس کو اس نے کس طرح کیا۔

ہر ایک سے بازپرس ہوگی

پس یاد رکھو کہ ہم میں سے ہر ایک شخص کے سپرد جو کام کیا گیا ہے قیامت کے دن اس کام کے متعلق اس سے سوال کیا جائیگا چاہے وہ کلرک ہو، چاہے وہ سیکرٹری ہو اور پریذیڈنٹ ہو اور چاہے وہ کوئی اور کارکن ہو ہر ایک اپنے دائرۂ عمل میں بادشاہ ہے اور ہر ایک سے بازپرس ہوگی

اسلامی بادشاہت اور موجودہ تہذیب میں فرق

اسلامی بادشاہت میں اور موجودہ تہذیب میں فرق اتنا ہے کہ اسلامی بادشاہ یہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ کام اس کے سپرد کیا ہے اور وہ خدا کے آگے اس ذمہ داری کا جوابدہ ہے۔ لیکن آج کل جن لوگوں کے سپرد کوئی کام ہوتا ہے یا وہ ووٹوں سے ممبر بنتے ہیں تو ان کا یہ خیال ہوتا ہے میں نے فلاں ضلع سے ووٹ لینے ہیں انہیں فائدہ پہنچاؤں اور ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ صرف چند آدمیوں کو خوش کرنا ہے۔ اسی طرح قوموں کے اندر ایک قوم کا بڑا لیڈر اپنی قوم کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے ہٹلر کو یہ فکر ہے کہ میری قوم کس طرح خوش رہ سکتی ہے اور چرچل کو یہ فکر ہے کہ میری قوم کس طرح خوش رہ سکتی ہے مگر اسلامی بادشاہ یہ سمجھتا ہے کہ میرا خدا مجھ سے کس طرح خوش ہوگا۔ یہ فرق ہے اسلامی بادشاہت میں اور موجودہ بادشاہت میں۔

خدا کی ڈالی ہوئی ذمہ داری

میں کہتا ہوں کہ ہم لوگ جو خدا تعالیٰ کے کلام کو لیکر نکلے ہیں اور اسے دنیا میں پہنچانا چاہتے ہیں یہ بھی ایک بادشاہت ہے، سب سے پہلے ہمارے دل میں یہ بات ہونی چاہیئے کہ یہ خدا تعالیٰ کی ڈالی ہوئی ذمہ داری ہے، ہر شخص اپنے حلقۂ اثر میں اس بات کو مدنظر رکھتا ہو اپنی پوری قوت صرف کرے اور جب اس کے راستہ میں مشکلات پیش آئیں تو خدا تعالےٰ کے حضور گرے۔

انبیاء کے واقعات

یہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں وہ اس لئے ہیں کہ وہی حالات ہم پر بھی وارد ہوں تو ہم بھی اسی طرح خدا کے آگے گریں۔ ایک نبی کو مشکلات پیش آتی ہیں تو وہ کہتا ہے رب اشرح لی صدری ویسرلی امری۔ تم بھی کلمۂ حق کو لیکر دنیا میں جاؤ تو یہ تڑپ تمہارے اپنے دل کے اندر پیدا ہو کہ خدا ہمارے سینوں کو کھولے اور ہمارے معاملات کو آسان کرے۔

حضرت ایوب کی مشکلات

ایک دوسرے نبی کو مشکلات پیش آتی ہیں تو وہ کہتا ہے انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین۔ تم بھی جب ان آیات کو پڑھو تو اس طرح پر پڑھو کہ اے خدا یہ کام میں نے کرنا ہے مگر مجھے یہ دکھ اور تکلیف پہنچی ہے اور اے خدا تو بڑا رحم کرنے والا ہے۔ پھر ایک اور پیغمبر کا ذکر ہے فنادی فی الظلمت ان لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظٰلمین پس اس نے مشکلات میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔ جب انسان اس طرح گر جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فاستجبنا لہ ونجینٰہ من الغم وکذٰلک ننجی المؤمنین۔ ہم اس کی دعا کو قبول کرتے ہیں اور اسے غم سے نجات دیتے ہیں اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔

(باقی برصفحہ ۶ کالم ۴)

حضرت زین العابدین رضؓ

جناب شیخ غلام قادر صاحب الحمید بلڈنگز لاہور

آپ کا نام علی - ابوالحسن کنیت اور زین العابدین لقب تھا۔ آپ کی سیرت سے نہایت اختصار کے ساتھ چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں

جب یزید نے حضرت امام حسین رض کا کٹا ہوا سر دیکھ کر زین العابدین سے کہا "علی جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ تمہارے باپ نے میرے ساتھ قطع رحم کیا۔ میرے حق سے غفلت کی۔ اور حکومت میں جھگڑا کیا"، تو زین العابدین رض نے یہ آیت پڑھی:-

ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا (حدید - ۳) یعنی تمہیں زمین میں اور اپنی جانوں میں جو مصیبتیں پہنچیں انہیں پیدا کرنے سے پہلے ہم نے لکھ رکھا ہے۔

یزید نے یہ جواب سنکر اپنے لڑکے خالد کو جو کہ قریب ہی بیٹھا تھا کہا کہ انہیں جواب دو مگر لڑکا خاموش رہا تو یزید نے خود بتایا کہ تم یہ آیت پڑھو :-

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر (شوریٰ - ۴)

یعنی - اور تم کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ بہتوں کو معاف کر دیتا ہے (طبری)

امام زین العابدین رض نے ایک عام قانون بیان کیا تھا کہ قضا و قدر کے مقدر کام زمینی تدابیر سے رُک نہیں سکتے۔ مگر یزید نے ان مصائب اور مشکلات کو جو خاندان نبویؐ کو خود اسی کے ہاتھ سے پیش آئیں حسین رض کو ذمہ دار بنایا حالانکہ وہ خود بھی کسی نہ کسی پیرایہ میں اعتراف کرتا ہے - چنانچہ جب حضرت زین العابدین کو ان کی خواہش پر مدینہ روانہ کرنے لگا تو کہا "ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر میں ہوتا تو حسین جو کہتے مان لیتا اور ان کی جان نہ جانے دیتا خواہ ہمیں میری اولاد ہی کیوں نہ کام آجاتی بہرحال اب تو قضائے الٰہی پوری ہو چکی آئندہ جب بھی تمہیں کسی قسم کی ضرورت پیش آئے مجھے فوراً لکھنا" (طبری)

مدینہ پہنچکر کچھ گھر کی بربادی اور کچھ اپنی بے کسی سے اتنے متاثر تھے کہ عزلت نشینی اختیار کر لی اور پھر کسی فتنہ انگیز تحریک میں حصہ نہ لیا اور ہمیشہ ایسی تحریکوں سے باوجود تحریص اور ترغیب کے اپنا دامن بچاتے رہے یزید نے بھی ہر موقع پر ان کا لحاظ کیا۔

جب عبداللہ بن زبیرؓ نے یزید کے خلاف حجاز میں اپنی حکومت کا اعلان کر دیا تو اہل حجاز نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی مکہ اور مدینہ کے باشندوں نے اپنے ہاں سے اموی عمال کو نکال دیا - یزید نے ان تمام واقعات کے پیش نظر مسلم بن عقبہ کو ایک جرار لشکر دیکر اہل حرمین کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا اور اسے تاکید کی کہ زین العابدین کو کوئی گزند نہ پہنچنے پائے۔

مدینہ میں جب کشت و خون شروع ہوا جس میں ہزاروں آدمی کام آئے تو زین العابدین عقیق چلے گئے۔ مدینہ سے فارغ ہو کر مسلم عقیق پہنچا اور زین العابدین سے بڑی عزت و تکریم سے ملا اور انہیں کہا کہ مجھے امیرالمومنین (یزید) نے آپ کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت فرمائی تھی آپ نے سن کر فرمایا اللہ تعالیٰ اسے اس کا صلہ دے۔ (اخبار الطوال)

اسی زمانہ میں جب مختار بن ابی عبید ثقفی حصول حکومت کے طمع میں محب اہل بیت کے روپ میں خونِ حسینؓ کے انتقام کی دعوت لیکر اٹھا تو ہزاروں آدمی اس کے ساتھ ہو گئے اس نے اپنی ناپاک مقصد براری کے لئے زین العابدین رض کے پاس زر کثیر بطور نذرانہ بھیجکر التجا کی کہ آپ ہمارے امام ہیں - ہم سے بیعت لے کر ہماری سرپرستی قبول فرمایئے - لیکن آپ اس کے اغراض و مقاصد سے خوب واقف تھے اس کی عیارانہ درخواست کو ٹھکرا دیا - اور مسجد نبویؐ میں جا کر اس کے فسق و فجور اور کفر و الحاد کا پردہ فاش کر کے فرمایا :-

"اے لوگو یہ شخص (مختار) تمہیں ہو کہ دینے کے لئے حبِ اہل بیت کو آڑ بناتا ہے اس کے قریب بھی نہ آنا"۔

لیکن اس شخص کا سحر ابن حنیفہ اور ابن عباس پر چل گیا اگرچہ زین العابدین رض نے انہیں ہر چند منع کیا کہ مختار کا ساتھ نہ دو وہ مکار آدمی ہے مگر یہ دونوں باز نہ آئے -

(مروج الذھب مسعودی)

مختار نے ابن امیہ اور ابن زبیرؓ کے ساتھ بڑی بڑی معرکہ آرائیاں کیں اور آخر کار قتل کیا گیا۔

زین العابدین اس کے (مختار کے) قتل کے بعد بھی اس پر لعنت بھیجتے رہے - ابو جعفر کا بیان ہے کہ علی بن حسین باب کعبہ پر کھڑے ہو کر مختار پر لعنت بھیجتے تھے ایک شخص نے کہا اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے آپ ایسے شخص پر لعنت بھیجتے ہیں جو آپ کے خاندان کی محبت میں مارا گیا - فرمایا وہ کذاب تھا اور اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول پر بہتان باندھتا تھا - (ابن سعد)

(۱) مرکب نا راستاں ہم سنگ شد
در کجی افتاد و حقائش ننگ شد

(۲) ہم ترازو را ترازو راست کرد
ہم ترازو را ترازو کاست کرد

(۳) رو اشدّا عَلَى الکفّار باش
خاک بر دلداری اغیار باش (رومیؒ)

یعنی - جو شخص جھوٹے اور مکار آدمی کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ بھی جھوٹا اور فریبی بن جاتا ہے۔

صحیح پیمانہ دوسرے پیمانہ کو صحیح کر دیتا ہے اور غلط پیمانہ دوسرے پیمانہ کو غلط بنا دیتا ہے -

جا اور کفار کے ساتھ سختی سے پیش آ اور اغیار کی دلداری پر خاک ڈال کیونکہ وہ جھوٹی محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔

عبدالملک کی ابتدا میں زین العابدین رض کی طرف سے باوجود ان کی گوشہ نشین زندگی کے دعوے خلافت کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اس نے آپ کو مدینہ سے بجبر شام بلوایا تھا۔ لیکن امام زہری کی سفارش پر اس نے امام صاحب کو آزاد چھوڑ دیا - امام زہری کا بیان ہے کہ زین العابدین اپنے خاندان میں سب سے زیادہ سلامت رو اور بے نفس آدمی تھے ان کے دل و دماغ خدا کے نور سے منور تھے ہر ذرہ میں جلوۂ یار کا نظارہ کرتے تھے

بزیر پردۂ ہر ذرّہ پنہاں
جمال جانفزائے روئے جاناں
(گلشن راز)

یعنی ہر ایک ذرّہ کے پردہ میں روئے جاناں کا جمال جانفزا پنہاں ہے۔

علم و فضل کا یہ حال تھا کہ امام زہری کہتے تھے کہ میں نے مدینے میں ان سے زیادہ افضل کسی کو نہ پایا - امام نودی لکھتے ہیں کہ ہر شئے میں ان کی جلالت و عظمت پر سب کا اتفاق تھا - (تہذیب اسماء)

اخلاص فی العبادت اور خشیت اللہ کا یہ حال تھا کہ حضوری کے وقت سارے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا -

(ابن سعد)

فیاضی آپ کا خاص وصف تھا - آپ کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ خفیہ طور پر مستقل سو گھرانوں کی کفالت کرتے تھے -

(تہذیب الاسماء)

عاشقانِ روئے خود را ہر دو عالم میدہی
ہر دو عالم ہیچ پیشِ دیدۂ غلماں دہی
(مسیح موعودؑ)

ترجمہ :- اے محبوب حقیقی - تو اپنے رخ پُر انوار کے دلدادگانِ دشت محبت کو دونوں جہانوں کی محبت بخش دیتا ہے -

مگر تیرے چاہنے والے عاشقان بادیہ پیمائوں کی نظر میں دونوں جہانوں کی آسائشیں اور حکومتیں ہیچ ہیں ؛

تحقیقاتی عدالت میں

مولانا محمد علی کاندھلوی کا بیان

سیالکوٹ ۱۲ر اکتوبر ۵۳ء۔

مولانا کاندھلوی نے عدالت کو بتایا کہ میں کاندھلہ کا رہنے والا ہوں جو یو۔پی۔ میں واقع ہے۔ میں مسجد فتح پوری میں صرف چھ ماہ تک رہا ہوں۔ اس وقت میری عمر ۱۹ سال کی تھی۔ اس مسجد کا انتظام ایک کمیٹی کے سپرد ہے۔

سوال :۔ آپ نے کل کہا تھا۔ کہ مسلمان کہلانے کا مستحق وہ شخص ہے جو ضروریات دین پر اعتقاد رکھتا ہو جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک پر اعتقاد نہ رکھتا ہو کیا اسے مسلمان کہلانے کا مستحق تصور نہیں کرنا چاہیئے۔

جواب :۔ ہاں

آپ نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ایک شخص ضروریات دین پر اعتقاد رکھتا ہے۔ لیکن اس نے ہمسائے کی چوری کی ہے، تو اس کے باوجود وہ مسلمان ہے۔ آپ نے کہا کہ دینیات میں کفر کبیرہ، کفر صغیرہ کفر امانی و کفر تفسیری اور کفر تعبیری جیسی اصطلاحات موجود نہیں۔

سوال :۔ اگر کوئی شخص قرآن حکیم کی غلط تفسیر کرے تو کیا اس پر کفر کے فتوے کا امکان ہے۔

جواب :۔ ہاں

سوال :۔ کیا یہ درست نہیں کہ آپ احمدیوں کو اس لئے اسلام سے خارج تصور کرتے ہیں کہ وہ قرآنی الفاظ خاتم النبیین کی تشریح اپنے خاص طریقے سے کرتے ہیں۔

جواب :۔ ہمارے نزدیک یہ سوال فقط تشریح یا تفسیر تک محدود نہیں رہتا۔ بلکہ ہم اسے تحریف کہیں گے۔ آپ نے کہا کہ جب میں مجلس احرار اور جمعیۃ العلماء ہند کا رکن تھا۔ اس وقت بھی میں نے یہ کہا تھا۔ اور میرا یہ کہنا مذہبی تخیل پر مبنی تھا۔ اور اب بھی میرا کہنا مذہبی تخیل پر مبنی ہے۔

سوال :۔ کیا ہم یہ سمجھیں کہ آپ نے اپنے مذہبی خیالات تبدیل کر لئے ہیں۔

جواب :۔ ہاں۔ یہ حالات کی تبدیلی کی وجہ سے ہے۔ آپ نے کہا کہ مولانا ابوالکلام آزاد کا تذکرہ نہیں پڑھا۔ لیکن مولانا آزاد کا تخیل جمعیۃ العلماء ہند کے تخیل سے متفق ہے۔

سوال :۔ سوال یہ ہے کہ آپ کے تخیل یا جمعیۃ العلماء ہند اور مولانا آزاد کے تخیل میں سے کونسا درست ہے۔

جواب :۔ ان کے مذہبی تخیلات وہاں درست ہیں، اور میرے مذہبی تخیلات اس جگہ درست ہیں۔ اگر مجھے بھارت میں رہنا ہوتا تو میں اپنا مذہبی تخیل بدل دیتا۔

یہ تخیل جزو ایمان نہیں بلکہ مصلحت کی بناء پر ہے۔

سوال :۔ تو پھر آپ اس سوال کو ایمان کا جزو کیوں نہیں دیتے ہیں۔

جواب :۔ ایمان کا اس سے کوئی تعلق نہیں

سوال :۔ کیا ہم اس تخیل کو سیاسات کا نام دے سکتے ہیں۔

جواب :۔ ہاں میں سیاست کو مذہب کے ماتحت تصور کرتا ہوں۔

سوال :۔ ہم پھر آپ سے پوچھتے ہیں کہ آیا واقعی مذہبی جگہ اور وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

جواب :۔ ہاں۔ آپ نے میرا مطلب صحیح سمجھا ہے۔

سوال :۔ کیا آپ نے احمدیت اور ختم نبوت سے متعلق علامہ اقبال کی کتاب پڑھی ہے ؟

جواب :۔ مجھے علامہ اقبال کی کتابیں پڑھنے کی فرصت نہیں ملی۔ کیونکہ میرا زیادہ تر وقت قرآن اور سنت کے مطالعہ میں گذرا ہے

سوال :۔ کیا آپ نے تفسیر کے بغیر قرآن پڑھا ہے۔

جواب :۔ میں نے تفسیر کے ساتھ پڑھا ہے

سوال :۔ اقبال نے ختم نبوت کے بارے میں جن خیالات کے اظہار کا ذکر کیا ہے۔ کیا وہ قرآن اور سنت پر مبنی نہیں ؟

جواب :۔ میں اقبال کے نظریات کو جانتا ہوں لہذا میرے لئے ان کا مطالعہ ضروری نہیں۔

سوال :۔ کیا آپ اس کی تشریح کریں گے کہ علامہ اقبال یہ کیوں ضرورت محسوس کرتے تھے کہ انسانی ارتقاء میں ایک دور ایسا آنا چاہیئے کہ نبوت وہاں ختم ہو جانی چاہیئے۔

جواب :۔ کیونکہ اس دور میں انسانیت کی ہر حالت میں تکمیل ہونی چاہیئے۔

گواہ نے کہا کہ اسلامی عقیدہ عمل پر مبنی ہے

سوال :۔ کیا یہ کشف پر مبنی نہیں۔

جواب :۔ ہاں لیکن کشف بھی عمل پر مبنی ہیں۔

مسٹر جسٹس منیر نے مولانا روم کا ایک شعر پڑھا اور کہا کہ آپ اس خیال سے کہاں تک متفق ہیں۔

جواب :۔ عقل کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں

سوال :۔ آپ نے پہلے کہا ہے کہ مذہب عقل پر قائم ہے کیا آپ کا یہ بیان غلط تھا۔

جواب :۔ میں نے یہ کہا تھا کہ مذہبی کشف عقل کے مترادف ہے۔

سوال :۔ ختم نبوت پر بحث کرتے ہوئے علامہ اقبال نے انسانی معاشرہ کی نشو و نما میں وحی اور عقل و دلیل میں بنیادی فرق بتایا ہے۔ کیا آپ اس امتیاز کی اساس بیان کر سکتے ہیں

جواب :۔ جی نہیں۔

گواہ نے کہا میرا ایمان ہے کہ اسلام میں ۷۳ فرقے ہوں جن میں سے ۷۲ دوزخ میں جائیں گے۔ گواہ نے کہا مجھے علم ہے کہ رسول کریم صلعم کی وفات کے بعد ابتدائے اسلام سے ہی علماء ایک دوسرے کو کافر کہتے چلے آئے ہیں۔

سوال :۔ کیا یہ درست ہے۔ کہ ان علماء میں سے کم از کم نصف ضرور دوزخ میں جائیں گے ؟

جواب :۔ میں یہ نہیں کہتا۔

گواہ نے کہا کہ اس نے یہ حدیث نہیں سُنی کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو غلط طور پر کافر کہے تو وہ خود بھی کافر ہو جاتا ہے۔

سوال :۔ جب اس عدالت نے مولانا ابوالحسنات کا بیان لیا تو انہیں یہ بتلایا گیا تھا کہ یہ حدیث ترمذی اور صحیح مسلم میں موجود ہے چنانچہ مولانا ابوالحسنات نے یہ اعتراف کیا تھا کہ ایسی موجود ہے۔ اور یہ حدیث درست بھی ہے۔

کیا آپ ایسی کوئی حدیث یاد کر سکتے ہیں۔

جواب :۔ مجھے اب بھی ایسی حدیث یاد نہیں۔

سوال :۔ فرض کیجئے کہ یہ حدیث درست ہے تو کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو علماء ایک دوسرے کو کافر کہتے رہے ہیں۔ ان میں سے آدھے ضرور دوزخ میں جائیں گے ؟

جواب :۔ اگر یہ حدیث درست ہے تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا۔

مسئلہ جبر و قدر

مولانا کاندھلوی نے بتایا کہ انہوں نے حدیث کے بارے میں سیوطی کے نظریات کا مطالعہ نہیں کیا۔ لیکن انہوں نے اعتراف کیا کہ علماء جبر و قدر کے مسئلہ پر ایک دوسرے کو کافر کہتے آئے ہیں۔ جب مولانا کاندھلوی سے معتزلہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے انہیں کافر قرار دیا۔ آپ نے کہا اہل قرآن بھی کافر ہیں۔ گواہ نے بتایا کہ وہ مجلس عمل سیالکوٹ کے رکن تھے۔

سوال :۔ کیا احمدیوں کے بارے میں تینوں مطالبات مذہبی پر مبنی تھے یا ان کا سیاست سے بھی کوئی تعلق تھا ؟

جواب :۔ جہاں تک احمدیوں کو ایک اقلیت قرار دینے کے مطالبے کا تعلق ہے یہ مطالبہ مذہب پر مبنی ہے دوسرے دو مطالبات سیاسی عقاید پر مبنی تھے۔

مولانا کاندھلوی نے کہا قرارداد میں اصل لفظ اقلیت تھا جو کوئی مذہبی اصطلاح نہیں ہم نے اس اصطلاح کو اس لئے اختیار کیا تھا تاکہ عوام پر اس کا مطلب واضح ہو جائے۔ اس اصطلاح کو اختیار کرنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ یہ بازار سیاست میں زیادہ چالو تھی۔

مولانا کاندھلوی نے کہا کہ مملکت میں

تمام اہم اسامیاں کلیدی اسامیوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں کسی محکمہ کا افسر اعلیٰ بھی شامل ہے۔ آپ نے کہا کہ جب انہوں نے یکم مارچ کو ریلوے اسٹیشن کی طرف جلوس کی قیادت کی تو انہوں نے وہاں ڈپٹی کمشنر کو بھی دیکھا تھا۔

سوال :- وہ کیا کر رہے تھے۔

جواب :- میں نے کوئی خاص بات نہیں دیکھی جلوس کا خیر مقدم کیا اور آپ سے رضاکاروں کے لیڈر سے اور تمام رضاکاروں سے مصافحہ کیا۔ کیا یہ درست ہے ؟

جواب :- میری موجودگی میں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ مولانا کاندھلوی نے کہا کہ انہوں نے احمدیوں کے خلاف مولانا شبیر احمد عثمانی کا فتویٰ پڑھا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی تھے اور وہ نئی مملکت کے قیام کے بعد ۱۹۴۷ء میں پاکستان میں ہجرت کر آئے تھے۔ مولانا سلیمان احمد ندوی کے بارے میں گواہ نے بتایا کہ وہ اعظم گڑھ سے تعلق رکھتے ہیں اور ندوہ کے عالم ہیں۔ وہ بھی تقسیم کے بعد پاکستان آئے تھے۔

سوال :- مولانا نے احمدیوں کو مرتد قرار دیتے ہوئے جو طریقہ استدلال اختیار کیا تھا کیا آپ اس کی وضاحت کر سکتے ہیں ؟

جواب :- میں اس کی وجہ جانتا ہوں لیکن میں تفصیل کے ساتھ مولانا شبیر احمد عثمانی کا طریقہ استدلال نہیں بتا سکتا۔

دین اور جبر

سوال :- لا اکراہ فی الدین کے الفاظ کہاں سے آتے ہیں۔

جواب :- قرآن میں۔

سوال :- "لکم دینکم ولی دین" کے الفاظ کہاں آتے ہیں ؟

جواب :- یہ بھی قرآن میں ہیں

سوال :- کیا ان الفاظ سے قائد اعظم کے ان نظریات کی تائید نہیں ہوتی جو انہوں نے ۱۱ر اگست ۱۹۴۷ء کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کئے تھے ؟ قائد اعظم نے فرمایا تھا کہ قیام پاکستان کے بعد یہاں صرف ایک قوم۔ پاکستانی قوم۔ ہوگی جو مختلف مذہبی فرقوں پر مشتمل ہوگی اور مذہب ایک فرد کا نجی معاملہ ہوگا۔

جواب :- جی نہیں۔

سوال :- کیا آپ واضح کر سکتے ہیں کہ لا اکراہ فی الدین کا مطلب کیا ہے۔

جواب :- اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو تبدیلی مذہب پر مجبور نہ کیا جائے۔

سوال :- لکم دینکم ولی دین کے الفاظ سے کیا مراد ہے۔

جواب :- اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اسلام سے مختلف مذہب بھی رکھنے میں آزاد ہیں۔

سوال :- سماع کے بارے میں آپ کے نظریات کیا ہیں ؟

جواب :- میں اسے مذہب کے خلاف سمجھتا ہوں۔

سوال :- کیا امام غزالی نے اس کے متعلق کچھ کہا ہے ؟

جواب :- جی ہاں - وہ سماع کو قابل اعتراض نہیں سمجھتے بشرطیکہ اس کا مقصد کسی عارضہ کا علاج ہو۔

سوال :- کیا آپ نے کتاب الامانی پڑھی ہے ؟

جواب :- جی نہیں۔ میں نے صرف اس کا خلاصہ پڑھا ہے۔

سوال :- کیا اس کتاب میں موسیقی کے متعلق بھی کچھ لکھا ہے۔

جواب :- جی ہاں

مولانا کاندھلوی نے بتایا کہ یہ کتاب عباسیوں کے زمانہ میں ابن جوزی نے لکھی۔ مصنف اہل علم تھا، لیکن فقیہہ نہیں تھا۔ گواہ نے کہا کہ سنت رسول اکرمؐ کے اقوال و اعمال کا نام ہے اور احادیث سے ان کا ثبوت ملتا ہے۔

گواہ نے کہا کہ تقدیس کے اعتبار سے وہ قرآن کے بعد صحیح بخاری کو خیال کرتے ہیں۔ گواہ نے یہ رائے ظاہر کی کہ صحیح بخاری میں تمام احادیث درست ہیں اور ان میں سے کوئی بھی مشکوک نہیں۔

سوال :- گو عدالت نے ابھی کوئی نظریہ قائم نہیں کیا۔ لیکن کہا جا رہا ہے کہ علماء مغربی تعلیم سے بالکل بے بہرہ ہیں اور ایسی تعلیم کے بغیر وہ نہ تو اعلیٰ سرکاری مناصب حاصل کر سکتے ہیں اور نہ تجارت، کاروبار اور کامرس ہی میں حصہ لے سکتے ہیں۔ چنانچہ جب انہوں نے قیام پاکستان کے وقت اپنے آپ کو مایوس پایا تو انہوں نے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لئے مذہب کا ناجائز استعمال شروع کر دیا۔ کیا یہ درست ہے ؟

جواب :- یہ کہنا بالکل غیر مناسب ہے۔

کفار کی حکومت

سوال :- کیا آپ نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ یہ حکومت کفار کی ہے اور کسی شخص کو اس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیئے ؟

جواب :- نہیں، میں نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہی۔

سوال :- کیا مولانا سلطان محمدؐ نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ فوج ہو یا پولیس، اس تحریک کو اب کوئی نہیں روک سکتا۔ جو بھی اس تحریک سے ٹکرائے گا پاش پاش ہو جائے گا۔

جواب :- نہیں

سوال :- کیا علامہ خالد محمود نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ خواجہ ناظم الدین سے بھی وہی سلوک ہو سکتا ہے جو قائد ملت لیاقت علی خاں سے ہوا!

جواب :- مجھے یاد نہیں۔

گواہ نے مزید کہا - مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ علامہ نے اپنی تقریر میں یا کہیں اور یہ کہا ہو کہ خواجہ ناظم الدین کافر ہو گئے ہیں - اور جب وہ مریں گے تو ان کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا مولانا حبیب احمد نے اپنی تقریر میں یہ بالکل نہیں کہا تھا کہ تقریروں کا وقت چلا گیا ہے اب لوگوں کو گولیاں کھانے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔

صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی طرف سے مسٹر اسداللہ خان کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ وہ مدرسہ دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی کو ولی سمجھتے ہیں۔ آپ نے کہا "مولانا تحذیر الناس" (دستاویز ڈی-ای-۹۲) کے مصنف ہیں۔

مجلس عمل کی جانب سے مسٹر غلام سرور پیرزادہ نے مولانا کاندھلوی پر جرح کی جس کے جواب میں انہوں نے کہا علامہ خالد محمود یکم مارچ کو مجھ سے ملنے آئے تو ان کے ساتھ خواجہ محمد صفدر بھی تھے۔ تاہم مجھے خواجہ محمد صفدر کا یہ کہنا یاد نہیں پڑتا کہ صورت حال بہتر نہ ہوئی تو اگلے روز طاقت استعمال کی جائے گی۔

مولانا کاندھلوی پر مسٹر دولتانہ کی جانب سے مسٹر یعقوب نے جرح کی جس کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ یکم مارچ کو روانہ ہونے والے رضاکاروں نے لاہور کے ٹکٹ خریدے تھے اور انہیں لاہور ہی میں گاڑی سے اتار لیا گیا تھا۔ یہ رضاکار کراچی ہرگز نہیں گئے۔

(روزنامہ ملت ۲۳-۲۴ر اکتوبر ۱۹۵۳ء)

درخواست ہائے دعا

۱۔ مولوی عبدالرشید صاحب مبلغ اسلام سندھ کے برادر زادہ حافظ محمد ایوب چوبیس دن سے تپ محرقہ میں مبتلا ہیں۔ ان کی صحت یابی کے لئے جماعت کے بزرگوں سے التماس ہے کہ دردِ دل سے عزیز کے حق میں دعا فرمائیں کہ رب العزت ان کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔

۲۔ نیز مولوی صاحب مذکور کے ایک اور عزیز مولوی دین محمد صاحب میعادی تپ میں مبتلا ہیں ان کیلئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔

۳۔ جماعت کے معزز رکن بلاول خاں نوابشاہ سندھ مالیخولیا کی بیماری میں مبتلا ہیں ان کی صحت یابی کیلئے بھی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔

(بقیہ صفحہ ۵) تو خوب یاد رکھو قرآن مجید تمہارے لئے بطور قوت محرکہ کے ہونا چاہیئے۔ انسان کو خواہ راحت پہنچے تب بھی اسے خیال ہونا چاہیئے کہ میں اس کو اختیار کروں گا جب یہ کیفیت پیدا ہوگی تو اس وقت قرآن مجید تمہارے لئے ہدایت کا موجب بنے گا۔ اور دوسرے یہ بات پیش نظر رکھو کہ اس قرآن مجید کے اندر تاریخی واقعات کو پڑھو تو ان کو یوں پڑھو کہ گویا تمہارے اپنے اوپر یہ حالت وارد ہو رہی ہے اور تمہارا یہ ایمان ہو کہ میرا خدا اسی طرح میری مدد کر سکتا ہے۔ جس طرح اس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ایوبؑ کی مدد کی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؛

قرآن و سنت کی حتمی تعبیر کا اختیار سپریم کورٹ کو حاصل ہوگا

پاکستان دستور ساز اسمبلی میں وزیر قانون مسٹر بروہی کا اعلان

کراچی - ۲۳ر اکتوبر - آج پاکستان کے وزیر قانون مسٹر اے کے بروہی نے بی پی سی رپورٹ پر بحث کا جواب دیتے ہوئے دستور ساز اسمبلی میں مسلم لیگ پارلیمنٹری پارٹی کے اس فیصلہ کا اعلان کیا۔ کہ رپورٹ میں ایک ترمیم پیش کی جائے گی جس کے مطابق کسی قانون کے قرآن و سنت کے مطابق ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرنے کا حتمی اختیار پاکستان کی سپریم کورٹ کو دے دیا جائیگا۔ آپ نے علماء کرام کے بورڈوں کے قیام کی تجویز پر اعتراضات کو درست قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اسلام میں ملائیت کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ آپ نے یہ بھی اعلان کیا کہ انہیں ہندوؤں کے شخصی قانون کے جاری رہنے پر کوئی اعتراض نہیں۔

وزیر مملکت نے مملکت کے ہدایتی اصولوں کی اہمیت بیان کرنے کے بعد اسلامی قانون کے بارے میں اپوزیشن کی غلط فہمیوں کا ذکر بھی کیا۔ آپ نے کہا کہ اسلام کا پیغام تمام انسانیت کے لئے ہے۔ اور اسلامی تعلیمات کی خوبیوں کا اندازہ عہد حاضر کے مسلمانوں کے اعمال سے لگانا غلطی ہے۔ آپ نے کہا کہ کسی اسلامی مملکت میں لیجسلیچر کو قانون سازی کے غیر محدود اختیارات نہیں دیئے جا سکتے منظور کردہ قوانین کا قانون الٰہی کی عائد کردہ پابندیوں کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

وزیر قانون مسٹر اے کے بروہی نے ابتدا میں بی پی سی رپورٹ پر پیش کردہ تنقید اور تجاویز کے لئے ارکان اسمبلی کا شکریہ ادا کیا اور یہ اعتراف کیا کہ بالخصوص کانگریسی ارکان کی طرف سے بعض نہایت ٹھوس تجاویز پیش کی گئی ہیں مسٹر بروہی نے کہا کہ وہ اپنی جوابی تقریر میں صرف ان امور پر بحث کریں گے۔

(۱) رپورٹ کی اسلامی نوعیت۔

(۲) دستور کا وفاقی ڈھانچہ

(۳) عدلیہ کی پوزیشن۔ اور

(۴) سروسز کی پوزیشن

رپورٹ کی اسلامی نوعیت کے بارے میں مسٹر بروہی نے ان امتیازی خصوصیات کا ذکر کیا۔ (۱) مملکت کی پالیسی کے لئے رہنمائی کے اصول (۲) لیجسلیچر کوئی ایسا قانون منظور نہیں کرے گی جو قرآن اور سنت کی سپرٹ کے منافی ہو۔ اور (۳) اور مملکت کا سربراہ مسلمان ہونا چاہیئے۔

مملکت کی رہنمائی کے اصول

مملکت کی رہنمائی کے اصولوں کے بارے میں مسٹر بروہی نے بتایا کہ سب سے پہلے آئرلینڈ اور اس کے بعد بھارت اور برما نے اپنے اپنے دستوروں میں ان اصولوں کو جگہ دی لیکن ان سفارشات کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا چنانچہ قدرتی طور پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر انہیں عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا تو انہیں دستوری مسودہ میں جگہ دینے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مسٹر بروہی نے کہا کہ مملکت کی رہنمائی کے اصولوں کو بالکل غیر اہم قرار دینا غلطی ہے۔ یہ اصول ملکی عوام کے لئے ایک منشور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور یہ مملکت کے عوام کی آئیڈیالوجی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ اصول اس وقت غور و خوض کا موضوع بنتے ہیں، جب مملکت کے سربراہ کو لیجسلیچر کے منظور کردہ کسی قانون کی توثیق یا عدم توثیق کرنی ہو۔ رئیس مملکت انہی اصولوں کی بناء پر منظور کردہ قانون کو لیجسلیچر میں واپس بھیج سکتا ہے اور بتا سکتا ہے کہ یہ قانون کسی حد تک مملکت کی رہنمائی کے اصولوں کے منافی ہے۔ ایسی صورت میں لیجسلیچر رئیس مملکت کی تنقیدات کی روشنی میں اپنی پوزیشن پر نظرثانی کرے گی۔ رئیس مملکت کے علاوہ رائے عامہ بھی ان اصولوں کی روشنی میں اخبارات، پلیٹ فارم اور دوسرے ذرائع سے لیجسلیچر پر دباؤ ڈال سکے گی۔ علاوہ ازیں رہنمائی کے یہ اصول عاملہ کے اقدامات پر ایک خاص پابندی عائد کرتے ہیں کیونکہ عاملہ کے اقدامات بھی مملکت کی رہنمائی کے اصولوں کے مطابق ہونے چاہئیں چنانچہ رائے عامہ کے مختلف عناصر یہ بتانے میں پوری طرح حق بجانب ہوں گے۔ کہ عاملہ (ایگزیکٹو) کے کسی اقدام سے مملکت کی رہنمائی کے اصولوں کی کس طرح خلاف ورزی ہوتی ہے۔

مسٹر بروہی نے کہا۔ کہ مملکت کی رہنمائی کے اصولوں کا حوالہ عدالت میں بھی دیا جا سکتا ہے، اور اس طرح دستور و قانون کی تشریح سے پیدا شدہ معاملات میں آسانی پیدا ہو سکتی ہے اس طرح یہ اصول ملک میں صحت مند تنقید کے لئے فضا ہموار کرنے کا باعث ہوں گے

مسٹر بروہی نے اعتراف کیا کہ بی پی سی رپورٹ کے قارئین یہ ضرور کہیں گے کہ مملکت کے بنیادی اصولوں کی آئیڈیالوجی اسلامی ہے اسی طرح یہ کہنا بھی درست ہوگا کہ یہ اصول تمام نجی اور غیر نجی امور پر حاوی ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں وزیر قانون نے بتایا "اس ملک کی نہایت کثیر آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے اور قیام پاکستان کی جدوجہد کرنے والے زعماء نے یہ اعلان کیا تھا کہ مملکت پاکستان کی آئیڈیالوجی اسلامی اور قرآن و سنت کے مطابق ہوگی لہٰذا اب اس صریح فیصلہ سے انحراف کی کوئی ضرورت نہیں۔

مسٹر بروہی نے کہا "ایوان میں کہا گیا ہے کہ مملکت پاکستان میں صرف مسلمان ہی آباد نہیں یہاں اقلیتیں بھی ہیں جن کا مذہب اسلام نہیں۔ چنانچہ ایسا اعتراض کرنے والے صرف مسلمانوں یا غیر مسلموں پر ان اصولوں کے اطلاق کو محدود کرنے کے خلاف ہیں۔ لیکن میں ایسے اصحاب کو یہ مشورہ دوں گا کہ قرآن اور سنت نبوی میں مندرج اصولوں کا اندازہ صرف دور حاضر کے مسلمانوں کے رویہ سے نہ لگایا جائے میں مانتا ہوں۔ کہ اگر آج کوئی شخص پاکستان کے کسی حصہ میں نکل جائے تو وہ ہر کہیں سماج کش عناصر کو سرگرم عمل پائے گا۔ علاوہ وہ دیکھے گا کہ کئی ایسی کارروائیاں بھی ہو رہی ہیں جو اسلام کی آئیڈیالوجی اور اصولوں کے منافی ہیں۔ لیکن یہ دلیل پیش کرنا غلط ہے کہ اسلام کی اہمیت کا اندازہ مسلمانوں کے رویہ سے لگانا چاہیئے کسی درخت کی آزمائش اس کی جڑوں سے بھی ہو سکتی ہے اور اسلام کی جڑیں یا بنیادی قرآن اور سنت نبوی ہیں، لہٰذا درخت کے بارے میں صرف اس کے پھل سے کوئی اندازہ قائم کرنا غلط انداز فکر ہے اور جو لوگ اس طرح سوچتے ہیں انہیں سوچنے کا یہ انداز ترک کر دینا چاہیئے۔

پروفیسر چکرا ورتی: آزمائش کا دوسرا طریقہ کیا ہے؟

مسٹر بروہی نے کہا: کہ اسلام کی خوبیوں کا اندازہ قرآن حکیم میں پیش کردہ اصولوں اور رسول اکرم صلعم کی مجاہدانہ زندگی سے لگانا چاہیئے۔

اس سلسلہ میں مسٹر بروہی نے عیسائیت کی نظیر پیش کی۔ آپ نے کہا "عیسائی یورپ ہمیشہ اپنے آپ کو عیسائی کہتا ہے۔ لیکن وہ جنگوں میں الجھا رہا۔ اس نے ابھی ابھی تاریخ انسانیت میں سب سے خونریز جنگ سے نجات حاصل کی ہے۔ اگر یورپ کے اس رویہ کا اندازہ لگایا جائے تو عالمہ عیسائیت کے عمل اور بنیادی اعتقادات میں واضح تضاد ظاہر ہو جائے گا لیکن اگر کوئی شخص عیسائی یورپ کے اس رویہ کے پیش نظر عیسائیت کو ہی مضحکہ خیز عقائد کا مجموعہ قرار دے دے تو یہ انتہائی نامناسب فیصلہ ہوگا۔

مسٹر بروہی نے کہا کہ اسلام کا مقدس پیغام تمام انسانیت کے لئے ہے۔ یہ کہنا بھی غلط ہوگا، کہ اسلام بھی دوسرے مذاہب میں سے ایک مذہب ہے۔ قرآن حکیم کے نزول سے قبل ایسا کوئی بھی مذہب نہیں تھا

رئیس مملکت مسلمان ہو

لیگ پارلیمنٹری پارٹی بورڈ کا فیصلہ

کراچی - ۲۳ر اکتوبر - آج مسلم لیگ پارلیمنٹری پارٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ پاکستان میں رئیس مملکت مسلمان ہو۔

یہ فیصلہ آج پارلیمنٹری پارٹی کی قائم کردہ ایک سب کمیٹی نے کیا ہے توقع ہے کہ سب کمیٹی کل صبح پارلیمنٹری پارٹی کے اجلاس میں اپنی رپورٹ پیش کر دے گی۔

جس نے دوسرے مذاہب کا احترام سکھایا ہو۔ اسلام نے ہی پہلی بار یہ واضح ہدایت پیش کی کہ نبیوں میں امتیاز نہ کیا جائے اسلام نے یہ بھی بتایا کہ خدا نے ہر دور میں ہر کہیں اپنے پیغمبر مبعوث کئے۔ اس اعلان کا مقصد ہر مذہب کا احترام سکھانا تھا۔ مذہب کی نشوونما قبائل کی ضروریات کے مطابق ہوتی۔

مذہب اسلام نے تمام ایسی ضروریات کی تکمیل کر دی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پیغمبروں کی ترسیل کی کارروائی بند ہو گئی۔

مسٹر بروہی نے کہا کہ عمرانیات (سوشیالوجی) کے طالب علم جانتے ہیں کہ انسانی معاشرہ کا ارتقاء بنی نوع انسان کی نشوونما کے عین مطابق ہے۔ بچہ کی پرورش ماں کرتی ہے اور ماں کے احساسات بچہ کی حالت اور کیفیت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ مذاہب عالم انسانیت کے روبہ تغیر حالات کے مطابق قسط وار بھیجے جاتے رہے لیکن بالآخر وہ وقت بھی آن پہنچا۔ جب انسانی معاشرہ اپنی تکمیل کے مرحلہ تک پہنچ گیا۔ چنانچہ یہ اعلان کر دیا گیا کہ میں نے آج آپ کے مذہب کی تکمیل کر دی ہے اس کے بعد پیغمبروں کی وساطت امداد الٰہی کی کوئی ضرورت باقی نہ رہی۔ قرآن کا پیغام تمام انسانیت کے لئے تھا۔ چنانچہ قرآن میں اسے "الناس" سے ہی خطاب کیا گیا۔ قرآن کریم کا پیغام خالصتہً عقل و خرد پر مبنی تھا۔ اور قرآن میں یہ واضح چیلنج دیا گیا۔ کہ اگر کسی کے پاس قرآنی پیغام سے کوئی بہتر پیغام موجود ہو تو وہ اسے پیش کرے۔

دتہ کا اعتراض

مسٹر بروہی اپنے اس نکتہ کی مزید وضاحت فرما رہے تھے۔ کہ مسٹر دتہ (کانگرس) نے پوائنٹ اور آرڈر اٹھا کر صدر سے کہا "ہم یہاں مذہبی لیکچر سننے کے لئے نہیں آئے۔ یہاں ہمیں بنیادی اصول کی کمیٹی کی رپورٹ پر غور کرنا ہے، اور یہ رپورٹ ایک سیاسی دستاویز ہے"۔

مسٹر بروہی نے کہا "میں پروفیسر چکراوردتی کے دریافت کردہ سوال کا جواب دے رہا ہوں۔ اگر انہیں سوال پوچھنے کا حق حاصل ہے تو مجھے اس سوال کا جواب دینے کا موقعہ بھی ملنا چاہیئے۔ علاوہ ازیں اسلام پر مباحثہ کا آغاز بھی اس سیاسی دستاویز پر غور و خوض کے دوران میں ہوا ہے اور میں ان کی طرف سے پیش کردہ اعتراضات اور نکات کا جواب دے رہا ہوں۔

مسٹر بروہی کی اس وضاحت پر صدر نے مسٹر دتہ کے اعتراض کو غیر متعلقہ قرار دیدیا۔

مسٹر بروہی نے سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ میں کسی کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ میرا مذہب اس کی شدید مخالفت کرتا ہے میں صرف یہ بتانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کا پیغام ساری انسانیت کے لئے ہے لہذا ہماری پالیسی کی اساس کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہی ہمارے دستور کی بنیاد ہو گی۔

محدود اختیارات

اس کے بعد مسٹر بروہی نے قرارداد مقاصد میں بیان کردہ اس اصول پر روشنی ڈالی کہ مملکت میں حاکمیت خدا تعالیٰ کی ہو گی۔ جسے جمہور کے نمایندوں کو منتقل کیا گیا ہے۔ مسٹر بروہی نے کہا کہ قانون ایک آزاد قوم کی خواہش و ارادہ کا مظہر ہوتا ہے اور اسے حکومت کی مشینری نافذ کرتی ہے۔ اس مسئلہ پر اکثریت اور اقلیت کے درمیان کسی اختلاف کی گنجائش نہیں ہو سکتی"۔

اکثریت قانون کی بدیہی اساس پر ایمان رکھتی ہے تو اقلیت کو اس کا دستور ساز اسمبلی ——— جو ایک خود مختار ادارہ ہے کے منظور کردہ قانون کی حیثیت سے احترام کرنا ہو گا۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ دستور ساز اسمبلی کے منظور کردہ قانون پر کیوں عمل کرے تو اس کے لئے ہمارا یہ جواب ہے کہ اطیعو اللّٰہ واطیعو الرسول و اولی الامر منکم۔ لہذا بنیادی طور پر اس مسئلہ پر کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا۔

مسٹر بروہی نے کہا "قانون سازی کے سلسلہ میں کسی ادارہ کو غیر محدود اختیارات نہیں ہونے چاہئیں چنانچہ جیسا کہ قرارداد مقاصد میں کہا ہے۔ یہ اختیارات خدا تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں کے پیش نظر ہی بروئے کار لائے جا سکتے ہیں۔ آج کسی جگہ بھی قانون سازی کے اختیارات غیر محدود نہیں یہ درست ہے کہ کوئی آزاد پارلیمنٹ ایسا قانون منظور کر سکتی ہے کہ سرخ بالوں والے تمام بچے موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں لیکن وہاں بھی رائے عامہ کی پابندی ایسی پارلیمنٹ کی کارروائی کے راستے میں ایک زبردست رکاوٹ ثابت ہو گی اس کے برعکس مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ایک قرآنی قانون بھی موجود ہے۔ پاکستان کے آیندہ دستور کے مطابق لیجس لیچر کو قانون سازی کا جو اختیار دیا گیا ہے وہ قرآن و سنت کی عائد کردہ پابندیوں کے تحت ہی استعمال ہو سکتا ہے لہذا کوئی لیجسلیچر ایسا قانون منظور نہیں کر سکتی جو قرآن و سنت کے منافی ہو۔ اس محدود قانون سازی کے اختیار کے بارے میں رپورٹ کے باب سوئم میں بعض دفعات درج کر دی گئی ہیں۔

اس سلسلہ میں ایوان میں اور اخبارات کے کالموں میں جو تنقید ہوئی تھی اس کا جائزہ قرار دیتے ہوئے مسٹر اے کے بروہی نے کہا:-

"قرآن حکیم بنی نوع انسان پر نازل ہوا تھا۔ اب انسانوں کو ہی یہ فیصلہ کرنا ہے کہ قرآن حکیم کے اصولوں کی اصل نوعیت کیا ہے۔ ایک معتدر مسلمان نے کہا ہے کہ جس طرح رسول اکرم پر قرآن حکیم نازل ہوا اسی طرح یہ ہر مسلمان پر نازل ہوا ہے اس دانشمندانہ قول کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو قرآن حکیم کے مطالب سمجھنے کی کوشش خود کرنی چاہیئے۔ مسلمان یہ تسلیم نہیں کرتے کہ قرآن حکیم کی آیات کی وضاحت کے لئے اب کسی ترجمان کی ضرورت ہے لہذا ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ خود قرآن حکیم کو سمجھنے کی کوشش کرے مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا انسان کی شہ رگ سے بھی قریب تر ہے۔ اسی مسلمانوں میں کسی طبقہ کو مذہبی اجارہ داری حاصل نہیں۔ اگر کوئی شخص قانون الٰہی کی ترجمانی کے لئے پیغمبرانہ اہلیت کا ادعا کرے تو یہ دعویٰ بے بنیاد ہے۔

مسٹر بروہی نے اعلان کیا کہ جب دستوری رپورٹ کا باب زیر بحث آیا تو یہ ترمیم پیش کی کہ ایسے تمام امور کا فیصلہ پاکستان کی سپریم کورٹ کرے اور بتائے کہ آیا کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف تو نہیں۔

مسٹر بروہی نے کہا "بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ سپریم کورٹ کے جج بھی آخر انسان ہی ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے میرا جواب یہ ہے کہ قانون الٰہی انسانوں کے لئے ہے اور اس کی تشریح کرنے اور اسے سمجھنا بھی انسانوں ہی کا کام ہے قانون الٰہی کی ترجمانی کا کسی نہ کسی کو ضرور قطعی اختیار حاصل ہونا چاہیئے۔ اور یہ مقصد سپریم کورٹ پورا کر سکتی ہے۔

مسٹر بروہی نے پرجوش آواز میں کہا کہ عوام ۱۹۴۷ء سے یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ پاکستان میں اسلامی دستور نافذ کیا جائے۔ لیکن اب تک قانون اسلامی کے ارتقاء کا جائزہ لینے کے لئے کوئی منضبط کارروائی اور کوشش نہیں کی گئی تھی۔ ہندوستان نے ڈاکٹر رادھا کرشنن کی زیر صدارت ایک کمیٹی یہ معلوم کرنے کے لئے قائم کی تھی کہ دنیا میں فلسفیانہ انداز فکر کے ارتقاء میں ہندوستانیوں نے کیا حصہ لیا۔ ضرورت تھی کہ پاکستان میں بھی اسلامی قانون کے بارے میں ایسی کوئی کوشش کی جاتی آپ نے کہا کہ اسلام میں خواتین کی پوزیشن قانون فوجداری پر عمل درآمد اور اسلامی سزاؤں کے بارے میں جو شکوک ظاہر کئے جا رہے ہیں ان کے لئے مسلمانوں کو رجعت پسند کہا جاتا ہے اس کی وجہ ہے کہ خود مسلمانوں نے اپنی آئیڈیالوجی کو پوری طرح واضح کرنے کے لئے تکلیف گوارا نہیں کی۔ اس سلسلہ میں مسٹر بروہی نے بتایا کہ پروفیسر آربری اور علامہ اقبال نے بھی اس ضرورت پر زور دیا ہے۔

(نامکمل)

(نوائے وقت ۲۵ر اکتوبر ۱۹۵۳ء)

معذرت

خریداران پیغام صلح کی خدمت میں ہم معذرت خواہ ہیں کہ مورخہ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۵۳ء کا نمبر ہم ان کی خدمت میں پیش نہ کر سکے کیونکہ کاغذ کا پرمٹ کچھ تعویق سے موصول ہوا اور وقت پر کاغذ فراہم نہ ہو سکا۔ ان ناگزیر حالات کے پیش نظر امید ہے اس مجبوری غیر حاضری کو خریداران پیغام صلح محسوس نہیں کریں گے۔

(مینیجر)

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۴ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ | نمبر ۴۱

مولانا ابوالکلام آزاد کی گواہی

تاریخِ اسلام کا یادگار واقعہ

۱۹۱۴ء میں جب سلسلہ عالیہ احمدیہ میں اختلاف رونما ہوا تو اس وقت جناب مولانا ابوالکلام آزاد نے الہلال میں ایک شذرہ لکھا تھا جس کا اقتباس ہم درج ذیل کرتے ہیں۔

"گذشتہ اشاعت میں ہم مولوی حکیم نورالدین صاحب رئیس جماعت احمدیہ کے انتقال کی خبر درج کر چکے ہیں جو رسالے کے مرتب ہونے کے بعد پہنچی تھی۔ اب جو واقعات شائع ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت میں مسئلہ خلافت اور تکفیر و عدم تکفیر مسلمین کی بناء پر باہم اختلاف و نزاع پیدا ہو گیا ہے۔ ایک عرصہ سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بناء پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر احمدی مسلمان بھی مسلمان ہیں گو وہ مرزا صاحب کے دعوے پر ایمان نہ لاتے ہوں لیکن دوسرا گروہ صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ بشیرالدین محمود ہیں۔ اس گروہ نے اب انہیں خلیفہ قرار دیا ہے۔ مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا۔ (الہلال ۱۹۱۴ء)

مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے اس بارے میں جو تحریر شائع کی ہے اور جس عجیب و غریب جرأت اور دلاوری کے ساتھ قادیان میں رہ کر اظہار رائے کیا ہے۔ جملہ پہلے گروہ کے رؤسا ہیں وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ اس سال کا ایک یادگار واقعہ سمجھا جائے گا۔"

جماعت احمدیہ لاہور کی فضیلت

یہ بیان آج کا نہیں بلکہ آج سے انتالیس سال قبل کا ہے اور اس بیان میں جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق ایک ایسے شخص کی شہادت محفوظ ہے جو اپنے علم و فضل کے لحاظ سے وحید العصر ہے۔ کلمہ گوؤں کی تکفیر کے خلاف جہاد کرنا ایک عظیم الشان خدمت ہے

آج دنیا میں کتنی اسلامی جماعتیں جن کے نصب العین کا اہم جزو قرآن مجید کا یہ ارشاد ہے ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا۔ کوئی جماعت سوائے جماعت احمدیہ لاہور کے ایسی نظر نہیں آئے گی جس کا نصب العین تکفیر مسلمین کے خلاف جہاد ہو جس نے اپنوں سے بھی دلیری اور جرأت کے ساتھ اس امر پر اختلاف کیا ہو کہ وہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں، ہاں اس کے برعکس بے شمار جماعتیں ہیں جو دن رات مسلمانوں کی تکفیر کرتی ہیں اور اپنی قوتوں کو ان تخریبی کاموں میں صرف کر رہی ہیں اور انہیں اتنا خیال نہیں آتا کہ ان کے ان کارناموں سے آخر اسلام کو کیا فائدہ پہنچنا ہے۔

عدم تکفیر مسلمین بطور اصول

جب تک مسلمان اس عدم تکفیر کو ایک اصول قرار نہیں دے لیتے اس وقت تک انہیں کسی میدان میں بھی خواہ وہ سیاسی ہو مذہبی ہو یا معاشی ہو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ کامیابی تو صرف اتحاد سے ہوا کرتی ہے کٹے پھٹے لوگوں کو دنیا میں کبھی کامیابی نصیب نہیں ہوا کرتی ہندو قوم کے اندر بے شمار فرقے ہیں اور قریباً سب ایک دوسرے سے اصولی لحاظ سے مختلف ہیں۔ لیکن وہ قوم صرف اپنے سیاسی اور معاشی مفاد کے لئے متحد ہو جاتی ہے، مگر وہ قوم اور ملت جس کا خدا ایک، رسول ایک، کتاب ایک اور قبلہ ایک ہے وہ ایک نہیں ہو سکتی۔ ہمیں تو حیرت ہوتی ہے کہ دعاوی تو بڑے بلند بانگ کئے جاتے ہیں لیکن مسلمانوں کے حقیقی مرض کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ مسلمانوں کا ایک مرض یہ بھی ہے کہ وہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو معمولی معمولی باتوں پر دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عملی میدان میں اپنی قوتوں کو متحد نہیں کر سکتے اور وہ قوت جو اغیار کے خلاف متحد ہو کر صرف ہونا چاہیئے وہ تخریبی کاموں پر صرف ہو جاتی ہے اور ان کی بڑی سے بڑی کوششیں فروعی اختلافات کی نذر ہو جاتی ہیں۔

اس زمانہ میں اللہ تعالے نے ہم پر اپنا خاص انعام فرمایا کہ ہمیں پاکستان عنایت کیا۔ اس کی تعمیر کے بیسیوں مسائل ہمارے سامنے موجود ہیں اور ان سے عہدہ برا ہونے کی ہم پر ذمہ داری عاید ہوتی ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی مجتمع قوتوں کو ایک زبردست تعمیری نصب العین پر صرف کریں۔ وہ تعلیمیافتہ مسلمان بزرگ چشم بینا رکھتے ہیں اور جن کے دل میں اسلام اور ملت کے لئے حقیقی درد موجود ہے مسلمانوں کو اس تخریب سے بچانا چاہیئے اور مسلمانوں کو تلقین کرنا چاہیئے کہ وہ اور نہیں تو کم از کم اپنی اولادوں کے تحفظ کے لئے ہی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر اکٹھے ہو جائیں کیونکہ آج اسی میں ان کی عافیت ہے ورنہ صرف تباہی اور تباہی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں مسلمانوں کے ایک طرف دشمن کی سازشوں کا مہیب دیو ہے اور دوسری طرف اندرونی اختلافات کا عمیق سمندر ہے۔ خدا تعالے ایسے نازک حالات میں انہیں بصیرت دے اور وہ اپنی حالت کا صحیح اندازہ کر سکیں۔ اور ان آفات سے بچ سکیں جو انہیں آ لگے

جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی واپسی

مؤرخہ ۸ر نومبر ۱۹۵۳ء کو محترم جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مسلسل سات سال تک ووکنگ (انگلستان) میں امامت اور تبلیغ اسلام کے فرائض نہایت کامیابی کے ساتھ سرانجام دے کر لاہور تشریف لائے ہیں۔ لاہور ریلوے اسٹیشن پر مرکزی جماعت کے اکثر دوست جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کے استقبال کے لئے تشریف لے گئے جن میں سے امیر جماعت حضرت مولنا صدرالدین صاحب، حضرت شیخ عبدالرحمن صاحب مصری، جناب میاں غلام احمد فاروقی صاحب، جناب عبدالعزیز خان صاحب آنریری جنرل سیکرٹری، کرنل بشیر حسین شاہ صاحب، ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، مولانا احمد یار صاحب، خواجہ نذیر احمد صاحب اور میاں محمد احمد صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مؤرخہ ۹ر نومبر کو کرنل بشیر حسین شاہ صاحب نے مسلم ٹاؤن میں ڈاکٹر صاحب کے اعزاز میں رات کے کھانے کی دعوت دی جس میں جماعت کے نمایندے شمولیت فرمائی آج مورخہ ۱۰ر نومبر کو انجمن کی طرف سے آپ کے اعزاز میں مسلم ہائی سکول لاہور نمبر ۱ میں عصرانہ (ٹی پارٹی) کا انتظام کیا گیا ہے، اللہ تعالے نے جناب ڈاکٹر صاحب سے اپنے دین کی خدمت کا بہت کام لیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے ہمنز پر اللہ تعالے جماعت کے دوستوں اور خاص طور پر نوجوانوں کے قلوب میں تبلیغ اسلام کی تحریک فرمائے۔ آمین

سید الطاف حسین شاہ صاحب بیمار ہیں

سید الطاف حسین شاہ صاحب خلف الرشید حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم و مغفور گردوں کی تکلیف سے بیمار ہیں۔ حالت نازک بیان کی جاتی ہے۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ حضور قلب سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالے شاہ صاحب موصوف کو صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

ولادت

جناب پروفیسر غلام محمد خادم صاحب ڈیرہ غازی خاں سے تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے انہیں اپنے فضل سے لڑکا عطا فرمایا ہے — اس خوشی میں انہوں نے انجمن کو پانچ روپے بطور عطیہ دیئے ہیں۔ بزرگان سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بچہ کو لمبی عمر دے اور صالح بنائے۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشقِ قرآن

درسِ قرآن اور ترجمہ قرآن اس عشق کا نتیجہ ہیں

از حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

ان الذین کفروا بالذکر لما جاءھم وانہ لکتٰب عزیز لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید ــــ (حٰم السجدہ)

حضرت مسیح موعودؑ کا عشقِ قرآن

قرآن کریم نے اپنے کمالات کو خود بیان فرمایا ہے اور طرح طرح کے پیرایوں میں دہرایا ہے کہ یہ کن خوبیوں کا جامع ہے۔ اگر حضرت امام زمان کے پاک قلب میں وہ فطری محبت اور مناسبت خداتعالیٰ کے کلام سے نہ بھی ہوتی تو آپ نے قرآن مجید کو اتنا پڑھا تھا کہ اس سے بھی قرآن مجید کا عشق پیدا ہو جاتا جس قرآن کے عشق کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کا نام آج بھی لیا جاتا ہے اور آیندہ اس سے بھی زیادہ لیا جائے گا۔ یہ تو میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ قرآن مجید کے ساتھ جو آپ کا عشق تھا وہ اس حد تک تھا کہ نہ صرف یہ کہ آپ نے قرآن کی تعریف میں گیت گائے ہوں بلکہ فی الواقعہ آپ نے عملاً قرآن مجید کے ساتھ عشق کو ظاہر فرمایا اور قرآن کریم کو ہر پہلو سے مقدم کیا۔

درسِ قرآن

آپ کی زندگی میں اس عشق نے کئی رنگ اختیار کئے اور آپ کے بعد دو رنگ تو بڑے نمایاں نظر آتے ہیں، جو اس عشق قرآن کا نتیجہ ہیں ایک تو درس قرآن ہے جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہی حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ نے رکھی، حضرت مولانا مرحوم کا درس قرآن تو مجاہدات سے بھرا ہوا تھا جو لوگ اس کو سنتے تھے ان کے دلوں میں قرآن مجید کی محبت پیدا ہو جاتی تھی۔ یہ تو آپ کی زندگی میں بنیاد رکھی گئی اور کثرت سے جگہ جگہ درس قرآن کا سلسلہ شروع ہو گیا اور میں سمجھتا ہوں اس زمانہ میں بہت جگہ جو یہ سلسلہ چلتا ہے یہ اسی اثر کا نتیجہ ہے جس کا بیج قادیان میں بویا گیا، یہ ایک عملی رنگ ہے حضرت صاحب کے عشق قرآن کا ظاہر ہوا۔

ترجمہ قرآن

اس کے علاوہ ایک دوسرا رنگ بھی ہے اس کی بنیاد بھی حضرت مسیح موعود کی زندگی میں رکھی گئی اور مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کی زندگی میں اس نے عملی رنگ اختیار کیا وہ ہے ترجمہ قرآن۔ یہ دو رنگ حضرت مسیح موعود کے عشق قرآن کا نتیجہ ہیں ایک رنگ اگر حضرت مسیح موعود کی زندگی میں شروع ہو گیا تو دوسرا حضرت مولانا نورالدینؓ کی زندگی میں شروع ہو گیا اور آج یہ لاہور کی جماعت کا امتیازی نشان بن گیا ہے۔

ہماری جماعت کا عَلَم

اس جماعت میں قرآن بطور اس عَلَم کے ہے جو فوج کے اندر بطور نشان کے ہوتا تھا۔ جب تک وہ عَلَم کھڑا رہتا تو فوج میں گھبراہٹ نہیں پیدا ہوتی تھی اور جب گر جاتا تو گھبراہٹ پیدا ہو جاتا بعینہٖ یہی کیفیت ہماری جماعت کی اس روحانی جنگ میں ہے جو اس وقت فرشتوں اور شیاطین میں ہو رہی ہے یا روحانی قوتوں اور مادی قوتوں میں ہو رہی ہے اس جنگ میں قرآن مجید ایک جھنڈے کا کام دیتا ہے اور یہ جماعت اسے آگے رکھ کر قدم اٹھا رہی ہے۔

ایک صحابی کا واقعہ

اس موقعہ پر مجھے ایک صحابی کا واقعہ یاد آتا ہے۔ ایک لڑائی میں ایک صحابی کے ہاتھ میں جھنڈا تھا اس کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو اس نے بائیں ہاتھ سے جھنڈا تھام لیا وہ ہاتھ بھی کٹ گیا تو اس نے ٹنڈوں کے ساتھ جھنڈے کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ یہ قرآن اس روحانی جنگ میں ہمارا جھنڈا ہے، یہ آگے چلے گا خواہ ہمارے ہاتھ بھی کٹ جائیں تو بھی یہ نہیں گرنے پائے گا۔

غالب آنیوالی کتاب

میں نے شروع میں یہ آیت پڑھی تھی ان الذین کفروا بالذکر لما جاءھم وانہ لکتٰب عزیز وہ لوگ جنہوں نے قرآن کا انکار کر دیا جب وہ ان کے پاس آیا۔ اس کے آگے یہ نہیں بتایا کہ ان کو کیا سزا دی جائے گی بلکہ آگے قرآن مجید کی تعریف شروع ہو گئی وہ کتاب عزیز ہے وہ غالب آنے والی کتاب ہے اس کے سوا دوسرا غالب نہیں آسکتا انکار کر کے دیکھ لیں غالب ہی آئے گا۔

کوئی حملہ قرآن مجید کو گرا نہیں سکتا

لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید

جھوٹ نہ اس پر نہ اس کے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے قرآن حکمت والے تعریف کئے گئے اللہ کی طرف سے اتارا گیا ہے من بین یدیہ ولا من خلفہ دو طرح اس کے معنے ہو سکتے ہیں مثلاً میں کھڑا ہوں کوئی سامنے سے حملہ کر دے یا میں کھڑا ہوں تو کوئی پیچھے سے حملہ کر دے، یہ حملہ چونکہ بے خبری کی حالت میں ہوتا ہے اس لئے جس پر حملہ کیا جائے اس کے گر جانے کا قوی احتمال ہوتا ہے مگر فرمایا کہ یہ قرآن وہ چیز ہے کہ خواہ کوئی پیچھے سے حملہ کرے یا سامنے سے حملہ کرے اسکو گرا نہیں سکتا اور ایک معنی یہ ہیں کہ اس وقت جب قرآن نازل ہو رہا ہے من بین یدیہ کفار کتنا زور لگائیں اسکو گرا نہیں سکتے۔

ایک خوشخبری

یہ سورتیں ابتدائی مکی زمانہ کی ہیں جس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کوئی نہیں سنتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم جتنا چاہو زور لگا لو تم اسے مغلوب نہیں کر سکتے ولا من خلفہ پھر اس کے بعد جو زمانہ آئیگا جب رسول اس دنیا سے رخصت ہو جائے گا اس زمانہ میں بھی کوئی قرآن پہ حملہ کر کے قرآن کو نہیں گرا سکتا۔ یہ گویا قیامت تک ایک خوشخبری دے دی کہ قرآن کبھی مغلوب نہیں ہو سکتا یہ ہمیشہ غالب ہی آتا رہے گا۔

کمزوری کی حالت میں بڑا دعویٰ

بڑا بھاری دعوےٰ ہے اور بڑی کمزوری کی حالت میں دعوےٰ کیا گیا ہے ایسے نامساعد حالات میں کہ جب چاروں طرف بیکسی ہی بیکسی ہو، یہ کیفیت کیسے پیدا ہو سکتی ہے کہ ایک آدمی اتنا زبردست دعوےٰ کرے کہ نہ باطل اب اسے مغلوب کر سکتا ہے اور نہ آیندہ آنے والے باطل کے پرستار اس پر غالب آسکتے ہیں

قرآن کس طرح غالب آئیگا

یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ قرآن کس طرح غالب آئے گا قرآن تو موجود ہے مگر اس وقت اس کا وہ غلبہ نہیں۔ اس زمانہ کو دیکھو جب آنحضرت صلعم اور آپ کے ساتھیوں کے ہاتھ میں بھی قرآن تھا مگر وہ اس کے حامل تھے اس لئے قرآن غالب آیا اس کے بعد جس طرف بھی انہوں نے اس قرآن کو لیکر رخ کیا وہ غالب آگئے ایران کے اندر گئے غالب ہو گئے۔ مصر کے اندر گئے غالب ہو گئے، شام کے اندر گئے غالب آگئے .... جس طرف بھی گئے غالب آگئے کامیاب ہو گئے۔ لیکن آج بھی قرآن ہے مگر مسلمانوں کی حالت گری ہوئی ہے تو معلوم ہوا قرآن کے ساتھ اس کا حامل بھی چاہیئے کامیابی اور غلبہ اس وقت آئے گا جب صحیح رنگ میں اس کے حامل ہوں گے۔

موجودہ زمانہ میں قرآن کے حامل

اس زمانہ میں قرآن مجید کے حامل حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پیدا ہوئے اور آپ کے بعد یہ جماعت اس کی حامل ہے اگر اسی طرح قرآن مجید کو سامنے رکھیں گے جس طرح آج تک انہوں نے سامنے رکھا ہے تو یہ یقیناً غالب آئیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو ان کا راستہ روک سکے۔

گذشتہ مفسرین اپنے زمانہ کے امام تھے

بعض ہمارے پرانے رفیق ہم سے الگ ہو گئے ہیں مگر میں نے دیکھا ہے کہ قرآن مجید کا وہ بلند مقام جو بیان آنکی نظروں میں تھا وہ ہم سے علیحدہ ہو کر نہیں رہا ایک ہمارے پرانے رفیق نے کہا کہ یہ ترجمہ اور تفسیر لئے پھرتے ہیں کیا آج تک کسی امام نے قرآن کا ترجمہ اور تفسیر لکھی ہے، مجھے حیرت ہوتی ہے، کہ بعض دفعہ ناواقفیت بھی انسان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ جو

بڑے بلند پایہ مفسرین گذرے ہیں کیا وہ اپنے زمانہ کے امام نہ تھے؟ اور مشکل یہ ہے کہ یہ کہنے والے خود جس کو امام مانتے ہیں وہ بھی آج قرآن کے ترجمہ اور تفسیر میں لگ گیا ہے

کیا قرآن مجید کو پہنچانے کی ضرورت نہیں ہے؟

اس بارہ میں ایک غلط فہمی ضرور ہے ہم جب قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر کرتے ہیں تو اس کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ ایک فتح کرنے والے ہتھیار کے طور پر اسے آگے لے کر جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر نہیں کرنا تو کیا اس وقت تک انتظار کیا جائے گا کہ دنیا کی تمام زبانیں بولنے والے لوگوں کی زبان عربی ہو جائے تب ان تک قرآن مجید پہنچایا جائے کیا ان اقوام تک قرآن مجید پہنچانے کی ضرورت نہیں۔

سفرہ کون ہیں

قرآن مجید کی تعریف میں اور ان لوگوں کے متعلق جو اسے لکھتے اور پھیلاتے ہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کلا انھا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمۃ۔ مرفوعۃ۔ مطھرۃ بایدی سفرۃ۔ کرام بررۃ۔ قرآن مجید تو بڑائی کا موجب ہے جو کوئی چاہے اسے یاد رکھے عزت والے صحیفوں میں اور وہ صحیفے کہاں ہیں بایدی سفرۃ کرام بررۃ۔ سفرہ کے ہاتھوں میں ہیں جو نیک اور معزز ہیں، سفرہ سافر کی جمع ہے اور سافر کا لفظ سفر سے مشتق ہے اور سفر کے معنی دو ہیں پھیلا دینا اور کھول دینا اس میں دونوں مفہوم آتے ہیں، قرآن کے لکھنے والے اور اس کے پھیلانے والے، سفرہ کون ہیں؟ جو قرآن مجید کو اس کے ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پھیلاتے ہیں

قرآن کے بلند پایہ کاتب

قرآن مجید کے بڑے بڑے بلند پایہ کاتب حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، یہ سب قرآن کریم کے کاتب تھے اور اللہ تعالےٰ نے ان کو اور ان کے ساتھ والوں کو کرام بررۃ بنا کر دکھا دیا کہ وہ قرآن مجید کے خدمت گذاروں کو کہاں تک پہنچا دیتا ہے، یہ اتنے بلند پایہ کے انسان تھے کہ آج گاندھی کو بھی ضرورت پیش آئی کہ وہ ان کی شخصیتوں کو بطور نمونہ کے پیش کرے۔ ہندوستان میں سوراج کی بادشاہت کے لئے انہوں نے خلفائے راشدین کی زندگیوں کو ہی بطور نمونہ پیش کیا۔

اسلامی بادشاہ

ان کے علاوہ بڑے بڑے اسلامی بادشاہ قرآن مجید لکھ کر اپنی روٹی پیدا کرتے تھے۔ اورنگ زیب بڑی شان و شوکت کا مالک تھا لیکن مشہور ہے کہ اپنے ہاتھ سے قرآن لکھ کر اپنی روٹی کماتا تھا۔ آپ تعجب کریں گے کہ کیا یہ بھی جائز ہے، کہ انسان قرآن لکھے اور اس سے روٹی کمائے

ایک حدیث

بخاری کی ایک حدیث کے اندر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللّٰہ سب سے بڑھ کر حقدار جس کے اوپر تم اُجرت لو وہ اللہ کی کتاب ہے کیا مطلب؟ کہ جب ہر ایک محنت کا اجر جائز ہے تو قرآن کی خدمت کرو قرآن پڑھاؤ اور قرآن لکھواؤ اس کا اجر لو، اس کی اُجرت تمہارے لئے جائز ہے، بڑا پاکیزہ کام ہے اور بڑا پاکیزہ رزق ہے۔

ہر ایک شخص کوشش کرے

قرآن لکھنے والوں اور پھیلانے والوں کی اللہ تعالےٰ نے بہت تعریف فرمائی ہے اور یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک شخص قرآن کو پھیلانے والوں میں سے ہونے کی کوشش کرے۔ یہ اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے کہ کون شخص اس کا اہل ہے جو صحیح قرآن کے مسائل پر روشنی ڈال سکتا ہے، جب میرے جیسا ایک زمیندار اس قابل ہو سکتا ہے کہ قرآن پر روشنی ڈالے تو میں سمجھتا ہوں بڑے بلند دماغ والے لوگ جو بلند مقامات پر پہنچ جاتے ہیں، اگر یہ قرآن مجید کی طرف توجہ کریں تو ان کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔

ہزاروں اشخاص کی ضرورت

قرآن مجید کی خدمت کرنے والوں کو کرام بررۃ کہا گیا ہے تو کس کی یہ خواہش نہیں کہ خدا تعالےٰ کے ہاں اس کی عزت ہو ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ اس پر غور کرے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ کس کو اللہ تعالےٰ نے اس کام کے لئے چننا ہے۔ موجودہ حالات میں ایک شخص کی نہیں بلکہ ہزاروں اشخاص کی اس کام کے لئے ضرورت ہے،

حضرت ذکریا کی دعا

میں کبھی وہ حضرت ذکریا کی دعا پڑھتا ہوں فھب لی من لدنک ولیا۔ یرثنی ویرث من آل یعقوب واجعلہ رب رضیا۔ اپنی جناب سے مجھے کوئی وارث عطا فرما جو میرا ورثہ لے اور آل یعقوب کا ورثہ لے اور اے میرے رب اسے اپنی رضا کا محل بنائیو۔ بعض بیوقوف لوگوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ انبیاء کا ورثہ بھی دنیوی جائداد کے رنگ میں ہوتا ہے، حالانکہ علماء اور انبیاء کی وراثت علم اور ہدایت کی ہوتی ہے۔ میں جب یہ آیت پڑھتا ہوں تو مجھے خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت تو ایک چھوٹی سی قوم تھی اس کے لئے ایک شخص کی ضرورت تھی، لیکن آج تو ساری دنیا ہمارے سامنے ہے اس لئے سینکڑوں آدمیوں کی ضرورت ہے جو ان علوم کے وارث ہو جائیں جو حضرت مرزا صاحب نے اپنے پیچھے چھوڑے۔

نوجوان اور بزرگ کوشش کریں

قرآن مجید کو دنیا میں پہنچانے کے لئے نوجوان بلکہ اگر یہ بزرگ کوشش کریں تو یہ اس کے زیادہ اہل ہیں، جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کو دیکھا ہے وہ اس کام کے زیادہ اہل ہیں وہ توجہ کریں، میں یہ نہیں چاہتا کہ جماعت میں سے چند آدمی نکل آئیں اور چند نوجوان زبانیں سیکھ لیں، بلکہ اس کام کو وسیع پیمانے پر سرانجام دینے کی ضرورت ہے۔

اس کام کو پیش نظر رکھیں

میرا دل چاہتا ہے کہ آپ سب لوگ اس کام کو پیش نظر رکھیں اور جو شخص اپنے اوپر اعتماد نہیں رکھتا کہ وہ اس کام کو کر سکے گا وہ خدا تعالےٰ پر بدظنی کرتا ہے، میں سمجھتا ہوں اپنے نفس کی اصلاح کے لئے سب کو اس کی ضرورت ہے بچوں کو بھی قرآن مجید پڑھنے کی عادت ڈالو اور جو بچے رہ گئے ہیں ان کو چاہئے کہ قرآن مجید پڑھنا سیکھیں جو شخص تم میں سے قرآن مجید پڑھنا چاہتا ہے میں اس کے لئے ہر ایک انتظام کرنے کو تیار ہوں قرآن مجید کو مقدم کرنا ضروری ہے اس کے بعد زبانیں سیکھو، اور دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ اور تفسیر کرو۔

مسلم ہائی سکول نمبر۲ لاہور کا سالانہ کیمپ فائر

مسلم ہائی سکول نمبر۲ لاہور کا سالانہ بوائے سکاؤٹ کیمپ فائر بروز جمعہ مؤرخہ ۶ نومبر ۱۹۵۳ء کو وزیر تعلیم پنجاب چودری علی اکبر خاں صاحب کے زیر صدارت منعقد ہوا جس میں معززین لاہور، محکمہ تعلیم کے اعلےٰ افسران، امریکی و برطانوی قونصل خانوں کے نمایندگان و اراکین انجمن کے علاوہ مقامی سکولوں اور کالجوں کے کئی ہزار طلباء، اور بعض خواتین نے شرکت کی اور یہ اجتماع ہر لحاظ سے بہت کامیاب رہا۔ عمدہ تفریحی کھیلوں کے علاوہ ضبط و نظم کا معیار بہت اونچا تھا۔

آنریبل وزیر تعلیم نے صدارتی ریمارکس میں سکاؤٹوں کی حسن کارکردگی کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ یہ جلسہ دیکھکر انہیں اپنی طالبعلمی کا زمانہ یاد آ گیا ہے جبکہ وہ خود بھی ایک سکاؤٹ تھے اور ایسی تقاریب میں حصہ لیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تعلیم کی ذمہ داری جن ہاتھوں میں ہے اگر وہ اپنے فرائض کو کما حقہٗ ادا کریں تو ہماری آیندہ نسل یقیناً پاکستان کے شایان شان قوم بنے گی ۔ آپ نے اپنی طرف سے پورا یقین دلایا کہ وہ تعلیمی ترقی اور معلمین کی حوصلہ افزائی اور قومی تعمیر کے کام میں ہر طرح مدد دیں گے۔

ہیڈ ماسٹر صاحب سکول نمبر۲ نے تمہیدی کلمات میں بیان کیا کہ یہ سکول کا چوتھا سالانہ کیمپ فائر ہے اور سکول کی اپنی زندگی کا پانچواں سال ہی ہے یہ تفریحی پروگرام ہر سال کسی نیک مقصد کے لئے منعقد ہوتا ہے۔ سب سے اول ۱۹۵۰ء میں یہ کیمپ فائر سیلاب زدگان کی امداد کے لئے منعقد کیا گیا اور آٹھ صد روپیہ فراہم ہوا- گذشتہ دو سال ریڈ کراس فنڈ کے لئے رقم جمع کی گئی اور سال گذشتہ کی آمدنی ساڑھے بارہ صد روپیہ ہوئی اس سال بھی ریڈ کراس فنڈ کے لئے یہ تقریب منعقد کی گئی ہے، اور ڈیڑھ ہزار سے زاید رقم جمع ہو جانے کی توقع ہے۔

اوّل انعام ماڈل سکول ماڈل ٹاؤن اور دوسرا انعام اسلامیہ ہائی سکول موہنی روڈ نے حاصل کیا۔ اس کے علاوہ مختلف سکولوں اور کالجوں کے سکاؤٹ اور روورز نے ۲۶ انفرادی انعامات حاصل کئے۔

(نامہ نگار)

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں-
مینیجر

زمین و آسمان - انسان اور قرآن

از حضرت مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام لائلپور

حقیقت ایک ہے ہر شئے کی خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

ایک گرانقدر تحفہ

قبل اس کے کہ میں اصل مضمون کی طرف آؤں علیا بیگم صاحبہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت خلوص دل سے شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، کہ حضرت علیا بیگم صاحبہ نے میری درخواست پر اپنے فرزند اکبر جناب محمد احمد صاحب ایم۔ اے کی وساطت سے اپنے بین الاقوامی شہرت کے مالک شوہر حضرت علامہ مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قلم مجھے مرحمت فرمایا۔ اس گرانقدر قلم نے حضرت علامہ مرحوم و مغفور کے مبارک ہاتھ کی زینت بن کر کس قدر صفحات اسلام کی حمایت اور صداقت پر لکھے اس کا صحیح علم خدائے علام الغیوب کے حضور ہے۔ اب یہ قلم اس بے علم اور ناچیز کے ہاتھ میں ہے۔ دعا ہے جہاں اللہ کریم اس کرم فرمائی کے لئے حضرت علیا بیگم صاحبہ کو جزائے خیر دے وہاں اس ناچیز کو بھی اس قلم کی برکت سے اسلام کی حمایت اور صداقت پر کچھ لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔٭

قرآن کے بکھرے ہوئے مضامین

قرآن کریم کے بکھرے ہوئے مضامین کو دیکھکر اکثر لوگوں کو دھوکہ لگتا ہے کہ اس کتاب میں کوئی ربط اور نظم موجود نہیں۔ کہیں کچھ بیان کیا گیا ہے تو کہیں کچھ۔ نہ مضامین میں کچھ تسلسل ہے نہ کوئی تنظیم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب کسی اعلیٰ پایہ کے مصنف کی نہیں۔ دنیا کے ہر فن کی کتاب شاندار تسلسل اور ترتیب کی مالک ہے اور کہ ہر مصنف نے اپنے مضامین کو اس خوبصورت تسلسل اور ترتیب سے پیش کیا ہے لیکن قرآن میں یہ چیز نظر نہیں آتی وغیرہ وغیرہ آج کی فرصت میں ہم اس چیز کا جائزہ لیتے ہیں ...... وما توفیقی الا باللہ العظیم۔

زمین

ہمارے سامنے زمین و آسمان اور خود انسان کا اپنا وجود موجود ہے۔ یہ خدا کا فعل ہے اور خدا کے اس فعل کے اندر جہاں تک غور کیا جائے سب چیزیں بکھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ آپ زمین کو لے لیجئے۔ کہیں پہاڑ ہے تو آگے دریا آجاتا ہے پھر میدان آجاتا ہے۔ کہیں جنگل ہے تو کہیں شہر آباد ہیں اور پھر پہاڑ نظر آنے لگتے ہیں۔ دریا چل رہے ہیں۔ میدان۔ جنگلات آبادیاں اور بستیاں بغرض جا بجا پہاڑوں، دریاؤں، میدانوں۔ جنگلات۔ اور جاندار آبادیوں کو پھیلایا گیا ہے۔ یہ نہیں کیا گیا کہ سب پہاڑ ایک جگہ بنا دئے گئے ہوں اور سب دریا ایک جگہ بنا دیئے گئے ہوں اور سب میدان ایک جگہ اکٹھے کر دیئے گئے ہوں اور سب جنگلات ایک جگہ اُگا دیئے گئے ہوں اور سب جاندار ایک جگہ جمع کر دئے گئے ہوں۔ اگر ایسا ہوتا تو ان چیزوں کا اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا۔ پہاڑوں۔ دریاؤں۔ میدانوں جنگلات اور جانداروں کو بکھیر کر زمین کی آبادی اور رونق کا ایک اعلیٰ درجے کا انتظام فرمایا گیا ہے۔ اس بکھرے بکھرے کاروبار سے ہی اصل مقصد حاصل ہو رہا ہے۔ پہاڑ۔ دریا میدان۔ جنگلات اور جاندار اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ نثر در اصل ایک بلند پایہ نظم ہے اور یہ انتشار ہی ایک اعلیٰ درجہ کا انتظام ہے۔ پہاڑوں کی معدنیات ہر جگہ اس لئے نظر آتی ہیں کہ پہاڑوں کو اس زمین پر بکھیرا گیا ہے۔ دریا ساری زمین کو اس لئے سیراب کر رہے ہیں کہ دریاؤں کو بکھیرا گیا ہے۔ میدان جگہ جگہ۔ کھیتوں۔ بستیوں اور شہروں کے کام اس لئے آسکتے ہیں کہ انہیں بکھیرا گیا ہے جنگلات کی لکڑی اور جڑی بوٹیاں ہر جگہ اس لئے میسر ہیں کہ جنگلات کو بکھیرا گیا ہے۔ جاندار۔ چرند پرند اور انسان ہر جگہ اس لئے رونق کا باعث بن رہے ہیں کہ انہیں بکھیرا گیا ہے۔ ورنہ اگر ان تمام چیزوں کو ایک ایک جگہ جمع کر دیا جاتا تو زمین کا سارا حُسن ضائع ہو جاتا، اور ان چیزوں کی پیدائش کا اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا۔ جگہ جگہ پہاڑوں، دریاؤں، میدانوں، جنگلات، اور جانداروں کی موجودگی کے نظارے آنکھوں کو کس قدر دلفریب معلوم دیتے ہیں، اور یہ بکھرا بکھرا کاروبار کس قدر حسین اور دلکش ہے۔ کہ انسان بے اختیار پکار اٹھتا ہے:-

وَفِيْ كُلِّ شَيْءٍ لَهٗ اٰيَةٌ
تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ وَاحِدٌ

ہر شئے میں خدا کی ہستی پر ایک نشان ہے جو اس کی واحد ذات پر دلالت کر رہا ہے۔

آسمان

زمین کے بعد آپ آسمان پر نظر ڈالیں اور کسی انتہائی تاریک رات کا انتخاب کریں۔ آپ کے سر پر ستاروں کا ایک جال تنا ہوا دکھائی دیگا۔ آسمان کا یہ کاروبار بھی بکھرا بکھرا ہوا ہے کہیں موٹا تارا چمک رہا ہے تو کہیں چھوٹا سا تارا جھلک دے رہا ہے۔ کہیں قطاریں اُلٹی سیدھی چلی گئی ہیں تو کہیں مربع اور تکون بنے ہوئے ہیں۔ کہیں تارے مستطیل بنا رہے ہیں تو کہیں دائرے اور کہیں تارے بہت گنجان کہ اپنی تیز روشنی میں خود آپ گم اور کہیں دُور دُور اور نمایاں۔ یہ نہیں کہ موٹے موٹے تارے ایک جگہ جمع کر دیئے گئے ہوں، اور سب چھوٹے چھوٹے تارے دوسری جگہ۔ تاروں سے بننے والی اُلٹی سیدھی لکیریں اور شکلیں بھی بکھری بکھری ہیں۔ اور اسی بکھرے بکھرے کاروبار سے آسمان حسین و جمیل نظر آتا ہے اور علوم ہیئت سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ اسکو ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا ورنہ آسمانی نظام کا اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا۔

انسان

زمین و آسمان کے بعد خدا کا مقرر کردہ خلیفہ حضرت انسان خود اپنے وجود پر نظر ڈالے۔ انسان گوشت پوست۔ استخوان۔ رگوں اور ان میں دورہ کرنے والے خون کا مجموعہ ہے۔ حکیم مطلق نے ان سب چیزوں کو بھی بکھیرا ہے۔ یہ نہیں کہ گوشت ایک جگہ جمع کر دیا ہو۔ پوست (چمڑا) دوسری جگہ اکٹھا کیا ہو۔ ہڈیاں تیسری جگہ ذخیرہ کی گئی ہوں اور رگوں اور ان میں دورہ کرنے والے خون کو چوتھی جگہ لا ڈالا گیا ہو۔ اگر ایسا کیا جاتا تو انسان بدصورت اور کتنا بیکار رہتا اور اس گوشت، پوست، استخواں، رگوں اور خون کا اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا۔ اس گوشت پوست استخواں، شریانوں اور خون کو سارے جسم میں بکھیرا ہے۔ اور اسی بکھرے بکھرے کاروبار سے انسان کو حسن و جمال نصیب ہوا اور وہ "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" کا مصداق قرار پایا۔

قرآن

آپ نے زمین پر نظر ڈالی۔ آسمان پر نظر دوڑائی اور خود اپنے وجود کو دیکھا سب جگہ اس صانع حقیقی کا بکھرا بکھرا کاروبار دکھائی دیا۔ اور یہ ضروری تھا کہ یہ کاروبار بکھرا بکھرا ہوتا ورنہ اس کا حسن و جمال اور اس کا اصل مقصد سب کچھ ضائع ہو کر رہ جاتا۔ ایک خدا کا فعل ہے اور خدا کا قول ہے۔ یہ زمین و آسمان اور انسان خدا کا فعل ہے اور قرآن خدا کا قول ہے۔ پس ضروری تھا کہ خدا کا قول بھی دنیا والوں کو اسی طرح بکھرا بکھرا نظر آتا جس طرح خدا کا فعل بکھرا بکھرا نظر آتا ہے۔ یہی چیز ثابت کرتی ہے کہ یہ بکھرے بکھرے مضامین والا قرآن بھی اسی مالک کا قول ہے جس مالک کا بکھرا بکھرا فعل ہمیں نظر آتا ہے۔ جس طرح زمین و آسمان کا حسن انتظام بکھرے بکھرے کاروبار پر مبنی ہے اسی طرح قرآن کریم کا حسین کلام بھی بکھرے بکھرے مضامین پر مبنی ہے۔ ابھی عالم روحانیت کا ذکر چل رہا ہے، تو ابھی عالم جسمانیت کا ذکر شروع ہو گیا ہے۔ ابھی اس دنیا کے زمین و آسمان، چاند، سورج، ستاروں دریاؤں، سمندروں کی مثالیں دی جا رہی ہیں کہ یکایک مضمون کا رخ اُلٹ گیا اور اگلے جہان کا ذکر شروع ہو گیا۔ فرشتوں جہنم۔ جنت اور اس کی عجیب و غریب نعماء کی جھلک دکھائی جا رہی ہے۔ ابھی ابھی دشمنوں کی بربادی اور عذاب کا ذکر چل رہا ہے کہ یکایک دوستوں کی کامرانی اور کامیابی کا بیان شروع ہو گیا ہے۔

٭ میں اس قلم سے ابتدا قرآن کریم پر ایک مضمون کے لکھنے سے کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

ابھی فلسفیانہ اور منطقیانہ مضمون شروع تھا کہ یکایک سیدھے اور سادے الفاظ میں نماز اور زکوٰۃ کا وعظ ہو رہا ہے۔ کہیں میدان جنگ کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے تو کہیں صلح و امن کی مجلس گرم کی جا رہی ہے۔ ابھی ابھی اپنے جلال و کبریائی کا ذکر ہو رہا ہے کہ یکایک انسان کی عظمت اور خلافت کا ذکر ہونے لگا ہے۔ ابھی ابھی آسمانی بارشوں اور زمینی فصلوں پھولوں اور پھلوں کے ذکر سے دماغوں کو تر و تازہ فرما رہے ہیں کہ یکایک روحانی بارشوں (انبیاء) اور روحانی فصلوں پھولوں اور پھلوں (صلحاء) کے ذکر سے دماغوں کو معطر فرمایا جا رہا ہے۔ بلند آسمان (کے سورج چاند) کی روشنیوں کے ساتھ ساتھ عمیق ترین سمندر کی تاریکیوں کا ذکر بھی ہو رہا ہے۔ جہاں نیلے آسمان کے تاروں کا ذکر ہے وہاں نیلے سمندر کے موتیوں مونگوں پر بھی روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ آسمانی آبادی فرشتوں کے ساتھ ساتھ آبی، صحرائی پہاڑی، جنگلی اور شہری آبادی کا بھی ذکر موجود مضامین میں سیدھی سادی زبان بھی استعمال ہو رہی ہے اور مسجع اور مرصع کلام بھی سنایا جا رہا ہے۔ حکیموں اور فیلسوفوں کے لئے حکمت اور فلسفہ بھرا کلام فرمایا جا رہا ہے اور کم علم انسانوں کو واضح تاریخی واقعات سے سبق دیا جا رہا ہے ایسا ہی جیسے بہادر اقوام کی مائیں اپنے بچوں کو ان کے باپ دادوں کی بہادری کے قصے سناتی ہیں۔ غرض قرآن کریم اپنے ان ہی مضامین کو بار بار سامنے لاتا اور ہر بار ایک نیا رنگ دیتا ہے۔ اور یہ بالکل اسی طرح جس طرح آسمان پر کہیں موٹے تارے کہیں چھوٹے تارے کہیں پھر موٹے تارے اور کہیں پھر چھوٹے تارے یا زمین پر کہیں پہاڑ، کہیں دریا، کہیں جنگلات، کہیں شہر پھر کہیں پہاڑ اور کہیں دریا، کہیں جنگلات اور کہیں شہر، غرض یہ سلسلہ چلتا ہی چلا جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں بھی مضامین کا یہ سلسلہ چلتا اور نئی شان سے بار بار ناظروں کے سامنے آکر انسان کی توجہ کو بار بار اپنی طرف کھینچتا اور انسان کے سامنے اصل حقیقت کو پیش کرتا ہے جس طرح علم طبقات الارض اور علم ہیئت والے زمین و آسمان کے اس بکھرے بکھرے کاروبار کو ایک اعلیٰ پایہ کی ترتیب اور تنظیم قرار دیتے ہیں اسی طرح علم قرآن رکھنے والے ان بکھرے بکھرے مضامین کو ایک بلند پایہ ترتیب میں دیکھتے ہیں مثلاً الٓمٓ سے ھم المفلحون تک مومنوں کا ذکر فرمایا گیا ہے اور پھر مومنوں اور کافروں کے درمیان ایک خفیہ جنس (منافق) کو "من الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین" میں بے نقاب کیا ہے۔ پھر جب ان تینوں طبقوں (مومن۔ کافر۔ منافق) کا ذکر فرمایا تو آگے "یا ایھا الناس اعبدوا ربکم" میں ان سب کو مخاطب فرمایا۔ اور ان کو ان کی غرض پیدائش (خدا کی عبادت جیسا کہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون) کی جانب توجہ دلائی اور پھر آگے "واذ قال ربک للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ" میں انسان کے مقام کو بیان فرمایا ہے غرضیکہ اسی طرح آپ چلتے جائیں آپ کو قرآن کریم کے مضامین میں ایک عظیم الشان ترتیب اور تنظیم نظر آئے گی کہ انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ جس طرح زمین کے طبقات کا علم ماہرین طبقات الارض اور آسمان کا علم ماہرین علم ہیئت کو نصیب ہے اسی طرح قرآن کریم کے طبقات اور بلندیوں کا علم بھی ایک گروہ کے سپرد ہے اور وہ ہیں "لا یمسہ الا المطھرون" (قرآن پاک لوگوں پر ہی کھلتا ہے)

جس طرح زمین و آسمان مل کر اتنا کرتے ہیں کہ انسان کی جسمانی غذا جسمانی حرارت، جسمانی روشنی بخشیں اسی طرح قرآن انسان کے لئے روحانی غذا روحانی حرارت اور روحانی روشنی لے کر آیا ہے زمین و آسمان انسان کو زندہ رکھنے کے لئے آب ہوا اور غذا پیش کرتے ہیں، قرآن انسان کو زندہ رکھنے کے لئے غذا پیش کرتا ہے۔ قرآن خدا اور انسان کے درمیان زندگی کا ایک واسطہ ہے اسی لئے قرآن (بسم اللہ الخ) سے شروع ہوا اور انسان کے نام (والناس) پر ختم ہو گیا ہے

یا الٰہی نُزا قرآں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

ارشاداتِ نبوی

شیخ غلام قادر صاحب احمدی بلڈنگس لاہور

مسجدوں کو آباد کرنا مومن کا امتیازی نشان ہے

عن ابی سعید الخدری رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایتم الرجل یعتاد المسجد فاشھدوا لہ بالایمان فان اللہ تعالیٰ یقول انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر الآیہ اخرجہ الترمذی۔ تلخیص الصحاح

ترجمہ:۔ ابو سعید خدری رضی سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔۔۔ جب تم کسی شخص کو مسجد میں جانے کا عادی دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو (یعنی کہ وہ مسلمان ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتا ہے (مکفر علماء اور مسجد میں نہ آنے والوں کے لئے اس میں لمحہ فکریہ ہے) مسجد میں صحبت صالحین میسر آتی ہے ؎

روضۂ خلد بریں خلوتِ درویشاں است ٭ مایۂ محتشمی خدمتِ درویشاں است (حافظؒ)

یعنی اہل اللہ کا گوشۂ تنہائی بہشت ہے اور ان کی خدمت کرنا اور صحبت حاصل کرنا جاہ و جلال کا سرمایہ ہے۔

دوستی اور دشمنی اور بذل مال اللہ کے لئے ہو

عن ابی امامۃ رضی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان۔ ابو داؤد۔ ایضاً

ترجمہ:۔ ابی امامہ رضی سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی رکھے اسی کے لئے دشمنی رکھے اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے خرچ کرے اور اس کے واسطے (بیجا) خرچ سے باز رہے۔ ایسے شخص نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ (اللہ تعالیٰ کی رضا کا علم صحبت صالحین سے ملتا ہے اور یہ علم انسان کو زمین سے اٹھا کر آسمان کا ستارہ بنا دیتا ہے ؎

عالم ورد دو عالم سروری یافت ٭ اگر کہتر بد از وے بہتری یافت (گلشن راز)

یعنی۔ عالم دونوں جہان میں سردار ہے اگرچہ حسب نسب میں کمتر ہو لیکن علم اسے بزرگ و برتر بنا دیتا ہے۔

درس قرآن کی اہمیت

عثمان رضی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ۔ بخاری۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ایضاً

ترجمہ:۔ حضرت عثمان رضی سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں میں بہتر شخص وہی ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے ٭ نوٹ:۔ قرآن کو سوچ سمجھ کر اس پر عمل کرنے کے لئے پڑھنا ازبس ضروری ہے قرآن کا اپنی خواہشات نفسانی حاصل کرنے کے لئے دام تزویر نہ بنایا جائے۔ یہ بدترین فعل ہے ؎

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے ٭ دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را (حافظؒ)

قرآن کا جاننا ہر مسلمان پر فرض ہے

عن ابن عباس رضی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الذی لیس فی جوفہ شیء من القرآن کالبیت الخرب۔ ترمذی ایضاً

ترجمہ:۔ ابن عباس رضی سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا شخص جس کے پیٹ میں کچھ بھی قرآن نہیں (نہ جاننے والا اور نہ عمل کرنے والا) وہ ایسا ہی جیسے ویران مکان ہوتا ہے ؎

بے دولت و بدبخت کسانیکہ ازاں نور ٭ سر تافتہ از نخوت و پیوند بریدہ (مسیح موعودؑ)

الانسان الکامل

ولقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

یوں تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا ہر ایک پہلو آفتاب عالمتاب ہے لیکن اس صحبت میں حضورؐ کے شمائل میں سے کچھ ہدیۂ قارئین کرام ہے:-

کلام

آپ کی گفتگو میں ایک خاص قدسی رنگ تھا نہایت شیریں اور دلآویز الفاظ آپؐ کے دہن مبارک سے نکلتے اور سننے والوں کو مسحور کر دیتے - بہت ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے ہر ایک فقرہ دوسرے سے الگ ہوتا عموماً ایک ایک بات کو تین تین دفعہ دہراتے اور جس بات پر زور دینا ہوتا بار بار اس کا اعادہ فرماتے گفتگو کے وقت اکثر آپ کی نگاہ آسمان کی طرف ہوتی اور قدرے آواز بھی بلند مگر دلکش ہوتی تھی - اُمّ ہانی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کعبہ میں جب قرآن پڑھتے تھے تو ہم لوگ گھروں میں اپنی اپنی چارپائیوں پر لیٹے لیٹے سنتے تھے ؎

ما اِن رَاَیْنَا مِثْلَہٗ
لِلنَّاسِ مِنْ مُّسْمِعًا

(مسیح موعودؑ)

یعنی ہم نے آپؐ جیسا سوتوں کو جگانے والا کوئی نہیں دیکھا -

حضرت امام حسن رضؓ بروایت ہند فرماتے ہیں :-

آپؐ ہمیشہ متفکر رہے (یعنی کہ آپ کو لوگوں کی اصلاح کے لئے ہمیشہ فکر رہتا تھا) اکثر خاموشی میں وقت گذارتے اور بے ضرورت کبھی گفتگو نہ فرماتے ایک ایک فقرہ الگ - صاف اور واضح ہوتا تھا - ہاتھ سے اشارہ کرتے تو پورا ہاتھ اٹھاتے کسی بات پر تعجب کرتے تو ہتھیلی کا رُخ پلٹ دیتے تقریر میں کبھی ہاتھ پر ہاتھ مارتے بات کرتے کرتے جب کبھی طبیعت کھلتی اور مسرت کی کیفیت طاری ہو جاتی تو آنکھیں نیچے کر لیتے ہنستے بہت کم تھے ہنسی آتی تو مسکرا دیتے -

(شمائل ترمذی) ؎

قدم بمنزل روحانیاں بنہ کہ جزیں
جہان و کار جہاں جملہ ابتلا باشد

(مسیح موعودؑ)

یعنی - روحانی لوگوں کی منزل میں قدم رکھ کہ بغیر اس کے دنیا اور دنیا کے کاروبار ابتلا ہی ابتلا ہیں -

خوش پوشی

اگرچہ تکلّف اور بناوٹ سے آپ کو نفرت تھی تاہم کبھی کبھار خوشنما اور قیمتی لباس کو بھی تن پوشی کی عزت بخشتے تھے

روایت ہے کہ عبداللہ بن عباس رضؓ جب حروریہ کے دربار میں سفیر ہو کر گئے تو وہ یمن کے بنے ہوئے نہایت قیمتی کپڑے پہنے ہوئے تھے - حروریہ نے کہا کیوں ابن عباس رضؓ یہ کیا لباس ہے ؟ بولے کہ تم اس پر معترض ہو، میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہتر سے بہتر کپڑوں میں دیکھا ہے -

(ابوداؤد کتاب اللباس)

خوشبو

خوشبو کو حضورؐ بہت پسند فرماتے تھے اگر کوئی ہدیۃً عطر بھیجتا تو آپؐ کبھی رد نہ فرماتے ایک خاص قسم کے عطر کو جسے سکہ کہتے ہیں ہمیشہ استعمال فرماتے - صحابہ کا قول ہے کہ حضورؐ جس گلی کوچہ سے گذرتے وہ معطر ہو جاتا - اکثر فرمایا کرتے کہ مردوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہیئے جو پھیلے اور پھیل کر کوچہ و بازار کو معطر کر دے مگر اس کا رنگ نظر نہ آئے اور عورتوں کی ایسی کہ خوشبو نہ پھیلے اور رنگ نظر آئے -

(شمائل ترمذی)

نظافت پسندی

مزاج نظافت اور لطافت پسند پائی تھی، ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھ کر فرمایا کہ اس شخص سے اتنا نہیں ہوتا کہ اپنے کپڑوں کو دھو کر صاف کرلے -

(ابوداؤد)

ایک دفعہ ایک آسودہ حال آدمی کو میلے اور خراب کپڑے پہنے ہوئے اپنے پاس آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا تم آسودہ حال ہو، بولا ہاں، ارشاد ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے نعمت بخشی ہے تو صورت سے بھی اس کا اظہار ہونا چاہیئے -

(ابوداؤد)

دیواروں پر تھوکنے سے سخت برہم ہوتے اگر دیوار پر تھوک کا دھبا پاتے تو خود چھڑی لیکر اس کی نوک سے کھرچ کر مٹ دیتے چنانچہ ایک دفعہ تھوک کا دھبہ دیوار پر دیکھا تو اس قدر غصہ آیا کہ چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا - ایک انصاری عورت نے دھبہ مٹا کر اس جگہ خوشبو لا کر ملی تو آپؐ نہایت خوش ہوئے اور اس کی تحسین کی

(نسائی کتاب المساجد)

کبھی کبھی مجلس عالیہ نبویہ میں خوشبو کی انگیٹھیاں جلائی جاتیں - اگر، اور کبھی کبھی کافور ہوتا - (نسائی)

حضورؐ اکثر مشک اور عنبر کا استعمال فرماتے ایک شخص کے بال پریشان دیکھے تو فرمایا اس شخص سے اتنا نہیں ہوسکتا کہ بالوں کو درست کرے -

(ابوداؤد)

گلی کوچوں اور مساجد کو صاف رکھنے کا التزام

حضورؐ فرمایا کرتے :-

طیّبوا ساحاتکم فان
انتن الساحات ساحات
الیہود (عن سعد للطبرانی
فی الاوسط)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے گلی کوچوں اور حوالی کو صاف وستھرا اور پاکیزہ رکھو کیونکہ سب سے گندے اور بدبودار گلی کوچے وہ ہیں جہاں یہودی آباد ہیں -

مسجد میں جھاڑو دینے کا التزام محجن کے سپرد تھا ابن ماجہ میں روایت ہے کہ حضورؐ نے حکم دے رکھا تھا کہ مساجد میں بچے اور مجنون نہ جانے پائیں اور خرید و فروخت بھی نہ ہو یہ حکم بھی صادر فرما رکھا تھا کہ مساجد میں جمعہ کے روز خوشبو کی انگیٹھیاں جلائی جائیں -

حضور علیہ التحیۃ والسلام انوار الٰہی کے مظہر اتم تھے اور تمام الٰہی صفات ظلّی طور پر اپنے وجود باجود میں رکھتے تھے -

(باقی ---- باقی)

مظہرے نورے کہ پنہاں بود از عہد ازل
مطلع شمسے کہ بود از ابتدا در استتار
صدر بزم آسمانؐ و حجۃ اللہ برزمین
ذات خالق را نشانے بس بزرگ و استوار

(مسیح موعودؑ)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس نور کے مظہر اتم تھے جو روز اول سے مخفی چلا آتا تھا اور اس سورج (صفات الٰہیہ) کے نکلنے کی جگہ ہیں جو ابتداء سے نہاں تھا وہ آسمانی (انبیاء و اولیا) لوگوں کی مجلس کے صدر اور زمینی لوگوں کے لئے حجت قاطع ہیں - وہ ذات باری کی ہستی کا عظیم الشان اور مضبوط نشان ہیں -

---

فوجی عدالت کے رُوبرُو

ڈاکٹر مصدّق کا اعلان

تہران ۹ رنومبر - ایران کے سابق وزیر اعظم ڈاکٹر مصدق نے اعلان کیا ہے کہ اگر فوجی عدالت نے مجھے مجرم قرار دیا تو میں اس سزا کے خلاف شاہ ایران سے اپیل نہیں کروں گا - اور اگر مجھے رہا کر دیا گیا تو میں موقعہ ملتے ہی خودکشی کر لوں گا آپ نے خدا کی قسم کھا کر کہا مجھے کتنا ہی مجبور کیوں نہ کیا جائے - میں عدالت کے آئندہ اجلاس میں حاضر نہیں ہوں گا - کیونکہ یہ عدالت غیر جانبدار نہیں ہے - اس کا صدر اور دو جج وہ اشخاص ہیں جنہیں میری حکومت نے بد دیانتی کرنے پر سزا دی تھی "

فہرست چندہ ماہوار خواتین و اطفال

جماعت مسلم ٹاؤن لاہور

(قسط اول)

ذیل کی فہرست میں جو چندہ درج ہے وہ ماہ نومبر ۵۳ء کا داخل خزانہ انجمن ہو چکا ہے - اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان بہنوں اور بچوں کے ایمان جان اور مال میں برکت دے - آمین -

پائی آنہ روپے

۱ - اہلیہ محترمہ مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی - ۰ - ۰ - ۱
۲ - عبدالسلام صاحب پسر " - - - ۰ - ۰ - ۶
۳ - عبدالصمد صاحب " - - - ۰ - ۰ - ۲
۴ - گل ریحانہ اختر دختر " " " ۰ - ۰ - ۱
۵ - اہلیہ صاحبہ عزیز احمد صاحب - ۰ - ۰ - ۲
۶ - شاہد عزیز صاحب پسر عزیز احمد صاحب - ۰ - ۰ - ۴
۷ - منظور عزیز صاحب پسر عزیز احمد صاحب - ۰ - ۰ - ۴
۸ - اہلیہ سخی محمد صاحب ۰ - ۸ - ۰
۹ - پسر سخی محمد صاحب ۰ - ۸ - ۰
۱۰ - اہلیہ صاحبہ مولوی محمد علی صاحب صلیح سلیم ٹاؤن ۰ - ۸ - ۰
۱۱ - احسان الٰہی صاحب پسر مولوی صاحب ۰ - ۸ - ۰
۱۲ - ممتاز اختر بی بی دختر " " ۰ - ۸ - ۰
۱۳ - مسعودہ بی بی " " ۰ - ۸ - ۰

میزان کل - ۰ - ۰ - ۲۴

ڈاکٹر احمد حسن
بی اے ایل - ایل - بی
اسسٹنٹ افسر تحصیل -

مکتوب امریکہ

محبی و مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"
لاہور - پاکستان -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یکم اکتوبر کو سان فرانسسکو سٹیٹ کالج کی "انٹرنیشنل ریلیشنز کلب" کی دعوت پر میں نے "انٹرنیشنل انڈرسٹینڈنگ" پر اپنے خیالات کا اظہار کیا - ڈاکٹر البلفرڈ فسک جو ۱۹۵۲ء کے موسم گرما میں پاکستان تشریف لے گئے تھے صدر جلسہ تھے - دوران تقریر میں نے سان فرانسسکو نیوز" کے ایک نامہ نگار مسٹر زورک مقیم الجیریا کے حال ہی میں شائع شدہ ایک مضمون کا حوالہ دیا اور کہا کہ ان کے بیان کے مطابق :-

"عرب عام طور پر نہایت ہی مشاق
چور ہیں اور چوری ان کے
لئے کوئی عیب کی بات نہیں
خصوصیت سے اگر چوری کسی
غیر مذہب والے کی کریں"

انہوں نے صرف اسی بیان پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس پر یہ زیادتی کی کہ عربوں کو بے رحم اور سنگ دل بھی بنا دیا ، میں نے کہا کہ یہ باتیں دوستی کی نہیں بلکہ دشمنی کی ہیں ، چار کروڑ عربوں کو چور اور بے رحم قرار دینا اور بغیر کسی تحقیق اور وجہ کے ایک بے حد متعصب آدمی کا کام ہے - ایڈورڈ بنگ اپنی کتاب "عربوں کی دنیا" میں تحریر کرتے ہیں کہ عرب میں چوری کا نام و نشان نہیں - اگر کوئی شخص صحرا میں یا کارروان چلنے راستے میں سونے کا ڈھیر بھی چھوڑ جائیں تو مجال نہیں کہ کوئی اس طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ جائے اور عربوں کی بے رحمی کی حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے میں جب یورپ کے لوگ مجنونوں کو یہ سمجھ کر طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے کہ وہ شیطانوں کے تصرف میں ہیں عربوں نے پاگلخانے تعمیر کرائے تاکہ ان کی ٹھیک نگہداشت ہو سکے اور ان کے دماغوں کا صحیح علاج ہو سکے - مسٹر مسٹر زورک سے میں نے کہا ممکن ہے کہ یہ مضمون فرانسیسیوں کی حمایت میں لکھا ہو اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہو کہ مراقش، الجیریا اور ٹیونس اس قابل نہیں کہ وہ آزاد ہوں ، بلکہ اس قابل ہیں کہ ہمیشہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہیں مگر افسوس ہے کہ "سان فرانسسکو نیوز" نے یہ مضمون شائع کر دیا اور عربوں اور مسلمانوں کے دلوں کو آزردہ کیا - اخبار والوں کا فرض ہے کہ ایسے مضامین جو سراسر تعصب کا نتیجہ ہیں ہرگز نہ چھاپیں اور حکومت کا فرض ہے کہ ان لوگوں سے بازپرس کرے جو امن کی فضا پیدا کرنے کی بجائے اسے مکدر کرنے کے درپے رہتے ہیں ، تعلیمی اداروں کو چاہیئے کہ وہ اپنے سکولوں اور کالجوں میں مختلف ممالک اور مختلف مذاہب کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچانے کا مناسب انتظام کریں اور طالب علموں کو دوسروں کے جذبات کا احترام کرنا سکھائیں ، اس ذریعہ سے مجھے یقین ہے کہ بہت جلد علم کی روشنی سے جہالت کی تاریکی دور ہو جائے گی اور جہالت کی وجہ سے جو تعصب خوف اور بے اعتمادی پیدا ہوتی ہے وہ باقی نہ رہے گی -

چھ اکتوبر کو شیخ عبداللہ آف جارڈن سے ملاقات ہوئی - وہ پرنسٹن یونیورسٹی کی کانفرنس میں شرکت کے لئے امریکہ تشریف لائے تھے انہیں تحریک احمدیت سے متعلق کچھ غلط فہمیاں تھیں - میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے اور جو کچھ انہوں نے کام کیا اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب مختصراً بیان کر دیا اور انہیں صحیح معلومات بہم پہنچانے کی کوشش کی ، اپنا کچھ لٹریچر بھی ان کی خدمت میں پیش کیا -

۹ر اکتوبر کو چراغ محمد صاحب نے ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین کے اعزاز میں ایک ضیافت کا انتظام کیا تھا ، اس میں میں بھی شریک محفل ہوا - سعد اللہ خاں صدر محمڈن مسجد ایسوسی ایشن سیکرامنٹو بھی موجود تھے - ڈاکٹر صاحب نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ مسلمانوں اور ان کے بچوں کی مذہبی تعلیم کا انتظام کریں ، کیا اچھا ہوتا اگر وہ انہیں اس بات کی ترغیب بھی دیتے کہ جب تک وہ اپنا کوئی علیحدہ انتظام نہیں کر سکتے اس وقت تک میری خدمات سے ہی فائدہ اٹھائیں -

۱۱ر اکتوبر کو ہمارے دوست جناب محمد علی سلیمان میرداد صاحب کے ہاں دعوت تھی ، قونصل جنرل ، پاکستان اور قونصل جنرل مصر بھی مع اپنے خاندانوں کے مدعو تھے اور ان کی وجہ سے محفل میں خوب رونق تھی کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میرداد صاحب کی فرمائش پر لا اکراہ فی الدین کا میں نے تشریح کی اور غیر مسلموں سے جو مسلمانوں نے نیک سلوک کئے انہیں مختصراً بیان کیا ، بعد میں مسٹر ہرشمین جو ہماری نومسلم بہن مریم کے والد محترم ہیں چند سوالات پوچھے ، ان سے تسلی بخش جوابات دیئے - مریم کی روایت ہے کہ وہ میرے جوابات سے مطمئن تھے اور اپنی اہلیہ محترمہ سے میری تعریف کر رہے تھے

۱۳ر اکتوبر کو میں عصر کے وقت پالو آلٹو روانہ ہو گیا ، وہاں کی ٹیچرز ایسوسی ایشن نے جو QUESTIONERS کے نام سے مشہور ہے مجھے THE CONTRIBUTIONS OF ISLAM پر لیکچر دینے کے لئے بلایا تھا ، ساڑھے چھ بجے ڈنر ہوا آٹھ بجے تقریر شروع ہوئی - مختلف شہروں کے پچاس کے قریب استاد اور استانیاں جمع تھیں - ساڑھے بارہ بجے شب کو میں واپس سان فرانسسکو اپنے مکان پر پہنچ گیا -

خاکسار
بشیر احمد منٹو

شاہ ابن سعود وفات پا گئے

امیر سعود نے تاج و تخت سنبھال لیا

قاہرہ ، ۹ر نومبر - مصر میں سعودی عرب کے سفارت خانہ نے اعلان کیا ہے کہ سلطان عبدالعزیز ابن سعود شاہ سعودی عرب آج صبح عارضہ قلب سے وفات پا گئے - اور ان کے بڑے صاحبزادے ولی عہد امیر سعود نے تخت و تاج سنبھال لیا ہے - ان سے چھوٹے صاحبزادے امیر فیصل ولی عہد سلطنت مقرر کئے گئے ہیں - شاہ ابن سعود کی عمر ۷۳ سال تھی ، اور وہ کافی عرصہ سے عارضہ قلب سے صاحب فراش چلے آ رہے تھے ، ان کے پسماندگان میں ۴۶ بیٹے بیٹیاں شامل ہیں - انہوں نے شدید اور صبر آزما جدوجہد کے بعد اپنے خاندان کی کھوئی ہوئی سلطنت حاصل کی تھی - اور سعودی عرب کو ایک مفلوک الحال ملک سے ترقی دے کر اس کی آمدنی کروڑوں پونڈ تک پہنچا دی تھی -

شاہ ابن سعود نے اپنی علالت کے پیش نظر حال ہی میں کاروبار حکومت کی نگرانی کے لئے ایک ریجنسی کونسل قائم کر دی تھی ، لیکن اس کونسل میں عوام کو کوئی نمائندگی نہیں دی گئی تھی ، بلکہ اس میں شاہی خاندان کے افراد ہی شامل تھے ، شہزادہ امیر سعود اس کونسل کے سربراہ تھے -

اگرچہ شاہ ابن سعود کی علالت کی خبریں اخبارات میں عام شائع ہو رہی تھیں ، لیکن حکومت سعودی عرب کی جانب سے انہیں برابر پردۂ اخفاء میں رکھا جا رہا تھا -

ابتدائی زندگی

شاہ عبدالعزیز بن سعود ۱۸۸۰ء میں ریاض میں پیدا ہوئے - ان کے والد امیر عبدالرحمٰن نجد کے امیر فیصل کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے - امیر فیصل کی وفات پر ان کے بیٹوں میں جانشینی کا جھگڑا چھڑ گیا - شمالی نجد کے حکمران خاندان بنو رشید نے اس تنازعہ کا فائدہ اٹھا کر نجد پر حملہ کر دیا اور بنو سعود کی حکومت کا خاتمہ کر کے ریاض کو اپنا پایۂ تخت بنا لیا - شاہ عبدالعزیز بھی اپنے خاندان کے ہمراہ وطن چھوڑ کر چلے گئے اور کچھ دیر ادھر ادھر رہنے کے بعد کویت پہنچے ، ۱۹۰۰ء میں امیر عبدالرحمٰن اپنے بیٹے امیر عبدالعزیز کے حق میں دعوئے حکومت سے دستبردار ہو گئے ، سلطان عبدالعزیز ۱۹۰۱ء میں ۱۲۰۰ آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ نجد میں داخل ہوئے اور صرف ۱۵ جوانوں کی مدد سے ریاض پر دوبارہ قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور انہوں نے بنو رشید سے اپنا چھینا ہوا تاج و تخت واپس لے لیا -

توسیع سلطنت

آئندہ چند سال سلطان ابن سعود نے اپنے کھوئے ہوئے علاقے کی بازیابی اور اپنی سلطنت کے استحکام میں گذارے ، ۱۹۰۶ء میں ابن رشید کے انتقال نے ان کی راہ کا آخری کانٹا بھی دور کر دیا - انہوں نے نظم و نسق کی بحالی پر خاص توجہ دینی شروع کر دی اور مروجہ قوانین کے بجائے اسلامی قانون نافذ کر دیا ، دسمبر ۱۹۱۵ء میں انہوں نے برطانیہ کی خواہش پر اس سے دوستی کا معاہدہ کیا ، لیکن اپنی غیر جانبدارانہ روش برقرار رکھی ، ۱۹۲۰ء میں انہوں نے عسیر کا علاقہ بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اور اگلے سال تک تمام وسطی عرب ان کے قبضے میں آ چکا تھا - ۱۹۲۳ء میں برطانیہ کے بنو رشید اور شاہ حسین سے ابن سعود کی صلح کرانے کی کوشش کی لیکن بے سود ، شاہ ابن سعود کی فوجوں نے ۱۹۲۵ء میں مکہ پر بھی قبضہ کر لیا ، اور صرف

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم نمبر ۳)

علامہ اقبال نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی

ہم مرزا صاحب کو کسی قسم کا نبی نہیں مانتے

فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں خواجہ نذیر احمد صاحب بار ایٹ لاء کی گواہی

لاہور - ۱۳ر نومبر فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کے طلب کرنے پر خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لاء نے آج شہادت دیتے ہوئے کہا مولانا مودودی کے تحریری بیان کا یہ حصہ غلط ہے کہ انہوں نے ربوہ جاکر مرزا بشیر الدین محمود احمد کو بعض نکات کی وضاحت کرنے پر آمادہ کرنے کیلئے کہا تھا۔ خواجہ نذیر احمد نے کہا میں نے مولانا مودودی کو بتایا کہ رسول اکرمؐ کے بعد دعوئے نبوت کرنے والے کو جس طرح مرزا غلام احمد کافر و کاذب سمجھتے تھے ہم بھی سمجھتے ہیں ہم مرزا غلام احمد کو کسی قسم کا نبی نہیں مانتے۔

گواہی جاری رکھتے ہوئے خواجہ نذیر احمد نے کہا میں نے مولانا مودودی کو چیلنج کیا کہ وہ مرزا غلام احمد کا اپنا کوئی ایک حوالہ بھی پیش کریں جس میں انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو

گواہ نے مزید کہا کہ مجھے ذاتی طور پر تو نہیں لیکن بعد میں یہ علم ہوا کہ علامہ اقبال نے ۱۸۹۳ء یا ۱۸۹۴ء میں مرزا غلام احمد کی بیعت کی تھی اسی طرح مولوی غلام محی الدین قصوری بھی بیعت کر چکے تھے اور ان کا شمار مرزا غلام احمد کے ۳۱۳ ابتدائی پیروؤں میں ہوتا تھا۔

خواجہ نذیر احمد پر جرح ملتوی کی درخواست پر کسی آئندہ تاریخ پر ملتوی کر دی گئی اس تاریخ کا فیصلہ بعد میں ہوگا۔

تحقیقاتی عدالت میں آج مولانا امین احسن اصلاحی پر جرح ختم ہو گئی مولانا نے آج جرح کے دوران میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ قومیت کے اصول پر مبنی حکومت شیطانی اور مفسدانہ ہوتی ہے۔

عدالت کا اجلاس اب ۱۰ر نومبر کو ہوگا۔

مولانا مودودی کا پیامبر

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لاء نے کہا کہ مولانا مودودی نے اس عدالت میں جو تحریری بیان داخل کیا ہے وہ نوائے وقت کی ۱۲۔ اور ۱۳ر اکتوبر ۱۹۵۳ء کی اشاعتوں میں آچکا ہے اسے پڑھ کر میں اس عدالت کو ایک مکتوب بذریعہ دستاویز ڈی۔ای۔۱۵۰ بھیجا۔

سوال:- مولانا مودودی کے بیان میں کیا غلطی ہے؟

جواب:- اس حقیقت کے سوا کہ میں مولانا مودودی سے ملاقات کے لئے گیا نوائے وقت میں شائع ہونے والے ان کے تحریری بیان کا وہ حصہ جس کے کنارے پر لکیر کھینچی ہوئی ہے، غلط ہے۔ اس تحریری بیان میں کہا گیا ہے مولانا مودودی نے مجھ سے کہا کہ میں مرزا بشیر الدین محمود احمد کے پاس ربوہ جاؤں اور انہیں ان تین نکات کے متعلق بیان دینے پر آمادہ کروں جو تحریری بیان کے خط کشیدہ حصے میں درج ہیں۔ یہ بات غلط ہے۔

سول اینڈ ملٹری گزٹ کو دھمکی

سوال:- تو پھر صحیح بات کیا ہے؟

جواب:- میں احمدی ہوں اور سول اینڈ ملٹری گزٹ کا کنٹرول کرنے والا حصہ دار ہوں۔ میرے پاس ایک آدمی آیا تھا جسے میں نے مولانا مودودی کا پیام رساں سمجھا۔ خود اس آدمی نے یہ نہیں کہا کہ مولانا نے اسے بھیجا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ وہ مولانا کا پیامبر تھا میں اسے جانتا ہوں وہ جماعت اسلامی کا بڑا ہمدرد ہے اس نے مجھ سے کہا کہ میں قادیانی تحریک کے بارے میں سول اینڈ ملٹری گزٹ کی پالیسی بدل ڈالوں اس نے مجھے دھمکی دی کہ اخبار نے پالیسی تبدیل نہ کی تو سول اینڈ ملٹری گزٹ بلڈنگ جلا دی جائے گی اور ساری مشینری تباہ و برباد کر دی جائیگی میرا چونکہ خیال تھا کہ وہ مولانا مودودی کا بھیجا ہوا ہے اس لئے میں نے اس سے کہا کہ میرے ساتھ مولانا مودودی کے پاس چلے اسی وقت ہم دونوں فیروزپور روڈ پر جہاں مولانا مودودی رہتے تھے گئے میں نے مولانا مودودی سے کہا کہ مذکورہ بالا پیغام مجھے مل گیا ہے۔ میں نے مولانا سے پوچھا کہ انہیں میرے اور اپنے مذہبی نظریات میں ایسا کیا فرق نظر آتا ہے کہ جو اس دھمکی کا جواز بن سکے؟

نبوت کا مدعی

میں نے ان سے کہا کہ ہم مرزا غلام احمد کو کسی قسم کا نبی نہیں مانتے اور رسول اکرم صلعم کے بعد نبوت کے ہر مدعی کو ہم اسی طرح کافر و کاذب سمجھتے ہیں جس طرح مرزا غلام احمد سمجھتے تھے۔ میں نے مولانا مودودی سے یہ بھی پوچھا کہ کیا آپ میرے یا لاہوری جماعت کے عقائد میں کوئی ایسی چیز بتا سکتے ہیں جو خود آپ (مولانا مودودی) کے نظریات سے مختلف ہو؟ میرے خلاف الزام یہ تھا کہ میں قادیانیوں کی حمایت کر رہا ہوں میں نے ان سے کہا کہ "سول اینڈ ملٹری گزٹ" آزاد اخبار ہے اور یہ ہر اس شخص کی حمایت کریگا جس کے متعلق ہم یہ سمجھیں گے کہ اسے دہشت انگیزی کا شکار بنایا جا رہا ہے۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ پاکستان میں ہر شخص کو اپنی مرضی کے مطابق عقیدہ رکھنے کا حق حاصل ہے۔ میں نے کہا کہ اگر کبھی مذہبی بناء پر کسی ملحد کو بھی غنڈہ گردی یا دہشت انگیزی کا نشانہ بنائے جائے تو "سول اینڈ ملٹری گزٹ" اس کی حمایت کرے گا۔

قادیانی مسئلہ

میں نے اور واضح کیا کہ "قادیانی مسئلہ" میں آپ نے اس موضوع پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ مخلصانہ نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ یہ کتابچہ پڑھ کر میرا ردعمل یہ تھا کہ آپ نے بھی الیاس برنی کی کتاب کو مختلف صورت میں پیش کر دیا ہے۔ الیاس برنی نے اپنی کتاب دو حصوں میں تقسیم کی ہے۔ ایک میں نبوت کے متعلق مرزا غلام احمد کے مبینہ دعاوی ہیں۔ دوسرے میں ان ہدایات سے بحث ہے جو انہوں نے اپنے پیروؤں کو حکومت کی وفاداری کے متعلق دیں۔ ٹھیک یہی دو حصے ہیں جن میں "قادیانی مسئلہ" منقسم ہے۔

چیلنج

میں نے مولانا صاحب سے کہا کہ جہاں تک حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا تعلق ہے یہ قرآنی ارشاد کے عین مطابق ہے لیکن جہاں دعوئے نبوت کا ذکر آتا ہے آپ اور الیاس برنی دونوں نے ہر بار مرزا غلام احمد کے سوا دوسرے حوالوں کے اقتباس دیتے ہیں۔ میں نے انہیں چیلنج کیا کہ وہ مرزا غلام احمد کا کوئی ایک بھی ایسا حوالہ پیش کریں جس میں انہوں نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہو۔

مرزا صاحب کا خط

میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے "قادیانی مسئلہ" میں مرزا غلام احمد کا اپنا کوئی حوالہ کیوں نہیں دیا؟ اور دوسری کتب پر کیوں انحصار کیا ہے، یہاں تک کہ مرزا صاحب کے ایک خط سے صرف ایک جملہ کا اقتباس درج کیا ہے لیکن اصل کے مابعد کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا جس میں مرزا صاحب نے اسلامی مصطلحات میں نبوت کے تمام دعاوی سے درحقیقت انکار کیا ہے۔

میں نے مولانا پر واضح کیا کہ یہ خط ۲۳ر مئی ۱۹۰۸ء کا لکھا ہوا ہے اور مرزا صاحب کی وفات ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔

پھر میں نے مولانا مودودی سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ لاہور میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا جواز اسلام کے کسی پہلو سے نکلتا ہے؟ میں نے کہا لاہور میں زنا ہوا ہے، لوگوں کو زندہ جلایا گیا ہے۔ گھروں کو لوٹا گیا ہے۔ مولوی غلام محی الدین قصوری کا گھر بھی جلانے یا لوٹنے کے لئے نظر میں رکھا گیا ہے۔

مولوی غلام محی الدین قصوری

مولوی غلام محی الدین قصوری احمدی تھے انہوں نے انیسویں صدی کے آخری دس سال میں کبھی بیعت کی ان کا نام مرزا غلام احمد کے پہلے ۳۱۳ پیروؤں میں آیا علامہ اقبال نے بھی ۱۸۹۳ء یا ۱۸۹۴ء میں بیعت کی تھی۔

سوال:- کیا آپ کو اس کا ذاتی طور پر علم ہے؟

جواب:- مجھے اس کا علم بعد میں ہوا ۱۹۳۰ء یا ۱۹۳۱ء میں ڈاکٹر اقبال اور مرزا بشیر الدین محمود احمد دونوں کشمیر کمیٹی کے رکن تھے یہ کمیٹی کشمیری مسلمانوں کو آزادی دلانے کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس زمانہ میں دونوں میں بعض امور پر اختلاف ہو گیا جس کے بعد علامہ اقبال نے احمدیوں کے خلاف کتاب لکھی اور پھر وہ قدم قدم دور ہی ہوتے گئے۔

تیری بیعت دا کی ہویا؟

اسی سال میں اور میرے والد مرحوم خواجہ کمال الدین ڈاکٹر اقبال سے ملے۔ میرے والد جو ڈاکٹر اقبال کے بڑے دوست تھے ان سے پوچھا:-

"اوہ یار، تیری بیعت دا کی ہویا؟"

(ترجمہ:- دوست تمہاری بیعت کا کیا بنا؟)

اور علامہ اقبال نے جواب دیا:-

"اوہ ویلا ہور سی، ایہہ ویلا ہور اے" (ترجمہ: وہ زمانہ لد گیا)

ڈاکٹر اقبال نے اپنے سب سے بڑے لڑکے آفتاب کو کئی سال تک قادیان میں تعلیم دلوائی۔

لاہور کے واقعات

میں اب پھر مولانا مودودی سے اپنی گفتگو کے سلسلہ کی طرف پلٹتا ہوں جب میں نے مولانا سے ان واقعات کے متعلق پوچھا جو اس وقت لاہور میں رونما ہو رہے تھے، انہوں نے کہا کہ میں ان واقعات کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔

میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے علانیہ ایسی بات کیوں نہیں کہی؟

ان کا پہلا جواب یہ تھا کہ وہ حکومت

کی مذمت کئے بغیر عوام کی مذمت نہیں کر سکتے۔

میں نے انہیں دونوں کی مذمت میں بیان لکھنے کی دعوت دی اور یقین دلایا کہ ہم اسے سول اینڈ ملٹری گزٹ کے پہلے صفحہ پر شائع کریں۔ انہوں نے اس سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں ایک کتابچہ پہلے ہی لکھ چکا ہوں، میں نے کہا یہ بہت کم لوگ پڑھ سکیں گے ہاں اخبار بے شک پڑھ لیں گے۔

مرزا بشیر الدین محمود کا بیان

اس کے بعد ہم مرزا بشیر الدین محمود احمد کے اس بیان پر بحث کرنے لگے جو سول اینڈ ملٹری گزٹ مؤرخہ ۲۳ر فروری ۱۹۵۳ء (دستاویز ڈی ای ۱۵۱) میں شائع ہوا تھا۔

مولانا نے اس وقت کہا کہ اس بیان میں غیر احمدی کی نماز جنازہ پڑھنے یا کسی احمدی سے کسی غیر احمدی کی لڑکی کی شادی کے نتائج کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا۔

میں نے ان سے کہا کہ یہ باتیں ایمان کے بنیادی امور نہیں۔ ہر احمدی آزاد ہے جہاں چاہے شادی کرے اور جس امام کے پیچھے چاہے نماز پڑھے۔ میں ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مغرب کا وقت ہو گیا اور ہم دونوں نے اکٹھے نماز پڑھی وہ امام بنے اور میں ان کا مقتدی بنا۔ اس کے بعد میں رخصت ہوا

ربوہ جانے کا مقصد

مولانا مودودی نے مجھے ربوہ جانے کو کبھی نہیں کہا کیونکہ انہیں پوری طرح علم تھا کہ وہ مجھے کوئی کام کہنے کی پوزیشن میں نہیں۔

سوال:۔ پھر آپ ربوہ کیوں گئے؟

جواب:۔ میں اور سول اینڈ ملٹری گزٹ کے ایڈیٹر مسٹر یعقوب خاں اس اخبار کے سلسلہ میں مرزا بشیر الدین محمود احمد سے ملاقات کے لئے فروری ۱۹۵۳ء میں ربوہ گئے۔ ہم نے ان سے کچھ سوال کئے انہوں نے جو جواب دیئے ہم نے شائع کر دیئے۔ ہمیں ان کے اس جواب سے تسلی ہو گئی کہ جو بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے مسلمان ہے۔

بہت بڑی شخصیت سے گفتگو

مارچ ۱۹۵۳ء میں اتفاق سے میں تھا۔ وہاں میں نے ایک صاحب سے مرزا بشیر الدین محمود احمد کے بیان کے ماکرہ ما علیہ پر بحث کی وہ بہت بڑی شخصیت تھے۔

اور ان کا نام میں عدالت کو صرف بشرط رازداری بتا سکتا ہوں۔ ان صاحب سے میری جو گفتگو ہوئی اس کے دوران میں انہوں نے مجھ سے کہا کہ اس بیان کی توضیح اس حد تک ہونی چاہیئے کہ قادیانیوں پر ایسے غیر احمدیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی کوئی پابندی نہ ہو، "مکفر" یا "مکذب" نہ ہوں۔ بشرطیکہ مرنے والا "مکفر" یا "مکذب" نہ ہو۔

غیر احمدی کی نماز جنازہ

اس کے بعد میں ملا یعقوب خاں کو ہمراہ لے کر ربوہ گیا تاکہ اس معاملہ میں مرزا بشیر الدین محمود احمد کے نظریات دریافت کروں اور ضرورت پڑے تو ایک اور بیان شائع کراؤں

انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ مرزا غلام احمد کے اس اصل خط کی تلاش میں ہیں جس میں انہوں نے اعلان کیا تھا کہ کسی غیر احمدی کی نماز جنازہ پڑھنے پر کوئی اعتراض نہیں جو "مکفر" یا "مکذب" نہ ہو۔ میں نے ان سے کہا کہ ۱۹۱۴ء کے پیغام صلح میں خط شائع ہو چکا ہے۔

انہوں نے کہا مجھے امید ہے کہ اصل خط مجھے مل جائے گا۔

میرا خیال ہے کہ انہیں (مرزا بشیر الدین محمود احمد کو) یہ اصل خط مل گیا ہے مجھے اپنے پیروؤں سے یہ کہنے میں کوئی تذبذب نہیں ہوگا کہ وہ اس میں مندرج ہدایات پر عمل پیرا ہوں۔

دولتانہ کے مشیر کار

حکومت پنجاب کی جانب سے مسٹر فضل الہی کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ میں نے اس شورش کے سلسلہ میں گورنر سے دو مرتبہ ملاقات کی۔ دوسری مرتبہ میری ملاقات مارشل لاء کے ایام میں ہوئی۔ اس موقعہ پر گورنر نے مجھے بتایا کہ ان کی حیثیت آئینی گورنر سے زیادہ نہیں ہے اور وزیر اعلیٰ مسٹر دولتانہ کو ان کے مشیر کار گمراہ کر رہے۔

محکمۂ تعلقات عامہ

ایجی ٹیشن کے دوران میں مرکزی حکومت کے ایک وزیر آنریبل ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لاہور آئے تھے میں نے ان سے ملاقات کی اور ان کو بتایا کہ محکمۂ تعلقات عامہ کے ڈائرکٹر مسٹر نور احمد ایجی ٹیشن میں خاص طور پر دلچسپی لے رہے ہیں کیونکہ اردو کے مختلف اخباروں میں ایک ہی طرز اور ایک ہی مضمون کے مقالات شائع ہو رہے ہیں اور انکی عبارت بھی آپس میں ملتی جلتی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا منبع و ماخذ ایک ہی ہے میں نے ان کو اپنی یہ رائے پیش کی کہ یہ سب مقالات محکمۂ تعلقات عامہ نے تیار کئے ہیں۔

مسٹر نور احمد کا اعتراف

ڈاکٹر اشتیاق احمد قریشی نے کہا کہ مجھے یہ بات آج ہی صبح ایک اور صاحب نے بتائی ہے۔ اس کے بعد وزیر صاحب دو یا تین اردو اخبارات کے دفتر میں گئے۔ اور مضامین کا اصل مسودہ حاصل کر کے ان کے بارے میں مسٹر نور احمد کی جواب طلبی کی، وزیر صاحب نے کہا کہ مسٹر نور احمد نے ان کے سامنے تسلیم کیا کہ یہ مضامین ان کے لکھے ہوئے ہیں۔

وزیر صاحب نے یہ بھی کہا کہ اس کے بعد وہ دولتانہ صاحب کے پاس گئے اور ان سے شکایت کی۔ لیکن دولتانہ صاحب نے اس بارے میں بے خبری کا اظہار کیا اور معاملہ کی تحقیق کرنے کا یقین دلایا۔ اس کے بعد وزیر صاحب نے اس کی رپورٹ مرکزی حکومت کو پیش کر دی

جماعت احمدیہ لاہور کا بیان

(دستاویز ڈی۔ ای ۱۵۲) وہ بیان ہے جس پر میں نے اور جماعت احمدیہ لاہور کے پندرہ یا سولہ دوسرے ارکان نے دستخط کئے تھے۔

یہ بیان کراچی کے ڈان میں شائع ہو چکا ہے ہم یہ بیان لاہور کے اخبارات میں بھی چھپوانا چاہتے تھے لیکن ہمیں متعلقہ حکام نے منع کر دیا۔

میں نے ۳۱ر جولائی ۱۹۵۲ء کے سول اینڈ ملٹری گزٹ میں "خاتم النبیین" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا تھا جو دستاویز ڈی ای ۱۵۰ کی صورت میں پیش ہے۔

شیطانی اور مفسدانہ

اس سے پہلے صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل مسٹر عبدالرحمٰن خادم نے مولانا امین احسن اصلاحی سے اپنی جرح جاری رکھتے ہوئے ان سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں قومیت پر مبنی حکومت شیطانی اور مفسدانہ ہوتی ہے۔

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ کیا میں نے یہ صحیح سمجھا ہے۔ کہ آپ کے خیال میں سیاسی مسلمان کے لئے صرف عقیدہ ضروری ہے لیکن حقیقی مسلمان کے لئے عقیدے کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے۔

جواب:۔ جی نہیں۔ آپ نے میری بات ٹھیک سے نہیں سمجھی سیاسی مسلمان کے لئے بھی عمل ضروری ہے۔ لیکن میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اگر اس عقیدے پر عمل نہیں کرتا جو اس زمرے کے مسلمان کے لئے ضروری ہے تب بھی وہ سیاسی مسلمان کے دائرے سے خارج نہیں ہوگا۔

سوال:۔ کوئی سیاسی مسلمان اگر باتوں پر عمل نہیں کرتا جو آپ کے بیان کے مطابق ضروری ہیں، تو کیا آپ ایسے شخص کو بے دین کہیں گے؟

جواب:۔ جی نہیں میں اسے صرف بے عمل کہوں گا۔

سوال:۔ کیا آپ اسے درست سمجھتے ہیں کہ کوئی حقیقی مسلمان اپنی لڑکی کی شادی کسی بے عمل مسلمان سے کر دے؟

جواب:۔ اسلام نے سختی سے حکم دیا ہے۔ کہ ہر باپ کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ جس شخص سے وہ اپنی لڑکی کی شادی کرے وہ دین دار اور باعمل ہو۔

سوال:۔ کیا کوئی ایسا شخص جو اپنی لڑکی کی شادی کسی بے دین اور بے عمل مسلمان سے کرتے وقت ان باتوں کا لحاظ نہ رکھے آپ کی جماعت کا رکن بن سکتا ہے؟

جواب:۔ جی نہیں۔ لیکن کسی ایسے شوہر سے شادی اگر حالات سے مجبور ہو کر کی جائے تو صورت حال مختلف ہو گی۔

سوال:۔ "مزاج شناس رسول" کسے کہتے ہیں۔

جواب:۔ مزاج شناس رسول اس شخص کو کہتے ہیں جس نے حدیث کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہو اور یہ صلاحیت پیدا کر لی ہو کہ وہ رسول اللہ کے ارشادات اور ان لوگوں کے اقوال میں تمیز کر سکے جو پیغمبر نہیں ہیں یا جنہوں نے پیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کیا ہو۔

سوال:۔ کیا مولانا مودودی مزاج شناس رسول ہیں۔

جواب:۔ جی ہاں میں انہیں مزاج شناس رسول سمجھتا ہوں۔

سوال:۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ کسی شخص کی جماعت اسلامی کی رکنیت اس کے خاندان والوں کے درمیان اختلاف پیدا کر دیتی ہے۔

جواب:۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اس طرح کا کوئی عام رجحان نہیں پایا جاتا لیکن ممکن ہے بعض صورتوں میں کسی شخص کے اعزا جماعت اسلامی میں اس کی شرکت کو پسندیدگی سے نہ دیکھیں۔

سوال:۔ کیا یہ درست ہے کہ جماعت اسلامی کے دو اراکین نے فسادات میں حصہ لیا تھا۔ اور انہیں جماعت سے خارج کیا گیا تھا کیا آپ ان کے نام بتلائیں گے؟

جواب:۔ یہ بالکل بے بنیاد ہے

ہے۔ جماعت کے کسی رکن نے فسادات میں حصہ نہیں لیا تھا۔ لیکن یہ درست ہے کہ جماعت کے دو ارکین کو ایکٹیویٹ نہ ماننے کی بنا پر خارج کر دیا گیا تھا۔ مجھے ان کے نام نہیں معلوم۔

سوال:- آپ کو لالہ موسیٰ کی جماعت اسلامی کے کسی رکن کا نام نہیں معلوم۔

جواب:- جی نہیں۔

سوال:- محمد علی کاندھلوی کون ہے۔

جواب:- میں نے اس کا نام سنا ہے۔ لیکن وہ جماعت کے رکن نہیں ہیں۔

سوال:- کیا کسی زمانے میں وہ مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔

جواب:- مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے۔ لیکن میں مجلس شوریٰ کا رکن شروع ہی سے رہا ہوں۔ اس لئے کاندھلوی اگر اس مجلس کے رکن ہوتے تو مجھے اس کا علم ضرور ہوتا۔

سوال:- میں آپ سے کہتا ہوں کہ ۱۹۴۲ء میں آپ اور مولانا محمد علی کاندھلوی دونوں مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:- ممکن ہے انہیں مجلس شوریٰ کے کسی جلسے میں شرکت کے لئے خاص طور پر بلایا گیا ہو۔ لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ مجلس شوریٰ کے رکن کبھی نہیں تھے۔

سوال:- کیا وہ جماعت اسلامی کے رکن تھے؟

جواب:- مجھے معلوم نہیں

سوال:- میں آپ کے سامنے ۱۹۴۲ء کی کسی تاریخ کو ہونے والے جماعت اسلامی کے ایک جلسے کی روداد پڑھ کے سناتا ہوں۔ کیا اب آپ کو یاد آیا کہ اس سال مولانا محمد علی کاندھلوی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔

جواب:- میں نے کارروائی پڑھی ہے۔ یہ ممکن ہے ۱۹۴۲ء میں وہ مجلس شوریٰ کے رکن رہے ہوں لیکن ۱۹۴۲ء کے بعد انہیں جماعت سے ضرور خارج کر دیا گیا ہوگا۔

سوال:- کیا متفقین کے خلاف بھی جماعت کوئی تادیبی کارروائی کرتی ہے۔

جواب:- جی نہیں۔ جماعت کی جاری کردہ ہدایتیں متفقین کے پاس بھیجی جاتی ہیں۔ لیکن آئین کے مطابق ان کے خلاف کوئی باضابطہ کارروائی نہیں کی جا سکتی۔

سب حقیقی مسلمان ہیں

سوال:- کیا آپ کی جماعت کے نوسو ارکین سب کے سب ارکین مسلمان ہیں۔

جواب:- جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ سب حقیقی مسلمان ہیں۔

عدالت نے مولانا سے سوال کیا کہ ان نوسو کے علاوہ کیا دنیا میں کوئی اور حقیقی مسلمان ہے۔

جواب:- جی ہاں۔ بلکہ ممکن ہے کہ جماعت کے باہر اس سے بھی اچھے مسلمان ہوں۔

جماعت اسلامی کے وکیل مولانا مظہر علی اظہر کی جرح پر مولانا اصلاحی نے بتایا کہ "تسنیم" جماعت اسلامی کا ترجمان نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ایڈیٹر ملک نصر اللہ خان عزیز جماعت اسلامی کے رکن ہیں۔

مولانا نے کہا کہ یہ صحیح ہے۔ کہ ملک نصر اللہ خاں عزیز پنجاب مجلس عمل کے رکن تھے۔

سوال:- کیا ۲۴ر جنوری ۵۳ء کو تسنیم میں شائع ہونے والی یہ خبر (اگزیبٹ ڈی-ای ۱۴۳) صحیح ہے کہ مولانا مودودی بھی مرکزی مجلس عمل کے پندرہ ارکین میں شامل تھے۔

جواب:- میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔

انہوں نے کہا کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس خبر کی کوئی تردید کی گئی تھی یا نہیں۔

(نا تمام)

(ملت ۵ر نومبر ۱۹۵۳ء)

شاہ ابن سعود کی وفات

(بقیہ از صفحہ ۹)

حجاز بعد مدینہ کا علاقہ ہاشمی خاندان کے قبضہ میں رہ گیا، لیکن اگلے ہی سال ان دونوں شہروں پہ بھی انہوں نے قبضہ کر لیا۔ ۱۸ر جنوری ۱۹۲۶ء کو شاہ ابن سعود نے شاہ نجد و شاہ ہونے کا اعلان کر دیا اور ۱۹۳۲ء میں اس علاقہ کو سعودی عرب کا نام دیا گیا۔

ترقیاتی منصوبے

توسیع سلطنت کے کام سے فراغت پانے کے بعد شاہ ابن سعود نے ... ترقی اور رفاہ عامہ کے کاموں پہ توجہ دی۔ عازمین حج کے لئے خاص سہولتوں کا بندوبست کیا گیا۔ ملک میں موٹر ٹرانسپورٹ کو رواج دیا گیا۔ مئی ۱۹۲۷ء میں جدہ کے مقام پہ برطانیہ سے ایک معاہدہ دوستی کیا گیا۔ جس کے بعد دونوں ملکوں میں دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ لیکن ۱۹۲۸ء میں ایک ناخوشگوار واقعہ نے کچھ تلخی پیدا کر دی۔ عراق نے نجد کی سرحد پہ ایک قلعہ تعمیر کر لیا۔ ایک سعودی دستے نے اس قلعہ کے محافظوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد سعودی عرب نے مطالبہ کیا کہ اس قلعہ کو منہدم کیا جائے۔ کیونکہ یہ سعودی عرب کے علاقہ میں واقع تھا۔ لیکن برطانیہ عراق سے یہ مطالبہ نہ منوا سکتا تھا۔

اقتصادی وسیاسی ترقی

۱۹۳۲ء میں جب سعودی عرب کی حکومت قائم ہوئی تو ملک کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ پاؤنڈ کے لگ بھگ تھی لیکن آہستہ آہستہ اس میں اضافہ ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ یہ ۳ کروڑ پونڈ تک پہنچ گئی۔ اس وقت سلطان کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ تیل کی رائلٹی ہے جو عریبین امریکن آئل کمپنی سے مل رہی ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد سے سعودی عرب کی خارجہ پالیسی برطانیہ کی بجائے امریکہ کی جانب جھکتی چلی جا رہی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ تیل کے کنوئیں ہیں۔ امریکہ سے سعودی عرب کو بڑی آمدنی ہوتی ہے۔ اس تجارتی تعلق کے علاوہ ایک حالیہ حادثے نے سعودی عرب اور برطانیہ کے تعلقات کو ایک اور زبردست صدمہ پہنچایا ہے۔ جب سے برائمی کے نخلستان کا جھگڑا پیدا ہوا ہے سعودی عرب امریکہ کی جانب زیادہ ہی جھکتا چلا جا رہا ہے اور ساتھ ہی برطانیہ سے اس کی نفرت و بعد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ (رائٹر)

پیغام صلح مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۵۳ء - رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۴۱

جلد ۴۱ — یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۵۳ء — نمبر ۴۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نصائح حضرت مسیح موعودؑ

ذیل میں حضرت مسیح موعودؑ کے وہ زرین نصائح جو کشتی نوح کے آخری صفحات پر درج ہیں احباب جماعت کے غور و فکر اور عمل کیلئے پیش ہیں۔

عبد العزیز انریری جنرل سیکرٹری

یہ تمام نصائح جو ہم لکھ چکے ہیں (جن کا مختصراً اعادہ ذیل میں ہے۔ ناقل) اس غرض سے ہیں کہ تا کہ ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے خوف میں ترقی کرے اور تا وہ اس لائق ہو جاویں کہ خدا کا غضب جو زمین پر بھڑک رہا ہے وہ ان تک نہ پہنچے اور تا ان طاعون کے دنوں میں وہ خاص طور پر بچائے جائیں۔ سچی تقویٰ (اور بہت ہی کم ہیں سچی تقویٰ) خدا کو راضی کر دیتی ہے۔ اور خدا نہ معمولی طور پر بلکہ نشان کے طور پر کامل متقی کو بلا سے بچاتا ہے ہر ایک مکار یا نادان متقی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مگر متقی وہ ہے جو خدا کے نشان سے متقی ثابت ہو۔ ہر ایک کہہ سکتا ہے کہ میں خدا سے پیار کرتا ہوں مگر خدا اسے پیار وہ کرتا ہے جس کا پیار آسمانی گواہی سے ثابت ہو۔ اور ہر ایک کہتا ہے کہ میرا مذہب سچا ہے مگر سچا مذہب اس شخص کا ہے جس کو اسی دنیا میں نور ملتا ہے۔ اور ہر ایک کہتا ہے کہ مجھے نجات ملے گی مگر اس قول میں سچا وہ شخص ہے جو اسی دنیا میں نجات کے انوار دیکھتا ہے سو تم کوشش کرو کہ خدا کے پیارے ہو جاؤ تا تم ہر ایک آفت سے بچائے جاؤ۔ کامل متقی طاعون سے بچایا جائے گا کیونکہ وہ خدا کی پناہ میں ہے سو تم کامل متقی بنو جو کچھ خدا نے طاعون کے بارے میں فرمایا تم سن چکے ہو وہ ایک غضب کی آگ ہے پس اپنے تئیں اس آگ سے بچاؤ جو شخص سچے طور پر میری پیروی کرتا ہے اور کوئی خیانت اس کے اندر نہیں اور نہ کسل اور نہ غفلت ہے اور نہ نیکی کے ساتھ بدی کو جمع رکھتا ہے وہ بچایا جائے گا لیکن وہ جو اس راہ میں سست قدم ہی چلتا ہے اور تقویٰ کی راہوں میں پورے طور پر قدم نہیں مارتا یا دنیا پر گرا ہوا ہے وہ اپنے تئیں امتحان میں ڈالتا ہے۔ ہر ایک پہلو سے خدا کی اطاعت کرو اور ہر ایک شخص جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے اس کے لئے اب وقت ہے کہ اپنے مال سے بھی اس سلسلہ کی خدمت کرے جو شخص ایک پیسہ کی حیثیت رکھتا ہے وہ سلسلہ کے مصارف کے لئے ماہ بماہ ایک پیسہ دیوے اور جو شخص ایک روپیہ ماہوار دے سکتا ہے وہ ایک روپیہ ماہوار ادا کرے کیونکہ علاوہ لنگر خانہ کے اخراجات کے دینی کارروائیاں بھی بہت سے مصارف چاہتی ہیں صدہا مہمان آتے ہیں مگر ابھی تک بوجہ عدم گنجائش مہمانوں کیلئے آرام دہ مکان میسر نہیں جیسا کہ چاہیئے۔ چارپائیوں کا انتظام نہیں توسیع مسجد کی ضرورتیں بھی پیش ہیں تالیف اور اشاعت کا سلسلہ بمقابل مخالفوں کے نہایت کمزور ہے عیسائیوں کی طرف سے جہاں پچاس ہزار رسالے اور مذہبی پرچے نکلتے ہیں ہماری طرف سے بالالتزام ایک ہزار بھی ماہ بماہ نہیں نکل سکتا یہی امور ہیں جن کے لئے ہر ایک بیعت کنندہ کو بقدر وسعت مدد دینی چاہیئے تا خدا تعالیٰ بھی انہیں مدد دے اگر بے ناغہ ماہ بماہ ان کی مدد پہنچتی رہے گو تھوڑی مدد ہو تو وہ اس مدد سے بہتر ہے جو مدت تک فراموشی اختیار کرکے پھر کسی وقت اپنے ہی خیال سے کیجاتی ہے۔ ہر ایک شخص کا صدق اسکی خدمت سے پہچانا جاتا ہے۔ عزیزو! یہ دین کیلئے اور دین کی اغراض کیلئے خدمت کا وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئیگا چاہیئے کہ زکوٰۃ دینے والا اسی جگہ اپنی زکوٰۃ بھیجے اور

الانسان الکامل

ولقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

(۲)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزانہ مشاغل بالعموم تین قسم پر منقسم تھے۔

(۱) عبادت
(۲) مجلس
(۳) نجی مشاغل

حضور علیہ التحیت والسلام کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد چار زانو ہو کر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ آفتاب اچھی طرح نکل آتا اور اس دوران میں حضور لوگوں کو مواعظ و نصائح تلقین فرماتے گویا یہ وقت دربار نبوی کے لئے مخصوص تھا۔

(بروایت مسلم اور ترمذی)

اکثر صحابہ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرماتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ کسی نے دیکھا ہوتا تو عرض کر دیتا آپ اس کی تعبیر فرماتے (مسلم) اور کبھی خود اپنا خواب بیان فرماتے (بخاری) اس مجلس قدسیہ میں بعض لوگ جاہلیت کے قصے بیان کرتے۔ شعر پڑھتے اور ہنسی خوشی کی باتوں سے مجلس عالیہ کو کشتِ زعفران بنا دیتے۔ آنحضرت صلعم بھی مسکرا دیتے یہ مجلس روحانیاں خشک و بے رنگ و بو نہ ہوتی تھی

رموز عشق نوازی نہ کار ہر مرغیست
بیا و نو گل ایں بلبل غزل خواں باشش

(حافظ)

یعنی۔ اسرار عشق کو سریلی آوازوں میں بیان کرنا ہر مرغ کا کام نہیں۔ آ اور گل نو خاستہ اس بلبل خوش الحان کا بن۔

اکثر اسی مجلس میں مال غنیمت اور وظائف و خراج وغیرہ تقسیم فرماتے تھے۔

(بخاری و دیگر کتب احادیث)

حضور جہاں لوگوں کو روحانی غذا سے مستفید فرماتے وہاں ان کی مادی ضروریات کا بھی خیال رکھتے تھے یعنی آپ نے مکمل اور اکمل طور پر سوشل نظام قائم کر کے امت کے لئے نمونہ قائم کیا تھا۔

نجی مشاغل

چاشت کی کبھی چار اور کبھی آٹھ رکعت ادا کرنے کے بعد گھر کے نجی کاروبار میں مشغول ہو جاتے، پھٹے کپڑوں کو سیتے۔ جوتا ٹوٹ جاتا تو اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے۔ دودھ دوھتے (بخاری و مسند)

نماز مغرب کے بعد ازواج مطہرات میں سے ایک ایک کے پاس جاتے اور تھوڑے تھوڑے قیام کے بعد جس کی باری ہوتی وہیں رات بسر فرماتے تمام ازواج مطہرات وہیں جمع ہو جاتیں جہاں عشاء تک یہ صحبت قائم رہتی پھر نماز عشاء کے بعد بات چیت کرنی ناپسند فرماتے تھے

(بخاری)

سوتے وقت التزاماً قرآن مجید کی کوئی سورۃ (بنی اسرائیل۔ زمر۔ حدید۔ حشر۔ صف۔ تغابن۔ جمعہ) پڑھ کر سوتے تھے۔ شمائل ترمذی میں ہے کہ آرام فرماتے وقت یہ الفاظ فرماتے:-

اللّٰھم باسمك اموت و احییٰ

اے اللہ تعالیٰ تیرا نام لیکر مرتا ہوں اور زندہ رہتا ہوں

جاگتے تو فرماتے:-

الحمد للّٰہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیه النشور

یعنی اس اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کا شکر ہے جس نے موت کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف حشر ہوگا۔

حضور ہمیشہ داہنی کروٹ اور دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر سوتے تھے۔ آدھی یا پہر رات جاگ اٹھتے۔ اٹھ کر پہلے مسواک فرماتے پھر وضو کر کے عبادت میں مشغول ہو جاتے تہجد کی نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے مثلاً سورہ بقر۔ سورہ آل عمران اور نساء۔

نماز فجر میں طویل سورتیں پڑھتے تھے کبھی سورہ مومنین۔ کبھی والیل اذا عسعس اور سورہ ق پڑھتے صحابہ کا اندازہ ہے کہ آپ صبح کی نماز میں ساٹھ سے لے کر سو آیتوں تک پڑھتے۔

ظہر کی نماز کے وقت بروایت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ پہلی رکعت میں تیس آیتوں کے برابر اور دوسری رکعت میں پندرہ آیتوں کے برابر پڑھتے تھے۔

عصر میں پندرہ آیات کے برابر پڑھا کرتے تھے۔ مغرب کے وقت عموماً والمرسلٰت اور سورہ طور پڑھتے تھے۔

عشاء کی نماز میں والتین والزیتون اور اسی کے برابر کی سورتیں پڑھتے تھے۔

جمعہ کی پہلی رکعت میں یسبح للّٰہ ما فی السموات اور دوسری میں اذا جاءك المنافقون اور کبھی سبح اسم ربك الاعلیٰ اور ھل اتاك حدیث الغاشیه پڑھا کرتے تھے۔

(مسلم)

جمعہ کے روز صبح کی نماز میں الم تنزیل اور ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر پڑھنے کا معمول تھا۔

(مسلم)

خطبہ

خطبہ ہمیشہ حمد و ثنا سے شروع کرتے اگر اثنائے خطبہ میں کوئی کام پیش آجاتا تو منبر سے اتر کر اسے کر لیتے اور پھر منبر پر جا کر خطبہ کو پورا فرماتے،

ایک دفعہ آپ خطبہ دے رہے تھے تو ایک آدمی نے آکر کہا "یا رسول اللہ میں مسافر ہوں اپنے دین کی حقیقت سے ناواقف ہوں اس کے متعلق پوچھنے آیا ہوں" آپ منبر سے اتر آئے اسے تلقین فرمائی پھر منبر پر جا کر خطبہ پورا کیا۔

آداب مجلس

دربار نبوی میں احباب مجلس ادب سے سر جھکائے بیٹھے رہتے تھے، خود بھی مؤدب ہو کر بیٹھتے۔ جب حضور ارشاد و ہدایت فرماتے مجلس میں ایک سناٹا چھا جاتا کسی شخص کے دوران گفتگو میں جب تک وہ خاموش نہ ہو جائے دوسرا شخص بول نہیں سکتا تھا، خود حضور کسی کی گفتگو کاٹ کر نہ بولتے تھے، امراء قوم کو ہدایت کر رکھی تھی کہ جو لوگ اپنے مطالب نفس نفیس آپ تک نہیں پہنچا سکتے تھے انہیں ان کے حالات اور ضروریات کی خبر دیں تاکہ ان کا مداوا کیا جائے۔

(شمائل ترمذی)

صحابہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کی سخت تاکید تھی کہ کسی شخص کی شکایت یا عیوب آپ تک نہ پہنچائے جائیں فرمایا کرتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے جاؤں تو سب کی طرف سے صاف جاؤں (ابوداؤد کتاب الادب) اس میں ہمارے امراء قوم کے لئے لمحۂ فکریہ ہے

محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں
محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا
خدا نماست وجودش برائے عالمیاں

(مسیح موعودؑ)

محمدؐ ہی دونوں جہان کا رہنما ہے اور چراغ ہدایت ہے۔ محمدؐ ہی زمین و زمان کو اپنے نور کی ضیا پاشیوں سے روشن کرنے والا ہے۔ میں خوف خدا کی وجہ سے اُسے خدا تو نہیں کہتا مگر اس میں شک نہیں کہ آپ کا وجود اہل جہان کے لئے خدا نما ہے۔

اخلاق نبویؐ ان مجالس میں حیرت انگیز نظارہ پیش کرتے تھے۔ یہ عظیم الشان انسان متمم مکارم اخلاق۔ دنیا کا نجات دہندہ خاتم النبیین مجلس میں رونق افروز ہیں اور عقیدت کیش صحابہ غلاموں کی طرح خدمت اقدس میں حاضر ہیں مگر آپ کوئی پیرزادہ (?) اور گدی نشینوں کی طرح امتیازی اور مخصوص جگہ پر بیٹھے ہوئے نظر نہیں آتے، باہر سے آنے والے اجنبی شخص کو پوچھنا پڑتا ہے کہ تم میں محمدؐ کون ہے۔

بایں ہمہ سادگی و تواضع یہ مجالس رعب و وقار اور آداب نبوی کے اثر سے لبریز ہوتی تھی۔

باقی ۔۔۔۔ باقی

در کوئے دلستانم چوں خاکِ کو شب و روز
دیگر نشان چہ باشد اقبال و جاہ مارا

(مسیح موعود)

میں تو دن رات کوچۂ محبوب میں اس کوچہ کی خاک کی طرح پڑا رہتا ہوں۔ بھلا بتاؤ تو سہی اس سے بڑھ کر ہمارے عزت و اقبال کی اور کیا علامت ہو سکتی ہے؟

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۰ صفر ۱۳۷۳ھ | نمبر ۴۲

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

میلاد النبی کا دن تاریخ انسانی میں ایک نقطۂ انقلاب ہے ایسے عظیم الشان دن کی یاد کو محض زبان اور قلم سے تازہ کرنا حقیقی شکر اور سپاس نہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ قلب و دماغ کو ان تمام آلائشوں سے پاک کر کے جو انسانی فطرت کو مکدر کرتی ہیں ہر مسلمان کو ایک عمیق اور نہایت ہی پاکیزہ جذبہ کے ساتھ خالق کائنات کے حضور جھک جانا چاہیئے اور پھر حضور قلب کے ساتھ اس عہد کی تجدید کرنا چاہیئے جس میثاق کے لئے آنحضرت صلعم دنیا میں تشریف لائے اور ان ارکان کو ایک جوش اور قوت سے زندہ کرنا چاہیئے جنہیں آنحضرت صلعم نے زندہ کیا ورنہ محض جلسوں اور جلوسوں سے ایک عارضی اور روایتی خوشی کا سامان کر لینا کچھ حقیقت نہیں رکھتا لطف تو جب ہے کہ اس دن کی یاد میں انسانی قلب کا ہر تار مرتعش ہو کر رہ جائے۔ مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہو جائے اور اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں، سب مظاہرے ہنگامی اور عبث ہیں، حضرت امام عصر حاضر نے خدا اور خدا کے رسول پر ایک زندہ ایمان پیدا کیا ہے اور رسمی ایمان کا بالکل خاتمہ کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلعم سرور کائنات کی ذات سے اس قدر عشق تھا کہ اس سے آپ کی تمام تصنیفات اور صحیفے بھرے پڑے ہیں، آپ اخلاقی اور روحانی لحاظ سے آنحضرت صلعم کی ذات سے اس قدر قریب ہو گئے تھے کہ اس قرب سے غیروں کو مغالطہ ہوا اور اپنوں کو ٹھوکر لگی۔ حالانکہ جب تک آپ کو آنحضرت کی ذات سے اتنا قرب حاصل نہ ہوتا اور حضور صلعم کے فیوض سے آپ اس قدر بہرہ ور نہ ہوتے اس وقت تک دنیا کی اصلاح مشکل تھی، جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:-

* چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرت صلعم کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔ "خداوند کریم نے اس طرح اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افراد امت محمدیہ کو جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کرتے ہیں اور خاکساری کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گذرے ہوتے ہیں خدا ان کو فانی اور ایک مصفے شیشہ کی طرح پاکر اپنے رسول مقبول کی برکتیں ان کے وجود بے نمود کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ منجانب اللہ ان کی تعریف کی جاتی ہے یا کچھ آثار اور برکات آیات ان سے ظہور پذیر ہوتے ہیں حقیقت میں مرجع تام ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام برکات کا رسول کریم ہی ہوتا ہے۔ اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اسی کے لائق ہوتی ہیں اور وہی ان کا مصداق اتم ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ"

(براہین احمدیہ)

اس مندرجہ بالا اقتباس سے آنحضرت صلعم کے مرتبہ اور مقام کی خوب وضاحت ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجددین اور آئمہ کو آنحضرت صلعم کی ذات سے کیا نسبت اور کیا رشتہ ہے اور اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان اور عظمت سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی مرتبہ کا پتہ چلتا ہے کہ جس شخص کی غلامی میں ایسے عظیم الشان انسان ہیں وہ کس مرتبہ اور مقام کا انسان ہوگا۔ جماعت احمدیہ کو آنحضرت صلعم کی عظمت کو اپنے قلوب پر قائم کر کے ان کی حقیقی شان اور سطوت کو دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیئے اور حضور کی حقیقی صفات اور فیوض سے اکتساب نور کرنا چاہیئے اور اس نور کو دنیا میں عام کر دینا چاہیئے وہ نور ہدایت جو اس جماعت کو حضرت مسیح موعود کے ذریعہ حاصل ہوئی اس کا تقاضا ہے کہ ہم دنیا میں خدا اور خدا کے رسول پر ایک زندہ ایمان پیدا کریں اور اس سے اسلامی نظام اخلاق کو زندہ کریں اور دنیا میں وہ انقلاب پیدا کریں جو انقلاب خداوند تعالے اس جماعت کے ذریعہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔

عید میلاد النبی کے موقعہ پر ہمیں اس انقلاب کو پیدا کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیئے کیونکہ یہ دن دنیا کے لئے ایک زبردست پیغام انقلاب کا حامل ہے اور اگر ہم اس مبارک موقعہ پر اپنے قلوب کو ایک سچے اور رفیع جذبہ سے سرشار نہ کریں تو ہم میں اور عام مسلمانوں میں عملی اور ایمانی لحاظ سے کوئی فرق نہیں، حقیقی جذبۂ عقیدت سے سرشار ہونا یہی ہے کہ ہم ان اخلاقی اور روحانی اداروں کو دنیا میں زندہ کریں جنہیں آنحضرت صلعم نے دنیا میں قائم کیا اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو استوار کریں جو ہم نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر کیا ہے، اس عقیدت کا اظہار اگر ہم نہیں کرتے تو پھر سب وعدے فضول ہیں۔

میلاد النبی کا دن نہایت مبارک دن ہے تمام احمدی بزرگوں اور دوستوں اور بھائیوں کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس دن اپنے قلوب میں ایک روحانی اور اخلاقی تبدیلی پیدا کریں اور سچے دل سے عہد کریں کہ وہ اپنی زندگی کے تمام اوقات میں اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے آنحضرت صلعم سے ایک سچی عقیدت کا ثبوت دیں گے، یعنی ان کے لائے ہوئے دین کو اپنی زندگیوں میں قائم کریں گے اور اقوام عالم میں قائم کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنی تبلیغی مساعی میں اپنے عمل و سعی کی سب قوتوں کو بروئے کار لائیں گے۔

* بلا تشبیہ یہ بات صحیح ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت صلعم کے کمالات قدسیہ سے شریک مساوی نہیں ہو سکتا بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں

آہ! سید الطاف حسین شاہ

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر انتہائی حزن و ملال سے سنی جائے گی کہ جناب سید الطاف حسین شاہ صاحب خلف الرشید حضرت سید ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب مرحوم و مغفور مورخہ ۱۹ نومبر ۵۳ء کو ساڑھے چار بجے دن لاہور میں وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ مروجہ تعلیم سے فارغ ہو کر ۱۹۱۰ء میں خانپور تشریف لے گئے۔ وہاں اپنی ہمت اور قابلیت اور حضرت شاہ صاحب مرحوم کی سرپرستی میں سو مربع زمین پیدا کی۔ آپ اس علاقہ کے بہت بڑے زمیندار اور آنریری مجسٹریٹ تھے، بہاولپور اسمبلی کے ممبر بھی رہے، میونسپل کمیٹی خانپور کے صدر اور ذیلدار تھے۔ قریباً ایک ماہ سے گردوں کی تکلیف میں مبتلا تھے میو ہسپتال لاہور البرٹ وکٹر وارڈ میں زیر علاج رہے آپ کے برادر گرامی جناب کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب نے پوری توجہ سے علاج کرایا اور کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا لیکن حالت دن بدن خراب ہوتی چلی گئی اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے شاہ صاحب مرحوم نے اپنے پیچھے دو نہایت قابل فرزند چھوڑے ہیں جو ہر لحاظ سے ان کے جانشین ہیں۔ بڑے صاحبزادے جناب سید خالد حسین شاہ صاحب پنجاب پولیس میں ڈی۔ ایس۔ پی ہیں اور دوسرے صاحبزادے سید اسد حسین شاہ صاحب نے وکالت پاس کی ہے۔ ہمیں اس صدمہ میں جناب کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب، سید خالد حسین شاہ صاحب اور سید اسد حسین شاہ صاحب اور جملہ افراد خاندان سے گہری ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ سید الطاف حسین شاہ صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ شاہ صاحب مرحوم کا جنازہ غائب پڑھیں۔

درخواست ہائے دعا

(۱) جناب مولا بخش صاحب عرصہ ایک ماہ سے بعارضہ بخار بیمار ہیں۔ احباب سے استدعا ہے کہ وہ ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کیلئے دعا فرماویں۔

(۲) قارئین پیغام صلح کی خدمت میں عرض ہے کہ مکرمی جناب محمد شفیع صاحب علوی ساماڈی سابق سپرنٹنڈنٹ مہمان خانہ آجکل کچھ ایسی مشکلات میں مبتلا ہیں، جن کی آسانی کیلئے آپ کی دردمندانہ دعاؤں کی ضرورت ہے۔ سو اپنے اپنے خاص دعاؤں کے اوقات میں علوی صاحب کو بھی یاد رکھکر درد دل سے ان کے لئے دعا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

تبلیغی رپورٹ

(۱)

چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ مبلغ سیالکوٹ نے ماہ اکتوبر میں باقاعدہ جمعے پڑھائے ۷۰ افراد کی حاضری میں درس قرآن وحدیث دیا۔ ایک مجلس میں اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ کر کے سمجھایا گیا۔ فضیلت آنحضرت صلعم۔ ولادت بن باپ۔ تکفیر مسلماناں و ضرورت ختم نبوت وغیرہ مسائل کو بیان کیا ۱۱۷ افراد کو تبلیغ کی۔ ایک خطبہ نکاح پڑھا جس میں نکاح کا مقصد اور اس کی اہمیت پر نصف گھنٹہ تقریر کی جس کو حاضرین نے بہت پسند کیا۔ اس موقعہ پر قریباً ۸۰ افراد موجود تھے۔ بیمار پرسی بہت سے مریضوں کی کی۔ انہیں ادویات وغیرہ بھی منگوا کر دیں۔

(۲)

مولوی محمد حسین صاحب مبلغ جھنگ کی ماہ اکتوبر کی رپورٹ ہے کہ ماہ زیر رپورٹ میں -/۱/۳۳ روپے چندہ وصول ہوا۔ درس قرآن کریم روزانہ بعد نماز فجر دیا گیا۔ کتب حضرت مسیح موعود و مجدد اعظم جلد ۳ بھی سنائی جاتی رہیں۔ ... رد تکفیر۔ دعوت عمل وفات مسیح ضرورت مجدد ٹریکٹ احباب میں تقسیم کئے غیر از جماعت احباب سے مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات ہوا ملک عزیز احمد صاحب کی وجہ سے اکثر دوستوں کو تبلیغ کرنے کا موقع مل گیا ہے، کیونکہ مکان کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ان کا قیام مسجد ہی میں ہے۔

(۳)

حافظ عبدالرشید صاحب مبلغ نوابشاہ (سندھ) نے ماہ اکتوبر میں لائی پور۔ گمیٹ کا دورہ کیا۔ اس دورہ میں ۱۰۰ سے زائد نفوس کو تبلیغ ہوئی۔ لٹریچر تقسیم کیا۔ جس کو دوستوں نے بڑی مسرت اور محبت سے قبول کیا اور پڑھا۔ مسئلہ مقام مسیح موعودؑ پر لوگوں سے سیر حاصل گفتگو ہوئی جس کے نتیجہ میں لوگوں کے دلوں میں انجمن کی عظمت قائم ہوتی جا رہی ہے، الحمدللہ۔ ہر شخص کو قرآن شریف پڑھنے اور پڑھانے کی طرف توجہ دلائی۔ چند ایک مریضوں کی عیادت کی، احباب کو لٹریچر پہنچایا۔

(۴)

مولوی محمد یوسف صاحب امام مسجد دیہ گراں اپنی رپورٹ ماہ اکتوبر میں بتلاتے ہیں کہ ماہ زیر رپورٹ میں درس قرآن شریف باقاعدہ جاری رہا۔ اوسط حاضری ۲۲ سامعین کی ہوتی رہی۔ ادائیگی چندہ کی طرف توجہ دلائی گئی۔ جمعہ کا باقاعدہ انتظام رہا۔ دو دفعہ جمعہ کا خطبہ خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب نے دیا۔ ایک خطبہ ڈاکٹر محمد دین صاحب نے دیا خدا کے فضل سے ایک شخص کی سخت مخالفت کے باوجود ایک خاندان کل کا کل داخل سلسلہ عالیہ ہوا۔

(۵)

میاں محمد دین صاحب مبلغ دیہات ضلع سیالکوٹ نے ماہ اکتوبر میں ۳۵ دیہات کا تبلیغی دورہ کیا جس میں ہر ایک شخص کو جو بھی ان سے ملا۔ دعوے حضرت مسیح موعود کے متعلق سمجھایا اور جو نشانات نبی کریمؐ نے حضرت مسیح موعود کے متعلق بتلائے ہیں ان کے متعلق صراحت سے بتلایا۔

۱۳۰ افراد کو لٹریچر جو مرکز سے منگوایا گیا تھا تقسیم کیا۔

(۶)

قاضی شیر محمد صاحب مبلغ علی پور نے ماہ اکتوبر میں قریباً ۴۰ احباب کو پیغام حق پہنچایا۔ ان میں چند ایک سے طویل گفتگو ہوئی بعض حضرت مسیح موعود کی صداقت اور نزول مسیح کے مسائل پر مفصل گفتگو ہوئی جس کے نتیجہ میں سمجھدار لوگ مخالف لوگوں کی شرارت کی اصلیت کو سمجھ گئے ہیں کہ یہ صرف دھوکہ ہے اس کے اندر حقیقت کچھ نہیں اور غلط الزامات مرزا صاحب پر لگاتے ہیں جن افراد کو تبلیغ کی ان میں اہل سنت۔ احرار اور جماعت قادیان کے دوست شامل ہیں۔ نومسلمین کی بستیوں میں روزانہ جا کر انکی تعلیم و تربیت کا کام کیا۔

(۷)

مولوی عبدالصمد صاحب جمالی بی اے مبلغ اسلام ڈھاکہ نے رپورٹ ماہ اکتوبر میں اطلاع دی ہے کہ ایک دوست مسمی زین الرحمٰن مدرس شکیل ضلع میمن سنگھ مشرقی پاکستان داخل سلسلہ عالیہ ہوئے ہیں بیعت فارم دفتر میں وصول ہو چکا ہے۔

احمد یار
افسر تبلیغ پاکستان۔

صیغہ تبلیغ بلادِ غیر

حضرت صاحب صدر کا مسلسل عطیہ

اس صیغہ میں استاذی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب و حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب منظور الٰہی علیہ الرحمۃ نے بہت بڑا کام کیا اور دنیا کے تمام ممالک کو اسلام اور تحریک احمدیت سے روشناس کرایا۔ اس دفتر کے پرانے فائل آپکی شب و روز محنت کے زندہ آثار ہیں مگر افسوس کہ آپکے بعد اس عظیم الشان کام کو قائم رکھنے اور آگے چلانے والا قائم مقام نہ مل سکا نتیجہ یہ ہوا کہ ممالک غیر میں اس کے آثار مٹتے چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ کی ذرہ نوازی نے اپریل ۱۹۵۲ء سے اس عاجز کو بوساطت جناب صدر حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب اس صیغہ میں کام کرنے کا موقعہ عنایت فرمایا اگرچہ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کے مقابلہ میں میری یہ حقیقت ہے "چہ نسبت خاک را با عالم پاک" تاہم اللہ تعالیٰ نے میری دستگیری فرمائی اور اس معاملہ میں مجھے رہنمائی بخشی۔ چنانچہ اپریل ۱۹۵۲ء سے آج تک قریباً ۳۷۱۰ تبلیغی خطوط اور پیکٹ مختلف ممالک کے اکثر علم دوست اصحاب کو بھیجے گئے اور مختلف مسائل کے متعلق مستفسرین کو جوابات دیئے گئے۔

اس عرصہ میں قریباً چالیس افراد جن میں سے اکثر خاصے لکھے پڑھے اصحاب ہیں مختلف ممالک میں سے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں باقاعدہ بیعت کر کے شامل ہو چکے ہیں اور اکثر ہمدرد اور معاونین کھڑے ہو گئے ہیں۔

برٹش گائنا میں ایک مضبوط جماعت کا قیام عمل میں آ چکا ہے۔ ان میں سے بعض نئے دوست کاروں پر سفر کر کے تبلیغی لیکچر دیتے پھرتے ہیں اس ملک میں ان لوگوں کی مساعی سے بہت لوگ سلسلہ سے ہمدردی رکھنے والے پیدا ہو گئے ہیں اور بہت سے سلسلہ میں باقاعدہ طور پر داخل ہونے کیلئے تیار ہیں ابھی ابھی وہاں سے ایک دوست نے جو حال ہی میں بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں لکھتے ہیں کہ ان کی تبلیغی سرگرمیوں کیخلاف ملا لوگوں نے ملک بھر میں کانفرنسیں شروع کر دی ہیں مگر وہ لوگ انکے مقابلہ کیلئے مستعد ہیں۔ ان دوستوں کو بہت سا لٹریچر بھیجا جا رہا ہے مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی بھی وہاں تشریف لیجائیں گے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مصری کی کوشش سے افریقہ میں ایک مضبوط مشن بغیر انجمن پر بار گراں ڈالنے کے بزیر سرکردگی ڈاکٹر فضل الدین صاحب قائم ہو گیا ہے۔

حضرت صاحب صدر اس صیغہ کی طرف خاص توجہ مبذول فرما رہے ہیں انکا ارشاد ہے کہ مدمعت اشاعت میں جب بھی ضرورت پڑے انکے دفتر واقعہ لاہور سے روپیہ منگوا کر دل کھول کر خرچ کیا جائے جزاکم اللہ فی الدارین خیرا۔ مفصل رپورٹ پھر کسی وقت پیش خدمت کی جائے گی۔

محتاج دعا غلام قادر (شیخ)
افسر صیغہ بلادِ غیر

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ

ابو ذر کنیت اور نام جندب تھا۔ ان کے والد جنادہ بن کعب اور والدہ رملہ بنت ربیعہ دونوں قبیلہ غفار سے تھے جو کنانی نسل کی شاخ تھا اور مکہ سے شام کی طرف جو راستہ جاتا ہے، اس کے کنارے مدینہ کے قریب آباد تھا۔

قبیلہ غفار اور اس کا پڑوسی دوسرا قبیلہ اسلم دونوں کا پیشہ عرب جاہلیت کی عادت کے مطابق لوٹ مار تھا۔ ان کی اوقات بسری غارت گری پر تھی اور یہ لوگ غیر معمولی قسم کے ڈاکو تھے۔

اہل عرب بالعموم اپنے آپ کو دین ابراہیمی کا پیرو کہتے تھے جس میں سال کے چار مہینوں رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم میں جنگ و پیکار خصوصیت کے ساتھ ممنوع تھی۔ کیونکہ ان مہینوں میں قومی میلے اور بالخصوص حج کا اجتماع ہوتا تھا، جس میں ملک کے اطراف و دیار سے لوگ کثرت سے شرکت کے لئے آتے تھے۔ اس لئے عام طور پر عرب کے باشندے ان مہینوں کا احترام کرتے تھے اور ان میں ہتھیار نہیں اٹھاتے تھے مگر قبیلہ غفار نے ان کی حرمت کا بھی لحاظ رکھنا چھوڑ دیا تھا اور ان میں بھی غارت گری کرتے تھے۔ یہاں تک کہ قریش کا قبیلہ جو بیت اللہ کا مجاور ہونے کے باعث تمام عرب میں محترم سمجھا جاتا تھا اور اس کے تجارتی قافلوں پر کوئی عرب قبیلہ ہاتھ نہیں ڈالتا تھا، وہ بھی غفاریوں کی دست برد سے ڈرتا اور موسم گرما میں ملک شام کی طرف آتے جاتے ان کی رعایت اور خاطر داری کرتا۔

ابو ذر جب جوان ہوئے تو اپنے قبیلہ کے ساتھ راہ چلتے قافلوں اور مخالف قبائل کو لوٹنے لگے، اور بہادری کی خصوصیت کی بدولت نامور ڈاکو ہو گئے، وہ قافلوں پر اس طرح جا پڑتے جیسے بھرا ہوا شیر۔

ایک مدت کے بعد خود بخود ان کے ضمیر نے ان کو ملامت کی اور ان سنگین اور قزاقانہ جرائم اور سخت سفاکانہ مظالم کو صحیح شکل میں ان پر آشکارا کر دیا جس سے ان کو نظر آ گیا کہ یہ سب شیطانی حرص کا کرشمہ اور دنیاوی ہوس کی کارفرمائی ہے اس احساس سے ان کا دل اس قدر پسیجا کہ توبہ کر کے اللہ کے خوف اور حساب کے ڈر سے رات کو عبادت کرنے اور معافی مانگنے لگے ان کا خود بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہونے سے تین سال پہلے ہی سے نمازیں پڑھتا تھا، کسی نے پوچھا کس طرف؟ بولے کہ جدھر اللہ رخ کر دیتا تھا۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ گذشتہ گناہوں کی پشیمانی سے پوری پوری راتیں روتے اور خدا کے سامنے عاجزی سے گڑگڑاتے گذر جاتیں۔ ابن سعد نے طبقات میں ان سے روایت لکھی ہے کہ میں عشاء کے وقت نماز کے لئے کھڑا ہوتا۔ پچھلے پہر تھک کر گر پڑتا پھر جب دھوپ لگتی تو اٹھتا۔

انہوں نے اپنے قبیلہ کو بھی ان گناہوں سے روکنے کی کوشش کی، جس کی وجہ سے اس کے اکثر لوگ مخالف ہو گئے اور ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور اپنے چھوٹے بھائی انیس اور والدہ کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور اس کے قریب پہنچ کر ایک بستی میں سکونت اختیار کی۔

جب مکہ میں ایک نبی کی بعثت کی خبر ملی اس وقت اپنے بھائی انیس کو دریافت حال کے لئے وہاں بھیجا، انیس اچھے شاعر تھے، جن کے اشعار کی لوگ تعریف کرتے تھے، بلکہ مقابلہ میں بعض شعرا سے بازی بھی جیت چکے تھے، انہوں نے مکہ سے واپس آ کر کہا کہ بیشک یہ خبر صحیح ہے اور قریش کے ایک شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نبی ہونے کا دعوے کیا ہے۔ وہ لوگوں کو اکیلے معبود اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور بتوں کی پرستش اور ہر قسم کے شرک اور مشرکانہ رسوم سے روکتے ہیں جس سے ان کی قوم ان کے خلاف ہو گئی ہے

حضرت ابو ذر یہ اطلاع پا کر مکہ کو روانہ ہوئے۔ وہاں جا کر حرم میں ٹھہر گئے۔ کفار مکہ سے جو آنحضرت صلعم کے مخالف تھے آپ کا پتہ پوچھنا مناسب نہ سمجھا، کئی دن کے بعد حضرت علی وہاں آ گئے جن کی عمر اس وقت دس گیارہ سال کی تھی۔ ابو ذر کو اجنبی دیکھ کر پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ ابو ذر نے ان کے چہرے سے خیر کے آثار دیکھ کر آنے کی غرض بیان کی۔ حضرت علی رضہ ان کو اپنے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے ابو ذر سلام کر کے بیٹھ گئے اور کہا کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں میں اسکو سننے آیا ہوں حضورؐ نے فرمایا کہ میں نہیں کہتا میرا رب کہتا ہے۔ بولے کہ بس وہی سنائیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔ سننے کے بعد حضرت ابو ذر مسلمان ہو گئے۔ حضورؐ نے پوچھا کس قبیلہ سے ہو؟ بولے غفار سے۔ تعجب سے آپ نے ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ لیا یعنی ایسے لٹیروں میں سے ایک ایسا نیک نفس!

حضورؐ نے ان کی ظاہری حالت فلاکت زدہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضہ کے سپرد کیا۔ وہ اپنے گھر لائے، کھانا کھلایا، صاف کپڑے پہننے کو دیئے اور اپنا مہمان بنا کر رکھا۔

یہ اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا جس میں اس کی تعلیم مخفی طور پر ہوتی تھی، کیونکہ کفار مکہ سخت مخالفت کرتے تھے، اس وقت تک کل چار آدمی اسلام لائے تھے پانچویں حضرت ابو ذر رضہ ہوئے، یہ اعلان حق میں نہایت بے باک اور نڈر تھے، ان سے نہ رہا گیا، خانہ کعبہ میں جا کر جہاں قریشی جمع تھے، توحید کا اعلان کیا۔ وہ صابی صابی (کافر، کافر) کہہ کر ان پر ٹوٹ پڑے آخر قبیلہ بنی بکر کے چند نوجوانوں نے آ کر بچایا اور قریش سے کہا یہ ایک پردیسی بیکس مہمان ہے، اس کو کیوں مارتے ہو، خود تمہارے قبیلہ کے جو لوگ صابی ہو گئے ہیں، ان کو مارو۔

باوجود اس کے پھر بھی ابو ذر رضہ سے نہ رہا گیا، ایک دن دوبارہ جا کر خانہ کعبہ میں زور سے کلمہ طیبہ کا نعرہ لگایا۔ قریش کے لوگوں نے ان کو اس قدر مارا کہ ان کے سر سے خون جاری ہو گیا۔ حضرت عباس رضہ نے دیکھا تو دوڑ کر آ گئے اور کہنے لگے یہ تم کیا کر رہے ہو؟ جانتے ہو یہ کون ہے؟ قبیلہ غفار کا ہے، جو تمہارے شام کے راستہ میں آباد ہے، کیا چاہتے ہو کہ تمہارے قافلے لوٹ لئے جائیں؟ یہ سن کر قریشیوں نے ہاتھ روک لیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیفیت دیکھ کر مناسب سمجھا کہ ان کو مکہ سے رخصت کر دیں۔ فرمایا کہ ابو ذر تم اپنی قوم میں جا کر توحید کی تبلیغ کرو۔ اس لئے وہ مکہ سے اپنے گھر چلے آئے، وہاں اپنے بھائی انیس کو سمجھایا وہ مسلمان ہو گئے، پھر اپنی والدہ کے سامنے توحید کی تعلیم پیش کی، وہ اسلام لائیں، دونوں کو ساتھ لیکر قبیلہ غفار میں پہنچے اور ان کو سمجھانا شروع کیا، ایک مدت کی محنت اور کوشش سے وہ ان کی طرف مائل ہوئے اور ان کی باتیں سننے لگے۔

ہجرت کے بعد جب قریش اور ان کے حلیف قبائل جنہوں نے ۲۴ ہزار کی تعداد میں مدینہ پر اس غرض سے چڑھائی کی تھی کہ مسلمانوں کو بالکل فنا کر دیں گے بے نیل و مرام واپس ہوئے اور ان کی اس ناکامی کا سارے عرب میں چرچا ہوا، اس وقت ابو ذر رضہ اپنے قبیلہ غفار نیز اپنے پڑوسی قبیلہ اسلم کو بھی ساتھ لے کر مدینہ میں آئے، یہ دونوں قبیلے حضور اکرم صلعم کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہو گئے اس کے بعد اپنے اپنے مقامات کو واپس چلے گئے، لیکن حضرت ابو ذر رضہ رسول اللہ صلعم کے پاس ہی رہ گئے، اور اصحاب صفہ میں شامل ہو کر آخر دم تک وہیں رہے۔

یہ آنحضرت صلعم کے خادم بھی تھے اور ساتھی، ایسا بھی ہوتا کہ حضور سفر میں کبھی کبھی ان کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیتے حضورؐ کو ان پر اس قدر اعتماد تھا کہ خاص اسرار کی تعلیم ان کو دی تھی اور صحابہ رضہ کی جماعت میں یہ "الصاحب سر النبیؐ" کے لقب سے مشہور تھے۔ ان کے قلب میں دنیا اور متاع دنیا کی کوئی محبت نہ تھی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ:۔

"جو حضرت عیسٰی کے زہد کو دیکھنا چاہے وہ ابو ذر کو دیکھ لے"

اور یہ استغنا اور بے نیازی آنحضرت صلعم کی تعلیمات نے آپ کے اندر پیدا کی تھی کیونکہ حضور دھن دولت بٹورنے کی خرابیاں بار بار ان کو سمجھاتے رہتے تھے۔ ایک بار آپ کا گذر کوہ احد پر ہوا، ابو ذر ساتھ تھے۔ فرمایا "ابو ذر! مجھے اس پہاڑ کے بھی برابر سونا مل جائے تو میں پسند نہ کروں گا کہ اس میں سے کچھ بھی میرے پاس رہ جائے سب اللہ کے بندوں میں ادھر ادھر تقسیم کر دوں گا، پھر فرمایا کہ وہی لوگ مفلوک ہیں جو مالدار ہیں۔ بجز ان کے جنہوں نے اپنے مال کو محتاجوں میں تقسیم کر دیا، دوسری روایت ہے کہ جو لوگ سونے اور چاندی کو بند کر کے رکھتے ہیں وہ ان کے حق میں دہکتی ہوئی آگ ہیں"۔

(باقی آئندہ)

ارشاداتِ نبوی

از جناب شیخ غلام قادر صاحب الحمد بلڈنگس لاہور

تکبّر مانع حصولِ نورِ قلب ہے

وعن ابن مسعودؓ قال تلا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فمن یرد اللّٰہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انّ النور اذا دخل الصدر انفسح فقیل یا رسول اللّٰہ ھل لتلک من علم تعرف بہ قال نعم التجافی من دار الغرور والانابۃ الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزولہ۔

(مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

ترجمہ:۔ ابن مسعود رضہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ پس جس کو اللہ تعالیٰ (اس کی فطرتِ سلیم کے مطابق) ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔" پھر حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "تحقیق نور یعنی نورِ ہدایت جب داخل ہوتا ہے سینہ میں تو فراخ ہو جاتا ہے وہ سینہ" لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آیا ایسی حالت کے لئے کچھ کھلے کھلے نشانات بھی ہیں جن سے وہ حالت پہچانی جائے۔ حضور نے فرمایا" ہاں اس کے لئے نشانات ہیں" مقامِ تکبر وغرور سے دوری اور حیاتِ ابدی کے حصول کی خواہش۔ اور سفرِ آخرت کی تیاری میں مشغولیت ؎

زاہد غرور داشت سلامت نہ بُرد راہ
رند از رہِ نیاز بدار السلام رفت (حافظؒ)

یعنی زاہد مغرور تھا اس لئے گمراہ ہوگیا۔ رِند (عاشق سرمدی) عاجزی کے ساتھ دارالسلام میں پہنچ گیا ؎

مرگ جو باشی ولے نز عجز و رنج
بلکہ بینی در خراب خانہ گنج (رومیؒ)

یعنی تو موت کا طالب ہو جائے گا۔ (اور تو ہر وقت اپنے کو سفرِ آخرت کی تیاری میں مستعد رکھے گا) بیماری اور ناچاری سے تنگ آکر نہیں بلکہ اس لئے کہ تجھے گھر کے گرانے سے (ہوا و ہوس تکبر و ریا سے اپنے خانۂ دل کو پاک وصاف رکھنے سے) تجھے خزانہ (رضائے الٰہی) ملنے کی امید ہوگی۔ عشقِ الٰہی میں فنا ہو جا۔ فضلِ الٰہی تیری دستگیری کرے گا ؎

عشقِ شور انگیز را ہر جادہ در کوئے تو بُرد
بر تلاشِ خود چہ مے نازد کہ رہ سُوئے تو بُرد (اقبالؒ)

ترجمہ:۔ شوریدہ سر عشق کو صحرائے محبت کا ہر راستہ تیری منزل و مقام کی طرف لے گیا۔ وہ اپنی تلاش وجستجو پر کیا ناز کرے گا راستہ (فضلِ الٰہی) ہی اسے کشاں کشاں تیرے کوچہ میں پہنچا گیا۔

تیری ہر نماز سفرِ زندگی کی آخری نماز متصور ہو

عن ابی ایوب الانصاریؓ قال جاء رجل الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال عظنی واوجز فقال اذا قمت فی صلاتک فصلّ صلوٰۃ مودّع ولا تکلّم بکلام تعتذر منہ غدًا واجمع الایاس مما فی ایدی الناس۔ (مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

ترجمہ:۔ ابو ایوب انصاری رضہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ مجھے ایسی نصیحت فرمائیں جو مختصر مگر جامع ہو، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو یہ سمجھ کہ یہ تیری زندگی کی آخری نماز ہے (یعنی اس کے بعد پھر نماز کا موقع ملے یا نہ ملے تا کہ تیرے دل میں خشوع و خضوع پیدا ہو) اور ماسوا اللہ کو دل سے نکال دے ؎

چو دل با آتشِ زعشق افروختند ‍؛ دلستاں ماند و غیر او ہمہ سوختند (مسیح موعود)

یعنی جب دل میں سوزِ عشق سے شعلے پیدا ہوتے ہیں تو سوائے معشوقِ حقیقی کے تمام چیزوں (حرص وآز) کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں)

اور ایسی بات منہ سے نہ نکال کہ کل تو تُو ایسی بیہودہ بات کے لئے معافی مانگتا پھرے، اور عزمِ مصمم کر کہ تو اس چیز کی طمع نہیں کرے گا جو تیری پہنچ سے باہر اور قبضۂ غیر میں ہے ؎

(۱) جاں آنِ تو و تو ماندہ عاجز ‍؛ زتو محروم تر کس دید ہرگز

(۲) اگر مردی برد ل آ و سفر کن ‍؛ ہر آنچہ پیشت آید زاں گذر کن (گلشنِ راز)

دنیا کی ہر چیز تیرے لئے مسخر کی گئی ہے مگر افسوس کہ تو عاجز ہو کر بیٹھ گیا ہے تجھ سے زیادہ محروم انسان دیکھنے میں نہیں آیا۔

(۲) اگر تو مرد ہے تو باہر نکل اور سیر فی الارض کر (اور دیکھ اقوامِ عالم کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہیں) اپنے اندر عزمِ راسخ اور کوہ شکن استواری پیدا کر اور جو مشکلات اور رکاوٹیں تیرے راستہ میں آئیں پاؤں کی ٹھوکر سے ہٹا دے اور مردانہ وار گذر جا۔

بندہ کے لئے ہر چیز کا حصول آسان کر دیا گیا

کُلٌّ میسّرٌ لما خُلق لہٗ۔ عن عمران بن حصین۔ مسند امام احمد۔ بخاری ومسلم۔ عن عمر۔ ترمذی وعن ابی بکر۔ مسند احمد۔

ترجمہ:۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کے لئے۔ اُن تمام اشیاء کے حصول کے لئے جو دنیا میں کی گئی ہیں اور ان سے منتفع ہونے کے لئے عالمِ اسباب کی تلاش و جستجو آسان کر دی گئی ہے (بشرطیکہ انسان محنت اور سعی کر کے ان اسباب کا کھوج نکالے جیسا کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے کیا اور آج مغربی اقوام اس معاملہ میں پیش پیش ہیں (یہ باتیں حضور صلعم کی وسعتِ علمی اور بالغ النظری پر دلالت کرتی ہیں) ؎

یا نبی اللہ لب تو چشمۂ حیواں پرور است
یا نبی اللہ توئی در راہِ حق آموزگار

یعنی اے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے ہونٹ چشمۂ آبِ حیواں ہیں (کیونکہ ان سے حیات آفریں تعلیم کے سوتے پھوٹ نکلے ہیں۔

اے نبی اللہ! تو ہی اسرارِ الٰہی کے رموز و نکات جو روحانی دنیا میں جلوہ نما ہیں اور مادی دنیا کے خواص الاشیاء میں مستور ہیں واشگاف کرنے والا ہے ؎

فہرست چندہ ماہوار خواتین و اطفال جماعت احمدیہ لاہور

(قسط دوئم)

ذیل کی فہرست کے مطابق ماہ ستمبر ۱۹۵۳ء سے چندہ وصول ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان بہنوں اور بچوں کے ایمان، جان اور مال میں برکت دیوے۔ آمین۔

نام	چندہ
(۱) اہلیہ صاحبہ شیخ عبدالحمید صاحب	۴ — .
(۲) بلقیس صاحبہ دختر " "	۱ — .
(۳) پروین صاحبہ " "	۱ — .
(۴) عبدالحفیظ صاحب پسر " "	۱ — .
(۵) عبدالمجید صاحب پسر " "	۱ — .
(۶) اہلیہ صاحبہ شیخ عبدالرشید صاحب	۴ — .
(۷) سعید احمد صاحب پسر شیخ عبدالرشید صاحب	۱ — .
(۸) بشریٰ بی بی صاحبہ دختر " "	۱ — .
میزان	۱۴ — .

ڈاکٹر احمد حسن۔ بی اے۔ ایل ایل بی
اسسٹنٹ افسر تحصیل
14 . 11 . 53

اسلام میں عورت کی حیثیت

مریم عبدالرؤف لودھی

سورۃ التحریم کے آخری رکوع میں ہے ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا ــــ ومریم ابنت عمران ــــ وکانت من القٰنتین ؏ یعنی (ا) اللہ ان لوگوں کے لئے جو کافر ہیں نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال دیتا ہے، وہ ہمارے بندوں میں سے دو صالح بندوں کے ماتحت تھیں پھر انہوں نے خیانت کی پس وہ اللہ کے مقابل میں ان دونوں کے کچھ بھی کام نہ آئے۔ اور کہا گیا کہ تم دونوں آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (ب) اور اللہ اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی مثال دیتا ہے۔ جب اُس نے کہا اے میرے رب میرے لئے اب اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے چھٹکارا دے اور ظالم قوم سے نجات دے۔ اور مریم عمران کی بیٹی کی (مثال) جس نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا تو ہم نے اپنا کلام اُس میں پھونکا اور اُس نے اپنے رب کی باتوں کی اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔"

میں ہر سہ آیات کو جزو (ا) اور (ب) میں اس لئے پیش کر رہی ہوں کہ کسی طرح میری بہنوں اور ماؤں کو احساس ہو کہ عورت کسی قوم کے بنانے اور بگاڑنے کی کس حد تک ذمہ دار ہوتی ہے۔ ہمیں اس پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے کہ ہم قوموں کی ترقی اور بہبود کیلئے کتنی اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل وکرم ہے لیکن خیال رہے اس ذمہ داری کو نبھا لینا کچھ آسان کام نہیں ہے اور اسی لئے اللہ تعالےٰ نے عورتوں کی دونوں اقسام کا ذکر کر دیا۔

بہنیں اور مائیں غور کریں کہ جزو (ا) میں اللہ تعالےٰ نے عورت کی مثال کفار سے دی ہے اور جزو (ب) میں مومنوں کی مثال عورتوں سے دیکر کتنے کھلے الفاظ میں ہم عورتوں کو بھی سمجھا دیا ہے کہ تم اُمتوں کے بگاڑنے والی ہو سکتی ہو تو سنوارنے والی بھی ہو سکتی ہو۔ جیسا کہ کافروں کی مثال حضرت نوحؑ اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں سے دی جاتی ہے۔ لوط علیہ السلام کی بیوی کا جس طرح تباہ ہوئی قرآن حکیم سے واضح ہے، اور پھر نوح علیہ السلام کے بیٹے کی تباہی بھی ظاہر ہے، اس کے بیٹے نے اپنی ماں سے جو تربیت پائی اسی کا اظہار کیا اور یوں تباہ و برباد ہو کر رہ گیا۔ ثابت ہوا کہ عورتوں کا نسلوں اور قوموں میں برائی اور اچھائی پیدا کرنے میں بہت حد تک حصہ ہوتا ہے۔ جزو (ب) میں مومنوں کی مثال فرعون کی بیوی اور عمران کی بیٹی مریمؑ سے دی ہے۔ کیونکہ فرعون کی بیوی نے حضرت موسیٰ جیسے جلیل القدر نبی کو پالا پوسا اور اعلیٰ تربیت دی اور حضرت مریمؑ کے بطن سے حضرت عیسیٰ جیسے اولوالعزم نبی پیدا ہوئے۔

چاہیئے کہ ہم بھی اپنے آپ میں قوموں کی ترقی و بہبودی کی ذمہ داری کا احساس کریں اور اسی احساس کے ساتھ ہم دنیا میں حق پرستی کا ساتھ دیں۔ ظالموں کو ظالم کہیں اور اپنی اولادوں اور بھائیوں میں ایسا کیریکٹر اور اخلاق پیدا کریں کہ خدمت دین کا حق ادا ہو جائے، یہ بھی کیا ہوا کہ ظاہری بود وباش اور ٹیپ ٹاپ میں ہی ہم پھنسی رہیں اور کوئی ایسا بنیادی اور ٹھوس کام نہ کر پائیں جس سے ہماری قوم بلند و بالا ہو جائے۔ خیال رہے سورہ آل عمران میں حضرت مریمؑ کے بارے میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

"واللّٰہ اعلم بما وضعت ط ولیس الذکر کالانثیٰ ج" یعنی "اور اللہ بہتر جانتا ہے جو اس (عورت) نے جنا اور لڑکا اس لڑکی کی طرح نہیں" دراصل حضرت مریمؑ کی والدہ نے نذر مانی ہوئی تھی کہ جو بچہ بھی پیدا ہوگا اسے خدمت دین کے لئے وقف کردیگی لیکن جب حضرت مریمؑ پیدا ہوئیں تو انکی والدہ کو تعجب ہوا اور کہا کہ میں نے تو لڑکی جنی ہے خیال تھا کہ لڑکا پیدا ہوگا تو وہ خدمت دین کے لئے زیادہ مناسب ہوگا۔ لیکن ہم عورتوں کیلئے کتنے فخر کا مقام ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا جس خدمت دین کے لئے تو ایک لڑکے کو وقف کرنے کی خواہش رکھتی تھی وہ خدمت تو یہ لڑکی بھی کر سکتی ہے۔ واللّٰہ اعلم بما وضعت سے صاف واضح ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تعجب کیوں کرتی ہو کہ یہ خدمت دین نہ کر سکے گی۔

علاوہ ازیں میں سمجھتی ہوں کہ بعض مردوں کو ایک زعم ہوتا ہے کہ مرد خواہ کتنا ہی نکما اور اخلاق سے گرا ہوا کیوں نہ ہو عورت اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور عام عورتیں بھی اکم علمی کے باعث، اپنے احساس کمتری تلے دبی ہوتی ہیں وہ بھی سمجھتی ہیں کہ ہم خواہ کتنی ہی اعمال وافعال میں بلند ہوں اور خدمت دین کا جذبہ اپنے اندر رکھیں مقدم مرد ہی رہتے ہیں۔ مگر نہیں بہتر ہو کہ میری وہ بہنیں اس خوشخبری کو پا لیں اور سوچیں کہ اللہ تعالےٰ کا ہم عورتوں پر کتنا بڑا احسان ہے کہ ہمیں بلند سے بلند مقام پانے کے لئے مردوں کی برابری حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ان المسلمین والمسلمٰت والمومنین والمومنٰت ــــ اعد اللّٰہ لھم مغفرۃً واجراً عظیماً o ترجمہ:۔

مسلم مرد اور مسلم عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور صدق والے مرد اور صدق والی عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور عاجز مرد اور عاجزی والی عورتیں اور خیر مرد اور خیر عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور عصمتوں کے محافظ مرد اور اپنی عصمتوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں ــــ ان (سب) کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے"

کیا کہیں آپ کو اس میں عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کی بڑائی کی کوئی مخصوص صورت دکھائی دیتی ہے؟ نہیں، تو یہی عرض کر رہی تھی کہ اس آیت میں مردوں اور عورتوں کے اعمال حسنہ کے لحاظ سے مغفرت اور اجر عطا کرنے کی خوشخبری دی ہے اور جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ الرجال قوامون علی النساء" اس میں مردوں کو اتنا زیر بار کر دیا ہے کہ "قوامون" ہونے کی صورت میں ان پر بہت ساری ذمہ داریاں آپڑی ہیں۔ اور وہ ذمہ داریاں گھریلو معاملات یا بیوی کے حقوق ادا کرنے ہی کی ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ مراد ہرگز نہیں ہو سکتی کہ مرد کا ہر معاملے میں عورت کے سر پر ٹھینگا ہی رہے گا۔ مگر اس سے میری کسی بہن کو یہ بھی نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ مردوں کی دیکھ بھال اور پرداخت ہم عورتوں پر لازم ہی نہیں آتی۔

لہٰذا آخر میں میں پھر اپنی بہنوں سے استدعا کرتی ہوں کہ وہ اپنے مقام کو پہچانیں۔ اپنی ذمہ داریوں پر مخلصانہ نظر رکھیں اور حتی المقدور اللہ تعالےٰ کے وعدہ کے مطابق اپنے اپنے اعمال کی جزا کی خواہش مند ہوں۔ یقین کیجئے کہ قوموں کے بگڑنے اور سنورنے میں عورتوں کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا خاص کرم وفضل کرے۔ آمین۔

مضمون نگار حضرات

جماعت احمدیہ کے مضمون نگاروں کی خدمت میں کئی دفعہ گذارش کی گئی ہے کہ وہ اپنے قومی اخبار "پیغام صلح" کے لئے موجودہ مسائل پر مضامین بھجوائیں، لیکن ابھی تک ہماری یہ گذارش صدا بصحرا ہے۔ اب پھر یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ ہمارے دوست اس طرف توجہ کریں۔ ــــ جماعتیں اور قومیں افکار تازہ سے زندہ رہتی ہیں، ذہنی جمود سے ان کے قوٰے مضمحل ہو جاتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے سوچنے والے دوستوں پر یہ حقیقت واضح ہے اس لئے امید ہے وہ ہماری اس گذارش پر فوری توجہ مبذول فرمائیں گے۔

(مدیر)

سیکرٹری صاحبان توجہ فرمائیں

حضرت صاحب صدر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ارشاد ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن ادائیگی نماز سے قبل احباب سے ہر مقام پر ماہانہ فنڈ جمع کرنے کا حسب سابق انتظام ہو مبلغین حضرات اپنے اپنے حلقہ میں فنڈ کی ادائیگی کے متعلق احباب کو توجہ دلائیں۔

احمد حسن
اسسٹنٹ افسر تحصیل

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں (منیجر)

دولتانہ اور احرار کے درمیان مولانا اختر علی خان کی وساطت سے معاہدہ ہوا تھا

تحریک کی قرارداد اول کا مسودہ تعلقات عامہ یا محکمہ اسلامیات میں تیار ہوتا تھا۔

لاہور - ۱۱ نومبر - مسٹر عبدالرحیم شبلی جو دسمبر ۱۹۵۰ء سے مارچ ۱۹۵۳ء تک زمیندار کے چیف ایڈیٹر تھے نے آج فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں کہا کہ اخبار کے پروپرائٹر کے فیصلے کے مطابق اس کی پالیسی یہ تھی کہ قومی مسائل پر مرکزی حکومت کی حمایت کی جائے۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ صوبے اور مرکز کے درمیان کسی معاملے پر نزاع کی صورت میں اخبار مرکز کے خلاف صوبے کی تائید کرتا تھا۔

مسٹر شبلی کو حکومت پنجاب نے شہادت کے لئے طلب کیا تھا - ان کا بیان قلمبند کرنے کے بعد دو رکنی تحقیقاتی عدالت کے صدر چیف جسٹس مسٹر محمد منیر نے جو آج تنہا تھے عدالت کا اجلاس جمعہ ۱۳ نومبر تک برخاست کر دیا -

اپنا اصلی بیان جاری رکھتے ہوئے مسٹر شبلی نے کہا کہ مولانا اختر علی خان اخبار کے پروپرائٹر تھے - انہوں نے مزید کہا کہ روزمرہ کے اداریئے میں ہی لکھتا تھا - لیکن پالیسی سے متعلق اداریئے پروپرائٹر صاحب خود ہی لکھتے یا بول دیتے تھے - زمیندار کی پالیسی ہمیشہ سے احمدیوں کے خلاف رہی ہے - تحفظ ختم نبوت کی تحریک جولائی ۵۲ء میں شروع کی گئی، اور زمیندار نے اس کی تائید کے لئے اپنی مہم میں شدت پیدا کر دی تھی -

مسٹر شبلی نے تسلیم کیا کہ مجھ سے اور مولانا اختر علی خاں سے اس سوال پر گفتگو ہوئی تھی - کہ احمدیوں کی مخالفت کے متعلق اخبار کی پالیسی کو حکومت پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی تھی یا نہیں - مولانا نے کہا تھا کہ صوبائی حکومت کا رویہ اس مہم کے حق میں تھا - مسٹر شبلی نے کہا کہ مولانا اختر علی خاں نے ان باتوں کے دوران میں کئی بار وزیر اعلیٰ کے رویہ کا ذکر کیا تھا - مولانا کے بیان کے مطابق مسٹر دولتانہ نے کہا تھا کہ انہیں اخبار کی پالیسی پر کسی طرح کا کوئی اعتراض نہیں ہے -

دولتانہ کی پسندیدگی

سوال :- کیا انہوں نے کہا تھا - کہ مسٹر دولتانہ احمدیوں کی مخالفت کے متعلق اخبار کی پالیسی کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے -

جواب :- جی ہاں - مولانا اختر علی خاں کے بیان کے مطابق مسٹر دولتانہ نے کہا تھا کہ یہ پالیسی عوام کی خواہشوں کے عین مطابق ہے -

گواہ نے کہا کہ میں نے تو د اس موضوع پر مسٹر دولتانہ سے دو تین بار گفتگو کی تھی جس کے دوران میں انہوں نے کہا تھا کہ تحریک کا رخ اگر مرکز کی طرف ہو تو کوئی اعتراض نہیں ہوگا - انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ تحریک کی وجہ سے اگر پنجاب میں فسادات ہوئے تو وہ کارروائی کرنے پر مجبور ہوں گے -

سوال :- کیا آپ کی ملاقات کبھی مسٹر نور احمد ڈائرکٹر تعلقات عامہ سے ہوئی تھی -

جواب :- کئی بار -

انہوں نے کہا کہ احمدیوں کے خلاف اخبار کی پالیسی پر حکومت کو کوئی اعتراض نہیں تھا - بشرطیکہ پنجاب میں کوئی فتنہ و فساد نہ ہو -

سوال :- احمدیوں کے خلاف اخبار جو کچھ لکھتا تھا اس کو میر نور احمد پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے یا نہیں -

جواب :- میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ انہوں نے کہا تھا کہ مجھے اخبار کی پالیسی پہ کوئی اعتراض نہیں ہے - بشرطیکہ اس کی وجہ سے پنجاب میں فتنہ و فساد نہ ہو -

سوال :- کیا میر نور احمد نے کہا کہ قادیانیوں کے خلاف اخبار کی پالیسی کو حکومت پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی تھی -

جواب :- جی نہیں - میرے خیال میں میر نور احمد نے پسند کی نظر سے دیکھنے کا لفظ استعمال نہیں کیا تھا -

فوج میں بیان

سوال :- کیا آپ نے مئی ۱۹۵۲ء میں فوج والوں کے سامنے کوئی بیان دیا تھا -

. . . .

جواب :- انہوں نے مجھ سے سوالات کئے تھے اور میں نے ان کے جوابات دیئے تھے - جوابات کو لکھ دیا گیا تھا اور اس طرح تیار ہونے والے بیان پر میں نے دستخط کر دیئے تھے -

سوال :- جیسا کہ دستاویز ڈی ای ۱۵۵ میں لکھا ہوا ہے - کیا آپ نے اس فوجی افسر سے جس نے آپ سے سوالات کئے تھے کہا تھا کہ ڈائرکٹر تعلقات عامہ نے آپ کو یقین دلایا تھا کہ زمیندار جس طرح تحریک چلا رہا ہے - اسے حکومت پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے -

جواب :- جی ہاں ممکن ہے میں نے یہ کہا ہو -

سوال :- کیا مولانا ابراہیم علی چشتی نے زمیندار میں کبھی مضامین لکھے تھے -

جواب :- جی ہاں - وہ کبھی "متفکر" کے قلمی نام سے لکھتے اور کبھی گمنام رہنا پسند کرتے تھے -

سوال :- ان مضامین کا موضوع کیا ہوتا تھا -

جواب :- انہوں نے ایک بار احمدیوں کے خلاف علامہ اقبال کے پمفلٹ کا ترجمہ کیا تھا - "جب قادیانیوں کا انحصار جواہر لال نہرو کی حمایت پر تھا" کے عنوان سے لکھے جانے والے تمام مضامین ابراہیم علی چشتی کے تھے - مضامین کا یہ سلسلہ علامہ اقبال کے مذکورہ بالا پمفلٹ کا ترجمہ تھا - متعدد مضامین جنہیں لکھنے والوں کے نام فرضی ہوتے تھے زمیندار کے پاس ڈائرکٹر تعلقات عامہ محکمہ اسلامیات، کسان کمیٹی اور صوبائی مسلم لیگ کے دفتر سے آتے تھے - مالکوں کی ہدایت یہ تھی کہ ان میں سے ہر جگہ سے موصول ہونے والا ہر مضمون شائع کر دیا جائے اور اس کے اصل مصنف کے متعلق کوئی تحقیقات نہ کی جائے - ابراہیم علی چشتی "متفکر" کے نام سے سول اینڈ ملٹری گزٹ میں بھی مضامین لکھا کرتے تھے - مجھے یہ نہیں معلوم کہ کوئی اور بھی "متفکر" کا قلمی نام استعمال کرتا تھا یا نہیں - مجھے یہ نہیں معلوم کہ "متفکر" کے نام سے شائع ہونے والے مضامین واقعی ابراہیم علی چشتی ہی نے لکھے تھے یا نہیں - لیکن مجھے یہ معلوم ہے کہ "متفکر" "تبصرہ" "محقق" کے نام سے لکھے جانے والے تمام مضامین محکمہ اسلامیات یا ڈائرکٹر تعلقات عامہ یا صوبائی مسلم لیگ یا کسان کمیٹی سے موصول ہوتے تھے -

سوال :- کسان کمیٹی کیا تھی -

جواب :- یہ مسلم لیگ کی ایک شاخ تھی جسے سلطان اللہ جہانیاں چلاتے تھے کسان کمیٹی کا آغاز تو مسٹر دولتانہ نے ہی کیا تھا -

سوال :- "ان تباہ کن پریشانیوں کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے" کے زیر عنوان زمیندار میں شائع ہونے والے مضامین کا کیا رجحان تھا - کیا ان کا رجحان مرکز کے خلاف تھا یا صوبے کے خلاف -

جواب :- یہ مضامین اس پالیسی کے تحت لکھے گئے تھے جسے میں پہلے بیان کر چکا ہوں مرکز اور صوبوں کے درمیان نزاع کی صورت میں اخبار کو مؤخر الذکر کی حمایت کرنی چاہیئے -

ان مضامین سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ غذا، تجارت اور امور خارجہ کے سلسلہ میں مرکز کی پالیسی اطمینان بخش نہیں تھی - ان عنوان سے شائع ہونے والے تمام مضامین مولانا اختر علی خان کے نام سے شائع ہوئے ہیں -

سوال :- ۲۰ نومبر ۱۹۵۲ء کے زمیندار کے مضمون (دستاویز ڈی-ای ۱۵۶) میں "نیا خون" سے کون مراد ہے -

جواب :- زمیندار یہ اصطلاح مسٹر دولتانہ اور ان کے رفقاء کے لئے استعمال کرتا تھا - جو ان کے نظریات سے اتفاق کرتے تھے -

مجلس عمل کے جلسے

صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل چوہدری اسد اللہ خان کی جرح پر گواہ نے کہا کہ مجلس عمل کے جلسے زمیندار کے دفتر میں ہوا کرتے تھے -

سوال :- کیا ان جلسوں میں مولانا داؤد غزنوی اور مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش بھی شرکت کرتے تھے -

جواب :- جی ہاں - وہ آیا کرتے

تھے۔ لیکن ایک تاریخ کے بعد انہوں نے آنا چھوڑ دیا۔ ان کی آمد غالباً عید قربان کے بعد کم ہو گئی تھی۔

منیجر اور مولانا اختر علی خاں نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ مجلس عمل کے جلسوں میں ان کی حاضری میں کمی کی وجہ روپے کے کسی جھگڑے کی وجہ سے تھی۔

گواہ نے عدالت سے بتایا کہ میں نے سنا تھا۔ کہ مولانا داؤد غزنوی اور مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش کو مولانا اختر علی خاں پر شک تھا کہ وہ مجلس عمل کے روپے کا بیجا تصرف کر رہے ہیں۔

جرح کے دوران میں گواہ نے کہا کہ یہ صحیح ہے کہ زمیندار میں احمدیوں کے خلاف مہم میں مولانا ظفر علی خاں کے اس بیان کے بعد شدت پیدا ہو گئی تھی جو انہوں نے جولائی ۱۹۵۲ء میں مری میں دیا تھا۔

جولائی میں مولانا ظفر علی خاں کی صحت کے متعلق عدالت کے ایک استفسار کا جواب دیتے ہوئے گواہ نے کہا کہ وہ سخت بیمار تھے اور وہ اچھی طرح دیکھنے، سننے یا بولنے کے قابل نہیں تھے۔

سوال:۔ کیا مولانا ظفر علی خان کا مذکورہ بیان خود انہیں نے تیار کیا تھا؟

جواب:۔ مولانا ظفر علی خان کے چھوٹے بھائی چوہدری غلام حیدر خان نے ہمیں ہدایت کی تھی کہ ہم مولانا ظفر علی خان کے اس بیان کو جاری کریں۔

مولانا ظفر علی خان کا وہ بیان بعض سب ایڈیٹروں نے تیار کیا تھا۔

مولانا ظفر علی خاں کے نام سے شائع ہونے والے بعد کے مضامین بھی عملے کے اراکین مولانا اختر علی خاں یا چوہدری غلام حیدر خاں کی ہدایت پر تیار کرتے تھے۔

قرار دادوں کا مسودہ

جرح دوبارہ شروع ہونے پر گواہ نے کہا کہ تحریک کے متعلق قرار دادوں کا مسودہ محکمۂ تعلقات عامہ یا محکمۂ اسلامیات کے دفتر میں تیار ہوا تھا۔

ایک قرار داد کا تعلق مطالبات کو مرکز کے سپرد کرنے سے تھا۔ اور اس میں یہ الفاظ استعمال کئے گئے تھے ہم اسے مرکز کی بالغ نظری پر چھوڑتے ہیں۔

یہ قرار داد بعد میں صوبائی مسلم لیگ کی کونسل میں پیش اور منظور کی گئی تھی۔ دوسری قرار دادیں مجلس عمل کی تھیں جن کا مسودہ ابراہیم علی چشتی نے تیار کیا تھا۔ ان تمام قرار دادوں میں احمدیوں کے خلاف تحریک کا ذکر تھا۔

سوال:۔ ۶ نومبر ۱۹۵۲ء کے زمیندار میں شائع ہونے والا اشتہار (دستاویز ڈی ای ۔ ۱۷) اشاعت کے لئے کس نے بھیجا تھا۔

جواب:۔ اسے مولانا اختر علی خاں نے رات کو کام کرنے والے عملے کو دیا تھا دوسرے دن سول اینڈ ملٹری گزٹ نے ایک مضمون لکھا تھا جس میں حکومت پر نکتہ چینی کی گئی تھی کہ وہ محکمۂ اسلامیات کے ذریعہ اس تنازع میں اُلجھ رہی ہے۔ دوسروں نے اس پر کچھ تبصرہ کیا تھا۔ اخبار کے ایڈیٹر کی حیثیت سے میں نے دریافت کیا کہ یہ اشتہار کیسے شائع ہوا۔ سب ایڈیٹر نے مجھے ایک دستی اشتہار دکھایا جس کا عنوان تھا "ہفتہ شجر کاری" تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس دستی اشتہار کے بعض الفاظ کی جگہ دوسرے الفاظ لکھ کر اور اس کی اصلاحات کو اپنا کر اس اشتہار کا مسودہ تیار کیا گیا تھا۔

دستی اشتہار کی آخری سطریں یعنی "تفصیلی اطلاعات آل پارٹیز مسلم کنونشن یا شعبۂ اسلامیات پنجاب گورنمنٹ سے حاصل کیجئے" چھپی ہوئی تھی۔ صرف آل پارٹیز مسلم کانفرنس کے الفاظ چھپے ہوئے نہیں بلکہ ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے۔

سوال:۔ اس اشتہار کی اشاعت کا معاوضہ کس نے ادا کیا۔

جواب:۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اس اشتہار کا کوئی معاوضہ نہیں لیا گیا۔

گواہ نے دوبارہ کہا کہ اشتہار شجر کاری یا یوم صحت یا کسی دوسرے معاملے سے متعلق تھا۔

ڈائرکٹر تعلقات عامہ کے دفتر سے موصول ہونے والے تمام اشتہار اُجرتاً شائع کئے جاتے تھے لیکن مذکورہ اشتہار کا بظاہر کوئی معاوضہ نہیں لیا گیا کیونکہ اس اشتہار کا تعلق مجلس عمل سے تھا اور مولانا اختر علی خاں نے اسے اشاعت کے لئے دیا تھا۔ احرار اور میاں ممتاز دولتانہ کے درمیان ایک "شریفانہ" معاہدہ کرنے کے سوال پر میری موجودگی میں بحث کی گئی تھی، احرار کی طرف سے صاحبزادہ فیض الحسن اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور دوسری طرف سے مولانا اختر علی خاں نے باتیں کی تھیں سمجھوتہ یہ ہوا تھا کہ احرار احمدیوں کے خلاف تحریک جاری رکھیں گے۔ مسٹر دولتانہ صوبے میں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ اس کے بدلے میں احرار کو انتخابات اور دوسرے معاملات میں مسٹر دولتانہ کی حمایت کرنی تھی۔ یہ معاہدہ غالباً جولائی ۱۹۵۲ء میں مسٹر دولتانہ کی مری سے واپسی کے بعد ہوا تھا۔

گواہ نے کہا کہ دراصل یہ سمجھوتہ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ کی اشاعت سے قبل کیا گیا تھا۔

سوال:۔ کیا ان دنوں کوئی انتخاب ہونے والے تھے۔

جواب:۔ جی نہیں۔ لیکن خیال یہ کیا جاتا تھا کہ ممکن ہے صوبے میں فسادات ہوں اور دفعہ ۹۲ (الف) کے تحت اسمبلی توڑ دی جائے، اور نئے سرے سے انتخابات کی ضرورت پیش آئے۔ مولانا اختر علی خان نے میری موجودگی میں مسٹر دولتانہ کو ٹیلیفون کیا تھا۔ کہ سمجھوتہ ہو گیا ہے، اور وہ (مولانا اختر علی خان) ان سے آئندہ روز ملاقات کریں گے۔

دوسرے روز مولانا اختر علی خاں نے مسٹر دولتانہ سے ملاقات کی اور واپسی پر انہوں نے کہا کہ اس انتظام کی اطلاع مسٹر دولتانہ کو دے دی گئی ہے اور انہوں نے اسے منظور کر لیا۔

گواہ کے اس بیان کے بعد مسٹر اسد اللہ خان نے عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کر دی کہ میر نور احمد اور ان کے صاحبزادے جو عدالت میں گواہ کے بالمقابل بیٹھے ہوئے تھے۔ مسٹر دولتانہ کے وکیل مسٹر یعقوب علی خان کے ساتھ عدالت سے اُٹھ کر چلے گئے ہیں۔ ایک لمحے کے بعد مسٹر اسد اللہ خان نے عدالت کو بتایا کہ مسٹر یعقوب علی خان، میر نور احمد اور ان کے صاحبزادے عدالت میں ایک ساتھ واپس آئے ہیں۔

دولتانہ کے وکیل کی جرح

مسٹر دولتانہ کے وکیل مسٹر یعقوب علی خاں کی جرح پر گواہ نے کہا کہ میں اگست ۱۹۴۹ء میں لٹریری ایڈیٹر کی حیثیت سے "زمیندار" میں ملازم ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے [illegible] میں صحافت کا پیشہ اختیار کیا تھا۔

سوال:۔ کیا زمیندار میں ملازمت سے پہلے بھی آپ اسے پڑھتے تھے؟

جواب:۔ جی ہاں میں اسے کبھی کبھی پڑھتا تھا۔

سوال:۔ کیا یہ درست ہے کہ احمدیوں کے خلاف "زمیندار" اپنی پالیسی پر عرصے سے عمل کر رہا تھا؟

جواب:۔ جی ہاں۔ زمیندار ۱۹۰۹ء سے احمدیوں کے خلاف لکھ رہا تھا۔ لیکن تحفظ ختم نبوت کی تحریک کو اس نے صرف ۱۹۵۲ء سے اٹھایا تھا۔

سوال:۔ کیا آپ نے احمدیوں کے خلاف کبھی کوئی مضمون لکھا تھا؟

جواب:۔ جی ہاں احمدیوں کے خلاف میں نے کئی مضمون لکھے تھے۔

سوال:۔ کیا آپ احمدی ہیں؟

جواب:۔ جی نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ کے والد احمدی ہیں؟

جواب:۔ جی ہاں۔ وہ قادیانی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں

سوال:۔ ان کا قلمی نام کیا ہے؟

جواب:۔ اے۔ اکمل

سوال:۔ کیا یہ اشعار آپ کے والد نے لکھے تھے۔

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

جواب:۔ وہ ان سے منسوب کئے جاتے ہیں لیکن مجھے یہ اشعار ان کے کسی دیوان میں نہیں ملے۔ یہ بہت پرانے اشعار ہیں جنہیں لکھے ہوئے بیس سال سے بھی زیادہ مدت گذر گئی ہے اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے "الفضل" میں ایک مضمون لکھ کر انہیں واپس لے لیا تھا۔

سوال:۔ کیا یہ اشعار آپ کے والد کے عقیدے کا اظہار کرتے ہیں یا ان کی حیثیت صرف شاعرانہ غلو کی ہے؟

جواب:۔ مجھے معلوم نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ ان دونوں اشعار میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ احمدیوں کی دونوں پارٹیوں یعنی لاہوری جماعت اور قادیانی جماعت میں وجہ نزاع بن گیا ہے؟

جواب:۔ ہاں۔ میں نے اخبارات میں پڑھا ہے کہ احمدیوں کی دونوں پارٹیوں میں ان اشعار کا مضمون وجہ نزاع بن گیا ہے۔

سوال:۔ "الفضل" مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء میں شائع شدہ مضمون (ڈاکومنٹ ۱۵۸) آپ کے والد کا ہے؟

جواب:۔ میں نہیں جانتا۔

(باقی صفحہ ۱۲ کالم ۲)

احرار اور جماعت اسلامی مذہبی جذبات سے ناجائز فائدہ اٹھا کر سیاسی اقتدار حاصل کرنا چاہتے تھے

تحقیقاتی عدالت میں خواجہ نذیر احمد سے متعدد وکیلوں کی جرح

مرزا صاحب کے الفاظ کے مطابق انہیں پیغمبر ماننے والے لعنتی اور کافر ہیں

لاہور ۔ ۱۴ نومبر ۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ لمیٹڈ کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کے چیئرمین خواجہ نذیر احمد نے آج فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں کہا کہ علامہ اقبال احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے رکن کبھی نہیں رہے لیکن وہ سنہ ۱۹۳۰ء تک مرزا غلام احمد صاحب کو مجدد مانتے رہے تھے۔

مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش کی جرح پر خواجہ نذیر احمد نے کہا کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کو مجدد مانتے ہیں۔ علامہ اقبال سنہ ۱۹۳۰ء تک مرزا صاحب کو زبان سے مجدد تسلیم کرتے رہے تھے۔

اس استفسار پر کہ علامہ اقبال نے کیا کبھی مرزا صاحب کے متعلق کوئی نظم بھی لکھی ہے، انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اس طرح کی کسی نظم کا علم نہیں ہے۔

اس موقعہ پر مولانا میکش نے عدالت کی توجہ ایک سیرت المہدی کی طرف مبذول کرائی جو موجودہ امیر جماعت احمدیہ کے چھوٹے بھائی مرزا بشیر احمد نے لکھی ہے، یہ کتاب سنہ ۱۹۳۹ء میں لکھی گئی تھی جس میں علامہ اقبال کے والد کی بیعت سے متعلق واقعات کا ذکر ہے لیکن خود علامہ اقبال کی بیعت کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے۔

پاکستان ٹائمز کی شرخی

کارروائی شروع ہونے پر خواجہ نذیر احمد نے چیف جسٹس مسٹر محمد منیر اور مسٹر جسٹس ایم آر کیانی پر مشتمل دو رکنی عدالت کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرائی کہ ۱۳ نومبر کے پاکستان ٹائمز نے عدالت کی کارروائی کی یہ سرخی دی ہے، علامہ اقبال سنہ ۱۹۳۱ء تک قادیانی تھے (علامہ اقبال حاز اسے قادیانی آپ ٹو ۱۹۳۱ء)

خواجہ نذیر احمد صاحب نے کہا کہ میں نے عدالت میں جو گواہی دی تھی اسے غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے کیونکہ میں نے یہ کبھی نہیں کہا تھا کہ علامہ اقبال قادیانی تھے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ علامہ اقبال نے بیعت کی تھی۔

خواجہ نذیر احمد نے اپنے ایک سابقہ بیان کی بھی تصحیح کی اور کہا کہ میں نے بیان [illegible] سنہ ۱۸۹۷ء [illegible]

میں بیعت کی تھی لیکن درحقیقت انہوں نے سنہ ۱۸۹۷ء میں بیعت کی تھی اور صحیح سال مجھے مولانا غلام محی الدین قصوری نے بار دوم میں اس موضوع پر گفتگو کے دوران میں بتایا ہے۔

خواجہ نذیر احمد کی جرح مکمل ہونے سے قبل عدالت کا اجلاس برخاست ہو گیا۔ سب سے پہلے حکومت پنجاب کے وکیل مسٹر فضل الٰہی نے ان سے جرح کی۔

خواجہ نذیر احمد نے کہا کہ سول اینڈ ملٹری گزٹ نے "مفکر" کے نام سے چند مضامین لکھنے پر مولوی ابراہیم علی چشتی کو معاوضہ دیا تھا۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ سابق ڈائرکٹر تعلقات عامہ میر نور احمد نے بھی "محقق" کے نام سے چند مضامین لکھے تھے۔ ان میں سے ایک مضمون اب بھی میرے حافظہ میں محفوظ ہے۔

مجلس احرار کی جانب سے مولانا مظہر علی اظہر کی جرح کے دوران میں گواہ کی توجہ ان کے اس بیان کی جانب مبذول کرائی گئی کہ وہ مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ انہوں نے مرزا غلام احمد کا رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" پڑھا ہے؟

خواجہ نذیر احمد نے اس سوال کا جواب اثبات میں دیا۔

اس پر خواجہ صاحب سے کہا گیا کہ وہ اس رسالے کے پہلے چار صفحات پڑھ کر بتلائیں کہ مرزا غلام احمد نے اس رسالہ میں یہ دعویٰ کیا ہے یا نہیں کہ وہ رسول، مرسل، ظلی اور بروزی نبی بلکہ محمد اور احمد [illegible] ہونے کے دعویدار ہیں۔

خواجہ نذیر احمد نے جواب دیا کہ [illegible] کو مرزا صاحب کے بار بار دہرائے ہوئے ان اقوال کی روشنی میں پڑھنا چاہئے کہ [illegible]

تمام الہامات اور تحریروں کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پڑھا جائے اور ان میں کوئی بات اگر قرآن و حدیث کے منافی ہو تو اسے مسترد کر دیا جائے۔

لا نبی بعدی ؟

"ایک غلطی کا ازالہ" کے پہلے چار صفحات پر جرح کرنے والے صاحب نے اچھی طرح نہیں سمجھا ہے مرزا صاحب نے ایک نظم "میرا اور میری جماعت کا مذہب" کے عنوان سے لکھی تھی جس میں انہوں نے کہا ہے

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

مرزا صاحب کا عقیدہ تھا کہ وحی اور نبوت صرف حضرت جبریل کے ذریعہ آسکتی ہے اور رسول اللہ کے بعد حضرت جبریل نہ تو وحی لا سکتے ہیں اور نہ لاتے ہیں۔ مرزا صاحب نے کبھی خدا کے پیغمبروں کی طرح معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، خدا کے رسول خدا کی شرع لاتے ہیں، ان کا ان شرعوں پر عقیدہ ہوتا ہے اور وہ عام لوگوں سے ان پر عمل کرنے کو کہتے ہیں، مرزا صاحب اپنے ساتھ ہرگز کوئی شرع نہیں لائے تھے اور ہر طرح کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے انہوں نے قطعی طور پر لکھا تھا کہ کسی پر ان کا نبی لکھنا گراں گزرتا ہو تو اسے کاٹ کر اس کی جگہ "محدث" کا لفظ دینا چاہیئے۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ انہوں نے ہمیشہ سے اعلان کیا ہے کہ میں انہیں اصولوں کو مانتا ہوں جنہیں اہل السنت والجماعت مانتے ہیں بشرطیکہ کسی بات کے متعلق خود خدا نے بزرگ و برتر نے اس کے برعکس حکم نہ دیا ہو۔

بیعت کی [illegible] کے سلسلے میں انہوں نے کبھی [illegible] مجدد کی حیثیت سے خلاف [illegible] نہیں لیا اس کی حیثیت [illegible] کی بیعت کی

ہوتی ہے۔ مرزا صاحب سے بیعت کے وقت ہر شخص کو دنیا پر دین پر ترجیح دینا ہوتا تھا۔

مجھے تحریر دکھائی گئی، رسول، مرسل اور نبی کے الفاظ لغوی معنوں میں استعارۃً استعمال کئے گئے ہیں اصطلاح کے طور پر نہیں۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب نے جو سب سے بڑا دعوےٰ کیا تھا وہ محدث کا تھا۔ ایک حدیث بھی موجود ہے جس میں کہا گیا ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے پیغمبروں سے مماثل ہوں گے، اس پر مرزا صاحب کا عقیدہ تھا۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے رسول اللہ کی امت کے افراد کا رتبہ سابق پیغمبروں کے برابر ہوگا لیکن ہمارے رسول اقدس کے برابر نہیں۔ مرزا صاحب نے اس کی وضاحت "چشمۂ معرفت" کے سنہ ۱۹۰۸ء کے ایڈیشن کے صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱ پر کی ہے کہ وہ نبی کا لفظ لغوی معنی میں استعمال کرتے ہیں یعنی ایسا شخص جسے الہام ہوتا ہے۔

سوال :- کیا آپ ان باتوں سے اتفاق کرتے ہیں جو رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" کے صفحہ ۱۲ پر کہی گئی ہیں؟

جواب :- تمثیلی طور پر جی ہاں اصلی طور پر جی نہیں۔

مولانا غلام مرتضیٰ احمد خان میکش کی جرح پر خواجہ صاحب نے کہا کہ پولیس کی رپورٹوں میں کہا گیا ہے کہ فسادات کے زمانے میں زنا بالجبر کے کچھ واقعات ہوئے تھے۔

انہوں نے کہا کہ مجھے یہ نہیں معلوم کہ پولیس نے ان کی کوئی تحقیقات کی تھی یا نہیں۔

سوال :- کیا آپ کو کسی ایسے واقعہ کا علم ہے کہ کسی زندہ آدمی کو جلا کر مار ڈالا گیا تھا؟

جواب :- دو آدمی نیست و نابود کر دئے گئے تھے مجھے اس واقعے کا وقت یاد نہیں۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ اس واقعہ کی کوئی تحقیقات کی گئی تھی یا نہیں۔

انہوں نے کہا کہ میں نے ان واقعات

کا ذکر اپنی شہادت میں اس لئے کیا تھا کہ میں ان کو صحیح سمجھتا تھا۔

مولانا مودودی سے میری ملاقات فروری کے آخری ایام میں ہوئی تھی۔ لیکن وہ مارشل لاء کے نفاذ سے بہرصورت پہلے ہوئی تھی۔

خواجہ نذیر احمد نے کہا کہ میں پہلے اوائل فروری ۱۹۵۳ء میں ربوہ گیا تھا اور دوسری بار مارشل لاء کے نفاذ کے بعد گیا تھا۔*

لاہوری جماعت کا فتویٰ

سوال:- ان لوگوں کے خلاف جو مرزا غلام احمد صاحب کو پیغمبر مانتے ہیں، احمدیوں کی لاہوری جماعت کا کیا فتویٰ ہے؟

جواب:- خود مرزا صاحب کے الفاظ کے مطابق انہیں پیغمبر ماننے والے لعنتی اور کافر ہیں۔

سوال:- کسی اسلامی ریاست کا کوئی قاضی باقاعدہ کسی شخص کو اگر کاذب و دجال اور مفتری قرار دیدے تو آپ کی رائے ان لوگوں کے متعلق کیا ہوگی جو انہیں مجدد دین اور مذہبی پیشوا سمجھتے ہیں؟

جواب:- کوئی قاضی کسی کلمہ گو کو اگر کافر قرار دیدے تو اس قاضی کو میں احمق کہوں گا۔

سوال:- کیا لاہوری جماعت کے مطابق کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے جو مرزا غلام احمد صاحب کا مکذب اور مکفر ہو؟

جواب:- میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا۔

گواہ نے کہا کہ کسی مجدد کا منکر ہرگز کافر نہیں ہوتا۔

* [illegible]

. . . .

انہوں نے کہا کہ مجھے یاد نہیں ہے کہ ۱۹۳۷ء میں انگلستان میں لاہوری جماعت اور قادیانیوں میں کوئی مناظرہ ہوا تھا۔

یہ دریافت کرنے پر کہ کیا ووکنگ میں پاکستانی فضائی فوج کے ان کیڈٹوں کی مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام کیا گیا تھا جو وہاں فوجی تربیت کے لئے گئے تھے؟

خواجہ صاحب نے نفی میں جواب دیا۔

انہوں نے کہا کہ یہ کیڈٹ ووکنگ سے تقریباً دو سو میل کے فاصلے پر تھے، حکومت پاکستان نے خواہش ظاہر کی کہ وہ نماز جمعہ ایک ساتھ ادا کریں۔ پاکستانی ہائی کمشنر نے اس بات کی انتہائی کوشش کی کہ کوئی شخص ان کی امامت کے لئے مل جائے۔ لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوئے۔ آخر کار انہوں نے ووکنگ مسجد کے امام سے درخواست کی کہ وہ نماز جمعہ کے امام کا کوئی انتظام کریں اور انہوں نے مسجد کے رکن سے کہا کہ وہ ہر جمعہ کو اس جگہ جاکر جہاں کیڈٹ مقیم ہیں امامت کرا دیا کریں۔ یہ شخص ہمیشہ احمدی نہیں ہوتا تھا۔ بسا اوقات انگریز نومسلم بھی اس مقصد کے لئے چلا جاتا تھا۔

سوال:- کیا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے مطبوعہ جائزے میں لکھا گیا ہے کہ حکومت پاکستان کی تحریک پر ووکنگ کی مسجد میں فضائیہ کے کیڈٹوں کی مذہبی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے؟

جواب:- میں نے جو کچھ کہا ہے وہی میری مراد ہے۔ ووکنگ میں کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔

سوال:- کیا یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی ملکوں سے انگلستان جانے والے تمام وفود کو برطانوی ذمہ دار ووکنگ لے جاتے تھے؟

جواب:- جی نہیں! اسلامی ممالک کے سفیر خود اپنی مرضی سے ووکنگ جاتے تھے۔

سوال:- لیکن جائزے کی اس عبارت کو پڑھیئے:-

"برٹش گورنمنٹ کے جو معزز مہمان لندن تشریف لاتے ہیں ان میں اکثر اسلامی ممالک کے وفود سرکاری طور پر ووکنگ لائے جاتے ہیں۔"

اور یہ بتلایئے کہ سرکاری طور پر کے الفاظ کے کیا معنی ہیں؟

جواب:- سرکاری طور پر کے الفاظ کے یہ معنی ہیں، ان اسلامی ممالک کے سفارت خانے یہاں سے وفد آتے ہیں۔

اراضی کی امداد

سوال:- کیا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو تقسیم سے قبل حکومت نے اس کی خدمات کے صلے میں ۱۸ مربع اراضی دی تھی؟

جواب:- یہ مربعے حکومت نے ایک عیسائی مشنری ادارے سے جو جرائم پیشہ اقوام کی اصلاح کے لئے قرولت کئے تھے امداد ایک پٹے کی شکل میں دی گئی تھی لیکن مشن پٹے کی رقم ادا نہیں کر سکا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت نے گرانٹ دوبارہ شروع کر دی بعد میں حکومت نے اس اراضی کے لئے لاہور کے تین تبلیغی اداروں، آریہ سماج، سناتن دھرم اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سے پیشکش کی دو دوسری جماعتوں نے اس پیشکش کو منظور نہیں کیا۔ لیکن انجمن نے اسے قبول کر لیا۔ انجمن اس وقت تک قیمت کے طور پر ایک لاکھ اور کئی ہزار روپے ادا کر چکی ہے، دس ہزار کے قریب روپے کی ادائیگی باقی ہے۔

سوال:- اس حدیث کی کیا سند ہے کہ امتِ رسول اللہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو بنی اسرائیل کے پیغمبروں سے مماثل ہوں گے؟

جواب:- مشکوٰۃ

جماعت اسلامی کے وکیل چودھری نذیر احمد کی جرح پر خواجہ صاحب نے کہا کہ مولانا مودودی کے پیغامبر کی دھمکی کی اطلاع پولیس کو نہیں دی تھی انہوں نے کہا کہ میں مسٹر دولتانہ کے پاس گیا اور ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور ان سے کہا کہ وہ پولیس کی حفاظت کا انتظام کر دیں جس کے مصارف ہم دیں گے۔ انہوں نے (مسٹر دولتانہ) نے اپنے سیکرٹری مسٹر حرمت بیگ کو ہدایت کی کہ وہ انسپکٹر جنرل پولیس سے ضروری انتظامات کے لئے کہدیں۔

دوسرے دن صبح مسٹر حرمت بیگ نے مجھ سے کہا کہ انسپکٹر جنرل پولیس اس پر راضی نہیں ہوئے۔

سوال:- کیا آپ نے انسپکٹر جنرل پولیس سے براہ راست گفتگو کی تھی؟

جواب:- جی نہیں۔

سوال:- تحریک تحفظ ختم نبوت کے متعلق سول اینڈ ملٹری گزٹ کی پالیسی کیا تھی؟

جواب:- ہم اسے احرار اور جماعت اسلامی کا ایک سیاسی سٹنٹ سمجھتے تھے تاکہ وہ عوام کے مذہبی جذبات سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر اقتدار پر قبضہ کر لیں اس لئے سول اینڈ ملٹری گزٹ تحریک کا مخالف تھا۔

سوال:- آپ نے سول اینڈ ملٹری گزٹ کے حصوں پر کب کنٹرول حاصل کیا؟

جواب:- ۷ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو میں نے ڈالمیا سیمنٹ اینڈ پیپر مارکٹنگ کمپنی لیمٹڈ سے حصے خریدے تھے یہ دریافت کرنے پر کہ کیا پوری کی قیمت ادا کر دی گئی ہے خواجہ نذیر احمد نے جواب دیا کہ حصے اس شرط پر منتقل کئے گئے تھے کہ روپیہ ایک پاکستانی باشندے کو ادا کیا جائے اور ملک کے باہر نہ لے جایا جائے، میں نے سٹیٹ بنک کو اس سودے کی اطلاع دیدی تھی۔ مجھے روپے کی ادائیگی کی اطلاع بنک کو کر دینی تھی تاکہ اسے ملک سے باہر جانے سے روکا جائے، ڈالمیا نے دو آدمیوں کو نامزد کیا جنہیں مجھ سے روپیہ ملنا تھا لیکن وہ پاکستان کے باشندے نہیں تھے اس لئے میں نے انہیں روپیہ دینے سے انکار کر دیا۔ ابھی تک ادائیگی نہیں کی گئی، واجب الادا .... رقم سات لاکھ روپے ہے۔

انہوں نے کہا کہ میں ڈالمیا کا ملازم کبھی نہیں رہا۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ مئی ۱۹۵۳ء میں جاری کیا گیا ہے اور سول اینڈ ملٹری گزٹ لمیٹڈ کی ملکیت ہے، میں سول اینڈ ملٹری گزٹ کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کا چیئرمین ہوں۔

سوال:- کیا آپ کو کبھی میاں انور علی نے بلا کر اس رویہ کے خلاف متنبہ کیا تھا جو سول اینڈ ملٹری گزٹ نے تحریک کے متعلق اختیار کر رکھا تھا۔

جواب:- انہوں نے مجھے متنبہ نہیں کیا تھا انہوں نے مجھ سے صرف اتنا کہا تھا کہ سول اینڈ ملٹری گزٹ کو احمدی اخبار سمجھا جا رہا ہے اس لئے ہمیں محتاط رہنا چاہیئے، انہوں نے مجھ سے کبھی یہ نہیں کہا کہ سول اینڈ ملٹری گزٹ کی تحریریں اشتعال انگیز ہوتی ہیں۔

خواجہ نذیر احمد نے کہا کہ مسٹر انور علی نے مجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ مجھے مسٹر دولتانہ کی ہدایت پر تنبیہہ دی جا رہی ہے۔

سوال:- مولانا مودودی کے پاس جب آپ پیامبر کے ساتھ گئے تھے کیا آپ نے مولانا سے کہا تھا کہ پیامبر نے آپ کو دھمکی دی تھی۔

جواب:- جی نہیں میں نے صرف ان سے اتنا کہا تھا کہ سول اینڈ ملٹری گزٹ کے دفتر کو جلا دینے کی دھمکی کا مجھے ان کا پیغام مل گیا ہے۔

سوال:- کیا اس دھمکی کا کوئی دستاویزی ثبوت بھی ہے۔

جواب:- جی نہیں۔

مولانا مودودی کے پاس جانے سے پہلے ان کے یہاں سے میری آمد و رفت نہیں تھی، ان سے صرف ایک بار ملاقات ہوئی تھی جب انہوں نے میری بھتیجی کا نکاح پڑھایا تھا۔

سوال:- مولانا مودودی کے پاس آپ کے جانے کا کیا مقصد تھا۔

جواب:- میں ان سے دریافت کرنا چاہتا تھا کہ مجھے جو دھمکی دی گئی تھی اس کا کیا سبب تھا۔

میں نے ان سے دھمکی کا ذکر کیا لیکن وہ موضوع زیر بحث پر گفتگو نہیں کر رہے تھے اس لئے میں نے ان کو جانے دیا، ان کے اپنے عقائد کا تقابل میں نے خود شروع کیا تھا۔

سوال :- میرا آپ سے کہنا ہے کہ یہ ملاقات ۱۰ مارچ کے لگ بھگ ہوئی تھی کیا یہ درست ہے -

جواب :- جی نہیں - جہاں تک مجھے یاد آتا ہے ملاقات فروری کے آخر میں ہوئی تھی

سوال :- آپ نے اپنی گواہی میں کہا تھا کہ قادیانی مسئلہ پر بحث ہوتی تھی لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ یہ رسالہ ۵ مارچ سے قبل شائع نہیں ہوا تھا آپ اس کی کس طرح تشریح کریں گے -

جواب :- مسئلہ میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اسے میں فروری ۱۹۵۳ء کے ترجمان القرآن میں اشارات کے عنوان کے تحت پڑھ چکا تھا پورا قادیانی مسئلہ "اشارات" کے عنوان کے تحت لکھ دیا گیا تھا، قادیانی مسئلہ کے الفاظ "اشارات" میں کہیں نہیں استعمال کئے گئے ہیں قادیانی مسئلہ کئی بار شائع ہو چکا ہے - جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ پہلی بار فروری کی کسی تاریخ کو شائع ہوا ۔ اور اس کا سر ورق پتلا سادہ گلابی رنگ کا تھا - بعد میں گلابی سر ورق موٹا کر دیا گیا -

سوال :- جس ترجمان القرآن کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ کیا مارچ کی کسی تاریخ کو شائع ہوا تھا

جواب :- میں نے اسے فروری میں پڑھا تھا -

سوال :- کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ نے ترجمان القرآن جس تاریخ کو پڑھا تھا وہ بالکل ٹھیک ہے -

جواب :- یہ تاریخ آخر فروری کے لگ بھگ تھی -

میری اپنی تمنا یہ تھی کہ احمدیوں اور عام مسلمانوں کے درمیان خلیج کم کر دی جائے - لیکن چونکہ علماء میدان میں آ گئے تھے - اس لئے صورت حال ایسی ہو گئی تھی - کہ اس سے کوئی امید وابستہ نہیں کی جا سکتی تھی -

سوال :- کیا آپ اس احساس کے باوجود ربوہ گئے تھے - کہ صورت حال مایوس کن ہو گئی تھی -

جواب :- اس کا مقصد یہ تھا - کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد سے ایک ایسا بیان حاصل جائے جس سے صورت حال رو بہ اصلاح ہو جائے میں فروری کے اوائل - غالباً پہلے ہفتے میں ربوہ گیا -

میں مرزا صاحب سے حسب ذیل سوالوں کے جواب حاصل کرنا چاہتا تھا -

(۱) احمدیوں کے خلاف موجودہ تحریک کا اصل سبب یہ عام الزام ہے کہ احمدی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے - کیا اس الزام میں کوئی حقیقت ہے ؟

(۲) دوسرا الزام یہ ہے کہ احمدی غیر احمدی مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، کیا یہ الزام حقیقت پر مبنی ہے ؟

(۳) اس تشریح کے پیش نظر آپ کی پوزیشن قریب قریب وہی معلوم ہوتی ہے جو امیر جماعت اسلامی مولانا مودودی کی ہے جن کے نظریہ کے مطابق مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں - صالحین یا حقیقی مسلمان اور دوسرے مسلمان جنہیں وہ "امتی" اور "رسمی" کہتے ہیں - کیا میں آپ کی پوزیشن اچھی طرح سمجھتا ہوں -

ان تینوں سوالوں کے جواب دستاویز ڈی - ای ۱۰۱ میں موجود ہیں -

(ملت ۱۵ نومبر ۱۹۵۳ء)

تحقیقاتی عدالت میں چیف ایڈیٹر "زمیندار" مسٹر شبلی کا بیان

(بقیہ از صـ ۹)

سوال :- اگر اگوبٹ ۵۵ آپ کے والد کے خیالات کی ترجمانی کرے تو کیا پھر بھی آپ اسی خیال پر قائم رہیں گے کہ آپ کے والد نے ان دو شعروں کو واپس لے لیا تھا ؟

جواب :- میں نہیں کہہ سکتا -

سوال :- آپ کے والد کی عمر کیا ہے ؟

جواب :- تقریباً ۸۰ سال

سوال :- کیا آپ اپنے والد کے ہمراہ رہتے ہیں

جواب :- ہم ایک ہی عمارت میں لیکن مختلف گھروں میں رہتے ہیں -

سوال :- کیا آپ نے کبھی مسٹر دولتانہ سے ملاقات کی ہے ؟

جواب :- ہاں دو یا تین دفعہ

سوال :- آپ نے کہا ہے کہ آپ نے مسٹر دولتانہ سے دو دفعہ ملاقات کی ہے جس میں انہوں نے آپ سے مختلف امور کا ذکر کیا تھا - کیا آپ ان ملاقاتوں کی تاریخیں بتا سکتے ہیں -

جواب :- میں صحیح تاریخیں نہیں بتا سکتا - لیکن یہ دونوں ملاقاتیں ۵۲ء کی آخری ششماہی میں ہوئی تھیں -

سوال :- کیا فسادات کے شروع ہو جانے پر آپ کو اس امر کا احساس ہوا تھا کہ جو کچھ مسٹر دولتانہ نے آپ کو بتایا تھا - صورت حالات پر اس کا گہرا اثر پڑا ہے ؟

جواب :- ہاں

سوال :- فوجی افسر نے آپ سے کتنی مدت تک سوالات پوچھے تھے ؟

جواب :- ایک گھنٹے تک -

سوال :- آپ سے کہاں سوالات پوچھے گئے تھے -

جواب :- جم خانہ میں

سوال :- کس نے آپ سے سوالات پوچھے تھے ؟

جواب :- میجر جنرل نذیر -

انہوں نے مجھ سے مختلف سوالات کئے تھے اور میں نے ان کا جواب دیا تھا ان کے سوالات حسب ذیل امور سے تعلق رکھتے تھے -

۶ نومبر کے "زمیندار" میں چھپنے والا اشتہار - "زمیندار" میں شائع شدہ بعض مضامین - "زمیندار" کی عام پالیسی اور تحریک کے متعلق مسٹر دولتانہ کا طرز عمل -

سوال :- مسٹر دولتانہ اور آپ کے درمیان جو باتیں ہوئی تھیں اور جن کا ذکر آپ نے عدالت میں کیا ہے کیا آپ نے فوجی افسر کو بھی ان کی اطلاع دی تھی ؟

جواب :- اگر مجھ سے پوچھا جاتا تو میں اس کا جواب دیتا -

نامکمل (ملت ۱۲ نومبر ۱۹۵۳ء)

پیغام صلح مؤرخہ ۱۸ نومبر ۱۹۵۳ء - رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۴۲

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

ایڈیٹر محمد یعقوب بی اے

جلد ۴۱ — یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۵۳ء — نمبر ۴۳

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

دوستوں کیلئے للّٰہی دل سوزی اور غمخواری

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے دوستوں کا تعلق ہمارے ساتھ اعضا کی طرح ہے اور یہ بات ہمارے روزمرہ کے تجربہ میں آتی ہے کہ اگر ایک چھوٹے سے چھوٹے عضو مثلاً انگلی میں ہی درد ہو تو سارا جسم بیچین اور بیقرار ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ٹھیک اسی طرح ہر وقت اور ہر آن میں اسی خیال اور فکر میں رہتا ہوں کہ میرے دوست ہر قسم کے آرام اور آسائش سے رہیں یہ ہمدردی کسی تکلف اور بناوٹ کی رو سے نہیں بلکہ جس طرح والدہ اپنے بچوں میں سے ہر ایک کے آرام اور آسائش کی فکر میں مستغرق رہتی ہے خواہ وہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں اسی طرح میں للّٰہی دل سوزی اور غمخواری اپنے دل میں اپنے دوستوں کیلئے پاتا ہوں۔ اور یہ ہمدردی کچھ ایسی اضطراری حالت پر واقع ہوئی ہے کہ جب ہمارے دوستوں میں سے کسی کا خط کسی قسم کی تکلیف یا بیماری کے حالات پر مشتمل پہنچتا ہے تو طبیعت میں ایک بیکلی اور گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور ایک غم شامل حال ہو جاتا ہے۔ اور جوں جوں احباب کی کثرت ہوتی جاتی ہے اسی قدر یہ غم بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور کوئی وقت ایسا خالی نہیں رہتا جبکہ کسی قسم کا فکر اور غم شامل حال نہ ہو۔ کیونکہ اس قدر کثیر التعداد احباب میں سے کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی غم اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور اس کی اطلاع پر میرے دل میں قلق اور بیچینی پیدا ہو جاتی ہے میں نہیں بتلا سکتا کہ کس قدر اوقات غموں میں گذرتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں جو ایسے ہموم اور افکار سے نجات دیوے۔ اس لئے میں ہمیشہ دعاؤں میں لگا رہتا ہوں اور سب سے مقدم دعا یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے دوستوں کو ہموم اور غموم سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ مجھے تو ان کے ہی افکار اور رنج غم میں ڈالتے ہیں پھر دعا مجموعی ہیئت سے کی جاتی ہے کہ اگر کسی کو رنج اور تکلیف پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اسے نجات دے اور ساری سرگرمی اور پورا جوش یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کروں۔

(منظور الٰہی صفحہ ۸۴)

مکتوب برلن

(محترمہ شمیم امان صاحبہ)

جرمنی میں ماہِ صیام اور عید

عید ایک اسلامی تہوار ہے جس کو ایک نصرانی ملک میں دیکھنا میرے خیال میں خوش بختی ہے - کہاں اسلام کا سب سے بڑا تہوار اور کہاں جرمنی - اس دفعہ خوش قسمتی سے مجھے جرمنی میں چند ماہ گذارنے کا موقعہ ملا - رمضان کا مبارک مہینہ میری موجودگی میں آیا کہاں تو وہ پاکستان کا رمضان کہ کوٹھوں پہ سڑکوں پر ہر جگہ لوگ رمضان کا چاند اور عید کا چاند دیکھنے میں مشغول، اور پھر چاند کی مبارک ایک دوسرے کو دے رہے ہیں، کہاں جرمنی کا ہلالِ صیام کہ پوری تابانی سے مسجد کے گنبد پر چمک رہا ہے پر کوئی دیکھنے والا نہیں مسلمان تو یہاں بھی بہت ہیں لیکن چاند دیکھنا تو امام کا فرض ہے اور بعد اذان لوگوں کو فون پر اطلاع دینا کہ انہوں نے چاند دیکھ لیا ہے -

امام نے اور میں نے چاند دیکھا دعا مانگی. امام نے بڑے اشتیاق سے کہا کہ اس ملک میں چاند کا اس طرح نظر آنا برسوں میں ایک دفعہ ہوتا ہے اور یہ ہماری خوش بختی ہے کہ چاند اس طرح ہماری اپنی مسجد کے گنبد پر ہمارے پوری طرح جلوہ افروز ہے - ہاں چاند رات سے کوئی ہفتہ پہلے امام نے اپنے ہاتھ سے سینکڑوں کی تعداد میں مشین پر پمفلٹ چھاپے اور لوگوں کو بھیجے جس میں رمضان المبارک کی برکتوں اور دیگر ضروری مسائل پر روشنی ڈالی گئی تھی کوشش یہ تھی کہ یہ پمفلٹ چاند رات سے پہلے لوگوں تک پہنچ جائیں. بھلا اپنے ملک میں یہ باتیں کہاں -

اس سب کوشش کے باوجود کتنے لوگوں نے روزے رکھے، یہ بتانا ذرا مشکل ہے - آپ کہیں گے کہ ایسے سرد ملک میں تو روزے ذرا بھی تکلیف دہ نہ ہونے چاہئیں، کیونکہ روزے کی اصل سختی تو پیاس و گرمی ہے" جو یہاں قطعی مفقود ہے -" آپ کا کہنا سر آنکھوں پر - پر آپ کو کس قدر حیرت ہوگی یہ سن کر ہمارے گرم ممالک میں، یا یہ کہنا مشرقی ممالک میں سورج پوری شان سے آسمان پہ جلوہ گر ہوتا ہے اور شام کو ساڑھے پونے نو بجے جا کر غروب ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ سحری آپ کو زیادہ سے زیادہ دو بجے سے پہلے کھانی چاہیئے - پھر شام کے پونے نو بجے افطاری - یعنی روزہ پورے ۱۸ یا ۱۹ گھنٹے کا ہوتا ہے جبکہ ہمارا روزہ زیادہ سے زیادہ ۱۶ گھنٹے کا ہوگا

ماہِ صیام میں جمعہ کی نماز کے لئے معمول سے زیادہ نمازی ہوتے تھے - خیر خدا خدا کر کے رمضان کا آخری ہفتہ آیا - وہ ہفتہ جس میں ایک اسلامی ملک میں گھر گھر مصروفیت کا عالم ہوتا ہے - نئے نئے لباس، بلوری چوڑیاں - عیدی کے لئے روپیہ جمع کرنا، تحفے تحائف عید کارڈ وغیرہ بھیجنا - گھر کی مکمل ترین صفائی اور سویوں کی تیاری کا سامان، الغرض کیا غریب کیا امیر ہر ایک مکمل طور پر عید کی تیاریوں میں مصروف ہوتا ہے - پر یہاں پر یہ کس طرح ہو سکتا ہے - لیکن برلن مسجد کا امام اس ہفتے میں بے حد مصروف تھے اور ان کی وجہ سے میں بھی، مگر آپ کہیں گے کہ وہ کونسی ایسی مصروفیت تھی جبکہ جن مصروفیات کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے یہاں نہیں، امام صاحب کو ہزار سے بھی زیادہ دعوت نامے بھیجنے تھے - تمام مسلم برادران خواہران کو غیر مسلم دوستوں کو - ورنہ غیر مسلم تو غیر مسلم اگر کسی مسلم کو بھی نماز عید کا دعوت نامہ نہ ملا تو وہ ناراض ہو جائے گا اور نماز عید ادا کرنے نہ آئیگا - میں حیران تھی کہ اس کا کیا مطلب ہمارے ملک میں تو کوئی دعوت نامہ کسی مسجد کی طرف سے نہیں جاتا بلکہ نماز دوگانہ ایک فریضہ ہے جسے ادا کرنے کے لئے مسلمانوں کا ہجوم خود بخود عیدگاہ یا بڑی مسجدوں کی راہ لیتا ہے ڈھونڈ ڈھونڈ کر لوگوں کے پتے جمع کئے - اور دعوت نامے تمام جرمنی میں جس قدر معزز مسلمان ہیں انہیں بھیجے گئے - نامی گرامی غیر مسلم شخصیتوں مسجد کے خیر خواہوں اور تمام جرمن مسلمانوں کو مدعو کیا گیا -

عید سے ایک رات پہلے مسجد کی صفائی کرائی گئی - قالینوں اور پھولوں سے دلہن کی طرح سجایا گیا - ہاں یہ بتانا تو بھول ہی گئی، کہ ان دنوں جناب شیر زمان خان صاحب پولیٹیکل ایجنٹ بلوچستان معہ اپنی بیگم صاحبہ کے جرمنی میں تشریف رکھتے تھے، انہوں نے بکمال مہربانی ہمارے اصرار پر نماز دوگانہ ادا کرنے کا وعدہ کیا

میں چونکہ پاکستان کی باشندہ ہوں، جہاں عید الفطر پر سویاں کھانا بھی ایک قسم کی رسم بن کر رہ گئی ہے، سارا شام کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر سویاں لائی گئیں گو وہ اپنی سویوں کی طرح باریک تو نہ تھیں پر خیر سویاں تو تھیں - دیگر اشیاء یعنی بادام، میوہ، گری اور دودھ تو یہاں بکثرت مل جاتے ہیں - ہاں روح کیوڑا کی بجائے ڈاکٹر کی دکان سے از حد کوشش سے عرق گلاب بھی مل گیا - رات کو سونے سے پہلے سویاں تیار کیں تا کہ کچھ تو اپنے پاکستان کی جھلک عید میں پیدا ہو -

جیسا کہ اوپر تحریر کر چکی ہوں کہ اول تو یہاں چاند ہی بمشکل نظر آتا ہے دوسرے کوئی دیکھنے کی بھی اس قدر کوشش نہیں کرتا - رات بغیر چاند دیکھنے کے ہی گزاری کیونکہ مطلع از حد ابر آلود تھا - ہزار کوشش کے باوجود بھی سوائے بادل کے کچھ نظر نہ آتا تھا - سو ہلالِ عید ہویدا شد کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا -

عید کا دن اتوار کا تھا اور ابر بھی رات ہی رات میں کہیں جا چکا تھا صبح بڑی سہانی اور دن بڑا خوشگوار تھا ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے خود قدرت روز عید کو کامیاب بنانے میں بڑی فیاضی سے کام لے رہی ہے، آخر یہ مبارک دن روز عید تھا - جو برس میں ایک دن نمودار ہوتا ہے -

نماز کا وقت ۱۰ بجے تھا - پھر نو بجے سے مسلم خواہران و برادران و غیر مسلم دوست آنے شروع ہوئے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر ایک اپنے بہترین لباس میں تھا - کئی دوست جن کی تعداد زیادہ تر غیر مسلم سے مع مسلم بھائی بہنوں کے امام صاحب اور مسجد کی نگران خاتون کے لئے عید کا تحفہ پھولوں کے گچھے اور گلدستے بھی لائے تھے -

مسجد کے وسط میں قالینوں پر نمازیوں کے لئے جگہ بنائی گئی تھی اور اطراف پر غیر مسلم دوستوں کے بیٹھنے کے لئے بنچ رکھے گئے تھے - نمازیوں کی جگہ کے پیچھے ایک کرسیوں کی قطار ان نمازیوں کے لئے تھی جو بیمار تھے یا جنگ میں اپنے اعضا کھو بیٹھے تھے اور اب کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے سے قاصر تھے، یا معمر بزرگ تھے - داخل ہوتے ہی مسجد کے دروازے کے سامنے ایک تپائی پر ایک رنگین کاغذ کا بنا ہوا ڈبہ نذرانہ ..... کی رقم کے لئے رکھا ہوا تھا -

پورے دس بجے تمام نمازی اگلی صفوں میں اور خواتین پچھلی صفوں میں بیٹھ گئیں، کیونکہ یہاں پردے کا رواج نہیں اس لئے سب مرد عورت اکٹھے نماز ادا کرتے ہیں، باقی حاضرین بھی اپنی اپنی نشستوں پر تھے - سب سے پہلے درود شریف پڑھا گیا - پھر ایک ایرانی طالب علم نے از حد خوش الحانی سے تلاوت قرآن پاک کی، جس کا ترجمہ جرمن زبان میں سمجھانے کے بعد امام نے تمام سال کی مسجد کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی جن اصحاب نے اس دوران میں اسلام قبول کیا ان کا جماعت سے تعارف کرایا گیا کیونکہ یہ نماز سالانہ ہے اور ایک سال کے عرصہ میں کئی ایک نئے حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں (مثلاً اس عید الفطر سے لیکر عید الاضحیٰ تک کوئی ۳۰ - اصحاب میری اور امام صاحب کی انتھک کوششوں سے زمرۂ اسلام میں آ چکے ہیں) اس لئے انہیں اس نماز کے ادا کرنے کا طریقہ بتایا اور دیگر حاضرین کے لئے بھی ایک طرح کی یاد دہانی تھی، ازاں بعد جناب شیر زمان خان صاحب کو لوگوں سے متعارف کرایا، انہوں نے نماز کی ادائیگی سے پہلے ایک نہایت مختصر و جامع تقریر انگریزی زبان میں کی جس کا ترجمہ ساتھ ساتھ امام نے جرمن زبان میں حاضرین کو سمجھانے کے لئے کیا - اس تقریر میں انہوں نے عید کی اہمیت پر تبصرہ کیا مشن کے کام کو سراہا غیر مسلم دوستوں کا شکریہ اسلام میں دلچسپی لینے کی وجہ سے ادا کیا گیا - اور مسلم برادران و خواہران کو جناب رسول خدا کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید کی اور پھر نماز دوگانہ ادا کرائی -

امام نے اپنا خطبہ عید پڑھا، تمام حاضرین کے چہرے ان کی دلچسپی کا اظہار کر رہے تھے غیر مسلم دوست تک بھی از حد محظوظ نظر آتے تھے، نمازیوں میں کئی سابق و موجودہ سفیر موجود تھے، کئی مختلف ملکوں رنگوں اور نسلوں کے باشندے تھے، امراء بھی تھے اور غریب بھی تھے، یورپ کے گورے اور افریقہ کے کالے بھی تھے، کئی خدا کے نیک بندے ایسے بھی تھے جو اپنے اعضاء دوران جنگ میں کھو چکے تھے اور کئی ایسے بھی تھے جو بیمار تھے، لیکن ایک کو دوسرے پر کوئی فوقیت نہ تھی، سب برادران و خواہران اسلام تھے کہاں وہ امریکہ کا نسلی امتیاز کہ گورا کالے کو پاس نہ پھٹکنے دے اور از حد حقارت کا سلوک کرے کہاں یہ اسلام کا فیض کہ اسی گوری نسل کے امیر جرمن کے پاس غریب مفلس کالے حبشی پورے بھائی چارے

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۳)

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ | نمبر ۴۴

حضرت صاحب صدر کا مکتوب گرامی

برادران مکرم و معظم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مورخہ ۲۵-۱۰-۵۳ کو ایک اجلاس مجلس منتظمہ کا منعقد ہوا تھا جس میں مندرجہ ذیل ممبران مجلس منتظمہ نے شرکت کی تھی۔ علاوہ ضروری امور کے ایک ریزولیوشن سب سے آخر میں پیش ہو کر پاس ہوا۔ جس کا مضمون ذیل میں درج ہے۔

حاضرین مجلس منتظمہ مورخہ ۲۵ راکتوبر ۱۹۵۳ء

(۱) مولٰنا صدرالدین صاحب۔
(۲) شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری۔
(۳) مولانا محمد یعقوب خان صاحب۔
(۴) خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب۔
(۵) ڈاکٹر غلام محمد صاحب۔
(۶) چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات۔
(۷) ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی وزیرآباد۔
(۸) مولوی آفتاب الدین احمد صاحب۔
(۹) شیخ میاں ظہور احمد صاحب۔
(۱۰) میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی۔
(۱۱) خان بہادر غلام ربانی خانصاحب مانسہرہ۔
(۱۲) میاں محمد احمد صاحب ایم اے مسلم ٹاؤن۔
(۱۳) شیخ میاں سعید احمد صاحب ملزادتر۔
(۱۴) مولانا احمد یار صاحب ایم اے۔
(۱۵) خاں صاحب عبدالعزیز خانصاحب (آنریری جنرل سیکرٹری)

ریزولیوشن مذکورہ بالا میں مجلس منتظمہ کے ممبران نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں مجلس معتمدین کے اجلاس منعقدہ ۲۶-۱۲-۵۲ کی تمام کارروائی کو آئینی قرار دوں۔ میں اُن کی درخواست کو اُن کا حکم تصور کرتا ہوں۔ امر واقع یوں ہے کہ مجلس معتمدین مذکورہ کی کارروائی کو غیر آئینی قرار دینے کے لئے مجلس معتمدین کے پانچ ممبران نے قواعد و ضوابط انجمن کی رُو سے ایک ریکویزیشن مجھے بھیجی اور میں نے انکی ریکویزیشن پر قواعد و ضوابط کا مطالعہ کر کے غیر آئینی قرار دے کر آخری فیصلہ کے لئے مجلس معتمدین کے آئندہ اجلاس میں پیش کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ ۲-۹-۵۳ کو مجلس معتمدین کا اجلاس مقرر تھا۔ لیکن عدالت عالیہ ہائیکورٹ کی طرف سے حکم امتناعی ملنے کی وجہ سے ۲-۹-۵۳ کا اجلاس منعقد نہ ہو سکا۔ اب ممبران مجلس منتظمہ کا ارشاد ہے کہ میں ۲۶-۱۲-۵۲ کے اجلاس مجلس معتمدین کی کارروائی کو آئینی قرار دوں۔ تعمیل ارشاد میں آئینی قرار دیتا ہوں۔ اگرچہ میری اب بھی یہی رائے ہے کہ کارروائی غیر آئینی تھی۔ اور میں اکیلا اس کارروائی کو آئینی قرار دینے میں مجلس معتمدین کے ممبران کے حقوق پر ENCROACHMENT کر رہا ہوں۔ لیکن ہمارا سارا کاروبار دینی ہے۔ سیاست سے ہماری جماعت کو دُور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ ہم کو مقدم قومی اتحاد و یکجہتی ہے۔ اور اسی جذبہ سے اشاعت اسلام کے کام کو جو جماعت کی اصل غرض ہے ترقی ہو سکتی ہے۔ لہذا اس اہمیت کے پیش نظر میں اس میٹنگ کی ساری کارروائی کو آئینی قرار دینے میں خوشی محسوس کرتا ہوں۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا صدرالدین صاحب سے بھی بالمشافہ باتیں کرنے کا موقع ملا۔ جس کے پیش نظر میں یقین کرتا ہوں کہ حضرت مولانا صاحب اور یہ خاکسار پوری یکجہتی سے خدا کے مشن کے کام کو چلائیں گے اور تمام جماعت کا تعاون ہمارے ساتھ ہوگا۔ یہ ایک مبارک قدم ہوگا۔ اللہ تعالٰے ہماری نصرت فرمائے گا۔ جماعت کے تمام احباب جماعت کے استحکام کے لئے دعا بھی کریں اور عملی طور پر تعاون فرمائیں۔ والسلام

میاں محمد

مورخہ ۲۳ نومبر ۵۳ء

سید سلیمان ندوی وفات پا گئے

۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کو کراچی میں سید سلیمان ندوی وفات پا گئے۔ آپ تین ماہ سے عارضۂ قلب میں مبتلا تھے اسی عارضہ سے وفات پائی۔ سید صاحب مرحوم اسلامی علوم کے ماہر تھے سیرت اور تاریخ پر بہت گہری نظر رکھتے تھے آپ نے بیس کتابیں لکھیں ان میں مولانا شبلی مرحوم کی عظیم تصنیف سیرۃ النبی کے آخری حصے بھی شامل ہیں جو مولانا شبلی کی وفات کے باعث نامکمل رہ گئے تھے۔ سید صاحب شبلی سکول کے ایک ممتاز فرد تھے۔ سن ۱۹۰۶ء میں آپ نے اپنی علمی خدمات کی ابتدا کی۔ سن ۱۹۱۴ء میں دار المصنفین اعظم گڑھ (یوپی) کی بنیاد رکھی اور نہایت کامیابی کے ساتھ اس ممتاز علمی ادارہ کو چلایا۔ علمی خدمات کے علاوہ آپ نے بڑھ کر سیاسی تحریکات میں بھی حصہ لیا آخر پر مسلم لیگ کے حامی بن گئے ۱۹۵۰ء میں پاکستان چلے آئے۔ گذشتہ نصف صدی میں بعض جلیل القدر علماء نے اسلام اور مسلمانوں کی غیر معمولی خدمات سرانجام دی ہیں ان میں سید سلیمان ندوی مرحوم نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ سید صاحب کی وفات سے عالم اسلام میں ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے جو شاید مشکل سے پُر ہو سکے گا۔ کیونکہ مسلمانوں میں ایسے رجال کی کمی ہے جو ہنگاموں سے قطع نظر کرتے ہوئے ٹھوس اور بے لوث علمی خدمات سرانجام دیں۔

زمین کی موت اور زندگی

یورپ کی روحانی موت اور اس پر اتمام حجت

از حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا قد بینا لکم الآیت لعلکم تعقلون (الحدید)

زمین کی موت اور زندگی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی بات کی طرف توجہ دلائی ہے جدھر لوگوں کی طبیعتیں جاتی نہیں، گویا ایک ایسا امر ہے جسے ماننے کے لئے طبائع تیار نہیں۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو زندہ کرے گا اس کے مرجانے کے بعد، انسان کا عام تجربہ یہ ہے کہ جب ایک چیز پر موت وارد ہو جائے وہ زندہ نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبھی کبھی زمین پر بھی موت آجاتی ہے اس موت کے بعد پھر اسکو اللہ تعالیٰ زندہ کر دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نشانوں کو کھول کر بیان کیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو اور سمجھ لو، اور غور کرو۔

زمین کی موت سے مراد

زمین کی موت سے کیا مراد ہے ایک زمین کی ظاہر طور پر موت ہوتی ہے جب اس کے اوپر روئیدگی وغیرہ نہیں رہتی، پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرماتا ہے اس سے روئیدگی پھر پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں یہ مراد نہیں یہ ظاہر اور کھلا نظارہ ہے جس پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں، لیکن ایک دوسری موت زمین کی وہ ہے جب زمین پر بدی اور بدکاری کا دور دورہ ہو جاتا ہے اور نیکی دنیا میں مغلوب ہو جاتی ہے اور بدی کا غلبہ ہو جاتا ہے یہی وہ موت ہے جس کو زندگی میں بدلنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول مبعوث ہوتے رہے۔

نبی کریم کے زمانہ سے پہلے زمین کی موت

ہمارے نبی کریم صلعم کے زمانہ سے پہلے زمین پر ایک ایسی موت وارد ہوئی تھی جس کی نظیر اس سے پہلے تاریخ میں نہیں ملتی تمام زمین پر سارے ملکوں میں بدی اس قدر غالب آگئی تھی کہ بدی کے کاموں کو علانیہ کیا جاتا تھا اور ان پر فخر کیا جاتا تھا اور بدکاری اس قدر پھیل گئی تھی کہ بڑے بڑے اچھے لوگوں کی طرف بدکاری کے کام منسوب کئے جاتے تھے، یہاں تک کہ صحیح معنوں میں دنیا پر بدی کا غلبہ ہو گیا تھا۔

سب ملکوں کی حالت

کسی ملک کی تاریخ کو اٹھا کر دیکھو، عرب کیا ہندوستان کیا، ایران کیا، یورپ تو اس وقت وحشیانہ حالت میں تھا، لیکن یہ ممالک جو کسی وقت مہذب رہ چکے تھے ان کے اندر یہ حالت تھی کہ بدکاری وغیرہ کو اچھا سمجھا جاتا تھا اور فحش کا اعلانیہ اظہار کیا جاتا تھا۔

زمین زندہ ہوئی

اللہ تعالیٰ نے ایک نظارہ تو حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی میں دکھا دیا اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو موت کے بعد زندہ کرے گا یعنی اس ملک عرب کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک رسول مبعوث کر کے زمین کو زندہ کر دیا بدی مغلوب ہو گئی اور نیکی کا غلبہ ہو گیا کچھ لوگ تو ویسے مسلمان ہو گئے اور کچھ روحانیت کا ویسے نقشہ تھا اور بدی کا غلبہ نہ رہا۔

اس آیت سے پہلے الفاظ

مگر اس آیت پر جو میں نے ابھی پڑھی ہے اگر آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ درحقیقت اس زمانہ کے متعلق نہیں۔ اس آیت سے پہلے یہ لفظ آتے ہیں الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فسقون۔ کیا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے نرم ہو جائیں اور اس کے لئے جو حق اترا ہے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر لمبا زمانہ گذر گیا۔ تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں بہت .... سے نافرمان ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کا نقشہ

یہ آیت ہی خود بتاتی ہے کہ یہ نبی کریم صلعم کے صحابہ کے متعلق نہیں ہے۔ صحابہ کرام کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے نرم تھے اور خدا تعالیٰ کے حضور گرے ہوئے تھے یہ جو قرآن مجید میں مومنوں کی تعریف آتی ہے وہ فرضی بات نہیں، وہ نقشہ ہے صحابہ کرام کی زندگیوں کا جیسا کہ آتا ہے قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون والذین ھم عن اللغو معرضون مومن یقیناً کامیاب ہیں جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرنے والے ہیں اور جو لغو سے منہ پھیرنے والے ہیں۔

یہ آیت صحابہ کرام کے متعلق نہیں

تو یہ پہلی آیات صحابہ کرام کے متعلق نہیں ہیں کہ کیا مومنوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اس کے ذکر کے لئے نرم ہو جائیں بلکہ ان میں بعد میں آنے والوں کا ذکر ہے اور اسے اور بھی واضح کر دیا ہے کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی اور فطال علیھم الامد فقست قلوبھم پھر ان پر لمبا زمانہ گذر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے۔

یہ کسی آنیوالے زمانہ کے متعلق ہے

تو فرماتا ہے کہ کیا مومنوں کے ابھی وہ زمانہ نہیں آیا کہ ان کے دل خدا تعالیٰ کے حضور جھک جائیں جس طرح پہلے جھکتے تھے اور ان کی وہ حالت نہ ہو جائے جو اہل کتاب کی ہو گئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی آنے والے زمانہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا کہ اللہ تعالیٰ زمین کی موت کے بعد زمین کو زندہ کر دیا کرتا ہے۔

موجودہ زمانہ کی مشابہت

آج اس زمانہ کے اس کی بڑی مشابہت پائی جاتی ہے جو آنحضرت صلعم کی آمد سے پہلے تھا، آج بھی بدی اور بدکاری کا غلبہ دنیا میں ہو گیا ہے، یورپ کے ممالک کو دیکھو جو تہذیب و تمدن کے مرکز کہلاتے ہیں اور جو اپنے زعم میں تہذیب اور ثقافت کے بلند مقام پر پہنچے ہوئے ہیں ان ممالک میں بدکاری کو کس قدر غلبہ حاصل ہے کہ پاکیزگی اور عفت کے الفاظ بھی ان میں مفقود ہوتے جاتے ہیں۔

تعدد ازدواج اور مغربی لوگ

یہ مغربی لوگ جب ہمارے حضرت نبی کریم صلعم پر اعتراض کرتے ہیں تو تعدد ازدواج انہیں بڑا بھاری عیب نظر آتا ہے، لیکن یہ ان کا جھوٹا دعویٰ ہے کہ ایک عورت اور ایک مرد کے نکاح یعنی ایک زوجگی کے قائل ہیں جس قدر بدکاری ان ممالک میں پھیلی ہوئی ہے اس کی نظیر ملنا مشکل ہے، یہ مغربی حکومتیں بھی اس بدکاری کو تقویت دیتی ہیں، انہیں چاہیئے تھا کہ وہ بدکاری کو دبائیں یا اگر وہ دبا نہ سکیں تو کم از کم اس کے لئے مواقع نہ پیدا کریں، لیکن آج یہ حکومتیں خود مواقع پیدا کرتی ہیں۔

یورپ پر اتمام حجت

یعنی (PROSTITUTION) عصمت فروشی اور قحبہ پن سے یورپ بھرا ہوا ہے۔ لیکن حکومتیں اسے روکنے کی کوشش نہیں کرتیں ——— خدا تعالیٰ نے یورپ پر اتمام حجت کے لئے عورتوں کی تعداد کو مردوں کی تعداد سے بڑھا دیا، اب وہ کیا کریں۔ ان کے لئے سوائے اس کے چارہ نہیں یا وہ اسلام کے اصول تعدد ازدواج کو گوارا کریں یا ... عورتوں کو عصمت فروشی کرنے دیں۔

یورپ کا اخلاقی معیار اور مورال گر جائیگا۔

آج یورپ نے محض اسلام کی مخالفت کی وجہ سے اس راستہ کو اختیار کیا ہے جو نہایت قبیح اور نقصان دہ ہے لیکن اس چیز کو قبول کرنے سے گریز کیا ہے جسے قبول کرنے سے قوم کا اخلاقی معیار اور (MORALE) بلند ہوتا ہے۔

حکومتیں شراب اور عورتیں مہیا کرتی ہیں

سارا یورپ مسلسل جنگوں کی لپیٹ میں ہے ہمارا ملک بھی ان جنگوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن یہ حکومتیں جنگ کے اندر اپنی فوجوں کو شراب اور عورتیں مہیا کرتی ہیں، اس سے بڑھ کر بدکاری کیا ہوگی کوئی شخص اگر فرانس میں گیا ہو تو اسے معلوم ہو جنسی لحاظ سے فرانس کتنا گرا ہوا ہے، عیاشی بدکاری، حیوانیت کے بدترین نظارے فرانس ہی کے ہوتے ہیں چنانچہ خلیفہ قادیان بھی فرانس میں ان نظاروں کو دیکھنے کے لئے گئے تھے۔

خدا یورپ کو روحانی موت کے بعد زندہ کریگا۔

اس بدی اور بدکاری کو دور کرنے کے لئے اسی چیز کی ضرورت ہے جس کی پہلے تھی یہ مت خیال کرو کہ یورپ میں اس قدر بدکاری ہے کہ دور نہیں ہو سکتی۔ خوب یاد رکھو اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد ہی زندہ کرتا ہے اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا خدا تعالیٰ اس یورپ کو اس روحانی اور اخلاقی موت کے بعد بھی زندہ کرے گا۔

یورپ میں اشاعت اسلام کی اہمیت

مجھے خوب یاد ہے کہ ہندوستان کے ایک چوٹی کے آدمی اب وہ فوت ہو چکے ہیں مجھے انہوں

نے کہا کہ یورپ میں اس قدر گند ہے اس میں اسلام کس طرح پھیل سکتا ہے۔ مگر یہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مرزا صاحب کے دل میں ڈالا کہ یورپ میں اسلام پھیلانا چاہیئے اس بدی اور بدکاری کے منبع کو ہی سب سے پہلے روکنا چاہیئے کیونکہ آج دُنیا یورپ سے مرعوب اور متاثر ہے۔ جب یورپ میں بدکاری رُکے گی تو تمام دُنیا پر اس کا اچھا اور خوشگوار اثر پڑے گا۔ جب تک یورپ سے بدکاری دُور نہ ہو اُس وقت تک دُنیا سے بدکاری کا غلبہ دُور نہیں ہو سکتا۔

روزنامہ احسان کی تبلیغی تحریک کا حشر

لیکن آج مسلمانوں کی اس طرف توجہ نہیں، وہ تبلیغ اسلام کی اہمیت کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ میں بہت دنوں سے دیکھ رہا ہوں کہ روزنامہ احسان میں ایک تبلیغی ادارہ کے قیام کے لئے مضامین نکل رہے ہیں مگر کوئی اس کی آواز پر کان نہیں دھرتا اس کی آواز کی کوئی شنوائی نہیں علمائے کرام کو بار بار توجہ دلاتے ہیں لیکن کوئی اس تجویز کو لائق اعتنا ہی خیال نہیں کرتا یہ اور مایوسی پیدا کرنے والی چیز ہے کہ مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کا احساس نہیں اور نہ اس کام کے لئے ہمت اور عزم باقی ہے۔

تبلیغ کے کام کو کمزور لوگوں نے کیا

کہا جائے گا کہ یہ چند نفوس کی جماعت کیا کر سکتی ہے جبکہ ملکوں کے ملک کفر اور معاصی سے بھرے پڑے ہیں اور دوسری طرف حضرت مرزا صاحب نے کیا کیا ایک چھوٹی اور مختصر سی جماعت پیدا کر دی۔ کیا وہ یہ کام کر سکے گی۔ اور کیا یہ کام ہو سکے گا۔ میں آپ کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آپ اگر اسلام کی تبلیغ کی تاریخ پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کام کو ہمیشہ کمزور لوگوں نے ہی کیا ہے۔ دُنیا میں جہاں بھی اسلام پھیلا وہ حکومتوں اور مال سے نہیں پھیلا بلکہ غُربا کی بدولت پھیلا ہے۔ کن غربا کی بدولت وہ غربا جن کے قلوب میں اسلام اور خدا تعالےٰ کی محبت کی چنگاری موجود تھی۔

اسلام اور عیسائیت کی تبلیغ میں فرق

آپ اسلام اور عیسائیت کے پھیلنے میں ایک بیّن فرق دیکھیں گے۔ بڑے بڑے عیسائی مؤرخ یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا، مگر ان سے کوئی پوچھے کہ وہ کونسی تلوار تھی جس کے ذریعہ سے جاوا، سماٹرا اور مالابار، چین، رُوس اور پولینڈ وغیرہ میں اسلام پھیلا۔

اسلام کی تبلیغ کرنیوالے نیک لوگ

بیشک ہندوستان میں مسلمانوں کی بادشاہت قائم ہوئی مگر اسلام کی تبلیغ کا کام حکومت اور بادشاہوں نے نہیں کیا اسلام کی تبلیغ کا کام کرنے والے وہ نیک لوگ تھے جن کے مدفن آپ جگہ جگہ دیکھیں گے، ان لوگوں نے اسلام پھیلایا کسی بادشاہ نے اسلام کو نہیں پھیلایا۔

اسلام کے بالمقابل عیسائیت کی حالت

اس کے مقابل آپ عیسائیت کو دیکھیں یورپ میں آپ عیسائیوں کے سوائے اور کسی قوم کو نہیں پائیں گے، اس لئے کہ ان لوگوں کو تلوار کے زور سے عیسائی بنایا گیا، مگر اسلامی ممالک میں جہاں مسلمانوں کی حکومت ہے اور صدیوں رہی ہے دوسری قومیں مسلمانوں کے ساتھ ملی ہوئی ہوں گی، اگر مسلمان موجود ہیں تو عیسائی بھی موجود ہوں گے، اس لئے کہ مسلمانوں میں رواداری تھی وہ اسلام کو جبر سے پھیلانا جُرم سمجھتے تھے اور لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن کے حکم پر عمل پیرا تھے مگر عیسائیت بزورِ شمشیر پھیلی اور تلوار کے زور سے لوگوں کو بپتسمہ دیا گیا، یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک میں سوائے عیسائیوں کے اور کوئی دوسری قوم نظر نہیں آتی۔

اسلام رُوحانی قوت سے پھیلا

لیکن اسلام صرف اپنی رُوحانی قوت سے پھیلا ہے، ان لوگوں کی بدولت پھیلا ہے جن کے قلوب میں اللہ تعالےٰ کی محبت چنگاریاں تھیں جہاں کہیں یہ لوگ پہنچے انہوں نے بیج پھینکا اور اسلام پھیل گیا، جاوا، سماٹرا، مالابار اور چین وغیرہ میں بعض تاجر گئے اور ان لوگوں کے قلوب میں خدا تعالےٰ کی محبت اور اس کے دین کا عشق تھا چنانچہ جہاں کہیں وہ اس چنگاری کو لئے ہوئے پہنچے ان کی بدولت اسلام پھیلتا چلا گیا اور دُور دُور ممالک میں بھی اسلام پہنچ گیا۔

رُوس میں مسلمان

چنانچہ رُوس میں بھی اچھی خاصی تعداد مسلمانوں کی ہے دو کروڑ مسلمان رُوس میں موجود ہیں رُوس کے شمال تک اسلام پھیلا ہوا ہے، یہ رُوس کا مشہور شہر لینن گراڈ اس کے اندر ڈیڑھ لاکھ مسلمان ہیں اور مسجدیں موجود ہیں، ففلشق قوم کے بھی کچھ حصے مسلمان ہوتے ہیں، غرضیکہ دُور دُور تک اسلام پھیلا ہوا ہے۔

آج بھی اس تڑپ کی ضرورت ہے

آج بھی اسلام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اسی تڑپ کی ضرورت ہے جو اسلام کے ابتدائی مبلغین اور داعیوں کے اندر موجود تھی اس کا مضائقہ نہیں کہ ہماری تعداد تھوڑی ہے صرف ہمارے اندر یہ تڑپ ہونی چاہیئے۔ اسلام میں خود قوت موجود ہے۔ وہ اپنی رُوحانی قوت سے پھیل جائے گا، ذرا ان لفظوں پر غور کیجئے وَمَا عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلٰغ تم پر تو صرف پہنچا دینا ہے، یہی کام ہمارا بھی ہے، کوئی شخص بھی ان ممالک کے اندر یہ تڑپ لے کر چلا جائے وہ یقیناً کامیاب ہوگا۔ یاد رکھو جس طرح آگ کی چنگاری دوسری چیز کو روشن کر کے اپنا وجود ثابت کر دیتی ہے اسی طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص خدا تعالےٰ کی محبت کو لے کر جائے اور وہاں تبلیغ اسلام کرے اور وہاں اسلام نہ پھیلے۔

جماعت احمدیہ کو مٹانے کی کوششیں

آپ جانتے ہیں کہ اس جماعت کو مٹانے کے لئے لوگوں نے کتنی کوششیں کیں، حالانکہ ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اس جماعت نے کفرستانوں میں مساجد بنائیں اور تبلیغ اسلام کے لئے مشن قائم کئے، ابھی تھوڑا دس سال کی بات ہے، کہ مخالفت کا ایک طوفان اُٹھا، اور اس مخالفت کے دوران میں ہم ایک ایسا مضمون بھی دیکھتے ہیں جس میں یہ لکھا تھا کہ برلین مسجد کو ویران کیا جائے، اور یہ کہنے والے بھی موجود تھے کہ "احمدیت کے تابوت میں آخری میخ" یہ احمدیت کا مُردہ بھی کس قدر سخت تھا کہ اول تو اس کو تابوت میں ڈالا پھر اس پر میخیں لگائیں مگر آخری میخ لگانے کے بعد بھی وہ مُردہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہے کس قدر اللہ تعالیٰ نے ہماری کوششوں میں برکت ڈالی۔

خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت

ابتداء میں کس حالت میں ہم تھے، پہلی دفعہ لاہور میں ہم کل پینتیس آدمی جمع ہوئے تھے اور سارے سال کی آمد کل سات ہزار روپے تھی اور آج ساڑھے چار لاکھ پر آپ پہنچے ہوئے ہیں گویا تیس سال کے عرصہ میں ساٹھ گنا قوت سے ہم کام کر رہے ہیں، یہ خدا تعالےٰ کی تائید اور نصرت کا ثبوت ہے کہ خدا تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے اور اللہ تعالےٰ کے ہاں ہماری مساعی مقبول ہیں۔

ہمارا قدم اس سے آگے بڑھنا چاہیئے

یہ سب اللہ تعالیٰ کا احسان ہے، لیکن ہمارا قدم اس سے بھی آگے بڑھنا چاہیئے، اسلام کے غلبہ اور فتح کا وقت یقیناً آئے گا یہ میرا قیاس نہیں یہ حضرت مرزا صاحب کا الہام ہی نہیں بلکہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ۔ اس مقصد کو لے کر اپنا قدم آگے اُٹھاؤ تو خدا تعالیٰ کی نصرت تمہارے ساتھ ہے اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

—— آمین ——

اعلانِ بیعت

ہم ایک عرصہ سے احمدیت کے متعلق معلومات حاصل کر رہے تھے۔ احمدی جماعت قادیان اور احمدی جماعت لاہور کے درمیان فرق کی جستجو بھی تھی کہ کونسا فریق حق پر ہے آخر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام فی الواقعہ اس زمانہ کے امام، مجدد اور مسیح موعود ہیں۔ قادیانی اور لاہوری جماعت کے درمیان جو فرق ہے اس پر مرزا مظفر بیگ ساطع مبلغ اسلام لائل پور نے ہماری پوری پوری تسلی کر دی ہے اور ہم نے فیصلہ کیا کہ اہل لاہور اُن صحیح عقائد پر ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تھے اور اہلِ قادیان غلطی خوردہ ہیں۔

احباب سلسلہ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں استقامت عطا فرمائے۔ آمین

(۱) دستخط سید ولی محمد شاہ ولد سید وزیر علی شاہ مکان نمبر ۱۰۸۱ وارڈ نمبر ۱ تحصیل میلسی ضلع ملتان۔

(۲) بشیرن زوجہ ولی محمد شاہ

(۳) سید محمد عثمان شاہ ولد جمعدار وزیر علی شاہ میلسی ضلع ملتان۔

فہرست چندہ ماہوار خواتین و اطفال جماعت لالہ موسیٰ

اس فہرست کے مطابق چندہ نومبر سے شروع ہوگا نیز چوہدری فضل داد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ روزانہ ایک چھٹانک آٹا نکالنے کا سلسلہ بھی ان کے گھر میں جاری ہے۔ یہ رقم وہ جلسہ سالانہ پر داخل خزانہ انجمن کرائیں گے انشاءاللہ۔

اللہ تعالیٰ ان بہنوں اور بچوں کے ایمان، مال اور جان میں برکت دیوے۔ آمین۔

(۱) والدہ صاحبہ چوہدری فضل داد صاحب	۱—۰—۰
(۲) اہلیہ صاحبہ " " "	۰—۸—۰
(۳) رشیدہ بیگم صاحبہ دختر " " "	۱—۰—۰
(۴) حمیدہ بیگم صاحبہ " " "	۱—۰—۰
(۵) فتح بی بی صاحبہ بیوہ چوہدری فضل داد صاحب	۰—۸—۰
(۶) مسرت بیگم صاحبہ	۰—۲—۰
(۷) نسرین صاحبہ	۰—۱—۰
میزان	۴—۳—۰

ڈاکٹر احمد حسن۔ بی اے۔ ایل ایل۔ بی
اسسٹنٹ افسر تحصیل

الانسان الکامل

وَلَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

(۳)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے اہم واقعات ہدیہ ناظرین کرام ہیں:

خلعت نبوت سے مشرف ہونے سے قبل بھی آپ ایسے ہر کام میں حصہ لیتے تھے جو امن و سلامتی پر مشتمل ہوتا تھا چنانچہ حضورؐ نے جبکہ آپ کی عمر بیس سال کی تھی معاہدہ - حلف الفضول میں عملی طور پر حصہ لیا -

قبائل جب متواتر جنگوں سے جن میں سینکڑوں خاندان برباد ہو گئے تنگ آ گئے تو بعض طبیعتوں میں اصلاح حال کی طرف تحریک پیدا ہوئی ۔ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں تمام قبائل جمع ہوئے کیونکہ وہ سب ان کو اپنے میں شریف اور بزرگ سمجھتے تھے - سب نے بالاتفاق اس بات پر قسم کھائی کہ مکہ میں ہم جس مظلوم کو دیکھیں گے خواہ وہ مکہ کا باشندہ ہو یا مسافر اس کے ساتھ ہو کر ظالم سے اس کا معاوضہ لیں گے اور یہ کہ کوئی ظالم مکہ میں نہ رہنے پائے گا -

(سیرت ابن ہشام و طبقات)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدہ میں شریک تھے اور اکثر عہدِ نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ ایسے معاہدہ کے مقابلہ میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی دیئے جائیں تو میں نہ بدلتا - اور آج بھی ایسے معاہدہ کے لئے کوئی بلائے تو میں قبول کرنے کو تیار ہوں - (مستدرک ابن ہشام)

شانِ احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم (مسیح موعودؑ)

یعنی احمد کی شان کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کون جان سکتا ہے وہ اپنی خودی سے اس طرح الگ ہو گیا کہ میم درمیان سے گر گیا -

تعمیر کعبہ

مکہ والوں نے متفقہ طور پر اس بات کا ارادہ کیا کہ کعبہ کی عمارت کو گرا کر اسے نئے سرے سے تعمیر کیا جائے اور اس پر چھت ڈالی جائے (کعبہ پہلے مسقف نہیں تھا)

تمام قریش نے مل کر تعمیر شروع کی مختلف قبائل نے عمارت کے مختلف حصے تعمیر کرنے کے لئے تقسیم کر لئے تھے تاکہ کوئی قبیلہ اس شرف سے محروم نہ رہ جائے - لیکن جب حجر اسود کے نصب کرنے کا موقعہ آیا تو سخت جھگڑا پیدا ہو گیا، ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ یہ سعادت اسی کو نصیب ہو - نوبت باینجا رسید کہ تلواریں کھینچ گئیں -

اس موقعہ پر بنو عبدالدار نے خون سے ایک پیالہ بھر کر رکھا اور اس کے تمام ساتھیوں نے اس خون میں اپنے ہاتھ ڈبوئے اور جنگ پر عہد کیا الغرض چار روز تک یہ قضیہ چلتا رہا پانچویں روز تمام قریش مسجد حرام میں جمع ہوئے اور مشورہ کرنے لگے کہ کیا تجویز کرنی چاہیئے جس سے خونریزی کی نوبت نہ پہنچے چنانچہ بروایت مشہور ابو امیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے زیادہ معمر تھے مشورہ دیا کہ کل صبح کو سب سے پہلے جو شخص کعبہ میں آئے وہی ثالث قرار دیدیا جائے ۔ اس بزرگ قریش کو یقیناً اس بات کا علم ہوگا کہ محمد صلعم ہی وہ شخص ہیں جو سب سے پہلے ذکر و فکر کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں جبکہ تمام لوگ اپنے اپنے بستروں پر خراٹے لے رہے ہوتے ہیں اور وہی سب سے پہلے مسجد حرام تشریف فرما ہوتے ہیں اور یہ کہ وہی اس قوم کو خونریزی سے اپنی خداداد صلاحیت سے بچا سکتے ہیں - بہرحال سب لوگوں نے اس بڑے دور بین اور خیر اندیش قریشی کا مشورہ قبول کیا -

کرشمہ ربانی کی کارسازیاں اور ذرّہ نوازیاں دیکھو کہ صبح سب سے پہلے لوگوں کی نظریں جس پر پڑیں وہ امن و سلامتی کا شہزادہ محمدؐ ہی تھا جب حضورؐ کے سامنے حقیقت حال بیان کی گئی تو آپؐ نے فرمایا کہ جو قبائل دعویدار ہیں ان سب کا ایک ایک سردار منتخب کر لیا جائے - حضرت نبی کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر بچھائی اور حجر اسود کو اس میں رکھ دیا اور سرداروں کو کہا کہ چادر کے چاروں کونے تھام لیں اور اوپر کو اٹھائیں جب چادر موقع کے برابر آ گئی تو آپ نے حجر اسود کو اٹھا کر نصب فرما دیا (مسند طیالسی ابن ہشام) اس طرح ایک خونریز اور تباہ کن جنگ آپ کی حسن تدبیر سے رک گئی ؎

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنیوالا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگذر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کا شیر و شکر کرنے والا

(مسدس حالی)

تزویج خدیجہؓ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کی پچیس منزلیں طے کر چکے تھے اور متعدد قومی کاموں کو اپنی حسن تدبیر سے سرانجام دے چکے تھے تجارتی کاروبار میں اپنے حسن معاملہ، راستبازی صدق و دیانت اور پاکیزہ اخلاق کے ذریعہ شہرت عام پا چکے تھے حتیٰ کہ زبانِ خلق نے آپ کو امین کا لقب دے دیا چنانچہ حضرت خدیجہ رضؓ نے جو کہ بیوہ تھیں اپنی شریف النفسی اور پاکیزگی اخلاق کی وجہ سے ایام جاہلیت میں طاہرہ کے نام سے پکاری جاتی تھیں اور نہایت دولتمند تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ میرا مال لے کر شام کو جائیں حضورؐ نے قبول فرمایا اور مال تجارت لیکر بصرے تشریف لے گئے -

واپس آنے کے تقریباً تین ماہ بعد حضرت خدیجہ رضؓ نے آپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا تو حضورؐ نے قبول فرمایا - شادی کے تمام مراتب حضرت خدیجہ رضؓ نے خود طے کئے تاریخ معین پر حضرت ابوطالب اور تمام رؤسائے خاندان جن میں حضرت حمزہ رضؓ بھی تھے حضرت خدیجہؓ کے مکان پر آئے - حضرت ابو طالب رضؓ نے خطبہ نکاح پڑھا اور پانسو طلائی درہم مہر قرار پایا - شادی کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی گویا آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پندرہ سال بڑی تھیں -

(ابن ہشام)

یہ بابرکت تقریب آگے چل کر حضرت رسالتمآبؐ کے نبوت کے ابتدائی ایام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح خلق کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوئی - حضور پُرنور کے سینہ میں جو شعلہ محبت الٰہی مستور رہتا تھا چمکا اور چمک کر تاریک و تار دنیا کو روشن کر گیا ؎

زیں آتشِ نہفتہ کہ در سینۂ من است
خورشید شعلہ ایست کہ بر آسماں گرفت

(حافظؒ)

محبت الٰہی کی اس طوفان خیز آگ سے جو میرے سینہ میں دبی ہوئی تھی ایک شعلہ نکلا اور خورشید بن کر آسمان پر چڑھ گیا -

طلوعِ آفتاب رسالت

مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک غار تھا جسے حرا کہتے ہیں حضور علیہ التحیات والسلام مہینوں وہاں جا کر قیام فرماتے اور مراقبہ میں بیٹھ جاتے کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے - ختم ہو جاتا تو پھر گھر میں تشریف لا کر اور لے جاتے -

غارِ حرا میں عینی شرح بخاری میں آپ کی عبادت کے متعلق لکھا ہے کہ :-

قیل ما کان صفۃ تعبدہ
اجیب بان ذالک کان
بالتفکر والاعتبار

یعنی یہ سوال کیا گیا کہ آپ کی عبادت کیا تھی جواب یہ ہے کہ غور و فکر اور عبرت پذیری ہے -

کارلائل ہیرو ود تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی اس عبادت کا ذکر جو آپ نبوت سے پہلے کیا کرتے تھے ان الفاظ میں کرتے ہیں :-

" سفر و حضر میں ہر جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل میں ہزاروں سوال پیدا ہوتے تھے میں کیا ہوں؟ یہ غیر متناہی عالم کیا ہے؟ نبوت کیا شے ہے؟ میں کن چیزوں کا اعتقاد کروں؟ کیا کوہ حرا کی چٹانیں - کوہ طور کی سر بفلک چوٹیاں، کھنڈر اور میدان، کسی نے ان سوالوں کا جواب دیا؟ نہیں ہرگز نہیں - بلکہ گنبد گردان - گردش لیل و نہار، چمکتے ہوئے ستارے، برستے ہوئے بادل، کوئی ان سوالوں کا جواب نہ دے سکا -"

باقی ــــــ باقی

(۱) چیست دیں خود را فنا انگاشتن
وز سر ہستی قدم بر داشتن
(۲) درحقیقت مردم معنی کم اند
گو ہمہ از روئے صورت مردم اند
(مسیح موعودؑ)

(۱) دین - عبادت و ریاضت - ذکر و فکر کیا ہے؟ اپنے تئیں فنا سمجھنا - اور اپنی ہستی سے بالکل الگ ہو جانا -

(۲) اصل بات یہ ہے کہ حقیقت شناس لوگ کم ہیں اگرچہ شکل و صورت کے لحاظ سے سب آدمی ہی ہیں ؏

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

سلسلہ اشاعت گذشتہ

(۲)

ایک دن مسجد نبوی میں ایک شخص آیا جس کے بدن پر قیمتی لباس تھا۔ ایک دوسرا مسکین بھی وہاں تھا جس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے۔ آنحضرت صلعم نے ابوذر رضہ سے کہا کہ دیکھو قیامت کے دن اس فقیر کی نیکیوں کا وزن اس دولت مند کی نیکیوں کے وزن سے زیادہ ہوگا"

یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوذر رضہ ہمیشہ مسکینوں کے ساتھ رہتے ان سے ہمدردی کرتے اور فرماتے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہی حکم دیا ہے کہ میں محتاجوں کو عزیز رکھوں اور ان کے ساتھ مل کر رہوں۔ اپنے غلام کے ساتھ بھی مساوات رکھتے تھے۔ جو خود کھاتے وہی اسکو کھلاتے اور جو خود پہنتے وہی اسکو پہناتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد لیا تھا کہ کبھی کسی سے سوال نہ کرنا اس لئے اگر ان کا کوڑا بھی ہاتھ سے گر جاتا، تو خود گھوڑے سے اتر کر اس کو اٹھاتے اور یہ جائز نہ رکھتے کہ کسی سے اس کے اٹھانے کا سوال کریں۔

صحابہ رضہ کی جماعت میں انکی راستبازی اور حق گوئی مسلم تھی۔ سچی بات کہنے میں ہمیشہ بے باک تھے ذراسی بھی کوئی بات خلاف دیکھتے تو بڑے سے بڑے صحابی کو بھی ٹوک دیتے، بلکہ ڈانٹ دیتے، سب لوگ ان سے ڈرتے اور ان کا ادب کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی یہ مدینہ میں رہے، جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو ان کے زمانے میں دمشق چلے گئے اور وہاں رہنے لگے اس وقت امیر معاویہ پورے ملک شام کے والی ہو گئے تھے اور شاہانہ شان وشوکت سے رہتے تھے، ان کے علاوہ امراء اور رؤسا بھی امیرانہ زندگی گذارتے تھے اور غریبوں اور محتاجوں کی طرف سے بے التفاتی ہوتی جا رہی تھی، حضرت ابوذر رضہ اس کو کیسے برداشت کر سکتے تھے، انہوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور لوگوں میں اعلان کیا کہ درہم و دینار کو سینت سینت کر رکھنے والے، اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے جہنمی ہیں یہ تقلین مسجدوں، بازاروں، اور عام گذرگاہوں اور مجمعوں میں کرنے لگے یہاں تک کہ نفراء امراء کے خلاف کھڑے ہو گئے اور ایک عام شورش برپا ہو گئی، اور معاملہ اس قدر بڑھ گیا کہ امیر معاویہ کو اس میں دخل دینا پڑا، انھوں نے حضرت ابوذر رضہ کو بلا کر سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ کب ماننے والے تھے۔ فرمایا کہ قرآن میں ہے کہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں ان کو سخت عذاب ملے گا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ یہ آیت اہل کتاب یعنی یہودی اور عیسائی پیشوایان دین سے متعلق ہے پوری آیت یہ ہے:-

" اے ایمان والو اکثر یہودی اور عیسائی پیشوایان دین (عالم و زاہد بن کر) لوگوں کے مال کو ناروا طریقہ سے خرد برد کرتے اور اللہ کی سیدھی راہ سے روکتے ہیں، اور جو لوگ چاندی اور سونا جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو جس دن کو وہ جہنم کی آگ میں وہ (درہم ودینار) تپائے جائیں گے اور ان سے ان کی پیشانی اور پہلو اور پیٹھ داغی جائے گی (اور کہا کہ) یہ وہی ہے جس کو تم نے اپنے لئے سینت سینت کر رکھا تھا سو اب اپنے خزانے کا مزہ چکھو"

(سورۃ توبہ رکوع ۵)

حضرت ابوذر نے فرمایا کہ جرم بہرصورت جرم ہے، خواہ اس کا مرتکب کوئی ہو، اگر روپیہ جوڑ جوڑ کر رکھنا یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے گناہ ہے تو مسلمانوں کے لئے کیوں گناہ نہیں ہے۔ امیر معاویہ اس کا جواب نہ دے سکے۔

آخر ابوذر برابر اپنی تبلیغ میں مصروف رہے یہاں تک کہ غریب طبقہ کے لوگ امراء کو لوٹنے لگے۔ امیر معاویہ نے ممتاز صحابہ حضرت عبادہ بن صامت، ابوالدرداء اور عمرو بن العاص کو ان کے پاس سمجھانے کے لئے بھیجا، لیکن یہ لوگ حضرت ابوذر کے سامنے کیا کہہ سکتے تھے کیونکہ ان حضرات نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درویشانہ زندگی، متاع دنیا سے بے نیازی اور زہد و قناعت کی کیفیت دیکھی تھی،

حضرت ابوذر نے عبادہ بن صامت سے جو اس جماعت کے رئیس اور بزرگ صحابی تھے فرمایا کہ اس وفد میں تمہاری شرکت سے مجھے بہت رنج ہوا۔ آخر یہ لوگ ان کی حق گوئی اور جلال سے مرعوب ہو کر واپس آ گئے۔ تب امیر معاویہ نے ممانعت کر دی کہ ابوذر کے پاس نہ کوئی جانے نہ بیٹھے۔ اس اعلان کے بعد جو لوگ حضرت ابوذر کے پاس جاتے وہ خود ان کو منع کرتے کہ میرے پاس سے چلے جاؤ اور امیر کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرو۔ اس پر بھی اگر کوئی جماعت نہ اٹھتی تو اس کو وہی باتیں اپنی سناتے فرمایا کرتے تھے۔

"اگر ابوذر کی گردن پر تلوار رکھدی جائے اور سچی بات کہنے سے روکنے کی کوشش کی .... جائے تو بھی باز رہنے والا نہیں ہے میرے دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نصیحت فرمائی ہے کہ میں سچی بات کہوں اور اس کی تبلیغ کر دوں چاہے وہ کتنی ہی تلخ ہو ———— حکام کی اطاعت ہمارے اوپر فرض کی گئی ہے مگر تین باتوں میں ممانعت کا ان کو کوئی حق نہیں، بھلائی سکھانے۔ برائی سے روکنے اور سنت کی اشاعت میں۔"

آخر میں دو لتمندوں کی پریشانی بہت بڑھ گئی اور امیر معاویہ کے پاس ان کی اس قدر درخواستیں گذریں کہ انہوں نے مجبور ہو کر حضرت عثمان رضہ کو اطلاع دی اور لکھا کہ ابوذر کی وجہ سے یہاں فتنہ پیدا ہو رہا ہے اس لئے آپ ان کو اپنے پاس بلا لیجئے، حضرت عثمان رضہ نے ایک خاص قاصد کے ہاتھ ابوذر رضہ کے پاس حکم بھیجا کہ فوراً مدینے چلے آؤ۔ حکم پاتے ہی اطاعت کے خیال سے مدینہ روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ بیوی اور بیٹی کو بھی ساتھ نہیں لیا۔ بعد میں امیر معاویہ نے ان دونوں کو آرام کے ساتھ بھیجدیا۔

جب مدینہ میں داخل ہوئے اس وقت مخلوق ان کو دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑی اب یہاں بھی ان کے پاس بھیڑ لگی رہتی تھی جن میں زراندوزوں اور سرمایہ داروں کے خلاف تبلیغ کرتے تھے، چنانچہ مدینہ میں بھی وہی کیفیت پیدا ہو گئی تھی، جو دمشق میں تھی، اور فقراء امراء کے پاس کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے حضرت عثمان سے کہا کہ جس فساد سے بچنے کے لئے ان کو ملک شام سے آپ نے بلوایا ہے وہی فساد اب یہاں برپا ہو رہا ہے۔ حضرت عثمان رضہ نے حضرت ابوذر رضہ کو بلایا۔ کعب احبار نے ان سے بحث شروع کی کہ جب مال کی زکوٰۃ دے دی گئی تو اس کے جمع کرنے اور رکھنے میں کیا قباحت ہے۔

کعب احبار پہلے یہودی تھے حضرت عمر رضہ کے عہد میں اسلام لائے تھے، کتب سماویہ کے عالم تھے اور قرآن کا بھی اچھا علم حاصل کیا تھا لیکن صحابی نہ تھے، حضرت ابوذر رضہ کو جو سابقین الاولین میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص تربیت یافتہ تھے ان کا اعتراض ناگوار معلوم ہوا، غصہ سے ڈنڈا لیکر اٹھے کعب نے خوف سے بھاگ کر حضرت عثمان کے پس پشت پناہ لی مگر ڈنڈا ان کی پیٹھ پر پڑ گیا اور بحث ختم ہو گئی، حضرت عثمان رضہ ادب کے مارے کچھ نہیں بولے۔

صرف یہ کہا "ہمارا فرض یہی ہے کہ ہم حکومت کا حق دولت مندوں سے وصول کریں زہد اور ترک دنیا پر کسی کو مجبور نہیں کر سکتے"

لیکن حضرت ابوذر رضہ کا خیال تھا کہ جب قرآن میں تصریح کے ساتھ حکم ہے کہ (اے نبی) لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں۔ کہدے کہ جو کچھ بچ رہے۔ (سورہ بقرہ رکوع ۲۷)

یعنی ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ جو کچھ اس کے جائز اور ضروری اخراجات سے بچ رہے، اس کو فی سبیل اللہ خرچ کر دے، تو کسی کو پس انداز کر کے جمع رکھنے کا حق از روئے قرآن حاصل نہیں ہے، اور لوگ مجبور کئے جا سکتے ہیں، کیونکہ خلیفہ کا فریضہ ہے کہ ان کو قرآن کے مطابق چلائے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ سبائی فتنہ ملک کے صوبوں میں پھیلا ہوا تھا، بعض لوگوں نے حضرت عثمان رضہ سے آکر کہا کہ ابوذر رضہ بھی ان سبائیوں کے درغلائے ہوئے ہیں مگر وہ حضرت ابوذر رضہ کی طبیعت اور ان کے رتبہ سے اچھی طرح واقف تھے، جانتے تھے کہ جو کچھ کہہ رہے ہیں خلوص اور حقیقت پر مبنی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ آج امر حق میں ملامت گروں کی طعن و تشنیع سے نہ ڈرنے والے صرف ابوذر رضہ رہ گئے ہیں

جب خلفشار بہت بڑھ گیا۔ اس وقت حضرت عثمان رضہ نے حضرت ابوذر رضہ سے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ آپ مقام ربذہ میں (جو مدینہ سے مکہ کے راستہ میں ایک طرف واقع ہے) جاکر رہیں۔ یہ سن کر وہ ربذہ میں چلے گئے وہاں جاکر ایک خیمہ ڈال دیا اور اپنی بیوی اور بچی کے ساتھ رہنے لگے۔ حضرت عثمان نے جاتے وقت ان سے کہا کہ تمہارے گذارے کے لئے میں کچھ مویشی بھی ساتھ کر دوں، انھوں نے قبول نہیں کیا۔ خود اپنے سالانہ وظیفہ میں سے جو ان کو ملا کرتا تھا کچھ اونٹ اور بکریاں خرید لیں

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۲)

میاں ممتاز دولتانہ ہنگامی صورتحال میں ختم نبوت کے ٹکٹ پر انتخاب لڑنا چاہتے تھے

احرار سے شریفانہ معاہدہ کرنے میں پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ کا مقصد

تحقیقاتی عدالت میں "زمیندار" کے سابق چیف ایڈیٹر مسٹر شبلی کی بقیہ گواہی

لاہور - ۱۱ نومبر - فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں بدھ کے روز شہادت دیتے ہوئے روزنامہ "زمیندار" کے سابق ایڈیٹر مسٹر عبدالرحیم شبلی نے کہا جولائی ۱۹۵۲ء میں میاں ممتاز دولتانہ کی طرف سے مولانا اختر علی خاں نے احرار رہنماؤں سے "شریفانہ معاہدہ" کیا تھا۔

مسٹر شبلی نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ اس زمانے میں یہ خیال تھا کہ صوبہ میں گڑبڑ ہوگی اور دفعہ ۹۲ الف کے تحت صوبائی اسمبلی توڑ دی جائے گی جس کے بعد نئے انتخابات کی ضرورت پڑے گی۔ ایسی ہنگامی صورت حالات کے لئے یہ انتظام کیا گیا تھا کہ میاں ممتاز دولتانہ ختم نبوت کے ٹکٹ پر انتخابات لڑیں گے۔

ایک اور سوال کے جواب میں مسٹر عبدالرحیم شبلی نے عدالت کو بتایا کہ مجلس عمل نے قربانی کی جو کھالیں جمع کی تھیں ان سے بیس ہزار روپیہ جمع ہوا تھا (مسٹر شبلی کے بیان کے یہ دونوں حصے "ملت" کی دیروزہ اشاعت میں شائع ہونے والی کارروائی میں سہو نظر سے رہ گئے تھے قارئین کرام تصحیح فرمالیں)

تحقیقاتی عدالت میں مسٹر عبدالرحیم شبلی کی بقیہ گواہی درج ذیل ہے:-

سوال:- آپ اپنے بیان (دستاویز ڈی-ای ۵۵) کو دیکھیں۔ اس میں مسٹر دولتانہ کی آپ سے ملاقات کا کوئی ذکر کیوں نہیں کیا گیا۔

جواب:- جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کسی فوجی افسر نے مجھ پر سوال کیا تھا۔ اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے لکھا نہیں گیا۔ اس افسر نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں مسٹر دولتانہ سے ملا ہوں یا نہیں۔

میں نے اس بیان کو پڑھنے کے بعد اس پر دستخط کئے تھے

اشتہار کی اشاعت

سوال:- اس بیان میں ۶ نومبر کے اشتہار کا کوئی ذکر کیوں نہیں۔

جواب:- میں نے بیان کیا ہے، کہ اشتہاروں سے متعلقہ حالات کا علم مولانا اختر علی خاں کو تھا۔ ہوسکتا ہے کہ فوجی افسر نے مولانا اختر علی خاں سے پوری طرح اس کا پوچھا ہو۔ اگر فوجی افسر نے مجھ سے اس اشتہار کی تفصیلات پوچھی ہوتیں تو میں جو کچھ جانتا تھا بتا دیتا۔

سوال:- کیا آپ "ملت" میں ملازم ہیں؟

جواب:- جی ہاں - "زمیندار" مارچ ۱۹۵۳ء میں بند ہوگیا تھا اور "ملت" مئی ۱۹۵۳ء میں جاری ہوا تھا۔ میں نے اس کا ایڈیٹر بننا منظور کر لیا تھا۔

سوال:- کیا "ملت" خواجہ نذیر احمد کا اخبار ہے۔

جواب:- نہیں۔ یہ سول اینڈ ملٹری گزٹ لمیٹڈ کی طرف سے شائع کیا جاتا ہے۔

سوال:- کیا آپ کو معلوم ہے کہ سول اینڈ ملٹری گزٹ کلیتہً خواجہ نذیر احمد کی ملکیت ہے؟

جواب:- جی نہیں۔

سوال:- آپ کو کس نے ملازم رکھا تھا؟ کیا یہ خواجہ نذیر احمد تھے؟

جواب:- مجھے سول اینڈ ملٹری گزٹ کی طرف سے ملازم رکھا گیا تھا۔ میرا نام مرغوب صدیقی اور فضل محمود نے تجویز کیا تھا۔ یہ دونوں "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے عملہ کے ارکان ہیں اور میرے دوست ہیں۔

مجھے اپنے تقرر کا حکم "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے منیجر مولوی محمد یعقوب خاں کی طرف سے ملا تھا۔ مولوی محمد یعقوب خاں لاہوری جماعت کے احمدی ہیں۔

سوال:- آپ کو کتنی تنخواہ ملتی ہے؟

جواب:- ساڑھے چار سو روپیہ ماہوار

گواہ نے بتایا "ان تباہ کن پریشانیوں کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے" کے عنوان کے تحت مضمون مولانا اختر علی خاں نے خود لکھے تھے اور میرے مشورے کے بغیر۔

پرچے کی پالیسی کے متعلق مسائل پر میں اور مولانا اختر علی خاں غور کیا کرتے تھے، اس سلسلے میں مولانا کی طرف سے کوئی تحریری ہدایات نہیں تھیں۔

سوال:- کیا چوہدری غلام حیدر خاں نے بھی قلمی نام سے "زمیندار" میں مضمون دیئے تھے۔

جواب:- جی ہاں۔

سوال:- کیا یہ ممکن ہے کہ "متفکر" "مبصر" اور "محقق" کے ناموں سے بعض مضامین چوہدری غلام حیدر خاں کے لکھے ہوئے ہیں؟

جواب:- یہ ممکن ہے۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ درحقیقت کوئی مضمون ان میں سے کسی نام پر انہوں نے لکھا ہو۔

سوال:- کیا ۶ نومبر کا اشتہار جس طریقے پر اخبار میں نکلا تھا اس کی طرح اشاعت کا الزام آپ پر عاید کیا گیا تھا؟

جواب:- نہیں۔ کیونکہ میں رات کی ڈیوٹی پر نہیں تھا۔

سوال:- کیا اس اشتہار کے سلسلے میں مولانا داؤد غزنوی یا مولانا ابوالحسنات نے کوئی تحقیق کی تھی؟

جواب:- مجھے معلوم نہیں، ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اس کے متعلق مولانا اختر علی سے پوچھا ہو لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ بعد میں "زمیندار" میں اس کی تردید کر دی گئی تھی۔

ہفتہ ختم نبوت

سوال:- کیا نومبر میں ختم نبوت کا کوئی ہفتہ منایا گیا تھا۔

جواب:- نہیں۔ اس قسم کا ہفتہ منانے کا ارادہ تھا لیکن بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔ ہفتہ ختم نبوت منانے کی تجویز پر میری موجودگی میں مولانا اختر علی خاں اور مجلس عمل کے چند ارکان میں غیر رسمی طور پر گفتگو ہوئی تھی میں نے مجلس عمل کے رسمی اجلاسوں میں کبھی شرکت نہیں کی تھی لیکن میرا کمرہ پروپرائٹر کے دفتر کے ساتھ ہی تھا جس میں مجلس عمل کے اجلاس ہوا کرتے تھے فوجی افسر نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں نے مجلس عمل کے کسی اجلاس میں شرکت کی تھی۔ میں نے ان کو بتایا کہ میں مجلس کی کسی رسمی بحث میں موجود نہیں ہوتا تھا اور پرچے کا ایڈیٹر ہونے کی حیثیت سے مجھے علم تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔

سوال:- کیا فوجی افسر نے آپ سے یہ پوچھا تھا کہ مجلس عمل کے جس کسی اجلاس میں آپ نے شرکت کی تھی اس میں کیا ہوا تھا؟

جواب:- مجھ سے پوچھا گیا تھا کیا میں نے مجلس عمل کے کسی اجلاس میں شرکت کی؟ میں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ لیکن میں نے فوجی افسر سے یہ کہا تھا کہ مجلس عمل کے اجلاسوں میں جو کچھ ہوتا تھا مولانا اختر علی خاں مجھے بتا دیا کرتے تھے۔

سوال:- کیا آپ نے فوجی افسر کو ہفتہ ختم نبوت کے متعلق کچھ بتایا تھا؟

جواب:- میں نہیں جانتا - اگر مجھ سے یہ سوال پوچھا گیا ہوتا تو میں نے یہی جواب دیا ہوتا جو میں نے آج دیا ہے۔

بالغ نظری

سوال:- کیا آپ اس وقت موجود تھے جب بعض قرار دادیں جن کا آپ نے اپنے بیان میں بھی ذکر کیا ہے۔ محکمہ اسلامیات اور ڈائریکٹر محکمہ تعلقات عامہ کے دفتر میں تیار کی گئی تھیں۔

جواب:- نہیں، میں وہاں موجود نہیں تھا۔ لیکن مولوی ابراہیم علی چشتی نے میرے سامنے اس کا اقرار کیا تھا - اور مجھ سے "بالغ نظری" کی داد دینے کو کہا تھا۔ جب میں میر نور احمد کو ان کے دفتر میں ملا تھا۔ مجھے خاص طور پر ان کے پاس بھیجا گیا تھا۔ انہوں نے مجھے کئی دفعہ ہدایات کے لئے بلایا تھا۔

جن دنوں میر نور احمد سے میں ملا - ان دنوں تحریک اپنے پورے زوروں پر تھی اور مجھے یہ بتانے کے لئے بلایا گیا تھا کہ ہم اخبار میں اس پر زور دیں کہ کوئی ایسی قانون شکنی جس سے صوبائی حکومت کو نقصان پہنچے نہ کی جائے، میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اس موقعہ پر میر نور احمد نے مجھ سے کہا تھا کہ جہاں تک مطالبات کا تعلق ہے حکومت کو ان پر زور دینے میں کوئی اعتراض نہیں، تاہم انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ "زمیندار" میں مضمون لکھ کر لوگوں کے ذہن میں یہ بٹھایا جائے کہ صوبہ میں نظم و ضبط کو برقرار رکھا جائے۔

مرکز کی طرف سے تنبیہ

گواہ نے پھر رضاکارانہ طور پر عدالت کو بتایا کہ مرکز نے متعدد بار صوبائی حکومت کو کہا تھا کہ "زمیندار" جس طریقے پر احمدیوں کے خلاف مہم کو چلا رہا ہے اس کے خلاف کوئی قدم اٹھائے۔ مسٹر دولتانہ اور میر نور احمد نے مجھے بلایا اور بتایا کہ "زمیندار" مسٹر دولتانہ کا اپنا اخبار ہے، اس لئے ان کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا جائے گا۔ مسٹر دولتانہ اور میر نور احمد نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ میں صوبائی حکومت کو پریشانی میں ڈالنے سے اجتناب کروں گا، مجھے یہ بھی بتایا کہ اس صورت حالات کو اسی طریقے سے روکا جاسکتا ہے کہ ہم اخبار میں یہ لکھیں کہ تحریک کو امن کی حدود کے اندر رکھا جائے گا، اور لوگ کسی قسم کے تشدد یا بدنظمی کا شکار ہونے سے گریز کریں۔ ایک دوسرے موقعہ پر مسٹر دولتانہ نے مجھے بتایا کہ ان کو ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کا ایک خط موصول ہوا ہے جس میں انہیں کہا گیا ہے کہ مولانا اختر علی خاں کو

جو صوبے میں گڑبڑ پھیلا رہے ہیں تنبیہ کریں اور ان کو ٹھیک طرح سے قابو میں رکھیں مسٹر دولتانہ نے مجھ سے کہا کہ میں یہ پیغام مولانا اختر علی خاں کو پہنچا دوں اور میں اس سلسلے میں انہیں ان سے ملنے کے لئے بھی کہوں۔

اشاعت میں اضافہ

"زمیندار" نے جب احمدیوں کے خلاف مہم میں حصہ لینا شروع کیا تو اس کی اشاعت پانچ چھ ہزار پرچے روزانہ بڑھ گئی۔

سوال:۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کا خط موصول ہونے پر مسٹر دولتانہ نے آپ کو جو کرنے کے لئے کہا تھا آپ نے وہ فوجی افسر کو کیوں نہیں بتایا؟

جواب:۔ مجھے اس کے متعلق سوال ہی نہیں کیا گیا تھا۔

سوال:۔ آج جب آپ اس عدالت میں گواہی دینے آئے [illegible] اس سے پہلے عدالت کے باہر برآمدے میں آپ مسٹر اسد اللہ خاں ایڈووکیٹ کے ساتھ کتنی دیر تک رہے؟

جواب:۔ میں نے ان سے صرف علیک سلیک ہی کی تھی۔

سوال:۔ کیا آپ نے اپنی گواہی کے متعلق مسٹر اسد اللہ خاں سے کبھی بات چیت کی تھی؟

جواب:۔ نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ نے اپنی گواہی کے سلسلے میں حکومت پنجاب کے وکیل چودھری فضل الٰہی سے ملے تھے؟

جواب:۔ میں نے انہیں آج ہی دیکھا ہے اور وہ بھی عدالت میں۔ مجھے ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ جن صاحب نے حکومت پنجاب کی طرف سے مجھ پر جرح کی ہے انہی کا نام چودھری فضل الٰہی ہے۔

سوال:۔ کیا آپ نے اپنی گواہی کے متعلق پولیس کے کسی افسر سے بحث کی تھی؟

جواب:۔ نہیں

سوال:۔ کیا آپ نے تحقیقاتی عدالت کا وہ اشتہار کبھی دیکھا تھا جس میں لوگوں سے ان مسائل پر جو اس کے پیش نظر ہیں گواہی دینے کو کہا گیا تھا؟

جواب:۔ ہاں میں نے وہ اشتہار دیکھا تھا۔

سوال:۔ آپ نے پھر اپنے آپ کو اس عدالت میں گواہی دینے کے لئے پیش کیوں نہ کیا؟

جواب:۔ میرا خیال تھا کہ میں پہلے ہی اپنا بیان فوجی حکام کو دے چکا ہوں اور اگر عدالت نے اس کی ضرورت سمجھی تو وہ مجھے بلا لے گی۔ جب میں نے فوج کے سامنے اپنا بیان دیا تو مجھے خاص طور پر اس مقصد کے لئے بلایا گیا تھا۔

مجلس احرار کی طرف سے مسٹر مظہر علی اظہر کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا۔ کہ چودھری محمد ظفر اللہ خاں نے جو تقریر کراچی میں کی تھی، "زمیندار" اخبار نے مولانا ظفر علی خان کی طرف سے جولائی میں مری سے ہدایات حاصل کرنے کے بعد اسے مہم کو مضبوط کرنے کے لئے استعمال کیا تھا۔

سوال:۔ آپ پر اس بیان کا ردِ عمل کیا ہوا تھا؟

جواب:۔ میں نے اس کو پوری طرح نہیں پڑھا۔

سوال:۔ مسجدوں میں تقریروں پر گرفتاریاں ہوئیں کیا اس کا تحریک پر کوئی اثر پڑا تھا؟

جواب:۔ ہاں۔ مولانا ظفر علی خاں نے ان گرفتاریوں کے بعد ہی بیان جاری کیا تھا۔

سوال:۔ آپ نے کہا ہے کہ آپ نے "زمیندار" میں احمدیت کے خلاف بعض مضمون لکھے ہیں کیا آپ کسی ایسے مضمون کا ذکر کر سکتے ہیں؟

جواب:۔ وہ تمام اداریٔ مقالات جن پر مولانا اختر علی کے دستخط نہیں ہیں میرے لکھے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنے عرصہ ملازمت میں کوئی سات سو اداریٔ مقالات لکھے ہیں۔ اگر میرے پاس زمیندار کی فائل ہو تو میں یہ بتا سکتا ہوں کہ احمدیت کے خلاف کون سا مضمون میں نے لکھا ہے۔

سوال:۔ کیا آپ اپنی اس دو سالہ عرصہ ملازمت کے دوران میں کبھی غیر حاضر بھی رہے ہیں؟

جواب:۔ ہاں۔ جب میں بیمار رہا۔

سوال:۔ کیا آپ کسی مضمون کا نام لے سکتے ہیں جو آپ نے اپنے پرچے میں احمدیت کے خلاف لکھا ہو؟

جواب:۔ نہیں۔ جب تک میں فائل نہ دیکھ لوں میں نہیں بتا سکتا۔ مجھے بہرحال یقین ہے کہ میں نے اس موضوع پر درجنوں اداریٔ مقالات لکھے ہیں۔

سوال:۔ کیا نومبر میں ہفتہ ختم نبوت منانے کے متعلق کوئی اشتہار آپ نے کسی دوسرے اخبار میں بھی دیکھا؟

جواب:۔ میں صرف "زمیندار" کے متعلق ہی بتا سکتا ہوں کسی اور اخبار کے متعلق نہیں۔

مجلس عمل کے اجلاس

اس کے بعد گواہ کو مجلس عمل کی طرف سے مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش نے یہ بتانے کو کہا کہ وزیر اعظم کو مرکزی مجلس عمل کی طرف سے الٹی میٹم دینے سے کتنی مدت پہلے مولانا داؤد غزنوی اور مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش نے پنجاب کی مجلس عمل کے اجلاسوں میں آنا بند کر دیا تھا۔ گواہ نے جواب دیا کہ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ عید قربان کے بعد بہت کم مواقع پر مجلس عمل کے اجلاس میں آئے۔

سوال:۔ کیا "زمیندار" کی ۲۸ جنوری کی خبر کے مطابق مولانا داؤد غزنوی اور مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش نے مجلس عمل کے ۲۶ جنوری ۱۹۵۳ء کے اجلاس میں شرکت نہیں کی تھی؟

جواب:۔ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اس میں شرکت کی ہو۔ لیکن میں نے صرف یہ کہا ہے کہ انہوں نے عید قربان کے بعد مجلس عمل کے بہت کم اجلاسوں میں شرکت کی۔

سوال:۔ کیا آپ نے مولانا اختر علی کے نام پر "زمیندار" میں کوئی اداریٔ مقالہ لکھا تھا؟

جواب:۔ میں نے ان کی ہدایات کے بغیر ایسا کبھی نہیں کیا۔ یہ درست ہے کہ بعض مواقع پر مولانا اختر علی خاں مجھے اداریٔ مقالہ کا خاکہ سا دے دیا کرتے تھے اور وہ ان کے نام سے شائع ہوتا تھا۔

سوال:۔ کیا "زمیندار" میں ۷ جولائی ۱۹۵۲ء (دستاویز ڈی۔ای۔) کو شائع ہونے والا اداریٔ مقالہ آپ کا لکھا ہوا ہے۔

جواب:۔ یہ مقالہ مولانا اختر علی خاں کا ہے۔ لیکن یہ بھی عین ممکن ہے کہ میں نے اسے مولانا اختر علی خان کی ہدایات کے مطابق لکھا ہو۔

سوال:۔ آپ کا اپنا عقیدہ کیا ہے؟ کیا کوئی نیا یا پرانا نبی آئے گا؟

جواب:۔ میں نے اس کے متعلق کبھی نہیں سوچا۔

سوال:۔ کیا آپ کو معلوم ہے لاہوری احمدیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اکرمؐ کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آئے گا؟

جواب:۔ میں نے احمدیوں کے کسی فرقے کا بھی مطالعہ نہیں کیا۔

مالک کے نظریات

مسٹر یعقوب علی خاں نے عدالت کی اجازت سے گواہ پر مزید جرح کی۔ گواہ نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ جو مضمون زمیندار میں انہوں نے دیئے ہیں وہ ان کے نظریئے کی نمائندگی کرتے ہیں یا نہیں مالک کی ہدایات کے مطابق لکھا گیا تھا۔ گواہ نے کہا کہ میں صحافی ہوں مجھے وہی کرنا ہو جو مجھے مالک کرنے کو کہے۔

سوال:۔ عدالت میں مولانا مودودی نے جو تحریری بیان پیش کیا ہے کیا آپ اس پر "ملت" میں تبصرہ شائع کر رہے ہیں؟

جواب:۔ نہیں۔

ملت نہ تو کچھ احمدیوں کے خلاف شائع کر رہا ہے اور نہ ہی اُن کے حق میں۔ متعدد دوسرے اخباروں کی طرح "ملت" بھی اس بیان کو چھاپ نہیں رہا ہے جو صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی طرف سے مولانا مودودی کے اس تحریری بیان کے جواب میں جو انہوں نے عدالت کو دیا تھا۔ پیش کیا ہے۔ مولانا مودودی کا بیان بھی "ملت" میں شائع ہوا تھا۔

عدالت کی اجازت سے مسٹر فضل الٰہی کی جرح کے جواب میں گواہ نے بتایا مجھے معلوم نہیں ۸ نومبر سے لے کر ۱۵ نومبر کو ختم ہونے والے ہفتے میں تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں متعدد کانفرنسیں منعقد ہوئی تھیں تاہم میں نے ۸ نومبر ۱۹۵۲ء کے "زمیندار" میں (دستاویز ڈی۔ای ۱۵۹) میں شائع شدہ یہ خبر دیکھی ہے کہ اس عرصے میں متعدد مقامات پر کئی ایک کانفرنسیں منعقد ہوئی ہیں۔ عدالت کی اجازت سے مسٹر اسد اللہ خاں کی مزید جرح کے دوران میں گواہ کو "چند استفسارات کا جواب" کا عنوان سے ۱۹ اگست ۱۹۳۴ء کے الفضل میں (دستاویز ڈی۔ای ۱۵۸) کی ایک تحریر دکھائی گئی۔ اور ان سے یہ بتانے کو کہا گیا کہ جن دو اشعار کو ان کے والد سے منسوب کیا جاتا ہے انہی پر اس مضمون پر تبصرہ کیا گیا ہے گواہ نے اس کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے کہا کہ پہلے سوال میں واضح طور پر میرے والد کے ایک شعر کا ذکر ہے۔

اس دستاویز میں استفسار کیا گیا تھا کہ کیا یہ شعر ؎

محمدؐ پھر اُتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں

جماعت احمدیہ کے موجودہ امیر کے عقیدہ کے غیر مطابق نہیں ہے۔ دستاویز میں جماعت احمدیہ کے موجودہ امیر نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر اس شعر کا یہ مطلب ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے عہد میں اسلام کی زیادہ اشاعت ہوئی تو پھر یہ شعر مکمل طور پر قرآن کے مطابق ہے۔ اگرچہ جو الفاظ اس میں استعمال کئے گئے ہیں وہ نامناسب اور توہین آمیز ہیں۔

سوال:۔ کیا آپ کا بیان ریکارڈ کرنے والے میجر جنرل نذیر احمد وہی ہیں جن کا نام سازش راولپنڈی کے سلسلے میں بھی آیا اور جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ احمدی ہیں؟

جواب:۔ نہیں۔

(ملت ۱۴ نومبر ۱۹۵۳ء)

مولانا مودودی کو امریکہ کے بعض افراد مالی امداد دیتے تھے

نشتر اور فضل الرحمن نائب وزیر اعظم بننا چاہتے تھے

نبی کریم کے بعد نبوت کا مدعی کافر، کاذب اور زندیق ہے۔ عدالتِ تحقیقات میں خواجہ نذیر احمد پر جرح

لاہور ۲۷ نومبر۔ خواجہ نذیر احمد بیرسٹرایٹ لاء نے آج تحقیقاتی عدالت میں کہا کہ جماعت اسلامی عام مفہوم میں آئینی جماعت نہیں ہے لیکن یہ اس لحاظ سے آئینی جماعت ہے کہ اس نے ضرورت پیش آنے سے پہلے ہی کابینہ بنالی تھی"۔ انہوں نے اپنی جرح میں یہ بھی کہا کہ میرے پاس اس بات کو یقین کرنے کے اسباب موجود ہیں کہ مولانا مودودی کو امریکہ کے بعض افراد مالی مدد دیتے تھے۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ مرکزی حکومت کے ایک یا دو وزیروں نے قادیانیوں کے خلاف تحریک کی حمایت کی تھی۔ ان کے نام بتلاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ سردار عبدالرب نشتر اور ایک حد تک سابق وزیر تجارت مسٹر فضل الرحمن نائب وزیر اعظم بننا چاہتے تھے اور کابینہ میں وہ چودھری ظفر اللہ خاں کے مخالف تھے"

انہوں نے یہ بیان صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل مسٹر بشیر احمد کی جرح کے دوران میں دیا تھا خواجہ صاحب کو عدالت نے بیان دینے کے لئے طلب کیا ہے۔ ان کے بیان اور جرح کا سلسلہ چیف جسٹس محمد منیر اور مسٹر جسٹس ایم۔ آر۔ کیانی پر مشتمل عدالت کے تین اجلاسوں میں جاری رہا۔

ظفر اللہ کی پیشکش

خواجہ نذیر احمد نے کہا کہ تحریک کے زمانے میں چودھری ظفر اللہ خاں نے وزیر اعظم سے دوبارہ کہا تھا کہ وہ پاکستان کے اوپر اگر بار ہوں تو وہ فوراً مستعفی ہونے کے لئے تیار ہیں لیکن انہیں اگر مفید سمجھا جاتا ہے تو یہ وزیر اعظم کا کام ہے کہ وہ ان کو کابینہ میں رکھیں یا نہ رکھیں۔

یہ دریافت کرنے پر کہ انہیں اس کا علم کیسے ہوا تو خواجہ نذیر احمد نے کہا کہ اس کا ذکر چودھری ظفر اللہ خاں نے مجھ سے خود کیا تھا۔ گواہ نے کہا کہ میں نے وزیر اعظم سے بھی گفتگو کی تھی اور انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ریاست کے قاعدے کے پیش نظر میں چوہدری ظفر اللہ خاں کا استعفےٰ مانگنے کا خیال تک نہیں کر سکتا۔

خواجہ ناظم الدین نے کہا کہ پنجاب کے میاں ممتاز دولتانہ، سردار عبدالرب نشتر سے تعاون کر رہے تھے۔

خواجہ صاحب نے عدالت کے سابقہ اجلاس میں اس سوال کے متعلق کہ احمدیوں کی لاہوری جماعت کا ان لوگوں کے متعلق کیا فتوےٰ ہے جو مرزا غلام احمد صاحب کو پیغمبر مانتے ہیں" کہا کہ میرا یہ جواب ریکارڈ کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کے اپنے الفاظ کے مطابق انہیں پیغمبر ماننے والے لعنتی اور کافر ہیں" لیکن یہ جواب غالباً اس لئے غلط ہے کہ شاید میں اس وقت اپنی بات کی پوری طرح وضاحت نہیں کر سکا تھا۔ انہوں نے کہا کہ لاہوری جماعت نے اس سوال کے متعلق کبھی کوئی فتوےٰ نہیں دیا تھا اور خود مرزا صاحب نے مختلف مواقع پر کہا تھا کہ رسول اکرم کے بعد نبوت کا دعوےٰ دار کافر، کاذب اور زندیق ہے۔

مولانا مرتضیٰ احمد میکش نے عدالت کی اجازت سے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے مشکوٰۃ کے حوالے سے اس بات کی سند پیش کی تھی کہ ہمارے رسول اللہ کی امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں سے مماثل ہوں گے کیا آپ ٹھیک ٹھیک بتا سکتے ہیں کہ مشکوٰۃ میں یہ حدیث کہاں آئی ہے؟

ج:۔ اس کے لئے مجھے مشکوٰۃ دیکھنی ہوگی۔

مسٹر نذیر احمد خاں نے اپنی جرح جاری رکھتے ہوئے خواجہ نذیر احمد سے دریافت کیا کہ آپ کو پہلی بار ربوہ کس نے بھیجا تھا؟

ج:۔ میں خود ہی گیا تھا۔

سوال:۔ وہاں جانے کی غرض و غایت کیا تھی؟

جواب:۔ میں اس سوال کا جواب پہلے ہی دے چکا ہوں (گواہ نے ٹھیک کہا ہے)

سوال:۔ ان سوالات کے جواب حاصل کرنے کی غرض و غایت کیا تھی جو آپ مسٹر مرزا بشیر الدین محمود سے دریافت کرنا چاہتے تھے؟

ج:۔ تاکہ عام مسلمانوں کو یہ معلوم ہو سکے کہ مرزا صاحب ہمارے رسول اکرم صلعم کو آخری نبی مانتے تھے اور وہ مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے تھے مرزا بشیر الدین محمود نے سوالات کا جواب اسی طرح دیا تھا جیسی مجھے توقع تھی۔

سوال:۔ لاہوری جماعت احمدیہ کا بیان شائع کرنے کا کیا مقصد تھا؟ (دستاویز ڈی ای ۵۲)

جواب:۔ اس کا مقصد بھی وہی تھا

سوال:۔ لاہوری احمدیوں اور قادیانیوں کے عقائد کے درمیان بنیادی اختلافات کیا ہیں۔ (عدالت نے اس سوال کو غیر متعلق قرار دیتے ہوئے اس کی اجازت نہیں دی)

خواجہ صاحب نے اس سوال کا جواب نفی میں دیا کہ احمدیوں اور قادیانیوں کے درمیان بنیادی اختلافات ہیں۔

مودودی کا ایلچی

سوال:۔ اس ایلچی کی کیا حیثیت تھی جس کے متعلق آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ مولانا مودودی کے پاس سے آیا تھا؟

ج:۔ وہ میرا ایک عزیز تھا۔

عدالت کے سوالات کے جواب میں خواجہ صاحب نے بتایا کہ ایلچی مسٹر صوفی تھے جو حکومت پاکستان کے ڈپٹی آڈیٹر جنرل ہیں۔

مسٹر نذیر احمد کے سوال کے جواب میں خواجہ صاحب نے کہا کہ میں نے مسٹر صوفی سے یہ نہیں دریافت کیا تھا کہ انہیں مولانا مودودی نے بھیجا تھا یا نہیں۔

انہوں نے کہا کہ مسٹر صوفی جماعت اسلامی کے ہمدرد تھے لیکن رکن نہیں تھے۔

سوال:۔ کیا آپ کو یقین ہو گیا تھا کہ واقعی آپ کو دھمکی دی گئی تھی۔

جواب:۔ یقیناً

خواجہ صاحب نے کہا کہ میں نے مسٹر صوفی کا نام وزیر اعلیٰ پر ظاہر نہیں کیا تھا۔

سوال:۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے یہ سوچا تھا کہ مسٹر صوفی آپ کو ذاتی مشورہ دے رہے تھے؟

ج:۔ جی نہیں۔ میرا خیال یہ تھا کہ انہیں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ مولانا مودودی کا یہ پیغام میرے پاس پہنچا دیں۔

ایک سوال کے جواب میں گواہ نے کہا کہ میں نے اس معاملہ کی پولیس میں اطلاع اس لئے نہیں کی تھی کہ میں اسے فضول سمجھتا تھا۔ کیونکہ میرے خیال میں پولیس اس زمانے میں اپنے فرائض اچھی طرح انجام نہیں دے رہی تھی۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ میں نے اس دھمکی کا ذکر اس خط میں نہیں کیا تھا جو میں نے تحقیقی عدالت کو لکھا تھا۔

مغالطہ

سوال:۔ آپ کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ مولانا مودودی نے آپ کو دھمکی دی ہے تو آپ ان کے پاس کیوں گئے تھے؟

جواب:۔ کیونکہ غلطی سے میرا یہ خیال تھا کہ مولانا مودودی خلوص اور سنجیدگی سے کام لے رہے ہیں۔ یعنی ان کے عقاید میں خلوص اور ان کی دھمکی میں سنجیدگی ہے۔ لیکن ان سے گفتگو کے بعد میرا مغالطہ رفع ہو گیا۔

سوال:۔ کیا آپ مولانا مودودی کے پاس صرف یہ معلوم کرنے کے لئے گئے تھے کہ وہ اپنی دھمکی میں سنجیدگی سے کام لے رہے ہیں؟

جواب:۔ میں ان سے اس بات پر تبادلہ خیالات کرنے گیا تھا جو ان کے ایلچی نے مجھ سے کہی تھی۔

سوال:۔ پھر آپ نے ان سے مذہبی مسائل پر تبادلۂ خیالات کیوں کیا تھا؟

جواب:۔ چونکہ وہ اصل مسئلہ سے پہلو تہی کر رہے تھے اس لئے ہم نے دوسرے معاملات پر بحث شروع کر دی۔

میرا خیال ہے کہ دھمکی اس لئے دی گئی تھی کہ مولانا مودودی یہ سمجھتے تھے کہ سول اینڈ ملٹری گزٹ قادیانیوں کی حمایت کر رہا ہے۔

گواہ نے کہا کہ دھمکی کے بعد اگر مجھے کوئی خوف معلوم ہوتا تو میں ان کے پاس کیوں جاتا۔

سوال:۔ مولانا سے آپ کے یہ کہنے کا کیا مطلب تھا کہ انہوں نے قادیانی مسئلہ میں جو کچھ لکھا ہے اس میں اپنے نظریات کا خلوص کے ساتھ اظہار نہیں کیا ہے؟

جواب:۔ جہاں تک نبوت کے عقیدہ کا تعلق ہے مولانا نے پرزور الفاظ میں کہا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے پیغمبر ہونے کا دعوےٰ کیا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مولانا کو معلوم تھا کہ مرزا صاحب نے اس طرح کا کبھی کوئی دعوےٰ نہیں کیا تھا۔

امریکی امداد

سوال:۔ مولانا مودودی سے آپ کے یہ کہنے کا مطلب کیا تھا کہ قادیانی مسئلہ امریکیوں کے علاوہ بہت کم لوگ پڑھیں گے؟

جواب:۔ آپ لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اخبار کے دفتر میں کس طرح خبریں پہنچتی ہیں۔ میرے پاس اس بات کا یقین کرنے کے اسباب موجود ہیں کہ مولانا کو بعض امریکی مالی امداد دے رہے تھے۔

خواجہ نذیر احمد نے عدالت کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں ایک بار ایک وفد کے ساتھ ہز ایکسی لنسی مسٹر چندریگر

کے پاس بھیجا گیا تھا جو اس وقت پنجاب کے گورنر تھے۔ گفتگو کے دوران میں پروفیسر عنایت اللہ نے مزاکیسی لنسی سے دریافت کیا کہ کیا انہیں معلوم ہے کہ جماعت اسلامی کی ایمبولنس کے لئے روپیہ کہاں سے آیا تھا۔ مزاکیسی لنسی کے جواب دینے سے پہلے ہی میں نے کہا کہ مولانا مودودی کو بعض امریکی مالی امداد دے رہے ہیں۔

مزاکیسی لنسی نے کہا کہ "اب نہیں"

خواجہ صاحب نے کہا کہ گورنر سے وفد کی ملاقات کی تاریخ یا مہینہ ٹھیک صحیح نہیں بتا سکتا لیکن وفد ان سے ۱۹۵۲ء کے آخر یا ۱۹۵۳ء کے شروع میں ملا تھا میں نے جب مولانا مودودی سے کہا تھا کہ "قادیانی مسئلہ" امریکی پڑھیں گے تو مولانا خاموش رہے۔

سوال:۔ کیا آپ ان امریکی وسائل کو ٹھیک ٹھیک جانتے ہیں جو مولانا مودودی کی مالی امداد کر رہے تھے؟

جواب:۔ مجھے اس سوال کا جواب دینے سے معذور سمجھا جائے کیونکہ ممکن ہے اس سے کوئی بین الاقوامی پیچیدگی پیدا ہو جائے

عدالت نے گواہ کو ہدایت کی کہ وہ ان امریکی وسائل کا نام کاغذ کے ایک پرزے پر لکھ کر دے دیں۔

گواہ نے پرزے پر نام لکھ کے دیدیا جس کے بعد اس پرزے کو ملفوف کر دیا گیا۔

مسٹر نذیر احمد نے اپنی جرح جاری رکھتے ہوئے خواجہ صاحب سے سوال کیا کہ کیا مولانا مودودی نے گفتگو کے دوران میں کسی خاص مضمون کا ذکر کیا تھا جو قادیانیوں کی حمایت میں سول اینڈ ملٹری گزٹ میں شائع ہوا تھا؟

ج:۔ جی نہیں۔

سوال:۔ آپ "سول اینڈ ملٹری گزٹ" میں قادیانی احمدیوں کی حمایت کب سے کر رہے ہیں؟

جواب:۔ میں کہہ نہیں سکتا۔ میں نے خود صرف ایک مضمون "دی سیل آف پرافٹ ہڈ" (مہر نبوت) کے عنوان سے لکھا تھا، جو ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا تھا۔ درحقیقت، یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ سول اینڈ ملٹری گزٹ قادیانی کے حق میں لکھ رہا تھا لیکن یہ درست ہے کہ اخبار ان نام نہاد علماء کے خلاف لکھ رہا تھا جنہوں نے ذاتی اغراض کے لئے اس مسئلہ کو پیش پیش کر دیا تھا۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ مولانا مودودی سے میری یہ گفتگو غالباً فروری ۱۹۵۳ء کے آخر میں ہوئی تھی لیکن میں صحیح تاریخ نہیں بتا سکتا۔

سوال:۔ رسالہ قادیانی مسئلہ کو دیکھئے (دستاویز ڈی ای ۱۶۴) اور یہ بتلایئے کہ کیا اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ ۵ مارچ ۱۹۵۳ء کو طبع ہوا تھا۔

جواب:۔ آپ مجھے جو دستاویز دکھلا رہے ہیں اس کا سرورق موٹا گلابی رنگ کا ہے لیکن جیسا کہ میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں جو رسالہ میں نے دیکھا تھا اس کا سرورق پتلا اور گلابی رنگ کا تھا۔ رسالے کی شکل میں شائع ہونے والا "قادیانی مسئلہ" جو ترجمان القرآن میں شائع ہوا تھا اردو میں تھا۔

سوال:۔ اگر میں آپ سے کہوں کہ ترجمان القرآن کے جس شمارے میں قادیانی مسئلہ شائع ہوا تھا وہ ۱۴ مارچ ۱۹۵۳ء کو مرکنٹائل پریس بھیجا گیا تھا تو آپ اس دعوے کی تردید کریں گے۔

جواب:۔ یہ تمام جعلی ثبوت میرے اس یقین پر اثر انداز نہیں ہو سکتے کہ میں نے آخر فروری ۱۹۵۳ء کے لگ بھگ "قادیانی مسئلہ" پڑھا تھا۔ میں نے مولانا مودودی سے اپنی گفتگو کے دوران میں اس "قادیانی مسئلہ" کا ذکر کیا تھا جو رسالے کی شکل میں شائع ہوا تھا۔ میں نے اس "قادیانی مسئلہ" کا کوئی ذکر نہیں کیا، جو ترجمان القرآن میں پڑھا تھا۔

سوال:۔ میں آپ سے کہتا ہوں ...... کہ آپ دیانت داری پر مبنی غلطی میں مبتلا ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ آپ نے مولانا مودودی سے ۱۰ مارچ ۱۹۵۳ء یا اس کے لگ بھگ ملاقات کی تھی۔

جواب:۔ جی نہیں، اس بارے میں کوئی غلطی نہیں ہو سکتی۔ میں نے جس واقعے کا ذکر کیا تھا وہ ۲۰ مارچ ۱۹۵۳ء کے لگ بھگ پیش نہیں آ سکتا تھا۔ کیونکہ میں نے دھمکی کے متعلق وزیر اعلیٰ سے مارشل لاء کے نفاذ سے قبل ملاقات کی تھی۔ اس کے علاوہ میں مارشل لاء شروع ہونے کے بعد مولانا مودودی کو یہ دعوت نہیں دے سکتا تھا کہ وہ ایک مضمون میں حکومت پر نکتہ چینی کریں اور میں اسے شائع کر دوں گا۔

سوال:۔ آپ نے مولانا مودودی سے گفتگو کے دوران میں جب زنا بالجبر، آتش زنی اور لوٹ مار کا ذکر کیا تھا تو آپ کے ذہن میں کون سے واقعات تھے؟

جواب:۔ میں مارچ کے پہلے ہفتے میں کراچی گیا تھا جہاں میں نے دس پندرہ روز قیام کیا تھا۔ میرے کراچی کے دوران قیام ہی میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا تھا۔ کراچی روانہ ہونے سے پہلے مجھے معلوم ہوا تھا کہ لوگوں کو زندہ جلا دیا گیا ہے، زنا بالجبر کے واقعات کی خبر بھی میں نے کراچی جانے سے پہلے سنی تھی۔ لوٹ مار کے واقعات ان دنوں لاہور میں بہت عام تھے، زنا بالجبر کا ایک واقعہ دھرم پورہ میں ہوا تھا۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ میں اس کی تاریخ نہیں بتلا سکتا نہ اس کے متعلق مزید تفصیلات یا ان واقعات کی صحیح تاریخیں بتلا سکتا ہوں۔

سوال:۔ سرکاری طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ایسے واقعات ۴ مارچ کو یا اس کے بعد پیش آئے تھے کیا یہ درست ہے؟

جواب:۔ میں اب بھی یہی کہوں گا کہ جو کچھ کہتا ہوں ٹھیک ہے یعنی مذکورہ واقعات ۴ مارچ سے پہلے پیش آئے تھے۔

گواہ نے کہا کہ میں مارچ کے پہلے ہفتے کسی دن کراچی گیا تھا۔

سوال:۔ زنا بالجبر، قتل، آتش زنی کی اور لوٹ مار کے واقعات کی اطلاع آپ کو کہاں سے ملی تھی؟

جواب:۔ ایک ایسے آدمی کی حیثیت سے جس کا اخبار سے تعلق ہے میں نے پنجاب میں پیش آنے والے واقعات کی تصدیق کرنے کی کوشش کی تھی اور انہی مساعی کے دوران میں مجھے ان تمام واقعات کا علم ہوا۔

سوال:۔ آپ کو یہ اطلاع کہاں سے ملی تھی کہ مولانا غلام محی الدین قصوری کا مکان جلا دینے یا لوٹ لینے کے لئے چن لیا گیا تھا؟

جواب:۔ خود مولانا غلام محی الدین صاحب سے۔ میں آپ کو یہ نہیں بتلا سکتا کہ کس تاریخ کو ان کا مکان لوٹنے یا جلانے کے لئے چنا گیا تھا۔ لیکن ایسا جولائی کی پہلی تحریک کے کچھ بعد اور فروری ۱۹۵۳ء کی دوسری تحریک سے قبل کیا گیا تھا۔

گواہ نے کہا کہ مولوی صاحب نے اپنے مکان کے متعلق اس بات کا ذکر بار دو میں بات کرتے ہوئے مذکورہ مدت کے دوران میں کیا تھا

سوال:۔ مولانا نے گفتگو کے دوران میں کیا ان تین نکات کا کوئی حوالہ دیا تھا جو انہوں نے اپنے تحریری بیان میں لکھے ہیں؟

جواب:۔ جی نہیں! صرف اس بات کے سوا جو میں پہلے نماز جنازہ کے بارے میں کہہ چکا ہوں۔

سوال:۔ کیا مولانا نے آپ سے کہا تھا کہ مرزا بشیر الدین محمود کے جواب مکمل طور پر اطمینان بخش نہیں اور مزید تشریح ضروری ہے؟

جواب:۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ بیان میں بعض باتیں ایسی ہیں جو دل میں رکھ لی گئی ہیں۔ میں نے مولانا کو ایک مثال بتلائی۔ رسول اللہ صلعم کے سامنے اس الزام میں ایک شخص کو پیش کیا گیا کہ وہ کلمہ تو پڑھتا ہے لیکن اس پر اس کا عقیدہ نہیں ہے لیکن رسول اقدس نے فرمایا کہ الزام لگانے والا اس کے دل کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔

آپ نے کہا کہ میں نے مولانا کو یاد دلایا کہ مرزا بشیر الدین محمود نے غیر مبہم الفاظ میں رسول اکرم کو خاتم النبیین اور آخر الانبیاء تسلیم کر لیا ہے۔

میں نے مولانا سے یہ بھی کہا تھا کہ مرزا بشیر الدین محمود نے مسلمان کی تعریف یہ کی ہے کہ ایسا شخص جو مسلمان ہونے کا دعویدار ہو۔

میں نے مولانا سے دریافت کیا کہ وہ ان اعلانات کے بعد دل میں باتیں رکھنے کا سوال کیوں اٹھا رہے ہیں۔

مولانا مودودی کا بیان

سوال:۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ مولانا نے درحقیقت یکم مارچ کو تمام غنڈہ گردی کی مذمت کی تھی؟

جواب:۔ اس سوال سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مولانا سے میری ملاقات یکم مارچ سے پہلے ہوئی تھی۔ مجھے کسی ایسے بیان کا علم نہیں جو مولانا نے مذکورہ تاریخ کو دیا ہو۔

س:۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ مولانا اور مجلس شوریٰ اس معاملہ میں حکومت کی مذمت کر رہے تھے۔

جواب:۔ وہ ہمیشہ سے پاکستان اور اس کی حکومت کی مذمت کر رہے تھے۔

سوال:۔ کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ ۵ مارچ کو گورنر نے لاہور کے ممتاز باشندوں سے کہا تھا کہ وہ ایک اپیل پر دستخط کریں جس میں امن کے لئے اپیل کی گئی تھی، اور غنڈہ گردی کی مذمت کی گئی تھی۔ لیکن کوئی شخص اس اپیل کی حمایت پر تیار نہ ہوا؟

جواب:۔ جی ہاں۔ میں نے سنا ہے کہ مولانا مودودی نے گورنمنٹ ہاؤس میں کہا تھا کہ وہ تحریک کو روک سکتے ہیں بشرطیکہ تین مطالبات منظور کر لئے جائیں۔

میں نے یہ بھی سنا ہے کہ اس موقعہ پر راجہ حسن اختر نے کہا تھا کہ مطالبات اگر منظور نہ کئے گئے تو حکومت کے خلاف انہیں طاقت استعمال کرنی ہوگی۔

میرا یہ بھی خیال ہے کہ ان تقریروں کے بعد کوئی شخص اپیل پر راضی نہیں ہوا۔

سوال:۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ فروری ۱۹۵۳ء سے قبل مولانا نے انجمن تحفظ اخلاق عامہ کے نام سے ایک انجمن بنائی تھی جس کا مقصد عوام کی اخلاقی اصلاح اور تمام غنڈہ گردی کی مذمت کرنا تھا؟

جواب:۔ جی نہیں

سوال:۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ "تسنیم" نے جو جماعت اسلامی کے نظریات کی نمائندگی کرتا ہے اوائل مارچ کے ایک شمارے میں غنڈہ گردی کی علانیہ مذمت کی تھی؟

جواب:۔ جی میں نے تسنیم کبھی نہیں پڑھا۔

سوال:۔ کیا آپ کو علم ہے کہ پانچ ایڈیٹروں نے جن میں تسنیم کے مدیر نصر اللہ خان عزیز ......

بھی شامل تھے ۹ر مارچ کو ایک پریس نوٹ میں غنڈہ گردی کی مذمت کی تھی۔

جواب:- جی نہیں - لیکن اس تاریخ کو جماعت اسلامی کو ایک صفائی تلاش کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔

سوال:- آپ نے کراچی کے سربرآوردگان سے کب ملاقات کی تھی؟

جواب:- میں یقین کے ساتھ تاریخ نہیں بتلا سکتا لیکن میری یہ ملاقات مولانا مودودی سے گفتگو کے بعد اور دوسری بار ربوہ جانے سے قبل ہوئی تھی۔

عدالت کے نام تار

عدالت نے اسی وقت موصول ہونے والے ایک تار کی بنیاد پر ان سے کہا کہ براہ مہربانی یہ بتلائیے کہ کیا آپ کے والد نے ۱۹۲۳ء یا ۱۹۲۴ء میں حسب ذیل الفاظ کہے تھے:

"اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ہے کوئی فرقہ اگر ہے تو وہ قادیانی ہیں جو مرزا صاحب کو پیغمبر مانتے ہیں اور ایران کے بہائی ہیں - یہ فرقے اسلام کے دائرہ سے باہر ہیں"

جواب:- جی نہیں - میں اس زمانے میں انگلستان میں تھا، میرے والد نے "نو سکٹ ان اسلام" (اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ہے) کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کے آخر کے قریب انہوں نے لکھا ہے کہ قادیانی احمدیوں کا اگر یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے رسول اقدس آخری نبی نہیں اور مرزا غلام احمد صاحب بھی پیغمبر تھے تو احمدیوں کے اس طبقے کی حیثیت یقیناً اسلام میں ایک فرقے کی ہوگی۔

اپنی جرح دوبارہ شروع کر کے مسٹر نذیر احمد نے گواہ سے پوچھا کہ کیا آپ اندازاً تاریخ بتلا سکتے ہیں جب آپ نے کراچی میں سربرآوردہ شخصیت سے ملاقات کی تھی۔

جواب:- میں نے مارشل لاء کے نفاذ سے دو تین روز پہلے ملاقات کی تھی۔

سوال:- کیا آپ نے اس سربرآوردہ شخصیت سے ملاقات کی خود کوشش کی تھی؟

جواب:- جی ہاں -

سوال:- اس سربرآوردہ شخصیت سے آپ کی ملاقات کا کیا مقصد تھا؟

جواب:- ان کو پنجاب کے واقعات سے باخبر کرنا - ان سے اپنی گفتگو کے دوران میں مرزا بشیر الدین کے ۲۳ر فروری کے بیان کا کوئی ذکر کیا گیا تھا۔

سوال:- کیا اس سربرآوردہ شخصیت نے کہا تھا مزید تشریح ممکن ہے کہ بصورت حال کو وہ بہ اصلاح کر دے گی۔

جواب:- انہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ ان سے ... مرزا بشیر الدین محمود سے ایک اور بیان حاصل کر لیا جائے۔

سوال:- کراچی سے آپ لاہور کب آئے تھے؟

جواب:- مارچ میں - میں آپ کو صحیح تاریخ نہیں بتلا سکتا لیکن میری واپسی مارشل لاء کے نفاذ کے تقریباً دس روز بعد ہوئی تھی۔

قابل تعریف مقصد

سوال:- کیا آپ اس وقت بھی اپنے اس قابل تعریف مقصد کو حاصل کرنے کے متمنی تھے کہ احمدیوں اور عام مسلمانوں کے درمیان خلیج کم ہو جائے؟

جواب:- مارشل لاء سے خاموش ہو گیا تھا

سوال:- آپ نے سمجھوتے کی کوشش کے دوران میں کیا مولانا مودودی کو اہم حیثیت نہیں دی تھی؟

جواب:- مولانا تمام جھگڑے کے ذمہ دار تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ پاکستان کے امیر المومنین بن جائیں - تحریک کی حمایت کرنے والا ہر عالم دولت یا سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی فکر میں تھا۔

سوال:- سول اینڈ ملٹری گزٹ کے حصوں کی خریداری کے ذریعہ دولت کے حصول کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:- یہ میرے اوپر ایک بار ہے کیونکہ میں اپنی جیب سے اس پر چار لاکھ سے زائد صرف کر چکا ہوں۔

سوال:- میں آپ سے کہتا ہوں کہ کراچی میں سربرآوردہ شخصیت سے مارچ ۱۹۵۳ء میں ملاقات کے بعد آپ نے مولانا مودودی سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور آپ نے ان سے ان معاملات پر تبادلہ خیال کیا اور مبینہ دھمکی کا واقعہ صرف ایک بنائی ہوئی بات ہے؟

جواب:- جی نہیں - انہوں نے میری ملاقات کے بارے میں اپنے تحریری بیانات میں جو کچھ کہا ہے وہ سب غلط ہے۔"

(ناتمام)

(ملت ۱۹ر نومبر ۱۹۵۳ء)

سکنتوپ برلن بقیہ صفحہ ۲

کے ساتھ اکٹھے بیٹھے خدا کے حضور میں نماز پڑھ رہے تھے۔

کوئی بارہ بجے کے قریب تمام نمازی دوست اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے - اب وہ گھر میں بچوں کے ساتھ تفریح میں حصہ لیں گے - آخر یہ ان کا بڑا دن ہے، پارکوں میں جائیں گے جھیلوں پر جائیں گے اور اس دن کو بصد خوشی منائیں گے۔

بعد نماز عید چند ایک اصحاب کو سویاں اور چند دوسری پاکستانی چیزیں بھی کھلائیں - تو جناب شیر زمان خان صاحب نے فرمایا "بہن یہ تو کبھی نہ بھولوں گا کہ آپکی بدولت ایک دور افتادہ عیسائی ملک میں عید مناتے ہوئے بھی سویوں سے محروم نہ رہا" ——— (شمیم امان) ——

حضرت ابوذر غفاریؓ (بقیہ از صفحہ ۷)

انہیں سے معیشت کا سامان حاصل کرتے تھے سبائیوں نے یہاں آکر ان کو حضرت عثمان رضہ کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی - مگر انہوں نے سختی کے ساتھ ڈانٹا اور فرمایا کہ جو اپنے مقرر کئے ہوئے امام کی مخالفت کرے اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی، میں حضرت عثمان کی اطاعت کو نیکی اور ثواب اور ان کے حکم کی خلاف ورزی کو جرم اور گناہ سمجھتا ہوں۔

ذی الحجہ ۳۲ھ میں انہوں نے ربذہ ہی میں وفات پائی - حجاج کی ایک جماعت نے جو ادھر سے گذر رہی تھی کفن دفن کا سامان کیا - اس جماعت میں حضرت عبداللہ بن مسعود بھی تھے، انہوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور مکہ میں پہنچ کر حضرت عثمان کو جو حج کے لئے آئے تھے، مطلع کیا، وہ واپسی میں ربذہ ہوتے ہوئے ابوذر کی بیوی اور بیٹی کو اپنے ساتھ مدینہ لائے۔

(البیان)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔
(منیجر)

پیغام صلح مورخہ ۲۵ر نومبر ۱۹۵۳ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۴۳

پیغام صلح

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ۔ مورخہ ۲۵ر ربیع الاول ۱۳۷۳ھ | نمبر ۴۴

مادیت اور اسلام

یورپ کی مادیت کے دو پہلو ہیں ایک سرمایہ دارانہ نظام اور دوسرا اشتراکی نظام جہاں تک معاشیات کا سوال ہے دونوں ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد نظر آتے ہیں لیکن جہاں تک اصول کا تعلق ہے دونوں کی بنیاد مادیت پر ہے یعنی ایسی اقدار پر جو خالصتاً مادی ہیں اور دونوں نظام اپنے مزاج میں روحانی اقدار کے قائل نہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام سے وہ عقلیت پیدا ہوئی جس نے طبائع اور ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کر دیئے اشتراکی نظام نے اس سے بھی آگے قدم رکھا اور لوگوں پر یہ بات ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ انسانی اجتماع اور معاشرہ کے ارتقاء کو اگر عقلی اور فلسفیانہ نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ معاشرہ طبقاتی کشمکش سے آگے کی طرف حرکت کرتا ہے۔ اسے "جدلیاتی ارتقاء" کا نام دیا گیا ہے کمیونسٹوں کے نزدیک ساری تاریخ انسانی اسی ایک اصول پر حرکت کر رہی ہے اس کے علاوہ تاریخ اور انسانیت کی حرکت میں کوئی روحانی حقیقت کارفرما نہیں اس کے فلسفۂ حیات میں مادیت سے ماوریٰ کوئی روحانی دنیا نہیں۔ خدا روح، وحی اور حیات بعدالموت محض اساطیر اور توہمات ہیں اس لئے اس فلسفیانہ مادیت نے صرف تشکیک ہی پیدا نہیں کی بلکہ خطرناک قسم کی عملی دہریت پیدا کی ہے جس میں روحانی اور مذہبی اقدار کی مطلق گنجائش نہیں......

......یہ انسانی فطرت کے عرفانی جزو کی بالکل نفی کرتی ہے اس مادی دنیا میں مذہب "بہشت گم کردہ" کی مانند ہے اس کے علمبرداروں نے زندگی کے پہلے ڈھانچے کو بالکل توڑ پھوڑ کر ایک نئی دنیا تعمیر کی ہے جس کا مزاج دنیائے قدیم سے بالکل مختلف ہے۔ سو اگر اشتراکیت کے اصول یعنی فلسفیانہ مادیت کو درخت تصور کیا جائے تو اس کا معاشی نظام اس درخت کا ایک پھل ہے جس طرح اسلام کی روحانی اقدار یعنی ایمانیات ایک درخت کی طرح ہیں اور اسلام کا معاشی اور سیاسی نظام اس کے پھل ہیں۔ سو آج اصل مقابلہ مادیت اور اسلام کی روحانیت میں ہے سو ہر ایک وہ شخص جس کو اسلام سے محبت ہے اور جس کے سامنے اسلام ایک زندہ حقیقت کی مانند ہے وہ سوچتا ہے کہ اس مادیت کا مقابلہ کس طرح کیا جائے اس کا مقابلہ کرنے کے دو طریقے ہیں ایک نظری اور دوسرا عملی ان دونوں طریقوں کو ملا کر ہی یورپ کی عملی مادیت کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے یعنی ایک تو دلائل اور براہین سے ثابت کیا جائے کہ کلام الٰہی کو فلسفہ پر فوقیت حاصل ہے اور ہر زمانہ اور ہر دور میں وحی الٰہی زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی رہنما ہے اور دوسرے عملی طور پر ایک ایسی جماعت کا نمونہ پیش کیا جائے جس کی زندگی کے ہر پہلو کی بنیاد اسلام کی روحانی اقدار پر ہو یہ دوسرا طریقہ ہی وہ بہترین طریقہ ہے جس سے درحقیقت اس مادیت کا مقابلہ ہو سکتا ہے، چنانچہ انہیں حالات کے پیش نظر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے حکم سے ایک ایسی جماعت بنائی جو ایک طرف دلائل سے اس فلسفہ اور طبیعات کے فساد کا مقابلہ کرے یعنی عقل کو وحی کے تابع کر کے دکھائے اور دوسری طرف عملی زندگی میں اسلامی اصولوں کی افادیت کو دنیا پر واضح کرے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملہمانہ فراست اور دوراندیشی ہی ان کی صداقت کی زبردست دلیل ہے سو احمدی دوستوں کو چاہیئے کہ ان دونوں طریقوں سے یورپ کی اس مادیت کا مقابلہ کریں جہاں وہ عقلی اور منطقی معیار پر اسلامی اصولوں کی فوقیت کو ثابت کریں وہاں وہ اسلامی اصولوں کو اپنی زندگیوں کا جزو بنا کر ان کی عملی افادیت کو دنیا پر واضح کریں جب تک یہ اصول بطور ایک حقیقت کے دنیا کو نظر نہ آئیں گے اس وقت تک لفظی قیل و قال فضول ہے۔

امتحان میں کامیابی

مسلم ٹاؤن سے جناب میاں عبدالرحمان صاحب ایس ڈی۔ او تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ خبر احباب سلسلہ کے لئے باعث مسرت ہوگی۔ کہ میرا لڑکا عزیز محمد عبدالقدوس بی۔ اے اس سال پنجاب یونیورسٹی کے امتحان بی۔ ایس سی۔ میکینیکل انجینئرنگ میں خداوند تعالےٰ کے فضل و کرم سے اول رہا ہے۔ الحمدللہ۔

احباب جماعت اور نیز بزرگان قوم سے خصوصاً عزیز کی درازی عمر اور دین و دنیا میں ترقی درجات کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کے لئے درخواست کرتا ہوں۔ اس خوشی کے موقعہ پر مبلغ دس روپے بطور شکرانہ پیش کرتا ہوں، بمد یتامیٰ خزانہ انجمن میں داخل کر کے رسید سے مطلع فرماویں مشکور ہوں گا۔"

مولود مسعود

یہ خبر جماعت کے حلقوں میں خوشی سے سُنی جائیگی کہ اللہ تعالیٰ نے انجمن کے ہیڈ کلرک چوہدری سلطان محمود صاحب کو ۳۰ر نومبر ۱۹۵۳ء کو لڑکا عطا فرمایا ہے۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ نومولود کو لمبی عمر عطا فرمائے اور دین و دنیا میں کامیاب کرے۔ آمین۔

مجلس منتظمہ منعقدہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۵۳ء کا ریزولیوشن

گذشتہ پرچہ میں صفحہ ۳ پر حضرت صاحب صدر کا مکتوب شائع ہوا ہے جس میں مجلس منتظمہ منعقدہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۵۳ء کے ریزولیوشن کی عبارت درج ہونے سے رہ گئی ہے جو ذیل میں درج ہے:۔

ریزولیوشن نمبر ۲۶۶:۔

"یہ کہ مجلس منتظمہ کے متفقہ فیصلہ یہ مصالحت کے پیش نظر حضرت صاحب صدر کی خدمت میں ہم تمام ممبران مجلس منتظمہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ جماعت کے وقار اور یک جہتی کی خاطر کارروائی مجلس معتمدین منعقدہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۲ء کو باقاعدہ قرار دیں تاکہ انتشار کے مزید مواقع کا بکلی انسداد ہو جائے۔"

سیکرٹری صاحبان توجہ فرمائیں

حضرت صاحب صدر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ارشاد ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن ادائیگی نماز سے قبل احباب ہر مقام پر آنہ فنڈ جمع کرنے کا حسب سابق انتظام ہو مبلغین حضرات اپنے اپنے حلقہ میں فنڈ کی ادائیگی کے متعلق احباب کو توجہ دلائیں۔ محصلین حضرات سیکرٹری صاحبان اور جماعت کے دوسرے احباب باقاعدگی سے چندہ ملبوں مرکزی دفتر میں ارسال فرمائیں اور آنہ فنڈ کی جمع شدہ رقم ہر ماہ ساتھ ہی ساتھ بھجوایا کریں۔

احمد حسن اسسٹنٹ افسر تحصیل

امن یجیب المضطر کا صحیح مفہوم

اللہ تعالیٰ اپنی برگزیدہ بندوں کی مصائب میں نصرت فرماتا ہے

از حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض ءالٰہ مع اللہ قلیلا ما تذکرون۔

بھلا کون ہے جو مضطر کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور دُکھوں کو دُور کرتا ہے اور تمیں وہ ملک کے حاکم بنائے گا کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بہت ہی کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔

قرآن کی کوئی بات واقعات کے خلاف نہیں

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک عام قانون بیان فرمایا ہے کہ جو انسان دکھوں میں مجبور ہو جائے اللہ تعالےٰ اس کی دُعا کو قبول کرتا اور اس کے دُکھ اور مصیبت کو دور فرماتا ہے لیکن یہ عام مشاہدہ کی بات ہے کہ دُکھ اور تکلیفیں بعض وقت دُور نہیں بھی ہوتیں، ایک شخص افلاس میں مبتلا ہے اس کا افلاس دُور نہیں ہوتا ایک شخص ایک بیماری میں مبتلا ہے اور سالہا سال یہ دُکھ اُٹھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ مر جاتا ہے، ایک شخص دشمنوں میں گھرا ہوا ہے اور ان کے ہاتھ سے نہیں نکل سکتا۔ خواہ وہ حالت اضطرار میں کتنی بھی دعائیں کرے قرآن کریم میں کوئی بات نہیں جو خلاف واقعات ہو۔ فی الحقیقت اس آیت کریمہ کا مفہوم اس سے زیادہ گہرا ہے اور اس مفہوم کی طرف رہنمائی نہ صرف آیت کا سیاق و سباق کرتا ہے بلکہ آیت کے اپنے الفاظ بھی اسی مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

سورۂ نمل کا مضمون

یہ آیت سورہ نمل کی ہے اور سورہ نمل کا خاص مضمون حضرت سلیمان کی بادشاہت اور شان و شوکت کا ذکر ہے جس کے بعد دو نبیوں صالح اور لوط کا مختصر ذکر کر کے اور ان کے مخالفوں کی ہلاکت کا ذکر کر کے اس رکوع کو جس میں یہ آیت آئی ہے ان الفاظ سے شروع کیا قل الحمد للہ وسلٰم علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ سب تعریف اللہ کی ہے اور اس کے ان بندوں پر سلامتی جنہیں وہ اپنا نام دنیا میں پھیلانے کے لئے چن لیتا ہے یعنی جو لوگ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں وہ خدا کی حمد کو دنیا میں قائم کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں اور ان کے دشمن ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

اللہ تعالےٰ کی عظمت کا ذکر

اس کے بعد اللہ تعالےٰ کی عظمت کا ذکر شروع ہوتا ہے کہ وہ کتنی طاقت اور قدرت کا مالک ہے امن خلق السموات والارض وانزل لکم من السماء ماء فانبتنا بہ حدائق ذات بہجۃ، بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اس وسیع مخلوق کو جس کی کوئی انتہا نظر نہیں آتی کون بنانے والا ہے جو آسمان سے پانی اتارتا ہے یعنی مینہ برساتا ہے جس سے ہم خوشنما باغ اُگاتے ہیں امن جعل الارض قراراً وجعل خلٰلہا انہاراً وجعل لہا رواسی، بھلا کس نے زمین کو انسانوں کے آرام کی جگہ بنایا اور اس کے اندر دریا بہائے اور اس کے لئے پہاڑ بنائے یہ عظیم الشان خالق جس کی اتنی بڑی مخلوق ہے وہ صرف اس مخلوق کا پیدا کرنے والا ہی نہیں بلکہ وہ قوانین بھی اسی نے بنائے اور اسی نے نافذ کئے ہیں جن پر اس عالم کا دارومدار ہے۔ اس کی مخلوق بھی لا انتہا اور اس کے قوانین بھی لا انتہا ہیں جن سے یہ سارا نظام عالم چل رہا ہے۔

مضطر کی دعا کو قبول کرنیوالا

اس کے بعد فرمایا ہے امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض۔ یہاں مضمون کو گزشتہ سے حال اور مستقبل کی طرف منتقل کیا ہے۔ کون ہے جو دُکھوں میں مبتلا انسان کی دعا کو قبول کرتا ہے وہ اس کے دکھوں کو دُور فرما دے گا اور تمہیں زمین کا بادشاہ بھی بنا دیگا۔

پُر حیرت خدا عاجز انسان کی دُعا سنتا ہی

اس عظمت کا مالک خدا اور اس کی مخلوق میں یہ عاجز انسان جو قدرت کی عظیم الشان طاقت کے سامنے کامل بےبسی کا نمونہ ہے۔ یہ قدرت کی طاقتوں سے کچھ کام بھی لیتا ہے تو پھر خود ان کا شکار بھی ہو جاتا ہے۔ پھر یہ عاجز انسان اپنے دکھوں اور مصیبتوں میں گھر جاتا ہے کہ جن سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔ مضطر کا لفظ ضُر سے نکلا ہے جس کے معنی دکھ کے ہیں اور مضطر وہ انسان ہے جو اس قدر دُکھوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اس قدر مصائب اور مشکلات میں گھر جاتا ہے کہ ان سے نکلنے کا کوئی راستہ اسے نظر نہیں آتا اس عظمت کے مالک خدا کا اس مصیبتوں اور دُکھوں کے مارے عاجز انسان سے کس قدر گہرا تعلق ہے کس قدر اس کی طاقت اور قدرت کا اظہار اس کے اندر ہوتا ہے کہ وہ اس کی تڑپ کو قبول کرتا ہے اور وہ کچھ مانگتا ہے تو اسے تسلی دیتا ہے کہ میں تیرے دُکھوں اور تکلیفوں کو دُور کر دوں گا، اور جہاں کوئی دنیا کا ظاہری سامان نظر نہیں آتا وہاں وہ اپنی قدرت خاص سے ایک عاجز چاروں طرف سے دشمنوں اور دُکھوں اور مصیبتوں میں گھرے ہوئے انسان کی دستگیری کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے اس کی سب مخالفتوں کو برباد کر دیتا ہے پھر یہی نہیں کہ وہ اس ضعیف انسان کے دُکھوں کو دُور کر دے گا بلکہ وہ تمہیں زمین میں حاکم اور بادشاہ بھی بنا دے گا اور دنیا کا ہادی اور رہنما بھی بنا دے گا۔ تم خدا کی زمین پر خدا کے خلیفے بن جاؤ گے اس کی قدرتوں اور طاقتوں کے مظہر بن جاؤ گے۔

برگزیدہ بندوں کے مصائب اور الٰہی نصرت

ان الفاظ پر غور کرو اور اس سے پہلے جو تمہید کے طور پر بیان ہوا ہے اس پر بھی غور کرو، رکوع کو شروع یہاں سے کیا تھا قل الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خدا کے لئے حمد ہو اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلامتی ہو یکشف السوء میں اسی سلامتی کی طرف اشارہ ہے۔ تو یہاں اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ بندوں کا ذکر ہے جو خدا کے نام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، ساری دنیا ان کی مخالف ہو جاتی ہے، کوئی سامان کامیابی کا نظر نہیں آتا بےبس ہو کر خدا کے دروازے پر گر جاتے ہیں۔ کوئی عرض کرتا ہے رب انی مغلوب فانتصر اے میرے رب دشمن میرے اوپر غالب آ گئے تو ان کے غلبہ کو دُور فرما کوئی فریاد کرتا ہے انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین میں دکھوں میں مبتلا ہوں اور تو بڑا رحم کرنیوالا ہے ایسے ارحم الراحمین کا بندہ دکھوں میں کیسے مبتلا رہ سکتا ہے، کوئی اندھیروں میں گھرا ہوا یہ اعتراف کرتا ہے لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظٰلمین تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو میرا معبود ہے، میں دُکھوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہوں مگر تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے میرے اپنے عمل ہی ان ظلمتوں کو لانے والے ہیں اور خود محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے ساتھیوں کے غموں اور پریشانیوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا حتیٰ یقول الرسول والذین اٰمنوا معہ متیٰ نصر اللہ اور جواب میں فرمایا الا ان نصر اللہ قریب یعنی جب خدا کے ان برگزیدہ بندوں کی حالت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ مصیبتوں میں چلا اُٹھتے ہیں کہ اللہ کی مدد کب آئے گی تو خدا کی مدد قریب پہنچ گئی ہوتی ہے۔ جو کام ظاہری اسباب سے نہیں ہو سکتا وہ خدا اپنی طاقت سے کر کے دکھاتا ہے تب کسی کے لئے آسمان سے پانی برستا ہے اور وہ مخالفت کو غرق کر دیتا ہے تو کسی کے لئے ہوا چل پڑتی ہے اور مخالفت کو جڑ سے اُکھیڑ پھینکتی ہے اور کسی کے لئے آسمان سے آگ برسنا شروع ہو جاتی ہے اور مخالفت کو بھسم کر دیتی ہے اور کسی کے لئے زمین ہل کر زلزلہ آ کر مخالفت کی بستیاں اور مخالفت کے قلعے ویران ہو جاتے ہیں تو کسی کے لئے یوں زلزلہ آ جاتا ہے کہ انسان خدا سے غافل اور دور افتادہ انسان اپنے ہاتھوں سے ایک دوسرے کو ہلاک اور اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی بستیوں کو خود ویران کر دیتے ہیں چیز ایک ہی ہے اللہ تعالیٰ اپنی عظیم الشان طاقت ایک بےبس دکھوں میں مبتلا مخالفت میں گھرے ہوئے انسان کے لئے ظاہر فرماتا ہے جیسا کہ خود دوسری جگہ مخالفوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے قل ھو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذاباً من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعاً ویذیق بعضکم بأس بعض اس کا عذاب تینوں طرح پر آ جاتا ہے کبھی اوپر سے نازل ہوتا ہے کبھی تمہارے پیروں کے نیچے سے آ جاتا ہے، کبھی وہ تم کو گروہ گروہ بنا کر قومیں قومیں بنا کر ابتری میں ڈال دیتا ہے اور تمہیں ایک دوسرے کی جنگ کا مزہ چکھا دیتا ہے جیسا کہ اس وقت بھی یہ عذاب دنیا پر مسلط ہے۔

المضطر سے مراد

تو یہاں المضطر سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کو ہی یہ بشارت دی یکشف السوء اور آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو بشارت دی گئی یجعلکم خلفاء الارض پھر فرمایا ءالٰہ مع اللہ جب یہ عظیم الشان واقعات رونما ہوں گے تو عرب کی زمین سے یہ آواز اُٹھے گی کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے یہی وہ واقعات تھے جن کی وجہ سے عرب ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلمان ہو گیا کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں

مکتوبِ امریکہ

مجی و مشفق جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح
لاہور پاکستان -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امریکہ کے لوگ بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں اور سب سے بڑی خوبی ان کی یہ ہے کہ محنت کیسی بھی ہو اس سے ان کو عار نہیں بلکہ محنت کرنے والوں کی یہاں قدر ہے اور کوئی مزدوری یہاں ذلیل نہیں سمجھی جاتی، میں بہت سے ایسے پروفیسر ڈاکٹروں اور تاجروں سے واقف ہوں جنہوں نے اپنی طالب علمی کے زمانہ میں بازاروں میں کھڑے ہو کر اور گھروں میں جا کر اخبار بیچے یا ریسٹورانٹ میں برتن صاف کئے یا اور ایسے کام کئے جنہیں بدقسمتی سے ہمارے ملک میں معمولی حیثیت کے لوگ بھی کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے اور جو کام ان معزز آدمیوں نے کئے اب وہی ان کے نیچے کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو جو حکومت، دولت اور علم سے سرفراز کیا ہے تو اس کی وجہ بظاہر یہی ہے کہ یہ قوم محنت کی عادی ہے اور ان کے ہاں معزز وہ ہے جو اپنی قوتوں کو اپنی قوم کی برتری کے لئے صرف کرتے۔ ہمارے سجادہ نشینوں، مذہبی اور سیاسی لیڈروں کے لئے اس میں مقام عبرت ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنے کا جنہیں دعوےٰ ہے اور اصرار ہے کہ دوسرے بھی اس سنت کی ان ہی کی طرح پیروی کریں وہ کیوں اس سنت کو رفع یدین، آمین بالجہر اور اسی قسم کی دوسری باتوں تک محدود کر دیتے ہیں، کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوتی اگر پھٹ جاتی تھی تو اسے خود ہاتھ سے گانٹھ لیتے تھے۔ میلے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھو لیتے تھے، غریب اور نادار اور ضعیف عورتوں کا سودا سلف بھی بازار سے خرید لاتے تھے، مسجد کی تعمیر میں اور خندق کے کھودنے میں معمولی مزدوروں کی طرح کام کیا اپنے تو اپنے بلکہ پرائے اور دشمن کی گندگی بھی صاف کرنے سے دریغ نہ کیا، اب اگر کفر اسلام پر خندہ زن نہ ہو تو کیوں وہ سنت جس کی پیروی سے آدمی کا رتبہ بلند ہوتا ہے ہمارے معزز رہنماؤں کے نزدیک قابل اعتنا نہ رہی اور ان باتوں پر تو تو میں میں ہونے لگی اور مرنے مارنے پر نوبت پہنچ گئی جن کے متعلق مسلمانوں کا کبھی اتفاق نہ ہو سکا کہ وہ سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بھی یا نہیں، اسلام سیکھنے کے لئے کیا ہمیں اب کافروں کے ہاں جانا پڑے گا!

امریکہ کے دامن پر ایک بدنما داغ بھی ہے وہ گوروں کا اپنے ہی ہم وطن حبشیوں سے انسانیت سوز سلوک ہے، الحمد للہ ہماری کوشش یہی رہی ہے کہ گوروں اور حبشیوں میں محبت کے جذبات پیدا ہوں اور ان کی ایک دوسرے سے نفرت دور ہو، اگرچہ ہماری کوششوں کا دائرہ بہت محدود ہے مگر جہاں تک بھی ان کی وسعت ہے ہم نے بہت ہی مفید کام کیا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ ہم سینکڑوں آدمیوں کے دلوں سے نفرت دور کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں بلکہ ہماری کامیابی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ گورے اور کالے رشتۂ مناکحت قائم کرنے پر بھی تیار ہو گئے ہیں، مسٹر ولیم بگنباتھم حبشی نژاد ہیں اور ۲۵ مئی ۱۹۵۲ء میں مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے کچھ عرصہ بعد مس ایوان برنارڈ داخل اسلام میں داخل ہوگئیں۔ ہمارے ہفتہ واری جلسوں میں دونوں بڑی باقاعدگی سے شریک ہوتے تھے اور ہماری دوسری سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے رہتے تھے مس برنارڈ فرانسیسی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں مگر قبولیت اسلام اور ہماری مجلسوں میں شرکت کے بعد وہ اس بات پر تیار ہوگئیں کہ مسٹر بگنباتھم سے ان کا رشتۂ مناکحت قائم کر دیا جائے ولیم بگنباتھم کی والدہ بھی مشرف باسلام ہو چکی ہیں اس لئے ان کے لئے یہ کوئی بڑی بات نہ تھی کہ وہ اس رشتہ پر خوشی کا اظہار کریں۔ مس برنارڈ کی والدہ البتہ راضی ہونے میں تامل کرتی تھیں، انہیں بگنباتھم کے خلاف کوئی شکایت نہ تھی۔ اقتصادی طور پر فارغ البال ہیں، ان کا اپنا ذاتی مکان ہے، ایک کار کے بھی مالک ہیں اور ان کی ماہوار آمدنی بھی تین سو ڈالر ہے اور سب سے بڑھ کر یہ بات کہ نیک شریف الطبع آدمی ہیں مگر مس برنارڈ کی والدہ کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ ان کی لڑکی کی شادی ایک کالے آدمی سے ہو جائے۔ آخر کچھ مس برنارڈ کی ثابت قدمی اور کچھ عارفہ صاحبہ کی ترغیب اور دلائل سے یہ کفر بھی ٹوٹا اور ان کی والدہ نے بھی ہاں کر دی چنانچہ ۲۴ر اکتوبر کی شب کو خطبہ نکاح پڑھ دیا گیا۔ ان کے اسلامی نام مجاہد اور مجاہدہ ہیں اللہ کرے کہ یہ رشتہ میاں بیوی اور ہم سب کے لئے بھی برکات کا موجب ہو۔

ہمارے دو پمفلٹ "اسلام۔ دی ریلیجن آف ہیومینیٹی" اور "دی پرافٹ آف اسلام" ختم ہو چکے تھے اور ضرورت تھی کہ دوبارہ ان کو شائع کیا جائے چھ ہزار کتابوں کی لاگت ساڑھے چھ سو ڈالر آتی ہے، چار سو ڈالر ہمارے پاس موجود تھے اور دو سو پچاس ڈالر کی ابھی کمی تھی مگر ہم نے اللہ کے بھروسے پر گرین لی کمپنی آف شکاگو کو ان کتابوں کے چھاپنے کا آرڈر دے دیا اور تاکید کی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہ کتابیں ہمیں پہنچ جائیں، آج ۱۱ر نومبر ہے اور اس مہینہ کی ۱۸ر کو ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہے۔ صرف سات دن باقی ہیں امید ہے کہ اس وقت تک یہ کتابیں ہمیں مل جائیں گی انشاء اللہ دو سو پچاس ڈالر کا بھی انتظام ہو جائے گا۔

۲۵ر اکتوبر کو کمیٹی فار فری ایشیا کے ڈپٹی ڈائرکٹر آف آپریشن کی ہماری آتوار کی میٹنگ میں تقریر ہوئی یہ کمیٹی ایشیا کے مختلف حصوں میں کام کر رہی ہے اور امریکہ اور ان ممالک کے تعلقات کو خوشگوار بنانا اس کا مقصد ہے پاکستان میں بھی اس کا ایک نمایندہ موجود ہے۔

۲۹ر اکتوبر کو سان فرانسسکو سٹیٹ کالج کی دعوت پر عارفہ صاحبہ نے ایک لیکچر دیا اس کا موضوع تھا "پاکستان کی عورتیں"۔ بیگم سید اطاعت حسین، قونصل جنرل پاکستان سے انہوں نے پاکستانی زیورات اور لباس مستعار لئے اور ان کی بھی وہاں نمائش کی۔

یکم نومبر کو ہمارے نومسلم بھائی بشیر احمد پانی آگوا نے "عربی ثقافت موجودہ ترقی کا پیش خیمہ تھی" پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

۳ر نومبر کو ایک مسلمان فتح محمدؐ کے جنازہ میں شریک ہونے کے لئے مجھے سیکرامنٹو جانا پڑا اسی شب کو جنرل محمد ایوب خاں سان فرانسسکو تشریف لا رہے تھے اور سات بجے ہمیں ان سے ملنا تھا۔ ہم آدھ گھنٹہ دیر سے پہنچے مگر ہماری اُن سے ملاقات ہوگئی دوسرے دن پھر پاکستانی اُن سے ملے اور مختلف قسم کے سوالات اُن سے کرتے رہے۔

۹ر نومبر کو ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی وزیر تعلیم پاکستان کے اعزاز میں چراغ محمد صاحب وائس پریزیڈنٹ نے ایک پُر تکلف ضیافت کا انتظام کیا، میں بھی شریک ہوا۔

۱۰ر نومبر کو ایک کیتھولک خاتون ملنے آئیں۔ دو گھنٹہ تک ان سے باتیں ہوتی رہیں اپنا کچھ لٹریچر بھی انہیں دیا گیا اور ہفتہ وار لیکچروں میں شامل ہونے کی ترغیب دی گئی اور انہوں نے دلچسپی کا اظہار کیا اور شریک ہوتے رہنے کا وعدہ کیا۔

خاکسار بشیر احمد منٹو -

بقیہ خطبہ حضرت امیر مرحوم از صفحہ ۵

کرنے کا اس کا وعدہ نہیں چاہے تو دو بھی کر دیتا ہے اور نہ چاہے تو نہیں بھی کرتا۔

بلند مرتبہ انسانیت

ہاں دین کے لئے جو تکلیف تمہارے رستہ میں آئے اسے وہ ضرور دور کر دیتا ہے، دنیا کے متعلق دوسری جگہ بھی فرماتا ہے من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیہا ما نشاء لمن نرید جو شخص اس دنیا کا نفع چاہتا ہے وہ بھی اسے دے دیتے ہیں مگر جس قدر چاہیں اور جس کو چاہیں دیں اور جو نہ چاہیں یا جس کے لئے نہ چاہیں نہ دیں، من اراد الاخرۃ وسعیٰ لہا سعیہا فاولٰئک کان سعیہم مشکوراً یہاں وہ حد و بندیں نہیں لگائیں بلکہ فرمایا دین کے لئے جو کوئی بھی کوشش کرے گا بشرطیکہ کوشش کا حق ادا کرے تو اس کی کوشش کی ضرور قدر ہوگی پس جو شخص مستجاب الدعوات بننا چاہے وہ اپنی اکثر دعاؤں کو خدا کے دین کے لئے کرے تو اس کی دنیا کی دعائیں بھی سنی جائیں گی، بغیر دعا کرنے کے بھی اللہ تعالیٰ اس کی حاجتوں کو پورا کر دے گا۔ دین کے لئے اضطرار کا پیدا کرنا یہ بلند مرتبۂ انسانیت ہے، دنیا کے لئے اضطرار تو نیک بد دونوں میں پیدا ہو سکتا ہے، جو چیز دنیاداروں اور بدکاروں سے آپ کو متمیز کر دے اس کو لینے کی کوشش کرو اور وہ دین کا غم اور دین کی پھیلانے کی دنیا کو گمراہی اور فسق و فجور سے نکالنے کی تڑپ ہے۔ یہی ہماری جماعت کی رُوح ہے جس کے اندر یہ رُوح نہیں وہ احمدیت کے رنگ میں رنگین نہیں ہوا یہ وہ چیز ہے جو ایک اَن پڑھ بھی حاصل کر سکتا ہے اور پڑھا ہوا بھی غریب بھی حاصل کر سکتا ہے اور امیر بھی۔

مضمون نگار حضرات جماعت احمدیہ سے - مضمون نگاروں کی خدمت

میں کئی دفعہ گذارش کی گئی ہے کہ وہ اپنے قومی اخبار "پیغام صلح" کے لئے موجودہ مسائل پر مضامین بھجوائیں لیکن ابھی تک ہماری یہ گذارش صدا بصحرا ہے۔ اب پھر یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ ہمارے دوست ادھر توجہ کریں ـــــ جماعتیں اور قومیں افکار تازہ سے زندہ رہتی ہیں، ذہنی جمود سے ان کے قوٰی مضمحل ہو جاتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے سوچنے والے دوستوں پر یہ حقیقت واضح ہے اس لئے امید ہے وہ ہماری گذارش پر فوری توجہ مبذول فرمائیں گے۔

اَلْاِنْسَانُ الْکَامِل

ولقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حَسَنَۃ

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

(۴)

نبوت

وحی متلو سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کشوف و رؤیا کے ذریعہ اسرار ربانی منکشف ہوتے رہے۔ ایک روز جبکہ آپ غار حرا میں حسب معمول ذکر و فکر میں مشغول تھے فرشتۂ غیب نظر آیا جو آپ سے کہہ رہا تھا اقرأ باسم ربك الذی خلق ٥ خلق الانسان من علق ٥ اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم۔

آپ گھر تشریف لائے تو جلال الٰہی سے لبریز تھے (بخاری)

حضورؐ نے یہ واقعہ حضرت خدیجہ رضؓ سے بیان کیا تو وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں ورقہ نے جب یہ واقعہ سنا تو وہ چونکہ توریت انجیل اور "حال" انبیاء بنی اسرائیل سے واقف تھے کہا کہ یہ وہی ناموس ہے جو موسےٰ پر اُترا تھا۔

روایت میں ہے کہ حضور کو اس واقعہ سے ڈر پیدا ہوا۔ لامحالہ یہ امر واقعہ ہے مگر یہ ڈر اور تردد یہ اضطراب اور ہیبت محض جلال الٰہی کا تاثر اور نبوت کے بار گراں کا تخیل تھا، آپ کی چشم حقیقت بیں نے کیا کیا دیکھا۔ فرشتہ نے کیا کچھ کہا؟ کیا کیا اسرار آپ پر کھلے؟ یہ ایسی دقیق اور نازک باتیں ہیں جو خود صاحب حال ہی محسوس کر سکتا ہے انہیں بیان کرنے کے لئے الفاظ متحمل نہیں ہو سکتے۔

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ چند روز سلسلۂ وحی بند رہا تو حضور علیہ التحیۃ والسلام کو پریشانی لاحق ہوگئی تو اللہ تعالےٰ نے آپ کی تسلی کے لئے سورۃ والضحیٰ نازل فرمائی والضحیٰ ٥ والیل اذا سجیٰ ٥ ما ودعك ربك وما قلیٰ ٥ وللآخرۃ خیر لك من الاولیٰ ٥ ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ ٥ الم یجدك یتیما فاویٰ ٥ ووجدك ضالا فھدیٰ ٥ ووجدك عائلا فاغنیٰ ٥ فاما الیتیم فلا تقھر ٥ واما السائل فلا تنھر ٥ واما

بنعمۃ ربك فحدث ٥

(دیکھے) قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہوجائے اور رات کی جب وہ قائم ہوجائے کہ نہ تیرے رب نے تجھے ترک کیا ہے اور نہ تجھ سے ناراض ہوا ہے اور (دیکھے گا کہ) تیری ہر پیچھے آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہوگی اور تیرا رب یقیناً تجھے وہ کچھ عطا کرے گا جس سے تو خوش ہوجائے گا۔ کیا اس نے تجھے یتیم پاکر (اپنے زیر سایہ) جگہ نہیں دی اور جب اس نے تجھے (اصلاح خلق کی فکر میں) سرگرداں پایا تو صحیح راستہ بتا دیا۔ اور تجھے کثیر العیال پایا تو غنی کر دیا۔ پس یتیم کو نہ دبا اور نہ سوالی کو جھڑک اور تو اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرتا رہ۔ (ابن ہشام)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی وحی پانے کے بعد کبھی ایک منٹ کے لئے بھی وہم نہیں گذرا کہ آیا یہ کلام خدا ہے یا کچھ اور ہے۔

یہ روایت کہ ورقہ کی تصدیق پر آپ کو یقین آیا کہ یہ وحی خدا تعالےٰ کی طرف سے تھی جیسا کہ ایک مشہور محدث کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:۔

فلما سمع کلامه ایقن بالحق واعترف به یعنی آپ نے جب ورقہ کا کلام سنا تو آپ کو حق کا یقین آگیا اور آپ نے اس کا اعتراف کیا۔

اور پھر بار بار وحی کے رُکنے اور حضورؐ کے اضطراب کا ذکر کیا ہے۔ دراصل یہ سند منقطع ہے کیونکہ زہری پر جاکر اس روایت کا سلسلہ رُک جاتا ہے کسی پیغمبر کو بھی ابتدائے وحی میں کبھی شک نہیں ہوا حضرت موسےٰ نے جونہی درخت سے انی انا اللہ کی آواز سنی تو فوراً بلاشک وشبہ تسلیم کر لیا کہ یہ آواز اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش آنے والے واقعات حضرت موسےٰ و عیسےٰ کے واقعات کی طرح نہیں تھے جناب مسیح نے صرف دعوت و تبلیغ پر اکتفا فرمایا اور جناب موسےٰ کو اپنی قوم کو مصر سے لیکر نکل جانا تھا لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اسلام کی ضیا پاشیوں سے نہ صرف عرب بلکہ دنیا کو منور کرنا تھا۔ پھر یہ راستہ کتنا دشوار گذار اور پُرخطر تھا اس کا اندازہ اُن مصائب اور مشکلات سے ہو سکتا ہے جو آپ کو اور آپ کے متبعین کو جھیلنی پڑیں۔

صلائے عام

تین برس رازداری کے ساتھ تبلیغ کرنے کے بعد صاف حکم آیا (حجر)

فاصدع بما تؤمر (اور تجھے جو حکم دیا گیا) سے کھول کر بیان کر دے۔

اور نیز یہ حکم آیا:۔

وانذر عشیرتك الاقربین (شعراء)

یعنی اپنے نزدیکی خاندان والوں کو اللہ تعالےٰ کے حکم سے ڈرا

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
مسِ خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں ان کی کایا
گیا ایک دن حسب فرمانِ داور
سوئے دشت اور چڑھ کے کوہِ صفا پر
یہ فرمایا سب سے کہ اے آل غالب
سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب
کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا
کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہا گر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا
تو باور کروگے اگر میں کہوں گا
کہ فوج گراں پشت کوہِ صفا پر
پڑی ہے کہ لوٹے تمہیں گھات پاکر
کہا تیری ہر بات کا یاں یقین ہے
تو بچپن سے صادق ہے اور امین ہے
کہا گر مری بات یہ دل نشین ہے
تو سن لو خلاف اس میں اصلا نہیں ہے
کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرمان اطاعت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
(مسدس حالیؔ)

یہ پیغام سُنکر سب لوگ جن میں ابولہب آپ کا چچا بھی تھا سخت برہم ہوکر چلے گئے۔ (بخاری)

مکّہ والوں کی سخت مخالفت

جب حضرت ابوطالب کی خدمت میں رؤسائے قریش کا وفد دو ٹوک فیصلہ لینے کے لئے حاضر ہوا اور انہیں سخت تنبیہہ کر گیا تو انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ حضور نے جب محسوس کیا کہ حضرت ابوطالب کے پائے ثبات میں لغزش آگئی ہے تو حضورؐ نے آبدیدہ ہوکر فرمایا:۔

"اللہ تعالےٰ کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لاکر دیں تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہ آؤں گا اللہ تعالےٰ یا اس کام کو جو میرے سپرد کیا گیا ہے پورا کریگا یا میں خود اس پر نثار ہوجاؤنگا"

ان پُرجلال اور پُرتاثیر الفاظ نے حضرت ابوطالب کو بہت متاثر کیا اور حضورؐ سے کہا جا تیرا کوئی شخص کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ (ابن ہشام)

مسٹر کارلائل اس موقعہ پر لکھتے ہیں:۔

"بلاشبہ آپ (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) خاموش نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ جس امر حق کا آپ اعلان فرماتے تھے اس میں وہی فطری قوت موجود تھی جو سورج چاند یا قدرت کے اور مصنوعات میں ہے اور خدائے قادر مطلق کی مرضی کے بغیر سورج اور چاند اور تمام قریش بلکہ تمام انسان اور دیگر موجودات عالم آپ کو خاموش نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ اس (پیغام حق کے پہنچانے کے) سوا آپ کو چارہ ہی نہیں تھا"

باقی —— باقی

(۱) در جہاں از معصیت بود طوفان عظیم
بود خلق از شرک و عصیاں کور و کر در ہر دیار
(۲) ہمچو وقت نوح دنیا بود پُر از ہر فساد
ہیچ دل خالی نبود از ظلمت و گرد و غبار
(۳) بر شیاطیں را تسلط بود بر ہر روح و نفس
پس تجلی کرد بر روح محمد کردگار
(مسیح موعودؑ)

(۱) دنیا میں بداعمالیوں کا طوفان بپا تھا اور ہر ملک میں لوگ شرک اور گناہوں کے مارے اندھے ہو رہے تھے۔

(۲) تمام دنیا نوح کے زمانہ کی طرح ہر قسم کے فسادوں سے بھرگئی تھی کوئی دل بھی ظلمت اور گرد و غبار سے خالی نہ تھا۔

(۳) ہر روح اور ہر نفس پر شیاطین قابض تھے کہ یکایک اللہ تعالےٰ نے محمد کی روح پر تجلی فرمائی۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔ (مینیجر)

جماعت قادیان کی طرف سے تحقیقاتی کمیشن کے سوالوں کا جواب

سوال نمبر ا جو مسلمان مرزا غلام احمد صاحب کو نبی بمعنی ملہم اور مامور من اللہ نہیں مانتے کیا وہ مومن اور مسلمان ہیں؟

جواب: "مسلم" اور "مومن" قرآن مجید کے محاورات کو دیکھتے ہوئے دو الگ الگ معنے رکھتے ہیں "مسلم" نام امت محمدیہ کے افراد کا ہے۔ اور "ایمان" دراصل اس روحانی اور قلبی کیفیت کا نام ہے جس کو کوئی دوسرا جان نہیں سکتا۔ خدا تعالےٰ ہی اس سے واقف ہوتا ہے۔

جہاں تک لفظ مسلم کا تعلق ہے قرآن کریم کی آیت "ھو سمٰکم المسلمین (سورہ حج رکوع ۱۰) کے مطابق امت محمدیہ کا ہر فرد مسلم کہلانے کا مستحق ہے۔ اس تعریف کی تائید اس حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے کہ "من صلی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ (بخاری بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الایمان ص۱۲ مطبع اصح المطابع) یعنے جو شخص بھی ہمارے قبلہ (یعنی کعبہ) کی طرف منہ کر کے مسلمانوں کی سی نماز پڑھے اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھائے۔ پس وہ مسلمان ہے جس کو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی حفاظت حاصل ہے۔

باقی رہا "مومن" سو کسی کو مومن قرار دینا درحقیقت صرف خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ عام اصطلاح میں "مسلم" اور "مومن" ایک معنی میں استعمال ہو جاتے ہیں۔ لیکن درحقیقت "مومن" خاص ہے "اور مسلم" عام۔ پس ہر مومن "مسلم" ضرور ہوگا۔ لیکن ہر "مسلم" کا "مومن" ہونا ضروری نہیں۔

مندرجہ بالا تشریح کے مطابق جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہے۔ اور آپ کی "امت" میں سے ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ وہ اپنے کسی عقیدہ یا عمل کی دانستہ یا نادانستہ غلطی کی وجہ سے اس نام سے محروم نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ اس تشریح کے مطابق اور قرآن کریم کی آیت "ھو سمٰکم المسلمین" کے تحت کسی شخص کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو نہ ماننے کی وجہ سے غیر مسلم نہیں کہا جا سکتا۔

ممکن ہے ہماری بعض سابقہ تحریرات سے غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اس کے متعلق ہم کہدینا چاہتے ہیں۔ کہ ہماری ان بعض سابقہ تحریرات میں جو اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں وہ ہماری مخصوص ہیں، عام محاورہ کو جو مسلمانوں میں رائج ہے استعمال نہیں کیا گیا۔ کیونکہ ہم نے اس مسئلہ پر یہ کتابیں غیر احمدیوں کو مخاطب کر کے شائع نہیں کیں۔ بلکہ ہماری یہ تحریرات جماعت کے ایک حصہ کو مخاطب کر کے لکھی گئی ہیں اس لئے ان تحریرات میں ان اصطلاحات کو مدنظر رکھنا ضروری نہیں تھا۔ جو دوسرے مسلمانوں میں رائج ہیں۔

ہمارے اس عقیدہ کی تائید کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو نہ ماننے والا مسلمان۔ "مسلمان" ہی کہلائے گا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے الہامات سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ ملاحظہ ہو آپ کا الہام

"مسلماں را مسلماں باز کردند"

(حقیقۃ الوحی ص۱۰۷ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

یعنی آپ کی بعثت کی غرض مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنانا ہے۔ ایک دوسرے الہام میں خدا تعالےٰ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو یہ دعا سکھائی ہے:-

"رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ"

(تحفہ بغداد ص۲۳ مطبوعہ ۱۳۱۱ھ)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی تمام کتابوں میں ان تمام مسلمانوں کو جو آپ کی جماعت میں داخل نہیں "مسلمان" کہہ کر ہی خطاب کیا ہے۔ کیونکہ وہ اسلام کی عمومی تعریف کے مطابق کلمہ طیبہ پر ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں[1] اسی طرح موجودہ امام جماعت احمدیہ بھی ان کو مسلمان کے لفظ سے خطاب کرتے ہیں۔

(مثلاً ملاحظہ ہو الفضل ۱۹ر مئی ۱۹۴۷ء و الفضل ۱۸ر ستمبر ۱۹۴۷ء وغیرہ)

"آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا ہے یاتی علی الناس زمانٌ لا یبقیٰ من الاسلام الا اسمہ (مشکوٰۃ کتاب العلم) یعنے لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا یہ حدیث اسی زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ چنانچہ جماعت اسلامی کے امیر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بھی موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو جو ان کی جماعت میں شامل نہیں ہیں صرف رسمی اور اسمی مسلمان قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کی دو قسمیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"دنیا میں جو مسلمان پائے گئے ہیں۔ یا آج پائے جاتے ہیں۔ ان سب کو دو حصوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ ایک قسم کے مسلمان وہ جو خدا اور رسول کا اقرار کر کے اسلام کو بحیثیت اپنے مذہب کے مان لیں۔ مگر اپنے اس مذہب کو اپنی کلی زندگی کا محض ایک جزو اور ایک شعبہ ہی بنا کر رکھیں۔ اس مخصوص جزو اور شعبے میں تو اسلام کے ساتھ عقیدت ہو....... لیکن فی الواقعہ ان کو اسلام سے کوئی علاقہ نہ ہو۔ دوسری قسم کے مسلمان وہ ہیں جو اپنی پوری شخصیت کو اور اپنے سارے وجود کو اسلام کے اندر پوری طرح دیدیں گے ان کی ساری حیثیتیں ان کے مسلمان ہونے کی حیثیت میں گم ہو جائیں.......... یہ دو قسم کے مسلمان حقیقت میں بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہیں چاہے قانونی حیثیت سے دونوں پر لفظ مسلمان کا اطلاق یکساں ہو" (رسالہ موسومہ روداد جماعت اسلامی حصہ سوم صفحہ ۷۹ تا ۸۰)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:-

"یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق و باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ ان کا اخلاقی نقطۂ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آ رہا ہے"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم بار ششم ص۱۰۵، ۱۰۶)

اسی طرح موجودہ دور کے مسلمانوں کے متعلق اہل حدیث کا خیال بھی ملاحظہ فرمایا جائے۔ نواب صدیق حسن صاحب بھوپالوی اپنی کتاب اقتراب الساعۃ کے ۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں:-

"اب اسلام کا صرف نام۔ قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں۔ لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں علماء اس امت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں انہی میں سے فتنے نکلتے ہیں۔ انہی کے اندر پھر کر جاتے ہیں"

(اقتراب الساعۃ ص۱۲)

پھر جناب علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے موجودہ مسلمانوں کے متعلق اپنا خیال ان اشعار میں بیان فرمایا ہے کہ:-

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

(بانگ درا ایڈیشن دوازدہم ص۲۲۶ جواب شکوہ)

پھر صرف نام کے طور پر اسلام کے باقی رہنے کے متعلق مولانا حالی کا یہ شعر بھی ملاحظہ فرمایا جاوے:-

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

(مسدس حالی مطبوعہ تاج کمپنی ص۲۶)

پھر سید عطاء اللہ صاحب بخاری کمیونزم اور اسلام کا مقابلہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے متعلق حسب ذیل بیان دیتے ہیں:-

"مقابلہ تو تب ہو کہ اسلام کہیں موجود بھی ہو! ہمارا اسلام؟ ہم نے اسلام کے نام پر جو کچھ اختیار کر رکھا ہے۔ وہ تو صریح کفر ہے۔ ہمارے دل دین کی محبت سے عاری۔ ہماری آنکھیں بصیرت سے ناآشنا اور کان کچی بات سننے سے گریزاں:-

بیدلی ہے تماشہ کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بیکسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

ہمارا اسلام؟:-

بتوں سے تم کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتاؤ تو سہی اور کافری کیا ہے

یہ اسلام جو ہم نے اختیار کر رکھا ہے کیا یہی اسلام ہے جو نبی نے سکھایا تھا؟ کیا ہماری رفتار۔ گفتار۔ کردار میں وہی دین ہے جو خدا نے نازل کیا ہے؟ .... یہ روزے یہ نمازیں جو ہم میں سے بعض پڑھتے ہیں ان کے پڑھنے میں ہم کتنا وقت صرف کر رہے ہیں؟ جو مصلے پر کھڑا ہے وہ قرآن سنانا نہیں جانتا اور جو سنتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ کیا سن رہے ہیں اور باقی ۲۴ گھنٹے ہم کیا کرتے ہیں؟ میں کہتا ہوں گورنری سے گداگری تک مجھے ایک

---

[1] ملاحظہ ہو رسالہ پیغام صلح مورخہ مئی ۱۹۰۸ء ص۱، ۱۷ و ۱۸ مطبوعہ ۱۹۳۶ء بار دوم۔

بات ہی بتلاؤ جو کہ قرآن اور اسلام کے مطابق ہوتی ہے ؟ - ہمارا تو سارا نظام کفر ہے - قرآن کے مقابلہ میں ہم نے ابلیس کے دامن میں پناہ لے رکھی ہے - قرآن صرف تعویذ کے لئے قسم کھانے کے لئے ہے ،،

(تقریر سید عطاء اللہ شاہ بخاری آزاد ۱۹ دسمبر ۱۹۴۹ء صفحہ ۲ کالم ۱)

مندرجہ بالا حوالجات سے کفر و اسلام کے مسئلہ کے متعلق جماعت احمدیہ کا مسلک اور اس کے مقابلہ پر موجودہ زمانے کے دوسرے مسلمان فرقوں کا طریق واضح اور عیاں ہے -

سوال نمبر ۲ :- کیا ایسے اشخاص کافر ہیں ؟

جواب نمبر ۲ :- " کافر " کے معنے عربی زبان میں نہ ماننے والے کے ہیں - پس جو شخص کسی چیز کو نہیں مانتا - اس کے لئے عربی زبان میں " کافر " کا لفظ ہی استعمال ہوگا - پس ایسے شخص کو جب تک وہ یہ کہتا ہے کہ میں فلاں چیز کو نہیں مانتا اس کو اس چیز کا کافر ہی سمجھا جائے گا - چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام آئمہ اہل بیت کا انکار کرنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں :-

من عرفنا کان مؤمنا - من انکرنا کان کافرا - من لم یعرفنا ولم ینکرنا کان ضالا -

(الصافی شرح الاصول الکافی باب فرض الطاعۃ الائمۃ کتاب الحجۃ جزو ۳ صفحہ ۱۶ مطبوعہ نولکشور)

یعنی جس نے ہم آئمہ اہل بیت کو شناخت کر لیا - وہ مومن ہے اور جس نے ہمارا انکار کیا وہ کافر ہے - اور جو ہمیں نہ مانتا اور نہ انکار کرتا ہے وہ ضال ہے -

اس ارشاد سے حضرت امام صاحب کی یہ مراد نہیں ہو سکتی ، کہ ایسا شخص امت محمدیہ سے خارج ہے بلکہ جیسا کہ ہم نے اوپر تشریح کی ہے یہی مراد ہو سکتی ہے کہ وہ آئمہ اہل بیت کے درجہ کا منکر ہے - ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مامور من اللہ کے انکار کے ہرگز یہ معنے نہیں ہوں گے کہ ایسے لوگ اللہ تعالے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہو کر امت محمدیہ سے خارج ہیں - یا یہ کہ وہ مسلمانوں کے معاشرہ سے خارج کر دیئے گئے ہیں -

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں

" اوّل :- ایک یہ کفر (ہے) کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا -

دوم :- دوسرے یہ کفر (ہے) کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارہ میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے ، اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے "

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے - کہ اس قسم کے فتوؤں میں بھی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ یا آپ کی جماعت کی طرف سے ابتدا نہیں ہوئی - بلکہ حقیقت یہ ہے - کہ غیر احمدی علماء نے اپنے فتوؤں میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو آپ کے ابتدائے دعوے (۹۱-۱۸۹۰ء) سے ہی نہ صرف " کافر " قرار دیا - بلکہ مرتد ، زندیق ، ملحد ، ابلیس ، دجال ، کذاب وغیرہ الفاظ بھی استعمال کئے - اور اس قسم کے اور بہت سے گندے ناموں سے آپ کو یاد کیا گیا - اس قسم کے فقرے لکھے گئے اور کتابیں چھاپی گئیں - اشتہارات اور پمفلٹوں کے ذریعہ سے ان فتوؤں کو پھیلایا گیا - اور ظاہر ہے کہ جو شخص کسی پر اس طرح پہلے حملہ کرتا ہے وہ پھر اس قسم کے جواب کا مستحق ہو جاتا ہے اور اس صورت میں اسے اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہیئے - دوسرے کو الزام دینے کا اسے کوئی حق نہیں - رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں -

ا - ایما رجل قال لاخیہ " کافر " فقد باء احدھما

(ترمذی کتاب الایمان صفحہ ۳۶)

ب - اذا اکفر احد کم اخاہ فقد باء بھا احدھما -

(صحیح مسلم بحوالہ کنوز الدقائق للمناوی مطبوعہ مصریہ حاشیہ جامع الصغیر جلد ۱ صفحہ ۱۴)

یعنی جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے تو ان میں سے ایک ضرور کافر ہوگا - اگر وہ شخص جسے کافر کہا گیا ہے کافر نہیں ہے - تو کہنے والا کافر ہوگا -

ج - ما اکفر رجل رجلا قط الا باء بھا احدھما

(ابن حبان فی صحیحہ جامع الصغیر مصنفہ حضرت امام سیوطی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۴۳)

یعنی دو (مسلمان) آدمیوں میں سے ایک آدمی اگر دوسرے کو کافر قرار دے تو لازمی ہے کہ ان میں سے ایک ضرور کافر ہو جائیگا -

غرضیکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف سے اس قسم کے فتوؤں میں کبھی ابتدا نہیں ہوئی - چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ :-

" پھر اسی جھوٹ کو تو دیکھو - کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں - کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گوؤں کو کافر ٹھہرایا - حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی - خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں ، اور نادان لوگ ان فتوؤں سے ایسے ہم سے متنفر ہو گئے - کہ ہم سے سیدھے منہ سے کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ ہو گیا - کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے - کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا ؟ اگر کوئی ایسا کاغذ یا کوئی اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوے کفر سے پہلے شائع ہوا ہے ، جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے تو وہ پیش کریں - ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہرائیں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگائیں - کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے - ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتوؤں کے ذریعہ سے کافر ٹھہرا چکے - اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہو گئے - کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اس پر پڑتا ہے - تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب انہی کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے "

(حقیقۃ الوحی مطبوعہ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲۰ - ۱۲۱)

پھر اس بات کے ثبوت میں کہ فتویٰ کفر کی ابتدا علماء کی طرف سے ہوئی نہ کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے ذیل کے چند فتوے بطور مثال درج ہیں :-

(ا) مولوی عبدالحق صاحب غزنوی (جو مولانا داؤد غزنوی صاحب کے عم بزرگوار تھے) نے لکھا ہے کہ :-

" اس میں شک نہیں - کہ مرزا قادیانی کافر ہے - چھپا مرتد ہے - گمراہ ہے - گمراہ کنندہ - ملحد ہے - دجال ہے - وسوسہ ڈالنے والا - وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جانے والا "

(فتویٰ علماء ہند و پنجاب اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ نمبر ۱۰ صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ ۱۸۹۰ء)

اس قسم کا فتویٰ پنجاب و ہند کے قریباً دو صد مولویوں سے لے کر شائع کیا گیا -

(ب) اس فتوے سے بھی کئی سال پہلے علمائے لدھیانہ نے ۱۸۸۴ء میں تکفیر کا فتوے صادر کیا تھا جس کا ذکر قاضی فضل احمد صاحب کورٹ انسپکٹر لدھیانہ نے اپنی کتاب کلمہ فضل رحمانی (مطبوعہ دہلی پنج پریس لاہور ۱۳۱۴ھ صفحہ ۱۴۸) میں کیا ہے -

باہمی تکفیر کے بارے میں علماء کے چند فتوے درج ذیل ہیں :-

" من انکر امامۃ ابی بکر الصدیق رضی فھو کافر وکذالک من انکر خلافۃ عمر رضی "

(فتاویٰ عالمگیریہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۳ مطبع مجیدی کانپور)

یعنی جو شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی کی امامت اور حضرت عمر رضی کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے -

اسی طرح جماعت اسلامی کے امیر مولانا ابو الاعلیٰ مودودی نے بے علم و بے عمل مسلمان کو جس کا علم و عمل کافر جیسا ہو - اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو - کافر ہی قرار دیا ہے اور اس کا حشر بھی کافروں والا بتایا ہے یعنی اس کو نجات سے محروم اور قابل مواخذہ قرار دیا ہے - چنانچہ فرماتے ہیں :-

" ہر شخص جو مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا ہے جس کا نام مسلمانوں کا سا ہے جو مسلمانوں کے سے کپڑے پہنتا ہے اور جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے حقیقت میں وہ مسلمان نہیں ہے بلکہ مسلمان درحقیقت وہ شخص ہے جو اسلام کو جانتا ہو - اور پھر جان بوجھ کر اسکو مانتا ہو ایک کافر اور ایک مسلمان میں اصل فرق نام کا نہیں کہ وہ رام پرشاد ہے اور یہ عبداللہ ہے اس لئے وہ کافر ہے اور یہ مسلمان "

(خطبات مودودی صفحہ ۵)

اسی طرح دوسرے مسلمان فرقوں کے علماء ایک دوسرے کو کافر اور جہنمی کہتے ہیں - شیعہ

— اثنا عشریہ کے متعلق علماء اہل سنت والجماعت اور علماء دیوبند متفقہ طور پر مندرجہ ذیل فتوے صادر کرتے ہیں:۔

"شیعہ اثنا عشریہ قطعاً خارج از اسلام ہیں۔ شیعوں کے ساتھ مناکحت قطعاً ناجائز اور ان کا ذبیحہ حرام۔ ان کا چندہ مسجد میں دینا ناروا ہے۔ ان کا جنازہ پڑھنا یا ان کو اپنے جنازہ میں شریک کرنا جائز نہیں۔"

(فتویٰ شائع کردہ مولوی عبدالشکور صاحب مدیر النجم لکھنؤ)

نوٹ:۔ اس فتوے میں دیگر علماء کے علاوہ علماء دیوبند کی تصدیق بھی شامل ہے۔ جس کی شہادت مولانا محمد شفیع صاحب سابق مفتی دیوبند سے لی جاسکتی ہے۔

مندرجہ بالا فتوے کی عبارت سے خالص مذہبی اختلافات ہی ظاہر نہیں ہوتے بلکہ شیعہ فرقہ کے خلاف شدید غیظ و غضب کا اظہار پایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اہل سنت والجماعت کے مسلم گذشتہ بزرگان و اولیاء نے بھی حضرات تشیع کے بارے میں فتوے کفر دیا ہے ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل:۔

(ا) حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوے کفر برخلاف اصحاب شیعہ اثنا عشریہ (مکتوبات امام ربانی جلد ا صفحہ ۱۰۷- مکتوب پنجاہ و چہارم)

(ب) حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوے (غنیۃ الطالبین مع زبدۃ السالکین ص۱۵۷ و تحفہ دستگیریہ اردو ترجمہ غنیۃ الطالبین شائع کردہ ملک سراج دین اینڈ سنز لاہور چہارم مطبوعہ پنجاب پریس صفحہ ۱۲۰-۱۲۱- باب بعنوان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کی فضیلت اور بزرگی)

اسی طرح اہل سنت والجماعت کے بریلوی فرقہ کے علماء مندرجہ ذیل فتویٰ علمائے دیوبند کے خلاف صادر کرچکے ہیں۔

(ا) حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور علمائے حرمین شریفین کے دستخطوں سے یہ فتوے شائع ہوا ہے۔

"وبالجملۃ ھؤلاء الطوائف کلھم کفار مرتدون خارجون عن الاسلام باجماع المسلمین"

(حسام الحرمین علی منحر الکفر ...... مع سلیس ترجمہ اردو مسمّی بنام تاریخی مبین احکام و تصدیقات اعلام ۱۳۲۵ھ مطبع اہل سنت والجماعۃ بریلی ۱۳۲۶ھ بار اول ص۹۴ مصنفہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی)

یعنی یہ سب گروہ (یعنی گنگوہیہ۔ تھانویہ۔ نانوتویہ۔ دیوبندیہ وغیرہ) مسلمانوں کے اجماع کی رُو سے کفار۔ مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور اس کتاب کے ٹائٹل پیج پر لکھا ہے۔

"جس (رسالہ ہذا) میں مسلمانوں کو آفتاب کی طرح روشن کر دکھایا کہ طائفہ قادیانیہ۔ گنگوہیہ تھانویہ۔ نانوتویہ۔ دیوبندیہ و اشباہہم نے خدا اور رسول کی شان کو کیا کچھ گھٹایا۔ علمائے حرمین شریفین نے باجماع امت ان سب کو زندیق و مرتد فرمایا ان کو مولوی درکنار مسلمان جاننے یا ان کے پاس بیٹھنے ان سے بات کرنے زہر حرام و تباہ کن اسلام بتلایا"

(ب) پھر اسی کتاب میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دیوبند۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی۔ مولوی محمود الحسن صاحب و دیگر دیوبندی خیال کے علماء کی نسبت یہ فتوے درج ہے کہ:۔

"یہ قطعی مرتد اور کافر ہیں۔ اور ان کا ارتداد کفر اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد و کفر میں شک کرے۔ وہ بھی انہی جیسا مرتد و کافر ہے .... ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا۔ اپنے پیچھے بھی انہیں نماز نہ پڑھنے دیں .... جو ان کو کافر نہ کہے گا وہ خود کافر ہو جائیگا اور اس کی عورت اس کے عقد سے باہر ہو جائے گی اور جو اولاد ہوگی حرامی ہوگی۔ از روئے شریعت ترکہ نہ پائے گی۔"

یہ عرض کرنا ضروری ہے۔ کہ یہ فتوے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب آف بریلی کا شائع کردہ ہے۔ جو فرقہ حنفیہ بریلویہ کے بانی اور مولانا ابو الحسنات صاحب صدر جمعیۃ العلمائے پاکستان صدر مجلس عمل نیز ان کے والد مولوی دیدار علی صاحب کے پیر و مرشد تھے۔ اس فتوے کے بارے میں مولانا ابو الحسنات صاحب سے دریافت کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی پوچھا جاسکتا ہے کہ ان کے پیر و مرشد کے اس فتوے کے بعد کہ دیوبندی بالاجماع کافر ہیں انہیں کیا شبہ ہے؟ آیا یہ کہ ان کے پیر نے غلطی کی تھی یا کہ اجماع کوئی دلیل نہیں ہوتا؟

(ج) "وہابیہ دیوبندیہ اپنی عبارتوں میں تمام اولیاء انبیاء حتیٰ کہ حضرت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی اور خاص ذات باری تعالےٰ کی اہانت و ہتک کرنے کی وجہ سے قطعاً مرتد و کافر ہیں۔ اور ان کا ارتداد و کفر سخت سخت اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد و کفر میں شک کرے وہ بھی انہی جیسا مرتد و کافر ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان سے بالکل ہی محترز و مجتنب رہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا۔ اپنے پیچھے بھی ان کو نماز نہ پڑھنے دیں اور نہ ہی اپنی مسجدوں میں گھسنے دیں نہ ان کا ذبیحہ کھائیں اور نہ ہی ان کی شادی غمی میں شریک ہوں۔ نہ اپنے ہاں ان کو آنے دیں۔ یہ بیمار ہوں تو عیادت کو نہ جائیں مریں تو گاڑنے توپنے میں شرکت نہ کریں مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دیں"

(ملاحظہ ہو تین سو علماء اہل سنت الجماعۃ کا متفقہ فتوے مطبوعہ حسن برقی پریس اشتیاق منزل ۶۳ میو روڈ لکھنؤ)

اسی پر بس نہیں کی بلکہ علماء کرام مفتیان اہل سنت والجماعت نے اہلحدیث مسلمانوں کے متعلق بھی اس قسم کا فتوے دیا ہے کہ:۔

"بدعت کفریہ والے شقی ان کے کفر پر آگاہی لازم ہے۔ اسلام کے نام کو بدنام بناتے ہیں۔ باجماع امت اسلام کے خارج ہیں۔ جو ان کے اقوال کا معتقد ہوگا کافر و گمراہ ہوگا۔ کچھ شک نہیں کہ یہ خارجی ہیں۔ اور ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں .... ان کے پیچھے نماز پڑھنا ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا۔ اور تمام معاملات میں ان کا حکم بعینہ وہی ہے جو مرتد کا"

(فتوے علمائے کرام مشتہرہ در اشتہار شیخ مہر محمد قادری باغ مولوی انوار لکھنؤ ۳ شوال ۱۳۵۴ھ جس پر ستر علماء کے دستخط ہیں۔ جن میں مولوی سید احمد ناظم انجمن حزب الاحناف برادر حقیقی مولوی ابو الحسنات صاحب) مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد خطیب مسجد وزیر خاں، مولوی عبد القدیر بدایونی اور پیر جماعت علی شاہ صاحب مجددی محدث علی پوری بھی شامل ہیں)

سوال نمبر ۳:۔ ایسے کافر ہونے کے دنیا اور آخرت میں کیا نتائج ہیں؟

جواب:۔ اسلامی شریعت کی رُو سے ایسے کافر کی کوئی دنیوی سزا مقرر نہیں وہ اسلامی حکومت میں ایسے ہی حقوق رکھتا ہے۔ جو ایک مسلمان کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح عام معاشرہ کے معاملہ میں بھی وہ وہی حقوق رکھتا ہے جو ایک مسلمان کے ہیں۔ ہاں خالص اسلامی حکومت میں وہ حکومت کا ہیڈ نہیں ہو سکتا۔ باقی رہے اُخروی نتائج۔ سو ان نتائج کا حقیقی علم صرف اللہ تعالےٰ کو ہے بالکل ممکن ہے کہ کسی حکمت کی وجہ سے ایک مسلمان کہلانے والے انسان کو تو خدا تعالےٰ سزا دیدے اور کافر کہلانے والے انسان کو اللہ تعالےٰ بخش دے۔ اگر "کافر" کے لئے یقینی طور پر دائمی جہنمی ہونا لازمی ہے تو پھر کسی کو کافر قرار دینا صرف اللہ تعالےٰ کا حق ہے۔

سوال نمبر ۴:۔ کیا مرزا صاحب کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح اور اسی ذریعہ سے الہام ہوتا تھا؟

جواب:۔ ہمارے نزدیک حضرت بانی سلسلہ احمدیہ بہرحال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل وحی قرآن مجید ہے۔ قرآن کریم کی وحی کے متعلق ہمیں قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حفاظت کے خاص سامان کئے جاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو نبی گذرے ہیں ان کی وحی بھی اس رنگ کی نہیں ہوتی تھی۔ اور حضرت بانی جماعت احمدیہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے آپ کی وحی بھی قرآن کریم کے تابع تھی۔ بہرحال وہ ذرائع جو اللہ تعالےٰ اس وحی کے بھیجنے کے لئے استعمال کرتا تھا۔ وہ ان ذرائع سے نیچے ہوں گے۔ جو قرآن کریم کے لئے استعمال کئے جاتے تھے۔ لیکن یہ محض ایک عقلی بات ہے واقعاتی بات نہیں جس کے متعلق ہم شہادت دے سکیں۔ بعض قرآنی آیات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ پر قیاس کرکے یہ جواب دے رہے ہیں۔ حقیقت کو پوری طرح معلوم کرنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔ البتہ ہم ضرور تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر وحی الٰہی ہوتی تھی۔ اور قرآن کریم سے ثابت ہے کہ وحی الٰہی نہ صرف ماموروں بلکہ غیر ماموروں کو بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی نازل ہونے کا ذکر آیا ہے۔

(ملاحظہ ہو سورہ قصص رکوع ۱ پارہ ۲۰)

اور حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق بھی آتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ملائکہ ان کے پاس خدا تعالےٰ کا کلام لیکر آئے۔

(سورہ آل عمران و مریم ع ۲)

پس وحی اور فرشتوں کا نزول مامورین اللہ کے علاوہ غیر ماموروں کے لئے بھی ثابت ہے ہندوستان میں اسلام کا جھنڈا گاڑنے والے اور اس کی بنیاد قائم کرنے والے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

دمبدم روح القدس اندر معینے می دمد
من نمے گویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

(دیوان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ)

یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ مسلمانوں کی اصطلاح میں "روح القدس" حضرت جبرئیل کا نام ہے۔

(ملاحظہ ہو لغت کی مستند ترین کتاب مفردات القرآن مصنفہ امام راغب زیر لفظ روح ص۲۰۵ مطبوعہ میمنیہ مصر و تفسیر روح المعانی جلد اول صفحہ ۲۶۰، ۲۶۱ مطبوعہ مصر اور تفسیر صافی جلد

اوّل پارہ اوّل صـ۲۳ـ) (نیز تفسیر کبیر مصنفہ حضرت امام رازی جلد ۲ صـ۴۵۸ـ وجلد ۳ صـ۶۹۰ـ مطبوعہ مصر و تفسیر مدارک التنزیل النفسی جلد ۱ صـ۹۶ مطبوعہ مصر)

ان کے علاوہ اسلام میں سینکڑوں اولیاء اللہ مثلاً سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید احمد صاحب سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم علیٰ قدر مراتب ملہم من اللہ تھے۔

وحی تین طریقوں سے ہوتی ہے اور اس کا ذکر قرآن کریم کی آیت ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء (سورہ شوریٰ پارہ ۲۵) میں بیان ہوا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاءؑ اولیاء پر انہی طریقوں سے وحی نازل ہوتی رہی ہے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی وحی میں ایک فرق تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی شریعت جدید والی نازل ہوتی تھی۔ اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی وحی غیر تشریعی اور ظلی ہے۔ یعنی یہ نعمت آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپ کے فیض سے ملی ہے۔ ماسوا اس کے ایک دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ قرآنی وحی کے ماننے کے لئے بانی سلسلہ احمدیہ کی تصدیق نہ کرتا ہو تو ہم ہرگز اُن پر ایمان نہ لاتے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی وحی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں بلحاظ مرتبہ بھی فرق کیا ہے آپ فرماتے ہیں :۔

"سنو! خدا کی لعنت اُن پر جو دعوے کریں کہ وہ قرآن کی مثل لا سکتے ہیں۔ قرآن کریم معجزہ ہے۔ جس کی مثل کوئی انس و جن نہیں لا سکتا۔ اور اس میں وہ معارف اور خوبیاں جمع ہیں، جنہیں انسانی علم [illegible] بلکہ وہ ایسی وحی ہے کہ اس کی مثل اور کوئی وحی نہیں۔ اگرچہ [illegible] کی طرف سے اس کے بعد کوئی اور وحی بھی ہو اس لئے کہ وحی رسانی میں خدا کی تجلیات ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی تجلی جیسا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی ہے۔ ایسی کسی پر نہ پہلے ہوئی اور نہ پیچھے ہوگی۔"

(اردو ترجمہ از عربی عبارت الہدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ صـ۳۳ـ)

سوال نمبر ۵ :۔ (الف) کیا احمدیہ عقیدہ میں یہ شامل ہے کہ ایسے اشخاص کا جنازہ جو مرزا صاحب پر یقین نہیں رکھتے۔ . . . . . . "INFRUCTOUS" ہے؟

(ب) کیا احمدیہ عقاید میں ایسی نماز جنازہ کے خلاف کوئی حکم موجود ہے؟

جواب :۔ (الف) احمدیہ کریڈ میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ کہ جو شخص حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو نہیں مانتا۔ اس کے حق میں نماز جنازہ "INFRUCTOUS" ہے۔

(ب) دوسری شق کا جواب یہ ہے۔ کہ گو اس وقت تک جماعتی فیصلہ یہی رہا کہ غیر از جماعت لوگوں کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ لیکن اب اس سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر اپنے قلم سے لکھی ہوئی ملی ہے۔ جس کا حوالہ ایک مرتبہ ۱۹۱۷ء میں دیا گیا تھا۔ اور حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس کے متعلق اسی وقت یہ اعلان فرما دیا تھا کہ اصل تحریر کے ملنے پر اس کے متعلق غور کیا جائے گا۔ لیکن وہ اصل خط اس وقت نہ مل سکا۔ اب ایک صاحب نے اطلاع دی ہے کہ ان کے والد مرحوم کے کاغذات میں سے اصل خط مل گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا مکفر یا مکذب نہ ہو۔ اس کا جنازہ پڑھ لینے میں حرج نہیں۔ کیونکہ جنازہ صرف دعا ہے۔

لیکن باوجود جنازے کے بارے میں جماعت کے سابق طریقہ کے غیر احمدی مرحومین کے لئے دعائیں کرنے میں جماعت نے کبھی اجتناب نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت امام جماعت احمدیہ اور اکابرین جماعت احمدیہ نے بعض غیر احمدی وفات یافتہ اصحاب کے لئے دعا کی ہے۔ چنانچہ جب معین الدین سیکرٹری حکومت پاکستان کے والد صاحب (جو احمدی نہ تھے) کی وفات پر حضرت امام جماعت احمدیہ اُن کے گھر تعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور ان سے میاں معین الدین کے ماموں صاحب نے "فاتحہ" کے لئے کہا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ فاتحہ میں تو دعا مانگنے والا اپنے لئے دعا کرتا ہے یہ موقعہ تو وفات یافتہ کے لئے دعا کرنے کا ہوتا ہے۔ اس پر متوفی کے رشتہ داروں نے کہا کہ ہماری یہی غرض ہے۔ فاتحہ کا لفظ رسماً بول دیا گیا ہے۔ تو آپ نے متوفی کے رشتہ داروں سے مل کر متوفی کے لئے دعا فرمائی۔ اسی طرح سر عبدالقادر مرحوم کی وفات پر جب حضرت امام جماعت احمدیہ تعزیت کے واسطے ان کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ تو اُن کے حق میں بھی دُعا فرمائی۔

اس جگہ یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ ممانعت جنازہ کے بارے میں بھی سبقت ہمارے مخالفین نے ہی کی۔ چنانچہ مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کا فتوےٰ سنہ ۱۸۹۰ء میں بایں الفاظ اشاعۃ السنۃ میں شائع ہو چکا ہے :۔

"اب مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے دجال کذاب سے احتراز کریں۔ اور نہ ان کے پیچھے اقتدا کریں۔ اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں۔"

(رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبرہ جلد ۱۳ مطبوعہ سنہ ۱۸۹۰ء)

اسی طرح سنہ ۱۹۰۱ء میں مولانا عبدالاحد صاحب خانپوری لکھتے ہیں :۔

"جب طائفہ مرزائیہ امرتسر میں بہت خوار و ذلیل ہوئے جمعہ و جماعت سے نکالے گئے اور جس مسجد میں جمع ہو کر نماز پڑھتے تھے اس میں سے بے عزتی کے ساتھ بدر کئے گئے۔ اور جہاں قیصری باغ میں نماز جمعہ پڑھتے تھے۔ وہاں سے حکماً روکے گئے۔ تو نہایت تنگ ہو کر مرزائے قادیان سے اجازت مانگی کہ مسجد نئی تیار کریں۔ تب مرزا نے ان کو کہا صبر کرو۔ میں لوگوں سے صلح کرتا ہوں۔ اگر صلح ہو گئی تو مسجد بنانے کی حاجت نہیں۔ اور نیز اور بہت سی ذلتیں اُٹھائیں۔ معاملہ و برتاؤ مسلمان سے بند ہو گیا۔ عورتیں منکوحہ و مخطوبہ بوجہ مرزائیت کے چھین گئیں۔ مردے ان کے بے تجہیز و تکفین اور بے جنازہ گڑھوں میں دبائے گئے۔"

(اظہار مخادعۃ مسیلمہ قادیانی بجواب اشتہار مصالحت پرلیس ثانی صـ۲ـ مولفہ مولوی عبدالاحد خانپوری مطبوعہ مطبع چودھویں صدی راولپنڈی سنہ ۱۹۰۱ء)

باقی ـــــ باقی

پیغام صلح مورخہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۵۳ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۴۴

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ | فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود دپنہ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغامِ صلح

جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ منسوخ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

سالانہ چندہ پاکستان سے ۔ چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۔ ۔ ۔ ۱۲ ۔ ۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ
ایڈیٹر محمد آصف بی اے

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ ۔ مطابق ۹ دسمبر ۱۹۵۳ء | نمبر ۴۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی ضرورت

علوم جدیدہ کی ماہیت اور کیفیت سے آگاہی حاصل کرو

میں ان مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علوم جدیدہ کی تعلیم کے مخالف ہیں وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بدظن اور گمراہ کر دیتی ہے اور وہ یہ قرار دیئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس اسلام سے بالکل متضاد چیزیں ہیں چونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علوم جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں ان کی روح فلسفہ سے کانپتی ہے، اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے۔

سچا فلسفہ قرآن میں ہے

مگر وہ سچا فلسفہ ان کو نہیں ملا جو الہام الٰہی سے پیدا ہوتا ہے جو قرآن کریم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے وہ ان کو صرف انہی کو دیا جاتا ہے جو نہایت تذلل اور نیستی سے اپنے تئیں اللہ تعالےٰ کے دروازے پر پھینک دیتے ہیں جن کے دل اور دماغ سے متکبرانہ خیالات کا تعفن نکل جاتا ہے اور جو اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے گڑگڑا کر سچی عبودیت کا اقرار کرتے ہیں۔

علوم جدیدہ کو اسلام کے تابع کرنا چاہیئے

پس ضرورت ہے آج کل دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علوم جدید حاصل کرو اور بڑی جد و جہد سے حاصل کرو لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے جو بطور انتباہ میں بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ان علوم ہی میں یکطرفہ پڑ گئے اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہل دل اور اہل ذکر کے پاس بیٹھنے کا ان کو موقع نہ ملا اور وہ خود اپنے اندر نور نہ رکھتے تھے وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے اور اسلام سے دُور جا پڑے اور بجائے اس کے کہ ان علوم کو اسلام کے تابع کرتے الٹا اسلام کو علوم کے ماتحت کرنے کی بے سود کوشش کر کے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفل بن گئے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ کام وہی کر سکتا ہے یعنی دینی خدمت وہی بجا لا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو۔ بات یہ ہے کہ ان علوم تعلیمیں پادریت اور فلسفیت کے رنگ میں دی جاتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان تعلیمات کا دلدادہ چند روز تو حسن ظن کی وجہ سے جو اس کو فطرتاً حاصل ہوتا ہے رسوم اسلام کا پابند رہتا ہے۔ لیکن جوں جوں ادھر قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے اسلام کو دُور چھوڑتا چلا جاتا ہے اور آخر ان رسوم کی پابندی سے بالکل ہی رہ جاتا ہے اور حقیقت سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔

یکطرفہ علوم کی تحقیقات اور تعلیم میں منہمک ہونے کا نتیجہ

یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے اور ہوا ہے یک طرفہ علوم کی تحقیقات اور تعلیم میں منہمک ہونے کا۔ بہت سے لوگ قومی لیڈر کہلا کر بھی اس رمز کو نہیں سمجھ سکے کہ علوم جدیدہ کی تحصیل جب ہی مفید ہو سکتی ہے جب محض دینی خدمت کی نیت سے ہو، اور کسی اہل دل آسمانی عقل اپنے اندر رکھنے والے مرد خدا کی صحبت سے فائدہ اٹھایا جائے۔

میرا ایمان یہی کہتا ہے کہ اس دہریت نما نیچریت کے پھیلنے کی یہی وجہ ہے کہ جو شیطانی حملے الحاد کے زہر سے بھرے ہوئے علوم طبعی، فلسفی یا ہیئت دانوں کی طرف سے اسلام پر ہوتے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے یا ان کا جواب دینے کے لئے اسلام اور آسمانی نور کو عاجز سمجھ کر عقلی ڈھکوسلوں اور فرضی اور قیاسی دلائل کو کام میں لایا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے عجیب قرآن کریم کے مطالب اور مقاصد سے کہیں دُور جا پڑتے ہیں اور الحاد کا ایک چھپا ہوا پردہ اپنے دل پر ڈال لیتے ہیں جو ایک وقت آکر اگر اللہ تعالےٰ اپنا فضل نہ کرے تو دہریت کا جامہ پہن لیتا ہے اور وہی زنگ دل کو دیتا ہے جس سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

ارشاداتِ نبوی

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

مساکین کی خبر گیر قوم ہی پھلتی پھولتی ہے

عن انس رضہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینًا واحشرنی فی زمرۃ المساکین فقالت عائشۃ لم یا رسول اللہ قال انھم یدخلون الجنۃ قبل اغنیاءھم باربعین خریفًا یا عائشۃ لاتردی المسکین ولو بشق تمرۃ یا عائشۃ احبی المساکین وقربیھم فان اللہ یقربک یوم القیٰمۃ رواہ الترمذی والبیھقی فی شعب الایمان ورواہ ابن ماجہ -
(مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

ترجمہ - حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی کہ اے اللہ میرا جینا مسکینوں کا سا ہو - اور میرا خاتمہ مسکینی پر فرما اور میرا حشر بھی مسکینوں کے ساتھ ہو ؎

خواجہ و مرعاجزاں را بندہ
بادشاہ و بیکساں را چاکرے (مسیح موعودؑ)

یعنی - وہ (آنحضرت صلعم) اگرچہ آقا ہے مگر کمزوروں کا کارکن ہے - وہ بادشاہ ہے مگر بیکسوں کا چاکر ہے حضرت عائشہ رضہ نے پوچھا یہ کیوں یا رسول اللہ؟ حضورؐ نے فرمایا مساکین چالیس سال امیروں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے - فرمایا - اے عائشہ مسکین کو نا امید مت لوٹا بلکہ اس کے ساتھ حسن سلوک کر اگرچہ چھوہارے کے ایک ٹکڑہ کے ساتھ ہو - اے عائشہ مسکینوں سے محبت رکھ اور انہیں اپنے قرابت والوں میں شمار کر یقینًا اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن اپنے قرب میں جگہ دے گا - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسری روایت میں فرماتے ہیں توخذ من اغنیاءھم وترد علی فقرائھم (بخاری کتاب الزکوٰۃ) یعنی امیروں کے مال سے ایک حصہ کاٹ کر غریبوں کی طرف لوٹایا جائے -

لوٹائے جانیکے پُرحکمت الفاظ میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ امیروں کی دولت میں غریبوں کا ابدی حق ہے جو انہیں طبعی طریق پر حاصل ہے کیونکہ سرمایہ کے پیدا کرنے میں غریبوں اور مزدوروں کا بھی کافی دخل ہے - یہ تمام قوم سازی کے اصل الاصول ہیں اگر مسلم قوم ان سنہری نصائح کو مدنظر رکھتی تو دنیا میں کبھی ذلیل نہ ہوتی ؎

آں رحیم و رحمِ حق را آیتے ٭ آں کریم و جودِ حق را مظہرے
آں مبارک پَے کہ آمد ذاتِ او ٭ رحمتے زاں ذاتِ عالم پرورے (مسیح موعودؑ)

یعنی وہ (آنحضرت صلعم) رحیم ہے اور رحمت حق کا نشان ہے - وہ کریم ہے اور بخشش خداوندی کا مظہر ہے - وہ ایسا مبارک قدم ہے کہ اس کی ذات اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت بن کر آئی ہے -

غربا کی عزت کرو

عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابغونی فی ضعفاءکم فانما ترزقون اوتنصرون بضعفاءکم رواہ ابوداؤد - مشکوٰۃ کتاب الرقاق -

حضرت ابی درداء رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے غرباء کی مجلسوں میں تلاش کرو (کسان اور مزدور) اس لئے کہ ان کی محنت کے ذریعہ تم رزق دیئے جاتے ہو اور مزدوروں کے ذریعہ تمہارے کاروبار چلتے ہیں ؎

امیروں کو تنبیہہ کی اس طرح پر ٭ کہ ہیں تم میں جو اغنیاء اور تونگر
اگر اپنے طبقے میں ہوں سب سے بہتر ٭ بنی نوع کے ہوں مددگار و یاور
یہ جب اہل دنیا موں انتزاع دنیا ٭ نہ موعلمیں میں جن کو اور علم کی پرواہ
نہیں اس زمانہ میں کچھ خیر و برکت ٭ اقامت سے بہتر ہے اس وقت رحلت (مسدس حالی)

آج ہماری حالت بہت افسوسناک ہے ؎ وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی ٭ وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی
وہ درد وہ گداز وہ رقت نہیں رہی ٭ خلقِ خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی
(مسیح موعودؑ)

تبلیغِ بلادِ غیر

جاپان

جاپان میں اس وقت ہماری کوئی باقاعدہ جماعت نہیں تاہم بعض افراد کے ساتھ سلسلہ خط و کتابت جاری ہے ٹوکیو میں دو میاں بیوی خدمت اسلام میں مصروف ہیں اور دونوں نے ہمارے مشورہ سے جاپانی زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ شروع کر رکھا ہے ہم نے انہیں حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا انگلش ترجمۃ القرآن بھیجا تھا تاکہ وہ اس کی روشنی میں ترجمہ اور تفسیر لکھیں، چنانچہ انہوں نے پہلے سپارے کے چند رکوع کا جاپانی زبان میں مطبوعہ ترجمہ اور تفسیر کا نمونہ ہمیں بھیجا ہے -

یہ دونوں میاں بیوی سلسلہ سے محبت رکھتے ہیں اور باقاعدہ طور پر داخل ہونے کے خواہشمند ہیں، انہیں بیعت فارم بھیجدیئے گئے ہیں۔ میاں صاحب لکھتے ہیں کہ آپ

سنہ ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے

۱۹۳۴ء میں واسیدہ یونیورسٹی سے گریجوایٹ ہوئے -

۱۹۳۷ء میں اسلامک کلچرل انسٹیٹیوشن کے ممبر مقرر ہوئے -

۱۹۳۸ء میں فارن آفس میں بحیثیت ممبر کام کرتے رہے -

۱۹۵۰ء سے آپ واسیدہ یونیورسٹی میں بحیثیت لائبریرین کام کر رہے ہیں -

ٹوکیو یونیورسٹی کے ایک اور صاحب سے جو کہ اسسٹنٹ پروفیسر ہیں سلسلہ خط و کتابت جاری ہے وہ لکھتے ہیں کہ ہمارا انگلش ترجمۃ القرآن مع تفسیر انہیں ایک طالب علم نے دیا ہے جسے پڑھکر وہ بیحد متاثر ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات وہ اپنے ملک کے ایک رسالہ ایرانا(؟) میں شائع کر رہے ہیں - ذیلتے ہیں کہ بہت سے مسلم طلباء احمدیہ موومنٹ سے دلچسپی لینے لگ گئے ہیں -

ٹوکیو میں ایک اور صاحب الیاس ٹی سکوا کے ساتھ بھی خط و کتابت جاری ہے یہ صاحب ماہوار انگریزی رسالہ "گرین فلیگ" کے ایڈیٹر ہیں انہوں نے ٹوکیو میں انٹرنیشنل مسلم ایسوسی ایشن قائم کر رکھی ہے اس ایسوسی ایشن کے ستات ممبرز میں بڑے بڑے آدمی ہیں مثلاً :-

(۱) چند آنریبل اڈوائزر
(۲) چند اڈوائزر
(۳) ایک ایکس جنرل اور ایکس منسٹر فار فارن آفیرز اس کے پریذیڈنٹ ہیں -
(۴) ایک چیئرمین آف بورڈ آف ڈائرکٹرز ہے
(۵) پانچ ڈائرکٹرز ہیں -
(۶) ۲۰ بڑے بڑے آدمی کونسل میں جن میں ایک ٹوکیو کا گورنر ہے -
(۷) دو آڈیٹرز ہیں -

بہرحال ممالک غیر میں تبلیغ کا کام بہت وسیع اور مستقبل شاندار نظر آرہا ہے بشرطیکہ کام کو وسیع کرنے کے ذرائع اور محبت و عشق سے دیوانہ وار کام کرنے والے مل جائیں -

سال رواں میں مندرجہ ذیل ممالک کے اکثر بڑے بڑے شہروں کے مسلم و غیر مسلم اہل علم اصحاب سے خط و کتابت کے ذریعہ تعلق پیدا کیا گیا اور جن اصحاب کے ہمارے ساتھ سابقہ تعلقات تھے انہیں قائم رکھا گیا -

فہرست ممالک غیر

(۱) ہندوستان	(۱۹) بغداد
(۲) انگلینڈ	(۲۰) عراق
(۳) آبادان	(۲۱) سیلون
(۴) برٹش گائنا	(۲۲) مصر
(۵) نائیجیریا	(۲۳) ایران
(۶) امریکہ	(۲۴) کینیڈا
(۷) انڈونیشیا	(۲۵) کافان
(۸) فجی	(۲۶) آسام
(۹) فلپائن	(۲۷) آزاد کشمیر
(۱۰) برما	(۲۸) آسٹریلیا
(۱۱) کیپ ٹون	(۲۹) سکاٹ لینڈ -
(۱۲) گولڈ کوسٹ	
(۱۳) شیلنگ	
(۱۴) جاپان	
(۱۵) سویڈن	
(۱۶) آسٹریا	
(۱۷) جنوبی افریقہ	
(۱۸) جنوبی امریکہ	

علاوہ ازیں مشرقی اور مغربی پاکستان -

غلام قادر
افسر تبلیغ بلادِ غیر

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ | نمبر ۴۵

نوجوان اور جلسہ سالانہ

اخبار پیغام صلح کے مقالات میں ہم نے ایک دو مرتبہ پہلے بھی جماعت کے نوجوانوں کو مخاطب کیا ہے۔ جلسہ سالانہ بہت قریب آ گیا ہے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ جلسہ کے نظام اور قیام میں نمایاں حصہ لیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ کو اخوت، علم اور بدلتے ہوئے حالات میں اشاعت اسلام کے لئے نئی تجاویز سوچنے کا ایک ذریعہ قرار دیا ہے۔ اسلامی زندگی کے یہ تینوں پہلو قوتِ عمل کے لئے وسیع میدان ہیں۔ نیکی اور تقوےٰ کی زندگی بسر کرتے ہوئے کسی بلند نصب العین کے لئے اخوت اتحاد اور استحکام کے جذبات پیدا کرنا اور جماعت کے بکھرے ہوئے عناصر کو ایک سلسلۂ اخوت میں منظم کرکے ان کو بڑے کاموں کے لئے آمادہ کرنا کوئی معمولی کام نہیں اس کے لئے محنت شاقہ، صاف ذہن اور سعید فطرت چاہیئے اور سب سے بڑھ کر قوتِ تعمیر اور قلب و دماغ میں تعمیری رجحانات چاہئیں۔ ان جذبات اور رجحانات کی ہمارے سلسلہ کو جتنی اس وقت ضرورت ہے شاید اس سے قبل کبھی نہ پڑی تھی۔ اس موقعہ پر جذباتِ اخوت کا ابھارنا اور اچھے خیالات کا پیدا کرنا جس سے کام کے لئے ایک نہایت خوشگوار اور سازگار فضا پیدا ہو جائے یہ ہمارے نوجوانوں کا فرض ہے۔ نوجوان ہمیشہ بڑے کام کرتے ہیں یہ ایک بڑا کام ہے اور حضرت مسیح موعود کے فرمودات اور جلسہ سالانہ کی اغراض و مقاصد کے عین مطابق ہے اور ہماری جماعت کی عظیم روایات کی ایک عظیم خدمت ہے ——— دوسرا ذریعہ علم ہے۔ علم تبادلۂ خیالات درس و تقریر اور کتب سے حاصل ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جلسہ سالانہ اس کے لئے ایک بہترین موقعہ ہے لیکن یہ حصولِ علم بھی اُس صورت میں ممکن ہے جبکہ حالات مساعد ہوں اور ماحول خوشگوار ہو۔ علمی ادارے افراتفری، تخریب اور انتشار کے دوران میں کبھی ترقی نہیں کرتے۔ دینی علوم کو ترقی دینا ہے تو انکے لئے فضا اور میلان پیدا کیجئے۔ نوجوان میدان میں آئیں اور ایک سچی تڑپ اور جذبہ لیکر آئیں اچھے جذبات سے اچھے جذبات پیدا کریں اور خلوص نیت سے قوم کی خدمت کریں کیونکہ یہ خدمت کا موقعہ ہے۔ نوجوان اگر یہ کام کریں گے تو ان کا نام تاریخ میں یادگار رہیگا ——— تیسری بات ہے بدلے ہوئے حالات میں اشاعت اسلام کیلئے تدابیر جدیدہ کا سوچنا اس کیلئے تخلیقی دماغ چاہیئے۔ معاشرتی زندگی میں قوتِ تخلیق خدا تعالیٰ کا ایک بہت بڑا انعام ہے جو خاص قوموں اور منتخب لوگوں کو عطا ہوتا ہے۔ اسکے لئے سعادت اور صالحیت پہلی شرط ہے۔ بدلے ہوئے حالات کا جائزہ فرسودہ دماغ نہیں لے سکتے، زندہ اور متحرک دماغ لے سکتے ہیں۔ قلب و دماغ کی اس عظیم خصوصیت سے قوموں کو بقا، امتیاز اور اقتدار حاصل ہوتا ہے اور وہ زندگی کے ہر میدان میں عملِ تسخیر اور تعمیر کو سرانجام دے سکتی ہیں اور جریدۂ عالم پر اپنے دوام کو ثبت کر سکتی ہیں۔ عدم سے وجود کو معرض میں لانا کوئی معمولی بات نہیں اندھیروں کو اجالوں میں بدلنا اور زندگی اور تاریخ کا رُخ موڑنا بڑی بات ہے۔ یہ کام ہیں کرنے کے احمدی نوجوانو اگر کر سکتے ہو تو کرو۔ حضرت امام وقت نے ان بڑے کاموں کی طرف آپ کو بلایا ہے۔ اگر یہ کام نہیں کر سکتے تو پھر کیا فائدہ تمہارے نوجوان کہلانے کا۔ نوجوانوں نے تاریخ میں ہمیشہ بڑے کام کئے۔ بڑی تحریکات، بڑے اداروں اور بڑی حکومتوں کو نوجوانوں نے چلایا ہے۔ تم بھی یہ کام کرو۔ تخریب اور چھوٹی باتوں کی طرف مائل نہ ہو کیونکہ تخریب نفیٔ مطلق ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ جس شخص کو زندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہو وہ موت تلاش کرے کیا وہ انسان کہلانے کا مستحق ہے؟

جلسہ سالانہ تمہاری قوتِ عمل کیلئے سنگِ امتحان ہے دیکھیں اس موقعہ پر اپنے امام کے احکامات کی روشنی میں خدا اور اس کے رسول کا نام روشن کرنے کے لئے کیا کرتے ہو۔

افسر صاحب جلسہ سالانہ کا مکتوب گرامی

برادرانِ ملت۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

امسال حسب معمول جلسہ سالانہ ۲۵ر-۲۶ر-۲۷ر دسمبر ۱۹۵۳ء کو قرار پایا ہے۔ ہمارا سالانہ اجتماع کوئی عرس یا میلہ نہیں اور نہ ہی لیکچر بازی کا میدان ہے۔ بلکہ اس کی غرض و غایت باہم مل کر شوریٰ سے ان وسائل اور ذرائع پر غور کرنا ہے جو دنیا میں اشاعتِ اسلام کے لئے ممد و معاون ہوں اور اجتماعی رنگ میں خدا کے حضور سربسجود ہو کر اسلام کی کامیابی اور اس کی توفیق کے لئے دُعا کرنا ہے کہ وہ اس نیک ارادے میں ہماری نصرت فرمائے۔ مزید براں اس اجتماع کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ ملک بھر میں بکھرے ہوئے احباب ایک جگہ جمع ہو کر اخوت۔ محبت اور ارتباط پیدا کریں اور اعلےٰ اخلاق کا نمونہ دکھائیں اور ان کی رفتار گفتار نشست و برخاست اس الٰہی سلسلہ کی روایات کے مطابق ہو اس مٹھی بھر جماعت نے جو ایثار اور قربانی کا نمونہ دکھایا ہے وہ قابل رشک ہے۔ آؤ ہم اس کی یاد کو پھر تازہ کریں۔

انجمن کی مالی مشکلات کے پیش نظر کفایت شعاری کی از حد ضرورت ہے۔ میں انشاءاللہ العزیز اپنی طرف سے مہمانوں کے آرام و آسائش اور خورد و نوش کے لئے پوری پوری کوشش کروں گا اور احباب سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ ان تین ایام کو مجاہدانہ رنگ میں گذاریں گے اور صبر و تحمل سے کام لے کر معمولی شکایات سے در گذر فرمائیں گے۔

ہم اس وقت ایک ایسے دَور سے گذر رہے کہ اندرونی اور بیرونی مشکلات اس نیک مقصد کے حصول میں حائل ہیں۔ اگر ایک طرف ہماری قوم اس مقصد سے غافل ہے تو دوسری طرف دشمنانِ اسلام اپنے وسیع ذرائع اور مادی ترقی کے بل بوتے پر اسلام کو بدنام کرنے اور مٹانے کے درپے ہیں۔ اس وقت اسلامی دنیا موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ ان سب امور کا علاج اشاعت اسلام میں مضمر ہے۔ اور دنیا کا امن بھی اس سے ہی وابستہ ہے۔ ہماری ذمہ داری بہت اہم ہے بلکہ میں کہوں گا کہ ہماری زندگی کا انحصار بھی اس فریضہ کی ادائیگی میں پنہاں ہے۔ اگر ہم نے اس میں تغافل برتا تو مابہ الامتیاز اُٹھ جائے گا اور اس جماعت کی غرض فوت ہو جائیگی۔ سنت اللہ اٹل ہے اور قانونِ الٰہی کسی کی رعایت نہیں کرتا پس ضرورت ہے کہ ہماری تمام تر توجہ صرف اسی مقصد پر مرکوز ہو۔

ہمارے سالانہ اجتماع کی غرض و غایت کو جماعت کے ذہن نشین کرانے کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الرحمۃ کی اپنی تحریر آئندہ اشاعت اخبار میں درج کی جائے گی۔ امید ہے کہ احباب اس کو توجہ سے پڑھ کر اس پر عمل پیرا ہوں گے۔

جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنی پہلی فرصت میں جلسہ پر آنے والے احباب کی تعداد سے مجھے مطلع فرمائیں گے۔

مہربانی فرما کر بستر ہمراہ لائیں۔ والسلام

وما توفیقی الا باللہ

ڈاکٹر غلام محمد
افسر جلسہ سالانہ

کائنات میں علّت اور معلول کا سلسلہ

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں انسان کے قیام اور رہبری کے سامان پیدا کئے ہیں

خطبہ جمعہ فرمودہ امیر قوم حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ مؤرخہ ۴ر دسمبر ۱۹۵۳ء لاہور

قال اللہ تعالیٰ امن خلق السمٰوات والارض و انزل لکم من السماء ماءً فانبتنا بہ حدائق ذات بھجۃ ما کان لکم ان تنبتوا شجرھا ءالٰہ مع اللہ بل ھم قوم یعدلون......الخ

کائنات اور قوانین

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی معرفت کو بڑھانے کے لئے اسے ان مشاہدات کی طرف توجہ دلائی ہے جنہیں وہ دن رات دیکھتا ہے اور ان آیات میں یہ بھی بتایا ہے کہ اس کائنات کے اندر علت اور معلول کا سلسلہ ہے یعنی کوئی سبب ہوتا ہے تو اس کا ایک نتیجہ ہوتا ہے نیز یہ کہ اس کائنات کے اندر کچھ قوانین ہیں جو کام کرتے نظر آتے ہیں۔ ان قوانین کو دیکھ کر یقیناً یہ علم حاصل ہو جاتا ہے کہ اتنے بڑے کارخانے کو چلانے والا۔ اور اس خوبصورتی اور کمال سے چلانے والا اور اس کے اندر علم کے دریا بہانے والا۔ اور اس میں تاثیرات اور برکات کو پیدا کرنے والا۔ ایسا قادر مطلق خدا ہے۔ جو زمین اور آسمان کا بادشاہ ہے۔ جس کی حکومت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور جس کے کمالات و احسانات کی کچھ انتہا نہیں، دنیا کے بادشاہوں کی تو چند پیسوں کی خاطر فرمانبرداری کی جاتی ہے، اور اس کے مفوضہ کاموں کو بڑی محنت اور مشقت کے ساتھ پورا کیا جاتا ہے۔ لیکن ایسے بادشاہ کی اطاعت سے منہ موڑنا جس کی حکومت زمین اور آسمان کے ذرہ ذرہ پر حاوی ہے۔ اور جس نے ہمارے لئے ہر قسم کی برکات نازل کر رکھی ہیں غیر مناسب اور غیر واجب ہے۔ اس کی عبادت کو ترک کرنا اور کامل طور پر اس کی اطاعت نہ کرنا بلکہ جتنا نفس اجازت دے اس کی پیروی کر لینا اور باقی احکامات کو طاق نسیان پر رکھ ڈالنا ایک عقلمند انسان کے لئے ہرگز مناسب نہیں۔ فرمایا امن خلق السمٰوات والارض بھلا یہ تو بتلاؤ کہ یہ سورج کس نے بنایا۔ یہ قمر یہ سیارے کس نے بنائے اور دوسرے سیارے اور ستارے کس نے بنائے۔ سیقولون اللہ کہیں گے سورج ہو یا قمر یا دوسرے سیارے ان سب کو سوائے پرمیشر کے کسی نے نہیں بنایا۔ وانزل لکم من السماء ماءً وہ آسمان سے تمہاری خاطر اور تمہارے منافع کو مدنظر رکھ کر پانی اتارتا ہے۔ فانبتنا بہ حدائق ذات بھجۃ زمین اور آسمان کا باہمی تعلق ہے۔ آسمان سے پانی اترتا ہے تو زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ اس کے بغیر زمین پر کوئی چیز زندہ نہیں رہ سکتی۔ زمین کی زندگی کا انحصار تمام تر آسمانی برکات پر ہے۔ اس آسمانی پانی کی وجہ سے باغات میں رونق ہے و جعلنا من الماء کل شئی حی۔ پانی سے ہی زندگی پیدا ہوتی ہے اور اسی سے ہی زندگی کا قیام ہے۔

جمالیاتی پہلو

باغات کو دیکھئے کس کثرت کے ساتھ قسما قسم کے پھول اور پھل ہمارے لئے میسر کئے گئے ہیں۔ ذات بھجۃ ہم نے وہاں کیا خوبصورتی پیدا کر دی ہے سرسبز پتیوں کے درمیان مالٹا اور سنگترہ کے رنگین پھل اور انگور کے خوشے جھکے ہوئے انار، ناشپاتی اور قسم قسم کے آلوبخارے کیسے خوبصورت دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ تمام رنگ آمیزیاں زمین کی خوبصورتی کو بڑھانے کے لئے ہیں۔ فانبتنا بہ حدائق ان باغات کو ہم اگاتے ہیں۔

نمو کی طاقت

باغات کو تو انسان لگاتا ہے۔ لیکن اسے پیدا نہیں کر سکتا۔ وہ نہیں جانتا کہ بیج کے اندر کیا خواص رکھے ہوتے ہیں اس کے اندر اُگنے کی صلاحیت ہے یا نہیں۔ اس کا علم انسان کو نہیں وہ بیج کی غائبانہ صلاحیتوں پر ایمان رکھتے ہوئے اسے زمین میں ڈالتا ہے۔ پھر آسمان سے سورج کی گرمی اور اس کی روشنی، ہوا پانی وغیرہ زمین کی مدد کریں تو وہ بیج بشرطیکہ اس میں نمو کی طاقت موجود ہو۔ بڑھتا ہے۔ پھلتا ہے پھولتا ہے۔ بیج خراب ہو تو تمام محنت رائگاں جاتی ہے۔ باغ اجڑ جاتا ہے۔ میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ اتنے باغات لگائے گئے لاکھوں روپے اس پر خرچ کئے۔ چار سال کے بعد معلوم ہوا کہ پودے غلط نسل کے تھے۔ اس لئے اس کا سارا روپیہ برباد ہو گیا۔ بیج کے اندر خواص کا رکھنا۔ وقت پر بارش کا پہنچنا زمین میں ان اجزا کا موجود ہونا جو مختلف درختوں اور پودوں کے لئے ضروری ہیں یہ تمام کی تمام باتیں انسان کے اختیار سے باہر ہیں۔ جن درختوں کو تین چار سال کے بعد پھل لگتا ہے، کیا انسان کے اختیار میں ہے کہ ان میں کچھ ہی سال پہلے پھل لگ جائے۔ پودوں کو لگانے کے بھی خاص موسم ہوتے ہیں۔ انسان ان موسموں کا پابند ہے۔ کسی کو اختیار نہیں کہ موسم کے پہلے یا بعد پودے لگا کر کامیابی حاصل کر سکے۔ خدا کے قوانین کے خلاف انسان قطعاً کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ بیج کو دیمک پڑ جائے، سونڈی نکل آئے تو حوادثات ہیں۔ آندھی ہے۔ بارش کی زیادتی ہے۔ اور طرح طرح کے مصائب ہیں۔ کون ہے جو ان حوادثات سے حفاظت کر سکے۔

حقیقی مالک سے منہ موڑنے والے

انسان کی طاقت سے یہ تمام چیزیں بالاتر ہیں ما کان لکم ان تنبتوا شجرھا تم باغات کے درختوں کو نہیں اگا سکتے۔ الغرض ہر چیز خدا کے قوانین کی پابندی کرتی نظر آتی ہے ان کی خلاف ورزی کر کے کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا تو بتلاؤ ءالٰہ مع اللہ تو اپنے اس مشاہدہ کے بعد بتلاؤ خدا کے سوائے کوئی دوسری ہستی ہے جو کمالات اور ان انعامات کا سرچشمہ ہے۔ بل ھم قوم یعدلون۔ ایسے طاقتور اور قدرت اور کمالات کے مالک، احسانات کے سرچشمہ خدا سے منہ موڑ کر ہواؤں، ستاروں، پتھروں، درختوں وغیرہ کی پرستش میں لگ گئے ہو۔ یہ جمادات پرستی، نفس پرستی اختیار کرنا نہایت غیر معقول اور غیر مفید ہے۔ ایسے محسن اور طاقتور بادشاہ کے احکامات سے غفلت برتنا اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنا کوئی عقلمندانہ فعل نہیں۔ دفاتر میں کوئی غفلت سے کام لے افسر ناراض ہوتا ہے۔ چند ٹکوں کی خاطر افسران کو خوش کرنے کے لئے محنت کی جاتی ہے۔ فائلوں کی تکمیل کرنے کے لئے مشقت اٹھائی جاتی ہے۔ لیکن اس خدا کی اطاعت سے جس نے زندگی بخشی اور پھر زندگی کے قیام کے لئے ساری کائنات کو ہماری خدمت میں لگایا اس سے منہ موڑا جاتا ہے۔

پہلے آسمان کی بات بتلائی اب زمین کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ وہاں یہ بتلایا تھا کہ آسمان سے بارش ہوتی ہے تو زمین اس کا اثر قبول کرتی ہے۔ یہی علت اور معلول کا سلسلہ ہے اسی کو (CAUSE AND EFFECT) یعنی سبب اور اس کا نتیجہ کہتے ہیں۔ اس قانون کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ پھر فرمایا امن جعل الارض قرارا۔ یہ زمین جس پر تم رہتے ہو۔ اس کو رہائش کے قابل کس نے بنایا۔

فلکیاتی نقطۂ نگاہ

آج سائنس کی تحقیقات نے بتایا ہے کہ زمین جب پیدا ہوئی تو آگ کا ایک انگارہ تھا۔ اس انگارے کو رہائش کے قابل بنایا گیا۔ یہ ناری کرّہ مختلف گیسوں کا مجموعہ تھا ان میں سے آکسیجن اور ہائیڈروجن کے ملنے سے پانی کا وسیع سمندر بن گیا۔ اور یہ سرسبز زمین کی زندگی کا باعث ہے۔ پھر ہوا کا ایک لفافہ ہے جو زمین کے گرداگرد ہے۔ ہوا کا یہ لفافہ سورج کی گرمی اور حدت کو روکنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر زمین کے گرد ہوا کا یہ غلاف نہ ہوتا تو سورج چڑھتے ہی زمین کی تمام چیزیں جھلس جائیں اور سورج کے غروب ہونے پر تمام زمین برف کا تودہ بن کر رہ جاتی۔ اندازہ لگائیے یہ ہوا کا غلاف، پانی اور دوسری اشیاء کے علاوہ زمین کو قرارگاہ بنانے کے لئے کس قدر ممد ہے۔ وجعل خلالھا انھارا

زمین کو اگر جائے قرار بنایا تو ان تمام چیزوں کو مہیا کیا جو جائے قرار بننے میں ممد ہیں۔

پانی کی ضرورت

جس طرح سورج کے بغیر زمین جائے قرار نہیں بن سکتی اسی طرح پانی کے بغیر جائے قرار بننا ناممکن تھا۔ ذات قرار و معین۔ یعنی ٹھہرنے کی جگہ جو وہاں پانی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ بغیر پانی کے زندگی قائم نہیں رہ سکتی۔ تو فرمایا زمین کو جائے قرار بنانے کے لئے ہم نے اس میں چشمے بہا دیئے ہیں۔ نہریں اور دریا چلا دیئے ہیں۔ وجعل لها رواسی اور اس پر ہم نے پہاڑ بنائے ہیں، جو دریاؤں اور چشموں کا منبع ہیں۔ دریاؤں کا پہلے ذکر کیا اور بعد میں پہاڑوں کا ذکر کیا ہے حالانکہ پہاڑ ہوں تو بارش ہوتی ہے سردیوں میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف کے تودے جم جاتے ہیں۔ اور پھر گرمیوں میں یہی برف پگھل پگھل کر دریاؤں اور نہروں کی شکل میں تمام زمین پر بہہ نکلتی ہے۔ تو اس لحاظ سے بھی پہاڑوں کا ذکر پہلے چاہیئے تھا۔ تعلیم دینے کا یہ ایک طریق ہے کہ پہلے قریب کی چیزوں اور مانوس چیزوں کے ذکر کے بعد بعید کی چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی لئے پہلے زمین اور زمین کی روئیدگی کا ذکر فرمایا پھر پانی اور دریاؤں کے بعد میں پہاڑوں کا۔ پہاڑ معدنیات کا گھر ہیں۔ اور نہ صرف دریا اور چشمے ہی وہاں سے نکلتے ہیں بلکہ لکڑی کا خزانہ بھی وہاں موجود ہے۔ اس کے علاوہ قسم قسم کے جانور وہاں ملتے ہیں جس کسی کو شملہ کی پہاڑیوں کے اندر یا کشمیر کے اندر جانے کا موقعہ ملا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ کس کس قسم کے رنگا رنگ کے خوبصورت پرندے وہاں پر پائے جاتے ہیں۔ کتنی قسم کا ہرن ہے جو وہاں پر ملتا ہے ان کے نافے سے انسان فائدہ اٹھاتے ہیں۔ الغرض پہاڑوں پر بے شمار ایسی چیزیں ہیں جو انسان کے قیام کا موجب ہیں۔ پھر فرمایا وجعل بین البحرین حاجزاً سورج کی گرمی سے پانی بخارات بن کر سمندر سے اٹھتا ہے۔ پھر ہوائیں اسے اپنے کندھوں پر اٹھا کر پہاڑوں اور میدانوں میں آکر انڈیل دیتی ہیں۔ پہاڑوں پر بارش ہوئی تو تمام پانی پتھروں وغیرہ کا منہ دھو دھا کر دریا کی شکل میں بہہ نکلتا ہے۔ میدانوں میں بارش ہوتی مکانوں گلیوں کوچوں کا منہ دھل گیا۔ درخت وغیرہ سب نہلا سے گئے۔ تمام شہر کا کوڑا کرکٹ صاف ہو کر پھر سمندر میں ہی ڈال دیا جاتا ہے۔ وہاں سمندر میں تیز نمک ہے۔ جو تیزاب کا کام کرتا ہے۔ تمام کوڑا کرکٹ اس میں پہنچ کر مل جاتا ہے ورنہ دنیا کو بڑے پیمانے پر تعفن کا سامنا کرنا پڑتا۔ سمندر ہی سے پانی اٹھا پھر سمندر میں پہنچ گیا۔ ان دونوں پانیوں کے درمیان پردہ ہے کہ ایک دوسرے کے درمیان حائل اور ایک کو دوسرے سے جدا رکھتا ہے۔ ءَ اِلٰہٌ مع اللہ بل اکثرهم لا یعلمون۔ یہ تو تمہارا مشاہدہ ہے۔ اگر علم کا کچھ دعوے ہے کیا ایسی ہستی کوئی اور بھی ہے جس کی طرف رخ کیا جا سکے تو اس خدا کو چھوڑ کر کیوں کسی اور طرف جھکتے ہو۔

انسانی فطرت پر غور کرو

امن یجیب المضطر اذا دعاه یہ تو کائنات کی چیزوں کا ہم نے تمہیں کچھ حال سنایا۔ اب اپنی فطرت کی طرف غور کرو۔ وہ بھی گواہی دیتی ہے کہ خدا نے فرمایا سنریهم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسهم یعنی اگر کائنات خدا کی ہستی پر دلیل ہے تو انسان کی فطرت کے اندر بھی اس کی ہستی کی دلیل موجود ہے خود تمہارے اندر خدا کی ہستی کے نشانات موجود ہیں۔ کوئی سخت مصیبت آ جائے۔ نیند حرام ہو جاتی ہے۔ کسی کے بیٹے کو پھانسی کی سزا ہو جائے۔ چیخ اٹھتا ہے کہ اس کا بیٹا بچ جائے۔ خدا کے حضور روتا اور گڑگڑاتا ہے۔ خدا کے سوا کوئی یاد نہیں آتا۔ اسی طرح شدت کی بیماری کے وقت اور دوسری مصیبتوں میں پھنس کر انسان خدا کے سوائے کسی دوسرے در پر نہیں گرتا۔ ایک زمیندار تھے انہوں نے کئی مربعے زمین خریدی فصل خوب ہوا۔ ایک رات سخت ٹھنڈا ہوا چلی۔ وہ کہنے لگے مجھے خطرہ ہوا کہ فصل تباہ ہو جائے گی۔ تمام رات روتا رہا۔ صبح کو سارے کا سارا فصل کوڑا کرکٹ بن چکا تھا اسی طرح اور وبائیں پھیلتی ہیں۔ لوگ مرتے چلے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر عاجز ہیں کچھ نہیں کر سکتے۔ تو ڈاکٹر یقین کرتا ہے کہ خدا کے سوائے کوئی صحت نہیں بخش سکتا۔ الغرض انسان کی طبیعت کے اندر خدا تعالیٰ کی شناخت کے لئے نشانات رکھے ہیں اور اس مصیبت کے اندر انعام بھی رکھا گیا ہے اس سے غفلت دور ہو جاتی ہے۔ سیالکوٹ میں ایک امیر کبیر آدمی تھے۔ ان کی جوان بیوی مر گئی انہیں بڑا صدمہ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اس صدمہ کے آنے سے مجھے ہوش آگئی غفلت کے پردے چاک ہو گئے۔ مصیبت اگر غفلت کو دور کر دے تو یہ بھی جناب الٰہی کی طرف سے نعمت بن جاتی ہے۔ مصیبت آ جائے تو خدا کے سوائے اسے دور کرنے والا کوئی نہیں وہی تمام سامانوں کا مالک ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بشریت کے تمام لوازمات تھے۔ آپ کو بھی بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ جنگ بدر میں جب حضور نے دیکھا کہ دشمن اونچی جگہ پر ہے مسلمان نچلی جگہ پر۔ دشمن کے پاس پانی ہے۔ مسلمانوں کے پاس پانی نہیں۔ دشمن کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ ہے۔ امن یجیب المضطر اذا دعاه اپنی کمزوری اور ناتوانی کو دیکھ کر خدا کے حضور گر گئے۔ خوب روئے اتنا روئے کہ زمین تر ہو گئی۔ حضرت ابوبکر رضہ نے عرض کی یا رسول اللہ الحاح میں آپ نے انتہا کر دی ہے اب چھوڑ دیجئے گا۔ پھر کیا ہوا۔ وہی آنسو جو حضور نے خدا کے حضور گرائے تھے ابر بن کر آ گئے۔ بارش ہو گئی۔ وہی زمین جس میں پاؤں دھنسے جاتے تھے سخت ہو گئی۔ پاؤں میں مضبوطی پیدا ہو گئی اور قلوب ہر قسم کی کمزوری سے پاک کر دیئے گئے گھبراہٹ دور ہو گئی۔

انسان خلیفۃ اللہ ہے

تو اضطراری حالت میں خدا کے حضور جھکنا بتلاتا ہے کہ خدا ہے۔ ویجعلکم خلفاء الارض۔ ہم نے تمہیں زمین پر اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ زمین اور آسمان کی ہر چیز تو تمہاری خدمت میں لگا رکھی ہے تمہیں ہوش آنی چاہیئے کہ تم کس کے نائب ہو تمہیں یہ احساس ہونا چاہیئے تھا کہ تمہیں خلیفہ بنایا گیا ہے تو تمہیں مخلوق خدا کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے۔ تمہیں اپنی ذمہ داریوں کا کچھ احساس چاہیئے ذمہ داری اور فرض شناسی کا احساس بہت مفید چیز ہے۔

ایک زرین مثال

ایک دفعہ حضرت عمر رضہ کے زمانہ میں بہت سی چادریں مال غنیمت میں ہاتھ لگیں۔ حضرت عمر رضہ نے تمام چادریں تقسیم کر دیں۔ ایک چادر جو نہایت عمدہ تھی بچ گئی۔ دربار میں جس قدر لوگ تھے سب نے کہا ابنۃ الرسول کو یہ چادر دیدیں، اشارہ حضرت علی رضہ کی بیٹی حضرت عمر رضہ کی اہلیہ ام کلثوم کی طرف تھا، حضرت عمر رضہ نے فرمایا میں امیر المومنین ہوں میری نگاہ تمام قوم پر ہے۔ ام سلیط جو انصار کی عورتوں میں سے ہے۔ اس نے جہاد کے موقع پر مشکیزے اٹھا اٹھا کر مجروحین کو پانی پلایا تھا وہ اس چادر کی حقدار ہیں۔ ام کلثوم امیر المومنین کی بیگم ہیں اور حضرت علی رضہ کی صاحبزادی۔ اور تمام مجلس کا اتفاق بھی اس امر پر ہے کہ چادر انہی کو دی جائے۔ لیکن ذمہ داری کا کیا احساس ہے۔ اس قسم کی مثالیں خلفاء راشدین کی تاریخ میں بہت ملتی ہیں۔ ایسے لوگوں ہی نے درحقیقت خدا کے نائب ہونے کا ثبوت دیا۔ اپنے رشتہ دار اپنے دوست کسی کو بھی بے جا رعایت نہیں دی۔ عدل و انصاف کے ساتھ ہر ایک سے سلوک کیا جس گھر سے یا جس ادارے سے یا جس جماعت سے یا جس ملک سے عدل و انصاف ختم ہو جائے وہ کسی وجہ سے ہو وہ گھر وہ ادارہ وہ جماعت تباہ ہو جاتی ہے۔ ویجعلکم خلفاء الارض زمین میں تمہیں اپنا خلیفہ اپنا نائب مقرر کر کے تمہاری تکریم کی ہے۔ ولقد کرمنا بنی آدم ہم نے بنی آدم کی بڑی تکریم کی ہے۔ زمین و آسمان کی جملہ اشیاء تمہارے ماتحت کر دی ہیں ایجاد کا مادہ تم میں رکھ دیا ہے۔ حکومت کرنے کی اہلیت تم میں پیدا کر دی ہے۔ ءَ اِلٰہٌ مع اللہ پھر بھی خدا کے سوا شریک ٹھہراتے ہو قلیلاً ما تذکرون اتنے حقائق تمہارے سامنے پیش کئے ہیں لیکن تم بہت ہی کم قبول کرتے ہو۔ امن یهدیکم فی ظلمات البر والبحر۔ اس کائنات کے اندر جہاں تمہارے قیام کیلئے سامان میسر کئے ہیں وہاں تمہاری رہبری کے سامان بھی ہم پہنچائے ہیں وبالنجم هم یهتدون ستاروں کی مدد سے تم رات کی تاریکی میں راستہ دیکھتے ہو۔ سمندر میں ایک جہاز ران ستاروں کی مدد لیتا اور جہاز کو صحیح سمت پر چلاتا ہے۔ اسی طرح جنگل میں بھٹکا ہوا راہگیر ان ستاروں کو دیکھ کر صحیح راستہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔

روحانی زندگی کے سامان

تو اس مادی زندگی کے لئے جب اس قدر رہبری کے سامان کئے تو کیا روحانی تربیت اور رہبری کے لئے کوئی سامان نہ کئے ہوں گے روحانی زندگی کے قیام کے لئے ہی ہم نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا ہے اور ان پر قرآن کریم ایسی عظیم الشان کتاب نازل کی ہے ومن یرسل الریح بشراً بین یدی رحمته بارش کس طرح ہوتی ہے غور کرو۔ ءَ اِلٰہٌ مع اللہ تعالیٰ اسی قدرتوں والے خدا کو چھوڑ کر کس کے آگے جھکتے ہو، خدا کے مقابلہ پر مخلوق چیزوں میں سے کسی حجر یا شجر یا انسان کی یہ قدر کہ اسے معبود

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۴)

بچوں کیلئے

ایک نومسلم جرمن بچہ کا مضمون

محترم ایڈیٹر صاحب - تسلیم

ذیل کا مضمون ہمارے بچوں کی جماعت سے ایک بارہ سالہ بچے نے لکھا ہے - آپ حیران ہوں گے کہ اس بچے کا تمام خاندان ماں، باپ، بہن، بھائی سب عیسائی ہے - یہ اکیلا بچہ نورِ اسلام سے فیضیاب ہوا ہے - اصل مضمون جو کہ جرمن زبان میں لکھا گیا ہے ساتھ بھیج رہی ہوں جہاں تک ہوسکا ہے میں نے بچوں کی آسانی کے لئے اور انہیں بتانے کے لئے کہ ان کے جرمن بہن بھائی اسلام کی تعلیم سے کس قدر بہرہ یاب ہیں - ترجمہ سلیس اُردو میں کرنے کی کوشش کی ہے - نیز اس مضمون سے آپ بہن بھائی و دیگران جماعت بھی یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ برلن مشن کس قدر محنت سے کام کر رہا ہے - یہ مضمون میں نے انگریزی میں ترجمہ کرکے برلن جماعت کے انگریز دوستوں کو پڑھکر سنایا ہے - انہوں نے بھی بہت پسند کیا ہے - اب آپ پیغام صلح میں بھی شائع کرکے اس بچے کا دل بڑھائیں۔

فقط - شمیم امان

اسلام

دین اسلام پانچ ارکان پر مبنی ہے - سب سے ضروری اور پہلا رُکن "کلمۂ شہادت" ہے - یہ کلمہ سب سے بڑے اسلامی اصول کا مظہر ہے - یعنی ایک خدا پر ایمان اور قرآن کا نزول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے - اسلام خدائے برتر کو بتوں اور تصویروں کے ذریعے سے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی اولاد مانتا ہے - قرآنی تعلیم کا "نچوڑ" یہ ہے کہ خدا ایک ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے وہ اکیلا اور لاثانی ہے - اور اس طرح اسلام ہمیشہ کے لئے خدا کے واحد ہونے کی تعلیم دیتا ہے۔

دوسرا رُکن نماز ہے - نماز دن میں پانچ دفعہ پڑھی جاتی ہے پھر بھی ان تمام نمازوں میں پورے دن کا صرف ایک گھنٹہ خرچ ہوتا ہے - اور یہ ایک عبادت و تقوےٰ کا وقفہ تمام دن کے مقابلے میں بہت تھوڑا وقت ہے - قرآن مجید نماز کو برکت کا سب سے بڑا ذریعہ قرار دیتا ہے - کیونکہ خدا کی یاد ہی سے دل اصل سکون پاتا ہے - جس قدر ایک مسلمان سچے دل سے خدا کی عبادت کرتا ہے اور اپنے ضمیر کی آواز کو سنتا ہے اتنا ہی اسے اپنے نادانستہ گناہوں کا زیادہ احساس ہوتا ہے اور وہ ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے عبادت رُوح کی غلاظت کو دور کرکے اسے صاف کرتی ہے اور یہ صفائی جسمانی صفائی یعنی "وضو" سے شروع ہوتی ہے۔

ایک مسلمان کا ایک بہت بڑا فرض زکوٰۃ ہے - یہ اسلام کا تیسرا بڑا رُکن ہے - جو شخص کسی غریب کو خیرات دیتا ہے وہ حقیقت میں ایک بہت بڑا نیک و اعلیٰ کام کرتا ہے - کیونکہ وہ دوسروں کو اُس رزق میں سے حصہ دیتا ہے جو خدا نے سب کے لئے پیدا کیا ہے - کئی دفعہ ایسی خیرات دینے کے لئے ایک آدمی کو کافی ایثار سے کام لینا پڑتا ہے - اور یہ ایثار امتحان ہے بندے کا خدا کے بھروسے پر - ایک مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے معیار زندگی کو بلند کرے - اسی لئے خیرات دینے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ یہ خیرات کسی کی حاجت رفع کرے اور ضائع نہ ہو اور نہ ہی کسی ایسے طریقے پر دی جائے کہ اس کا اصل مقصد ضائع ہو جائے۔

اسلام کا چوتھا ضروری رُکن رمضان کے روزے ہیں وہ انسان جو رمضان کے پورے تیس روزے رکھتا ہے - اس کا دل خدا کی محبت سے بھرپور ہوگا - جس سے اس کا ایمان بڑھیگا - اس پاک مہینے میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ خدا کی بڑائی کا اندازہ اور اس سے فائدہ اُٹھائے۔

پانچواں اور آخری بڑا رُکن حج ہے - حج کے موقعہ پر ہر مسلمان زندگی میں ایک بار اپنے لاکھوں مسلمان بھائیوں سے ملتا ہے - اور مکہ معظمہ میں لا تعداد مسلمان مختلف نسلوں، قوموں اور ملکوں کے خدا کے فضل سے **ایک مسلمان جماعت** کی شکل میں اکٹھے ہوتے ہیں - کیونکہ یہ اپنی طرز کا اکیلا تہوار یا دن ہے - اس لئے یہ ثبوت ہے کہ اسلام کس قدر اتفاق و محبت اور خلوص پر زور دیتا ہے۔

اسلام کے لفظی معنے ہیں خدا کے آگے سر تسلیم خم کرنا اور اس پر بھروسہ رکھنا - اور صرف خدا کے آگے اپنے آپ کو عاجز کرنے سے ہی انسان خدا کے بندوں سے بھی نرمی اور خلوص سے پیش آنے کا سبق سیکھتا ہے - اسی طرح حج کے موقع پر تمام مسلمانوں کے مکہ میں اکٹھے ہونے کا دن دنیا کا سب سے بڑا "صلح کا تہوار" بن جاتا ہے اور کرسمس سے بھی کہیں اعلیٰ اور عمدہ ہو جاتا ہے۔

ڈٹلف ہوٹزلر برلن حرمزڈورف

وہ جس نے ظلمتوں کے نشاں سب مٹا دیئے

حامد الوارثی

وہ جس نے رحمتوں کے خزانے لٹا دیئے ۔ وہ جس نے لطف و فضل کے دریا بہا دیئے

وہ جس کے دم سے مطلع گیتی ہے نور ریز ۔ وہ جس نے ظلمتوں کے نشاں سب مٹا دیئے

وہ راہبر کہ جس نے دکھا کر رہِ صواب ۔ سوئے ہوئے نصیب ہمارے جگا دیئے

ناآشنا تھے جن سے حکیم اور فلسفی ۔ وہ راز آ کے اہلِ جہاں کو بتا دیئے

جس نے کیا جہاں میں غلاموں کو تاجدار ۔ اور سرکشوں کے سر درِ حق پہ جھکا دیئے

الانسان الکامل

ولقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

از جناب شیخ غلام قادر صاحب ایم اے بی ٹی (بلتی) نگر لاہور

(۵)

عتبہ بن ربیعہ کا آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہونا

قریش نے باہم مشورہ کر کے عتبہ بن ربیعہ کو جو قریش میں چند سمجھدار آدمیوں میں سے تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تاکہ وہ معلوم کرے کہ آپ کے اس عجیب و غریب دعوے سے آپ کا اصل مقصد کیا ہے تاکہ اس مقصد کے حصول کے لئے وہ (قریش) آپ کی مدد کر سکیں، چنانچہ عتبہ بطور نمائندہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا "محمد کیا خواہش ہے؟ کیا مکہ کی حکومت؟ کیا کسی بڑے خاندان میں شادی؟ کیا مال و دولت؟ یہ سب چیزیں ہم آپ کو مہیا کر سکتے ہیں لیکن اپنے مشن سے دستبردار ہو جاؤ کیونکہ یہ ہماری قومی روایات کے سراسر منافی ہے اور قومی تباہی کا باعث ہے، ان تمام باتوں کے جواب میں آپ کی زبان مبارک سے کلام الٰہی کا وہ شیریں چشمہ پھوٹ نکلا جس میں نہ صرف قوم قریش بلکہ اقوام عالم کے لئے پیغام امن و سلامتی تھا جس میں انسانیت کا بول بالا تھا۔ فرمایا:-

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد فاستقیموا الیہ واستغفروہ (حٰم السجدہ ۶) قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون لہ اندادا ذالک رب العالمین (حٰم السجدہ ۱۰)

ترجمہ:- اے محمد (صلعم) اہل دنیا کو سنا دو کہ میں تمہاری طرح صرف ایک انسان ہوں (فرق صرف اتنا ہے کہ) مجھ پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوتا ہے (تاکہ بہانگ دہل سنا دوں) کہ تمہارا معبود، مطلوب و منصود صرف ایک ذات واحد ہے اسی کو پانے کے لئے خود اسی کے بتائے ہوئے راستہ پر ثابت قدمی سے چلتے رہو اور (ہر مصیبت اور بلا سے بچنے کے لئے) اسی کی حفاظت و پناہ میں آ جاؤ کہو کیا تم اس کا کفر و انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو وقتوں میں پیدا کیا (یعنی زمین پہلے ناری ٹکڑا تھا پھر آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو کر اس کے اوپر کی سطح بنی) اور تم لوگ اس کے ہمسر ٹھیراتے ہو (معبودان باطلہ کو اس کا شریک کار تصور کرتے ہو حیثیت سے تیرا اور تمہاری عقل و دانش پر) یہ ہے جہانوں کا رب (کل اشیاء کو پیدا کرتا ہے پھر ان کی تربیت کر کے انہیں منزل ارتقاء تک پہنچا دیتا ہے)

اس کلام کے ایک ایک لفظ میں ایک طرف جہاں کفر سوز بجلیاں بھری ہوئی ہیں وہاں انسانیت کے شرف کو زندہ و قائم رکھنے کے لئے آب حیات کے ابلتے ہوئے چشمے بھی موجود ہیں۔

عتبہ پر اس کلام مقدس کا وہ اثر ہوا کہ جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس گیا تو وہ عتبہ نہیں تھا جو اپنی قوم کا نمائندہ بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس نے جا کر قریش کو کہا کہ "محمد جو کلام پیش کرتے ہیں وہ شاعری نہیں کوئی اور (بلند و بالا) چیز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اگر وہ کامیاب ہو کر عرب پر غالب آ جائیں گے تو اس میں تمہاری ہی عزت ہے ورنہ عرب ان کو خود فنا کر دے گا" لیکن باوجود اپنی نیک نفسی کے ابوجہل کے طعن و تشنیع سے اپنے الفاظ پر قائم نہ رہ سکا پھر بھی اس شخص نے عین میدان بدر میں حکیم بن حزام (جو کہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) کے ساتھ مل کر جنگ کو ٹالنا چاہا مگر ابوجہل کی خبث باطنی اور چال بازی سے اس مشن میں ناکام رہا اور مارا گیا۔

ان کے فرزند ارجمند حضرت ابو حذیفہ رضی جو جنگ بدر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے کفار کے مقابلہ کے لئے نکلے ہوئے تھے اپنے باپ عتبہ کی ہلاکت پر بہت افسوس کرتے تھے کہ ایسا شریف طبع اور دانا انسان ابوجہل کے پنجہ میں گرفتار رہ کر تباہ ہو گیا ؎

آنکہ روزی نیستش بخت و نجات
ننگرد عقلش مگر در نادرات (رومی)

یعنی جس شخص کے نصیب میں بخت اور نجات نہ ہو اس کی عقل شاذ و نادر باتوں کی سند پکڑتی ہے ؎

در کیش جاں فروشاں فضل و ہنر نہ زیبد
اینجا نسب نہ گنجد اینجا حسب نگنجد (حافظ)

یعنی۔ جاں فروشوں کے مذہب میں فضل و ہنر زیبا نہیں ہے اس جگہ حسب و نسب کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت عمر کا اسلام

حضرت عمر رضی کے اسلام قبول کرنے کے متعلق بہت سی مختلف روایات ہیں۔

ایک تو وہی مشہور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اپنی ہمشیرہ کے گھر گئے جبکہ آپ تلوار بکمر بستہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلے تھے اور مار پیٹ کے بعد قرآن شریف کی ایک سورت بہن سے لے کر پڑھی اور وہ سورت طٰہٰ تھی اور جب اس آیت پر پہنچے انی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری تو یہ اثر ہوا کہ دل سے لا الٰہ الا اللہ پکار اٹھے اور کاشانہ نبوی پر حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن بقول سید سلیمان ندوی مرحوم و مغفور یہ روایت حد درجہ کمزور ہے یہ دونوں طریقوں سے مروی ہے اور ان دونوں میں ایسے رواۃ ہیں جو قبول کے لائق نہیں اور محدثین نے اس کی تصریح کی ہے (سیرۃ النبیؐ مجلد سوم)

دوسری روایت مسند ابن حنبل میں ہے (اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں لیکن ابتدائی راوی کی ملاقات حضرت عمر رضی سے ثابت نہیں۔ سیرت) جس میں خود حضرت عمر رضی سے روایت ہے کہ ایک شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھیڑنے کے لئے نکلا آپ بڑھ کر مسجد حرام میں داخل ہو گئے اور نماز شروع کر دی اس وقت آپ نے سورۃ الحاقہ تلاوت فرمائی میں کھڑا سنتا رہا اور قرآن کی نظم اور اسلوب بیان سے حیرت میں تھا میں نے کہا خدا کی قسم یہ شاعر ہے ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپ نے یہ آیت پڑھی انہ لقول رسول کریم وما ھو بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون یعنی یہ ایک بزرگ قاصد (کے ذریعہ نازل شدہ) کلام ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔ تم بہت کم ایمان رکھتے ہو۔

میں نے کہا پھر تو یہ کاہن ہے کہ میرے دل کی بات جان گیا مگر اس کے معاً بعد پڑھا ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون تنزیل من رب العلمین (الحاقہ) یعنی یہ کاہن کا کلام بھی نہیں تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔ یہ تو جہان کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے۔

یہ سورۃ آخر تک پڑھی اور اسے سن کر اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر کر گیا۔

(سیرۃ النبیؐ ۳)

ابن ہشام میں روایت یوں ہے کہ ایک شب مجھے خیال ہوا کہ کعبہ میں چل کر سات یا ستر طواف کروں، جب میں کعبہ میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور علیہ التحیات والسلام نماز پڑھ رہے ہیں .... پس میں نے سوچا کہ آج سنوں کہ محمد کیا پڑھ رہے ہیں پھر سوچا کہ ان کے پاس جانا تو مناسب نہیں چھپ کر سننا چاہیئے چنانچہ میں کعبہ کے پردہ کے اندر داخل ہو گیا اور تھوڑا تھوڑا کھسکتا ہوا آپ کے سامنے آ گیا یعنی میں آپ کے اور کعبہ کے درمیان میں تھا اور میرے اور آپ کے درمیان صرف غلاف کعبہ ہی حد فاصل تھا پھر میں نے قرآن شریف خوب اچھی طرح سنا اور میرے دل میں اسلام داخل ہو گیا۔

جب حضورؐ فارغ ہو کر نکلے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا ...... جب حضور حضرت عباس اور ابن زہیر کے گھروں کے درمیان پہنچے میں آپ کے قریب ہوا آپ نے میری آہٹ سن کر پیچھے کی طرف نظر کی اور مجھے دیکھ کر پہچان گئے اور خیال فرمایا کہ میں آپ کی ایذا رسانی کے لئے آپ کا پیچھا کر رہا ہوں۔ پس مجھے آواز دی کہ اے ابن خطاب اس وقت کیوں آیا ہے میں نے عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان کا اعتراف و اعلان کرنے کے لئے آیا ہوں یہ سن کر حضور نے فرمایا الحمد للہ اے عمر رضی تجھے اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی پھر آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور ثابت قدمی کی دعا فرمائی۔ پھر میں واپس چلا آیا۔

اس موقعہ پر فتح الباری باب بنیان الکعبہ سے سعید بن زید کے متعلق جو روایت ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا

وان عمر لموثقی علی الاسلام

لکھا ہے "موثقی" مضاف الی المفعول ہے یعنی مجھے اسلام پر (حضرت عمر رضی جبکہ ابھی آپ نے اپنے اسلام کا کھلے بندوں اعلان نہیں کیا تھا) پختہ کرتے تھے اور اسی طرح مجمع میں کرمانی نے کہا ہے "موثقی" یعنی حضرت عمر رضی مجھے اسلام پر ثابت قدم رہنے پر استوار کرتے تھے، رہنمائی کرتے تھے اور مجھے اسلام پر مضبوط کرتے تھے .... صاحب خیر الجاری کا قول ہے "موثقی" یعنی سعید کہتے ہیں کہ عمر مجھے باندھتے تھے اور سختی کرتے تھے اسلام کی وجہ سے اور مجھے ارتداد پر مجبور کرتے تھے نعوذ باللہ منہ اور سعید کی اس سے اپنی قوت ایمانی بیان کرنا مقصود تھی اور یقیناً اس کا (سعید کا) ارادہ اس بیان سے یہ تھا کہ وہ دین میں بہت مضبوط تھا اور کرمانی نے اس کے خلاف اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور شیخ ابن حجر نے اسکو یعنی جو صاحب الخیر نے لکھا ہے کچھ نہ سکا کہا ہے انتہٰی۔ اور اسی طرح

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۳)

جماعت قادیان کی طرف سے تحقیقاتی کمیشن کے (۷) سوالوں کا جواب

{ بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۵۳ء }

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ احمدیوں نے مسجدیں نہیں چھوڑیں بلکہ انکو مسجدوں سے نکالا گیا۔ احمدیوں نے نکاح سے نہیں روکا۔ بلکہ ان کے نکاح توڑے گئے۔ احمدیوں نے جنازہ سے نہیں روکا۔ بلکہ ان کو جنازہ سے باز رکھا گیا۔ لیکن باوجود اس کے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے آخری کوشش یہی کی۔ کہ باقی مسلمانوں سے صلح ہو جائے لیکن جب باوجود ان تمام کوششوں کے ناکام ہوئے۔ تو جیسا کہ مولوی عبدالاحد صاحب کی مندرجہ عبارت میں اقرار کیا گیا ہے۔ تب بامر مجبوری فتنے سے بچنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق جوابی کارروائی کرنی پڑی۔

پھر اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ دیگر فرقوں نے بھی ایک دوسرے فرقہ والوں کو جنازہ کی حرمت و امتناع کے فتوے دیتے ہیں۔ چنانچہ علمائے اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند نے شیعہ فرقہ والوں کے جنازہ کو نہ صرف حرام اور ناجائز قرار دیا ہے۔ بلکہ ان کو اپنے جنازہ میں شریک ہونے کی بھی ممانعت کی ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالشکور صاحب مدیر "النجم" کا فتوے ملاحظہ ہو۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"ان کا جنازہ پڑھنا یا ان کو اپنے جنازہ میں شریک کرنا جائز نہیں ہے۔ ان کی مذہبی تعلیم ان کی کتابوں میں یہ ہے کہ سنیوں کے جنازہ میں شریک ہو کر یہ دعا کرنی چاہیئے۔ کہ یا اللہ! اس کی قبر کو آگ سے بھر دے۔ اس پر عذاب نازل کر۔"

(ملاحظہ ہو رسالہ موسومہ بہ علمائے کرام کا فتوے درباب ارتداد شیعہ اثنا عشریہ صک)

(ب) نیز مولانا ریاض الدین صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:۔

شادی غمی جنازہ کی شرکت ہرگز نہ کی جائے۔ ایسے عقیدہ کے شیعہ کافر ہی نہیں بلکہ اکفر ہیں۔"

(فتوے علمائے کرام صک)

(ج) اس کے بالمقابل شیعہ صاحبان کے امام حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے شیعہ صاحبان کو یہ ہدایت فرمائی۔ کہ اگر کسی غیر شیعہ کی نماز جنازہ میں شامل ہونا پڑ جائے۔ تو متوفی کے لئے مندرجہ ذیل دعا کرے:۔

"قال ان کان جاھداً للحق فقل اللھم املأ جوفہ ناراً و قبرہ ناراً و سلط علیہ الحیات والعقارب و ذالک قالہ ابوجعفر علیہ السلام لامرءۃ سوء من بنی امیۃ صلی علیھا"

(ملاحظہ ہو شیعہ حضرات کی مستند ترین کتاب فروع الکافی کتاب الجنائز جلد ۱ صفحہ ۱ باب الصلوٰۃ الناصب و جاھد للحق مصنفہ حضرت محمد یعقوب کلینی مطبوعہ نولکشور)

یعنی اے اللہ! اس کا پیٹ آگ سے بھر دے اور اس پر سانپ اور بچھو مسلط کر دے۔ یہی وہ دعا ہے جو حضرت امام جعفر صادق نے بنو امیہ کی ایک غیر شیعہ عورت کے بارے میں کی تھی،

سوال ۶ (الف) کیا احمدی اور غیر احمدی میں شادی جائز ہے۔

(ب) کیا احمدی عقیدہ میں ایسی شادی کے خلاف ممانعت کا کوئی حکم موجود ہے؟

جواب:۔ کسی احمدی مرد کی غیر احمدی لڑکی سے شادی کی کوئی ممانعت نہیں۔ البتہ احمدی لڑکی کے غیر احمدی مرد سے نکاح کو ضرور روکا جاتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے اگر کسی احمدی لڑکی اور غیر احمدی مرد کا نکاح ہو جائے۔ تو اسے کالعدم قرار نہیں دیا جاتا۔ اور اولاد کو جائز سمجھا جاتا ہے۔

اس تعلق میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ہماری طرف سے ممانعت کی ابتدا نہیں ہوئی بلکہ اس میں بھی غیر احمدی علماء نے ہی سبقت کی اور اس میں شدت اختیار کی۔

(ا) چنانچہ سب سے پہلے مولوی محمد عبداللہ صاحب اور مولوی عبدالعزیز صاحب مشہور مفتیان لدھیانہ نے یہ فتوے دیا۔

"خلاصہ مطلب ہماری تحریرات قدیمہ جدیدہ کا یہی ہے کہ جو شخص (یعنی مرزا غلام احمد) مرتد ہے۔ اور اہل اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے۔ ایسے ہی جو لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں اور ان کے نکاح باقی نہیں رہے جو چاہے ان کی عورتوں سے نکاح کر لے۔" (ملاحظہ ہو رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ صفحہ ۵ مطبوعہ ۱۸۹۵ء)

(ب) "جب عقیدت فرقہ قادیانی بسبب کفر و الحاد و زندقہ و ارتداد ہوا تو بمجرد اس عقیدتمندی ان کی بیویاں ان کے نکاحوں سے باہر ہو گئیں اور جب تک وہ توبہ نصوح نہ کریں تب تک ان کی اولادیں سب حرامی ہوں گی۔"

(در صداقت المعروف باحکام شریعت صفحہ ۱ مطبوعہ ۱۳۲۵ ہجری)

علاوہ ازیں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ دراصل غیر احمدیوں سے ممانعت نکاح کی بناء احمدیت سے بغض اور عداوت رکھنے والوں کے اثر سے لڑکیوں کو بچانا تھا۔ کیونکہ تجربہ نے یہ بتایا ہے کہ وہ احمدی لڑکیاں جو غیر احمدیوں میں بیاہی جاتی ہیں۔ ان کو احمدیوں سے ملنے نہیں دیا جاتا۔ احمدی تحریکوں میں چندے دینے سے روکا جاتا ہے۔ اور بعض گھرانے تو اتنے جاہل ہوتے ہیں کہ لڑکی پر اس وجہ سے سختی کرتے ہیں۔ کہ وہ نماز کیوں پڑھتی ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ اس طرح ہم پر جادو کرتی ہے۔

حقیقۃً نکاح کا مسئلہ ایک سوشل قسم کا مسئلہ ہے۔ ایسے مسائل میں یہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ لڑکی کو کہاں آرام رہے گا۔ اور کہاں اسے مذہبی امور میں ضمیر کی آزادی حاصل ہو گی۔ اور اس پر ناجائز دباؤ تو نہیں ڈالا جائے گا جس سے اس کے عقاید دینیہ خطرے میں پڑ جائیں۔ لیکن باوجود مخالفت کے اگر کوئی احمدی اپنی لڑکی کا نکاح غیر احمدی مرد سے کر دے تو اس کے نکاح کو کالعدم قرار نہیں دیا جاتا۔

پھر یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ رشتہ ناطہ کے مسئلہ میں بھی ہماری جماعت اپنے طرز عمل میں منفرد نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے دوسرے فرقے اور جماعتیں بھی اس طرز عمل کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ بلکہ بعض تو آپس میں ایسی شدت اختیار کر چکے ہیں کہ وہ دوسرے فرقے کے آدمی سے ازدواجی تعلق کو "حرام" اور اولاد کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اہل سنت والجماعت نے شیعہ اثنا عشریہ سے مناکحت کو حرام قرار دیا ہے۔

(ا) علماء دیوبند اور علماء اہلحدیث کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

"سنی لڑکی شیعہ کے گھر پہنچتے ہی طرح طرح کے ظلم و ستم کا نشانہ بن کر مجبور ہو جاتی ہے۔ کہ شیعہ ہو جائے۔ یہ خرابی علاوہ اس ارتکاب جرم کے ہے جو ناجائز نکاح کے سبب ہوتا ہے......... لہٰذا شیعوں کے ساتھ مناکحت قطعاً ناجائز ان کا ذبیحہ حرام ان کا چندہ مسجد میں لینا ناروا ہے۔ ان کا جنازہ پڑھنا یا ان کو جنازہ میں شریک کرنا جائز نہیں"

(ملاحظہ ہو علمائے کرام کا متفقہ فتوے درباب ارتداد شیعہ اثنا عشریہ شائع کردہ مولانا محمد عبدالشکور صاحب مدیر النجم، صفحہ ۳،۱)

(ب) بریلوی فرقہ جس کے ساتھ مولانا ابوالحسنات صاحب صدر مجلس عمل کا تعلق ہے کے نزدیک بھی شیعہ سے مناکحت "زنا" سے مترادف ہے۔ چنانچہ "ردالرفضہ" میں لکھا ہے:۔

"بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی۔ قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار۔ مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص "زنا" ہے۔ اگر مرد "سنی" اور عورت ان خبیثوں ہی کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہ ہو گا۔ محض "زنا" ہو گا۔ اولاد "ولد الزنا" ہو گی۔"

(ردالرفضہ تصنیف حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی مطبوعہ ۱۳۲۰ھ صفحہ ۱۶)

ہم نہایت ادب سے عرض کرتے ہیں کہ اس فتوے میں (جو حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بانی فرقہ بریلویہ کا ہے) شیعہ حضرات کو نہ صرف کافر قرار دیا گیا ہے بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی رو سے کتابیہ عورت کے ساتھ مسلم مرد کا نکاح جائز ہے۔ لیکن حضرت مولانا

احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک شیعہ عورت کے ساتھ سنی مرد کا نکاح قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔

(ج) اسی طرح اہلِ شیعہ کے نزدیک اہلِ سنت والجماعت سے مناکحت ناجائز ہے۔ چنانچہ حضرات شیعہ کی حدیث کی نہایت مستند کتاب الفروع الکافی میں لکھا ہے:۔

"عن الفضل بن یسار قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ان لامراتی اختا عارفۃ علی رایٔنا ولیس علی راینا بالبصرۃ الا قلیل افازوجھا ممن لا یری رایٔنا قال لا۔"

(الفروع الکافی من جامع الکافی جلد ۲ کتاب النکاح ص ۱۴۲ مطبوعہ نولکشور)

یعنی فضل بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام ابو عبد اللہ علیہ السلام سے عرض کیا کہ میری اہلیہ کی ایک بہن ہے۔ جو ہماری ہمخیال ہے۔ لیکن بصرہ میں جہاں ہم رہتے ہیں شیعہ لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ کیا میں اس کا کسی غیر شیعہ سے بیاہ کر دوں؟ حضرت امام نے فرمایا "نہیں"۔

(د) اسی طرح امیر جماعت اسلامی کے نزدیک ایسے لوگوں کے لئے ان کی جماعت میں کوئی جگہ نہیں۔ جو اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کرتے وقت دین کا خیال نہ رکھیں۔

(روئیداد جماعت اسلامی حصہ سوم ص ۱۰۳)

سوال ۷ :۔ احمدیہ فرقہ کے نزدیک کیا ہے؟

جواب :۔ ہمارے امام کے خود ساختہ اصل نام "امام جماعت احمدیہ" اور "خلیفۃ المسیح" ہے۔ لیکن بعض لوگ انہیں "امیر المومنین" بھی لکھتے ہیں۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب "امیر جماعت اسلامی" کہلاتے ہیں۔ یا سید عطاء اللہ شاہ بخاری "امیر شریعت" کہلاتے ہیں۔ غالباً مودودی صاحب اور ان کی جماعت نے یہ مراد نہیں لی ہوگی کہ باقی لوگ اسلامی جماعت سے باہر ہیں۔ یا کافر ہیں۔ نہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری شریعت پر حاکم ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں وہی شریعت ہوتی ہے۔

جب کوئی احمدی حضرت امام جماعت احمدیہ کے لئے "امیر المومنین" کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ تو اس کی مراد یہی ہوتی ہے۔ کہ آپ ان لوگوں کے جو بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو مانتے ہیں امیر ہیں۔ لوگ اپنی عقیدت میں اپنے لیڈروں کے کئی نام رکھ لیتے ہیں۔ بعض تو کلی طور پر غلط ہوتے ہیں۔ بعض جزوی طور پر صحیح ہوتے ہیں۔ بعض کلی طور پر صحیح ہوتے ہیں۔ اور کوئی معقول آدمی ان باتوں کے پیچھے نہیں پڑتا جب تک کہ ایسی بات کو ایمان کا جزو قرار دے کر اس کے لئے دلائل اور براہین نہ پیش کئے جائیں۔ سابق مسلمانوں نے بھی بعض آئمہ کو "امیر المومنین" کے الفاظ سے یاد کیا ہے چنانچہ مولانا محمد ذکریا شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپوری اپنی کتاب (موسومہ مقدمہ اوجز المسالک شرح موطا امام مالک) کے ص ۱۴ مطبوعہ یحیویہ سہارنپور ۱۳۴۸ھ میں امام قطان اور یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"مالک امیر المومنین فی الحدیث"

یعنی امام مالک فن حدیث میں امیر المومنین ہیں۔

اسی طرح حضرت سفیان ثوری کے متعلق حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی امام شعبہ اور امام ابن علقمہ اور امام ابن معین اور بہت سے علماء کی سند پر اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں:۔

"سفیان امیر المومنین فی الحدیث"

یعنی حضرت سفیان ثوری فن حدیث میں امیر المومنین ہیں۔

(تہذیب التہذیب مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن جلد ۴ ص ۱۱۳)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سابق امیر مولانا محمد علی صاحب مرحوم کو بھی ان کے بعض اتباع "امیر المومنین" لکھتے ہیں۔ پروفیسر الیاس برنی صاحب نے اپنی کتاب "قادیانی مذہب" مطبوعہ اشرف پرنٹنگ پریس لاہور بار ششم ص ۳ تمہید اول میں مرحوم (نظام) صاحب دکن کو "امیر المومنین" لکھا ہے۔

مزید برآں بعض لوگ اس قسم کے نام رکھ لیتے ہیں۔ جیسے "ابوالاعلیٰ" حالانکہ "الاعلیٰ" اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔

ایڈووکیٹ صدر انجمن احمدیہ ربوہ

"اللہ بخش کھوکھر"

مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۵۳ء

اَلْاِنْسَانُ الْکَامِل

بقیہ از صفحہ [illegible]

طرح قسطلانی نے صاحب الخیر کے معنوں کی تردید کی ہے (حاشیہ ۸)

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے ضمن میں ایک لمبی روایت ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ہاتف غیب کی آواز کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں "آواز دینے والا چلّا کر کہہ رہا تھا:۔ اے صبیح ایک کامیاب چیز ہے۔ ایک فصیح شخص کہتا ہے لا الٰہ الا انت۔ لوگ اٹھے لیکن میں نے کہا مجھے ابھی یہیں ٹھیر کر پتہ لگانا چاہیئے کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔ اس شخص نے پھر پکارا اے صبیح ایک کامیاب چیز ہے ایک فصیح شخص لا الٰہ الا انت کہہ رہا ہے اس وقت میں اٹھا۔ اس کے بعد ہی آنحضرت صلعم کی نبوت کا چرچا ہوا"

یہ واقعات بتاتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اگرچہ اعلان اسلام میں تاخیر کی جس کا سبب وہی جان سکتے ہیں لیکن اس میں شبہ نہیں کہ وہ شروع سے مصدق اسلام تھے۔

بھلا جو شخص زمانہ جاہلیت میں اعمال صالحہ بجا لاتا ہو۔ محب اسلام ہو۔ نبوت سے پیشتر اسلام کی بشارت پا چکا ہو وہ مسلمانوں پر بوجہ ان کے اسلام کے سختیاں کیسے کر سکتا ہے جیسا کہ تاریخ کی کتابوں کی روایات میں مذکور ہے؟ حضرت عمر کی فطری سلامت روی اور حق پرستی کی روایات کے سراسر منافی ہیں۔ آپ کا قلب مطہر تو روز اول سے ہی نور اسلام سے منور ہو چکا تھا۔

باقی ——— باقی

"تافت آں روئے کزاں رو سر نتافت
یافت آں در باں کہ گذر داں آں در سے"
(مسیح موعود)

ترجمہ:۔ وہ چہرہ روشن ہو گیا جس نے اس سے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) روگردانی نہ کی۔ وہ کامیاب ہو گیا جس نے آپ کا دروازہ پکڑ لیا۔

اپیل برائے جلسہ فنڈ

احباب کرام کی خدمت میں چھپی ہوئی اپیل برائے "جلسہ فنڈ" بذریعہ ڈاک پہنچ چکی ہے۔ جماعتہا کے سیکرٹری صاحبان، پریذیڈنٹ صاحبان اور مبلغین حضرات کی خدمت میں بڑے ادب سے درخواست ہے۔ کہ وہ اپنی اپنی جماعت سے جلسہ فنڈ کے لئے عطیہ جات فراہم کر کے بہت جلد مرکز میں ارسال فرما کر اللہ تعالیٰ سے ثواب کے مستحق بنیں۔ اُمرائے قوم کی خدمت میں بھی مؤدبانہ عرض ہے کہ وہ اپنی خاص توجہ سے اس فنڈ میں عطیہ جات بھیجکر عند اللہ ماجور ہوں تاریخہائے جلسہ بہت قریب ہیں اس واسطے آپ کی فوری توجہ کی ضرورت ہے

احمد حسن
اسسٹنٹ افسر تحصیل

قبول احمدیت

مستری محمد یونس صاحب ولد عبد اللہ قوم کشمیری ساکن بن باجوہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ نے سلسلہ عالیہ میں شمولیت فرمائی ہے۔ احباب سلسلہ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مستری صاحب کو استقامت اور زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

احمد یار
افسر تبلیغ پاکستان

تحقیقاتی عدالت میں خواجہ ناظم الدین کا بیان

لاہور - ۳۰ نومبر۔ آج خواجہ ناظم الدین سابق وزیر اعظم پاکستان نے تحقیقاتی عدالت میں بیان کیا کہ قادیانیوں کے خلاف تحریک میں اگر لڑائی قیام امن کے سوال پر نہ لڑی جاتی اور استحقاق کی بناء پر لڑی جاتی تو صورت حال دس گنا زیادہ خراب ہو جاتی۔ آپ نے کہا کہ ایسی صورت میں حکومت کامیاب نہ ہو سکتی۔ پشاور سے ہر روز گورنر اور وزیر اعلیٰ ٹیلیفون پر حکومت سے بات چیت کیا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ وہ روزانہ دو دفعہ یہ خواہش کیا کرتے تھے کہ حکومت پنجاب پر زور دیا جائے کہ وہ صوبہ سرحد میں رضاکاروں کو داخل ہونے سے روکے۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ میں یہ بیان پوری ذمہ داری کے ساتھ دے رہا ہوں۔ سابق وزیر اعظم پاکستان نے کہا کہ خان عبد القیوم خان نے صوبہ سرحد میں صورت حالات پر قابو پانے کے لئے وہی کچھ کیا جو مسٹر دولتانہ نے ۶ مارچ کو کیا تھا۔

خواجہ ناظم الدین نے کہا کہ مسٹر دولتانہ نے کہا تھا کہ میں اس مطالبے کا حامی ہوں کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دے دیا جائے۔ لیکن اب میرے سامنے امن قائم کرنے کا سوال ہے۔ پہلے امن قائم ہو جانے دیجئے۔ اس کے بعد میں آپ کی طرف سے اس مطالبہ کو منوانے کے لئے لڑوں گا۔

خواجہ ناظم الدین نے کہا کہ صوبہ سرحد اور قبائلی علاقہ کو کسی طریقے سے اس جدوجہد میں شامل ہونے سے روکا گیا ہے۔ اگر اس وقت استحقاق کی بناء پر کوشش کی جاتی تو اس طریق کار کو استعمال نہ کیا جا سکتا۔ اگر افغانستان قبائلی علاقے کو مشتعل کر دیتا تو صوبہ سرحد، پنجاب اور بہاولپور سب کے سب اس جدوجہد میں شامل ہو جاتے۔

آج خواجہ ناظم الدین کی گواہی کا دوسرا دن تھا۔ اس وقت تک جماعت اسلامی، مجلس عمل صدر انجمن احمدیہ ربوہ اور حکومت پنجاب ان پر جرح کر چکی ہے عدالت کے اجلاس کے برخاست ہونے کے وقت ان پر مسٹر دولتانہ کے وکیل کی طرف سے جرح جاری تھی۔ خواجہ ناظم الدین کا بیان بند کمرے میں لیا جا رہا ہے، ان کے بیان میں جو چیزیں صیغہ راز میں یا جن چیزوں کا تعلق حکومت کے رازوں سے ہے عدالت نے انہیں شائع ہونے سے روک دیا ہے۔ باقیماندہ مضمون کو شائع کرنے کی اجازت دی ہے۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ جس نے بھی مرکز پر قبضہ کرنے پر زور دیا اس کی کوشش یہ تھی کہ ذمہ داری مرکز پر عاید کی جائے۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ میں اس جگہ صوبائی افسروں کے خیالات کی ترجمانی نہیں کر رہا، میں سیاسی لیڈروں کے خیالات کا ذکر کر رہا ہوں۔ جن کا خیال یہ تھا کہ مرکز کو اس معاملے کا تصفیہ کرنا چاہیئے۔ ایسے حالات میں اگر فوج یا پولیس کسی آدمی پر گولی چلاتی تو صوبائی لیڈر یہ کہہ دیتے کہ یہ مرکز کے ایما پر کیا جا رہا ہے اگر اس کے نتیجہ پر مرکزی حکومت کا تختہ الٹ جاتا تو صوبائی حکومت عوام سے کہہ دیتی کہ صوبائی حکومت تحریک بھر میں عوام کی حمایت کرتی چلی آ رہی ہے۔

عدالت نے سوال کیا کہ اگر عوام کے مطالبات منظور کر لئے جاتے تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا۔ خواجہ صاحب نے جواب دیا کہ یہ فیصلہ کرنا بعید مشکل ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ حکومت ایسا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس قسم کے فیصلے کا تعلق آئین ساز اسمبلی سے تھا۔ اگر مذہبی بنیاد پر قائم شدہ مطالبات مان لئے جاتے تو یہ اقدام اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرنے کی دعوت دینے کے مترادف ہوتا کیونکہ جس شخص کو ہم اس جگہ کافر قرار دے دیتے وہ دوسرے ملکوں بطور شمال مشرق وسطیٰ کے ملکوں میں پھر بھی مسلمان کہلاتا۔

آپ سے پوچھا گیا۔ کہ جب سرکاری افسروں نے مطالبات کو بالکل مسترد کر دینے کا مشورہ دیا تھا کیا اس وقت انہی افسروں کی تجویز کے مطابق اعلان کیا گیا تھا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اگر مطالبات کو مسترد کر دینے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ بے شمار بے گناہ لوگ موت کا شکار ہو جائیں گے جو دیانت داری کے ساتھ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ان کے لئے موت شہادت کا درجہ رکھتی ہے۔ میں کوئی ایسی پوزیشن اختیار نہیں کرنا چاہتا تھا جس کے نتیجے پر مسلمانوں کی بڑی تعداد گولیوں سے بھن جاتی۔ تحریک کو دبایا جا سکتا تھا امن بحال کیا جا سکتا تھا۔ لیکن کس کے مصرف پر؟ اگر کسی شخص میں ذرہ بھر بھی ذمہ داری کا احساس ہو تو وہ کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاتا جس کی وجہ سے ناحق خونریزی ہو۔ اگر میری کوشش کے باوجود کوئی خونریزی ہوتی ہے۔ تو میں خدا کے سامنے اس کا جوابدہ نہیں ہوں گا۔ اگر میں جارحانہ اقدام کرتا اور ملک کو مذہبی جنگ کی آگ میں دھکیل دیتا تو میرا یہ اقدام بے حد قابل مذمت ہوتا۔

چودھری ظفر اللہ خاں

خواجہ صاحب نے کہا کہ میں نے کبھی یہ نہیں کہا تھا۔ کہ اگر چودھری محمد ظفر اللہ خاں کو وزارت سے ہٹا دیا جائے۔ تو امریکہ پاکستان کو اناج کا ایک دانہ بھی نہیں دے گا۔

میں نے وفدوں کو یہ جواب دیا تھا۔ کہ چودھری ظفر اللہ خاں کی برطرفی گندم کو جلد حاصل کرنے کی راہ میں حکومت پاکستان کے لئے مشکلات پیدا کر دے گی۔ کیونکہ بھارت کو بھی اس سلسلے میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ بھارت نے بڑا روپیہ خرچ کیا تھا اور بڑا پراپیگنڈا کیا تھا پھر بھی غلہ حاصل کرنے میں بڑی دیر لگ گئی تھی۔ مجھے اعتماد تھا کہ چودھری ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ رہیں یا نہ رہیں۔ پاکستان کو آخرکار گندم مل جائیگی لیکن ہم یہ چاہتے تھے کہ گندم بہت جلد مل جائے سفارت پاکستان متعینہ امریکہ نے ہمیں اطلاع دی تھی کہ یہ کام آسان نہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں روپیہ خرچ کرنا پڑے گا اور زمین ہموار کرنی پڑیگی تاکہ مخالفت رفع کی جا سکے۔

ہمیں یہ بھی خطرہ تھا کہ بھارت اس سلسلے میں رکاوٹیں پیدا کرے گا۔ لیکن میں نے وفدوں سے کہا تھا کہ اگر اس وقت ہم نے چودھری ظفر اللہ خاں کو برطرف کر دیا۔ جن کی امریکہ میں بڑی عزت کی جا رہی ہے تو اس سے ہمارے لئے بڑی مشکل پیش آئے گی۔

چودھری صاحب نے سان فرانسسکو کی توثیق کے وقت جو تقریر کی تھی۔ اس کی وجہ سے امریکہ میں پاکستان کی قدر و منزلت بڑھ گئی تھی۔

لاہور یکم دسمبر۔ خواجہ ناظم الدین نے آج چیف جسٹس مسٹر محمد منیر اور جسٹس مسٹر ایم۔ آر کیانی پر مشتمل فسادات کی تحقیقاتی عدالت میں کہا کہ میں نے علماء سے ہر امکانی موقع پر کہا تھا کہ احمدیوں کے متعلق مطالبات پر اصرار ملک کے لئے مفید نہیں ہیں۔

سابق وزیر اعظم نے عدالت کے بند کمرے میں آج تیسرے دن بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں نے علما سے کہا تھا کہ ان کے مطالبات کو منظور کرنا بہت مشکل ہے اور آئین میں اگر اس کی گنجائش رکھ بھی دی گئی ہو تو مسلمان کی صحیح تعریف پر اتفاق رائے مشکل ہو جائے گی۔

خواجہ ناظم الدین نے کہا کہ جب میں نے مسلمانوں کی تعریف کا ذکر کیا تھا کہ تو میرے ذہن میں ایک ایسی تعریف تھی جس کے مطابق احمدیوں پر پابندی لگا دی جائے لیکن مسلمانوں کے دوسرے طبقوں پر اس کا اطلاق نہ ہو۔

ان پر جرح کل جاری رکھی جائے گی۔

کل ہی عدالت کے بند کمرے میں مذہبی امور سردار بہادر خاں اور وزیر داخلہ مسٹر مشتاق احمد گورمانی کے بیانات بھی ہونے والے ہیں۔

خواجہ ناظم الدین نے کہا کہ ختم نبوت کے مسئلہ پر مجھے علماء سے پورا پورا اتفاق ہے لیکن علماء کے اس بیان سے مجھے اتفاق نہیں کہ اس معاملہ میں ناموس پیغمبر علیہ السلام شامل ہے۔

آپ نے کہا کہ اگر علماء کی مخالفت میں عوام سے براہ راست اپیل کی جاتی تو اس کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ اس کے لئے درست اقدام یہ تھا کہ اخباروں اور علماء کو اس معاملے میں عوام کو مشتعل کرنے سے روکا جائے۔

مجھے بتایا گیا تھا کہ میاں دولتانہ (جو قادیانیوں کے خلاف تحریک کے دنوں میں پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے) علماء میں اثر رسوخ رکھتے ہیں۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ اگر دفعہ ۱۵۳ (الف) اور دفعہ ۲۹۵ (الف) کا عدل استعمال کیا جاتا تو اس صورت میں علماء راست اقدام کرنا بھی چاہتے تو وہ رائے عامہ کی وجہ سے ایسا کرنے کی جرأت نہ کر پاتے۔ آپ نے کہا کہ آزادی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو من مانی کارروائی کرنے کی اجازت دی جائے۔ پنجاب نے نہ صرف علماء کو جلسے کرنے کی اجازت دی بلکہ اس نے اس وقت کنٹرول بھی نہ کیا جب مقرر اپنی تقریروں میں اپنی حد سے باہر نکل چکے تھے۔

خواجہ صاحب نے اس خیال سے اتفاق نہ کیا کہ مذہب محض کے نجی امور میں شامل ہے۔ آپ نے اس خیال سے بھی اتفاق نہ کیا کہ اسلامی حکومت میں ہر شہری کو، مذہب، نسل اور عقیدے کے باوجود یکساں حقوق حاصل ہوتے ہیں۔

خواجہ صاحب نے پاکستانی عوام کے اس خیال سے اتفاق کا اظہار کیا کہ ہمیں اپنے ملک میں اسلامی حکومت قائم کرنی چاہیئے۔ اور اسلامی حکومت کی پابندیاں قبول کرنی چاہئیں۔

آپ نے کہا کہ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس خیال کے حامی تھے کہ پاکستان میں عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے والی جمہوری حکومت قائم کی جائے۔ جس کی بنیادی اسلامیات پر ہو۔

آپ نے اس امر سے اتفاق کیا کہ مغربی جمہوریت کا ضروری اصول یہ ہے کہ خود مختاری عوام کو سونپی جائے۔

خواجہ صاحب نے مسٹر یعقوب علی خان کی جرح کے جواب میں کہا کہ ۲۷ کی صبح کو جو فیصلے کئے گئے تھے ان میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا تھا کہ صوبوں کو چاہیئے کہ ان رضاکاروں کو روکیں جو کراچی جا رہے تھے۔

آپ نے کہا کہ ۷ ۲ ۲ر کے بعد میں ہر روز پنجاب کے گورنر یا وزیر اعلیٰ یا دونوں سے ٹیلی فون پر بات چیت کرتا تھا۔ اور صورت حالات کے بارے میں ان سے استفسار کرتا تھا۔ میں ان مذاکرات میں ایک سے زائد دفعہ اس امر پر زور دیتا تھا کہ پنجاب کے رضاکار کراچی نہ آنے پائیں۔ اس کے باوجود پنجاب کے رضاکاروں کی کافی تعداد خاص طور پر تحریک کے شروع کے دنوں میں کراچی پہنچتی رہی۔ پنجاب کے انسپکٹر جنرل پولیس مسٹر انور علی نے ہمیں یقین دلایا تھا کہ پنجاب کے جس مقام سے بھی رضاکار روانہ ہوں گے انہیں پنجاب کی حدود ہی میں روک لیا جائے گا۔ اور کراچی نہیں پہنچنے دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں سندھ نے بھی شکایت کی تھی کہ سندھ کا افسروں کو پنجاب کے رضاکار روکنے پڑتے ہیں۔ ۱۴ر اگست کو یوم آزادی کے موقع پر میں نے جو تقریر کی تھی اس میں میں نے بڑی احتیاط برتی تھی۔ میں نے دیدہ دانستہ قادیانیوں کے خلاف تحریک کا ذکر نہیں کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ میں نے عام رنگ میں فرقہ وارانہ اختلافات کی مذمت کی ہو۔

سوال:- آپ نے اپنی شہادت میں کہا ہے کہ آپ نے حکومت پنجاب کو مطلع نہیں کیا تھا۔ کہ آپ فوج کو چارج لینے کی ہدایت دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا تھی؟

جواب:- اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹیلیفون افسروں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور متعدد افسروں کے بارے میں ظاہراً یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ تحریک سے ہمدردی رکھتے تھے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ ٹیلیفون پر بات چیت کے وقت اپریٹروں کی طرف سے مداخلت ہوتی تھی۔ اس لئے میں ٹیلیفون پر اس قسم کی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جس کے افشاء کا خطرہ ہو۔

سوال:- کیا مسٹر دولتانہ نے آپ سے بات چیت کرتے وقت کبھی اس خیال کا اظہار کیا تھا یا کوئی اس قسم کی تجویز پیش کی تھی کہ صورت حالات کی خرابی کی وجہ سے فوج کو چارج لینے کا حکم دے دینا چاہیئے۔

جواب:- نہیں۔ اس کے برعکس انہوں نے مجھے ایک قسم کا الٹی میٹم دیا تھا کہ مجھے آدھ گھنٹے کے اندر اندر مطالبات مان لینے چاہئیں تاکہ میاں دولتانہ اس کا اعلان نشر کر سکیں۔

میاں دولتانہ کے وکیل مسٹر یعقوب علی خاں نے خواجہ صاحب سے استفسار کیا کہ کیا آپ بہت زیادہ مذہبی خیالات کے آدمی ہیں۔

خواجہ ناظم الدین نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو گنہگار خیال کرتا ہوں۔ آپ نے کہا کہ پاکستان کے اسلامی آئین کا خیال میرا خیال نہیں بلکہ یہ قائد اعظم کا خیال ہے۔ جب اس سلسلے میں خواجہ صاحب سے ان کے اپنے خیالات پوچھے گئے تو آپ نے جواب دیا کہ قیام پاکستان سے پہلے عوام سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ پاکستان ایک اسلامی حکومت ہوگی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ خود بھی یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی آئین نافذ ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں بھی یہ چاہتا ہوں آپ نے کہا کہ قیام پاکستان کے بعد سارے علماء یہی تقاضا کر رہے تھے۔ کہ پاکستان میں اسلامی حکومت قائم ہونی چاہیئے۔

لاہور۔ ۲ر دسمبر۔ آج خواجہ ناظم الدین نے تحقیقاتی عدالت کے سامنے اپنی اس تجویز کا اعادہ کیا جو آپ نے اعلیٰ اختیارات والی کانفرنس میں پیش کی تھی اور جس کا مقصد یہ تھا کہ امیر جماعت احمدیہ سے اس مفہوم کا اعلان کرنے کو کہا جائے کہ وہ اور ان کے متقلد پاکستان کے مسلمانوں کو احمدی نہیں بنائیں گے اس تجویز کی غرض وغایت یہ تھی کہ قادیانیوں کے خلاف تحریک بند ہو جائے۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ یہ سہ روزہ کانفرنس تھی جو ۱۳ر فروری ۱۹۵۳ء کو شروع ہوئی تھی جس میں گورنر مشرقی پاکستان کے سوا پاکستان کے باقی ماندہ صوبوں کے گورنروں اور وزرائے اعلیٰ نے شرکت کی تھی۔

وزیر اعلیٰ بہاولپور، کمانڈر انچیف ڈیفنس سیکرٹری اور ایجنٹ گورنر جنرل بلوچستان بھی کانفرنس میں شریک ہوئے تھے اس کانفرنس میں تین دن تک صورت حالات پر غور کیا جاتا رہا، کیونکہ یہ خطرہ تھا کہ لاہور میں مارشل لاء کے خاتمے کے بعد تحریک پھر شروع ہو جائے گی سابق وزیر اعظم نے کہا کہ جب متعدد تجاویز مسترد ہو گئیں تو میں نے اپنی طرف سے تجویز پیش کی جسے تمام حاضرین نے منظور کیا اس کی کارروائی کے لئے ان سے بھی یہی ظاہر ہوتا تھا کہ اسی مفہوم کا اقدام کیا جانا تھا مقصود تھا۔ دو دن بعد مجھے اپنے عہدے سے برطرف کر دیا گیا۔ اس کے بعد یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس تجویز کا حشر کیا ہوا خواجہ صاحب نے متذکرہ صدر بیان اس وقت دیا جب انہیں یاد دہانی کرائی گئی کہ انہوں نے اپنی شہادت میں کہا تھا کہ انسانی دماغ کو مطالبات کا مسئلہ حل کرنے کے لئے کوئی درمیانہ رویہ اختیار کرنا چاہیئے تھا۔ آپ سے پوچھا گیا تھا کہ کیا اب آپ کے ذہن میں کوئی ایسا حل ہے؟

خواجہ صاحب نے اپنی اس تجویز کا انکشاف کیا جو انہوں نے اعلیٰ اختیارات کی کانفرنس کے سامنے پیش کی تھی خواجہ صاحب نے یہ بھی کہا کہ میں نے کانفرنس میں کہا تھا یہ درست ہے کہ احمدیوں کو اپنے عقیدہ کے مطابق دوسروں کو اپنے مذہب میں شامل کرنا چاہیئے لیکن اس وقت کروڑوں غیر مسلم دائرہ اسلام سے باہر ہیں ان کا فرض اس طرح ادا ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو احمدی بنانے کے بجائے غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کی طرف توجہ مبذول کریں۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ اس سلسلے میں سر ظفر اللہ خاں نے دو سوالات کئے تھے (۱) احمدیوں کو نجی کانفرنسیں کرنے کی اجازت ہوگی (۲) اگر کوئی مسلمان احمدیوں کا لٹریچر مانگے اور اگر اس کے لئے یہ لٹریچر فراہم کر دیا جائے تو کیا اس مسلمان پر کوئی اعتراض ہوگا۔ خواجہ صاحب نے کہا اس وقت اس قسم کے ایک دو سوالات بھی کئے گئے تھے۔ خواجہ صاحب نے اعتراف کیا کہ انہوں نے ظفر اللہ خاں کے پہلے سوال کے جواب میں کہا تھا کہ اگر کسی مسلمان کو دعوت نہ کریں۔ اور وہ مسلمان ان کی مجلس میں شریک ہو جائے، تو اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔ دوسرے سوال کا جواب یہ دیا گیا تھا کہ اگر احمدی اپنا لٹریچر مسلمانوں میں تو تقسیم نہ کریں اور کوئی مسلمان ان کا لٹریچر مانگے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

آج خواجہ ناظم الدین پر مسٹر دولتانہ کے وکیل مسٹر یعقوب علی خاں کی جرح ختم ہو گئی اس کے بعد مسٹر جسٹس منیر اور مسٹر جسٹس کیانی نے مسٹر مشتاق احمد گورمانی وزیر داخلہ، سردار بہادر خاں وزیر مواصلات پاکستان کے بیانات قلمبند کئے۔ کل عدالت تین گواہوں کے بیانات بھی عدالت میں لئے جائیں گے۔ کل مسٹر ابراہیم علی چشتی امیر بخش پہلوان اور میر نور احمد کے بیانات لئے جائیں گے۔

۲ر دسمبر خواجہ ناظم الدین پر اپنی جرح جاری رکھتے ہوئے مسٹر دولتانہ کے وکیل مسٹر یعقوب علی خاں نے گواہ سے دریافت کیا کہ مولانا اختر علی خاں اگر اپنی تحریروں سے احمدیوں کے خلاف نفرت پھیلا رہے تھے تو مرکزی حکومت نے انہیں سمندر پار کے کسی ملک میں ہونے والی کانفرنس میں شرکت کے لئے پاکستان کا نمائندہ کیوں منتخب کیا۔ خواجہ ناظم الدین نے جواب دیا کہ ہم نے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کا مشورہ قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ان معاملات کا تعلق انہیں سے تھا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ مولانا اختر علی خاں پاکستان نیوز پیپر ایڈیٹرز کانفرنس کے صدر تھے۔ مجھے اس بات پر شک ہے۔ کانفرنس کے جس نمائندے کا ابھی ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ اسے حکومت پاکستان نے اس سلسلہ میں کچھ روپیہ دیا ہو جنہیں کانفرنس کے لئے ایک نمائندہ منتخب کرنا تھا۔ اور ہم نے ان کا اس لئے انتخاب کیا کہ ان کی حیثیت پاکستان نیوز پیپر ایڈیٹرز کانفرنس کے صدر کی تھی۔ اس لئے ان کے انتخاب پر اس بات کا کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ کہ وہ ختم نبوت پر لکھ رہے تھے۔

سوال:- کیا مولانا اختر علی خاں کو اکتوبر ۱۹۵۲ء میں پچاس ہزار روپے کے اخباری کاغذ کا کوئی کوٹہ دیا گیا۔

جواب:- مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے

سوال:- کیا آپ کو معلوم ہے کہ مرکزی حکومت نے حکومت پنجاب کو کبھی کوئی ہدایت کی تھی۔ کہ بعض علماء یا اخباروں کے خلاف جو تحریک میں حصہ لے رہے تھے کارروائی کی جائے۔

جواب:- میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ وزارت داخلہ نے حکومت پنجاب سے دریافت کیا تھا۔ کہ بعض لکھنے والوں اور تقریر کرنے والوں کے خلاف وہ کیا کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اور اس کی تفصیل وزارت داخلہ یا وزارت اطلاعات سے مل سکتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ان کے پاس اس بات کا ریکارڈ موجود ہے جس سے ثابت ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ان معاملات کی طرف صوبائی حکومت کی توجہ مبذول کرائی تھی۔

سوال:- میرا سوال یہ ہے کہ ان معاملات کو حکومت پنجاب کے علم میں لانے کے علاوہ آپ نے حکومت پنجاب کو کوئی ہدایت بھی کی تھی یا نہیں۔

جواب:- اس تجویز کے علاوہ کہ حکومت پنجاب کو علماء اور اخبار والوں پر اپنا اثر استعمال کرنا چاہیئے اور یہ مزید تجویز پیش کرنے کے علاوہ کہ ان غلط روش اختیار کرنے والے علماء اور اخباروں کے خلاف دفعات ۱۵۳ (الف) ۲۹۵ (الف) کے تحت کارروائی کی جائے کوئی اور ہدایت جاری نہیں کی گئی تھی۔

علماء کا خوف

سوال:- کیا اس کی وجہ یہ حقیقت تھی کہ مرکزی حکومت علماء سے خائف تھی۔ اور ان میں اور حکومت پنجاب میں تصادم کرانا چاہتی تھی اس لئے آپ نے کوئی کارروائی نہیں کی یا صوبائی حکومت کو ہدایت نہیں کی کہ وہ اس طرح کی کارروائی کرے

جواب:- جی نہیں میں کراچی میں بیٹھ کر اس بات کا فیصلہ کیسے کر سکتا تھا کہ کوئی شخص یا کوئی عالم قانون کی حدود سے تجاوز کر گیا ہے ہم صرف عام ہدایتیں دے سکتے تھے۔ اس کے علاوہ مجھے برابر اطلاع مل رہی تھی کہ خود وزیر اعلیٰ ان کے افسر خود تحریک کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔

سوال:- کیا پنجاب میں مرکزی حکومت کے محکمہ سراغ رسانی (سنٹرل انٹیلجنس بیورو) کا کوئی دفتر ہے۔

جواب:- میرا خیال ہے کہ اس محکمے کا ایک نمائندہ یہاں تھا۔

سوال:۔ کیا مرکزی حکومت کو اس شاخ سے اس بات کی اطلاعات مل رہی تھیں۔ کہ پنجاب میں کیا ہو رہا ہے۔

جواب:۔ بہت ممکن ہے کہ محکمے کے افسر اعلیٰ کو یہ اطلاع مل رہی ہو۔ لیکن یہ توقع نہیں کی جاتی کہ اس طرح کی اطلاع مرکزی محکمہ سراغرسانی کو موصول ہو۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ مرکزی محکمہ سراغرسانی براہ راست وزیر اعظم کے ماتحت تھا۔

عدالت کے اسی سوال پر کہ اس کے سپرد کیا ذمہ داریاں ہیں سابق وزیر اعظم نے کہا کہ محکمہ سراغرسانی کا فرض ہے کہ وہ غیر ملکی کارندوں یا ریاست کے دشمنوں وغیرہ کے متعلق معلومات فراہم کرے صوبائی شاخ معمول کے مطابق عام باتوں کے متعلق رپورٹ بھیجتی ہے لیکن افراد کی سرگرمیوں کے متعلق نہیں

دوبارہ جرح شروع ہونے پر گواہ نے کہا کہ بیورو کی صوبائی شاخ نے وزیر اعلیٰ یا ان کے افسروں کے متعلق کوئی رپورٹ نہیں بھیجی تھی۔ یہ اطلاع دوسرے ذرائع سے ملی تھی۔

وزیر اطلاعات سے

اس استفسار پر کہ انہوں نے محکمہ سراغرسانی کو اطلاعات کی تصدیق کرنے کی ہدایت کی تھی یا نہیں خواجہ ناظم الدین نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے اس طرح کی پہلی اطلاع براہ راست وزیر اطلاعات سے ملی تھی اور میں محکمہ سراغرسانی سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس اطلاع کی تصدیق کرے جو خود میرے ایک رفیق نے دی تھی۔

سوال:۔ کیا متعلقہ وزیر نے اس سلسلے میں آپ کو کوئی باضابطہ نوٹ پیش کیا تھا۔

جواب:۔ جی نہیں مجھ سے یہ بات انہوں نے ایک ملاقات کے دوران میں کہی تھی۔

سوال:۔ کیا آپ نے یہ معاملہ بحث کے لئے کابینہ کے کسی اجلاس میں پیش کیا تھا۔

جواب:۔ جی نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ نے وزیر اعلیٰ کو لکھا تھا کہ آپ کو اس طرح کی اطلاع دی گئی تھی۔

جواب:۔ میں نے اگست ۱۹۵۲ء سے پہلے ایک ملاقات میں ان سے ذاتی طور پر گفتگو کی تھی۔

سوال:۔ کیا یہ گفتگو کراچی میں ۱۴ر اگست کی کانفرنس کے لگ بھگ ہوئی تھی۔

جواب:۔ انہوں نے غالباً ۱۴ر اگست کو مجھ سے ملاقات کی تھی۔ اور میں بڑی حد تک یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ باہمی بحث کے دوران میں اس کا ذکر میں نے ان سے کیا تھا۔

سوال:۔ کیا مسٹر دولتانہ نے اس ملاقات کے دوران میں آپ سے اصرار نہیں کیا تھا۔

کہ مطالبات کے سلسلہ میں کوئی قطعی پالیسی بنانے اور فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں ان کے صوبے کا یہ ایک اہم معاملہ تھا۔

جواب:۔ میں تاریخ کے متعلق تو یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا لیکن کراچی میں علماء کے کنونشن کے فوراً بعد مئی یا جون میں پنجاب میں تحریک شروع کی گئی اور کہا جاتا ہے کہ نظامت تعلقات عامہ نے احمدیوں کے خلاف مضامین فراہم کئے تھے اس کے بعد حکومت پنجاب نے دفعہ ۱۴۴ کے تحت ایک حکم جاری کیا جس کی رو سے ختم نبوت کے متعلق مسجدوں میں جلسے کرنے کی ممانعت کر دی گئی اس حکم کے نفاذ پر ایک زبردست تحریک شروع کر دی گئی اور حکومت پنجاب اس حکم کو واپس لینے پر مجبور ہو گئی۔

اس کے بعد جولائی ۱۹۵۲ء میں ملتان میں فائرنگ کا واقعہ پیش آیا اور اسی کے بعد میں نے مولانا اختر علی خاں سے اپنے اس ارادے کا اظہار کیا کہ میں یوم استقلال کی تقریر میں اس موضوع پر بولوں گا۔ یہ گفتگو اگرچہ اشاعت کے لئے نہیں تھی لیکن مولانا نے اسے اپنے اخبار میں شائع کر دیا اور اس کے بعد وزیر اعلیٰ نے جو بنیادی اصولوں کی کمیٹی کے اجلاس کے سلسلہ میں کراچی میں مقیم تھے اس سوال پر مجھ سے گفتگو کی۔ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ گفتگو انہوں نے شروع کی یا میں نے کیونکہ میں خود بھی گھبرا اٹھا تھا انہوں نے مجھ سے فیصلہ کرنے کو کہا۔ اس کے فوراً بعد میں نے ایک کانفرنس طلب کی اس معاملے پر سیر حاصل بحث کی گئی اور کانفرنس میں متفقہ فیصلہ کیا گیا میرا خیال ہے کہ اس متفقہ فیصلے کے مضمرات یہ ہیں کہ اس وقت پر تمام لوگوں کو اتفاق تھا کہ صورت حال سے نپٹنے کے لئے ۱۴ر اگست کا اعلانیہ ہی بہترین صورت تھی۔ ہم معاملے کے دونوں پہلوؤں پر بحث کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے تھے۔

سوال:۔ کیا آپ وزیر اعلیٰ کی تشریح سے مطمئن ہو گئے تھے؟

جواب:۔ میں قائل تو نہیں ہوا تھا لیکن میں نے اسے تسلیم کر لیا تھا۔ ایسے معاملات پر وزیر اعلیٰ سے لڑائی نہیں شروع کر سکتا تھا اس مرحلے پر یہ سوال بھی فطری طور پر پیدا ہوتا ہے کہ میں نے وزیر اعلیٰ کے خلاف کوئی کارروائی کیوں نہیں کی اس کی وجہ یہ ہے کہ آئینی طور پر مرکز انتہائی مجبوری کے سوا وزیر اعلیٰ کو برطرف نہیں کر سکتا۔ گورنر جنرل گورنر سے اسے برطرف کرنے کو کہہ سکتا ہے اس وقت پنجاب میں صورت حال ایسی تھی کہ دوسرا وزیر اعلیٰ آسانی سے دستیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ مسٹر دولتانہ کو اپنا لیڈر دوبارہ منتخب کر کے مسلم لیگ پارلیمانی پارٹی ایک بڑی آئینی دشواری پیدا کر سکتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ دفعہ ۹۲ الف نافذ کرنی پڑتی۔ اس وقت میں اس دور رس اقدام کی طرف مائل نہیں تھا۔

کابینہ میں اختلاف

سوال:۔ آپ نے اتنا اہم معاملہ کابینہ میں کیوں نہیں پیش کیا؟

جواب:۔ گذشتہ چھ یا نو مہینے سے اخبار وزیر اعظم کے خلاف سازشوں کی خبریں شائع کر رہے تھے۔ مرکزی وزراء میں اختلافات تھے اور صدر حکومت کو بدلنے کا خیال کیا جا رہا تھا ۔۔۔

کے مقابلے میں مجھے اس خاص معاملے کے متعلق جو اطلاع ملی تھی اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی لیکن ۱۴ر اگست کی تقریر میں اخباروں کو متنبہ کیا تھا کہ وہ افواہیں نہ پھیلائیں۔

(روزنامہ ملت مورخہ ۱۲ر دسمبر، ۱۳ر دسمبر ۱۹۵۳ء)

بقیہ خطبہ از صفحہ ۵

بناتے ہو تعالے اللہ عما یشرکون خدا کی ذات ایسے غیر معقول عقائد سے بہت بلند ہے۔

اعمال کی جواب دہی

امن یبدؤ الخلق ثم یعیدہ ہم نے تم کو پیدا کیا ہے اور پھر بار بار پیدا کرتے چلے جاتے ہیں۔ تمہارے باپ دادے کو کس نے پیدا کیا وہ آج کہاں ہیں۔ صورت اور شکل کی تبدیلی سے تم آج ان کی جگہ پیدا کئے گئے ہو۔ تم بھی آخر اس دنیا کو چھوڑ جاؤ گے۔ یاد رکھو مرنے کے بعد تم خدا کے حضور اکٹھے کئے جاؤ گے تمہیں اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہوگی اگر خدا تعالیٰ نے یہاں مبداء کا ذکر کیا اور انسان کی زندگی کے سارے پہلوؤں پر روشنی ڈالی وہاں معاد یعنی عقبیٰ اور آخرت کا بھی ذکر کیا اور بیان کو اس طرح سے کامل کر دیا۔ یہ قرآن کریم کے کمالات کی بات ہے ایسے دلائل جن سے ہر شخص متاثر ہوتا ہے ایک عام آدمی بھی اور ایک

پیغام صلح مورخہ ۹ر دسمبر ۱۹۵۳ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۴۵

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۴۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے چھ روپے

ایڈیٹر محمد یعقوب بی اے

جلد ۴۱ — یوم چہارشنبہ مورخہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ - ۱۶ دسمبر ۱۹۵۳ء — نمبر ۴۶

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجدد دونکا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بچّوں کی دینی تعلیم و تربیت کی ضرورت

آج کل کے تعلیمیافتوں پر ایک اور بڑی آفت

آج کل کے تعلیمیافتہ لوگوں پر ایک اور بڑی آفت جو آ کر پڑتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان کو دینی علوم سے مطلق مَس نہیں ہوتا۔ پھر جب وہ کسی ہیئت دان یا فلسفہ دان کے اعتراض پڑھتے ہیں تو اسلام کی نسبت شکوک اور وساوس ان کو پیدا ہو جاتے ہیں۔ تب وہ عیسائی یا دہریہ بن جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں ان کے والدین بھی ان پر بڑا ظلم کرتے ہیں کہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے ذرا سا وقت بھی ان کو نہیں دیتے اور ابتدا ہی سے ایسے دھندوں اور بکھیڑوں میں ڈال دیتے ہیں جو انہیں پاک دین سے محروم کر دیتے ہیں۔

تعلیم و تربیت دینی بچپن میں ہو

یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے طفولیت کا زمانہ بہت ہی مناسب اور موزوں ہے۔ جب ڈاڑھی نکل آئی ضَرَبَ یَضْرِبُ یاد کرنے بیٹھے تو کیا خاک ہوگا۔ طفولیت کا حافظہ تیز ہوتا ہے۔ انسانی عمر کے کسی دوسرے حصہ میں ایسا حافظہ کبھی نہیں ہوتا مجھے خوب یاد ہے کہ طفولیت کی بعض باتیں تو اب تک یاد ہیں۔ لیکن پندرہ برس پہلے کی اکثر باتیں یاد نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی عمر میں علم کے نقوش ایسے طور پر اپنی جگہ کر لیتے ہیں اور قویٰ کے نشوونما کی عمر ہونے کے باعث ایسے دلنشین ہو جاتے ہیں کہ پھر ضائع نہیں ہو سکتے۔ غرض یہ ایک طویل امر ہے۔

اپنی ہمسایہ قوموں سے سبق حاصل کرو

مختصر یہ کہ تعلیمی طریق میں اس امر کا لحاظ اور خاص توجہ چاہیئے کہ دینی تعلیم ابتدا سے ہی ہو اور میری ابتداء سے یہی خواہش رہی ہے اور اب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکو پورا کرے دیکھو تمہاری ہمسایہ قوموں یعنی آریوں نے کس قدر حیثیت تعلیم کے لئے بنائی۔ کئی لاکھ سے زیادہ روپیہ جمع کر لیا۔ کالج کی عالیشان عمارت اور سامان بھی پیدا کیا اگر مسلمان پورے طور پر اپنے بچّوں کی تعلیم کی طرف توجہ نہ کریں گے، تو میری بات سن رکھیں کہ ایک وقت ان کے ہاتھ سے بچے بھی جاتے رہیں گے۔

صحبت را اثر

مثل مشہور ہے "تخم تاثیر صحبت را اثر" اس کے اول جزو (حصہ) پر کلام ہو تو ہو لیکن دوسرا حصہ صحبت را اثر ایسا ثابت شدہ مسئلہ ہے کہ اس پر زیادہ بحث کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں، ہر ایک شریف قوم کے بچّوں کا عیسائیوں کے پھندے میں پھنس جانا اور مسلمانوں حتیٰ کہ غوث و قطب کہلانے والوں کی اولاد اور سادات کے فرزندوں کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنا دیکھ چکے ہو۔ ان صحیح النسب سیدوں کی اولاد جو اپنا سلسلہ امام حسین رضؓ تک پہنچاتے ہیں ہم نے کرسچن (عیسائی) دیکھی ہے اور بانی اسلام کی نسبت قسم قسم کے الزام (نعوذ باللہ) لگاتے ہیں۔ ایسی حالت میں اگر کوئی مسلمان اپنے دین اور اپنے نبی کے لئے غیرت نہیں رکھتا تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا؟

اگر تم اپنے بچّوں کو عیسائیوں اور آریوں اور دوسروں کی صحبت سے نہیں بچاتے۔ یا کم از کم نہیں بچانا چاہتے۔ تو یاد رکھو کہ نہ صرف اپنے اوپر بلکہ قوم پر اور اسلام پر ظلم کرتے ہو، اور بڑا بھاری ظلم کرتے ہو۔

کیا تمہیں اسلام کے لئے کچھ غیرت نہیں

اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ گویا تمہیں اسلام کے لئے کچھ غیرت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت تمہارے دل میں نہیں۔ ذرا سمجھو اور سوچو، خدا کے واسطے عقل سے کام لو۔ اور اس لئے کہ عقل میں جودت اور ذہنیت پیدا ہو خدا سے تعلق اور متقی بنو۔

رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء

جلسہ سالانہ کی تاریخیں ۲۵ (جمعہ)، ۲۶ (ہفتہ)، ۲۷ (اتوار) دسمبر ۱۹۵۳ء

احبابِ سلسلہ کی خدمت میں اپیل

جناب میاں ظہور احمد صاحب (ملتان) وزیر محمد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

امام وقت حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہوتا ہے جبکہ وہ انسان کو بعض وقت ابتلا میں ڈال دیتا ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی رضا بالقضا اور صبر کی قوتیں بڑھتی ہیں۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر یقین نہیں ہوتا۔ ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ذرا سی تکلیف پہنچنے پر وہ گھبرا جاتے ہیں اور خودکشی کرنے میں ہی آرام دیکھتے ہیں۔ لیکن انسانی روح کی تکمیل چاہتی ہے۔ کہ اس پر مختلف قسم کے ابتلا آئیں تاکہ اس کا اللہ تعالیٰ پر یقین بڑھے۔

مجدد وقت کی رہنمائی کا فخر ہماری جماعت کو حاصل ہے۔ ہماری کوشش یہی ہے کہ جس اسلامی مقصد کے لئے مجدد وقت نے جماعت کی بنیاد رکھی۔ اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ انسان بہت سے کام بوجہ رشتہ داری کرتا ہے۔ دوستی اور حصہ داری بھی کام کراتی ہے۔ لیکن اس جماعت میں شمولیت کا مطلب محض یہ ہے۔ کہ اشاعت اسلام کی جائے۔ تکمیل ہدایت تو کامل طور پر آنحضرتؐ کے ذریعہ ہو چکی۔ تکمیل اشاعت کا کام مسیح موعود کے ذمہ ڈالا گیا۔ اسی غرض کے لئے آپ نے ایک فوج تیار کی۔ اور ایک ایسے سلسلۂ تصنیف کی بنا ڈالی جس کے ذریعہ آپ دنیا کے کونہ کونہ میں تبلیغ اسلام کر سکتے ہیں۔ یہ تالیفات ایک چشمۂ فیض ہے۔ جس کے قطرے انسانی دنیا کی خشک زمین کو سیراب کر سکتے ہیں یہ وہ جواہرات ہیں۔ جن کی قدر و قیمت باہر نکالنے سے ظاہر ہوگی اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت مسیح موعود کے بابرکت وجود سے آنحضرت صلعم کا زمانہ آنکھوں کے سامنے لایا گیا پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارا قدم آگے نہ چلے۔

ہمارا نصب العین اشاعت اسلام اور مقصد خدمتِ خلق ہے۔ ہماری جماعتی غرض و غایت وہی ہے۔ جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بدیں الفاظ فرمایا:۔

" وکذالک اوحینا الیک قرانا عربیا لتنذر ام القری ومن حولھا وتنذر یوم الجمع لا ریب فیہ "۔ پھر یہ جمود کیا ہے یہ بے دلی کیسی اور یہ کمی مال کا خوف کیوں؟ حضرت صاحب کی تڑپ دیکھئے اپنی وفات کے بعد بھی اعلائے کلمۂ اسلام

اور اشاعت اسلام کے جاری رکھنے کی ہدایت فرماتے ہیں بلکہ اسی غرض کے لئے فراہم شدہ روپیہ میں سے خرچ کرنے کے لئے اجازت دیتے ہیں۔ جہاں وصیت میں جماعت کے لئے قبرستان بنانے کی تجویز فرمائی اور تمنا ظاہر کی کہ یہی وہ بہشتی مقبرہ ثابت ہو۔ جو رؤیا میں دکھایا گیا۔ تو دفن ہونے کی شرائط میں تحریر فرمایا ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کے لئے چندہ ادا کرے۔ بالفعل یہ چندہ اخویم مکرم مولوی نورالدین صاحب کے پاس آنا چاہیئے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ تو یہ سلسلہ ہم سب کی موت کے بعد بھی جاری رہے گا۔ اس صورت میں ایک انجمن چاہیے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا اعلائے کلمۂ اسلام اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں۔"

مندرجہ بالا تحریر سے اشاعت اسلام کی اہمیت خوب واضح ہوتی ہے۔ اس لئے میں اپنے سلسلہ کے بزرگوں اور نوجوانوں سے بہنوں اور تمام بھائیوں سے عرض کروں گا کہ اس بلند مقصد کی طرف متوجہ ہوں۔ جو امام وقت کے پیش نظر تھا۔ آیئے اور سالانہ جلسہ پر زندگی کا ثبوت دیجئے۔ جمود ایک موت ہے بے دلی ایک بیماری ہے۔ جو انسانی قوت کو کھا جاتی ہے۔ احساس کمتری مسلمان کا شیوہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر دنیاوی رکاوٹ سے ہم ڈر گئے اور کمی روپیہ یا مالی مشکلات سے ہمارے قدم ڈگمگا گئے۔ تو یہ عظیم الشان کام ادھورا رہ جاوے گا۔ یہ معمولی ابتلا ہمیں اس بلند مقصد کے حاصل کرنے سے روک نہیں سکتے۔ اگر قوم یکجہتی اور تعاون سے سرگرم کار ہو جاوے۔ تو انشاءاللہ موجودہ امتحان سے بھی کامیاب نکلے گی اور پھر مجدد اعظم کی تحریر۔ تو بشارتوں سے بھرپور ہے۔ اسی وصیت کے ضمن میں دوسری شرط میں لکھا ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیت کرے کہ اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اسی سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن پر خرچ ہوگا۔ اور

اور ہر ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہوگا۔ کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے۔ لیکن اس سے کم نہیں ہوگا اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہے گی۔ اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت قرآن و کتب دینیہ اور اسی سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ خرچ کریں گے۔ اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دے گا۔ اس لئے امید کی جاتی ہے۔ کہ اشاعت اسلام کے لئے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائیں گے۔ اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے۔ جن کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے۔ وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے۔

پھر فرماتے ہیں کہ یہ مت خیال کرو۔ کہ یہ صرف دور از قیاس باتیں ہیں۔ بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے۔ جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال کیونکر جمع ہوں گے۔ اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے۔ کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کئے جائیں وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھائیں، اور دنیا سے پیار نہ کریں۔

پتہ چلتا ہے کہ مالی تکالیف جس کا اس وقت قوم کو سامنا ہے۔ خداوند کریم اپنی جناب سے آسان کر دے گا۔ یہاں تو فراوانی کا وعدہ ہے۔ اس لئے گمان گذرتا ہے۔ آیا یہ تکالیف ہماری کوتاہی اور بے توجہی کا نتیجہ نہ ہوں آپ کی طرح مجھے بھی یقین ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے دین کی اشاعت کے لئے ہر سامان غیب سے مہیا کیا جائیگا لیکن سعی کرنا لازم ہے۔ اس لئے میں ہر بھائی۔ ہر بہن۔ ہر بزرگ اور ہر شخص جو اس سلسلۂ عالیہ سے منسلک ہے۔ درخواست کرتا ہوں کہ چندوں کی فراہمی اور ہر تحریک جو انجمن کی طرف سے کی جاوے اس میں پوری پوری دلچسپی لیویں۔ دل میں وسوسے ہوں۔ محبت مال ہو۔ اور ہم اپنے جسم پر روپیہ خرچ کرتے چلے جاویں۔ ایسا وسوسہ ایسی محبت اور اس طرح کے اسراف کسی انسان کے لئے ہرگز ہرگز تسکین قلب کا باعث نہیں بن سکتے۔ جسمانی ضروریات کی حفاظت بھی ضروری چیز ہے۔ لیکن جب ایک فانی ہستی کے بقا کے لئے اتنی دوڑ دھوپ ہے تو روح کی فکر کیوں نہ کی جاوے جو موجود ہے۔ اور اس دار فانی کے بعد بھی اس کا وجود ہوگا۔

میرا مقصد ان چند سطور سے یہ ہی ہے کہ بزرگی متین جن کی بنیاد آپ نے امام وقت

کے منشاء کے مطابق رکھی۔ اس وقت مالی مشکلات سے دوچار ہیں اعدا گر اپنے وعدوں کو پورا کرنا چاہتے ہو تو سالانہ جلسہ پر بیش از بیش قربانی پیش کرو۔ جس کو خدا نے علم دیا ہے وہ علم سے خدمت کرے اپنا وقت دیکر خدمت کرے اور جن کو مال کی فراوانی عطا ہوئی، وہ دین متین کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچانے کی غرض کے لئے مالی امداد میں اضافہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری بے توجہی اور غفلت سے یہ سرسبز باغ ویران ہو کر رہ جائے۔ خدا کرے ایسا نہ ہو۔ اور انشاءاللہ ایسا نہ ہوگا۔ لیکن اپنی ذمہ داریوں کا احساس کیجئے۔ اور اسی زندگی میں (جس کا ایک پل کا بھی بھروسہ نہیں) اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کا خیال کیجئے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ وقت بھی گذر جائے۔ اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں سے آپ نے اس کے دین کی خدمت نہ کی ہو۔ بعد میں افسوس کے سوا کیا ملے گا۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎

ایکہ داری مقدرت حزم تائیدات دیں
لطف کن بار از نظر برانداک بسیار نیست

اور پھر کیا خوب فرمایا ؎

اندریں وقت مصیبت چارۂ ما بیکساں
جز دعائے امداد دگریہ و اس غنیمت

میں جماعت کے تمام احباب سے دوبارہ گذارش کروں گا کہ جماعت کے استحکام کے لئے قومی خزانہ کو مضبوط کرنے کی طرف توجہ فرماویں۔ مجھے امید ہے۔ کہ جماعت کا ہر فرد اور ہر وہ شخص جو مسلمان کہلاتا ہے۔ اشاعت اسلام، اشاعت قرآن اور خدمت خلق کے کاموں میں انجمن کا ہاتھ بٹائے گا۔ یہی واحد ذریعہ ہے جس سے دلوں میں شادمانی اور قلب میں تسکین پیدا ہو سکتی ہے جس شخص کو آنحضرتؐ کے دین کی فکر نہیں اس کے متعلق حضرت اقدس نے فرمایا ہے:۔

اے خدا ہرگز مکن شاد آں دل تاریک را
آنکہ او را فکر دینِ احمد مختار نیست

سیکرٹری صاحبان توجہ فرمائیں

حضرت صاحب صدر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ارشاد ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن ادائیگی نماز سے قبل احباب سے ہر مقام پر **آنہ فنڈ** جمع کرنے کا حسب سابق انتظام ہو۔ مبلغین حضرات اپنے اپنے حلقہ میں فنڈ کی ادائیگی

پیغام صلح
جلد { یوم چہار شنبہ مورخہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ { نمبر ۴۶

ہمارا نصب العین اور جلسہ سالانہ

جماعت احمدیہ لاہور کا نصب العین

جیسے اشاعت اسلام ——

اشاعت اسلام کے دو شعبے ہیں ایک علمی و نظری اور دوسرا عملی و اجتماعی یعنی اسلام کو بطور ایک کامل تصورِ حیات کے پیش کرنا اور اسلامی تعلیمات کو اجتماعی نمونہ کے رنگ میں پیش کرنا۔ کیونکہ تصور اورعقیدہ بغیر عمل کے کوئی حقیقت نہیں رکھتے اسلام میں حقیقی عمل اجتماعی عمل ہے۔ انفرادی عمل کی حیثیت ثانوی ہے۔ حضرت امام وقت نے جہاں تعلیمات اسلامی اسلام کو دوسرے ادیان پر غالب کیا وہاں ایک ٹھیٹھ اسلامی جماعت کا نمونہ بھی پیش کیا —— حضرت مسیح موعودؑ کے بعد حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں یہ کام ایک معیار پر قائم رہا۔ حضرت مولانا نورالدینؓ کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ نے اس کام کو جاری رکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قلم میں اتنی برکت دی کہ گذشتہ نصف صدی میں حضرت امام وقت کے شاگردوں اور دوسرے مسلمانوں میں سے کسی فرد کو اسلام اور قرآن مجید کی خدمت کا اتنا موقعہ نہیں ملا۔ جماعت احمدیہ لاہور کے بزرگوں اور دوسرے احباب نے ان کی ان خدمات کو نمایاں کرنے میں کمال ایثار اور خلوص کا ثبوت دیا۔ اور اس عرصہ میں جو کام ہوا وہ اتنا بڑا ہے کہ اس کا جائزہ لے کر حیرت ہوتی ہے کہ اتنا بڑا کام ایک چھوٹی سی جماعت سے کیسے ہوا۔ اچھے لیڈروں کی رہنمائی میں اچھی جماعتیں کارہائے نمایاں کر گذرتی ہیں۔ بڑے کام بغیر مکمل اتحاد اور اعتماد اور اعلےٰ قیادت کے نہیں ہو سکتے حضرت مولانا مرحوم کی قیادت میں ہم نے واقعی بڑے بڑے کام کئے اور اب بھی اتحاد اور ایثار کی قوت سے بہت بڑے کام کر سکتے ہیں۔

اس وقت بھی ووکنگ مشن برلن مشن اور امریکن مشن بڑی تندہی سے کام کر رہے ہیں اور ان کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کی روشنی اقصائے عالم میں پھیل رہی ہے مرکز سے خط و کتابت کے ذریعہ دنیا کے متعدد ملکوں سے تبلیغی روابط قائم ہیں اور ان کو وسیع پیمانہ پر لٹریچر بھیجا جاتا ہے ——

دنیا کی صرف ایک اسلامی جماعت ہے جو فرقہ پرستی سے بلند ہو کر اشاعتِ اسلام کر رہی ہے امام وقت نے ہمیں بتایا ہے کہ اس زمانہ میں سب سے بڑا جہاد تبلیغ اسلام ہے۔ ہم نے پہلے بڑا کام کیا ہے اور اب بھی بڑا کام ہو رہا ہے —— یہ کام مزید پھیل سکتا اور بڑی ترقی کر سکتا ہے۔

دنیا ہر وقت بدل رہی ہے اور اس کے مسائل بھی بدل رہے ہیں۔ اسلامی اُصولوں کی روشنی میں ہم ہمیشہ ان بدلتے ہوئے مسائل کا حل پیش کر سکتے ہیں۔ ان کے متعلق تجاویز سوچ کر ایک پروگرام مرتب کر سکتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ کو بدلے ہوئے حالات میں اشاعت اسلام کے لئے تدابیر جدیدہ سوچنے کا ایک بڑا ذریعہ قرار دیا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اپنے اس سالانہ اجتماع کے موقعہ پر نئے حالات اور نئے مسائل پر بھی غور کریں اور تبلیغ اسلام کا ایک جدید پروگرام مرتب کریں اور اسے بروئے کار لانے کے لئے اپنی اخلاقی روحانی اور اجتماعی قوتوں کو خرچ کریں۔ یہ جلسہ ہمارے عمل اور قربانی کے راستہ میں ایک سنگ میل ہے اس سنگِ میل سے ہمیں اپنے نصب العین کے لئے نئے احساس، نئے عزائم اور نئی قوت سے کام کرنا چاہیئے اور اپنی اجتماعی زندگی کا ثبوت دینا چاہیئے اور ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ قومیں صرف اجتماعی عمل سے زندہ رہتی ہیں اور اجتماعی تقریبات اجتماعی عمل کے لئے بڑے محرکات میں سے ہیں۔ اجتماع کی قوت سے تاریخ اور زندگی لرز جاتی ہے بشرطیکہ اجتماع کے رجحانات اور میلانات تعمیری اور تخلیقی ہوں۔ ہر ایک جماعت اور قوم قوت تخلیق سے زندہ رہتی ہے۔ جب کسی قوم کی قوت تخلیق کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں تو اس کا عدم اور وجود برابر ہو جاتا ہے اور وہ زوال پذیر ہو کر صفحۂ ہستی سے نابود ہو جاتی ہے، انتشار، زوال خانہ جنگی اس کو دیمک کی طرح چاٹ لیتے ہیں۔ یہ جلسہ سالانہ ہماری قومی زندگی میں ایک فیصلہ کن نقطہ ہے جس سے واضح ہو جائے گا کہ آیا ہمارے اندر زندگی کی تخلیقی علامات موجود ہیں یا بدقسمتی سے ہمارے اندر "عمل رجعی" شروع ہو چکا ہے۔ حضرت امام عصر حاضر کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے اس سلسلہ عالیہ کی بقا کے لئے عظیم وعدے فرمائے ہیں۔ امید ہے سلسلہ کے مزاج کے منافی رجحانات اس سلسلہ کے دائرہ کے اندر نہ پنپ سکیں گے اور یہ جماعت زندہ رہے گی اور اللہ تعالےٰ اپنے دین کی خدمت کے اس سے بڑے بڑے کام لے گا

اپیل برائے جلسہ فنڈ

احباب کرام کی خدمت میں چھپی ہوئی اپیل برائے "جلسہ فنڈ" بذریعہ ڈاک پہنچ چکی ہے جماعتہائے کے سیکرٹری صاحبان، پریذیڈنٹ صاحبان اور مبلغین حضرات کی خدمت میں بڑے ادب سے درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعت سے جلسہ فنڈ کے لئے عطیہ جات فراہم کرکے بہت جلد مرکز میں ارسال فرما کر اللہ تعالیٰ سے ثواب کے مستحق بنیں۔ اُمرائے قوم کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ وہ اپنی خاص توجہ سے اس فنڈ میں عطیہ جات بھیجکر عنداللہ ماجور ہوں۔ تاریخہائے جلسہ بہت قریب ہیں اس واسطے آپ کی فوری توجہ کی ضرورت ہے۔

احمد حسن
اسسٹنٹ افسر تحصیل

حقائقِ عالم خدا تعالیٰ کی ہستی کی دلیل ہیں

انسانی فطرت کے صالح رجحانات

خطبہ جمعہ فرمودہ امیر قوم حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۱۱ر دسمبر ۱۹۵۳ء لاہور

قال اللہ تعالیٰ - والشمس وضحٰھا ۝ والقمر اذا تلٰھا ۝ والنھار اذا جلّٰھا ۝ والیل اذا یغشٰھا.........الخ

عالمِ کبیر اور عالمِ صغیر

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال اور اس کی قدرت اور اس کے کمالات اور اس کے احسانات کا بہت ذکر ہے - یہ انداز بیان انسان کے علم اور اس کی معرفت کو بڑھانے کے لئے ہے - جب انسان کو یہ عرفان نصیب ہو جائے کہ اللہ تعالےٰ کے کمالات اور اسکی قدرتیں اور اس کے احسانات لامحدود ہیں تو انسان کی طبیعت میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کی طرف جھکتا ہے - اور اس کی فرمانبرداری کی طرف مائل ہوتا ہے یہ سورت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں بھی خدا تعالےٰ کی عظمت اور کبریائی اور اس کے احسانات کا بہت ذکر ہے اور ایک خاص ذکر بھی یہاں ہے - وہ یہ کہ اس بڑی کائنات کے اندر انسان بھی ایک چھوٹی سی کائنات ہے اس عالم کبیر کے اندر انسان بھی ایک عالم کا وجود رکھتا ہے - اگرچہ وہ عالم صغیر ہی ہے - اس ضمن میں اللہ تعالےٰ نے ایک یہ بھی بحث کی ہے کہ ہم نے جس طرح اس کائنات کو منوّر اور روشن کیا ہے تاکہ لوگ خوبی سے زندگی کی تمام کامرانیاں حاصل کر سکیں اور ہلاکت سے بچ سکیں - بالکل اسی طرح انسان کے اندر بھی ہم نے ایک چراغ منوّر کر رکھا ہے تا وہ صحیح راستہ پر گامزن ہو سکے اور ہلاکت کی راہوں سے بچ سکے - اس مادی عالم کے اندر روشنی کے لئے بہت سے اجرام اور کواکب اور سیارے مہیا کئے گئے ہیں اور ان میں سورج بمنزلہ بادشاہ کے ہے سورج جب غروب ہو جاتا ہے تو رات کو روشن کرنے کے لئے قمر موجود ہوتا ہے - اُسے ایسا بنایا ہے کہ رات کی اصل غرض جو لوگوں کے دل و دماغ اور اعصاب میں سکون پیدا کرنا ہے فوت نہ ہو جائے - رات آرام پہنچانے کے لئے ہے دن کی روشنی میں اعصاب کے اندر حرکت پیدا ہو جاتی ہے - لیکن قمر کی روشنی ایسی بنائی ہے کہ وہ اعصاب میں سکون پیدا کرتی ہے غرضیکہ قمر کو ایسا نور عطا فرمایا جو رات کے وقت جہاں رہبری کا کام کرتا ہے وہاں رات کی غرض کو ضائع بھی نہیں ہونے دیتا - قمر نہ ہو تو ستارے جگ مگ جگ مگ کرتے ہیں - و بالنجم ھم یھتدون رات کے وقت کوئی راہ گیر ہو - جنگل میں ہو یا صحرا میں ستاروں کی مدد سے صحیح راستہ پر چلتا ہے - اور وہ تجار جو تجارتی قافلہ کو صرف رات ہی کے وقت چلاتے ہیں ان کے لئے ستاروں کا وجود بسا غنیمت ہے - الغرض جس طرح اس ظاہری کائنات کو مختلف نیّروں سے منوّر کیا ہے انسان کو بھی عقل و فہم اور تمیز وغیرہ عطا کی ہے - اس سے بھی بڑھکر اسے ضمیر دی گئی ہے ضمیر عربی میں چھپی ہوئی چیز کو کہتے ہیں - یہ انسان کے نہاں خانہ قلب میں رکھی گئی ہے جو بہت چست ہے - یہ ہر انسان کو اس کے نازیبا فعل بد پر ٹوکتی ہے - یہ قوت انسان کو عطا کی گئی ہے لیکن اس طرح نہیں کہ اس کے اختیار کے ماتحت نہیں چلتی ہو - کوئی انسان ایسا نہیں جسے اس کی ضمیر اس کے فعل بد کے موقعہ پر نہ ٹوکے - فرمایا ہے جعل لکم السمع والابصار والافئدۃ ہم نے انسان کے اندر کان اور آنکھ اور دل و دماغ پیدا کیا ہے - اس میں فہم و دانشمندی اور قوت ارادی رکھی ہے - اور ساتھ ہی عقل و ضمیر کے چراغ بھی اس کے اندر روشن کر رکھے ہیں جو اس کو صحیح راستے پر چلنے میں مدد دیتے ہیں اور غلط راستے سے روکتے ہیں -

گناہ اور انسانی سرشت

آج دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ انسان گناہوں میں لتھڑا ہوا پیدا ہوتا ہے - اس کی فطرت کے اندر گناہ کر رکھا گیا ہے - اور اب اس گندی فطرت کا تبدیل کرنا امر محال ہے - یہ نظریہ صحیح نہیں ہے اور اس باطل نظریہ کی پیروی سے دنیا کا بہت بڑا حصہ گمراہ ہے یورپ کو دیکھئے وہاں کے لوگ کتنے ترقی یافتہ اور تمام علوم جدیدہ سے واقف ہیں - باوجود اس کے وہاں کا کثیر حصہ یقین کرتا ہے کہ گناہ کو انسان کی سرشت میں ودیعت کیا گیا ہے - جس سے کسی طرح چھٹکارا حاصل نہیں ہو سکتا - اس باطل نظریہ کو بھی اس رکوع میں رد کیا گیا ہے -

شمس و قمر کی تخلیق کا مقصد

فرمایا والشمس وضحٰھا اس کائنات کے اندر سورج ایک روشن کوکب ہے - غور کرو کس نے اس عظیم الشان کوکب کو بنایا - اس کی گرمی کی وجہ سے ہوائیں چلتی - بارشیں ہوتیں اور زندگی پیدا ہوتی ہے - پھل پھول وغیرہ کی رنگینیاں اور ان کی تاثیرات سب اسی کی وجہ سے ہیں - اس کائنات کا یہ بادشاہ ہے - اس کے کمالات کو دیکھ کر بہت سے لوگ اس کی طرف جھک گئے ہیں اور اسے سجدہ کرتے ہیں - حالانکہ سورج میں کوئی قوت ارادی نہیں اس میں کوئی سمجھ اور تمیز نہیں وہ اپنے ارادے سے مخلوق کی خدمت نہیں کرتا واوحی فی کل سماء امرھا ہم نے ان بے جان کواکب اور سیاروں کو وحی کر رکھی ہے اور ان کے سپرد کچھ خدمات کر دی گئی ہیں یہ ہمارے خادم ہیں معبود نہیں ہیں جو ان کی پرستش کی جائے - لاتسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للّٰہ الذی خلقھن - سورج ہو یا قمر ان کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس ہستی کی پرستش کرو جس نے ان درخشندہ نیّروں کو جو اس کائنات کے لئے ہزارہا برکات کا باعث ہیں پیدا کیا - کیونکہ وہی کمالات کا سرچشمہ ہے - سورج کے بعد اس کی روشنی کی طرف توجہ دلائی ہے وضحٰھا - اس کی روشنی دنیا کو جگا دیتی اور ان میں حرکت پیدا کر دیتی ہے - اس سے مخلوق میں ایک رونق پیدا ہو جاتی ہے یہی سورج جو زندگی کا موجب ہے اس کی روشنی حفاظت کا سامان مہیا کرتی ہے -

والقمر اذا تلٰھا قمر جو رات کو منوّر کرتا ہے سورج کی پیروی کرتا - یہاں پیروی سے مراد اتباع کر کے نور حاصل کرنا ہے - یہ ضروری نہیں کہ متبع جسمانی رنگ میں بھی متبوع کے پیچھے پیچھے چلے - مثلاً ہم سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں تو کیا ہمارا جسم آنحضرت صلعم کے پیچھے چلتا ہے - بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم حضور صلعم کے احکامات پر چلتے اور فیضیاب ہوتے ہیں - سو قمر جسمانی رنگ میں سورج کے پیچھے پیچھے نہیں چلتا بلکہ اس کا مدار علیحدہ ہے - اسی طرح ہر سیارے کا اپنا اپنا مدار ہے - جیسے فرمایا ولقد خلقنا فوقکم سبع طرائق - ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنا رکھے ہیں - راستے اسی وقت بنائے جاتے ہیں جب کسی کے چلنے کی حاجت ہو جہاں حاجت نہ ہو وہاں راستے نہیں بنائے جاتے - تو معلوم ہوا یہ سیارے جو چلتے ہیں ان کے راستے علیحدہ علیحدہ ہیں - کل فی فلک یسبحون ہر ایک سیارے کا مدار الگ الگ ہے - جس میں وہ تیرتا ہوا چلا جاتا ہے - تو قمر سورج کے پیچھے پیچھے نہیں چلتا بلکہ اس کا مدار علیحدہ ہے جس پر وہ گردش کرتا ہے - تلٰھا کی کیفیت بیان کرتے ہوئے امام راغب لکھتے ہیں - ان القمر یقتبس نوراً من الشمس یعنی قمر سورج سے نور حاصل کرتا ہے - والقمر خلیفۃ الشمس اور قمر اس معنے میں گویا شمس کا خلیفہ ہے -

آسمان کی بناوٹ پر غور کرو

والنھار اذا جلّٰھا اور دن جو سورج کو روشن ہونے کا موقع دیتا ہے

تمام پڑھی لکھی دنیا کہتی ہے سورج چڑھا حالانکہ وہ چڑھتا نہیں بلکہ زمین ہم کو اس کے سامنے لے آتی ہے۔ اور وہ چڑھتا ہوا نظر آتا ہے لیکن ہم کہتے اسی طرح ہی ہیں کہ سورج چڑھتا ہے۔ پھر فرمایا۔ واللیل اذا یغشٰھا اور رات جو سورج کو ڈھانپ لیتی ہے۔ رات نے کیا ڈھانپنا ہے سورج غروب ہوتا ہے تو اندھیرا چھا جاتا ہے۔ رات بھی نہایت ضروری خدمات سرانجام دیتی اور علاوہ ازیں تاریکی و ظلمت سورج کی روشنی کے فوائد کو زیادہ تر روشن کر دیتی ہے۔ پھر فرمایا والسماء وما بنٰھا آسمان کو دیکھو اور اس کی بناوٹ پر غور کرو۔ اس کی بناوٹ کے اندر کس قدر قدرت اور حکمت کا اظہار ہے۔ فرمایا والسماء بنینٰھا باید وانا لموسعون ہم نے آسمان کو اپنی طاقت سے بنایا ہے اس کے اندر بے شمار سیارے اور ستارے ہیں ان کی تعداد اور وسعت کا اندازہ لگانا انسان کی طاقت سے باہر ہے رفع سمکھا فسوّٰھا۔ ایک طرف اس کی وسعت پر غور کرو دوسری طرف اجرام فلکی کی بلندیوں پر نگاہ ڈالو۔ اور فسوّٰھا اور اس سارے کارخانے کے کمالات کے متعلق فکر سے کام لو۔ سیاروں کے حجم مختلف ان کے مدار مختلف اور ان کی رفتاریں مختلف لیکن کس خوبی سے وہ فضا میں معلق ہیں اور کس سرعت سے اور باقاعدگی سے چل رہے ہیں

- - - - - - - -

۔۔۔۔ ہمارا سورج سب سورجوں سے چھوٹا ہے اس سورج کی بلندی ۹ کروڑ پچاس لاکھ میل ہے۔ اور دوسرے نیّروں کی بلندی اس سے بے حد زیادہ ہے۔ اتنی زیادہ کہ ان کی روشنی ابھی تک زمین پر نہیں پہنچی اگر روشنی کی رفتار اس قدر سریع ہے کہ ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل طے کر جاتی ہے الغرض نہ بلندیوں کی کچھ انتہا ہے اور نہ وسعت کی کوئی حد ہے ہر چیز کا اندازہ بھی کر رکھا ہے جیسے فرمایا خلق کل شیء فقدرہ تقدیرا ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔ زمین ہے مریخ ہے قمر ہے مشتری ہے عطارد ہے ہر ایک کا حجم اور مدار مقرر ہے اور ہر ایک کی رفتار بھی مقرر کر رکھی ہے۔ ان کا آپس میں اندر کوئی ٹکراؤ نہیں۔ ہر چیز پر اس کی حکومت ہے زمین دو حرکتیں کرتی ہے۔ ایک اپنے محور کے گرد دوسرے سورج کے گرد ان ہر دو حرکتوں کا ایک اندازہ ہے۔ پھر جب سے زمین پیدا ہوئی ہے آج تک اسکو نہ کسی مرمت کی ضرورت لاحق ہوئی ہے اور نہ ہی ہوائی جہاز کی طرح تیل اور پائلٹ کی ضرورت ہے۔ کوئی ہوائی جہاز ایسا ہے جو ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتا ہو۔ اور سالہا سال سے چل رہا ہو۔ لیکن اسے کبھی مرمت کی ضرورت نہ پڑی ہو اور نہ تیل وغیرہ کی حاجت ہوئی ہو۔ اور نہ ہی اسے گر پڑنے کا خطرہ لاحق ہوا ہو۔ فرمایا واوحی فی کل سماء امرھا ہم نے ہر سیارے کو اس کے کام کے متعلق وحی کر رکھی ہے۔ و اوحی ربک الی النحل اس نے ایک کیڑے کو بھی وحی کر رکھی ہے اور اسے تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے۔ وہ سیاروں کی طرح قوت ارادی سے محروم ہونے کے باوجود الٰہی حکم کے ماتحت تمہاری خاطر شہد بناتا رہتا ہے۔ اور اسی طرح یہ سیارے اور ستارے بغیر قوت ارادی کے حکم الٰہی کے مطابق تمہاری خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔

زمین پر غور کرو

فرمایا جعل الارض قرارا آسمان کے مطالعہ کے بعد اس زمین پر غور کرو جس پر کہ تم بستے ہو۔ اسے تمہارے لئے رہائش کی جگہ بنایا ہے۔ کس تیزی کے ساتھ یہ حرکت کرتی ہے۔ لیکن کبھی کوئی ٹکراؤ نہیں۔ ہچکولا نہیں۔ برتن نہیں ٹوٹتے، درخت نہیں اکھڑتے مکان متزلزل نہیں ہوتے۔ انسان چلتے پھرتے گرتے نہیں۔ الغرض حرکت میں شدت کی تیزی کے باوجود اس کو قابل رہائش بنایا ہے۔ والارض وما طحٰھا ہم نے زمین کو بچھا رکھا ہے تا کہ رہائش کی تمام سہولتیں مہیا کر سکے۔ فرمایا۔ اللہ الذی جعل لکم الارض قرارا والسماء بناء وصورکم فاحسن صورکم ورزقکم من الطیبات ذالکم اللہ ربکم فتبارک اللہ رب العالمین اللہ وہ ہے جس نے زمین کو تمہاری خاطر قابل رہائش اور قرار کی جگہ بنایا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور آسمان کو اس پر خیمہ کی طرح کھڑا کیا ہے یہ سب کچھ انسان کی پیدائش سے پیشتر اس کے استقبال کی خاطر تیار کر دیا گیا وصورکم ہم نے تم کو پیدا کیا اور خوبصورت شکل و شباہت عطا کی۔ یہ کان یہ آنکھیں یہ قلب جن کے ذریعہ سے تم علم حاصل کرتے ہو۔ ہم نے تمہیں دیئے ہیں جہاں یہ عظیم الشان اور وسیع محل رہنے کے لئے دیا وہاں ورزقکم من الطیبات اس میں تمام ضروری اشیاء کو بہم پہنچا کر اسے آراستہ بھی کر دیا ہے۔ ذالکم اللہ ربکم یہ ہے تمہارا پیدا کرنے والا۔ جو خالق کل ہے اور تمہارا محسن بھی ہے ان تمام احسانات کا اس لئے ذکر کیا تا انسان خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے کے لئے تیار ہو جائے اور اس کے احکامات کی فرمانبرداری کے لئے آمادہ ہو جائے اور نہ وہ مجبوری سے نہیں بلکہ اپنے ارادے اور بصیرت کی بناء پر خدا کے احکامات کو مفید یقین کرتے ہوئے ان کی فرمانبرداری کرے اور اس کی عبادت سے لذت اٹھائے۔

انسانی فطرت کے تقاضے

پھر فرمایا ونفس وما سوّٰھا ... اگر اس کائنات کو بنایا اور اس میں روشنی بہم پہنچانے کے لئے انتظامات کئے اور ان میں سورج کو نیر اعظم بنایا اسی طرح انسان بھی اس دنیا میں ایک نیر اعظم ہونے کا مقام رکھتا ہے وہ اشرف المخلوقات ہے اور بڑی اہمیت کا مالک ہے۔ وہ ہمارا خلیفہ ہے اور مسجود ملائک ہے۔

فالھمھا فجورھا وتقوٰھا اس کی فطرت کے اندر ہی ہم نے یہ تمیز رکھ دی ہے کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے الہم کے معنی ہیں قذف فی فطرتہ اس کی فطرت کے اندر ڈال رکھا ہے۔ انسان کی طبیعت کے اندر امتیاز کرنے کی قوت ہے وہ خوب سمجھتا ہے کہ جھوٹ کیا ہے اور صدق کیا ہے۔ بددیانتی کیا ہے اور دیانت کیا ہے۔ سیدنا ومولانا حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا نزلت الدیانۃ فی جذر قلوب الناس یعنی انسان کی فطرت کے اندر دیانت اور امانت مرکوز ہے۔ وہ سمجھتا ہے دیانت و امانت انسان کی عزت کا باعث ہے اور بددیانتی سے اسکو نفرت ہے کیونکہ یہ اس کی ذلت کا باعث ہے۔ و ھدینٰہ النجدین کے متعلق امام راغب لکھتے ہیں کہ نجد ایک دشوار گزار مرتفع مقام کو کہتے ہیں وقولہ تعالیٰ وھدینٰہ النجدین ذالک مثل (۱) لطریقی الحق والباطل فی الاعتقاد (۲) والصدق والکذب فی المقال (۳) والجمیل والقبیح فی الفعال اور وہ لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو سمجھا دیا ہے کہ حق و باطل کیا ہیں۔ اقوال میں صدق اور کذب کیا ہیں افعال میں جمیل اور قبیح کیا ہیں۔

گناہ کی زندگی ہلاکت ہے

جس طرح آگ انسان کو جلا دیتی ہے اور زہر اسے ہلاک کر دیتا ہے اسی طرح سے گناہ کی زندگی بھی ہلاکت کا موجب ہے انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا ہم نے انسان کو صحیح راستہ دکھا دیا ہے اور ساتھ ہی اختیار بھی دے دیا ہے چاہے تو فرمانبرداری کر کے شکر گزار بندوں میں داخل ہو جائے اور چاہے تو نافرمانی کرے۔ یہ اختیار یہاں تک دے دیا ہے کہ ایسے انسان بھی ہیں جو خدا کو نہیں مانتے۔ اور ایسے بھی ہیں جو خدا کو گالی دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ یہ تو مانتے ہیں کہ کائنات کی کل اشیاء میں خوبصورتی ہے اور حکمت ہے اور یہ کائنات باعث برکت اور موجب احسانات ہے۔ جب وہ اس کے قائل ہیں تو پھر کس منہ سے کہتے ہیں کہ انسان کو پیدا کرنے وقت خدا کی حکمت اور قدرت غلطی کھا گئی۔

خواہشات کا صحیح استعمال ترقی کا موجب ہے

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جو خواہشات رکھی ہیں وہی اس کی ترقیات کا موجب ہیں یہ خواہشات نہ ہوتیں تو اخلاق پیدا نہ ہو سکتے۔ اور انسان قطعاً کوئی ترقی نہ کر سکتا مثلاً حرص بھی قوت ہے لیکن اگر یہ خواہش نہ ہوتی تو اس کے بغیر انسان کے اعضاء کے اندر کوئی حرکت پیدا نہ ہو سکتی۔ اور مطلوبہ اشیاء کے حصول کے لئے کوئی اعمال ظہور پذیر نہ ہو سکتے۔ ہماری احتیاج کا سلسلہ لمبا ہے اور اسی کی وجہ سے ہر طرح کی جدوجہد اور سعی ہے اور اسی کی وجہ سے ترقی و تہذیب کے سامان پیدا ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم اپنے لئے اور اپنے عزیز و اقارب کے لئے محنت شاقہ پر آمادہ ہو جاتے ہیں، اور اپنی محنت و مشقت سے کمائے ہوئے مال سے سخاوت کرنے اور غرباء کے ساتھ ہر طرح کی ہمدردی کرنے کے قابل ہوتے ہیں اسی سے ہم اپنے اموال کو قوم کے تعمیری کاموں پر صرف کرتے ہیں۔ لیکن اس کا غلط استعمال بددیانتی اور ڈاکہ زنی پر آمادہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح انسان میں قوت غضبیہ ہے مجلس میں کسی شریف عورت کی عزت پر کوئی حملہ کرنے لگے، دیکھنے والا جھٹ اس مظلومہ کی امداد کے لئے نکل پڑتا ہے۔ تلوار سونت لیتا ہے۔ کبھی کبھی ایک ہندو مسلمان کی حمایت میں اور ایک مسلمان ہندو کی حمایت میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہی قوت انسان کو وطن اور دین کی حمایت کے لئے کھڑا کر دیتی ہے۔ اور وہ اپنی جان عزیز کو قربان کر دیتا ہے۔ یہ قوت نہ ہو تو انسان بالکل بے غیرت حیوان بن کر رہ

جائیں - ہاں کبھی کبھی تلوار کا غلط استعمال بھی انسان کرتا ہے - قوت غضبیہ کا صحیح استعمال شجاعت پیدا کرتا ہے اور انسان کو ایثار و قربانی کی صفت سے متصف ہونے کا موقعہ دیتا ہے اور اس کا غلط استعمال ظلم و تعدی کا موجب ہو جاتا ہے -

ذہانت کی قوت

اسی طرح ذہانت کی قوت ہے اس کی مدد سے انسان سوسائٹی کے لئے سودمند چیزیں ایجاد کرتا ہے، عمدہ عمدہ کتابیں تالیف کرتا ہے - اور علم و حکمت کے موتیوں سے دنیا کو مالا مال کرتا ہے - لیکن اس کا غلط استعمال انسان کو شیطان بنا دیتا ہے بلکہ شیطان سے بھی بڑھکر - جس طرح سے تلوار اگر ناپاک ہاتھوں میں دیدی جائے تو وہ فساد برپا کرتی ہے - اسی طرح اگر کسی مفسد آدمی کو ذہانت میسر آجائے تو وہ تباہی لاتا ہے - جس طرح آگ بجلی وغیرہ خراب اشیاء نہیں بلکہ ایسی کارآمد ہیں کہ ان کے بغیر چارہ نہیں اور ان کی بدولت ملک کے ہزاروں کام نکلتے ہیں اور ہزارہا آسانیاں میسر آتی ہیں اور ان کا غلط استعمال انسان پر تباہی لاتا ہے اسی طرح وہ قوتیں جو انسان کو عطا ہوئی ہیں اپنی ذات میں قابل مذمت نہیں ہیں بلکہ وہ نہایت ہی ضروری اور مفید ہیں ہاں ان کا غلط استعمال انسان کو نقصان پہنچاتا ہے - پس ان قوئے کے ساتھ انسان کو آراستہ بمقتضاء حکمت و کرم ہوا -

انسان کی بزرگی کا بیان

خدا تعالےٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے انسان کو ایسا بنایا ہے اور اس کے اندر یہ قوئے اور یہ استعدادیں پیدا کی ہیں اور انہی کے باعث وہ صاحب ایجاد اور صاحب عزت و شرف ہوا - انی جاعل فی الارض خلیفۃ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا ہے - پھر فرمایا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا - انسان کو اللہ تعالےٰ نے اپنی جناب سے عمدہ فطرت عطا فرمائی ہے و نفخت فیہ من روحی میں نے اپنی جناب سے اس کو روح عطا فرمائی ہے - ان تمام آیات میں انسان کی بزرگی بیان کی گئی ہے - خدا چونکہ قدوس ہے اور تمام پاکیزگیوں کا سرچشمہ ہے اس لئے اس نے انسان کو بھی پاکیزہ فطرت عطا کی - یورپ کا یہ نظریہ کہ انسان گناہ میں لتھڑا ہوا پیدا ہوتا ہے باطل ہے - اور نہایت مضر ہے - انسان اس سے تو اپنی نگاہ میں ذلیل ٹھہرتا ہے اور خدا تعالےٰ کی ذات پر اعتراض آتا ہے

قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس باطل نظریہ کو مدلل طور پر رد کر کے ایسا نظریہ پیش کیا جس میں انسان کی بزرگی مضمر ہے، اور جس سے خدا کی ذات بےعیب ثابت ہوتی ہے - ورنہ اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ انسان کی سرشت میں ہی گناہ کرنا ہے تو وہ گناہ کی طرف زیادہ آمادہ ہو جائے گا اور وہ یقین کرے گا کہ میرے گناہ کرنے کی ذمہ داری خدا پر ہے لیکن اسلام نے اس خیال کو غلط ثابت کر دیا ہے جس سے خود انسان کو عزت نفس اور احترام بخشا ہے اور خدا تعالیٰ کی مقدس ذات کو اعتراض سے بری ثابت کیا ہے - فرمایا قد افلح من زکّٰها جس شخص نے اپنے نفس کو پاک رکھا اور معصیت کو پاس نہ آنے دیا وہ کامیاب ہو گیا اور اس نے اپنی ہستی کی پیدائش کی غرض و غایت کو حاصل کر لیا - وقد خاب من دسّٰها اور جس نے اس کو خاک آلود کیا وہ ناکام ہو گیا اور اس نے اپنی پیدائش کی غرض کو نابود کر دیا -

وحی کی ضرورت

جس طرح آسمان سے روشنی اور بارش انسان کی زندگی کے لئے ازبس ضروری ہے اسی طرح روحانی روشنی اور بارش جو بشکل وحی نازل ہوتی ہے نہایت ضروری ہے - کان کے اندر شنوائی کی قوت تو ہے لیکن باہر سے وہ ہوا کے تموج کا محتاج ہے اس کے بغیر وہ نہیں سن سکتا اور جس طرح آنکھ بغیر باہر کی روشنی کے دیکھ نہیں سکتی اسی طرح قلب کے اندر جو قوی رکھے گئے ہیں انکو اجاگر کرنے اور ان کی نشوونما کے لئے خارجی وحی کی ضرورت ہے - اسی لئے انبیاء آتے ہیں جو لوگ ان کی تعلیمات کو قبول کرتے ہیں وہ فلاح پا جاتے ہیں اور جو انکی تکذیب کرتے ہیں وہ عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں - چنانچہ یہاں ان انبیاء میں سے ایک ذکر کیا ہے فرمایا کذبت ثمود بطغواها ثمود کی قوم پر جب وحی نازل ہوئی انہوں نے اس کا انکار کر دیا اور اس کی تکذیب کی اس لئے وہ باوجود اپنی ظاہری قوت، طاقت اور شان و شوکت کے تباہ کر دیئے گئے -

خلاصہ کلام

ان تمام حقائق کے بیان سے یہ مقصود ہے کہ انسان یقین کرے کہ خدا ہے - اور اس نے انسان کو اپنی حکمت کاملہ سے اعلےٰ درجے کے قوئے اور استعدادیں عطا کر رکھی ہیں ان قویٰ کی نشوونما کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل مبعوث فرمائے انکو جو وحی عطا کی جاتی ہے وہ نسل انسانی کی تربیت کیلئے ازبس مفید ہے اس وحی پر عمل درآمد کرنیکے لئے اس کے رسول نمونہ بنکر آتے ہیں جو لوگ خدا کی وحی پر عملدرآمد کرتے ہیں اور اس کے رسول کی اتباع کرتے ہیں وہ یقیناً یقیناً اپنی ذات کے

۴۲

ارشادات نبوی

جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

مسجدوں کو درسگاہ بناؤ

عن ابی ھریرۃ رض قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من جاء مسجدی ھذا لم یأت الا لخیر یتعلمہ او یعلمہ فھو بمنزلۃ المجاھد فی سبیل اللہ ومن جاء لغیر ذالک فھو بمنزلۃ الرجل ینظر الی متاع غیرہ (ابن ماجہ مشکوٰۃ)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص اس میری مسجد (دراصل تمام مساجد) میں خیر (علم) کے لئے آیا ہے یعنی وہ بحیثیت طالبعلم ہو یا معلم ہو وہ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں مجاہد شمار ہوگا - اور جو شخص اس غرض (حصول علم یا ترویج تعلیم علم) کے سوا مسجد میں آتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا وہ دوسروں کی جائداد پر نگاہ رکھتا ہے"

مسجد اسلام کا ایک ثقافتی مرکز ہے ؎

زہے ناداں کہ او خورشید تاباں ⁂ بنور شمع جوید در بیاباں (گلشن راز)

ترجمہ - کتنا احمق ہے وہ شخص جو بیابان (علم و معرفت سے تہی دل) میں شمع لےکر (تھوڑا سا علم حاصل کر کے) آفتاب (ذات وحدت) کی تلاش میں نکلا ہے -

محنت مزدوری محافظ عزت ہے

عن الزبیر رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لان یاخذ احدکم حبلہ فیاتی بحزمۃ حطب علی ظھرہ فیبیعھا فیکف اللہ بھا وجھہ خیر لہ من ان یسأل الناس اعطوہ او منعوہ (بخاری باب الزکوٰۃ)

ترجمہ - حضرت زبیرؓ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی ایک شخص رسہ لےکر جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لائے اور بیچ کر گذارہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی عزت و ناموس - خودداری اور غیرت کو محفوظ رکھیگا اور یہ عمل اس کے لئے بہتر ہے اس بات سے کہ در بدر بھیک مانگتا پھرے کوئی اسے دے یا نہ دے ؎

بکوئے میکدہ ہر سالکے کہ راہ دانست ⁂ در دگر زدن اندیشۂ تبہ دانست (حافظ)

جس سالک کو شرابخانہ (رضا الٰہی) کے کوچہ کی راہ معلوم ہوگئی -

دوسرا دروازہ کھٹکھٹانے میں تباہی سمجھتا ہے -

امیروں کے مال میں علاوہ زکوٰۃ غربا کو حق حاصل ہے

عن فاطمۃ بنت قیس قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المال لحقا سوی الزکوٰۃ ثم تلا لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب الآیۃ

(ترمذی مشکوٰۃ زکوٰۃ)

ترجمہ:- فاطمہؓ بنت قیس سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علاوہ زکوٰۃ کے امراء کے مال میں غرباء کا حق ہے اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اس میں کوئی بڑی نیکی نہیں کہ تم اپنے منہ (عبادت کے لئے) مشرق کی طرف کرو یا مغرب کی طرف الخ ؎

تا نہ آں بادے وزد در جانِ ما

کو رباید ذرۂ امکانِ ما

کے دریں گرد و غبارے ساختہ

مے تواں دید آں رخِ آراستہ (مسیح موعودؑ)

ترجمہ:- جب تک ہماری جان پر وہ ہوا نہ چلے جو ہماری ہستی کے ذرہ تک کو اڑا لے جائے تب تک اس مصنوعی گرد و غبار میں وہ حسین چہرہ کس طرح دیکھا جا سکتا ہے ⁂

تبلیغی رپورٹ

(۱)

مولوی عبدالصمد صاحب جمالی مبلغ ڈھاکہ نے ماہ اکتوبر میں قریباً دو درجن احباب سے تبلیغ کے سلسلہ میں ملاقات کی ایک دوست زین الرحمن شامل سلسلہ ہوئے۔ اخبارات پیغام صلح۔ لائٹ مارننگ نیوز۔ آزاد ریڈنگ روم میں رکھے گئے نیز اسلامک ریویو بھی۔ جن کو اکثر احباب بغور پڑھتے ہیں۔ لائٹ میں مضمون دیا گیا۔ یہ تمام کارگزاری علاوہ ترجمہ بنگالی پارہ تیرھویں کے ہے۔ ترجمہ مکمل ہو کر موصول ہو چکا ہے۔

(۲)

قاضی بشیر محمد صاحب مبلغ علی پور ماہ نومبر ۱۹۵۳ء کی رپورٹ میں اطلاع دیتے ہیں کہ علی پور کے ۵۴ افراد کو اس ماہ باقاعدہ اور مکمل طور پر پیغام سلسلہ حقہ پہنچایا۔ اس کے علاوہ معترض احباب کو تسلی بخش جواب دیئے گئے۔ جنہوں نے خود اس کا اعتراف کیا۔ شیعہ دوستوں سے مفصل گفتگو ہوئی۔ اور ان کے تقریباً جملہ غلط عقائد کی غلطی کو ان پر واضح کیا۔ بستی کھمروالہ میں جاکر تبلیغ کی۔ ۷ مسلمین کے بچوں کو تعلیم قرآن اور اردو کے دینے کا پروگرام تیار کر لیا ہے کامیابی کی امید ہے۔ احباب کی دعاؤں کی ضرورت ہے کہ مخالفین کے شر سے محفوظ رکھے۔

(۳)

مولوی عبدالرحمن صاحب مبلغ کچھی ضلع ہزارہ نے اس ماہ میں ۲۰ عدد ٹریکٹ تبلیغی تقسیم کئے اور اس ماہ میں چار دفعہ خطبات دیئے تین لڑکوں کو باقاعدہ با ترجمہ قرآن شریف پڑھایا جاتا ہے اور تین چار بچوں کو ناظرہ قرآن شریف پڑھایا جا رہا ہے۔ سات آٹھ مریضوں کی تیمارداری کی ان کے لواحقین کو تقوے اور پرہیزگاری کی تلقین کی۔ احمدیت کے فوائد اور خدمات اسلامی سے روشناس کرایا۔ ایک پادری سے تبادلہ خیالات کر کے عیسائیت کے اثر کو جو اکثر نوجوانوں پر مولویوں کے قابل نفرت رویہ سے ہو چکا تھا۔ زائل کیا۔

(۴)

مولوی محمد حسین صاحب مبلغ جھنگ نے ماہ نومبر میں چک منگلاں کے دورہ کے سلسلہ میں ۴۸ میل کا سفر سائیکل پر کیا۔ روزانہ درس قرآن کریم مجدد اعظم جلد سوم اور ازالہ اوہام کا دیا۔ غیر از جماعت و چند ایک قادیانی دوستوں سے گفتگو ہوئی۔ سنئے اور پرانے ٹریکٹ تقسیم کئے۔ مستری حبیب احمد صاحب کی تیمارداری کی۔ قادیانی دوستوں کو اکٹھے نماز پڑھنے کے لئے تلقین کی۔ مگر جماعتی رنگ میں انہوں نے آمادگی ظاہر نہیں کی۔ اور نہ ہی کوئی معقول جواب اس امر کے متعلق دیا۔ اس ماہ میں صرف چھ روپے تیرہ آنے چندہ وصول ہو سکا ہے۔

(۵)

میاں محمد دین صاحب مبلغ نے ماہ نومبر میں ۵۰ دیہات کا پیدل سفر کر کے تبلیغی دورہ کیا۔ جس میں حضرت مسیح موعود کے دعوے کے متعلق مکمل طور پر دوستوں سے تبادلہ خیالات کیا اس سلسلہ میں اعتراضات کے جوابات بھی دیئے۔ احادیث سے مسیح کی آمد کا یہی زمانہ ثابت کیا۔ اس کے لئے نشانات اور علامات کی طرف بھی توجہ دلائی۔

(۶)

مولوی محمد یوسف خاں صاحب امام مسجد ویب گراں نے سالم ماہ درس قرآن کریم باقاعدہ دیا۔ جس میں کل تعداد حاضری ۸۹۵ رہی۔ جمعہ صرف ایک پڑھا۔ جس میں خطبہ میں چندہ کی تحریک کی۔ تین جمعے مانسہرہ میں پڑھے۔ درس میں غیر از جماعت دوستوں کے بچے بھی شامل ہوتے ہیں۔ اوسط حاضری کا روزانہ طلباء کی تعداد قریباً ۳۰ رہی

(۷)

مولوی عبدالقادر صاحب ڈیرہ غازیخاں نے ماہ نومبر میں کالا۔ یارو۔ چاہری۔ باٹل کا پیدل دورہ کیا۔ باٹل میں آثار قیامت اور ختم نبوت مسائل پر دو تقریریں کیں۔

جمعہ باقاعدہ ڈیرہ غازیخان میں پڑھایا جاتا ہے خطبات دیئے۔ مختلف احباب سے منفرداً ملاقاتیں ہوئیں۔ اور ان کو مختلف مسائل پر تبلیغ کی۔

"زمانہ کے امام کو پہچانو" "دعوت عمل" "نماز" "ضرورت مجدد" ٹریکٹ کافی تعداد میں تقسیم کئے۔ وصولی چندہ کا بھی انتظام کیا۔

(۸)

مولوی احمد گل صاحب جہلم کی رپورٹ ماہ نومبر میں اطلاع دیتے ہیں کہ دو ماہ حلقہ سے باہر رہنے کی وجہ سے احباب کے ذمہ چندہ جو ہو گیا تھا اس کی وصولی ہونا باوجوہ خاص خلاف توقع تھا۔ مگر کوشش کرنے پر خدا کے فضل سے -/۷ روپے چندہ وصول ہو گیا ہے امامت اور خطبات جمعہ کے فرائض سرانجام دیئے ۱۴ دفعہ

تربیت اطفال اور قوت برداشت

اس دنیائے ناپائیدار کی ہر شئے انقلاب پذیر ہے۔ انسانی زندگی بھی نت نئے دور سے گزرتی ہے۔ کبھی دولت و ثروت ہے تو کبھی غربت ہے۔ کبھی تندرستی ہے تو کبھی بیماری ہے۔ لیکن ان چیزوں کے ساتھ ساتھ قدرت نے انسان کی تسلی و تشفی کے لئے "قوت برداشت" ایک ایسا مادہ ودیعت کیا ہے جس کو پا کر وہ تکلیف اور زحمت کو بآسانی گزار دیتا ہے۔ بیماری کے ایام میں اگر ہمت اور عقل سے کام لیا جائے تو تیماردار اور بیمار دونوں کے لئے فائدہ مند ہے ورنہ گھبراہٹ میں نقصان ہو جانے کا احتمال ہے۔ اور صبر کا دامن چھوڑ دینے سے بیماری معمولی بھی کیوں نہ ہو، بہت زیادہ تکلیف دہ ہو جاتی ہے۔ اور ایسے وقت میں تحمل سے کام لیا جائے تو طبیعت کو سکون ملتا ہے کیونکہ روح اور جسم کا اعمال و افعال میں ساتھ ہے ضروری ہے کہ اگر جسمانی تکلیف کو زیادہ محسوس نہ کیا جائے گا تو اس کا اثر اتنا ہی کم روحانی طور پر محسوس ہوگا۔ اس لئے انتہائی لازمی امر ہے کہ ماں شروع ہی سے بچوں میں قوت برداشت پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ ایسا نہ ہو کہ ذرا بچہ زمین پر گرا اور ماں نے چیخنا شروع کیا۔ ہائے میرا بچہ کس زور سے گرا ہے کہیں خون تو نہیں بہہ گیا۔ کہیں ہڈی تو نہیں ٹوٹ گئی۔ بلکہ نہایت خوش اسلوبی سے اپنی گھبراہٹ کو چھپانا چاہیئے۔ جو قدرتاً ماں کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے اور بسم اللہ کہکر بچہ کو اٹھا لینا چاہیئے۔ اگر رونے لگے تو کہہ دیا۔ واہ بہادر بچوں کو بھی کہیں بھلا چوٹ لگتی ہے۔ اور چوٹ والی جگہ پر "یا میرے اللہ جی تیرا فضل" کہہ کر پھونک کر دم کر دو۔ بچہ اتنے میں ہی باہمت ہو جائیگا اکثر و بیشتر یہی عمل کرنے سے وہ زیادہ تکالیف کو بھی برداشت کر لے گا۔

اگر خدا نخواستہ بیمار پڑ جائے تو بجائے غلط ہمدردی جتانے کے اس کی صحیح تیمارداری کرنی چاہیئے اور ساتھ ساتھ یہ سبق دینا چاہیئے کہ بعض اوقات بیماری اور تکلیف پروردگار کی طرف سے اپنے بندوں کے گناہ پاک کرنے کے لئے آتی ہے۔ "اللہ کا فضل مانگو وہ ہر تکلیف کے بعد آسانی دیتا ہے" ان سے یہ کہو کہ دیکھو قرآن کریم میں سورہ الم نشرح میں بھی خداوند رحیم و کریم نے فرمایا ہے کہ

ان مع العسر یسراً

بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ اس کا ورد کرنے سے اللہ تعالےٰ اپنے کلام کی برکت اور یقین سے سکون بخشتا ہے۔ بہنوں کو چاہیئے کو بچوں کو متحمل مزاج اور باہمت بنائیں تا کہ ان کے اپنے لئے اور بچے کی آئندہ زندگی کے لئے ایک زرین اصول انہیں مل جائے بچپن کی عادت کردار میں سما جاتی ہے۔

احقرہ
[illegible]
(دیگم نور)

الانسان الکامل

وَلَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

از جناب شیخ غلام قادر صاحب الحمید بلڈنگس لاہور

(۶)

ہجرت حبشہ

بعثت نبویؐ کے پانچویں سال جبکہ شمع رسالت کے پروانوں پر مشرکین مکہ کے جور و ستم انتہائی صورت اختیار کر گئے تو اس رؤف الرحیم - رحمۃ للعالمین انسان کا دل اپنے بیکس اور مظلوم مگر وفادار متبعین کی ناقابل برداشت تکالیف اور مصائب پر نہایت بیقرار ہوا آپ نے انہیں ہجرت حبشہ کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ والئے حبشہ ایک عادل اور منصف مزاج انسان ہے جس کے ملک میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا تم لوگ وہاں قیام کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی اور سامان پیدا کر دے -

چنانچہ سب سے پہلے گیارہ یا بارہ اشخاص ہجرت کے لئے مکہ سے روانہ ہوئے ان کے پیچھے پیچھے ۱۸ عورتیں اور ۸۳ مرد بھی ہجرت حبشہ کے لئے نکلے ان مہاجرین میں مفصلہ ذیل بڑے بڑے آدمی بھی شامل تھے -

(۱) حضرت عثمانؓ معہ اہلیہ
(۲) حضرت ابو حذیفہؓ معہ زوجہ
(۳) حضرت ابوسلمہؓ معہ زوجہ
(۴) حضرت زبیرؓ
(۵) حضرت مصعبؓ
(۶) حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف
(۷) حضرت عبداللہؓ بن مسعود
(۸) حضرت جعفرؓ طیار

یہ لوگ جب بندرگاہ پر پہنچے تو حسن اتفاق سے انہیں دو تجارتی جہاز حبشہ جانے والے مل گئے جن میں سوار ہو کر اس سرزمین کو جس پر ان کا وجود ناقابل برداشت ہو گیا تھا بصد حسرت و غم الوداع کہا ؎

وہ حق میں تھی دوڑا اور بھاگ ان کی
فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ ان کی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی
شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی
(مسدس)

کفار مکہ نے جب یہ واقعہ سنا تو ان ظالموں نے ان کا تعاقب کیا مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا - جب یہ لوگ بندرگاہ پر پہنچے تو جہاز لنگر اٹھا کر نکل چکے تھے ؎

گر شوند ذرات عالم حیلہ پیچ
با قضائے آسمان ہیچند و ہیچ (رومیؒ)

اگر جہان کے تمام ذرات مل کر حیلہ جوئی کریں تو بھی قضائے آسمانی کے سامنے ہیچ ہیں ؎

"بند بر پائے ہر وجودے نہاد
خود ز ہر قید و بند ہست آزاد (مسیح موعودؑ)

ہر وجود کو ایک پابندی اور نظم میں جکڑ رکھا ہے مگر خود اللہ تعالیٰ ہر پابندی سے آزاد ہے"

یہ مظلوم و بیکس لوگ جن کے ہاتھوں آگے چل کر دنیا کی ظلم و ستم کی داستان حرف غلط کی طرح مٹ جانی مقدر تھی جنہوں نے قیصر و کسریٰ کی استبداد پسند حکومتوں کے تختے الٹ دینے تھے حبشہ بخیر و عافیت پہنچ گئے اور امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے - اگرچہ مشرکین مکہ نے عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو نجاشی کے پاس گرانبہا تحائف دے کر بھیجا مگر اللہ تعالیٰ کے قوی ارادے اور نجاشی کی خداداد سلیم الفطرت کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ گئی اور ناکام واپس لوٹے -

حضرت ابو طالب نے شاہ نجاشی کو مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور رواداری برتنے کے لئے چند اشعار میں بہت زور دیا اور اس کی نیک طبعی کی تعریف کی -

یہ طائفہ سرفروشاں پیش آمدہ مصائب و مشکلات میں غیر فانی لذات محسوس کرتے تھے ؎

حافظا از باد خزاں در چمن دہر مرنج
فکر معقول فرما گل بے خار کجاست (حافظؒ)

یعنی - اے حافظ گلستان دہر میں باد خزاں سے رنجیدہ نہ ہو، بھلا غور تو کر کہ ایسا پھول جس میں کانٹوں کی خلش نہ ہو کہاں ملے گا -

دربار نجاشی میں حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی تقریر

حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے مہاجرین حبش کی نمایندگی کرتے ہوئے فرمایا :-

"اے بادشاہ ہم ایک جاہل قوم تھے جو بتوں کو پوجتے - مردار کھاتے، بے حیائی کے کام کرتے، قریبیوں کے حقوق ادا نہیں کرتے تھے - ہمسایوں سے برا سلوک کرتے - اور ہم میں سے مضبوط کمزور کو کھا جاتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول مبعوث فرمایا جس کے نسب صدق - امانت اور پرہیزگاری کو ہم خوب پہچانتے ہیں - اس نے ہمیں دعوت دی کہ اللہ تعالیٰ کو واحد بلا شریک مانو - اسی کی عبادت کرو - پتھروں اور بتوں کی پرستش چھوڑ دو - اور اس نے ہمیں حکم دیا کہ سچ بولو - امانت کو ادا کرو - صلہ رحمی کرو ہمسائیوں سے نیک سلوک کرو - حرامکاریوں اور خونریزیوں سے باز آؤ، اس نے ہمیں جھوٹ بولنے سے یتیم کا مال کھانے اور عورتوں پر جھوٹے الزام لگانے سے روکا - پس ہم اس پر ایمان لائے اور اس کی پیروی کی اور اس کے حکم کو مانا اس پر ہماری قوم نے ہم پر ظلم شروع کیا اور ہمیں بہت دکھ درد میں مبتلا کیا تاکہ ہم اپنے دین کو ترک کر دیں اور بت پرستی کی طرف لوٹ آئیں پس جب ان کا ظلم انتہا کو پہنچ گیا تو ہم آپ کے ملک کی طرف نکل آئے اور ہمیں امید کامل ہے کہ آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہیں ہوگا ؎

(۱) وذی اقتفاک اُولوا النُّہٰی بصدقہم
ودعوا تذکر معہد الاوطان
(۲) قد اثروک وفارقوا احبابہم
وتباعدوا من حلقۃ الاخوان
(مسیح موعودؑ)

ترجمہ (۱) دانشمندوں نے (اے نبی کریم صلعم) تیری پیروی کی اور اپنے صدق کی وجہ سے اپنے پیارے وطنوں کی یاد بھی ترک کر دی -

(۲) انہوں نے تجھے مقدم کر لیا اور اپنے دوستوں کو چھوڑ دیا - اور اپنے بھائیوں کے حلقہ سے دور ہو گئے"۔

مہاجرین کی شاہ نجاشی کیساتھ وفاداری

وہ مہاجرین جو کہ حبشہ میں آباد ہو گئے شاہ نجاشی کے کامل وفادار رہے - حتیٰ کہ دشمن کے مقابلہ میں ان لوگوں نے نجاشی کی فوج کے دوش بدوش جانبازی کے جوہر دکھائے اور اللہ تعالیٰ سے نجاشی کی فتح کے لئے دعائیں بھی مانگیں - تاریخ اسلام کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں کہ مسلمانوں نے کبھی غداری کا ارتکاب نہیں کیا اور دنیا میں یہی ایک شاندار قوم ہے جو اعلیٰ درجہ کی وفادار ثابت ہوئی ؎

فمن جاء ذلاً لتعظیم شانہ
فیعطی لہ فی حضرۃ القدس سؤدداً
(مسیح موعودؑ)

یعنی آنحضرت صلعم کی عظمت کی بنا پر جو شخص نیاز مندی سے آیا - اسے درگاہ الٰہی سے آپ کے طفیل . . . . سرداری مل گئی -

شعب ابی طالب میں محصور ہونا

قریش نے آخر مایوس ہو کر اور یہ دیکھ کر کہ ایک قبیلہ سے دوسرے قبیلہ میں اسلام کا اثر پھیلتا چلا جا رہا ہے یہ فیصلہ کر لیا کہ بنی ہاشم کو بالکل الگ کر دیں اور یہ معاہدہ لکھ کر خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا -

معاہد بنی ہاشم سے شادی اور نکاح کا تعلق نہیں کریں گے اور نہ خرید و فروخت اور کھانے پینے کا سامان ان لوگوں تک جانے دیں گے جب تک آنحضرت صلعم کو قتل کے لئے ان کے حوالہ نہ کر دیں بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سوائے ابولہب کے شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تین سال تک بنی ہاشم کو قریش نے اس مصیبت میں مبتلا رکھا، کھانا وغیرہ میسر نہ آنے کی وجہ سے محصورین کی موت تک نوبت پہنچ جاتی صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے طلح کے پتے کھا کھا کر گذارا کیا - اکثر بچے بھوک کے مارے بلبلاتے تو ان کے رونے کی آواز سن کر بعض دلوں میں درد پیدا ہوتا اور کچھ لوگ خفیہ طور پر غلہ وغیرہ پہنچا دیتے - سیرت ابن ہشام میں روایت ہے کہ حضرت ابو طالب نے قریش کو مخاطب کر کے ایک قصیدہ کہا جس میں آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کو سچا ثابت کیا اور قریش کو ظلم اور عداوت سے باز رہنے کی تلقین فرمائی - اور بنی ہاشم کے صبر و استقلال اور جوانمردی کو سراہا

ایک زبردست نشان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا کہ معاہدہ کا کاغذ دیمک کھا گئی ہے اس واقعہ کا ذکر آپ نے حضرت ابو طالب سے کیا چنانچہ حضرت ابو طالب نے شعب سے نکل کر سرداران قریش کو ان کے مظالم پر توجہ دلائی اور کہا کہ تمہارا معاہدہ دیمک نے کھا لیا اور یہ اللہ کی طرف سے محمد (صلعم) کی سچائی کا نشان ہے اور یہ کہ تم لوگ اس معاہدہ سے دستبردار ہو جاؤ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ اگر یہ واقعہ صحیح ثابت ہوا تو معاہدہ کالعدم کیا جائے گا - معاہدہ دیکھنے پر سچ مچ کرم خوردہ ثابت ہوا - اور محصورین بعض نیک دل اور ہمدرد لوگوں کی اعانت سے شعب سے باہر نکل کر اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے - یہ واقعہ نبوت کے دسویں سال میں وقوع پذیر ہوا -

باقی ـــــ باقی

آیت رحماں برائے ہر بصیر
حجت حق بہر ہر دیدہ ورے (مسیح موعودؑ)

ترجمہ - آپ (آنحضرت صلعم) ہر چشم بینا کے لئے اللہ تعالیٰ کے ایک نشان ہیں -

اور اہل نظر کے لئے خدا تعالیٰ کی ہستی پر زبردست دلیل ہیں

تحقیقاتی عدالت میں سابق انسپکٹر جنرل پولیس میاں انور علی کا بیان

لاہور ۱۱ر دسمبر۔ میاں انور علی نے فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ سنہ ۱۹۵۱ء میں اگر میری یہ تجویز مان لی جاتی کہ احرار کو خلاف قانون قرار دے دیا جائے تو سنہ ۱۹۵۳ء میں کچھ بھی نہ ہوتا۔

انہوں نے کہا کہ میں نے سنہ ۱۹۵۲ء میں یہ تجویز پھر پیش کی اور میرا خیال ہے کہ سنہ ۱۹۵۲ء میں احرار کو اگر خلاف قانون قرار دیدیا جاتا تو صورت حال پر قابو پایا جا سکتا تھا۔

انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ پرانی حکومت میں کارروائی زیادہ جلد اور موثر طور پر کی جاتی۔

قادیانیوں کے خلاف فسادات شروع ہونے کے وقت میاں انور علی پنجاب کے انسپکٹر جنرل پولیس تھے ان کی گواہی کل ختم ہوئی ہے۔ اور ان کا بیان بند کمرے میں چار دن سے زیادہ تک ہوتا رہا جو ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

میاں انور علی نے تحقیقاتی عدالت میں کہا کہ پنجاب کے سابق انسپکٹر جنرل پولیس مسٹر قربان علی خان اور میں نے پیشگوئی کر دی تھی کہ اس معاملہ میں کارروائی نہ کی گئی تو سخت کشت وخون اور نقض امن پیدا ہو جائے گا۔

احرار کے وکیل کی جرح پر انہوں نے کہا کہ میں نے تجویز کو سنہ ۱۹۵۱ء میں نہیں دہرایا کیونکہ میرے پاس کوئی نیا مواد نہیں تھا۔

انہوں نے کہا کہ سنہ ۱۹۵۱ء میں کارروائی کرنے کی پالیسی صرف احرار تک محدود نہیں تھی اور احمدیوں کے جلسوں کی بھی ممانعت کر دینے کی تجویز پیش کی گئی تھی۔

اس سوال پر کہ انہوں نے سنہ ۱۹۵۲ء میں احرار کے خلاف کوئی قطعی تجویز کیوں نہیں پیش کی تھی حالانکہ ان کے بیان کے مطابق اکتوبر سنہ ۱۹۵۲ء میں صورت حالات خطرناک تھی۔

انہوں نے کہا کہ میں احرار کی سرگرمیوں کے متعلق حکومت کو پوری طرح مطلع کرتا رہا تھا۔

آپ نے کہا کہ سی۔ آئی۔ ڈی کا یہ فرض ہے کہ وہ خبریں جمع کرے اور انہیں حکومت کے سامنے رکھے اور یہ حکومت کا کام ہے کہ وہ کوئی کارروائی کرنے کا فیصلہ کرے۔

دوسری پارٹیوں کی شرکت

احرار کے وکیل نے اس کے بعد ان سے کہا کہ جولائی سنہ ۱۹۵۲ء تک جب دوسری پارٹیاں احرار کے ساتھ شامل نہیں ہوئی تھیں، وہ ان کے خلاف تجویزیں پیش کر رہے تھے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ دوسری پارٹیاں بھی احرار کی ہمنوا ہو گئی ہیں تو انہوں نے ان کے خلاف کوئی سفارش کرنے سے انکار کر دیا۔

میاں انور علی نے نئی سفارشیں نہ کرنے کے دو اسباب بیان کئے:۔

(۱) امن کی صورت حال کا تقاضا یہ نہیں تھا کہ حکومت گرفتاریوں وغیرہ کی شکل میں کوئی کارروائی کرے

(۲) ہمارا خیال تھا کہ دوسرے عناصر کی شرکت تحریک میں سنجیدگی پیدا کر دے گی اور اسے معقول حدود کے اندر رکھے گی۔

عدالت میں بیان دیتے ہوئے میاں انور علی نے تسلیم کیا کہ ۲۶ر اور ۲۷ر فروری کی درمیانی شب کو کراچی میں جو کانفرنس ہوئی تھی اس میں ان رضاکاروں کا ذکر کیا گیا تھا جن کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ پنجاب سے کراچی جائیں گے۔

انہوں نے کانفرنس کے شرکاء سے اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ راست اقدام شروع ہو جانے کے بعد پنجاب سے رضاکار کراچی آئیں گے۔ کیونکہ لاہور میں رضاکاروں کا ایک کیمپ قائم کر دیا گیا تھا۔

پنجاب سے کراچی جانے والے رضاکاروں کے متعلق تفصیل بیان کرتے ہوئے میاں انور علی نے کہا کہ کارروائی کرنے کا فیصلہ کر لینے کے بعد ضروری اقدامات پر غور کیا گیا جن میں ایک فیصلہ یہ بھی تھا کہ حکومت پنجاب کو چاہیئے کہ وہ رضاکاروں کو کراچی جانے سے روکے۔

انہوں نے کہا کہ میں نے مرکزی حکومت کو یقین دلایا تھا کہ رضاکاروں کو پنجاب سے کراچی جانے سے روکنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔

یہ دریافت کرنے پر کہ لاہور آنے کے بعد انہوں نے اس فیصلہ کو کس طرح عملی جامہ پہنایا میاں انور علی نے کہا کہ لاہور واپس آنے پر میں نے مختلف فیصلوں کو لکھ کر انہیں ہوم سیکرٹری کو بھیجدیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں اور پولیس سپرنٹنڈنٹوں کے نام ہدایات جاری کر دیں۔

آپ نے کہا میرا خیال ہے کہ انہوں نے ایک گشتی خط جاری کیا۔ جس میں رضاکاروں کی نقل وحرکت کے متعلق متعدد ہدایات جاری کر دیں۔

یہ بھی کہا گیا تھا کہ کوئی رضاکار اگر چلا ہی جائے تو کراچی اور سندھ کے نظم ونسق کو اس کی اطلاع کر دی جائے۔

لاہور سے ہدایتیں

سوال:۔ کراچی کے لئے ٹرین پر سوار ہونے والے رضاکاروں کو روکنے کے سلسلہ میں لاہور سے جو ہدایتیں جاری کی گئی تھیں ان کے متعلق شہادت میں کچھ الجھن پائی جاتی ہے، کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وقتاً فوقتاً کیا ہدایتیں جاری کی گئی تھیں؟

جواب:۔ ہدایتیں تین زمروں میں جاری کی گئی تھیں پہلے زمرے کی ہدایت میں کہا گیا تھا کہ حکام ضلع کو چاہیئے کہ وہ لاہور اور کراچی جانے والے رضاکاروں کو روکنے کی کوشش کریں۔ اور انہیں روکیں اور اپنے اپنے ضلع میں کارروائی کریں جہاں تک مجھے یاد ہے یہ بات واضح نہیں کی گئی تھی کہ کیا کارروائی کرنی چاہیئے۔

آپ نے کہا کہ یہ بات حکام ضلع کے اختیار تمیزی پر چھوڑ دی گئی تھی کہ وہ صورت حال کے تقاضوں کے مطابق ان کو گرفتار کریں یا انہیں باز رکھنے کے لئے ترغیب دیں۔ یہ ہدایات ۲۸ر فروری کو خط کے ذریعہ بھیجی گئی تھیں جس کے بعد غالباً وائرلیس پر پیغام بھیجا گیا تھا۔

۲ر مارچ کو مجھے وزیر اعلیٰ کا پیغام ملا تھا کہ اضلاع میں رضاکاروں کو روکنے کے سلسلہ میں حکام ضلع کی کارروائی سے بہت جوش پھیل گیا ہے اس لئے گرفتاری سے گریز کرنا چاہیئے۔

یہ ہدایات صرف انہیں اضلاع کو جاری ہوئی تھیں جہاں سے لاہور سے گذرے بغیر کراچی جانا ممکن تھا۔ جہاں تک دوسرے اضلاع کا تعلق تھا جو لوگ بظاہر کراچی جانے کے لئے ٹرین پر بیٹھے تھے وہ لاہور اتر جاتے تھے اس لئے ان اضلاع کے لئے کوئی ہدایات جاری نہیں کی گئیں۔ ان ہدایتوں کا تعلق صرف منٹگمری، ملتان، لائلپور، سرگودھا اور راولپنڈی سے تھا۔

۳ر مارچ کو ہوم سیکرٹری کی طرف سے ہدایت جاری کی گئی کہ ۲ر تاریخ کو جاری کی جانے والی ہدایتوں پر عمل درآمد کیا جائے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ضروری ہو تو کراچی اور لاہور جانے والے تمام رضاکاروں کو گرفتار کر لیا جائے۔

سوال:۔ کیا دو مارچ کو جاری کی جانے والی ہدایتوں سے پہلے بہت سی گرفتاریاں عمل میں لائی جا چکی تھیں؟

جواب:۔ جہاں تک مجھے علم ہے صرف دو جتھے کراچی روانہ ہوئے تھے۔ پہلا جتھا جس کے قائد صاحبزادہ فیض الحسن تھے کراچی پہنچ گیا کیونکہ وہ ۲۸ر کی ہدایات کے اجرا سے پہلے روانہ ہو چکا تھا۔ کراچی جانے والے دوسرے جتھے کو راستہ میں روک لیا گیا تھا مجھے علم نہیں ہے کہ کوئی اور جتھا یا شخص کراچی گیا تھا یا نہیں۔ کیونکہ اس سلسلہ میں کراچی کے نظم ونسق یا خود ہمارے ذرائع سے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔

سوال:۔ ۲۸ر کی ہدایات کے مطابق کسی رضاکار کو اس سٹیشن پر گرفتار نہیں کیا گیا تھا یا نہیں جہاں وہ ٹرین پر بیٹھا تھا؟

جواب:۔ میرا خیال ہے کہ چند گرفتاریاں بس کے اڈوں پر اور ممکن ہے ریلوے سٹیشنوں پر کی گئی تھیں۔

نون کو ہدایات

سوال:۔ کیا آپ نے رضاکاروں کے متعلق مسٹر نون کو جو اس وقت ڈپٹی انسپکٹر جنرل ملتان تھے کوئی ہدایت جاری کی تھی؟

جواب:۔ مجھے وزیر اعلیٰ سے ہدایات ملیں تو میں نے ان کو ٹیلیفون کر کے ہدایات بتلائیں اور ان کو ہدایات کیں کہ وہ اپنے دائرہ اختیار میں ان پر عمل کریں۔

تعمیل جلد کرانے کے لئے میں نے مسٹر حبیب اللہ اسے ڈی آئی جی سی آئی ڈی کو ٹیلیفون پر اطلاع دی کہ وہ منٹگمری، لائلپور، سرگودھا اور راولپنڈی کے پولیس سپرنٹنڈنٹوں کو ٹیلیفون کر دیں۔

میاں انور علی نے کہا کہ میں عدالت میں ایک تحریری بیان پہلے ہی داخل کر چکا ہوں اسے میں نے کوئٹہ میں اپنی یادداشت سے لکھا تھا اور میرے علم میں جو باتیں تھیں وہ میں نے اس میں لکھ دی ہیں۔

یکم جنوری کو رخصت پر روانہ ہونے سے پہلے میں نے ہز ایکسیلنسی گورنر اور وزیر اعلیٰ سے پیشکش کی کہ مجھے فسادات پر ایک تفصیلی نوٹ لکھ دینا چاہیئے۔ لیکن مجھ سے کہا گیا کہ یہ ضروری نہیں ہے۔ بہرصورت عہدہ سپرد کرنے سے دو دن کے اندر میں نے احرار کی تحریک کی تاریخ پر ایک نوٹ لکھا جسے میں نے اپنے تحریری بیان میں منسلک کر دیا ہے۔ اور جو ایک پمفلٹ کی شکل میں طبع ہو گیا۔

انہوں نے کہا کہ یہ پمفلٹ سی آئی ڈی کی [illegible] ریکارڈ اور تحریک کے متعلق میری

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ملا)

تحقیقاتی عدالت میں مسٹر چندریگر کا بیان

لاہور - ۱۰ دسمبر: پنجاب کے سابق گورنر مسٹر اسماعیل چندریگر نے آج فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں کہا کہ قادیانیوں کے خلاف ہنگاموں کے دوران میں تمام سیاسی رہنماؤں کو اندیشہ تھا کہ وہ امن کے لئے غیر مشروط اپیل کریں گے تو ان کی مقبولیت ختم ہو جائے گی۔

مسٹر چندریگر فسادات کے زمانے میں پنجاب کے گورنر تھے۔ ان کا بیان بند کمرے میں قلمبند کیا گیا ہے۔ اور بیان کے وہ حصے شائع نہیں کئے جا رہے ہیں جن کا تعلق خفیہ معاملات اور حکومت کے ان امور سے تھا جو صیغہ راز میں رکھے گئے ہیں۔

مسٹر چندریگر کو جماعت اسلامی نے طلب کیا ہے۔ ان پر مسٹر دولتانہ کی جانب سے مسٹر یعقوب علی خاں حکومت پنجاب کی جانب سے مسٹر فضل الٰہی اور مجلس عمل کی جانب سے مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش نے جرح کی ہے۔

مسٹر چندریگر نے کہا کہ ۴ مارچ کو جنرل آفیسر کمانڈنگ نے مجھ سے اس طرح کی کوئی بات کہی تھی کہ صورت حال اس حد تک خراب ہو گئی ہے کہ کم سے کم مالی نقصان کے ساتھ امن کو بحال کرانا ہے تو انتظام فوج کے سپرد کر دیا جائے۔

انہوں نے کہا کہ پولیس کے خلاف بالواسطہ طور پر شکایت کی گئی تھی کہ پولیس صورت حالات پر قابو پانے کے لئے سخت کارروائی نہیں کر رہی ہے اور پولیس نے بھی یہ شکایت کی تھی کہ پولیس کو جتنے فوجیوں کی ضرورت تھی اتنے فوج والوں نے ان کو نہیں دیئے۔

آپ نے کہا کہ جنرل آفیسر کمانڈنگ نے اس کا یہ جواب دیا کہ پولیس والوں نے جب بھی مجھ سے درخواست کی تھی میں نے پولیس کو اپنے ماتحت تمام آدمیوں کو ان کے سپرد کر دیا تھا۔

مجلس عمل کی جانب سے مولانا میکش کی جرح پر مسٹر چندریگر نے کہا کہ ۵ مارچ کے جلسے میں میں نے یہ دیکھا کہ تقریباً ہر مخالف پارٹی عوام سے ہمدردی کا اظہار کر کے فائدہ اٹھانا چاہتی تھی تاکہ تحریک کی کامیابی کا کچھ سہرا ان کے سر پر بھی بندھ سکے۔

انہوں نے یہ بیان اس وقت دیا جب ان سے دریافت کیا گیا کہ ۱۲ مارچ کی نشری تقریر میں دوسری پارٹیوں سے ان کی کیا مراد تھی۔

کوتاہ اندیشی

پنجاب کے سابق گورنر نے کہا کہ میرا مطلب یہ تھا کہ تحریک در اصل احرار نے شروع کی تھی لیکن عوام میں جب زیادہ جوش پیدا ہو گیا اور کوتاہ اندیشوں نے سمجھ لیا کہ تحریک کامیاب ہو جائے گی تو ہر مخالف پارٹی نے تحریک اور عوام سے ہمدردی کا اظہار شروع کر دیا۔

عدالت میں آج مسٹر ابراہیم علی چشتی بھی پیش کئے گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنا وہ بیان پڑھ لیا ہے جو کراچی میں مجھ سے پوچھ گچھ کا ریکارڈ تصور کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے بیان کے بعض حصوں کے کنارے لائن کھینچ دی اور اس کے ساتھ اپنی تشریح منسلک کر دی (دستاویز ڈی ای ۲۲۳)

میر نور احمد اور میاں انور علی پر جرح عدالت کل کے اجلاس میں ہونے والی ہے۔

مسٹر چندریگر نے اپنے اولین بیان کے دوران میں کہا کہ ۵ مارچ کی سہ پہر کو میں نے ایک کانفرنس طلب کی تھی۔ اس کی تجویز مسٹر چیٹھہ نے پیش کی تھی اور اس کی تائید کابینہ نے کی تھی اس کا مقصد یہ تھا کہ لاہور کے لیڈروں سے درخواست کی جائے کہ وہ امن کے لئے اپیل کریں۔ اور امن و امان کی بحالی کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں۔

انہوں نے کہا کہ دعوت نامے مسٹر چیٹھہ نے بھیجے اور جلسے میں جن لوگوں کو شرکت کے لئے مدعو کیا گیا تھا ان میں مولانا مودودی بھی شامل تھے۔

مسٹر چندریگر نے تسلیم کیا کہ انہوں نے جلسے سے خطاب کیا تھا اور امن کی بحالی کے لئے حاضرین سے اپیل کی تھی۔

انہوں نے کہا کہ یہ درست ہے کہ مولانا مودودی بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے جلسے سے خطاب کیا تھا۔

مسٹر چندریگر نے کہا کہ مجھے مولانا کی تقریر کا مفہوم یاد ہے۔ انہوں نے کہا (مولانا مودودی نے) تھا کہ اس مسئلہ پر لوگوں میں بہت جوش و خروش ہے۔ نہ تو میں اور نہ دوسرے لوگ جو یہاں موجود ہیں امن کی بحالی کے لئے اپنا اثر استعمال کر سکتے ہیں اور نہ موجودہ فضا میں ایسا کرنے کی اس وقت تک اہمیت رکھتے ہیں، جب تک حکومت کوئی اعلان نہیں کرتی جس کے نتیجے کے طور پر ہم لوگوں کے پاس جا کر ان سے اپیل کر سکیں۔

سوال: - یہ اعلان کیا ہونا چاہیئے تھا؟

جواب: - انہوں نے تجویز پیش کی تھی، کہ وزیر اعظم سے درخواست کی جائے کہ وہ مطالبات کی حمایت کرنے والے کچھ لوگوں کے ایک وفد کو ملنے کا موقعہ دیں اور اراکین وفد کو اس بات کا اختیار ہو کہ وہ ان سے ہونے والی گفتگو کو شائع کرا سکیں۔

سوال: - کیا یہ اعلان بھی ہونا تھا کہ حکومت مقبول عوام رہنماؤں سے اس معاملہ پر غور کرنے کی اپیل کرے۔ اور اس دوران میں فسادات رک جانے چاہئیں۔

جواب: - جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ان کی تجویز وہی تھی جو میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں۔

سوال: - میں اپنے سوال میں جس تجویز کا ذکر کر رہا ہوں کیا وہ آپ کو یقینی طور پر یاد نہیں ہے؟

جواب: - جہاں تک مجھے یاد ہے، کہ سوال کے پہلے حصے میں جس تجویز کا ذکر ہے پیش نہیں کی گئی تھی لیکن دوسرے حصے والی بات اس تجویز کے بعد ہونے والی تھی جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔

سوال: - کیا یہ درست ہے کہ مولانا مودودی نے ایک کاغذ پر جس پر گورنمنٹ ہاؤس کے حروف چھپے ہوئے تھے۔ اعلان کا مسودہ تیار کیا تھا؟

جواب: - انہوں نے کئی مسودے بنائے تھے کیونکہ خود ان کے ذہن میں کوئی قطعی سانچے نہیں تھی۔

سوال: - کیا انہوں نے جو مسودہ تیار کر لیا تھا اسے آپ نے منظور کر لیا تھا؟

جواب: - جی نہیں؛ مسودہ مولانا مودودی اور علامہ علاؤ الدین صدیقی نے مل کر مکمل کیا تھا۔ جہاں تک مولانا مودودی کی تجویز کا تعلق ہے یہ مکمل مسودہ تھا۔ میں اس پر متفق نہیں تھا۔ مولانا مودودی یہ چاہتے تھے کہ میں ان کی تجویز وزیر اعظم کے پاس بھیج دوں اور وزیر اعظم ہی اسے منظور یا مسترد کریں۔

سوال: - کیا جلسے نے شرکائے کے اس مسودے کو منظور کیا تھا؟

جواب: - مسودہ جلسہ کے خاتمے کے تقریباً پون گھنٹہ بعد تیار ہوا تھا۔ اس لئے اس پر جلسے کی رضامندی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جلسے کے بعد

سوال: - کیا میں یہ سمجھوں کہ جلسہ برخاست ہونے کے بعد مولانا مودودی اور علامہ صدیقی ٹھہر گئے تھے۔

جواب: - جی ہاں! وہ اور چند دوسرے لوگ ٹھہر گئے تھے۔

سوال: - کیا آپ اس بات پر راضی ہو گئے تھے کہ مولانا مودودی کا مجوزہ مسودہ وزیر اعظم کو بھیج دیا جائے؟

جواب: - میں اس پر صرف اس حد تک راضی ہوا تھا کہ وزیر اعظم سے اتنا طور پر کہہ دیا جائے کہ یہ تجویز مولانا مودودی کی ہے۔

سوال: - کیا آپ اس بات پر راضی ہو گئے تھے کہ مسودے کا اعلان شام کو ریڈیو پر کر دیا جائے؟

جواب: - یہ درست نہیں۔

سوال: - کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس مسودے کا کیا حشر ہوا؟

جواب: - میرا خیال ہے کہ مولانا مودودی اسے چھوڑ گئے تھے اور میں نے اسی وقت شام کو ان کی تجویز سے وزیر اعظم کو مطلع کر دیا درحقیقت میں نے مسودہ پانے کے بعد ہی اسے بھیج دیا تھا۔

سوال: - مولانا مودودی نے کیا اپنی تقریر کے دوران میں حسب ذیل باتیں کہی تھیں:-

"بدامنی کی حالت حکومت کی اس غلطی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ اس نے عوام کے مطالبات کو بغیر کوئی وجہ بتائے ٹھکرا دیا ہے، ایک جمہوری نظام میں عوام اس طریقے کو برداشت نہیں کر سکتے اگر حکومت ان مطالبات کو نہ ماننے کے کچھ معقول وجوہ پیش کرتی تو اس ملک کے عوام کچھ ایسے سرپھرے نہ تھے کہ وہ خواہ مخواہ دنگا فساد پر اتر آتے۔ لیکن اس نے سمجھنے کی کوشش نہ کی اور یس یونہی عوام کے منہ پر مطالبات مار دیئے۔ اس کے بعد لوگوں میں غصہ ہونا ایک قدرتی بات ہے اور اب اس غصے کو فرو کرنے کیلئے آپ کی

بارڈر پولیس لوگوں پر اندھا دھند گولیاں برسا رہی ہے۔ ان حالات میں آخر امن کی اپیل کیسے کارگر ہو سکتی ہے۔ امن تو اب دو ہی طریقوں سے قائم ہو سکتا ہے یا تو طاقت سے اپنی قوم کو زبردستی دبا دیجئے اس کے لئے آپ کو ہماری مدد کی ضرورت نہیں۔ آپ کے پاس کافی پولیس اور فوج موجود ہے۔ یا اپنی قوم کو راضی کر کے امن قائم کیجئے۔ اس کی واحد صورت یہ ہے کہ آپ آج رات ریڈیو پر اعلان کیجئے کہ وزیر اعظم صاحب عوام کے مطالبات پر گفت گو کرنے کے لئے تیار ہیں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر امن قائم ہو جائے گا۔"

جواب :- اس کا ایک حصہ انہوں نے کہا تھا اور ایک حصہ نہیں کہا تھا۔

سوال :- کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کون سا حصہ انہوں نے نہیں کہا تھا؟

جواب :- اس کے بجائے

"امن تو اب دو ہی طریقوں سے قائم ہو سکتا ہے یا تو طاقت سے اپنی قوم کو زبردستی دبا دیجئے۔ اس کے لئے آپ کو ہماری مدد کی ضرورت نہیں ہے آپ کے پاس کافی پولیس اور فوج موجود ہے۔"

انہوں نے کہا یہ تھا کہ اب حکومت اور عوام کے ایک طبقے کے درمیان خانہ جنگی چھڑ گئی ہے۔ میں نے اُن سے کہا کہ یہ اگر خانہ جنگی ہے تو آپ کس طرف ہیں؟

انہوں نے اس سوال کا جواب دینے سے انکار کر دیا اور دوسرے موضوعات پر بحث شروع کر دی۔ انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اعلان کو ریڈیو پر نشر کیا جائے۔ دستاویز ڈی۔ ای ۳۳ کے صفحہ ۴، ۲ ، ۵ ، ۳ پر جن سطروں کے کنارے لائن کھینچ دی گئی ہے وہ مفہوم کے اعتبار سے صحیح ہیں۔ لیکن اب انہوں نے اسے بہتر طور پر پیش کر دیا ہے۔ ان کی تجویز یہ تھی کہ مطالبات پر بحث کرنے کے لئے وزیر اعظم کو ایک وفد سے ملاقات پر راضی ہو جانا چاہیئے۔ میں نے اُن سے کہا کہ وزیر اعظم نے کبھی کسی وفد سے ملاقات کرنے سے انکار نہیں کیا۔ اس کے برعکس ان کے متعلق یہ شکایت کی جاتی ہے کہ وہ متعدد وفود کو بہت زیادہ وقت دیتے رہے ہیں جو انہیں باتوں پر زور دیتے رہے ہیں جو اس سے پہلے کی جا چکی ہیں۔

سوال :- کیا آپ براہ مہربانی بتا سکتے ہیں کہ وزیر اعظم نے کیا جواب دیا؟

جواب :- وزیر اعظم نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے ۴ مارچ کو ہی مولانا مودودی اور دوسرے اصحاب کا ایک تار مل چکا ہے جس میں یہی تجویز پیش کی گئی ہے اور وہ پہلے اس کا جواب بھجوا چکے ہیں کہ پہلے امن بحال کر دیا جائے اور اس کے بعد ہی وہ اس سوال کے تمام پہلوؤں پر بحث کر سکیں گے۔ وزیر اعظم نے مجھ سے کہا کہ اس تجویز میں کوئی نئی بات نہیں ہے، اور میرا پرانا جواب اب بھی اپنی جگہ پر قائم ہے۔

سوال :- کیا آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ آپ اگر عوام کو اپنا معتمد بناتے اور انہیں یہ بتلاتے کہ آپ اس معاملے پر غور کر رہے ہیں تو امن کی بحالی میں اس سے مدد ملتی؟

جواب :- یہ کوئی نیا سوال نہیں تھا جو اچانک پیدا ہو گیا ہو۔ حکومت اس سوال پر غور کر رہی تھی۔ حکومت رائے عامہ سے قریبی تعلق رکھتی تھی اور عوام کو اس کا علم تھا۔ صورت حال کی ابتری راست اقدام سے پیدا ہوئی تھی اور میری رائے میں اس وقت یہ اعلان کر دیا جاتا تو اس سے صورت حال نہ سدھرتی۔ مسٹر دولتانہ نے چھ مارچ کو جو بیان جاری کیا تھا اس سے صورت حالات بہتر نہیں ہوئی تھی اور حکومت اگر کوئی اعلان کرتی تو اس کا بھی وہی حشر ہوتا۔ (نامکمل - روزنامہ ؟)

(بقیہ از صفحہ ۹)

ذاتی معلومات پر مبنی ہے۔

سوال :- آپ کے کہنے کا کیا یہ مطلب ہے کہ اس پمفلٹ میں جہاں کہیں آپ نے یہ ذکر کیا کہ کسی شخص نے کوئی تقریر کی تھی تو کیا اس تقریر کی رپورٹ آپ کو اسی سرکاری ذمہ دار نے دی تھی جو اسی کام کے لئے بھیجا گیا تھا؟

جواب :- جی ہاں زیادہ تر صورتوں میں۔

سوال :- مجلس احرار کے متعلق آپ کے پمفلٹ میں جو آپ کے تحریری بیان کا حصہ ہے آپ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی [illegible] کیا ہے

"انہوں نے قائد اعظم کو کافر اعظم کہا اور یہ دعوے کہ پاکستان اگر قائم ہو گیا تو میں اپنی ڈاڑھی اور مونچھیں پیشاب لگا کر منڈا ڈالوں گا۔"

کیا یہ جملہ اس تقریر کی سی آئی ڈی رپورٹ پر مبنی ہے؟

جواب :- یہ اطلاع سی۔ آئی۔ ڈی۔ پنجاب کے ریکارڈ پر مبنی ہے۔ تقسیم کے بعد مذکورہ بالا الفاظ پوسٹر کی شکل میں چھپوا کر تقسیم کئے گئے تھے۔ ایسا غالباً انجمن نوجوانان پاکستان (جس کا ایک رکن محمد حسین عین ساز تھا) اور دوسرے افراد اور گروہوں نے کیا تھا۔

سوال :- یہ الزام کس اطلاع پر مبنی ہے کہ:

"۲۰ اپریل سے ۲۹ اپریل سنہ ۱۹۵۰ء تک لاہور میں ایک تبلیغ کانفرنس ہوئی تھی جس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا تھا کہ مرزا غلام احمد اگر میری اپنی زندگی میں پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتے تو میں انہیں خود اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر دینا اپنا فرض سمجھتا۔"

جواب :- میرا خیال ہے کہ ہمارے پاس اس تقریر کا ریکارڈ موجود ہے۔

سوال :- بیان کیا جاتا ہے کہ اگست سنہ ۱۹۴۸ء میں ضلع شیخوپورہ کے ایک گاؤں بھلہ میں صاحبزادہ فیض الحسن نے کہا تھا کہ حضرت قائد اعظم تقسیم کے وقت مسلمانوں کے قتل عام اور مشرقی پنجاب میں مسلمان عورتوں کی تذلیل کے ذمہ دار تھے۔

کیا یہ الزام صحیح اور کسی سرکاری ریکارڈ پر مبنی ہے۔

جواب :- جی ہاں! یہ سی آئی ڈی کے ریکارڈ پر مبنی ہے۔

(از - پ - پ بلدیاتی خادم)

روزنامہ ملت

مورخہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۵۳ء

تبلیغ بلادِ غیر

انڈونیشیا

انڈونیشیا میں ہمارا قدیمی مشن ہے جس کے انچارج آر۔ این۔ جی دجاجا سوگیتا ہیں۔ ان کی کوششوں اور قربانیوں سے تین سنٹرل ماڈل سکول، ایک ٹریننگ کالج۔ ایک ہائر ڈگری کا ٹریننگ کالج۔ دو لوئر ڈگری کے جونیئر مڈل سکولز کا قیام عمل میں آ چکا ہے۔

ان دوستوں نے وہاں ایک بڑے علمی مرکز کے لئے بہت بڑی عمارت کی بنیاد رکھ دی ہے جس پر تین ملین گلڈرز (انڈونیشیا سکہ) کے خرچ کا اندازہ ہے۔ یہ عمارت مذہبی ثقافتی کالج اور بورڈنگ ہاؤس وغیرہ پر مشتمل ہو گی۔

قرآن شریف کا انڈونیشیا زبان میں ترجمہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی ترجمۃ القرآن سے کر رہے ہیں۔ انہیں بہت سی کتابیں پمفلٹس اور انگریزی قرآن (مع عربی متن) کی نئی ایڈیشن کا ایک نسخہ بھجوا دیئے گئے تھے۔

ان دوستوں نے ملکی گڑبڑ کے دوران میں بہت تکلیف اٹھائی ہے مگر تبلیغ اسلام کے کام میں ذرہ فرق نہیں آنے دیا۔

اللہ ان کا اور تمام دینی خدمت کرنے والوں کا حامی و ناصر ہو۔

خاکسار

غلام قادر افسر تبلیغ ملادِ غیر

پروگرام جلسہ سالانہ ۱۹۵۳ء احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جلسہ مستورات ۲۴ر دسمبر ۱۹۵۳ء

صبح دس بجے سے ۲ بجے تک خواتین کا جلسہ ہوگا اور دستکاری کی نمائش بھی ہوگی۔ ملک ملت کی بہبودی اور تبلیغ اسلام کے متعلق معزز خواتین تقاریر فرمائیں گی۔

اجلاس اوّل ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۳ء بروز جمعۃ المبارک

زیر صدارت جناب الحاج شیخ میاں شریف احمد صاحب اوورسیئر (؟)

۹¼ بجے صبح تا ۱۱¼ بجے

تلاوت قرآن کریم از حافظ قاری محمد بوستان صاحب - ۱۰ منٹ ۹¼ بجے سے ۹ بجکر ۲۵ منٹ
نظم حضرت مسیح موعود علیہ السلام از طلبائے مسلم ہائی سکولز - - ۱۵ منٹ ۹ بجکر ۲۵ منٹ سے ۹ بجکر ۴۰ منٹ
حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب - افتتاحی تقریر - - ۱۰ منٹ ۹ بجکر ۴۰ منٹ سے ۹ بجکر ۵۰ منٹ
جناب مولوی دوست محمد صاحب - ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام - ۱۵ منٹ ۹ بجکر ۵۰ منٹ سے ۱۰ بجکر ۵ منٹ
جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب - آسمانی تحریکات کا بقا - - ۳۵ منٹ ۱۰ بجکر ۵ منٹ سے ۱۰ بجکر ۴۰ منٹ
حضرت شیخ عبدالرحمان صاحب مصری - تقریر - - - ۳۵ منٹ ۱۰ بجکر ۴۰ منٹ سے ۱۱¼ بجے تک

اجلاس دوم بعد نماز جمعۃ المبارک

زیر صدارت حضرت شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد

۲ بجے دوپہر سے ۴ بجے تک

تلاوت قرآن کریم - از حافظ قاری محمد بوستان صاحب - - ۱۵ منٹ ۲ بجے سے ۲¼ بجے تک
نظم حضرت مسیح موعود علیہ السلام از طلبائے مسلم ہائی سکولز - ۱۵ منٹ ۲¼ بجے سے ۲½ بجے تک
جناب مولانا احمد یار صاحب - فضیلت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم - ۴۵ منٹ ۲½ بجے سے ۳¼ بجے تک
جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی - تقریر - - ۴۵ منٹ ۳¼ بجے سے ۴ بجے تک

اجلاس اوّل ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۳ء بروز ہفتہ

زیر صدارت حضرت سید عبدالجبار شاہ صاحب والئے سوات (؟) / سقانہ

۹¼ بجے صبح سے ایک بجے دوپہر تک

تلاوت قرآن کریم - از حافظ قاری محمد بوستان صاحب - ۱۵ منٹ ۹¼ بجے سے ۹½ بجے تک
الحاج ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب مبلغ انگلستان - مسلمانوں کو یورپ کا چیلنج ۴۵ منٹ ۹½ بجے سے ۱۰¼ بجے تک
جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع - مقام حضرت مسیح موعود علیہ السلام - ۴۵ منٹ ۱۰¼ بجے سے ۱۱ بجے تک
حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب - اپیل - - ایک گھنٹہ ۱۱ بجے سے ۱۲ بجے تک
حضرت مولانا صدرالدین صاحب - تقریر - - ایک گھنٹہ ۱۲ بجے سے ۱ بجے تک

نماز ظہر ڈیڑھ بجے

اجلاس دوم

زیر صدارت حضرت مولانا صدرالدین صاحب

۲ بجے سے ۴½ بجے تک

تلاوت قرآن کریم از حافظ قاری محمد بوستان صاحب - - ۱۵ منٹ ۲ بجے سے ۲¼ بجے تک
جناب الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ - اسلامک سٹیٹ ۴۵ منٹ ۲¼ بجے سے ۳ بجے تک
جناب خان بہادر غلام ربانی خان صاحب مانسہرہ - دین کو دنیا پر مقدم کرو - ۴۵ منٹ ۳ بجے سے ۳¾ بجے تک
جناب خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب - تقریر - ۴۵ منٹ ۳¾ بجے سے ۴½ بجے تک

اجلاس اوّل ۲۷ر دسمبر ۱۹۵۳ء بروز اتوار

زیر صدارت جناب خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب

یا

حضرت سید اسداللہ شاہ صاحب

۹¼ بجے سے ۱½ بجے دوپہر تک

تلاوت قرآن کریم از حافظ قاری محمد بوستان صاحب - - - ۱۵ منٹ ۹¼ بجے سے ۹½ بجے تک
جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب - حالات حاضرہ میں اسلام کی پوزیشن - ۴۵ منٹ ۹½ بجے سے ۱۰¼ بجے تک
جناب مولانا یعقوب خان صاحب ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ - کیا یورپ بھی کامیاب ہو سکتا ہے ۴۵ منٹ ۱۰¼ بجے سے ۱۱ بجے تک
جناب مرزا مسعود بیگ صاحب - ایم - اے - بی - ٹی
مسئلہ وحی و الہام موجودہ علوم کی روشنی میں - - ۴۵ منٹ ۱۱¼ بجے سے ۱۲ بجے تک
جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا - ہمارے فرائض و مشکلات - ۴۵ منٹ ۱۲ بجے سے ۱۲¾ بجے تک
جناب حضرت مولانا صدرالدین صاحب - تقریر - ۴۵ منٹ ۱۲¾ سے ۱½ بجے تک

نوٹ (۱) جنرل کونسل کے اجلاس ۲۵ر و ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۳ء بعد از نماز مغرب منعقد ہوں گے

(۲) اسٹیج سیکرٹری - جناب مولانا احمد یار صاحب ایم - اے -

(ڈاکٹر) غلام محمد (ایم بی بی ایس)، مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
تار کا پتہ پیغام لاہور
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے:۔ چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے:۔ ۱۲-۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۲ شلنگ

ایڈیٹر
محمد آصف
بی اے

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۵۳ء | نمبر ۴۷

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد

"اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کرلیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔ لیکن اس پہلے جلسہ کے بعد ایسا اثر نہیں دیکھا گیا بلکہ خاص جلسہ کے دنوں میں بعض کی شکایت سنی کہ وہ اپنے بعض بھائیوں کی بدخوئی سے شاکی ہیں اور بعض اس مجمع کثیر میں اپنے اپنے آرام کے لئے دوسرے لوگوں سے کج خلقی ظاہر کرتے ہیں گویا وہ مجمع ہی ان کے لئے موجب ابتلاء ہوگیا اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ جلسہ کے بعد کوئی بہت عمدہ اور نیک اثر اب تک اس جماعت کے لوگوں میں ظاہر نہیں ہوا۔ یہ جلسہ ایسا تو نہیں ہے کہ دنیا کے میلوں کی طرح خواہ نخواہ التزام اس کا لازم ہے بلکہ اس کا انعقاد صحت نیت اور حسن ثمرات پر موقوف ہے ورنہ بغیر اس کے ہیچ اور جب تک یہ معلوم نہ ہو اور تجربہ شہادت نہ دے کہ اس جلسہ سے دینی فائدہ یہ ہے اور لوگوں کے چال چلن اور اخلاق پر اس کا یہ اثر ہے تب تک ایسا جلسہ صرف فضول ہی نہیں بلکہ اس علم کے بعد کہ اس اجتماع سے نتائج نیک پیدا نہیں ہوتے ایک معصیت اور طریق ضلالت اور بدعت شنیعہ ہے میں ہرگز نہیں چاہتا کہ حال کے بعض پیرزادوں کی طرح صرف ظاہری شوکت دکھانے کے لئے اپنے مبائعین کو اکٹھا کروں بلکہ وہ علت غائی جس کے لئے میں حیلہ نکالتا ہوں اصلاح خلق اللہ ہے پھر اگر کوئی امر یا انتظام موجب اصلاح نہ ہو بلکہ موجب فساد ہو تو مخلوق میں سے میرے جیسا اس کا کوئی دشمن نہیں۔ اور اخی مکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للّٰہی محبت باہم پیدا نہیں کی سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیکم نہیں کر سکتے چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں

(باقی برصفحہ کالم اول)

نامۂ ووکنگ

محترم جناب شیخ محمد طفیل صاحب

بہت دنوں سے ارادہ تھا کہ پیغام صلح کے لئے کچھ لکھ کر بھیجوں لیکن کام کی کثرت نے اجازت نہیں دی۔ قریباً ایک ماہ سے ہماری ٹائپسٹ بھی بیمار ہو کر ہسپتال میں داخل ہو گئی تھی جس سے ٹائپ کا کام بھی زیادہ تر خود ہی کرنا پڑتا تھا۔ تیز نئی ٹائپسٹ ملنے سے یہ مشکل تو حل ہو گئی ہے اب کچھ وقت نکال کر یہی ارادہ کیا ہے کہ گذشتہ دو تین ماہ کی رپورٹ ایک بار ہی لکھ دوں۔

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب ۱۰ر ستمبر کو یہاں سے پاکستان کے لئے روانہ ہو گئے۔ دفتری امور کے علاوہ جن میں ہمارا اکثر وقت صرف ہوتا ہے ہمارے مشن کے لئے دو دن خاص طور پر اہمیت رکھتے ہیں۔ ہفتہ اور اتوار۔ ہفتہ کو بعد از دوپہر ہمارا ایک مختصر سا اجتماع وکٹوریہ لندن میں ہوتا ہے۔ اتوار کو صبح گیارہ بجے سے مہمان اور ملاقاتی مسجد میں آنے شروع ہو جاتے ہیں اور ساڑھے تین بجے ایک میٹنگ ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ووکنگ لندن سے باہر بھی لیکچروں کے لئے جانا پڑتا ہے۔

نئے پروگرام کے ماتحت ہمارے لندن کے ہفتہ وار اجلاس خاص طور پر دلچسپ ہو گئے ہیں۔ پہلے ہم نے تقاریر اور مباحثات کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا جس میں انگریز مسلمان مرد اور خواتین نے حصہ لیا۔ اس کی ابتدا ۲۱ر ستمبر ۱۹۵۳ء کو میجر عبداللہ بیٹرس کے لیکچر سے ہوئی۔ ان کی تقریر کا عنوان تھا "قول اور فعل" اس سلسلہ کی دوسری تقریر ۲۸ر اکتوبر کو سلویا سلمیٰ مرتضیٰ کی ہوئی جس کا عنوان تھا "تصویر کا دوسرا رخ"۔ مقررہ نے اپنی تقریر میں عیسائیت کے بنیادی عقاید میں تبدیلیوں کا وضاحت سے ذکر فرمایا۔ تقاریر کے بعد اچھی خاصی بحث ہوئی اور مقررین سے سوالات پوچھے گئے، ان دونوں اجلاس کی صدارت کا شرف مجھے بخشا گیا۔ ۱۰ر اکتوبر کو مسٹر جلال الدین ہاؤ نے "سوالات" کے عنوان سے پروگرام جلسہ کی صدارت کی۔ ایسی مجلسوں میں حاضرین اپنے اپنے سوالات لکھ کر صدر کو دے دیتے ہیں اور پھر صدر اپنی مرضی سے انہیں بحث و تمحیص کے لئے حاضرین کے سامنے پیش کرتا ہے۔ یہ پروگرام کافی دلچسپ ہوتا ہے جس میں حاضرین محض ایک شخص کی تقریر نہیں سنتے بلکہ میٹنگ کی تمام کارروائی میں برابر کے شریک رہتے ہیں۔

۱۹ر اکتوبر کو مس جینٹ ڈی سلمیٰ بل نے "عیسائیت سے اسلام کی طرف" کے عنوان سے ایک موثر تقریر کی۔ ہز ایکسیلنسی میڈیم سوبینڈریو اہلیہ سفیر انڈونیشیا نے اس میٹنگ کی صدارت کی۔ سلمیٰ بل کے تقریر کرنے کا یہ پہلا موقعہ تھا (ان کے قبول اسلام کی خبر اس سے قبل پیغام صلح میں شائع ہو چکی ہے) بڑی گھبرائی ہوئی تھیں۔ بہر حال اپنے وقت کو اچھی طرح سے نباہا۔ اور اپنے مضمون کو خوب دلچسپی سے بیان کیا۔ ان کی تقاریر اخبار لائٹ میں شائع ہو رہی ہیں۔ نو مسلمین کی تقاریر کے علاوہ ہمارے ان جلسوں کا ایک اور بھی دلچسپ فیچر ہے۔ مولنا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو ہر ماہ ایک بار عالم اسلام کے سیاسی اور سماجی حالات پر ایک بار تبصرہ کرتے ہیں۔ اپنی افادیت کے لحاظ سے ان کے یہ لیکچر بہت پسند کئے جاتے ہیں۔

اس سال ہم نے غیر مذاہب کے مقررین کو بھی اپنے اجلاس میں آکر بولنے کی دعوت دی اس سلسلہ میں ۷ر نومبر کو مسٹر ایچ کٹنر (H. CUTNER) جو کہ برطانیہ کے مشہور فری تھنکر ہیں ہماری میٹنگ میں شرکت کے لئے آئے ان کی تقریر کا عنوان تھا

"میں دہریہ ہوں ؟"

مولنا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو نے اس جلسہ کی صدارت کی۔ مسٹر کٹنر نے کچھ اس قسم کے دلائل اپنی تقریر میں دیئے۔ خدا کے وجود کا کوئی ثبوت مہیا نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمان ایک خدا کے قائل ہیں اور عیسائی تین خداؤں کے لیکن میرے نزدیک ایک خدا ہو یا ایک درجن، برابر ہیں۔ ٹیلی ویژن سیٹ ایک کاریگر کا بنا ہوا ہو یا سو کاریگروں کا جب تک یہ عمدہ کام کرتا ہے میرے لئے ٹھیک ہے۔ مذہبی لوگ خدا کے وجود کے لئے کائنات میں ترتیب و نظم کی دلیل پیش کرتے ہیں اور کہ دنیا میں ہر چیز کا ایک مقصد ہے۔ مجھے تو کائنات میں کوئی مقصد اور ترتیب و نظم نظر نہیں آتا، سورج سے جو حرارت اور آتش نکلتی ہے اس کا ایک حصہ زمین کے لئے مفید ہے باقی تمام حرارت ضائع ہو رہی ہے۔ وغیرہ۔ نظریۂ ارتقاء نے تخلیق کائنات کے مذہبی نظریات کو بنیاد سے ہلا دیا ہے۔ میں حضرت محمدؐ کے بلند اخلاق کا قائل ہوں لیکن خدا کے متعلق انہوں نے جو کچھ کہا ہے اسے نہیں مانتا۔ الف لیلیٰ میں مذکور ہے...... (جب میں نے تقریر کے اختتام پر مسٹر کٹنر کو بتایا کہ الف لیلیٰ مسلمانوں کی کوئی مذہبی کتاب نہیں تو انہوں نے اس پر معذرت کا اظہار کیا) تیس اس قسم کی باتیں وہ کوئی چالیس منٹ تک کرتے رہے۔ بعد میں اعتراضات کا سلسلہ شروع ہوا۔ فری تھنکر میں جا کر جو انہوں نے رپورٹ شائع کی اس سے اس مجلس کے متعلق ان کے تاثرات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔

"ووکنگ کے مسلمانوں کے سامنے کٹنر کی تقریر "میں دہریہ کیوں ہوں" نے ایک لمبی بحث کا آغاز کیا۔ فطری طور پر یہ راسخ العقیدہ موحدین مسٹر کٹنر کے دلائل یونہی ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ قریباً ایک گھنٹہ تک وہ ان پر "فرسٹ ریٹ" تنقید کرتے رہے۔ لیکن بعض لوگوں کا یہ خیال کہ مسٹر کٹنر اچھے مسلمان بن جائیں گے افسوس ہے پیدا نہیں ہو گا تاہم اس قسم کے شدید معاندین سے ملنا بھی ان کے لئے باعث مسرت تھا۔" (فری تھنکر ۱۳ر نومبر ۱۹۵۳ء)

اس میٹنگ کی مفصل روئداد لائٹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک قوم غلط راہ پر

۱۴ر نومبر کو ڈاکٹر محمود اللہ جنگ نے ہماری میٹنگ میں ایک دلچسپ تقریر فرمائی عنوان تھا "ایک قوم غلط راہ پر" اپنی اس تقریر میں ڈاکٹر صاحب نے مسلمان اقوام کی پسماندگی، جہالت اور افلاس کے اسباب پر روشنی ڈالی۔

اسلامی کیلنڈر میں اصلاح

۱۸ر نومبر ۱۹۵۲ء کو ہمارے لندن کے آفس میں ایک خاص اجلاس ڈاکٹر امیر علی پرنسپل اگریکلچر کالج حیدرآباد دکن، کی تقریر کے لئے منعقد ہوا۔ بدقسمتی سے پرنسپل صاحب کا جہاز موسم کی خرابی کے باعث لندن میں اترنے کی بجائے گلاسکو جا اترا۔ بہرحال مولانا عبدالمجید صاحب نے ان کا ایک مضمون پڑھ کر سنایا۔ ملخص یہ تھا کہ اسلامی کیلنڈر کو قمری حساب کے بجائے شمسی حساب کے مطابق ڈھال لینا چاہیئے، رمضان اور حج کے ایام مقرر ہو جانے چاہئیں تاکہ ہر سال ایک ہی وقت پر ان فرائض کو ادا کیا جا سکے اسلامی کیلنڈر کے حساب میں جو افراتفری پھیلی ہوئی ہے اس کا واحد علاج ڈاکٹر امیر علی صاحب کے نزدیک یہی ہے کہ شمسی حساب کو قمری حساب کی بجائے رائج کیا جائے اور انہیں ایسا کرنے میں قرآن و حدیث کی مخالفت نظر نہیں آتی۔

میلاد النبیؐ

۲۱ر نومبر کو ہماری طرف سے میلاد النبی کا جلسہ منعقد ہوا اس موقعہ پر مس عائشہ پیرزہ (دیلیش مسلمہ) اور مولانا عبدالمجید نے تقاریر فرمائیں۔

عیسائیت کا پیغام عصر حاضر کے نام

۲۸ر نومبر کو اس موضوع پر کیتھولک مشنری سوسائٹی کے وائس ریکٹر فادر تھامس ہولینڈ نے تقریر کی اس جلسہ کی صدارت کے لئے بھی مجھے کہا گیا۔ پادری صاحب نے اپنی تقریر میں محبت اور ایمان کے متعلق کچھ عام باتیں بیان کیں۔ سوال و جواب کے وقت مولنا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے پوچھا کہ کہیں مسیح نے اپنے آپ کو خاص خدا کا اکلوتا بیٹا کہا ہے۔ پادری صاحب نے کہا خود تو نہیں کہا لیکن چونکہ شاگردوں نے کہا ہے اس لئے مسیح نے ضرور یہ لفظ استعمال کیا ہوگا۔ میں نے پوچھا کہ کیا تثلیث مقدس کا لفظ بائیبل میں کہیں استعمال ہوا اس کا جواب بھی نفی میں دیا۔ ابھی سوالات کا سلسلہ جاری تھا کہ پادری صاحب نے کہا کہ مجھے کہیں اور جانا ہے اس لئے معذرت چاہتا ہوں۔ ان کے ارشاد پر میٹنگ کو فوراً ختم کر دیا گیا۔

اسی دن اس میٹنگ کے بعد کیکسٹن ہال میں میلاد النبی کے سلسلہ میں برطانیہ کی مسلم سوسائٹی کی میٹنگ منعقد ہوئی جس میں مولانا عبدالمجید صاحب نے رسول کریم صلعم کی سیرت پر ایک بہت عمدہ تقریر فرمائی۔ ۲۹ر نومبر کو مولنا عبدالمجید صاحب آکسفورڈ میں ایک جلسہ کے لئے تشریف لے گئے۔

۱۹ر نومبر کو شام کے آٹھ بجے یوتھ ہوسٹل لندن میں میرا اسلام پر ایک لیکچر تھا۔ لیکچر کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ تک سوال و جواب ہوتے رہے۔

۲ر دسمبر کو ووکنگ کے ایک گرجا گھر میں مجھے تقریر کے لئے جانا پڑا۔

۵ر دسمبر کو مسٹر مالک مانگ لی نے ہماری میٹنگ میں آکر بدھ مت اور عیسائیت کے متعلق تقریر فرمائی۔ آئندہ ہفتہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۵۳ء مولنا عبدالحق صاحب ودیارتھی کے ایک لیکچر کا انتظام کیا گیا ہے۔

ان میٹنگوں کے علاوہ شاہجہان مسجد میں ہر اتوار کو ہمارے مسلسل اجتماعات ہوتے ہیں۔ شادی کی تقریبات اور جنازوں کی تدفین کا انتظام اس کے علاوہ ہے۔

ہمارے کام کا یہ مختصر جائزہ ہے جسے کچھ وقت نکال کر سپرد قلم کر دیا ہے۔

والسلام۔

پیغام صلح
جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ | نمبر ۴۷

محاسب صاحب انجمن کا مکتوب گرامی

پیغام صلح اور برلن مسجد کے لئے اپیل

برادران - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

(ا) پیغام صلح ہمارا قومی اخبار ہے - ہمیشہ جو خدمات اخبار "پیغام صلح" نے سر انجام دی ہیں قابل تعریف ہیں - اس کے ذریعہ جو معیاری مضامین اور تاریخی حوالے - اسلامی عقائد اور ان کا فلسفہ اسلام کی تعلیم کے بے مثل ہونے پر ثبوت پیش کئے جاتے رہے ہیں خیال آتا ہے کہ یہ دلچسپی اور خوبی آخر کس طرح پیدا ہوئی؟ در حقیقت ایک تڑپ اور جذبے کا نتیجہ تھا - اگر وہی جذبہ اور وہی محبت قوم کے ہر فرد کے دل میں موجزن ہو تو اس پرچے کا معیار بہت بلند رکھا جا سکتا ہے -

جو کام محنت اور محبت سے کئے جاویں انہی سے عظمت اور بلندی پیدا ہو سکتی ہے - اعتراض کرنے اور عیب تراشنے سے نقصان پہنچتا ہے - اس لئے معزز احباب کی خدمت میں "پیغام صلح" کی وساطت سے درخواست کرتا ہوں کہ مختلف موضوع پر مضامین اور سلسلہ کی ترقی کے لئے مفید اور تعمیری تجاویز پیش کرنے کا سلسلہ اخبار میں شروع کریں - یہی ایک ذریعہ ہے جس سے آپ کے قومی اخبار کا معیار بلند رہے گا - ذرا غور فرمائیے کہ دوسرے مذاہب کس قدر کوشش کرتے ہیں - اپنی مذہبی کتابوں کے تراجم کرنا اور اپنا پیغام دوسروں تک پہنچانا ان کا شغل ہے - تھوڑے دن ہوئے کہ ایک یورپین لیڈی نے ایک مذہبی پمفلٹ (جبکہ ہم مال روڈ کی ایک دکان پر کھڑے تھے) ہماری کار میں رکھ دیا - اس کا ٹائیٹل پیج اور اس کی پرنٹنگ نہایت عمدہ تھی - کم از کم تین چار آنہ خرچ آیا ہوگا - لیکن ہماری یہ حالت ہو کہ اپنی قومی اخبار کی فہرست خریداری میں بھی شامل نہ ہوں - اگر بحیثیت فنانشل سیکرٹری آپ کو بتاؤں - کہ ہم میں سے کتنے احباب پیغام صلح کی فہرست خریداری پر ہیں تو تعجب ہوگا - اس کا سالانہ چندہ صرف چھ روپیہ ہے - گویا دو آنہ فی پرچہ - کیا میں احباب کی خدمت میں عرض کر سکتا ہوں - کہ جب آپ سالانہ جلسہ پر آویں تو پہلی فرصت میں دفتر انجمن میں آیندہ سال کا چندہ ادا کر کے اپنے نام پر پیغام صلح جاری کرا دیں - اگر جماعت کے قابل قدر بزرگ معزز بہنیں اور بھائی توجہ فرماویں تو کم از کم پانچ ہزار پرچہ کی ڈیمانڈ ہو سکتی ہے - جس سے اشاعتِ اخبار خود مکتفی ہو جاوے گی اور جہاں اس معاونت سے آپ ثواب کے مستحق ہوں گے - وہاں آپ کے عزیز - بچے اور جوان دینی معلومات سے مستفید ہوں گے -

(ب) دوسرا امر جس کی طرف احباب سلسلہ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں - وہ ہے مسجد برلن کی مرمت کا سوال - آپ جانتے ہیں - کہ اس مسجد پر آپ نے کافی روپیہ صرف کیا - جس نے اس مبارک مسجد کی عمارت بچشم خود دیکھی ہو - وہی اس کی عظمت کا اندازہ کر سکتا ہے یوں تو ہر مسجد خانہ خدا ہے لیکن اس کی عمارت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے - واقعی محترم مولانا مولوی صدرالدین صاحب نے اس کی عمارت عمدہ پیمانہ اور پلیننگ کے مطابق تعمیر کرائی تھی - جنگ عظیم میں نقصان پہنچنے کے باوجود اس کی شان محفوظ ہے - مسجد بنانے میں مزدوروں جیسا کام کرنے کا فخر تو حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور محمد رسول اللہؐ کو حاصل ہے کیونکہ خانہ کعبہ کے بنانے کے لئے ایسے پاک معمار ہی درکار تھے جو بنی نوع کے رہبر ہیں -

آیئے ہم بھی دنیا کے رہنما کی تقلید کریں - اور مسجد برلن کی مکمل مرمت کا سامان کر دیں - اس غرض کے لئے چالیس پچاس ہزار روپیہ کی ضرورت ہے - اگر آپ تہیہ کر کے آ جاویں - تو خدا تعالےٰ سامان پیدا کر دے گا - کہ اس احمدیہ بلڈنگس میں جہاں خدا کے پیارے مسیح موعودؑ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے - وہاں اس بیرونی مشن کی مسجد کی مرمت کے لئے یہ روپیہ بلکہ اس سے بھی زیادہ رقومات فراہم ہو جاویں - تا کہ بیرونی مشن جو حضرت مجددِ وقت کی تڑپ اشاعت اسلام کا نتیجہ ہیں - تاقیامت جاری رہیں - اس وقت ہم بھی خدا سے دعا کریں - جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھاتے وقت کی - کہ اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما - بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے - اور ہم کو فرمانبردار بنا - البتہ جہاں حضرت ابراہیمؑ نے دعا مانگی - کہ آپ کی نسل سے ایک رسول اٹھے وہاں ہم دعا کریں کہ اے خدا آخری رسول تو آ چکا - اور آخری کتاب بھی نازل ہو چکی - اب مسیح زماں کی رہنمائی میں ہمیں توفیق بخش - کہ رسول اللہ کی صداقت اور اشاعت اسلام کے عظیم الشان کام کو جاری رکھ سکیں - والسلام

خاکسار - ظہور احمد - آنریری محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

غیر معمولی کامیابی

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں خوشی سے سنی جائے گی کہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی صاحبزادی محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ نے انگلستان میں ۱½ سال قیام کیا - پہلے سال لندن یونیورسٹی سے اکیڈیمی ڈپلوما حاصل کیا دوسرے سال برمنگھم یونیورسٹی سے (M.ED) کا ڈپلوما حاصل کیا - اس امتحان کے دو حصے ہوتے ہیں پہلا تحریری جو تین پرچوں پر مشتمل ہوتا ہے اور دوسرا تھیسس یہ کورس درحقیقت دو سال کا ہوتا ہے جو انہوں نے ایک سال میں ہی ختم کر لیا - ٹیوٹر متعلقہ کی بھی اس کے متعلق یہ رائے تھی کہ گذشتہ سالوں میں ایک مثال بھی ایسی نہیں کہ بیرونی ممالک کے کسی طالب علم نے ان دونوں مضامین کو ایک سال میں ختم کیا ہو - اس خوشی میں محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ نے مبلغ دس روپیہ چندہ برائے اشاعت اسلام انگلستان میں دیئے چھ نسخے قرآن مجید کے اپنی جیب سے خرید کر بعض انگریزوں کو بطور ہدیہ پیش کئے اور ایک انسٹی ٹیوشن کی لائبریری میں جہاں عیسائی مشنری تیار ہوتے ہیں حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی کتب ووکنگ مشن سے حاصل کر کے رکھوائیں احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ صاحب کی صاحبزادی کی اس کامیابی کو خاندان کے لئے مبارک کرے اور سلسلہ کے لئے مفید بنا سکے - آمین -

---

طلباء مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کی تعلیمی سیر

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کے اسّی طلبا اور چھ اساتذہ پندرہ دسمبر کی شام کو سلسلہ تعلیمی تفریحی سیر کیلئے لاہور سے باہر گئے ایک روز کھیوڑہ میں بچوں نے نمک کی کان دیکھی اور دیگر مرکبات نمک کی تیاری و تعمیر کے متعلق معلومات حاصل کیں - دوسرے روز رسول (ضلع گجرات) میں دریائے جہلم کا ہیڈ اور رسول میں نیا تعمیر شدہ بجلی کا پاور ہاؤس دیکھا تیسرے روز صبح راہوالی میں شکر سازی کا کارخانہ دیکھا اور دوپہر کو گوجرانوالہ میں ہاکی اور فٹ بال کے دو میچ کھیلے اور شام کو واپس لاہور پہنچ گئے -

یہ سفر خدا کے فضل سے بہت کامیاب رہا - طلبہ نے ہر رنگ میں بہت استفادہ کیا - کوئی ناخوشگوار حادثہ پیش نہیں آیا اور نہ ہی کوئی بچہ بیمار ہوا - بچوں نے نظم و ضبط اور اخلاق کی حدود کو ہر جگہ مدنظر رکھا اور جہاں جہاں بھی وہ گئے ان کے عام رویہ سے سکول کی نیکنامی ہوئی - ایک پوری بوگی ریل کی جو چار کمروں پر مشتمل تھی سارے سفر کے دوران میں ان طلباء کے لئے ریزرو رہی اور مختلف جگہوں پہ بار بار اترنے چڑھنے کی بجائے سارا سفر اسی ریزرو ڈبہ میں کیا گیا جس سے طلباء کو بہت سہولت ملی - ریلوے کے عملے اور دیگر محکموں کے (باقی بر صفحہ کالم ۲)

اس رکوع میں زندگی کے بلند اصول بیان کئے گئے ہیں

حقیقی سیرت پیدا کرنے سے خدا تعالیٰ خوش ہوتا ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ امیر قوم حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ ۔ مؤرخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۵۳ء لاہور

قال اللہ تعالیٰ ۔ یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا ینال عھدی الظالمین .... الخ

قرب الٰہی کے طریقے

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے یہ سکھایا ہے کہ انسان کو رضائے الٰہی اور خدا کے قرب کو حاصل کرنے کے لئے کون سے طریقے اختیار کرنے چاہئیں۔ دنیا میں ایسے لوگ کثرت سے پائے جاتے ہیں جن کے دلوں میں خدا کی تلاش کی تڑپ اور اس کے ساتھ تعلق لگانے کے لئے بزرگ ہستیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور مجاہدہ کرتے ہیں ۔ یہ تڑپ عالمگیر ہے ۔ اس سے کوئی قوم محروم نہیں اور نہ ہی کوئی ایک قوم اس کے لئے مختص ہے ۔ یہ اس لئے ہے کہ خدا کی رضا چاہنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا جذبہ خود خدا نے انسان کی فطرت میں ودیعت کر رکھا ہے ۔

قیمتی اصول

اس رکوع میں ایک نہایت قیمتی اصول بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ محض رسم و رواج کی ادائیگی سے خوش نہیں ہوتا مثلاً نوافل ادا کر دیئے یا نماز باجماعت پڑھ لی یا عبادت کی ظاہری شکل اختیار کر لی اور نماز کا مقصد حاصل نہ کیا ۔ روزے رکھ لئے اور ان کی غرض کو پورا نہ کیا ۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس رنگ اور اس طرح کی عبادتیں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتے ہیں اور نہ ہی رسومات کے طور پر ان افعال کو ادا کرنے سے انسان کے اندر کوئی سیرت پیدا ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی نظر حقیقت پر ہے وہ دلوں کو جانتا ہے ۔ اور ان ارادوں سے واقف ہے جو دلوں کے اندر مخفی رکھے جاتے ہیں ۔ نماز روزہ وغیرہ دیگر عبادات حقیقی سیرت کے حصول کے وسائل ہیں ۔ چنانچہ ان آیات میں اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے جیسے اپنے اندر پیدا کر لینے سے خدا خوش ہوتا ہے اور اس کی مخلوق کو فائدہ پہنچتا ہے ۔

حضرت ابراہیمؑ کی عظمت

حضرت ابراہیم علیہ السلام تینوں قوموں کے نزدیک بہت بڑی عزت و عظمت کے مالک ہیں یہودی، نصرانی اور مسلمان یہ ساری کے ساری حضرت ابراہیمؑ کو اپنا بزرگ سمجھتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں ۔ اور ان کے طریق پر چلنا موجب سعادت یقین کرتے ہیں ۔ اور آج دنیا کی آبادی کا غالب حصہ انہی قوموں پر مشتمل ہے ۔ جن کے قلوب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی محبت اور تکریم جاگزین ہے ۔ ان کی اس بزرگی کا راز کیا ہے ۔ فرمایا واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کا چند ایک باتوں میں امتحان لیا فاتمھن تو حضرت ابراہیمؑ نے انہیں پورا کر دکھایا ۔

ایک مشرک بادشاہ کے سامنے توحید کا تصور پیش کیا ۔ دلائل پر دلائل دیئے اور باوجود اس کے کہ بادشاہ حضرت ابراہیمؑ کی بزرگی کا قائل تھا ۔ اور جو دلائل ان کی طرف سے پیش کئے گئے معقول اور مؤثر تھے ۔ بادشاہ نے ان کی تکذیب کی ۔ اور حضرت ابراہیم کے خلاف پروپیگنڈا کیا گیا کہ یہ شخص ہمارے آبائی دین کو بگاڑتا ہے ۔ اور ہمارے سلف کی روایات کے خلاف تعلیم دیتا ہے ۔ لیکن یہ مرد خدا برابر توحید کا پیغام دیتا رہا ۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دلائل سے عاجز آ کر بادشاہ نے اپنی طاقت کے نشہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ آگ میں جلانے کا حکم دے دیا ۔ یہ بہت بڑا امتحان ہے حضرت ابراہیمؑ کے پائے استقلال میں کوئی تزلزل نہیں آیا ۔ خدا کی توحید جو ایک حقیقت ہے ۔ اسے نہیں چھوڑا اپنے مشن پر بڑی استقامت کے ساتھ ڈٹے رہے اور آگ میں پڑنے کے لئے تیار ہو گئے ۔ دل میں کوئی خوف نہیں بدن پر لرزہ نہیں آخر خداوند تعالیٰ نے جس کی حکومت زمین اور آسمان کے ایک ایک ذرہ پر ہے ۔ اور جس کی خاطر یہ تمام مصائب کو برداشت کیا جا رہا تھا اس نے آگ کو حکم دیا یا نار کونی بردا اے آگ ابراہیمؑ کو جلانا نہیں ۔ ٹھنڈی ہو جاؤ ۔ سلاما صرف ٹھنڈا ہی نہیں بلکہ سلامتی کا موجب ہو جاؤ ۔ یہ ابتلاء تھا اور بہت شدید ابتلا تھا ۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس خطرناک مصیبت میں اپنے ایمان اور استقامت کا پورا پورا مظاہرہ کیا اس بلا سے نجات ملی تو قوم و ملت کے مظالم نے ان کو مجبور کر دیا کہ وہ وطن مالوف سے نکل جائیں ۔ انہوں نے اس امتحان میں بھی استقلال دکھایا اور فرمایا انی مھاجر الی ربی میں اپنے مولا کے پاس جاتا ہوں اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ آسمان پر جاتا ہوں بلکہ مفہوم یہ تھا کہ میں اس کے حکم سے ہجرت کرتا ہوں اور جہاں اس کی مشیت مجھے لے جائے ۔ وہاں چلا جانے میں لذت محسوس کرتا ہوں اور جہاں کہیں میں جاؤں گا وہاں پہ خدا ہے اور وہاں پہ اس کی مرضی پوری ہوگی ۔ رشتہ داروں قوم اور وطن سے مجھے خوب محبت ہے لیکن ان تمام تعلقات پر خدا کی رضا کو ترجیح دیتا ہوں ۔ یہ بڑا سخت امتحان ہے ۔ بہت سے لوگوں کا ایسی مشکلات کے وقت قدم پھسل جاتا ہے ۔ تعلقات کا منقطع ہو جانا ۔ وطن عزیز کو چھوڑ دینا ۔ اپنی جائیداد اور املاک سے دستبردار ہو جانا کوئی آسان امر نہیں ہے ۔ حضرت ابراہیمؑ اس امتحان میں بھی پورے اترے ۔

حضرت ابراہیم کا دوسرا امتحان

پھر ایک اور امتحان ہوا ۔ بیوی اور بچے کو عرب کے صحرا کے اندر چھوڑنے کا حکم ہوا اس الٰہی ارشاد کے تحت حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو جو ابھی چھوٹے بچے تھے ایک ایسی وادی میں لے گئے جہاں نہ کوئی آدم زاد ہے ۔ نہ کھیتی ہے نہ پانی ہے نہ چرند اور پرند ۔ ایک لق و دق صحرا کے اندر صرف ایک عورت اور اس کا ننھا بچہ بغیر کسی انیس کے رکھ دیئے جاتے ہیں ۔ ہاجرہ صنف ضعیف سے ہیں مرد نہیں ہیں ۔ صحرا خود خوف کی چیز ہے ننھے بچے کی ہلاکت کا خطرہ بھی دامنگیر ہے ۔ اس حالت میں حضرت ابراہیمؑ کی تیاری سفر نے ان کو بہت مضطرب کر دیا ۔ اور ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے الیٰ من تکلنا کس کے سپرد کر کے ہم کو تنہا چھوڑے جا رہے ہو ۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا الی اللہ اکلکم تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں اس پر ہاجرہؑ نے پورے ایقان و ایمان کے ساتھ کہا اذا لا یضیعنا اگر یہ بات ہے تو پھر خدا ہم کو تباہ نہیں کرے گا ۔ حضرت ابراہیمؑ چل پڑتے ہیں دل میں بیوی اور بچے کی محبت ہے اور ان کے تباہ ہو جانے کا خوف بھی لاحق ہے چلتے ہیں اور پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتے ہیں ۔ جب ان کا قیمتی متاع نظر سے اوجھل ہونے لگا تو ان کے مضطرب دل سے ایک آواز دعا کی شکل اختیار کرتے ہوئے یوں نکل رہی تھی انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع اے ہمارے رب تیرے ارشاد کے تحت میں نے اس وادی میں اپنے بچوں کو بسا دیا ہے جہاں بظاہر حفاظت کے کوئی سامان نہیں تو ان کا محافظ ہو ۔ میاں بیوی دونوں کا امتحان ہوا اور سخت امتحان ہوا ۔ حضرت ابراہیمؑ کے وہاں سے چلا جانے کے بعد جب حضرت ہاجرہؑ کی چھاگل کا پانی ختم ہو گیا تو وہ مامتا کی ماری سرگرداں کبھی صفا پر چڑھتی اور کبھی مروہ پہ آخرش خدا تعالیٰ نے ان کی استقامت اور استقلال اور صبر کو بار آور کیا اور آب زمزم پھوٹ نکلا جس سے ماں بیٹے کی جان میں جان آگئی اور بیٹا بھی ہلاکت سے بچ نکلا ۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی

حضرت ابراہیمؑ کا ایک اور امتحان ہوا

فلما بلغ معہ السعی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جوان ہوئے بوڑھے باپ کی مرادیں بر آئے۔ مدت آیا تو خواب میں دکھایا گیا کہ اس بچے کو اپنے ہاتھوں ذبح کرتا ہوں۔ اس خواب کو ارشاد سمجھ کر اسے پورا کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ جب بچہ پیارے بچے کو یوں مخاطب کیا قال یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ بیٹے سے ذکر کیا۔ اور کہا بیٹا کیا مرضی ہے قال یٰابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین اے میرے پیارے باپ اللہ تعالےٰ کا جو حکم ہے اسے کر گذریئے۔ میں حاضر ہوں اور اس مشکل امر میں صبر و ثبات سے کام لوں گا۔ فلما اسلما وتلہ للجبین جب باپ بیٹا دونوں ارشاد الٰہی کی تعمیل پر کمربستہ ہو گئے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا آپ نے بے شک اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔

حضرت ابراہیمؑ کو لوگوں کا امام بنایا گیا

واذ ابتلیٰ ابراہیم ربہ بکلمات حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چند ایک باتوں میں امتحان ہوا فاتمھن انہوں نے ان کے نبھانے میں کمال کر دکھایا۔ قال انی جاعلک للناس اماما فرمایا ایسا آدمی جو مصائب اور امتحانات میں ثابت قدم رہا ہو۔ لوگوں کا رہنما ان کا سردار اور امام و راہبر بننے کے لائق ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے حضرت ابراہیمؑ کو لوگوں کا امام و راہنما بنا دیا۔ پیشرو اور ہادی کا بننا کسی امتحان کے بغیر نہیں ہوتا۔ خدا کی راہ میں کوئی مصیبت برداشت کرے کوئی بڑا کام کر کے دکھائے پھر کسی کو خدا کا قرب اور امامت کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

قال ومن ذریتی عرض کیا مجھے تو امام اور پیشرو بنایا گیا ہے۔ میری اولاد کا کیا حال ہوگا قال لا ینال عہدی الظالمین فرمایا ابراہیم تمہیں امام اس وجہ سے بنایا گیا ہے کہ تم میں تعلق باللہ کی حقیقت پائی جاتی ہے۔ اور اگر یہ حقیقت تمہاری اولاد میں باقی نہ رہی تو پھر ان کا تمہارا صرف بیٹا کہلانا کوئی نفع مند نہ ہوگا۔ تمہاری اولاد میں سے جو لوگ ظالم بھی ہونگے اور ہماری نافرمانی کریں گے ان لوگوں سے ہمارا کچھ بھی تعلق نہیں۔

بنی اسرائیل کی تاریخ میں سبق

حضرت ابراہیمؑ کے ذکر سے پیشتر بنی اسرائیل کو خطاب کیا ہے۔ یہ وہ قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک وقت میں دوسری قوموں پر فضیلت دی تھی اور انہیں دنیا بھر میں معزز بنایا تھا لیکن ایک وہ وقت بھی آیا کہ وہ لفظ پرست ہو کر رہ گئی پھر کیا تھا ذلت اور ادبار ان کے شامل حال ہو گیا۔ اور آج اس قوم کی یہ حالت ہے کہ باوجود مال و دولت کی فراوانی کے وہ ذلیل اور رسوا ہے۔ حضرت موسےٰ کی اتباع اور توریت کے احکام کی فرمانبرداری کی وجہ سے یہ قوم دنیا میں سربلند ہوئی لیکن جونہی حقیقت ان کے قلوب سے ناپید ہوئی۔ تو باوجود ان کے پاس توریت کتاب کی موجودگی کے وہ مغضوب علیھم کا مصداق بن گئے۔ اس قوم کی تاریخ میں مسلمانوں کے لئے ایک سبق ہے۔ سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے رہبر ہیں۔ اور آپکی قوم ایک بہترین امت ہے۔ اخرجت للناس جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ یہ آیت بتلاتی ہے کہ ایک مسلمان کی کس قدر ذمہ داری ہے ہمیں اپنی اس ذمہ داری کی کچھ غیرت ہونی چاہیئے۔ حضرت نبی کریم صلعم جیسا عظیم المرتبت انسان ہمارا رہبر اور ہادی ہے اور آپ ٹھیک حضرت ابراہیم کے بیٹے ہیں جیسا فرمایا ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ وھذا النبی ابراہیمؑ کے ساتھ تعلق لگانے والے وہی افراد ہیں جو اس کے اصولوں پر عمل کرتے ہیں اور ان میں سے ایک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ محض ان کی اولاد میں سے ہونا کوئی فخر کی بات نہیں۔

متقی آنحضرت صلعم کا قریبی ہے

حضرت نبی کریم صلعم کو بھی جب یہ حکم ہوا وانذر عشیرتک الاقربین یعنی اپنے رشتہ داروں اور اپنے قریبیوں کو انذار کیجئے تو آپ نے اپنے عزیز و اقارب اور اپنی قوم کو ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا یا معشر قریش اشتروا انفسکم لا اغنی عنکم من اللہ شیئا اے قریش کے لوگو اپنی جانوں کو خرید لو میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ یا بنی عبد مناف لا اغنی عنکم من اللہ شیئا اے عبد مناف کے بیٹو میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا یا عباس ابن عبد المطلب لا اغنی عنک من اللہ شیئا اے میرے چچا عباس میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا یا صفیۃ عمۃ رسول اللہ لا اغنی عنک من اللہ شیئا اے صفیہ رسولؐ کی پھوپھی میں اللہ کے سامنے تیرے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ یا فاطمۃ بنت محمدؐ سلینی ما شئت من مالی لا اغنی عنک من اللہ شیئا اے میری بیٹی فاطمہ میرے مال میں سے مجھ سے جو چاہو مانگو میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ غرضیکہ ہر قبیلہ کو پکارا۔ رشتہ داروں کو نام بنام پکارا کہ اگر تمہارے اعمال اچھے نہیں تو پھر میری رشتہ داری اور میری رسالت خدا کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آسکتی اشتروا انفسکم یعنی اعمال صالح بجا لاؤ مطلق رشتہ داری کچھ کام نہیں آسکتی۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق اعلان فرمایا ان کے قریبی وہی شخص ہیں جو ان کے اصولوں کی پیروی کرتے ہیں اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اولی الناس بی المتقون میرے قریبی وہ شخص ہے جو متقی ہے اور خدا کے احکام پر چلتا ہے من کانوا وہ کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو، قریشی ہو یا عجمی ہو حیث کانوا کسی جگہ رہتا ہو۔ مکہ مدینہ کا رہنے والا ہو یا چین جاپان کا رہنے والا ہو کسی خاص قوم یا کسی خاص نسل سے تعلق رکھنا کوئی فخر کی بات نہیں اس سے خدا خوش نہیں ہوتا۔ ہاں اعمال میں نیکی ہو اخلاق و افکار میں بلندی ہو دل میں خدا کا خوف ہو تو خدا ایسے شخص سے خوش ہے۔

ایک شخص کا واقعہ

ایک شخص آیا عرض کی یا رسول اللہ مجھے آپؐ سے بہت محبت ہے میں آپؐ کے پاس سے ایک دم بھی جدا نہیں ہو سکتا اور جب علیحدہ ہوتا ہوں تو طبیعت پر بڑا صدمہ ہوتا ہے۔ آخرت میں میرا کیا حال ہوگا۔ آپؐ کا قرب مجھے حاصل نہیں ہو سکے گا آپؐ تو جنت کے اعلیٰ ترین مقام پر ہوں گے فرمایا المرء مع من احب یعنی انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ اگر دنیا میں تمہیں میرا ساتھ میسر ہے تو آخرت میں بھی تم میرے ساتھ ہو گے۔

ایک اور واقعہ

ایک بار دشمن حملہ آور ہوا آپ نے حذیفہؓ کو بلایا اور فرمایا اے حذیفہ لشکر سر پر ہے کون شخص ہے جو اس خطرہ کی حالت میں دشمن کے اندر جائے اور ان کی تعداد اور تیاری وغیرہ کی خبر لائے۔ اور ساتھ ہی فرمایا میں یقین دلاتا ہوں کہ ایسا شخص ضرور جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ یہ رفاقت کوئی معمولی نہیں رفاقت تقاضہ کرتی ہے کہ انسان رسول اللہ صلعم کے رنگ میں رنگین ہو جائے اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی پوری پوری اطاعت کرتا ہو۔

معصیت سے نعمت چھن جاتی ہے

اس رکوع میں حضرت ابراہیمؑ کی ایک دعا کا بھی ذکر ہے عرض کیا رب اجعل ھذا بلدا امنا اے ہمارے رب اس جگہ کو امن کی جگہ بنانا۔ وارزق اھلہ من الثمرات یہاں رزق کی فراوانی کر دینا قال ومن کفر فامتعہ قلیلا فرمایا یہاں کے رہنے والوں کو نعمتیں میسر آئیں گی۔ لیکن جس نے مال کی فراوانی اور سواریوں کی کثرت اور اقتدار اور عہدہ کے نشہ میں نافرمانی کی اور کفران نعمت کیا وہ تھوڑی مدت فائدہ تو اٹھالے گا ثم اضطرہ الی عذاب النار مگر اس کا انجام جہنم ہوگا۔ اس میں بھی ایک قیمتی اور مفید اصول بیان فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے ان الذنوب تغیر النعم یعنی معصیت سے نعمت چھن جاتی ہے اور یہ قانون تمام انسانوں اور تمام قوموں کے لئے یکساں طور پر موثر ہے

یہ رکوع ہمارے لئے بڑی برکات کا موجب ہے۔ ہم میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے۔ اور بتایا ہے کہ خدا تعالےٰ رسم و رواج کے بجا لانے سے خوش نہیں ہوتا۔ وہ انسان کے قلب میں حقیقت کے پیدا ہونے پر خوش ہوتا ہے اور معصیت کی زندگی اختیار کرنا خدا سے دوری کا موجب ہے۔ اس سے اس کی دی ہوئی نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں۔

طلبائے مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کی تعلیمی سیر

(بقیہ از صفحہ ۳)

افسران نے ہر جگہ تعاون کیا جس کے لئے سکول کے اساتذہ اور بچے شکر گزار ہیں۔

مختلف مقامات پر جماعتوں کے دوستوں نے امداد اور حسن اخلاق کا سلوک کیا۔ منڈی بہاء الدین کے دوست خصوصاً مولوی عبدالرؤف صاحب کا بہت شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے طلبہ کو آرام پہنچانے میں بہت امداد کی۔ اسی طرح راہوالی میں چوہدری بشیر احمد صاحب نے امداد فرمائی۔

فجزاھم اللہ خیرا

مسعود بیگ
ہیڈ ماسٹر
مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از صفحہ اول)

میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر بحثیں ہوتی ہیں اور اگرچہ نجیب اور سعید بھی ہماری جماعت میں بہت بلکہ یقیناً دوسو سے زائد ہی ہیں جن پر خدا تعالےٰ کا فضل ہے۔ جو نصیحتوں کو سُن کر روتے اور عاقبت کو مقدم رکھتے ہیں اور ان کے دلوں پر نصیحتوں کا عجیب اثر ہوتا ہے لیکن میں اس وقت کج دل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں اور میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے یہ کونسی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اس سے بلندی چاہتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے۔ اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرش زمین پسند نہ کروں۔ اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اس کے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اس کے لئے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہیئے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیئے کہ اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بر جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو۔ جب تک وہ اپنے تئیں ہر ایک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دُور نہ ہو جائیں خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے۔ اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اسکو اُٹھانا چاہتا ہے، اور اگر نہیں اُٹھتا تو چارپائی کو اُلٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گراتا ہے پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے۔ یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تب دل کباب ہوتا اور جلتا ہے، اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر میں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہے پھر میں کس خوشی کی امید سے لوگوں کو جلسہ کے لئے اکٹھے کروں یہ دنیا کے تماشوں میں سے کوئی تماشا نہیں۔ ابھی تک میں جانتا ہوں کہ میں اکیلا ہوں بجز ایک مختصر گروہ رفیقوں کے جو دوسو سے کسی قدر زیادہ ہیں جن پر خدا کی خاص رحمت ہے۔ جن میں سے اوّل درجہ پر میرے خالص دوست اور محب مولوی حکیم نورالدین صاحب اور چند اور دوست ہیں جن کو میں جانتا ہوں کہ وہ صرف خدا تعالےٰ کے لئے میرے ساتھ تعلق محبت رکھتے ہیں۔ اور میری باتوں اور نصیحتوں کو تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کی آخرت پر نظر ہے سو وہ انشاءاللہ دونوں جہانوں میں میرے ساتھ ہیں اور میں ان کے ساتھ ہوں۔ میں اپنے ساتھ ان لوگوں کو کیا سمجھوں جن کے دل میرے ساتھ نہیں جو اس کو نہیں پہچانتے جس کو میں نے پہچانا ہے اور نہ اس کی عظمتیں اپنے دلوں میں بٹھاتے ہیں اور نہ ٹھٹھوں اور بیراہیوں کے وقت خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور کبھی نہیں سوچتے کہ ہم ایک زہر کھا رہے ہیں جس کا بالضرور نتیجہ موت ہے۔ درحقیقت وہ ایسے ہیں جن کو شیطانی راہیں چھوڑنا منظور ہی نہیں۔ یاد رہے کہ جو میری راہ پر چلنا نہیں چاہتا وہ مجھ میں سے نہیں اور اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور جو میرے مذہب کو قبول کرنا نہیں چاہتا بلکہ اپنا مذہب پسندیدہ سمجھتا ہے وہ مجھ سے ایسا دُور ہے جیسا کہ مغرب مشرق سے وہ خطا پر ہے کہ سمجھتا ہے کہ میں اس کے ساتھ ہوں، میں بار بار کہتا ہوں کہ آنکھوں کو پاک کرو اور ان کو روحانیت کے طور سے ایسا ہی روشن کرو جیسا کہ وہ ظاہری طور پر روشن ہیں۔ ظاہری رویت تو حیوانات میں بھی موجود ہے مگر انسان اس وقت سوجاکھا کہلا سکتا ہے۔ جبکہ باطنی رویت یعنی نیک بد کی شناخت کا اس کو حصہ ملے اور پھر نیکی کی طرف جھک جاتے سو تم اپنی آنکھوں کے لئے نہ صرف چارپاؤں کی بینائی بلکہ حقیقی بینائی ڈھونڈو اور اپنے دلوں سے دنیا کے بُت باہر پھینکو کہ دنیا دین کی مخالف ہے جلد مرو گے اور دیکھو گے کہ نجات انہیں کو ہے کہ جو دنیا کے جذبات سے بیزار اور بری اور صاف دل تھے۔ میں کہتے کہتے ان باتوں کو تھک گیا کہ اگر تمہاری یہی حالتیں ہیں تو پھر تم میں اور غیروں میں فرق ہی کیا ہے لیکن یہ دل کچھ ایسے ہیں کہ توجہ نہیں کرتے اور ان آنکھوں سے مجھے بینائی کی توقع نہیں لیکن خدا اگر چاہے اور میں تو ایسے لوگوں سے اس دنیا اور آخرت میں بیزار ہوں۔ اگر میں صرف اکیلا کسی جنگل میں ہوتا تو میرے لئے ایسے لوگوں کی رفاقت سے بہتر تھا جو خدا تعالےٰ کے احکام کو عظمت سے نہیں دیکھتے اور اس کے جلال اور عزت سے نہیں کانپتے۔ اگر انسان بغیر حقیقی راستبازی کے صرف منہ سے کہے کہ میں مسلمان ہوں یا اگر ایک ہندو کا صرف زبان پر رد کی کا نام آوے تو کیا فائدہ ان طریقوں سے نہ وہ نجات پائے گا اور نہ وہ سیر ہوگا۔ کیا خدا تعالیٰ دلوں کو نہیں دیکھتا۔ کیا اس علیم و حکیم کی گہری نگہ انسان کی طبیعت کے پاتال تک نہیں پہنچتی۔

پس اے نادانو خوب سمجھو اے غافلو خوب سوچ لو کہ بغیر سچی پاکیزگی ایمانی اور اخلاق اور اعمال کے کسی طرح رہائی نہیں اور جو شخص ہر طرح سے گندہ رہ کر پھر اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے وہ خدا تعالےٰ کو نہیں بلکہ وہ اپنے تئیں دھوکہ دیتا ہے اور مجھے ان لوگوں سے کیا کام جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر نہیں اُٹھا لیتے اور رسول کریم کے پاک جُوئے کے نیچے صدق دل سے اپنی گردنیں نہیں دیتے اور راستبازی کو اختیار نہیں کرتے اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار ہونا نہیں چاہتے اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے اور ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے اور تکبر سے کرسیوں پر بیٹھتے ہیں اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے۔ مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے ہیں اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے ہیں اور کبھی شرارت اور تکبر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور اپنے رب کریم کو یاد رکھتے ہیں اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں، سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے نجات تیار کی گئی ہے جو شخص شرارت اور تکبر اور خود پسندی اور غرور اور دنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کی دوزخ سے اسی جہان میں باہر نہیں وہ اس جہان میں کبھی باہر نہیں ہوگا۔ میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں خدایا مجھے ایسے لفظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنا نور ڈالیں اور اپنا ترقیاتی خاصیت سے اُن کی زہر کو دُور کردیں میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر ایک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دُور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں۔ ہاں نماز پڑھتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ نماز کیا شئے ہے۔ جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہری سجدوں پر امید رکھنا طمع خام ہے جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا۔ صرف تقوےٰ پہنچتا ہے ایسا ہی جسمانی رکوع و سجود بھی ہیچ ہے جب تک دل کا رکوع و سجود و قیام نہ ہو۔ دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم ہو اور رکوع یہ کہ اس کی طرف جھکے اور سجدہ یہ کہ اس کے لئے اپنے وجود سے دستبردار ہو۔ سو افسوس ہزار افسوس کہ ان باتوں کا کچھ بھی اثر میں ان میں نہیں دیکھتا مگر دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کئے جاؤں گا اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے۔ اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اُٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ دعا کبھی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ ہاں میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں علم خدا تعالےٰ کے علم اور ارادہ میں بدبخت ازلی ہے جس کے لئے یہ مقدر ہی نہیں کہ سچی پاکیزگی اور خدا ترسی اس کو حاصل ہو تو اس کو اسے قادر خدا میری طرف سے بھی منحرف کر دے جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اور لا جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو۔ اب میری یہ حالت ہے کہ بیعت کرنے والے سے میں ایسا ڈرتا ہوں جیسا کہ کوئی شیر سے اسی وجہ سے کہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی دنیا کا کیڑا رہ کر میرے ساتھ پیوند کرے پس التوا جلسہ کا ایک یہ سبب ہے جو میں نے بیان کیا ۔

پیغامِ صلح کا آئندہ پرچہ

جنوری ۱۹۵۴ء کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔

ارشاداتِ نبوی

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

بڑوں کی تکریم اور چھوٹوں پر رحم کرو

ما اکرم شاب شیخا لسنہ الا قیض اللہ تعالیٰ من یکرمہ عند سنہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا زاد فی روایۃ ویامر بالمعروف وینہ عن المنکر۔ الترمذی انتخاب صحاح ستہ

ترجمہ:- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جوان شخص کسی بوڑھے کی تعظیم و عزت اس کی عمر کی وجہ سے کرے اللہ تعالےٰ اس شخص کو مقرر فرما دیتا ہے کہ اس کے بڑھاپے میں اس کی تعظیم کرے (یعنی اللہ تعالیٰ اس کی تعظیم کے لئے لوگوں کے دلوں کو متوجہ کر دیتا ہے) نیز فرمایا جو شخص چھوٹوں پر مہربانی نہیں کرتا اور بڑوں کی تکریم و تعظیم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں اور ایک روایت میں اتنا زیادہ لکھا ہے کہ وہ بھی ہم میں سے نہیں جو نیک کام . . . . کرنے کی ہدایت کرے اور برے کاموں سے منع نہ کرے (یہ وہ بلند پایہ اور پاکیزہ اخلاقی تعلیم ہے جو ایک چھوٹی سی قوم لے کر نکلی اور دنیا کی بڑی بڑی مادی طاقتوں کو سرنگوں کر دیا) ؎

سکھائی نہیں نوع انساں پہ شفقت ؛ کہا ہے یہ اسلامیوں کی علامت
کہ ہمسایہ سے رکھتے ہیں وہ محبت ؛ شب و روز پہنچاتے ہیں انکو راحت
وہ جو حق سے اپنے لئے چاہتے ہیں ؛ وہی ہر بشر کے لئے چاہتے ہیں (مسدس حالی)

آدابِ مہمان

فاستاذن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی بیت فقال أألج فقال صلی اللہ علیہ وسلم لخادمہ اخرج الیٰ ھذا فعلمہ الاستیذان فقل لہ قل السلام علیکم أأدخل فسمع الرجل ذالک فقال السلام علیکم أأدخل فاذن لہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ابوداؤد۔ ایضاً)

ترجمہ:- ایک شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر آیا اور آواز دی کہ کیا میں اندر آجاؤں حضور علیہ التحیات والسلام نے خادم کو فرمایا کہ اس شخص کے پاس جاؤ اور اسے اجازت حاصل کرنے کا طریق سکھاؤ اسے کہو کہ پہلے السلام علیکم کہے پھر آنے کی اجازت طلب کرے اس شخص نے یہ سن لیا اور کہا السلام علیکم کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ بس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت عطا فرمائی ؎

جاں فدائے دہنت یاد کہ در باغ نظر
چمن آرائے جہاں خوشتر ازیں غنچہ نہ بست (حافظ رحمہ)

ترجمہ:- میری جان تیرے (اے میرے نبی صلعم) منہ پر قربان ہو کہ اہل نظر کے گلستان تخیل میں چمنستان دہر کی آرائش کرنے والے (اللہ تعالیٰ) نے اس سے بہتر غنچہ نہیں بنایا۔

حفاظتِ نظر

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتیٰ باب قوم لم یستقبل الباب من تلقائہ وجہہ ولکن من رکنہ الایمن او الایسر ثم یقول السلام علیکم وذالک لان الدور یومئذ لم یکن علیہا ستور۔ (ابوداؤد ایضاً)

ترجمہ:- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے گھر آتے تو دروازے . . . . کے سامنے سے نہ آتے بلکہ دائیں یا بائیں طرف سے آتے اور پھر فرماتے السلام علیکم اس کی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں دروازوں کے آگے پردے نہ ہوتے تھے ؎

خلق را مے تواں شناخت بدو ؛ کہ نمایاں است نقش صدق و درد
ہر کہ زو دور از صفا دور است ؛ دلش از صد حجاب مستور است (مسیح موعودؑ)

خلق (انسانیت) کی شناخت اسی وجود باجود سے حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ صداقت کے تمام نقوش (جو انسانیت کا طغرائے امتیاز ہیں) اسی بابرکت وجود میں اُجاگر ہیں۔ جو اس رحمۃ للعالمین سے دور ہے وہ صدق و صفا سے دور ہے اس کا دل سینکڑوں غلافوں کے اندر لپٹا ہوا ہے جہاں آفتاب صداقت کی کرنوں کی پہنچ نہیں ؎

افسر صاحب جلسہ سالانہ کا مکتوب گرامی

برادرانِ ملت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امسال حسب معمول جلسہ سالانہ ۲۵ر ۲۶ر ۲۷ر دسمبر ۱۹۵۳ء کو قرار پایا ہے۔ ہمارا سالانہ اجتماع کوئی عرس یا میلہ نہیں اور نہ ہی لیکچر بازی کا میدان ہے۔ بلکہ اس کی غرض و غایت باہم مل کر مشورے سے ان وسائل اور ذرائع پر غور کرنا ہے جو دنیا میں اشاعت اسلام کے لئے ممد و معاون ہوں اور اجتماعی رنگ میں خدا کے حضور سربسجود ہو کر اسلام کی کامیابی اور اس کی توفیق کے لئے دعا کرنا ہے کہ وہ اس نیک ارادے میں ہماری نصرت فرمائے۔ مزید براں اس اجتماع کی ایک غرض یہی ہے کہ ملک بھر میں بکھرے ہوئے احباب ایک جگہ جمع ہو کر اخوت، محبت اور ارتباط پیدا کریں اور اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھائیں اور ان کی رفتار گفتار نشست و برخاست اس الٰہی سلسلہ کی روایات کے مطابق ہو اس مٹھی بھر جماعت نے جو ایثار اور قربانی کا نمونہ دکھایا ہے وہ قابل رشک ہے۔ اور اس کی یاد کو پھر تازہ کریں۔

انجمن کی مالی مشکلات کے پیش نظر کفایت شعاری کی اشد ضرورت ہے۔ میں انشاء اللہ العزیز اپنی طرف سے مہمانوں کے آرام و آسائش اور خورد و نوش کے لئے پوری پوری کوشش کروں گا اور احباب سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ ان تین ایام کو مجاہدانہ رنگ میں گذاریں گے اور صبر و تحمل سے کام لے کر معمولی شکایات سے در گذر فرمائیں گے۔

ہم اس وقت ایک ایسے دور سے گذر رہے ہیں کہ اندرونی اور بیرونی مشکلات اس نیک مقصد کے حصول میں حائل ہیں۔ اگر ایک طرف ہماری قوم اس مقصد سے غافل ہے تو دوسری طرف دشمنان اسلام اپنے وسیع ذرائع اور مادی ترقی کے بل بوتے پر اسلام کو بدنام کرنے اور مٹانے کے درپے ہیں۔ اس وقت اسلامی دنیا موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ ان سب امور کا علاج اشاعت اسلام میں مضمر ہے۔ اور دنیا کا امن بھی اس سے ہی وابستہ ہے۔ ہماری ذمہ داری بہت اہم ہے بلکہ میں کہوں گا کہ ہماری زندگی کا انحصار بھی اسی فریضہ کی ادائیگی میں پنہاں ہے۔ اگر ہم نے اس میں تغافل برتا تو مابہ الامتیاز اُٹھ جائے گا اور اس جماعت کی غرض فوت ہو جائے گی۔ سنت اللہ اٹل ہے اور قانون الٰہی کسی کی رعایت نہیں کرتا پس ضرورت ہے کہ ہماری تمام تر توجہ صرف اسی مقصد پر مرکوز ہو۔

ہمارے سالانہ اجتماع کی غرض و غایت کو جماعت کے ذہن نشین کرانے کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الرحمۃ کی اپنی تحریر آئندہ شمارہ میں درج کی جائے گی۔ امید ہے کہ احباب اس کو توجہ سے پڑھ کر اس پر عمل پیرا ہوں گے۔

جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنی پہلی فرصت میں جلسہ پر آنے والے احباب کی تعداد سے مجھے مطلع فرمائیں گے۔

مہربانی فرما کر بستر ہمراہ لائیں۔ والسلام

وما توفیقی الا باللہ

ڈاکٹر غلام محمد
افسر جلسہ سالانہ

تحقیقاتی عدالت میں سابق انسپکٹر جنرل پولیس میاں انور علی کا بیان

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

لاہور ۲۱ دسمبر۔ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں پنجاب کے سابق انسپکٹر جنرل پولیس میاں انور علی نے جو بیان دیا اس کا ابتدائی حصہ "ملت" کے دیروزہ اشاعت میں آچکا ہے باقی بیان کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

سوال :- کیا آپ نے یہ محسوس کیا تھا کہ احمدیوں کے خلاف تحریک ایسی صورت اختیار کر رہی تھی جو خطرناک امکانات کی حامل تھی؟

جواب :- جی ہاں مجھے تحریک کے امکانات کا احساس ۱۹۵۰ء سے تھا اور میرا تحریری بیان ظاہر کرے گا کہ یہ خیال میں نے نہایت واضح الفاظ میں حکومت کے سامنے رکھا تھا۔

گواہ نے کہا میں وقتاً فوقتاً حالات کا مقابلہ کرنے کی مختلف تجاویز پیش کرتا رہا تھا۔

میاں انور علی سے پوچھا گیا کیا صوبائی حکومت نے اتنی سختی سے کارروائی کی جتنی اسے کرنی چاہیئے۔ انہوں نے کہا جون ۱۹۵۲ء میں کچھ کارروائی کی گئی تھی۔ اس وقت جلسے بند کر دیئے گئے تھے اور کچھ گرفتاریاں عمل میں آئی تھیں۔ جب کبھی ہم حکام اعلےٰ سے پوچھتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ مرکزی حکومت ہی کو جو ان مطالبات کا فیصلہ کرنے کی مجاز ہے کوئی کارروائی کرنی چاہیئے ادھر احرار نے بھی یہ خیال پھیلا رکھا تھا کہ وہ مرکزی حکومت سے گفت و شنید کر رہے ہیں اور انہیں امید ہے کہ فیصلہ ان کے حق میں ہوگا۔ ایک بار میں نے وزیر اعلیٰ سے بھی اس مسئلہ پر گفتگو کی تھی۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے کارروائی کر دی مرکزی حکومت مطالبات تسلیم کر لے تو میری پوزیشن بہت خراب ہو جائے گی۔

سوال :- کیا مسٹر قربان علی خاں جو اس وقت انسپکٹر جنرل پولیس تھے، تحریک کے متعلق کوئی تفکرات رکھتے تھے؟

جواب :- وہ بھی تحریک کے متعلق بڑے فکرمند تھے۔ اور اسے حد درجہ خطرناک خیال کرتے تھے۔ انہوں نے میری ایک رپورٹ گورنر کے پاس خاص طور پر بھیجی تھی تاکہ وہ حالات سے آگاہ ہو جائیں۔ میرا خیال ہے یہ اکتوبر ۱۹۵۲ء کا واقعہ ہے۔ گورنر نے اس پر صرف دستخط کر کے اسے واپس بھیجدیا۔

سوال :- مسٹر قربان علی خاں نے یہ رپورٹ گورنر کو کس خیال سے بھیجی اور وزیر اعلیٰ کو کیوں نہ بھیجی؟

جواب :- غالباً انہوں نے یہ خیال کیا ہوگا کہ اس طرح مرکزی حکومت حالات سے مطلع ہو جائے گی۔

سوال :- کیا ۱۹۵۰ء میں آپ نے تجویز پیش کی تھی کہ احرار کو غیر قانونی جماعت قرار دے دیا جائے؟

جواب :- جی ہاں۔

سوال :- کیا آپ کا خیال ہے کہ اگر احرار کو غیر قانونی جماعت قرار دیدیا جاتا تو ۱۹۵۲ء میں کچھ نہ ہوتا؟

جواب :- جی ہاں کچھ بھی نہ ہوتا۔

سوال :- کیا آپ نے ۱۹۵۲ء میں پھر یہ تجویز پیش کی تھی کہ انہیں غیر قانونی جماعت قرار دے دیا جائے؟

جواب :- جی ہاں - میرا خیال ہے اگر انہیں اس وقت بھی غیر قانونی جماعت قرار دے دیا جاتا تو حالات پر قابو پایا جا سکتا تھا۔

سوال :- آپ وقتاً فوقتاً حکومت کو مناسب تجاویز پیش کرتے رہتے تھے کہ جو حالات پیدا ہو رہے ہیں ان پر قابو پانے کے لئے کیا کیا جائے کیا آپ کو یہ محسوس ہوا تھا کہ حکومت آپ کی تجاویز پر مناسب عمل نہیں کر رہی تھی؟

جواب :- مجھے احساس تھا سابقہ حکومت میں زیادہ مستعدی سے اور زیادہ موثر طریق پر کارروائی کی جاتی۔

سوال :- آپ نے جو کارروائی تجویز کی تھی امن و قانون سے متعلق تھی۔ ہم یہ فرض کئے لیتے ہیں کہ یہ کارروائی صوبائی حکومت کے متعلق تھی۔ کیا اس صورت میں صوبائی حکومت امن و قانون کے تحفظ کے لئے کوئی کارروائی کرنے کی صورت میں اس سے ہراساں ہوتی کہ مرکزی حکومت نے مطالبات کے متعلق کوئی واضح فیصلہ نہیں کیا تھا؟

جواب :- اس کا جواب ہاں بھی ہے اور نہیں بھی۔ ایسی تحریکوں کے سلسلہ میں جو ملک بھر میں پھیلی ہوئی ہوں کسی صوبائی حکومت کا بڑے پیمانہ پر کوئی ایسا قدم اٹھانا اچھا نہیں سمجھا جاتا جس کے نتیجہ میں شاید کسی دوسری صوبائی حکومت کو پریشانی لاحق ہو۔ دوسری طرف نظم و ضبط کے سلسلہ میں قانونی پوزیشن کی بناء پر صوبائی حکومت کو خود بخود کارروائی کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

سوال :- کیا مرکزی حکومت نے یہ واضح نہیں کر دیا تھا کہ صوبائی حکومت تحفظ امن و قانون کے متعلق کارروائی کرے؟

جواب :- میرے علم کے مطابق جون ۵۲ء سے پیشتر صرف ایک مراسلہ مرکزی حکومت کی طرف سے آیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ مرکزی حکومت کسی فرقہ وارانہ تحریک کو پسند نہیں کرتی۔

سوال :- کیا آپ نے اور مسٹر قربان علی خاں نے پیشگوئی کی تھی کہ اگر کوئی سخت کارروائی نہ کی گئی تو کیا ہوگا؟

جواب :- ہم نے کہا تھا کہ ایسا نہ ہوا تو سخت کشت و خون اور نقض امن ہوگا۔

سوال :- کیا [illegible] پیشگوئی درست ثابت ہوئی؟

جواب :- جی ہاں۔

مرکزی ہدایات

حکومت پنجاب کے وکیل چوہدری فضل الٰہی کی جرح کا جواب دیتے ہوئے میاں انور علی نے اعتراف کیا کہ ستمبر ۱۹۵۱ء میں مرکزی حکومت نے اپنی پالیسی کے متعلق ایک مراسلہ بھیجا تھا جس میں صوبائی حکومتوں پر زور دیا گیا تھا کہ مذہبی تنازعوں کو معقولیت کی حدود سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے اور ان تنازعوں کو اس حد تک نہ پہنچنے دیا جائے کہ امن عامہ کے لئے کوئی خطرہ پیدا ہو جائے مرکزی حکومت نے اس مراسلہ میں یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ مخاصمت پسندانہ اور جارحانہ قسم کی فرقہ وارینہ کو بڑی سختی سے دبا دینا چاہیئے۔

میاں انور علی نے اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ جولائی ۱۹۵۲ء میں بھی مرکزی حکومت نے ایک مراسلہ بھیجا تھا جس میں ان ہدایات کا اعادہ کیا گیا تھا۔

سوال :- جب آپ نے اپنی تجاویز پیش کی ہیں۔ کیا اس وقت مرکزی حکومت کا ستمبر ۱۹۵۱ء کا مراسلہ آپ کے ذہن میں تھا؟

جواب :- ہماری تجویزوں میں سے ایک اس مراسلہ کے موصول ہونے سے پہلے ہی پیش کی گئی تھی۔

سوال :- کیا آپ نے کسی ایسے شخص کے خلاف کوئی کارروائی کی جو عامتہ المسلمین اور احمدیوں کے درمیان نفرت و حقارت پھیلا رہا تھا۔

جواب :- ہاں بعض اشخاص گرفتار کئے گئے۔ مثلاً غازی سراج الدین منیر کو سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کیا گیا۔ مولانا محمد علی جالندھری کے خلاف نفرت و حقارت پھیلانے والی تقریریں کرنے کے الزام میں دفعات ۱۲۴ الف اور ۱۵۳ الف کے تحت کیس رجسٹر کیا گیا۔ پھر دفعہ ۳۰۲/۱۱۵ کے تحت غازی سراج الدین کے خلاف اس الزام میں کیس رجسٹر کیا گیا کہ وہ احمدیوں کے خلاف تشدد پر اُبھار رہے ہیں، اور ان کی جائداد کو لوٹنے کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ اس کے بعد عمومی کارروائی ہوئی اور فرقہ وارانہ جلسوں پر پابندی لگا دی گئی۔ پھر ماسٹر تاج الدین انصاری اور شیخ حسام الدین، صاحبزادہ فیض الحسن اور گجرات، سرگودھا اور جہلم کے متعدد افراد کو گرفتار کیا گیا تھا۔

اس سوال کے جواب میں کہ آیا یہ تمام لوگ بعد میں رہا کر دیئے گئے تھے۔ میاں انور علی نے کہا ماسٹر تاج الدین انصاری اور شیخ حسام الدین کو چھ چھ مہینہ کی قید سخت کی سزا ہوئی تھی۔ لیکن وزیر اعلےٰ کے حکم سے ان دونوں کو بعد میں رہا کر دیا گیا۔ صاحبزادہ فیض الحسن کے خلاف مقدمہ واپس لیا گیا۔ یہ بھی وزیر اعلیٰ کے زیر ہدایت واپس لیا گیا۔

سوال :- کیا ان افراد کو رہا کرنے، اور صاحبزادہ فیض الحسن پر سے مقدمہ واپس لینے سے پہلے مرکزی حکومت سے مشورہ کیا گیا تھا؟

جواب :- مجھے معلوم نہیں۔ دفعہ ۱۴۴ کے تحت کئی مقدمے تھے جن میں صاحبزادہ فیض الحسن کا مقدمہ بھی شامل تھا۔ یہ تمام وزیر اعلیٰ کے حکم سے واپس لے لئے گئے۔ مقدموں کا اتنا صحتمندانہ اثر ہوا کہ احرار وفد کی صورت میں وزیر اعلےٰ کے پاس گئے اور انہیں تحریری طور پر یقین دلایا کہ وہ تحریک کو قانون کی حد میں رکھیں گے اور احمدیوں کی حفاظت کریں گے لیکن یہ وعدہ انہوں نے پورا نہ کیا۔

سوال :- کیا آپ کے خیال میں ان مقدمات کا واپس لینا اور سزا یافتہ اشخاص کو رہا کرنا نقصان رساں تھا؟

جواب :- مجھ سے مشورہ کیا جاتا تو میں کہہ دیتا کہ یہ اقدام نقصان رساں ہے۔

سوال :- کیا آپ یہ مشورہ اس لئے دیتے کہ آپ جانتے تھے احرار اپنا وعدہ پورا

نہیں کریں گے؟

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ مرکزی حکومت کے ۱۱ر جولائی کے مراسلہ کا یہ جملہ کس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ حکومت پاکستان اس کارروائی کو اطمینان و تسلی کی نگاہ سے دیکھتی ہے جو حکومت پنجاب نے فرقہ وارانہ تحریک کے متعلق کی ہے؟

جواب:۔ اس جملہ کا اشارہ اس کارروائی کی طرف ہے جو حکومت پنجاب نے جون ۱۹۵۲ء میں کی تھی۔ اس کارروائی کے تحت احرار رہنماؤں پر مقدمے چلائے گئے تھے اور دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کی رو سے احکام جاری کئے گئے۔

وزیر اعلیٰ سے ملاقات

سوال:۔ کیا ۲۴ر دسمبر ۱۹۵۲ء کو کوئی ایسی ملاقات ہوئی جس میں وزیر اعلیٰ، ہوم سیکرٹری اور آپ شریک تھے؟

جواب:۔ مجھے یاد نہیں۔

گواہ نے اس کے بعد فائل دیکھ کر کہا۔ ہاں ایسی ملاقات ہوئی تھی۔

سوال:۔ یہ ملاقات کیوں ہوئی تھی؟

جواب:۔ یہ ملاقات ذیل کے اس نوٹ پر غور کرنے کے لئے ہوئی تھی جو میں نے ۲۴ر اکتوبر ۱۹۵۲ء کو لکھا تھا:۔

"احرار رہنماؤں کی تقریریں نہ صرف زہریلی ہیں بلکہ نازیبا اور اشتعال انگیز بھی ہیں۔ کانفرنسوں میں کوئی کمی نہیں آئی اور نفرت و حقارت کے بیج بوئے جا رہے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ ایسی شرانگیز تقریروں کے باعث سید عطاء اللہ شاہ بخاری پر پابندی کیوں نہ عاید کی جائے۔ میں نے ایک بار سفارش کی تھی کہ ان کی نقل و حرکت کو ملتان یا مظفرگڑھ کے اضلاع تک محدود کر دیا جائے۔ میں ایک بار پھر حکومت کو اسی پابندی کی تجویز پیش کرتا ہوں۔ پڑھا لکھا ذہین و فطین طبقہ اس قسم کی تقریروں سے تنگ آنے لگا ہے۔ ایسی تقریریں پوری قوم کو خراب کر رہی ہیں۔"

میری یہ تجویز منظور نہیں کی گئی۔ لیکن فیصلہ یہ ہوا کہ کارروائی صرف اسی صورت میں ہو۔ جب کوئی تقریر عام قانون کی دفعات کی خلاف ورزی کرے۔ اس کے علاوہ کسی قسم کی کارروائی ضروری نہیں۔

سوال:۔ ایسی ملاقات کرنے کی تجویز کا آغاز کیونکر ہوا؟

جواب:۔ اس کا آغاز سٹینوگرافر کی اس رپورٹ سے ہوا جو لائل پور میں ۲۰ر اور ۲۱ر ستمبر ۱۹۵۲ء کو ہونیوالی آل پارٹیز مسلم کنونشن کی تقریروں پر مشتمل تھی۔ اس کانفرنس میں ماسٹر تاج الدین انصاری صاحبزادہ فیض الحسن لائلپور کے مسٹر تاج محمد محمود سید مظفر علی شمسی اور مولانا داؤد غزنوی نے تقریریں کی تھیں۔

سوال:۔ تقریروں کی آپ کو جو رپورٹ ملی تھی اس میں کیا کوئی خرابی تھی؟

جواب:۔ چوہدری سپرنٹنڈنٹ پولیس نے جو احرار سے تعلق رکھنے کے معاملات کے انچارج تھے سٹینوگرافروں کی رپورٹ اپنے نوٹ کے ساتھ بھیجی اس میں لکھا تھا کہ تمام تقریروں بالخصوص سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر کا انداز قابل اعتراض ہے۔ اس معاملے کے متعلق جو کارروائی ہوئی وہ مسل نمبر ۱ (۲) ۱۲۷ ایس۔بی میں درج ہے۔ اکتوبر نومبر، دسمبر میں آل پارٹیز مسلم کنونشن کی متعدد کانفرنسیں مختلف ناموں سے ہوئیں۔ ان سب کا مقصد یہ تھا کہ مطالبات کے متعلق ہمدردانہ فضا پیدا کی جا سکے۔ اور رائے عامہ کو ان کے حق میں اور احمدیوں کے خلاف منظم کیا جائے۔

انہوں نے کہا ۱۹ر اور بیس نومبر ۱۹۵۲ء کو شجاع آباد میں ایک ختم نبوت کانفرنس ہوئی تھی جس میں بڑے بڑے مقررین، مولانا محمد علی جالندھری مرزا غلام نبی جانباز، شیخ حسام الدین، مولوی غلام غوث سرحدی، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری تھے، ان کی تقریروں کی رپورٹ مسل نمبر ۱ (۲) ۱۳۰ ایس بی میں درج ہے۔ اس فائل پر سب سے پہلا نوٹ چوہدری نذیر احمد کا ہے جس کی بنا پر میں نے سفارش کی تھی کہ حکومت ایک مرتبہ پھر احرار رہنماؤں بالخصوص سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا محمد علی جالندھری کو تنبیہ کرے۔ میں نے لکھا تھا کہ حکومت ایسی وحشیانہ تقریریں برداشت نہ کرے عوام غلط راہ پر لگ رہے ہیں۔ صحیح طریق کار یہ ہے کہ ان دونوں رہنماؤں پر مقدمہ چلایا جائے۔

کوئی کارروائی نہیں ہوئی

چونکہ مرکزی حکومت نے احرار کے متعلق اپنے موقف کی وضاحت سے انکار کر دیا تھا اور حکومت پنجاب تنہا کوئی کارروائی نہیں کر سکتی تھی اس لئے میں نے یہ تجویز پیش کی کہ ہوم سیکرٹری یا چیف سیکرٹری تنبیہ کر دیں اس شخص کی یہ سفارش ۲۴ر دسمبر کی اس ملاقات میں ہونے والی گفتگو اور فیصلہ کا موضوع تھی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ اس باب میں کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔

ان ایام میں سی۔آئی۔ڈی نے حکومت کی اطلاع کے لئے مجلس احرار اور متعلقہ جماعتوں کی کارگذاریوں پر ہفتہ وار نوٹ لکھنے کا دستور بنا لیا یہ نوٹ چوہدری نذیر احمد لکھتے اور میری وساطت سے اکثر میرے تبصرے کے ساتھ حکومت کو پیش کئے جاتے۔

میاں انور علی نے کہا مجھے یہ اطلاع ملی کہ ۲ سے ۸ر دسمبر ۱۹۵۲ء تک چنیوٹ میں ختم نبوت کانفرنس ہوئی جس میں اہم ماسٹر تاج الدین، مولوی حبیب، مولوی محمد علی جالندھری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، سید مظفر علی شمسی، شیخ حسام الدین مرزا غلام نبی جانباز اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری تھے۔

سٹینوگرافروں نے ان تقریروں کی جو رپورٹ لکھی ہے وہ مسل نمبر ۱ (۲)۔۱۰۰۔ ایس بی جلد اول میں درج ہے۔

سوال:۔ کیا آپ نے کوئی سفارشات کی تھیں؟

جواب:۔ میں نے اس مسل پر لکھا کہ یہ تقریریں عام انداز میں کی ہیں اور ان کا مقصد بدامنی پھیلانا ہے۔ یہ مسل وزیر اعلیٰ نے دیکھی تھی۔

سفر شپ کے دوران میں بعض خطوط چوہدری نذیر احمد کے علم میں آئے۔ انہوں نے ایک نوٹ لکھ کر اسے چیف جی آئی (سی آئی ڈی) کی وساطت سے مجھے پیش کیا۔ میں نے مسل نمبر ۱ (۲) ۱۰۲ پر ذیل کا نوٹ لکھا:۔

"احرار کے جلسوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے ایک بار پھر صوبہ بھر کی مساجد میں نیا موضوع یہی بن گیا ہے کہ حکومت احمدیوں کے خلاف کارروائی کرے سادہ لوح عوام کے جذبات کو بتدریج برانگیخت کیا جا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جوش اس حد تک بڑھ جائے کہ تشدد کے واقعات رونما ہونے لگیں، حالات اب بڑی تیزی سے منازل ارتقاء طے کر رہے ہیں۔ آج لاہور میں تشدد کے دو واقعات ہوئے ہیں۔ قانون کا احترام کرنے والے شہریوں کو اس باب میں شک ہونے لگا ہے کہ حکومت اس صورت حال پر قابو پانے کی اہلیت رکھتی ہے یا نہیں"

میاں انور علی نے بتایا کہ یہ نوٹ یکم فروری ۱۹۵۳ء کا ہے میں نے یہ ہوم سیکرٹری کے پاس بھیجا جنہوں نے چیف سیکرٹری اور وزیر اعلیٰ کو یہ مسل بھیجدی۔

ہڑتال

میاں انور علی نے مزید کہا کہ ۱۴ر فروری کو لاہور میں وزیر اعظم کی آمد پر ہڑتال ہوئی اور تشدد کے بعض واقعات بھی رونما ہوئے۔

انہوں نے کہا مجھے تفصیلات تو یاد نہیں لیکن میں نے ایک نوٹ ضرور لکھا تھا۔ جو سی۔آئی۔ڈی کے دفتر میں موجود ہوگا۔

مسل نمبر ۱۷ (۴) ۱۸ دیکھ کر میاں انور علی نے ان واقعات کی تفصیل یہ بیان کی:۔

۱۔ ہڑتال میں حصہ نہ لینے والوں کا منہ کالا کیا گیا۔

۲۔ دیال سنگھ کالج سے باہر نکل کر جو ہڑتال میں شریک نہیں ہوئے ان پر اینٹیں پھینکی گئیں۔

۳۔ ایک کار پر اینٹیں پھینکی گئیں، اور اس کے شیشے توڑ دیئے گئے۔

۴۔ تعلیم الاسلام کالج کے طلبا اور بعض مظاہرین نے ایک دوسرے پر اینٹیں چلائیں اس گولہ اندازی سے کالج کا بڑا پھاٹک ٹوٹ گیا۔ جلوس والوں میں ایک طالب علم شامل تھا اس کے سر پر چوٹ لگی۔

۵۔ وزیر خارجہ کا نقلی جنازہ نکالا گیا۔

۶۔ وزیر اعلیٰ کو گالیاں دی گئیں۔

۷۔ یہ ہڑتال مجلس عمل کے زیر اہتمام ہوئی تھی۔

سوال:۔ کہا گیا ہے کہ پولیس بھی مجلس عمل سے تعاون کر رہی تھی۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب:۔ یہ ہوتا تو ہم وہ نوٹ نہ لکھ سکتے جو عدالت نے ملاحظہ فرمائے ہیں۔

سوال:۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ کے علم کے ... بغیر بعض چھوٹے عہدیداروں نے ہڑتال کرانے والوں سے تعاون کیا ہو؟

جواب:۔ ناممکن ہے کہ پولیس والوں نے ہڑتال کرانے میں تعاون کیا ہو اور یہ بات ہمارے علم میں نہ آئی ہو۔

میاں انور علی نے کہا کہ ۱۳ر جولائی کو میں نے آل پارٹیز مسلم کنونشن کی جملہ کارگذاریوں اور فیصلوں کا خلاصہ مرتب کیا تھا۔ یہ مسل نمبر ۱ (۲) ۱۱۰ میں درج ہے۔ اس میں ان تقریروں کے اقتباسات شامل ہیں جو ۱۳ر جولائی کو برکت علی محمڈن ہال میں کی گئیں۔ یہ خلاصہ ہوم سیکرٹری اور انسپکٹر جنرل پولیس کے پاس بھیجا گیا۔ انہوں نے اس پر ایک نوٹ لکھا۔ یہ وزیر اعلیٰ کی نظر سے بھی گذرا ہے۔

انہوں نے کہا کہ میرا خیال یہ نہیں ہے کہ ۱۳ر جولائی کی کنونشن کے بعد نظم و ضبط کی حالت زیادہ خراب ہو گئی تھی مگر یہ ضرور ہوا کہ اس کے بعد منظم پروپیگنڈا کیا گیا۔ جلسوں کا اہتمام ہوا۔ رضاکار بھرتی کئے گئے اور فنڈ جمع کئے گئے اس کے علاوہ احمدیوں کا سوشل بائیکاٹ کیا جانے لگا۔ یہ تحریک بھی شروع کی گئی کہ احمدیوں کو دوسرے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے گوجرانوالہ میں کھانے پینے کی چیزوں کی دکانوں میں احمدیوں کے لئے علیحدہ برتن رکھے گئے۔

سوال:۔ کیا کنونشن کے بعد بعض لوگوں کے عقاید زبردستی تبدیل کئے گئے۔

جواب:۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ عقاید جبراً تبدیل کئے گئے لیکن میرا خیال ہے

کہ بعض مقامات پر بعض احمدیوں نے تحریک چلانے والوں کی برملی نفرت کی عام فضا میں اس خوف سے اپنا عقیدہ ترک کر دیا کہ انہیں ہراساں کیا جائیگا۔

مولانا اختر علی خان کی گرفتاری کا حکم ۲۸ فروری کو دیا گیا۔ ان کا وارنٹ گرفتاری جاری ہوا لیکن انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ ایسی صورت میں تحریری معافی مانگیں گے جو حکومت کو قبول ہو۔ وہ اس وقت تھانہ سول لائن میں تھے اور میں گورنمنٹ ہاؤس میں تھا۔ خان ذوالقرنین خان یہ اطلاع لیکر میرے پاس آئے۔ وہ پوچھنا چاہتے تھے کہ اختر علی خان کو گرفتار کیا جائے یا ان سے یہ تحریر لے لی جائے۔

میں نے ان سے کہا کہ وزیر اعلیٰ کے گھر جاکر ان سے حکم لے آئیں۔

گورنمنٹ ہاؤس میں گورنر جنرل اور گورنر دونوں موجود تھے۔ میں نے یہ اطلاع انہیں بھی دیدی۔ خان ذوالقرنین نے واپس آکر بتایا کہ وزیر اعلیٰ اس بات پر راضی ہو گئے ہیں کہ مولانا اختر علی خان امن برقرار رکھنے کی مناسب تحریر دے دیتے ہیں تو انہیں گرفتار نہ کیا جائے۔ یہ فیصلہ اختر علی خان کو سنا دیا گیا۔ جنہوں نے یہ وعدہ لکھ دیا جسے ضروری ترمیم کے بعد رسمی صورت عطا کر دی گئی۔ یہ تحریر اگلے روز گورنر جنرل کو دکھائی گئی۔

انہوں نے کہا کہ کراچی کانفرنس میں "زمیندار" کو بند کر دینے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

سوال:۔ کیا ان ہدایات پر عمل کیا گیا تھا؟

جواب:۔ زمیندار کو بند کرنے کا ایک حکم منظور کرکے عملدرآمد کے لئے بھیج دیا گیا تھا۔ اختر علی خان نے احمدیوں کے خلاف اپنے رویے کو ترک کرنے اور نظم و ضبط اور امن قائم رکھنے کے سلسلہ میں حکومت کی مدد کا ... تھا۔ اس پیشکش کو وزیر اعلیٰ کے سامنے پیش کیا گیا تھا جنہوں نے اس حکم کو معرض التوا میں رکھنے کے لئے کہا تھا۔

کراچی میں گرفتاریوں سے فوراً پہلے میرے علم میں یہ بات آئی تو ماسٹر تاج الدین نے مولانا اختر علی خان کو ایک خط کے ذریعہ کہا کہ وہ اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش نہ کریں بلکہ تحریک کی دوسری شکلوں میں تنظیم کریں۔

سوال:۔ وزیر اعلیٰ یا میر نور احمد سے احرار کے کسی مبینہ وعدے کی آپ کو اطلاع دی گئی تھی؟

جواب:۔ جی نہیں۔

برطانیہ کی مخالفت

مجلس احرار کی طرف سے مسٹر مظہر علی اظہر نے جرح کرتے ہوئے میاں انور علی سے پوچھا کیا احرار برطانوی حکمرانی کے خلاف تھے اور کیا انہوں نے آزادی کی جدوجہد کے لئے کانگرس سے الحاق کر رکھا تھا؟

اس سوال کا دوسرا حصہ عدالت کی طرف سے تجویز کیا گیا۔ اس کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ دراصل احرار مسلمانوں کی واحد جماعت تھی جو علانیہ طور پر برطانیہ کے خلاف احتجاج کر رہی تھی۔ پھر مسلم لیگ میدان میں آگئی۔

سوال:۔ کیا یہ درست ہے کہ جہاں مسلمانوں کے مفاد کا تعلق تھا، احرار اس بات کی پرواہ کئے بغیر میدان میں اتر آتے تھے کہ آیا اس سے کانگرس خوش ہوتی ہے یا ناراض؟

جواب:۔ مسلم لیگ تحریک کے فروغ پانے تک احرار نے مسلمانوں کے مفاد کے لئے احتجاج کیا۔ لیکن اس کے بعد نہیں۔

انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ سنہ ۱۹۴۰ء میں میدان میں آئی تھی۔

ان سے پوچھا گیا کہ کیا احرار نے سنہ ۱۹۴۷ء کے بعد بھی ملک کی تقسیم کے خلاف کوئی قرارداد منظور کی تھی؟

جواب:۔ مجھے اس قسم کی کسی قرارداد کا تو علم نہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ احرار نے سنہ ۴۶-۱۹۴۵ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کے خلاف امیدوار کھڑے کئے تھے یہ بات واضح طور پر بتاتی ہے کہ احرار مسلم لیگ کے نظریات کے خلاف تھے۔

انہوں نے کہا کہ مجھے علم ہے کہ احرار نے سنہ ۱۹۴۳ء میں حکومت الٰہیہ قائم کرنے کے لئے ایک قرارداد منظور کی تھی۔

سوال:۔ کیا احرار کا دعوےٰ یہ نہیں تھا کہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت بننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے اور لے یونینسٹوں کے خلاف انتخابات لڑنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ اور احرار یو پاکستان کے وجود میں آنے کی خود مخالفت نہیں کر رہے تھے؟

جواب:۔ جی ہاں، احرار بعض دوسری مسلمان جماعتوں اور کانگرس نے کہا تھا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ ..... جماعت نہیں ہے اس لئے اسے دوسرے مسلمان امیدواروں کو انتخاب لڑنے کی اجازت دینی چاہیئے لیکن دوسرے مسلمان جماعتیں قیام پاکستان کے حق میں نہیں تھیں۔

سوال:۔ کیا یونینسٹ پارٹی اپنے سکھ ہندو اور دوسرے مسلمان ارکان سمیت قیام پاکستان کے خلاف تھی؟

جواب:۔ جی ہاں۔ وہ برطانیہ کے اشارے پر چل رہے تھے۔

یہ درست ہے کہ سنہ ۱۹۳۷ء میں سر سکندر حیات اور ان کی پارٹی مسلم لیگ میں شامل ہو گئی تھی۔ لیکن پاکستان کے لئے اصل جدوجہد سنہ ۱۹۴۰ء میں شروع ہوئی۔ یہ بھی درست ہے کہ انہوں نے قرارداد پاکستان کی حمایت کی تھی سنہ ۱۹۴۴ء میں یا اس کے لگ بھگ مسلم لیگ اور یونینسٹوں میں مناقشت پیدا ہو گئی تھی۔

سوال:۔ کیا آپ کو علم ہے کہ احرار خاص طور پر چودھری افضل حق سنہ ۱۹۴۴ء سے لے کر پاکستان کے حق میں لکھتے رہے ہیں؟

جواب:۔ مجھے معلوم نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ نے میری کتاب "ہمارے فرقہ وارانہ فیصلے کا استدراج" جو سنہ ۱۹۴۴ء میں چھپی تھی پڑھی ہے؟

جواب:۔ جی نہیں۔

۱۳ر دسمبر۔ پنجاب پولیس کے سابق انسپکٹر جنرل میاں انور علی نے جمعرات کے روز فسادات پنجاب کی تحقیقی عدالت کو بتایا کہ سابق وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین سے علماء کی بار بار ملاقاتوں سے یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ مطالبات جو کسی مہذب ملک میں پیش نہیں کئے جا سکتے مکمل یا جزوی صورت میں منظور کئے جانے والے ہیں۔

انہوں نے یہ بیان چار دن کی لمبی گواہی کے آخری دن میاں ممتاز محمد خان دولتانہ کے وکیل کی جرح کے دوران میں دیا۔ میاں انور علی سے پوچھا گیا تھا کہ اسلامی دستور اور سابق وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین کی علماء سے براہ راست گفتگو کا سرکاری ملازموں پر کیا اثر پڑا تھا؟

گواہ نے جو قادیانیوں کے خلاف فسادات کے وقت پنجاب پولیس کے انسپکٹر جنرل تھے بتایا کہ جس قسم کے اسلامی دستور کی بات چیت کی جاتی تھی اس نے سینئر سرکاری ملازمین کے ایک بہت بڑے حصے کے جوش کو ٹھنڈا کر دیا تھا جو ویسے انتہائی محب قابل اور وفادار ہیں۔

عدالت کے اس سوال پر کہ آیا اسلامی دستور کی بات چیت سے مذکورہ سرکاری ملازموں کے جوش کا ٹھنڈا ہونا علماء سے کسی ممکن رقابت کا نتیجہ تھی انہوں نے جواب نفی میں دیا۔

ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ اسلامی دستور کے متعلق کسی بات چیت سے سینئر سرکاری ملازموں کا جوش کیوں ٹھنڈا ہو گیا میاں انور علی نے بتایا کہ ان کا خیال تھا کہ اس ملک پسماندہ اور غریب رہے گا اور کوئی ترقی نہیں کر سکے گا۔

پولیس کے افسر اعلیٰ نے بتایا کہ مطالبات کے متعلق بیان کیا جاتا تھا کہ وہ خالص مذہبی بنیادوں پر ہیں۔ لیکن کئی جماعتیں اسے خالص سیاسی سمجھتی تھیں اور ان سے فائدہ اٹھانا چاہتی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ مطالبات کو مذہبی قرار دیا جاتا تھا اس لئے سرکاری ملازموں کے لئے ایسا کوئی قدم اٹھانا جس سے مطالبات کی مخالفت کی غلط فہمی پیدا ہو سکے مشکل ہو گیا تھا۔

احرار پرانی پوزیشن حاصل کرنا چاہتے تھے

میاں انور علی نے کہا کہ احرار پارٹی اپنی پرانی سیاسی پوزیشن حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اور احرار کا خیال تھا کہ مطالبات پر زور دینے سے حکومت پریشان ہوگی اور احرار کی مقبولیت میں اضافہ ہوگا۔

تحریک سے متعلق مسلم لیگ کے رویے کے بارے میں پوچھنے پر گواہ نے بتایا کہ کوئی مسلم لیگی رہنما تحریک کی مخالفت کرنے کے لئے سامنے نہیں آیا۔ اس کے برعکس بہت سے مسلم لیگیوں نے جن میں اسمبلی کے ارکان اور جماعت کے کونسلر بھی شامل تھے کھلے بندوں تحریک کی حمایت کی انہوں نے مزید بتایا کہ پولیس نے اس سلسلے میں اسمبلی کے متعدد ارکان اور کونسلروں کو سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کیا۔

جہاں تک تحریک کے متعلق سرکاری ملازمین کے رویے کا تعلق ہے انہوں نے کہا کہ پولیس ہی صرف ایسی جماعت تھی جس نے بظاہر یا کسی اور طرح سے تحریک کے ساتھ ہمدردی کا اظہار نہیں کیا حالانکہ مذہبی جذبات کی اپیل کی وجہ سے ان پر بھی کافی بار پڑتا تھا۔

ذہنیت کی تبدیلی

بدھ کے روز جب میاں انور علی پر مسٹر نذیر احمد کی دوبارہ جرح ہوئی تو انہیں بتایا گیا کہ انہوں نے منگل کے روز بیان کیا تھا کہ انہوں نے چھ مارچ کی صبح کو وزیر اعلیٰ کو صورت حال کے متعلق اپنی رائے سے آگاہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد انہیں پوچھا گیا آیا یہ رائے ذہنیت کی تبدیلی ظاہر کرتی ہے یا یہ مصلحت کی بناء پر ظاہر کی گئی تھی۔ میاں انور علی نے جواب دیا کہ یہ رائے میرے خیالات کی نمائندگی کرتی ہے۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ مرکزی حکومت کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنی پالیسی کے متعلق کچھ اعلان کرے۔ اس صبح میں نے اس قسم کے اعلان کی ضرورت کو اور بھی محسوس کیا کیونکہ میں نے عوام میں بہت جوش دیکھا تھا۔

سوال:۔ دوسرے لوگوں نے جو وہاں موجود تھے اس تجویز سے کیا اثر لیا؟

جواب:۔ میں نے ایس ایس پی کو وزیر اعلیٰ اور وہاں موجود دوسرے وزیروں کے سامنے پیش کیا۔ اس وقت گورنمنٹ ہاؤس

نواب مظفر علی قزلباش، مسٹر صلاح الدین، جہانیاں بیگم بی اے خان، بیگم تصدق حسین، نواب زادہ رشید علی خان اور سابق میئر چودھری عبدالکریم سمیت متعدد معزز شہری بیٹھے تھے اجلاس کا یہ باقاعدہ اجلاس نہیں تھا۔ کیونکہ وزیروں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی اکثر وہاں سے آ جا رہے تھے۔ میں اس سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ایس ایس پی کی رائے پر کسی نے کوئی بات نہیں کہی تھی۔

سوال:۔ کیا اس وقت گورنمنٹ ہاؤس میں کوئی عام اضطراب پھیلا ہوا تھا۔

جواب:۔ وہاں موجودہ رہنماؤں میں سے خواتین گورنمنٹ ہاؤس کے اردلی اور عملے کے کلرک یقیناً مضطرب تھے، باقی صرف پریشان نظر آتے تھے۔

سوال:۔ کیا آپ نے ۵ مارچ کی شام کو گورنمنٹ ہاؤس کے اجلاس میں شرکت کی تھی؟

جواب:۔ جی ہاں۔ چیف سیکرٹری ہوم سیکرٹری گفتگو کے دوران میں کچھ دیر تک وہاں موجود رہے۔

سوال:۔ اس اجلاس میں کون کون سے مشہور شخص شامل تھے۔

جواب:۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، میاں افتخار الدین، نواب زادہ مظہر علی ایڈیٹر پاکستان ٹائمز، مسٹر حمید نظامی، خلیفہ شجاع الدین، خان محمد وشت، مزدور کارکن مرزا ابراہیم، مسٹر احمد سعید کرمانی اور دوسرے۔

سوال:۔ کیا حکومت نے انہیں امن کے لئے بلایا تھا؟

جواب:۔ جی ہاں۔ درحقیقت ہمارے جانے سے پہلے وہاں ایک مسودہ بھی تیار کیا گیا تھا۔

سوال:۔ کیا آپ کا یہ خیال تھا۔ کہ یہ رہنما پرانے اختلافات اور رنجشیں دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور شہر میں امن کی بحالی کسی کو مقصود نہیں۔

جواب:۔ جی ہاں۔ ایسا ہی تھا۔

سوال:۔ کیا آپ نے وہ مسودہ دیکھا تھا جو مولانا مودودی نے تیار کیا تھا۔

جواب:۔ اجلاس سے باہر آنے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ مولانا مودودی کو وہاں ٹھہرا لیا گیا تھا۔ اور وہ غالباً گورنر یا کابینہ کے ایما پر کسی مسودے کا کام کر رہے تھے۔ میں نے مسودہ نہیں دیکھا تھا۔

سوال:۔ کیا کسی نے آپ کو مسودے کے متعلق کچھ بتایا تھا۔

جواب:۔ یہ ایک سیاسی معاملہ تھا کسی افسر سے اس معاملے میں مشورہ نہیں کیا گیا تھا نہ ہی کسی کو اعتماد میں لیا گیا تھا۔

عدالت نے اُن سے سوال کیا۔ اگر وہ جانتے ہوں کہ جب مولانا مودودی کو فوجی عدالت میں پیش کیا گیا تھا، تو یہ مسودہ بھی پیش کیا گیا تھا یا نہیں۔ گواہ نے جواب دیا کہ وہ اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔

مسٹر نذیر احمد خان نے جو خاص فوجی عدالت میں مولانا مودودی کے وکیل صفائی تھے بتایا کہ انہوں نے مذکورہ فوجی عدالت میں مولانا مودودی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یادداشت جس سے مسودے کو صحیح صورت دی گئی تھی پیش کی تھی۔

عدالت نے مسٹر فضل الٰہی کو ہدایت کی کہ وہ فوجی حکام سے یہ یادداشت حاصل کر کے عدالت میں پیش کریں۔ بیان کیا گیا تھا۔ کہ آخری مسودہ پولیس کے پاس ہے، مسٹر محمد حسین، سپرنٹنڈنٹ پولیس سی۔ آئی۔ ڈی کو ہدایت کی گئی کہ وہ یہ مسودہ پیش کریں۔

لاہور ۱۴ر دسمبر۔ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں سابق انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب میاں انور علی کی گواہی کا ابتدائی حصہ "ملت" کی گذشتہ دو اشاعتوں میں آ چکا ہے باقی حصہ درج ذیل ہے۔

سوال:۔ کیا یہ صحیح ہے کہ تقسیم سے پہلے احرار نے مسلمانوں کی حفاظت کے سلسلہ میں حصہ لیا؟

جواب:۔ یہ صحیح ہے لیکن اس وقت احرار خود کانگریس پر اعتماد کے باوجود غیر مسلموں کے حملوں کا شکار ہونے لگے تھے۔

سوال:۔ کیا احرار نے تقسیم کے بعد پاکستان سے کشمیر کے الحاق کی حمایت کی تھی؟

جواب:۔ تقسیم کے بعد احرار کا نظریہ تھا کہ سیاسی پارٹی ہونے کا دعوےٰ چھوڑ دیا جائے اور وہ وہی کہتے تھے جو باقی مسلم پارٹیاں کہتی تھیں۔

سوال:۔ کیا احرار نے ۱۹۴۸ء میں ایک ڈیفنس کانفرنس منعقد کی تھی؟ اس کا کیا مقصد تھا؟

جواب:۔ میرے خیال میں یہ ۱۹۴۸ء کے بعد کی بات ہے یہ کانفرنس اس وقت ہوئی جبکہ ہندوستان کے ساتھ جنگ ناگزیر دکھائی دے رہی تھی۔

سوال:۔ کیا احرار نے جہاد کشمیر میں کوئی حصہ لیا۔

جواب:۔ مجھے تو کسی ایسی بات کا علم نہیں

سوال:۔ کیا پمفلٹ دستاویز ڈی۔ ای ۲۲۵ آپ کے نوٹس میں آیا ہے؟

جواب:۔ نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ ۱۹۴۸ء میں مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ایک خطبہ دیا تھا جس میں انہوں نے کہا تھا ان کے پیروکاروں کو چاہیئے کہ وہ پورے بلوچستان کو احمدی بنانے کی کوشش کریں؟

جواب:۔ ہاں ایسا خطبہ دیا تھا لیکن مجھے اس کے پورے مندرجات کا علم نہیں۔

سوال:۔ کیا بلوچستان میں ۱۹۴۸ء میں مجلس احرار کی کوئی شاخ تھی؟

جواب:۔ مجھے اس کا پتہ نہیں۔

سوال:۔ کیا ۱۹۴۹ء کے شروع میں مسلم لیگی لیڈروں میں کچھ اختلافات پیدا ہو گئے تھے جو ممدوٹ وزارت کی برطرفی پر منتج ہوئے؟

جواب:۔ میرے خیال میں ممدوٹ وزارت کی برطرفی مسلم لیگ سیاسی پارٹی میں اختلافات رونما ہونے کی وجہ سے نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے معمولی قسم کے اختلافات ہوں لیکن وہ زیادہ کھلم کھلا نہیں تھے۔

سوال:۔ کیا جب چوہڑی گراؤنڈ میں قائد ملت نے ایک جلسہ عام سے خطاب کیا تو مسلم لیگ میں اختلاف رائے کا مظاہرہ نہیں ہوا؟

جواب:۔ ہاں۔ جب نوابزادہ لیاقت علی خان نے چوہڑی گراؤنڈ میں جلسہ عام سے خطاب کیا تو خاصی سرگرمی سے مظاہرہ ہوا۔ میرے خیال میں یہ ۱۹۵۰ء یا ۱۹۵۱ء کی بات ہے یعنی ۱۹۵۱ء کے انتخابات سے پہلے اور سیلاب کے بعد کی بات ہے۔

سوال:۔ کیا اس وقت جناح عوامی مسلم لیگ قائم ہو چکی تھی۔

جواب:۔ جی ہاں۔ گواہ نے کہا کہ ۱۹۴۹ء یا ۱۹۵۰ء میں ممدوٹ گروپ میں یہ رجحان پیدا ہو گیا تھا کہ قائد ملت سے پرے ہوا جائے اور دولتانہ گروپ میں لیاقت کا حلیف بننے کا رجحان پیدا ہو رہا تھا۔

سوال:۔ کیا احرار قائد ملت اور دولتانہ کی حمایت کر رہے تھے؟

جواب:۔ جی ہاں۔ احرار قائد ملت کی حمایت کر رہے تھے جو اس وقت دولتانہ کے حامی تھے۔

سوال:۔ کیا آپ مسلم لیگ اور احرار کے مابین اس سمجھوتہ یا معاہدہ سے آگاہ ہیں جس کا مطلب یہ تھا کہ احرار مسلم لیگ کی حمایت کریں گے لیکن احمدیوں کا سوال آیا تو خواہ وہ مسلم لیگ کے ہی نامزد کئے ہوئے کیوں نہ ہوں وہ ان کی مخالفت کریں گے؟

جواب:۔ احرار کا رویہ تھا کہ وہ بیک وقت احمدیوں کی مخالفت بھی کر رہے تھے اور مسلم لیگ سے بھی آنکھیں لڑا رہے تھے۔

سوال:۔ قائد ملت نے احرار سے متعلق جو رویہ اختیار کیا۔ کیا احرار اس سے غیر مطمئن تھے؟

جواب:۔ مجھے اس کا علم نہیں۔ میرا خیال نہیں کہ اس امر کی کوئی ظاہری علامت نظر آئی ہو۔

سوال:۔ کیا آپ نے اس مسئلہ پر مرزا بشیر الدین محمود کے وہ خطبات نہیں پڑھے تھے جو "الفضل" میں شائع ہو رہے تھے؟

جواب:۔ میں "الفضل" کا باقاعدگی سے مطالعہ نہیں کرتا تھا۔ میرے ماتحت ایک محکمہ تھا اس کے سپرد یہ کام تھا کہ اگر کوئی ضروری چیز ہو تو وہ اخبارات سے نکال کر مجھے دکھائی جائے آپ جن خطبات کا ذکر کر رہے ہیں وہ میری نظر سے نہیں گزرے۔

میاں انور علی نے کہا "الفضل" مورخہ ۱۰ر جون ۱۹۵۰ء میں جو خطبہ (دستاویز ڈی۔ ای ۲۳۰) شائع ہوا ہے میرے علم میں لایا گیا تھا۔

میاں انور علی نے مزید کہا میرے علم میں یہ بات بھی لائی گئی تھی کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کو اندیشہ ہے کہ انہیں ربوہ چھوڑ کر قادیان جانا پڑیگا لیکن انہوں نے کہا مجھے یاد نہیں کہ "الفضل" مورخہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۵۰ء (دستاویز ڈی ای ۲۳۳) میں جو خطبہ شائع ہوا ہے وہ میرے علم میں لایا گیا تھا یا نہیں۔

سازش

کیا ۱۹۵۰ء میں قائد ملت کے خلاف سازش کی تیاری شروع ہو گئی تھی؟

جواب:۔ اس وقت ایک سازش تو شروع ہو چکی تھی لیکن وہ قائد ملت کے خلاف نہ تھی بلکہ یہ مجموعی طور پر حکومت پاکستان کے خلاف تھی۔ **باقی آئندہ**

پروگرام جلسہ سالانہ ۱۹۵۳ء احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اجلاس اوّل ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۳ء بروز جمعۃ المبارک

زیر صدارت حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب ملز اونر

۲ بجے دوپہر سے ۴ بجے تک

تلاوت قرآن کریم از حافظ قاری محمد بوستان صاحب - - ۱۵ منٹ ۲ بجے سے ۱۵-۲ تک
نظم حضرت مسیح موعودؑ از طلبائے مسلم ہائی سکولز - - ۱۰ منٹ ۱۵-۲ سے ۲۵-۲ "
جناب مولوی دوست محمد صاحب - ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام - ۱۰ منٹ ۲ بجکر ۲۵ منٹ سے ۳۵-۲ تک
افتتاحی تقریر حضرت صاحب صدر - - - ۱۵ منٹ ۲-۳۵ سے ۵۰-۲ تک
جناب مولانا احمد یار صاحب - فضیلت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم - ۳۵ منٹ ۵۰-۲ سے ۲۵-۳ "
حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب - تقریر - - ۳۵ منٹ ۲۵-۳ سے ۰۰-۴ "

اجلاس دوم

زیر صدارت حضرت مولانا صدر الدین صاحب

۲ بجے سے ۴½ بجے تک

تلاوت قرآن کریم - از حافظ قاری محمد بوستان صاحب - ۱۵ منٹ ۲ بجے سے ¼۲ بجے تک
جناب الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ - اسلامک سٹیٹ - - ۴۵ منٹ ¼۲ بجے سے ۳ بجے تک
جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بار ایٹ لا - ہمارے فرائض و مشکلات - - ۴۵ منٹ ۳ بجے سے ¾۳ بجے تک
جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب - آسمانی تحریکات کا بقا - - ۴۵ منٹ ¾۳ سے ½۴ بجے تک

اجلاس اوّل ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۳ء بروز ہفتہ

زیر صدارت حضرت سید عبدالجبار شاہ صاحب والئے ستھانہ

½۹ بجے صبح سے ایک بجے دوپہر تک

تلاوت قرآن کریم - از حافظ قاری محمد بوستان صاحب ۱۵ منٹ ½۹ بجے سے ¾۹ بجے تک
الحاج ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب مبلغ انگلستان - مسلمانوں کو یورپ کا چیلنج - - ۴۵ منٹ ¾۹ سے ½۱۰ بجے تک
جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع - مقام حضرت مسیح موعود علیہ السلام - ۴۵ منٹ ½۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک
حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب - اپیل - - ایک گھنٹہ ۱۱ بجے سے ۱۲ بجے تک
حضرت مولانا صدر الدین صاحب - تقریر - - ایک گھنٹہ ۱۲ بجے سے ایک بجے تک

اجلاس اوّل ۲۷ر دسمبر ۱۹۵۳ء بروز اتوار

زیر صدارت جناب الحاج شیخ میاں شریف احمد صاحب

½۹ بجے سے ½۱ دوپہر تک

تلاوت قرآن کریم - از حافظ قاری محمد بوستان صاحب - - ۱۵ منٹ ½۹ بجے سے ¾۹ بجے تک
جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب - حالات حاضرہ میں اسلام کی پوزیشن - - ۴۵ منٹ ¾۹ " ½۱۰ "
حضرت مولانا یعقوب خان صاحب ایڈیٹر لائٹ - کیا اب بھی رسول اللہؐ فاتح عالم بن سکتا ہے - ۴۵ منٹ ½۱۰ " ¼۱۱ "
جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم - اے - بی - ٹی - مسئلہ وحی والہام موجودہ علوم کی روشنی میں - - ۴۵ منٹ ¼۱۱ " ۱۲ "
جناب مرزا ولی احمد بیگ صاحب - اسلام کا معاشی نظام - ۴۵ منٹ ۱۲ بجے سے ¾۱۲ بجے تک
حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر قوم - تقریر - - ۴۵ منٹ ¾۱۲ سے ½۱ "

نوٹ

(۱) اسٹیج سیکرٹری - مولانا احمد یار صاحب ایم اے ہوں گے -
(۲) نماز ظہر و عصر ڈیڑھ بجے ہوگی - مغرب وعشا دونوں جمع کی جائیں گی - وقت پونے پانچ بجے -
(۳) درس قرآن کریم ہر روز بعد از نماز فجر حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر قوم فرمائیں گے -
(۴) جنرل کونسل کے اجلاس ۲۵ ر ۲۶ ر دسمبر ۱۹۵۳ء بعد از نماز مغرب منعقد ہوں گے -
(۵) احمدیہ کانفرنس ۲۷ر دسمبر کو بعد از نماز فجر مرکزی مسجد میں منعقد ہوگی -

کھانے کے اوقات

صبح :- ساڑھے سات بجے سے ۹ بجے تک شام :- چھ بجے سے آٹھ بجے تک

(ڈاکٹر) غلام محمد (ایم بی بی ایس) مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور